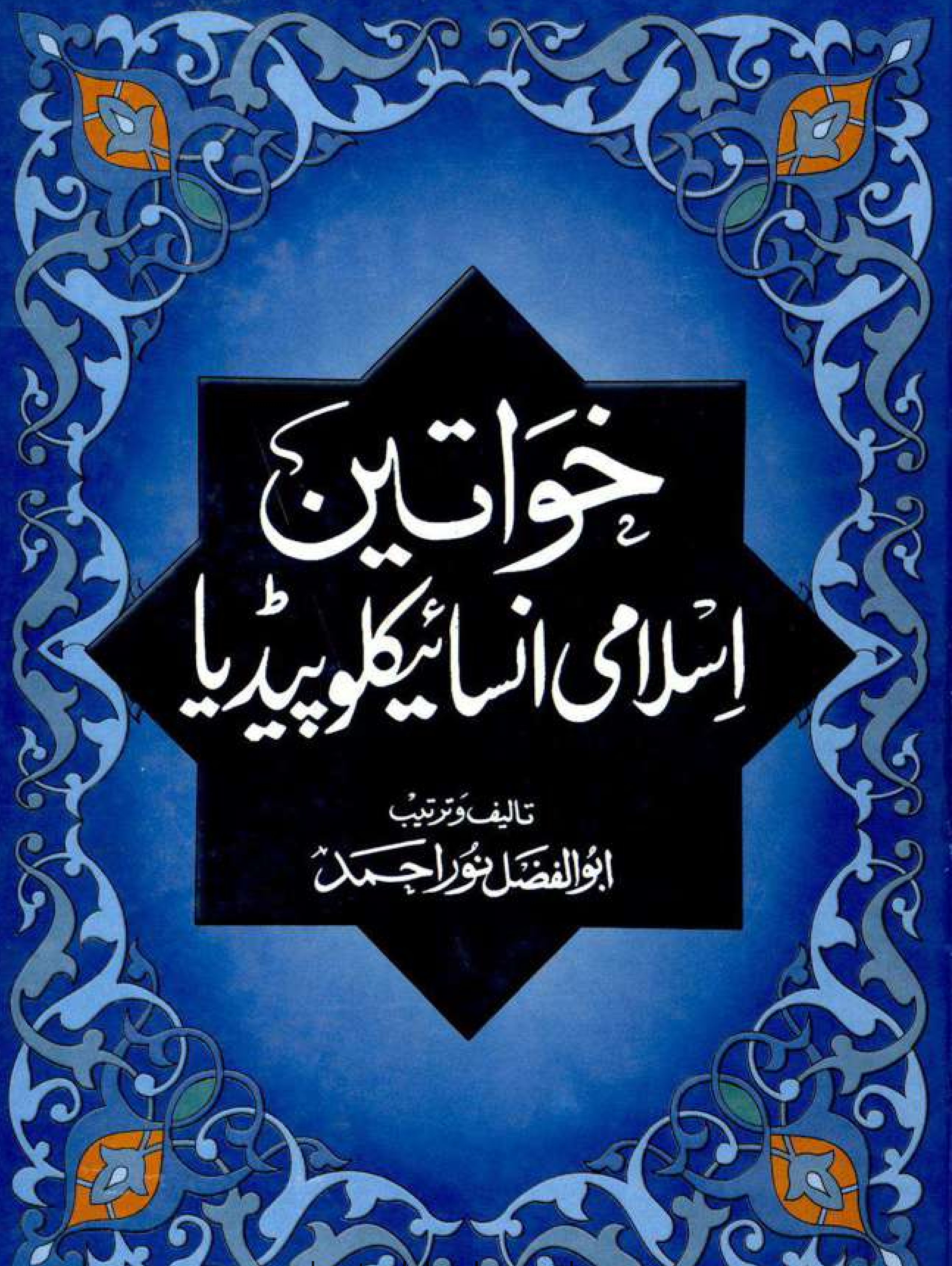

خواتین

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

تالیف و ترتیب

ابو الفضل نور احمد

خواتین

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

خواتین کا پہلا اسلامی انسائیکلوپیڈیا
جس میں عورت اور خاندان سے متعلق زندگی کے تمام مسائل پر اسلامی اور سماجیاتی
جدید علوم اور تحقیقات کی روشنی میں مواد مہیا کیا گیا ہے۔

تالیف و ترتیب
ابوالفضل نور احمد

اسلامیکا
جدہ ـــ کراچی

جملہ حقوق اسلامیکا فاؤنڈیشن کے لیے محفوظ ہیں

خواتین اسلامی انسائیکلوپیڈیا

تالیف و ترتیب: ابوالفضل نور احمد
اشاعت اول: 2000ء
اشاعت جدید: 2011
کمپیوٹر سے آؤٹ: ندیم احمد سوہنگی
طابع: آزاد کمپیوٹنگ، کراچی
ناشر: اسلامیکا فاؤنڈیشن، کراچی

کراچی آفس
B 25 بیسمنٹ آبو پلازہ، مارسٹن روڈ، عقب رمپا پلازہ، کراچی۔ 74400
فون: 021 32737290 موبائل: 0313-2707097
E-mail: islamica@cyber.net.pk

Price: Rs. 500/=

پاکستان میں تقسیم کار
کراچی: اسلامک بک سینٹر، فون: 021-2214521 مکتبہ البدر، فضل سپر مارکیٹ، علمی کتاب گھر،
مکتبہ دارالقرآن، اردو بازار، اسلامی کتب خانہ گرومندر، مکتبہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی، مذہبی کتب خانہ، اردو بازار
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن، فون: 4914596 دی بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 2787137
لاہور: منشورات منصورہ ملتان روڈ فون: 5425356، مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، 042-4228272
مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار فون: 7224228، ادارہ منشورات اسلامی اردو بازار فون: 7840584
شرکۃ الامتیاز، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، خزینہ علم و ادب، اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ، اردو بازار فون: 042-7230718
طیب پبلشرز، یوسف مارکیٹ، اردو بازار، مکتبہ الحسن، حق اسٹریٹ، اردو بازار، المجید پبلی کیشنز، مچھلی منڈی اردو بازار
راولپنڈی: اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک فون: 531610، مکتبہ اسلامی کالج روڈ راولپنڈی فون: 5554400
اسلام آباد مسٹر بکس فون: 2278843
حیدرآباد: سندھیکا بک شاپ، 23 ریگل سینٹر حیدر چوک، گاڑی کھاتہ فون: 0301-3594679
سکھر: سندھیکا بک شاپ، 19 بلدیہ پلازہ گھنٹا گھر چوک سکھر فون: 071-5628368

انتساب

اسیر مالٹا
شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ
کے نام

انسائیکلوپیڈیا میں شامل ابواب

حصہ اول
ارکان و آثار اسلام

روح اسلام کیا ہے؟
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عملی تقاضے
عبادات کا حقیقی اسلامی تصور
طہارت ایک بنیادی انسانی اخلاق
نماز کا فلسفہ
زکوات کی سماجی اہمیت
روزہ، صالح انسانی فطرت کا محرک
حج کے حقیقی مقاصد
حیات بعد الممات اور شفاعت کا تصور
دین سے محبت کے تقاضے
سنت رسول ﷺ کا عملی منہاج
توبہ استغفار اور دعا کی حقیقت

حصہ دوم
اخلاق اور معاشرت

اخلاق
حسنِ معاشرت
ازدواجی اخلاقیات

حصہ سوم
خواتین اور شریعت

ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل
خواتین کے شرعی مسائل
حیض کے متعلق شرعی احکام
پردہ کے شرعی احکام
شادی، جہیز اور حق مہر

حصہ چہارم
خواتین کی صحت

کیا آپ بیٹی کی ماں ہیں
حمل اور اس سے متعلق طبی مسائل
بڑھاپا یا عمر رسیدگی
خوبصورتی کی حفاظت

حصہ پنجم
بچوں کی صحت و تربیت

بچے کی پرورش ماں کے دودھ سے
بچوں کی صحت اور بیماریاں
بچوں کی نفسیاتی تربیت
بچوں کی اسلامی تربیت

حصہ ششم
عام صحت، احتیاط و علاج

گھر بھر کی عام صحت و علاج
ابتدائی طبی امداد
تندرست رہنے کے لئے کیا کھائیں
غذاؤں سے علاج
مختلف بیماریوں کے لئے آسان گھریلو علاج

حصہ ہفتم
متفرقات

علاج قرآنی
خواب اور ان کی تعبیر
گھریلو چٹکلے

خواتین اسلامی انسائیکلوپیڈیا

فہرست مضامین

حصہ اوّل: ارکان و آثار اسلام

پیش لفظ 27

روح اسلام کیا ہے؟ 31

اللہ تعالیٰ پر ایمان 31

خلیفۃ اللہ فی الارض 31

وحی پر ایمان 32

کائنات کے لیے وحی کی جبلت 32

انسان کے لیے وحی کی ہدایت کی ضرورت 33

صاحب وحی کی اطاعت 33

آخرت پر ایمان 33

مکافات عمل 34

اسلام اور سیاسی زندگی 34

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عملی تقاضے 35

توحید فی الربوبیت 35

ربوبیت کے معنی 35

ربوبیت میں شرک 37

غیر خداوندی نظام معیشت 38

توحید فی الصفات 38

قرآنی ایمان کی خصوصیات 38

تصرفات میں شرک 40

توحید فی العبادت 40

شرک فی العبادت کی مختلف شکلیں 41

توحید کے عملی تقاضے 42

پرستش صرف اللہ کے لیے 43

بندگی صرف اللہ کے لیے 48

اللہ کی رضا: زندگی کا مقصود 49

صرف اللہ کا ڈر 50

صرف اللہ پر بھروسہ 51

حقیقت ایمان 52

ایمان اور انسان کی تشکیل نو 52

ایمان معرفت کا حاصل 53

ایمان اور خدا خوفی 53

ایمان ایک اضافہ پذیر حقیقت 54

ایمان: پھل دار درخت 55

ایمان ایک فکری انقلاب 55

اسلامی عقائد وافکار 55

خدا کی ذات وصفات پر ایمان 55

تقدیر پر ایمان 58

فرشتوں پر ایمان 58

رسولوں پر ایمان 59

آسمانی کتابوں پر ایمان 60

آخرت پر ایمان 60

غیر اسلامی عقائد وخیالات 62

عبادات کا حقیقی اسلامی تصور 65

عبادت کے تقاضے 66

طہارت ایک بنیادی انسانی اخلاق 69

نجاست کا بیان 70

نجاست کی قسمیں 70

نجاست حقیقی 70

نجاست غلیظہ 70

نجاست خفیفہ 71

نجاست حقیقی سے پاکائی کے طریقے 71

زمین وغیرہ کی پاکی کے طریقے 71

نجاست جذب نہ کرنے والی چیزوں کی پاکائی کے طریقے 71

نجاست جذب کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے 72

رقیق اور سیال چیزوں کی پاکی کے طریقے 73

گاڑھی اور جمی ہوئی چیزوں کی پاکی کے طریقے 73

جسم کی پاکی کے طریقے 73

احکام طہارت کے چھ کارآمد اصول 74

احکام طہارت میں شرعی سہولتیں 74

پاکی ناپاکی کے متفرق مسائل 75
نجاست حکمی 76
نجاست حکمی کی قسمیں 76
حدث اصغر 76
حدث اکبر 76
وضو کا بیان 76
وضو کی فضیلت و برکت 76
وضو کا مسنون طریقہ 77
مسح کا طریقہ 77
وضو کے احکام 78
وضو فرض ہونے کی صورتیں 78
وضو واجب ہونے کی صورتیں 78
وضو سنت ہونے کی صورتیں 78
وضو مستحب ہونے کی صورتیں 78
وضو کے فرائض 78
وضو کی سنتیں 78
وضو کے مستحبات 79
وضو کے مکروہات 79
جبیرہ اور زخم وغیرہ پر مسح 79
کن چیزوں پر مسح جائز نہیں 80
نواقض وضو 80
جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان کی قسمیں 80
وہ باتیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا 81
معذور کے وضو کا حکم 81
معذور کے مسائل 81
غسل کا بیان 82
غسل کے اصطلاحی معنی 82
غسل کے متعلق پانچ ہدایات 82
غسل کا مسنون طریقہ 82
غسل کے فرائض 82
چوٹی اور زیور کا حکم 82
غسل کی سنتیں 83
غسل کے مستحبات 83
غسل کے احکام 83
غسل کی قسمیں 83
غسل فرض ہونے کی صورتیں 83
غسل سنت کی صورتیں 83
غسل کے متفرق مسائل 83
تیمم کا بیان 84
تیمم کی معنی 84
تیمم کی اجازت کی صورتیں 84
تیمم کا مسنون طریقہ 85
تیمم کے فرائض 85
تیمم کی سنتیں 85
تیمم کے لیے جائز ناجائز اشیاء 86
تیمم ٹوٹنے کی صورتیں 86
تیمم کے متفرق مسائل 87
نماز کا فلسفہ 88
ترک نماز اور تارکین نماز رسول اللہ ﷺ کی نظر میں 90
نماز پڑھنے کا طریقہ 91
اقامت صلوٰۃ کے شرائط و آداب 94
طہارت و پاکیزگی 94
وقت کی پابندی 94
نماز کی پابندی 94
سکون و اعتدال 94
نماز با جماعت کا اہتمام 95
تلاوت قرآن میں ترتیل و تدبر 95
شوق و رغبت 96
ادب و فروتنی کا احساس 96
خشوع و خضوع 96
خدا سے قربت کا شعور 97
خدا کی یاد 97
ریاء سے اجتناب 97
کامل سپردگی 97
نماز کی فرضیت 98
نماز کے اوقات 98
فجر کا وقت 98
ظہر کا وقت 98
عصر کا وقت 98
مغرب کا وقت 98
عشاء کا وقت 98
نماز وتر کا وقت 98
نماز کی رکعتیں 99
نماز فجر 99
نماز ظہر 99
نماز مغرب 99
نماز عشاء 99
نماز جمعہ 99
نماز کے مکروہ اوقات 99
ممنوع اوقات نماز 99
مکروہ اوقات 100
نماز کے فرائض 100
شرائط نماز 100
بدن کا پاک ہونا 100
لباس کا پاک ہونا 100
نماز کی جگہ کا پاک ہونا 100
ستر چھپانا 100
نماز کا وقت ہونا 100
استقبال قبلہ 100
نیت کرنا 101
ارکان نماز 101
تکبیر تحریمہ 101

قیام کرنا 101
قرات پڑھنا 101
رکوع کرنا 101
سجدہ کرنا 101
قعدہ اخیرہ 101
اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا 101
واجبات نماز 101
نماز کی سنتیں 102
نماز کے مستحبات 103
مفسدات نماز 103
وہ صورتیں جن میں نماز توڑ دینا جائز یا
واجب ہو جائے 104
خواتین کی نماز کا طریقہ 105
تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا 105
ہاتھ باندھنا 105
رکوع 105
سجدہ 105
قعدہ اور جلسہ 105
قرات 105
نماز وتر کا بیان 105
دعائے قنوت 106
سجدہ سہو کا بیان 106
سجدہ سہو کا طریقہ 106
وہ صورتیں جن میں سجدہ سہو واجب ہے 106
سجدہ سہو کے مسائل 106
قضا نماز پڑھنے کا بیان 108
قضا نماز کا حکم 108
قضا نماز کے مسائل وہدایات 109
معذور اور بیمار کی نماز 110
نماز قصر کا بیان 111
نماز قصر کا حکم 111
سفر میں سنت اور نفل کا حکم 111
قصر مسافت 111
قصر شروع کرنے کا مقام 111
قصر کی مدت 111
زکوٰۃ کی سماجی اہمیت 113
نظام زکوٰۃ کا مقصد 115
زکوٰۃ کی عظمت اور اہمیت 115
زکوٰۃ سے غفلت کا ہولناک انجام 118
زکوٰۃ کتنی ادا کی جائے 119
زکوٰۃ واجب ہونے کے شرطیں 120
مسلمان ہونا 120
صاحب نصاب ہونا 120
بقدر نصاب ضرورت اصلیہ سے زائد ہونا 120
مقروض نہ ہونا 120
مال پر پورا سال گزرنا 120
عاقل ہونا 120
بالغ ہونا 120
ادائے زکوٰۃ صحیح ہونے کے شرطیں 120
مسلمان ہونا 121
زکوٰۃ ادا کرنے کے نیت کا طریقہ 121
مالک بنانا 121
مقررہ مدوں میں صرف کرنا 121
عاقل ہونا 121
بالغ ہونا 121
زکوٰۃ واجب ہونے کے چند مسائل 121
زکوٰۃ ادا کرنے کے مسائل 122
نصاب زکوٰۃ 123
سونے اور چاندی کا نصاب 123
سکوں اور نوٹوں کی زکوٰۃ 124
اموال تجارت کی زکوٰۃ 124
زیور کی زکوٰۃ 124
شرح زکوٰۃ 124
وہ چیزیں جن پر زکوٰۃ نہیں ہے 125
جانوروں کی زکوٰۃ 126
نصاب اور شرح کی زکوٰۃ کی تفصیل 126
مصارف زکوٰۃ 126
فقیر 127
مسکین 127
عاملین زکوٰۃ 127
مؤلفۃ القلوب 127
غلام کو آزاد کرنا 127
قرض دار 127
فی سبیل اللہ 127
ابن السبیل یعنی مسافر 128
مصارف زکوٰۃ کے مسائل 128
وہ لوگ جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں 128
زکوٰۃ کے متفرق مسائل 128
روزہ، مصالح انسانی فطرت کا محرک 130
روزے کے فضیلت 131
روزے کے شرطیں 132
روزے کے شرائط وجوب 132
روزے کے شرائط صحت 132
روزے کے فرائض 132
روزے کے سنتیں و مستحبات 132
روزے کے مفسدات 132
وہ امور جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے 133
وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا 133
سحری اور افطار 134
سحری میں تاخیر 134
افطار میں تعجیل 134

کس چیز سے افطار مستحب ہے 135
افطار کی دعا 135
افطار کے بعد کی دعا 135
افطار کرانے کا اجر و ثواب 135
سحری کا روزہ 136
ترک روزہ کی معذوری 136
سفر 136
بیماری 136
حمل 137
ارضاع 137
بھوک پیاس کی شدت 137
ضعف اور بڑھاپا 137
خوف ہلاکت 137
جہاد 137
بےہوشی 137
جنون 138
وہ صورتیں جن میں روزہ توڑ دینا جائز ہے 138
روزہ کے متفرق احکام و آداب 138
نماز تراویح کا بیان 139
نماز تراویح کا حکم 139
نماز تراویح کی فضیلت 139
صدقہ فطر کے احکام 139
حج کے حقیقی مقاصد 140
حج کی فضیلت 143
وجوب حج کی شرطیں 144
حج کے احکام 145
حیات بعد الممات اور شفاعت کا تصور 146
موت کا سبق 147
یاد آخرت کی اہمیت اور بیت آخرت کی ہیبت 148
حساب کتاب کا دن 148
جنت کی وراثت 149
شفاعت کا مشرکانہ نظریہ 150
شفاعت کا اسلامی تصور 151
دین سے محبت کے تقاضے 154
ہر چیز سے زیادہ اللہ اور رسول اور دین کی محبت 154
دین کی خدمت و دعوت 155
غیر مسلموں میں دعوت اسلام 158
دین پر استقامت 160
دین کی کوشش اور نصرت وحمایت 161
شہادت کی فضیلت اور شہیدوں کا مرتبہ 163
سنت رسول ﷺ کا عملی منہاج 164
مقام عبدیت پر قائم رہنا 164
پیغمبرانہ نقطۂ آغاز 165
پیغمبر ﷺ کا طریقہ کار 165
ہر حال میں درگذر 166
دوسروں کے لیے خیر خواہی 166
اتباع کا راستہ اور گمراہی کا راستہ 167
روزمرہ معمولات کے متعلق رسول ﷺ کی سنتیں 168
نیند سے جاگنے کے بعد کے آداب وسنتیں 168
بیت الخلاء کے آداب کا بیان 168
ہر کام کی ابتدا بسم اللہ سے کریں 169
کھانے کے متعلق سنتیں 169
پینے کے متعلق سنتیں 170
سلام کے متعلق ہدایات وسنتیں 170
سلام کرنے کا سنت طریقہ 170
مصافحہ و معانقہ کے متعلق سنتیں 171
مجلس و محفل کے متعلق آداب وسنتیں 171
گفتگو کے متعلق آداب وسنتیں اور تنبیہات 172
چند تنبیہات 172
چھینکنے اور جمائی کے متعلق آداب وسنتیں 172
وعدہ کے متعلق ہدایات وسنتیں 173
کسی کو رانستہ بتانے کے متعلق ہدایات وسنتیں 173
مریض کی عیادت کرنے کے متعلق ہدایات وسنتیں 173
غیبت سے بچنے کے متعلق ہدایات 174
غیبت سے متعلق مسائل 174
اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت و رحمت کے متعلق ہدایات وسنتیں 174
ضرورتمندوں اور حاجت مندوں کے متعلق ہدایات وسنتیں 175
ضیافت کے متعلق آداب وسنتیں 175
رات کو سوتے وقت کے متعلق ہدایات وسنتیں 176
رات کو سونے کی سنتیں 177
جب بچے دس برس کی عمر کے ہو جائیں 177
رازداری کی سنتیں 177
غسل جنابت میں کھانا پینا جائز ہے 178
توبہ، استغفار اور دعا کی حقیقت 179
توبہ کی حقیقت 179
استغفار و مغفرت 180
آخرت سے پہلے آخرت کی فکر 181
توبہ کے لیے تاخیر نہیں 183
توبہ کے لیے خلوص و پختہ ارادہ 183
دعا 185
دعا کا قرآنی تصور 185
اخلاص اور دعا 185
دعا کے لیے عاجزی اور خشوع 186
انسان کے نیک اعمال اور دعا 187
قبولیت دعا 188
دعا مانگتے وقت ظاہری آداب وطہارت 189
دعا کے لیے کسی زبان یا الفاظ کی قید نہیں 190
قرآن کی جامع دعائیں 190
رحمت ومغفرت، فلاح دارین، بہبود

* * *

ثبات، شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعائیں 190
عذاب جہنم سے بچنے کی دعا 190
اصلاح قلب کی دعا 191
صفائی قلب کی دعا 191
حالات کی بہتری کی دعا 191
اہل و عیال کی طرف سے سکون کی دعا 191
والدین کے لیے دعا 191
آزمائش میں سہارے کی دعا 191
اہل کفر سے نجات کی دعا 192
خاتمہ بالخیر کی دعا 192
نبی ﷺ کی جامع دعائیں 192
صبح و شام کی دعائیں 192
رنج و غم سے بچنے اور قرض سے خلاصی کی دعا 193
دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کی دعا 193
نماز کے بعد کی دعا 193
نبی اکرم ﷺ کی وصیت 193
مغفرت و رضائے الٰہی کی دعا 194
گناہوں سے دور رہنے کی دعا 194
مخلوق کی نظر میں عزت کی دعا 194
جامع دعا 194
اسلام پر قائم رہنے کی دعا 195
توسل کی دعا 195
نفاق اور بد اخلاقی سے بچنے کی دعا 195
ادائے قرض کی دعا 195
استخارہ کی دعا 195
درود و سلام 196

حصہ دوم: اخلاق اور معاشرت

اخلاق 199
اعلیٰ ظرفی 200
اخلاق کی دو قسمیں 201
اخلاق کی پابندی 201
غصہ کی ممانعت 202
غلطی ہو جانے کے بعد 203
جنت والے 203
چند اہم ضروری اخلاق 203
سچائی اور راست بازی 203
عہد کی پابندی 204
امانت داری 204
عدل و انصاف 205
رحم کھانا اور قصوروار کو معاف کرنا 206
نرم مزاجی 206
تحمل اور بردباری 206
خوش کلامی اور شیریں زبانی 207
عاجزی اور انکساری 207
صبر و شجاعت 208
قناعت 208
وعدہ پورا کرنا 209
فیض بخشی 209
اچھا گمان 210
اخلاص اور صحیح نیت 211
حسن معاشرت 212
والدین سے نیک سلوک 213
اہل و عیال کی نگرانی اور ان پر خرچ کی فضیلت 217
قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک 218
یتیم اور مسکین کا حق 218
پڑوسی کا حق 218
ہم نشینی کا حق 219
راہ گیر کا حق 219
ملازمین کا حق 219
دوستی کے آداب 220
ازدواجی اخلاقیات 226
شادی کا مقصد 226
عدم تحفظ کے احساس سے نجات اور خاندان کی تشکیل 226
جنسی خواہشات کی تسکین 226
بقائے نسل انسانی 226
تربیت اولاد 226
تحفظ اخلاق 227
شوہر داری یعنی شوہر کی نگہداشت اور دیکھ بھال 228
محبت کا اظہار کیجئے 229
شوہر کا احترام 230
شکوہ شکایات 231
خوش اخلاق بنئے 233
بے جا توقعات 234
اپنے شوہر کی دلجوئی کیجئے 235
شکر گزاری کی عادت ڈالیے 236
عیب جوئی نہ کیجئے 237
اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں سے سروکار نہ رکھئے 238
اسلامی حجاب 239
شوہر سے درگزر کا رویہ 240
سسرالی عزیزوں سے تعلقات 241
شوہر پر اعتراض 242
شوہر کی مستقل گھر پر موجودگی 246
شوہر کی ترقی میں معاونت 247
شوہر کی بے راہ روی سے گریز کا احساس 248

* * *

شکی عورتیں 250
چند باتیں خواتین کی خدمت میں 254
بدطبیعت لوگوں سے احتیاط 256
شوہر کے رضامندی یا ماں کی پسند 258
گھریلو اور روزمرہ کی زندگی میں آرائش 260
محبت کا اظہار 261
راز کی حفاظت 261
شوہر کی برتری کا ایجاب 262
سختیوں کو جھیلنا سیکھیے 263
توجہ طلب امور 264
لڑائی جھگڑے سے گریز 264
عبرت کے واقعات 264
غصے کے وقت خاموشی 265
خانہ داری 267
صفائی 268
گھر کی سجاوٹ 269
کھانا پکانا 270
مہمان داری 273
پہلی مشکل 273
دوسری مشکل 274
امین خانہ 276
خواتین کے مشاغل 277
فرصت کے اوقات کا مصرف 279
بچوں کی پرورش 280
شادی کا ثمرہ 281
بچوں کی تربیت 281

حصہ سوم: خواتین اور شریعت

ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل 285
لڑکی کا اپنے لیے شوہر کا انتخاب 285
والدین کی رضا کے بغیر شادی؟ 286
مہر کی ادائیگی 288
شوہر کے حوالے سے بیوی کے فرائض 289
خواتین کے حقوق 290
شادی کے بعد لڑکی کے میکے میں رہائش 292
شوہر کے حکم پر بیوی کا بننا سنورنا 293
بیوی کی تنخواہ پر شوہر کا حق 294
لڑکیوں کی شادی یا تکمیل تعلیم 295
غیر مسلم ممالک میں لڑکیوں کی تعلیم 297
کھیلوں میں خواتین کا حصہ 298
بیوٹی سیلون کی اجازت 298
بیوی کے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا 298
بیوی کا قرض شوہر کی ذمہ داری ہے 299
بیوی کو بتائے بغیر، والدین کی مالی امداد 299
شوہر کے کاروبار میں کام کرنے والی عورت کی حیثیت 302
اہلیہ سے ٹوہ لینے کی عادت 302
ماتھے پر بندیا استعمال 303
الکحل والی آرائش حسن کی اشیاء کا استعمال 304
خواتین کا گھر سے نکل کر ملازمت کرنا 304
غیر مسلم ڈاکٹر سے خواتین کا علاج 306
مرد ڈاکٹروں سے زچگی کروانا 306
محرم اور غیر محرم سے حجاب 307
عمر رسیدہ خواتین اور پردہ 307
خاندانی منصوبہ بندی اور اسلامی تعلیمات 308
اسقاط حمل کی اجازت 309
دوسری شادی کے حالات 309
شوہر کی دوسری شادی اور پہلی بیوی کا رویہ 311
طلاق کے بعد عدت کی ضرورت اور دوسری شادی 312
اگر بیوی شوہر سے علیحدگی چاہے 313
بیوہ کا سوگ 314
طلاق کا حق مرد کے لیے کیوں؟ 315
مرد کو عورت پر برتری کیوں؟ 316
بیرون ملک روزگار کی وجہ سے بیوی سے طویل علیحدگی 317
شوہر کو اعتماد میں لینا 318
بیوی کے کردار پر الزام 319
بیوی سے شکایت پر سزا دینا 321
ازدواجی حقوق کی ادائیگی سے انکار 321
خواتین کے شرعی مسائل 323
عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا 323
کھانا پکانے اور کپڑے دھونے کیلیے کافر سے خدمت لینا 323
پاک و ناپاک کپڑوں کی دھلائی 324
بوسہ دینا (چومنا) ناقض وضو نہیں 324
حائضہ عورت کی دعاء 324
مستحاضہ عورت کی نماز 324
عورتوں کا امام بننا 325
عورتوں پر جمعہ کی نماز 325
خاوند کا بیوی کو غسل مرگ دینا 326
خاوند کا زکوٰۃ ادا کرنا 326
مہر کی زکوٰۃ 326
عورت پر حج کی فرضیت 327
عورتوں کا حج بدل کرنا 327
جس عورت کا محرم نہیں اس پر حج نہیں 327
عورت کا مرد کو دیکھنا 328
عورت کا خاوند کے علم کے بغیر اس کا مال لینا 328
بیوی کا اپنے خاوند کو نصیحت کرنا 328
باپ کا بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا حرام ہے 329
اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا

سوار ہونا 329
پازیب پہننے کا حکم 330
ابرو کے بال کاٹنے، ناخن بڑھانے اور نیل پالش لگانے کا حکم 330
ناک میں نتھ پہننا 331
بچوں کے لیے بددعا 331
بچے کو بہلانے کے لیے جھوٹ بولنا 332
جنت میں عورت کا ثواب 332
عورتوں کا مردوں سے مصافحہ 333
عورت کے لیے سر کے بال کاٹنے کا حکم 333
چہرے کے غیر عادی بال زائل کرنا 334
ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا حکم 334
بالوں کو مختلف رنگوں سے رنگنا 334
بالوں کو گھنگھریالا بنانا 334
آرائش و زیبائش میں اسراف و تبذیر 334
دعوت و تبلیغ کے لیے گھر سے باہر نکلنا 335
عورتوں کیلئے بلیچ کریم کا استعمال جائز ہے 335
ساڑھی پہننا شرعاً کیسا ہے 336
عورت کی معاشی سرگرمیاں 336
اگر مرد اولاد کے قابل نہ ہو تو طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے؟ 338
مرد کا ننگے سر پھرنا انسانی مروت و شرافت کے خلاف ہے اور عورت کے لیے گناہ کبیرہ ہے 338
[illegible] رسمیں اور حاملہ عورت 338
جہیز اور مہندی کی رسمیں غلط ہیں 338
اگر بالغ لڑکی کا ولی اسے شادی سے محروم رکھنے کی غرض سے شادی سے انکار کر دے تو اس کا کیا حکم ہے 339
حیض کے متعلق شرعی احکام 340
حیض آنے کی عمر 340
حیض کے رنگ 340
گدی کا رکھنا 340
حیض کی مدت 340
حیض کی ابتدا و انتہا 340
دو حیض کے درمیان پاکی کی مدت 341
استحاضہ کی اقسام 341
حیض کے مسائل 341
حیض کے احکام 342
نماز کے احکام 342
روزے کے احکام 343
میاں بیوی کے تعلقات کے احکام 343
تلاوت و ذکر و دعا کے احکام 344
مسجد کے احکام 345
سجدے کے احکام 345
اعتکاف کے احکام 345
قرآن شریف کے احکام 345
حج و عمرہ کے احکام 346
طلاق و عدت کے احکام 347
نفاس کا بیان 347
نفاس 347
مدت نفاس 347
نفاس کی ابتدا 347
نفاس اور غسل 347
اسقاط کے مسائل 347
جڑواں بچے اور نفاس 348
نفاس کے مسائل 348
نفاس کے احکام 348
استحاضہ کا بیان 348
استحاضہ کی صورتیں 349
استحاضہ کے احکام 349
سیلان رحم (لیکوریا) کا حکم 349
جسے رطوبت مسلسل جاری ہو 349
اگر رطوبت وقفہ وقفہ سے آئے 349
اگر رطوبت کے خارج ہونے کا پتہ نہ چلے 350
وضو قائم رکھنے کا طریقہ 350
جب رطوبت کسی اور رنگ کی ہو 350
رنگوں کا اعتبار ابتداء میں 350
پردے کی شرعی احکام 351
غض بصر 352
اظہار زینت کی ممانعت اور اس کے حدود 352
پردے کے حدود کے متعلق دو آراء 353
سسرال والے مردوں سے پردہ کی سخت تاکید 356
نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رات گزارنے کی ممانعت 356
مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے کتنا پردہ ہے 357
شوہر کے سامنے کسی دوسری عورت کا حال بیان کرنے کی ممانعت 357
نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرنے کی ممانعت 358
حماموں اور تالابوں میں غسل کرنے کے احکام 359
سفر میں عورت کے جان اور مال اور عفت کی حفاظت کے لیے شریعت کا ایک تاکیدی حکم 360
عورتیں راستوں کے درمیان نہ چلیں 361
حیا اور ایمان لازم و ملزوم 361
لباس اور زیب و زینت 362
مروجہ لباس کی خرابی 363
مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی عورتیں 363
کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی 364
اسلام میں سادگی کی اہمیت 364
شادی، جہیز اور حق مہر 367
بقائے نسل انسانی 367
تربیت اولاد 368
محبت و شفقت 368

تحفظ اخلاق 368
احساس ذمہ داری 368
جہیز 368
بی بی فاطمہ کا جہیز 369
اصل عطیہ 369
جہیز سنت رسول نہیں 370
مہر کا مسئلہ 370
مہر معجل 371
مہر مؤجل 371
فقہا کی رائے 372
زیادہ مہر سے گریز 372
صحابہ کی شادی 373
طلاق، خلع، عدت اور ورثہ 375
طلاق 375
عدت طلاق 376
عدت بیوہ 377
حاملہ مطلقہ 378
مرضعہ مطلقہ 379
دوبار طلاق 380
طلاق کی قسمیں 381
حلالہ 381
طلاق اور مہر 381
خلع 383
خلع پر پابندیاں 384
خلع کا قانون 384
ورثہ 385
وصیت 385
اصول وصیت 386
وصیت میں تبدیلی 387
وصیت پر شہادت 388
قرآن کی تکذیب 389
قرض 390
اصول وراثت 391
اصول تقسیم 391
اولاد اور والدین کے حصے 392
کلالہ 394
خلاصہ 396

حصہ چہارم: خواتین کی صحت

کیا آپ بیٹی کی ماں ہیں؟ 399
یاد رکھنے کی باتیں 399
حفاظت کا شعور 399
لڑکپن اور جوانی 400
پستان: شرمندگی اور پریشانی؟ 400
شرم 400
شرمندگی 401
چربی 401
غدود 401
چھاتیاں بڑی کرنے کا طریقہ 402
عام حالات میں پستانوں کی دو ورزشیں 402
ماہواری کیوں ہوتی ہے؟ 402
حیض اور مائیں 403
حیض آنے کی عمر 403
ایام سے قبل کا تناؤ 403
تکلیف دہ ایام 403
ایام کا نہ آنا 404
تکلیف دہ ایام سے کیسے نپٹا جائے 404
حیض کے بارے میں چند سوالات 405
ایام کے دوران غذائی چھوٹ 406
لڑکپن کی شادی 407
حمل اور اس سے متعلق طبی مسائل 408
حمل کے نشانیاں 408
حمل کے دوران تندرست رہنے کا طریقہ 408
حمل کے زمانے کے چھوٹے چھوٹے مسائل 409
متلی اور قے 409
معدہ یا سینے میں جلن یا درد 409
پیروں کی سوجن 409
کمر کے نچلے حصے میں درد 409
خون کی کمی اور ناقص غذائیت 409
پھولی ہوئی رگیں 409
بواسیر 409
قبض 410
حمل کے زمانے میں خطرہ کی علامتیں 410
خون آنا 410
خون کی شدید کمی 410
حمل کے آخری تین ماہ 410
حمل کے دوران معائنے (چیک اپ) 410
زچہ میں خون کی کمی کا آسان علاج 410
خون کی کمی سے کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے؟ 411
زچگی یعنی بچے کی پیدائش کی تیاری 412
پیدائش کے بعد بچے کی نگہداشت 413
کٹی نال کی احتیاط 413
نوزائیدہ بچے کی صفائی 413
صفائی 414
خوراک 414
ماں اپنا دودھ کس طرح زیادہ پیدا کرے 414
نوزائیدہ بچے کو دودھ دینے میں احتیاط 414
نوزائیدہ بچے کی بیماریاں 415
بچوں کی پیدائشی مسئلے 415
پیدائش کے بعد ہونے والے مسائل 415
ناف 415
ہلکا بخار 415
دورے 415
اگر بچے کا وزن نہ بڑھے 415

قے (الٹی) 416
بچہ اچھی طرح دودھ نہیں چوستا 416
زچگی کے بعد ماں کی صحت 416
غذا اور صفائی 416
زچگی کا بخار (پیدائش کے بعد انفیکشن) 416
سینہ (پستانوں کی دیکھ بھال) 417
بھٹنی میں تکلیف 417
تھنیلا (ورم پستان۔ میسٹائٹس) 417
سینے کا سرطان 418
سینے کے سرطان کی علامتیں 418
سینے کا اپنے آپ معائنہ 418
پیٹ کے نچلے حصہ (پیڑو) میں گلٹیاں یا ابھار 418
رحم کا سرطان 418
بے محل حمل 419
اسقاط (بچہ گرنا) 419
اگر کئی دن تک بہت خون جاری رہے 419
بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ 420
طبی ضرورت کے لیے اسقاط حمل 420
مردوں اور عورتوں میں بچہ پیدا کرنے
کی صلاحیت نہ ہونا (بانجھ پن) 420
بانجھ پن کی عام وجوہات 421
کمزوری یا غذائی کمی 421
پرانا انفیکشن 421
لاعلاجی (بانجھ پن) کا علاج ممکن ہے 421
راضی برضا 422

بڑھاپا یا عمر رسیدگی 423
ماہواری کا خاتمہ (سن یاس) 423
علامات 423
سن یاس میں کیا کرنا چاہیے 424
سن یاس کے دوران بیماریوں کی دوائیں 424
اپنی صحت کا خیال رکھیں 424
اچھی خوراک کھانا 424
خوب مشروبات پینا 424
باقاعدگی سے ورزش کرنا 425
بیماری کا فوری علاج 425
چاق و چوبند رہنا 425
خون کی کمی (انیمیا) 425
ہائی بلڈ پریشر 425
خطرناک بلڈ پریشر کی نشانیاں 425
پیشاب پاخانہ کرنے میں دشواری 426
بچہ دانی گرنے کی روک تھام 426
علامات 426
رحم "بند" کی قسمیں 426
ٹانگوں میں خون کی رگیں پھول
جانا (پھولی ہوئی وریدیں) 426
کمر کا درد 427
یہ کام اکثر مفید ثابت ہوتا ہے 427
جوڑوں کا درد (گٹھیا) 427
کمزور ہڈیاں (ہڈیوں کی خستگی) 427
دیکھنے اور سننے میں دشواری 427
دیکھنے کے مسائل 428
سننے کے مسائل 428
بے چینی اور افسردگی 428
ذہنی الجھاؤ 428
اچھی صحت کے لیے کھانا 429
بنیادی غذائیں اور معاون غذائیں 429
لوہا (آئرن) 430
آئرن والی غذائیں 430
کمزور ہڈیاں 430
آئیوڈین 431
حیاتین (وٹامن اے) 431
لحمیات والی غذائیں 431
اناج 431
پھل اور سبزیاں 431
دودھ اور دودھ کے مصنوعات 432
ڈبہ بند غذائیں 432
کھانے کے بارے میں نقصاندہ تصورات 432
خون کی کمی (انیمیا) 433
انیمیا کے اسباب 433
بیری بیری 434
بہت زیادہ غذا یا غلط قسم کی غذا کھانے
سے پیدا ہونے والے مسائل 434
ذیابیطس 434
ابتدائی علامات 434
بعد کی زیادہ شدید علامات 434

خوبصورتی کی حفاظت 436
جلد کے بارے میں آپ کیا جانتے
ہیں؟ 436
جلد کی تین قسمیں 437
جلد کے مختلف رنگ 437
جلد کی حفاظت 438
چہرے کے داغ دھبے 438
سرسوں کا ابٹن 438
چہرے کی چمک 439
چہرے پر جھریاں 439
ماسک 439
ماسک کا انتخاب 439
چکنی جلد 439
خشک جلد کا ماسک 439
شہد: جلد کا ٹانک 439
چہرے کی خوبصورت جلد کے لیے 439
چہرے کو بھاپ کیسے دیں 440
ماسک کیسے لگائیں 440
بیجوں کے ماسک 441
خربوزے کے بیجوں کا ماسک 441
جو کا ماسک 441
شہد کا ماسک 441
ٹماٹر کا ماسک 441
چنے کے آٹے کا ماسک 442
جو کے آٹے کا ماسک 442
دودھ کا ماسک 442
روغن کے ماسک 442
چہرہ، ہاتھ پاؤں ملائم رکھنے کے لیے 442
مسام سکیڑنے کے ماسک 443
پاؤں کے لیے کریم 443

قدرتی خوبصورت بال 443
کیا آپ کے بال گر رہے ہیں 443
وٹامن اے کی کمی سے بھی بال گرتے ہیں 443
وٹامن ڈی کی کمی 444
مہندی بالوں کے لیے فائدہ مند ہے 444
مہندی لگوانے کی ہدایات 445
بالوں میں کنگھی کرنے کا طریقہ 445
بال دھونے کے دیسی طریقے 445
موٹاپا اور اس کا علاج 446
چند احتیاطی تدابیر و خوراک 447
ورزش 447
موٹاپا کم کرنے کی ورزش 447
آنکھوں کی حفاظت 447
چند مفید چٹکلے 449
کانوں کے پردے ملائم اور بہرا پن دور کرنے کے لیے 449
ہاتھوں کی جلد کا کھردرا پن اور بدرنگی دور کریں 449
ہاتھوں کو نرم اور ملائم کرنے کا طریقہ 449
سردیوں میں چہرے کی خوبصورتی کے لیے 449
آنکھوں کی زردی ختم کرنے کے لیے 449
ہونٹوں کا پھٹ جانا 449
پاؤں میں پسینہ آنے کی صورت میں 449
خارش کا علاج 449
سر کی خشکی 449
سر کے چکروں کے لیے 449
دماغی تھکن کے لیے 449
بالوں کی چمک دمک 450
آنکھوں کے گرد حلقے 450
شہد کی مکھی کاٹ لے تو 450
پاؤں کی انگلیوں میں خارش 450
ہاتھ صاف کرنا 450

☆☆☆

حصہ پنجم: بچوں کی صحت و تربیت

بچے کی پرورش ماں کے دودھ سے 453
ماں کا دودھ سب سے بہتر کیوں؟ 453
ماں کے دودھ کی اہمیت 453
نوزائیدہ بچے کو دودھ پلانا 453
چھاتی سے دودھ کیسے پلائیں 454
بچے کے پیٹ میں چلی جانے والی ہوا باہر نکالنا (ڈکار دلانا) 455
بچے کو کس طرح تھامیں 455
بچے کو دودھ پلانے کے عرصے میں ماں کی غذا 456
ماں کے لیے مشورے 456
اچھی صحت کے لیے کھانا: 456
ایک عورت کو اضافی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اگر 456
چھاتی سے دودھ پلانا اور بچوں کی پیدائش میں وقفہ 456
بچوں کو دیگر غذائیں دینا 456
ایک بچہ دیگر غذائیں لینے کے لیے اس وقت تیار ہوتا ہے---- 457
جب ماں گھر سے باہر کام کرتی ہو 457
وہ طریقے جن کے ذریعے بچہ صرف ماں کا دودھ ہی پیئے گا 457
ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ کس طرح نکالیں 458
دودھ کو کس طرح محفوظ کریں 458
گرم بوتل کا طریقہ 459
یہ اندیشہ کہ ماں کا دودھ بچے کے لیے پورا نہیں یا یہ کہ اچھا نہیں ہے 459
ایک بچے کو کافی مقدار میں دودھ حاصل ہو رہا ہے اگر 459
بھٹنی (نپل) کے مسائل 460
چپٹی یا اندر دبی ہوئی (الٹی) بھٹنی 460
چند مشورے جن کے ذریعے بچے کے لیے دودھ چوسنا آسان بنایا جا سکتا ہے 460
دکھتی ہوئی یا چٹخی ہوئی بھٹنیاں 460
چھاتیوں میں درد اور سوجن 461
بند نالیاں، ورم پستان 461
چھاتی کا انفیکشن 462
منہ آنا (ییسٹ) تھرش 462
پھٹا ہوا ہونٹ یا پھٹا ہوا تالو 463
زرد بچہ (یرقان یا پیلیا) 463
جڑواں بچے 463
جب آپ کا بچہ بیمار ہو 463
بچے کو پیالے یا چمچ کی مدد سے دودھ کس طرح پلائیں 464
جب ماں بیمار ہو 464
جب ماں کو دواؤں کی ضرورت ہو 464
جب کوئی عورت حاملہ ہو جائے یا ایک بچے کو جنم دے 464
بچوں کی صحت اور بیماریاں 465
بچوں کو تندرست رکھنے کے لیے کیا کیا جائے 465
عمدہ صحت بخش غذا 465
صفائی 465
ٹیکے 466
بچوں کی نشوونما اور صحت کا راستہ 466
ناقص غذائیت کا شکار بچے 466
کم سنجیدہ صورت میں پیدا ہونے والے مسائل 466
زیادہ سنجیدہ صورت میں پیدا ہونے

والے مسائل 467
اسہال اور پیچش 467
بخار 467
دورے 467
گردن توڑ بخار 467
خون کی کمی (انیمیا) 468
بچوں کی عام علامتیں 468
کیڑے اور آنتوں کے دوسرے طفیلیے 468
جلد کے مسائل 468
آنکھوں کے لالی 468
نزلہ زکام اور فلو 468
کان کا درد اور کان کا انفیکشن 469
کان کی نالی میں انفیکشن 469
گلے کی خراش اور ٹانسلز کی سوجن 469
گلے کی خراش اور گٹھیے کے بخار کا خطرہ 469
گٹھیا کا بخار 469
بچپن کی چھوت کی متعدی بیماریاں 470
چھوٹی چیچک 470
خسرہ 470
خسرہ سے بچاؤ 470
جرمن خسرہ 470
گلسوئے 471
کالی کھانسی 471
خناق 471
بچوں کا فالج (پولیو) 472
بچوں کی پیدائشی بیماریاں 472
اترا ہوا کولہا 472
ناف کا ہرنیا 473
سوجا ہوا فوطہ 473
ذہنی طور پر ست، بہرے یا جسمانی طور پر بدشکل بچے 473
تشنجی بچے 474
بچوں کی نفسیاتی تربیت 475
بچے کی پرورش 475
پرورش نفسیاتی تجزیہ 477
بچوں اور والدین میں کھچاؤ 479
جذباتی توافق 480
معاشرتی طرز عمل میں تفریق 480
افراد خانہ کے کردار میں فرق 480
اختلافات اور تنازعات ختم کیجئے 481
بچوں کی نشونما کی مختلف پہلو 481
اہل خانہ کی باہمی تعلقات کا بچوں کی نشونما پر اثر 481
ضروریات، عمل محرک اور اقدار کا کردار 482
اعتماد ماحول 483
اعتماد ذات 483
بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور ان کا علاج 483
الف: غربت و افلاس 483
ب: ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا 484
ج: طلاق کے نتیجے میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ 484
د: قریب البلوغ لڑکوں کا بیکار رہنا 484
ھ: بری صحبت اور برے ساتھی 485
و: بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ 485
ز: بچوں کا جنسی اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا 485
ح: معاشرے میں بےکاری اور بے روزگاری 485
ط: بچوں کی تربیت سے والدین کی کنارہ کشی 485
ی: یتیم ہونا 486
بچوں کی اقسام 486
مضطرب بچے 487
جھگڑالو بچہ 487
وجوہات 488
جھگڑے کا حل 488
غصیلہ بچہ 488
جسمانی فطری تقاضے 489
چور بچہ 489
بچہ کب اور کیوں چراتا ہے 489
چوری کے بنیادی اسباب 490
مجرم بچے 490
جرائم کے اسباب 490
جذباتی عناصر کے اہمیت 491
جرائم کے روک تھام 491
بھگوڑے اور آوارہ بچے 491
بھگوڑے پن کے اسباب 492
بھگوڑوں کا نفسیاتی جائزہ 492
عہد بلوغت اور آوارگی کے ولولے 492
آوارہ بچوں کا نفسیاتی تجزیہ 492
اصلاح کے صحیح طریقے 493
گھمنڈی بچے 493
دقیانوسی معلم اور گھمنڈی بچے 493
جسمانی معذور بچے 494
بچوں کی اسلامی تربیت 496
بچوں کے لیے نفسیاتی شعور اور احساسات 497
الف: ماں باپ میں بچوں کی فطری محبت 497
ب: بچوں سے محبت اور ان پر شفقت عطیہ ربانی 497
ج: لڑکیوں کو برا سمجھنا زمانہ جاہلیت کی بری روش 498
د: بچے کی موت پر صبر کا اجر و ثواب 499
ہ: اسلام کے مصالح کو بچے کی محبت پر فوقیت دینا 499
بچے سے متعلق عمومی احکام 500
بچے کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنا 500
بچے کی پیدائش پر اذان و اقامت کہنا 500
بچے کے پیدائش پر تحنیک کرنا 501
نومولود بچے کا سر مونڈنا 501

بچے کا نام رکھنا اور اس کے متعلق احکام 501
بچے کا نام کب رکھا جائے 501
کون سے نام رکھنا مستحب ہے اور کون سے مکروہ 502
بچے کی کنیت ابو فلاں کر کے رکھنا سنت ہے 502
نام اور کنیت رکھنے کے سلسلہ میں قابل لحاظ چند امور 503
بچے کا عقیقہ اور اس کے احکام 503
عقیقہ کا مسنون ہے 503
عقیقہ کا مستحب وقت 503
کیا لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے 503
عقیقہ سے متعلق دیگر احکام 504
عقیقہ کے مشروع ہونے کی حکمت 504
بچے کا ختنہ اور اس کے احکام 504
ختنہ کب ہونا چاہیے 504
ختنہ کی عظیم الشان حکمتیں 505
ایمانی تربیت کی ذمہ داری 506
بچے کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھانے کا حکم 506
بچے میں عقل و شعور کے آنے سے قبل ہی حلال و حرام کے احکام سکھانا چاہیے 506
سات سال کی عمر پر ہونے عبادات کا حکم دینا 506
بچے کو اصحاب رسول مقبول اور اہل بیت سے محبت اور قرآن پاک کی تلاوت کا عادی بنانا 507
اخلاقی تربیت کی ذمہ داری 508
چند اقوال 509
اخلاق و کردار کے سلسلہ میں حضور ﷺ کی اہم نصیحتیں 509
بچوں میں پائی جانے والی چار بری عادتیں 509
الف: جھوٹ کی عادت 509
ب: چوری کی عادت 509
ت: گالی گلوچ اور بدزبانی کی عادت 510
ج: بے راہ روی اور آزادی کی عادت 511
جسمانی تربیت کی ذمہ داری 511
۱۔ بیوی بچوں کی اخراجات کا واجب ہونا 511
۲۔ کھانے پینے اور سونے میں طبی قواعد کا لحاظ رکھنا 511
۳۔ متعدی امراض سے بچنا 512
۴۔ مرض اور اس کا علاج 512
نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ 512
بچوں کو ریاضت، ورزش اور شہ سواری کا عادی بنانا 513
بچوں کو عیش و عشرت سے باز رکھنا 513
بچے کو لاابالی پن اور بے راہ روی سے بچانا 513
جسمانی تربیت میں مفید تدابیر 514
ذہنی اور عقلی تربیت کی ذمہ داری 514
۱۔ تعلیمی ذمہ داری 515
۲۔ فکری ذہن سازی کی ذمہ داری 516
۳۔ ذہنی صحت و تندرستی کی ذمہ داری 516
جسم و عقل کو نقصان پہنچانے والی چیزیں 516
نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری 517
بچے میں نفسیاتی امراض و عادات 517
شرمیلا پن اور چھپنے کی عادت 517
خوف و ڈر اور اس کے اسباب و علاج 518
بچوں میں خوف و ڈر بڑھنے کے اسباب 519
احساس کمتری کی بیماری اور اس کے اسباب و علاج 520
تحقیر و اہانت آمیز سلوک 520
۱۔ رفق اور نرمی کے متعلق احادیث مبارکہ 521
۲۔ ضرورت سے زیادہ ناز نخرے برداشت کرنا 521
۳۔ بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا 522
۴۔ جسمانی امراض و نقائص 523
۵۔ فقر و غربت 524
اسلام میں فقر کا علاج 524
۶۔ بچے کا یتیم ہونا 526
۷۔ بغض و حسد کی بیماری 527
حسد کی بیماری کا علاج 528
بچے کو محبت کا احساس 528
بچوں میں برابری اور عدل و انصاف کرنا 528
۸۔ غصہ 529
غصہ کا علاج 529
۹۔ غفلت و لاابالی پن 529
اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری 530
بہترین اور نفسیاتی اصول کی تخم ریزی 530
۱۔ تقویٰ 531
۲۔ اخوت 531
۳۔ رحمت 531
۴۔ ایثار 532
۵۔ عفو و درگذر 533
۶۔ جرأت و بہادری 533
دوسروں کے حقوق کی پاسبانی 533
والدین کا حق 534
حسن سلوک میں ماں کو باپ پر فوقیت دینا 534
نافرمانی سے ڈرانا 534
۱۔ والدین کے آداب 535
۲۔ رشتہ داروں کا حق 535
۳۔ پڑوسی کا حق 537
پڑوسی کو اپنی ایذا رسانی سے دور رکھنا 537
پڑوسی کی حفاظت 537
پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک 537
۴۔ استاد کا حق 538
طالب علموں کے لیے چند ہدایات 538
۵۔ ساتھیوں کا حق 539

۶۔ بڑے کا حق 539
رفاقت و مصاحبت کے حقوق 540
الف۔ ملاقات کے وقت سلام کرنا 540
ب۔ اگر بیمار ہو تو اسے کی بیمار پرسی و عیادت کرنا 540
ج۔ چھینک آنے پر اس کا جواب دینا 540
د۔ اللہ کے لیے اس سے ملاقات کرنا 540
ہ۔ تنگی و پریشانی کے وقت اس کی مدد کرنا 540
و۔ مختلف موقعوں اور مناسبات میں ہدیہ دینا 541
عمومی معاشرتی آداب کا پابند ہونا 541
۱۔ کھانے کے آداب 541
پینے کے آداب 542
۲۔ سلام کے آداب 543
بچوں کو سلام کے آداب سکھلائیں 543
چند مخصوص جن کو سلام کرنا مکروہ ہے 543
۳۔ ملنے کے لیے اجازت مانگنے کے آداب 543
اجازت طلب کرنے کا طریقہ 544
۴۔ مجلس کے آداب 545
۵۔ گفتگو کے آداب 545
۶۔ مذاق کے آداب 546
۷۔ مبارک باد دینے کے آداب 547
۸۔ عیادت کے آداب 547
۹۔ تعزیت کے آداب 548
۱۰۔ چھینک اور جمائی کے آداب 548
جنسی تربیت کی ذمہ داری 549
۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب 549
۲۔ دیکھنے کے آداب 549
۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا 551
۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھانا 552
۵۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنے چاہیے 552
بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل 553
۱۔ اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تربیت 553
۲۔ اچھی عادت کے ذریعہ تربیت 553
۳۔ وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت 554
۴۔ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت 554
بچوں کی تربیت اور نگرانی کے مختلف پہلو 555
بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال 555
بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی 555
بچے کے جسمانی پہلو کی دیکھ بھال 555
بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال 556
بچے کی معاشرتی زندگی کی نگرانی 556
روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال 556
۵۔ سزا کے ذریعے تربیت 557
بچے کی تربیت کے دو بنیادی اصول 557
۱۔ اعتقادی تربیت 557
۲۔ نفس کی پاکیزگی 557
۳۔ فکری ربط و ارتباط 558
۴۔ معاشرتی ارتباط 559
بچے کا عالم، بزرگ و دانا شخص سے ربط و تعلق 559
بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا 559
دعوت کے اصول 560
ورزش و ریاضت 561
تنبیہ کرنے کے اصول 562
ردت (یعنی مرتد ہونے سے ڈرانا 562
الحاد سے ڈرانا 564

حصہ ششم: عام صحت. احتیاط و علاج

گھر بھر کی عام صحت اور علاج 567
گھریلو علاج اور عام عقیدے 567
بعض مفید علاج 567
گھریلو علاجوں کی کمزوریاں 567
اعتقاد جو لوگوں کو صحت کا احساس بخشتے ہیں 568
بیمار ڈالنے والے اعتقاد / توہمات 568
سفلی علم، جادو اور تنتر بندی 569
دبا ہوا تالو 570
جڑی بوٹیاں 570
بیماریاں جن کی ڈاکٹر تمیز نہیں ہوتی یا
بیماریاں جن کی اکثر غلط تشخیص ہوتی ہے 571
مختلف بیماریاں اور ان کے اسباب 571
بلا چھوت بیماریاں 571
بلا چھوت بیماریوں کی مثالیں 571
چھوت کی بیماریاں 572
دو بیماریاں جن میں فرق کرنا مشکل ہے 572
خراب غذا اور غذا کی کمی کی اثرات 573
بخار پیدا کرنے والی مختلف بیماریوں کی غلط تشخیص 573
ملیریا 573
معیادی بخار (ٹائیفائیڈ۔ موتی جھرہ) 573
ٹائیفس 573
ورم جگر (ہیپاٹائٹس) 573
نمونیا 573
گٹھیا کا بخار 574
بروسیلوس (مالٹا بخار) 574
زچگی کا بخار 574
کچھ بہت عام بیماریاں 574
جسم میں پانی کی کمی 574
پانی کی کمی سے بچاؤ اور علاج کرنا 574

گھریلو پانی کی کمی دور کرنے والی مشروبات بنانے کے دو طریقے 575
اسہال (دست) اور پیچش 575
اسہال کی روک تھام 576
اسہال کا علاج 576
اسہال کے مریض کی غذا 577
اسہال اور دودھ 577
اسہال کی دوائیں 578
اسہال کی مختلف قسموں میں خصوصی علاج 578
اسہال کے مریض چھوٹے بچوں کی احتیاط 579
اسہال میں کب طبی امداد طلب کی جائے 579
قے/الٹیاں 580
معمولی الٹیوں کو روکنے کا طریقہ 580
سر درد اور آدھے سر کا درد 580
زکام اور فلو 581
زکام کی روک تھام 582
بند اور بہتی ناک 582
سائنس کی تکلیف (سائنو سائٹس) 582
الرجی 583
دمہ 583
کھانسی 584
کھانسی کا علاج 584
پھیپھڑوں سے بلغم نکالنا 584
برونکائٹس ورم شعب 585
پرانا برونکائٹس 585
نمونیا 585
ورم جگر 586
جوڑوں کا درد یا جمع مفاصل یا آرتھرائٹس (درد کرتے ہوئے سوجے ہوئے جوڑ) 586
کمر کا درد 587
کمر کے درد کا علاج اور روک تھام 587
پھولی ہوئی نسیں 587
بواسیر 588
ہاتھ اور پیر جسم کے دوسرے حصوں کا سوجنا 568
ہرنیا (آنت اترنا) 589
دورے 589
مرگی 589
جب کسی کو دورہ پڑے تو۔۔۔ 589
پیشاب کا نظام اور اعضاء تناسل 590
پیشاب کی نالی کے مسائل 590
پیشاب سے متعلق عام مسائل 590
گردے یا مثانے میں پتھریاں 590
عورت کے پیٹ کے نچلے بیچ کے حصے میں درد یا بےچینی 591
ابتدائی طبی امداد 592
بخار 592
بہت تیز بخار 592
شاک 592
شاک کی علامتیں 593
شاک روکنے یا شاک کا علاج کرنے کے لیے کیا کیا جائے 593
اگر مریض بے ہوش ہو تو 593
جب حلق میں کچھ پھنس جائے 594
سانس رک جائے تو کیا کرنا چاہیے 594
گرمی کی وجہ سے ہنگامی حالتیں 594
گرمی سے تشنج (اینٹھن) 594
گرمی سے بیدم ہو جانا 594
لو لگنا تیز گرمی کا اثر 595
زخم سے خون روکنا 595
نکسیر کیسے روکی جائے 595
گھسنا چھلنا اور چھوٹے زخم 595
کٹے ہوئے بڑے زخم کیسے بند کیے جائیں 595
پٹیاں 596
پیٹ کے ہنگامی مسائل 596
پیٹ کی شدید دکھن شکم حاد 596
پیٹ کی شدید دکھن 596
کم شدید بیماری 597
جلنا 597
ہلکا جلنا جس سے چھالا نہ پڑے (پہلے درجہ کا جلنا) 597
چھالے/آبلے ڈالنے والا جلنا (دوسرے درجہ کا جلنا) 597
گہرا جلنا (تیسرے درجہ کا جلنا) 597
خطرناک حد تک جلنے کی صورت میں خاص احتیاطی تدابیر 597
ٹوٹی ہوئی ہڈیاں 598
ٹوٹی ہڈی بٹھانا 598
ران یا کولہے کی ہڈی کا ٹوٹنا 598
گردن اور کمر کا ٹوٹنا 598
ٹوٹی ہوئی پسلیاں 598
ٹوٹی ہڈیاں اگر کھال پھاڑ کر باہر نکل آئیں 598
اکڑ جانا اور موچ آنا 598
زہر خورانی 599
چند عام زہر جن کا خیال رکھنا چاہیے 599
تندرست رہنے کے لیے کیا کھائیں 600
اچھی غذا نہ کھانے سے پیدا ہونے والی بیماریاں 600
صحیح غذا کھانا کیوں اہم ہے 601
بچوں میں ناقص اور ناکافی غذا کی علامت بازو کی اوپری حصے کا ناپ 602
ناقص اور ناکافی غذا کے اثرات سے محفوظ رہنا 602
اصل غذائیں اور امدادی غذائیں 602
زیادہ توانائی والی غذائیں 602
تندرست رہنے کے لیے صحیح غذا 603

توانائی دینے والی غذائیں 603
اصل غذائیں 603
حیاتین بخش غذائیں 603
نشوونما دینے والی غذائیں 603
ناقص غذائیت کی پہچان 603
ہلکی ناقص غذائیت 603
شدید ناقص غذائیت 604
ناقص غذائیت بوجہ پروٹین کی کمی یا کواشیورکور 604
ناقص غذائیت کی دوسری قسمیں 604
کم قیمت میں بہتر کھانا 605
وٹامن کہاں سے حاصل کریں 607
غذا میں کن چیزوں سے پرہیز کیا جائے 608
زندگی کے پہلے چار مہینے
چھوٹے بچوں کے لیے بہترین غذا 608
۴ ماہ سے ایک سال کی عمر تک 609
ایک برس اور زیادہ عمر کے لیے 610
بچے اور بازار کے مٹھائیاں، ٹافیاں وغیرہ 610
غذا کے بارے میں غلط خیالات 610
صحت کے خاص مسائل کے لیے خاص غذائیں 611
خون کی کمی 611
خون کی کمی کا علاج اور روک تھام 611
ہڈیوں کا ٹیڑھا ہو جانا (سوکھے کی بیماری) 612
خون کا بلند دباؤ (ہائی بلڈ پریشر یا ہائپرٹینشن) 612
موٹے لوگ 613
قبض 613
ذیابیطس 613
ذیابیطس کی ابتدائی نشانیاں 613
ذیابیطس کے بعد کی زیادہ خطرناک نشانیاں 613
ذیابیطس کے مریض کی غذا 614
تیزابی بدہضمی، سینے کی جلن اور معدہ کا زخم (السر) 614
روک تھام اور علاج 614
زیادہ مت کھائیں 615
خوب پانی پئیں 615
تمباکو صحت کے لیے زہر ہے 615
گھینگھا Goiter (حلق پر سوجن یا ابھار) 615
گھینگھے کا علاج اور روک تھام 615
غذاؤں سے علاج 616
پھلوں کی اہمیت 616
پھلوں کے قدرتی فوائد 616
مرطوب اثرات 616
پیشاب آور اثرات 616
الکلی کے اثرات 616
معدنی اثرات 616
جلاب آور اثرات 617
مقوی اثرات 617
پھلوں سے علاج 617
پھلوں کے شفا بخش اجزاء 617
انار 618
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 618
اسہال اور پیچش 618
دانت اور مسوڑھوں کی تکالیف 618
انجیر 618
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 618
بواسیر 618
انگور 619
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 619
بچوں کے امراض 619
پائیوریا 619
احتیاط 619
آم 619
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 619
کچا آم خون کے بیماریاں 620
پکا آم وزن میں کمی، اسہال، خواتین کی بیماریاں 620
آملہ 620
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 620
عمدہ ٹانک 621
پپیتا 621
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 621
پیٹ کے کیڑے، جلد کی بیماریاں 621
جامن 621
ذیابیطس، بواسیر 621
چھوٹا لیموں 622
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 622
زکام، ناسور، مسوڑھے، جسمانی خوبصورتی 622
سنگترہ 623
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 623
بچوں کی بیماریاں 623
سیب 623
قدرتی افادیت اور شفا بخش اجزاء 623
دل کے امراض 623
طاقت اور قوت میں اضافہ 623
کیلا 624
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 624
پیچش، گردوں کی بیماریاں 624
پیشاب کی بیماریاں، احتیاط 624
کھجور 624
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 624
جنسی کمزوری 624
بچوں کی امراض 625
لیموں 625

پاؤں جلنا 625
تلی کا بڑھنا 625
ہیضہ 625
جلد کا نکھار 625
معدہ 625
غذائی صلاحیت 625
افادیت اور شفا بخش اجزا 626
انیمیا، دبلا پن 626
سبزیوں کے فائدے 626
غذائی اہمیت، قدرتی افادیت 626
وٹامنز (حیاتین) 627
معدنی اجزاء 628
سبزیوں کا جوس 628
شفا بخش صلاحیت 628
معدے اور انتڑیوں کے امراض 629
خون کے امراض 629
ادرک 629
قدرتی فائدے اور شفا بخش اجزا 629
کھانسی اور زکام 629
سانس کی بیماریاں 629
حیض کے بے قاعدگیاں 630
آلو 630
قدرتی فوائد اور طبی استعمال 630
نظام ہضم کی خرابیاں 630
جلد کے داغ دھبے 630
بند گوبھی 630
شفا بخش اجزاء اور طبی استعمال 630
قبض 630
معدے کا السر 630
وقت سے پہلے بڑھاپا 631
پالک 631
قدرتی فوائد اور شفا بخش صلاحیت 631
انیمیا 631
ایام حمل اور بچوں کو دودھ پلانا 631
پودینہ 631
قدرتی فائدے اور شفا بخش استعمال 631
منہ کی بیماریاں 631
برتھ کنٹرول 631
پیاز 632
قدرتی فوائد اور شفا بخش اجزا 632
سانس کی بیماریاں 632
دانتوں کے امراض 632
پیشاب کی بیماریاں 632
ٹماٹر 632
قدرتی فوائد اور شفا بخش صلاحیت 632
ذیابیطس 632
موٹاپا 632
چقندر 633
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 633
انیمیا 633
قبض اور بواسیر 633
گردوں اور پتے کی بیماریاں 633
سنگھاڑا 633
شفا بخش اجزا اور طبی استعمال، 633
بچوں کے لیے ٹانک 633
سانس کی بیماریاں 633
معاون حسن 633
کدو 633
قدرتی فوائد اور شفا بخش اجزا 633
کریلا 634
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 634
ذیابیطس 634
کھیرا 634
قدرتی فوائد اور شفا بخش اجزا 634
معدے کے امراض 634
حسن و زیبائش 634
گاجر 634
قدرتی فوائد اور شفا بخش اجزا 634
ہاضمہ کی خرابیاں 635
اسہال 635
پیٹ کے کیڑے 635
لہسن 635
طبی استعمال 635
سینے کے امراض 635
دمہ 635
ہائی بلڈ پریشر 635
جوڑوں کا درد 635
دل کا دورہ 635
جلد کے امراض 636
مولی 636
شفا بخش اجزا اور قدرتی فوائد 636
پیشاب اور رحم کی بے قاعدگیاں 636
یرقان 637
میتھی 637
قدرتی فوائد اور شفا بخش غذا 637
ذیابیطس 637
اناج کی افادیت 637
غذائی اہمیت 638
مغز اور بیجوں کی ضرورت 638
غذائی اہمیت 639
قدرتی فوائد اور طبی استعمال 639
بادام 640
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 640
انیمیا 640
جنسی کمزوری 640
سانس کی بیماریاں 641
تل 641
طبی فوائد اور استعمال، انیمیا 641
سانس کی بیماریاں، حیض کے بے قاعدگی 641
مونگ پھلی 641
غذائی صلاحیت 641
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 642

بیوٹی ایڈ 642
ناریل 642
شفا بخش صلاحیت اور طبی استعمال 642
پیشاب کی تکالیف 642
محافظ غذائیں 642
دودھ 643
قدرتی فوائد اور شفا بخش استعمال 643
دبلے پتلے اور لاغر افراد 643
کمزور، دوران خون 643
نیند نہ آنا 643
تنفس کی بیماریاں 643
بیوٹی ایڈ 343
دہی 643
شفا بخش قوت اور طبی استعمال 643
معدے اور انتڑیوں کے امراض 644
نیند نہ آنا 644
وقت سے پہلے بڑھاپا 644
شہد 644
قدرتی فوائد اور طبی استعمال 644
امراض قلب 645
انیمیا 645
خراش والی کھانسی 645
نیند نہ آنا 645
آنکھوں کی بیماریاں 645
جنسی کمزوری 646
گنا 646
قدرتی فوائد اور طبی استعمال 646
بخار 646
پیشاب کی بیماریاں 646
یرقان 646
دبلا پن 646
مختلف بیماریوں کے لیے آسان گھریلو علاج 647
زکام اور اس کا علاج 647
گنج 647
بال چر 647
سر کے بالوں کا ٹانک 647
آنکھوں کی بیماریاں 647
آنکھ میں مچھر یا کوئی اور خورد قسم کا جانور پڑ جانا 647
ناک کی بیماریاں 648
نکسیر کو بند کرنے کے لیے 648
بدبوئے دہن 648
منہ سے خون 648
کالی کھانسی کا علاج 648
جگر اور تلی کی بیماریاں 648
یرقان کا علاج 648
معدہ کی بیماریاں 649
ہچکی 649
درد قولنج 649
ہیضہ 649
اسہال 649
قبض کا علاج 649
مقعد کی بیماریاں 649
جلد اور خون کی بیماریاں 649
داد کیلئے مفید لیپ 650
جوانی کے کیل 650
گرمی دانے یا پت کے لیے چند چٹکلے 650
تپ دق 650
بکری کے دودھ کے متعلق ایک وضاحت 650
عورتوں کی بیماریاں 650
سیلان الرحم 650
بے اولاد یعنی بانجھ عورت کے لیے
ایک عجیب چٹکلہ 651
آگ سے جلنا 651
آنکھوں کی بیماریاں 651
آنکھوں کی خارش 651
بہترین مقوی غذا 651
کثرت حیض 651
قے حاملہ 651
آواز بیٹھ جانا 651
کھانسی اور دمہ ہچکی 651
کمزور بچے کے لیے 651
یرقان کی دوا 652
مثانے کی کمزوری 652
آنکھ کی خارش 652
شربت مقوی دل 652
خوبصورت اولاد پیدا کرنے کا راز 652
سخت زکام 652
بخار میں پیاس 652
منہ میں بدبو 652
سر درد 652
قدرتی ٹانک 652
مردانہ طاقت 653
عینک سے نجات 653
تتلا پن کی اکسیر دوا 653
اکسیر تپ دق 653
اکسیر ذیابیطس 653
اکسیر کھانسی 653
کیل اور مہاسے 653
پیشاب کی بیماریاں 654
بچوں کی بیماریاں 653
بخار 654
ٹائیفائیڈ 654
بال امرت 654
ہونٹوں کا پھٹ جانا 654
لاغری 654

حصہ ہفتم: متفرقات

علاج قرآنی 657
قرآن مجید کے ذریعے علاج کیوں؟ 657
جادو کا علاج 658
نظر بند کا علاج 659
جنات کے اثر کا علاج 660
پہلی قسم اثر ہونے سے پہلے 660
دوسری قسم اثر ہونے سے پہلے 660
نفسیاتی بیماریوں کا علاج 660
مصیبت کا علاج 663
رنج وغم 663
پریشانی اور بے چینی کا علاج 664
مریض کا خود اپنا علاج کرنا 664
غصے کا علاج 664
دل کے امراض کا علاج 664
قلب سلیم 664
قلب میت (مردہ دل) 664
قلب مریض (بیمار دل) 665
دل کے امراض دو قسم کے ہیں 665
دل کا علاج چار چیزوں سے ہوتا ہے 665
دوسری چیز دل تین کاموں کا محتاج ہے 665
امراض سر 666
ضعف دماغ اور نسیان کا علاج 666
جنون و ہذیان کا علاج 667
مالیخولیا اور سودا کا علاج 667
مرگی کا علاج 667
پورے اور آدھے سر کے درد کا علاج 667
سدر یعنی چکر آنے کا علاج 667
امراض چشم 668
علاج برائے درد ابرو 668
نظر بد کا علاج 668
علاج برائے آشوب چشم 668
موتیا بند کا علاج 668
شبکوری (رتوندا) اور روز کوری کا علاج 668
آنکھوں کے جالے کا علاج 668
آنکھوں کی روشنی کا علاج 668
آنکھ کے پھڑکنے کا علاج 668
ناک کے امراض 669
علاج برائے نکسیر 669
نزلہ وزکام کا علاج 669
منہ کے امراض 669
علاج برائے درد دانت 669
علاج برائے درد داڑھ 669
دانت کے کیڑے کا علاج 669
پائیوریا کا علاج 669
منہ کی پھنسیوں کا علاج 670
زبان کی سوجن کا علاج 670
نقص کلام کا علاج 670
زبان بند ہو جانے کا علاج 670
حلق کے امراض 670
حلق کی خراش، ورم اور درد کا علاج 670
درد گردن کا علاج 670
کان کے امراض 670
کان کے بہنے اور بہرے پن کا علاج 670
کان کے گونجنے اور بجنے کا علاج 670
چہرے کے کیل مہاسے 671
چہرے کے کیل مہاسوں کا علاج 671
داغ دھبوں کا علاج 671
امراض سینہ 671
درد سینہ کا علاج 671
بلغم اور کھانسی کا علاج 671
دمہ کا علاج 671
ذات الجنب کا علاج 671
پھیپھڑے کے درد کا علاج 671
دل کے امراض 672
درد کا علاج 272
دل کی دھڑکن کا علاج 672
دل کی گھبراہٹ اور ہول دل کا علاج 672
درد جگر کا علاج 672
پیٹ کی بیماریاں اور اس کا علاج 672
درد قولنج کا علاج 673
دست آنے اور پیچش کا علاج 673
معدہ کی کمزوری کا علاج 673
درد معدہ کا علاج 673
پہلو اور پسلی کے درد کا علاج 673
متلی و قے آنے کا علاج 673
ہچکی کا علاج 673
تلی کے بڑھ جانے کا علاج 674
گردے و مثانے کے امراض 674
پتھری کا علاج 674
پیشاب کی بندش کا علاج 674
پیشاب میں خون آنے کا علاج 674
ذیابیطس (شوگر) کا علاج 674
درد کمر کا علاج 675
نامردی کا علاج 675
امراض مخصوصہ زنانہ 675
حیض کی کمی اور درد کا علاج 675
کثرت حیض کا علاج 675
سیلان رحم (لیکوریا) کا علاج 675
پستان کے عدم ابھار کا علاج 675
پستان کے ورم اور درد کا علاج 675
دودھ کی کمی کا علاج 676
بانجھ پن کا علاج 676
برائے قرار حمل 676
استقاط حمل کا علاج 676

برائے منع حمل 676
برائے اولادِ نرینہ 676
برائے تسہیل ولادت، دردِ زہ کا علاج 677
بواسیر خونی و بادی کا علاج 677
دردِ بازو کا علاج 677
دردِ ران اور دردِ پنڈلی کا علاج 677
انگلیوں کے درد کا علاج 677
پاؤں کے جملہ امراض کا علاج 677
عرق النساء کا علاج 678
بخار کا علاج 678
تپ دق کا علاج 678
خنازیر (کنٹھ مالا) بخار کا علاج 678
یرقان (پیلیا) کا علاج 678
خارش کا علاج 678
ناسور (کینسر) کا علاج 678
برص کا علاج 678
لقوہ کا علاج 678
فالج کا علاج 679
ہر مرض کا علاج 679
ہر قسم کے درد کا علاج 679
طاعون اور ہیضہ کا علاج 679
دوران خون (بلڈ پریشر) کا علاج 679
بے خوابی کا علاج 680
جوڑوں کے درد کا علاج 680
تشکر کرنے کا علاج 680
بچوں کے امراض 680
ام الصبیان (کمیوا) کا علاج 680
بچے کے منہ بولنے کا علاج 680
بستر پر پیشاب کرنے کا علاج 680
مٹی کھانے کا علاج 680
کمزور بچے (سوکھے پن) کا علاج 681
برائے پیغام نکاح 681
خواب اور ان کی تعبیر 682
رویائے صالحہ کی اہمیت 682
اچھے اور برے خواب 682
مکروہ خواب کے بعد کروٹ بدلنے کی ضرورت 682
شیطانی تصرف 683
خواب پر صدقِ مقال کا اثر 683
برا خواب بیان کرنے کی ممانعت 683
خواب کس سے بیان کیا جائے 683
کن کن لوگوں سے تعبیر خواب پوچھنا منع ہے؟ 683
شیطان خواب میں کون کون سی شکل بن کر نہیں آسکتا 684
ابن سیرین کے علم تعبیر کے متعلق بعض اقوال وحکایات 684
حضرت دانیال علیہ السلام کے اقوال 684
خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی تاویل 685
حضرت جبرئیل علیہ السلام 685
حضرت میکائیل علیہ السلام 686
حضرت اسرافیل علیہ السلام 686
حضرت عزرائیل علیہ السلام 686
پیغمبران علیہم السلام کی زیارت 686
اولوالعزم نبی کو خواب میں دیکھنا 686
حضرت آدم علیہ السلام 687
بی بی حوا علیہا السلام 687
حضرت نوح علیہ السلام 687
حضرت ادریس علیہ السلام 687
حضرت ہود علیہ السلام 687
حضرت لوط علیہ السلام 687
حضرت صالح علیہ السلام 687
حضرت ابراہیم علیہ السلام 387
حضرت اسماعیل علیہ السلام 687
حضرت یعقوب علیہ السلام 687
حضرت یوسف علیہ السلام 687
حضرت شعیب علیہ السلام 687
حضرت موسیٰ علیہ السلام 688
حضرت داؤد علیہ السلام 688
حضرت زکریا علیہ السلام 688
حضرت یحییٰ علیہ السلام 688
حضرت خضر علیہ السلام 688
حضرت یونس علیہ السلام 688
حضرت ایوب علیہ السلام 688
حضرت محمد مصطفی ﷺ 688
خلفاء راشدین کو خواب میں دیکھنا 689
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 689
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 689
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ 689
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 689
آگ، آثار دیکھنا 690
میت، پیاز، پھیپا، بادام 690
جماعت دیکھنا، کتاب پڑھنا، پانی، 691
شہد دیکھنا، پاؤں، گھوڑا، چاند، چشمہ، 691
خربوزہ، باغ، دودھ، دروازہ، درخت 692
دیکھنا، روٹی، روئی دیکھنا، امامت کرنا، 692
انگوٹھی، سمندر، سورۃ قرآن شریف، 693
صندل دیکھنا، قرآن مجید دیکھنا، 693
اذان دینا، بیماری 693
بے ہوشی، تاج، تخت، تعویذ، شہر، 694
حج کرنا، حوض دیکھنا، قلم دیکھنا 694
شکار کرنا، 695
شکر، شمع، تیرنا، شہادت، صحرا، کاغذ دیکھنا 695
صدقہ دینا، جنگل، پرانا کپڑا دیکھنا 695
دعا کرنا، حلوہ، قالین، سبزہ، سور دیکھنا، 695

* * *

کھانا، کھجور، خود کو سویا ہوا، قصر دیکھنا 696
نہانا، غم، سورج، لڑائی کرنا، مسجد دیکھنا 697
نمک، گاجر، گوبھی، گنا، نارنگی، بارش 697
ریچھ، جوتی، جیل خانہ، جونک، تسبیح 698
چادر، مرغا، بھینس، بطخ، ابابیل دیکھنا 698
چھوہارا، پھوڑا، آڑو، آلو بخارا، اخروٹ، چقندر کھاتے دیکھنا، شہتوت، گلاب کا پھول، پتے دیکھنا، پیاز، ریوڑ دیکھنا 699
زعفران، زیرہ، سایہ، ستون، فیروزہ، قندیل، کرسی، آسمان، ککڑی، گمشدہ عزیز، لاٹھی، بگل دیکھنا 700
نیزہ، یاقوت، کشتی، گھی، کلہاڑی دیکھنا 701
مختلف خوابوں کی تعبیر 701
گھریلو چٹکلے 710
کپڑا زیادہ دیر تک زیر استعمال رہے 711
گلاب کے پھولوں کو بڑا کرنے کے لیے 711
لوہے کی اشیاء سے زنگ اتارنے کے لیے 711
چینی کے برتنوں کی حفاظت 711
پالش کیے ہوئے فرنیچر کی صفائی 711
پھولوں کو تازہ اور بے داغ رکھنے کے لیے 711
لیموں کو تازہ رکھنے کا طریقہ 711
چاولوں کو کیڑوں سے محفوظ رکھا جائے 711
چوہوں کو بھگانے کا طریقہ 711
پلاسٹک یا نائلون کو سخت کرنا 711
تھرماس کی صفائی 711
پیاز کی سنہری رنگت 711
زنگ سے بچاؤ 712
آٹے کا خمیر 712
پھلوں کے چھلکوں کے فائدے 712
ٹماٹروں کو تازہ رکھنے کے لیے 712
سبزی تازہ رکھنے کے لیے 712
زیادہ دیر تک گوشت محفوظ کرنا 712
کیلے کے چند طبی استعمال 712
تالے کا زنگ دور کرنا 712
تنگ جوتے کو ٹھیک کرنے کا طریقہ 712
چرچراہٹ ختم کرنے کا طریقہ 712
چاندی کے برتنوں کی حفاظت 712
دیمک کو ختم کرنے کا طریقہ 713
ربڑ کی چیزوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ 713
سٹیل کے برتنوں کی صفائی کا طریقہ 713
شیشے کی صفائی کے لیے 713
گوشت گلانا 713
گوشت محفوظ کرنا، چاولوں کو نکھارنا 713
مچھلی دیر تک رکھنا 713
انڈوں سے متعلق مسائل کا حل 713
کریلوں کی کڑواہٹ دور کرنا 714
سبزیاں تازہ رہیں 714
پھلوں کی تازگی برقرار رکھنا 714
دودھ، دہی اور پنیر کو تازہ رکھنا 714
سیاہی کے دھبے دور کرنا 714
خون کے دھبے دور کرنا 715
سالن اور چکنائی کے دھبے دور کرنا 715
پھلوں کے داغ دور کرنا 715
مٹی اور کیچڑ کے داغ صاف کرنا 715
پان اور چائے کے داغ دور کرنا 716
جلنے کا داغ دور کرنا 716
پان تمباکو کا داغ دور کرنا 716
کپڑوں پر سے زنگ دور کرنا 716
قالین صاف کرنا 717
پسینے کے داغ دور کرنا، پرانے داغ دور کرنا 717
کپڑوں کی پیلاہٹ دور کرنا اور چمکدار بنانا 717
کپڑوں کو کیڑوں سے بچانا 718
اونی کپڑے نرم اور گرم بنانا 718
پیتل کے برتن صاف رکھنا 718
ایلومینیم کے برتن صاف کرنا 718
تانبے کے برتنوں کی صفائی 718
شیشے اور چینی کے برتن چمکدار بنانا 718
اسٹین لیس اسٹیل کے برتن چمکدار بنانا 718
اوون کے برتن سے داغ اتارنا 718
پلاسٹک کے برتن صاف کرنا 718
فرش سے دھبے دور کرنا 719
باورچی خانے کی صفائی 719
فرنیچر کی صفائی 719
فریج کی صفائی 719
مکھی اور مچھر بھگائیں 720
چیونٹیوں اور کھٹملوں سے نجات 720
ٹڈی اور نانی بیگ سے بچاؤ 720
دیمک اور کتابی کیڑے ختم کریں 720

* * *

پیش لفظ

اسلام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کو عطا شدہ آخری اور مکمل دین ہے۔ یہ دین انسانی زندگی کا ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور وہ انسانی زندگی کے تمام بنیادی مسائل اور مشکلات کا حل پیش کرتا ہے۔ انسانی سوسائٹی جب میچور صورت میں بین الاقوامیت میں داخل ہو رہی تھی عین اسی وقت انسانیت کے لیے دین اسلام کی صورت میں بین الاقوامی رہبری کا بندوبست ہوا۔ دین اسلام کی بدولت انسانی سوسائٹی کو تمام شعبہ ہائے زندگی میں بے مثال بنیادی اصول وقوانین مہیا ہوئے اور ان اصولوں کی بنیاد پر انسانیت کا قافلہ بتدریج ترقی کی منازل طے کرتا گیا۔

ہمارا ایمان ہے کہ اسلام نئے دور کو جنم دینے والا دین ہے۔ اس لیے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ نیا دور اسلامی اصولوں کے ایندھن کے بغیر چل نہیں سکے گا۔ دنیا کے متمدن معاشرے اس وقت بھی قوانین فطرت کے نام سے اسلامی تعلیمات کا جوہر اپنا کر مادی ترقی کی منازل چھو رہے ہیں۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے، لہٰذا جو بھی اس کے فطری اصولوں کو اپنی فلاح کا سرچشمہ بنائے گا، اس کو یہ فلاح حاصل ہوگی۔ اگر مسلمان معاشرے پورے جوہر کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے اثر سے انسانیت کو بہرہ مند کریں تو ان کا یہ عمل نہ صرف مسلمانوں کی موجودہ کسمپرسی کی حالت تبدیل کر دے گا بلکہ دنیا کی دیگر اقوام کے لیے اسلام کی دعوت کا ایک مثالی محرک بن جائے گا۔

بہر حال اس وقت اسلامی فکر کی ترویج کے لیے مختلف تعلیمی، دعوتی اور اشاعتی محاذوں پر کوششیں ہو رہی ہیں، اس کتاب کے ذریعہ ہم بھی ان کوششوں میں بساط بھر شریک ہو رہے ہیں۔ اس کتاب میں اسلام کے بنیادی ارکان و آثار کی قرآنی فکر کی روشنی میں ایسی تفصیل شامل کی گئی ہے جو عبادات سے لے کر اخلاقیات تک اور سماجیات سے لیکر اقتصادیات تک تمام شعبوں میں مسلمانوں کی عملی طور پر رہنمائی کر سکے۔

عام سماجی زندگی میں خاندان کے نظام میں عورت کا کردار بے حد اہم ہے۔ عورت کا صالح فطرت ہونا پورے خاندان کے لیے مبارک ہوتا ہے۔ عورت کی پیدائش سے لیکر نشو نما کے مختلف مراحل اور زندگی کی

مختلف حیثیتوں میں اس کی ذمہ داریوں اور کردار کی اس کتاب میں تفصیلی عکس آرائی کی گئی ہے۔ ان معلومات کی اسلامی رہنمائی میں عورت کیلئے نہ صرف اپنے اور پورے خاندان کی فلاح و بہبود اور ذہنی وجسمانی تربیت کی ضرورت پوری ہوتی ہے بلکہ روزانہ زندگی کے معاملات میں مختلف النوع احتیاطی تدابیر وعلاج سے آگاہی ہوتی ہے اور خاندان کو بہتر رویوں اور سلیقہ مندی سے چلانے کے رازوں سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔

کوشش کر کے زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق معلومات اس انسائیکلوپیڈیا میں شامل کی گئی ہے۔ عورتوں کی روزمرہ کے مسائل میں عام دلچسپی کے پیش نظر روزانہ زندگی کے معاملات سے متعلق مواد بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے تا کہ کتاب زیادہ سے زیادہ عورتوں کی دلچسپی کا مرکز بنے اور اس کا مطالعہ ان کے لیے مفید ثابت ہو۔

میں بے حد ممنون ہوں فضیلۃ الشیخ مولانا مفتی عبدالوھاب چاچڑ صاحب کا جنہوں نے اس کتاب کے اہم حصوں کی نظر ثانی اور ان کی ضروری اصلاح کی۔ اس کے باوجود کہیں غلطی کا اشتباہ ہو تو وہ لاشعوری غلطی سمجھ کر یا میری کم علمی تصور کر کے مجھے اس سے آگاہ کیا جائے تا کہ میری اصلاح ہو سکے۔

کتاب کے زیر مطالعہ ایڈیشن میں ضروری اصلاح اور اضافے کیے گئے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کی اشاعت کے بعد کتاب کی افادیت عامہ کے پیش نظر جن اہل علم حضرات نے تحسین اور مبارکباد کے خطوط لکھے اور کچھ اضافوں کا تقاضا کیا، میں ان سب حضرات کا بھی ممنون ہوں۔

ربیع الاول ۱۴۲۷ ہجری
کراچی، سندھ
0300-2707097

ابو الفضل نور احمد السندی

حصہ اول

ارکان و آثار اسلام

روح اسلام کیا ہے؟
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عملی تقاضے
عبادات کا حقیقی اسلامی تصور
طہارت ایک بنیادی انسانی اخلاق
نماز کا فلسفہ
زکوٰۃ کی سماجی اہمیت
روزہ، صالح انسانی فطرت کا محرک
حج کے حقیقی مقاصد
حیات بعد الممات اور شفاعت کا تصور
دین سے محبت کے تقاضے
سنت رسول ﷺ کا عملی منہاج
توبہ، استغفار اور دعا کی حقیقت

روح اسلام کیا ہے؟

اگر ہم جامع اور مختصر ترین الفاظ میں اسلام کا تعارف حاصل کرنا چاہیں تو وہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق ہے۔ اس کائنات عالم میں تمام چیزیں مقرر قوانین کے تحت رو بہ عمل ہیں، جنہیں عرف عام میں "قوانین فطرت" بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کے قوانین انسان کے لئے بھی مقرر ہیں جو وحی کے ذریعے اسے عطا کیے گئے ہیں۔ ان قوانین کے تقاضوں اور نتائج کو تسلیم کرنا اور اس کے سامنے گردن جھکا دینا "اسلام" ہے۔ اس سے انحراف سرکشی اور کفر ہے۔

قرآن مجید کی پوری تعلیمات کی روشنی میں "اسلام" کے حوالے سے ایمانیات کے تین مرکزی نکتے ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان اس دنیا میں خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کی ذمہ داری نبھاتا ہو۔

۲۔ وحی پر ایمان۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان صاحب وحی کی اطاعت پر کار بند ہو۔

۳۔ زندگی کے تسلسل (آخرت) پر ایمان۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان دنیا و آخرت میں جزا و سزا کے قانون مکافات کو ہر عمل میں ملحوظ خاطر رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا عملی مفہوم یہ ہے کہ اس کی طرف سے عطا فرمودہ وحی پر ایمان لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ خالق کائنات ہے۔ کائنات کا نظم و نسق اس کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت سرگرم عمل ہے، اور ان قوانین پر اس کا کنٹرول ہے۔ کائنات کی شاہکار مخلوق انسان کے لیے بھی اسی طرح کے قوانین مرتب ہیں، جن کا سرچشمہ وحی کی آخری ہدایت قرآن مجید ہے۔ اس کی رو سے ربوبیت، ملوکیت اور عبودیت کے تمام حقوق صرف اسی ذات کے لیے ہیں۔

خلیفۃ اللہ فی الارض

انسان صرف جسم کا نام نہیں بلکہ اس جسم کے علاوہ ایک اور شے بھی ہے جسے اس کی ذات کہتے ہیں۔ انسانی ذات جو کہ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ ہے اور اپنے مقام پر مستقل حیثیت رکھتی ہے، انسان کو وہ متعین صورت میں نہیں ملتی بلکہ اس کی تشکیل و تعمیر اور مشہود ہونا ہی انسانی زندگی کا مقصود ہے۔ اسے انسانی ذات کی نشوونما کہتے ہیں۔

انسانی ذات کی یہ نشوونما اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو اس تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ انسان کیلئے ان کے معیار بننے میں کسی قسم کا شک وشبہ یا ابہام باقی نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید نے وہ ضابطہ بھی فراہم کیا ہے جس کے مطابق زندگی بسر کرنے سے انسانی ذات کی چھپی اور سوئی ہوئی صفات کی نمود ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر انسانی ذات کی نشوونما ہو جاتی ہے اور وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کے مقام و مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور اسے "قرب خداوندی" حاصل ہو جاتا ہے۔

زمین پر خلیفۃ اللہ ہونے کے ناتے انسان کو قرآن مجید میں بیان کی گئی اللہ تعالیٰ کی صفات کو عملی طور پر اپنی زندگی میں منعکس کرنا ہے۔ یہ صفات تین مرکزی نکات سے تعلق رکھتی ہیں: ایک ربوبیت دوسرا رحمت اور تیسرا عدل۔ ربوبیت کے حوالے سے انسان کو تخلق خداوندی کا مربی بننا ہے۔ وہ ذاتی حیثیت میں یا اجتماعی نظام کی تشکیل سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے پروردگاری کی ذمہ داریاں نبھانے کا پابند ہے۔ قرآن مجید یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ایک کائنات گیر کا نظام رکھتی ہے۔ انسانی نوع کا نظام پرورش اسی کائنات گیر نظام ربوبیت کے اندر واقع ہے۔ یہ نظام ربوبیت کسی ایک علاقہ یا زمانے سے وابستہ نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر جگہ جاری و ساری ہے۔ اسے دیکھ کر ایک انسان کی سالم فطرت چاہتی ہے کہ وہ ایک رب کا اقرار

کرے۔ کائنات کے پروردگار کو تسلیم کرے اور پھر اس کا جو عام انسانیت کے ساتھ تعلق ہے اس کا تعین کرکے اپنی ربوبیت کو عمومی ربوبیت کا عکس سمجھے اور خود کو رب العالمین کا عکس اور رب الناس کا خلیفہ سمجھے۔ انسان کی اپنی ربوبیت کا دائرہ خاندانی پرورش کے چھوٹے یونٹ سے شروع ہو کر حسب الوسعت اقارب، اس سے بڑھ کر پوری اس کی قوم اور تمام انسانیت تک محیط ہے۔ صفات رحمت کے حوالے سے انسان کو خلق کے حق میں سراسر شفقت اور محبت کا عملی مظہر بننا ہے۔ اور انسان اپنی تمام حیثیتوں اور مرتبوں کو انسانیت کے مفاد میں شفقت اور محبت کا پیکر بن کر استعمال کرنے کا ذمہ دار ہے۔

اسی طرح عدل کے معنی انصاف کے ہیں اور وسیع مفہوم میں توازن کا لفظ عدل کا ہم معنی ہے۔ یہ توازن ہی انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں قائم کرنا ہے۔

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبہ جات کی صحیح تشکیل و تکمیل ان صفات خداوندی کے قالب میں ہوتی ہے۔ یہی صفات فردی ذات کی نشوونما کے لیے معیار اعلیٰ بنتی ہے اور یہی ہے وہ اصول تشکیل پاتے ہیں جن کے مطابق چلنے سے انسانی معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔

صفات خداوندی میں نہ کوئی صفت ایسی ہے جسے چھوڑ دینا پڑے اور نہ ہی کوئی ایسی جس میں غلو اور شدت اختیار کرلی جائے۔ اس کی تمام صفات، اپنے اپنے موقعہ پر، بہترین نتائج کی حامل ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر اس کے اسماء کو الحسنیٰ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ صفات اس حسن توازن کے ساتھ مذاہب عالم میں کہیں نہیں ملیں گی۔ یہ صرف قرآن کریم کے اندر مذکور ہیں۔

وحی پر ایمان

اسلام کائنات کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا کیا اسی وقت یہ مقرر کردیا کہ کائنات کا دین اسلام ہوگا۔ وہ کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور سپردگی کے راستے پر چلے گی۔ وہ ادنیٰ درجے میں بھی اس کی مرضی سے انحراف نہیں کرے گی۔

اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو اس کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہ کر دنیا میں زندگی گزارے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہی کائنات کا مذہب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہی انسان کا ایمان ہے۔

کائنات کے لئے وحی کی حقیقت

شہد کی مکھی سے لے کر نظام شمسی تک کائنات کا ہر جزو معنوی انداز میں سرگرم عمل ہے۔ عمومی غور و فکر سے بھی یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ایک برتر طاقت نے ان کے لیے ہدایات و احکامات کا ایک باضابطہ نظام متعین کر رکھا ہے۔ یہ ہدایت یا راہنمائی ہر شے کے اندر ودیعت کی گئی ہے، اسے قرآن نے وحی کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ وحی کی اس ہدایت کا سلسلہ فضائے کائنات میں تیرنے والے عظیم الجثہ کروں میں بھی عیاں ہے:

اَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (حم سجدہ ۱۲)

”آسمانوں کو ان سے متعلق وحی کردی گئی“۔

یہ اسی وحی کی گئی ہدایت کا نتیجہ ہے کہ کروڑوں سالوں سے فضا میں تیرنے والے کرے اپنے مقررہ وقت اور مداروں پر گھوم رہے ہیں اور کبھی ذرہ برابر بھی ان کے اوقات اور مداروں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اگر کبھی ذرہ برابر بھی ایسا فرق سامنے آجاتا تو کائنات کا موجودہ نظام اب تک یقینی طور پر درہم برہم ہوچکا ہوتا۔

ہدایت اور راہنمائی کے یہ قوانین زمین کے لیے بھی ہیں:

بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا (زلزال ۵)

”وہ ایسا اس لئے کرے گی کہ تیرے پروردگار نے اس کو وحی کردی ہے“۔

یہ اسی وحی کی گئی ہدایت کا نتیجہ ہے کہ کروڑوں سالوں سے زمین کی کشش ثقل میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ اگر اس کی مقررہ کشش ثقل کے گراف میں کمی یا زیادتی کا کوئی ایک نقطہ بھی پیدا ہو جائے تو زمین کے گلوب کا نظام تہس نہس ہو جائے۔ اسی طرح زمین کے اندر لاکھوں کی تعداد میں بوئے گئے بیجوں کو اپنے اپنے ذائقوں، اپنی اپنی شکلوں اور اپنے اپنے رنگوں میں اگانا بھی اس کے مقررہ قوانین کے تحت ہی معرض عمل میں آتا ہے۔

ہدایت اور راہنمائی کے یہ قوانین غیر جاندار چیزوں کے علاوہ جاندار چیزوں کے لئے بھی ہیں:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ (نحل ۶۸)

"تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کر دی ہے کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں پر، ٹٹیوں پر اپنا گھر بنائے"۔

انسان کے لئے وحی کی ہدایت وضرورت

ہستی کائنات کی تمام مخلوق کے وحی کی ہدایت کا تصور مسلم ہے اور صدیوں سے دانائے عالم اس بات کو تسلیم کرتے آئے ہیں لیکن حالیہ صدیوں میں مغربی اور یورپی ممالک میں سائنسدانوں اور مفکرین کا ایک گروہ ایسا سامنے آیا جو اللہ تعالیٰ کی قوانین فطرت پر رہنمائی کو تو تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے لیکن جہاں تک انسانی رہنمائی کا تعلق ہے وہ اس کے لئے انسانی عقل کو کافی سمجھتا ہے۔ یہی سوچ ایک عملی عقیدہ کے طور پر مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں بھی سرایت کرتی چلی گئی ہے۔

یہ مغربی مرشد اور یہ مشرقی مرید اس حقیقت کو پانے میں ناکام رہے کہ عقل بذات خود "کل روشنی" نہیں ہے۔ جس طرح آنکھ کا کام دیکھنا ہے لیکن آنکھ بذات خود "کل روشنی" نہیں ہے تاوقتیکہ باہر کی روشنی اس پر منعکس (Reflect) نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اندھیرے کمرے میں انسان کی اچھی آنکھیں دیکھنے سے محروم رہتی ہیں۔ لیکن جیسے ہی لائٹ کا بٹن دبا دیا جاتا ہے اور باہر کی روشنی رونما ہوتی ہے آنکھ اپنا صحیح کام یعنی منظر دکھانا شروع کر دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح عقل کے لئے باہر کی جو روشنی Reflect کرتی ہے وہ وحی کی روشنی اور ہدایت ہے۔ اس لئے کائنات کے اندر الٰہی قوانین کی کارفرمائیوں کا اقرار لینے کے بعد قرآن مجید بار بار کہتا ہے کہ ان سے پوچھو کہ جب ان کی عقل وبصیرت انہیں اس نتیجے پر پہنچاتی ہے کہ یہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق سرگرم عمل ہیں تو باوجود اس بات پر یقین رکھنے کے، انہیں کہاں سے دھوکا ہوتا ہے کہ انسانی دنیا میں الٰہی قوانین کی ضرورت نہیں اور یہ کہ یہاں انسان اپنے وضع کردہ قوانین کے مطابق زندگی بسر کر سکتا ہے۔

سورہ مومنوں میں انسان کے اس دورخے پن کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"ان سے پوچھو کہ زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ کس کے قوانین کی تکمیل کے لیے ہے اور اس کا مالک کون ہے تو وہ کہیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کی تکمیل کیلئے ہے اور وہی اس کا مالک ہے۔ ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمانوں میں تیرنے والے کروں اور عرش عظیم (اس کائنات کا مرکزی کنٹرول) کس کے اختیار میں ہے۔ تو یہ کہیں گے کہ اللہ کے ہاتھ میں۔ اگر تم یہ مانتے ہو تو پھر تم اس کے قوانین کی پاسداری کیوں نہیں کرتے؟ پھر ان سے پوچھو کہ کائنات پر قبضہ واختیار کس کا ہے، وہ کون ہے جس کی طرف ہر چیز اپنی حفاظت کیلئے پناہ ڈھونڈتی ہے اور جو اس کے قوانین کی خلاف ورزی کرے اسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ تو اس پر بھی یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ پھر وہ کیوں دھوکا کھاتے ہیں کہ انسانی دنیا میں الٰہی قوانین کی ضرورت نہیں۔ انسانی زندگی کے بھی محکم اور اٹل قوانین اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مل سکتے ہیں۔ مگر یہ اس حقیقت پر ایمان نہیں لاتے، اس لئے جھوٹے ہیں"۔ (المومنون۔۸۳۔۹۰)

صاحب وحی کی اطاعت

قرآن مجید کے ان دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کا عملی تقاضا یہ ہے کہ اس کی طرف سے عطا کی گئی وحی پر ایمان لایا جائے۔ وحی پر ایمان لانے کو ایمان بالرسل (رسولوں پر ایمان) اور ایمان بالکتاب (اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان) کہتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کا آخری، مکمل اور واضح ضابطہ ہے اور یہ نوع انسانی کو محمد الرسول اللہ ﷺ کی وساطت سے ملا ہے (جو سلسلہ نبوت ورسالت کی آخری کڑی ہیں) اس لئے قرآن اور محمد الرسول اللہ ﷺ پر ایمان، اللہ تعالیٰ پر ایمان کی لازمی کڑی ہے۔ قرآن مجید میں انسانی زندگی کا ایک مکمل ضابطہ اصولوں کی صورت میں واضح تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ پیغمبر اسلام محمد الرسول اللہ ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے ان اصولوں کو مثال بنا کر اپنے دور اور بعد کو آنے والی دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔

آخرت پر ایمان

قرآن مجید میں بیان کئے گئے ان اصولوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عملی زندگی سے جو چیز مرقع بن کر سامنے آتی ہے وہ انسانیت کا عروج ہے۔ اس انسانیت کا تقاضا ہے کہ انسان اس کارخانہ عالم کو عبث اور بے کار نہ سمجھے۔ خود اپنے نفس کو آزاد و بے لگام نہ جانے۔ بلکہ یہ یقین کرے کہ جس طرح گندم سے گندم اور جو کی تخم ریزی سے جو پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس کے ہر ایک عمل کا ایک اثر اور ایک

نتیجہ لازمی طور پر ہے جو اس پر اور اس کے انجام پر اثر انداز ہوگا۔ لہٰذا وہ ہر ایک عمل کے ساتھ اس کے نتیجے کا پورا خیال رکھے اور کسی وقت بھی مکافاتِ عمل سے غافل نہ ہو۔ یہ مکافاتِ عمل اس دنیا میں بھی سامنے آتا ہے اور حیات بعد الممات میں بھی انسان پورا پورا مکافاتِ عمل سے دوچار ہوگا۔

مکافاتِ عمل

دین کا سارا تصور اس محور کے گرد گردش کرتا ہے کہ انسان کا ہر عمل (حتیٰ کہ دل میں گذرنے والا خیال بھی) نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اور یہ نتائج الٰہی قوانین کے مطابق مرتب ہوتے ہیں یعنی جس کام کے متعلق الٰہی قانون نے بتا دیا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا، اس کام کا وہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اس میں کبھی فرق نہیں آسکتا۔ انسانی نظام میں تو یہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے جرائم پر کسی نہ کسی انداز سے پردہ ڈال لے لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کی رو سے ان جرائم کے جو اثرات اس کی ذات پر مرتب ہوتے ہیں، جب ان نتائج کے ظہور کا وقت آئے گا تو وہ کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکیں گے۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝

(قیامت ۱۴،۱۵)

"اس وقت عقل کی فریب کاریوں کے تمام پردے اٹھ جاتے ہیں اور نگاہیں ایسی تیز ہو جاتی ہیں کہ بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی"۔

جس طرح یہ بات حقیقت ہے کہ قانون مکافات کی رو سے انسان کا کوئی عمل نتیجہ مرتب کیے بغیر نہیں رہ سکتا اسی طرح یہ بات بھی واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ اعمال کی جزا یا سزا کہیں خارج سے نہیں ملتی بلکہ یہ تو ان اعمال کا فطری اور لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ اس دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

چنانچہ قرآن مجید نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا

(حم سجدہ ۴۶)

"جو اچھائی کے کام کرے گا اس کا فائدہ اس کی ذات کو پہنچے گا۔ جو اس کے خلاف چلے گا اس کا وبال اس کی ذات پر پڑے گا"۔

آخرت کے اس قانون مکافات کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کا عدل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور اس سلسلے میں باہر سے کسی قسم کی مدد اور معاونت ممکن نہیں۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (البقرة ۴۸)

"تم اعمال کے ظہور نتائج کے وقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ جب صورت یہ ہوگی کوئی شخص دوسرے شخص کے کام نہیں آسکے گا۔ نہ ہی کسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔ نہ ہی کوئی فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کر سکے گا۔ نہ ہی (مجرم کی) کوئی مدد کر سکے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون ہے جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔"

اسلام اور سیاسی زندگی

اوپر بتائے گئے ایمانیات کے ان تمام بنیادی نکات کا تعلق جہاں انسان کی انفرادی زندگی سے ہے وہاں اجتماعی زندگی پر بھی ان کا لازمی اطلاق ہوتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے احکام اسی وقت عمل میں آسکتے ہیں جب معاشرے میں سیاسی تنظیم کے وساطت سے حاکمیت کی قوت حاصل ہو جائے۔ حاکمیت کی بھی وہ قوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی صورت میں انسان کو نیابت کے طور پر عطا ہوئی ہے۔ اس لیے انسان کی سیاسی زندگی دین کے دائرے میں شامل ہے اور اسے اس کی حدود سے کسی طرح باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر باہر رکھا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی صفت حاکمیت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جس صفت کا سب سے زیادہ قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے وہ اس کی صفت ربوبیت ہے۔ انسان اس دنیا میں نیابت خداوندی میں ربوبیت کے نظام کی جتنی ذمہ داریاں اپنی انفرادی زندگی میں نبھا سکتا ہے اس سے زیادہ ذمہ داریوں کا تعلق اس کی اجتماعی زندگی سے ہے یعنی ربوبیت عامہ کے قیام کیلئے سعی کرنا۔ ربوبیت عامہ کا قیام اور نفاذ سیاسی طاقت کے حصول سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کی پرورش کی تمام بنیادی ضروریات پوری کرنا ریاست (State) کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

آئندہ صفحات میں اسی روح اسلام کے مطابق اسلامی ارکان اور آثار کا بیان کیا گیا ہے تاکہ مسلم خواتین اور خاندان کے دوسرے افراد اپنی زندگی میں ان اصولوں کو اپنا کر اس دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوں۔

* * *

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عملی تقاضے

توحید دین اسلام کا بنیادی رکن اور اس کی اساسی روح ہے۔ توحید کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس کی ذات میں اور اس کی صفات میں اکیلا مان کر عبودیت کے تمام حقوق اسی کے حوالے کر دینا اور اس کی اطاعت کے لیے خود کو سپرد کر دینا۔

قرآن مجید میں توحید کے تین بنیادی پہلو بیان ہوئے ہیں:

۱۔ توحید فی الربوبیت
۲۔ توحید فی الصفات
۳۔ توحید فی العبادات

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○
(الناس ۱-۳)

"اے پیغمبر! کہیے کہ میں انسانوں کے (اکیلے) پروردگار کی
پناہ میں آتا ہوں۔" (توحید فی الربوبیت)
انسانوں کے (اکیلے) حاکم کی پناہ میں آتا ہوں۔
(توحید فی الصفات)
انسانوں کے (اکیلے) معبود کی پناہ میں آتا ہوں۔
(توحید فی العبادت)

ان آیات کا مقصد و مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر کریم ﷺ سے ان کے ماننے والوں کو یہ پیغام دلوایا گیا ہے کہ انسانوں کے اکیلے پروردگار کے قوانین پروردگاری کو اپنانے سے انسان دائرہ حفاظت میں آجاتا ہے۔ انسانوں کے اکیلے حاکم اور تصرفات کے مالک کی صفات مدنظر رکھ کر انسان دائرہ حفاظت میں آجاتا ہے اور انسانوں کے اکیلے معبود کو عبودیت کے تمام حقوق سونپ کر انسان اس کے دائرہ حفاظت میں آجاتا ہے۔

توحید فی الربوبیت

قرآن کی ابتدا بھی ربوبیت سے ہوئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے جو تمام کائنات کو نشو و نما دینے والا ہے۔ وحی کا پہلا پیغام بھی ربوبیت سے معنون ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ اور قرآن کی انتہا بھی ربوبیت کے پیغام سے ہوئی ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ حتیٰ کہ قرآن میں اللہ رب العزت کی سب سے زیادہ جس صفت کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ربوبیت ہے۔ اور یہ ربوبیت کسی خاص نوع مخلوق، کسی خاص گروہ، کسی خاص قوم حتیٰ کہ ساری دنیا کی بلکہ تمام سلسلہ کائنات کی ربوبیت ہے۔

ربوبیت کی معنی

کسی چیز کو اس کے نقطۂ آغاز سے بتدریج مقام تکمیل تک پہنچانا اور اس کے لیے اس کی پوری نگہداشت کرنا ربوبیت کہلاتا ہے اور ایسا کرنے والے کو رب کہتے ہیں۔ اس کے عام معنی "نشو و نما دینے والا" ہوں گے۔ یعنی ربوبیت کے معنے ہوں گے کسی شے کی ابتدا سے انتہا تک، تمام مراحل میں اس کی نگہداشت و پرداخت کرنا، پرورش کرنا، اسے پروان چڑھانا اور تکمیل تک پہنچانا۔ قطرے کو گہر ہونے تک، بیج کو درخت بننے تک، آب و گل سے بنی (طین لازب) کو انسان کی صورت اختیار کرنے تک، راستے میں جس قدر مراحل آئیں، ان میں اس کی نگہداشت و پرداخت کرنا۔ اس کے حسب حال وہ اسباب مہیا کرنا جو اس کی ضروریات کے کفیل ہوں اور جس پر اس کی زندگی کا انحصار ہو۔ یہ انتظام کہ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی پرورش کے لیے دودھ کے چشمے ابل پڑیں، کسی

انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ اس خالق کائنات کی شان ربوبیت کا کرشمہ ہے۔ پھر اس سلسلۂ ربوبیت کی ان کڑیوں پر بھی غور کیجیے کہ بچے کی پیدائش سے دو ڈھائی سال کے عرصہ تک، اس کی پرورش کے تقاضاؤں کے مطابق، اس کی غذا میں کس قدر تغیرات خود بخود واقع ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ ابتدا میں بچے کا معدہ نازک ہوتا ہے، اس لیے شروع شروع میں دودھ میں مائیت (یعنی پانی کا حصہ) زیادہ اور چکنائی کے اجزا کم ہوتے ہیں۔ جوں جوں بچہ بڑھتا ہے، اس کے معدے میں زیادہ قوی غذا ہضم کرنے کی صلاحیت آتی جاتی ہے، تو اس صلاحیت کے ساتھ ساتھ منزل بمنزل دودھ میں مائیت کم ہو جاتی ہے اور چکنائی زیادہ۔ حالانکہ دودھ پیدا کرنے کی مشینری بھی وہی ہوتی ہے اور جن اجزاء سے ماں کے جسم میں دودھ بنتا ہے، وہ بھی وہی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب بچے میں دوسری غذا ہضم کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، تو دودھ کے یہ چشمے سوکھ جاتے ہیں۔

یہ تو صرف ایک مثال ہے ورنہ نظام کائنات کے اس وسیع و عریض سلسلے میں جس شے پر آپ کی نگاہ جائے گی، آپ دیکھیں گے کہ ابتدا سے انتہا تک، ہر منزل میں اس کی بقا و استحکام کے لیے جس قدر سامان زندگی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے حسب حال فطرت کی طرف سے سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ زندگی کے لیے جن اشیاء کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، ان کی عطا بھی سب سے زیادہ اور عام ہے۔ اس طرح جن اشیاء کی ضرورت خاص حالات اور خاص مواقع کے لیے ہے تو وہ اسی طرح مہیا ہوتی ہیں۔ ہوا سب سے زیادہ ضروری ہے اور چونکہ پانی اور غذا کے بغیر کچھ عرصہ زندگی ممکن ہے لیکن ہوا کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے ہوا کا بندوبست اتنا زیادہ اور عام ہے کہ زندگی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی وقت اس سے خالی نہیں۔ ہوا کے بعد دوسرے درجے پر پانی ہے تو اس کی عطا اور موجودگی کا درجہ ہوا کے بعد ہے۔ دنیا کے ہر حصہ میں زمین کے اوپر دریا بہہ رہے ہیں۔ زمین کے نیچے پانی کی سوتے بہہ رہے ہیں۔ پھر ان دونوں ذخیروں کے علاوہ آسمان کی فضاؤں کا ایک کارخانہ ہے جو دن رات سرگرم رہتا ہے۔ وہ کارخانہ سمندر کے کڑوے پانی کو صاف اور میٹھا بنا کر کھینچتا رہتا ہے اور پھر ضرورت کے موافق واپس زمین کے حوالہ کرتا رہتا ہے۔ ہوا اور پانی کے بعد غذا کی ضرورت ہے، اس لیے ہوا اور پانی سے ذرا کم لیکن دیگر اشیا سے زیادہ اس کی مہربانی کا دستر خوان زمین کے پورے گولے پر فراش ہے۔ کوئی بھی ایسی مخلوق نہیں جس کے آگے ان کی غذا کا ذخیرہ موجود نہ ہو۔

اس کے بعد پرورش کے لیے سروسامانی کے اس عالمگیر نظام پر غور کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارخانۂ ہستی صرف اس لیے وجود میں آیا ہے کہ زندگی بخشے اور زندگی کی فطری صلاحیتوں کی نمود کرے۔ سورج اس لیے ہے کہ روشنی کے لیے فانوس اور گرمی کے لیے تپش کا کام دے اور اپنی کرنوں کے ذریعے سمندر سے پانی کی پکھالیں بھرتا رہے۔ ہوائیں اس لیے ہیں کہ اپنی سردی اور گرمی سے مطلوبہ اثرات پیدا کرتی رہیں۔ کبھی وہ پانی کے ذرات کو جما کر بادلوں کی تہیں بنائیں اور کبھی ان بادلوں کو پانی بنا کر برسا دیں۔ زمین اس لیے ہے کہ پرورش کے خزانوں سے ہمیشہ بھری رہے اور ہر دانے کے لیے اپنی گود میں زندگی اور ہر پودے کے لیے اپنے سینے میں پرورش کا سامان رکھے۔ مختصر یہ کہ کارخانۂ ہستی کا ہر حصہ صرف اسی کام میں مصروف ہے، ہر قوت اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی ہے اور ہر سبب اپنی تاثیر ظاہر کرنے میں مگن ہے۔ جیسے ہی کسی وجود کے بڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے تو ساتھ ہی کارخانۂ ہستی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ سورج کے تمام فیوض، فضا کی تمام تبدیلیاں، زمین کی تمام قوتیں اور عناصر کی تمام سرگرمیاں صرف اس انتظار میں ہوتی ہیں کہ کب ایک چیونٹی کے انڈے سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کب ایک کسان کی گود میں سے ایک دانہ زمین پر گرتا ہے۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ ۱۳)

”زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب کو آپ کے لیے تابع کیا ہے تحقیق غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس بات میں (حقیقت کی معرفت کی) بہت نشانیاں موجود ہیں“۔

ربوبیت کے نظام کا اس سے بھی زیادہ عجیب اس کا معنوی

پہلو ہے یعنی نظام ربوبیت کے تحت جو بھی چیزیں پیدا کی گئی ہیں وہ مطلوبہ تقاضاؤں کے مطابق ہیں۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ (فرقان: ۲)

"اس نے تمام چیزیں پیدا کیں اور ہر چیز کے لیے اس کی
حالت اور ضرورت کے مطابق ایک خاص انداز ٹھہرایا"۔

اس کے بعد ہر مخلوق کو ایک ایسا خارجی اور معنوی ادراک اور ہدایت بخشی کہ وہ دنیا کے سامان حیات سے پرورش اور معیشت کا پورا فائدہ اٹھا سکے۔ قرآن شریف نے ربوبیت کے ان مراتب کا خاص ذکر کیا ہے:

اَلَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ (اعلیٰ: ۲،۳)

"وہ (پروردگار) جس نے سب کو پیدا کیا اور ٹھیک تناسب سے
بنایا۔ اور جس نے (نظام تقدیر سے اشیا کی پرورش کا) خاص
انداز مقرر کیا پھر (ان اشیا کو فطرت اور جبلت کے ذریعے)
ہدایت بخشی"۔

قرآن مجید نے حیات کائنات میں سرگرم تخلیق کے ان مظاہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ربوبیت الٰہی کے مراتب اس لیے بیان کیے ہیں کہ اس سے نہ صرف توحید الٰہی کا ثبوت فراہم کیا جائے بلکہ انسانی ذہن پر یہ بات آشکار ہو جائے کہ کائنات کی خلقت اور ہر مخلوق کی تکوین اس طرح ہوئی ہے کہ ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت ایک خاص نظام اور قانون میں ایک دوسرے سے منسلک ہے، اور کوئی بھی چیز حکمت و مصلحت سے خالی نہیں۔ مزید یہ کہ تمام مخلوق کو اس کی بنیادی ضروریات کی چیزیں بلا کسی تفریق کے حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ افادہ کے تمام مواقع ہر کسی کو یکساں حاصل ہیں۔ مفاد عامہ کی تمام چیزیں اسی طرح افادہ عامہ کے لیے ہیں جس طرح نظام ربوبیت کے تحت اس کے مخلوق کے تمام دائروں میں روبہ عمل ہوتی ہیں۔

ربوبیت کے اسی منظم نظام کو جماعت مومنین کی زندگی کا شعار بنایا گیا۔ اسی کا اعلان نبی ﷺ کی زبان سے ان الفاظ میں کرایا گیا:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ط

(الانعام: ۱۶۳)

"کہیے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور رب کی تلاش کروں۔
حالانکہ وہ تو ہر شے کا رب ہے"۔

جب آدمی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں توحید کا اقرار کرتا ہے تو وہ شعور اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ اس اکیلے پروردگار کے قوانین پروردگاری کو اپنی زندگی میں منعکس کرتا ہے۔ اپنی ذاتی زندگی اور اجتماعی زندگی میں جیسے بھی مواقع اس کو حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے اوپر ربوبیت عامہ کے حوالے سے عائد ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے سوا خدا کو رب تسلیم کرنے کی اور کوئی عملی شکل نہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ یہی وہ نظام ہے جس میں کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہیں رہتا اور یہی روح اسلام ہے۔ اس کے بغیر جو کچھ ہے وہ قول اور فعل کا تضاد ہے، جس کو اسلام میں منافقت کا نام دیا گیا ہے۔

ربوبیت میں شرک

انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں دو طرح کے شرک کرتا ہے۔ ایک شرک فرعون کا ہے کہ وہ کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ میں ہی (معاذ اللہ) تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔

فرعون نے طاقت، دولت اور منصب کے گھمنڈ میں خود کو پروردگار کہلانا شروع کیا اور اپنی معاصر دوسری اقوام کو غلام بنا دیا۔ انسانی دنیا میں طاقت، دولت اور منصب کے گھمنڈ پر خود کو خدا یا رب کہلانا فرعون تک محدود نہیں رہا ہے بلکہ ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں جو اپنی وسیع اور محدود اکائیوں اور دائروں میں کبھی کبھی اپنے قول سے اور کبھی اپنے عمل سے خود کو خدا بتانے یا جتانے کی سرکشی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ قرآن میں فرعون کا تذکرہ اس طبقے کی علامتی نمائندگی ہے۔ ایسے حکمران، افواج، سردار، جاگیردار اور سرمایہ دار ہر دور میں موجود رہے ہیں جو اپنی طاقت، دولت اور منصب سے بندگان خدا کی روزی، عزت اور وقار کی آزادی کو سلب کرتے ہیں اور انہیں اپنے غرور اور سرکشی کی نذر کر کے عملاً فرعون کی کلاس میں شامل ہوتے اور خدا کے شریک بنتے ہیں۔ ان کی سرکشی کا

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ربوبیت کے ذرائع پر قبضہ کر کے عامۃ الناس کو اس سے مستفیض ہونے سے روکتے ہیں۔

ربوبیت کے مشرکوں کا دوسرا گروہ خدا کو چھوڑ کر یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنا کر اس کی مخلوق کو پروردگاری کے منصب میں شامل تصور کرتا ہے اور زندگی میں پرورش کے مختلف مرحلوں کے لیے اپنے جیسے انسانوں کا دست نگر بن جاتا ہے۔ انسان جب ایک دروازے کو چھوڑ دیتا ہے تو در در کی ٹھوکریں کھانا اس کا نصیب ہو جاتی ہیں۔ اس طرح وہ کئی قسم کی غلامیوں میں جکڑ جاتا ہے۔ اگر وہ ایک زنجیر اسے زبردستی پہنائی جاتی ہے تو دس زنجیریں خود بخود اس کی گردن کا طوق بن جاتی ہیں۔ ان میں کچھ زنجیریں ایسی ہوتی ہیں جو تقدس اور عقیدت کے راستے اس کے قلب و ذہن پر مسلط ہوتی ہیں۔

غیر خداوندی نظام معیشت

شرک فی الربوبیت کا لازمی نتیجہ انسان کے اپنے لیے مصیبتوں کا جال بننے کی لازمی صورت میں سامنے آتا ہے۔ خدائے رب العالمین کا نظام تو آسانیوں اور آسائشوں ہی کو لیے ہوئے تھا لیکن جب غاصب انسانوں نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور خدا کے عطا کردہ ذخائر کی تقسیم اپنے مقاصد و مصالح کے مطابق شروع کر دی تو نوع انسانی پر مصیبتوں کے بادل امڈ آئے۔ یہ مصائب و مشکلات انسان کی خود ساختہ ہیں۔ اگر سامان نشوونما کی تقسیم قوانین خداوندی کے مطابق کی جائے، تو دیکھیے انسان کیسی جنت کی زندگی بسر کرتا ہے؟ اگر دنیاوی نظام معیشت و معاشرت قوانین خداوندی کے مطابق چلایا جائے تو سامان زندگی کے متعلق انسان کو کبھی کوئی وقت اور مشکل پیش نہیں آسکتی۔ اسی کے معنی ہیں اللہ کو اپنا رب تسلیم کرنا، یعنی اپنے معاشرے کو اسی کے نظام ربوبیت کے مطابق متشکل کرنا۔

توحید فی الصفات

خدا تعالیٰ کی ایک ذات ہے اور باقی اس کی صفت ہیں۔

جہاں تک خدا کی ذات کا تعلق ہے، اس کی حقیقت اور ماہیت و کیفیت کا سمجھنا انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں۔ ایک محدود ذہن لامحدود کا تصور نہیں کر سکتا۔ خدا تو بہت بڑی چیز ہے، دور حاضر کے مفکرین اور سائنسدان ہمیں بتاتے ہیں کہ زمان (Time) کی کوئی ابتدا نہیں اور مکان (Space) کی کوئی حد نہیں، یعنی یہ کہنا غلط ہے کہ زمان فلاں وقت سے شروع ہوا اور کائنات کی فضا کا کوئی آخری کنارہ ہے۔ سو جب زمان و مکاں کے تصور کی یہ حالت ہے تو خدا کی ذات کا تصور (جو زمان و مکاں کا خالق ہے) کس طرح انسان کے حیطۂ ادراک میں آسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ذات خداوندی کی حقیقت کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ صرف یہ بتایا ہے کہ اس کی صفات کیا ہیں؟ قرآنی تعلیم کی عظمت اور معقولیت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس کی بتائی ہوئی صفات کی رو سے خدا کا جو تصور سامنے آتا ہے، اس سے بلند، پاکیزہ اور مکمل تصور اور کہیں نہیں مل سکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ خود انسانی زندگی کے مقصود و منتہٰی کا تعین، خدا کے تصور پر موقوف ہے۔ جس قسم کا خدا کا تصور کسی کے ہاں ہوگا، اسی قسم کی اس فرد کی زندگی اور اس جماعت یا قوم کا معاشرتی نقشہ ہوگا۔ بالفاظ دیگر جس قسم کا خدا (یعنی صفات خداوندی) کا تصور ہمارے سامنے ہوگا اس قسم کی ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی ہوگی۔

قرآنی ایمان کی خصوصیات

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ:

۱۔ تمام کائنات پر خدا کا اقتدار و اختیار ہے لیکن وہ اپنے اقتدار و اختیار کو اپنے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق استعمال کرتا ہے اور ان قوانین میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ بالفاظ دیگر یہ تمام سلسلۂ کائنات لگے بندھے قوانین کے مطابق سرگرم عمل ہے جو محکم اور اٹل ہیں۔ یہی قوانین خود انسانوں کی دنیا میں بھی کارفرما ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل ایک متعین نتیجہ پیدا کرتا ہے اور اس میں کسی قسم کی استثناء نہیں ہوتی۔ ہر انسان کو اس کا اختیار ہے کہ وہ جو عمل چاہے کرے، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ عمل تو ایک قسم کا کرے اور اس کا نتیجہ دوسری قسم کا پیدا کرے۔ جس قسم کا عمل ہوگا اسی قسم کا نتیجہ مرتب ہوگا۔ یہ نتائج

خدا کے متعین کردہ قوانین کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔

۲۔ بجز ان صفات کے جن کا تعلق خالصتاً اللہ تعالیٰ کی لامتناہیت اور لامحدودیت سے ہے (مثلاً یہ کہ اسے کسی نے پیدا نہیں کیا، نہ ہی وہ عدم سے وجود میں آیا ہے)، انسانی ذات کی بنیادی صفات، صفات ذات خداوندی کی عکس ہیں اور انہیں کی تجلیات اور پرتو ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ انسانی ذات کی یہ صفات محدود اور گھٹی ہوئی شکل میں ہوتی ہیں۔ نیز ان کی قابل نشوونما اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ انسان، صفت خداوندی کو اپنے سامنے بطور معیار رکھے۔ یہ انسان اور خدا کا بنیادی تعلق ہے۔

جس چیز کو قوانین خداوندی کی اطاعت کہتے ہیں وہ (معاذ اللہ) کسی مستبد مطلق العنان حاکم غیر حکیم کے احکام کی فرماں پذیری نہیں ہوتی بلکہ ان ہدایات کا اتباع ہوتا ہے جن سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ ان ہدایات کے اتباع سے انسانی ذات کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ہم خدا کی صفات (اسماء الحسنیٰ) کا ذکر کرتے ہیں، تو گویا وہ (گھٹی ہوئی اور محدود شکل میں) خود ہماری ذات کی صفات کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (الانبیاء۔۱۰) "یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے" (ذکر کے معنی عظمت و شرف بھی ہیں اور تذکرہ بھی)۔

جوں جوں انسانی ذات کی نشوونما ہوتی جاتی ہے، وہ خدا کے تخلیقی پروگرام میں شریک ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح خدا اور بندے کا تعلق رفاقت کا ہو جاتا ہے جس میں خدا بہر حال رفیق اعلیٰ ہوتا ہے۔

خدا اور انسان کا یہ تعلق قرآن کے علاوہ کہیں اور نہیں ملے گا۔

مشرق کے اہل مذاہب کے ہاں خدا کے ساتھ انسان کا تعلق اتنا ہی ہے کہ انسان خدا کی پرستش کرتا ہے کیونکہ یہ خدا کا حکم ہے جسے انسان طوعاً و کرہاً مانتا ہے۔ اگر کوئی اس کا حکم نہ مانے تو خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ اسے راضی کرنے کے لیے اس کے حضور نذر نیاز گزارنا یا اس کے کسی "مقرب" کی وساطت سے اس تک سفارش پہنچانا ضروری ہے۔ جب وہ اس طرح خوش ہو جاتا ہے تو انسان کی مرادیں بر آتی ہیں۔ وہ ناراض رہتا ہے تو انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔

اس کے برعکس، مغرب کے ارباب فکر و نظر کے نزدیک خدا کا تعلق صرف خارجی کائنات سے ہے جس میں اس کے قوانین (قوانین فطرت کی شکل میں) کارفرما ہیں۔ انسان کا کام یہ ہے کہ ان قوانین کا مطالعہ کرے اور ان کے مطابق فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے اپنے کام میں لائے۔ باقی رہی انسانی دنیا، سو اس میں انسانوں کو اپنے معاملات اپنی عقل و فہم کی رو سے طے کرنے ہوں گے۔ ان کے لیے کوئی غیر متبدل اصول اور قوانین نہیں۔

خدا کے ساتھ تعلق کا ایک اور تصور ان لوگوں کا ہے جو "روحانیت" کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کا خدا کے ساتھ براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ وہ خدا سے باتیں کرتے ہیں، اس سے ملاقاتیں کرتے ہیں، لوگوں کی دعائیں اس سے منظور کراتے ہیں، وہ انہیں غیب کی باتیں بتا دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے تعلقات کا تصور بھی قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ خدا نے انسانوں کو جو کچھ بتانا تھا، اپنی کتاب (قرآن مجید) میں آخری مرتبہ مکمل طور پر بتا دیا۔ اب انسانوں کے خدا کے ساتھ تعلق کا ذریعہ صرف اس کی کتاب کی اطاعت ہے۔

قرآن تمام دنیا کے انسانوں سے اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس خدا پر ایمان لائیں جس کا تصور خود قرآن نے پیش کیا ہے۔ ہر شخص، ہر قبیلہ اور ہر قوم کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی قائل ہے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ تمہارا اس طرح کا ماننا، درحقیقت خدا کو ماننا نہیں۔ یہ اس خدا کا ماننا ہے جس کا تصور تمہارے یا تمہارے جیسے دوسرے انسانوں کا تراشیدہ ہے۔ جو شخص خدا کا تو قائل ہو لیکن اس کی صفات کا صحیح تصور اس کے سامنے نہ ہو، اس کا خدا کو ماننا حقیقی خدا سے انکار کے مترادف ہوگا۔ خدا پر ایمان اس شخص کا تسلیم کیا جائے گا جو اس خدا کا قائل ہو جس کی صفات قرآن کریم نے بیان کی ہیں اور جو صفات قرآن کے سوا اور کہیں مذکور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو صحیح تناسب کے ساتھ اپنانا عقیدۂ توحید کا لازمی تقاضا ہے۔ ان میں

کچھ صفات ذات خداوندی جو کہ غیر اضافی ہیں اور کچھ صفات باری تعالیٰ اضافی ہیں ان صفات کی روشنی میں چلنے سے انسان اپنے اندر ان کا عکس و پرتو لا سکتا ہے۔ مثلاً ربوبیت، رزاقیت، رحمانیت۔ ان صفات کی رو سے اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے تو انسان کو اپنے دائرے میں اپنی اولاد، عزیز و اقارب اور اپنے زیر نگیں میں رہنے والے دوسرے افراد کی پرورش کا ذمے دار بنتا ہے۔ اور جیسے جیسے وسائل و مواقع ہوں ان کے مطابق پرورش کے دائرے کو گاؤں اور اپنی قوم اور دیگر انسانوں تک وسیع رکھنا ہے۔ رزاقیت اور رحمانیت کا دائرہ بھی اسی طرح متشکل ہوتا ہے۔ اللہ سمیع یعنی سننے والا ہے، تو انسان بھی اس دنیا میں ضرورت طلبی اور داد رسی کی آوازوں کو سننے کا پابند ہے اور پھر ہدایت اور رہنمائی کی صدائیں بھی اس کی سماعت کے ترجیحی دائرے میں آتی ہیں۔ اللہ کی ذات ناصر ہے تو انسان مدد و نصرت کی جہاں جہاں بھی حتی الوسع قدرت پا سکتا ہے لازم ہے کہ وہ مدد و نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔ اللہ کی ذات الوکیل ہے تو انسان نگہبانی کی تمام صلاحیتیں اس کی مخلوق کی لیے وقف کرنے کا پابند ہے۔ اس طرح تمام صفات کی صورت حال ہے جس میں ان صفات کا پرتو بننا انسان کے لیے فطری تقاضے کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی بنا پر پیغمبر اسلام ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی صفت و اخلاق اپنانے کا اپنے ماننے والوں کو وسیع طور پر حکم دیا کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات و اخلاق کو اپنا لیجئے۔

تصرفات میں شرک

جو شخص خدا کی صفات کا صحیح تصور سامنے نہیں رکھتا وہ لازمی طور پر اس کے تصرفات میں شرک کا مرتکب بن جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس کا خدا کا ماننا یا قائل ہونا کسی کا کام نہیں رہتا۔ مشرکین مکہ بھی تو خدا کو مانتے تھے اور اس کے وجود کے قائل تھے۔ کعبہ کی حفاظت خدا کے گھر کے حوالے سے کرتے تھے۔ خود کو ابراہیمی دین کے پیرو سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود ایک پیغمبر کی ہدایت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات میں اپنے سرداروں کو بھی شریک سمجھتے تھے اور اپنے دیوتاؤں کو بھی۔ رزق کسی ایک دیوتا کے ذمے تھا، تو بارش کسی اور دیوتا کے ذمے تھی۔ بیماری اور صحت کسی ایک فرشتے کے تصرف میں تھی، اولاد کسی اور فرشتے کے تصرف میں۔ عزت و ذلت کسی ایک سردار کے مرہون منت تھی اور زندگی کے رہنما قوانین کسی اور سردار کی فرمانبرداری سے متعلق تھے۔ اس طرح وہ طرح طرح کے خداؤں کی چنگل میں پھنس کر جسمانی و ذہنی طور پر کئی قسم کی غلامیوں میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں یہ صلاحیت نہیں رہی تھی کہ وہ دھرتی پر انسانوں کے لیے تمام غلامیوں سے آزاد ایک خدا کی فرمانبرداری کا آزاد و فلاحی معاشرہ تشکیل کر سکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کی اپنی زندگی بدلنے کا ارادہ فرمایا بلکہ پوری دنیا کی تمام غلام اقوام کی بھلائی کے لیے ان کو عالمگیر ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

توحید فی العبادات

خدا تعالیٰ کے توحیدی اعتقاد کے لیے کلمہ طیبہ کے الفاظ بتائے گئے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ یہ قرآنی تعلیم کا بنیادی نکتہ ہے۔ اس کلمے کے دو حصے ہیں: ایک سلبی یعنی اس امر کا یقین اور اس حقیقت کا اعتراف کہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جس کے سامنے جھکا جائے، جس کی اطاعت اختیار کی جائے، جسے آقا تسلیم کیا جائے اور اپنا حاجت روا سمجھا جائے۔ یہ نفی کا پہلو ہے، یعنی معبودیت کے متعلق جو کچھ پہلے ذہن میں ہے، اسے بھلا دیا جائے اور جب اس طرح ذہن صاف ہو جائے تو اس پر ایک نئی عمارت تعمیر کی جائے۔ یہ ایجابی پہلو ہے، یعنی تمام قوتوں کے انکار کے بعد، اس امر کا اقرار کہ صرف ایک ہی قوت ایسی ہے جس کی اطاعت کرنا ضروری ہے، جس کے سامنے جھکنا زیبا ہے، یعنی اللہ، جو کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو، قانون جس کی مرضی کے تابع ہو، جس کے سامنے کسی کو بھی مجال انکار نہ ہو، جو سلطنت کا مطلق العنان حاکم ہو، جس کے سامنے کوئی دعویٰ نہ کیا جا سکے۔ جس کا فیصلہ اور حکم ہی حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے، جو زندگی اور موت دینے کی طاقت رکھتا ہو، جس کے سامنے سوائے اس کی تعریف و توصیف کے کچھ نہ کہا جا سکے، جو اپنی سلطنت کے ایک ایک گوشے پر صرف اپنے احکامات کی بجا آوری چاہتا ہو اور ان احکامات کی تعمیل کے سوا کسی کے لیے کوئی اور دوسرا راستہ نہ ہو، جو ہر ایک کی خبر رکھتا ہو، جس کے

احکامات کو ٹالا نہ جاسکے، جس کا کہا ہوا ہر لفظ حکم بن جائے، جس کے اختیارات کو کوئی چیلنج نہ کر سکے، جو اپنے اقتدار میں یکتا ہو، سب اسی کے سامنے جھکیں اور وہ کسی کے آگے نہ جھکے، سب اس کے محتاج اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ الٰہ کی یہ معنی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا اترتی ہیں۔ کوئی آدمی، فرشتہ، جن، انسان یا کوئی اور مخلوق ان صفات کی حامل نہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ زندہ ہے (اس کی زندگی کے لیے فنا و زوال نہیں)۔ القیوم ہے (یعنی ہر شے اس کے حکم سے قائم ہے اور وہ اپنے قیام کے لیے کسی کا محتاج نہیں)۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کے حضور (اس کے قانون کے خلاف) کسی سفارش کیلئے کھڑا ہو سکے؟ (جو کچھ انسان کے) سامنے ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ اس کے پیچھے ہے وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں اور (انسان یا تمام کائنات) اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر یہ کہ جتنا (علم وہ دینا) چاہے۔ اس کا علم و اقتدار ساری کائنات کو محیط ہے اور ان کی نگرانی اور حفاظت اس پر کچھ گراں نہیں گزرتی۔ اس کی ذات بڑی عظیم المرتبت ہے۔ (بقرہ۔۲۵۵)

انسان معبود اسے بناتا ہے جس کے متعلق سمجھتا ہے کہ اسے کچھ اختیارات اور قوت حاصل ہے۔ قرآن کریم اس تصور ہی کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیتا ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو اساسی طور پر کوئی اختیار و اقتدار حاصل ہے۔ لہٰذا جب خدا کے سوا کسی کو کوئی اختیار و اقتدار ہی حاصل نہیں تو اس کے سوا کوئی معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ○ (انعام ۴۶)

'' کہو کہ کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا کہ اگر اللہ تمہاری سماعت اور بصارت چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون ایسا الٰہ ہے جو تمہیں پھر دے دے؟ دیکھو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پھیر پھیر کر لاتے ہیں لیکن یہ لوگ پھر بھی حقیقت سے روگرداں رہتے ہیں۔''

ایک جگہ پر قرآن انسانی عقل کو ایک لطیف استدلال کے ساتھ مخاطب کرتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ (الانبیاء۔ ۲۲)

''اور زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور الٰہ بھی ہوتا تو یہ ارض و سما (سلسلۂ کائنات) درہم و برہم ہو جاتا۔ وہ تمام قوتوں کا مالک ہے۔ لہٰذا یہ لوگ (الٰہ کا) جو تصور اپنے ذہن سے تراشتے ہیں، وہ اس سے بہت بلند و بالا ہے''۔

اس میں کوئی شک نہیں کائنات کا یہ محیر العقول نظم و نسق ایک خاص نظام کے ماتحت چل رہا ہے۔ یہ ہوشربا کارخانہ اس نظم و نسق سے چل ہی نہیں سکتا تاوقتیکہ اس کو قابو (Control) میں رکھنے والی طاقت ایک نہ ہو۔ دو ارادوں اور دو عملوں کی موجودگی میں یہ نظام ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چل سکتا۔ صرف نظام شمسی میں جو انسانی دنیا کا قریب ترین اور چھوٹا سا آفاقی نظام ہے اس میں دو عملی یا بے ترتیبی کا تھوڑا سا بھی تصور کیا جائے تو ایک لمحے میں ہماری یہ دنیا تہس نہس ہو جائے۔ یہ نظام کروڑوں سالوں سے ایک مقررہ ترتیب کے ساتھ کامیابی اور خوبی سے چلا آ رہا ہے وہ اس لیے ہے کہ ایک ہی حاکم اور الٰہ کی قدرت کے ماتحت ہے۔

اس لیے قرآن نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ''کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ اور معبود اختیار کر رکھے ہیں؟ کہیے کہ تم اپنے اس عقیدہ کی تائید میں اپنی دلیل لاؤ (الانبیاء۔۲۴)۔ قرآن نے خود ہی کہہ دیا کہ ''جو شخص اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ کو پکارتا ہے تو اس کے پاس اس عقیدے کے اثبات میں کوئی دلیل نہیں۔ (المومنون۔ ۱۱۷)

شرک فی العبادت کی مختلف شکلیں

قرآن مجید میں عبادت کا تصور صرف انسان کا خدا کے سامنے سر جھکانے کا ہی نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت اس کی عبودیت کا لازمی تقاضا

ہے۔ اس لیے کوئی شخص نظام ہائے زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انحراف یا روگردانی کرتا ہے تو وہ شخص اسی طرح توحید فی العبادت میں شرک کا مرتکب ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے سے مرتکب ہوتا۔

قرآن مجید میں اقوام گزشتہ کے کئی واقعات میں بھی توحید کے اسی تصور کی واضح تشریح کی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کی اصلاح احوال کے لیے ان کی آزادی کا مطالبہ فرعون کے سامنے رکھا۔ فارسل معی بنی اسرائیل (الاعراف۔۱۰۵) فرعون نے کہا کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰـهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ
الْمَسْجُوْنِيْنَ ○ (الشعراء۔۲۹)

''اس نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو الٰہ تسلیم کیا تو
(یاد رکھو) یقیناً تمہیں جیل خانے میں بھجوا دوں گا''۔

''فرعون نے کہا کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں''۔ اس سے الٰہ کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی دعوت یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی محکومی سے نکال کر آزادی کی فضا میں لایا جائے۔ جہاں وہ حقیقی خدا کے احکام کی اطاعت کریں۔ فرعون کا دعویٰ یہ تھا کہ اطاعت و فرماں برداری اسی کی ہو سکتی ہے، اس لیے بنی اسرائیل کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ کسی اور کے قوانین کی پابندی اختیار کریں۔

یہاں پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اقتدار و سرکشی سے طاقتور افراد کا یا اقوام کا خدا کے بندوں میں سے کمزور افراد یا اقوام پر غلبہ قائم ہو جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں شرک بن جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت ان افراد اور ان اقوام کی آزادی چاہتی ہے، تاکہ ان کو ایسا آزاد اور منصفانہ معاشرہ میسر ہو جہاں وہ بغیر کسی جبر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر سکیں اور جہاں پر خدا کے اپنے بندوں کے لیے پیدا کردہ ذرائع ربوبیت مراعات یافتہ طبقے کی گرفت سے نکال کر عوام کی ملکیت میں دے دیے جائیں تاکہ ہر فرد اپنی جسمانی اور عائلی ضرورت کو پورا کر کے اطمینان حاصل کر سکے اور اپنی پوری توجہ سے عبادت اور ریاضت سے نفس مطمئنہ حاصل کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے قوم بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ تمام نبیوں کی تعلیم، جد وجہد اور مذاہب عالم کا مجموعی تقاضا ہے اور ان مقاصد کے لیے یہ جہاد فرض عین ہے۔ اسی جہاد کے ذریعے انسان اپنی شخصیت اور معاشرتی تقاضوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

قرآن مجید نے جہاں نیکی و بدی اور نور و ظلمت کے متعلق مجوسیوں کے دو الگ الگ خداؤں اور عیسائیت کے تین خداؤں کی تردید کی وہاں مذہبی احبار و رہبان اور علماء و مشائخ کو خدا کا شریک بنانے کی پرزور تردید کی، فرمایا:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا
وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(توبہ۔۳۱)

''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو خدا بنا لیا اور مسیح
ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو حکم یہی دیا گیا تھا کہ وہ اسی ایک
الٰہ کی عبودیت اختیار کریں جس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں، وہ
ان کے شرک سے بلند ہے''۔

مذکورہ عقیدہ نہ صرف عیسائیت کی خصوصیت رہا ہے بلکہ ہر دور میں یہ عقیدہ انسانی عظمت و تقدس کا نقاب اوڑھ کر عقیدت و ارادت کے راستے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے اور کچھ اس طرح دل کی گہرائیوں میں اپنا گھر بنا لیتا ہے کہ اس کا استیصال بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

توحید کے عملی تقاضے

اللہ تعالیٰ کائنات کا لاشریک خالق ہے، باقی سب اس کی مخلوق ہیں۔ اللہ ہی سب کا پالنہار ہے اور باقی سب اس کی پروردگاری کے محتاج ہیں۔ اللہ کائنات اور اس کی ہر شے کا مالک ہے باقی سب اس کے بندے اور مملوک ہے۔ ان باتوں کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب، اپنا حاکم اور اپنا معبود مانیں اور اس کی ہی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ یہ اطاعت و فرمانبرداری اس کے قوانین پروردگاری میں ہوگی، اس کے قوانین حکمرانی میں ہوگی، اس

کے احکامات عبودیت میں ہوگی۔

اس کے قوانین پروردگاری کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ زمین وآسمان میں جو کچھ وہ اسی کا ہے۔ انسان کی حیثیت صرف امین کی ہے اور وہ امانت ان کے حقداروں تک پہنچاتی ہے۔ انسان اپنی زندگی میں قدرت کی طرف سے اپنے حوالے کی ہوئی امانت وسعت کی انتہائی حدوں تک اپنی اولاد، اقارب اور محروم لوگوں تک پہنچائے اور اجتماعی طور پر نظام ربوبیت کے قوانین کو عملی طور پر متشکل کرنے کے لیے لوگوں کو رغبت دے، جو لوگ یہ کام کر رہے ہوں، ان کا ساتھ دے، اس کے لیے وسائل صرف کرے اور درمے، قدمے، سخنے زیادہ سے زیادہ اس عمل میں شریک کار رہے۔

اس کے قوانین حکمرانی میں اطاعت وفرمانبرداری یہ ہے کہ جس طرح ہستی کائنات حکیمانہ انداز میں سرگرم عمل ہے، اسی طرح انسانی زندگی بھی اس کے بتائے قوانین کے مطابق سرگرم عمل رہے تو اس میں بھی وہی خوبیاں نمایاں ہوں گی جو کروڑوں سالوں سے کائنات کے تسلسل میں رہتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا کر انسان اپنی اخلاقی نشوونما کرے جس سے اس کے خود اپنے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔ اور اسی طرح انسان زمین پر فرائض نیابت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔ احکامات عبودیت میں اطاعت و فرمانبرداری اس طرح کرے کہ اس کی بحیثیت اشرف المخلوقات تخلیق کا مقصد پورا ہو جائے، اس طرح کی پرستش کی تمام نیاز مندیاں بلا شرکت غیرے اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا کہ اس میں دوسروں کی شرکت کا شائبہ بھی نہ ہو۔ توحید کے ان تصورات پر ایمان نہ ہو تو انسان خدا کا بندہ نہیں بن سکتا اور وہ شرک میں مبتلا ہونے سے نہیں بچ سکتا۔ وہ نظام ربوبیت کو نہیں اپنائے گا تو کئی اقسام کی آفات میں مبتلا ہو جائے گا۔ ایک مصیبت سے جان چھڑائے گا تو دوسری منہ نکالے گی اور پھر سلسلہ کھنچتا چلا جائے گا۔ وہ احکام وصفات خداوندی کو نہیں اپنائے گا تو قعر مذلت میں پڑے گا، اور اپنا شرف اور اپنی تخلیق کا مقصد کھو بیٹھے گا۔ وہ خدا کی بندگی نہ کرے گا تو مخلوق پرستی میں مبتلا ہوگا، وہ نفس کا بندہ بنے گا اور شیطان کی بندگی کرے گا۔ اپنے جیسے انسانوں کی غلامی کا طوق اس کے گلے میں پڑے گا۔ اپنے سے کم درجے کی مخلوقات کے آگے سر عبودیت خم کرے گا۔ فرشتوں، جنوں اور دیوتاؤں کو معبود بنائے گا۔ اپنے ہاتھ سے عقیدت کے بت تراشے گا اور اپنی قسمت کا اقتدار ان کے حوالہ کرے گا۔ ایسے انسان کی دنیا تو تباہ ہوگی ہی، لیکن اس پر آخرت کی نعمتوں کے دروازے بھی بند ہوں گے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ
لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء۔ ۴۸)

”اللہ اس بات کو معاف نہ فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو
شریک کیا جائے اور اس سے کم تر درجے کے گناہ کو، جس کے
لیے چاہے گا معاف فرمائے گا“۔

پرستش صرف اللہ ہی کے لیے

اللہ خالق ہے اور انسان مخلوق، اللہ مالک ہے اور انسان مملوک، اللہ مقتدر اعلیٰ وفرمانروا ہے اور انسان رعیت، اللہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور انسان سراپا احتیاج، اللہ محسن ومنعم بھی ہے، وہ ہر آن اپنی نعمتوں کی بارش کر رہا ہے۔ انسان کا وجود، اس کے اعضاء، اس کی صلاحیتیں اور قوتیں، اس کے ذرائع ووسائل اور زمین سے آسمان تک جو کچھ ہے اور جو بالواسطہ انسان کے کام آتا ہے اور جس کی بدولت انسان جی رہا اور پل رہا ہے، وہ سب اللہ کی دین ہے۔ یہ ہے اللہ! ایک ایسی ہستی کے ساتھ انسان کا کیا تعلق ہونا چاہیے؟ یہی کہ انسان اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو سر آنکھوں پر رکھے اور عاجزی وبندگی، عقیدت ومحبت اور خوف واحتیاج کے عمیق ترین جذبات کے ساتھ اس کے آگے جھک جائے۔ اور جو اس کا مالک وآقا اور مقتدر اعلیٰ ومعبود ہے اسے عملاً مالک، مقتدر اعلیٰ اور معبود بنائے بس اسی کا نام پرستش وعبادت ہے۔ دست بستہ کھڑا ہونا، رکوع کرنا، سر زمین پر رکھ دینا، طواف کرنا، دعا مانگنا، قربانی کرنا، روزہ رکھنا، نذر ماننا، مصیبت کے وقت دستگیری کے لیے پکارنا کسی بھی طرح پوجا کرنا، یہ سب عبادت کی مختلف

شکلیں ہیں اور عبادت کی تمام شکلوں کا مستحق صرف اللہ ہے۔ عبادت کی ان تمام شکلوں میں کسی طرح بھی غیر اللہ کو بیچ میں لایا جائے گا تو وہ شرک ہوگا۔

شرک حماقت و جہالت اور پستی و ذلت ہی نہیں، ناشکری اور احسان فراموشی بھی ہے، انسان کو سب کچھ اللہ نے دیا ہے، وہ بغیر مانگے انسان کو وہ سب کچھ دے رہا ہے جس کی کسی پہلو سے اسے ضرورت ہو۔ اس نے انسان کی ضروریات کے لیے زمین کو اپنی نعمتوں کے خزانوں سے مالا مال کر دیا ہے، کائنات کو اس کی خدمت کے لیے مصروف عمل رکھا ہے اور زمین و آسمان کی بے شمار چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے مگر انسان اپنے محسن و منعم خدا کو بھول کر اس کی دی ہوئی نعمتوں، اس کے پیدا کیے ہوئے دل، دماغ، جسم کو اس کی مخلوقات کے آگے جھکا رہا ہے، ان کی پرستش و بندگی میں لگا ہوا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ اس کا خالق و مالک ہے، نہ حاکم و فرمانروا، نہ پروردگار و محسن، وہ سب کچھ پاتا تو خدا سے ہے اور انتہائی عقیدت و محبت اور عاجزی کے ساتھ شکر ادا کرتا ہے ان کا جو کچھ نہیں دیتے۔ یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب انسانوں کے لیے خود اللہ فرماتا ہے کہ:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (ابراہیم:۳۴)

"انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی ناشکرا ہے"۔

شرک احسان فراموشی و ناشکری ہی نہیں، ظلم بھی ہے۔ دنیا کی ہر شے کی طرح انسان کا وجود اور اس کے اعضا بھی اللہ ہی کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، اور پوری کائنات کی طرح تکوینی امور میں یہ سب اللہ کی بندگی و اطاعت ہی کر رہے ہیں۔ آنکھ دیکھنے پر مامور ہے اور وہ دیکھتی ہے۔ کان سننے کے لیے تخلیق کیا گیا ہے اور وہ سنتا ہے۔ دماغ سوچنے اور جسم پر کنٹرول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ اپنے مقرر کردہ فرائض انجام دیتا ہے۔ یہی حال بدن کے چھوٹے بڑے ہر عضو اور عضو کے ہر حصہ کا ہے، وہ بلا شرکت غیرے صرف اللہ کے مقرر کیے ہوئے قوانین پر مامور ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کی بندگی میں مصروف ہیں۔ مگر ظالم و جاہل انسان ان اعضا کی فطرت کے خلاف انہیں غیر اللہ کی پرستش و بندگی میں لگاتا ہے۔ دل میں غیر اللہ کے لیے عاجزی و نیاز مندی کے جذبات رکھتا ہے، دماغ میں مشرکانہ افکار و تصورات رکھتا ہے۔ سر ان کے آگے جھکاتا ہے، ہاتھ ان کے آگے پھیلاتا ہے، قدموں سے ان کی طرف چل کر جاتا ہے، ناک ان کے آگے رگڑتا ہے، زبان سے ان کا ذکر اور ان کی حمد کرتا ہے اور خدا کے بنائے ہوئے اعضا کے ساتھ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں میں سے بھی غیر اللہ کے آستانوں پر چڑھاتا ہے، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ اپنے وجود، اپنے اعضا اور دنیا کی چیزوں کو ان کی فطرت کے خلاف استعمال کرنا اور استعمال کرتے رہنا، یہ ظلم عظیم ہے۔ یہ دنیا و آخرت میں ان کی تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے کہ شرک کی راہ اختیار کرنے کے نتیجے میں انسان اور نظام کائنات اور انسانی اعضا کی فطرت اور ان کے اختیاری عمل میں تصادم رونما ہو جاتا ہے۔ اور وہ انسان کو اور اس کے وجود کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ ان تباہیوں کا کچھ اظہار آفات کی صورت میں رونما ہو جاتا ہے تاہم اس کا اصل نتیجہ تو بعد الممات ہی سامنے آتا ہے۔ شرک انسان اپنے اوپر یہ تباہی خود لاتا ہے۔ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمن-۱۳) شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

شرک کی یہی سنگینی اور توحید کی یہی اہمیت ہے جس کے باعث اسلام دین توحید نے تصور و عمل دونوں میں شرک کے ایک ایک شائبہ کی صاف و صریح الفاظ میں نشاندہی کی اور ان تمام دروازوں کو بند کیا جہاں سے شرک گھس سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ شرک کی تردید و تفصیل اور توحید کے اثبات و وضاحت پر مشتمل ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے ارشادات میں توحید پر مزید روشنی ڈالی ہے اور اسے قطعی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ قرآن و حدیث سے زیادہ واضح، مکمل اور جامع توحید کا بیان دنیا کی کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ پرستش کی تمام شکلوں دست بستہ کھڑا ہونا، رکوع کرنا، زمین پر سر رکھ دینا، طواف کرنا، نذر ماننا، دعا کرنا، روزہ رکھنا، قربانی کرنا، مصیبت کے وقت پکارنا وغیرہ کو اللہ کے لیے مخصوص اور غیر اللہ کے لیے ممنوع قرار دے دیا، بلکہ ان

چیزوں کو بھی جو پرستش کی نیت سے نہیں، محض تعظیم کی غرض سے کی جاتی تھیں لیکن صورۃً پرستش کے مشابہ تھیں، ممنوع قرار دے دیا، مثلاً سجدۂ تعظیمی، جس کی تمام انبیا کے لیے بھی ممانعت کی گئی، قرآن مجید نے بھی صاف طور پر کہہ دیا کہ یہ سب اللہ کے رسول علیہ السلام انسان ہی تھے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ

(الانبیاء۔ ۷)

"ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب کے سب آدمی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے"۔

مذاہب کے مسئلے میں کسی بھی مذہب کے بانی کو لازمی طور پر ایسی عظمت کا مالک سمجھا جاتا ہے جس سے اس میں پرستش کیے جانے کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن قرآن نے اس تصور کی تردید میں توحید فی الصفات اور توحید فی الذات کا ایک ایسا کامل اور واضح نقشہ مرتب کیا کہ شرک و کفر اور ان جیسی دوسری گمراہیوں کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ خود پیغمبر اسلام ﷺ کو قرآن میں جو مرتبہ دیا گیا ہے ان کے لیے بار بار کہا گیا ہے کہ وہ ایک بشر اور خدا کے بندے تھے۔

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ بھی انسان ہی تھے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (کہف۔ ۱۱۰)

"(اے محمد ﷺ!) کہو میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے جیسا انسان ہوں، میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے"۔

اسی بات کو نبی ﷺ نے دوسرے الفاظ میں اس طرح واضح فرمایا:

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ (بخاری، مسلم)

"میرے مرتبے کو حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھایا (خدا بنا دیا) کیونکہ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں تو تم مجھے یہی کہو کہ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں"۔

اسلام نے اپنی تعلیمات کا بنیادی کلمہ ہی یہ قرار دیا کہ:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

اس اقرار اور گواہی میں جس طرح خدا کی توحید کا اقرار کیا گیا ہے ٹھیک اسی طرح پیغمبر اسلام کی عبدیت اور رسالت کا بھی اعتراف ہے۔ غور طلب بات ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ صرف اس لیے کہ کسی بھی ایسی بات کی گنجائش یا موقع نہ رہے کہ عبد کی جگہ پر معبود اور رسالت کی جگہ پر اوتار کا خیال پیدا ہو۔ اس لیے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا، جب تک وہ خدا کی توحید کی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کی عبدیت کا اقرار نہ کرے۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے غیر اللہ کی طرف "عبد" (بندے) کے لفظ کی نسبت ممنوع قرار دے دی، حتیٰ کہ آقاؤں کو بھی منع فرما دیا کہ وہ اپنے زر خرید غلاموں کو اپنا بندہ نہ کہیں:

لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبْدُ اللّٰهِ وَکُلُّ نِسَآئِکُمْ اِمَآءُ اللّٰهِ وَلٰکِنْ لِّیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ وَلٰکِنْ لِّیَقُلْ سَیِّدِیْ (مسلم)

"تم میں سے کوئی شخص (اپنے غلام اور باندی کو) میرا غلام اور میری بندی نہ کہے، تم سب اللہ کے بندے اور غلام ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں، بلکہ یوں کہو، میرا چھوکرا، میری چھوکری اور غلام (اپنے آقا کو) میرا رب (مالک) نہ کہے میرا سردار کہے"۔

یہ سب توحید کی تکمیل اور شرک کے ایک ایک شگاف کو بند کرنے کے لیے ہے، اسی ذیل کی ایک چیز یہ ہے کہ آپ نے غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ یَنْهَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفًا

فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ (بخاری، مسلم)

''اللہ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ، جسے قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔''

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ (ترمذی، مشکوٰۃ)

''جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔''

مذہبی پیشواؤں کے انتقال کے بعد ان کی قبریں پرستش اور عبودیت کا مرکز بن جاتی ہیں، اس لیے نبی ﷺ نے صاف وصریح الفاظ میں قبر پرستی کی ممانعت فرمائی:

اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ (مسلم)

''سنو! تم میں سے پہلے کے لوگ اپنے نبیوں اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے تو تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ (ان پر سجدہ نہ کرو)، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''۔

اپنی قبر کے بارے میں آپ نے اللہ سے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ (مالک)

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاتی ہو، اللہ کا غضب ان لوگوں پر بہت سخت ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔

یہی نہیں آپ ﷺ نے ان تمام امور کو منع فرما دیا جو قبر پرستی میں مددگار بنتے ہیں، مثلاً آپ ﷺ نے قبروں پر جمع ہو کر عرس کرنے سے روک دیا، آپ ﷺ نے خود اپنی قبر کے بارے میں فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ (نسائی)

''میری قبر پر (جمع ہو کر) عید (سالانہ تقریب) نہ مناؤ اور (جہاں ہو وہیں سے) مجھ پر درود بھیجو کیونکہ کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے''۔

آپ ﷺ نے قبروں کو اونچا کرنے سے منع فرمایا اور اونچی قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا:

عَنْ اَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ عَلِيٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّا تَدَعَ تِمْثَالًا وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهُ (مسلم)

''ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے کہ ان سے حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا، یہ کہ تم جس تصویر کو پاؤ اسے مٹا ڈالو اور جو قبر اونچی پاؤ اسے برابر کر دو''۔

آپ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر قبہ بنانے کی بھی ممانعت کی:

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ (مسلم)

''جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قبر کو پختہ کیا جائے، اس پر عمارت تعمیر کی جائے اور اس پر بیٹھا جائے''۔

بہت سے لوگ ستاروں سے قسمت کو وابستہ سمجھتے ہیں اور نجومیوں سے مستقبل کا حال پوچھتے پھرتے ہیں، نبی ﷺ نے اسے شرک قرار دیا:

قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذَالِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا فَذَالِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ (بخاری و مسلم)

''زید بن خالد الجہنیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ صاحب ایمان ہوئے اور کچھ کافر ہوئے تو جن لوگوں نے یہ کہا بارش اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوئی، وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور ستاروں (کی تاثیر) کا منکر ہے اور جس نے یہ کہا کہ ہمارے ہاں بارش فلاں اور فلاں بچھتر کے باعث ہوئی ہے، وہ میرا منکر اور

ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص نجومی اور غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے، اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی (مسلم)، کیونکہ نماز اور دوسری تمام عبادات، پرستش و بندگی اللہ کے لیے خالص کرنے کے لیے ہیں اور اس نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنی قسمت کا مالک یا غیب داں سمجھتا ہے اور اس نے اپنی عبادات کو خود باطل کر دیا۔

بدشگونی بھی شرک ہے کیونکہ مصیبت و راحت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے:

وَالْعَافِيَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ (ابو داؤد)

"شگون کے لیے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور کسی طرح کا شگون مشرکانہ کاموں میں سے ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ (بخاری)

"نہ بیماری کی چھوت کوئی چیز ہے، نہ شگون، نہ الو میں کوئی چیز ہے نہ صفر منحوس ہے اور کوڑھی سے بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو"۔

الو کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں۔ عرب میں یہ بھی مشہور تھا کہ کسی مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی کھوپڑی سے الو نکلتا ہے اور وہ تباہی پھیلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ سب غلط ہے۔ عرب کے لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، یہ بھی غلط ہے، کوئی مہینہ اور کوئی دن منحوس نہیں۔

"بیماری کی چھوت کوئی چیز نہیں۔" اس میں طبعی اسباب کے تحت تعدیہ کی نفی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اور احادیث سے واضح ہوتا ہے، یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ بیماری اگر لگتی ہے تو اسی کے حکم کے تحت ورنہ نہیں لگتی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ "کوڑھی سے بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو" یعنی یہ یقین رکھتے ہوئے کہ مرض اور صحت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، احتیاطی تدابیر بہر حال اختیار کرو۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ نفع نقصان اور زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، لوگ خیالی چیزوں تک سے ڈرتے ہیں، مثلاً بھوت، چڑیل وغیرہ، آپ ﷺ نے ان کی نفی فرمائی:

لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ (مسلم)

"نہ چھوت کوئی چیز ہے، نہ صفر میں کوئی نحوست ہے نہ بھوت اور چڑیل کوئی چیز ہے۔"

شرک کی ایک اہم قسم یہ ہے کہ لوگ مصیبت و ضرورت کے وقت دیوتاؤں، بزرگوں، پیروں، شہیدوں اور نبیوں کو پکارتے اور ان سے دعائیں کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث نے اسے صاف و صریح الفاظ میں شرک قرار دیا اور بتایا کہ اس دعا کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کسی کو نفع پہنچانے کی طاقت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ دعا اللہ ہی سے کرنا صحیح ہے:

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (رعد۔۱۴)

"دعا کرنا اللہ ہی سے صحیح ہے اور جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا ذرا بھی جواب نہیں دے سکتے مگر جیسے کوئی اپنی دونوں ہتھیلیوں کو پانی کی طرف پھیلا دے کہ وہ اس کے منھ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہیں پہنچے گا، اور کافروں کی دعا تو اکارت ہی جاتی ہے"۔

رسول ﷺ نے دعا پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ هِيَ الْعِبَادَةُ
(ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد)

"دعا عین عبادت ہے"۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں دعا اللہ کے سوا کسی اور سے کرنا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ عبادت اللہ کے لیے مخصوص ہے اور جتنی زیادہ اللہ سے دعا کی جائے گی اتنی ہی عبادت ہوگی۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (اعراف۔۵۵)

"پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چھپ چھپ کر"۔

لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْأَلَهٗ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ (ترمذی، مشکوۃ)

"تم میں سے ہر کسی کو اپنے رب سے اپنی ضرورت کی سب چیزیں مانگنی چاہئیں، حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے اور جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اس سے مانگے (اور پھر کوئی حیلہ کرے)"۔

توحید کی روح یہ ہے کہ انسان غیر اللہ سے بے نیاز ہو کر اللہ کے آگے سراپا نیاز، سراپا احتیاج اور سراپا تضرع و خشوع بن جائے۔ اسی واسطے اسلام میں تکبر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کائنات میں بڑائی اور کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، باقی سب اللہ کے بندے اور غلام ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ (مسلم)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار، تو جو کوئی ان میں سے کسی پر دعویٰ کریگا میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ (مسلم)

"جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور ہوگا۔"

ایمان کی شہادت کے بعد عبادات، خصوصاً نماز کا دین میں اسی واسطے غیر معمولی مقام ہے کہ وہ انسان کا تعلق اللہ سے جوڑنے، اس کے دل سے غیر اللہ کی عقیدت و کبریائی نکالنے، خدا کی عظمت و الوہیت کا نقش جمانے اور خشوع و خضوع اور تضرع و مسکنت پیدا کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔

بندگی صرف اللہ کے لیے

خدا انسان کے صرف سر کا مالک نہیں ہے بلکہ اس کے پورے وجود کا مالک ہے، اگر سر خدا کے آگے جھکتا ہے تو پورے وجود کو بھی اس کے آگے جھکنا چاہیے، صلاحیتیں اور قوتیں بھی اس کی راہ میں صرف ہونی چاہئیں۔ کیونکہ وہ اسی کی بخشی ہوئی ہیں۔ چند منٹ نہیں، ساری عمر اس کی غلامی میں لگنی چاہیے کیونکہ پوری عمر اس کی عطا کی ہوئی ہے۔ قربانی کا ایک جانور اور خیرات کے چند سکے نہیں تمام ذرائع و وسائل اس کی مرضی کے مطابق خرچ ہونے چاہئیں، کیونکہ وہ سب کے سب اسی کے دیے ہوئے ہیں۔ یہی بات ہے جو قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (انعام ۱۶۲، ۱۶۳)

"کہو یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو کائنات کا مالک و آقا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام لاتا (اطاعت قبول کرتا) ہوں۔"

یعنی نہ صرف پرستش، نہ صرف قربانی بلکہ انسان کا جینا اور مرنا بھی خالص اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔ نہ عبادت میں کوئی شریک اور نہ زندگی اور موت میں۔ اس آیت میں نماز کے مقابلے میں زندگی ہے اور قربانی کے مقابلے میں موت، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اللہ کی مالکیت و کبریائی کو تسلیم کر لیا، جب تم نے اس سے عہد بندگی باندھ لیا، جب تم نے اسے اپنا حاکم و فرمانروا مان لیا اور جب تم نے دل کے پورے خشوع کے ساتھ اپنے آپ کو اس کے حضور سجدے میں ڈال دیا تو تم نے تو خود اپنے وجود کو اس کے قدموں میں لا رکھا ہے۔ اسی طرح اگر تم نے اسی جذبے کے ساتھ قربانی کی تو تم نے اس بات کا عہد کیا کہ جس طرح تم جانور کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہو، اسی طرح تم اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنی جان کو اس کی راہ میں قربان کرو گے یا قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہو گے۔ گویا تمہارا مرنا بھی اللہ کی راہ میں ہوگا۔ اب اگر تم سجدہ واقعہ کے

آگے کرتے ہو اور اطاعت کسی اور کے قانون کی کرتے ہو تمہارا سجدہ جھوٹا ہے جس کے اندر کوئی معنویت نہیں۔ اسی طرح تم قربانی تو اللہ کے نام پر کرتے ہو مگر اللہ کی راہ میں جان و مال قربان کرنے سے کتراتے ہو یا وہ کسی اور کے نام پر قربان کرتے ہو تو تمہاری قربانی اکارت گئی۔

دین توحید اسلام کا نام اسلام اس لیے ہے کہ وہ انسانیت سے اللہ کے آگے مکمل سپردگی، کامل اطاعت اور والہانہ سرفروشی کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہی اسلام کا لغوی و اصطلاحی مفہوم ہے اور اسی پہ دنیا اور آخرت کی فلاح کا دارومدار ہے۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (بقرہ۔ ۱۱۲)

”جو لوگ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیں حسن و خوبی اور اخلاص کے ساتھ ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس محفوظ ہے اور انھیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا، اور نہ وہ غم میں مبتلا ہوں گے۔“

یہی بات دوسرے الفاظ میں اس طرح فرمائی گئی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً (بقرہ۔ ۲۰۸)

”اے ایمان والو! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔“

توحید پر ایمان لانے سے اللہ اور مرد مومن میں جو معاہدہ ہوتا ہے، وہ قرآن کے الفاظ میں یہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ۔ ۱۱۱)

”یقیناً اللہ نے اہل ایمان سے ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے اس معاوضے میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔“

اب انسان کے جان و مال کا اللہ تعالیٰ سے سودا ہو چکا ہے۔ انسان کے پاس اس کے جان و مال کی حیثیت صرف امانت کی ہے۔ اس معاہدے کی تکمیل کی شکل صرف یہ ہے آدمی اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے آگے کامل سپردگی میں رکھے اور اس اطاعت کا عملی اظہار یہ ہوگا کہ انسان نماز پڑھے، اسے اپنا رب مانتے ہوئے اس کی مکمل اطاعت کرے، جو کچھ مانگنا ہے اسی سے مانگے اور جو کچھ اس نے دیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرے۔

اللہ کی رضا: زندگی کا مقصود

ہر شخص کسی نہ کسی کی خوشنودی کے لیے کام کرتا ہے، کوئی اپنے نفس کے لیے، کوئی اپنی بیوی یا شوہر کے لیے، کوئی اپنے خاندان کے لیے، کوئی اپنے افسر و آقا کے لیے، کوئی اپنے محبوب لیڈر اور پیشوا کے لیے اور کوئی اپنی قوم، ملک یا قبیلے کے لیے۔ لیکن مرد مومن کا سب کچھ تو اللہ ہوتا ہے، خالق بھی، مالک بھی، پالنہار بھی، مقتدر اعلیٰ و فرمانروا بھی، ملجا و ماویٰ بھی اور احسانات و انعامات کی بارش کرنے والا بھی۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ اللہ کا بخشا ہوا ہے اور اسی کے لیے ہے لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی رضا میں رنگ جائے۔ وہ جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دیتا ہے تو وہ یہ جان کر بندگی کی راہ اختیار کرتا ہے کہ اب وہ بندہ ہے اور بندے کی اپنی مرضی کچھ نہیں ہوتی، وہ اپنے آقا کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو مالک کی مرضی میں گم کر کے اور اپنا سب کچھ قربان کر کے اسے راضی کر لے، یہی بات قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

(بقرہ۔ ۲۰۷)

”اور لوگوں میں کچھ لوگ (اہل ایمان) ایسے ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر دیتے ہیں۔“

یعنی اپنے پورے وجود اور اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو اس مقصد میں کھپا دیتے ہیں کہ ان کا خدا ان سے راضی ہو جائے، یہی ان کی زندگی کا مقصد ہے اور یہی ان کی سعی و جہد کا مرکز و محور۔

شرک یہی نہیں ہے کہ انسان غیر اللہ کی پرستش کرے بلکہ یہ بھی ہے کہ کوئی نیک کام اللہ کی رضا کے بجائے کسی اور کی رضا کے لیے کرے یا اللہ کی رضا کے ساتھ کسی اور کی رضا کو بھی مقصود بنا لے۔ یہ ریا ہے اور اللہ کے یہاں دکھاوے اور نام و نمود کے کام نہ

صرف یہ کہ مقبول نہیں، بلکہ ان کا شمار شرکانہ کاموں میں ہوتا ہے۔

ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ مِنَ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهُ وَ شِرْكَهُ (مسلم)

"میں سب شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ دوسرے کو بھی شریک کرتا ہے میں اسے اس کے شرک کے ساتھ پھینک دیتا ہوں۔"

ایک اور حدیث میں اخلاص کی اہمیت کا ذرا اور کھول کر بیان کیا گیا ہے:

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّكْرَ مَالَهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَيْءَ لَهُ فَاَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَيْءَ لَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَّابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ

(ابو داؤد)

"ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا، آپ کا کیا خیال ہے کہ ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب اور نام دونوں چاہتا ہے، اسے کیا ملے گا؟ تو رسول ﷺ نے فرمایا، اسے کچھ نہ ملے گا۔ اس شخص نے تین بار یہ سوال دہرایا اور رسول ﷺ ہر بار فرماتے رہے کہ اسے کچھ نہ ملے گا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل وہی عمل قبول فرماتا ہے کہ جو خالصۃً اللہ کے لیے ہو اور جس کا مقصود اسی کی رضا ہو۔"

اللہ کی رضا جوئی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ اللہ سے رغبت ہو اور باقی ساری دنیا اس کی محبت کے سامنے ماند پڑ جائے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ، ۱۶۵)

"اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے کچھ شریک بنا رکھے ہیں، جن سے وہ ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے کرنی چاہیے لیکن مومن تو سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔"

مومن تو صرف وہ ہے جو اللہ کی رضا اور اس کی محبت کو ہر شے پر مقدم رکھے اور اس کی محبت و رضا کی خاطر ہر چیز کو بے تامل قربان کر دے، جو ایسا نہ کرے اسے قرآن سچا مومن تسلیم نہیں کرتا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ناقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (توبہ، ۲۴)

"(اے نبی ﷺ!) کہو اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ، وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، تجارت جس کے مندہ ہو جانے کا تمہیں ڈر ہے اور مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں زیادہ محبوب ہوں اللہ سے، اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ (عذاب) صادر فرمائے اور اللہ عہد شکن لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کی محبت کا مفہوم کیا ہے۔ اللہ کی محبت یہ ہے کہ انسان ہر مفاد، ہر رشتہ اور دنیا کی ہر شے کو قربان کر کے اللہ کی بندگی، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور دین کو قائم و غالب کرنے کے تقاضے پورے کرے۔

صرف اللہ کا ڈر

دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے، اس کی مشیت اور علم کے بغیر کوئی چیز اور کوئی واقعہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ کائنات کا نظم بالکلیہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے اذن، ارادے کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ زندگی و موت، نفع و نقصان، عزت و ذلت، دولت و حکومت، ہر چیز خدا ہی کے ہاتھ میں ہے، کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر یہ سب باتیں صحیح ہیں اور ان کے صحیح ہونے میں شک کی گنجائش نہیں تو ان پر یقین رکھنے والا دل خدا

❁ ❁ ❁

کے خوف سے کس طرح خالی ہو سکتا ہے اور غیر اللہ کا خوف اس میں کس طرح جگہ پکڑ سکتا ہے؟

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (آل عمران ۱۷۵)

"یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں کو خوفزدہ کرتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ڈرو، اگر تم صاحب ایمان ہو"۔

توحید اور خدا پرستی راہ میں بڑے بڑے خطرات آتے ہیں، لیکن مرد مومن ان سے ڈرنے کے بجائے اپنے ایمان میں اور اپنے عزائم میں اور شدید ہو جاتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران ۱۷۳)

"یہ وہ لوگ ہیں جب ان سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لیے بہت ساز و سامان جمع کر رکھا ہے اس لیے ان سے ڈرو ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے کہا ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

ایسا انسان اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا پورا اہتمام کرتا ہے۔ وہ اللہ کے عذاب سے لرزتا رہتا ہے۔ مخلوقات سے نہیں ڈرتا، وہ مرنا گوارا کرتا ہے مگر اسلام و ایمان کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران ۱۰۲)

"اے ایمان والو! اللہ کا لحاظ رکھو۔ اس کی نافرمانی سے بچو جیسا کہ اس کا حق ہے، اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو"۔

اسلام کی حالت میں اور اسلام کی راہ میں مرنا مومن کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے۔

صرف اللہ پر بھروسا

قوت ساری کی ساری اللہ کے پاس ہے اور کسی کے پاس کوئی قوت نہیں:

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (بقرہ ۱۶۵)

"یہ کہ قوت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے"۔

دنیا میں جس کسی کو طاقت حاصل ہے اللہ ہی سے اور اللہ ہی کے بل پر حاصل ہے:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

"کوئی تدبیر اور کوئی قوت نہیں مگر اللہ کے ساتھ"۔

إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (حج ۴۰)

"بے شک اللہ طاقتور اور ہر شے پر غالب ہے"۔

اللہ کا اقتدار پوری کائنات پر ہے اور سب محکوم و مجبور ہیں:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (آل عمران ۱۸۹)

"اور آسمانوں اور زمین کا اقتدار اللہ ہی کے لیے ہے"۔

ہر چیز فنا ہونے والی ہے، صرف اللہ باقی رہنے والا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْإِكْرَامِ ○ (رحمٰن ۲۶، ۲۷)

"زمین پر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے اور تمہارے رب کی ذات باقی رہے گی جو بزرگی والی اور کرم کرنے والی ہے"۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (ابراہیم ۱۱)

"اہل ایمان کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے"۔

اس لیے مرد مومن اللہ ہی پر بھروسا کرتا ہے اور جب وہ اس پر بھروسا کر کے اس کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو وہ اس کی مدد فرماتا اور اس کی مشکلات دور کرتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○ (طلاق ۲ تا ۳)

''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے راہ پیدا کردے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کو نافذ کر کے رہتا ہے البتہ اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ (منصوبہ) کر رکھا ہے۔''

حقیقت ایمان

آدمی جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مکمل یقین رکھے، اللہ کو اس کی تمام صفات کمال کے ساتھ مانے اور اس کی بتائی ہوئی تمام باتوں (وحی، آخرت، ملائکہ وغیرہ) پر کامل یقین کر کے ان کی تصدیق کرے، وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر پوری طرح راضی اور مطمئن ہوجائے تو اسی کا نام ایمان ہے۔ ان چیزوں کو ماننے کی ایک شکل یہ ہے کہ ان کو باپ دادا کی تقلید کے طور پر مان لیا جائے مگر اس قسم کا تقلیدی ایمان وہ ایمان نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ اس قسم کا ماننا بالکل بے روح ماننا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی کے ہاتھ کی چھنگلیا۔ چھنگلیا بظاہر انگلی کے مانند ہوتی ہے مگر آدمی کے ہاتھ میں چھنگلیا کا کوئی کام نہیں ہوتا، اس کا کوئی فنکشن نہیں ہوتا۔ وہ ہاتھ کے ایک طرف بالکل بے کار لٹکی رہتی ہے۔ کچھ لوگ اس کو چھوڑے رکھتے ہیں اور کچھ لوگ اس کا آپریشن کرا دیتے ہیں۔ یہی معاملہ تقلیدی ایمان کا ہے۔ تقلیدی ایمان آدمی کی زندگی میں ایک بے اثر عقیدے کے طور پر شامل رہتا ہے۔ وہ اس کی زندگی کا حصہ نہیں ہوتا۔ آدمی کی زندگی میں اس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کی زندگی الگ رہتی ہے اور اس کا ایمان الگ۔ حقیقی ایمان ایک قسم کا شعوری سفر ہے، وہ اس کا نام ہے کہ آدمی نہ دکھائی دینے والے خدا کو دیکھ لے۔ وہ غیب میں چھپی ہوئی حقیقت کا مشاہدہ کر لے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ایمان ایک دریافت ہے۔ ایمان ایک ڈسکوری ہے، سب سے بڑی ڈسکوری۔ جو چیز آدمی کی زندگی میں بطور ڈسکوری کے داخل ہوئی ہو اس کا داخل ہونا محض ایک سادہ چیز کا داخل ہونا نہیں ہوتا۔ وہ ایک انقلاب ہوتا ہے۔ ایک ایسا انقلاب جیسے پرسکون زندگی میں زلزلہ آجائے یا ٹھہرے ہوئے پانی میں طوفان برپا ہوجائے۔ اس قسم کا ایمان جب کسی کو ملے تو وہ اس کی سوچ کو بدل دیتا ہے، وہ اس کی سرگرمیوں کے رخ کو پھیر کر ایک طرف سے دوسری طرف کردیتا ہے۔ اس کے بعد آدمی کے اندر ایک نئی خوشی ابھرتی ہے۔ اس کے بعد اس کے اندر سے ایک نیا انسان ظہور کرتا ہے۔ اس کے بعد آدمی وہ نہیں رہتا جو وہ پہلے تھا۔ اپنے قول اور عمل دونوں کے اعتبار سے وہ ایک نیا انسان بن جاتا ہے۔

اس کی وضاحت کے لیے ہم قرآن سے کچھ واقعاتی مثالیں پیش کریں گے۔

ایمان اور انسان کی تشکیلِ نو

ایک مثال حضرت موسیٰ کے زمانے میں مصر کے جادوگروں کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا خدائی معجزہ سے بہت بڑا سانپ بن جاتا تھا۔ مصر کے بادشاہ فرعون نے اس کے توڑ کے لیے اپنے ملک کے جادوگروں کو جمع کیا۔ جادوگر جب آئے تو انہوں نے فرعون سے خوشامدانہ انداز میں کہا:

أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ (الشعراء ۴۱)

''اگر ہم موسیٰ پر فتح پالیں تو کیا ہمیں بادشاہ کی طرف سے کچھ انعام دیا جائے گا؟''

جادوگروں کا یہ حال ظہور حقیقت سے پہلے تھا۔ اس کے بعد جب کھلے میدان میں ان کا مقابلہ حضرت موسیٰؑ سے ہوا اور جادوگروں نے دیکھا کہ ان کے سانپوں کو حضرت موسیٰ کے عصا نے نگل لیا ہے تو جادوگروں پر یہ کھل گیا کہ حضرت موسیٰ خدا کے پیغمبر ہیں۔ اتنا بڑا واقعہ خدا کے پیغمبر ہی کے ذریعے ظاہر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جادوگر اسی وقت خدا کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ وہ کہہ پڑے کہ آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے)۔ (الشعراء ۴۷)

جادوگروں کا حضرت موسیٰؑ کے دین کو قبول کرلینا فرعون کے لیے ذاتی شکست تھی۔ اس نے بگڑ کر کہا کہ میں تمہیں سخت ترین سزا دوں گا۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا، اور پھر تم سب کو سولی پہ لٹکا دوں گا۔ جادوگروں

نے یہ سن کر کہا:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا

(طٰہ ۷۲)

"جو کچھ تجھے کرنا ہے کر ڈال، تو جو کچھ کر سکتا ہے موجودہ دنیا کی زندگی میں ہی کر سکتا ہے۔"

اس مثال میں صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ ایمان کے بعد آدمی کے اندر کس طرح کا انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ کس طرح اس کے اندر سے ایک نیا انسان ظہور (emerge) کرتا ہے؟ وہی جادوگر جو چند لمحے پہلے بادشاہ کی عظمت سے دبے ہوئے تھے، اور اس کی خوشامد کر رہے تھے، ایمانی انقلاب کے بعد ان کا یہ حال ہوا کہ وہ فرعون کی سخت ترین سزا کی دھمکی سن کر بھی متاثر نہیں ہوئے۔ باہر سے اگرچہ وہ پہلے ہی جیسے دکھائی دیتے تھے مگر اب ان کے اندر ایک نیا انسان پیدا ہو چکا تھا۔ ایک ایسا انسان جو صرف اللہ سے ڈرتا تھا، ایک ایسا انسان جس کی نظر میں آخرت کے سوا ہر چیز بے وقعت ہو چکی تھی۔

ایمان معرفت کا حامل

قرآن میں ایمان کو معرفت کہا گیا ہے مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ ۸۳)۔ اسی طرح حدیث میں ایمان کو علم کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ من علم انه لا الٰه الا اللّٰه دخل الجنة. (مسلم)۔ معرفت اور علم کسی چیز کو شعوری طور پر پانے کا نام ہے۔ جب آدمی کسی چیز کو شعوری طور پر پائے تو ایسا پانا محض بے اثر عقیدہ یا جامد نظریہ نہیں ہوتا۔ وہ آدمی کے پورے وجود میں سما جاتا ہے۔ وہ آدمی کی پوری شخصیت کو ہلا دیتا ہے۔

اس قسم کے ایمان کا ایک واقعہ قرآن میں ساتویں پارے کے شروع میں مذکور ہے۔ نجران کے علاقے سے دس عیسائیوں کا ایک وفد رسول ﷺ سے ملنے کے لیے مدینے آیا۔ آپ ﷺ نے ان کو قرآن کے کچھ حصے سنائے۔ اس کو سن کر ان کے ذہن کی گرہیں کھل گئیں۔ انہوں نے خدا کو پہچان لیا۔ ان پر یہ منکشف ہوا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس انکشاف حقیقت کے بعد ان انہوں کا جو حال ہوا وہ قرآن میں ان لفظوں میں بیان ہوا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ (المائدہ ۸۳)

"اور جب انہوں نے سنا اس کلام کو جو رسول ﷺ کی طرف اترا ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہم ایمان لائے، تو ہم کو گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔"

مذکورہ اہل ایمان کو جب ایمان کا شعور ملا تو وہ بے اختیار رو پڑے۔ رونا کوئی سادہ واقعہ نہیں ہے۔ یہ اندرونی طوفان کا ایک خارجی اظہار ہے۔ جب حقیقت کا ادراک دل کے تار کو چھیڑتا ہے، جب ایک عظیم انکشاف سے آدمی کا سینہ پھٹ جاتا ہے، جب خدا اور بندے کے اتصال سے بندے کی تاریک دنیا روشن ہو جاتی ہے، اس وقت انسان کے دل میں ہیجان خیز جذبات اٹھتے ہیں۔ یہ جذبات اپنے نکاس کے لیے جو راستے پاتے ہیں ان میں سے ایک آنکھوں کا راستہ ہے۔ آنکھ کے راستے سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ کر اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آدمی قرب خداوندی سے محظوظ ہوا ہے۔ آدمی کو اس نعمت ربانی کا حصہ ملا ہے جس کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان اور خوف خدا

مفسر ابن کثیر نے ایمان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ الخشیۃ خلاصۃ الایمان "خدا کا خوف ایمان کا خلاصہ ہے"۔
(جلد اول، صفحہ ۴۱)

یہ تفسیر بہت بامعنی ہے۔ آدمی جس چیز کا مومن ہوا اسی کے لحاظ سے اس کے اندر کیفیت پیدا ہوتی ہے، مثلاً آپ چیونٹی کی موجودگی کا اقرار کریں تو اس وقت آپ کے اندر جو کیفیت پیدا ہوگی وہ اس سے بالکل مختلف ہوگی جب کہ آپ ایک شیر کی موجودگی کا اقرار کر رہے ہوں گے۔ چیونٹی کی موجودگی آدمی کے اندر کوئی جذبہ

پیدا نہیں کرتی مگر شیر کی موجودگی محسوس کر کے آدمی سر سے پاؤں تک جاگ اٹھتا ہے۔ جب شیر کی موجودگی کو محسوس کرنے پر انسان کا یہ حال ہوتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو شیر کے خالق کی موجودگی کو محسوس کر لے اور جس کو خالق کائنات کی موجودگی (Presence) کا ادراک ہو جائے۔

ایمان اگر زندہ ایمان ہو اگر وہ خدا کی ذات پر یقین کے ہم معنی بن گیا ہو تو ایسا ایمان آدمی کو لرزہ دیتا ہے۔ خدا کی ہیبت سے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کی آواز پست ہو جاتی ہے۔ اس کے چلتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں۔ اس کی زندگی ایسی پابند زندگی بن جاتی ہے جیسے خدا اس کے رات اور دن کا نگراں بن گیا ہو۔ بعض مفسرین نے مومنین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ وہ غیب پر اس طرح یقین رکھتے ہیں جس طرح وہ مشاہدے پر یقین رکھتے ہیں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ كَمَا يُؤْمِنُوْنَ بِالشَّهَادَةِ (تفسیر ابن کثیر جلد اول، صفحہ ۴۱) گویا قیامت میں خدا کو دیکھ کر لوگوں کا جو حال ہوگا وہ حال مومن کا بغیر دیکھے ہوئے اسی دنیا میں ہو جاتا ہے۔ غیر مومن قیامت میں خدا کو دیکھ کر ڈھے جائیں گے، مومن اسی آج کی دنیا میں خدا کے سامنے سر بسجود ہوتا ہے۔ قیامت میں خدا کے فرشتے لوگوں کو عدالت الٰہی میں لا کر کھڑا کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ غیر مومن پر قیامت میں گزرے گا وہ مومن پر اسی دنیا میں گزر جاتا ہے۔ اسی زلزلہ خیز تجربے کا نام ایمان ہے۔

ایمان: ایک اضافہ پذیر حقیقت

سورۂ ابراہیم ۲۴ میں ایمان اور مومن کو درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ

”کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مثالیں پیش کی ہیں کلمہ ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک صاف ستھرا درخت۔ اس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔“

درخت کی ایک انوکھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بڑھتا رہتا ہے۔ بیج سے انکھوا، انکھوے سے تنا، تنے سے شاخیں، شاخوں سے پتیاں اور پھر پورا درخت۔ یہ خاص صفت جو درخت کو حاصل ہے یہی مومن کی بھی صفت اس دنیا میں ہوتی ہے۔ وہ ہر آن بڑھتا رہتا ہے۔ وہ بیج سے شروع ہو کر بڑھتے بڑھتے سرسبز درخت بن جاتا ہے۔ ایمان کس طرح اور مضبوط ہوتا ہے، اس کے اور مضبوط ہونے کی صورت بھی وہی ہوتی ہے جو درخت کے بڑھنے کی صورت ہے۔ درخت زمین اور فضا سے معدنیات، گیسیں اور پانی لے کر اپنے وجود کو بڑھاتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ فضا کی مضر گیس (کاربن) بھی اس کے غذائی کارخانے میں داخل ہو کر اس کے وجود کا جزو بن جاتی ہے اور وہ مفید گیس (آکسیجن) کی صورت میں باہر نکلتی ہے۔ یہی مومن کا حال اس دنیا میں ہوتا ہے۔

مومن اپنے ماحول میں پیش آنے والے ہر واقعے اور ہر مشاہدے کو اپنے لیے غذا بناتا رہتا ہے۔ اس پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ فریاد کرنے کے بجائے صبر کرتا ہے گویا مصیبت اس کے ایمانی کارخانے میں داخل ہو کر مثبت نفسیات کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح مومن کو کامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ فخر نہیں کرتا بلکہ اس کو خدا کی طرف سے انعام سمجھ کر خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ گویا کہ جو چیز عام انسانوں کو خدا سے غفلت اور سرکشی کی طرف لے جاتی ہے، وہ مومن کو خدا سے قریب کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر مومن کو کسی سے شکایت ہوتی ہے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ گویا جو واقعہ عام انسان کو انتقام کی آگ میں جلانے کا باعث بنتا ہے، وہ مومن کو خدا کی معافی اور مغفرت کے سائے میں پہنچانے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح مومن جب زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھتا ہے تو یہ سب چیزیں دل و دماغ کے لیے خدا کی نشانیاں بن جاتی ہیں وہ مخلوقات کے آئینے میں خالق کو دیکھ لیتا ہے، گویا جو مشاہدہ عام انسان کے لیے صرف مادی فائدہ لینے کا ذہن پیدا کرتا ہے، وہ مومن کے ایمانی کارخانے میں خدا کی یاد کی صورت میں ڈھل جاتا ہے۔ اسی طرح ہر معاملہ اور ہر مشاہدہ مومن کو روحانی غذا دیتا رہتا ہے اور اس کے ایمان و یقین میں برابر اضافہ کرتا رہتا ہے۔

ایمان: پھل دار درخت

سورہ ابراہیم کی مذکورہ آیت میں ایمان کو صاف ستھرے درخت سے مثال دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا (سورۃ ابراھیم ۲۵)

”وہ (درخت) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے۔“

پھل دار درخت کا یہ قاعدہ ہے کہ جب اس کا موسم آتا ہے تو اس کی شاخوں میں پھل لٹکنے لگتے ہیں۔ مومن کا حال اخلاق اور امن کے دائرے میں مسلسل یہی ہوتا ہے۔ مومن کا زندہ شعور، اس کا خدا کو حاضر و ناظر جاننا، اس کا یہ یقین کہ مرنے کے بعد خدا کی عدالت میں کھڑا ہونا ہے، یہ چیزیں مومن کو اتنا حساس اور اتنا ذمہ دار بنادیتی ہیں کہ وہ ہر موقع پر وہی کرتا ہے جو اس کے ایمان کا تقاضا ہو۔ جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو اس سے وہی اخلاق اور کردار ظاہر ہوتا ہے جو خداوند ذوالجلال پر زندہ یقین رکھنے والے آدمی سے ظاہر ہونا چاہیے۔

جب اس کے سامنے کوئی سچائی ظاہر ہوتی ہے تو وہ تحفظات کے بغیر دل سے یہ اقرار کرلیتا ہے۔ جب خدا کی عبادت کی پکار بلند ہوتی ہے تو وہ ہر دوسرے کام کو چھوڑ کر خدا کے آگے سجدے ریز ہونے کے لیے نکل پڑتا ہے۔ جب اس کے مال میں سے خدا کا حصہ مانگا جاتا ہے تو وہ پورے اخلاص اور خوشی کے ساتھ اس کو اس کا حصہ پہنچادیتا ہے۔ جب وہ کسی سے ایک بات کا وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کیے بغیر اس کو چین نہیں آتا۔

ایمان ایک فکری انقلاب

ایمان کوئی جامد عقیدہ نہیں، ایمان ایک متحرک فطری سیلاب ہے۔ ایمان ایک ربانی چشمہ ہے جو کسی بندۂ خدا کے سینے میں پھوٹ پڑتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ایمان آدمی کو اس طرح ملے کہ وہی اس کی زندگی بن جائے۔ وہ ایسی روشنی ہو جس سے اس کا پورا وجود جگمگا اٹھے۔ وہ ایسا رنگ ہو جس میں آدمی کے سارے معاملات رنگے ہوئے نظر آئیں۔ ایمان خدا کی موجودگی کو پالینے کا نام ہے۔ ایمان یہ ہے کہ آدمی خدا کی عظمتوں میں گم ہو جائے، وہ احساس خداوندی میں نہا اٹھے۔ ایمان آدمی کے جذبات کا محور خداوندی میں ڈھل جانا ہے۔ یہ دنیا میں رہتے ہوئے خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ ایمان ایک بھونچال ہے جو خدا کی معرفت سے آدمی کے اندر ابل پڑتا ہے۔ ایمان ایک دریا ہے جو خدا کے فیضان کو پاکر آدمی کے دل ودماغ میں جاری ہو جاتا ہے ایمان خدا کو پالینا ہے، اور خدا کو پالینا سب کچھ پالینا ہے۔ پھر کیا چیز ہے جو اس کے بعد آدمی کو نہ ملے۔

اسلامی عقائد وافکار

اسلامی عقائد چھ ہیں:

(۱) خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔

(۲) تقدیر پر ایمان لانا۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) رسولوں پر ایمان لانا (اور ختم نبوت پر یقین رکھنا)۔

(۵) آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۶) آخرت پر ایمان لانا۔

یہ چھ عقیدے دراصل ایمان کے چھ بنیاد ہیں۔ ان میں باہم بڑا گہرا اور لازمی تعلق ہے، کسی ایک کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ سب کو مانا جائے اور کسی ایک کا انکار کرنا گویا سب کا انکار کرنا ہے۔ ایمان کا مطلب درحقیقت یہ ہے کہ ان سب عقیدوں کو دل سے مانا جائے جو شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کردے وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اور اسی طرح وہ شخص بھی مومن نہیں ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے ان چھ عقیدوں کے علاوہ اپنی طرف سے کسی نئے عقیدے کو ایمان کا جز قرار دے، اور ایمان کے لیے اس کو ضروری سمجھے۔

خدا کی ذات وصفات پر ایمان

خدا کی ذات وصفات پر ایمان کی تفصیل ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عنوان سے پڑھ چکے ہیں۔ یہاں پر عقیدۂ توحید کا اجمالی تذکرہ پھر کرتے ہیں:

(۱) یہ وسیع و عریض کائنات جس میں بے حساب کُرے ہیں، نہ جانے کتنی ہی ایسی زمینیں ہیں، مختلف نظام ہیں، جن کی وسعتوں کا اندازہ لگانے سے عقل قاصر ہے، یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں، بلکہ خدا نے اس کو اپنے ارادے اور حکم سے اپنے خاص منصوبے کے تحت بنایا ہے۔ وہی اس کا حقیقی مالک ہے، وہی اپنی قدرت اور اختیار سے اس کو قائم رکھے ہوئے ہے اور جب تک چاہے گا، اس کو قائم رکھے گا۔

(۲) کائنات کی ہر چیز کا خالق خدا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے پیدا کیے بغیر خود بخود وجود میں آ گئی ہو، ہر چیز اپنے موجود ہونے اور باقی رہنے میں اسی کی محتاج ہے۔ وہی سب کا پروردگار ہے، جس کو چاہے باقی رکھے جس کو چاہے فنا کر دے، ہر چیز کا وجود اسی کی توجہ اور ارادے کا محتاج ہے۔

(۳) خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ زندۂ جاوید ہے کبھی فنا نہیں ہوگا۔

(۴) خدا اکیلا ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اس کے ارادے اور فیصلے کو ٹالنے والا نہیں۔ نہ اس کے ماں باپ ہیں، نہ بیوی بچے، نہ اس کا کوئی کنبہ ہے اور نہ برادری۔

(۵) خدا یکتا ہے۔ اس کی ذات و صفات، حقوق و اختیارات میں کوئی دوسرا شریک نہیں، وہ خود بخود موجود ہے، بے نیاز ہے، اپنے حقوق و اختیارات میں یا ذات و صفات میں ہرگز کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔

(۶) کوئی چیز خدا کی قدرت سے باہر نہیں، کسی ایسے کام کا تصور نہیں کیا جا سکتا، جس کے کرنے سے وہ عاجز ہو۔ مجبوری، معذوری اور ہر نقص و عیب سے اس کی ذات بالکل پاک ہے۔ اس کی ذات تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ سارے پاکیزہ نام اور تمام برتر صفات اسی کے لیے ہیں، نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ وہ سراسر پاک اور ہر نقص سے مبرا ہے۔

(۷) خدا ہی ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے، وہی اقتدار کا سرچشمہ ہے۔ کائنات میں صرف اسی کا حکم چل رہا ہے، نہ وہ اپنے اقتدار میں کسی کا محتاج ہے اور نہ اس کے سوا کسی کے پاس ذرہ بھر بھی اقتدار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں۔

(۸) خدا ہی قوت کا اصل منبع اور مرکز ہے، اس کے سامنے ساری قوتیں ہیچ ہیں، کائنات میں کسی کی بھی مجال نہیں جو اس کی مشیت اور ارادے کے بغیر حرکت کر سکے یا اس کے حکم کے خلاف دم مار سکے چاہے وہ انسان ہوں یا فرشتے، جنات ہوں یا کوئی دوسری طاقتور مخلوق، کائنات کا کوئی بڑے سے بڑا سیارہ ہو یا دوسری توانائیاں، وہ توانائیاں بھی جو ہمارے علم میں آ چکی ہیں اور وہ بھی جو آئندہ کبھی ہمارے علم میں آئیں گی۔ یہ ساری طاقتیں اس کی بے حد و حساب قوت کے سامنے ہیچ ہیں۔

(۹) خدا ہر جگہ، ہر وقت موجود ہے، ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، نہ زمین کی تاریک تہوں میں، نہ آسمان کی اتھاہ فضاؤں میں، وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ انسان کی نیت و ارادہ، خیالات و جذبات اور تمام پوشیدہ بھیدوں سے پوری طرح واقف ہے، وہ اپنے بندوں کی رگِ جان سے بھی زیادہ ان کے قریب ہے، وہ اگلی پچھلی ساری باتوں کا یقینی علم رکھتا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتا اور زمین کے تاریک پردوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو اور جو اس کے مقرر کردہ قوانین سے باہر ہو۔

(۱۰) موت اور زندگی اس کے اختیار میں ہے، جس کو چاہے زندگی بخشے جس کو چاہے موت دے، جس کو وہ مارنا چاہے اس کو کوئی بچا نہیں سکتا اور جس کو وہ زندہ رکھنا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔

(۱۱) ہر چیز کا خزانہ خدا ہی کے پاس ہے۔ وہ جس کو محروم کر دے، اس کو کوئی کچھ دے نہیں سکتا اور جس کو وہ دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اولاد دینا نہ دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ جس کو چاہے لڑکیاں دے جس کو چاہے لڑکے دے، جس کو چاہے دونوں سے نواز دے اور جس کو چاہے دونوں سے

محروم کردے۔ اس کے فیصلوں میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

(۱۲) نفع، نقصان بھی اسی کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے ہے اور اسی کے اختیار میں ہے، وہ جس کو مصیبت یا نقصان میں مبتلا کرنا چاہے تو اس مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور اگر وہ کوئی نفع اور بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا، خدا کے سوا نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔

(۱۳) خدا ہی سب کو روزی دینے والا ہے، رزق کے خزانے اسی کے قبضے میں ہیں، وہ اپنی تمام مخلوقات سے پوری طرح باخبر ہے، اور سب کو روزی پہنچا رہا ہے۔ روزی میں تنگی فراخی اس کے مقرر کردہ قوانین و حکمت کے تحت اسی کی طرف سے ہے، اور جتنا جس کے لیے مقرر کر دیا وہ ضرور مل کر رہے گا۔ نہ اس سے زیادہ کوئی کسی کو دے سکتا ہے اور نہ مقرر کیا ہوا روک سکتا ہے۔

(۱۴) خدا عادل اور منصف ہے، علیم و حکیم ہے، ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرماتا ہے۔ کسی مستحق کا اجر نہیں مارتا۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ اس کے انصاف سے یہ بہت بعید ہے کہ نیک اور بد یکساں ہو جائیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ وہ نہ کسی مجرم کو اس کے جرم کی زیادہ سزا دے گا اور نہ کسی نیکوکار کو اجر و انعام سے محروم کرے گا، جو فیصلہ کرے گا علم و حکمت اور عدل و انصاف کی بنیاد پر کرے گا۔

(۱۵) خدا اپنے بندوں سے بے پناہ محبت رکھتا ہے، گناہوں کو معاف فرماتا ہے، توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، وہ اپنے بندوں پر برابر رحم کرتا رہتا ہے، مومن کو کبھی اس کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(۱۶) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور اس کی رضا حاصل کی جائے۔ اس کے سوا جس سے بھی محبت ہو اسی کی خاطر ہو، اور اس کی محبت ساری محبتوں پر غالب رہے۔

(۱۷) خدا ہی ہماری شکر گزاریوں کا مستحق ہے، وہی تنہا عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا نہ تو کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ کوئی بندوں کی شکرگزاری کا۔ وہی اس لائق ہے کہ اس کے حضور قیام کیا جائے، سجدہ کیا جائے، دعائیں مانگی جائیں اور اسی کے سامنے اپنی عاجزی اور احتیاج کا اظہار کیا جائے۔

(۱۸) خدا ہی کا حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اس کے قانون کو مانا جائے اور اس کی شریعت کی غیر مشروط اطاعت کی جائے۔ حلال حرام کا قانون دینا خدا ہی کا حق ہے اور اس حق میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

(۱۹) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے، اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں، اسی سے ہر معاملے میں مدد مانگی جائے اور اسی کو حاجت روا اور مشکل کشا اور حامی و ناصر سمجھا جائے، اسی پر بھروسا کیا جائے اور اسی کا سہارا لیا جائے۔

(۲۰) خدا ہی سے ہدایت طلب کی جائے، ہدایت دینا صرف اسی کا کام ہے۔ وہ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو ہدایت سے محروم کر دے، اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

(۲۱) کفر و الحاد و شرک و بدعت دونوں جہاں کی تباہی ہے۔ خدا کی زمین پر بدترین لوگ وہ ہیں جو اس کے وجود کا انکار کریں، اس کے دین کو نہ مانیں، اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کریں اور اس کی بندگی کرنے کے بجائے اپنے نفس اور خواہشات کی اطاعت کریں۔ اسکے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے کے بجائے اپنے نئے طریقے ایجاد کریں۔

(۲۲) کفر و شرک کا انجام خدا کی ناراضگی، ہمیشہ کا عذاب اور کبھی نہ ختم ہونے والی رسوائی ہے۔

(۲۳) شرک سراسر جھوٹ اور سب سے بڑا ظلم ہے، سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں، لیکن شرک کو خدا ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

''اللہ اس کو ہرگز معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے جو گناہ وہ چاہے گا، بخش دے گا۔''

تقدیر پر ایمان لانا

تقدیر پر ایمان درحقیقت خدا کی ذات وصفات پر ایمان ہی کا ایک اہم جزء ہے اور قرآن مجید میں اسی حیثیت سے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ احادیث رسول ﷺ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو ایک مستقل عقیدے کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ تقدیر پر ایمان کا مطلب دراصل یہ ہے کہ کائنات میں خیر و شر کے جو بھی قوانین ہیں یا ان قوانین کی رو سے جو بھی آئندہ ہونے والا ہے، وہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اس کے علم میں ہے۔ کوئی خیر و شر کا عمل اس کے علم سے باہر نہیں۔ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ خدا نے اپنے مقرر کردہ قوانین کے نتائج کی رو سے جس کے لیے جو کچھ لکھ دیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس کو اس لکھے ہوئے سے محروم نہیں کر سکتی اور جس چیز سے محروم کر دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو وہ چیز دے نہیں سکتی۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزمانے کے لیے اپنے محدود دائرے میں اچھا یا برا عمل کرنے کا جو اختیار دیا ہے، خدا کے علیم و خبیر ہونے سے اس اختیار پر کوئی اثر نہیں پڑتا، دین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان برابر نیک عمل کرتا رہے اور احکام دین کی پیروی میں ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے۔ عام آدمی کو چاہیے کہ وہ تقدیر کے مسئلے میں الجھنے اور زیادہ کرید کرنے سے پرہیز کرے، صرف اتنی بات پیش نظر رکھے کہ خدا نے نیک عمل کرنے والے مومنوں کے لیے نیکی کا صلہ اس دنیا میں بھی دیتا ہے اور آنے والی زندگی میں ان کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے اور برا عمل کرنے والوں کے لیے بدی کا صلہ اس دنیا میں بھی مکافات کی صورت میں ملے گا اور آنے والی زندگی میں جہنم ان کا مقدر ہوگا۔

فرشتوں پر ایمان

(۱) فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک فرمانبردار مخلوق ہیں، یہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، ان کو اللہ نے عبادات اور دیگر مختلف کاموں پر مقرر فرمایا ہے، بس یہ انہیں کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

(۲) فرشتے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے نہ ان کا خدا کی خدائی میں کوئی دخل ہے، وہ خدا کی بے اختیار رعیت ہیں۔ خدا کی طرف سے ان کو جو حکم ملتا ہے، بے چون و چرا اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں، ان کی مجال نہیں کہ خدا کے حکموں کے آگے دم مار سکیں۔

(۳) فرشتے ہر وقت خدا کی حمد و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ خدا کے کسی حکم سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ کبھی اس کی حمد و تسبیح سے اکتاتے ہیں، شب و روز خدا کی پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں، ذرا بھی غافل نہیں ہوتے۔

(۴) فرشتے ہر وقت خدا کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں اور کبھی خدا کی نافرمانی یا اس سے بغاوت کا تصور نہیں کرتے۔

(۵) فرشتوں کو جن جن کاموں پر اللہ نے مامور کر رکھا ہے ان کو پوری دیانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ نہ کبھی اپنے فرائض میں سستی اور غفلت کرتے ہیں، اور نہ کبھی کام چوری اور خیانت کرتے ہیں۔

(۶) فرشتوں کی صحیح گنتی خدا ہی کو معلوم ہے، البتہ چار فرشتے بڑے اور اللہ کے مقرب ہیں:

۱۔ حضرت ”جبرائیل“ علیہ السلام: یہ خدا کی کتابیں اور اس کے احکام و پیغام انبیا کے پاس لاتے تھے۔ اب ان کا یہ کام ختم ہو گیا۔ اس لیے کہ حضرت محمد ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔

۲۔ حضرت ”اسرافیل“ علیہ السلام: یہ قیامت کے روز صور پھونکیں گے۔

۳۔ حضرت ”میکائیل“ علیہ السلام: بارش کا انتظام کرنے اور خدا کی مخلوق کو روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔

۴۔ حضرت ”عزرائیل“ علیہ السلام: یہ مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

(۷) دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک انسان کے اچھے اعمال لکھتا ہے اور دوسرا برے اعمال لکھتا ہے۔ ان کو ”کراماً کاتبین“ کہتے ہیں۔

(۸) کچھ فرشتے انسان کے مرجانے کے بعد قبر میں اس سے سوال کرتے ہیں۔ قبر میں دو فرشتے سوال کرنے آتے ہیں۔ ان کو ”منکر نکیر“ کہتے ہیں۔

رسولوں پر ایمان

(۱) خدا نے اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچانے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جو انتظام کیا ہے اس کو "رسالت" کہتے ہیں اور خدا کے احکام پہنچانے والے برگزیدہ بندوں کو رسول، نبی یا پیغمبر کہتے ہیں۔

(۲) رسول، خدا کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچاتے ہیں، کبھی خیانت نہیں کرتے، نہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور نہ کچھ چھپاتے ہیں، خدا کی طرف سے ان پر جو وحی ہوتی ہے، اس کو بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

(۳) رسالت وہبی چیز ہے یعنی خدا نے یہ مرتبہ جسے چاہا اور امر ربی سے عطا کر دیا۔ اس منصب کو حاصل کرنے میں انسان کے اپنے ارادے اور کوشش کو کوئی دخل نہیں، رسالت خدا کا خصوصی عطیہ ہے، وہی جانتا ہے کہ یہ عظیم خدمت کس سے لے اور کس طرح لے۔

(۴) رسول انسان ہوتے ہیں، فرشتے، جن یا کوئی اور مخلوق نہیں ہوتے، اور ان کا خدائی میں کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔ ان کا امتیاز صرف یہ ہے کہ خدا ان کو اپنی ترجمانی اور فریضۂ رسالت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے اور ان کے پاس اپنی وحی بھیجتا ہے۔

(۵) رسول جو دین لے کر آتے ہیں، خود بھی اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ اپنی دعوت کا کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کا یہ مقام نہیں کہ دوسروں کو دین کی اطاعت کا حکم دیں اور خود کو اطاعت سے بالاتر رکھیں۔

(۶) رسول ہر دور میں آئے، ہر قوم میں آئے، ہر ملک میں آئے۔ مسلمان تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں کسی کا انکار نہیں کرتے۔ جن پیغمبروں کے تذکرے قرآن و حدیث میں آئے ہیں، ان پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ البتہ جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے لیکن بعض اقوام حضرت رسول اللہ ﷺ سے پہلے اشخاص میں سے کسی کو نبی مانتے ہوں تو ہم ان کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں نہ ان کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور نہ انکار اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں، جس سے ان کی بے حرمتی ہو۔

(۷) سارے انبیا کی دعوت ایک ہی تھی۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے، سب ایک ہی گروہ کے لوگ تھے اور وہ سب ایک ہی پیغام لائے تھے۔

(۸) ہر نبی کے اپنے اپنے دور میں اس پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری اطاعت کی جائے۔ اگر نبی کی کامل پیروی نہ کی جائے تو محض زبان سے اعتراف نبوت کے کوئی معنی نہیں۔

(۹) حضرت محمد ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی نبوت رہتی دنیا تک کے لیے اور سارے عالم کے لیے ہے۔ خدا کے ہاں وہی لوگ نجات پائیں گے جو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی پیروی میں زندگی گزاریں۔

(۱۰) ہمارے لیے زندگی کے ہر معاملے میں مکمل نمونہ صرف رسول ﷺ کی ذات پاک ہے، دین میں آپ ﷺ کا فرمان ہی فیصلہ کن ہے۔ مسلمان کا کام یہ ہے جس کام کا حکم آپ ﷺ کے یہاں سے ملے اسے دل و جان سے بجا لائے، اور جس بات کی ممانعت ملے اس سے باز آ جائے، غرض آپ ﷺ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

(۱۱) رسول ﷺ کی اطاعت حقیقت میں خدا کی اطاعت ہے، اور رسول ﷺ کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے، اور رسول ﷺ کی اطاعت خدا سے محبت کا تقاضا ہے، ایمان کی کسوٹی ہے، اور آپ ﷺ کے احکام سے سرتابی نفاق کی علامت ہے۔

(۱۲) رسول ﷺ کی عظمت و عزت اور ادب و احترام ایمان کا بنیادی جزو ہے اور آپ ﷺ کی عزت کا لحاظ نہ کرنے والے کے تمام اعمال اکارت ہیں (الحجرات۔۲)۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول ﷺ کو نہ صرف ماں باپ، اولاد اور عزیز و اقارب سے زیادہ عزیز رکھیں بلکہ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (الاحزاب ۶)

”نبی مومنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں۔“

رسالت پر ایمان کا واضح تقاضا ہے کہ مسلمان نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجیں یعنی ان کے لئے رحمت و برکت کی دعاء کریں (الاحزاب۔۵۶) درود بھیجنے کا مقصد نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے پیغام اور مشن کے لیے خیر خواہی کا عہد اور اپنے تعلق کی استواری کا اعلان ہے۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

(۱) اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لیے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں نازل فرمائیں۔ ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے دین کی باتیں بتائیں اور زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتایا۔ پیغمبروں نے اپنی اپنی امت اور قوم کو ان کتابوں کا مفہوم خوب کھول کھول کر سمجھایا اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔ حدیث سے ثابت ہے کہ ۳۱۳ صاحب کتاب رسول ہوئے ہیں کسی بھی رسول پر ایک کتاب سے زیادہ کتابیں نازل نہیں ہوئیں۔ ایک نبی پر صحیفوں کا جو ذکر آیا ہے وہاں ایک کتاب کے اجزا کو صحیفے کہا گیا ہے ان کی حیثیت سورتوں کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کہ ہر خطہ اور ہر زبان میں کتابیں نازل ہوئیں۔

(۲) تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اس لیے کہ ان سب کتابوں کی بنیادی تعلیم ایک ہی تھی یعنی یہ کہ ایک خدا کی بندگی کرو اور کفر و شرک سے بچے رہو۔

(۳) آسمانی کتابوں میں چار کتابیں مشہور و معروف ہیں جو چار پیغمبروں پر نازل ہوئیں:

الف۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

ب۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

ج۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

د۔ قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

(۴) آسمانی کتابوں میں آج صرف قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں لفظ بہ لفظ حرف بہ حرف محفوظ ہے، اور قیامت تک محفوظ رہے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے (الحجر:۹)، اس لیے تو ہر زمانے اور ہر ملک میں کروڑوں لوگوں کے سینوں میں قرآن مجید محفوظ رہتا آیا ہے۔

(۵) باقی تین آسمانی کتابیں بہت کچھ بدل ڈالی گئیں، ان میں کوئی بھی آج اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہے، اول تو یہ کتابیں ان پیغمبروں کے دنیا سے جانے کے بہت عرصے بعد مرتب کی گئیں۔ دوسرے یہ کہ گمراہ لوگوں نے ان کی تعلیمات میں بہت سی وہ باتیں داخل کر دیں، جو دین کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں اور بہت سی ایسی باتیں حذف کر دیں جو ان کے اغراض کے خلاف تھیں۔ اس لیے آج خدا کے اصلی دین کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا ایک ہی محفوظ، مستند اور مقبول ذریعہ ہے، یعنی قرآن مجید۔ اس کا انکار کر کے یا اس سے بے نیاز ہو کر کوئی بھی خدا کے سچے دین کی پیروی نہیں کر سکتا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائیں۔ اس پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔

(۶) قرآن پاک میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں۔ پیغمبر کا کام بھی صرف یہ تھا کہ وہ ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کریں۔ قرآن مجید سے من مانی باتیں اخذ کرنا اور تاویلیں کر کر کے اس کی آیتوں کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا کھلی گمراہی اور کفر و شرک کی بات ہے۔

(۷) قرآن میں انسانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ زندگی کا کوئی انفرادی یا اجتماعی معاملہ ایسا نہیں ہے، جس کے لیے قرآن نے واضح ہدایت نہ دی ہوں، اس لیے زندگی کے کسی شعبے میں بھی اس سے بے نیاز ہونا اور اس کے دیے ہوئے اصولوں کے مقابلے میں دوسرے انداز سے زندگی کی تعمیر کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

آخرت پر ایمان

(۱) زندگی بس یہی دنیا کی زندگی نہیں ہے بلکہ موت کے بعد جی اٹھنے پر ایک دوسری زندگی شروع ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور پھر کبھی کسی کو موت نہ آئے گی۔ یہ زندگی اپنے اپنے اعمال کے مطابق یا تو نہایت عیش و آرام کی زندگی ہوگی یا

❖ ❖ ❖

انتہائی دکھوں اور تکلیفوں کی زندگی ہوگی۔ اس عقیدے کو عقیدۂ آخرت کہتے ہیں۔

(۲) مرنے کے بعد قبر میں ہر مردے کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور آکر اس سے پوچھتے ہیں:

بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟

بتاؤ تمہارا دین کیا ہے؟

بتاؤ تمہارا رسول کون ہے؟

یہ آخرت کے امتحان کا پہلا مرحلہ ہے۔

(۳) ایک دن صور پھونکا جائے گا تو یہ ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔ زمین ہولناک زلزلے سے لرز اٹھے گی، سورج اور چاند ٹکرا جائیں گے۔ تارے ٹوٹ کر بے نور ہو جائیں گے، پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو کر اڑیں گے۔ زمین و آسمان کے سارے جاندار مر جائیں گے اور پورا عالم فنا ہو جائے گا۔

(۴) پھر خدا کے حکم سے دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اور سارے مرے ہوئے انسان جی اٹھیں گے اور ایک نیا عالم قائم ہوگا۔ سارے انسانوں کو زندگی ملے گی۔ یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ یہ دن بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ لوگوں کے دل خوف اور دہشت سے لرز رہے ہوں گے، نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ہر ایک اپنے انجام کا منتظر ہوگا۔

(۵) سارے انسان خدا کے حضور حشر کے میدان میں جمع ہوں گے، خدا تخت عدالت پر جلوہ افروز ہوگا۔ اس دن تنہا اسی کی حکومت ہوگی (المومن۔ ۱۶)، کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو لب ہلانے کی ہمت نہ ہوگی۔ خدا ہر ایک سے الگ الگ پوری زندگی کا حساب لے گا۔ خدا اپنے علم، حکمت اور انصاف کی بنیاد پر ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کیے کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ظلم نہ ہوگا۔

(۶) نیک لوگوں کو ان کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور مجرموں کو ان کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال تھمایا جائے گا۔ نیک لوگ فلاح و کامرانی پائیں گے اور برے لوگ ناکام و نامراد ہوں گے کامیاب ہونے والوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور ناکام ہونے والوں کے چہرے غم سے جھلس رہے ہوں گے۔ نیک لوگ جنت میں عیش و سکون پائیں گے اور باغی لوگ جہنم میں دہکتے ہوئے انگاروں میں ڈال دیے جائیں گے۔ جنت والوں سے خدا راضی اور خوش ہوگا اور جہنم والوں پر غضبناک ہوگا۔

(۷) اس دن کا فیصلہ بے لاگ اور اٹل ہوگا۔ نہ کوئی اس فیصلے کو ٹال سکے گا نہ جھوٹ بول کر بہانہ بنا کر خدا کو دھوکا دے سکے گا۔ نہ کوئی ولی اور پیغمبر اپنی مرضی سے کسی کی کوئی سفارش کر سکے گا، شفاعت کے لیے صرف وہی شخص زبان کھول سکے گا جس کو خدا اجازت دے گا اور صرف اسی کی شفاعت کر سکے گا جس کی شفاعت کرنے کی خدا اجازت دے گا۔ نہ کسی کو یہ موقع ہوگا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور نیک کام کر کے اپنی آخرت کو کامیاب بنائے، اور نہ کسی کی گریہ وزاری اس کو عذاب سے بچا سکے گی۔

(۸) ہر انسان کے اعمال محفوظ ہو رہے ہیں، ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں یا کرتے ہیں۔ خدا کے فرشتے اسے نوٹ کر رہے ہیں۔ ہم اپنی زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہی ہیں کہ فرشتہ اسے مستعدی کے ساتھ نوٹ کر لیتا ہے۔ (ق۔ ۱۸)

(۹) انسان کا کوئی عمل اس دن خدا کی نظر سے بچا نہ رہے گا۔ خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو یا پھر کسی چٹان کے سینے میں دفن ہو، یا آسمان کی پہنائیوں میں ہو یا زمین کی تہ بہ تہ تاریکیوں میں، جہاں بھی ہو۔ اس دن خدا اس کو لا حاضر کرے گا، اور ہر انسان اس دن خدا کے سامنے بے نقاب ہوگا۔ (لقمن۔ ۱۶)

(۱۰) جنت میں مومنوں کو ایسی بے مثال اور لازوال نعمتیں دی جائیں گی جو کسی آنکھ نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی، کسی کان نے کبھی نہ سنی ہوں گی اور کسی دل میں کبھی ان کا خیال نہ آیا ہوگا۔ جدھر جائیں گے سلام ہی سلام کی صدا ہوگی۔ اور پھر کبھی وہ اس عیش و سکون اور عزت و عظمت سے محروم نہ کیے جائیں گے اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ خدا ان کو اپنے دیدار سے نوازے گا، اور کہے گا:

"میرے بندو! میں تمہیں اپنی خوشنودی سے نوازتا ہوں۔

اب میں بھی تم سے خفا نہ ہوں گا۔''

(۱۱) خدا کے باغی جہنم میں ڈالے جائیں گے جس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ آگ ان کو گھیرے گی اور پھر وہ اس میں سے نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ نہ وہ مریں گے کہ عذاب سے چھٹکارا پالیں اور نہ وہ زندہ ہوں گے کہ زندگی کا لطف اٹھا سکیں۔ گھبرا گھبرا کر موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہ آئے گی۔ یہ آگ غصے سے پھٹی پڑتی ہوگی اور کبھی نہ بجھے گی۔ پیاس کی شدت سے جب وہ چلائیں گے تو ان کو پگھلی ہوئی دھات دی جائے گی جو منہ کو بھون ڈالے گی۔ پیپ کا لہو دیا جائے گا جو حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ ان کی گردنوں میں بھاری طوق ہوں گے ان کو کول تار اور آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ وہ بھوک سے بے تاب ہوں گے تو خاردار جھاڑیوں سے ان کی تواضع کی جائے گی اور خدا ان پر سخت غضب ناک ہوگا۔

(۱۲) کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں؟ قرآن مجید نے نیک عملیوں کی وہ راہ بتادی ہے اور رسول ﷺ نے وہ کام کھول کھول کر بتادیے ہیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ دنیا میں ہم کسی کو یقینی طور پر جنتی نہیں کہہ سکتے سوائے ان کے جن کو رسول ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، ہاں اچھی نشانیاں دیکھ کر ہم خدا کی رحمت کی امید ضرور رکھتے ہیں۔

(۱۳) خدا جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔ البتہ کفر و شرک کے بارے میں قرآن نے صاف صاف بتادیا ہے کہ خدا ان گناہوں کو معاف نہ فرمائے گا۔

(۱۴) قیامت میں تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا اس میں رزق، علم، منصب، نعمتیں بدرجہ اتم شامل ہیں کیونکہ ان نعمتوں کے متعلق بار بار قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ یہ نعمتیں انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہیں۔ انسان کی حیثیت صرف امین کی ہے۔

(۱۵) آدمی زندگی بھر میں جس وقت بھی ایمان لے آئے یا گناہوں سے توبہ کرلے، اس کا ایمان اور توبہ خدا کے ہاں مقبول ہے۔ البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے نظر آنے لگیں تو اس وقت نہ کسی کا ایمان قبول ہوتا ہے اور نہ کسی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

(۱۶) قیامت کب آئے گی؟ اس کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے نہ کسی رسول کو اس کی خبر ہے اور نہ ملائکہ کو۔ البتہ اس کے قریب ہونے کی چھوٹی بڑی علامات ہیں جن کا اس کے آنے سے پہلے ظہور ہوگا۔ ان علامات کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔

غیر اسلامی عقائد و خیالات

مسلمان ہونے کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ انسان اسلامی عقائد و افکار سے پوری طرح واقف ہو تاکہ ان پر شعوری طور سے ایمان لاکر اپنی زندگی کو سنوارنے اور سدھارنے کے لیے ان کو بنیاد بنائے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان غیر اسلامی عقائد و خیالات سے بھی بخوبی واقف ہو جو ایمان و اسلام کے خلاف ہیں اور جن سے اپنے ذہن و قلب کو پاک رکھے بغیر کسی مسلمان کے لیے اسلام کے تقاضے پورے کرنا اور صحیح اسلامی زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ نیچے مختصر طور پر ان غیر اسلامی عقائد و خیالات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان شعور کے ساتھ اپنی زندگی کو ان سے پاک رکھیں۔

( ) آدمی عبادت کے لیے خدا کی پرستش کرتا ہو لیکن نظام زندگی میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے احکامات کو ناقص تصور کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حق عبدیت کے خلاف ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں میں سے اپنی ضرورت سے زیادہ کے مال و دولت کا اسراف کرنا یا اسراف کے طور پر اپنی ذات اور اولاد کی عیاشیوں کے لیے صرف کرنا اور اس کو امانت نہ سمجھتے ہوئے ان کے حقداروں تک نہ پہنچانا خدا تعالیٰ کے احکامات سے صریحاً کا انکار ہے، اور اسی طرح عزت و منصب کی نعمت کو بھی لوگوں کی بھلائی کے لیے صرف نہ کرنے کی روش سے ایمان کامل نہیں رہتا، بلکہ شعوری طور پر ایسی ذہنیت قائم کرنے یا کوشش کرنے پر آدمی مغضوبین اور ضالین کی صف میں شامل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح خدا کے بندوں کے ساتھ رزق، منصب اور عزت کے حوالے سے سرکشی کرنے پر آدمی کا شمار فرعون، ہامان اور قارون کی جماعت میں ہوگا۔

❖ ❖ ❖

(۳) کافرانہ افکار و اعمال کو پسند کرنا، ان کو فخریہ اختیار کرنا اور دوسروں کو اختیار کرنے کی ترغیب دینا، سراسر ایمان کے خلاف ہے، اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

(۴) دینی اعمال اور دینی شعائر کی تحقیر کرنا، ان کا مذاق اڑانا اور ذلت آمیز انداز میں ان کا تذکرہ کرنا، نہایت ہی شرمناک قسم کی بے دینی اور منافقت ہے اور اسی طرح کی باتوں کو برداشت کرنا، اور زبان و عمل سے ناگواری کا اظہار نہ کرنا، خدا اور رسول ﷺ اطاعت و محبت سے گریز ہے۔ دین سے بے وفائی اور تشویشناک حد تک ایمان کی کمزوری ہے۔

(۵) خدا اور رسول ﷺ کے احکام معلوم ہونے کے باوجود باپ دادا کی روایات اور سوسائٹی کے رسم و رواج کی پابندی پر اصرار کرنا اور خدا اور رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں اپنی ذلت سمجھنا اور کہنا کہ ناک کٹ جائے گی سراسر غیر اسلامی طرز فکر ہے جو ایمان سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔

(۶) خدا اور رسول ﷺ کے احکام میں من مانی تاویلیں کرنا اور توڑ موڑ کر ان کو اپنے مطلب کے مطابق بنانا اور ان کی تعمیل سے بچنے کی راہیں سوچنا سراسر منافقانہ انداز نظر ہے۔

(۷) پیروں، مشائخ اور مولویوں کو قرآنی ہدایات کے مقابلے میں واجب الاطاعت تسلیم کرنا اور ان کو خدا کے لیے مخصوص نیاز مندیوں میں شریک کرنے سے توحید کا عقیدہ باقی نہیں رہتا۔

(۸) خدا اور رسول ﷺ کے احکام پر تنقید کرنا، ان میں عیب نکالنا، ان کو مصلحت وقت کے خلاف سمجھنا، اور یہ کہنا کہ آج کے دور میں ان پر عمل تاریک خیالی اور تنگ نظری ہے، انتہائی غلط اندازِ فکر ہے بلکہ تقاضائے ایمان کے برخلاف ہے۔

(۹) کافروں کو حلال و حرام کی قیود سے بے نیاز ہو کر دولت سمیٹتے، داد عیش دیتے اور آرام و آسائش کی زندگی گزارتے دیکھ کر اپنے ایمان پر پشیمان ہونا، اور یہ خیال کرنا کہ اگر ہم بھی مسلمان نہ ہوتے اور یہ شرعی پابندیاں نہ ہوتیں تو ہم ایسی ہی زندگی گزارتے اور دنیا سے فائدہ اٹھاتے، قطعاً غیر اسلامی فکر ہے، جس سے اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔

(۱۰) شریعت کی پابندیوں کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا اور گھر کی خواتین کو زندگی کے میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ دیکھنے کی خواہش کرنا اور اس پر فخر کرنا، اور گھر کی شریف زادیوں کو غیر مردوں سے ہاتھ ملاتے، بے تکلف باتیں کرتے اور دوستانہ تعلقات قائم کرتے دیکھ کر فخر کرنا، اور اس کو ترقی سمجھنا، شرمناک قسم کی بے دینی اور بے غیرتی ہے۔ جس کو ایمانی غیرت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔

(۱۱) دینی تعلیمات و احکامات جاننے سے غفلت اور بے نیازی برتنا اور اپنی جہالت پر نہ صرف مطمئن ہونا بلکہ اپنی بے عملی کے لیے اس کو وجہ جواز بنانا انتہائی متکبرانہ طرز فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۱۲) خدا کے سوا کسی اور کو نفع و نقصان، عزت و ذلت، یا ترقی و تنزل کا مختار سمجھنا عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔

(۱۳) خدا کے سوا کسی اور سے خوف رکھنا، توکل کرنا، اور امیدیں وابستہ کرنا، اور کسی کو زندگی کے بنانے یا بگاڑنے میں عامل سمجھنا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۴) معاشرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایات سے روگردانی کرنا اور خاص طور پر عزیز و اقارب سے جھگڑے کی کیفیت میں رہنا، ان کے حقوق کی ادائیگی سے بہانہ بازی سے کام لینا خدا کے ہاں سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔

(۱۵) خدا کے سوا کسی کو کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور مافوق الاسباب کسی کو اپنی حمایت، مدد اور فریاد رسی کے لیے پکارنا عقیدۂ توحید کی ضد ہے۔

(۱۶) کسی کو نقصان پہنچانے یا کسی کا حق غصب کرنے کے لیے سازشیں بننا، کسی کو بھڑکانا اور اسی مقصد سے تعویذ گنڈے اور عمل کرنا غیر اسلامی فعل ہے۔

(۱۷) غیب کی خبریں پوچھنا یا بتانا اور ان پر یقین کرنا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۸) خدا کے سوا کسی کو حاضر و ناظر جاننا اور یہ سمجھنا کہ اس کو ہمارے کھلے چھپے سب کی خبر ہے، غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

(۱۹) خدا کے سوا کسی سے مرادیں مانگنا، روزی اور اولاد مانگنا، کسی کے نام پر بچے کے ناک اور کان چھیدنا یا چوٹی رکھنا یا کسی کے نام پر منت مانگنا، بدعت اور شرک اعمال ہیں۔

(۲۰) کسی کے نام پر جانور چھوڑنا، کسی کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنا، بچے کے جینے کے ٹونے ٹوٹکے کرنا اور بچوں کو خطرات سے بچانے کے لیے ان کے سرہانے ہتھیار رکھنا اور بچے کی زندگی کے لیے خدا کے سوا کسی اور غیر مرئی طاقت سے خطرہ محسوس کرنا سراسر مشرکانہ طرز فکر و عمل ہے، جس کا عقیدہ توحید سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲۱) نکاح، طلاق، بچے کی پیدائش یا دوسرے مواقع پر کسی ایسے فعل کو ضروری سمجھنا جس کو اسلام نے ضروری قرار نہ دیا ہو، غیر اسلامی رویہ ہے۔

(۲۲) اولاد کی بیماری یا موت یا کسی اور عزیز کی موت پر خدا سے شکایت کرنا، گستاخی کے کلمات زبان پر لانا اور خدا سے بدگمان ہونا ایمان کے منافی ہے۔

(۲۳) غیر معمولی مصائب و آلام میں مبتلا ہوکر اور پے در پے حادثوں سے دوچار ہوکر خدا کے رحم و کرم کا انکار کرنا، اور اس سے مایوس ہونا، کافرانہ طرز فکر ہے جو ایمانی جذبات کے سراسر منافی ہے۔ اس طرح کے وسوسے اگر دل کو گھیریں تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

(۲۴) کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، سجدہ کرنا یا جھکنا مشرکانہ فعل ہے۔

(۲۵) مزارات کو چومنا چاٹنا، ان کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، ان پر پیشانی رگڑنا اور اسی طرح کی دوسری رسوم ادا کرنا، عقیدۂ توحید کی نفی ہے۔

(۲۶) کسی پیر، بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا، اس پر ہار پھول چڑھانا اور اس کی تعظیم کرنا سراسر شرک ہے۔

(۲۷) خدا کے سوا کسی اور کی پناہ ڈھونڈھنا، اس سے دعائیں مانگنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بگڑی بنانے والا ہے، عقیدۂ توحید کے خلاف طرز فکر و عمل ہے۔

(۲۸) کسی کے حکم کو خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے برابر سمجھنا یا اس پر مقدم رکھنا، کسی کو شرعی احکام میں کمی بیشی کا حقدار سمجھنا، کسی کو شرعی پابندیوں سے بالاتر سمجھنا، یا کسی کا یہ حق سمجھنا کہ وہ شرعی احکام کو معاف کرسکتا ہے، سراسر مشرکانہ خیالات ہیں۔

(۲۹) کسی کے مکان یا قبر کا طواف کرنا یا کسی مقام کو کعبہ کے برابر سمجھ کر اسی طرح اس کا احترام اور تعظیم کرنا غیر اسلامی طرز عمل ہے۔

(۳۰) علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ قسم کے نام رکھنا یا غوث المدد، یا علی المدد اس قسم کے نعرے لگانا عقیدہ توحید کے خلاف ہے۔

(۳۱) خدا کے مقابلے میں کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کو حق سمجھنا، اس کی پابندی کو اپنے لیے واجب جاننا اور اس کے قیام و بقا کے لیے جدوجہد کرنا اور مددگار ہونا، ایمان و اسلام کے سراسر خلاف طرز عمل ہے۔

(۳۲) آخرت میں اپنی نجات کے لیے ایمان و عمل کے بجائے کسی ولی اور بزرگ سے نسبت اور تعلق کو کافی سمجھنا، اور یہ ماننا کہ ان کی سفارش سے خدا کا فیصلہ ٹل سکتا ہے یا ان کا خدا پر زور ہے کہ جو چاہیں فیصلہ کرا سکتے ہیں، غیر اسلامی عقیدہ ہے جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنا چاہیے۔

(۳۳) بندے کو ایسا مجبور محض ماننا اور یہ سمجھنا کہ بندے کو نیکی یا برائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں، برائی یا بھلائی خدا کرتا ہے اور بندہ اس کے کرنے پر مجبور ہے، غیر اسلامی خیال و عقیدہ ہے جس کے ہوتے ہوئے عقیدۂ آخرت کا اقرار بے معنی ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی معنی نہیں رہتی۔

(۳۴) پیغمبروں کو گناہوں سے پاک نہ سمجھنا اور ان کی طرف کسی برائی یا خواہش پرستی کی نسبت کرنا یا ان کو آسمانی کتابوں کا مصنف ماننا سراسر غیر اسلامی عقائد و خیالات ہیں۔

(۳۵) صحابہ کرام کی تنقیص کرنا، ان کے عیب نکالنا، ان کے رتبے کو گھٹانا اور ان کا احترام نہ کرنا قطعاً غیر اسلامی فکر و خیال ہے۔ جس سے فوراً توبہ کرلینی چاہیے۔

(۳۶) خدا اور رسول ﷺ نے دین کی ساری باتیں خوب کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔ اب کشف و الہام کے ذریعے یا خواب کے ذریعے یا اپنی سمجھ سے دین میں نئی نئی باتیں نکالنا اور ان کو ضروری قرار دینا بدعت ہے اور بدعت بڑا گناہ اور گمراہی ہے۔

* * *

عبادات کا حقیقی اسلامی تصور

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو چیز مطلوب ہے وہ ہے عبادت:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (ذاریات۔ ۵۶)

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

قرآن میں کثرت سے ایسی آیتیں ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ پیغمبروں کو اسی لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ انسان کو اس کی ذمہ داری سے آگاہ کریں (نحل۔ ۳۶)

یہی وہ چیز ہے جو انسان میں تقویٰ پیدا کر کے اس کو کامل انسان بنانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ قرآن میں تقویٰ کو عبادت کا حاصل قرار دیا گیا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ۔ ۲۱)

”اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور پچھلے لوگوں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔“

عبادت اپنے خارجی ظہور کے اعتبار سے اپنے رب کے آگے جھکنے کا نام ہے، اور اپنی داخلی حقیقت کے اعتبار سے خدا کے اس گہرے ادراک اور اس سے شدید تعلق کا نام ہے، جب بندہ اپنے رب میں اتنا محو ہو جائے کہ اس پر حضوری کی کیفیت طاری ہونے لگے:

تعبد اللہ کانک تراہ
(بخاری بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الایمان)

(احسان کا مقام یہ ہے کہ) تم اس طرح خدا کی عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

اس ارشاد رسول ﷺ کے مطابق اعلیٰ ترین عبادت یہ ہے کہ بندہ خدا کی یاد اور اس کے تصور میں اتنا گم ہو جائے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے قریب محسوس کرنے لگے۔ اس پر حاضری کی ایسی کیفیت طاری ہو، گویا کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے، یہی کیفیت قرب ہے جسے عبادت کا اعلیٰ ترین مقام کہا گیا ہے۔ وہ تمام اعمال جن کو قربات یا مناسک مراسم عبودیت کہا جاتا ہے، وہ اسی عبادت تک پہنچنے کے طریقے اور ان کے لازمی مظاہر ہیں جو خود خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان مظاہر کے بغیر یا ان سے صرف نظر کرتے ہوئے خدا کی عبادت کا دعوے دار ہو تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے، کیونکہ ان کے بغیر کسی طرح حقیقی عبادت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ انسان اگرچہ فی الواقع اس مخصوص روح کا نام ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی جسم کے بغیر اس دنیا میں انسانی وجود کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

عبادت کا لفظ اگرچہ ایک لحاظ سے ساری شریعت پر حاوی ہے، کیونکہ بندہ اپنے معبود کو راضی کرنے اور اس کے حکم پر کاربند ہونے کے لیے جو کچھ کرتا ہے، ان سب کا محرک اس کا جذبۂ عبودیت ہی ہوتا ہے۔ مگر عبادت اصلاً اور اولاً اس مخصوص عمل کا نام ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ براہ راست خدا کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ عین اس کے آگے اس طرح جھکا ہوتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی تیسرا وجود حائل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اخلاق و معاملات میں جب وہ احکام الٰہی کی تعمیل کرتا ہے تو وہ دوسروں کے اوپر اپنی عابدانہ حیثیت کے تقاضے پورے کر رہا ہوتا ہے۔ تعمیل کے پہلو سے یہ تقاضے بھی اسی طرح ضروری اور اہم ہیں جس طرح مخصوص عباداتی افعال۔

کیوں کہ انسان کا ایک رتبہ خلافت و نیابت کا ہے۔ خلیفہ کا کردار زمین پر اللہ تعالیٰ کی صفتوں کو اپنانے سے پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ لیکن انسان کا یہ کردار اس کے مخصوص سماجی دائروں میں ہے۔ ایک آدمی کا دائرہ یہ ہے کہ وہ معلم ہونے کے ناتے سے بچے کی صحیح تعلیم و تربیت میں فرائض معلمی سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ ایک آدمی کا دائرہ یہ ہے کہ وہ خوش دلی کی وجہ سے اللہ کے بندوں کے لیے مال و رزق کی تقسیم کا کفیل بنتا ہے۔ ایک آدمی کا دائرہ یہ ہے کہ اپنے فن اور پیشے سے انسانوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کا کفیل بنتا ہے ان سب عملوں کے پیچھے جو مطلوب جذبہ ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق، وصل اور قربت حاصل کرے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ خدا اور ہمارے درمیان صرف ایک خارجی قسم کے ذہنی مفروضے کا تعلق نہیں (کہ ہم فلاں عمل کو دہرائیں تو خدا آسمان پر ہم سے خوش ہو جائے گا) بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ہمارے اور اس کے درمیان ایک براہ راست تعلق بھی ہے۔ بندگی کا رویہ اپنی ظاہری شکل میں حکم کی تعمیل ہے۔ مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ دراصل اپنے آپ کو اس مقام پر لے جانا ہے جہاں بندہ خدا سے ملاقات کر سکے، جہاں اپنے رب سے اس کی سرگوشیاں ہوں، جہاں وہ اس کے آگے روئے اور گڑگڑائے، جہاں وہ بے تابانہ اس کے روبرو ہو، جہاں وہ اس احساس سے دوچار ہو کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔ اس طرح دنیا کی زندگی میں خدا کو پانا، یہی دین کی اعلیٰ ترین حقیقت ہے اور سارے احکام و آداب کا مقصود بندے کو اس مقام پر پہنچانا ہے۔ جس نے اس طرح دنیا میں اپنے رب کو پایا، وہ یقیناً آخرت میں اپنے رب کو پائے گا۔

آپ کی کوششیں آپ کا عمل ہیں اور پھر رزق حسن کی صورت میں انسان کے اندر پیدا ہونے والی کیفیات وہ بدلہ ہیں جو خدا کی طرف سے حسن عمل کے صلے میں دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہترین انعام کو ادھار نہیں چھوڑا بلکہ اسے نقد رکھا ہے۔ بندۂ مومن اس انعام کو اسی لمحہ پالیتا ہے جب وہ اس کے پانے کا استحقاق پیدا کرتا ہے۔ ایک تو انفرادی طور پر بندہ جب یہ استحقاق پیدا کر لیتا ہے اور رب العالمین اپنے بندے کے کسی عمل کو قبول کرتا ہے تو اسی وقت حیرت انگیز طور پر اطمینان اور سکون زندگی کی ایک ملکوتی واردات بندے کے اوپر گزرتی ہے۔ دوسرا اجتماعی طور پر انسانوں کا ایک اجتماع جب خدائی ذمے داریوں کو سنبھالنے کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کر لیتا ہے تو ایک جنت نظیر معاشرے کی صورت میں ان پر مہربانیوں اور نعمتوں کا ایک سیلاب امڈ پڑتا ہے۔ اور پھر وہ افراد و اجتماع حسنة فی الدنیا کی منزل سے بہرہ یاب ہو کر حسنة فی الآخرہ کی منزل پا لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں اہل ایمان کو جو جنت ملنے والی ہے، وہ ان کے لیے ایک رزق معلوم ہوگا۔ (صافات۔ ۴۱) وہ ان کے لیے کوئی اجنبی چیز نہیں ہوگی، بلکہ وہ ایک جانی پہچانی چیز ہوگی جس سے وہ دنیا کی زندگی میں آشنا ہو چکے تھے۔

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (محمد۔ ۶)

"اللہ انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی پہچان
انہیں کرا دی ہے۔"

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

**والذی نفسی بیدہ ان احدھم بمنزلہ فی الجنۃ اھدی
منہ بمنزلہ الذی کان فی الدنیا**

(اخرجہ البخاری فی صحیحہ)

"دنیا میں کوئی شخص جس طرح اپنے گھر کو پہچانتا ہے، جنت
میں جانے والا اس سے زیادہ وہاں اپنے گھر کو پہچان لے گا۔"

عبادت کے تقاضے

انسان سے اللہ تعالیٰ کو اولاً اور اصلاً جو چیز مطلوب ہے، وہ یہی ہے کہ انسان اس کی رضا حاصل کرے، اسی کا نام عبودیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو استخلاف فی الارض کے گوناگوں گوشوں سے بھری ہوئی دنیا میں رکھا ہے۔ اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان تمام پہلوؤں میں بھی عبد کی حیثیت سے اس عبودیت کا اظہار ہو جو موجودہ دنیا کی نسبت سے اسے حاصل ہے۔

ایک پہلو وہ ہے جو خود اپنی ذات سے متعلق ہے۔ ہر بار جب زندگی کی سرگرمیوں میں اس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ آتا ہے جس میں اس کے لیے دو راہیں اختیار کرنا ممکن ہو، ایک خدا کی راہ، دوسرے نفس اور معبودان باطل کی راہ۔ تو اس وقت اس کا جذبۂ عبودیت اس کو مجبور کرتا ہے کہ دوسری راہوں کو چھوڑ کر اپنے رب کی بتائی ہوئی راہ کو اپنے لیے پسند کرلے۔ جس خدا کے آگے وہ حیاتی طور پر جھکا ہوا ہے، اپنے عملی وجود اور اپنے رویے کو بھی اسی کے آگے جھکا دے۔ یہ عبادت کا وہ مظہر ہے جو خود اپنی ذات کی نسبت سے وجود میں آتا ہے اور اس کا دوسرا نام "اطاعت" ہے۔ اس اطاعت کے مقامات گھر، دفتر، بازار، پارلیمنٹ اور وہ تمام جگہیں ہیں جہاں صاحب ایمان کا سابقہ کسی ایسی صورت حال سے پیش آئے جہاں اس کے لیے خدائی طریقے اور غیر خدائی طریقے کے درمیان انتخاب کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہو۔

دوسرا پہلو وہ ہے جو خارجی دنیا یا دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی اپنی سوسائٹی کے دیگر افراد اور غیر مسلموں کی نسبت پیدا ہوتا ہے۔ اس زمین پر بسنے والے وہ تمام لوگ جنہوں نے ابھی تک اپنے رب سے رشتہ نہیں جوڑا اور اس بنا پر وہ خطرناک اخروی انجام کی طرف چلے جارہے ہیں، ان کی یہ نازک پوزیشن مجبور کرتی ہے کہ بندۂ مومن انہیں بھی عبادت کے راستے پر لانے کی کوشش کرے جس کو اس نے خود اپنے لیے اختیار کیا ہے۔ یہ عبادت کا وہ مظہر ہے جو عام انسانوں کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کا دوسرا نام شہادت یا تبلیغ ہے۔ اہل ایمان سے خود اپنی ذات کے سلسلے میں جو چیز مطلوب ہے، وہ اطاعت (تعمیل حکم) ہے۔ اور غیر مسلموں کی نسبت سے ان پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے، وہ تبلیغ (پہنچا دینا) ہے۔

خدا کی فرمانبرداری میں جن امور کا تعلق اہل ایمان کی ذاتی زندگی سے ہے۔ اس میں وہ تمام احکام آجاتے ہیں جو اخلاق و معاملات سے متعلق دیے گئے ہیں، مثلاً سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، عدل و انصاف سے کام لینا، تواضع اختیار کرنا، ناپ تول میں کمی نہ کرنا، جس کا جو حق ہو اس کو ادا کرنا، ہر ایک کے ساتھ نصح اور خیر خواہی کا معاملہ کرنا، غرض وہ سب کچھ جو انسان کو ذاتی طور پر پیش آتا ہے اور وہ سب کچھ جس میں انسان اپنے ذاتی فیصلے سے کوئی رویہ اختیار کرتا ہے، ان میں خدائی ہدایات کو اپنانے کا نام انفرادی اطاعت ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ جب اس کو اپنے کسی معاملے میں خدا کا حکم ہوجائے اور وہ اس کی تعمیل کی حیثیت میں ہو تو وہ اس سے انحراف کرے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (احزاب ۳۶)

"کسی مومن یا مومنہ کو حق نہیں کہ جب اللہ اور رسول ﷺ کسی امر کا فیصلہ کردیں تو اپنے امر میں ان کے لیے اپنا بھی کچھ اختیار رہے، اور جو خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہ ہوگیا۔"

یہ انفرادی اطاعت ہر صاحب ایمان پر خدا کا لازمی حق ہے۔ کوئی شخص ہرگز خدا کے یہاں عابد شمار نہیں کیا جاسکتا اگر وہ اپنی عملی زندگی میں ان احکام کی تعمیل نہ کررہا ہو جو اس کے حالات اور معاملات میں اس کے اوپر خدا کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ "عبادت" اگر اپنی روح کے اعتبار سے اندرونی حوالگی کا نام ہے تو خارجی اعتبار سے یہ مطلوب ہے کہ انسان اپنے ظاہر کو پوری طرح خدا کی اطاعت میں دے دے۔ اس کی خارجی زندگی بالکل خدا کے بتائے ہوئے نقشے کے تابع ہوجائے۔ ہر مومن اور مومنہ پر لازم ہے کہ دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے جن جن معاملات سے اس کا سابقہ ہو، ان میں وہ مکمل طور پر خدا کی اطاعت کرے اور دوسری ترجیحات کی پیروی کرنا چھوڑ دے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بقرہ ۲۰۸)

"اے ایمان لانے والو! تابعداری میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

استخلاف فی الارض کے حوالے سے عبودیت و اطاعت کے کچھ احکام انفرادی زندگی سے متعلق ہیں اور کچھ اجتماعی زندگی سے

متعلق ہیں۔ انفرادی زندگی میں آدمی کو سماج کے اندر صفاتِ خداوندی یا اخلاقِ الٰہی کی تابع داری سے انسانوں کی بھلائی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ آدمی جس حیثیت میں بھی ہو سماج کا مفید فرد ہو، قدرت کی طرف سے خود کو عطا شدہ نعمتوں خواہ وہ دولت کی صورت میں ہوں، منصب کی صورت میں ہوں یا عزت و وقار کی صورت میں، ان کا فائدہ انسانی سوسائٹی کو پہنچانا اور اس پر استقامت سے قائم رہنا عین عبادت ہے۔ اس طرح انسانوں کے لیے فلاح و بہبود اور عدل وانصاف کے لیے معاشرہ کے قیام میں ہونے والی اجتماعی کوششوں میں شریک ہونا مسلمانوں کی ایمانی ذمہ داری ہے۔ اجتماعی زندگی کے کچھ احکام وہ ہیں جس کی تعمیل کسی ایک صاحب ایمان کی مرضی پر منحصر نہیں ہوتی بلکہ وہ اس وقت روبعمل آتے ہیں جب پورا معاشرہ ان کو عمل میں لانے کے لیے تیار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ احکام ہمیشہ ایسے وقت میں نازل ہوئے جب اہل ایمان نے اپنے درمیان سیاسی تنظیم قائم کرلی، اور وہ اس حیثیت میں ہوگئے کہ اس قسم کے اجتماعی قوانین کو بزور بازو نافذ کرسکیں۔

❋❋❋

سب سے بہتر

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں سب سے بہتر عورت کون ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ:

"وہ جو اپنے شوہر کو خوش کردے جب کہ وہ اسے دیکھے۔ اور وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے جب کہ وہ اس کو حکم دے۔ اور وہ اپنے نفس اور اس کی مال میں شوہر کے خلاف نہ کرے۔"

اس حدیث میں نہایت عمدہ طور پر وہ حقوق بتادیے گئے ہیں جو عورت کے اوپر مرد کی طرف سے عائد ہوتی ہیں۔

مرد باہر کی دنیا کی تلخیاں جھیل کر گھر کے اندر داخل ہوتا ہے۔ اب بہترین بیوی وہ ہے جو مرد کی تلخیوں کو مسرت میں تبدیل کردے، وہ اپنے شوہر کے لیے سکون کا گوشہ بن جائے۔ اسی طرح مرد مختلف تقاضوں کے تحت اپنی بیوی کو ایک ہدایت دیتا ہے۔ اس کے پیچھے بہت سی داخلی اور خارجی مصلحتیں شامل رہتی ہیں۔ اب عورت کو چاہیے کہ وہ کامیاب رفیقہ حیات کی طرح اس کی تعمیل میں لگ جائے، وہ گھر کے اندر کوئی مسئلہ کھڑا کیے بغیر مرد کے منصوبہ کو تکمیل تک پہنچائے۔ مرد اپنی بیرونی مصروفیات کی وجہ سے ان چیزوں کی رکھوالی نہیں کرسکتا۔ اب عورت کی وفاشعاری کا تقاضا ہے کہ ان امور میں وہ پوری طرح اپنے شوہر کی امین بن جائے۔ وہ اپنی ذات کو بھی صرف اپنے شوہر کے لیے محفوظ رکھے اور گھر کے تمام ساز و سامان کو بھی۔

طہارت ایک بنیادی انسانی اخلاق

منصب رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد کارِ رسالت اور فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی پر متوجہ کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں درسِ توحید کے بعد اولین ہدایت یہ ہے کہ طہارت کا کامل اہتمام کیجیے:

وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ (المدثر ۴)

"اور اپنی ذات کو پاک صاف کیجیے۔"

ثیاب، ثوب کی جمع ہے جس کے معنی لباس کے ہیں۔ مگر یہاں ثیاب سے مراد کپڑے ہی نہیں ہیں بلکہ لباس، روح غرض پوری شخصیت مراد ہے۔ عربی میں "طاہر الثوب" اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر طرح کی عیوب اور گندگیوں سے پاک ہو۔ قرآن کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس، جسم اور قلب و روح کو ہر طرح کی گندگیوں سے پاک صاف رکھو۔ قلب و روح کی گندگیوں سے مراد جہاں کفر و شرک کے باطل عقائد و خیالات اور اخلاقی معائب ہیں وہاں نفس و دماغ میں آنے والے پراگندہ خیالات سے خود کو بچانا بھی مراد ہے۔ اور جسم و لباس کی گندگیوں سے مراد وہ نجاستیں ہیں جن سے ہر طبع سلیم کراہت کرتی ہے اور جن کا نجس ہونا محسوس ہے یا جن پر شریعت نے نجس ہونے کا حکم لگایا ہے۔ امام شاہ ولی اللہؒ نے طہارت کو انسانیت کے چار بنیادی اخلاقوں میں شمار کیا ہے، اور وہ طہارت سے مراد انسان کی وہ طبعی نفاست لیتے ہیں جو اس کی سلیم فطرت کا مظہر ہے۔

طہارت کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے جگہ جگہ اس کی ترغیب دی ہے اور دو مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت اور نظافت کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ. (التوبہ ۱۰۸)

"اور اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو خوب پاک و صاف رہتے ہیں۔"

اور دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ. (البقرہ: ۲۲۲)

"بیشک اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ محبوب رکھتا ہے جو پاک صاف رہتے ہیں۔"

رسول پاک ﷺ خود تو طہارت و نظافت کی بے نظیر مثال تھے ہی، امت کو بھی آپ ﷺ نے طہارت کی انتہائی تاکید فرمائی اور طرح طرح سے اس کی اہمیت واضح فرما کر پاک و صاف رہنے کی ترغیب دی ہے۔

ارشاد فرمایا: "طہارت نصف ایمان ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس کے احکام بتائے۔ پاک ہونے کے طریقے سمجھائے اور خود عمل کر کے سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کا حق ادا کر دیا۔ پس ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ ان احکام کو جانے، یاد کرے اور ان کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرے۔ قلب و روح کو بھی بالکلیہ غلط افکار و نظریات اور کفر و شرک کے عقائد سے پاک رکھے اور اپنے جسم و لباس اور دوسری متعلق چیزوں کو بھی ہر طرح کی نجاستوں سے پاک رکھے۔ اس موقعے پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ پاکائی اور ناپاکائی کا معیار صرف خدا کی شریعت ہے، اپنے ذوقِ طبیعت یا اپنی سمجھ سے نہ ہمیں اس میں کسی اضافے کا حق ہے اور نہ کسی کمی کا۔ ہر وہ چیز یقیناً پاک ہے جس کو شریعت نے پاک

کیا ہے اور حق صرف وہی ہے جس کو شریعت نے حق بتایا ہے اور ہر وہ چیز یقینی بالکل ہی ناپاک ہے جس کو شریعت نے بالکل ہی ناپاک کہا ہے۔ پھر شریعت نے پاک کرنے اور پاک ہونے کے جو طریقے اور تدبیریں بتائی ہیں ان طریقوں اور تدبیروں سے یقینی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں اپنے ذوق و خیال یا رجحان طبع سے پاکی یا ناپاکی کا کوئی معیار قائم کرنا اور خواہ مخواہ وہم اور شبہات میں پڑ کر خدا کی آسان شریعت کو اپنے لیے دشوار بنا لینا نہ صرف یہ کہ خود کو بے جا دشواریوں میں مبتلا کر لینا ہے بلکہ سخت قسم کی گمراہی اور دین کے صحیح فہم سے محرومی ہے۔ اس غلط طرز فکر و عمل سے بعض اوقات بڑی زبردست خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آدمی شریعت کو اپنے لیے وبال جان بنا کر دین سے بہت دور ہو جاتا ہے۔

نجاست کا بیان

نجاست کے معنی ہیں گندگی اور ناپاکی، یہ طہارت کی ضد ہے۔ طہارت کی حقیقت، طریقے اور اس کے احکام و مسائل جاننے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نجاست کی حقیقت، اس کی قسمیں اور اس سے پاک ہونے کے قواعد جان لیے جائیں۔ اس لیے پہلے نجاست کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

نجاست کی قسمیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ نجاست حقیقی اور نجاست حکمی۔ ان دونوں کے احکام و مسائل الگ الگ ہیں۔ پاکی اور طہارت حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان احکام اور مسائل کو اچھی طرح سمجھ کر یاد رکھا جائے۔

نجاست حقیقی

نجاست حقیقی سے مراد وہ غلاظت اور گندگی ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے، اور اپنے جسم، لباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔ شریعت نے بھی اس سے بچنے اور پاک رہنے کا حکم دیا ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، منی اور جانوروں کا خون وغیرہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ۔

نجاست غلیظہ

وہ ساری چیزیں نجاست غلیظہ ہیں جن کے ناپاک اور نجس ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، انسان کی طبیعت بھی ان سے کراہت کرتی ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی ان کی ناپاکی ثابت ہے۔ ایسی چیزوں کی پلیدی بہت زیادہ اور سخت ہے اسی لیے شریعت میں ان کا حکم بھی نہایت سخت ہے۔ ذیل میں ہم ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی نجاست نجاست غلیظہ ہے۔

(۱) خنزیر، اس کی ہر چیز نجاست غلیظہ ہے، چاہے مردہ ہو یا زندہ۔

(۲) انسان کا پاخانہ، پیشاب، منی، مذی اور اسی طرح تمام جانوروں کی منی اور چھوٹے بچوں کا پیشاب، پاخانہ۔

(۳) خون انسان کا ہو یا کسی حیوان کا۔

(۴) منہ بھر قے چاہے بڑے آدمی کی ہو یا بچے کی۔

(۵) حیض، نفاس اور استحاضے کا خون۔

(۶) عورت کے جسم کے خاص حصے سے جو رطوبت نکلے۔

(۷) جن جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے، ان کا پسینہ اور لعاب دہن نجس ہیں۔

(۸) ذبح کیے بغیر جو جانور خود مر گیا ہو یا مار دیا گیا، اس کا گوشت، چربی، پٹھے، کھال** سب نجس ہیں، البتہ وہ اعضاء پاک ہیں جن میں خون سرایت نہیں کرتا جیسے سینگ، دانت، پنجے، کھر، پر وغیرہ۔

(۹) حرام جانور کا دودھ چاہے وہ مردہ ہو یا زندہ نجس ہے اور مردہ جانور چاہے وہ حلال ہو یا حرام اس کا دودھ نجس ہے۔

(۱۰) خون والے جانوروں کے جسموں سے مرنے کے بعد جو رطوبت نکلے، وہ نجس ہے۔

(۱۱) نجس چیزوں کا جو جوہر نکالا جائے، وہ بھی نجس ہے۔

(۱۲) پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ، پیشاب نجس ہے۔ بیل، گائے، ہاتھی کا گوبر، گھوڑے، گدھے کی لید، اونٹ، بکری وغیرہ کی مینگنیاں سب نجس ہیں۔ جو پردار پرندے اڑتے نہیں مثلاً مرغی اور بطخ ان کی بیٹ بھی نجس ہے، اور

** البتہ کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ درندے کی ہو یا چرندے کی، حلال جانور کی ہو یا حرام جانور کی۔

سارے درندوں کا پاخانہ پیشاب بھی نجس ہے۔

(۱۳) کھجور اور انگور کے شراب کی بعض اقسام جن کو خمر کہا جاتا ہے وہ بھی نجس ہیں۔

(۱۴) سانپ کی کھال نجس ہے۔

(۱۵) مردہ انسان کے منہ کا لعاب۔

(۱۶) شہید کا وہ خون بھی نجس ہے جو اس کے جسم سے بہہ کر گر جائے۔

نجاست خفیفہ

وہ ساری چیزیں نجاست خفیفہ ہیں جن کی پلیدی کم تر درجے کی ہے اور شریعت کی بعض دلیلوں میں ان کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوا ہے اس لیے شریعت میں ان کا حکم بھی ذرا ہلکا اور نرم ہے، بطور ذیل میں کچھ ایسی چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست، نجاست خفیفہ ہے۔

(۱) حلال جانوروں کا پیشاب جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ۔

(۲) گھوڑے کا پیشاب۔

(۳) حرام پرندوں کی بیٹ جیسے کوا، چیل، باز وغیرہ۔ البتہ چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب پاک ہے۔

(۴) حلال پرندوں کی بیٹ اگر بدبودار ہو۔

(۵) اگر نجاست خفیفہ غلیظہ میں مل جائے تو چاہے غلیظہ کی مقدار خفیفہ سے بہت کم ہو تب بھی مجموعہ کو نجاست غلیظہ سمجھا جائے گا۔

نجاستِ حقیقی سے پاکائی کے طریقے

ناپاک ہونے والی چیزیں کیونکہ مختلف قسم کی ہیں۔ اس لیے ان کے پاک کرنے کے طریقے بھی جدا جدا ہیں، مثلاً بعض چیزیں ٹھوس ہیں، بعض رقیق اور بہنے والی ہیں۔ بعض رطوبتوں کو جذب کرتی ہیں بعض نہیں کرتیں یا کم کرتی ہیں۔ بعض میں گندگی حل ہو جاتی ہے، بعض میں حل نہیں ہوتی، اس لیے ان کے پاک کرنے کے قاعدے اچھی طرح سمجھ لینے چاہئیں۔

زمین وغیرہ کی پاکی کے طریقے

(۱) زمین اگر ناپاک ہو جائے چاہے ہلکی نجاست سے ناپاک ہو جائے یا گاڑھی نجاست سے، ہر صورت میں خشک ہونے پر پاک ہو جائے گی۔☆

(۲) ناپاک زمین خشک ہونے سے پہلے اچھی طرح پانی بہا کر دھوئی جائے یا پانی ڈال کر کسی کپڑے وغیرہ سے جذب کر لیا جائے تاکہ ناپاکی کا کوئی نشان یا بو باقی نہ رہے تب بھی زمین پاک ہو جائے گی۔ بہتر تین بار پانی ڈال کر جذب کر لینا چاہیے۔

(۳) مٹی کے ڈھیلے، ریت کے پتھر، کنکر بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں، وہ پتھر بھی جو چکنے نہیں ہوتے اور رقیق چیز کو جذب کر لیتے ہیں خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۴) زمین سے اگنے والے گھاس پودے یا درخت بھی اگر نجس ہو جائیں تو خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۵) زمین پر جو چیزیں جمی ہوئی ہوں جیسے دیوار، ستون، نلی، چوکے چوکھٹ وغیرہ یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۶) ناپاک زمین کی مٹی نیچے کی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دینے سے بھی زمین پاک ہو جاتی ہے۔

(۷) تنور اگر پلید ہو جائے تو اس میں آگ جلا کر نجاست کا اثر زائل کر دینے سے وہ پاک ہو جائے گا۔

(۸) ناپاک زمین پر مٹی ڈال کر نجاست اس طرح چھپا دی جائے کہ نجاست کی بو نہ آئے تو وہ زمین پاک ہے، البتہ اس پر تیمم درست نہیں ہے۔

(۹) نجس مٹی سے بنائے جانے والے برتن جب تک کچے ہیں ناپاک ہیں اور جب پکا لیے جائیں تو پاک ہو جاتے ہیں۔

(۰) گوبر سے لپی ہوئی زمین ناپاک ہے، اس پر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھنا درست نہیں۔

نجاست جذب نہ کرنے والی چیزوں کی پاکائی کے طریقے

(۱) دھات سے بنی ہوئی چیز جیسے تلوار، چاقو، چھری، آئینہ یا سونے چاندی اور دوسری دھات کے زیور یا تانبا، پیتل، ایلومینیم اور

☆ لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں۔

اسٹیل کے برتن وغیرہ اگر ناپاک ہو جائیں تو زمین پر رگڑنے مانجنے یا تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں بشرطیکہ یہ چیزیں نقشین نہ ہوں۔

(۲) چینی، مٹی، شیشے یا چکنے پتھر کے برتن یا وہ استعمال شدہ پرانے برتن جن میں نجاست جذب نہ ہو، یہ بھی زمین پر رگڑنے مانجنے یا تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ رگڑنے اور پونچھنے میں اتنا اہتمام کیا جائے کہ نجاست کا اثر نہ رہے بشرطیکہ برتن نقشین نہ ہوں۔

(۳) دھات کی چیزیں اور چینی وغیرہ کے برتن تین بار پانی سے دھو دینے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۴) اگر یہ چیزیں منقش ہوں، جیسے زیور یا نقشین برتن تو پانی سے دھوئے بغیر محض رگڑنے اور تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک نہ ہوں گی۔

(۵) دھات کے بنے ہوئے برتن یا دوسری چیزیں مثلاً چاقو، چھری، پھکنی، چمٹا وغیرہ آگ میں ڈال دینے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۶) مٹی، پتھر کے برتن بھی آگ میں ڈال دینے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۷) اگر چٹائی، تخت، ٹاٹ یا کسی دوسری چیز کے فرش پر گاڑھی اور بستہ نجاست لگ جائے تو محض تر کپڑے سے پونچھنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

نجاست جذب کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) موزہ، جوتا یا چمڑے سے بنی ہوئی دوسری چیزیں اگر نجس ہو جائیں اور نجاست خشک ہونے پر بھی جسم رکھنے والی ہو گاڑھی ہو چاہے رقیق ہو جیسے گوبر، پاخانہ، خون، منی وغیرہ تو نجاست کھرچنے رگڑنے یا مل کر دور کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر نجاست ایسی ہو جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔

(۲) مٹی کے نئے برتن یا ایسے پتھر کے برتن جن میں پانی جذب ہو یا لکڑی کے برتن جن میں پانی جذب ہو یا لکڑی کے برتن جن میں نجاست جذب ہو جاتی ہو، ایسے برتن یا استعمال کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ ہے کہ ان کو تین بار دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا خشک کر لیا جائے کہ پانی ٹپکنا بالکل بند ہو جائے اور اگر بہتے پانی میں دھوئی جائیں تو خشک کرنے کی شرط نہیں ہے صرف اس قدر کافی ہے کہ اچھی طرح دھل جائیں اور پانی بالکل ہی ٹپک جائے۔

(۳) غلہ اگر ناپاک ہو جائے تو تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کر دیا جائے۔ اور اگر نجاست گاڑھی اور بستہ ہے تو اس کا دور کر دینا کافی ہے، مثلاً غلہ کی ٹنکی میں بلی نے پاخانہ کر دیا اور پاخانہ بندھا ہوا خشک ہے تو صرف اس کا ہٹا دینا ہی کافی ہے، غلہ پاک رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیجیے کہ اگر کچھ دانوں پر نجاست کا شبہ ہو تو ان کو تین بار دھو ڈالیے۔

(۴) اگر کپڑے پر نجاست لگ جائے تو تین بار دھونے اور ہر بار اچھی طرح نچوڑنے سے پاک ہو جاتا ہے، اور اگر نجاست ایسی ہے کہ اچھی طرح مل کر دھونے سے بھی بدبو نہیں گئی یا دھبہ رہ گیا تو کوئی حرج نہیں کپڑا پاک ہو گیا۔

(۵) کپڑے پر منی لگ جائے اور خشک ہو جائے تو منی کو کھرچنے یا ملنے رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر منی سوکھی نہ ہو تو دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر کسی نے پیشاب کر کے استنجا نہ کیا تھا اور ایسے وقت منی نکلی تو دھونا ضروری ہے، اور اگر منی بالکل ہی رقیق ہو اور سوکھ جائے تو صرف دھونے سے پاک ہو گی۔

(۶) پانی کی طرح جو چیزیں رقیق اور پتلی ہوں اور چکنی نہ ہوں، ان کے ذریعے بھی کپڑے پر لگی ہوئی نجاست دھونا اور پاک کرنا درست ہے۔

(۷) اگر کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو نچوڑنے میں پھٹنے کا اندیشہ ہو تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین بار دھویا جائے اور ہاتھ یا کسی اور ذریعے سے اس طرح دبایا جائے کہ پانی نکل جائے۔

(۸) ناپاک گھی، تیل یا کوئی اور روغن کپڑے میں لگ جائے تو تین مرتبہ دھو دینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ چاہے روغن کی

چکنائی باقی رہ جائے۔ اس لیے کہ روغن میں شامل ہونے والی نجاست تین بار دھو دینے سے پاک ہو گی۔

(۹) اگر کسی مردار کی چربی سے کپڑا نجس ہو جائے تو صرف تین بار دھونا کافی نہیں چکناہٹ کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱۰) اگر چٹائی، ٹاٹ، بڑی دری یا اور کسی ایسی چیز سے بنے فرش پر جس کا نچوڑنا دشوار ہے، کوئی پتلی اور رقیق نجاست لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر تین بار پانی ڈالا جائے اور ہر بار خشک کر دیا جائے۔ خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی چیز رکھیں تو تر نہ ہو۔

(۱۱) اگر کورا برتن پلید ہو جائے اور برتن نجاست کو جذب کرے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں پانی بھر دیجیے۔ جب نجاست کا اثر پانی میں آ جائے تو پانی پھینک کر پھر بھر دیجیے۔ اسی طرح کرتے رہیے یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے، نہ رنگ باقی رہے نہ بو باقی رہے۔

(۱۲) نجس رنگ میں رنگے ہوئے کپڑوں کو پاک کرنے کے لیے اتنا دھویے کہ صاف پانی آنے لگے چاہے رنگ چھوٹے یا نہ چھوٹے، کپڑا پاک ہو جائے گا۔

رقیق اور سیال چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) ناپاک چربی یا تیل کا صابن بنا لیا جائے تو یہ صابن پاک ہوگا۔

(۲) تیل یا گھی ناپاک ہو جائے تو تیل کے برابر پانی ڈال کر جلایا جائے۔ جب جل جائے تو پھر پانی ڈال کر جلایا جائے۔ اس طرح تین بار کرنے سے گھی یا تیل پاک ہو جائے گا۔ یا گھی، تیل میں پانی ڈالا جائے، جب گھی یا تیل اوپر آ جائے تو اتار لیا جائے اس طرح تین بار کرنے سے گھی یا تیل پاک ہو جائے گا۔

(۳) شہد، شیرہ یا شربت اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈال کر جوش دیجیے، اس طرح تین بار کرنے سے پاک ہو جائے گا۔

(۴) اگر ناپاک تیل، سر یا بدن پر مل لیا تو صرف تین بار دھونے سے سر اور بدن پاک ہو جائے گا، صابن یا تیل کی چکنائی صاف کرنے کا اہتمام کرنا ضروری نہیں۔

گاڑھی اور جمی ہوئی چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) اگر جما ہوا گھی اور جمی ہوئی چربی یا جما ہوا شہد ناپاک ہو جائے تو صرف ناپاک حصے کو الگ کر دینے سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) گوندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا ناپاک ہو جائے تو ناپاک حصہ الگ کر دینے سے پاک ہو جائے گا، مثلاً گوندھے ہوئے آٹے میں کتے نے منہ ڈال دیا ہو تو اتنا حصہ نکالنے سے پاک ہو جائے گا۔ اور اگر سوکھے میں ڈالا ہو تو جہاں جہاں اس کا لعاب محسوس ہو اس کو الگ کر دیجیے۔ باقی سب پاک ہے۔

(۳) صابن میں کوئی نجاست لگ جائے تو ناپاک حصے کو کاٹ کر الگ کر دیجیے، باقی پاک ہے۔

جسم کی پاکی کے طریقے

(۱) جسم پر نجاست حقیقی لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، البتہ اگر منی لگ جائے اور گاڑھی ہو تو صرف کھرچنے سے جسم پاک ہو جائے گا، اور اگر رقیق ہو تو دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) اگر ناپاک رنگ سے جسم یا بال رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونے سے پاکی حاصل ہو جائے گی کہ پانی صاف نکلنے لگے۔ رنگ کا چھڑانا ضروری نہیں۔

(۳) جسم گدوا کر اگر کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے تو صرف تین بار دھو لینے سے بدن پاک ہو جائے گا۔ اس نجس چیز کو چھیل کر نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) اگر زخم میں کوئی نجس چیز بھر دی جائے اور زخم ٹھیک ہو جائے تو اس نجس چیز کے نکالنے کی ضرورت نہیں، صرف دھونے سے جسم پاک ہو جائے گا یا اگر ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے بدلے نجس ہڈی رکھ دی گئی یا زخم کے ٹانکے نجس چیز سے سی دیے گئے یا ٹوٹے ہوئے دانت کو کسی نجس چیز سے جما دیا گیا تو ان صورتوں میں اچھا ہونے کے بعد صرف تین بار دھونے سے بدن پاک ہو جاتا ہے۔

٭ جسم نجاست حکمی سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ نجاست حکمی کے مسائل کے صفحات پر دیے گئے ہیں۔

(۵) بدن میں جس جگہ منی یا مذی اور نجاست والی چیز لگ گئی یا چمٹ گئی تو صرف تین بار دھونے سے بدن پاک ہو جائے گا۔ نجاست دور کرنے کا جتن ضروری نہیں۔

احکام طہارت کے چھ اہم اصول

( ) بے جا مشقت سے بچنے کے لیے احکام میں سہولت ہو جاتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو احکام قیاس سے ثابت ہیں ان میں اگر کسی وقت غیر معمولی دشواری ہو تو ان میں شریعت کی طرف سے معافی اور سہولت ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میت کو نہلاتے وقت اس کی لاش سے جو پانی گرتا ہے وہ نجس ہے لیکن نہلانے والے پر اس کی چھینٹیں پڑ جائیں تو معاف ہیں۔ اس لیے کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔

(۲) جس چیز میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوں وہ بھی بے جا مشقت میں داخل ہے یعنی کسی کام کو عام طور پر سبھی کر رہے ہیں اور قیاس سے وہ ناجائز ہے لیکن اس کا ترک کرنا چونکہ بہت دشوار ہے اس لیے اس میں سہولت ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر بارش کے موسم میں عام طور پر راستوں میں پانی کیچڑ ہو جاتا ہے اور اس سے بچنا بہت دشوار ہے۔ اس لیے اگر اس کی چھینٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں تو معاف ہیں۔

(۳) جو چیز کسی اہم ضرورت سے جائز قرار دی گئی ہے وہ بقدر ضرورت ہی جائز ہوگی یعنی جو چیز کسی موقع پر کسی مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے جائز کر دی گئی ہے تو وہ صرف اسی موقع کے لیے جائز ہوگی۔ دوسرے موقعوں پر وہ بلا ضرورت جائز نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر دائیں چلاتے وقت اگر جانور غلے پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے اور غلہ پاک رہے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر جانور اس پر پیشاب کر دیں تو غلہ ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) جو نجاست ایک بار زائل ہو گئی وہ پھر نہ لوٹے گی۔ مراد یہ ہے کہ شریعت نے جس نجاست کے زائل ہو جانے کا حکم دے دیا ہے وہ پھر دوبارہ نہیں لوٹتی۔ مثال کے طور پر کپڑے سے خشک منی کھرچ دی جائے تو وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کپڑا پانی میں گر جائے تو نہ کپڑا پلید ہوگا اور نہ پانی ناپاک ہوگا۔

(۵) یقین اور گمان غالب کے مقابلے میں وہم اور شک کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں یقین یا گمان غالب یہ ہو کہ یہ پاک ہے تو وہ پاک ہی ہے۔ محض شک اور وہم کی بنیاد پر اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(۶) رواج اور عرف عام کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ یعنی جائز ناجائز ہونے کا حکم لگاتے وقت عام رواج اور عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر عام عادت یہ ہے کہ ہر آدمی طبعاً اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو ناپاکی سے بچاتا ہے۔ لہٰذا کافروں کی کھانے پینے کی چیزیں بھی پاک سمجھی جائیں گی۔ ان کو اسی وقت ناپاک سمجھا جائے گا، جب کسی واقعی دلیل سے یا مضبوط قرینے سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہو جائے۔

احکام طہارت میں شرعی سہولتیں

(۱) نجاست غلیظہ ایک درہم کے بقدر معاف ہے، اگر گاڑھی ہو تو ایک درہم کے وزن کے برابر اور اگر پتلی ہو تو درہم کی پیمائش کے برابر۔ گویا اس مقدار میں جسم یا کپڑے پر نجاست لگی تھی اور نماز ادا کر لی تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دھونے کا موقع ہو تو دھونا ہی بہتر ہے۔

(۲) نجاست خفیفہ اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو اگر کپڑا بغیر ٹکڑوں کے ہو جیسے چادر تو چوتھائی حصے کے بقدر معاف ہے۔ اگر کپڑے کے مختلف حصے ہوں جیسے قمیص اور شلوار تو اس کے اس حصے کی چوتھائی معاف ہے جس کو پلیدی لگی ہو جیسے قمیص کا دامن، بازو وغیرہ

(۳) میت کو نہلاتے وقت نہلانے والے پر جو چھینٹیں پڑیں وہ معاف ہیں۔

(۴) کھلیان میں دائیں چلاتے وقت جانور پیشاب کر دیں تو غلہ پاک رہے گا۔

(۵) برسات کے موسم میں جب راستوں میں پانی اور کیچڑ عام ہو

اور بچنا دشوار ہو تو یہ چھینٹیں معاف ہیں۔

(۶) پیشاب یا کسی اور نجاست کی چھینٹیں سوئی کی نوک جیسی باریک باریک اگر جسم یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا، یا بدن ناپاک نہ ہوگا۔

(۷) اگر غلے کے ساتھ چوہے کی کچھ مینگنیاں بھی پس جائیں لیکن اتنی نہ ہوں کہ آٹے میں اثر معلوم ہونے لگے تو یہ آٹا پاک ہے، اور اگر کچھ مینگنیاں روٹی میں پک جائیں یا چاول اور سویوں وغیرہ میں پک جائیں لیکن سخت رہیں گھلیں نہیں تو یہ غذائیں پاک ہیں۔ ان کا کھانا درست ہے۔

(۸) انسان کا خون چوسنے والے وہ جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہے جیسے مچھر، مکھی، پسو وغیرہ، یہ اگر آدمی کا خون پی لیں اور پھر ان کے مارنے سے جسم یا کپڑے پر خون کے دھبے لگ جائیں تو جسم یا کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔

(۹) نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں بھی پاک ہے، اور راکھ بھی، مثلاً گوبر جلایا جائے تو اس کا دھواں روٹی یا غذا پر لگے یا اس کی راکھ سے برتن مانجے جائیں تو یہ درست ہے، برتن ناپاک نہ ہوں گے۔

(۱۰) دودھ دوہتے ہوئے اگر اتفاق سے دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا گائے، بھینس کا تھوڑا گوبر گر پڑے تو فوراً نکال لینا چاہیے۔ یہ دودھ پاک ہے، اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔

(۱۱) بھیگا ہوا کپڑا کسی ناپاک چیز پر سوکھنے کے لیے پھیلا دیا یا ویسے ہی رکھ دیا یا کوئی ناپاک چوکی یا چارپائی پر بیٹھ گیا اور اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔ ہاں اگر نجاست کا اثر کپڑوں پر محسوس ہونے لگے تو پاک نہ رہیں گے۔

پاکی ناپاکی کے متفرق مسائل

(۱) مچھلی، مچھر، مکھی وغیرہ کی خون نما رطوبت نجس نہیں، جسم اور کپڑے پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔

(۲) دری، چٹائی یا کسی اور فرش کا ایک حصہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک حصے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

(۳) ہاتھ پیروں یا بالوں میں مہندی لگائی اور پھر معلوم ہوا کہ یہ مہندی ناپاک تھی تو تین بار اچھی طرح دھو لینے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔ مہندی کے رنگ کو زائل کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگایا اور معلوم ہوا کہ یہ ناپاک تھا تو اب اس کا پونچھنا یا دھونا واجب نہیں البتہ اس کا کچھ حصہ بہہ کر باہر آ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔

(۵) کتے کا لعاب ناپاک ہے لیکن کتے کا جسم نجس نہیں ہے، اگر کتا کسی کے جسم یا کپڑوں سے چھو جائے چاہے اس کا بدن بھیگا ہو یا سوکھا، کپڑا یا جسم ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ کتے کے جسم میں کوئی نجاست لگی ہو تو ناپاک ہو جائے گا۔

(۶) ایسا موٹا تختہ جو بیچ میں سے چیرا جا سکتا ہو وہ اگر ایک طرف سے ناپاک ہو جائے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے۔

(۷) جن کا جوٹھا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے، مثلاً آدمی کا پسینہ پاک ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت، حالت حیض والی عورت ہو یا نفاس والی، اور اس شخص کا پسینہ بھی پاک ہے جس کو نہانے کی ضرورت ہو۔

(۸) اگر نجاست کو جلا کر اس کے دھوئیں سے کوئی چیز بنائیں تو وہ پاک ہے، اور نجاستوں سے اٹھنے والے بخارات بھی پاک ہیں۔

(۹) مشک، اور اس کا نافہ اور عنبر پاک ہیں۔

(۱۰) سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے، وہ اگر بدن یا کپڑوں پر لگ جائے تو پاک ہے۔

(۱۱) اگر کوئی چیز ناپاک ہو جائے اور یاد نہ رہے کہ نجاست کس جگہ لگی ہے تو احتیاطاً پوری چیز دھونی چاہیے۔

(۱۲) کتے کا لعاب اگر دھات یا مٹی کے برتن میں لگ جائے تو تین بار اچھی طرح دھو لینے سے پاک ہو جائے گا، بہتر یہ ہے کہ سات بار اس طرح دھویا جائے کہ ایک بار مٹی سے مانجھ کر دھویا جائے اور چھ بار صرف پانی سے دھویا جائے۔

نجاستِ حکمی

نجاستِ حکمی: ناپاکی کی اس حالت کو کہتے ہیں، جس کا ناپاک ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے ذریعے معلوم ہوتا ہے، جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔ نجاستِ حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔

نجاستِ حکمی کی قسمیں

نجاستِ حکمی یا حدث کی دو قسمیں ہیں: حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر۔

حدثِ اصغر

یعنی ناپاکی کی وہ حالت جو پیشاب یا پاخانہ کرنے، ریاح خارج ہونے، جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہنے، منھ بھر قے ہونے، مستحاضہ کا خون آنے، ٹیک لگا کر سونے، وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حدثِ اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور جہاں پانی میسر نہ ہو یا پانی کا استعمال شدید مضر ہو تو تیمم سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ حدثِ اصغر کی حالت میں نہ آدمی نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ قرآن کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ البتہ حدثِ اصغر میں زبانی قرآن پڑھنا درست ہے۔

حدثِ اکبر

یعنی ناپاکی کی وہ حالت جو عورت سے مباشرت کرنے یا کسی اور طریقے سے شہوت کے ساتھ منی نکلنے یا سونے میں احتلام ہو جانے اور حیض و نفاس کا خون آنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حدثِ اکبر سے پاک ہونے کا طریقہ غسل ہے اور غسل کرنا ممکن نہ ہو تو تیمم سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ حدثِ اکبر میں آدمی نہ نماز پڑھ سکتا ہے، نہ قرآن پاک چھو سکتا ہے اور نہ زبانی تلاوت کر سکتا ہے، نہ مسجد میں داخل ہو سکتا ہے، البتہ مسجد میں داخل ہونا ناگزیر ہی ہو مثلاً غسل خانے کا راستہ ہی مسجد میں سے ہو کر گزرتا ہے یا پانی اور پانی کا برتن لینے کے لیے مسجد میں جانا ناگزیر ہے تو ایسی شدید ضرورت میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔

وضو کا بیان

(۱) وضو کی فضیلت و برکت

وضو کی قدر و اہمیت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ خود قرآن میں نہ صرف اس کا حکم ہے بلکہ تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وضو میں کن کن اعضا کو دھویا جائے، اور یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ وضو نماز کی لازمی شرط ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ ۶)

"مومنو! جب تم نماز پڑھنے کے لیے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو دھو لو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو، اور اپنے سروں پر مسح کر لو، اور پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھو لو"

نبی اکرم ﷺ نے وضو کی فضیلت و برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں قیامت کے روز اپنی امت کے لوگوں کو پہچان لوں گا۔" کسی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے؟ وہاں تو ساری دنیا کے انسان جمع ہوں گے؟ فرمایا: "(ایک) پہچان یہ ہوگی کہ وضو کی وجہ سے میری امت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمکدار ہوں گے۔"

(علم الفقہ حصہ اول)

(۲) وضو کرنے سے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں

اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا "جو (میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق) اچھی طرح وضو کرے اور وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر کر کے کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

* * *

پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔

(مسلم)

(۴) وضو کا مسنون طریقہ

وضو کرنے والا پہلے یہ نیت کرے کہ میں محض خدا تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس سے اپنے عمل کا صلہ پانے کے لیے وضو کرتا ہوں پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر وضو شروع کرے، اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (نسائی)

''اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میری رہائش گاہ میں میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے اور میری روزی میں برکت عطا فرما دے۔''

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے لیے وضو کا پانی لایا، آپ ﷺ نے وضو کرنا شروع کیا، تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ وضو میں یہ دعا (یعنی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ) پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے؟ ارشاد فرمایا، میں نے دین و دنیا کی کون سی چیز مانگنے سے چھوڑ دی''

وضو کے لیے پہلے داہنے ہاتھ میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک خوب اچھی طرح مل مل کر تین بار دھویئے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین بار کلی کیجیے اور مسواک میسر ہو تو مسواک کیجیے، اگر کسی وقت مسواک نہ ہو تو شہادت کی انگلی اچھی طرح دانتوں پر مل کر دانت صاف کریں۔ کلی کرنے کے بعد ناک میں اس طرح پانی ڈالا جائے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے (مگر روزے کی حالت میں احتیاط سے کام لیا جائے) اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کی جائے، ناک میں پانی ڈالنے کے لیے ہر بار نیا پانی لیا جائے پھر دونوں ہاتھ ملا کر لپ میں پانی لے کر تین بار پورا چہرہ اس طرح دھویا جائے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ اور چہرہ دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے بعد یہ دعا بھی پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

(علم الفقہ ۴۳)

''اے اللہ میرا چہرہ اس دن روشن فرما دے جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے تاریک ہوں گے۔''

پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مل مل کر دھویا جائے، پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ تین تین بار دھویا جائے۔ اگر ہاتھ میں انگوٹھی وغیرہ ہو تو ہلا لی جائے اور عورتیں اپنی چوڑیاں اور زیور وغیرہ ہلا لیں تاکہ پانی اچھی طرح نیچے تک پہنچ جائے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال بھی کریں، پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر اور کانوں کا مسح کریں۔

مسح کرنے کا طریقہ

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی الگ رکھ کر باقی تین تین انگلیاں دونوں ہاتھوں کو ملا کر انگلیوں کا اندرونی حصہ پیشانی کے بالوں سے پیچھے کی طرف پھیر کر چوتھائی سر کا مسح کیا جائے، پھر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف پھیر کر تین چوتھائی سر کا مسح کیا جائے، پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصہ میں اور انگوٹھے سے بیرونی حصے میں مسح کیا جائے، پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کیا جائے لیکن گلے کا مسح نہ کیا جائے، مسح کرنے کے اس طریقے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح کسی بھی حصہ کے مسح میں ہاتھ کا وہ حصہ دوبارہ استعمال نہیں ہوتا جو ایک بار استعمال ہو چکا ہے۔

مسح کرنے کے بعد پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین بار اس طرح دھوئے جائیں کہ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالا جائے اور بائیں ہاتھ سے ملا جائے۔ اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلیا) سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال بھی کیا جائے۔ اور دائیں پیر میں خلال چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کریں اور بائیں پیر میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کر کے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کریں۔ اور وضو تسلسل کے ساتھ کرنے کا اہتمام کیا

جائے۔ ایک عضو کے بعد فوراً دوسرا عضو دھویا جائے۔ ٹھہر ٹھہر کر وقفوں کے ساتھ نہ دھویا جائے۔

وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے ہوئے تین بار یہ دعا پڑھی جائے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (حصن حصین بحوالہ ترمذی)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک صاف رہنے والے ہیں۔"

وضو کے احکام

وضو فرض ہونے کی صورتیں

(۱) ہر نماز کے لیے چاہے فرض ہو یا نفل، وضو فرض ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے لیے وضو فرض ہے۔

(۳) سجدۂ تلاوت کے لیے وضو فرض ہے۔

وضو واجب ہونے کی صورتیں

(۱) بیت اللہ کے طواف کے لیے وضو واجب ہے۔

(۲) قرآن پاک چھونے کے لیے وضو واجب ہے۔

وضو سنت ہونے کی صورتیں

(۱) سونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔

(۲) غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

وضو مستحب ہونے کی صورتیں

(۱) اذان اور تکبیر کے وقت وضو مستحب ہے۔

(۲) خطبہ پڑھتے وقت چاہے خطبۂ نکاح ہو یا خطبۂ جمعہ ہو۔

(۳) دینی تعلیم دیتے وقت۔

(۴) ذکر الٰہی کرتے وقت۔

(۵) سو کر اٹھنے کے بعد۔

(۶) میت کو غسل دینے کے بعد۔

(۷) روضۃ الاقدس پر حاضری کے وقت۔

(۸) میدان عرفات میں ٹھہرنے کے وقت۔

(۹) صفا اور مروہ کی سعی کے وقت۔

(۱۰) جنابت کی حالت میں کھانے سے پہلے۔

(۱) حیض و نفاس کے ایام میں ہر نماز کے وقت۔

(۱۲) اور ہر وقت باوضو رہنا بھی مستحب ہے، اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہیں۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں اور در حقیقت انہیں چار چیزوں کا نام وضو ہے۔ ان میں سے اگر کوئی چیز بھی چھوٹ جائے یا بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

(۱) ایک بار پورے چہرے کا دھونا یعنی پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سارے چہرے کو دھونا۔

(۲) ایک بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) ایک بار دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

وضو میں کچھ چیزیں سنت ہیں، وضو کرتے وقت ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگرچہ ان کے چھوٹ جانے یا ان کے خلاف عمل کرنے والے کا وضو بھی ہو جاتا ہے، لیکن قصداً ایسا کرنا اور بار بار ایسا کرنا نہایت غلط ہے اور اندیشہ ہے کہ ایسا شخص گنہگار ہو۔ وضو میں سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خدا کی خوشنودی اور اجر آخرت کی نیت کرنا۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر وضو شروع کرنا۔

(۳) چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) تین بار کلی کرنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

(۷) ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

(۸) پورے سر کا مسح کرنا۔

(۹) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

(۱۰) مسنون ترتیب کے مطابق وضو کرنا۔

(۱۱) اعضا دھونے سے پہلے داہنے عضو کو دھونا اور پھر بائیں کو دھونا۔

(۱۲) ایک عضو کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا، یعنی ایک عضو دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

(۱۳) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔

(۱۴) وضو سے فارغ ہو کر مسنون دعا پڑھنا۔

وضو کے مستحبات

وہ آداب جن کا اہتمام کرنا وضو میں مستحب ہے:

(۱) کسی ایسی اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا کہ پانی بہہ کر اپنی طرف نہ آئے اور جسم و لباس پر چھینٹیں بھی نہ پڑیں۔

(۲) وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

(۳) وضو میں دوسرے کی مدد نہ لینا یعنی خود ہی پانی لیا جائے اور خود ہی اعضا دھوئے جائیں (مجبوری یا معذوری میں دوسروں سے مدد لینا بھی جائز ہے)۔

(۴) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۵) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۶) پیر دھوتے وقت دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔

(۷) اعضا دھوتے وقت مسنون دعائیں پڑھنا۔

(۸) اعضا کو دھوتے وقت اچھی طرح مل مل کر دھونا تاکہ کوئی حصہ خشک بھی نہ رہ جائے اور میل کچیل بھی خوب صاف ہو جائے۔

وضو کے مکروہات

وضو میں نو باتیں مکروہ ہیں جن سے بچنا چاہیے:

(۱) وضو کے آداب اور مستحبات کو ترک کرنا یا ان کے خلاف کرنا۔

(۲) ضرورت سے زیادہ پانی صرف کرنا۔

(۳) اتنا کم پانی استعمال کرنا کہ اعضا کے دھونے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

(۴) وضو کے دوران بلاوجہ ادھر ادھر کی باتیں کرنا۔

(۵) چہرے پر زور زور سے چھپکا مارنا اور اسی طرح دوسرے اعضا پر زور زور سے چھینٹیں مارنا اور دھونے میں چھینٹیں اڑانا۔

(۶) تین تین مرتبہ سے زیادہ اعضا کو دھونا۔

(۷) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

(۸) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا۔

(۹) کسی عذر کے بغیر ان اعضا کا دھونا جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے۔

جبیرہ اور زخم وغیرہ پر مسح

(۱) ٹوٹی ہوئی ہڈی پر کھپچی رکھ کر پٹی باندھی گئی ہو یا پلاسٹر چڑھایا گیا ہو اور اس عضو کو دھونا وضو میں ضروری ہو تو اس صورت میں پٹی کے اوپر صرف مسح کر لینا کافی ہے خواہ باندھنے کے وقت باوضو ہو یا نہ ہو۔

(۲) زخم پر پٹی بندھی ہو یا پھایا لگا ہوا ہو اور پانی پہنچنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہے۔ اور اگر مسح کر لینا بھی مضر ہو تو وہ بھی معاف ہے۔

(۳) اگر زخم کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ جو پٹی باندھی گئی ہے اس کے درمیان میں جسم کا ایسا حصہ ہے جو صحیح وسالم ہے اور پٹی کھولنے یا کھول کر اس حصے کو دھونے میں نقصان کا اندیشہ ہے تو اس حصے پر مسح کر لینا کافی ہے۔

(۴) چوٹ یا زخم پر بندھی ہوئی پٹی کھول کر اس حصہ جسم کو دھونے میں کوئی نقصان کا اندیشہ تو نہیں لیکن پٹی اس انداز کی ہے کہ کھول کر خود باندھنا ممکن نہیں اور کوئی دوسرا باندھنے والا بھی

نہیں ہے تو ایسی صورت میں مسح کرنے کی اجازت ہے۔

(۵) پٹی کے اوپر اگر دوسری پٹی باندھ دی جائے تو اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(۶) اگر کسی عضو پر چوٹ یا زخم ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کر لینا کافی ہے۔

(۷) اگر چہرہ یا ہاتھ پیر پھٹ گئے ہوں یا کسی عضو میں درد ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کرنا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو پھر مسح بھی نہ کیا جائے۔

(۸) اگر ہاتھ پیر پھٹنے کی وجہ سے اس میں موم یا واسلین وغیرہ بھر لیا ہو یا کوئی اور دوا بھر لی ہو تو اس پر صرف پانی بہا لینا کافی ہے۔ واسلین وغیرہ کا نکالنا اور ہٹانا ضروری نہیں اور اگر پانی ڈالنا بھی مضر ہو تو پھر صرف مسح کافی ہے۔

(۹) زخم یا چوٹ پر لگی ہوئی دوا یا پھائے پر پانی بہایا یا مسح کیا اور اس کے بعد یہ دوا یا پھایا چھوٹ گیا ہو یا چھڑا لیا گیا اور زخم اچھا ہو گیا ہے تو اب اس عضو کا دھونا ضروری ہے، اب مسح کی سہولت ختم ہو جائے گی اور پہلا مسح ختم ہو جائے گا۔

کن چیزوں پر مسح جائز نہیں

(۱) ہاتھ کے دستانوں پر۔

(۲) ٹوپی پر۔

(۳) سر پر بندھے ہوئے مفلر یا عمامہ پر۔

(۴) دوپٹے یا برقعے پر۔

نواقضِ وضو

یعنی ان چیزوں کا بیان جن سے حدثِ اصغر پیدا ہوتا ہے۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں

ایک وہ جو جسم کے اندر سے خارج ہوں۔

دوسرے وہ جو خارج سے آدمی پر طاری ہوں۔

پہلا قسم:

(۱) پاخانہ پیشاب خارج ہونا۔

(۲) پیچھے کے حصے سے ہوا کا خارج ہونا۔

(۳) پاخانہ یا پیشاب کے مقام سے کسی اور چیز کا نکلنا، مثلاً کیچوا، کیڑا، پتھر، کنکر، خون وغیرہ کا نکلنا۔

(۴) بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ جانا۔

(۵) تھوک یا بلغم کے علاوہ، خون، پیپ، غذا یا کوئی اور شے قے میں نکلے اور قے منہ بھر کر ہو۔

(۶) اگر قے منہ بھر نہ ہو لیکن تھوڑی تھوڑی ایک موقع پر کئی بار ہو جائے اور اس کی مقدار منہ بھر قے کے برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۷) اگر تھوک میں خون آ جائے اور خون کا رنگ تھوک پر غالب ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۸) بغیر شہوت کے منی نکل آئے، مثلاً کسی نے بوجھ اٹھایا یا کوئی اونچی جگہ سے گرا اور اس صدمے سے اس کی منی نکل پڑی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۹) اگر آنکھوں میں کوئی تکلیف ہو اور اس سے میل کچیل یا پانی بہے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جس شخص کی آنکھوں سے یہ پانی مسلسل بہتا ہو وہ معذور سمجھا جائے گا۔

(۱۰) کسی خاتون کی چھاتی سے درد اور تکلیف کی وجہ سے دودھ کے علاوہ کچھ پانی وغیرہ نکلے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱۱) استحاضہ کا خون آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح مذی نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۲) جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سب سے وضو بھی لازماً ٹوٹ جاتا ہے، مثلاً حیض ونفاس اور منی وغیرہ۔

دوسری قسم:

(۱) چت یا پٹ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جن حالتوں میں ہوش و حواس درست نہیں رہتے، ان میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) کسی مرض یا صدمے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) کسی نشیلی چیز کے کھانے پینے یا سونگھنے سے نشہ ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۵) نماز جنازہ کے علاوہ کسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۶) لیٹ کر نماز پڑھنے والا مریض اگر نماز میں سو جائے یا کسی اور طریقے سے سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۷) نماز سے باہر آدمی دو زانو ہو کر سو جائے یا کسی اور طریقے سے سو جائے اور اس کی دونوں ایڑیاں زمین سے علیحدہ ہوں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

وہ باتیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

(۱) کھڑے یا بیٹھے اونگھ جانے سے۔

(۲) نماز میں نابالغ آدمی کے قہقہہ لگانے سے۔

(۳) جنازے کی نماز میں قہقہہ لگانے سے، البتہ نماز فاسد ہوگی۔

(۴) نماز میں ہلکی آواز سے ہنسنے اور مسکرانے سے۔

(۵) عورت کے پستان سے دودھ نکلنے یا نچوڑنے سے۔

(۶) ستر برہنہ ہونے سے۔

(۷) زخم سے خون نکلے مگر زخم کے اندر ہی رہے، بہنے نہ پائے۔

(۸) وضو کے بعد اگر ڈاڑھی یا سر کے بال وغیرہ کتروانے یا منڈوا دیے جائیں تو اس سے وضو یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا۔

(۹) تھوک اور بلغم سے چاہے وہ منہ بھر کر ہی ہو۔

(۱۰) مرد اور عورت کے بوس و کنار سے۔

(۱۱) کان، ناک یا منہ سے کوئی کیڑا نکلنے سے۔

(۱۲) جسم سے کوئی پاک چیز نکلے جیسے آنسو اور پسینہ وغیرہ۔

(۱۳) ڈکار آنے سے چاہے ڈکار بدبودار ہو۔

معذور کے وضو کا حکم

وضو کے معاملے میں اس شخص کو معذور سمجھا جاتا ہے جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے ہر وقت وضو توڑنے والی چیز بہتی رہتی ہو اور نماز کے ایک وقت میں مرض سے اتنی مہلت نہ ملی ہو کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے، مثلاً:

(۱) کوئی آنکھوں کا مریض ہو اور ہر وقت آنکھوں سے کیچ اور میل نکلتا رہتا ہو یا ہر وقت پانی بہتا ہو۔

(۲) کسی کو پیشاب کا مرض ہو اور ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہو۔

(۳) کسی کو ریاح کا مرض ہو اور ہر وقت ریاح خارج ہوتی رہتی ہو۔

(۴) کسی کو پیٹ کا مرض ہو اور ہر وقت پاخانہ جاری رہتا ہو۔

(۵) کوئی ایسا مرض ہو جس سے ہر وقت خون یا پیپ رستا رہتا ہو۔

(۶) کسی کو نکسیر کا ایسا مرض ہو کہ ہر وقت خون جاری رہتا ہو۔

(۷) کسی کو منی یا مذی کا مرض ہو اور ہر وقت بہتی رہتی ہو۔

(۸) کسی خاتون کو ہر وقت استحاضہ کا خون آتا رہتا ہو۔

ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ایسا شخص ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کرے اور یہ وضو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کوئی دوسری چیز ایسی نہ پیدا ہو جائے جس سے وضو جاتا رہتا ہے، مثلاً کسی کو نکسیر کا مرض ہے۔ اس نے ظہر کا وضو کیا، تو س کا یہ وضو عصر تک باقی رہے گا ہاں اگر نکسیر کے خون کے علاوہ اس کو پیشاب آیا، یا ریاح خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

معذور کے مسائل

(۱) معذور ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنے کے بعد وقت رہنے تک اس وضو سے فرض، سنت، نفل سب نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) کسی نے فجر کی نماز کے لیے وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد وہ وضو ختم ہو گیا اب اگر نماز پڑھنا ہو تو نیا وضو کرنا ہوگا۔

(۳) آفتاب نکلنے کے بعد اگر وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ظہر کے لیے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ عصر کا وقت ہوتے ہی یہ وضو ختم ہو جائے گا۔

(۴) عذر باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ نماز کے اوقات میں کم از کم ایک بار وہ عذر پیش آتا رہے اگر کسی معذور کو کسی نماز کا پورا وقت ایسا مل جائے کہ اس پورے وقت میں اس کا وہ مرض بالکل ٹھیک رہے، مثلاً کسی کو پیشاب کا مرض تھا اور ظہر سے عصر تک پورے وقت میں اس کو ایک قطرہ بھی نہیں آیا تو اس کی معذوری ختم ہو گئی۔ اب جتنی بار بھی قطرہ آئے گا نیا وضو کرنا پڑے گا۔

غسل کا بیان

غسل کے اصطلاحی معنی

لغت میں غسل کے معنی ہیں سارے بدن کو دھونا، اور اصطلاح فقہ میں اس کے معنی ہیں، شریعت کے بتائے ہوئے خاص طریقے کے مطابق ناپاکی دور کرنے یا محض اجر و ثواب پانے کے لیے پورے بدن کو دھونا۔

غسل کے متعلق پانچ ہدایات

(۱) غسل خانے میں نہاتا ہو، کھلی جگہ میں بہتر یہ ہے کہ لنگی، نیکر یا اور کوئی کپڑا باندھ کر نہایا جائے۔ لیکن ہر حال میں اوٹ میں نہایا جائے۔

(۲) عورت کو چاہیے کہ ہمیشہ بیٹھ کر نہائے اور اگر مرد برہنہ ہو تو اس کو بھی بیٹھ کر ہی نہانا چاہیے۔ البتہ لنگی وغیرہ باندھ کر نہانے میں بھی بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

(۳) نہانے کے دوران بات چیت نہ کرنا چاہیے الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو۔

(۴) ہمیشہ پاک صاف جگہ پر نہانا چاہیے اور نہانے کی جگہ میں پیشاب وغیرہ کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

(۵) جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ سب غسل میں بھی مکروہ ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔

غسل کا مسنون طریقہ

داہنے ہاتھ سے پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں پھر استنجا کیا جائے چاہے استنجا کے مقام پر نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو اس کو دھویا جائے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح صابن وغیرہ سے دھو کر پورا وضو کیا جائے، اہتمام کے ساتھ کلی کرتے وقت حلق میں پانی پہنچایا جائے اور ناک میں بھی اچھی طرح پانی پہنچایا جائے ہاں اگر نہانے کی جگہ پر پانی جمع ہو رہا ہو یا زمین کچی ہو تو غسل سے فراغت کے بعد پاؤں دھوئے جائیں۔ اگرچہ غسل فرض ہو تو وضو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا کوئی دعا نہ پڑھی جائے۔ وضو کے بعد سر پر پانی ڈالا جائے پھر دائیں شانے پر اور اس کے بعد بائیں شانے پر اور پورے بدن کو اچھی طرح ملا جائے۔ صابن وغیرہ لگا کر ملے یا ویسے ہی ملا جائے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور بدن بھی اچھی طرح صاف ہو جائے۔ پھر دو مرتبہ سارے بدن پر اچھی طرح پانی بہایا جائے تاکہ کسی حصے کے خشک رہ جانے کا شبہ نہ رہے، اگر وضو میں پاؤں نہ دھوئے ہوں تو اب پاؤں دھو ڈالے۔ اور سارے بدن کو کسی کپڑے یا تولیے سے اچھی طرح پونچھ ڈالے۔

غسل کے فرائض

غسل میں صرف تین فرائض ہیں:

(۱) کلی کرنا، کلی کرنے میں یہ اہتمام کیا جائے کہ پورے منہ میں حلق تک اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا۔

(۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا تاکہ بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ بالوں کی جڑوں اور ناخنوں کے اندر بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔

دراصل انہی تین چیزوں کا نام غسل ہے، ان فرائض میں سے اگر ایک بھی چھوٹ گیا تو غسل نہ ہوگا۔

چوٹی اور زیور کا حکم

(۱) اگر چوٹی کھولے بغیر بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ سکے تو خواتین کے لیے چوٹی کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر بال بہت زیادہ گھنے ہوں یا چوٹی اتنی سخت بندھی ہوئی ہو کہ کھولے بغیر پانی نہ پہنچ سکے تو پھر کھولنا ضروری ہے۔

(۲) اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا بھگونا اور ان کی جڑوں میں اس اہتمام کے ساتھ پانی پہنچانا ضروری ہے کہ کوئی ایک بال بھی سوکھا نہ رہ جائے۔

(۳) تنگ زیور جیسے انگوٹھی، چھلا یا گلوبند وغیرہ یا کانوں کے بندے، بالی اور ناک کا پھول اور نتھ وغیرہ تو ان کا ہلا لینا ضروری ہے تاکہ ان کے نیچے اچھی طرح پانی پہنچنے کا اطمینان ہو جائے۔

* * *

غسل کی سنتیں

(۱) خدا کی خوشنودی اور اجر و ثواب کی نیت سے پاکی حاصل کرنا۔

(۲) مسنون ترتیب کے مطابق غسل کرنا، اور پہلے وضو کر کے غسل کرنا۔

(۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) بدن سے نجاست دور کرنا اور بدن کو ملنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات

یعنی وہ آداب جن کا اہتمام کرنا غسل میں مستحب ہے۔

(۱) ایسی جگہ نہانا جہاں اوٹ ہو اور کسی کی نظر نہ پڑے، اور کھڑے ہو کر نہانا تو تہبند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

(۲) دائیں جانب کو پہلے اور بائیں جانب کو بعد میں دھونا۔

(۳) پاک جگہ پر نہانا۔

(۴) نہ اتنا زیادہ پانی گرانا کہ اسراف ہو اور نہ اتنا کم کہ بدن پوری طرح نہ بھیگ سکے۔

(۵) بیٹھ کر غسل کرنا۔

غسل کے احکام

غسل کی قسمیں

غسل تین مقاصد سے کیا جاتا ہے:

(۱) حدثِ اکبر سے پاک ہونے کے لیے، یہ غسل فرض ہے۔

(۲) اجر و ثواب کی نیت سے، یہ غسل سنت یا مستحب ہے۔

(۳) بدن کو میل کچیل سے صاف کرنے اور گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، یہ غسل مباح ہے۔

غسل فرض ہونے کی صورتیں

غسل فرض ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(۱) منی کا نکلنا

(۲) جماع

(۳) حیض کے بعد

(۴) نفاس کے خون کے بعد

غسل فرض ہونے کی دوسری صورت حیض کا خون ہے، حیض کی کم سے کم مدت تین دن رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہیں اور دو حیضوں کے درمیان طہارت کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہیں یعنی دس دن سے اگر زیادہ خون آئے تو غسل فرض نہ ہوگا اور اگر ایک حیض کے بند ہونے کے پندرہ دن سے پہلے خون آ جائے تو وہ بھی حیض نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے غسل فرض نہ ہوگا۔ غسل فرض ہونے کی تیسری صورت نفاس کا خون ہے۔ نفاس کا حکم اس خون پر لگایا جائے گا جو آدھا بچہ باہر نکل آنے کے بعد آئے۔ اس سے پہلے جو خون آئے وہ نفاس کا خون نہیں ہے، اس سے غسل فرض نہ ہوگا۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن رات ہے اس کے بعد جو خون آئے اس سے غسل فرض نہ ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو بالکل ہی خون نہ آئے تو غسل فرض نہ ہوگا، البتہ احتیاط کے طور پر غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

غسلِ سنت کی صورتیں

(۱) جمعہ کے دن نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۲) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدین کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۳) حج یا عمرے کے احرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۴) حج کرنے والے کو عرفے کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

(۱) اگر کوئی حدثِ اکبر یعنی جنابت کی حالت میں ندی یا نہر میں غوطہ لگالے یا بارش میں کھڑا ہو جائے اور پورے بدن پر پانی بہہ جائے اور وہ کلی بھی کر لے اور ناک میں پانی بھی ڈال دے تو اس کا غسل ادا ہو جائے گا اور حدثِ اکبر سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) اگر کسی نے غسل سے پہلے وضو نہ کیا، تو غسل کے بعد اب اس

کے لیے الگ سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ غسل میں وہ سارے اعضا دھل ہی گئے جن کو وضو میں دھونا فرض تھا، لہٰذا غسل کے اندر وضو بھی ہو گیا۔

(۳) غسل کرتے وقت کلی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کر پانی اس طرح پی لیا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو غسل درست ہو گیا۔ اس لیے کہ کلی کا مقصد بھی یہی تھا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے، وہ مقصد حاصل ہو گیا۔

(۴) اگر سر میں خوب تیل ڈال لیا ہے یا بدن پر خوب مل لیا ہے اور پانی بدن پر پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے یا ذرا ٹھہرتا نہیں تو کوئی حرج نہیں، غسل درست ہو گیا۔

(۵) اگر ناخن میں آٹا لگا تھا اور سوکھ گیا یا کوئی اور زینت کی چیز لگائی اور اس کو چھڑائے بغیر نیچے کی سطح تک پانی نہیں پہنچ سکتا تو اس کا چھڑانا ضروری ہے، چھڑائے بغیر غسل درست نہیں۔

(۶) اگر کسی مرض کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو باقی بدن دھو لینے سے غسل درست ہو جائے گا۔ پھر جب نقصان کا اندیشہ نہ رہے تو سر دھو لینا چاہیے۔

تیمم کا بیان

طہارت حاصل کرنے کا اصل ذریعہ پانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نہایت فراوانی کے ساتھ بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے، لیکن پھر بھی بعض صورتیں ایسی ہو سکتی ہیں کہ کسی جگہ پانی میسر نہ آئے یا پانی تو موجود ہو لیکن کسی وجہ سے پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنا آدمی کے بس میں نہ ہو یا پانی کے استعمال سے شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورتوں میں اللہ نے یہ مزید فضل و انعام فرمایا ہے کہ مٹی سے طہارت حاصل کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کا طریقہ سکھایا ہے تاکہ بندوں کو دین پر عمل کرنے میں کوئی تنگی نہ ہو۔

قرآن میں ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (المائدہ ۶)

”اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے اور تاکہ تم اس کے شکر گزار ہو۔“

تیمم کے معنی

لغت میں تیمم کے معنی ہیں قصد و ارادہ کرنا اور اصطلاحِ فقہ میں اس کے معنی ہیں پاک مٹی کے ذریعے نجاست حکمیہ سے طہارت حاصل کرنے کا قصد و ارادہ کرنا تیمم وضو اور غسل دونوں کے بجائے کیا جا سکتا ہے یعنی اس کے ذریعے آدمی حدثِ اصغر سے پاک ہو سکتا ہے اور حدثِ اکبر سے بھی۔ تیمم کی یہ اجازت، حضرت محمد ﷺ کی امت پر خدا کا خصوصی انعام ہے، یہ امت جس کا دائرۂ کار پوری دنیائے انسانیت اور جس کی مہلتِ عمل رہتی زندگی تک ہے، بجا طور پر اس سہولت اور رعایت کی مستحق تھی تاکہ کسی بھی دور میں کیسے ہی حالات ہوں اور دنیا کا کوئی بھی مقام ہو، دینی احکام کی تعمیل میں امت کو کوئی تنگی محسوس نہ ہو۔

تیمم کی اجازت کی صورتیں

(۱) کسی ایسی جگہ قیام ہو جہاں پانی ملنے کی کوئی امید ہی نہ ہو، نہ کوئی بتانے والا ہو اور نہ کوئی علامت ہی ایسی نظر آئے جس سے گمان ہو کہ یہاں پانی مل سکے گا یا پھر پانی ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو، وہاں جانے یا وہاں سے پانی لانے میں غیر معمولی مشقت ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۲) پانی تو موجود ہو لیکن اس کے قریب کوئی دشمن ہو یا کوئی موذی جانور ہو یا گھر کے باہر پانی ہو اور چور ڈاکو کا خطرہ ہو یا کنواں ہو اور ڈول رسی نہ ہو یا کسی خاتون کے لیے گھر سے نکل کر پانی لانے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو ایسی تمام صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۳) پانی تو اپنے پاس موجود ہو لیکن تھوڑا ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر

وضو یا غسل میں استعمال کیا گیا تو پیاس کی تکلیف ہوگی یا کھانا وغیرہ نہ پک سکے گا، ایسی صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

(۴) پانی تو ہو لیکن پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے کا خوف ہو یا صحت پر غیر معمولی اثر پڑنے کا اندیشہ ہو، نہ کہ وہم مثلاً ایک شخص جاڑے کے موسم میں مستقل طور سے وضو اور غسل کے لیے گرم پانی استعمال کرنے کا عادی ہے اس کو وضو یا غسل کی ضرورت ہے پانی موجود ہے مگر ٹھنڈا ہے اور اس کا تجربہ ہے کہ اگر اس نے عادت کے خلاف ٹھنڈا پانی استعمال کیا تو وہ بیمار پڑ جائے گا یا اس کی صحت پر اثر پڑے گا تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔ گرم پانی کے انتظار میں ناپاک رہنا اور نمازیں قضا کرنا درست نہیں بلکہ تیمم کے ذریعے پاکی حاصل کرکے نماز ادا کرنا چاہیے۔

(۵) پانی تو مل رہا ہو لیکن پانی والا کسی وجہ سے معمول سے کہیں زیادہ قیمت مانگ رہا ہو یا پانی کی قیمت تو مناسب ہو لیکن ضرورت مند کے پاس ادا کرنے کے لیے قیمت نہ ہو یا رقم تو موجود ہو لیکن راستے کے مصارف سے زیادہ نہ ہو اور پریشانی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔

(۶) پانی تو موجود ہو لیکن سردی اتنی شدید ہو کہ ٹھنڈے پانی کے استعمال سے مر جانے یا فالج ہو جانے کا خطرہ ہو یا کوئی اور بیماری مثلاً نمونیا وغیرہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور پانی گرم کرنے کے امکانات نہ ہوں تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۷) پانی اپنے قبضے میں ہو لیکن کسی کمزوری یا بیماری کی وجہ سے آدمی خود اٹھ کر نہ لے سکتا ہو یا کنویں سے نہ کھینچ سکتا ہو تو ان صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۸) اگر آدمی ریل، بس یا جہاز میں سفر کر رہا ہو سواری مسلسل چل رہی ہو اور اندر پانی موجود نہ ہو یا پانی ہو اور بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے وضو کرنا ممکن نہ ہو یا سواری رکی ہو اور نیچے اترنے میں سواری چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا کسی وجہ سے اترنے کا موقع ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۹) اگر بدن کے زیادہ حصے پر یا وضو کیلئے وضو کے اکثر اعضاء پر زخم ہوں یا چیچک نکل آئی ہو تو اس صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

(۱۰) سفر میں پانی تو موجود ہو لیکن یہ خوف ہے کہ آگے کہیں پانی نہ ملے گا اور پیاس کی وجہ سے شدید تکلیف ہوگی یا جان پر بن آئے گی تو پانی کو کھانے پینے کے لیے محفوظ رکھ کر تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کا مسنون طریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر تیمم کی نیت کی جائے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی ذرا کشادہ کرکے آہستہ پاک مٹی پر مارے، اگر زیادہ گرد لگ جائے تو ہاتھوں کو جھٹک کر یا منہ سے پھونک کر جھاڑ دے، ☆ اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر اس طرح ملے کہ بال برابر بھی جگہ چھوٹ نہ جائے۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے مٹی پر ہاتھ مارے، اور ہاتھوں کو جھاڑ کر پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نچلے حصے پر رکھ کر کہنی تک پھیرے، پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کہنی کے اوپر کے حصے پر ملے اور ہاتھ کی پشت پر پھیرتے ہوئے دائیں ہاتھ کی انگلیوں تک لائے اور انگلیوں کا خلال بھی کرے پھر اسی طریقے سے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر پھیرے، اگر ہاتھ میں گھڑی یا چوڑی ہو یا انگلی میں انگوٹھی ہو تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے بھی ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

تیمم کے فرائض

تیمم کے تین فرض ہیں۔

(۱) خدا کی رضا کے لیے پاک ہونے کی نیت کرنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا۔

(۳) اور پھر دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیرنا۔

تیمم کی سنتیں

(۱) تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا۔

(۲) مسنون طریقے کے مطابق تیمم کرنا یعنی پہلے چہرے کا مسح

☆ تاکہ خوامخواہ چہرہ اور ہاتھ گرد آلود نہ ہوں۔

کرنا اور پھر دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

(۳) پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا، نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

(۴) ملنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا۔

(۵) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔

(۶) کم سے کم تین انگلیوں سے ہاتھ اور چہرے کا مسح کرنا۔

(۷) پہلے دائیں ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

تیمم کے لیے جائز ناجائز اشیا

(۱) پاک مٹی سے تو تیمم جائز ہے ہی، اور ان ساری چیزوں سے بھی جائز ہے جو مٹی کی قسم سے ہوں، وہ ساری چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ نہ ہوں اور نہ ہی نرم پڑیں مٹی کی قسم سے ہیں جیسے سرمہ، چونا، پتھر، اینٹیں، ریت، کنکر، گیرو، سنگ مرمر یا عقیق فیروزہ وغیرہ۔ ان سب سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۲) ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا ناجائز ہے جو مٹی کی قسم سے نہ ہوں، وہ ساری چیزیں مٹی کی قسم سے نہیں ہیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ ہو جائیں یا پگھل جائیں جیسے لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، تانبا، پیتل، شیشہ، رانگا اور ساری دھاتیں اور کوئلہ، غلہ، کپڑا، کاغذ، نائیلون اور پلاسٹک کی چیزیں یا خود راکھ۔ ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا درست نہیں۔

(۳) جن چیزوں سے تیمم ناجائز ہے اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑے یا ہاتھ رکھ کر کھینچا جائے تو نشان پڑے تو اس صورت میں ان سے بھی تیمم جائز ہے، مثلاً کپڑے کے تھان پر غبار ہو، کرسی، میز پر غبار ہو، یا خود کسی آدمی کے جسم پر گرد و غبار ہو تو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۴) جن چیزوں سے تیمم جائز ہے، مثلاً اینٹ، پتھر، مٹی کے برتن وغیرہ اگر یہ چیزیں بالکل دھلی ہوئی ہوں اور ذرا بھی ان پر گرد و غبار نہ ہو تب بھی ان پر تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم ٹوٹنے کی صورتیں

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سب سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور غسل کا تیمم بھی۔

(۲) اگر وضو اور غسل دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا جائے تو وضو ٹوٹنے سے وہ تیمم صرف وضو کے حق میں ٹوٹے گا۔ لیکن غسل کے حق میں باقی رہے گا، جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔

(۳) اگر محض پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۴) اگر کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو عذر یا بیماری ختم ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا، مثلاً کسی نے سخت سردی میں فالج کے خطرے سے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا پھر پانی گرم کرنے کا انتظام ہو گیا تو گرم پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۵) پانی کے قریب کوئی درندہ، سانپ یا کوئی دشمن تھا جس کے خوف سے وضو کے بجائے تیمم کر لیا تھا پھر یہ خطرہ ٹل گیا اور پانی حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو تیمم ٹوٹ گیا۔

(۶) اگر کوئی آدمی ریل، بس یا جہاز سے سفر کر رہا ہے اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا۔ اب چلتی ریل، بس یا جہاز میں سے جگہ جگہ اسے چشمے، نہریں، تالاب وغیرہ دکھائی دے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ چلتی سواریوں میں پانی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے اس آدمی کا تیمم نہ ٹوٹے گا لیکن جب سواری ایسی جگہ رکے جہاں پانی حاصل کیا جا سکتا ہے تو وہیں تیمم ٹوٹ گیا۔

(۷) اگر کسی نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر وہ عذر تو ختم ہو گیا لیکن اس عذر کے ختم ہوتے ہی دوسرا عذر پیدا ہو گیا، تب بھی پہلے عذر کے جاتے رہنے سے تیمم ٹوٹ جائے گا، مثلاً کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا، پھر پانی مل گیا۔ لیکن پانی ملتے ہی وہ ایسا بیمار ہوا کہ پانی کا استعمال اب بھی اس کے لیے ممکن نہیں تب بھی اس کا پہلا تیمم ختم ہو گیا جو پانی

نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا۔

(۸) اگر کسی نے وضو کے بجائے تیمم کیا تھا، پھر وضو کے بقدر پانی مل گیا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ اور اگر کسی نے غسل کے بجائے یعنی حدث اکبر سے پاک ہونے کے لیے تیمم کیا تھا، اور پانی صرف اتنا ملا ہے کہ اس سے وضو ہی ہوسکتا ہے، غسل نہیں ہوسکتا تو غسل کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

تیمم کے متفرق مسائل

(۱) کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی مل گیا تو چاہے یہ پانی وقت کے اندر ہی ملا ہو تو بھی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۲) پانی نہ ملنے یا کسی معذوری کی وجہ سے جب تک آدمی تیمم کا ضرورت مند ہے وہ اطمینان سے تیمم کرکے دینی فرائض ادا کرتا رہے اور اس قسم کے وسوسوں سے خود کو پریشان نہ کرے کہ پاکی تو دراصل پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے، تیمم سے بھلا کیا پاکی حاصل ہوگی؟ پاکی یا ناپاکی کا دارومدار پانی یا مٹی پر نہیں ہے خدا کے حکم پر ہے، اور خدا کی شریعت نے جب مٹی سے پاک ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ تیمم سے بھی ایسی ہی پاکی حاصل ہوتی ہے جیسی وضو یا غسل سے ہوتی ہے۔

(۳) اگر کسی نے میدان میں پانی کی جستجو کرنے کے بعد تیمم سے نماز پڑھ لی، پھر معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب ہی پانی تھا تو یہ تیمم اور نماز دونوں درست ہیں، نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۴) اگر سفر میں کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہو اور یہ احساس ہو کہ مانگنے پر مل جائے گا تو اس سے مانگے بغیر تیمم جائز نہیں اور اگر یہ اندازہ ہو کہ مانگنے سے نہیں مل سکے گا تو پھر تیمم کرنا ہی درست ہے۔

(۵) وضو اور غسل دونوں کے بجائے تیمم درست ہے یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونے کے لیے تیمم کرنا صحیح ہے اور دونوں کے لیے تیمم کا وہی ایک طریقہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور دونوں کے لیے الگ تیمم کرنے کی بھی ضرورت نہیں ایک ہی تیمم دونوں کے لیے کافی ہے، مثلاً ایک شخص پر غسل فرض ہے، اس نے غسل کے بجائے تیمم کرلیا، اب اسی تیمم سے وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ وضو کے لیے الگ تیمم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) تیمم میں یہ پابندی نہیں ہے کہ ایک تیمم سے ایک ہی وقت کی نماز پڑھی جائے بلکہ جب تک وہ نہ ٹوٹے کئی کئی وقت کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح فرض نماز کے لیے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض، نفل، سجدہ تلاوت، تلاوت قرآن وغیرہ سب ہی عبادتیں ادا کرنا جائز ہیں، البتہ محض قرآن پاک کو چھونے یا مسجد میں داخل ہونے کے لیے یا قرآن کی تلاوت کے لیے یا قبرستان میں داخل ہونے کے لیے تیمم کیا ہے تو اس سے نماز وغیرہ پڑھنا درست نہیں۔

(۷) پانی موجود ہے لیکن یہ اندیشہ ہے کہ وضو یا غسل کرتے کرتے نماز جنازہ یا نماز عیدین یا نماز کسوف (یعنی ایسی نماز جس کا عوض یا قضا نہیں ملے گی) تو اس صورت میں تیمم کرکے نماز میں شریک ہوجانا درست ہے۔ اس لیے کہ دوسرے وقت میں ان نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص معذور ہو اور خود اپنے ہاتھ سے تیمم نہ کرسکتا ہو تو یہ جائز ہے کہ کوئی دوسرا آدمی، مسنون طریقے کے مطابق اس کو تیمم کرادے یعنی اپنے ہاتھ مٹی پر مار کر پہلے اس کے پورے چہرے پر پھیرے پھر اس کے ہاتھوں پر پھیرے۔

(۹) اگر کسی کے پاس دو برتنوں میں پانی بھرا ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ایک برتن کا پانی پاک ہے اور ایک کا ناپاک، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس برتن میں پاک ہے اور کس برتن میں ناپاک تو ایسی صورت میں تیمم کرلینا چاہیے۔

(۱۰) مٹی کے ایک ہی ڈھیلے سے ایک ہی آدمی کئی بار بھی تیمم کرسکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اسی ایک ڈھیلے سے کئی کئی آدمی تیمم کریں۔ جس مٹی سے تیمم کرلیا جائے اس کا حکم ماءِ مستعمل جیسا نہیں ہے۔

⁂

نماز کا فلسفہ

نماز بندے کی طرف سے خدا کی خدائی کا اعتراف ہے۔ اس خدائی کے اتنے بے شمار پہلو ہیں اور اتنی ان گنت شکلوں میں انسان کے اوپر اس کا ظہور ہوا ہے کہ انسان دائمی طور پر حالتِ ذکر میں ہو کر بھی ان کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اصلاً جو چیز مطلوب ہے وہ یہی ہے کہ بندہ ہر وقت خدا کا فرمانبردار بنا رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے دینِ اسلام کی یہ خوبی رکھی ہے کہ انسان کی عملی زندگی میں ہی اپنی فرمانبرداری اور خوشنودی کے کئی گوشے مضمر رکھے ہیں۔ انسان اپنی عملی زندگی کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی اطاعت کو مطمحِ نظر رکھے تو اس کے تمام کام عبادت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر اگر کسی مریض کا علاج کر رہا ہے اور اس کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے ایک بندے یا اس کے کنبے کے ایک فرد کا علاج کر رہا ہے اور وہ اس کے درد کو اپنا درد محسوس کرتا ہے اور اس وقت تک چین نہیں لیتا جب اس مریض کی تکلیف کا ازالہ نہیں ہو جاتا تو اس ڈاکٹر کا اس مریض کے پاس بیٹھنا، اس کے علاج کے لیے جاگنا اور دوسری مشقت برداشت کرنا عبادت اور نیکی میں شمار ہوتا ہے۔ اس طرح ایک استاد کا یہ تصور کہ وہ خدا کے بندوں کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے اور انہیں علم کے ذریعے خداشناسی کے مدارج سے آشنا کر رہا ہے تو اس کا یہ عمل بھی عبادت اور نیکی بن جاتا ہے۔ ایک دکاندار رزق حلال کے حصول کی نیت سے دکان پر جاتا ہے کہ وہاں سے کچھ حاصل کر کے اسے خدا کی طرف سے اپنے لیے سپرد اولاد و محروم انسانوں کی کفالت کا ذمے دار بنتا ہے تو اس کا یہ عمل بھی اس کے لیے عبادت اور نیکی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح ایک ماں اپنے بچے کی پرورش کے مقصد سے دن کو مشغول رہتی ہے اور راتوں کو جاگتی ہے۔ بچے کی تھوڑی سی بے چینی ماں کا پورا آرام و سکون چھین لیتی ہے۔ اس وقت ماں کا یہ تصور کہ وہ خدا کی مخلوق اور اپنے سپرد خدائی امانت کی پرورش کا فرض سرانجام دے رہی ہے اور اپنی ممتا کی فطرت کو ذمہ داری سے نبھا رہی ہے تو اس کا یہ سارا عمل بھی نیکی اور عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ اگر ماں کا ارادہ اور عمل یہ ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق کی پرورش کا جو حصہ اس کے ذمہ ہے، اپنی تربیت و تعلیم سے بھی وہ اپنی اولاد کو خداشناسی سے بہرہ ور کرے گی اور خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کا مجسمہ بنائے گی تو اس ماں کا یہ عمل بھی اس کی بہت بڑی نیکی اور عبادت شمار ہوگا۔

لیکن ان نیکیوں اور عبادات میں خلوص و استقامت اور للہیت پیدا کرنے کے لیے اسلام نے عبادات کے ارکان اربعہ کا ایک نظام تربیت دیا ہے۔ اسلام کی ہر عبادت ایک خاص روح کی حامل ہے اور اس کی ترکیب ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کا مقصد پورا کرتے ہوئے انسانی زندگی کے دیگر فطری لوازمات اور ضروریات کو بھی پورا کرتی ہے، مثلاً نماز جس طرح اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کا ایک منظم ذریعہ ہے بیک وقت وہ خواہشات اور منکرات سے روکنے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اسی طرح اس سے جماعت بندی ہوتی ہے اور نماز باجماعت کا تصور سماجی زندگی میں ایک ادارے کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ پیغمبر ﷺ کے زمانے میں مسجد کو واقعی ایک ادارے کی حیثیت حاصل تھی۔ پیغمبر ﷺ نماز کا سلام پورا کرنے کے بعد دونوں طرف صفوں پر نظر دوڑا کر معلوم کرتے تھے کہ آج ہمارا کون سا ساتھی نماز میں شریک نہیں ہوسکا اور پھر اس کی وجہ معلوم کرتے تھے اگر وہ بیمار ہوتا تھا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور اگر وہ کسی

اور مسئلہ میں الجھا ہوتا تو اس میں اس کے غمخوار رہتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کے تمام اجتماعی مسائل کی پلاننگ اور حکمت عملی مسجد میں تیار ہوتی تھی اور اسی مسجد سے اس پر عمل کے لیے پیشرفت ہوتی تھی اور اسی مسجد میں حکمت عملیوں کے نتائج کو سمیٹا جاتا تھا۔

قرآن مجید میں نماز کی دو قسمیں آئی ہیں۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ [illegible])

”اور میری یاد کے لیے میری نماز قائم رکھ۔“

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے مقصود اپنی فرمانبرداری ہے اور نماز اس فرمانبرداری کا ایک عملی اظہار ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ فرمانبرداری ہمیشہ کے لیے مطلوب ہے۔ فرمایا:

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝

(معارج ۲۲-۲۳)

”مگر نماز پڑھنے والے جو اپنی نماز کے اوپر ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

یہ دائمی نماز یا ذکر کسی رٹے ہوئے لفظ کو دہرانے کا نام نہیں۔ انسانی زندگی کے تمام افعال میں، تمام اذکار میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرمانبرداری کو ملحوظ رکھنا ہی اس کی حقیقی یاد ہے۔ پھر پنج وقت کی نماز میں انسانی زندگی کے ان تمام افعال میں جو خدا کی فرمانبرداری سامنے رکھتے ہوئے سرانجام دیے جاتے ہیں، اس کی استقامت خدا تعالیٰ سے مانگنا یہ ”صلاتھم دائمون“ ہے۔

نماز کی دوسری قسم کو سورۃ ماعون میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝

(ماعون ۱-۵)

”کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو انصاف کے دن کو جھٹلاتا ہے۔ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں ابھارتا۔ پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز (کے اصل مقاصد) سے غافل ہیں۔“

مراد یہ ہے کہ ایسے نمازی جو اپنی عملی زندگی میں انسانیت کے کام نہیں کرتے، سماج کے محروم لوگوں کی بحالی کاری کا بیڑہ نہیں اٹھاتے اور اپنے رزق کو تقسیم کر کے نہیں کھاتے وہ حقیقت میں حساب والے دن کو سچا سمجھتے ہی نہیں۔ اگر انہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر ایک ایک چیز کا حساب کتاب دینا ہے اور تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا تو یہ لوگ ہرگز اس طرح نہیں کرتے کہ انسانیت کے کاموں سے ہاتھ نکال لیں۔ اب انہیں نام کا یا نسل کا مسلمان تو رہنا ہے، تو اس صورت میں وہ جو نماز پڑھ رہے ہیں اس کے لیے ارشاد ہوا ہے کہ ”تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے۔“ بعض روایات میں ”ویل“ جہنم کی بدترین وادی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ایسے نمازیوں کو وہاں ٹھکانے لگایا جائے گا۔

اس لیے اس نماز کا لطف ہی اور ہے جس میں خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے انسان کے پاس کچھ موجود ہو کہ یا اللہ میں نے تیری فرمانبرداری میں خاص تیری رضا کے لیے یہ کچھ کیا ہے۔ اب تو عظمت والا ہے ساری حمد تیری ہیں، ساری ستائش تیری ہے۔ اب میرا یہ عمل قبول فرما اور تو مجھے اس راستے پر استقامت فرما۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے والوں کے لیے تیری نعمتیں مختص ہوئیں اور جو اس راستے پر نہیں چلے وہ گمراہ ہوئے اور تیری ناراضگی ان کا مقدر ہوئی۔

خدا اور بندے کے درمیان نماز ایک دوطرفہ عمل ہے جس کا ایک سرا بندے کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا خدا کی طرف۔ بندہ جب اپنے رب کو اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے یاد کرتا ہے (آل عمران۔۱۹۱) تو خدا کی توجہ اسے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن میں خدا اور بندے کی نماز کی صورت میں باہمی مواصلات کے تقاضوں سے آگاہ کیا گیا ہے:

۱۔ بندے کے تصور میں خدا اس طرح سما جائے کہ ہر واقعہ اس کو خدا کی یاد دلانے والا بن جائے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (آل عمران [illegible])

"وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے آسمان و زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، کہہ اٹھتے ہیں اے خدایا! تو نے اس کو عبث نہیں بنایا۔"

۲۔ خدا کی عظمت بندے کے اوپر اتنی چھا جائے کہ اس کے خیال سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (زمر ۲۳)

"رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے کہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔"

۳۔ خدا کا تذکرہ ہو تو بندے کا دل دہل اٹھے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (انفال ۲)

"وہ فرمانبردار لوگ کہ جب ذکر آتا ہے اللہ کا تو ان کے دل دہل اٹھتے ہیں۔"

۴۔ خدا کا کلام بندے کو رلا دے:

تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (مائدہ ۸۳)

"تو دیکھے کہ ان کی آنکھیں ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس سبب سے کہ انہوں نے حق پہچان لیا۔"

۵۔ نماز اس کے لیے ایسی چیز بن جائے جس سے وہ ضرورت کے وقت مدد طلب کرے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (بقرہ ۱۵۳)

"اے ایمان لانے والو صبر اور نماز سے مدد لو۔"

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو پریشانی پیش آتی تو آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے (اذا حزبہ امر فصلی) یہی صلحائے امت کا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ کسی ویران مسجد میں چلے جاتے۔ نماز پڑھتے اور سجدے میں سر رکھ کر کہتے: یا معلم **ابراهيم علمني** (اے ابراہیم علیہ السلام کو سکھانے والے مجھے بتا دے)۔ ابو نعیم نے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

مَادُمْتَ فِيْ صَلٰوةٍ فَاَنْتَ تَقْرَعُ بَابَ الْمَلِكِ وَمَنْ يَّقْرَعْ بَابَ الْمَلِكِ يُفْتَحْ لَهٗ

"جب تک نماز میں ہو تم بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اس کے لیے وہ کھول دیا جاتا ہے۔"

نماز مومن کے لیے، زندگی کے صحرا میں ایک نخلستان ہے۔ یہ نماز جب آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اس کی محبوب ترین چیز بن جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **جعلت قرة عيني في الصلوة**، نسائی (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) اپنے مؤذن بلالؓ سے آپ نے اذان کے لیے فرمایا تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

يَا بِلَالُ! اَقِمِ الصَّلٰوةَ اَرِحْنَا (ابو داؤد، کتاب الادب)

"اے بلال نماز کی تیاری کرو اور ہم کو راحت دو۔"

ترک نماز اور تارکین نماز رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز نہ پڑھنے کو انکار کی بات اور منکروں کا طریقہ قرار دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے وسلم نے فرمایا:

"بندے کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔" (صحیح مسلم)

تارکین کی میدان حشر میں رسوائی

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذلت و رسوائی اٹھانا پڑے گی اس کو قرآن مجید کی ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ط وَقَدْ كَانُوْا

يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝ سورۂ قلم: ۴۳

اس آیت کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن (جب کہ نہایت سخت گھڑی ہوگی اور شروع دنیا سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان میدان حشر میں جمع ہوں گے) تو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوگی اور اس وقت پکارا جائے گا کہ سب لوگ اللہ کے حضور میں سجدے میں گر جائیں، تو جو خوش نصیب اہل ایمان دنیا میں نمازیں پڑھتے تھے اور اللہ کو سجدے کیا کرتے تھے وہ تو فوراً سجدے میں چلے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ تندرست اور اچھے بھلے ہونے کے باوجود نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور اس خدا کو سجدہ نہ کرتے تھے ان کی کمریں اس وقت تختے کی مانند سخت کر دی جائیں گی، اور وہ کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے، سجدہ نہ کر سکیں گے اور ان پر سخت ذلت و رسوائی کا عذاب چھا جائے گا اور ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور وہ آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلت و خواری کا یہ عذاب انھیں روز حشر اٹھانا ہوگا۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

جب نماز کا وقت آئے تو ہمیں چاہیے کہ پہلے اچھی طرح وضو کریں، اور یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کے لیے اور اس کی عبادت کے لیے یہ پاکی اور یہ صفائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے وضو میں بھی ہمارے لیے بڑی رحمتیں اور برکتیں رکھی ہیں۔

وضو کے بعد جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگیں تو چاہیے کہ خوب اچھی طرح دل میں یہ خیال جمائیں کہ کائنات میں تمام موجودات سے کٹ کر میں اپنے اس مالک و معبود کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں جو میرا ظاہر و باطن اور کھلے چھپے سب حالات و خیالات جانتا ہے۔ اور قیامت کے روز بھی مجھے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ پھر جس وقت کی نماز پڑھنی ہو خاص اسی وقت کی نیت کر کے اور قاعدے کے مطابق کانوں تک ہاتھ اٹھا کے (عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائے)☆ دل و زبان سے کہنا چاہیے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللہ بہت بڑا ہے۔

پھر ہاتھ (مرد ناف کے نیچے اور عورت سینے پر) باندھ کے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا پورا دھیان کر کے پڑھنا چاہیے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ.

"اے میرے اللہ! پاک ہے تیری ذات اور تیرے ہی لیے ہے ہر تعریف، اور برکت والا ہے تیرا نام، اونچی ہے تیری شان، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت والا نہایت مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ اٰمِيْن

"ہر طرح کی ستائشیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام کائنات کی خلقت کا پروردگار ہے۔ جو رحمت والا ہے اور جس کی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششوں سے مالا مال کر رہی ہے۔ جو اس دن کا مالک ہے جس دن کاموں کا بدلا لوگوں کے حصے میں آئے گا۔ (خدایا!) ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے (اپنی ساری احتیاجوں میں) مدد مانگتے ہیں۔ (خدایا!) ہم پر (سعادت کی) سیدھی راہ کھول دے۔ وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہوئی جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں جو پھٹکارے گئے اور نہ ان کی جو راہ سے بھٹک گئے۔" "اے اللہ! میری یہ دعا قبول فرمالے۔"

☆ عورتوں اور مردوں کے نماز کا فرق اگلے صفحات میں درج ہے۔

اس کے بعد کوئی مختصر سورہ یا کسی بڑی سورہ کی کم سے کم تین آیتیں پڑھیں۔

ہم یہاں قرآن شریف کی چھوٹی چھوٹی چار سورتیں ترجمے کے ساتھ درج کرتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

''قسم ہے زمانے کی کہ سارے انسان خسارے اور نقصان میں ہیں سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

''کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کے اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

''کہو میں صبح کی روشنی کے رب کی پناہ لیتا ہوں اس کی سب مخلوق کے شر سے، اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے، اور پھونکنے والیوں کے شر سے، گرہوں میں۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

''کہو میں پناہ لیتا ہوں سب آدمیوں کے رب کی، سب کے بادشاہ اور سب کے معبود کی، برا خیال ڈالنے والے چھپ جانے والے کے شر سے، جو آدمیوں کے دلوں میں برے خیال ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے۔''

الغرض الحمد شریف کے بعد قرآن شریف کی کوئی چھوٹی بڑی سورہ یا اس کی چند آیتیں پڑھنی چاہییں۔ ہر نماز میں اتنی قرأت یعنی اتنا قرآن پڑھنا ضروری ہے۔ جب یہ قرأت کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی شان کی بڑائی اور کبریائی کا دھیان کرتے ہوئے دل و زبان سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور تین، پانچ یا سات بار کہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ۔ پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی عظمت والا ہے۔

جس وقت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بڑائی کا یہ کلمہ زبان پر جاری ہو اس وقت دل میں بھی اس کی پاکی اور عظمت کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیے۔

اس کے بعد رکوع سے سر اٹھائے اور کہے:

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اللہ نے اس بندے کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

اس کے بعد کہے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ اے ہمارے مالک اور پروردگار! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔

اس کے بعد پھر دل و زبان سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اور اپنے رب کے سامنے سجدے میں گر جائے، اور یکے بعد دیگرے دو سجدے کرے، لیکن درمیان میں آرام سے بیٹھے اسے جلسہ کہا جاتا ہے اور ان سجدوں میں اللہ تعالیٰ کا پورا دھیان کر کے اور اپنے سامنے اس کو حاضر ناظر جان کے اور اس کو اپنا مخاطب بنا کے زبان سے اور زبان کے ساتھ دل و جان سے کہے، اور تین، پانچ یا سات بار کہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پاک ہے میرا پروردگار جو بہت

اونچی شان والا ہے۔

سجدے کی حالت میں جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اس وقت دل میں اپنی عاجزی اور کمتری کا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بے حد بلندی کا پورا دھیان ہونا چاہیے۔ یہ دھیان اور یہ خیال جتنا زیادہ گہرا ہوگا، نماز اتنی ہی زیادہ قیمتی ہوگی، کیونکہ یہی نماز کی روح ہے۔

یہ صرف ایک رکعت کا بیان ہوا۔ پھر جتنی رکعت نماز پڑھنی ہو اسی طرح پڑھنی چاہیے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ثنا یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور اعوذ باللہ صرف پہلی رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

نماز کے آخر میں اور درمیان میں جب بیٹھتے ہیں تو التحیات پڑھتے ہیں جو گویا نماز کا خلاصہ اور جوہر ہے، اور وہ یہ ہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.

”ادب و تعظیم کے سب کلمے اللہ ہی کے لیے ہیں اور سب عبادتیں اور صدقے اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ سلام ہو تم پر اے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں سوائے اللہ کے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

تین رکعت اور چار رکعت والی نمازوں میں جب دوسری رکعت میں قعدہ کرتے ہیں تو صرف اَلتَّحِیَّات ہی پڑھی جاتی ہے، اور آخری رکعت میں جب بیٹھتے ہیں تو التحیات کے بعد درود شریف اور ایک دعا بھی پڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد.

اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر خاص رحمت فرما، جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر رحمت کی تو بڑی تعریفوں اور بزرگی والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما، جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں، تو بڑی تعریفوں والا اور بزرگی والا ہے۔

یہ درود شریف دراصل پیغمبر کریم ﷺ کے پروگرام اور مشن سے خیر خواہی کے جذبے کا اظہار ہے اور اس طرح محمدی قافلے اور ملت ابراہیمی سے اپنی نسبت جوڑنے کا عہد ہے۔

درود شریف کے بعد یہ دعا کریں اور اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دیں:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ○ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○

اے پروردگار! آپ مجھ کو اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دیجئے، اے رب! میری دعا کو قبول کر لیجیے۔ اے پروردگار! مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن بخش دیجیے۔

سلام پھیرنے کے بعد دعا کی جائے۔ درج ذیل دعائیں یا اسی طرح کی کوئی بھی مسنون دعا کی جا سکتی ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ○

”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیوی زندگی میں بھی اچھائیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار فرما اور آخرت کی زندگی کی اچھائیاں اور کامرانیاں عطا فرما۔“

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ○

''اے میرے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا (کہ تیری فرمانبرداری اور عبادت میں مجھ سے بڑا قصور ہوا) اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں، پس تو مجھے محض اپنے فضل سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما تو بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔''

اقامتِ صلوٰۃ کے شرائط وآداب

فضیلت واہمیت اسی نماز کی ہے جو واقعی نماز ہو، جو سارے ظاہری آداب اور باطنی صفات کا لحاظ کرتے ہوئے شعور کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اسی لیے قرآن نے نماز کو ادا کرنے کے لیے ''ادا کرنے'' کا سادہ انداز اختیار کرنے کے بجائے، اقامت، وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ. (البقرہ:۴۳) ومحافظت، وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ. (المومنون:۹) کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اقامت و محافظت کے معنی یہ ہیں کہ نماز ادا کرنے میں ان ظاہری آداب کا بھی اہتمام کیا جائے جن کا تعلق نماز کی ظاہری حالت کی درستگی سے ہے اور ان باطنی صفات کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جائے جن کا تعلق آدمی کے قلب وروح اور احساسات وجذبات سے ہے۔

ذیل میں مختصر طور پر کچھ آداب وصفات بیان کیے جاتے ہیں:

طہارت وپاکیزگی

شریعت نے پاکی اور طہارت کے جو طریقے سکھائے ہیں اور جن احکام کی تعلیم دی ہے ان کے مطابق جسم ولباس کو اچھی طرح پاک صاف کر کے خدا کے حضور حاضری دی جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

(المائدہ ۶)

''ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منھ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سر کا مسح کرلو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرلو۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر ۴)

''اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح پاک صاف کرلو۔''

وقت کی پابندی

یعنی ٹھیک وقت پر نماز ادا کی جائے، اس لیے کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء ۱۰۳)

''پس نماز قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''بہترین بندے وہ ہیں جو سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش کو دیکھتے رہتے ہیں کہ نماز کا وقت فوت نہ ہونے پائے۔''

(مستدرک حاکم)

یعنی نماز کے اوقات کی پابندی کے لیے ہر وقت فکر مند رہتے ہیں اور سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش سے وقت معلوم کرتے رہتے ہیں کہ صحیح وقت پر نماز ادا کرلیں اور کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے۔

نماز کی پابندی

مراد یہ ہے کہ تسلسل کے ساتھ بلا ناغہ ہمیشہ نماز پڑھی جائے۔ حقیقت میں وہی لوگ نمازی یا فرمانبردار کہلانے کے مستحق ہیں جو پابندی اور التزام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ

(المعارج ۲۲، ۲۳)

''مگر نماز پڑھنے والے جو التزام کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔''

سکون واعتدال

نماز سکون واطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے ادا کی جائے کہ قرأت، قیام، رکوع اور سجود جملہ ارکانِ نماز کا حق ادا ہو جائے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ
سَبِيْلًا (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

”اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ بلند آواز سے پڑھیے اور نہ بالکل ہی
پست آواز سے، بلکہ درمیانی روش اختیار کیجیے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ ”پھر جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔“ وہ آدمی گیا اور اس نے پھر نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا: ”جاؤ پھر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔“ اس آدمی نے تیسری دفعہ میں یا اس کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے سکھا دیجیے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف رخ کرو۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرو اور قرآن کا جو حصہ آسانی سے پڑھ سکو پڑھو، ☆ پھر قرأت کے بعد رکوع کرو، یہاں تک کہ تم رکوع میں پورے سکون و اطمینان سے ہو جاؤ۔ پھر رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ پورے اطمینان و سکون سے سجدہ کر لو، پھر اٹھ کر بالکل اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اپنی پوری نماز اسی اطمینان و سکون کے ساتھ ادا کرو۔“ (بخاری مسلم)

نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ نماز سر سے بوجھ اتارنا نہیں ہے کہ آدمی جلدی جلدی پڑھ کر اٹھ کھڑا ہو، بلکہ یہ خدا کی افضل ترین عبادت ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ آدمی نہایت سکون و اطمینان سے اس کے سارے ارکان ادا کرے اور ٹھہر ٹھہر کر توجہ سے نماز پڑھے۔ نبی اکرم ﷺ کی نظر میں وہ نماز، نماز ہی نہیں ہے جو پورے اطمینان و سکون کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کی کیفیت نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ”نبی اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے، اور قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العلمین سے کرتے تھے اور جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو اپنے سر کو نہ تو اوپر اٹھائے رہتے اور نہ نیچے کی طرف جھکائے رہتے بلکہ درمیانی حالت میں (کمر کی بالکل سیدھ میں) رکھتے، اور جب رکوع سے اٹھتے تو سجدے میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک سیدھے نہ کھڑے ہو جاتے اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہ فرماتے اور ہر دو رکعت میں التحیات پڑھتے تھے، اور التحیات پڑھتے وقت اپنا بایاں پاؤں نیچے بچھا لیتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے تھے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (سجدے میں) اپنی کلائیاں زمین پر بچھائے رکھے، جس طرح درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ اور پھر آپ ﷺ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم فرماتے تھے۔“

(مسلم)

نماز با جماعت کا اہتمام

یہ صرف مردوں کے لیے ہے۔ انہیں حکم ہے کہ فرض نماز لازماً جماعت سے پڑھنی چاہیے۔ الا یہ کہ جان و مال کا واقعی خوف ہو یا پھر شدید مرض ہو یا دوسرا کوئی شرعی عذر مانع ہو۔

تلاوت قرآن میں ترتیل و تدبر

تلاوت قرآن کا حق ہی یہ ہے کہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر پوری توجہ، دل کی آمادگی، طبیعت کی حاضری اور ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا جائے اور ایک ایک آیت پر غور و فکر کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ ایک ایک حرف کو واضح کر کے اور ایک ایک آیت کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل: ۴)

”اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔“

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ
اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص: ۲۹)

☆ بعض روایات میں ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھو اور اس کے سوا جو پڑھنا چاہو، پڑھو۔

"یہ کتاب جو ہم نے آپ ﷺ پر نازل کی ہے بابرکت ہے
تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور اصحاب عقل اس
سے نصیحت حاصل کریں۔"

شوق و انابت

نماز درحقیقت وہی ہے جس میں آدمی اپنے دل و دماغ جذبات و احساسات اور افکار و خیالات سے پوری یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو، اور خدا سے ملاقات اور مناجات کے شوق کا یہ حال ہو کہ ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کے انتظار میں اس کا دل لگا ہوا ہو۔

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ (الاعراف: ۲۹)

"اور ہر نماز کے لیے اپنا رخ ٹھیک رکھو، اور اسی کو پکارو، اپنی
اطاعت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔"

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الجمعہ: ۹)

"اے مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے پکارا جائے
تو سارے کاروبار چھوڑ کر خدا کے ذکر کی طرف بھاگ پڑو۔"

ادب و فروتنی کا احساس

ایک فرمانبردار غلام کی طرح آدمی عاجزی اور فروتنی کا پیکر بن کر خدا کے حضور اس طرح کھڑا ہو کہ دل خدا کی عظمت و جلال سے لرز رہا ہو، اور اعضاء پر بھی ادب و تعظیم کے ساتھ عجز و نیاز کی کیفیت طاری ہو۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ (البقرہ: ۲۳۸)

"اپنی نمازوں کی نگہداشت کرو، خصوصاً بہترین نماز کی اور
خدا کے حضور ادب اور فروتنی کا پیکر بن کر کھڑے ہو۔"

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ۔ (الحج: ۳۴-۳۵)

"اور (اے نبی!) بشارت دیجیے ان لوگوں کو جو عاجزی اور
فروتنی کی روش اختیار کرتے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ خدا کا
ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ آنے والی
مصیبتوں کو ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور
نماز قائم کرتے ہیں۔"

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ○ (الاعراف: ۲۰۵)

"اور اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کیجیے۔ دل ہی دل میں
گڑگڑاتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے، اور پست آواز
سے اور غافلوں میں سے مت ہونا۔"

حضرت امام زین العابدینؒ جس وقت نماز کے لیے وضو فرماتے ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ ان کے گھر والوں نے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا حالت ہو جاتی ہے؟ فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس ہستی کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ (احیاء العلوم)

خشوع و خضوع

خشوع و خضوع نماز کی جان ہے، اور وہ نماز درحقیقت نماز نہیں ہے جو خشوع و خضوع سے خالی ہو۔ خشوع کے معنی ہیں، پست ہو جانا، دب جانا اور عاجزی سے جھک جانا۔ نماز میں خشوع اختیار کرنے کے معنے یہ ہیں کہ نہ صرف جسم بلکہ دل و دماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو۔ دل پر خدا کی عظمت اور بڑائی کی ایسی ہیبت چھائی ہوئی ہو کہ پست جذبات اور ناپسندیدہ خیالات کا دل میں گزر نہ ہو، اور جسم پر بھی سکون اور پستی کے ایسے آثار نمایاں ہوں جو رب عظیم کے عظمت و جلال والے دربار کے شایان شان ہوں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ○ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ○ۙ (المومنون: ۱-۲)

"فلاح یاب ہو گئے وہ مومن لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع
اختیار کرنے والے ہیں۔"

خدا سے قربت کا شعور

نماز آدمی کو خدا سے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ کسی بھی دوسرے عمل سے اس قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"بندہ اس وقت اپنے خدا سے انتہائی قریب ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔" (مسلم)

اقامت صلوٰۃ کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کو اس قرب کا احساس اور شعور ہو اور اس کے دل کی گہرائی میں اس قرب کی آرزو اور تمنا بھی ہو، اور اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ احساس ہو کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق ۱۹)

"اور سجدہ کرو، اور قریب ہو جاؤ۔"

خدا کی یاد

نماز کا حقیقی جوہر خدا کی یاد ہے، اور خدا کی یاد کا جامع اور مستند طریقہ نماز ہے، اس لیے کہ یہ اسی ہستی کا بتایا ہوا طریقہ ہے جس کی یاد مطلوب ہے جو نماز خدا کی یاد کے جوہر سے خالی ہے وہ مومنوں کی نماز نہیں، منافقوں کی نماز ہے۔ نماز کے قیام کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ خدا کو یاد کیا جائے۔

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (السجدہ ۱۵)

"ہماری آیات پر تو وہی لوگ درحقیقت ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیات کے ذریعے یاد دہانی کرائی جاتی ہے، تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور اپنے رب کی تعریف اور پاکی بیان کرنے لگتے ہیں اور وہ کبر و غرور نہیں کرتے۔"

یعنی ان کے سجدے اور رکوع شعور کے سجدے اور رکوع ہوتے ہیں۔ یہ لاپرواہی کے ساتھ، محض نوک زبان سے تسبیح و تحمید کے الفاظ ادا نہیں کرتے بلکہ جو کلمات بھی ادا کرتے ہیں خدا کی یاد میں کرتے ہیں اور ان کی نماز سراسر خدا کی یاد ہوتی ہے۔

ریا سے اجتناب

محافظت نماز کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ وہ ریا، نمود و نمائش اور اس طرح کے دوسرے ایسے سارے گھٹیا جذبات سے محفوظ رہے جو اخلاص کے خلاف ہوں۔ ریاکاری سے نہ صرف یہ کہ نماز ضائع ہو جاتی ہے بلکہ ایسا نمازی بھی تباہ و برباد ہے جو دکھاوے کی نماز پڑھتا ہو۔

حضرت شداد بن اوس کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے دکھاوے کی نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔"

کامل سپردگی

اقامت صلوٰۃ کی آخری اور جامع شرط یہ ہے کہ مومن پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دے، وہ جب تک زندہ رہے خدا کا اطاعت گزار غلام رہے۔ جب موت سے ہمکنار ہو تو اس کی موت بھی خدا ہی کے لیے ہو۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(الانعام ۱۶۲ ۔ ۱۶۳)

"بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے کو خدا کے سپرد کرنے والوں میں ہوں۔"

اس آیت میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ چار چیزوں کا ذکر ہے، نماز اور قربانی اور پھر نماز کے ساتھ زندگی اور قربانی کے ساتھ موت کا ذکر ہے۔ دراصل نماز اور قربانی دو جامع عنوان ہیں جو مومن کی پوری زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نماز دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن نہ صرف نماز میں بلکہ نماز کے باہر پوری زندگی میں بھی خدا ہی کا وفادار اور اطاعت شعار غلام ہوتا ہے، اور قربانی دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن کا جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہونے ہی کے لیے ہے۔

کامل سپردگی کے اس شعور کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے وہ

یقیناً نماز ہوگی اور پوری زندگی پر اس طرح اثر انداز ہوگی کہ ایک طرف تو آدمی برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے میں انتہائی حساس اور نازک مزاج ہوگا اور برائی اختیار کرنا کیا معنی اس کے تصور سے بھی اسے گھن آئے گی اور دوسری طرف بھلائی کو اختیار کرنے اور بھلائی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے لیے وہ انتہائی حریص اور سراپا اشتیاق ہوگا۔

اقامتِ صلوٰۃ کا پورا پورا حق ادا کرنے اور اپنی نماز کو واقعی نماز بنانے کے لیے اوپر کی شرطوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نماز تہجد اور دوسرے نوافل اور ان اذکار و اوراد کا بھی التزام کیا جائے جو مسنون ہیں اور تنہائی میں مستقل طور پر اپنا احتساب کرنے اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگنے اور مسلسل مانگتے رہنے کی عادت ڈالی جائے۔

نماز کی فرضیت

نماز تو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام شروع ہی سے پڑھتے رہے البتہ یہ پانچ وقت کی نماز باقاعدہ شب معراج میں فرض ہوئی۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے نبی اکرم ﷺ کو خدا نے معراج کرائی اور اپنی ملاقات کا شرف بخشا اسی موقع پر آپ ﷺ کو نماز کا تحفہ عطا کیا گیا، اور اس کے بعد حضرت جبرائیل نے آ کر آپ ﷺ کو نماز کے اوقات بتائے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، قرآن میں نماز کی فرضیت صریح الفاظ میں آئی ہے اور تمام عبادات سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً مسلمان نہیں ہے۔

نماز کے اوقات

نماز اوقات کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے، فرض نمازوں کے اوقات قرآن وسنت کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں:

(۱) فجر (۲) ظہر (۳) عصر (۴) مغرب (۵) عشاء

۱۔ فجر کا وقت

صبح صادق یعنی پو پھٹنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوعِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

(۲) ظہر کا وقت

سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ اس سے دوگنا ہو جائے۔ مثلاً ایک لکڑی جو ایک ہاتھ لمبی ہے ٹھیک دوپہر میں اس کا سایہ اصلی چار انگل تھا، اب جب اس لکڑی کا سایہ دو ہاتھ اور چار انگل ہوگا تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا۔ مگر احتیاط یہی ہے کہ نماز ظہر اس وقت کے اندر اندر پڑھ لی جائے جب کہ ہر چیز کا سایہ اصلی کے علاوہ اس کے قد کے برابر ہو۔ نماز جمعہ کا بھی یہی وقت ہے البتہ ظہر کی نماز موسم گرما میں ذرا تاخیر سے پڑھنا مناسب ہے، لیکن جمعہ کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا ہی افضل ہے۔

(۳) عصر کا وقت

ظہر کا وقت ختم ہونے کے وقت سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے کے وقت تک باقی رہتا ہے، البتہ سورج میں زردی آنے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینا چاہیے۔ سورج میں زردی آ جانے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر اتفاق سے کبھی دیر ہو جائے اور سورج میں زردی آ جائے تو نماز قضا نہ کرنی چاہیے بلکہ اسی وقت میں ادا کر لینی چاہیے۔

(۴) مغرب کا وقت

سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور شفق کی سرخی غائب ہونے تک سوا گھنٹے تک باقی رہتا ہے۔ مغرب کی نماز ہمیشہ وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے۔

(۵) عشاء کا وقت

شفق کی سرخی: ایک روایت میں سفیدی کے غائب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے، شفق کی سرخی غروب آفتاب سے اندازاً سوا گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

نماز وتر کا وقت

فرض نماز عشاء کے بعد وتر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اس لئے عشاء کے بعد ہی ساتھ میں نماز وتر پڑھ لینا چاہیے۔ البتہ جو لوگ

پابندی سے پچھلی رات میں اٹھنے کے عادی ہوں، ان کے لیے آخرِ شب میں وتر پڑھنا مستحب ہے، اور اگر شبہ ہو کہ شاید آنکھ نہ کھلے تو مستحب یہ ہے کہ نمازِ عشاء کے ساتھ ہی نماز وتر پڑھ لی جائے۔

نماز کی رکعتیں

(۱) نمازِ فجر

پہلے دو رکعت سنت موکدہ☆ پھر دو رکعت نماز فرض۔ احادیث میں فجر کی سنتوں کی بہت تاکید آئی ہے، اگرچہ بعض دوسری سنتوں کی بھی آپ ﷺ نے تاکید کی ہے لیکن فجر کی سنتوں کی تاکید سب سے زیادہ فرمائی اور خود بھی آپ ﷺ اس کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

(۲) نمازِ ظہر

پہلے چار رکعت سنت موکدہ (ایک سلام سے) پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت موکدہ، پھر دو رکعت نفل۔

(۳) نمازِ عصر

پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ یا مستحب پھر چار رکعت فرض۔

(۴) نمازِ مغرب

پہلے تین رکعت فرض پھر دو رکعت سنت موکدہ پھر دو رکعت نفل۔

(۵) نمازِ عشاء

پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنتِ موکدہ پھر دو رکعتیں نفل پھر تین رکعت وتر، پھر دو رکعت نفل۔ وتر کے بعد جو دو رکعتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں ان کا پڑھنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جس شخص کے لیے شب میں اٹھنا دشوار ہو اسے چاہیے کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے۔ اگر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے کا موقع مل گیا ہو تو خوب ورنہ یہی دو رکعتیں اس کے حق میں تہجد قرار پائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

(۶) نمازِ جمعہ

پہلے چار رکعت سنتِ موکدہ (ایک سلام سے) پھر دو رکعت فرض باجماعت پھر چار رکعت سنت موکدہ (ایک سلام سے)۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔ صاحبین کے نزدیک جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا سنت ہیں پہلے چار رکعت (ایک سلام سے) پھر دو رکعت (ایک سلام سے) اور دونوں مسلکوں کی تائید میں حدیثیں موجود ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو۔ (ترمذی جلد ۱۹۱) اور عبد اللہ ابن عمرؓ نماز جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے اور فرماتے کہ نبی اکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

نوٹ: عورتوں کے لیے جمعہ کی نماز نہیں اس لیے وہ ظہر کی نماز ہی پڑھیں گی۔

نماز کے مکروہ اوقات

یہ اوقات تین قسم کے ہیں: ایک وہ جن میں ہر نماز ممنوع ہے، دوسرے وہ جن میں ہر نماز مکروہ ہے۔ تیسرے وہ جن میں صرف نفل نمازیں مکروہ ہیں۔

ممنوع اوقات نماز

یہ اوقات تین ہیں:

(۱) سورج جب نکلنے لگے اور جب تک اس کی زردی اچھی طرح ختم نہ ہو جائے، اور روشنی خوب نہ پھیل جائے۔

(۲) ٹھیک دوپہر کا وقت جب تک سورج ڈھل نہ جائے۔

(۳) سورج میں سرخی آ جانے کے بعد سے سورج غروب ہونے کے وقت تک۔ ان تینوں اوقات میں ہر نماز ممنوع ہے چاہے وہ نماز فرض ہو یا واجب، سنت موکدہ ہو یا نفل۔ اسی

☆ سنت موکدہ سے مراد وہ نماز ہے جس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے، جو شخص کسی عذر کی بغیر قصداً اس کو ترک کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سنت غیر موکدہ یا نفل سے مراد وہ نماز ہے جو ضروری تو نہیں ہے لیکن اس کی پڑھنے کا بہت اجر و ثواب ہے، موقع، فرصت، اور دل کی آمادگی ہو تو ضرور پڑھنا چاہیے۔ لیکن کوئی نہ پڑھے تو وہ گنہگار نہیں ہے۔

طرح ان اوقات میں سجدۂ شکر اور سجدۂ تلاوت بھی ممنوع ہے۔ اور اگر پہلے سے نماز شروع کر رکھی ہے اور یہ مکروہ وقت آ جائے تو وہ نماز باطل ہو جائے گی۔

مکروہ اوقات

(۱) جب پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت ہو یا ریاح خارج ہونے کا تقاضا ہو رہا ہو۔

(۲) شدید بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے آ جائے۔ اور یہ خیال ہو کہ اگر کھانے سے پہلے نماز پڑھی جائے گی تو طبیعت نہ لگے گی۔

ان ضرورتوں کے وقت اگر نماز پڑھی جائے گی، تو نماز تو ہو جائے گی لیکن پڑھنا مکروہ ہے، ان ضرورتوں سے فارغ ہو کر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔ تاکہ یکسوئی اور طبیعت کی آمادگی کے ساتھ پڑھی جا سکے۔ بشرطیکہ نماز قضا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

نماز کے فرائض

نماز صحیح ہونے کے لیے چودہ چیزیں ایسی ضروری ہیں کہ ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ان چودہ چیزوں کو نماز کے فرائض کہتے ہیں۔ ان میں سات چیزیں تو نماز سے پہلے فرض اور ضروری ہیں، ان کو شرائط نماز کہتے ہیں اور سات چیزیں نماز کے اندر فرض اور ضروری ہیں ان کو ارکان نماز کہتے ہیں۔

شرائط نماز

شرائط نماز سات ہیں، اگر نماز سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرط بھی رہ گئی، تو نماز نہ ہوگی۔

(۱) بدن کا پاک ہونا

یعنی بدن پر اگر کوئی حقیقی نجاست لگی ہو تو اس کو بھی شرعی ہدایت کے مطابق دور کر لیا جائے اور اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضو کر لیا جائے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیا جائے۔ اگر بدن نجاست حقیقی اور حکمی دونوں سے پاک نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔

(۲) لباس کا پاک ہونا

یعنی جو کپڑے وغیرہ پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھے ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے۔ قمیض، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی، کوٹ، شیروانی، چادر، کمبل، موزے، دستانے، غرض نمازی کے جسم پر جو بھی لباس ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

(۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا

یعنی نماز پڑھنے والے دونوں قدموں اور گھٹنوں، اور ہاتھوں اور سجدے کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، چاہے یہ خالی زمین ہو یا کوئی فرش، چٹائی اور مصلے وغیرہ بچھایا گیا ہو۔ اگرچہ نماز صحیح ہونے کے لیے تو صرف اتنی ہی جگہ کا پاک ہونا ضروری اور شرط ہے، لیکن ایسی جگہ بھی نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے جو پاک ہو اور اس کے قریب ہی غلاظت ہو اور سخت تعفن پھیل رہا ہو۔

(۴) ستر چھپانا

یعنی جسم کے ان حصوں کو چھپانا جن کا چھپانا مرد اور عورت کے لیے فرض ہے، مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے اور عورت کے لیے ہتھیلی پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔[1] البتہ پاؤں کھولنے میں اس کا لحاظ رہے کہ ٹخنے نہ کھلنے پائیں اس لیے کہ عورت کے لیے ٹخنوں کا چھپانا ضروری ہے۔

(۵) نماز کا وقت ہونا

یعنی جس نماز کے لیے جو وقت مقرر ہے، اس وقت کے اندر نماز پڑھی جائے، وقت آنے سے پہلے اگر پڑھی جائے گی تو نماز بالکل نہ ہوگی اور اگر وقت نکل جانے کے بعد پڑھی جائے گی تو نماز قضا ہوگی، ادا نہ ہوگی۔

(۶) استقبال قبلہ

یعنی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، اگر کسی واقعی معذوری اور مجبوری (مثلاً سفر میں درست سمت کا تعین نہ ہونا) کے بغیر کوئی شخص قبلے کے علاوہ کسی دوسری جانب رخ کر کے نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

---

[1] ستر ایک ایسا فرض ہے جس کا اہتمام نماز کے اندر بھی ضروری ہے اور نماز کے باہر بھی ہر وقت ضروری ہے۔ اور نماز کے اندر فرض ہونے کے باوجود اس کو شرائط میں اس لیے شمار کیا گیا ہے کہ یہ نماز کا جز نہیں ہے۔

(۷) نیت کرنا

یعنی دل میں خاص اس فرض نماز کا ارادہ کرنا جو پڑھنا ہو، اور اگر کسی وقت کی قضا نماز پڑھنا ہو تو یہ ارادہ کرنا کہ فلاں دن فلاں وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ البتہ نفل اور سنت کے لیے یہی نیت کافی ہے کہ سنت یا نفل پڑھتا ہوں۔ دل کے ارادے کا اظہار کرنے کے لیے زبان سے بھی نیت دہرانا اچھا ہے لیکن ضروری نہیں۔

ارکانِ نماز

نماز کے اندر جو چیزیں فرض ہیں ان کو ارکانِ نماز کہتے ہیں۔

ارکانِ نماز سات ہیں:

(۱) تکبیرِ تحریمہ

یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر یا اس کے ہم معنی مثلاً اللہ اعظم وغیرہ ایسا جملہ کہنا جس سے خدا کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہو، کسی اور مضمون مثلاً دعا و استغفار وغیرہ کا اظہار نہ ہوتا ہو اس تکبیر کے بعد چلنا پھرنا، کھانا پینا، اور بات چیت کرنا، وغیرہ سب کچھ حرام ہو جاتا ہے اس لیے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

(۲) قیام کرنا

یعنی نماز میں سیدھا کھڑا ہونا، نماز میں اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے، جتنی دیر میں اس قدر قرآن کی قراءت ہو سکے جو فرض ہے، یہ واضح رہے کہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے، نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے۔

(۳) قراءت پڑھنا

نماز میں کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا فرض ہے۔

فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے، چاہے پہلی دو رکعتوں میں قراءت ہو یا آخری دو میں یا درمیانی دو میں یا پہلی اور آخری میں ہر صورت میں یہ فرض ادا ہو جائے گا لیکن افضل صورت یہ ہے کہ قراءت پہلی رکعتوں میں ہو۔ اور نفل، وتر اور سنت کی ساری رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

(۴) رکوع کرنا

ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے، رکوع سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس قدر جھک جائے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

(۵) سجدہ کرنا

ہر رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہیں۔

(۶) قعدہ اخیرہ

یعنی نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں التحیات عبدہ ورسولہ تک پڑھی جا سکے۔

(۷) اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا

یعنی نماز کے سارے ارکان ادا کرنے کے بعد ارادے سے کوئی ایسا فعل کیا جائے جس سے نماز ختم ہو جائے۔

واجباتِ نماز

واجباتِ نماز وہ ضروری باتیں ہیں جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی چیز بھی بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اور اگر بھولے سے کوئی چیز چھوٹنے کے بعد سجدہ سہو نہ کیا جائے یا قصداً کوئی چیز چھوڑ دی جائے، تو نماز کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ نماز میں مندرجہ ذیل واجبات ہیں:

(۱) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا۔

(۲) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی ساری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۳) سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب، سنت اور نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں کوئی دوسری سورت پڑھنا، چاہے پوری سورت پڑھے یا ایک بڑی آیت پڑھے یا تین چھوٹی آیت پڑھے۔

(۴) سورہ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا، اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھ کر بعد میں سورہ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

(۵) قرأت، رکوع، اور سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔

(۶) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے سیدھا بیٹھ جانا۔

(۸) تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدے کو پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ اچھی طرح ادا کرنا۔

(۹) قعدۂ اولیٰ یعنی تین اور چار رکعت والی نمازوں میں دو رکعت کے بعد "التحیات" پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں ایک بار التحیات پڑھنا۔

(۱۱) نماز کو السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ ختم کرنا۔

(۱۲) نماز وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔ دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کوئی بھی دعا پڑھنا۔☆

نماز کی سنتیں

نبی اکرم ﷺ نے نماز میں فرض اور واجب کے علاوہ بھی بعض باتوں کا اہتمام فرمایا لیکن ان کی ایسی تاکید ثابت نہیں ہے جیسی تاکید فرض اور واجبات کی ثابت ہے، ان کو نماز کی سنتیں کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کے چھوٹنے سے نہ تو نماز ٹوٹتی ہے اور نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے لیکن پھر بھی ہر نمازی کو نماز میں ان باتوں کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ نے ان کا اہتمام فرمایا ہے اور نماز درحقیقت وہی ہے جو نبی اکرم ﷺ سے زیادہ سے زیادہ مشابہ ہو۔

نماز میں سنتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، مردوں کو کانوں کی لو تک۔ اور عورتوں کو دونوں شانوں تک اور عذر کی حالت میں مردوں کے لیے بھی شانوں تک اٹھانا صحیح ہے۔

(۲) تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر کھلی رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کہنے کے فوراً بعد مردوں کو ناف پر اور عورتوں کو سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا۔ اور ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیں اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھیں۔ یہی طریقہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے البتہ عورتوں کے لیے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا مسنون نہیں ہے۔

(۴) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔

(۵) ثناء پڑھنا یعنی سبحانک اللّٰھم پڑھنا۔

(۶) تعوذ پڑھنا (یعنی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا)

(۷) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

(۸) فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۹) ثناء، تعوذ، بسم اللہ اور آمین سب کو آہستہ کہنا۔

(۱۰) قرأت میں مسنون طریقے کا اہتمام رکھنا، جن جن نمازوں میں جس قدر قرآن پڑھنا سنت ہے اسی کے موافق پڑھنا۔ رکوع اور سجدے میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا، یعنی رکوع میں "سبحان ربی العظیم" اور سجدہ میں "سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا۔

(۱۱) رکوع میں سر اور کمر کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

(۱۲) قومے میں امام کا "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا اور مقتدی کا "ربنا لک الحمد" کہنا، اور منفرد کا دونوں کہنا۔

(۱۳) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

(۱۴) جلسے اور قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سر قبلے کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

(۱۵) التحیات میں اشھد ان لا الہ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

☆ قیام کے علاوہ یہ سارے ارکان ہر نماز میں فرض ہیں چاہے فرض نماز ہو یا نفل و واجب، البتہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔

(١٦) قعدہ اخیرہ میں "التحیات" کے بعد درود شریف پڑھنا۔

(١٧) درود شریف کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھنا۔

(١٨) پہلے دائیں جانب سلام پھیرنا، پھر بائیں جانب سلام پھیرنا۔

نماز کے مستحبات

نماز میں پانچ باتیں مستحب ہیں ان کا اہتمام کرنا بہتر اور باعثِ ثواب ہے اور چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

(١) مرد اگر چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہوں تو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھاتے وقت چادر وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا اور عورتوں کو دوپٹے وغیرہ سے ہاتھ باہر نکالے بغیر تکبیر تحریمہ کہنا۔

(٢) کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا اور رکوع کی حالت میں اپنے پاؤں پر، سجدہ میں ناک پر اور قعدہ میں زانوں پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نظر رکھنا۔

(٣) اگر نمازی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو رکوع اور سجود میں تین بار سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

(٤) کھانسی کو جہاں تک ہو سکے روکنا۔

(٥) جمائی آئے تو منہ کو بند رکھنے کی کوشش کرنا اور منہ کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپا لینا۔

مفسداتِ نماز

مفسداتِ نماز سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مفسداتِ نماز پندرہ ہیں، نماز کی حفاظت کے لیے ان کا یاد کرنا ضروری ہے۔

(١) نماز میں گفتگو کرنا۔ تھوڑی سی گفتگو کی جائے یا زیادہ ہر حال میں۔ نماز فاسد ہو جائے گی اور نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا۔

(٢) حالتِ نماز میں قرآن پاک دیکھ کر تلاوت کرنا، اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(٣) شرائطِ نماز میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے چاہے وہ نماز کی صحت کی شرط ہو یا نماز کے وجوب کی، بہرحال نماز ٹوٹ جائے گی، مثلاً طہارت باقی نہ رہے، وضو ٹوٹ جائے، غسل کی حاجت ہو جائے یا حیض کا خون آجائے، یا کپڑے نجس ہو جائیں یا جائے نماز نجس ہو جائے یا کسی عذر اور مجبوری کے بغیر کوئی قبلے سے منہ پھیر لے یا ستر کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں رکوع یا سجدہ کیا جا سکے، یا کسی وجہ سے ہوش وحواس جاتے رہیں یا دیوانگی اور بے ہوشی کا دورہ پڑ جائے یا کسی وجہ سے آدمی مدہوش ہو جائے، غرض یہ کہ کوئی ایک شرط بھی ختم ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(٤) فرائضِ نماز میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے، چاہے بھولے سے چھوٹ جائے یا قصداً کوئی ترک کر دے، مثلاً قیام نہیں کیا یا رکوع اور سجدہ چھوڑ دیا، یا قرأت بالکل ہی نہ کی، خواہ سہواً ایسا ہو جائے یا قصداً ہو ہر حال میں نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

(٥) واجباتِ نماز میں سے کوئی ایک یا سب قصداً چھوڑ دینا۔

(٦) واجباتِ نماز بھولے سے چھوٹ گئے لیکن سجدہ سہو نہیں کیا تب بھی نماز لوٹانا ضروری ہے۔

(٧) کسی عذر اور صحیح ضرورت کے بغیر کھانسنا، ہاں اگر کسی بیماری کی وجہ سے بے اختیار کھانسی آجائے یا کوئی حلق صاف کرنے کے لیے کھانسے یا مقتدی اس لیے کھانس دے کہ امام اپنی غلطی سمجھ لے، یا کوئی اس لیے کھانسے کہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس طرح کی کسی صحیح ضرورت اور معذوری کے بغیر کوئی کھانسے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(٨) کسی رنج وغم یا تکلیف و درد کی شدید مصیبت میں آہ و بکا کرنا، یا اف، اوہ، ایتہ، یا کوئی اور دردانگیز آواز نکالنا، اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ بے اختیاری میں بھی کوئی آواز نکل گئی یا خوفِ خدا سے لرز کر یا قبر و حشر کی سختی کا تصور کر کے یا جہنم کی ہولناکی کو یاد کر کے اگر کوئی رو پڑے یا قرآن کی تلاوت سے شدید متاثر ہو کر کوئی رونے لگے یا آہ نکل جائے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

(٩) نماز کی حالت میں قصداً یا بھولے سے کچھ کھا پی لے، مثلاً جیب میں کوئی کھانے کی چیز رکھی تھی، بے خیالی میں کھالی یا

جانتے بوجھتے کھالی، ہر حال میں نماز فاسد ہوجائے گی ہاں اگر کبھی دانتوں میں سے کوئی معمولی سا ریزہ جو چنے کے دانے سے کم ہو نکلا اور نمازی نے نگل لیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔☆

(۱۰) کسی عذر کے بغیر نماز میں، چند قدم چلنا پھرنا، اس سے بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

(۱۱) عمل کثیر کرنا، یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس کو دیکھ کر دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، مثلاً کوئی دونوں ہاتھوں سے کپڑے درست کرنے لگے یا کوئی خاتون نماز میں چوٹی باندھنے لگے یا نماز کی حالت میں بچے نے دودھ پی لیا تو ان صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۱۲) قرآن پاک کی تلاوت میں کوئی بڑی غلطی کرنا، جس سے معنی بدل جائیں تکبیر میں کسی نے اللہ کے الف کو کھینچ کر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔☆☆

(۱۳) بالغ آدمی کا قہقہہ مار کر آواز سے ہنسنا۔

(۱۴) کسی دیوار پر کچھ لکھا تھا یا کوئی پوسٹر لگا تھا، ☆☆☆ اس کے خط پر نظر پڑی اور زبان سے پڑھ لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر زبان سے پڑھے بغیر مطلب سمجھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۵) عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا بشرطیکہ وہ اتنی دیر کھڑی رہے جتنی دیر میں ایک سجدہ یا رکوع کیا جاتا ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر کوئی ایسی کم سن لڑکی کھڑی ہوجائے جس کی طرف رغبت نہ ہوتی ہو یا عورت ہی کھڑی ہوجائے لیکن درمیان میں پردہ حائل ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

وہ صورتیں جن میں نماز توڑنا جائز یا واجب ہوجائے

(۱) نماز پڑھتے میں ریل روانہ ہونے لگی اور ریل میں سامان رکھا ہے اور بچے وغیرہ سوار ہیں تو نماز توڑ کر بیٹھ جانا درست ہے۔

(۲) نماز پڑھتے میں سانپ سامنے آگیا یا بچھو، بھڑ یا کوئی اور موذی کیڑا کپڑوں میں گھس گیا تو نماز توڑ کر اس موذی کو مار دینا درست ہے۔

(۳) مرغی یا کبوتر یا کسی اور پالتو جانور کو پکڑنے کے لیے بلی آگئی اور اندیشہ ہے کہ نماز توڑ کر بلی کو نہ بھگایا تو یہ پکڑ کر مار ڈالے گی، تو اس خوف سے نماز توڑ دینا درست ہے۔

(۴) اگر نماز پوری کرنے میں قابل لحاظ مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہے، مثلاً کوئی خاتون نماز پڑھ رہی ہیں اور چولہے پر ہانڈی چڑھی ہے، جس کے ابلنے یا جل جانے کا خوف ہے، کوئی خاتون گھر میں پڑھ رہی ہیں اور گھر کا دروازہ بند کرنا بھول گئیں جس کی وجہ سے کچھ چوری ہوجانے کا خوف ہے یا گھر میں کتا، بلی، بندر گھس آیا ہے اور اندیشہ ہے کہ کوئی نقصان کر دے گا۔ غرض جن صورتوں میں بھی قابل لحاظ نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہے۔☆

(۵) اگر نماز میں پیشاب پاخانے کا زور محسوس ہو تو نماز توڑ کر پہلے حاجت پوری کرنی چاہیے، پھر وضو کرکے نماز پڑھنی چاہیے۔ اگر نماز قضا ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۶) کوئی اندھا آدمی جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے یا ندی، نہر کا ایسا کنارہ ہے جس میں گر جانے سے ڈوبنے اور مرنے کا خوف ہے تو اس کو بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے، اگر خدا نخواستہ وہ گر گیا اور زخمی ہوگیا یا مر گیا تو یہ نمازی گنہگار ہوگا۔

(۷) نماز پڑھنے میں کسی بچے کے کپڑوں میں آگ لگ گئی یا کوئی نادان بچہ چھت کے کنارے پہنچ گیا یا گھر میں بندر یا لنگور آگیا اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ دودھ پیتے بچے کو اٹھا نہ لے جائے یا کسی معصوم بچے نے تیز چھری یا بلیڈ وغیرہ ہاتھ میں اٹھا لیا اور اندیشہ ہے کہ اپنا کوئی عضو کاٹ لے یا کسی دوسرے بچے کا ہاتھ پیر کاٹ دے یا ریل اور موٹر وغیرہ سے نیچے آجانے کے دب جانے کا ڈر ہو، یا کسی کو چور، ڈاکو یا

☆ مگر قصداً ایسا کرنا بھی غلط ہے، منہ اچھی طرح صاف کرکے نماز میں کھڑا ہونا چاہیے۔

☆☆ اس لیے الف کو کھینچ کر پڑھنے کی صورت میں معنی ہوں گے کیا اللہ بہت بڑا ہے؟

☆☆☆ مسجدوں میں ایسی جگہوں پر کچھ لکھنا پوسٹر لگانا مناسب نہیں جہاں نمازیوں کی بے اختیار نگاہ پہنچتی ہو۔

☆ قابل لحاظ نقصان کا اندازہ ہر شخص خود ہی کرسکتا ہے کیونکہ اس میں ہر شخص کی اپنی حیثیت کا دخل ہے۔

دشمن زخمی کر رہا ہے یا کسی پر کوئی موذی درندہ حملہ آور ہو گیا ہے، غرض اس طرح کی تمام صورتوں میں آفت رسیدہ کو تباہی سے بچانے کے لیے نماز توڑ دینا ضروری ہے، اگر نہ توڑے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔

(۸) اگر ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت میں پکاریں تو ان کی مدد کو پہنچنے کے لیے فرض نماز توڑ دینا واجب ہے، اور اگر ان کی مدد کے لیے قریب کوئی موجود ہو یا یونہی بلا ضرورت پکار رہے ہوں تو پھر فرض نماز نہ توڑنا چاہیے اور اگر نفل یا سنت پڑھ رہا ہو اور انہیں معلوم نہ ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور ایسے میں بغیر کسی ضرورت کے یونہی بلائیں تب بھی نماز توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے۔

خواتین کی نماز کا طریقہ

نماز کے بیشتر ارکان ادا کرنے کا طریقہ تو خواتین کے لیے بھی وہی ہے، البتہ خواتین کی نماز میں چھ چیزوں کے ادا کرنے کے طریقے میں تھوڑا سا فرق ہے اور اسی فرق کی بنیادی وجہ یہ تصور ہے کہ نماز میں خواتین کے ستر اور پردے کا زیادہ سے زیادہ لحاظ ہو سکے۔

وہ چھ چیزیں جن کے ادا کرنے میں فرق ہے، یہ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا

خواتین کو ہمیشہ سردی ہو یا گرمی چادر یا دوپٹے کے اندر ہی اندر تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا چاہیے، دوپٹے وغیرہ سے ہاتھ باہر نہیں نکالنا چاہیے نیز ہاتھ صرف شانوں تک اٹھانا چاہیے، کانوں تک نہ اٹھانا چاہیے۔

(۲) ہاتھ باندھنا

خواتین کو ہمیشہ سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے، سینے کے نیچے ناف پر نہ باندھنا چاہیے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کا گٹہ پکڑنے کے بجائے صرف داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہیے۔

(۳) رکوع

خواتین کو رکوع میں صرف اتنا جھکنا چاہیے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، اور گھٹنوں کو کشادہ انگلیوں سے پکڑنے کے بجائے صرف آپس میں ملی ہوئی ہونی چاہئیں۔

(۴) سجدہ

خواتین کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے ملا ہوا رکھنا چاہیے۔ اور کہنیاں اور کلائی زمین پر ٹکا دینا چاہیے اور دونوں پیروں کو کھڑا نہ رکھنا چاہیے بلکہ گرا لینا چاہیے۔

(۵) قعدہ اور جلسہ

عورت کو قعدہ یا جلسے میں دونوں پیروں کو داہنی جانب نکال کر بیٹھنا چاہیے کہ داہنی ران بائیں ران پر آ جائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر رہے۔

(۶) قرأت

خواتین کو ہمیشہ آہستہ آواز میں قرأت کرنی چاہیے کسی نماز میں بھی ان کو بلند آواز میں قرأت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نماز وتر کا بیان

نماز وتر پڑھنے کا طریقہ: نماز عشاء کے آخر میں جو تین رکعت پڑھی جاتی ہیں انہیں وتر کہتے ہیں۔ وتر کی نماز واجب ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"جو شخص وتر نہ پڑھے اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔"

وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت ہے۔ نماز وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ فرض نمازوں کی طرح پہلے دو رکعت نماز پڑھی جائیں پھر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورہ یا چند آیتیں پڑھی جائیں اور پھر دونوں ہاتھ تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک اس طرح اٹھائیں جیسے تکبیر تحریمہ میں اٹھاتے ہیں اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت آہستہ آواز سے پڑھی جائے۔

دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔

"اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد کے طالب اور تجھ ہی سے مغفرت کے خواستگار ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں، اور تجھ پر بھروسا کرتے ہیں اور تیری اچھی اچھی تعریفیں کرتے ہیں، اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری ناشکری نہیں کرتے، جو تیری ناشکری اور نافرمانی کرے اسے چھوڑ دیتے ہیں، اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لپکتے ہیں اور تیرا حکم بجالانے کے لیے مستعد رہتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو مل کر رہے گا۔"

اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کسی سستی کے بغیر جلد از جلد یاد کرنے کی کوشش کی جائے اور جب تک یاد نہ ہو جائے، اس وقت دعائے قنوت کے بجائے یہ دعا یا کوئی اور دعا پڑھی جائے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۔

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔"

سجدۂ سہو کا بیان

سہو کے معنی ہیں بھول جانا۔ نماز میں بھولے سے کچھ کمی یا زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی کے لیے نماز کے آخری قعدے میں دو سجدے کیے جاتے ہیں، ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو کا طریقہ

نماز کے آخری قعدے میں "التحیات" پڑھ لینے کے بعد دائیں جانب سلام پھیرے، اور "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے میں جائے، اطمینان سے سجدہ کرے پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے سے اٹھے اطمینان سے بیٹھے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدے میں جائے اور اطمینان سے سجدہ کرے پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے سے اٹھے اور قعدے میں بیٹھ جائے، اور حسب معمول "التحیات" درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

وہ صورتیں جن میں سجدۂ سہو واجب ہے

(۱) نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے، مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ملانا بھول جائے وغیرہ۔

(۲) واجب کے ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے، چاہے تاخیر بھولے سے ہو جائے یا کچھ سوچنے کی وجہ سے مثلاً کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد خاموش کھڑا رہے اور پھر کچھ وقفے کے بعد کوئی سورہ پڑھے۔

(۳) کسی فرض کے ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کو مقدم کر دیا جائے، مثلاً قرأت کرنے کے بعد رکوع کرنے میں تاخیر ہو جائے یا کوئی رکوع سے پہلے سجدے میں چلا جائے۔☆

(۴) کسی فرض کو مکرر ادا کر دیا جائے، مثلاً دو رکوع کر لیے جائیں۔

(۵) کسی واجب کی کیفیت بدل دی جائے، مثلاً سری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر لی جائے یا جہری نمازوں میں آہستہ قرأت کر لی جائے، مثلاً ظہر و عصر میں بلند آواز سے قرأت کر لی اور مغرب، عشاء یا فجر میں آہستہ قرأت کر لی۔

سجدۂ سہو کے مسائل

(۱) نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض قصداً چھوٹ جائے، یا سہواً، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی واجب

☆ یہاں تاخیر سے مراد اتنی دیر کا وقفہ ہے، جس میں آدمی ایک سجدہ یا ایک رکوع کر سکے۔

قصداً چھوڑ دیا گیا تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اور سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح نہ ہوگی بلکہ نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

(۲) ایک واجب چھوٹ جائے یا ایک سے زیادہ بہر حال ایک ہی مرتبہ دو سجدے کرنا کافی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر نماز کے سارے واجبات چھوٹ جائیں تب بھی دو ہی سجدے کافی ہیں، دو سے زیادہ سجدے کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) اگر کوئی بھولے سے حالتِ قیام میں سورہ فاتحہ سے پہلے التحیات پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ اس لیے کہ فاتحہ سے پہلے خدا کی حمد وثنا پڑھی جاتی ہے اور التحیات میں بھی خدا کی حمد وثناء ہے، ہاں اگر قرأت کے بعد یا دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے یا قرأت کے بعد التحیات پڑھ لی جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۴) اگر بھولے سے قومہ رہ جائے یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ کرنا بھول گیا ہے اور بیٹھنے کے بجائے اٹھ کر پوری طرح کھڑا ہوگیا یا کھڑے ہونے کے قریب ہوگیا تو پھر یاد آنے پر نہ بیٹھے بلکہ نماز پوری کرکے قاعدے کے مطابق سجدۂ سہو کرے، اور اگر پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو تو بیٹھ جائے، اور اس صورت میں سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۶) اگر کوئی دو یا چار رکعت والی فرض نماز میں قعدۂ آخر بھول گیا، بیٹھنے کے بجائے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تو اب اگر اس کو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے تو واپس بیٹھ کر نماز پوری کرلے اور سجدۂ سہو کرلے، سجدۂ سہو کرلینے کے بعد فرض نماز درست ہو جائے گی۔ اگر اس زائد رکعت کا سجدہ کرلینے کے بعد یاد آیا کہ قعدۂ آخر نہیں کیا ہے تو اب نہ بیٹھے بلکہ ایک رکعت اور ملا کر چار یا چھ رکعت پوری کرے، اور اس صورت میں سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ رکعتیں نفل قرار پائیں گی، فرض نماز دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔ اور اگر مغرب کے فرضوں میں بھول جائے تو پھر پانچویں رکعت نہ پڑھے چوتھی رکعت میں بیٹھ کر نماز پوری کرلے، اس لیے کہ نفل کی رکعتیں طاق نہیں ہوتیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"نفل نماز کی رکعتیں دو دو ہیں۔" (مسلم جلد ۱، صفحہ ۲۸)

(۷) اگر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے یا "التحیات" پڑھنا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۸) اگر سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ملانا بھول جائے، یا کوئی سورہ پہلے پڑھ لے اور سورہ فاتحہ بعد میں پڑھے تو سورہ فاتحہ کے بعد پھر کوئی سورت پڑھے اور آخری قعدہ میں لازماً سجدۂ سہو کرے۔

(۹) اگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو بعد کی رکعتوں میں سورہ ملالے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے۔

(۱۰) اگر سنت یا نفل نماز کی کسی رکعت میں سورہ ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہے۔

(۱۱) اگر کوئی چار رکعت والی فرض نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر تک بیٹھا جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے، اور پھر اسے شبہ ہوا کہ یہ قعدہ اولیٰ ہے اور وہ سلام پھیرنے کے بجائے پانچویں رکعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اگر اس زائد رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے اسے یاد آجائے تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور حسب قاعدہ سجدہ سہو بھی کرلے☆ اور سلام پھیر لے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا ہے تو چھٹی رکعت اور ملالے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرلے، اس صورت میں اس کی فرض نماز صحیح ہو جائے گی اور یہ دو زائد رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔

(۱۲) چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر سنت یا نفل نمازوں میں بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اس لیے کہ فرض نماز کی آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے اور سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا اور سورۃ ملانا واجب ہے۔

☆ اس لیے کہ سلام پھیرنے میں تاخیر ہوئی۔

(۱۳) اگر کوئی بھولے سے ایک رکعت میں دو رکوع کرے یا ایک رکعت میں تین سجدے کرلے یا سورہ فاتحہ دوبار پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔☆

(۱۴) اگر قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنے لگے اور اللھم صل علی محمد وعلی کے بقدر پڑھ لے یا اتنی دیر یونہی خاموش رہے تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔

(۱۵) اگر کسی مسبوق سے اپنی باقی نماز پوری کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو نماز کے آخری قعدے میں اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔ مسبوق وہ مقتدی ہے جو پہلی رکعت ہو جانے کے بعد امام سے ملے۔

(۱۶) اگر کسی نے ظہر یا عصر کی فرض نماز کی دو رکعتیں پڑھیں لیکن یہ سمجھ کر کہ چاروں رکعتیں پڑھ چکا ہے، اس نے سلام پھیر دیا اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو اگر کلام نہیں کیا یا قبلہ سے منہ نہیں پھیرا تو اپنی بقیہ دو رکعتیں پڑھ کر نماز پوری کرلے اور سجدۂ سہو کرے۔

(۱۷) اگر کسی کو نماز میں شک ہو گیا کہ معلوم نہیں تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اگر اس کو اتفاق سے پہلی بار یہ شک ہوا ہے یا عام طور پر اس کو اس طرح کے شک کی عادت نہیں ہے تو اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے۔ اور اگر اس کو اکثر و بیشتر اس طرح کا شک ہوتا ہی رہتا ہے تو پھر وہ اپنے گمان غالب پر عمل کرے، اگر کسی طرف زیادہ گمان نہ ہو تو پھر کم رکعتوں کا اعتبار کرے، مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہو جائے کہ معلوم نہیں تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار اور کسی طرف گمان غالب بھی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہی سمجھے کہ تین ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور ایک رکعت اور پڑھ کر چار رکعت پوری کرے اور سجدہ سہو ہر صورت میں کرے۔

(۱۸) نماز کی سنتیں یا مستحبات چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مثلاً نماز کے شروع میں ثنا پڑھنا بھول جائے یا رکوع اور سجدے میں تسبیح پڑھنا بھول جائے تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

(۱۹) نماز میں کوئی ایسی کوتاہی ہو گئی جس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا لازم ہو گیا ہے لیکن اس نے نماز پوری کرلی اور سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گیا، سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ سہو رہ گیا، اب اگر اس نے قبلے کی طرف سے رخ نہیں پھیرا ہے اور کسی سے بات چیت بھی نہیں کی ہے، تو فوراً سجدۂ سہو کرلے اور پھر ''التحیات'' درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(۲۰) اگر کسی نے ایک رکعت میں بھولے سے ایک ہی سجدہ کیا، اب اگر ''قعدہ اخیرہ'' کی ''التحیات'' پڑھنے سے پہلے پہلے پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں یا جب بھی یاد آئے تو سجدہ ادا کرلے اور حسب قاعدہ سجدۂ سہو کرے اور اگر ''التحیات'' پڑھ لینے کے بعد سجدہ یاد آئے تو سجدہ ادا کرنے کے بعد ''التحیات'' پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کرکے حسب قاعدہ نماز پوری کرے۔

(۲۱) اگر سفر کے دوران جب کہ قصر نماز کا پڑھنا واجب ہے، کسی نے بھولے سے قصر کرنے کے بجائے پوری چار رکعت نماز پڑھی، اور دوسری رکعت میں بیٹھ کر ''التحیات'' پڑھ لی، تو اس صورت میں بھی آخری رکعت میں قاعدے کے مطابق سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، اور اس صورت میں یہ نماز قصر اس طرح صحیح ہو جائے گی کہ پہلی دو رکعتیں فرض قرار پائیں گی اور آخری دو رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔

قضا نماز پڑھنے کا بیان

کوئی فرض یا واجب نماز اپنے مقررہ وقت پر ادا نہ کی جا سکی، اور وقت گزرنے کے بعد پڑھی جا رہی ہے تو اس کو قضا پڑھنا کہتے ہیں۔ اور اگر وقت کے اندر پڑھی جا رہی ہے تو اس کو ادا کہتے ہیں۔

قضا نماز کا حکم

(۱) فرض نماز کی قضا فرض ہے اور واجب یعنی وتر کی قضا واجب ہے۔

(۲) نذر اور منت کی مانی ہوئی نماز کی قضا بھی واجب ہے۔

☆ اس لیے کہ سورہ فاتحہ کا ایک بار پڑھنا واجب ہے۔

(۳) نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، اگر کسی وجہ سے نفل نماز فاسد ہو جائے یا شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑنی پڑ جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔

(۴) سنتِ مؤکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے، البتہ فجر کی سنتیں چونکہ بہت اہم ہیں اور احادیث میں ان کی بہت تاکید آئی ہے اس لیے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر فجر کے فرض اور سنت دونوں قضا ہو گئے ہوں تو زوال سے پہلے پہلے دونوں کی قضا پڑھی جائے اور زوال کے بعد قضا پڑھنے کی صورت میں صرف فرض کی قضا پڑھی جائے سنت کی قضا نہ پڑھی جائے اور اگر فجر کے فرض وقت پر پڑھ لیے ہوں اور صرف سنتیں رہ گئیں ہوں، تو سورج نکل آنے کے بعد زوال سے پہلے پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی سنت یا نفل نماز وقت پر نہ پڑھی جا سکے تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

(۵) ظہر کی وہ سنتیں جو فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں کسی وجہ سے نہ پڑھی جا سکی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھی جا سکتی ہیں، ان سنتوں کو فرضوں کے بعد دو سنتوں سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے اور بعد میں بھی صحیح ہے، البتہ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد ان کی قضا واجب نہیں ہے۔

قضا نماز کے مسائل و ہدایات

(۱) کسی مجبوری اور معذوری کے بغیر بلا وجہ نماز قضا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کے لیے حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں اگر غفلت اور بے شعوری میں بھی کبھی ایسی کوتاہی ہو گئی ہو، تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ کے لیے اپنے خدا سے اصلاحِ حال کا پختہ عہد کرنا چاہیے۔

(۲) اگر کسی واقعی عذر اور مجبوری کی وجہ سے کبھی نماز قضا ہو جائے تو اس کی قضا پڑھنے میں خواہ مخواہ ٹال مٹول نہ کرنا چاہیے بلکہ جتنی جلد ممکن ہو قضا پڑھ لینی چاہیے۔ بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے اور پھر زندگی کا بھی کیا اعتبار؟ ہو سکتا ہے کہ موقع نہ ملے اور آدمی اس حال میں خدا کے حضور پہنچے کہ اس کے سر یہ گناہ بھی ہو کہ موقع ملنے کے باوجود اس نے تاخیر کی اور قضا نماز نہ پڑھ سکا۔

(۳) اگر کسی وقت کئی افراد کی نماز قضا ہو جائے، مثلاً اجتماعی سفر کے دوران وقت پر نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے یا خدانخواستہ کسی محلے میں کوئی حادثہ پیش آ جائے اور سارے لوگوں کی نماز قضا ہو جائے یا کچھ لوگ سوتے رہ جائیں اور سب کی نماز قضا ہو جائے تو اس صورت میں سب کو یہ نماز جماعت کے ساتھ قضا پڑھنی چاہیے۔ اگر سری نماز قضا ہوئی ہو تو قضا جماعت میں سری قرأت ہونی چاہیے اور اگر جہری نماز قضا ہوئی ہو تو جہری قرأت ہونی چاہیے۔ ٭

(۴) کسی اکیلے آدمی کی نماز قضا ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ خاموشی سے گھر میں قضا پڑھ لے، اگر غفلت سے قضا ہوئی ہے تو گناہ ہے اور گناہ کا لوگوں پر ظاہر کرنا خود گناہ ہے، اگر کسی مجبوری کی وجہ سے قضا ہوئی ہے تب بھی لوگوں پر اس کا اظہار کرنا معیوب اور مکروہ ہے۔

(۵) قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب بھی یاد آئے اور موقع ہو فوراً قضا پڑھ لینی چاہیے۔ ہاں اگر ممنوع یا مکروہ وقت یاد آئے تو انتظار کرنا چاہیے جب ممنوع یا مکروہ وقت نکل جائے اس وقت نماز پڑھنی چاہیے۔

(۶) اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں، تو ان کی قضا میں دیر نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے جلد ہی قضا پڑھ لینی چاہیے، اگر ممکن ہو تو ایک ہی وقت میں ساری قضا نمازیں پڑھ لی جائیں، یہ بھی ضروری نہیں ہے، کہ عصر کی قضا عصر کے وقت ہی پڑھی جائے اور ظہر کی قضا ظہر کے وقت پڑھی جائے بلکہ جب موقع ملے ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھ کر اپنی قضا نمازیں پوری کر لینی چاہئیں۔

٭ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کا قافلہ رات بھر چلتا رہا اور رات کے آخر میں قافلے نے پڑاؤ کیا، اور اترتے ہی نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ فجر کا وقت نکل گیا اور سب سوتے رہ گئے۔ پھر جب سورج طلوع ہوا تو اس کی گرمی سے قافلے والوں کی آنکھ کھل گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے وہاں سے نکل کر فوراً ہی اذان کہلوائی اور جماعت سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ اور اس میں قرأت کی۔

معذور اور بیمار کی نماز

(۱) مرض کیسا ہی شدید ہو، نماز جہاں تک ہو سکے وقت پر ادا کرنا چاہیے اگر نماز کے سارے ارکان ادا کرنے کی سکت نہ ہو تو جس کی جو ارکان ادا کرنے کی طاقت ہو یا صرف اشارے ہی سے ادا کرنے کی طاقت ہو تب بھی وقت پر نماز ادا کرنا چاہیے۔☆

(۲) جہاں تک ممکن ہو کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر پوری نماز میں کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو جتنی دیر تک کھڑا رہ سکتا ہو اتنی ہی دیر قیام کرے، یہاں تک کہ اگر کوئی معذور یا مریض صرف تکبیر تحریمہ کہنے کے لیے ہی کھڑا ہو سکتا ہے تو وہ کھڑے ہو کر ہی تکبیر تحریمہ کہے اور پھر بیٹھ کر پوری نماز پڑھے، کھڑے ہونے کی قوت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

(۳) اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بالکل ہی معذور ہو یا کمزوری کی وجہ سے گر پڑنے کا اندیشہ ہو یا کھڑے ہونے سے چکر آتا ہو، یا کھڑے ہونے سے غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو یا کھڑے ہونے میں مرض کے بڑھنے یا دیر سے چاق ہونے کا گمان ہو، یا اگر کھڑا ہو بھی جائے تو رکوع اور سجود ادا کرنے کی سکت نہیں ہے تو ایسی تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۴) بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اگر ممکن ہو تو مسنون طریقے سے بیٹھے جس طرح "التحیات" پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں لیکن اس طرح بیٹھنا اگر ممکن نہ ہو تو پھر جس طرح سہولت بیٹھ سکے، بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر رکوع اور سجود نہ کر سکتا ہو تو اشاروں سے کام لے۔

(۵) اشاروں سے رکوع و سجود ادا کرنے میں آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہے، سر سے اشارہ کرنا چاہیے، رکوع میں کسی قدر کم سر جھکائے اور سجدے میں نسبتاً زیادہ جھکائے۔

(۶) اگر سجدہ کرنے کے لیے زمین تک پیشانی لے جانے کی طاقت نہ ہو تو صرف اشارہ ہی کافی ہے، تکیہ وغیرہ کو پیشانی تک اٹھا کر اس پر اور سجدہ ادا نہیں ہوگا۔

(۷) اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو یا غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو، یا مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو، یا زخم کے ٹانکے وغیرہ کھلنے کا خطرہ ہو تو پھر بیٹھے لیٹے نماز پڑھے۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ آدمی چت لیٹ کر قبلے کی طرف پیر کرلے لیکن پیر پوری طرح نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر ذرا اونچا کرلے اور سر کے اشارے سے رکوع و سجود کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر شمال کی جانب سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹ کر قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو جس طرح ممکن ہو ادا کرلے۔

(۸) اگر کسی مریض کی کمزوری اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ اشاروں سے نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو، تو پھر اس وقت نماز نہ پڑھے، صحت مند ہونے پر اس کی قضا کرے اور اگر یہی کیفیت پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک قائم رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ نمازیں معاف ہیں، اسی طرح اگر کمزوری کی وجہ سے غشی کی کیفیت طاری ہو، اور چھ نمازوں کے وقت تک یہ کیفیت باقی رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی تندرست پر یکا یک بے ہوشی کا دورہ پڑ جائے اور بے ہوشی کی یہ کیفیت چھٹی نماز کے وقت تک رہے تو یہ نمازیں معاف ہیں، ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

(۹) اگر کسی نماز کے دوران مرض کا حملہ ہو جائے اور وہ کھڑے ہونے سے معذور ہو جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور بیٹھنے سے بھی معذور ہو تو لیٹ کر پڑھے، رکوع اور سجود نہ کر سکتا ہو تو اشاروں سے رکوع اور سجود کرے۔ غرض باقی نماز جس طرح پڑھ لینے کی قوت رکھتا ہو اسی طرح پڑھ لے۔

(۱۰) چلتی کشتی، جہاز، ریل وغیرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں اگر گرنے کا اندیشہ ہو یا چکر آنے اور متلی ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ جب تک کھڑے ہونے

☆ فقہائے دین نے یہاں تک تاکید کی ہے کہ اگر کوئی خاتون دردِ زہ کی تکلیف میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور خاتون کے ہوش و حواس قائم ہوں تو ان کو چاہیے کہ جس طرح بھی کھڑے یا بیٹھے یا لیٹ کر نماز پڑھ سکے، جلد پڑھ لے۔ اس لیے کہ نفاس کے خون آنے سے پہلے نماز ساقط نہیں ہوتی۔

کی طاقت اور سہولت ہو، کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔

(۱۱) تندرستی کے دنوں میں کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور پھر وہ بیمار پڑ گیا تو ان نمازوں کی قضا پڑھنے کے لیے اس کو بیماری سے اٹھنے اور صحت یاب ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ بیماری کے دوران ہی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ممکن ہو ان کی قضا پڑھ لینی چاہیے۔

نماز قصر کا بیان

مسافر کو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سفر میں نماز مختصر کرے یعنی جن اوقات میں چار رکعت فرض ہیں ان میں صرف دو رکعت پڑھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ
تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (النساء: ۱۰۱)

”اور جب تم لوگ زمین میں سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر تم نماز میں قصر کرو۔“

اور نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ایک صدقہ ہے جو خدا نے تم پر کیا ہے تمہیں چاہیے کہ اس کا صدقہ قبول کرو۔

نمازِ قصر کا حکم

اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر کے لیے نماز قصر پڑھنا واجب ہے۔ اگر پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ (درمختار)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”میں نبی ﷺ، اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ سفروں میں رہا ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے دو رکعت فرض سے زیادہ نماز پڑھی۔“

قصر صرف ان نمازوں میں ہے جن میں چار رکعت فرض ہیں، جیسے ظہر، عصر اور عشاء، اور جن میں دو یا تین رکعتیں فرض ہیں ان میں کوئی کمی نہ ہوگی، فجر اور مغرب میں دو اور تین رکعتیں ہی پڑھنی ہوں گی۔

سفر میں سنت اور نفل کا حکم

نماز فجر کی سنتوں کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ اور مغرب کی سنتوں کو بھی پڑھ لینا بہتر ہے، باقی اوقات کی سنتوں میں اختیار ہے، بہتر یہ ہے کہ اگر سفر جاری ہو تو صرف فرض پڑھے اور سنتیں چھوڑ دے اور اگر سفر کے دوران کہیں ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھ لے۔ البتہ وتر کی نماز مکمل بہر حال پڑھے، اس لیے کہ نماز وتر واجب ہے۔ سنت، نفل اور وتر کی رکعات میں قصر نہیں ہے۔ جتنی رکعتیں حضر میں پڑھی جاتی ہیں اتنی ہی سفر میں بھی پڑھی جائیں گی۔

قصر کی مسافت

جب کوئی مسافر کسی ایسے مقام کا سفر کرنے کے لیے نکلے جو اس کی بستی سے تین دن کی مسافت پر ہو تو اس پر قصر واجب ہے، تین دن کی مسافت اندازاً ۴۸ میل (۷۶ کلومیٹر) ہے، اگر کوئی شخص درمیانی چال سے روزانہ صبح سے زوال تک چلے تو وہ تین دن میں ۴۸ میل سے زیادہ نہ چل سکے گا۔ لہذا جو شخص بھی کم از کم ۴۸ میل کے سفر پر گھر سے نکلے، چاہے وہ پیدل سفر کر کے تین دن میں وہاں پہنچے یا تیز رفتار سواری کے ذریعے چند گھنٹوں میں پہنچے، بہر حال اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اس سفر کے دوران نماز قصر پڑھے۔

قصر شروع کرنے کا مقام

سفر پر روانہ ہونے کے بعد مسافر جب تک آبادی کے اندر رہے، پوری نماز پڑھتا رہے اور جب آبادی سے باہر نکلے جائے تو پھر قصر کرے۔ بستی کا اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہو تو اس میں قصر نہ کرے، پوری نماز پڑھے، اور اگر آبادی سے باہر ہو تو پھر پوری نماز نہ پڑھے، بلکہ قصر کرے۔

قصر کی مدت

مسافر جب تک اپنے اصلی وطن کو نہ پہنچ جائے اسے اجازت ہے قصر کرتا رہے۔ البتہ دوران سفر اگر کسی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرلے تو وہ مقام اس کا وطن اقامت قرار پائے گا، اور وطنِ اقامت میں پوری نماز پڑھنی ہوگی، چاہے پندرہ دن قیام کی نیت کرنے کے بعد کسی وجہ سے وہاں پندرہ دن سے کم

قیام کر سکے۔ اور اگر کسی مقام پر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو لیکن کسی وجہ سے وہاں بار بار رکنا پڑے اور اسی طرح مہینوں گزر جائیں، تب بھی وہ وطن اقامت قرار نہ پائے گا اور وہاں قصر ہی کرتا رہے گا۔

اگر شادی کے بعد کوئی خاتون مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی یعنی شوہر کے گھر مستقل قیام رہنے لگا ہے تو اس کا وطن اصلی اب وہ مقام ہے جہاں وہ شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ اب اگر وہ وہاں سے سفر کر کے میکے آئے اور یہ مقام اس کے وطن اصلی سے کم از کم ۴۸ میل کے فاصلے پر ہو تو اس کو میکے میں قصر کرنا ہوگا۔ ہاں اگر سسرال میں چند یوم کے لیے گئی ہے اور میکے ہی میں مستقل طور پر رہنے کا ارادہ ہے تو پھر اس کا وطن اصلی وہی رہے گا جو شادی سے پہلے تھا۔

اگر کوئی خاتون اپنے شوہر کے ساتھ سفر کر رہی ہو یا کوئی ملازم اپنے آقا کے ساتھ سفر کر رہا ہو یا کوئی لڑکا اپنے والد کے ساتھ سفر کر رہا ہو یعنی سفر کرنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو اس سفر میں دوسرے کا تابع اور پابند ہو تو اس تابع کی نیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اس صورت میں اگر وہ خاتون یا ملازم وغیرہ پندرہ دن سے زیادہ کی نیت بھی کر لیں تب بھی مقیم قرار نہ پائیں گے جب تک کہ خاتون کا شوہر اور ملازم کا آقا، پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ کرے۔

سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں، گھر پہنچنے کے بعد اس کی قضا دو ہی رکعت پڑھے، یعنی قصر کی قضا کرے تو قصر پڑھے۔ اور اگر حالت اقامت میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور پھر فوراً سفر کرنا پڑے تو سفر کے دوران چار ہی رکعت قضا پڑھے قصر نہ کرے۔

* * *

عورت کو ترقی دینے کا اصل راز یہ ہے کہ عورت کو صاحب علم، صاحب شعور بنایا جائے۔ عورت جتنی زیادہ باشعور ہوگی، اتنا ہی زیادہ بڑا کام وہ اس دنیا میں انجام دے سکے گی۔ عورت اگر حقیقی معنوں میں باشعور ہو تو وہ گھر کے اندر رہ کر بھی انتہائی بڑے بڑے کام انجام دے سکتی ہے۔ اور اگر وہ بے شعور ہو تو وہ کوئی بھی بڑا کام نہیں کر سکتی، خواہ اس کو سب سے بڑے چوراہے پر کیوں نہ کھڑا کیا گیا ہو۔

زکوٰۃ کی سماجی اہمیت

قرآن مجید کی تعلیمات کی رو سے کرۂ ارض پر جتنے بھی ذرائع پیداوار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ (منافقون۔ ۷)

”آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔“

مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (حدید ۱۰)

”اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کی میراث ہے۔“

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ (اسراء ۲۰)

”ہم ہر ایک کو تیرے رب کی بخشش میں سے پہنچاتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی۔“

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (الواقعہ ۶۳-۶۴)

”پھر تم اس بیج پر غور کرو جو تم بوتے ہو۔ کیا وہ تم اُگاتے ہو یا اسے ہم ہی اُگانے والے ہیں۔“

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہے کہ کرۂ ارض پر ذرائع پیداوار اور ان کی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ اور انسان کا ان ذرائع پر ایک امین کی حیثیت میں تصرف ہے۔ انسان چونکہ کامرانی و نامرادی کی ایک آزمائش سے گذارنے کا مکلف بنایا گیا ہے اس لئے اطاعت کی راہ میں مال و اولاد کی آزمائش انسان کا مقدر رکھی گئی ہے۔ اس طرح مشیت نے ایک طرف انسان کو اپنی ذات کی نشوونما کیلئے انفاق کی صفت سے معمور کرنے کا بندوبست کیا ہے اور دوسری طرف اس آزمائش سے انسان کو دنیوی و اخروی بلندیوں کے حاصلات کا ذریعہ بنایا ہے۔

زکوٰۃ یا انفاق کی اصل، ایثار ہے (حشر۔ ۹) اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ ہر شخص اپنے اوپر دوسرے کا حق سمجھے۔ ایسا معاشرہ بنے جس میں لوگ دوسرے کا استحصال کرنے کے بجائے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے مواقع تلاش کریں۔ ہر ایک کے اندر یہ مزاج پرورش پائے کہ دنیا میں اس کا کوئی حق نہیں۔ یہاں اس کی صرف ذمہ داریاں ہیں، امانتیں ہیں جو لوگوں تک پہنچانی ہیں۔ اسی اجتماعی روح کو پیدا کرنے کے لیے زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ دینی نظام میں اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ بشیر بن خصاصیہ بیعت ہونے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے پوچھا اے خدا کے رسول ﷺ! آپ مجھ سے کن چیزوں پر بیعت لیں گے؟ جب آپ نے بتایا تو انہوں نے کہا کہ صدقہ اور جہاد، دو چیزیں میرے لیے مشکل ہیں، ان سے مجھے مستثنیٰ کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا:

يَا بَشِيْرُ! لَا صَدَقَةَ وَلَا جِهَادَ فَبِمَ اِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟ (احمد)

”اے بشیر! صدقہ نہ جہاد، تو جنت میں کیسے جاؤ گے؟“

چونکہ حق المال کا دینا عام معنوں میں ”ٹیکس“ نہیں بلکہ وہ ایک عبادت ہے، اس لیے اس کا ایک توسیعی مفہوم ہے اور اس

اعتبار سے اس کی کوئی حد نہیں۔ یہ آدمی کے اپنے حوصلہ پر ہے کہ خدا کو خوش کرنے کے لیے اپنے مال کی کتنی مزید مقدار وہ خرچ کرتا ہے۔ فاطمہ بنت قیس بتاتی ہیں کہ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ (ترمذی)

"یقیناً آدمی کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔"

قرآن میں ہے کہ "ذاتی ضروریات سے جو فاضل ہو، اسے خرچ کرو":

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط (بقرہ ۲۱۹)

"پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، کہہ دو جو حاجت (یعنی بنیادی ضروریات) سے زیادہ ہو۔"

انفاق کی دو صورتیں ہیں: ایک صدقہ، دوسرے وہ جس کو قرض حسنہ کہا گیا ہے:

إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيْمٌ (حدید ۱۸)

"بلاشبہ صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں اور وہ لوگ جو اللہ کو قرض حسنہ دیں تو ان کا دیا ہوا ان کے لیے بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے پسندیدہ اجر ہے۔"

صدقہ سے مراد اطعام مسکین (مدثر۔۴۴) ہے یعنی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے خرچ کرنا۔ اس کے برعکس قرض حسنہ سے مراد وہ انفاق ہے جو فی سبیل اللہ (تقویت دین) کے لیے دیا جاتا ہے۔ دین کو پھیلانا اور اس کو سربلند کرنا اللہ تعالیٰ کو اجتماعی طور پر مطلوب ہے۔ اس مقصد کی خاطر جان و مال کو خرچ کرنے کا بہت ثواب بتایا گیا ہے۔ چونکہ اس انفاق کا اصل مقصد کسی انسان کی مادی ضرورت پوری کرنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ خدا کے دین کے لیے دیا جاتا ہے، اس لیے خدا نے اس کو اپنے ذمہ "قرض" قرار دیا ہے۔

"صدقہ" کی مقدار ایک تو بشکل زکوٰۃ متعین کر دی گئی ہے، مگر جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اس لئے اس کو اونی درجہ پر کھلا رکھنا ایمان کا تقاضا ہے۔ اسی طرح اسلامی اسٹیٹ اگر کسی وقت ضروری سمجھتی ہے کہ معیشت کی بہتری کیلئے مال کی تقسیم کا اضافی نظام نافذ کرے تو یہ اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس طرح قرض حسنہ کی کوئی مقدار نہیں۔ یہ خادمان دین یا دعاۃ اور شہدا کی فہرست میں اپنا نام لکھواتا ہے۔ اور جو اہل ایمان کی اس اگلی صف میں شامل ہونا چاہے، اس کو اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کرنا پڑتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ ۱۱۱)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے، اس معاوضہ میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔"

غزوۂ تبوک (۶۳۰) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال پیش کر دیا تھا، حضرت عمرؓ نے نصف مال دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور دس ہزار دینار دیے جس سے لشکر کا تہائی خرچ پورا کیا گیا۔

انفاق کی یہی وہ قسم ہے جس کو قرآن میں فی سبیل اللہ خرچ کرنا کہا گیا ہے (حدید۔۱۰) ارشاد ہوا ہے کہ اس مد میں خرچ نہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے (بقرہ ۱۹۵) کیونکہ اہل اسلام اگر کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لیے خرچ نہ کریں تو بالآخر خود ان کی اجتماعی زندگی ختم ہو جائے گی۔ بحیثیت ایک ملت کے ان کا وجود دنیا میں قائم نہ ہو سکے گا۔ اس انفاق کے لیے سات سو گنا ثواب (بقرہ۔۲۶۱) کی خوش خبری دی گئی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ طبرانی کے مطابق حضرت معاذؓ بن جبل نے جہاد فی سبیل اللہ میں یاد الٰہی اور نفقہ کے عظیم ثواب سے متعلق حدیث بیان کی۔ اس کے بعد روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال عبد الرحمن فَقُلْتُ لِمُعَاذٍ إِنَّمَا النَّفَقَةُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، فَقَالَ مُعَاذٌ قَلَّ فَهْمُكَ إِنَّمَا ذٰلِكَ إِذَا أَنْفَقُوْهَا وَهُمْ مُقِيْمُوْنَ بَيْنَ أَهْلِيْهِمْ غَيْرَ غُزَاةٍ فَإِذَا غَزَوْا وَأَنْفَقُوْا خَبَأَ اللّٰهُ لَهُمْ مِنْ خِزَانَتِهٖ رَحْمَةً مَا يَنْقَطِعُ عَنْهُ عِلْمُ الْعِبَادِ وَصِفَتُهُمْ

”عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل سے کہا: جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا، تیری سمجھ کم ہے۔ یہ ثواب تو اس وقت ہے جب کہ وہ مصرف خرچ کریں اور خود اپنے بچوں میں مقیم رہیں، جہاد میں شریک نہ ہوں اور جب جہاد میں شریک ہوں اور خرچ بھی دیں تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے اپنے خزانے کی ایسی رحمت چھپا رکھی ہے جہاں تک بندے کا علم نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی اس کے اوصاف کو جان سکتا۔“

نظامِ زکوٰۃ کا مقصد

زکوٰۃ کا نظام دراصل مومن کے دل سے حب دنیا اور اس جڑ سے پیدا ہونے والے سارے جھاڑ جھنکاڑ صاف کر کے خالص خدا کی محبت پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب بندۂ مومن محض زکوٰۃ ادا کرنے ہی پر قناعت نہ کرے بلکہ زکوٰۃ کی اس روح کو جذب کرنے کی کوشش کرے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے، خدا ہی کا ہے، اس کو اسی کی راہ میں قربان کر کے ہم اس کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ زکوٰۃ کی اس روح اور مقصد کو جذب کیے بغیر نہ تو کوئی بندہ خدا کے بندوں سے محض خدا کے لیے محبت کر سکتا ہے اور نہ خدا کے حقوق پہچاننے اور ادا کرنے میں اتنا حساس اور فراخ دست ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کا نظام دراصل پورے اسلامی سماج کو ایک طرف بھوک اور تنگ دستی سے بچاتا ہے تا کہ لوگ فقر و فاقہ کے وبال سے بچ کر سکون و آرام سے خلافت ارضی کی نعمت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ دوسری طرف زکوٰۃ کا نظام سماج کو بخل، تنگ دلی، خود غرضی، بغض، حسد، سنگ دلی اور استحصال جیسے رکیک جذبات سے پاک کر کے اس میں محبت، ایثار، احسان، خلوص، خیر خواہی، تعاون، مساوات اور رفاقت کے اعلیٰ اور پاکیزہ جذبات پیدا کرتا اور پروان چڑھاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ ہمیشہ ہر نبی کی امت پر فرض رہی ہے، اس کی مقدار، نصاب اور فقہی احکام میں ضرور فرق رہا ہے لیکن زکوٰۃ کا حکم بہرحال ہر شریعت میں موجود رہا ہے۔

زکوٰۃ کی عظمت واہمیت

اسلام میں زکوٰۃ کی غیر معمولی عظمت واہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک میں کم از کم بتیس مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور ایمان کے بعد اولین مطالبہ نماز اور زکوٰۃ ہی کا ہے یعنی جس طرح نماز فرمانبرداری کا سرچشمہ ہے اسی طرح زکوٰۃ اسی فرمانبرداری کا اولین مظہر ہے یعنی اگر تم نماز سے فرمانبرداری کے دائرے میں آتے ہو تو اس کے لیے پہلی شرط ہوگی کہ تمہارا مال تمہارے پاس امانت ہے، جس کو اس کی راہ میں لٹا دو۔ درحقیقت ان دو عبادتوں پر کاربند ہونا، پورے دین پر کاربند ہونا ہے، جو بندہ خدا کے حضور مسجد میں بندگی کے انتہائی گہرے جذبات کے ساتھ اپنے جسم و روح کو خدا کے حضور ڈال دے، تو اس وقت اس کے پاس خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لیے انسانیت کے کاموں کا ایسا نذرانہ ہو جس کی وہ خدا سے استقامت مانگے۔ اگر اس طرح نہیں ہے تو استقامت آخر وہ کس چیز کی مانگ رہا ہے؟ اسی طرح جو شخص اپنا محبوب مال ومتاع خدا کی رضا کے لیے خدا کی راہ میں خوشی خوشی لٹا کر سکون واطمینان محسوس کرے وہ بندوں کے دوسرے حقوق بھی بخوبی ادا کر سکتا ہے۔ اسلام دراصل خدا اور بندوں کے حقوق ہی سے عبارت ہے اسی لیے قرآن نے نماز اور زکوٰۃ کو اسلام کی پہچان اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی شہادت قرار دیا ہے۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے براءت اور بیزاری کا اظہار فرمانے کے بعد مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی دی ہے کہ اگر یہ کفر و شرک سے توبہ کر کے نماز اور زکوٰۃ پر کاربند ہو جائیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور اسلامی سوسائٹی میں ان کا وہی مقام ہے جو دوسرے مسلمانوں کا ہے۔

فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ

(توبہ: 11)

”پھر اگر یہ (کفر وشرک سے) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“

یہ آیت بتاتی ہے کہ نماز اور زکوٰۃ ایمان واسلام کی واضح علامت اور قطعی شہادت ہے، اسی لیے قرآن پاک نے زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں کا وصف اور عمل قرار دیا ہے اور ایسے لوگوں کو آخرت کا منکر اور ایمان سے محروم بتایا ہے۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (فصلت: ۶،۷)

"اور تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہیں۔"

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، تو آپؓ نے ان کو اسلام سے خروج اور ارتداد کے ہم معنیٰ سمجھا اور اعلان فرمایا کہ:

"یہ لوگ دور رسالت میں جو زکوٰۃ دیتے تھے اگر اس میں سے بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔"

حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ کو فرمایا: "آپؓ ان لوگوں سے بھلا کیونکر جہاد کر سکتے ہیں جو کلمہ کے قائل ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہہ دے، تو اس کا جان و مال میری طرف سے محفوظ و مامون ہو گیا۔"

حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ سن کر اپنے آہنی عزم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

(بخاری، مسلم)

"خدا کی قسم! جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کریں گے میں ان کے خلاف لازماً جنگ کروں گا۔"

نماز اور زکوٰۃ دین کے دو بنیادی اور لازم ملزوم ارکان ہیں، ان کا انکار یا ان میں تفریق کرنا دراصل خدا کے دین سے انحراف اور ارتداد ہے اور مومن کا کام یہی ہے کہ وہ مرتد کے خلاف جہاد کرے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"ہم کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے، اس کی نماز بھی نہیں ہے۔" (طبرانی)

قرآن پاک میں ان لوگوں کو ہدایت سے محروم قرار دیا ہے جو زکوٰۃ سے غافل ہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۲،۳)

"ہدایت ہے ان متقیوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"

اور قرآن کی نظر میں فی الواقع سچے مومن وہی ہیں جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں:

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ (الانفال: ۳،۴)

"وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں حقیقت میں یہی سچے مومن ہیں۔"

اور نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کی عظمت و اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا ہے: "سخی آدمی خدا سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، بندگان خدا سے قریب ہے، اور جہنم سے دور ہے، اور بخیل آدمی خدا سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ایک جاہل سخی، ایک عابد بخیل کے مقابلے میں خدا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔" (جامع ترمذی)

زکوٰۃ کی اسی غیر معمولی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر قرآن پاک میں بیاسی مقامات پر اس کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ نیز قرآن و سنت میں اس کے زبردست دینی اور دنیاوی فوائد بتا کر طرح طرح سے ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن میں ایک جگہ زکوٰۃ کا عظیم اجر و ثواب ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ: ۲۶۱)

"جو لوگ اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں، اسی

طرح جس عمل کو وہ چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ وہ فراخ دست اور علیم ہے۔''

کسان اپنی جھولی کے دانے خدا کی زمین کے حوالے کر کے اس سے آس لگاتا ہے اور باران رحمت کے لیے دعائیں کرتا ہے تو پروردگار اس کو ایک ایک دانے کے بدلے سینکڑوں دانے عطا فرما کر اس کا کھلیان بھر دیتا ہے۔ اس ایمان افروز تجربے کو تمثیل بنا کر خدا ہمیں یہ ذہن نشین کراتا ہے کہ بندہ خدا کی خوشنودی کے لیے خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرے گا، خدا اس کو اتنا بڑھائے گا کہ ایک ایک دانے کے عوض سات سو دانے عنایت فرمائے گا کیونکہ وہ تو بڑا ہی فراخ دست اور علیم ہے۔ اس کی نگاہ قدر شناس بندے کے گہرے خلوص اور جذبے پر رہتی ہے اور وہ اتنا کچھ عطا فرماتا ہے جس کا بندہ صحیح تصور بھی نہیں کر سکتا، پھر یہ انعام و اکرام آخرت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی خدا ایسی سوسائٹی کو خیر و برکت، خوش حالی اور ترقی سے مالا مال کر دیتا ہے۔

وَمَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (الروم: ۳۹)

''اور جو زکوٰۃ تم خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو اس کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے، اللہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر بڑھاتا ہے۔ جس طرح تم اپنے اونٹ کے بچے کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ (کھجور کا صدقہ) ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (بخاری شریف)

اور آپ ہی کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور جو شخص محض اللہ کے لیے خاکساری اور فروتنی اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو اونچا اٹھا دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

قرآن کی صراحت ہے کہ قلوب کو پاک کرنے، نیکیوں کی راہ پر بڑھنے، حکمت کی دولت سے مالا مال ہونے، خدا کی خوشنودی، مغفرت اور رحمت حاصل کرنے، آخرت میں ابدی سکون اور خدا کا قرب پانے والے ہی وہ لوگ ہیں جو خوش دلی اور پابندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا

(التوبہ: ۱۰۳)

''اے نبی (ﷺ) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کیجیے اور نیکی کی راہ میں انہیں آگے بڑھائیے۔''

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ

(البقرہ: ۲۶۸-۲۶۹)

''شیطان تمہیں فقر اور ناداری سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مغفرت اور فضل کی امید دلاتا ہے۔ بڑا ہی فراخ دست اور علم والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت مل گئی درحقیقت اس کو بہت بڑی دولت مل گئی۔''

وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَۃٌ لَّھُمْ ؕ سَیُدْخِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (التوبہ: ۹۹)

''اور وہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے خدا کا تقرب حاصل کرنے اور رسول ﷺ کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ سن رکھو! یہ ضرور ان کے لیے خدا کے تقرب کا ذریعہ ہے اور خدا ان کو ضرور اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔''

وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی

(اللیل: ۱۷-۱۸)

''اور جہنم کی آگ سے وہ شخص دور رکھا جائے گا جو اللہ سے بہت

زیادہ ڈرنے والا ہے جو دوسروں کو محض اس لیے اپنا مال دیتا ہے کہ (اس کا دل بخل و حرص اور حب دنیا سے) پاک ہو جائے۔"

حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

"لوگو! جہنم کی آگ سے بچو، اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔" (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز جب عرش الٰہی کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا، سات قسم کے لوگ عرش الٰہی کے زیر سایہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو اس قدر رازداری کے ساتھ خدا کی راہ میں خرچ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ داہنا ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے؟" (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی شخص صدقہ کا مال لے کر حاضر ہوتا تو آپ ﷺ انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے اور لانے والے کے لیے رحمت کی دعائیں مانگتے۔ چنانچہ حضرت ابواوفیٰؓ اپنا صدقہ لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى (صحیح بخاری)

"یعنی اے اللہ! ابی اوفیٰ کے خاندان پر اپنی رحمت نازل فرما۔"

ایک بار نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز پڑھتے ہی گھر میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد باہر نکلے۔ صحابہؓ نے اس کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"سونے کی ایک ڈلی گھر میں رہ گئی تھی، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ رات آجائے اور وہ گھر ہی میں رہے۔ اس لیے میں اس کو مستحقین میں تقسیم کر آیا۔" (صحیح بخاری)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"صدقہ اور خیرات کرنے سے خدا کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے اور بری موت سے آدمی محفوظ رہتا ہے۔"

اور ظاہر ہے خدا کے غضب سے حفاظت اور خاتمہ بالخیر کے سوا مومن کا منتہائے آرزو کیا ہو سکتا ہے!

زکوٰۃ سے غفلت کا ہولناک انجام

زکوٰۃ کی اس غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے قرآن حکیم نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو انتہائی دردناک سزاؤں اور لرزہ خیز عذابوں کی خبر دے کر متنبہ کیا ہے کہ وہ فنا ہونے والے مال و متاع کی بے جا محبت میں گرفتار ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں، اور اس عذاب سے بچیں جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (توبہ ۳۴، ۳۵)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس کو خرچ نہیں کرتے، تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی۔ اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو متنبہ کرنے کے لیے آخرت کے لرزہ خیز عذاب کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:

"جس آدمی کو خدا نے مال و دولت سے نوازا، پھر اس شخص نے اس مال کی زکوٰۃ نہیں دی، تو اس مال کو قیامت کے روز انتہائی زہریلے سانپ کی شکل دے دی جائے گی۔ زہر کی شدت کے باعث اس کا سر گنجا ہوگا اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ قیامت کے روز وہ سانپ اس (زر پرست بخیل) کے گلے میں لپٹ جائے گا۔ اور اس کے دونوں جبڑوں میں اپنے زہریلے دانت گاڑ کر کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔"

اور پھر آپ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (آل عمران: ۱۸۰)

"جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ بخل سے کام لیتے ہیں، اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل اور زر پرستی ان کے حق میں بہتر ہے، یہ روش ان کے لیے نہایت ہی بری ہے وہ اپنی کنجوسی سے جو کچھ جمع کر رہے ہیں۔ وہی قیامت کے روز ان کے گلے میں طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔"

نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے زکوٰۃ سے غفلت کے عبرتناک انجام سے بچنے کی تلقین فرمائی:

"تم میں سے کوئی شخص قیامت کے روز اس حال میں میرے پاس نہ آئے کہ اس کی بکری اس کی گردن پر لدی ہوئی ہو، اور مجھے حمایت کے لیے پکارے اور میں اس سے کہوں کہ میں آج تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تم کو خدا کے احکام پہنچا دیے تھے۔ اور دیکھو اس روز کوئی اپنا اونٹ اپنی گردن پر لادے ہوئے میرے پاس نہ آئے، وہ مجھے مدد کے لیے پکارے اور میں کہوں کہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تو خدا کے احکام تم کو پہنچا دیے تھے"۔

(بخاری)

ایک بار نبی اکرم ﷺ نے دو خواتین کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

"تم ان کی زکوٰۃ بھی ادا کرتی ہو یا نہیں۔"

خواتین نے کہا:

"نہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے میں تم کو آگ کے کنگن پہنائے جائیں۔"

خواتین نے کہا:

"ہرگز نہیں۔"

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان کی زکوٰۃ دیا کرو"۔ (جامع ترمذی)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

"لوگو! حرص اور لالچ سے دور رہو، تم سے پہلے جو لوگ تباہ و برباد ہوئے اسی حرص اور لالچ کی بدولت ہوئے۔ حرص نے ان میں بخل اور تنگ دلی پیدا کی، اور وہ بخیل اور زر پرست ہو گئے اور اسی نے ان کو قطع رحم پر ابھارا اور انہوں نے قطع رحم کا جرم کیا اور اسی نے ان کو بدکاریوں پر ابھارا اور وہ بدکاری پر اتر آئے۔" (ابی داؤد)

قرآن و سنت کی ان تنبیہات ہی کا اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ زکوٰۃ و صدقات کا انتہائی اہتمام فرماتے، اور بعض کے احساسات تو اس معاملے میں اتنے شدید تھے کہ وہ ضرورت سے زائد ایک پیسہ بھی اپنے پاس رکھنا حرام سمجھتے تھے۔ حضرت ابوذرؓ کی تو یہ مستقل عادت ہو گئی تھی کہ جہاں کچھ لوگوں کا ہجوم دیکھتے، ان کو زکوٰۃ کی طرف ضرور متوجہ کرتے۔

زکوٰۃ کتنی ادا کی جائے

ہر صاحب حیثیت جس کے پاس اپنی بنیادی ضروریات سے زیادہ مال ہو، وہ جتنا زیادہ سے زیادہ فراخی سے مال خدا کی راہ میں دے تو اس کو اتنا ہی زیادہ قرب خداوندی حاصل ہو۔ اس کے متعلق قرآن میں صاف حکم آیا ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ (بقرہ ۲۱۹)

"اے پیغمبر ﷺ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ؟ تو ان کو فرما دیجیے کہ اپنی ضرورت سے زیادہ سب کچھ۔"

یہ اطاعت و فرمانبرداری کا اولیٰ درجہ ہے اور مومن ہر حیثیت میں اولیٰ درجے پر قائم رہنے کا متمنی رہتا ہے۔ لیکن ایک نظام کے طور پر زکوٰۃ کا ایک مقرر حصہ اپنی جگہ پر ہے جو ہر مسلمان کو ادا کرنا ہے۔ یہاں پر اسی نظام کے تحت زکوٰۃ کی ادائیگی کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ہر صاحب نصاب خوش حال مسلمان پر قطعی فرض ہے کہ اگر اس کے پاس بقدر نصاب مال سال بھر تک موجود رہے تو سال پورا

ہونے پر وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ زکوٰۃ قطعی فرض ہے، جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص فرض ہونے کا انکار تو نہ کرے لیکن ادا نہ کرے تو وہ فاسق اور گنہگار ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے سات شرطیں ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا۔
۲۔ صاحب نصاب ہونا۔
۳۔ نصاب کا ضرورت اصلیہ سے زائد ہونا۔
۴۔ مقروض نہ ہونا۔
۵۔ مال پر پورا سال گزرنا۔
۶۔ عاقل ہونا۔
۷۔ بالغ ہونا۔

ذیل میں ان شرطوں کی تفصیل اور حاصل بیان کیا جاتا ہے

۱۔ **مسلمان ہونا:** غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے لہٰذا جو شخص اسلام قبول کرے اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اسلام سے پہلے کے ایام کی بھی زکوٰۃ ادا کرے۔ ☆

۲۔ **صاحب نصاب ہونا:** یعنی اتنے مال و متاع کا مالک ہونا، جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے۔

۳۔ **بقدر نصاب ضرورت اصلیہ سے زائد ہونا:** ضرورت اصلیہ سے مراد وہ بنیادی ضرورتیں ہیں جن پر آدمی کی حیات اور عزت و آبرو کا دارومدار ہے، جیسے کھانا، پینا، لباس، رہنے کا مکان، پیشہ ور آدمی کا اوزار اور مشین وغیرہ، سواری کا گھوڑا، سائیکل، اور موٹر جو تعیش کے زمرے میں نہ آتی ہو وغیرہ، گھرداری کا سامان، کتابیں جو مطالعے کے لیے ہوں، کاروبار یا دکھاوے کی غرض سے نہ ہوں۔ یہ ساری ہی چیزیں ضرورت اصلیہ میں شمار ہوں گی، ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ ہاں ان سے زائد مال نصاب کے بقدر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جب کہ دوسری شرطیں بھی موجود ہوں۔

۴۔ **مقروض نہ ہونا:** کسی شخص کے پاس بقدر نصاب مال و متاع تو ہے لیکن اس پر دوسروں کا قرضہ بھی ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ ہاں اگر مال اتنا ہو کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد بھی مال بقدر نصاب بچ جائے تو ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

۵۔ **مال پر پورا سال گزرنا:** بقدر نصاب مال و متاع ہو جانے ہی سے زکوٰۃ واجب نہیں ہو جاتی بلکہ اس پر پورا ایک سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ”کسی شخص کو کسی بھی ذریعے سے مال حاصل ہو اس پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس پر پورا سال گزر جائے۔“

(جامع ترمذی)

۶۔ **عاقل ہونا:** جو شخص عقل اور سمجھ سے محروم، دیوانہ اور مجنوں ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

۷۔ **بالغ ہونا:** نابالغ بچے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، چاہے اس کے پاس کتنا ہی مال ہو، نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور نہ اس کے ولی پر۔

ادائے زکوٰۃ صحیح ہونے کی شرطیں

ادائے زکوٰۃ صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں، یہ چھ شرطیں موجود ہوں تو زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ ادا نہ ہوگی:

۱۔ مسلمان ہونا۔
۲۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرنا۔
۳۔ مالک بننا۔
۴۔ مقررہ مدوں میں صرف کرنا۔
۵۔ عاقل ہونا۔
۶۔ بالغ ہونا۔

ذیل میں ان شرطوں کی تفصیل اور فائدے بیان کیے جاتے ہیں:

☆ غیر مسلم اگر خدا تعالیٰ کی رضا کی نیت سے یا انسانوں سے بھلائی کی نیت سے خیرات کرتا ہے تو قوانین خداوندی کے رو سے اس کو اس کی نیت کا دنیا میں بدلہ مل جاتا ہے۔

۱۔ **مسلمان ہونا:** زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ دینے والا مسلمان ہو۔

۲۔ **زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرنا:** زکوٰۃ نکالتے وقت یا مستحق کو دیتے وقت زکوٰۃ دینے کی نیت کرنا ضروری ہے لینے والے کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے۔

۳۔ **مالک بنانا:** زکوٰۃ ادا کرتے وقت، زکوٰۃ لینے والے کو اس کا مالک بنانا چاہیے چاہے کسی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنائے یا زکوٰۃ کی تحصیل اور تقسیم کرنے والے ادارے کو مالک بنائے۔

۴۔ **مقررہ مدوں میں صرف کرنا:** زکوٰۃ صرف کرنے کی مدیں قرآن نے بیان کر دی ہیں، ان کے علاوہ کسی دوسری مد میں اگر زکوٰۃ کی رقم دی جائے گی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۵۔ **عاقل ہونا:** دیوانہ، مجنوں اور فاتر العقل شخص زکوٰۃ کی ادائیگی سے مبرا ہے، صرف عاقل اور سمجھدار شخص ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا پابند ہے۔

۶۔ **بالغ ہونا:** نابالغ بچے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

زکوٰۃ واجب ہونے کے چند مسائل

۱۔ جو رقم ضرورت اصلیہ کے لیے محفوظ رکھی گئی ہو اگر یہ ضرورت زکوٰۃ کے اسی سال درپیش ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور اگر آئندہ کبھی پیش آنے والی ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔
(علم الفقہ چہارم)

۲۔ جس مال میں کوئی دوسرا حق، عشر، خراج وغیرہ واجب ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ ایک مال پر دو حق واجب نہیں ہوتے۔ (علم الفقہ چہارم)

۳۔ جو چیزیں کسی نے کسی کے پاس رہن رکھی ہوں، ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے نہ رہن کرنے والے پر اور نہ رہن رکھنے والے پر۔ (علم الفقہ چہارم)

۴۔ کسی کا کوئی مال گم ہو گیا یا رقم کھو گئی پھر ایک مدت کے بعد خدا کے فضل سے وہ مال مل گیا، اور کھوئی ہوئی رقم دستیاب ہو گئی تو اس مدت کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جس مدت میں مال کھویا ہوا تھا۔☆

۵۔ کسی کے پاس سال کے شروع میں نصاب کے بقدر مال موجود تھا، درمیان میں کچھ مدت کے لیے مال کم ہو گیا لیکن سال کے آخر میں پھر خدا کے فضل و کرم سے نصاب کے بقدر ہو گیا تو اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ درمیان میں مال کم ہونے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (علم الفقہ)

۶۔ گرفتار ہونے والے شخص کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جو شخص بھی اس کے پیچھے اس کے کاروبار یا اس کے مال کا متولی ہو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم)

۷۔ مسافر کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر وہ صاحب نصاب ہو، بلاشبہ مسافر ہونے کی وجہ سے وہ زکوٰۃ لینے کا بھی مستحق ہے، لیکن چونکہ وہ غنی اور صاحب نصاب بھی ہے اس لیے اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہے۔ اس کا مسافر ہونا اسے زکوٰۃ کا مستحق بناتا ہے اور اس کا مالدار ہونا اس پر زکوٰۃ فرض کرتا ہے۔

([illegible])

۹۔ کسی نے کسی کو کوئی عطیہ دیا اگر وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(بہشتی [illegible])

۹۔ گھر کا ساز و سامان جیسے پتیلے، پتیلی، المونیم اور اسٹیل وغیرہ کے برتن، پہننے اوڑھنے کے کپڑے، دری، فرش، فرنیچر وغیرہ، سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات کے زیور، سچے موتیوں کے ہار وغیرہ چاہے کتنے ہی قیمتی ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بہشتی زیور، حصہ سوم)

۱۰۔ کسی تقریب میں خرچ کرنے کے لیے کسی نے [illegible] خاص غلہ وغیرہ خرید لیا پھر نفع کی خاطر اس کو فروخت کر دیا تو اس غلہ پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی زکوٰۃ صرف اسی مال پر واجب ہوگی، جو کاروبار کے ارادے سے خریدا ہو۔

(بہشتی زیور حصہ سوم)

☆ اس لیے کہ زکوٰۃ کے وجوب کے لیے مال کا اپنے قبضے اور اپنے ملک میں ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ کسی کے پاس ہزار روپے تھے، سال پورا ہونے پر اس میں سے پانچ سو روپے ضائع ہو گئے اور باقی رقم اس شخص نے خیرات کر دی تو صرف ضائع شدہ رقم کی زکوٰۃ واجب رہے گی۔ خیرات کردہ رقم کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ (بہشتی زیور حصہ سوم)

۱۲۔ زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد کسی کا مال ومتاع ضائع ہو گیا تو ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (بہشتی زیور حصہ سوم)

۱۳۔ کسی کاروبار میں چند افراد شریک ہوں اور سب کی رقم لگی ہوئی ہو اگر ہر شریک کا الگ الگ حصہ نصاب سے کم ہو تو کسی پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، چاہے ان سب کے حصوں کا مجموعہ بقدر نصاب یا اس سے زائد ہو۔

۱۴۔ کسی شخص نے رمضان کے مہینے میں دو ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کی اور یہ دو ہزار اس کے پاس محفوظ ہیں۔ اب رجب کے مہینے میں اللہ کے فضل سے دو ہزار اس کو مزید مل گئے۔ تو اب سال پورا ہونے پر وہ چار ہزار کی زکوٰۃ ادا کرے۔ یہ نہ سوچے کہ دو ہزار جو رجب میں ملے ہیں ان پر تو سال نہیں گزر رہا ہے، سال کے دوران جو رقم یا مال بھی بڑھے، چاہے کاروبار میں نفع کے ذریعے بڑھے یا چوپایوں کے بچے ہو جائیں یا کوئی مال عطیہ کر دے یا میراث میں مل جائے۔ غرض جس طرح بھی کوئی رقم یا مال ملے، سارے مال ومتاع پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی چاہے بعد میں ملنے والے مال پر ابھی پورا سال نہ گزرا ہو۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے مسائل

۱۔ زکوٰۃ ادا کرتے وقت یہ ضروری نہیں ہے کہ مستحق کو دیتے وقت جتایا جائے کہ یہ زکوٰۃ ہے، ہاں انعام یا بچوں کے لیے تحفہ اور عیدی کے طور پر کہہ دینا جائز ہے۔ صرف یہ کافی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرے۔

۲۔ مزدور کو کسی خدمت کے عوض میں یا ملازم اور خادمہ کو اجرت میں زکوٰۃ دینا صحیح نہیں۔ البتہ بیت المال کی طرف سے جو لوگ زکوٰۃ وصول کرنے اور تقسیم کرنے پر مقرر ہوں ان کی تنخواہیں زکوٰۃ کے مال میں سے دی جا سکتی ہیں۔

۳۔ سال پورا ہونے سے پہلے پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور قسطوار ماہانہ ادا کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ شخص صاحب نصاب ہو اور اگر کوئی اس توقع پر پیشگی زکوٰۃ دے رہا ہو کہ آئندہ وہ صاحب نصاب ہونے والا ہے تو ایسے شخص کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ جس وقت وہ صاحب نصاب ہوگا اور سال گزر جائے گا، اس کو پھر زکوٰۃ دینا ہوگی۔ (بہشتی زیور)

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی زکوٰۃ پیشگی ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی۔ (ابوداؤد، جامع ترمذی)

۴۔ زکوٰۃ میں درمیانی معیار کا مال ادا کرنا چاہیے نہ تو یہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ دینے والا معمولی مال زکوٰۃ میں ادا کرے۔ اور نہ یہ درست ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اچھے سے اچھا مال وصول کرے، دینے والا بھی خدا کی راہ میں اچھا دینے کی کوشش کرے اور لینے والا بھی کسی پر زیادتی نہ کرے۔

۵۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اختیار ہے چاہے وہ چیز ادا کرے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، مثلاً سونا یا جانور یا اس کی قیمت ادا کرے، ہر حال میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مویشی کی زکوٰۃ میں قیمت ادا کرنے کی صورت میں اس وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس وقت زکوٰۃ ادا کی جا رہی ہے نہ کہ اس وقت کی قیمت جس وقت کہ زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، مثلاً ایک شخص کے ہاں بکریاں پلی ہوئی ہیں، سال گزرنے پر زکوٰۃ میں ایک بکری اس پر واجب ہو گئی جس کی قیمت زکوٰۃ واجب ہونے کے وقت ۵۰-روپے ہے۔ کسی وجہ سے اس وقت اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی، چند ماہ بعد ادا کر رہا ہے تو اس وقت بکری کی جو قیمت ہو گی، وہی ادا کرنا ہوگی۔ اگر قیمت بڑھ کر ۶۰-روپے ہو گئی ہے تو ۶۰-روپے ہی دینا ہوں گے اور اگر کم ہو کر چالیس روپے رہ گئی ہے تو چالیس روپے ہی دینا ہوں گے۔ البتہ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ قیمت کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہونے کے وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائیگا۔

۶۔ زکوٰۃ اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع ہونی چاہیے اور اسلامی حکومت کا یہ اہم فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ کی تحصیل اور تقسیم کا

انتظام کرے اور جہاں کہیں مسلمان اپنی شدید ترین غفلت کے باعث محکومی کی زندگی گزار رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان کا فرض ہے کہ اپنے طور پر مسلمانوں کا بیت المال قائم کریں اور اس میں زکوٰۃ جمع کریں اور بیت المال سے ہی زکوٰۃ اس کے متعین مصارف میں صرف کی جائے۔ اور جو اس اجتماعیت سے بھی محروم ہوں تو وہ اپنے طور پر مستحقین کو زکوٰۃ پہنچائیں اور مسلسل علمی اور عملی کوششیں کرتے رہیں تا کہ اسلامی نظام قائم ہو۔ اس لیے کہ اسلامی نظام کا قیام مسلمانوں کا فریضہ بھی ہے، اور اس کے بغیر اسلام کے بہت سے احکام وقوانین پر بھی عمل ممکن نہیں ہے۔

۷۔ جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، ان کو زکوٰۃ دینے کا دوگنا اجر ہے، ایک زکوٰۃ دینے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا اور اگر یہ خیال ہو کہ عزیز اور رشتہ دار زکوٰۃ کی رقم لیتے ہوئے شرم محسوس کریں گے یا ضرورت مند ہونے کے باوجود برا مانیں گے اور نہ لیں گے، تو یہ ان کو نہ بتایا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے، اس لیے کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں مستحق کو یہ بتانا شرط نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے بلکہ کسی تقریب میں تعاون کے طور پر عیدی کے طور پر یا کسی اور طریقے سے وہ رقم پہنچادی جائے۔

۸۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے قمری سال کا اعتبار ہے نہ شمسی سال کا۔

۹۔ عام حالات میں ضروری ہے کہ ایک علاقے کی زکوٰۃ اسی علاقے میں صرف کی جائے۔ البتہ دوسرے علاقوں میں کوئی شدید ضرورت پیش آجائے یا زکوٰۃ دینے والے کے عزیز واقارب دوسری جگہ رہتے ہوں اور وہ حاجت مند ہوں یا دوسرے مقام پر کوئی ناگہانی ارضی یا سماوی آفت نازل ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں دوسرے علاقوں میں بھی زکوٰۃ کی رقم بھیجی جاسکتی ہے، البتہ یہ خیال رہے کہ اپنی بستی اور علاقے کے حاجتمند لوگ محروم نہ رہ جائیں۔

۱۰۔ زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک ورقابض بنا دیا جائے۔ اگر کوئی شخص کھانا پکوا کر مستحقین کو گھر میں کھلا دے تو یہ زکوٰۃ صحیح نہ ہوگی۔ ہاں کھانا ان کے حوالے کر کے ان کو اختیار دے دیں کہ وہ خود کھائیں یا کسی کو کھلائیں یا جو چاہیں کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کسی ادارے یا بیت المال کو دینے سے بھی مالک بنانے کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے، اسی طرح ادارے کیلئے زکوٰۃ وصول کرنے والے کو زکوٰۃ دے دینے سے بھی تملیک کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر بیت المال یا زکوٰۃ وصول کرنے والا ادارہ ذمہ دار ہے، زکوٰۃ دینے والے کی یہ ذمے داری نہیں ہے کہ وہ اب مستحقین کو بھی مالک بنائے۔

۱۱۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی رشتے دار، دوست یا کسی کی طرف سے بھی بطور خود زکوٰۃ ادا کرے، تو اس شخص کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مثلاً شوہر اپنی بیوی کے زیور وغیرہ کی زکوٰۃ اپنے پاس سے ادا کر دے تو بیوی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے محصل حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ نہیں دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> ”ان کی زکوٰۃ میرے ذمے ہے بلکہ اس سے زیادہ، عمرؓ! تم سمجھتے نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے لیے باپ کے برابر ہے۔“

(مسلم)

نصاب زکوٰۃ

نصاب زکوٰۃ سے مراد سرمائے کی وہ کم سے کم مقدار ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب کی ہے، اور جس شخص کے پاس بقدر نصاب سرمایہ ہو اس کو صاحب نصاب کہتے ہیں۔

سونے اور چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے، جس کا وزن ساڑھے باون تولے ہے۔ جس شخص کے پاس اتنے وزن کی چاندی ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے تو اس پر اس کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اس سے کم وزن کی چاندی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

سونے کا نصاب بیس طلائی مثقال ہے، جس کا وزن ساڑھے سات تولے کے برابر ہے، جس شخص کے پاس اتنے وزن

کا سونا ہو اور اس پر سال بھر گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہے، اس سے کم وزن کا سونا ہو تو واجب نہیں ہے۔

سکوں اور نوٹوں کی زکوٰۃ

حکومت کے سکے چاہے وہ کسی دھات کے ہوں اور کاغذی سکے یعنی نوٹ وغیرہ کی زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ ان کی قیمت ان کی دھات یا ان کے کاغذوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس قوت خرید کی بنا پر ہے۔ جو قانوناً ان کے اندر پیدا کر دی گئی ہے، جس کی وجہ سے وہ چاندی اور سونے کے قائم مقام ہیں۔ جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی کی رقم موجود ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اموال تجارت کی زکوٰۃ

مال تجارت ہو یا نوٹ اور سکے وغیرہ، ان سب کا نصاب بھی وہی ہے جو سونے اور چاندی کا نصاب ہے یعنی سونے یا چاندی کے نصاب کو بنیاد بنا کر زکوٰۃ ادا کی جائے مثلاً آپ کے پاس مبلغ ۳۰۰/- روپے موجود ہیں، اس رقم میں سونے کا نصاب تو نہیں بنتا لیکن چاندی کا نصاب بن جاتا ہے، تو اسی نصاب کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہیے۔

اموال تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کاروبار شروع کرنے کی تاریخ پر جب ایک سال گزر جائے تو تجارتی مال (stock in trade) کی مالیت کا حساب لگایا جائے اور دیکھا جائے کہ نقد رقم (cash in hand) کتنا ہے؟ دونوں کے مجموعے پر زکوٰۃ نکالی جائے۔

اسی طرح اگر کچھ مال چند لوگوں کی شرکت میں ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی صورت میں واجب ہوگی جب ہر شریک کا حصہ بقدر نصاب ہو مثلاً چالیس بکریاں دو آدمیوں کی شرکت میں ہیں یا ساٹھ تولے چاندی دو افراد کی ملکیت میں ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ کاروبار میں کام آنے والے اوزار اور آلات، فرنیچر، اسٹیشنری کا سامان، عمارت یعنی عوامل پیدائش پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی صرف مال تجارت اور کیش رقم کی واقعی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ زکوٰۃ دیتے وقت ان قرضوں کی رقم بھی محسوب کرنا چاہیے جو کاروبار کے دوران دیے جاتے رہتے ہیں اور وصول ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب کا بیان ہے کہ ”رسول ﷺ کا ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ ہم اموال تجارت کی زکوٰۃ نکالا کریں۔“

زیور کی زکوٰۃ

سونا، چاندی کسی شکل میں بھی ہو اس کی زکوٰۃ واجب ہے چاہے وہ سکے ہوں، ڈلی ہو، تار ہو، گوٹا لچکا ہو یا کپڑے پر زرکلدی کا کام ہو یا کپڑے کی بنائی میں سونے یا چاندی کا تار شامل ہو یا عورت کے استعمال کا زیور ہو، ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہے۔

یمن کی ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہمراہ اس کی لڑکی بھی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے دو وزنی کنگن تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟“ خاتون نے کہا: ”جی نہیں زکوٰۃ تو نہیں دیتی ہوں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ قیامت کے روز خدا اس کی پاداش میں تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے۔“ (یہ سن کر) خاتون نے وہ دونوں کنگن اتارے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: ”یہ اللہ اور رسول ﷺ کی رضا کے لیے پیش خدمت ہیں۔“

شرح زکوٰۃ

۱۔ سونا، چاندی، تجارتی اموال، دھات کے سکے، نوٹ، زیور سب پر چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد کی شرح سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲۔ سونا، چاندی یا زیور میں چالیسواں حصہ سونا یا چاندی زکوٰۃ میں دینا واجب ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ سونا چاندی ہی دی جائے، اس کی قیمت کا حساب لگا کر نقد رقم بھی دی جاسکتی ہے۔ کپڑے بھی دیے جاسکتے ہیں اور دوسری چیزیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ نقدی یا تجارتی مال کی قیمت اگر سونے یا چاندی میں سے کسی کے نصاب کے بقدر ہو تو اس کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں دینا ہوگا۔

۳۔ اگر کسی زیور یا ڈلی یا کپڑے میں سونا، چاندی ملے ہوئے ہیں

تو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا زیادہ ہے؟ جو چیز زیادہ ہو اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ سونا زیادہ ہے تو سب کو سونا تصور کیا جائے گا اور سونے کے نصاب سے اس کی زکوۃ ادا کی جائے گی اور اگر چاندی زیادہ ہے تو سب کو چاندی تصور کر کے چاندی کے نصاب سے اس کی زکوۃ ادا کی جائے گی۔

۴۔ سونے یا چاندی کے زیور وغیرہ میں اگر کسی دوسری دھات کا میل ہو اور اس کی مقدار سونے یا چاندی سے کم ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اس عدد کو سونے یا چاندی کا تصور کر کے زکوۃ دی جائے گی۔ اگر اس میں سونا یا چاندی کم ہے تو صرف اسی سونے اور چاندی کا حساب لگایا جائے گا۔ اگر وہ بقدر نصاب ہوگی تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

۵۔ اگر کسی کے پاس سونا بھی نصاب سے کم ہے اور چاندی بھی نصاب سے کم ہے تو چاندی کو سونے سے ملا کر یا سونے کو چاندی سے ملا کر جو نصاب بھی پورا ہوتا ہو اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ دی جائے۔ اس طرح کچھ نقد رقم ہے، کچھ چاندی ہے، کچھ تجارتی مال ہے۔ تو سب کو ملا کر اگر چاندی یا سونے کا نصاب پورا ہو تب بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

۶۔ زیوروں میں جو جواہر اور موتی وغیرہ ہوں ان پر زکوۃ نہیں ہے، ان کا وزن منہا کرنے کے بعد باقی سونے یا چاندی کے وزن پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے گی۔

وہ چیزیں جن پر زکوۃ نہیں ہے

۱۔ رہنے بسنے کے مکان پر زکوۃ نہیں ہے، چاہے وہ کتنی ہی مالیت کا ہو۔

۲۔ موتی، یاقوت اور دوسرے تمام جواہر پر زکوۃ نہیں ہے۔

۳۔ آبپاشی اور کھیتی باڑی کے لیے جو اونٹ، بیل، بھینسیں پالے گئے ہوں ان پر زکوۃ نہیں ہے، اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کاروبار میں جن عوامل پیدائش سے کام لے رہا ہو وہ زکوۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ حدیث میں ہے:

لَيْسَ فِي الْإِبِلِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ

یعنی جن اونٹوں سے کھیتی باڑی میں کام لیا جاتا ہو ان پر زکوۃ نہیں ہے (کیونکہ ان کی زکوۃ زمین کی پیداوار سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تمام آلات پیدائش پر زکوۃ نہیں ہے۔)

۴۔ کارخانے کی مشینوں اور آلات پر زکوۃ نہیں ہے، نیز کارخانے کی عمارت، کاروبار میں کام آنے والے فرنیچر، اسٹیشنری کے سامان، دکان کی عمارت پر زکوۃ نہیں ہے۔

۵۔ شیر خانہ (Dairy Farm) کے مویشیوں پر زکوۃ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بھی عوامل کی تعریف میں آتے ہیں۔ البتہ ڈیری فارم کی مصنوعات پر زکوۃ واجب ہے۔

۶۔ قیمتی نادر چیزیں اگر کسی نے یادگار کے طور پر شوقیہ گھر میں رکھی ہوں تو ان پر زکوۃ نہیں ہے، البتہ اگر ان کی تجارت کر رہا ہو تو ان پر وہی زکوۃ عائد ہوگی جو اموال تجارت پر ہوتی ہے۔

۷۔ کسی نے حوض یا تالاب وغیرہ میں شوقیہ مچھلیاں پال رکھی ہیں تو ان پر زکوۃ عائد نہ ہوگی، ہاں اگر ان کی تجارت کر رہا ہو تو تجارتی زکوۃ واجب ہے۔

۸۔ مویشی جو ذاتی ضرورت کے لیے پالے گئے ہوں، مثلاً نقل و حمل کے لیے بیل، اونٹ یا چند گھوڑے پال لیے ہیں تو ان کی تعداد خواہ کتنی ہی ہو ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

۹۔ سواری کے لیے موٹر سائیکل یا کار ہے تو اس پر بھی زکوۃ نہیں ہے۔

۱۰۔ مرغی خانہ جو انڈوں کی فروخت کے لیے قائم کیا گیا ہو اس کی مرغیوں پر بھی زکوۃ نہیں ہے، البتہ فروخت ہونے والے انڈوں پر وہی زکوۃ واجب ہوگی جو دوسرے تجارتی اموال پر واجب ہے۔

۱۱۔ شوقیہ طور پر جو مرغیاں یا اس قسم کے دوسرے جانور پالے جائیں ان پر بھی زکوۃ نہیں ہے۔

۱۲۔ کرائے پر چلائی جانے والی چیزیں مثلاً سائیکل، رکشا، ٹیکسی، بس، ٹرک، فرنیچر اور کراکری کے سامان وغیرہ پر زکوۃ نہیں ہے، ان سے حاصل ہونے والا منافع اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ ان کی قیمتوں پر کوئی زکوۃ نہیں۔

۱۳۔ دکان اور مکان جن سے کرایہ وصول ہوتا ہو، ان پر بھی زکوۃ نہیں ہے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو اور کسی مالیت کے ہوں۔

۱۴۔ پہننے کے کپڑے، کوٹ، چادر، کمبل وغیرہ، ٹوپی، جوتے، گھڑی، گھر کا سامان، بستر، چین وغیرہ پر زکوۃ نہیں، خواہ یہ چیزیں کتنی ہی بیش قیمت ہوں۔

۱۵۔ گدھا، خچر، اور گھوڑے وغیرہ پر زکوۃ نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ تجارت کے لیے نہ ہوں۔

۱۶۔ وقف کے جانوروں پر بھی زکوۃ نہیں ہے اور جو گھوڑے جہاد کے لیے پالے گئے ہوں، اور جو اسلحہ اور سامان جہاد اور خدمت دین کے لیے وقف ہوں اس پر بھی زکوۃ نہیں۔

جانوروں کی زکوۃ

عام میدانوں میں چرنے والے پالتو جانور، جو افزائش نسل اور دودھ کے لیے پالے جاتے ہیں۔ ان کو اصطلاح میں سائمہ کہتے ہیں ان پر زکوۃ واجب ہے۔ اگر سال کا اکثر حصہ گھر میں نہ پالے گئے ہوں جو جانور سواری کے لیے پالے گئے ہوں، یا جنگلی جانور، مثلاً ہرن، پاڑہ، نیل گائے، چیتا وغیرہ کی زکوۃ نہیں، ہاں اگر یہ جنگلی جانور تجارت کے لیے پالے ہوں تو ان پر وہی زکوۃ واجب ہوگی جو دوسرے تجارتی اموال پر واجب ہوتی ہے یعنی تجارتی سرمایہ اگر سال کے آغاز اور اختتام پر دوسو درہم یا اس سے زائد ہو تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

نصاب اور شرح زکوۃ کی تفصیل

جو شخص پانچ اونٹوں کا مالک ہو وہ صاحب نصاب ہے اور اس پر زکوۃ واجب ہے۔ اس سے کم اونٹوں پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ صاحب نصاب لوگ مزید تفصیل علماء سے معلوم کر سکتے ہیں۔ زکوۃ کے معاملے میں گائے اور بھینس کا ایک ہی حکم ہے دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور شرح زکوۃ بھی۔ کسی کے پاس دونوں قسم کے جانور ہوں تو دونوں کو ملا کر نصاب پورا ہونے پر زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ البتہ زکوۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو۔ اور اگر گائے اور بھینس دونوں کی تعداد برابر ہو تو اختیار ہے کہ چاہے زکوۃ میں گائے دے یا بھینس دے۔ جو شخص تیس گائے بھینسوں کا مالک ہو جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہو جاتی ہے اس سے کم پر زکوۃ فرض نہیں۔ صاحب نصاب لوگ مزید تفصیل علماء سے معلوم کر سکتے ہیں۔ یہاں صرف بکروں کا نصاب بیان کر رہے ہیں۔ چالیس (۴۰) بھیڑ بکریوں پر زکوۃ ایک بھیڑ یا بکری۔ اکتالیس (۴۱) سے ایک سو بیس (۱۲۰) تک مزید کچھ واجب نہیں۔ جب ایک سو اکیس (۱۲۱) ہو جائیں تو دو بکریاں واجب ہیں۔ ایک سو بائیس (۱۲۲) سے دو سو تک مزید کچھ نہیں۔

جب دو سو (۲۰۰) سے ایک زائد ہو جائے تو تین بھیڑ یا بکریاں واجب ہوں گی۔ پھر دو سو دو (۲۰۲) سے تین سو ننانوے (۳۹۹) تک مزید کچھ نہیں۔ چار سو (۴۰۰) پوری ہونے پر چار بھیڑ یا بکریاں واجب ہوں گی۔ چار سو (۴۰۰) کے بعد (۱۰۰) کی تعداد پوری ہونے پر ایک بھیڑ یا بکری کے حساب سے زکوۃ فرض ہوگی۔ سو (۱۰۰) سے کم تعداد پر مزید کچھ نہیں اور سو (۱۰۰) سے زائد پر بھی مزید کچھ واجب نہیں۔ بکری اور بھیڑ کی زکوۃ میں ایک سال یا اس سے زائد کا بچہ دینا چاہیے۔

مصارف زکوۃ

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے نہ صرف زکوۃ کی اہمیت و عظمت اور تاکید بیان فرمائی ہے بلکہ صراحت کے ساتھ اس کے مصارف بھی بیان فرما دیے ہیں:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(توبہ ۶۰)

"یہ صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، اور گردنوں کو چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے کے لیے ہیں، اور خدا کی راہ میں اور مسافر نوازی میں صرف کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ خدا کی

طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔“

اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ فقراء
۲۔ مساکین
۳۔ عاملین زکوٰۃ
۴۔ مؤلفۃ القلوب
۵۔ رقاب
۶۔ غارمین
۷۔ فی سبیل اللہ
۸۔ ابن السبیل

زکوٰۃ کی رقم ان آٹھ مدوں ہی میں صرف کی جاسکتی ہے، ان کے سوا کسی اور مد میں صرف کرنا جائز نہیں۔ حضرت زید بن الحارث الصدائی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ زکوٰۃ کے مال میں سے مجھے بھی عنایت فرمایئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا:

”اللہ نے زکوٰۃ کے مصارف کو نہ تو کسی نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے اور نہ کسی غیر نبی کی بلکہ خود ہی اس کا فیصلہ فرما دیا ہے اور اس کی آٹھ مدیں مقرر فرما دی ہیں۔ تم اگر ان مدوں میں سے کسی مد میں آتے ہو تو میں تمہیں ضرور زکوٰۃ کی مد سے دے دوں گا۔“ ان مدوں کی تفصیل یہ ہے

۱۔ فقیر

جس کے پاس نصاب یا اسکی قیمت موجود ہو۔ اس میں وہ تمام نادار محتاج اور معذور داخل ہیں جو مستقل طور پر یا عارضی طور پر مالی تعاون کے مستحق ہوں۔

۲۔ مسکین

جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

۳۔ عاملین زکوٰۃ

ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جو زکوٰۃ و عشر کی تحصیل و حفاظت، تقسیم اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہوں وہ صاحب نصاب ہوں یا نہ ہوں ہر حال میں ان کی تنخواہیں زکوٰۃ کی مد سے دی جاسکتی ہیں۔ (عاملین اسلامی حکومت کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں)

۴۔ مؤلفۃ القلوب

اس سے مراد وہ نو مسلم لوگ ہیں، جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، اسلام کے مفاد میں ان کو ہموار کرنا ہو۔ یہ لوگ اگر صاحب نصاب بھی ہوں، تو ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

۵۔ غلام کو آزاد کرانا

یعنی جو غلام اپنے آقا سے یہ معاہدہ کر چکا ہو کہ میں تمہیں اتنی رقم ادا کروں تو تم مجھے آزاد کر دو۔ ایسے غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ مکاتب کو آزادی کی قیمت ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ عام غلاموں کو زکوٰۃ کی رقم سے خرید کر آزاد کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی زمانے میں غلام موجود نہ ہوں تو یہ مد ساقط رہے گی۔

۶۔ قرضدار

ایسے لوگ جو قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں اور اپنی ضروریات سے بچا کر قرض ادا نہ کر پا رہے ہوں خواہ بیروزگار ہوں یا کمانے والے اور ان کے پاس اتنا نہ ہو کہ اپنا قرض چکا کیں تو ان کے پاس بقدر نصاب باقی رہے۔ اور اس سے وہ لوگ بھی مراد ہیں جو کسی ناگہانی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں، کوئی تاوان یا غیر معمولی جرمانہ دینا پڑا یا کاروبار فیل ہو گیا یا کوئی حادثہ پیش آیا اور اثاثہ تباہ ہو گیا۔

۷۔ فی سبیل اللہ

اس سے مراد راہ خدا میں جہاد ہے، جہاد کا لفظ قتال کے مقابلے میں عام ہے اور فی سبیل اللہ میں وہ ساری کوششیں شامل ہیں جو اسلامی مملکت کی حفاظت اور دفاع کے لیے کی جائیں۔ اس جدو جہد میں جو لوگ شریک ہوں، ان کے مصارف سفر، ان کی سواری، آلات و اسلحہ اور سرو سامان کی فراہمی کے لیے زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے۔ نیز اس سے مراد وہ زائرین حرم بھی ہیں جو حج

[illegible] ہوں اور راستے میں کسی حادثے کا شکار ہو کر مالی تعاون کے محتاج ہوں اور وہ طلبہ بھی مراد ہیں جو دین کا علم حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور حاجت مند ہوں۔

۸۔ ابن السبیل یعنی مسافر

مسافر اگرچہ اپنے گھر میں خوش حال اور دولت مند ہو لیکن سفر میں [illegible] اور وہ محتاج ہے تو زکوٰۃ کی مد سے اس کی مدد کی جا سکتی ہے۔

۹۔ مصارف زکوٰۃ کے مسائل

۱۔ ضروری نہیں کہ زکوٰۃ کی رقم ان سارے ہی مصارف میں تقسیم کی جائے جو قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں بلکہ حسب ضرورت اور حسب موقع جن جن مصارف میں جس قدر مناسب ہو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت ہو تو کسی ایک ہی مصرف میں ساری زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کے جو مصارف ہیں وہی مصارف عشر اور صدقہ فطر کے بھی ہیں۔ البتہ نفلی صدقات میں اختیار ہے۔

۳۔ عام حالات میں کسی بستی کی زکوٰۃ اسی بستی کے حاجت مندوں اور ناداروں پر صرف کرنا چاہیے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس بستی کے لوگ محروم رہیں اور زکوٰۃ دوسرے مقامات پر بھیج دی جائے۔ ہاں اگر دوسرے مقامات پر شدید ضرورت ہو، یا دینی مصلحت کا تقاضا ہو، مثلاً کسی مقام پر زلزلہ آ گیا، قحط پڑ گیا اور کوئی ناگہانی مصیبت آ گئی یا کوئی تباہ کن فساد ہو گیا یا دوسرے مقامات پر کچھ دینی ادارے ہیں جو مالی تعاون کے محتاج ہیں یا رشتہ دار رہتے ہیں تو ان صورتوں میں دوسرے مقامات پر زکوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ اپنی بستی کے حاجت مند بالکل محروم نہ رہ جائیں۔

وہ لوگ [illegible]

[illegible] دینا جائز نہیں ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ [illegible]

۱۔ ماں باپ کو اوپر تک: یعنی دادا، دادی، نانا، نانی، اور پھر ان کے ماں باپ کو اوپر تک۔

۲۔ اولاد کو نیچے تک: یعنی بیٹا، بیٹی، ان کی اولاد پوتا، پوتی، نواسی، نواسہ، اور پھر ان کی اولاد نیچے تک۔

۳۔ اپنے شوہر کو۔

۴۔ اپنی بیوی کو۔

ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے معنی بالآخر یہ ہوتے ہیں کہ گویا زکوٰۃ کے مال سے اپنی ہی ذات کو نفع یا نقصان پہنچایا۔ لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اپنے مال سے آدمی ان سے تعاون نہ کرے بلکہ شریعت کی جانب سے ان کی کفالت اور مالی تعاون ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ان چار رشتوں کے علاوہ باقی سارے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

۵۔ صاحب نصاب خوش حال آدمی کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اور نہ کسی فقیر اور نادار کو اتنا دینا جائز ہے کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے۔ ہاں اگر وہ مقروض ہو یا کثیر العیال ہو تو حسب ضرورت زیادہ سے زیادہ دے سکتے ہیں۔

۶۔ غیر مسلم کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۷۔ بنی ہاشم کی اولاد میں تین خاندانوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

☆ حضرت عباسؓ کی اولاد کو۔

☆ حارثؓ کی اولاد کو۔

☆ ابو طالبؓ کی اولاد کو۔

سادات بنی فاطمہؓ اور سادات علوی اس تیسرے خاندان میں داخل ہیں، کیونکہ وہ حضرت علیؓ کی اولاد ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"صدقے کا مال آل محمد (ﷺ) کے لیے جائز نہیں، اس لیے کہ صدقہ لوگوں کا میل ہوتا ہے۔"

زکوٰۃ کے متفرق مسائل

۱۔ کسی شخص پر آپ کی کچھ رقم قرض ہے، اور اس کے حالات

تنگ ہیں:

اگر آپ اپنی زکوٰۃ میں وہ رقم اس کو معاف کر دیں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ البتہ قرض کے بقدر اس کو زکوٰۃ دے دینے کے بعد وہی رقم آپ اپنے قرض میں اس سے وصول کر لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

۲۔ گھر میں کام کاج کرنے والے نوکر چاکر، خادمہ، ماما، دائی، وغیرہ کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ البتہ خدمت کے معاوضے اور تنخواہ میں ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۳۔ ناداروں کے کپڑے بنانے، سردی کے موسم میں کمبل، لحاف بنوا دینے اور شادی وغیرہ کی ضروریات مہیا کر دینے میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔

۴۔ جس خاتون نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہے اگر وہ نادار اور حاجت مند ہو تو اس کو زکوٰۃ کے پیسے دے سکتی ہے، اور وہ بچہ بھی جوان ہونے کے بعد دودھ پلانے والی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

۵۔ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر آپ نے زکوٰۃ دی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو صاحب نصاب ہے یا ہاشمی سید ہے یا تاریکی میں دی اور بعد میں معلوم ہوا کہ جس کو زکوٰۃ دی ہے وہ اپنی والدہ یا اپنی لڑکی تھی یا کوئی رشتے دار ایسا تھا جس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اب دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ لینے والے کو معلوم ہو کہ میں مستحق نہیں ہوں تو نہ لے اور اگر بعد میں معلوم ہو تو واپس کر دے۔

۶۔ آپ نے کسی کو حاجت مند سمجھ کر زکوٰۃ دے دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غیر مسلم شخص تھا، تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔

۷۔ کسی شخص کو حصے میں یا انعام میں کوئی مال ملا اگر وہ بقدر نصاب ہے تو سال گزرنے پر اس سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

۸۔ بینکوں میں رکھی ہوئی امانتوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ مالک خود ادا کرے۔

۹۔ ایک شخص سال بھر مختلف طریقوں سے صدقہ و خیرات کرتا رہا، لیکن اس نے زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تھی۔ سال گزرنے پر وہ اس خیرات کیے ہوئے مال کو زکوٰۃ میں محسوب نہیں کر سکتا، اس لیے کہ زکوٰۃ نکالنے کے لیے زکوٰۃ کی نیت کرنا شرط ہے۔

❀❀❀

> مرد اور عورت کے معاملہ میں مساوات کا مطلب عمل میں مساوات نہیں بلکہ حیثیت میں مساوات ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر آدمی کو یکساں عزت ملے، ہر ایک کو یکساں احترام کی نظر سے دیکھا جائے اور ہر ایک کے ساتھ یکساں اخلاقی سلوک کیا جائے۔

روزہ: صالح انسانی فطرت کا محرک

مسلمان کی عملی زندگی میں جس طرح نماز مکمل سپردگی اور اللہ تعالیٰ سے اس کی دوطرفہ رابطہ کاری ہے اسی طرح روزہ بھی مسلمان کی زندگی میں خلوص ہوتی اور اللہ تعالیٰ سے بندہ کی انسیت کا اظہار ہے۔ بندہ کی یہی انسیت روزہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی قربت کا مقام حاصل کرتی ہے۔ انسان تخلیقی طور پر حیوانیت اور ملکیت کا مرکب ہے۔ روزہ حیوانیت پر ملکیت کی غلبہ کی جہد ہے۔ مومن کی اس جدوجہد کی کامیابی اللہ تعالیٰ کو بے حد عزیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے روزہ کو خاص اپنے لیے قرار دیا ہے۔ "الصوم لی واجزی بها"

روزے کے لیے شریعت میں صوم کا لفظ ہے۔ صام یصوم کے اصل معنی ہیں رکنا۔ چلنے پھرنے، بولنے، کھانے پینے سے رک جانا۔ روزہ اپنی ظاہری علامت کے اعتبار سے صبح سے شام تک کھانا پینا بند کرنے کا نام ہے مگر اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے روزہ یہ ہے کہ آدمی دنیوی اغراض اور خواہشوں سے اپنے آپ کو کاٹ لے۔ جن چیزوں میں کمی کرے جو مادی اعتبار سے موجودہ دنیا میں انسان کو درکار ہوتی ہیں۔ بولنا، ملنا جلنا، سونا، تقاضائے بشری پورا کرنا، غرض ہر چیز میں اپنے معمولات کو کم کرے۔

آدمی جب اپنے آپ کو مادی دنیا کی دلدلوں سے الگ کرتا اور دنیا کی ماہیت کا ادراک حاصل کر لیتا ہے تو حیرت انگیز طور پر وہ محسوس کرتا ہے کہ علم و حقیقت کا ایک نیا دروازہ اس کے سامنے کھل گیا ہے۔ وہ سارے واقعات جو مادی اغراض کے غلاف میں لپٹے ہونے کی وجہ سے اس کو دکھائی نہیں دیتے تھے، اب اسے نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ اس بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے جو انسان کی آخری معراج ہے

ما زهد عبد في الدنيا الا انبت الله الحكمة في قلبه و انطق بها لسانه و بصره عيب الدنيا و داءها و دواءها واخرجه منها سالما الى دار السلام (مشکوۃ)

"جب کوئی بندہ اغراض کی دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے دل میں حکمت پیدا کر دیتا ہے اس کی زبان سے حکمت کی باتیں نکلنے لگتی ہیں اور اس کو دنیا کا عیب اور اس کا علاج دکھا دیتا ہے اور اس کو سلامتی کے گھر میں داخل کر دیتا ہے۔"

اسی راہ سلوک کا ایک مقام وہ ہے جب آدمی مادی اغراض سے اتنا زیادہ گزر جاتا ہے کہ عالم حقائق اس کو بالکل بے نقاب شکل میں دکھائی دینے لگتا ہے۔

تعبد الله كانك تراه (بخاری)

"خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔"

نزول قرآن کے مہینے میں روزہ فرض کرنا (بقرہ۔۱۸۵) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ اس لیے ہے کہ وہ آدمی کو قرآن کا حامل بنائے۔ جس طرح پیغمبر کو حامل قرآن بننے کے لیے حرا کی تنہائیوں میں روزہ دار بننا پڑا اسی طرح دوسرے مومنین قرآن کو بھی بننا پڑے گا۔ ورنہ گدھوں کی طرح قرآن کی جلدیں اپنے اوپر لادے رہیں گے (جمعہ۔۵) قرآن ان کے قلب پر اترا ہوا نہیں ہوگا۔ قرآن کائنات کا قانون اور کتاب فطرت کی آواز ہے۔ اگر کوئی پوری طرح اس کی گہرائیوں میں اتر جائے تو وہ اپنے دل کے اوراق پڑھنے لگتا ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ پر اسے قرآن کی گونج سنائی دینے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آتا ہے جب قرآن اور فطرت دونوں ایک دوسرے کا عکس بن جاتے ہیں۔

بل هو آيت بينت في صدور الذين اوتوا العلم (عنکبوت۔۴۹)

"بلکہ یہ قرآنی آیتیں ہیں روشن، ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے۔"

روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی ضروری طعام اور بالکل ناگزیر قسم کی ذمہ داریوں کے علاوہ ہر چیز سے اپنے آپ کو فارغ کرلے۔ اس طرح کہ اس کا وقت عبادت اور یادِ الٰہی اور قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھنے میں صرف ہو۔ ترکِ طعام حقیقۃً ایک علامت ہے اس بات کی کہ محرمات تو درکنار، جن سے بہرحال مومن کو تاقیامت روزہ دار بن کر زندگی گزارنا ہے، مخصوص دنوں میں وہ حلال چیزوں تک سے روزہ رکھ لے اور ہر چیز سے ممکن حد تک کٹ کر خدا کے قریب ہونے کی کوشش کرے۔

روزہ اپنی مخصوص اور متعین شکل میں اگرچہ سال میں ایک بار ہی مطلوب ہے مگر وہ اصل روح جو روزے کے ذریعے پیدا کی جاتی ہے، وہ مومن کا دائمی مطلوب ہے۔ وہ ہے انقطاع الی اللہ، جسمانی اعتبار سے نہیں بلکہ حسی اعتبار سے۔ اعلیٰ ایمانی حالت یہ ہے کہ بندہ، خواہ بظاہر وہ کسی بھی کام میں مشغول ہو، قلب اور روح کے اعتبار سے مسلسل اپنے رب کی طرف متوجہ رہے۔ وہ دائمی طور پر اپنے آپ کو ایک قسم کے روحانی اعتکاف میں رکھے۔ اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں نے کھوہوں اور جنگلوں میں بسیرا لینے کو کمالِ ایمان سمجھا۔ حالانکہ کمالِ ایمان یہ ہے کہ آدمی دنیا کے ہنگاموں میں اپنے فرائض ادا کر رہا ہو مگر اس کا ذہن یادِ الٰہی میں معتکف رہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال انتم اکثر صیاما واکثر صلوۃ واکثر اجتھادا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم کانوا خیرا منکم، قالوا لم یا ابا عبد الرحمن؟ قال: ھم کانوا ازھد فی الدنیا وارغب فی الآخرۃ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۳۶)

"ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانے کے لوگوں سے کہا، تم اصحابِ رسول ﷺ سے زیادہ روزہ رکھتے ہو، ان سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو، ان سے زیادہ مجاہدہ کرتے ہو، مگر وہ تم سے بہتر تھے۔ پوچھا گیا، کیوں اے ابوعبدالرحمن؟ جواب دیا: وہ دنیا کے اغراض سے انتہائی بے رغبت تھے اور آخرت کی عطاؤں کے بہت زیادہ حریص تھے۔"

روزے کا یہ عظیم مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے، جب روزہ پورے احساس و شعور کے ساتھ رکھا جائے اور ان تمام مکروہات سے اس کی حفاظت کی جائے جن کے اثر سے روزہ بے جان ہوجاتا ہے۔ حقیقی روزہ دراصل وہی ہے جس میں آدمی قلب و روح اور ان کی ساری صلاحیتوں کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور نفس کی ہر بری خواہش کو روند ڈالے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضائے جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روک رکھے۔" (کشف المحجوب۔)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ رہا، تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔" (صحیح بخاری)

اور آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا:

"کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔"

روزے کی فضیلت

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"آدمی کے ہر عمل خیر کا اجر دس گنے سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے مگر خدا کا ارشاد ہے کہ روزے کا معاملہ اور ہے، وہ تو خالص میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا اجر دوں گا۔

فرمایا: روزے دار کے لیے دو مسرتیں ہیں:

ایک افطار کے وقت (جب وہ اس جذبے سے سرشار ہوکر خدا کی نعمتوں سے لذت اندوز ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو ایک فریضہ پورا کرنے کی توفیق بخشی)۔

دوسری مسرت اپنے پروردگار سے ملنے کے وقت (جب وہ خدا کے حضور باریابی پائے گا اور اس کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو روشن کرے گا)۔

فرمایا: "جس شخص نے ایمانی شعور اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے، اس کے وہ سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔" (بخاری، مسلم)

ایمانی شعور کے ساتھ روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ ہو، روزے سے تقویٰ اور مقام بندگی مطلوب ہو اور یہ یقین ہو کہ نیک عمل کا اجر لازماً آخرت میں ملے گا اور خدا ہی اپنے علم وحکمت اور عدل وکرم کی بنیاد پر جزا دے گا۔

یہاں احتساب کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی رضا اور آخرت ہی کے لیے روزہ رکھا جائے۔ نیز ان تمام چیزوں سے روزے کی حفاظت کی جائے جو خدا کو ناپسند ہیں اور جن سے خدا نے منع فرمایا ہے۔

روزے کی شرطیں

روزے کی شرطیں دو قسم کی ہیں:

۱۔ شرائط وجوب

۲۔ شرائط صحت

روزہ صحیح ہونے کے لیے جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط صحت کہتے ہیں اور روزہ واجب ہونے کے لیے جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط وجوب کہتے ہیں۔

۱۔ روزے کے شرائط وجوب

روزہ واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں:

۱۔ اسلام: کافر پر روزہ واجب نہیں۔

۲۔ بلوغ: نابالغ بچے پر روزہ واجب نہیں۔ (البتہ عادت ڈالنے کے لیے نابالغ بچوں سے بھی روزہ رکھوانا چاہیے۔ جس طرح نماز پڑھوانے کا اہتمام کرنے کی حدیث میں تاکید ہے اسی طرح روزہ رکھوانے کی بھی ترغیب دی گئی ہے، لیکن انہیں بچوں سے رکھوایا جائے جو روزے کی بھوک پیاس برداشت کرنے کی قوت رکھتے ہوں، غلو سے پرہیز کرنا چاہیے۔)

۳۔ صوم رمضان کی فرضیت سے واقف ہونا۔

۴۔ معذور نہ ہونا: یعنی کوئی ایسا عذر نہ ہو جس میں شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، مثلاً سفر، بڑھاپا، مرض، جہاد وغیرہ۔

۲۔ روزے کے شرائط صحت

روزہ صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ اسلام: کافر کا روزہ صحیح نہیں۔

۲۔ خواتین کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

۳۔ نیت کرنا: یعنی دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ کرنا، روزہ رکھنے کا ارادہ کیے بغیر اگر کوئی شخص دن بھر ان چیزوں سے رکا رہا جن سے روزے میں رکا جاتا ہے تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا۔

روزے کے فرائض

روزے میں صبح صادق نمودار ہونے سے غروب آفتاب تک تین باتوں سے رکا رہنا فرض ہے:

۱۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔

۲۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

۳۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہمبستر ہونے سے پرہیز کرنا۔

روزے کے سنن ومستحبات

۱۔ سحری کا اہتمام کرنا سنت ہے، چاہے وہ چند کھجوریں یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔

۲۔ سحری اخیر وقت میں کھانا مستحب ہے، جبکہ صبح صادق ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہو۔

۳۔ روزے کی نیت رات ہی سے کر لینا مستحب ہے۔

۴۔ افطار جلد کرنا، یعنی سورج ڈوب جانے کے بعد خواہ مخواہ دیر نہ کرنا مستحب ہے۔

۵۔ چھوہارے، کھجور یا پانی سے افطار کرنا مستحب ہے۔

۶۔ غیبت، چغلی، غلط بیانی، شور وہنگامہ، غصہ اور زیادتی سے بچنے کا اہتمام کرنا مسنون ہے، یہ کام یوں بھی غلط ہیں لیکن روزے میں ان سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

روزے کے مفسدات

روزے میں تین چیزوں سے بچنا فرض ہے:

۱۔ کچھ کھانے سے۔

۲۔ کچھ پینے سے۔

۳۔ جنسی لذت حاصل کرنے سے۔

وہ امور جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے

یعنی ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ فاسد تو نہیں ہوتا لیکن مکروہ ہو جاتا ہے، ان سب چیزوں کی کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔

۱۔ کسی چیز کا ذائقہ چکھنا، البتہ کوئی خاتون مجبوراً اس لیے کھانے کی چیزوں کا ذائقہ پکاتے وقت یا بازار سے خریدتے وقت چکھ لے کہ اس کا شوہر بدمزاج اور سخت گیر ہے یا اس طرح کوئی ملازمہ اپنے آقا کے خوف سے چکھ لے تو وہ مکروہ نہیں۔

۲۔ منہ میں کوئی چیز چبانا یا یونہی ڈالے رکھنا۔ مثلاً کوئی خاتون اپنے ننھے بچے کو کھلانے کے لیے اپنے منہ میں کوئی چیز دبائے یا نرم کرنے کے لیے یا ٹھنڈا کرنے کے لیے منہ میں ڈالے تو یہ مکروہ ہے، البتہ مجبوری کی صورت میں جائز ہے، مثلاً کسی کا بچہ بھوکا ہے اور وہ صرف وہی چیز کھاتا ہے جو منہ میں چبا کر اس کو دی جائے اور کوئی بے روزہ آدمی بھی موجود نہ ہو تو اس صورت میں چبا کر کھلانا مکروہ نہیں۔

۳۔ روزے میں کوئی ایسا کام کرنا مکروہ ہے جس سے اتنی زیادہ کمزوری پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو کہ روزہ توڑنا پڑے گا۔

۴۔ کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے کی ضرورت سے زیادہ اہتمام اور غلو کرنا۔

۵۔ بلاوجہ منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا۔

۶۔ بے قراری، گھبراہٹ اور اضمحلال کا اظہار کرنا۔

۷۔ غسل کی حاجت ہو اور موقع بھی ہو پھر بھی کوئی شخص بلاوجہ قصداً صبح صادق کے بعد تک غسل نہ کرے تو یہ مکروہ ہے۔

۸۔ منجن، پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ چبا کر اس سے دانت مانجھنا۔

۹۔ روزے میں غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، گالی گلوچ اور شور و ہنگامہ کرنا، مارنا، پیٹنا اور کسی پر زیادتی کرنا۔

۱۰۔ قصداً حلق میں دھواں یا گرد و غبار پہنچانا مکروہ ہے اور اگر لوبان وغیرہ سلگا کر اس کو سونگھنا یا حقہ، سگریٹ اور بیڑی وغیرہ پی لیا تو روزہ جاتا رہا۔

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۱۔ روزے کا خیال نہ رہا اور بھولے سے کچھ کھا پی لیا یا شریک حیات سے جنسی لذت حاصل کی، چاہے ایک بار ایسا کیا یا کئی بار اتفاق ہوا۔ حد یہ کہ اگر بھولے سے پیٹ بھر کر بھی کھا پی لیا، تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا اور نہ مکروہ ہوا۔

۲۔ دن میں روزہ دار سو گیا اور سوتے وقت کوئی ایسا خواب جس سے غسل کی حاجت ہو گئی ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۳۔ دن میں سرمہ لگانا، سر میں تیل ڈالنا یا بدن پر مالش کرنا، خوشبو سونگھنا سب درست ہے، سرمہ لگانے کے بعد اگر بلغم میں سرمے کی سیاہی محسوس ہو تب بھی روزہ مکروہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ٹوٹتا ہے۔

۴۔ اپنی شریک حیات کے ساتھ لیٹنا، بغل گیر ہونا، بوس و کنار کرنا، سب درست ہے، ہاں اگر انزال کا اندیشہ ہو یا جذبات کے ہیجان میں صحبت کر لینے کا خطرہ ہو تو پھر یہ سب کام مکروہ ہیں۔

۵۔ روزے میں تھوک اور بلغم نگلنا مکروہ ہے۔

۶۔ روزے میں حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا بے اختیار گرد و غبار یا دھواں چلا گیا تو اس سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ان میں کوئی چیز قصداً پیٹ میں پہنچائی تو روزہ جاتا رہے گا۔

۷۔ کان میں پانی چلا جائے یا کوئی قصداً ڈال لے تو اس سے روزہ مکروہ نہ ہوگا۔

۸۔ دانتوں کے درمیان غذا یا بوٹی کا کوئی ریشہ یا چھالیہ کا کوئی ٹکڑا رہ گیا اور اس کو منہ سے نہیں نکالا بلکہ اندر ہی نگل لیا۔ اگر یہ چنے کی مقدار سے کم ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

۹۔ بے اختیار قے ہو گئی منہ بھر کر ہوئی یا اس سے کم یا زیادہ بہر حال روزہ مکروہ نہ ہوگا، اگر اسی صورت میں بے اختیار کچھ حصہ پیٹ میں لوٹ جائے تب بھی روزہ مکروہ نہ ہوگا۔

۱۰۔ روزے میں کسی وقت بھی مسواک کرنا، چاہے خشک لکڑی سے کی جائے یا بالکل تازہ تر لکڑی سے، نیم کی مسواک کا کڑوا کڑوا ذائقہ منہ میں محسوس ہو، تب بھی روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔

۱۱۔ گرمی کی شدت میں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، منہ ہاتھ دھونا، نہانا، کپڑا تر کر کے بدن پر رکھنا مکروہ نہیں۔

✿ ✿ ✿

۱۲۔ اگر پان کھانے کے بعد اچھی طرح کلی اور غرارہ کر کے منھ صاف کر لیا، لیکن تھوک میں سرخی اب بھی محسوس ہو رہی ہے تو کوئی حرج نہیں اس سے روزہ مکروہ نہ ہوگا۔

۱۳۔ اگر قصداً قے کی لیکن تھوڑی قے کی منھ بھر نہیں ہے تو روزہ نہیں ٹوٹا اور نہ مکروہ ہوا۔

۱۴۔ مسواک کرنے میں یا یونہی منھ سے خون نکلا اور تھوک کے ساتھ نگل لیا۔ اگر خون کی مقدار تھوک سے کم ہو اور حلق میں خون کا مزہ معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

سحری اور افطار

روزہ رکھنے کی غرض سے صبح صادق سے پہلے جو کچھ کھایا پیا جاتا ہے اسے ''سحری'' کہتے ہیں، نبی اکرم ﷺ خود بھی سحری کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی سحری کھانے کی تاکید فرماتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سحر کے وقت مجھ سے فرماتے:

''میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے مجھے کچھ کھلاؤ۔'' تو میں کچھ کھجوریں اور ایک برتن میں پانی پیش کر دیتا۔''

آپ ﷺ نے سحری کھانے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''سحری کھا لیا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے۔''

برکت سے مراد یہ ہے کہ دن کے کاموں میں اور عبادت و اطاعت میں کمزوری محسوس نہ ہوگی اور روزے میں آسانی ہوگی۔

چنانچہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دن کو روزہ رکھنے میں سحری کھانے سے مدد لیا کرو۔ اور قیام لیل کے لیے قیلولے سے مدد لیا کرو۔''

سحری کھانا سنت ہے اور مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں فرق یہ بھی ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھاتے ہیں۔ اگر بھوک نہ ہو تو کچھ تھوڑا سا میٹھا یا دودھ یا کم از کم پانی ہی پی لینا چاہیے، اس لیے کہ سحری کھانے کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''سحری کا کھانا سراسر برکت ہے، سحری کھانا کبھی نہ چھوڑو، چاہے پانی کا ایک گھونٹ ہی پیو، کیونکہ سحری کھانے والوں پر خدا رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔'' (الترغیب)

سحری میں تاخیر

سحری آخر وقت میں کھانا جب صبح صادق میں تھوڑی ہی دیر باقی ہو، مستحب ہے بعض لوگ احتیاط کے خیال سے بہت ہی پہلے سحری کھا لیتے ہیں، یہ بہتر نہیں ہے بلکہ تاخیر سے کھانے میں اجر و ثواب ہے۔

افطار میں تعجیل

افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے یعنی سورج ڈوبنے کے بعد احتیاط کے خیال سے تاخیر کرنا مناسب نہیں بلکہ فوراً ہی افطار کر لینا چاہیے۔ اسی طرح کی غیر ضروری احتیاطوں کے اہتمام سے دینی مزاج بگڑ جاتا ہے، دینداری یہ نہیں ہے کہ آدمی خواہ مخواہ اپنے کو مشقتوں میں ڈالے بلکہ، دینداری یہ ہے کہ خدا کے حکم کی بے چون و چرا اطاعت کی جائے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

تین باتیں پیغمبرانہ اخلاق کی ہیں:

۱۔ سحری تاخیر سے کھانا۔

۲۔ افطار میں تعجیل کرنا۔

۳۔ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا۔

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، اور آپ ﷺ روزے سے تھے، جب سورج نظروں سے اوجھل ہوگیا تو آپ ﷺ نے کسی سے فرمایا:

''اٹھو اور ہمارے لیے ستو گھول دو۔''

اس شخص نے کہا:

''یا رسول اللہ ﷺ! کچھ دیر ٹھہر جائیں کہ شام ہو جائے تو اچھا ہو۔''

ارشاد فرمایا:

''سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو۔''

اس شخص نے پھر کہا:

''یا رسول اللہ ﷺ! ابھی دن پھیلا ہوا ہے۔''

آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا:

"سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو۔"

جب وہ اترا اور انھوں نے سب کے لیے ستو تیار کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ستو نوش کیا اور ارشاد فرمایا:

"جب تم دیکھو کہ رات کی سیاہی اس طرف سے چھانا شروع ہوگئی ہے تو روزہ دار کو روزہ کھول دینا چاہیے۔" (بخاری)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اپنے بندوں میں سب سے زیادہ مجھے وہ پسند ہے جو افطار میں تعجیل کرے (یعنی غروب آفتاب کے بعد ہرگز تاخیر نہ کرے)۔" (جامع ترمذی)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لوگ اچھی حالت میں رہیں گے۔ جب تک وہ افطار میں جلدی کریں گے۔" (بخاری، مسلم)

کس چیز سے افطار مستحب ہے

کھجور اور چھوہارے سے افطار کرنا مستحب ہے اور یہ میسر نہ ہو تو پھر پانی سے افطار بھی مستحب ہے، نبی اکرم ﷺ خود بھی انہی چیزوں سے افطار فرماتے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز مغرب سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر یہ نہ ہوتیں تو چھوہاروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر یہ بھی نہ ہوتے تو چند گھونٹ پانی ہی نوش فرما لیتے تھے۔" (ترمذی، ابوداؤد)

اور انہی چیزوں سے افطار کی ترغیب آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دی اور فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے افطار کرے، کھجور میسر نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کرے، فی الواقع پانی انتہائی پاک ہے۔" (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

کھجور عرب کی پسندیدہ غذا بھی تھی اور ہر غریب و امیر کو آسانی سے میسر بھی آجاتی تھی، رہا پانی تو وہ ہر جگہ فراوانی سے میسر ہے ان چیزوں سے روزہ افطار فرمانے اور ترغیب دینے کی مصلحت یہ ہے کہ امت کسی مشقت میں مبتلا نہ ہو اور بروقت سہولت کے ساتھ افطار کر سکے۔ پھر پانی کی ایک خوبی آپ ﷺ نے یہ بھی بیان فرمائی کہ وہ اتنی پاک چیز ہے کہ ہر چیز اس سے پاک ہو جاتی ہے۔ ظاہر کا پاک ہونا تو محسوس امر ہے، باطن بھی اس سے پاک ہو جاتا ہے۔ روزہ دار جب دن بھر خدا کی خوشنودی کے لیے شعوری ایمان کے ساتھ پیاسا رہے گا اور شام کو ٹھنڈے پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا تو بے اختیار شکر و احسان مندی کے جذبات پیدا ہوں گے جن سے اس کے باطن کو جلا نصیب ہوگی۔

مگر یہ خیال رہے کہ اس معاملے میں غلو کرنا، اور کسی چیز سے افطار کو غیر مستحب یا نفل سمجھنا سراسر غلط ہے اسی طرح یہ خیال بھی غلط ہے کہ نمک سے افطار کرنا بڑا اجر و ثواب ہے۔

افطار کی دعا

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ" (ابوداؤد)

"اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق سے افطار کیا۔"

افطار کے بعد کی دعا

"ذَھَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ" (ابوداؤد)

"پیاس جاتی رہی، رگیں سیراب ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر بھی ضرور ملے گا۔"

افطار کرانے کا اجر و ثواب

دوسرے کو افطار کرانا بھی پسندیدہ عمل ہے اور افطار کرانے والے کو بھی اتنا ہی اجر و ثواب ملتا ہے جتنا روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے چاہے وہ چند لقمے کھلائے یا ایک کھجور ہی سے افطار کرادے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس شخص نے کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کو روزے دار کی طرح ثواب ملے گا۔" (بیہقی)

بے سحری کا روزہ

شب میں سحری کھانے کے لیے اگر آنکھ نہ کھلے، تب بھی روزہ رکھنا چاہیے۔ سحری نہ کھانے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا بڑی کم ہمتی کی بات ہے۔

اگر کبھی آنکھ دیر سے کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اور کچھ کھا پی لیا پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد کھایا پیا ہے تو اگرچہ اس صورت میں روزہ نہ ہوگا، لیکن پھر بھی دن بھر روزے داروں کی طرح رہے اور نہ کچھ کھائے پیے۔ اگر اتنی دیر سے آنکھ کھلی کہ صبح ہو جانے کا شبہ ہے تو ایسے وقت میں کھانا پینا مکروہ ہے اور اگر شبہ ہو جانے کے باوجود کھا پی لیا تو بہت برا کیا۔ ایسے وقت میں کھانا گناہ ہے پھر اگر بعد میں یہ معلوم ہو کہ صبح ہو چکی تھی تو قضا واجب ہے، اور اگر شبہ ہی رہے، تو قضا واجب نہیں لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قضا کا روزہ رکھے۔

ترکِ روزہ کی معذوری

ایسی معذوریاں جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، صرف دس ہیں۔ ان میں سے کوئی معذوری بھی ہو تو روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے، ان معذوریوں کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ سفر
۲۔ بیماری
۳۔ حمل
۴۔ ارضاع، یعنی بچے کو دودھ پلانا
۵۔ بھوک پیاس کی شدت
۶۔ ضعف اور بڑھاپا
۷۔ خوف اور ہلاکت
۸۔ جہاد
۹۔ بے ہوشی
۱۰۔ جنون

سفر

شریعت نے اپنے سارے احکام میں بندوں کی سہولت اور آسانی کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔ اور کسی معاملے میں بھی ان کو بے جا مشقت اور تنگی میں مبتلا نہیں کیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں روزے کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے بھی قرآن نے مسافر اور مریض کی معذوری کا لحاظ کیا ہے اور ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط (البقرہ ۱۸۵)

"پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) گنتی پوری کر لے۔"

۱۔ سفر خواہ کسی بھی غرض کے لیے ہو اور چاہے اس میں ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہوں یا مشقتیں برداشت کرنی پڑ رہی ہوں۔ ہر حال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ جس سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے، تا کہ رمضان کی فضیلت و برکت حاصل ہو سکے لیکن مشقت و پریشانی کی صورت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

۲۔ اگر روزے کی نیت کر لینے کے بعد یا روزہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص سفر پر روانہ ہو تو اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے البتہ اگر وہ روزہ توڑ دے تو کفارہ لازم نہ آئے گا۔

۳۔ اگر کوئی مسافر نصف النہار سے پہلے پہلے کہیں مقیم ہو جائے اور اس وقت تک اس نے روزے کو فاسد کرنے والا کوئی کام نہیں کیا ہے تو اس کے لیے بھی اس دن روزہ رکھنا ضروری ہے، البتہ اگر وہ روزہ فاسد کر دے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۴۔ اگر کوئی مسافر کسی مقام پر کچھ دن قیام کا ارادہ کر لے، چاہے پندرہ دن سے کم ہی کا ارادہ کر لے، تب بھی بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ ان ایام میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ کر لے تو پھر روزہ نہ رکھنا جائز نہیں۔

بیماری

۱۔ اگر روزہ رکھنے سے کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو یا یہ خیال ہو کہ دوا نہ ملنے کی وجہ سے یا غذا نہ ملنے کی وجہ سے بیماری بڑھ جائے گی یا یہ خیال ہو کہ دیر میں صحت حاصل ہوگی تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن پھر یہ واضح رہے کہ ایسا خیال کرنے کی کوئی معقول وجہ ضرور ہونی چاہیے، مثلاً یہ کہ کوئی ٹھیک ماہر طبیب ہدایت کرے یا اپنا بار بار

کا تجربہ ہو یا گمان غالب ہو۔ محض یوں ہی وہم وخیال کی بنا پر روزہ ترک کر دینا جائز نہیں۔

۲۔ اگر کسی نے محض اپنے وہم وخیال سے کہ شاید روزہ رکھنے سے مرض پیدا ہو جائے یا بڑھ جائے، نہ خود اس کا کوئی تجربہ ہے اور نہ اس نے کسی ماہر حکیم اور ڈاکٹر ہی سے مشورہ لیا اور روزہ نہیں رکھا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(۳) کسی بے دین اور شریعت کی قدر و قیمت محسوس نہ کرنے والے طبیب کے مشورے پر عمل کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

حمل

۱۔ اگر کسی خاتون کو گمان غالب ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے گی تو بچے کو نقصان پہنچے گا یا خود اس کو نقصان پہنچے گا تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

۲۔ اگر روزہ کی نیت کر لینے کے بعد کسی حاملہ خاتون کو گمان غالب ہوا کہ حمل کی صورت میں روزہ اس کے لیے نقصان دہ ہے تو اس کے لیے اجازت ہے کہ روزہ توڑ دے اور پھر قضا رکھے، اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔

ارضاع

۱۔ روزہ رکھ کر دودھ پلانا روزہ رکھنے سے اگر گمان غالب یہ ہو کہ بچے والی خاتون کو شدید نقصان پہنچے گا مثلاً دودھ خشک ہو جائے گا اور بچہ بھوک سے تڑپے گا یا خود اپنی ہی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

۲۔ اور اگر اجرت دے کر دودھ پلوایا جا سکتا ہو اور بچہ بھی کسی دوسری خاتون کا دودھ پی لے تو پھر روزہ نہ رکھنا درست نہیں۔ ہاں اگر بچہ کسی دوسری خاتون کا دودھ پیتا ہی نہ ہو تب بھی روزہ چھوڑنا درست ہے۔

۳۔ اجرت پر دودھ پلانے والی خاتون کو بھی اگر گمان غالب ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو یا خود اس کو نقصان پہنچے گا تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے۔

۴۔ کسی خاتون نے عین رمضان کے دن ہی دودھ پلانے کی ملازمت شروع کی، اس دن اگر وہ روزے کی نیت بھی کر چکی ہو تب بھی اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے، روزہ توڑنے سے اس پر صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

بھوک پیاس کی شدت

اگر کوئی شخص بھوک پیاس کی شدت سے اس قدر بے تاب ہو جائے کہ جان جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے یا عقل میں فتور آنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

ضعف اور بڑھاپا

۱۔ کوئی شخص اب بیمار تو نہیں ہے لیکن بیماری کی وجہ سے اتنی کمزوری ہو گئی ہے کہ روزہ رکھنے سے دوبارہ ضعف پڑ جانے کا گمان غالب ہے تو اس کے لیے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

۲۔ کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گیا ہے۔ اس کے لیے بھی اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور چونکہ ایسے ضعیف کے بارے میں یہ توقع نہیں ہے کہ وہ کبھی تندرست ہو کر قضا رکھے گا اس لیے اس پر واجب ہے کہ روزے کا فدیہ ادا کرے، چاہے اسی وقت دے یا بعد میں ادا کرے، فدیہ کی تعداد وہی ہے جو صدقۂ فطر کی ہے۔

خوف ہلاکت

اگر محنت و مشقت کی وجہ سے جان سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو یا کوئی ظالم مجبور کر رہا ہو کہ اگر تو نے روزہ رکھا تو جان سے مار ڈالوں گا یا شدید مار لگاؤں گا یا کوئی عضو کاٹ لوں گا تو ایسے شخص کے لیے بھی اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

جہاد

دشمنان دین سے جہاد ہو رہا ہو اور یہ خیال ہو کہ روزہ رکھنے سے کمزوری آ جائے گی تو اس صورت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

بے ہوشی

اگر کسی پر بے ہوشی طاری ہو جائے اور کئی دن تک یہی صورت

رہے تو اس صورت میں جو روزے رکھے جائیں گے ان کی قضا واجب ہوگی۔ البتہ جس شب میں بے ہوشی طاری ہوئی ہے، اگر اس دن بے ہوش ہونے والے سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا ہے جو روزے کو فاسد کرنے والا ہو، اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بے ہوش ہونے والے نے روزے کی نیت کی تھی یا نہیں، تو اس دن اس کا روزہ سمجھا جائے گا اور اس دن کی قضا لازم نہ آئے گی، اس کے بعد کے سارے دنوں کی قضا واجب ہوگی۔ جب وہ روزے کا عادی ہو۔

جنون

اگر کسی پر جنون طاری ہو جائے اور اس حالت میں وہ روزے نہ رکھ سکے تو اس کی دو صورتیں:

ایک یہ کہ کسی وقت بھی جنون میں کوئی افاقہ نہیں ہوتا، ایسی صورت میں تو روزے بالکل معاف ہیں، نہ قضا ہی واجب ہوگی اور نہ فدیہ واجب ہوگا جب پورا مہینا جاری رہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی وقت جنون میں افاقہ ہو جاتا ہو تو اس شکل میں اس پر قضا واجب ہوگی۔

وہ صورتیں جن میں روزہ توڑنا جائز ہے

۱۔ یکایک کوئی زبردست دورہ پڑ گیا یا کوئی ایسی بیماری ہو گئی کہ جان پر بن آئی یا خدانخواستہ موٹر وغیرہ سے کوئی حادثہ ہو گیا ہو یا کسی اونچے مقام سے گر پڑنے کی وجہ سے حالت غیر ہو گئی تو ان تمام صورتوں میں روزہ توڑنا جائز ہے۔

۲۔ اگر کوئی اچانک بیمار پڑ گیا اور یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ جان جاتی رہے گی، البتہ یہ اندیشہ ہے کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری بہت زیادہ بڑھ جائے گی تو اس صورت میں بھی روزے توڑنے کی اجازت ہے۔

۳۔ اگر کسی کو ایسی شدت کی بھوک یا پیاس لگی کہ نہ کھانے پینے سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تو روزہ توڑنا درست ہے۔

۴۔ کسی حاملہ خاتون کو کوئی ایسا حادثہ پیش آ گیا کہ اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو اس صورت میں اسے روزہ توڑنے کا اختیار ہے۔

۵۔ کسی کو سانپ وغیرہ نے ڈس لیا اور فوراً دوا وغیرہ کا استعمال ضروری ہے تو روزہ توڑ دینا چاہیے۔

۶۔ کمزوری تو تھی لیکن ہمت کر کے روزہ رکھ لیا، دن میں محسوس ہوا کہ اگر روزہ نہ کھولا تو جان پر بن آئے گی یا پھر مرض کا شدید حملہ ہو جائے گا، تو اس صورت میں بھی روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

روزوں کے متفرق احکام و آداب

۱۔ جو لوگ کسی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہوں ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک میں کھلم کھلا نہ کھائیں اور بظاہر روزہ داروں کی طرح رہیں۔

۲۔ جن لوگوں میں وہ ساری شرائط موجود ہوں جن کے ہوتے روزہ رکھنا صحیح بھی ہے اور واجب بھی۔ پھر کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہو جائے تو ان پر واجب ہے کہ دن کے باقی حصے میں روزے داروں کی طرح رہیں اور کھانے پینے اور جنسی افعال سے پرہیز کریں۔

۳۔ کوئی مسافر نصف النہار کے بعد اپنے گھر پہنچ جائے یا کہیں قیام کا ارادہ کر لے تو اس کے لیے بھی مستحب ہے کہ دن کے باقی حصے میں روزہ داروں کی طرح رہے اور کھانے پینے سے پرہیز کرے۔ اسی طرح کوئی خاتون اگر نصف النہار کے بعد حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے تو اس کے لیے بھی مستحب ہے کہ شام تک کھانے پینے سے پرہیز کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص قصداً روزہ فاسد کرے یا کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ رات باقی ہے، صبح صادق کے بعد کھانا کھا لے، تو اس کے لیے بھی واجب ہے کہ وہ دن کے باقی حصے میں روزے داروں کی طرح رہے اور کھانے پینے سے اجتناب کرے۔

۵۔ اگر بچہ نصف النہار کے بعد بالغ ہو جائے یا کوئی غیر مسلم ایمان لے آئے، تو اس کے لیے بھی مستحب ہے کہ وہ شام تک روزہ داروں کی طرح کھانے پینے وغیرہ سے رکا رہے۔

۶۔ اگر روزہ رکھنے کے بعد کسی خاتون کو حیض آ جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لیکن اس کے لیے بھی مستحب یہی ہے کہ روزہ داروں کی طرح رہے اور کھانے پینے سے اجتناب کرے۔

* * *

نماز تراویح کا بیان

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ کے معنی ہیں آرام لینے کے لیے تھوڑی دیر بیٹھنا، لیکن اصطلاح میں ترویحہ سے مراد وہ جلسۂ استراحت ہے جو رمضان المبارک کی راتوں میں پڑھی جانے والی مسنون نماز کے دوران ہر چار رکعت کے بعد کیا جاتا ہے اور چونکہ اس بیس رکعت نماز کے دوران پانچ تراویح کرتے ہیں۔ اس لیے اس مسنون نماز کو تراویح کہنے لگے۔

نماز تراویح کا حکم

نماز تراویح سنت موکدہ ہے۔ (روافض کے علاوہ ہر مسلک والے تراویح کو مسنون کہتے ہیں)۔ نبی ﷺ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بھی۔ جو شخص کسی عذر کے بغیر نماز تراویح ترک کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔ یہ جس طرح مردوں کے لیے سنت موکدہ ہے اسی طرح خواتین کے لیے بھی سنت موکدہ ہے (درمختار)۔ پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ نماز تراویح روزے کی تابع نہیں ہے یعنی یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ تراویح پڑھنا صرف اسی کے لیے ضروری ہے جس نے دن میں روزہ رکھا ہو۔ دونوں الگ الگ عبادتیں ہیں۔ جو لوگ کسی عذر کی اور مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں، مثلاً کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو اور روزہ نہ رکھے یا خواتین حیض ونفاس کی حالت میں ہوں اور تراویح کے وقت پاک صاف ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنا چاہیے۔ نہ پڑھنے کی صورت میں ترک سنت کا گناہ لازم آئے گا۔

نماز تراویح کی فضیلت

نبی ﷺ نے ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رمضان المبارک کے استقبال میں نہایت ہی موثر خطبہ دیا اور فرمایا کہ:

"اس مہینے کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کی راتوں میں اللہ نے تراویح پڑھنا نفل مقرر کر دیا ہے۔"

"جو شخص اس مہینے میں کوئی نیک کام اپنے دل کی خوشی سے کرے گا تو اس کا اجر وثواب اتنا ہوگا جتنا دوسرے مہینوں میں فرض کا ہوتا ہے۔"

ایک اور حدیث میں تو نبی ﷺ نے اس کو مغفرت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور ارشاد ہے:

- "جس نے رمضان کی راتوں میں ایمانی کیفیت اور اجر کی نیت کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی، اللہ اس کے وہ سارے گناہ معاف کر دے گا، جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں۔" (متفق علیہ)

صدقۂ فطر کے احکام

مسلمانوں پر جس سال روزے فرض ہوئے اسی سال نبی ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ صدقۂ فطر بھی ادا کریں۔ خدا کی فرض کی ہوئی عبادتوں کو بندہ تمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام تو کرتا ہے لیکن پھر بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ روزے میں انسان سے جو کوتاہیاں ہو جاتی ہیں، ان کی تلافی کے لیے شریعت نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ رمضان کے آخر میں صدقۂ فطر ادا کریں۔ اس سے ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کی تلافی بھی ہوگی اور نادار مسلمانوں کو اپنے کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں بھی فراہم ہو جائیں گی اس طرح وہ تمام مسلمانوں کے، عید کی نماز اور خوشیوں میں شریک ہو سکیں گے۔

ہر خوشحال مسلمان جس کے پاس اپنی ضرورتوں سے زیادہ اتنا مال ہو جس کی قیمت بقدر نصاب ہو جائے خواہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا نہ ہو، اس کو صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ صدقۂ فطر عید سے ایک روز پہلے ہی ادا کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے ورنہ نماز عید سے پہلے تو ادا کر ہی دینا چاہیے۔ نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔

صدقۂ فطر بھی چونکہ مسلم معاشرے کی معاشرتی بہتری کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اسلئے اس بہتری کو بخوبی وسعت سے سرانجام ہونا چاہیے۔ دین میں اولیٰ کی سعی التقویٰ کی ضرورت شمار ہوتی ہے۔ اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ اپنے دور کی مہنگی ترین چیز سے نصاب کا انتخاب کیا جانا چاہیے۔

اگر گیہوں دیتا ہو تو ایک سیر تین چھٹانک دے اور جو یا جو کا آٹا دیتا ہو تو دو سیر چھ چھٹانک دے۔ چھوہارے یا منقیٰ دینا چاہے تو وہ بھی دو سیر چھ چھٹانک دینا ہوں گے۔ صدقۂ فطر ایسے لوگوں کو دینا چاہیے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔

یعنی فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے، اس لیے کہ فرض کے مقابلے میں نفل، سنت اور مستحب سب کے لیے بولا جاتا ہے۔

* * *

حج کے حقیقی مقاصد

حج کی حقیقت، قربانی ہے۔ حج کے لیے آدمی سفر کرتا ہے جو وقت کی قربانی ہے۔ اس کے اخراجات برداشت کرتا ہے جو مال کی قربانی ہے۔ جانور ذبح کرتا ہے جو جان کی قربانی ہے۔ سعی و طواف کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی توجہات کو ہر طرف سے سمیٹ کر صرف ایک اللہ کے لیے وقف کر دے گا۔

وہ کون سا خدائی مشن ہے جس میں مومن کو یہ تمام قربانیاں دینی ہیں وہ ہے دنیا میں اللہ کے نام کا چرچا کرنا:

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (بقرہ: ۲۰۰)

"جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

عرب کے لوگ حج سے فراغت کے بعد منیٰ میں میلہ لگاتے اور آباؤ اجداد کے کارناموں کا ذکر کرتے۔ مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد دنیا میں معرفت خداوندی کو پھیلانے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے خود کو وقف کرنے کا عہد کرو اور اس کی منصوبہ بندی کر کے پھر خدا کی زمین پر اپنے مساکن کو پھیل جاؤ۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا جُعِلَ رَمْیُ الْجِمَارِ وَالسَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ (مشکوۃ کتاب المناسک)

"رمی، جمار اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کو اللہ کے نام کا چرچا بلند کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔"

حج کا یہ پیغام ہم کو داعی اعظم سیدنا ابراہیم علیہ السلام (۱۹۸۵۔۲۱۶۰ق م) کی زندگی کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ آپ نے ساری زندگی خدائی مشن کے لیے وقف کر دی تھی جس کی آخری حد یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بھی اس راہ میں قربان کر دیا۔ حج کا ہر عمل ہم کو اسی داعی اعظم کی زندگی کی یاد دلاتا ہے۔

قِفُوْا عَلٰی مَشَاعِرِکُمْ فَاِنَّکُمْ عَلٰی اِرْثٍ مِّنْ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ (مشکوۃ کتاب المناسک)

"اپنے مشاعر (مقامات حج) پر ٹھہرو۔ کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم کی ایک وراثت کے وارث ہو۔"

حضرت ابراہیم، جن کی زندگی سراپا دعوت تھی، کی دعوتی زندگی کے بعض تاریخی مراحل کو علامتی طور پر دہرا کر حاجی اپنے خدا سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی اسی طرح دعوت حق اور اشاعت دین کے لیے وقف کر دے گا اور اس پر ہر حال میں قائم رہے گا، خواہ اس راہ میں اس پر وہ تمام مراحل کیوں نہ گزر جائیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اس راہ میں گزرے۔

حج کے مناسک و مراسم کی شکل میں بندہ گویا اپنے آپ کو آخری طور پر اپنے رب کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ حج کا سفر اس کے لیے وقت اور مال کی قربانی کے ہم معنی ہے۔ احرام باندھنا اس بات کی علامت ہے کہ بندہ ضروری احتیاجات کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو گیا ہے۔ طواف اور سعی اپنے آپ کو ہمہ تن رب کعبہ کے لیے وقف کر دینے کی تصویر ہے۔ رمی جمار اس بات کا مظاہرہ ہے کہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ اس کا رویہ مصالحت اور تعاون کا نہیں ہوگا بلکہ اختلاف اور تصادم کا ہوگا۔ جانور کی قربانی اپنے رب کے لیے فدا

کاری وجاں نثاری کا عہد ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کو قربانی کی دہلیز پر لا کر مکمل سپردگی کا اظہار کیا اسی طرح ملت ابراہیمی کے تمام ارکان کے لیے اس بات کا عہد بھی ہے کہ آدمی اپنی اولاد کو بھی اسی ذات کی امانت تسلیم کرتا ہے اور اس کی تربیت بھی اسی ذات کی اطاعت کے حوالے سے کرتا ہے۔ پھر وہ بندہ اولاد کے جھوٹے حسین مستقبل کے چکر میں اپنا تعلق خدا سے کمزور نہیں کرتا۔ عرفات کے میدان میں قیام مسلمانوں کی عالمی اجتماعیت کے قیام کے لیے جدوجہد کا عہد ہے اور میدان حشر میں سارے انسانوں کے خدا کے حضور جمع ہونے کی تمثیل ہے۔ اس طرح حج کے مختلف اعمال کے ذریعہ بندے کو فدائیت، قربانی، اجتماعیت اور خدا و آخرت کے استحضار کا سبق دیا جاتا ہے اور اس کے اندر اپنے مولیٰ سے وہ عشق پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ اس کی مرضی پوری کرنے کے لیے دیوانہ وار اس کی راہ پر چل پڑے۔

اسلام کے چاروں عبادتی ارکان چار مختلف پہلوؤں سے ایک ہی مشترک کیفیت پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں، اور وہ یہ کہ انسان کا رخ ہمہ تن اپنے خالق کی طرف ہو جائے اور وہ اس کی مرضی پوری کرنے کے سوا اپنی زندگی کا کوئی اور مقصد نہ سمجھے۔ روزہ اس کیفیت کو طبعی حاجات اور خواہشات نفسی پر کنٹرول کے ڈھانچے میں انجام دیتا ہے۔ نماز اس کو مکمل سپردگی کے واسطے سے بروئے کار لاتی ہے۔ زکوٰۃ میں یہی مقصد مالیات کے پہلو سے حاصل کیا جاتا ہے اور حج کی عبادت میں یہی مطلوب کیفیت ایک مرکز سے عالمگیر صداقتوں کی ترویج کی صورت میں حاصل کی جاتی ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم جب ہر قسم کے امتحان میں پورے اترے اور ہر حال میں دعوت حق کے مشن پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں وہ فیصلہ کر دیا جو علم الٰہی میں پہلے سے مقدر تھا:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ
جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ (بقرہ۔ ۱۲۴)

"جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں میں آزمایا تو اس نے ان کو پورا کر دکھایا۔ خدا نے کہا میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔"

امامت سے مراد ابراہیم علیہ السلام کا اس منصب پر فائز کیا جانا تھا کہ ان کے ذریعہ خدا کا پیغام ہدایت اس کے بندوں تک پہنچے۔ قرآن میں ایک جگہ ابراہیم، لوط، اسحٰق، یعقوب (علیہم السلام) کا ذکر کر کے ارشاد ہوا ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ
الْخَيْرٰتِ (انبیاء ۷۳)

"ان کو ہم نے امام بنایا۔ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو راہ بتاتے تھے اور ہم نے ان کو نیکی کے کاموں کا حکم دیا۔"

یہ امامت جس کا دوسرا نام پیغمبری ہے، حضرت ابراہیم کے بعد آپ کی نسل میں مسلسل جاری رہی۔ ابتداً آپ کے بیٹے اسحاق کی نسل میں پیغمبر آتے رہے اور لوگوں کو خدا کے احکامات سے باخبر کرتے رہے۔ اس سلسلے کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ تھے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم کے دوسرے بیٹے اسمٰعیل کے خاندان میں حضرت محمد ﷺ (۶۳۲۔۵۷۰ ع) کی بعثت ہوئی۔ آپ ﷺ کے بعد پیغمبر بھیجنے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا اور دین کو محفوظ اور مکمل کر کے اس کو امت محمدی کے سپرد کر دیا گیا اور امت محمدی کی یہ ذمہ داری قرار پائی کہ وہ قیامت تک خدا کے بندوں کو خدا کی مرضی سے آگاہ کرتی رہے۔

(حج۔ ۷۸)

دعائے ابراہیمی (بقرہ۔ ۱۲۹) کے نتیجہ میں پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی بعثت اسی غرض سے ہوئی۔ آپ ﷺ کو عربی قرآن دیا گیا اور آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ مکہ اور عرب کے دوسرے باشندوں کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیں:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ
مَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي
الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (شوریٰ ۷)

"اور ہم نے اسی طرح عربی قرآن تم پر نازل کیا تا کہ تم مکہ والوں اور آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ اور انھیں جمع ہونے کے دن سے ہوشیار کر دو، جس کے آنے میں شک نہیں۔ اس دن

ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک دوزخ میں۔"

یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی ملت ابراہیمی کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے ان کی تحریک کا قومی پہلو ہے کہ اہل عرب کو براہ راست ان کی اپنی زبان میں قرآن دیا گیا اور بقیہ قومیں جو ایمان لا کر ان سے "ملحق" ہوتی گئیں، بالتبع ان کے ساتھ شریک ہوتی گئیں:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ (جمعہ ۲۔۴)

"وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور ان دوسروں کے لیے بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی ملت ابراہیمی کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے ان کی تحریک کا بین الاقوامی پہلو ہے۔ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم نے جو دعا کی تھی اس کا ایک حصہ یہ تھا۔

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ (ابراہیم۔۳۷)

یعنی تو اس جگہ کو خدا پرستوں کا مرکز بنا دے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے زمانے ہی میں مشیت الٰہی نے یہ طے کر دیا تھا کہ ملت اسلامی کا بین الاقوامی اجتماع گاہ اور دعوت اسلام کا عالمی مرکز ہوگا۔

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (حج۔۲۷)

کی تفسیر کے تحت ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب مکہ میں بیت اللہ کی تعمیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ خدا نے تمہارے لیے ایک مرکز مقرر کیا ہے۔ پس وہاں آؤ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ قَدِ اتَّخَذَ بَيْتًا فَحُجُّوهُ۔ اس مرکز میں جمع ہونے کا مقصد وہی تھا جو رسول ﷺ کا مقصد ہوتا ہے اور جو امت محمدی کا مقصد وجود ہے، یعنی اہل عالم تک خدا کا پیغام پہنچانا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ (آل عمران۔ ۹۶)

"یقیناً وہ گھر جو سب سے پہلے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ برکت والا ہے اور جہان بھر کے لوگوں کو راہ دکھانے والا ہے۔"

اس مقصد کے لیے کعبہ تمام مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ بنایا گیا۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ (بقرہ۔ ۱۲۵)

"اور ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے اجتماع کی جگہ بنا دیا اور جائے امن قرار دیا۔"

کعبہ کی اس مرکزی حیثیت کو دوسری جگہ قیاما للناس (مائدہ۔ ۹۷) کے لفظ میں بیان کیا گیا ہے۔ گویا مکہ اہل اسلام کی بین الاقوامی اجتماع گاہ ہے۔ وہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان وہاں ہر سال جمع ہوں، اپنے رب کی عبادت کریں، اس کی انتہائی قربتوں کا ادراک حاصل کریں اور پھر وہاں سے دعوت حق کی عالمی پیغام رسانی کی منصوبہ بندی کی جائے۔ بیت اللہ کی اصل حیثیت یہی ہے۔ باقی جو چیزیں ہیں وہ اسی مقصد کے ذیلی اہتمام کے اجزا ہیں۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ پہلے جس طرح حج کے بعد باپ دادا کی عظمت اور دنیا میں اس کے نام کا چرچا بلند کرنے کا جذبہ لے کر لوٹتے تھے، اس سے زیادہ خدا کے نام کی سربلندی کا جذبہ لے کر حج سے لوٹو۔ (بقرہ۔۲۰۰)

اس کام کے تسلسل کو یقینی بنانے کے لیے مزید اہتمام یہ کیا گیا کہ اس مرکز کو ایک محفوظ مرکز بنا دیا گیا۔ حکم ہوا کہ یہ مرکز صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص ہوگا جو خدا کی وفاداری کا اقرار کریں، دوسروں کو یہاں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔

وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (بقرہ۔۱۲۵)

"ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے مخصوص رکھنا اور اس کو غیروں سے پاک رکھنا۔"

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم کو امامت سپرد کی اور آپ کے بنائے ہوئے "بیت" کو ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (آل عمران۔۹۶) (راہ نمائندہ مر عالمیان را) اور مَثَابَةً لِّلنَّاسِ (بقرہ۔۱۲۵) (مرجع مردمان، ترجمہ از: شاہ ولی اللہ) قرار دیا تو ان کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دیں کہ دنیا بھر میں جو خدا کے وفادار بندے ہیں وہ اس مرکز میں آئیں، اپنے امام سے ملیں، اپنے دینی و دنیوی منافع کے لیے یہاں حاضر ہوں۔ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (حج۔۲۸) اور اسی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کریں۔ سال میں ایک بار تمام دنیا کے نیکوکار بندے خدا کے مرکزی گھر میں آ کر اپنے دینی فرائض و مسائل پر غور کریں۔ اپنے امام کے احکام کو سنیں اور سنت ابراہیمی کی تجدید کے لیے تیار ہو کر اپنے وطن کو واپس جائیں۔

حج میں جو عبادتیں کی جاتی ہیں، وہ ذریعہ ہیں خدا کے قرب اور اس کی نصرت کے حصول کا۔ حج کا اصل مقصد یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان یکجا ہو کر اپنے منافع دینی کی دیکھ بھال کریں اور اپنے عہد کا محاسبہ کر کے از سر نو اس پر سرگرم عمل ہونے کے لیے تیار ہوں۔ نبی ﷺ جو ملت ابراہیمی کو زندہ اور قائم کرنے آئے تھے، آپ ﷺ نے نہ صرف حج کے مناسک میں بگاڑ کو درست کیا بلکہ اس کو دینی مرکز بھی بنایا۔ آپ ﷺ حج کے موقع پر یہاں امر حق کا اعلان کرتے (خطبہ حجۃ الوداع) دینی فرائض و احکام کو بیان کرتے، ملی معاہدوں کو قبول اور فسخ کرنے کا اعلان بھی اسی حج کے دن ہوتا۔ اپنی امت کے لیے آخری گواہی بھی آپ ﷺ نے حج ہی کے موقع پر لی۔ جب اپنے خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا الا ھل بلغت؟ تو لوگوں نے کہا، جی یا رسول اللہ۔ منکرین حق کو آخری الٹی میٹم دینا ہوا تو اس کے لیے بھی اسی حج کے دن کو منتخب کیا گیا:

وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

"اور اعلان کر دینا ہے بڑے حج کے دن خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے۔" (التوبہ۔۳)

جو لوگ حج کو صرف "زیارت" سمجھتے ہیں اور حج کی تعداد بڑھانے کو کمال سمجھتے ہیں، انہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول پڑھنا چاہیے جس کو ابونعیم نے نقل کیا ہے:

لَأَنْ أَعُوْلَ أَهْلَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ شَهْرًا أَوْ جُمُعَةً أَوْ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَجَّةٍ بَعْدَ حَجَّةٍ

(حلیۃ الاولیاء جلد اول)

"مسلمانوں میں سے کسی گھر کے لوگوں کی خبر گیری میں ایک ماہ صرف کروں یا ایک جمعہ یا جب تک اللہ چاہے، یہ مجھے حج پر حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔"

حج کی فضیلت

حج کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی ﷺ نے طرح طرح سے اس کی ترغیب دی ہے اور اس کی غیر معمولی فضیلت کو مختلف انداز سے واضح فرما کر اس کا شوق دلایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو شخص بیت اللہ کی زیارت کے لیے آیا، پھر اس نے نہ تو کوئی فحش شہوانی عمل کیا اور نہ خدا کی نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ (گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر) لوٹے گا جیسا پاک صاف وہ اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔"

(بخاری، مسلم)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حج اور عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں، وہ اپنے (میزبان) خدا سے دعا کریں تو وہ ان کی دعائیں قبول فرمائے اور وہ اس سے مغفرت چاہیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔"

(ابن ماجہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا:

"حضور ﷺ! میرا جسم بھی کمزور ہے اور میرا دل بھی۔"

ارشاد فرمایا:

"تم ایسا جہاد کیا کرو، جس میں کانٹا بھی نہ لگے۔"

سائل نے کہا:

"حضور! ایسا جہاد کون سا ہے، جس میں کسی گزند کا اندیشہ نہ ہو؟"

ارشاد فرمایا:

"تم حج کیا کرو۔" (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ:

ایک شخص میدان عرفات میں حضور ﷺ کے بالکل قریب ہی اپنی سواری پر تھا، کہ یکایک سواری سے نیچے گرا اور انتقال کر گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اس کو غسل دے کر احرام ہی میں دفن کر دو، یہ قیامت کے روز تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا۔ اس کا سر اور چہرہ کھلا رہنے دو۔" (بخاری، مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا سے التجا کی کہ پروردگار! جو بندے تیرے گھر کی زیارت کرنے آئیں، ان کو کیا اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے داؤد! وہ میرے مہمان ہیں، ان کا یہ حق ہے کہ میں دنیا میں ان کی خطائیں معاف کر دوں، اور جب وہ مجھ سے ملاقات کریں، تو میں ان کو بخش دوں۔" (طبرانی)

وجوب حج کی شرطیں

وجوب حج کی مردوں کے لیے آٹھ اور عورتوں کے لیے دس شرطیں ہیں، ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو حج واجب نہ ہوگا۔

۱۔ اسلام: غیر مسلموں پر حج واجب نہیں ہے۔

۲۔ عقل: مجنون، دیوانے اور مخبوط الحواس شخص پر حج واجب نہیں۔

۳۔ بلوغ: نابالغ بچوں پر حج واجب نہیں، کسی خوشحال آدمی نے بچپن ہی میں بلوغ سے پہلے حج کر لیا تھا تو اس سے فرض ادا نہ ہوگا۔ بالغ ہونے کے بعد پھر فرض ادا کرنا ہوگا، بچپن کا حج نفلی حج ہوگا۔

۴۔ استطاعت: حج کرنے والا خوشحال ہو اور اس کے پاس اپنی ضرورت اصلیہ اور قرض سے محفوظ اتنا مال ہو جو راستے کے مصارف کے لیے بھی کافی ہو اور حج سے واپس آنے تک اس کے ان متعلقین کے لیے بھی کافی ہو جن کا نان نفقہ شریعت کے رو سے اس پر واجب ہے۔

۵۔ آزادی: غلام اور باندی پر حج واجب نہیں۔

۶۔ جسمانی صحت: یعنی کوئی ایسی بیماری نہ ہو، جس میں سفر کرنا ممکن نہ ہو۔ لہٰذا لنگڑے، اپاہج، نابینا اور زیادہ بوڑھے شخص پر خود حج کرنا واجب نہیں، البتہ دوسری تمام شرطیں پائی جائیں تو دوسرے سے حج کرا سکتا ہے۔☆

۷۔ کسی ظالم اور جابر حکمران کی جانب سے جان کا خوف بھی نہ ہو اور آدمی کسی کی قید و بند میں بھی نہ ہو۔

۸۔ راستے میں امن و امان ہو۔ اگر راستے میں جنگ چھڑی ہوئی ہو، جہاز ڈبوئے جا رہے ہوں یا راستے میں ڈاکوؤں کا اندیشہ ہو، یا سمندر میں ایسی کیفیت ہو کہ جہاز یا کشتی کے لیے خطرہ ہو یا اور کسی قسم کے خطرات ہوں تو ان تمام صورتوں میں حج واجب نہیں ہوتا۔ البتہ ایسے شخص کو یہ وصیت کر جانا چاہیے کہ میرے بعد جب حالات سازگار ہوں تو میری جانب سے حج کر لیا جائے۔

یہ آٹھ شرطیں تو مرد اور عورت دونوں کے لیے ہیں، ان کے علاوہ دو شرطیں اور ہیں جو صرف خواتین کے لیے ہیں گویا خواتین پر حج واجب ہونے کے لیے دس شرطیں ہیں۔

۹۔ سفر حج میں شوہر یا محرم کی معیت: اس شرط کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سفر تین شبانہ روز سے کم کا ہو (یعنی ۴۸ میل) تب تو خاتون کے لیے تنہا سفر کی اجازت ہے، لیکن سفر تین شبانہ روز سے زیادہ کا ہو تو پھر شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج جائز نہیں ہے☆☆ اور یہ بھی

☆ یہی صاحبین کا مسلک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

☆☆ ۔ جس خاتون کا شوہر بھی نہ ہو اور کوئی ایسا محرم بھی نہ ہو جس کے ساتھ سفر حج میں جا سکے تو پھر وہ ان رفقاء سفر کے ساتھ سفر کر سکتی ہے، جن کی اخلاقی حالت قابل اطمینان ہو، یہ امام مالک اور امام شافعی کا مسلک ہے اور "قابل اطمینان رفقاء سفر کی" تشریح امام شافعی نے اس طرح فرمائی ہے، چند خواتین بھروسے کے قابل ہوں اور وہ اپنے محرموں کے ساتھ جا رہی ہوں تو ایک بے شوہر اور بے محرم خاتون ان کے ساتھ جا سکتی ہے بلکہ صرف ایک خاتون کے ساتھ اسے بھی جانا چاہیے۔" امام شافعی کی یہ رائے بڑی معتدل ہے۔ اس میں ایک بے شوہر اور بے محرم خاتون کے لیے فریضہ حج کے ادا کرنے کی گنجائش بھی ہے اور اس فتنے کا احتمال بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے خاتون کے لئے بلا محرم سفر کی ممانعت ہے۔

ضروری ہے کہ یہ محرم عاقل، بالغ، دیندار اور قابل اعتماد شخص ہو، نادان بچے یا فاسق نا قابل اعتماد شخص کے ساتھ سفر جائز نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خواتین کو وجوب حج کی چوتھی شرط میں یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ سفر حج میں ساتھ جانے والے محرم کے مصارف سفر کی ذمہ داری بھی حج کو جانے والی خاتون پر ہی ہوگی۔ (ولوجود المحرم لانها تتوسل به الى اداء الحج، هدايه، جلد اول۔)

۱۰۔ حالت عدت میں نہ ہونا: خواہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی، ہر حال دوران عدت حج واجب نہ ہوگا۔ (ولا تخرج المرأة الى الحج في عدة طلاق او موت، عالمگیری، جلد اول۔ صفحہ ۲۱۹)

حج کے احکام

۱۔ حج فرض ہونے کی ساری شرطیں موجود ہوں تو حج زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ حج فرض عین ہے اور اس کی فرضیت قرآن و حدیث سے صاف صاف ثابت ہے، جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اور جو شخص شرائط وجوب پائے جانے کے باوجود حج نہ کرے وہ گنہگار اور فاسق ہے۔

۲۔ حج فرض ہو جانے کے بعد فوراً اسی سال ادا کر لینا چاہیے۔ بلا وجہ تاخیر کرنا اور ایک سال سے دوسرے سال پر ٹالنا گناہ ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو شخص حج کا ارادہ کرے، اسے جلدی کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے یا اونٹنی گم ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اور ضرورت پیش آجائے۔“ (ابن ماجہ)

اونٹنی گم ہونے سے مراد یہ ہے کہ سفر کے ذرائع باقی نہ رہیں، راستہ پر امن نہ رہے یا اور کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ پھر حج کرنے کا امکان نہ رہے اور آدمی فرض کا بوجھ لیے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہو، حالات کی سازگاری یا زندگی کا کیا اعتبار، آخر کس بھروسے پر آدمی تاخیر کرے اور جلد حج کر لینے کے بجائے ٹالتا چلا جائے۔

۳۔ فریضہ حج ادا کرنے کے لیے جن لوگوں کی اجازت لینا شرعاً ضروری ہے، مثلاً کسی کے والدین ضعیف یا بیمار ہوں اور اس کی مدد کے محتاج ہوں یا کوئی شخص کسی کا مقروض ہو یا ضامن ہو تو ایسی صورت میں ان سے اجازت لیے بغیر حج کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ الفقہ، جلد ۵)

۴۔ حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال سے حج کرنا حرام ہے۔

۵۔ جو شخص احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہو جائے، اس پر حج واجب ہے۔

۶۔ حج فرض ہو جانے کے بعد کسی نے تاخیر کی اور پھر وہ معذور ہو گیا، نابینا، اپاہج یا سخت بیمار ہو گیا اور سفر حج کے قابل نہ رہا تو وہ اپنے مصارف سے دوسرے کو بھیج کر حج بدل کرائے اسے حج بدل کہا جاتا ہے۔ (حج کی ادائیگی کے احکامات کی تفصیل کے لیے بہت سی کتابیں آسانی سے مہیا ہو جاتی ہیں، ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے)۔

تاریخ کی سب سے بڑی عدم مساوات

مساوات کا مطلب عمل میں مساوات نہیں بلکہ حیثیت میں مساوات ہے۔ مساوات انسانی یہ نہیں ہے کہ ہر آدمی وہی کام کرے جو کام دوسرا آدمی کر رہا ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر آدمی کو یکساں عزت ملے: ہر ایک کو یکساں احترام کی نظر سے دیکھا جائے۔ ہر ایک کے ساتھ یکساں اخلاقی سلوک کیا جائے۔

مرد عورت کے معاملے میں مغرب کی غلطی یہی ہے کہ اس نے دونوں جنسوں کے درمیان مذکورہ بالا قسم کی غیر فطری مساوات قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ مرد اور عورت کے درمیان تاریخ کی سب سے بڑی عدم مساوات قائم ہوگئی۔

❖ ❖ ❖

حیات بعد الممات اور شفاعت کا تصوّر

اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا کے آگے سپرد (surrender) کر دینا۔ مسلمان وہ ہے جو اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ انسان کی پیدائش ایک متعین مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ وہ ایک ذمہ دار ہستی ہے۔ اس کے پیدا کرنے والے نے اسے وجدان اور عقل کی رہنمائی کے ساتھ وحی کی واضح ہدایت سے زندگی بسر کرنے کا ایک مکمل ہدایت نامہ دے کر پیدا کیا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرنا ہی حق اور سچ ہے اور اسے چھوڑ کر من مانا طریقہ اختیار کرنا گمراہی اور برائی ہے۔ خالق کائنات مرنے کے بعد ہر ایک سے اس کے کارنامہ زندگی کا حساب لے گا۔ اس کے بعد اچھے فرمانبردار بندوں کے لیے دائمی جنت کا فیصلہ کرے گا اور منکر لوگوں کو دائمی جہنم میں ڈال دے گا۔ اس احساس کے تحت جو زندگی بنتی ہے اس کو ایک لفظ میں ''آخرت رخی زندگی'' (Akhirat-oriented life) کہہ سکتے ہیں۔

یہ احساس جب کسی دل میں پیدا ہو جائے تو اس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ وہ ہر وقت خدا سے ڈرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ خدا اس کو کھلے اور چھپے ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے وہ ہمیشہ انصاف اور خیر خواہی کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ اس کا خدا کھڑا ہوا ہے۔ وہ کبھی اس بات کو نہیں بھولتا کہ بالآخر وہی چیز صحیح قرار پائے گی جس کو خدا صحیح کہے اور وہ سب کچھ غلط ٹھہرے گا جس کو خدا نے غلط ٹھہرایا ہے۔

جو لوگ حقیقی معنوں میں اپنے رب کو پالیں وہ کچھ اور ہی انسان بن جاتے ہیں۔ بظاہر وہ عام آدمیوں کی طرح ہوتے ہیں مگر ان کا اندرونی انسان بالکل دوسرا انسان ہو جاتا ہے۔ ان کے جینے کی سطح عام انسانوں سے مختلف ہو جاتی ہے۔

ایسے لوگ موجودہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کی فضاؤں میں پہنچ جاتے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز ان کے لیے آخرت کا آئینہ بن جاتی ہے۔ آج کی رونقوں میں انہیں جنت کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ آج کی تلخیاں ان کو جہنم کی یاد دلانے والی بن جاتی ہیں۔ وہ دنیا میں آخرت کو دیکھ لیتے ہیں۔ وہ زندگی میں موت کا پیغام سن لیتے ہیں۔

مومن حقیقت میں وہی ہے جو دنیا میں آخرت کے عالم کو دیکھ لے۔ جو حالت غیب میں رہتے ہوئے حالت شہود میں پہنچ جائے۔ غیر مومن پر بھی وہ دن آئے گا جب کہ وہ آخرت کی دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ مگر یہ دیکھنا اس وقت ہوگا جب کہ قیامت کی چنگھاڑ ظاہری پردوں کو پھاڑ دے گی۔ جب غیب اور شہود کا فرق مٹ جائے گا۔ مگر اس وقت کا دیکھنا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ کیونکہ وہ بدلہ پانے کا وقت ہوگا نہ کہ ایمان و یقین کے ثبوت کا۔

خدا نے انسان کو ایک ایسی مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے جس کے اندر بہت سی خواہشیں اور لذتیں چھپی ہوئی ہیں۔ دنیا میں ان خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل کا سامان بھی موجود ہے۔ مگر انسان جب انہیں پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہیں پورا نہیں کر سکتا۔ کبھی انسان کی عمر اس کی خواہشوں اور لذتوں کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ اور کبھی اس کی محدودیت۔ کبھی اس کی کوئی کمزوری رکاوٹ بن جاتی ہے اور کبھی کوئی ناخوشگوار اتفاق۔

کیا انسان کا مقدر صرف یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی خواہشیں

لے کر دنیا میں آئے اور پھر یہ حسرت لے کر دنیا سے چلا جائے کہ وہ اپنی خواہشوں کو حاصل نہ کر سکا۔ نہیں! بلکہ خدا نے جنت کی صورت میں اس کی خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل کا ابدی سامان مہیا کر رکھا ہے۔ موت کے بعد آدمی ایک اور زیادہ کامل زندگی پالیتا ہے، وہ ایک ایسی دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولتا ہے جو ہر قسم کی کمیوں سے پاک ہے۔ یہاں وہ سب کچھ بے حساب مقدار میں موجود ہے جس کو انسان نے موجودہ دنیا میں چاہا مگر وہ ان کو اپنے لیے حاصل نہ کر سکا۔

موت کے بعد کی یہ جنت ان خوش نصیب لوگوں کے لیے ہے جو موت سے پہلے جنتی عمل کا ثبوت دیں جو اپنے اونچے کردار سے اس کا استحقاق ثابت کریں۔ تمناؤں کی زندگی جس کو آدمی موجودہ دنیا میں نہ پاسکا اس کو وہ آخرت کی دنیا میں پائے گا۔ مگر یہ زندگی اس کو ملے گی جو موجودہ دنیا میں اس کی قیمت ادا کر چکا ہو۔

ان ابدی آسائشوں کی قیمت آدمی کا اپنا وجود ہے۔ جو شخص اپنے وجود کو اللہ کے لیے قربان کرے گا وہ جنت پائے گا۔ وجود کی قربانی دیے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں۔

ہر آدمی کی زندگی میں وہ لمحہ آتا ہے جب کہ خدا کا دین اس سے کسی قسم کی قربانی مانگتا ہے۔ نفس کی قربانی، مال کی قربانی، زندگی کی قربانی۔ ایسے مواقع پر جو شخص مطلوبہ قربانی پیش کر دے وہ خدا کے انعام کا مستحق ہو گیا۔ جو شخص ہچکچا کر رک جائے وہ خدا کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔

جنت اتنی زیادہ قیمتی ہے کہ ہماری کوئی بھی چیز اس کا بدل نہیں بن سکتی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ایک بہت معمولی چیز کو اس کی قیمت بنا دیا ہے، یہ ہماری قربانی ہے۔ آدمی اور جنت کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اپنی بے قیمت جان کو پیش کر دے۔ وہ اس مقصد کے لیے اپنا حقیر مال لٹا دے۔ وہ خدا کے کام میں اپنی مختصر عمر کو صرف کر دے۔ سچائی کو مان لینا قربانی ہے، اپنے اثاثہ کو اللہ کے قوانین کو عملی طور پر اس دنیا میں نافذ کرنے کے لیے دینا قربانی ہے، اپنے وقت اور قوت کو خدا کی راہ میں لگانا قربانی ہے، اپنے خلاف مزاج بات کو خدا کی خاطر سہہ لینا قربانی ہے۔

کتنی بڑی چیز کی یہ کتنی چھوٹی قیمت ہے۔ مگر آدمی یہ معمولی قیمت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ آدمی مختصر زندگی گزار کر اس حال میں دنیا سے چلا جاتا ہے کہ اس نے جنت کی قیمت ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا تھا۔

موت کا سبق

آدمی زندگی چاہتا ہے مگر بہت جلد اس کو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں صرف موت اس کا استقبال کرنے کے لیے کھڑی ہوئی ہے۔ عین اس وقت جب کہ وہ اپنی ترقی کے عروج پر پہنچ چکا ہوتا ہے، موت اس کے اور اس کی کامیابیوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

آدمی مجبور ہوتا ہے کہ ایک ایسی دنیا میں داخل ہو جائے جس کے لیے اس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔

انسان اپنی عظمت کا محل تعمیر کرتا ہے مگر موت کا طوفان اس کو تنکوں کی طرح اڑا کر یہ سبق دیتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں کوئی قدرت حاصل نہیں۔ انسان کہتا ہے کہ میں اپنا مالک ہوں مگر تقدیر اس کو کچل کر اسے بتاتی ہے کہ تیرا مالک کوئی اور ہے۔ انسان موجودہ دنیا میں اپنی آرزوں کا باغ اگانا چاہتا ہے مگر موت اس کے منصوبے کو برباد کر کے یہ سبق دیتی ہے کہ اپنی دوسری دنیا تلاش کرو، کیونکہ موجودہ دنیا میں تمہاری آرزوؤں کی تکمیل ممکن نہیں۔

موت ہماری زندگی کی سب سے بڑی معلم ہے۔ موت ہر آدمی کو ایک ایسے سوال کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ ہم اپنے مالک آپ نہیں ہیں۔ موت ہمیں بتاتی ہے کہ موجودہ دنیا میں ہماری زندگی محض عارضی زندگی ہے۔ موت ہمیں بتاتی ہے کہ موجودہ دنیا میں ہمارا وہ مقام نہیں جہاں ہم اپنی تمناؤں کو حاصل کر سکیں۔ موت ہمیں جینا سکھاتی ہے۔ موت ہمیں بتاتی ہے کہ حقیقی کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

موت یہ ثابت کرتی ہے کہ ہر آدمی اکیلا ہے۔ دنیا میں آدمی دوسروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہر آدمی خاندان میں شامل ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنے کو کسی نہ کسی گروہ سے وابستہ کیے رہتا ہے۔

یہ تجربہ ہر روز اور ہر مقام پر ہوتا ہے۔ آدمی اپنے سامنے دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے خاندان اور اپنے گروہ میں جی رہا تھا۔ اس کے بعد موت آئی اور اس نے اس کو کھینچ کر ایک ایسے گڑھے

میں پہنچا دیا جہاں نہ کوئی اس کے دائیں ہوتا ہے، ورنہ کوئی اس کے بائیں۔ کیسا عجیب اور کیسا شدید ہے یہ تجربہ۔ مگر کوئی نہیں جو اس تجربہ سے سبق حاصل کرے۔

دنیا کی زندگی میں ہر موقع پر بہت سے ساتھی اس کی مدد کے لیے کھڑے ہونے والے تھے۔ مگر موت کے بعد کی زندگی میں وہ تنہا اپنی قبر کو پاتا ہے۔ وہ فرشتوں کے روبرو اکیلا ہوتا ہے۔ وہ خدا کے سامنے اس طرح پہنچتا ہے کہ اس کے آگے پیچھے کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔

انسان اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے، مگر انسان کچھ بھی نہیں ہے، موت اس لیے آتی ہے کہ وہ آدمی کو اس کی اس حقیقت سے آخری حد تک باخبر کر دے۔

ہار آخرت کی ہار اور جیت آخرت کی جیت

قرآن کی سورہ تغابن آیت ۹ میں ارشاد ہوا ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ

''جب اللہ تمہیں جمع کرے گا جمع ہونے کے دن۔ یہی دن ہے، ہار جیت کا۔''

تغابن کا لفظ ایسے معاملے کے لیے بولا جاتا ہے کہ جب ایک فریق نیچا رہے اور دوسرا فریق اونچا۔ ایک کو گھاٹا ہو اور دوسرا نفع اٹھا لے جائے۔ مطلب یہ کہ لوگ غلط فہمی سے اسی دنیا کو ہار جیت (تغابن) کا دن سمجھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہار جیت کا دن تو دراصل آخرت ہے۔ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مقاتل بن حیان نے کہا ہے:

لَا غَبْنَ أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يُدْخَلَ هٰؤُلَاءِ إِلَى الْجَنَّةِ وَيُذْهَبَ هٰؤُلَاءِ إِلَى النَّارِ (ابن کثیر)

''کوئی ہار جیت اس سے بڑی نہیں، ایک گروہ کو جنت میں داخل کیا جائے اور دوسرے گروہ کو جہنم میں ڈالا جائے''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسی دنیا کو ہار جیت کی جگہ سمجھتے ہیں۔ ان کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ اسی دنیا کی جنت، جنت ہے اور یہیں کی دوزخ، دوزخ ہے۔ قرآن نے بتایا کہ یہ محض دھوکہ ہے، ہار جیت تو دراصل وہ ہے جو آئندہ زندگی میں سامنے آنے والی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں اپنے آپ کو فاتح سمجھتے ہیں، جب پردہ ہٹے گا تو یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ اصل حقیقت تو کچھ اور تھی۔ وہاں جا کر معلوم ہوگا کہ کون گھاٹے میں رہا اور کون نفع کما لے گیا؟ اصل میں دھوکا کس نے کھایا اور کون ہوشیار نکلا، کون زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا اور کون آگے بڑھنے والا ثابت ہوا، کس نے اپنی صلاحیت کو نتیجہ خیز کام میں لگایا اور کون تھا جس نے اپنی تمام توانائیوں کو وقتی تماشوں میں برباد کر ڈالا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہار اسی کی ہے جو آخرت میں ہارے اور جیت صرف اسی کی ہے جس کو آخرت میں جیت حاصل ہوئی۔ وہ لوگ جو دنیوی مصلحتوں میں مہارت دکھا کر آج کی دنیا میں عزت اور ترقی حاصل کر رہے ہیں، کل کی دنیا میں ان کی یہ مہارتیں بالکل بے کار ثابت ہوں گی۔

حساب کتاب کا دن

وہ وقت کیسا عجیب ہوگا جب خدا کی عدالت قائم ہوگی، کسی کیلئے ڈھٹائی اور انکار کا موقع نہ ہوگا۔ وہ شخص جو کہ دنیا میں بے قیمت قرار پایا ہے، جس کو لوگوں نے اپنے درمیان سب سے کمزور سمجھ لیا تھا وہی اس وقت خدا کے حکم سے وہ شخص ہوگا جس کی گواہی پر لوگوں کے جنت اور جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو دنیا میں بہت بولنے والے تھے مگر وہاں اپنے آپ کو گونگا پائیں گے۔ جو دنیا میں عزت اور طاقت والے سمجھے جاتے تھے وہاں اپنے آپ کو بالکل بے زور دیکھنے پر مجبور ہوں گے۔ جب ان کا ظاہری پردہ اتارا جائے گا پھر دیکھنے والے دیکھیں گے کہ عیش کا لبادہ پہننے والے دین سے کس قدر خالی تھے۔ جب کتنی سفیدیاں کالی نظر آئیں گی اور کتنی رونقیں بے رونق ہو چکی ہوں گی۔

موجودہ دنیا میں لوگ مصنوعی غلافوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ کسی کے خوب صورت الفاظ اس کی اندرونی حالت کا پردہ بنے ہوئے ہیں اور کسی کو اس کی مادی رونقیں اپنے جلو میں چھپائے ہوئے ہیں۔ مگر آخرت میں لوگوں کے الفاظ بھی ان سے چھن جائیں گے

ان کی مادی رونقیں بھی۔ اس وقت ہر آدمی کو کس قدر بے چارگی کا سامنا ہوگا لوگوں کو اس کا اندازہ ہو جائے تو ان کے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو جائے، کسی چیز میں ان کی لذت باقی نہ رہے، دنیا کی عزت بھی ان کو اتنی ہی بے معنی معلوم ہو جتنی دنیا کی بے عزتی۔

آج کی دنیا میں انسان کھاتا پیتا ہے، گھر بناتا ہے، عہدے اور ترقیاں حاصل کرتا ہے۔ وہ جس بات کو چاہتا ہے اسے مانتا ہے اور جس بات کو نہیں چاہتا ہے رد کر دیتا ہے۔ وہ آزاد ہے کہ جو چاہے بولے، وہ آزاد ہے کہ جو چاہے کرے اور جس رخ پر چاہے اپنی زندگی کا سفر شروع کر دے۔

یہ صورت حال آدمی کو دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔ وہ اپنی موجودہ حیثیت کو مستقل حیثیت سمجھ بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ حالت امتحان میں ہے اور یہاں جو کچھ اسے ملا ہوا ہے وہ صرف وقتی طور پر ملا ہوا ہے۔ بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب تمام حیثیتیں اور سامان اس سے چھن جائے گا، حتیٰ کہ لباس بھی اتار لیا جائے گا جو آدمی کے اثاثہ کی آخری چیز ہوتا ہے۔ وہ اچانک اپنے آپ کو اس حال میں پائے گا کہ وہ ایک بے زور مجرم کی طرح مالک کائنات کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔

اس دن ساری اونچ نیچ مٹ جائے گی۔ خوف و دہشت سے لوگوں کی زبانیں بند ہو چکی ہوں گی۔ آدمی کے اپنے وجود کے سوا ہر چیز اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ کسی کے لیے یہ موقع نہ ہوگا کہ بے انصافی کر کے بھی کامیاب ہو اور حق کو نظر انداز کر کے بھی حق کا ٹھیکیدار بنا رہے۔

اس آنے والے دن کو جو شخص آج دیکھ لے وہی کامیاب ہے۔ جو شخص اسے کل دیکھے گا اس کے لیے اس کے سوا کوئی انجام نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے رسوا ہو کر آگ کا عذاب سہتا رہے۔

جنت کی وراثت

زمین پر انسان کو آزادی حاصل ہے مگر یہ مستقل آزادی نہیں یہ صرف وقتی آزادی ہے اور ایک خاص منصوبے کے تحت دی گئی ہے، یہ دراصل امتحان کی آزادی ہے۔ کائنات کا مالک یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ان میں سے کون ہے جو آزادی پا کر بھی آزادی کا غلط استعمال نہیں کرتا، اس کے بعد خدا ایسے لوگوں کو اپنے انعامات سے نوازے گا اور ان لوگوں کو تباہی کے گڑھے میں ڈال دے گا جو آزادی پا کر بگڑ گئے۔

دنیا کا موجودہ نظام صرف اس وقت تک ہے جب تک جانچ کا یہ عمل پورا نہیں ہو جاتا۔ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد زمین کا مالک زمین کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ جس طرح وہ بقیہ کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اس وقت اچھے اور برے ایک دوسرے سے الگ کر دیے جائیں گے۔ اچھے لوگوں کو ابدی طور پر جنتی زندگی حاصل ہوگی اور برے لوگ ابدی طور پر جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

موجودہ دنیا وہ مقام ہے جہاں آنے والے جنتی دنیا کے شہری چنے جا رہے ہیں۔ جو لوگ آزاد ہونے کے بعد بھی اپنے آپ کو اللہ کا حکم بردار بنائیں گے، جو مجبور نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کی مرضی کو اپنے اوپر طاری کریں گے، وہی اللہ کے نزدیک اس قابل ٹھہریں گے کہ وہ اللہ کی جنتی دنیا کے باسی بن سکیں۔ آج امتحان کے وقفے میں ہر طرح کے لوگ زمین پر بسے ہوئے ہیں مگر امتحان کی مدت ختم ہونے کے بعد صرف صالح لوگ خدا کی اس ہری بھری دنیا کے وارث قرار پائیں گے اور بقیہ لوگوں کو اس سے بے دخل کر کے دور پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ابدی طور پر حسرتوں اور مایوسیوں کا مزا چکھتے رہیں گے۔

جنت کی لطیف دنیا میں بسنے کے قابل وہ لوگ ہیں جن کا یہ حال ہو کہ ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ مایوس نہ ہوں بلکہ صبر کا طریقہ اختیار کریں۔ کسی سے ان کو تکلیف پہنچے تو اس کے حق میں دعائیں کریں۔ کسی سے معاملہ پڑے تو انصاف کے مطابق اس کے حقوق ادا کریں۔ کوئی تنقید کرے تو اس کو برا مانے بغیر ٹھنڈے دل سے سن لیں۔ کسی سے شکایت ہو تب بھی اس کے بارے میں انصاف کا رویہ نہ چھوڑیں۔ جب بھی کسی سے معاملہ پڑے تو دوسرے شخص کو ان سے بہتر سلوک کا تجربہ ہو۔

مومن وہ ہے جو دنیا کی زندگی میں ایسا پھول بن جائے جو اپنی کثافت کو بھی مہک کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ ایسی پاک زندگی گزارنے کی توفیق ان لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ کو اس طرح یاد

* * *

کرنے لگیں جس طرح کوئی آدمی سانس لیتا ہے۔ وہ اللہ کو اس طرح پالیں کہ وہ ان کی روح کے اندر تیر جائے، وہ ان کے دل کی دھڑکنوں میں شامل ہو جائے، وہ اللہ کے خوف و محبت میں جلتے ہوں۔

جہاں لوگوں میں سرکشی بھڑکتی ہے مومن تواضع سے جھک جاتا ہے۔ جب نفرت اُمڈتی ہے وہ محبت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ جب بد خواہی کا موقع ہو تو وہ خیر خواہی کا ثبوت دیتا ہے۔ جہاں حقوق دبائے جاتے ہیں وہ انصاف کے ساتھ حقوق لوٹاتا ہے۔ جب اعتراف کرنے میں وقار گرتا ہے تو وہ سچائی کا اعتراف کر لیتا ہے۔ جب جوابی کارروائی کا ذہن اُبھرتا ہے، تو وہ اس وقت بھی وہ وہی کرتا ہے، جو انصاف کے مطابق ہے۔

اس مقام کو پانے کے لیے ریاضتوں سے زیادہ اولوں کو بنانے کی ضرورت ہے۔ وہ روپے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کی زندگی میں جابجا موجود ہیں۔

امام نسائی نے انس بن مالکؓ سے نقل کیا ہے، ایک بار تین دن تک مسلسل یہ ہوتا رہا کہ رسول ﷺ اپنی مجلس میں یہ فرماتے کہ اب تمہارے سامنے ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے۔ ہر بار یہ آنے والا انصار میں سے ایک شخص ہوتا، یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمر اور عمرو بن عاص کو جستجو ہوئی کہ آخر وہ کون سے عمل کرتے ہیں جس کی بنا پر آپؐ نے ان کے بارے میں بار بار یہ بشارت سنائی ہے! چنانچہ وہ ایک بہانہ کر کے گئے اور تین روز تک مسلسل ان کے یہاں رات کو مہمان ہو کر رہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ شاید کوئی خاص عبادت کرتے ہوں گے جس کی وجہ سے ان کو یہ مقام ملا۔ مگر ان کو عبادت اور شب گزاری میں کوئی غیر معمولی چیز ان کو دکھائی نہ دی۔ آخر انہوں نے خود ہی ان سے پوچھا کہ بھائی، آپ کون سا ایسا عمل کرتے ہیں جس کی بنا پر ہم نے رسول ﷺ کی زبان سے آپ کے بارے میں یہ عظیم بشارت سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میری عبادت کا حال تو وہی ہے جو آپ نے دیکھا البتہ شاید اس کی ایک وجہ ہو، اور یہ کہ:

لَا اَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ غِلًّا لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا اَحْسُدُهٗ عَلٰی خَیْرٍ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

”میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کوئی کینہ نہیں رکھتا۔ اور نہ کسی ایسی بھلائی پر جو اللہ نے اسے دی ہو، اس سے حسد کرتا ہوں۔“

شفاعت کا مشرکانہ نظریہ

آخرت میں اس بات کا فیصلہ کرنا کہ دنیا میں کس شخص نے ایک فرض شناس بندے کی حیثیت سے زندگی بسر کی ہے اور اس لیے اسے یہاں جنت کی زندگی ملنی چاہیے، تمام تر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔

اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ (حج: ۵۶)

”بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی، وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔“

عقل بھی جس پہلو سے دیکھتی ہے حقیقت اسے یہی نظر آتی ہے، مثلاً:

۱۔ اللہ ہی ساری کائنات کا حاکم اور مالک ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ فیصلوں کا اختیار کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو۔

۲۔ وہ علیم ہے، ازل سے لے کر ابد تک کہ ہر بات سے وہ براہ راست واقف ہے۔ کس نے دنیا میں کیا کیا؟ اس کے ہاتھوں نے کیا کمایا ہے؟ اس کے دل کے ارادے کیا رہے ہیں؟ اس کا سینہ کن جذبات کو پالتا رہتا ہے؟ رات کی سنسان تاریکیاں اور دن کی مصروف گھڑیاں اس کے سامنے ایسی ہی روشن ہوتی جس طرح ہماری نگاہوں کے سامنے دوپہر کا سورج روشن ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی موجودگی میں صحیح فیصلوں تک پہنچنے کے لیے وہ قطعاً کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا، نہ کسی اور کی رائے یا مشورے یا شہادت کی اسے کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے، خصوصاً ایسی شکل میں جبکہ یہ ”کوئی اور“ ایسا بھی نہ ہوگا کہ اسے خود اپنے ہی ماضی و مستقبل کا بھی کوئی صحیح علم حاصل ہو۔ پھر ایک بہت کم جاننے والا بلکہ فی الواقع کچھ نہ جاننے والا سب کچھ

جانے والے کو حقیقت تک پہنچنے میں کیا مدد دے سکتا ہے؟

۳۔ وہ عادل ہے، اس لیے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی کی سفارش پر ان لوگوں کو بھی بخش دے جو اپنے ایمان اور عمل کے لحاظ سے اصولاً بخشے جانے کے مستحق نہ ہوں، کیونکہ یہ انصاف کی بات نہ ہوگی۔

غرض جس پہلو سے بھی دیکھیے، ایسی کسی خوش گمانی کی ذرا بھی گنجائش نظر نہیں آتی کہ آخرت کی کامیابی ایمان اور عمل کے بجائے بزرگ ہستیوں کی خوشنودی پر موقوف ہے، وہ وہاں کے محاسبے میں اثر انداز ہو کر لوگوں کو لازماً بخشوا لیں، خواہ وہ اس قانون جزا کے مطابق بخشے جانے کے ذرا بھی مستحق نہ قرار پا رہے ہوں۔ قرآن مجید اس قسم کے خیال کو قطعی بے بنیاد قرار دیتا ہے اور صراحت سے کہتا ہے کہ اس طرح کی کوئی سفارش وہاں کام نہ آ سکے گی۔ کام آ سکنے کی بات تو الگ رہی، سرے سے کوئی ایسی سفارش کی ہی نہ جا سکے گی:

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ

(بقرہ ۲۵۴)

"اس دن کے آنے سے پہلے، جس دن نہ کوئی لین دین ہوگا، نہ کوئی دوستی ہوگی اور نہ کوئی سفارش ہوگی"۔

صرف یہی نہیں کہ اس قسم کی سفارش کا خیال ایک بے بنیاد اور لا حاصل خیال ہے۔ بلکہ ذرا غور سے دیکھیے تو یہ سراسر ایک مشرکانہ خیال نظر آئے گا۔ کیونکہ یہ نظریہ اسی وقت قبول کیا جا سکتا ہے جب پہلے یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نہ اپنی سلطنت کا تنہا فرمانروا ہے، نہ اپنی رعایا کے متعلق فیصلہ کرنے میں کسی مداخلت سے بالاتر ہے، نہ اس کا علم ہر بات پر حاوی ہے اور نہ وہ عادل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس طرح کے تصورات ایک مشرک ہی کے ہو سکتے ہیں، مومن کے نہیں ہوتے۔

شفاعت کا اسلامی تصور

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آخرت میں کسی قسم کی کوئی شفاعت ہوگی ہی نہیں۔ اس کے برخلاف واقعہ یہ ہے کہ جہاں قرآن اور حدیث میں اس مشرکانہ نظریہ شفاعت کی بار بار تردید کی گئی ہے وہیں ایک خاص قسم کے تصور شفاعت کا ثبوت بھی ملتا ہے، اور یہ بات اسلام کے تفصیلی عقائد میں شامل ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ کچھ لوگوں کی شفاعت کریں گے۔

یہ شفاعت جس نوعیت کی ہوگی اس کا بہت کچھ اندازہ عقلی طور سے بھی لگایا جا سکتا ہے، مثلاً اتنی بات تو بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ شفاعت مذکورہ بالا نظریے کے مطابق نہ ہوگی، بلکہ اس سے بنیادی طور پر مختلف ہوگی۔ ایسی ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا یا اس صفت کے کسی لازمی تقاضے کا انکار ہرگز لازم نہ آتا ہوگا، اور جو اس حقیقت سے کسی طرح بھی ٹکراتی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا مالک و فرمانروا ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے، اس کا ہر کام اور فیصلہ عدل و انصاف کے ترازو میں تلا ہوتا ہے۔ پھر اگر یہ باتیں واضح اور کھلی ہوئی ہیں تو اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ یہ شفاعت عام اور بے قید نہ ہوگی بلکہ خاص اور محدود ہوگی، کچھ شرائط کے ساتھ ہوگی، کسی ضابطے اور اصول کے تحت ہوگی۔

قرآن مجید نہ صرف یہ کہ اس عقلی قیاس کو ٹھیک بتاتا ہے بلکہ اس نے اس ضابطے اور اصول کی پوری تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔ جس کے تحت شفاعت ہوگی، اور وہ یوں ہے:

۱۔ شفاعت کا معاملہ پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہوگا اور جو کچھ ہوگا اس کی مرضی کے تحت ہوگا۔ (قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا) (زمر ۴۴)

۲۔ شفاعت کے لیے زبان صرف وہی شخص کھول سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اس کا اذن دے گا۔ (مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ) (بقرہ ۲۵۵)

۳۔ شفاعت کرنے والا شفاعت صرف اسی شخص کے بارے میں کر سکے گا جس کے لیے شفاعت کرنے کی اسے اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رضا مل چکی ہوگی۔ (وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى) (انبیاء ۲۸)

۴۔ اس شفاعت میں وہ صرف ایسی ہی بات کہے گا جو ہر پہلو سے ٹھیک ہوگی۔ (لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

* * *

وَقَالَ صَوَابًا (نباء، ۲۸)

ان حدود کے اندر جو شفاعت ہوگی اس کی نوعیت کچھ ڈھکی نہیں رہ جاتی۔ وہ قطعی طور پر عاجزانہ عرض و معروض اور دعا و استغفار سے بال برابر بھی مختلف کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ شفاعت کرنے والا نہ کسی شخص کے ایمان و عمل کے متعلق اللہ تعالیٰ کی معلومات میں کوئی اضافہ کرے گا اور نہ کسی جہت سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کا خیال تک دل میں لا سکے گا، بلکہ وہ نیک بندے ایک قسم کی شہادت دیں گے کہ چونکہ تیرے فلاں بندوں نے قافلۂ حق میں شریک ہو کر سخت تکالیف اور آزمائش کی گھڑیوں میں اور ہر حال میں تیرے احکام اور رضا جوئی کے لیے سعی و جہد کی، ان کو اپنی رحمت اور مغفرت کے دامن میں لے لے۔ اس طرح حقیقت واقعی تو یہ قرار پاتی ہے کہ جس طرح اس شفاعت کے قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا، اسی طرح شفاعت کرنے والا بھی فی الاصل وہی ہوگا۔ چنانچہ بعض مقامات پر قرآن مجید نے یہ صراحت بھی کر دی ہے: مثلاً

لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ (انعام، ۵۱)

”ان کے لیے، اس کے سوا کوئی کارساز نہ ہوگا، نہ کوئی شفاعت کرنے والا“۔

شفاعت کرنے والے کون لوگ ہوں گے، اور جن کے حق میں شفاعت کی جائے گی وہ کون اور کیسے لوگ ہوں گے؟ اس حوالے سے احادیث یہ بتاتی ہیں کہ شفاعت کرنے والے اللہ کے نیک اور مصلح بندے ہوں گے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام اور چرچا بلند کرنے کے سعی و جہد کی اور جن کے حق میں شفاعت کی جائے گی وہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد ان نیک اور مصلح بندوں کی کوششوں کا ساتھ دیا اور اپنی حد تک نیک عمل کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کی ہوگی، لیکن حساب کتاب کے وقت اتنا کم وزن نکلا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے عام قانون مغفرت کے تحت وہ بخشے جانے کے مستحق نہ قرار پائیں گے، اور اس استحقاق میں کچھ کسر رہ گئی ہوگی۔ یہی کسر وہ چیز ہوگی جس سے درگزر کرانے کے لیے شفاعت کی جائے گی۔ قرآن میں جن واضح صورتوں کا تذکرہ ہوا ہے کہ حق کی جدوجہد سے ٹکرانے والوں، اللہ کے ساتھ ذات و صفات میں شریک کرنے والوں اور حقوق العباد مجروح کرنے والوں کی مغفرت کسی بھی صورت میں نہیں ہوگی۔ وہ لوگ اس رعایت کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے۔

یہاں ذہن ایک اور سوال کرے گا، اور وہ یہ کہ اس شفاعت کی اصل معنویت کیا ہے؟ وہ فی الواقع کس غرض کے لیے ہوگی؟ اگر شفاعت کرنے والا شفاعت کرنے میں اتنا بے اختیار ہے، جتنا کہ اوپر درج کی گئی آیات سے ظاہر ہوتا ہے، تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ شفاعت کے بعد جن لوگوں کی مغفرت کا اعلان کیا جائے گا ان کی مغفرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی کر چکا ہوگا۔ پھر اس شہادت و شفاعت کا سلسلہ کس لیے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر اس شفاعت کی اصل غرض اللہ کی جانب سے اس کے ان خاص نیک اور صالح بندوں کی عزت افزائی معلوم ہوتی ہے جن کو وہ اپنی بارگاہ میں زبان کھولنے اور عرض معروض کرنے کی اجازت دے گا۔ حشر کے بھرے میدان میں جہاں سب خاموش، سہمے، سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور کسی کو دم مارنے کا چارہ نہ ہوگا، ان لوگوں کے لیے یہ یقیناً بڑی ہی عزت اور فخر کی بات ہوگی جنہیں بات کرنے کی اجازت مل جائے۔ اور پھر فرمانروائے کائنات کی طرف سے اس گزارش کے منظور کر لیے جانے اور بندوں کے بخش دیے جانے کا اعلان بھی ہو جائے۔

اس تمام تفصیل سے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو گئی ہوگی کہ شفاعت دراصل اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے خاص ضابطۂ مغفرت کا نام ہے جو مغفرت کے عام قانون سے قدرے رعایتی ہے مگر ہے یہ بھی بہر حال ایک ضابطہ ہی، جو اللہ کی صفتِ توحید، صفتِ عدل، صفتِ حاکمیت اور صفتِ عزت و علم کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اور جس سے قانون جزا اور سزا کی معنویت میں ذرا برابر فرق نہیں آتا۔

بلاشبہ کتاب و سنت سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آخرت میں لوگوں کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر نہ ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ”فضل و کرم“ بھی بہر حال اپنا ایک ضابطۂ عدل رکھتا ہوگا، اور صرف انہیں لوگوں کو اپنے سایہ میں لے گا جو اپنے ایمان اور عمل

کی بنا پر اس کے مستحق ٹھہریں گے۔ جو شخص جتنا زیادہ اچھا ایمان و عمل لیکر حاضر ہوگا وہ اس فضل وکرم کا اتنا زیادہ حقدار ثابت ہوگا، اور جس کے پاس یہ پونجی جتنی کم ہوگی وہ اس عنایت کا اتنا ہی کم مستحق قرار پائے گا۔ یہاں تک کہ کتنے ہی ایسے بھی ہوں گے جو اس کرم بخشی کے بالکل ہی اہل نہ ٹھہریں گے غرض مغفرت کا عملی انحصار اصلاً انسان کے اپنے ایمان وعمل ہی پر ہے، اور اس بارے میں اول سے آخر تک سارے فیصلے صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوں گے۔

یہ ہے اسلام میں شفاعت کا صحیح تصور۔ آخرت پر ایمان لانے اور رکھنے کا دعویٰ بالکل بے معنی ہے جب تک شفاعت کے بارے میں صحیح اسلامی تصور کو اپنا کر اس کے باطل نظریے سے اپنے ذہن کو پوری طرح پاک نہ کر لیا جائے، جس کا ابھی تذکرہ ہوا ہے۔ کیونکہ اس باطل (مشرکانہ نظریہ شفاعت) نظریے کی موجودگی میں توحید اور آخرت پر ایمان رکھنے کا مقصد بالکل فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ اللہ پر اور آخرت پر ٹھیک ٹھیک ایمان کا مقصد یہی تو ہے کہ انسان کو حقیقت کا صحیح علم ہو، تاکہ وہ اپنی زندگی میں عمل کا صحیح رویہ اختیار کر سکے اور دنیا میں اللہ کا عبد اور اس کا فرمانبردار بن کر رہے۔ کیا شفاعت کا یہ باطل نظریہ انسان کو اصل حقیقت کا شناسا اور صحیح راہ عمل پر گامزن رہنے دے سکتا ہے؟ قطعاً نہیں، کیونکہ وہ تو اسے اس خوش فہمی میں مبتلا کر رہا ہے کہ آخرت کی باز پرس میں کامیابی کا اصل انحصار ایمان وعمل پر نہیں بلکہ بزرگ ہستیوں کی خوشنودی اور شفاعت پر ہے، اور ان ہستیوں کی خوشنودی اور شفاعت کے میسر آنے کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ ان کے آستانے پر عقیدت کی نذریں پیش کی جاتی رہیں۔ ذرا سوچیے، اس نظریے کے تحت آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا احساس کیونکر باقی رہ سکتا ہے؟ کہنا چاہیے کہ یہ ایک سرتا سر افیونی تخیل ہے، اور تخیل کے ساتھ آخرت کا ماننا نہ ماننے کے برابر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے آخرت کے اسلامی عقیدے کو، اس کی اپنی صحیح شکل میں ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ شفاعت کے بارے میں ذہن اچھی طرح صاف رکھا جائے۔

* * *

تقسیم عمل کی حکمت

قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (نساء: ۳۴)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد عورتوں کے اوپر حاکم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے نظام میں وہ تمام کام جن کے لیے فعال صلاحیت درکار ہے، وہ سب مرد کے ذمہ ہیں۔ مثلاً کمانا، دفاع کرنا، بیرونی معاملات کا انتظام کرنا وغیرہ۔ مرد ان کاموں کے لیے فطری طور پر زیادہ موزوں ہیں، اس لیے یہ سب کام انہیں کے ذمہ کیے گئے ہیں۔ ''قوام'' کا لفظ تقسیم عمل کی حکمت کو بتاتا ہے نہ کہ ایک صنف پر دوسرے صنف کے امتیازی مرتبہ کو۔

اس کے برعکس گھر کے اندرونی نظام کو سنبھالنے کا جو کام ہے اس کے لیے منفعل صلاحیتیں درکار ہیں۔ یہ صلاحیتیں عورت میں زیادہ ہیں۔ اس لیے اس کو گھر کے اندرونی کاموں کا انچارج بنایا گیا ہے۔

دین سے محبت کے تقاضے

دین بنیادی طور پر انسان میں خدا کے شعور اور معرفت کو راسخ کرتا ہے۔ انسان خدا کا بندہ ہے۔ انسان کیلئے درست طریقہ صرف یہ ہے کہ وہ دنیا میں خدا کا بندہ بن کر رہے۔ اسی بندگی والی روش کا دوسرا نام اسلام ہے۔ اسلامی زندگی خدا کی بندگی اور ماتحتی والی زندگی ہے۔ غیر اسلام یہ ہے کہ آدمی سرکش بن جائے، اور خدا سے آزاد ہو کر زندگی گذارے۔ اس کے مقابلے میں اسلام یہ ہے کہ آدمی اطاعت شعور رہو اور اپنے آپ کو خدا کی وفاداری اور ماتحتی میں دیتے ہوئے زندگی گذارے۔ مومن ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے، کیونکہ اس کے خدا نے اسے ایسا کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔ وہ دوستوں سے محبت کرتا ہے، اس لئے کہ رفقاء کے ساتھ پر خلوص رویوں کی اس کے خدا نے اسے تلقین کی ہے۔ وہ ہر بزرگ اور ہر بڑے کا ادب ولحاظ رکھتا ہے، اس لئے کہ ادب سکھانے والی حقیقت ذات نے اسے یہی سکھایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر انسان کیلئے بیشمار حاکم اور گردن جھکانے والی قوتیں ہیں۔ لیکن مومن کیلئے صرف ایک ہی طاقت ہے جس کے آگے وہ سر جھکاتا ہے۔ اس کی پیشانی کیلئے چوکھٹ بھی ایک ہی ہے اور اس کی دل کا خریدار بھی ایک ہی ہے۔ یہی ہے اسلام کا خلاصہ جس کی ہر مومن و مسلمان کو قرآن مجید نے تعلیم دی ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ (یوسف۔ ۴۰)

”سارے جہان میں حکم صرف اسی اللہ کا ہے، اس کے سوا کسی
کی پرستش کرو نہ کسی کو معبود بناؤ“

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

”لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (بخاری و مسلم)

”جس بات کو ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو، اس میں کسی
بندے کی فرمانبرداری نہ کرو“

سرور کائنات ﷺ سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون آقا ہو سکتا ہے؟ لیکن آپ ﷺ نے جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی تو فرمایا کہ ”میری اطاعت بھی آپ پر اس وقت تک واجب ہے جب تک میں آپ کو نیکی کا حکم دوں۔“ جب سید الکونین ﷺ کی اطاعت بھی مسلمانوں کے اوپر نیکی کی شرط سے مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون سا بادشاہ، کون سی حکومت اور کون سا پیشوا اور رہبر ہے جس کی اطاعت باوجود گمراہی وضلالت کے مسلمان کے لئے باقی رہتی ہو۔

ہر چیز سے زیادہ اللہ، رسول ﷺ اور دین کی محبت

اسلام جس طرح ہمیں اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے اور نماز، روزہ، اور حج وزکوٰۃ ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اور ایمانداری اور پرہیزگاری اور خوش اخلاقی اور نیک اطواری اختیار کرنے کی ہدایت اور تاکید کرتا ہے اسی طرح اس کی ایک خاص ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کی ہر چیز سے زیادہ، یہاں تک کہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں اور جان و مال اور عزت وآبرو سے بھی زیادہ، خدا اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کے دین سے محبت کریں۔

یعنی اگر کبھی کوئی ایسا نازک اور سخت وقت آئے کہ دین پر قائم رہنے اور اللہ اور رسول ﷺ کے حکموں پر چلنے کی وجہ سے ہمیں جان و مال اور عزت وآبرو کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی اللہ و رسول ﷺ کو اور دین کو نہ چھوڑیں اور جان و مال یا عزت وآبرو پر جو کچھ گزرے، گزر جانے دیں۔

قرآن وحدیث میں جا بجا فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کریں اور ان کو اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ اور اس کے دین کے ساتھ ایسی محبت اور اس درجے کا تعلق نہ ہو، وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے سخت سزا اور عذاب کے مستحق ہیں۔ سورہ توبہ میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ ○ (سورۃ توبہ ۲۳، ۲۴)

"(اے رسول!) تم ان لوگوں کو جتلا دو کہ اگر تمہارے ماں باپ، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ قبیلہ، تمہارا مال دولت، جسے تم نے کمایا ہے اور تمہاری تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں (سو اگر یہ چیزیں) تم کو زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کے دین کے لیے کوشش کرنے سے، تو اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو اور (یاد رکھو) کہ اللہ نہیں ہدایت دیتا نافرمانوں کو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کے اور ان کے دین کے مقابلے میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں یا مال و جائداد سے زیادہ محبت رکھتے ہوں اور جن کو اللہ و رسول ﷺ کی رضامندی اور دین کی خدمت و ترقی سے زیادہ فکر ان چیزوں کی ہو، وہ اللہ کے سخت نافرمان ہیں اور اس کے غضب کے مستحق ہیں۔

ایک مشہور اور صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایمان کی مٹھاس اور دین کا ذائقہ اسی شخص کو نصیب ہوگا جس میں تین باتیں جمع ہوں۔ اول یہ کہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت اس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لیے کرے (گویا ذاتی اور حقیقی محبت صرف اللہ ہی سے ہو)۔ تیسری یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹنا اور دین کو چھوڑنا اس کو ایسا ناگوار و گراں ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا۔"

تو معلوم ہوا کہ اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک اصلی اور سچے مسلمان وہی ہیں جن کو اللہ اور رسول کی اور دین اسلام کی محبت دنیا کے تمام آدمیوں اور تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی آدمی سے بھی محبت کریں تو اللہ ہی کے لیے کریں اور دین سے ان کو ایسی الفت ہو کہ اس کو چھوڑ کر کفر کا طریقہ اختیار کرنا ان کے لیے اتنا شاق اور ایسا تکلیف دہ ہو جیسا کہ آگ کے الاؤ میں ڈالا جانا۔

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک پورا مومن اور اصلی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے اور دنیا کے سارے آدمیوں سے زیادہ نہ ہو۔"

ایمان دراصل اسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ اور رسول ﷺ کا ہو جائے اور اپنے سارے تعلقات اور خواہشات کو ان کے تعلق پر اور ان کے دین کی راہ میں قربان کر سکے، جس طرح صحابہ کرامؓ نے کر کے دکھایا اور آج بھی اللہ کے سچے اور صادق بندوں کا یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی انھیں کے ساتھ اور انھیں میں سے کر دے۔

دین کی خدمت و دعوت:

ایمان لانے کے بعد ضروری ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان عمل کے حوالے سے ان دو حیثیتوں کے تقاضے پورے کریں جو اس دنیا میں ہمیں حاصل ہیں۔ ہماری ایک حیثیت یہ ہے کہ ہم خدا کے بندے ہیں۔ ہماری دوسری حیثیت یہ کہ ہم آخری رسول کے امتی ہیں۔ پہلی حیثیت کے اعتبار سے ہر مسلمان سے فرداً فرداً یہ مطلوب ہے کہ وہ ذاتی طور پر عبد صالح بن جائے۔ وہ اپنی ذات سے خدا کی بندگی کا ثبوت دے۔ اور دیگر انسانوں کو اسی معرفت سے بہرہ مند کرے جو اسے حاصل ہو چکی ہے۔ آخری رسول کا امتی ہونا اسی کے ساتھ ہمارے اوپر ایک اور فریضہ عائد کرتا ہے۔ یہ ہے کہ ہم دنیا والوں کو پیغام رسالت پہنچانے کے لئے رسول خدا کی قائم مقامی کریں:

فَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الْفَرَائِضَ الَّتِيْ افْتَرَضْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ

وَ الرُّسُلَ (وہب بن منبہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: امت محمدی پر میں نے وہ فرائض عائد کیے ہیں جو میں نے نبیوں اور رسولوں پر عائد کیے تھے۔

حضرت محمد ﷺ سارے عالم کی طرف مبعوث ہیں اور آپ کے ماننے والے آپ کی جمعیت میں ان قوموں کی طرف مبعوث ہیں جن کے درمیاں وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ کی بعثت عامہ تمام اہل دنیا کی طرف، آپ کی وفات کے بعد، آپ کی امت ہی کے واسطے سے ہے۔ حضرت مسعود بن مخرمہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً لِّلنَّاسِ کَآفَّۃً فَاَدُّوْا عَنِّیْ

(تہذیب سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

"بیشک اللہ نے مجھ کو سارے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، پس تم میری طرف سے لوگوں کی طرف پہنچا دو۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس نے ہزاروں پیغمبر اس دنیا میں صرف اسی مقصد کے لیے بھیجے اور ان پیغمبروں نے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کے اور دکھ سہہ کے دین کی خدمت و دعوت کا یہ کام انجام دیا، اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے کوششیں کیں (اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کا ساتھ دینے والوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے)۔

پیغمبری کا یہ سلسلہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذریعے اپنے اس خاص فیصلے کا اعلان بھی کر دیا کہ دین کی تعلیم و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے آئندہ اب کوئی پیغمبر نہیں بھیجا جائے گا بلکہ اب قیامت تک یہ کام انھیں لوگوں کو کرنا ہوگا جو حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین حق کو مان چکے ہیں اور ان کی ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔

الغرض نبوت و رسالت ختم ہونے کے بعد دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ کے لیے اب حضور ﷺ کی امت کے سپرد کر دی گئی ہے اور دراصل اس امت کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے بلکہ قرآن شریف میں اسی کام اور اسی خدمت دعوت کو اس امت کے وجود کا مقصد بتلایا گیا ہے، گویا کہ یہ امت پیدا ہی اس کام کے لیے کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)

"(اے امت محمد ﷺ) تم ہو وہ بہترین جماعت جو اس دنیا میں لائی گئی ہے انسانوں کی اصلاح کے لیے، تم کہتے ہو نیکی کو اور روکتے ہو برائی سے اور سچا ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ امت محمد ﷺ دنیا کی دوسری امتوں اور جماعتوں میں اسی لحاظ سے ممتاز اور افضل تھی کہ خود ایمان اور نیکی کے راستے پر چلنے کے علاوہ دوسروں کو بھی نیکی کے راستے پر چلانے اور برائیوں سے بچانے کی کوشش کرنا اس کی خاص خدمت اور خاص ڈیوٹی تھی، اور اسی لیے اس کو "خَیْرَ اُمَّۃٍ" قرار دیا گیا تھا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امت اگر دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا یہ فرض ادا نہ کرے تو وہ اس فضیلت کی مستحق نہیں بلکہ سخت مجرم اور قصوروار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے کام کی ذمہ داری اس کے سپرد کی اور اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔

جس طرح مسلمانوں کو دنیا کی تمام اقوام تک دین کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اسی طرح ان کا یہ بھی فرض ہے کہ دین کی دعوت اور اصلاح و ہدایت کا کام پہلے اس امت ہی کے ان طبقوں میں بھی کیا جائے جو دین و ایمان اور نیکی و پرہیزگاری کے راستے سے دور ہو گئے ہیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جو لوگ خود کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں، خواہ ان کی عملی حالت کیسی ہی ہو، وہ بہر حال ایمان و اسلام کا اقرار کر کے خدا اور رسول ﷺ اور ان کے دین کے ساتھ ایک قسم کا رشتہ اور ایک طرح کی خصوصیت پیدا کر چکے ہیں اور اسلامی سوسائٹی اور برادری کے ایک فرد بن چکے ہیں۔ اس واسطے ہمارے لیے ان کی اصلاح و تربیت کی فکر بہر حال مقدم ہے جس طرح کہ قدرتی طور سے ہر شخص پر اس کی اولاد اور اس کے قریبی رشتے

داروں کی خبر گیری اور دیکھ بھال کی ذمے داری بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ ہوتی ہے۔

اگر ہم اپنے گردوپیش بسنے والوں کو آنے والے دن سے آگاہ نہ کریں تو ہمارے لئے بحیثیت امت ٹھیک اسی گرفت کا اندیشہ ہے جو کسی نبی کے لئے اس وقت تھا جب کہ وہ اس قوم کو خدا کا پیغام نہ پہنچائے جس کی طرف وہ بھیجا گیا ہے۔ اپنی قوم کو شرک و کفر میں چھوڑ کر نبی کا ''نماز روزہ'' بھی خدا کے یہاں قبول نہ تھا۔ پھر ہمارے لئے صرف ذاتی عمل کس طرح کافی ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے گردوپیش ہمارے رشتہ دار و احباب کے کئی افراد اس حال میں پڑے ہوں کہ انہیں یہ بتایا ہی نہ گیا ہو کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے اور انہیں اپنی حقیقی کامیابی کے لئے کیا کرنا چاہیے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد صرف اس جنگ کا نام ہے جو دینی اصول و احکام کے مطابق اللہ کے راستے میں لڑی جائے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دین کی دعوت اور بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت کے لیے جس وقت جو کوشش کی جا سکتی ہو، وہ بھی اس وقت کا خاص جہاد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد قریباً بارہ، تیرہ برس مکہ معظمہ میں رہے۔ اس پوری مدت میں آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا جہاد یہی تھا کہ مخالفتوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے باوجود دین پر مضبوطی سے جمے رہے اور دوسروں کی اصلاح و ہدایت کی کوششیں کرتے رہے اور بندگانِ خدا کو خفیہ و علانیہ دین کی دعوت دیتے رہے۔

الغرض اللہ سے غافل اور راستے سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانے کی اور صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کرنا اور اس راہ میں اپنا پیسہ خرچ کرنا اور وقت اور چین و آرام قربان کرنا، یہ سب اللہ کے نزدیک ''جہاد'' ہی میں شمار ہے۔

اس کام کے کرنے والوں کو آخرت میں جو اجر و ثواب ملنے والا ہے اور نہ کرنے والوں کے لیے اللہ کی ناراضگی اور غضب کے جو وعدے وعید ہیں ان کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص لوگوں کو صحیح راستے کی دعوت دے اور نیکی کی طرف بلائے، تو جو لوگ اس کی بات مان کر جتنی نیکیاں اور بھلائیاں کریں گے اور ان نیکیوں کا جتنا ثواب ان کرنے والوں کو ملے گا اتنا ہی ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جس نے ان کو نیکی کی دعوت دی اور اس کی وجہ سے خود نیکی کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کی دعوت اور کوشش سے دس بیس آدمیوں کی بھی اصلاح ہوگئی اور وہ خدا و رسول ﷺ کو پہچاننے لگے اور دینی احکام پر چلنے لگے، نمازیں پڑھنے لگے اور اسی طرح دوسرے فرائض ادا کرنے لگے اور گناہوں اور بری باتوں سے بچنے لگے تو ان چیزوں کا جتنا ثواب ان سب کو ملے گا، اس سب کے مجموعے کے برابر تنہا آپ کو ملے گا۔۔۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس قدر اجر و ثواب کمانے کا کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں کہ ایک آدمی کو سینکڑوں آدمیوں کی عبادتوں اور نیکیوں کا ثواب مل جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے علی! قسم اللہ کی اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت ہو جائے، تو تمہارے حق میں یہ اس سے بہتر ہے کہ بہت سے سرخ اونٹ تمہیں مل جائیں (واضح رہے کہ اہل عرب سرخ اونٹوں کو بہت بڑی دولت سمجھتے تھے)۔''

درحقیقت اللہ کے بندوں کی اصلاح و ہدایت اور ان کو نیکی کے راستے پر لگانے کی کوشش، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا بہت اونچے درجے کی خدمت اور نیکی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت اور نیابت ہے، پھر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی دولت کی بھی اس کے مقابلے میں کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کی اہمیت کو ایک عام فہم مثال کے ذریعے بھی سمجھایا ہے۔

آپ ﷺ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"فرض کرو ایک کشتی ہے جس میں نیچے اوپر دو طبقے ہیں، اور نیچے کے طبقے والے مسافروں کو پانی اوپر کے طبقے سے لانا پڑتا ہے جس سے اوپر والے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ ان پر ناراض ہوتے ہیں، تو اگر نیچے والے مسافر اپنی غلطی اور بیوقوفی سے نیچے ہی سے پانی حاصل کرنے کے لیے کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگیں اور اوپر کے درجے والے ان کو اس غلطی سے روکنے کی کوشش نہ کریں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی سب ہی کو لے کر ڈوب جائے گی اور اگر اوپر والے مسافروں نے سمجھا بجھا کر نیچے کے درجے والوں کو اس حرکت سے روک دیا، تو وہ ان کو بھی بچائیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "بالکل اسی طرح گناہوں اور برائیوں کا بھی حال ہے، اگر کسی جگہ کے لوگ جہالت کی باتوں اور گناہوں میں مبتلا ہوں اور وہاں کے نیک اور سمجھدار قسم کے لوگ ان کی اصلاح و ہدایت کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ان گناہگاروں اور مجرموں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوگا، اور پھر سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے اور اگر ان کو گناہوں اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کر لی گئی تو پھر سب ہی عذاب سے بچ جائیں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ اور قسم کھا کے فرمایا ہے کہ:

"اس اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم اچھی باتوں اور نیکیوں کو لوگوں سے کہتے رہو اور برائیوں سے ان کو روکتے رہو۔ یاد رکھو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تم پر کوئی سخت قسم کا عذاب مسلط کر دے اور پھر تم اس سے دعائیں کرو اور تمہاری دعائیں بھی اس وقت نہ سنی جائیں۔"

اس زمانے کے بعض خدا رسیدہ اور روشن دل بزرگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر ایک عرصے سے جو مصیبتیں اور ذلتیں آ رہی ہیں اور جن پریشانیوں میں وہ مبتلا ہیں جو ہزاروں دعاؤں اور ختموں اور وظیفوں کے باوجود بھی نہیں ٹل رہی ہیں تو اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہم دین کی خدمت دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کو چھوڑے ہوئے ہیں جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے تھے اور ختم نبوت کے بعد جس کے ہم پورے ذمے دار بنائے گئے تھے۔ اور دنیا کا بھی ایسا ہی قانون ہے کہ جو سپاہی اپنی خاص ڈیوٹی ادا نہ کرے اس کو معطل کر دیا جاتا ہے اور بادشاہ جو سزا اس کے لیے مناسب سمجھتا ہے، دیتا ہے۔

آؤ! آئندہ کے لیے اس فرض اور اس ڈیوٹی کو انجام دینے کا ہم سب عہد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہو۔ اس کا وعدہ ہے کہ:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (الحج۔ ۴۰)

"اللہ ان لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریں گے۔"

غیر مسلموں میں دعوت اسلام

غیر مسلموں کے سلسلے میں ہماری جو ذمہ داری ہے وہ شہادت حق یا دعوت الی الاسلام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا پیغام خدا کے بندوں تک پوری طرح پہنچ جائے تا کہ آخرت میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ ہم کو حقیقت کا علم نہیں تھا۔

یہ امت مسلمہ کی وہ اہم ترین ذمہ داری ہے جسے ہر اختلاف کو مٹا کر انجام دینا ہے۔ طبرانی نے حضرت مسور بن مخرمہ کے واسطے سے نقل کیا ہے:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ رَحْمَةً لِّلنَّاسِ كَافَّةً فَاَدُّوْا عَنِّيْ، رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، وَلَا تَخْتَلِفُوْ كَمَا اخْتَلَفَ الْحَوَارِيُّوْنَ عَلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

"نبی ﷺ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور فرمایا، اللہ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، پس تم لوگ، اللہ تم پر رحم کرے، میری طرف سے اس فرض کو ادا کرو اور اختلاف نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اختلاف کیا۔"

جس طرح نبی مبعوث ہوتا تھا، اسی طرح یہ امت گویا اس مقصد کے لئے دائمی طور پر مبعوث ہے۔ خلیفہ ثانی کے زمانے میں جب ربعی بن عامر سردار ان فارس کی دربار میں اسلام کے سفیر بن کر گئے اس وقت جو گفتگو ہوئی اس کا ایک ٹکڑا یہ تھا:

فقالوا لہ ما جاء بکم؟ فقال اللہ بعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللہ، ومن ضیق الدنیا الی سعتھا ومن جور الأدیان الی عدل الاسلام، فارسلنا بدینہ الی خلقہ لندعوھم الیہ (البدایہ والنہایہ)

''سرداروں نے پوچھا: تم لوگ کس لئے یہاں آئے ہو؟ ربعی بن عامر نے جواب دیا: اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ جس کو وہ چاہے، اس کو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدا کی عبادت میں لائیں۔ دنیا کی تنگی سے اس کی فراخی کی طرف لائیں اور مذاہب کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لائیں۔ بس اللہ نے ہم کو اپنے دین کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اس طرف بلائیں۔''

یہ ذمہ داری ایک عالمگیر ذمہ داری ہے جو کسی جغرافیائی حد پر نہیں رکتی۔ صاحب البدایہ نے کسریٰ کے دربار میں نعمان بن مقرن کی جو تفصیلی تقریر نقل کی ہے، اس میں انہوں نے کسریٰ کے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا:

وأمرنا ان نبدأ بمن یلینا من الأمم فندعوھم الی الانصاف فنحن ندعوکم الی دیننا وھو دین الاسلام حسّن الحسن وقبّح القبیح کلہ

(البدایہ والنہایہ جلد ۔ صفحہ ۳۱)

''(عرب میں دین پھیل گیا تو ہمارے نبی نے) ہم کو حکم دیا کہ ہم اپنے قریب کی قوموں میں جائیں اور ان کو عدل کی طرف بلائیں پس ہم تم لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں جو اچھا ہے اس کو اس دین نے اچھا بتادیا ہے، جو برا ہے اس کو اس دین نے برا بتادیا ہے۔''

صحابہ کرام کے سامنے یہ ذمہ داری انتہائی طور پر واضح تھی۔ خلافت فاروقی کے زمانہ میں عمرو بن العاص نے مصر کے مذہبی ذمہ دار کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو اس میں کہا کہ ہمارے پیغمبر کو خدا نے انسانیت کے نام ایک پیغام دے کر بھیجا تھا۔ آپ نے اپنی ذمہ داری کو مکمل طور پر ادا فرمایا اور اپنے بعد ہمارے لئے ایک واضح طریقہ چھوڑ گئے ہیں (وقد قضی الذی علیہ وترکنا علی الواضحۃ، ابن جریر، ج ۴ صفحہ ۲۲۷)

اس سلسلہ میں ایک بات یہ ہے کہ غیر اہل اسلام کے سامنے تدریجی دعوتی کام کیا جائے گا، یعنی ان کے سامنے بیک وقت سارا دین پیش کرنا ضروری نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ پہلے دین کی اصولی تعلیمات انہیں بتائی جائیں۔ خدا کا تصور، رسالت کا تصور، آخرت کا تصور، یہ وہ چیزیں ہیں جو اولاً غیر مسلم مخاطبین کے سامنے رکھی جاتی ہیں اور مسلسل مختلف پہلوؤں سے ان کے سامنے اس کی وضاحت کی جاتی ہے، جہاں جہاں ان کا ذہن اٹک رہا ہوتا ہے اس کو مضبوط استدلال کے ذریعہ ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کے بعد جب وہ اسے مان لیتے ہیں تو انہیں ان احکام کی تعلیم دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔ نبی ﷺ نے ۱۰ھ میں حضرت معاذ بن جبل رضہ کو یمن کی طرف دعوتی مشن پر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم اہل کتاب کے ایک گروہ سے ملو گے تو انہیں سب سے پہلے کلمہ توحید کی طرف بلانا (فلیکن اول ما تدعوھم الیہ شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ) جب وہ اس کو مان لیں تو اس کے بعد انہیں بتدریج نماز اور دیگر اعمال شریعت کی تعلیم دینا:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حین بعثہ الی الیمن، انک ستاتی قوما اہل کتاب. فاذا جئتہم فادعہم الی ان یشہدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان اطاعوا لک بذلک فاخبرہم ان اللہ فرض علیہم خمس صلوات کل یوم ولیلۃ فان اطاعوا لک بذلک فاخبرہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم. فان اطاعوا لک بذلک فایاک کرائم اموالہم (بخاری)

''عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے ہوئے فرمایا: تم ایک ایسی قوم میں جارہے ہو جو اہل کتاب ہے۔ جب تم وہاں پہنچو تو ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور

> محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اسے مان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہیں۔ جب وہ اس کو بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مال داروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو تم ان کے بہترین اموال سے بچنا۔"

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کو ابتدائی دعوتی مرحلہ میں صرف بنیادی تعلیمات دی جاتی تھیں۔ وہ عرصہ دراز تک ان کی تبلیغ کرتے رہتے تھے، اس کے بعد جیسے جیسے حالات پیدا ہوتے تھے اس کے مطابق تفصیلی ہدایات نازل کی جاتی تھیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کسی قوم کے پاس آیا تو اس نے پہلے ہی مرحلہ میں ایک پورا سماجی اور تمدنی نظام مرتب کر کے لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہو اور ان سے مطالبہ کیا کہ اسلامی اسٹیٹ قائم کر کے ان تمام قوانین کو زندگی کے سارے شعبوں میں جاری کرو۔

دین پر استقامت

ایمان لانے کے بعد بندے پر اللہ کی طرف سے جو خاص ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں ان میں سے ایک بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بندہ پوری مضبوطی اور ہمت کے ساتھ دین پر قائم رہے، اور خواہ زمانہ اس کے لیے کیسا ہی ناموافق ہو جائے وہ کسی حال میں دین کا سرا ہاتھ سے چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو اسی کا نام "استقامت" ہے، قرآن شریف میں ایسے لوگوں کے لیے بڑے انعامات اور بڑے درجوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓـؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ۭ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ۧ

(حٰم السجدۃ۔ ۳۰، ۳۲)

"جن لوگوں نے اقرار کرلیا (اور دل سے قبول کرلیا) کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اس کے مسلم بندے ہیں) پھر وہ اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہے، (یعنی اس اقرار کا حق ادا کرتے رہے اور کبھی اس سے نہ ہٹے) ان پر اللہ کی طرف سے فرشتے یہ پیغام لے کر اتریں گے کہ کچھ اندیشہ نہ کرو اور کسی بات کا رنج وغم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے رفیق ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارا جی چاہے گا، اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے، یہ باعزت مہمانی ہوگی تمہارے رب غفور ورحیم کی طرف سے۔"

ایک حدیث میں ہے:

" رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ: حضرت ﷺ! مجھے کوئی ایسی کافی شافی نصیحت فرمایئے کہ آپ ﷺ کے بعد پھر کسی سے کچھ پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہو بس اللہ میرا رب ہے اور پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو (اور اس کے مطابق بندگی کی زندگی گزارتے رہو)۔"

قرآن شریف میں ہماری ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی ایسے وفادار بندوں کے بڑے سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں جو بڑے سخت ناموافق حالات میں بھی دین پر قائم رہے اور بڑے سے بڑی لالچ اور سخت سے سخت تکلیفوں کا ڈر بھی ان کو دین سے نہیں ہٹا سکا۔ ان میں ایک واقعہ تو ان جادوگروں کا ہے۔ جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے بلایا تھا اور بڑے انعام واکرام کا ان سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن خاص مقابلے کے وقت جب موسیٰ علیہ السلام کے دین اور ان کی دعوت کی سچائی ان پر کھل گئی تو نہ تو انہوں نے اس کی پروا کی کہ فرعون نے جس انعام و اکرام کا اور جن بڑے بڑے عہدوں کا وعدہ ہم سے کیا ہے ان سے ہم محروم رہ جائیں گے، اور نہ اس کی پروا کی کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا۔ بہرحال انہوں نے ان سب خطروں سے بے پرواہ ہو کر بھرے مجمع میں پکار کر کہہ دیا کہ "اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى" (یعنی ہارون اور موسیٰ جس پروردگار کی بندگی کی دعوت

دیتے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے)۔

پھر جب خدا کے دشمن فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کے سولی پہ لٹکوادوں گا، تو انہوں نے پوری ایمانی جرأت سے جواب دیا:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا (سورہ طٰہٰ، ۷۲، ۷۳)

”تجھے جو حکم دینا ہو دے ڈال، تو اپنا حکم بس اس چندروزہ دنیوی زندگی ہی میں تو چلا سکتا ہے، اور ہم تو اپنے سچے رب پر ایمان اس لیے لائے ہیں کہ وہ (آخرت کی ابدی زندگی میں) ہمارے گناہ بخش دے۔“

اور اس سے بھی زیادہ سبق آموز واقعہ خود فرعون کی بیوی کا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فرعون مصر کی بادشاہت کا گویا اکیلا مالک و مختار تھا اور اس کی یہ بیوی ملک مصر کی ملکہ ہونے کے ساتھ خود فرعون کے دل کی بھی گویا مالک تھی، بس اس سے اندازہ کیجیے اس کو دنیا کی کتنی عزت اور کیسا عیش حاصل ہوگا۔ لیکن جب موسیٰ کے دین اور ان کی دعوت کی سچائی اللہ کی اس بندی پر کھل گئی تو اس نے بالکل اس کی پرواہ نہ کی کہ فرعون مجھ پر کیا ظلم کرے گا، اور دنیا کے اس شاہانہ عیش کے بجائے مجھے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی۔ الغرض ان سب باتوں سے بالکل بے پروا ہو کر اس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا؟ اور پھر حق کے راستے میں اللہ کی اس بندی نے ایسی تکلیفیں اٹھائیں جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ درجہ ملا کہ قرآن شریف میں بڑی عزت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا، اور مسلمانوں کے لیے اس کے صبر اور اس کی قربانی کو نمونہ بتلایا گیا۔ ارشاد ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(سورہ تحریم۔ ۱۱)

”اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی، جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو میرے واسطے جنت میں اپنے قریب کے مقام میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے شر سے اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخش دے۔“

حدیث شریف میں ہے کہ مکہ معظمہ میں جب مشرکوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور ان کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو بعض صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! اب ان ظالموں کے ظلم حد سے بڑھ رہے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔۔ تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ ”تم ابھی سے گھبرا گئے! تم سے پہلے حق والوں کے ساتھ یہاں تک ہوا ہے کہ لوہے کی تیز کنگھیاں ان کے سروں میں پیوست کر کے نکال دی جاتی تھیں اور کسی کے سر پر آرہ چلا کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لیکن ایسے سخت وحشیانہ ظلم بھی ان کو اپنے سچے دین سے نہیں پھیر سکتے تھے، اور وہ اپنا دین نہیں چھوڑتے تھے۔“

دین کی کوشش اور نصرت وحمایت

ایمان والوں سے اللہ کا خاص مطالبہ اور بڑا تاکیدی حکم ایک یہ بھی ہے کہ جس سچے دین کو اور اللہ کی بندگی والے جس اچھے طریقے کو انہوں نے سچ اور اچھا سمجھ کر اختیار کیا ہے، وہ اس کو زندہ اور سرسبز رکھنے کے لیے اور اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کے لیے جو کوشش کر سکتے ہوں ضرور کریں۔ دین کی خاص زبان میں اس کا نام جہاد ہے۔ اور مختلف قسم کے حالات میں اس کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔

مثلاً: اگر کسی وقت حالات ایسے ہوں کہ خود اپنا اور اپنے گھر والوں کا اور اپنی قوم اور جماعت کا دین پر قائم رہنا مشکل ہو اور اس کی وجہ سے خدانخواستہ مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہوں تو ایسے حالات میں خود کو اور اپنے گھر والوں اور اپنی قوم والوں کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرنا اور مضبوطی سے دین پر جمے رہنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت مسلمان کہلانے والی قوم جہالت اور غفلت کی وجہ سے اپنے دین سے دور ہوتی جارہی ہو تو

اس کی اصلاح اور دینی تربیت کی کوشش کرنا اور اس میں اپنی جان و مال کھپانا بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔

اسی طرح اللہ کے جو بندے اللہ کے سچے دین سے اور اس کے نازل کیے ہوئے احکام سے بے خبر ہیں، ان کو معقولیت اور سچی ہمدردی کے ساتھ دین کا پیغام پہنچانے اور اللہ کے احکام سے واقف کرنے میں دوڑ دھوپ کرنا بھی جہاد کی ایک صورت ہے۔

اور اگر کوئی ایسا وقت ہو کہ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والی جماعت کے ہاتھ میں اجتماعی قوت اور طاقت ہو اور اللہ کے دین کی حفاظت اور نصرت کے مقصد کا تقاضا یہی ہو کہ اس کے لیے اجتماعی طاقت استعمال کی جائے تو اس وقت اللہ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کے مطابق دین کی حفاظت اور نصرت کے لیے طاقت کا استعمال کرنا جہاد ہے۔ لیکن اس کے جہاد اور عبادت ہونے کی دو خاص شرطیں ہیں: ایک یہ کہ ان کا یہ اقدام کسی ذاتی یا قومی مفاد کی غرض سے یا ذاتی یا قومی تعصب و دشمنی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اصل مقصد صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کے دین کی خدمت ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے قوانین کی پوری پابندی ہو۔ ان دو شرطوں کے بغیر اگر طاقت کا استعمال ہوگا تو دین کی نظر میں وہ جہاد نہیں، فساد ہوگا۔

اسی طرح ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے (چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا غیر مسلموں میں سے) حق بات کہنا بھی جہاد کی ایک خاص قسم ہے، جس کو حدیث شریف میں ''افضل الجهاد'' فرمایا گیا ہے۔

دین کی کوشش اور حمایت و حفاظت کی یہ سب صورتیں اپنے اپنے مواقع پر اسلام کے فرائض میں سے ہیں اور جہاد کا لفظ (جیسا کہ اوپر ہم نے بتلایا) درجہ بدرجہ ان سب کو محیط ہے۔ اب اس کی تائید اور فضلیت کے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں اور سن لیجیے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

(سورہ الحج۔ ۷۸)

''اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اس کا حق ہے، اس نے (اپنے دین کے لیے) تم کو منتخب کیا ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورہ صف۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲)

''اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایک ایسی تجارت اور ایسے سودے کا پتہ دے دوں جو دردناک عذاب سے تم کو نجات دلا دے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر تم ایمان کو استوار کرو اور اس کی راہ میں (یعنی اس کے دین کے لیے) اپنے مال اور اپنی جان سے کوشش کرو، یہ نہایت اچھا سودا ہے تمہارے لیے اگر تمھیں سمجھ بوجھ ہو (اگر تم نے اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان اور اس کی راہ میں جان و مال سے کوشش کی، یہ شرط پوری کردی تو) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو (عالم آخرت کے) ان باغوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور غیر فانی جنت کے عمدہ مکانوں میں تم کو بسائے گا، یہ تمہاری بڑی کامیابی اور بامرادی ہے۔''

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا:

''اللہ پر سچا ایمان اور دین کی کوشش کرنا سب اعمال میں افضل ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں کسی شخص کا خدا کی راہ میں (یعنی اللہ کے دین کی جدوجہد اور اس کی نصرت و حمایت میں) کھڑا ہونا اور کچھ حصہ لینا اپنے گھر کے گوشہ میں رہ کر ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے۔''

خواتین کے لیے دین کی نصرت و حمایت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شوہروں اور اولاد کو دین کے راستہ پر چلنے میں معاون و مددگار ثابت ہوں۔ قرآن مجید میں اولاد کو ایک جگہ فتنہ اور ایک جگہ رحمت کہا گیا ہے۔ یہ اولاد رحمت اس وقت ہوتی ہے جب گھر کے بڑے کے لیے دین کی نصرت و حمایت میں مددگار ثابت ہوتی ہو، اور فتنہ اس وقت ہوتی ہے جب گھر کے بڑے کے لیے دین کے راستہ پر چلنے میں رکاوٹ بنتی ہو یا ناک بھوں چڑھاتی ہو۔

شہادت کی فضیلت اور شہیدوں کا مرتبہ

دین حق پر، یعنی اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے اگر اللہ کے کسی بندے یا بندی کو مار ڈالا جائے یا دین کی کوشش اور حمایت میں کسی خوش نصیب کی جان چلی جائے تو دین کی خاص زبان میں اس کو شہید کہتے ہیں اور اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو ہرگز مرا ہوا نہ سمجھو بلکہ شہید ہو جانے کے بعد اللہ کی طرف سے ان کو خاص زندگی ملتی ہے، اور ان پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران، ۱۶۹)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے دین کے راستے میں)
مارے جائیں، ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے
پروردگار کے پاس، ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں۔"

شہیدوں پر اللہ تعالیٰ کا کیسا کرم ہوگا، اور ان کو کیسے کیسے انعامات ملیں گے، اس کا اندازہ حضور ﷺ کی اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"جنتیوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہ چاہے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس بھیجا جائے، اگرچہ ان سے کہا جائے کہ تم کو ساری دنیا دے دی جائے گی۔ لیکن شہید اس کی آرزو کریں گے کہ ایک دفعہ نہیں ان کو دس دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے تاکہ ہر دفعہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کے آئیں۔ انہیں یہ آرزو شہادت کے مراتب اور اس کے خاص انعامات دیکھ کر ہوگی۔"

شہادت کی تمنا اور اس کے شوق میں خود رسول اللہ ﷺ کا حال یہ تھا کہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

"قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کر دیا جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں اور پھر مجھے زندہ کیا جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں، پھر مجھے زندگی بخش دی جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں۔"

ایک حدیث میں ہے، حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ملتے ہیں ان میں اس کی فوری بخشش، قبر کے عذاب سے نجات، حشر میں گھبراہٹ اور پریشانی سے امن، وقار کی نشانی سر پر تاج کی عطا اور قرابت داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ البتہ اگر کسی آدمی کا قرض اس کے ذمے ہوگا تو اس کا بوجھ باقی رہے گا۔"

اور یاد رہے کہ ثواب اور فضیلت اسی پر موقوف نہیں ہے کہ دین کے راستے میں آدمی مار ہی ڈالا جائے بلکہ اگر دین کی وجہ سے کسی ایمان والے کو ستایا گیا، بے عزت کیا گیا، مارا پیٹا گیا، اس کا مال لوٹا گیا یا کسی اور طرح اس کو نقصان پہنچایا گیا تو اس سب کا بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے، اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اتنے بڑے مرتبے دے گا کہ بڑے بڑے عابد و زاہد ان پر رشک کریں گے۔

جس طرح دنیاوی حکومتوں میں ان سپاہیوں کی بڑی عزت ہوتی ہے اور انھیں بڑے بڑے انعامات اور خطابات دیے جاتے ہیں جو اپنی حکومت کی وفاداری اور حمایت میں چوٹیں کھائیں، مارے پیٹے جائیں، زخمی کیے جائیں اور پھر بھی اس حکومت کے وفادار رہیں، اس سے کہیں زیادہ اللہ کے یہاں ان بندوں کی خاص عزت ہے جو اللہ کے دین پر چلنے اور دین پر قائم رہنے کے جرم میں یا دین کی ترقی اور سرخروئی کے لیے کوشش کرنے کے سلسلے میں مارے پیٹے جائیں یا بے عزت کیے جائیں یا دوسری طرح کے نقصانات اٹھائیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جب خاص انعامات دیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص اعزاز و اکرام سے انہیں نوازے گا، تو دوسرے لوگ حسرت کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہمارے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہوتا، دین کے لیے ہم ذلیل کیے گئے ہوتے، مارے پیٹے گئے ہوتے، ہمارے جسموں کو زخمی کیا گیا ہوتا، تاکہ اس وقت یہی انعامات ہمیں بھی ملتے۔

* * *

سنت رسول ﷺ کا عملی منہاج

رسول ﷺ کی سنت دین میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ کا قول اور آپ کا عمل تمام مسلمانوں کے لیے معیار اور نمونہ ہے۔ ہمیں اپنی زندگی کے ہر معاملے میں آپ کے طریقے کی پیروی کرنی ہے۔ ہمیں ہر معاملے میں آپ کا مقلد بننا ہے۔ سنتِ رسول ﷺ کی پیروی ہی میں دنیا کی کامیابی کا راز ہے اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی ہی میں آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

یہاں ہم چند حدیثیں پیش کریں گے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا تھا، اور زندگی کے مختلف معاملات میں آپ ﷺ نے ہمارے لیے کیا نمونہ چھوڑا ہے:

عن انس قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔

(رواہ ترمذی عن انس)

"حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے، اگر تو اس پر قادر ہو کہ تو صبح اور شام اس طرح کرے کہ تیرے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو ایسا کر۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے، یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔"

رسول ﷺ کی سنت کا تعلق صرف کپڑے، بال اور مسواک جیسی چیزوں سے نہیں ہے بلکہ آدمی کی پوری زندگی سے ہے۔

لوگوں کے درمیان آپ کیسے رہیں، اس کے بارے میں سنتِ رسول ﷺ یہ ہے کہ آپ کا دل لوگوں کے بارے میں برے جذبات سے پاک ہو۔ جب بھی آدمی دوسرے آدمیوں کے درمیان رہتا ہے تو طرح طرح کے باہمی معاملات پیش آتے ہیں۔ اس کی وجہ سے بار بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو دوسرے کے خلاف رنجش اور شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونا فطری ہے۔ مگر خدا کے رسول کی سنت یہ ہے کہ ایسے جذبات کو اپنے دل میں ٹھہرنے نہ دیا جائے بلکہ انہیں باہر نکال دیا جائے۔

شکایتوں کو نظر انداز کرنا، رنجشوں کو بھول جانا، غلطیوں کو معاف کر دینا، تکلیف کو اپنے اوپر سہہ لینا، بجائے اس کے کہ اس کو دوسرے کے اوپر ڈالا جائے۔ یہ پیغمبر ﷺ کا طریقہ ہے اور جنت انہیں لوگوں کے لیے ہے جو پیغمبر ﷺ کے طریقے کو اختیار کریں۔

جو لوگ پیغمبر ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر اپنے نفس کی ترغیبات پر چلیں، جو لوگ اپنے سینے کو منفی جذبات سے پاک کرنے کے بجائے اس کو منفی جذبات کا آشیانہ بنائیں، وہ آخرت میں پیغمبروں اور خدا کے نیک بندوں کی آبادی سے دور ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے پیغمبروں اور نیک بندوں کی روش کو اپنے لیے پسند نہیں کیا۔

مقامِ عبدیت پر قائم رہنا

پیغمبر اسلام ﷺ عام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ خوشی کی بات سے آپ ﷺ کو خوشی ہوتی تھی اور غم کی بات سے آپ غمگین ہوتے تھے۔ مگر آپ ﷺ کی عبدیت آپ ﷺ کو خدا کے مقرر کیے ہوئے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیتی تھی۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی آخری عمر میں ماریہ قبطیہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ لڑکا خوب صورت اور تندرست تھا۔ اس کا نام آپ ﷺ نے

اپنے بزرگ ترین جد امجد کے نام پر ابراہیم رکھا۔ ابورافع نے جب ابراہیم کی پیدائش کی خبر دی تو آپ ﷺ اتنا خوش ہوئے کہ ابورافع کو ایک غلام انعام میں دے دیا۔

ابراہیم ابھی ڈیڑھ سال کے ہوئے تھے کہ ہجرت کے دسویں سال (جنوری ۶۳۲) ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ ﷺ بیٹے کی موت کو دیکھ کر رونے لگے۔

ان واقعات میں پیغمبر ﷺ سلام ایک عام انسان کی طرح نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کے جذبات، آپ ﷺ کی حسرتیں ویسی ہی جیسی ایک عام باپ کی ہوتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود صبر کا دامن آپ کے ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پاتا۔ آپ غم زدہ ہیں مگر زبان سے نکل رہا ہے:

"خدا کی قسم اے ابراہیم ہم تمہاری موت سے غمگین ہیں، آنکھ رو رہی ہے، دل دکھی ہے، مگر ہم کوئی ایسی بات نہ کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔"

ایک بار آپ سفر میں تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو ایک بکری تیار کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص بولا، میں اس کو ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا، میں اس کی کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے کہا، میں اس کو پکاؤں گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا میں لکڑیاں جمع کروں گا۔ لوگوں نے کہا، اے خدا کے رسول۔ ہم سب کام کرلیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں جانتا ہوں کہ تم لوگ کرلوگے مگر میں امتیاز کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں کے درمیان امتیاز کے ساتھ رہے۔

پیغمبرانہ نقطہ آغاز

نبوت ملنے کے بعد ۶۱۰ء میں آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے وحی نازل ہوئی۔ آپ ﷺ کو نبوت دینا گویا آپ ﷺ کو اصلاح انسانیت کے کام پر مامور کرنا تھا۔ اس وقت کے مکہ کو دیکھیے تو وہاں مختلف قسم کی برائیاں پائی جاتی تھیں، مثلاً کعبۃ اللہ کے اندر 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ لوگ جوا، شراب، زنا جیسے جرائم میں مبتلا تھے۔ رومی امپائر اور ایرانی امپائر نے سیاسی نفوذ قائم کر رکھا تھا۔ وہ عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب رسول ﷺ نے ایرانی حکمران کسریٰ کے نام دعوتی مکتوب روانہ فرمایا تو اس کو انہوں نے گستاخی پر محمول کیا اور کہا کہ وہ مجھے خط لکھتا ہے، حالانکہ وہ میرا غلام ہے۔ (یکتب الی بھذا وھو عبدی) السیرہ النبویہ لابن کثیر ۳۔۵۰۸

اگر یہ چیزیں اولین اہمیت کی ہوتیں یا انہیں برائیوں کے خلاف اصلاحی مہم سے کار نبوت کا آغاز مطلوب ہوتا تو قرآن میں سب سے پہلے اس مفہوم کی آیتیں اترتیں کہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرو، خدا کے احکام مجرموں کے اوپر نافذ کرو، ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرو۔

مگر دور اول میں اس قسم کی کوئی آیت قرآن میں اتاری نہیں گئی۔ اس کے بجائے پہلا حکم قرآن میں یہ اترا کہ "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے تم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔"

اس سنت رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اصلاحی عمل کا نقطہ آغاز کیا ہے۔ وہ ہے علم کا حصول، لوگوں کو باشعور بنانے کی جدوجہد۔ ماحول میں خواہ کتنی ہی زیادہ عملی برائیاں موجود ہوں، خواہ بیرونی طاقتیں سیاسی غلامیوں کا جال بچھائے ہوئے ہوں۔ خواہ لوگ سنگین قسم کے جرائم میں ملوث ہوں مگر اس قسم کی تمام برائیوں پر صبر کرتے ہوئے ساری طاقت صرف ایک کام پر صرف کی جائے گی اور وہ علم و دانش کا حصول ہے۔ جس سے ایک نصب العین پر مومنوں کی ایک مضبوط جماعت کی تیاری ہوسکے۔

پیغمبر ﷺ کا طریقہ کار

امام بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت مختلف ابواب کے تحت نقل کی ہے۔ باب اقامۃ الحدود والانتقام لحرمات اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول ﷺ کو جب بھی دو میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا ہوتا تو آپ ﷺ ہمیشہ آسان کا انتخاب فرماتے"۔

اس سے معاملات زندگی کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک نہایت اہم سنت معلوم ہوتی ہے۔ وہ سنت، مذکورہ روایت کے

مطابق، اختیار ایسر ہے۔ یعنی موجود انتخاب (available option) میں نسبتاً آسان انتخاب (easier option) کو لے لینا اور مشکل انتخاب (harder option) کو چھوڑ دینا۔

رسول ﷺ کی پوری زندگی اس اصول پر مبنی تھی۔ آپ ﷺ نے کبھی اس اصول کے خلاف عمل نہیں فرمایا: مثلاً قدیم مکہ میں ایک انتخاب یہ تھا کہ کعبہ کے اندر سے بتوں کو نکالنے کے لیے اقدام کیا جائے، دوسرا انتخاب یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں سے شرک کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ آپ ﷺ نے دوسرے انتخاب کو لے لیا۔ کیوں کہ پہلا انتخاب اس وقت سخت مشکل تھا۔ مکی دور کے آخر میں ایک انتخاب یہ تھا کہ آپ ﷺ تمام اہل ایمان کو جمع کر کے مشرکین مکہ سے لڑ جائیں، دوسرا انتخاب یہ تھا کہ آپ مکہ چھوڑ کر دوسری بستی میں چلے جائیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے انتخاب کو لے لیا، کیونکہ پہلا انتخاب زیادہ مشکل تھا۔ حدیبیہ کے موقع پر ایک انتخاب یہ تھا کہ زبردستی مکہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں، دوسرا انتخاب یہ تھا کہ واپس مدینہ چلے جائیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے انتخاب کو لے لیا کیوں کہ پہلا انتخاب سخت دشوار تھا۔

یہی معاملہ رسول ﷺ کی پوری زندگی کا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اختیار آسان کے اصول پر عمل فرمایا ہے، آپ ﷺ نے کبھی اختیار پیچیدہ کو اپنا طریقہ نہیں بنایا۔

ہر حال میں درگزر

مدینہ کی مسجد نبوی ﷺ کا واقعہ ہے۔ رسول ﷺ اور صحابہ کرام مسجد میں موجود تھے۔ اس درمیان ایک اعرابی آیا۔ اس نے مسجد کے اندر پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کو تنبیہ کرنے کے لیے دوڑے۔ مگر آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے کہا کہ اعرابی کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، مشکل پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ **(فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین)** فتح الباری بشرح صحیح البخاری

مذکورہ اعرابی نے مسجد کی بے حرمتی کی تھی۔ اس نے مقدس مسجد کو گندہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود رسول ﷺ نے اس کو نہ ڈانٹا اور نہ مارا اور نہ کوئی سزا دی۔ حتی کہ آپ ﷺ کے اصحاب جب اس کی تنبیہ کے لیے دوڑے، اس تنبیہ کو بھی آپ ﷺ نے سختی سے تعبیر کیا اور اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔

مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب کرنا مسجد کی بے حرمتی کی آخری قبیح صورت ہے۔ مگر ایسی قبیح حرکت پر بھی رسول ﷺ نے تنبیہ کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اعرابی جب اپنے قبیلے میں واپس گیا تو اس نے قبیلے والوں سے کہا کہ میں مدینہ گیا اور وہاں میں نے مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ میں پیشاب کر دیا۔ محمد ﷺ بھی وہاں موجود تھے۔ مگر خدا کی قسم محمد ﷺ نے نہ مجھ کو جھڑکا اور نہ مجھ پر غصہ کیا (وَاللّٰہِ مَازَجَرَنِیْ مُحَمَّدٌ وَاللّٰہِ مَاقَہَرَنِیْ مُحَمَّدٌ) اس اعلیٰ سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اعرابی اور اسی کے ساتھ قبیلے کے دوسرے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ قبیح ترین معاملات میں بھی انسانوں سے درگزر کریں۔ لوگوں کی بری حرکتوں کے باوجود ان کے اوپر سختی کرنے والے نہ بنیں۔ اہل اسلام کو ہر حال میں نرمی کا طریقہ اختیار کرنا ہے، خواہ دوسروں کی طرف سے کتنا ہی اشتعال انگیز معاملہ کیوں نہ کیا گیا ہو۔

دوسروں کے لیے خیر خواہی

رسول ﷺ کی زندگی کے واقعات میں جو طریقہ ملتا ہے یہی مومن کا اصل مزاج ہے۔ مومن کے دل میں دوسروں کے لیے خیر خواہی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ بھی ایک مومن کے لیے وہی بہتر چیز چاہنے لگتا ہے جس کا وہ مومن خود خواہاں ہو۔ مومن دوسرے کی ہدایت کا حریص ہوتا ہے، اس لیے جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی شخص صحیح راستہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہے تو وہ اس کے خلاف بددعا نہیں کرتا بلکہ اس کے حق میں خدا سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کا سینہ ہدایت کے لیے کھول دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، آپ پر ایسا کوئی دن گذرا ہے جو جنگ احد کے دن سے زیادہ سخت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھ کو بہت دکھ پہنچا ہے۔ اور اس کی طرف سے جو سب سے زیادہ شدید چیز مجھے پہنچی وہ عقبہ (طائف) کے دن تھی۔ جب کہ میں نے کلمہ،

اسلام کو ابن عبد یا لیل کے سامنے پیش کیا۔ اس نے وہ بات قبول نہ کی جو میں نے چاہا تھا پھر میں (طائف سے) واپس روانہ ہوا۔ اور میں سخت غمزدہ تھا۔ میں چلتا رہا یہاں تک کہ میں قرن ثعالب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اپنے سر اوپر اٹھایا تو اچانک میں نے پایا کہ ایک بادل میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے دیکھا تو اس میں جبریل تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا اور کہا، اللہ نے اس قول کو سنا جو آپ کی قوم نے آپ ﷺ سے کہا ہے اور جس طرح انہوں نے آپ ﷺ کی بات کا جواب دیا ہے۔ اللہ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے تا کہ اس قوم کے بارے میں آپ ﷺ جو کچھ چاہتے ہیں اس کا اسے حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھ کو پکارا اور مجھ کو سلام کیا اور کہا: اے محمد ﷺ! اللہ نے آپ ﷺ کے بارے میں آپ کی قوم کے کلام کو سنا۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ میرے رب نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں اس کا مجھے حکم دیں۔ پھر آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں چکی کے دو پاٹ کی طرح (طائف کے) ان دونوں پہاڑوں کو ان کے اوپر کر دوں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی صلب سے اللہ ایسے شخص پیدا کریں جو ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

(بَلْ اَرْجُوْ اَنْ یُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا، متفق علیه)

اس واقعہ سے پیغمبر ﷺ کا انداز اور طریق کار معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں کی طرف سے پیغمبر کو خواہ کتنی ہی تکلیف پہنچے وہ منفی نفسیات میں مبتلا نہیں ہوتا، اس کے اندر نفرت اور انتقام کا جذبہ نہیں ابھر سکتا۔ وہ حال کے بجائے مستقبل کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظریں سامنے کے واقعات کے بجائے ان واقعات پر ہوتی ہیں جو آئندہ ظہور میں آ سکتے ہیں۔ وہ آنے والے بہتر امکان کی امید میں آج کی ناخوش گواریوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ فرد سے تعلق کا معاملہ ہو یا قوموں سے تعلقات کا معاملہ، ہر معاملے میں پیغمبر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جذبات سے اوپر ہو کر سوچے اور شکایتوں اور تکلیفوں سے بلند ہو کر معاملہ کرے۔

بدر کی جنگ (رمضان ۲ھ) کے بعد جو لوگ قیدی بن کر آئے، وہ آپ کے بدترین دشمن تھے۔ مگر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا۔ ان قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو تھا جو آتش بیان خطیب تھا اور تمام مجمعوں میں آپ کے خلاف بیہودہ تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے رائے دی کہ اس کے نیچے کے دو دانت اکھڑوا دیے جائیں تا کہ آئندہ کے لیے اس کا تقریر کا جوش ختم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

"خدا میرا چہرہ قیامت میں بگاڑ دے گا اگرچہ میں خدا کا رسول ﷺ ہوں۔"

ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔ یہی بات یہاں بھی صادق آتی ہے۔ انتقام نہ لینا اور مستقبل کی امید میں حال کی تلخیوں کو نظر انداز کر دینا پیغمبر ﷺ کی سنت ہے، اور جو پیغمبر ﷺ کی سنت سے اعراض کرے وہ پیغمبر ﷺ سے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم پیغمبر ﷺ کی اس سنت پر عمل نہ کریں تو ہم کو نہ پیغمبر ﷺ کے امتی ہونے کا حق ہے اور نہ پیغمبر ﷺ کی شفاعت میں حصہ دار بننے کا۔ وہ شخص جس کو آج کی زندگی میں پیغمبر ﷺ کا طریقہ پسند نہ ہو وہ کل کی زندگی میں پیغمبر ﷺ کا رفیق کس طرح بن سکتا ہے؟

اتباع کا راستہ اور گمراہی کا راستہ

یہ طے شدہ بات ہے کہ سعادت ابدی و عزت سرمدی انسان کے لیے اللہ رب العزت کی محبت کے ساتھ وابستہ ہے اور اس دولت و خلعت کا حصول حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی متابعت پر موقوف ہے، اس لیے زندگی کے ہر شعبے کے متعلق آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی قولی اور عملی ہدایات پر عمل کرنے ہی سے سعادت ابدی کا حصول ممکن ہے۔ اس کے بجائے اپنے ذہن سے نیکی کے راستے تراشنا یا عقیدت کے نام پر بنیادی عقائد کے خلاف رسومات سرانجام دینا بدعات ہیں، جن کو خود پیغمبر اسلام ﷺ نے گمراہی قرار دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر اپنے خطبات میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَ خَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (صحیح مسلم عن جابر)

''جاننا چاہیے کہ بے شک سب سے بہتر کلام، اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو (دین میں) نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (یعنی اپنی طرف سے دین میں پیدا کی ہوئی نئی بات) گمراہی ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو نئی بات قرآن و حدیث کے برعکس صحابہ کرامؓ کے اقوال کے منافی اجماع امت کے برعکس ہوں تو وہ ضلالت و گمراہی ہے اور جو چیزیں ایسی نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مناہج تخریج آنجہا)

روزمرہ معمولات کے متعلق رسول ﷺ کی سنتیں

نینداور جاگنے کے بعد کے آداب و سنتیں

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ جب رات میں اپنے بستر پر تشریف لاتے اور سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا ہاتھ (داہنی ہتھیلی) اپنے (دائیں) گال کے نیچے رکھتے اور یہ فرماتے اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا (اے اللہ تیرے ہی نام پر مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام پر زندہ ہوتا (یعنی جاگتا) ہوں اور جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے زندہ کیا ہم کو مرنے کے بعد (یعنی نیند سے بیدار کیا) اور اسی ہی کی طرف رجوع ہونا ہے۔

(۱) نیند سے اٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا تاکہ نیند کا خمار دور ہو جائے۔ (ترمذی)

(۲) جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھنا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

(بخاری ترمذی ابو داود نسائی)

(۳) جب بھی آپ سو کر اٹھیں تو مسواک کر لیں۔ (ابوداؤد مسند احمد)

(۴) قمیض پہنیں تو پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈالیں پھر بائیں آستین میں ہاتھ ڈالیں اور ایسے ہی جوتا بھی پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں اور جب اتاریں تو پہلے بائیں پاؤں میں سے اتاریں۔ (ترمذی)

بیت الخلاء کے آداب کا بیان

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ (بخاری و مسلم وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے کہ:

''اے اللہ! میں خبیث شیاطین سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔''

ایک روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے کہ: ''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے دور کیا مجھ سے تکلیف دہ چیز کو اور عافیت بخشی۔''

(۱) حضور اکرم ﷺ سر ڈھانک کر اور جوتا پہن کر بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے۔ (ابن سعد)

(۲) آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ.

ترجمہ: یعنی میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے اللہ تعالیٰ کے پناہ چاہتا ہوں۔

(۳) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں قدم اندر رکھیں۔

(ابن ماجہ)

(۴) انگوٹھی یا کسی چیز پر قرآنی آیت یا اللہ کا نام یا اللہ کے رسول ﷺ کا نام لکھا ہوا ہو (اور وہ دکھائی دیتا ہو) تو اس کو باہر ہی چھوڑ جانا چاہیے۔ (نسائی)

(۵) رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کریں نہ پیٹھ کریں

بلکہ شمالاً یا جنوباً ہو کر بیٹھیں۔ (بخاری ومسلم) یا میڑھے ہو کر بیٹھیں۔ (ترمذی)

(۶) داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کریں۔ (بخاری ومسلم)

(۷) پیشاب پاخانے کی چھینٹوں سے بہت بچیں کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے سے ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۸) بعض مرتبہ بیت الخلاء نہیں ہوتا جیسے جنگل یا شہر سے باہر میدان میں قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس وقت کسی چیز کی آڑ میں بیٹھیں یا اتنا دور چلے جائیں کہ لوگوں کی نگاہ نہ پڑے۔ (ترمذی)

(۹) پیشاب بیٹھ کر کریں کھڑے ہو کر نہ کریں۔ (ترمذی)

(۱۰) بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں (ترمذی)

(۱۱) لوگوں کے راستے میں پاخانہ نہ کیا جائے اور نہ ہی لوگوں کے کسی سایہ دار درخت کے نیچے پاخانہ کیا جائے۔ (مسلم) اور نہ کسی کے گھر کے پاس پیشاب پاخانہ کیا جائے۔

(۱۲) بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

(ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری بخشش کا طلب گار ہوں۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے دور کیا مجھ سے تکلیف دہ چیز کو اور مجھے عافیت بخشی۔

ہر کام کی ابتدا بسم اللہ سے کریں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کام کی ابتدا بسم اللہ سے نہ ہو (ایک روایت میں ہے کہ الحمد للہ سے) تو فرمایا وہ کام بے برکت ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو (بلب وغیرہ بند کرو) تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کی ہدایات قرآن وحدیث میں بار بار آئی ہیں۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

کھانے کے متعلق سنتیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ کہہ کر) گھر میں داخل ہوتا ہے اور کھانے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے بھائیوں سے کہتا ہے لَا مَبِیْتَ لَکُمْ وَلَا عَشَاءَ تمہارے لیے اس گھر کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور کھانے میں بھی شریک نہیں ہو سکتے (یعنی نہ یہاں رہ سکتے ہو نہ کھا سکتے ہو) اور اگر کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو شیطان اپنے بھائیوں سے کہتا ہے تم نے رہنے کے لیے گھر پالیا اور جب بندہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شیطان کہتا ہے اَدْرَکْتُمُ الْمَبِیْتَ وَالْعَشَاءَ یعنی گھر میں رہنے کے ساتھ ساتھ کھانے میں بھی شریک ہو سکتے ہو۔

۱۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔ (ترمذی)

۲۔ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا اسی طرح کسی دوسرے کو کھانا دینا یا کھانا لینا ہو تو تب بھی دایاں ہاتھ استعمال کرنا۔ (مسلم)

۳۔ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا۔ کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی برکت زیادہ ہوگی۔ (ابوداؤد، مشکوۃ مل کر کھانا کھانے سے محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔)

۴۔ ہر مقدار کھانے پر قناعت کر لینا یعنی جتنا اور جیسا کھانا مل جائے اس پر راضی رہنا اور اللہ کا فضل سمجھ کر کھانا۔ (رواہ مالک)

۵۔ جوتے اتار کر کھانا کھانا۔ (دارمی)

۶۔ کھانے کی مجلس میں جو صاحب بزرگ ہوں ان سے پہلے شروع کرانا۔

۷۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرنا۔ (ابوداؤد)

۸۔ اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے اور درمیان میں یاد آئے تو یوں پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ (ترمذی، ابوداؤد)

۹۔ کھانا اپنی جانب والے کنارے سے شروع کرنا، برتن کے بیچ میں یا دوسرے آدمی کے آگے ہاتھ نہ ڈالنا (جب کھانا ایک قسم کا ہو) (ترمذی)

۱۰۔ تیز گرم کھانا نہ کھائیں، ذرا دم لیں سہانا ہو جائے تب

کھائیں۔ (مسند احمد)

۱۱۔ کھانا کھانے کے درمیان کوئی آجائے تو صلاح لے لینا۔ (ابن ماجہ)

۱۲۔ جس خادم نے کھانا پکایا ہو تو اسے کھانے میں شامل کرنا یا اس کو کھانے میں سے کچھ الگ دے دینا۔ (مسلم)

۱۳۔ اس گھر میں خیر و برکت ہوگی جس گھر میں کھانے کے بعد ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کی عادت ہو۔ (ابن ماجہ)

۱۴۔ جو شخص پیالے میں کھائے اور پھر اس کو مکمل صاف کرے تو پیالہ (یعنی وہ برتن) اس کے لیے دعا مغفرت کرتا ہے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

۱۵۔ اگر آپ کا ساتھی کھانا کھا رہا ہے تو حتی الوسع اس کا ساتھ دیں تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھالے، مجبوری ہو تو عذر کر لے۔

(ابن ماجہ)

۱۶۔ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۷۔ کھانا کھانے کے بعد ایکدم پانی نہ پینا (پہلے پی لیں یا درمیان میں)۔ (اسوۂ رسول اکرم ﷺ بحوالہ زاد المعاد)

پینے کے متعلق سنتیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ پانی پینے کے درمیان تین مرتبہ سانس لیتے (بخاری مسلم)۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ (اس طرح پانی پینا) سیراب کرتا ہے، صحت بخش ہے اور جلد ہضم ہوتا ہے۔

اب پانی پینے کے متعلق جو سنتیں ہیں وہ نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ دائیں ہاتھ سے پانی پئیں کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان پیتا ہے۔ (مسلم)

۲۔ تین سانس میں پانی پینا چاہیے اور سانس برتن سے منہ الگ کر کے لینا چاہیے۔ (مسلم، ترمذی)

۳۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا چاہیے۔

(ابوداؤد)

۴۔ بیٹھ کر پانی پئیں۔ (زاد المعاد، اسوۂ رسول اکرم ﷺ)

۵۔ آب زمزم کھڑے ہو کر پینا۔ (بخاری، ترمذی)

۶۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔ (بخاری، ترمذی)

۷۔ مشک سے (یا جس جگہ سے ایک دم پانی آنے کا خدشہ ہو جیسے ملکا وغیرہ) منہ لگا کر نہ پئیں۔ (بخاری)

۸۔ چاندی یا سونے کے برتن میں نہ کھائیں اور نہ پئیں۔ (بخاری)

۹۔ برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے نہ پینا۔ (ابوداؤد)

۱۰۔ جو شخص دوسروں کو پلائے وہ خود آخر میں پیے۔ (ترمذی)

۱۱۔ ہر پینے کی چیز پی کر یہ دعا پڑھنا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَ اَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْہُ اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ (ترمذی)

سلام کے متعلق ہدایات اور سنتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا تم اس وقت تک بہشت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتلا دوں جب تم اس پر عمل کرو تو تمہارے درمیان محبت بڑھے اور وہ بات یہ ہے کہ سلام کو رواج دو۔ (یعنی آپس میں آشنا ناآشنا کو سلام کرو)۔ (مسلم)

سلام کرنے کا سنت طریقہ

۱۔ سلام کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ زبان سے السلام علیکم کہے (اگر دور سے سلام کریں تو ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے زبان سے بھی السلام علیکم کہیں) ورنہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ کہلائے گا جو خلاف سنت ہے۔ (ترمذی)

۲۔ جب کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو اس کی خیریت پوچھیں اور پورا سلام کرنا یہ ہے کہ سلام کے بعد مصافحہ بھی کریں۔ عورتیں عورتوں سے مصافحہ کر سکتی ہیں۔

(مسند احمد، ترمذی)

۳۔ قرآن و حدیث میں سلام کا طریقہ صرف لفظ السلام علیکم ہی بتایا گیا ہے، اس کے علاوہ کوئی لفظ مسنون نہیں ہے۔

۴۔ جب کوئی شخص اپنے گھر جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے کہ اس سے اس کے گھر والوں کے لیے برکت ہوگی اور اس

❋ ❋ ❋

کے لیے بھی۔ (ترمذی)

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کلام سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔ (ترمذی)

۶۔ جو شخص سواری پر سوار ہو اس کو چاہیے کہ پیادہ چلنے والوں کو خود سلام کرے اور جو چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جو لوگ تعداد میں قلیل ہوں وہ کسی بڑی جماعت پر گزریں تو ان کو چاہیے کہ سلام میں ابتدا کریں۔ (بخاری و مسلم) بخاری کی ایک روایت میں فرمایا چھوٹا (کمسن) سلام کرے بڑے کو۔ الخ (عن ابی ہریرہؓ)

۷۔ بچوں کو بھی سلام کرنا سنت ہے۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ یہود و نصاریٰ (اور دیگر کافروں) کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ (مسلم)

اگر یہود و نصاریٰ (اور دیگر کافر غیر مذہب کے لوگ) جب تم کو سلام کریں تو تم ان کے جواب میں فقط وعلیکم۔ (یعنی تم پر بھی) کہو (بخاری و مسلم بروایت انسؓ)

۹۔ ایک مسلمان بھائی سے بار بار ملاقات ہو تو ہر مرتبہ سلام کرنا چاہیے اور جس طرح اول ملاقات کے وقت سلام کرنا مسنون ہے اسی طرح رخصت کے وقت بھی سلام مسنون اور باعث ثواب ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، بروایت قتادہؓ و ابو ہریرہؓ)

۱۰۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے جب وہ ملیں تو یہ ایک طرف منھ پھیر لے اور دوسرا دوسری طرف اور دونوں میں اچھا وہ ہے جو سلام کی ابتدا کرے (بخاری)

مصافحہ و معانقہ کے متعلق سنتیں

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ دور ہوتا ہے اور ہدیہ و تحفہ (ایک دوسرے کے پاس) بھیجا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور دشمنی جاتی رہتی ہے۔ (مالک)

۲۔ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے اور ابوداؤد کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جب دو مسلمان باہم ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد کریں اور بخشش چاہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (یعنی صغیرہ گناہ) (ترمذی، ابوداؤد)

۳۔ حضرت زید بن حارثہؓ جب مدینہ آئے تو نبی کریم ﷺ کے یہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (جوش محبت سے) دروازے پر پہنچے، ان سے معانقہ کیا (یعنی گلے لگایا) اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ (ترمذی)

۴۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ کھینچتے تھے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے۔ (ترمذی)

مجلس و محفل کے متعلق ہدایات اور سنتیں

۱۔ جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر کہیں چلا جائے (کسی ضرورت کے لیے) پھر واپس آ جائے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (مسلم)

۲۔ دو بیٹھے ہوئے آدمی کے درمیان جدائی نہ ڈالیں یعنی آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھیں مگر جب کہ وہ اجازت دے دیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۳۔ اہل مجلس کو چاہیے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دینے کی کوشش کریں اور بعد میں آنے والوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ کسی کو اپنی جگہ سے نہ اٹھائیں۔ (بخاری و مسلم)

۴۔ ہر وہ اجتماع یا مجلس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو وہ اجتماع یا مجلس قیامت کے دن حسرت و افسوس کا باعث ہوگی۔ (طبرانی فی الکبیر مشکوٰۃ، والبیہقی)

۵۔ اچھی بات سن کر اس کی اچھائی اور بری بات سن کر اس کی برائی کو سمجھنا۔

۶۔ مجلس اور محفل میں جو جگہ مل جائے اسی جگہ بیٹھ جانا۔

۷۔ حلقے کے بیچ میں نہ بیٹھا جائے ایسے شخص کو آپ ﷺ کی زبان مبارک نے ملعون قرار دیا ہے۔ (ابوداؤد)

۸۔ اس طرح نہ بیٹھا جائے کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سائے میں ہو۔ (ابوداؤد)

۹۔ مجلس کی خاص باتیں بطور امانت اپنے دل میں ہی رکھنا۔

گفتگو کے متعلق آداب، سنتیں اور تنبیہات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ بندہ بعض وقت زبان سے ایسی بات نکالتا ہے جس سے اللہ خوش ہو جاتے ہیں لیکن وہ بندہ اس حیثیت سے واقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کے بدلے میں اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے، اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ رب العزت ناراض ہو جاتے ہیں اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے۔ (اس لئے بولنے میں احتیاط کیا جائے)۔

۱۔ جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری ج ۲)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کی (حفاظت) کی ذمہ داری لے گا میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری لوں گا۔ (بخاری ج ۲)

۳۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی (کسی کو صدقہ کر کے) ہو سکے اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعے (جہنم سے بچے) (بخاری ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خوش اخلاقی کی گفتگو بھی عبادت ہے۔

چند تنبیہات

۱۔ چغل خور جنت میں نہ جائیں گے۔ (بخاری و مسلم عن حذیفہؓ)

۲۔ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف لے جانے والے ہے۔ (مسلم)

۳۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (حفاظت کرنے والے) فرشتے اس کی جھوٹ کی بو سے میل دور چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی)

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں سے ان کو پاؤ گے جو دو منہ رکھنے والے (منافق) ہوں گے (یعنی منہ دیکھی بات کہتے ہوں گے) ان کے پاس جائیں گے تو ان کی سی بات کہیں گے اور ان کے پاس جائیں گے تو ان کی سی بات کہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو مبالغہ کے ساتھ تعریفیں کرتے ہوں (یعنی جھوٹی تعریف کرتے ہوں) تو ان کے منہ میں آگ ڈال دو (یعنی ان سے منہ پھیر لو)۔ (مسلم)

۶۔ اگر دو شخص ایک دوسرے کو برا کہیں تو اس برا کہنے کا گناہ اس پر ہوگا جس نے پہل کی، وہ ظالم ہے، اور دوسرا مظلوم، جب تک مظلوم حد سے آگے نہ بڑھے۔ (یعنی ظالم سے زیادہ برا نہ کہے)۔ (مسلم)

۷۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین آدمی وہ ہوں گے جنہیں لوگ ان کی برائی سے ڈر کر چھوڑ دیں۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جن کی فحش گوئی سے ڈر کر لوگ ان سے دور دور رہیں۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن (کامل) نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعن کرنے والا نہ فحش بکنے والا اور نہ زبان دراز ہوتا ہے۔ (ترمذی)

چھینکنے اور جمائی کے متعلق آداب اور سنتیں

۱۔ جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا چاہیے۔

۲۔ چھینک سننے والے کو چاہیے کہ وہ یرحمک اللہ کہے۔

۳۔ چھینکنے والا اس کے جواب میں یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے (یعنی اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہارے حال کو درست فرمائے)۔ (بخاری عن ابی ہریرۃ، ج ۲، کتاب الادب)

۴۔ جب چھینک آئے تو اپنے منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانک لے اور آواز کو پست رکھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۵۔ تین بار اپنے مسلمان بھائی کی چھینک کا جواب دے اس سے زیادہ چھینکیں آئیں تو پھر وہ زکام ہے۔ (ابوداؤد) صحیح مسلم میں ہے ایک شخص کو دوبارہ چھینک آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو زکام ہے۔

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ چھینکنے پر فرمایا کہ اس کو زکام ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا اگر کسی کو نزلہ زکام کی وجہ سے بار بار چھینک آئے تو ہر دفعہ یرحمک اللہ کہنا ضروری نہیں (ایک دفعہ کہنا کافی ہے)۔ (معارف الحدیث)

۶۔ چھینکنے والا الحمد للہ علی کل حال بھی کہہ سکتا ہے اور الحمد للہ رب العٰلمین بھی کہہ سکتا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۷۔ جب جمائی آئے تو ہاتھ رکھ کر منہ بند کرلے کیونکہ شیطان کھلے مونہہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم) اس طرح کرنے سے منہ کھلے گا بھی نہیں اور مکروہ آواز بھی پیدا نہیں ہوگی اور چہرے کی ہیئت بھی زیادہ نہیں بگڑے گی۔ اگر جمائی نہ روکی جائے تو شیطان کو وسوسہ اندازی کا زیادہ موقع ملتا ہے۔

(معارف الحدیث)

وعدے سے متعلق ہدایات اور سنتیں

قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (سورۃ المائدۃ۔ ۱) اے ایمان والو اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت نبوت سے پہلے میں نے حضور ﷺ سے کوئی چیز خریدی، کچھ رقم باقی رہ گئی۔ میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ اس جگہ آپ ٹھہریں میں لاکر حاضر ہوتا ہوں پھر میں بھول گیا۔ تین دن بعد مجھے یاد آیا میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو بڑی زحمت میں مبتلا کیا کہ میں تین روز سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

۲۔ جس قوم میں عہد شکنی کی عادت پھیل جاتی ہے اس میں خون ریزی بڑھ جاتی ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اس میں موتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

(اسوۂ رسول اکرم ﷺ بحوالہ ابوداؤد و حاکم و نسائی)

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں جس میں ہوں گی وہ منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، وہ چار باتیں یہ ہیں:

۱۔ جب بات کرے جھوٹ بولے۔ ۲۔ جب وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ ۳۔ جب عہد کرے تو دغا دے۔ ۴۔ جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔ (بخاری)

کسی کو برا نہ کہنے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ابن آدم (انسان) مجھے تکلیف دیتا ہے (اس طرح کے) وہ زمانے کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ (کچھ نہیں وہ) تو میں ہوں۔ سب تصرفات میرے قبضے میں ہیں اور شب و روز کی گردش میرے ہی حکم سے ہوتی ہے۔"

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" (وہ اس طرح کہ) اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے دوسرا پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اگر کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے دوسرا پلٹ کر اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری)۔ گویا دونوں نے اصل میں اپنے باپ یا ماں کو گالی دی۔

۲۔ اصول اسلام اور احادیث رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ قوم عاد پر طوفان باد کے ایام کو جو آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل ہوا کا شدید طوفان رہا نحسات فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ یہ دن اس قوم کے حق میں ان کی بداعمالیوں کے سبب منحوس ہوگئے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دن سب کے لیے منحوس ہوں۔

(معارف القرآن جلد ۷)

۳۔ جب آپ ﷺ کو کسی کے متعلق بات بری معلوم ہوتی تو یوں نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا ایسا کرتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ (ترمذی)

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور کسی مسلمان کو (ناحق) مار ڈالنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

مریض کی عیادت کرنے سے متعلق ہدایات اور سنتیں

۱۔ عیادت کے واسطے جانے کے لیے وضو کرنا سنت ہے۔ آپ

ﷺ نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھا (یعنی پورا) وضو کیا اور ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے ساٹھ (۶۰) برس کی (مسافت) بقدر دور رکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کی زندگی کے بارے میں اس کا غم دور کرو (یعنی تسلی و تشفی دلاؤ کہ انشاء اللہ تم جلد صحت یاب ہو جاؤ گے، اللہ بڑی قدرت والے ہیں وغیرہ) اس لیے کہ یہ (تسلی اگرچہ) کسی چیز کو (یعنی تقدیر کے لکھے کو) ٹال نہیں سکتی، مگر مریض کا دل خوش ہوتا ہے۔ (ترمذی)

۳۔ بہترین عیادت وہی ہے جس میں عیادت کرنے والا جلد اٹھ کھڑا ہو۔ (مشکوۃ) کہیں زیادہ دیر بیٹھنے سے مریض پریشان نہ ہو جائے یا گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے ہاں اگر مریض کو ضرورت ہے تو وہ دوسری بات ہے۔

غیبت سے بچنے کے متعلق ہدایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول ﷺ نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا ذکر اس طرح کرو جس کو وہ (سنے تو) ناپسند کرے۔ (آپ ﷺ سے) پوچھا گیا اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے تب بھی اس کو غیبت کہا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ برائی اس کے اندر موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو نے اس پر (غیبت سے بڑھ کر) بہتان لگایا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ الحجرات۔ ۱۲)

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) سراغ نہ لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تو تم برا سمجھتے ہو (تو سمجھ لو کہ کسی بھائی کی غیبت بھی اسی کے مشابہ ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو (غیبت چھوڑ دو توبہ کرو) بے شک اللہ بڑا قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

غیبت سے متعلق مسائل

۱۔ حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی۔ اس سے بھی معاف کرانا ضروری ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۲۔ اگر وہ شخص جس کی غیبت کی وہ مر گیا یا اس کا پتا نہیں تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (مظہری) یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت و رحمت کے متعلق ہدایات اور سنتیں

۱۔ حضرت جریر ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا (یعنی اس کو اپنی خاص و کامل رحمت کا مستحق نہیں گردانتا) جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

۲۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) تو مومنوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پائے گا جیسا کہ بدن ہے۔ جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو سارے بدن کے اعضا اس

کے دکھ میں شریک ہو جاتے ہیں اور بیداری اور بخار میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بلوغ کی حد تک پہنچ جائیں (یعنی ان کی شادی ہو جائے اور وہ اپنے شوہر کے گھر پہنچ جائیں) تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ایک جگہ ہوں گے جس طرح یہ انگلیاں ہیں۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔ (مسلم)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرے نہ اس کو رسوا ہونے دے اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے فرمایا، پرہیزگاری اس جگہ ہے نیز فرمایا کہ مسلمان کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل وحقیر کرے اور (یاد رکھو) مسلمان پر مسلمان کی ساری چیزیں حرام ہیں جیسے اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو۔ (مسلم)

۵۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی جوان کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کے سبب تعظیم وتکریم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی تعظیم و خدمت کرتا ہے۔ (ترمذی)

۶۔ صفوان ابن سلیمؒ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔ (فقیر ومحتاج بھی مسکین کے حکم میں داخل ہیں)۔

(بخاری ج ۲)

۷۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جو کوئی مسلمان بندہ کسی درخت کا پودا لگائے یا کھیتی (وغیرہ) کرے پھر کوئی انسان یا پرندہ یا چوپایہ اس درخت یا کھیتی میں سے کھائے تو یہ بھی اس بندے کی طرف سے صدقہ اور کار ثواب ہے۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے (اس کے علاج میں) فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور غریبوں کو کھانا کھلایا کر۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد)

۹۔ ”آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان محبت والفت کا مقام ہے، اس شخص میں بھلائی و خیر خوبی نہیں جو مسلمان سے محبت و الفت نہیں کرتا اور مسلمان اس سے محبت والفت نہیں رکھتے۔“

(مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

۱۰۔ جو کسی مسلمان کی پردہ داری کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ داری کرے گا۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کے متعلق ہدایات اور سنتیں

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبر لو (دیکھ بھال کرو) اور اسیر قیدیوں کو رہائی دلانے کی کوشش کرو۔ (صحیح بخاری)

۲۔ مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ (سنن ابن ماجہ)

۳۔ جو کسی مسلمان کی دنیوی تکلیف اور پریشانی دور کرے گا اللہ تعالیٰ (اس کے عوض) قیامت کے دن کی تکلیف اور پریشانی سے اس کو نجات دے گا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

۴۔ جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا۔ (صحیح بخاری)

ضیافت کے متعلق آداب وسنتیں

حضرت شریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم اور خاطر داری کرے۔ کہ مہمان کے ساتھ تکلف و احسان کرنے کا وقت ایک دن اور ایک

رات ہے، اور مہمان داری کرنے کا تین دن ہے اس (تین دن) کے بعد جو دیا جائے گا وہ ہدیہ و خیرات ہوگا اور مہمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کے رکنے پر اصرار کے بغیر) ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائے۔

ضیافت یعنی مہمان کی خاطر تواضع کرنا کمال ایمان کی علامت ہے۔ ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے اپنے مہمان کی عزت (خاطر) کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے اپنے ہمسائے (پڑوسی) کو [illegible] نہ دے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

(بخاری و مسلم ج ۱ ص ۵۰ عن ابی ہریرہؓ)

۱۔ مسلمانوں کے لیے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہیے اور دوسروں کو جواب دینا چاہیے۔

۲۔ مہمان نوازی کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ اس کے سامنے لا رکھے۔ پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید مہمانی کا انتظام بعد میں کرے۔

۳۔ مہمان نوازی کے لیے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے، آسانی سے جو بھی چیز میسر ہو جائے وہ مہمان کی خدمت میں پیش کرے۔

۴۔ مہمان کے آداب میں سے ایک یہ بھی کہ مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اس کو قبول کرے، کھانے کو دل نہ چاہے تو معمولی سی شرکت و دلجوئی کے لیے کر لے۔ اگر کوئی چیز اس کے لیے مضر ہے تو احسن طریقے سے عذر کر دے۔

۵۔ مہمان کا میزبان کو یوں دعا دینا مسنون ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

(مسلم)

۶۔ میزبان کو چاہیے کہ صرف کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فارغ نہ ہو جائے بلکہ اس پر نظر رکھے کہ مہمان کھا رہا ہے یا نہیں۔ مگر یہ نظر اس طرح ہو کہ مہمان کے کھانے (پینے) کو تکتا نہ رہے۔ سرسری نظر سے دیکھ لے۔ کیونکہ مہمان کے لقموں کو دیکھنا آداب ضیافت کے خلاف اور مہمان کے لیے باعث شرمندگی ہوتا ہے۔

۷۔ اکابر بزرگ اور مہمان کی سواری کی رکاب اور لگام کو از راہ تواضع اور خاطر داری پکڑنا نیز مہمان کو رخصت کرنے کے لیے مکان کے دروازے یا باہر کچھ دور تک اس کے ساتھ جانا مسنون ہے۔ (مظاہر حق ج ۴ معارف القرآن ج ۳)

۸۔ میزبان کا نیک و صالح مہمان سے طلب دعا کرنا اور مہمان کا میزبان کے لیے دعا کرنا مسنون ہے۔ (مظاہر حق)

۹۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر (یعنی رزق و برکت اور بھلائی) اتنی تیزی سے پہنچتی ہے، جس طرح اونٹ کا گوشت کاٹنے میں چھری تیزی سے کوہان کی طرف جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۰۔ حضرت ابی الاحوص جشمیؒ اپنے والد (حضرت مالک بن نضلہؓ صحابی سے) روایت کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں کسی شخص کے ہاں جا کر مہمان ہوں اور وہ میری مہمان داری نہ کرے اور میری ضیافت کا حق ادا نہ کرے، پھر وہ شخص میرے ہاں (بھی) مہمان ہو تو کیا میں اس کی مہمانداری کروں یا اس سے بدلہ لوں (یعنی میں بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کروں جو وہ میرے ساتھ کر چکا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں اس سے بدلہ نہ لو) بلکہ اس کی مہمانداری کرو۔ (ترمذی)

رات کو سوتے وقت کے متعلق ہدایات اور سنتیں

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی (سونے کے لیے) اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیے کہ اپنے بستر کو اپنی لنگی کے اندر کے کونے (یا کسی کپڑے) سے جھاڑ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے بستر پر کیا چیز (مثلاً کیڑا، کوڑا، گرد و غبار وغیرہ) گری پڑی ہو۔ اس کے بعد وہ بستر پر لیٹے پھر کہے "اے میرے رب میں نے تیرا نام لے کر

اپنا پہلو رکھا اور تیری قدرت سے اس کو اٹھاؤں گا اگر تو سوتے میں میرے نفس کو روک لے (یعنی مجھے موت دے دے) تو مجھ پر رحم فرما، اور اگر تو اسے زندہ چھوڑ دے تو اپنی قدرت سے میری حفاظت فرما جس کے ذریعے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔"

رات کو سونے کی سنتیں

۱۔ بستر پر سونے سے پہلے ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھیں (اول آخر درود شریف پڑھنا بھی افضل ہے)

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی عن علیؓ)

۲۔ آیت الکرسی بھی پڑھ لے۔ (بخاری، نسائی، ابن ابی شیبہ عن علیؓ)

۳۔ سونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا

(بخاری و مسلم)

اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ "اے اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور جیتا ہوں۔" یعنی میرے شب و روز یا اللہ سب تیرے ہی لیے ہیں اور میری موت کا تو ہی مالک ہے اس میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

۴۔ سونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر ان امور کو انجام دے۔

(الف) دروازہ بند کرے (ب) چراغ (وغیرہ جن سے آگ لگنے کا اندیشہ ہو) بجھ دے (ج) مشکیزے کا منہ باندھے (د) برتن ڈھانک دے (مسلم ج ۲ ص ۱۷۰ عن جابرؓ)

ایک روایت میں ہے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے وہ جس کھلے ہوئے برتن سے گزرتی ہے اس میں وبا کا کچھ حصہ ضرور داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۷۱ عن جابرؓ)

اگر پانی کی بالٹی (وغیرہ کہ جس کو پورا بند نہ کر سکے) تو اس کے عرض پر کوئی لکڑی (وغیرہ) بسم اللہ پڑھ کر رکھ دے۔ (بخاری عن جابرؓ بی مشکوٰۃ ص ۳۷۲) جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو (بسم اللہ پڑھ کر) ڈھانپ دے۔ (بخاری و مسلم عن جابرؓ)

۵۔ سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی اور بچوں کو بھی تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں سرمہ ڈالیں پہلے تین مرتبہ دائیں میں پھر بائیں آنکھ میں ڈالیں، آنحضرت ﷺ کا یہی معمول تھا (ترمذی عن ابن عباسؓ۔ مشکوٰۃ ص ۳۸۲)

جب بچے دس برس کی عمر کے ہو جائیں

۱۔ جب بچے دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو بہن بھائی کے بستر الگ الگ کر دیں۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۵۸)

۲۔ بیوی اور بچوں کو نصیحت آمیز واقعات سنانا اور خوش طبعی کی باتیں کریں۔ (شمائل ترمذی)

۳۔ داہنی کروٹ پر قبلہ رو ہو کر سونا۔ (بخاری و مسلم) داہنا ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھنا۔ (بخاری عن حذیفہؓ) پٹ لیٹنا اس طرح سے کہ سینہ زمین کی طرف اور پیٹھ آسمان کی طرف ہو منع ہے (کیونکہ اس طرح شیطان سوتا ہے)۔ (ترمذی)

۴۔ خود بستر لگانا (صحیح مسلم) خود تکیہ لگانا (صحیح مسلم)

۵۔ رات کو سونے سے پہلے پھر مسواک کر لے۔ (مشکوٰۃ بیہقی) وضو کر کے سونا مسنون ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۸۷)

۶۔ قرآن مجید میں سے کوئی سورہ پڑھیں یا جو یاد ہو پڑھ لیا کریں۔ (ترمذی۔۔۔ [illegible])

رازداری کی سنتیں

(۱) بیوی کے ساتھ کھیل مذاق کرنا۔ (ترمذی)

(۲) بیوی کا حقوق زوجیت ادا کرنا۔ (صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ)

(۳) دوران ہم بستری: ایسے وقت میں رسول اکرم ﷺ خود کو اور اپنی بیوی کو چادر سے سر تک ڈھانک لیتے تھے۔ (شمائل نبوی ﷺ ابن ماجہ) تاکہ دونوں کے جسموں کی کافی حفاظت رہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا مَا رَاٰی وَلَا رَاَيْتُ مِنْهُ یعنی نہ آپ ﷺ نے میرے ستر کے مقام کو دیکھا اور نہ میں نے آپ کے۔ (اس سے طبیعت میں منافرت اور شہوت میں کمی ہو جاتی ہے۔) فرمایا:

اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ اِمْرَءَتَهٗ فَلَا يَتَجَرَّدْ تَجَرُّدَ الْعِيْرَيْنِ

(ابن ماجہ، عتبہ ابن عتبہ)

"جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو دونوں کو چاہیے کہ گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔" (ابن ماجہ)

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لَا يَضَعَنَّ اَحَدُكُمْ عَلٰى امْرَاَةٍ كَمَا تَضَعُ الْبَهِيْمَةُ وَلَاكِنْ بَيْنَهُمَا رَسُوْلٌ قِيْلَ وَمَا الرَّسُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

قَبْلَ الْقُبْلَةِ وَالْكَلَام (ابن منصور، دیلمی)

"تم میں کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ جا پڑے جس طرح جانور جا پڑتے ہیں، دونوں کے درمیان اولاد پیغمبری ہونا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اولاد پیغمبری سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: "بوس و گفتگو" (احیاء العلوم ص ۴۵)

(۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعتبار مرتبے کے سب سے برا شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستر ہو اور اس کی بیوی اس کی ہم آغوش ہو اور وہ اس کی پوشیدہ باتیں ظاہر کرتا پھرے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ) وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ (مقعد میں) بدفعلی کرے۔

(مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴) جب بیوی سے ہم بستری کا ارادہ ہو تو پہلے تو یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا

"یعنی اے اللہ ہم دونوں کو شیطان سے بچا اور جو کچھ بھی آپ عطا فرمائیں (اولاد) ان کو بھی شیطان سے بچا۔" (بخاری)

اس طرح اگر صحبت کے نتیجے میں کوئی اولاد مقدر ہوگی تو شیطان اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (بخاری کتاب الدعوات، مسلم، ابوداؤد)

(۵) اپنی بیوی سے جس طرح چاہو مجامعت کرو خواہ آگے سے اگلی جانب آؤ خواہ پیچھے سے اگلی جانب آؤ لیکن مقعد میں دخول سے اجتناب کرو اور حیض (نفاس) کی حالت میں جماع نہ کرو (جس طرح مقعد میں دخول (ہر حال میں) حرام ہے اسی طرح حیض کی حالت میں اگلے حصہ میں بھی جماع حرام ہے۔ جب تک کہ وہ خوب پاک نہ ہو جائے)

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۶) اور ابوداؤد میں بھی اسی طرح کی روایت ہے کہ سب (مخصوص) ان ایام میں انہیں اپنے پاس رکھیں اور سب کام کریں (یعنی ان کے پاس بیٹھنا کھانا پینا سب جائز ہے) لیکن مجامعت نہ کریں۔

(ابوداؤد باب فی اتیان الحائض ومباشرتھا عن انس بن مالک)

قرآن کریم میں بھی (پ ۲ میں) اس گندگی سے دور رہنے کی جب تک کہ پاک نہ ہو مجامعت سے منع فرمایا گیا ہے (اس کے طبی نقصانات انتہائی بھیانک ہیں)

(۷) اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو ہم بستر ہونے کے لیے بلائے اور وہ عورت (جب کہ کوئی شرعی عذر نہ ہو) انکار کر دے اور پھر شوہر (اس کے انکار کی وجہ سے) رات بھر غصے کی حالت میں رہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

(بخاری کتاب النکاح عن ابی ہریرۃ، صحیح مسلم)

(۸) ہم بستری سے فراغت پر غسل دونوں پر ہی فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی وقت غسل کر کے سونا افضل ہے۔ (بخاری) غسل کوئی نہ چاہے تو "صفائی کے بعد باوضو ہو کر سو جائیں۔ (بخاری و مسلم، ابوداؤد عن ابن عمرؓ) اور بغیر غسل وضو کے ایسے سو جانا بھی صحیح ہے۔ (مسند احمد، مشکوۃ) نیز تیمم کر کے سو جانا بھی حدیث سے ثابت ہے۔

(بیہقی، بحوالہ جمع الفوائد)

(۹) میاں بیوی ایک غسل خانے میں ایک ساتھ بھی غسل کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو میرے اور آپؐ کے درمیان رکھا ہوتا تھا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس برتن میں ٹکرایا کرتے تھے آپؐ مجھ سے سبقت لے جایا کرتے تھے حتیٰ کہ میں یہ کہا کرتی میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے، میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے۔ (مشکوۃ)

غسل جنابت میں کھانا پینا جائز ہے

ایسی حالت میں جب غسل فرض ہو گیا ہو کھانا پینا ہو (جیسے سحری کے وقت) تو دونوں ہاتھ دھو لیں (کلی غرارہ کر لیں) اور کھائیں پئیں اس میں کوئی قباحت نہیں، یہ جائز ہے۔ (ابوداؤد ج ا باب الجنب یاکل)۔

* * *

توبہ، استغفار اور دعا کی حقیقت

توبہ کی حقیقت

شرعی اصطلاح میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی گناہ کو گناہ سمجھ کر چھوڑ دے اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔ اگر ان گناہوں کی تلافی ممکن ہو تو حتی الامکان تلافی کی کوشش کرے۔ (مفردات: اصفہانی)

توبہ کے عمل سے تین چیزیں لازماً وابستہ ہیں:

۱۔ اپنی کوتاہی پر نادم ہونا۔
۲۔ دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔
۳۔ ان گناہوں کی تلافی کرنا۔

سورہ بقرہ میں ان چیزوں کا صاف حکم ہے۔ فرمایا:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ

(البقرہ: ۱۶۰)

”جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو تو ان کو معاف کرتا ہوں۔“

یعنی قرآن حکیم غلط کاریوں سے توبہ کرنے کے بعد ان غلط کاریوں سے آئندہ بچنے کے عزم اور اس کے ازالہ کو بھی بے حد اہم قرار دیتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ کوئی آدمی گناہ یا غلط کام کرے، بعد میں صرف توبہ توبہ کا ورد کرتا پھرے تو یہ اس غلطی یا گناہ کے ازالہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ یا فلاں الفاظ انگلیوں پر گن کر اتنی بار روزانہ ورد کیے جائیں تو اس کے اعمال میں کوئی گناہ باقی نہیں رہتا یا فلاں وظیفہ پڑھنے سے آدمی گناہوں سے دھل کر صاف ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید نے انسانی زندگی کی ترقی، بہتری اور فوز و فلاح کے لیے ٹھوس قوانین اور واضح ہدایتیں بیان کر دی ہیں۔ ان ہدایتوں کے مطابق زندگی گزارنا ہی انسان کی نجات کا باعث بنے گا۔ لیکن زندگی کی عملی دوڑ دھوپ میں کسی مرحلے پر بھی انسان خطا کا شکار ہو جائے تو رب کریم نے انسان کے واپس لوٹنے کی اس شرط کے ساتھ گنجائش رکھی ہے کہ وہ آئندہ ان خطاؤں سے باز رہنے کا عزم کرے اور کی ہوئی خطاؤں کا ازالہ کرے۔

ایسی توبہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل قانون بھی سمجھایا ہے۔ فرمایا:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ
اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ
السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ
الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابًا أَلِيمًا (النساء: ۱۷، ۱۸)

”اللہ تعالیٰ صرف ان کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت (اور بے خبری) کی وجہ سے برا کام کرتے ہیں بعد میں جلدی سے (پشیمان ہو کر) توبہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ (ایسی صورت حال کو) جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ ان لوگوں کے لیے کوئی توبہ نہیں ہے جو (ایک دوسرے کے پیچھے) گناہ کیے جاتے ہیں۔ پھر جب موت

سامنے آتی ہے تو توبہ کرتے ہیں۔ یا کفر کی حالت میں مرنے والوں کی (توبہ کام کی نہیں) ایسے تمام لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔''

استغفار اور مغفرت

استغفار اور مغفرت شرعی اصطلاح میں آنے والے وقت میں گناہوں سے بچنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ مجھ سے یہ گناہ ہو سکتے ہیں، اس لیے مغفرت کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ سے ان کا دفاع چاہتا ہے۔ اس مغفرت کا بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک موثر اور کامل حل مومنوں کے سامنے رکھا ہے۔

فرمایا:

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ (یاسین ۱۱)

''(اے پیغمبر) بیشک تو ڈراتا ہے ایسے آدمی کو جو تابعداری کرتا ہے قرآن کی، بن دیکھے اللہ رحمٰن سے ڈرتا ہے، تو ایسے لوگوں کو مغفرت کی خوشخبری دے اور بڑے ثواب کی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے کے لیے من اتبع الذکر بتادیا ہے یعنی قرآن کے اتباع کا عمل انسان کو گناہوں سے حفاظت میں رکھے گا۔

سورہ مائدہ میں بھی اس طرح کا فرمان ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (مائدہ ۹)

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے جو ایمان لائیں گے اور (اس ایمان کے مطابق) صالح عملی زندگی بسر کریں گے۔''

مومنین کی زندگی قرآنی احکامات کے اسی دائرے میں روبعمل ہوتی ہے لیکن یہ ان کی امتیازی خوبی ہوتی ہے کہ وہ کسی مرحلے پر بھی لغزش کا شکار ہو جاتے ہیں تو اس لغزش پر اصرار نہیں کرتے بلکہ صفائی سے ان کا اعتراف کرتے ہیں اور خود کو پاک کرنے کے لیے بے چین ہوتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران ۱۳۵)

''اور اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا وہ اپنے اوپر کبھی زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں خدا یاد آ جاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور خدا کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کیے پر ہرگز اصرار نہیں کرتے۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (الاعراف ۲۰۱)

''فی الواقع جو لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ صحیح روش کیا ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سارے کے سارے انسان خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔'' (ترمذی)

مومن خدا کی رحمت سے ہمیشہ پرامید رہتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ خدا اس کی سنتا ہے اور اس کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دیتا ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (الزمر ۵۳-۵۴)

''اے میرے وہ بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو! خدا کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو، یقیناً خدا تمہارے سارے

کے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ وہ بہت ہی معاف فرمانے والا اور بڑا ہی مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری بجا لاؤ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آپڑے اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پا سکو۔"

آخرت سے پہلے آخرت کی فکر

خدا اپنے بندوں کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک ان کی سانس نہیں اکھڑتی البتہ سانس اکھڑنے کے بعد جب انسان دوسرے عالم میں جھانکنے لگتا ہے تو توبہ کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"خدا اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے مگر موت کی سانس اکھڑنے سے پہلے پہلے۔" (ترمذی)

اس لیے مومن آخرت آنے سے پہلے آخرت کی فکر کرتا ہے۔ وہ صرف خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، اسی کے حضور گڑگڑاتا ہے اور اسی کے سامنے اپنی عاجزی، بے کسی اور خطا کاری کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے جلال اور اکرام کے سامنے مصمم ارادہ اور عزم کرتا ہے کہ آئندہ وہ اپنی بندگی کی حیثیت کا لحاظ رکھے گا۔ وہ عجز وانکساری کے سارے سرمائے کو خدا ہی کے حضور پیش کرتا ہے اور جو بدنصیب اپنے عجز واحتیاج کا یہ سرمایہ اپنے ہی جیسے مجبور بے بس انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو پھر اس رسوا لیے کے پاس خدا کے حضور پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔ اور وہ ذلیل ورسوا ہو کر ہمیشہ کے لیے در در کی ٹھوکر کھاتا ہے، اور کہیں عزت نہیں پاتا۔

خدا کا ارشاد ہے:

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا (الکہف ۵۸)

"اور آپ کا پروردگار گناہوں کو ڈھانپنے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے، اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو فوراً پکڑنے لگے تو عذاب بھیج دے مگر اس نے (اپنی رحمت سے) ایک وقت ان کے لیے مقرر کر رکھا ہے اور یہ لوگ بچنے کے لیے اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔"

اور سورہ شوریٰ میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ○ (الشوریٰ ۲۵)

"اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔"

دراصل انسان کو یقین رکھنا چاہیے کہ فوز و فلاح کا ایک ہی دروازہ ہے۔ اس دروازہ سے جو دھتکار دیا گیا پھر وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل اور محروم ہو گیا۔ مومنانہ طرز فکر یہی ہے کہ بندے سے خواہ کیسے بھی گناہ ہو جائیں اس کا کام یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے حضور گڑگڑائے اور اسی کے حضور اپنی ندامت کے آنسو ٹپکائے۔ بندے کے لیے خدا کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں جہاں سے اسے معافی مل سکے۔ حد یہ ہے کہ اگر آدمی خدا کو چھوڑ کر کسی نبی یا ولی کو خوش کرنے کی کوشش بھی کرے گا تو خدا کے دربار میں اس کی اس کوشش کی کوئی قیمت نہ لگے گی اور وہ دھتکار دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں اور وہ بھی اسی در کے فقیر ہیں، انہیں جو بھی عظیم مرتبہ ملا ہے اسی در سے ملا ہے اور ان کی عظمت کا راز بھی یہی ہے کہ وہ خدا کے سب سے زیادہ عاجز بندے ہوتے ہیں اور عام انسانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ خدا کے حضور گڑگڑاتے ہیں:

اس لیے بخشش و مغفرت کے لیے لازمی طور پر خدا کے مقرر کردہ قوانین کی پابندی کرنی پڑتی ہے قرآن میں صاف حکم ہے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا:

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ○ (توبہ ۹۶)

"یہ منافقین آپ کے سامنے قسمیں کھائیں گے کہ آپ ان سے راضی ہو جائیں۔ اگر آپ ان سے راضی ہو بھی گئے تو خدا ہرگز ایسے بے دینوں سے راضی نہ ہوگا۔"

قرآن پاک میں حضرت کعبؓ بن مالک کا عبرت انگیز واقعہ

ہمیشہ کے لیے سبق ہے کہ بندہ سب کچھ سہے، ہر آزمائش برداشت کرے لیکن خدا کے در سے اٹھنے کا تصور تک دل میں نہ لائے۔ دین کی راہ میں آدمی پر جو کچھ بیتے اور خدا کی طرف سے اس کو جتنا بھی روندا جائے وہ اس کی زندگی کو چمکانے اور اس کے درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ بے عزتی دائمی عزت کا یقینی راستہ ہے اور جو خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کہیں اور عزت تلاش کرتا ہے اس کو کہیں بھی عزت میسر نہیں آ سکتی۔ وہ ہر جگہ ذلیل ہوگا اور زمین و آسمان کی کوئی ایک آنکھ بھی اس کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (التوبہ ۱۱۸)

اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ خود اسی کی پناہ لی جائے تو خدا اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں، بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان ہے۔“

ان تین بزرگوں سے حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہلال بن امیہؓ مراد ہیں، اور ان تینوں کی مثالی توبہ رہتی زندگی تک کے لیے مومنوں کے واسطے مشعلِ راہ ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ جو بڑھاپے میں نابینا ہو گئے تھے اور اپنے صاحبزادے کے سہارے چلا کرتے تھے۔ انہوں نے خود اپنی مثالی توبہ کا نصیحت آموز واقعہ اپنے بیٹے سے بیان کیا تھا جو حدیث کی کتابوں میں کچھ یوں محفوظ ہے۔

غزوۂ تبوک کی تیاری کے زمانے میں جب نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو غزوہ میں شریک ہونے پر ابھارا کرتے تھے، میں بھی ان صحبتوں میں شریک رہتا۔ میں جب بھی آپ ﷺ کی باتیں سنتا، دل میں سوچتا کہ میں ضرور جاؤں گا لیکن واپس جب گھر آتا تو سستی کر جاتا اور سوچتا ابھی بہت وقت ہے، میرے پاس سفر کا سامان موجود ہے، میں صحت مند ہوں، سواری اچھی سے اچھی مہیا ہے پھر روانہ ہوتے کیا دیر لگے گی؟ اور بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ سارے مجاہدین میدان جنگ میں پہنچ گئے اور میں مدینہ میں بیٹھا ارادہ ہی کرتا رہا۔

اب خبریں آنے لگیں کہ نبی اکرم ﷺ واپس آنے والے ہیں اور ایک دن معلوم ہوا کہ آپ ﷺ واپس آ گئے اور حسب معمول مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں بھی مسجد میں پہنچا۔ یہاں منافقین حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ رہے تھے اور لمبی چوڑی قسمیں کھا کھا کر اپنے عذرات پیش کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ان کی بناوٹی باتیں سن کر ان کے ظاہری عذر قبول کر رہے تھے اور فرماتے جاتے خدا تمہیں معاف کرے۔

جب میری باری آئی تو نبی ﷺ نے مجھ سے کہا۔ کہو تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا؟ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی مسکراہٹ میں غصے کے آثار ہیں، اور میں نے صاف صاف بات کہہ ڈالی۔ اے خدا کے رسول ﷺ! واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ میں صحت مند تھا، خوشحال تھا، سواری بھی میرے پاس موجود تھی۔ بس میری سستی اور غفلت نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا۔ میری صاف صاف بات سن کر نبی ﷺ نے فرمایا اچھا جاؤ اور انتظار کرو کہ خدا تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائے۔ میں اٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں آ بیٹھا۔ قبیلے کے لوگوں نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کیا کہ تم نے کوئی بات کیوں نہ بنا دی، تم تو ہمیشہ دین کے کاموں میں پیش پیش رہے ہو، لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے دو اور ساتھیوں نے بھی اسی طرح سچی بات کہی ہے تو میرا دل مطمئن ہو گیا اور میں نے طے کر لیا کہ میں اپنی سچائی پر جما رہوں گا۔

اس کے بعد نبی ﷺ نے عام اعلان فرمایا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ یہ اعلان ہوتے ہی میرے لیے مدینے کی زمین بالکل بدل گئی اور میں اپنوں میں بے یار و مددگار بالکل اجنبی بن کر رہ گیا۔ کوئی بھی معاشرے میں مجھ سے سلام کلام نہ کرتا۔ ایک دن جب میں بہت زیادہ اکتا گیا اور طبیعت بہت گھبرائی تو ایک بچپن کے اچھے دوست اور چچازاد بھائی ابو قتادہؓ کے پاس گیا۔ میں نے جا کر سلام کیا

لیکن اس خدا کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے پوچھا ابوقتادہ! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ کیا مجھے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں ہے؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس انہوں نے اتنا کہا: ''خدا اور خدا کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔'' میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے اور میں اپنا غم لیے ہوئے واپس آ گیا۔

انہی دنوں بازار میں شام کے ایک تاجر نے مجھے ''شاہ غسان'' کا ایک خط دیا۔ عیسائیوں کے اس بادشاہ نے لکھا تھا، ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب تم پر بہت ہی ستم توڑ رہے ہیں، تم کوئی ذلیل آدمی تو ہو نہیں۔ تمہاری قدر ہم جانتے ہیں تم ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہارے مرتبے کے لائق سلوک کریں گے۔ خط دیکھتے ہی میری زبان سے نکلا، یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ اور اسی وقت اس خط کو میں نے چولہے میں جھونک دیا۔

چالیس دن اس حالت پر گزر چکے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا فرستادہ، نبی ﷺ کا یہ حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا طلاق دے دوں؟ جواب ملا نہیں، بس الگ رہو اور میں نے اپنی بیوی کو میکے روانہ کر دیا اور اس خدا کی بندی سے کہہ دیا کہ اب تم بھی خدا کے فیصلے کا انتظار کرتی رہو۔

پچاسویں دن فجر کی نماز کے بعد اپنی جان سے بیزار نہایت ہی مایوس اور غمزدہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک کسی نے پکار کر کہا: ''کعب! مبارک ہو!'' یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا اور اپنے خدا کے حضور سجدے میں گر پڑا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ فوج در فوج میرے پاس مبارک باد دینے کے لیے لوگ آنے لگے۔ میں اٹھا اور سیدھا نبی اکرم ﷺ کے پاس مسجد میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کعب! مبارک ہو یہ تمہاری زندگی کا سب سے بہترین دن ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ! یہ معافی آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا خدا کی طرف سے اور سورۂ توبہ کی کچھ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

توبہ کے لیے تاخیر نہیں

توبہ کرنے میں کبھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ زندگی کا حال کسی کو معلوم نہیں، کب مہلت عمل ختم ہو جائے۔ کچھ خبر نہیں کہ اگلا لمحہ زندگی کا لمحہ ہے یا موت کا۔ ہر وقت انجام کا دھیان رکھتے ہوئے اگر بندے نے کسی وقتی جذبے یا غفلت سے مغلوب ہو کر کوئی گناہ کر لیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے رحیم و غفور خدا کی طرف دوڑے اور ذرا تاخیر نہ کرے۔ اس لیے کہ گناہ سے گناہ پیدا ہوتا ہے اور شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہوا ہے اور وہ اس کو گمراہ کرنے کی فکر سے کسی وقت بھی بے فکر نہیں ہے۔

توبہ کے لیے خلوص و پختہ ارادہ

نہایت سچے دل سے خلوص کے ساتھ توبہ کرنی چاہیے جس سے آدمی کی زندگی کی کایا پلٹ جائے۔ اور توبہ کے بعد وہ ایک دوسرا ہی انسان نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ (التحریم ۸)

''اے مومنو! اللہ کی طرف رجوع کرو ایسا رجوع جو قلبی خلوص سے ہو۔ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہاری برائیوں کو اتار دے۔ اور تمہیں اپنے باغوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس دن خدا اپنے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر اس کے ساتھ ہو لیے ہیں، رسوا نہ کرے گا۔''

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔'' اب اگر وہ:

☆ گناہ سے باز آ جائے
☆ اپنے گناہوں کے احساس سے نادم ہو کر بخشش کا طلبگار ہو
☆ اور خدا کی طرف پلٹ کر گناہ سے بچنے کا عزم مصمم کرے تو خدا

اس کے قلب کو جلا بخش دیتا ہے۔ اور اگر وہ پھر گناہ کر بیٹھے تو اس سیاہ داغ میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔" یہ وہ زنگ ہے جس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (المطففین۔ ۱۴)

"ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے قلوب پر ان کے برے کرتوتوں کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"

مومن ہمیشہ یہ دھیان رکھتا ہے کہ خدا سے کیے ہوئے عہد و پیمان کے خلاف کوئی لغزش نہ ہونے پائے۔ اپنی تمام کوششوں کے باوجود اگر کبھی اس سے خطا سرزد ہو جائے تو وہ لوٹنے کے لیے بیتابی کی ایسی کیفیت سے گزرتا ہے کہ قدرت اس پر رحمت کا سایہ وسیع کر دیتی ہے۔

خدا کو سب سے زیادہ خوشی جس چیز سے ہوتی ہے وہ بندے کی توبہ ہے۔ بندہ جب فکر و جذبات کی گمراہی میں مبتلا ہو کر گناہوں کے دلدل میں پھنستا ہے اور خدا کی رحمت سے بہت دور ہو جاتا ہے اور جب وہ پھر پلٹتا ہے اور شرمسار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے کتنا خوش ہوتا ہے! اسے نبی اکرم ﷺ نے انتہائی بلیغ تمثیل میں بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو گیا ہو اور اس شخص کا کھانے پینے کا سامان بھی اسی گم ہونے والے اونٹ پر لدا ہوا ہو۔ اور وہ شخص چاروں طرف اس لق و دق صحرا میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو پھر وہ زندگی سے بے آس ہو کر کسی درخت کے نیچے موت کے انتظار میں لیٹ رہا ہو۔ ٹھیک اسی حالت میں وہ اپنے اونٹ کو سارے سامان سے لدا ہوا اپنے پاس کھڑا دیکھے تو تصور تو کرو اس کو کیسی کچھ خوشی ہوگی! تمھارا پروردگار اس شخص سے بھی کہیں زیادہ اس وقت خوش ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی بھٹکا ہوا بندہ اس کی طرف پلٹتا ہے اور گمراہی کے بعد پھر وہ فرمانبرداری کی روش اختیار کرتا ہے۔" (ترمذی)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے اسی حقیقت کو ایک اور تمثیل میں واضح فرمایا ہے جو نہایت ہی اثر انگیز ہے۔

"ایک موقع پر کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ مامتا کی ماری ایسی بے قرار تھی کہ جس چھوٹے بچے کو پاتی اپنی چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے لگتی، اس عورت کا یہ حال دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ صحابہؓ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! خود پھینکنا تو درکنار، وہ اگر گرتا ہو تو یہ جان کی بازی لگا کر اس کو بچائے گی۔" اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خدا اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم اور مہربان ہے جتنی یہ ماں اپنے بچے پر مہربان ہے۔"

جو گنہگار توبہ کر کے اپنی زندگی کو سدھار لے اس کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ حضرت عمران بن الحصینؓ دور رسالت کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو بدکاری کے نتیجے میں حاملہ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی، اے رسول اللہ! میں زناکاری کی سزا کی مستحق ہوں۔ مجھ پر شرعی حد قائم فرمایئے اور مجھے سزا دیجیے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے ولی کو بلایا۔ اور اس سے کہا، تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو، اور جب اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو میرے پاس لے کر آنا۔ ولادت کے بعد جب وہ عورت آئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اس کے جسم پر باندھ دیے جائیں (تاکہ سنگسار ہوتے وقت کھل نہ جائیں اور بے پردگی نہ ہو) پھر اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اور وہ سنگسار کر دی گئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی، تو حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھ رہے ہیں یہ تو بدکاری کر چکی ہے، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اس نے توبہ کر لی اور ایسی توبہ کہ اگر اس کی توبہ مدینے کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی نجات کے لیے کافی ہو جائے۔ تم نے اس سے افضل کسی کو دیکھا ہے جس نے اپنی جان خدا کے حضور پیش کر دی!

دعا

دعا کا قرآنی تصور

دعا کا مطلب ہے پکارنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنی حاجات کے لیے یا اپنی بندگی کے اظہار کے لیے خدا کو پکارے۔ یہ پکار بذات خود ایک عبادت ہے۔

جب آدمی کو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو فطری طور پر اس کے اندر یہ جذبہ بھی ابھر آتا ہے کہ وہ اپنی حاجات کے لیے خدا کو پکارے، وہ اس سے دنیا اور آخرت کی سعادتیں مانگے، وہ اس کو اپنا کارساز بنالے۔

دعا کوئی فرمائشی پروگرام نہیں۔ انسان جب ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی پاسداری کرتا ہے تو ہدایت یافتہ بن جاتا ہے، پھر انہی قوانین کے لازمی نتیجے میں انسان کو قبولیت کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ ۱۸۶)

”اے پیغمبر! جب میرے بندے تم سے میرے متعلق پوچھیں تو بتایئے کہ میں ان کے قریب ہوں۔ قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی جب وہ مجھے پکارتے ہیں، تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ وہ ہدایت یافتہ ہوں۔“

اس کی فرمانبرداری کا راستہ چھوڑ کر آدمی اپنی حاجت روائیوں کے لیے اگر بزرگوں اور درگاہوں کا بھی سہارا لے تو وہ سہارا کسی کام کا نہیں، اس لیے کہ اللہ کے قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں۔ حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو بندوں کی پکار سنے اور ان کی دعاؤں کا جواب دے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ (الفاطر ۱۵)

”انسانو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اللہ ہی ہے جو غنی اور بے نیاز اور اچھی صفات والا ہے۔“

دعا عبادت کا جوہر ہے اور عبادت کا مستحق تنہا خدا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

لَهٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (الرعد ۱۴)

”اسی کو پکارنا برحق ہے اور یہ لوگ اس کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کو پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر چاہے کہ پانی (دور ہی سے) اس کے منہ میں آپہنچے، حالانکہ پانی اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بے نتیجہ بھٹک رہی ہیں۔“

اخلاص اور دعا

دعا گہرے اخلاص اور پاکیزہ نیت سے مانگنی چاہیے اور اس یقین کے ساتھ کہ جس خدا سے آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کے حالات کا پورا پورا یقینی علم بھی رکھتا ہے اور آپ پر انتہائی مہربان بھی ہے، اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی پکار سنتا اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جو بندے کی بھلائی میں ہوگا وہی بندے کو عطا ہوگا۔

قرآن میں ہے:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (المومن۔ ۱۴)

”پس اللہ کو پکارو اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔“

خدا سے وہی کچھ مانگنا چاہیے جو حلال اور طیب ہو، ناجائز مقاصد اور گناہ کے کاموں کے لیے خدا کے حضور ہاتھ پھیلانا انتہائی

درجے کی بے ادبی، بے حیائی اور گستاخی ہے، حرام اور ناجائز مرادوں کے پورا ہونے کے لیے خدا سے دعائیں کرنا اور منتیں ماننا دین کے ساتھ بدترین قسم کا مذاق ہے۔ اسی طرح ان باتوں کے لیے بھی دعا نہیں مانگنا چاہیے جو خدا نے ازلی طور پر طے فرما دی ہیں اور جن میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، مثلاً کوئی پست قد انسان اپنے قد کے دراز ہونے کی دعا کرے یا کوئی غیر معمولی دراز قد انسان قد کے پست ہونے کی دعا کرے وغیرہ۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

وَّ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (اعراف۔ ۲۹)

''اور ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک اسی کی طرف رکھو اور اسی کو پکارو، اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔''

خدا کے حضور اپنی ضرورتیں رکھنے والا نافرمانی کی راہ پر چلتے ہوئے ناجائز مرادوں کے لیے دعائیں نہ مانگے بلکہ اچھا کردار اور پاکیزہ جذبات پیش کرتے ہوئے نیک مرادوں کے لیے خدا کے حضور اپنی درخواست رکھے۔

دعا پوری توجہ، یکسوئی اور حضورِ قلب سے مانگنی چاہیے اور خدا سے اچھی امید رکھنی چاہیے۔ اپنے گناہوں کے انبار پر نگاہ رکھنے کے بجائے خدا کے بے پایاں عفو وکرم اور بے حد وحساب جود وعطا پر نظر رکھنی چاہیے۔ اس شخص کی دعا درحقیقت دعا ہی نہیں ہے جو غافل اور لاپروا ہو اور لاابالی پن کے ساتھ محض نوکِ زبان سے کچھ الفاظ بے دلی کے ساتھ ادا کر رہا ہو اور خدا سے خوش گمان ہو۔

حدیث میں ہے:

''اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے (حضورِ قلب سے) دعا کیجیے۔ خدا ایسی دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پروا دل سے نکلی ہو۔'' (ترمذی)۔

دعا کے لیے عاجزی اور خشوع

دعا، انتہائی عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ مانگنی چاہیے۔ خشوع اور خضوع سے مراد یہ ہے کہ آپ کا دل خدا کی ہیبت اور عظمت وجلال سے لرز رہا ہو اور جس کی ظاہری حالت پر بھی خدا کا خوف پوری طرح ظاہر ہو۔

دراصل دعا مانگتے وقت آدمی کو اس تصور سے لرزنا چاہیے کہ میں ایک درماندہ فقیر ایک بےنوا مسکین ہوں، اگر خدانخواستہ میں اس در سے ٹھکرا دیا گیا تو پھر میرے لیے کہیں کوئی ٹھکانا نہیں۔ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے جو کچھ ملا ہے خدا ہی سے ملا ہے اور اگر خدا نہ دے تو دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو مجھے کچھ دے سکے۔ خدا ہی ہر چیز کا وارث ہے، اسی کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے۔ بندہ محض فقیر اور عاجز ہے۔

قرآن پاک میں ہدایت ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا ۔ (الاعراف۔ ۵۵)

''اپنے رب کو عاجزی اور زاری کے ساتھ پکارو۔''

عبدیت کی شان یہی ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کو نہایت عاجزی اور مسکنت کے ساتھ گڑگڑا کر پکارے۔ اور اس کا دل ودماغ، جذبات واحساسات اور سارے اعضا اس کے حضور جھکے ہوئے ہوں، اور اس کے ظاہر وباطن کی پوری کیفیت سے احتیاج وفریاد ٹپک رہی ہو۔

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ○ (الاعراف۔ ۲۰۵)

''اور اپنے رب کو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ یاد کیا کرو۔ اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے صبح وشام یاد کرو۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

حضرت زکریا کی شانِ بندگی کی تعریف کرتے ہوئے قرآن میں کہا گیا ہے۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا○ (مریم۔ ۳)

''جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔''

انسان کے نیک اعمال اور دعا

زندگی میں انسان جو اچھائی کے کام اور نیک اعمال کرتا ہے انسان کے وہ اعمال اس کے لیے قبولیت کا واسطہ بنتے ہیں۔

قرآن میں ہے:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ

(فاطر۔ ۱۰)

”اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل انھیں بلندی طے کراتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ نے ایک بار تین ایسے اصحاب کا واقعہ سنایا جو ایک اندھیری رات میں ایک غار کے اندر پھنس گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے مخلصانہ عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی اور خدا نے ان کی مصیبت کو دور فرما دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ تین ساتھیوں نے ایک رات ایک غار میں پناہ لی۔ خدا کا کرنا، پہاڑ سے ایک چٹان پھسل کر غار کے منہ پر آ پڑی اور غار بند ہو گیا۔ دیو قامت چٹان تھی، بھلا ان کے بس میں کہاں تھا کہ اس کو ہٹا کر غار کا منہ کھول دیں! مشورہ یہ ہوا کہ اپنی اپنی زندگی کے مخلصانہ عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی جائے، کیا عجب کہ خدا سن لے اور اس مصیبت سے نجات مل جائے۔ چنانچہ ایک نے کہا:

اے میرے خدا! میں جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسی پر میرا گزارہ تھا۔ جب جنگل سے واپس آتا، تو سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور پھر اپنے بچوں کو ایک دن میں دیر میں آیا، بوڑھے ماں باپ سو چکے تھے۔ بچے جاگ رہے تھے اور بھوکے تھے لیکن میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ ماں باپ سے پہلے بچوں کو پلاؤں اور یہ بھی گوارا نہ کیا کہ والدین کو جگا کر تکلیف پہنچاؤں۔ چنانچہ میں رات بھر دودھ کا پیالہ لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ بچے میرے پیروں میں چمٹ چمٹ کر روتے رہے لیکن میں صبح تک اسی طرح کھڑا رہا۔

خدایا! میں نے یہ عمل خالص تیری رضا کی خاطر کیا۔ تو اس کی برکت سے غار کے منہ سے چٹان ہٹا دے۔ اس دعا پر چٹان اتنی ہٹ گئی کہ آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے نے کہا، اے مولیٰ! میں نے کچھ مزدوروں سے کام لیا اور سب کو مزدوری دے دی لیکن ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد جب وہ مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ گائیں بکریاں اور یہ نوکر چاکر سب تمہارے ہیں لے جاؤ۔ وہ بولا خدا کے لیے مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا مذاق نہیں بلکہ یہ سب کچھ تمہارا ہے تم جو رقم چھوڑ کر گئے تھے میں نے اس کو کاروبار میں لگایا۔ خدا نے اس میں برکت دی اور یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو سب اسی سے حاصل ہوا ہے، یہ اطمینان کے ساتھ لے جاؤ۔ سب کچھ تمہارا ہے۔ اور وہ شخص سب کچھ لے کر چلا گیا۔ خدایا! یہ میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا۔ خدایا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ سے اس چٹان کو دور فرما دے۔ خدا کے کرم سے چٹان اور ہٹ گئی۔

تیسرے نے کہا، خدایا! میری ایک چچا زاد بہن تھی جس سے مجھ کو غیر معمولی محبت ہو گئی تھی۔ . . اس نے کچھ رقم مانگی۔ میں نے رقم مہیا کر دی، لیکن جب میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے پاس بیٹھا تو اس نے کہا۔ خدا سے ڈرو اور اس کام سے باز رہو۔ میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ اور میں نے وہ رقم بھی اس کو بخش دی، اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ سب محض تیری خوشنودی کے لیے کیا۔ خدایا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ کو کھول دے خدا نے غار کے منہ سے چٹان ہٹا دی اور تینوں کو خدا نے اس مصیبت سے نجات بخشی۔

نیک مقاصد کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو خدا کی ہدایت کے مطابق سنوارنے اور سدھارنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ گناہ اور حرام سے پوری طرح پرہیز، ہر کام میں خدا کی ہدایت کا پاس رکھنا اور پرہیزگاری کی زندگی گزارنی چاہیے۔ حرام کھا کر، حرام پی کر، حرام پہن کر اور بے باکی کے ساتھ حرام کے مال سے اپنے جسم کو پال کر دعا کرنے والا یہ آرزو کرے کہ میری دعا قبول ہو تو یہ زبردست نادانی کی بات ہے۔ دعا کو قابل قبول بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کا قول و عمل بھی دین کی ہدایت کے مطابق ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

* * *

خدا پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے اور خدا نے مومنوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے، جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے، چنانچہ اس نے فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا

(المؤمنون: ۵۱)

”اے رسولو! پاکیزہ روزی کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔“

اور مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ: ۱۷۲)

”اے ایمان والو! جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں وہ کھاؤ۔“

پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر حاضری دیتا ہے، غبار میں اٹا ہوا ہے، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے اس کے جسم کی نشوونما ہوئی ہے۔ تو ایسے (باغی اور نافرمان) شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے۔ (صحیح مسلم)

قبولیت دعا

مومن دعا کی قبولیت کے معاملے میں خدا پر پورا بھروسا رکھتا ہے اور اگر دعا کی قبولیت کے اثرات جلد ظاہر نہ ہو رہے ہوں تو مایوس ہو کر دعا چھوڑ دینے کی غلطی کبھی نہیں کرتا۔ قبولیت دعا کی فکر میں پریشان ہونے کے بجائے صرف دعا مانگنے کی فکر ہونی چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”آپ کے پروردگار میں حد درجے کا حیا اور مہربانی کی صفت موجود ہے جب بندہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو حیا آتی ہے کہ بندہ کے ہاتھ خالی لوٹا دے۔“ (لہٰذا وہ کچھ نہ کچھ عطا کرنے کا فیصلہ ضرور کرتا ہے) (ترمذی، ابوداؤد)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

”جب مومن کوئی دعا مانگتا ہے، جس میں نہ گناہ کی بات ہو نہ قطع رحمی کی بات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے:

۱۔ یا تو بندے کو مانگی ہوئی چیز اسی وقت عطا کی جاتی ہے۔

۲۔ یا اس کی دعا کو آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ بنایا جاتا ہے۔

۳۔ یا پھر آنے والی کوئی مصیبت اور کوئی تکلیف اسی دعا کی وجہ سے دور کی جاتی ہے۔“ (رواہ احمد)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”جب کوئی مسلمان خدا سے کچھ مانگنے کے لیے خدا کی طرف منہ اٹھاتا ہے تو خدا اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے یا تو اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے یا خدا اس کے لیے اس کی مانگی ہوئی چیز کو آخرت کے لیے جمع فرما دیتا ہے قیامت کے دن خدا ایک بندۂ مومن کو اپنے حضور طلب فرمائے گا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا، اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیری دعا کو قبول کروں گا۔ تو کیا تو نے دعا مانگی تھی؟ وہ کہے گا، پروردگار! مانگی تھی“ پھر خدا فرمائے گا۔ ”تو نے مجھ سے جو دعا بھی مانگی تھی میں نے وہ قبول کی، کیا تو نے فلاں دن یہ دعا نہ کی تھی کہ میں تیرا وہ رنج و غم دور کر دوں جس میں تو پھنسا تھا اور میں نے تجھے اس رنج و غم سے نجات بخشی تھی؟“ بندہ کہے گا۔ ”بالکل سچ ہے پروردگار!“ پھر خدا فرمائے گا۔ ”وہ دعا تو میں نے قبول کر کے دنیا ہی میں تیری آرزو پوری کر دی تھی اور فلاں روز پھر تو نے دوسرے غم میں مبتلا ہونے پر دعا کی کہ خدایا! اس مصیبت سے نجات دے مگر تو نے اس رنج و غم سے نجات نہ پائی اور برابر اس میں مبتلا رہا“ وہ کہے گا ”بے شک پروردگار، تو خدا فرمائے گا“ میں نے اس دعا کے عوض جنت میں تیرے لیے طرح طرح کی نعمتیں جمع کر رکھی ہیں۔“ اور اسی طرح دوسری حاجتوں کے بارے میں بھی دریافت کر کے یہی فرمائے گا۔“

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”بندۂ مومن کی کوئی دعا ایسی نہ ہوگی جس کے بارے میں خدا یہ نہ فرما دے کہ یہ میں نے دنیا میں قبول کی اور یہ تمہاری آخرت کے

لیے ذخیرہ کر کے رکھی۔ اس وقت بندۂ مومن سوچے گا کاش میری کوئی دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی۔ اس لیے بندے کو ہر حال میں دعا مانگتے رہنا چاہیے"۔ (حاکم)

دعا مانگتے وقت کے ظاہری آداب و طہارت

دعا مانگتے وقت ظاہری آداب، طہارت، پاکیزگی کا بھی پورا پورا خیال رکھنا چاہیے، اور قلب کو بھی ناپاک جذبات، گندے خیالات اور بیہودہ معتقدات سے پاک رکھنا چاہیے۔

قرآن میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (البقرہ۔ ۲۲۲)

"بے شک خدا کے محبوب وہ بندے ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں جو نہایت پاک وصاف رہتے ہیں۔"

اور سورۂ مدثر ۳، ۴ میں ہے

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝

"اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجیے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے۔"

دوسروں کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے لیکن ہمیشہ اپنی ذات سے شروع کیجیے پہلے اپنے لیے مانگیے پھر دوسروں کے لیے۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ کی دو دعائیں نقل کی گئی ہیں جن سے یہی سبق ملتا ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم۔ ۴۰، ۴۱)

"اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں) پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ اور میرے والدین اور سارے مسلمانوں کو اس دن معاف فرما دے جب کہ حساب قائم ہوگا۔"

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (نوح ۲۸)

"میرے رب! میری مغفرت فرما، اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔ اور ان مومنوں کی مغفرت فرما جو ایمان لا کر میرے گھر میں داخل ہوئے اور سارے ہی مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما۔"

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب کسی شخص کا ذکر فرماتے تو اس کے لیے دعا کرتے اور دعا اپنی ذات سے شروع کرتے۔ (ترمذی)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جب کسی شخص کو خدا یا کسی انسان سے ضرورت و حاجت پوری کرنے کا معاملہ درپیش ہو تو اس کو چاہیے کہ پہلے وضو کرے دو رکعت نماز پڑھے اور پھر خدا کی حمد وثنا کرے اور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجے (اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں اپنی ضرورت بیان کرے)۔ (ترمذی)

نبی اکرم ﷺ کی شہادت ہے کہ بندے کی جو دعا خدا کی حمد وثنا اور نبی ﷺ پر درود وسلام کے ساتھ پہنچتی ہے، وہ شرف قبول پاتی ہے۔ حضرت فضالہؓ فرماتے ہیں۔ کہ "نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا، اس نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد کہا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خدایا! میری مغفرت فرما۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر ان سے کہا۔ تم نے مانگنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ جب نماز پڑھ کر بیٹھو تو پہلے خدا کی حمد وثنا کرو۔ پھر درود شریف پڑھو، پھر دعا مانگو۔ آپ ﷺ یہ فرما ہی رہے تھے کہ دوسرا آدمی آیا۔ اور اس نے نماز پڑھ کر خدا کی حمد بیان کی۔ درود شریف پڑھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، اب دعا مانگو، دعا قبول ہوگی۔" (ترمذی)

"خدا ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے یہاں تک کہ جب رات کا پچھلا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے کہ میں اسے معاف کروں۔" (ترمذی)

شب قدر میں زیادہ سے زیادہ دعا کیجیے کہ یہ رات خدا کے

نزدیک ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے اور یہ دعا خاص طور پر پڑھیے۔ (ترمذی)

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

"خدایا! تو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے۔"

دعا کے لیے کسی زبان، انداز یا الفاظ کی کوئی قید نہیں

بلاشبہ دعا کے لیے کسی زبان، انداز یا الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے۔ بندہ اپنے خدا سے جس زبان اور جن الفاظ میں جو چاہے مانگے۔ مگر یہ خدا کا مزید فضل و کرم ہے کہ اس نے یہ بھی بتایا کہ مجھ سے مانگو اور اس طرح مانگو اور دعاؤں کے الفاظ تلقین کرکے بتایا کہ مومن کو دین و دنیا کی فلاح کے لیے کیا نقطہ نظر رکھنا چاہیے اور کن تمناؤں اور آرزوؤں سے دل کی دنیا کو آراستہ رکھنا چاہیے اور پھر دین و دنیا کی کوئی حاجت اور خیر کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے لیے دعا نہ سکھائی گئی ہو اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ خدا سے، قرآن و سنت کے بتائے ہوئے الفاظ ہی میں دعا مانگیں اور انہیں دعاؤں کا ورد رکھیں جو قرآن میں نقل کی گئی ہیں یا مختلف اوقات میں خود نبی اکرم ﷺ نے مانگی ہیں۔

ذیل میں قرآن پاک اور نبی ﷺ کی چند جامع دعائیں نقل کی جاتی ہیں، ان مبارک دعاؤں کو دھیرے دھیرے یاد کیجیے اور پھر انہیں کا ورد رکھیے۔

قرآن کی جامع دعائیں

رحمت و مغفرت کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۲۳)

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا، اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے اور ہم پر رحم نہ کھائے تو ہم یقیناً تباہ ہو جائیں گے۔"

بلاشبہ اگر خدا انسان کے گناہوں کو معاف نہ کرے اور اپنی بے پایاں رحمت سے نہ نوازے تو وہ تباہ ہو جائے گا۔

فلاحِ دارین کی جامع دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ: ۲۰۱)

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔"

صبر و ثبات کی دعا

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرۃ: ۲۵۰)

"پروردگار! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط جما دے اور کافروں پر فتحیاب کرنے کے لیے ہماری مدد فرما۔"

شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ (المومنون: ۹۷، ۹۸)

"پروردگار! میں شیطان کی اکساہٹوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں بلکہ اے میرے پروردگار! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے قریب پھٹکیں۔"

عذابِ جہنم سے بچنے کی دعا

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۖ ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان: ۶۵-۶۶)

"اے ہمارے پروردگار! عذابِ جہنم ہم سے پھیر دے، بلاشبہ اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے۔ وہ بہت ہی برا ٹھکانا اور بہت ہی برا مقام ہے۔"

اصلاحِ قلب کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران۔ ۸)

"پروردگار! جب تو نے ہمیں سیدھی راہ پر لگا دیا ہے تو پھر کہیں ہمارے قلوب کو کجی میں مبتلا نہ کرنا۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی حقیقی فیاض ہے۔"

صفائی قلب کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر۔ ۱۰)

"پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے قلوب میں مومنوں کے خلاف کپٹ نہ پیدا ہونے دے۔ بے شک تو بڑا ہی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

حالات کی بہتری کی دعا

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکہف۔ ۱۰)

"پروردگار! ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما اور ہمارے معاملے میں سدھار کے (سامان) مہیا فرما۔"

استغفار

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (المومنون ۱۰۹)

"پروردگار! ہم ایمان لائے۔ پس تو ہماری مغفرت فرما دے۔ ہم پر رحم کر دے تو بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔"

اہل و عیال کی طرف سے سکون کی دعا

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان۔ ۷۴)

"پروردگار! ہمیں ہمارے جوڑوں کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں ہی کے لیے مثال بنا۔"

یعنی ہم کو ایسی نیک اور پاکیزہ زندگی عطا فرما کہ پرہیزگار لوگ ہمیں اپنے لیے نمونہ اور مثالیں سمجھیں۔

والدین کے لیے دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراہیم ۴۱)

"پروردگار! میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی اس دن مغفرت فرما جس دن کہ حساب قائم ہوگا۔"

آزمائش میں سہارے کی دعا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

"اے ہمارے پروردگار! ہم سے بھول چوک میں قصور ہو جائیں تو ان پر گرفت نہ کر۔ مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے وہ ہم پر نہ رکھ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" (بقرہ۔ ۲۸۶)

اہلِ کفر سے نجات کی دعا

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (یونس ۸۵، ۸۶)

"ہم نے خدا ہی پر بھروسا کیا۔ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم

لوگوں کے لیے فتنہ و آزمائش نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے۔"

خاتمہ بالخیر کی دعا

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (یوسف ۱۰۱)

"اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی میرا ولی اور کارساز ہے۔ دنیا اور آخرت میں میرا خاتمہ اسلام پر فرما اور انجام کار مجھے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما۔"

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

(آل عمران ۱۹۳۔ ۱۹۴)

"پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو، ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ پس اے ہمارے آقا! جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور جو برائیاں ہم میں ہیں انھیں دور فرما۔ اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے پروردگار! اپنے رسولوں کے ذریعے تو نے ہم سے جو وعدے کیے ہیں تو انھیں ہمارے حق میں پورے فرما۔ اور قیامت کے روز ہمیں رسوا نہ کر بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کی جامع دعائیں

نبی اکرم ﷺ شب و روز، سفر و حضر میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے، محدثینؒ نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے یہ سب حدیث کی کتابوں میں جمع فرما دی ہیں۔ قرآن پاک کی دعاؤں کے ساتھ آپ نبی اکرم ﷺ کی ان دعاؤں کے پڑھنے کا بھی اہتمام کیجیے۔ یہ دعائیں نہایت جامع، پر اثر اور بابرکت بھی ہیں اور ان سے یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ ایک مومن کے سوچنے کا صحیح انداز، اس کی آرزوؤں کا حقیقی مرکز اور اس کی تمنائیں کیا ہونی چاہییں۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی صحیح تصویر اس کی آرزوؤں ہی میں دیکھی جا سکتی ہے، بالخصوص ان اوقات میں جب آدمی کو یہ بھی اطمینان ہو کہ وہ بندوں کی نظر سے اوجھل ہے اور اس کی سرگوشی کو سننے والا صرف اس کا پروردگار ہے۔ نبی اکرم ﷺ "شب کی تاریکی میں، تنہائی میں، لوگوں سے الگ اور لوگوں کی موجودگی میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے" ان کے لفظ لفظ سے اخلاص، سوز، شوق اور نور ٹپکتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ کوئی عظیم بندہ ہے جسے اپنے بندہ ہونے کا کامل احساس ہے، اور وہ سراپا احتیاج بن کر ہر وقت اپنے رب سے مانگ رہا ہے، اور اس کا شوق وانہماک برابر بڑھتا ہی جاتا ہے۔ وہ جو کچھ مانگتا ہے اس کی روح یہ ہے کہ خدایا! مجھے اپنا قرب عطا فرما۔ اپنے غضب سے محفوظ رکھ اپنی خوشنودی سے نواز اور آخرت کی سرخروئی اور کامرانی نصیب فرما۔

صبح و شام کی دعائیں

حضرت عثمان بن عفانؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خدا کا جو بندہ بھی ہر صبح اور شام کو یہ دعا پڑھ لیا کرے اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (مسند احمد)

"خدا کے نام سے (ہر کام کا) آغاز ہے جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ پابندی سے صبح و شام اس دعا کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی ترک نہ فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ

أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَ دُنْيَايَ وَأَهْلِيْ وَمَالِيْ ○ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَآمِنْ رَوْعَاتِيْ ○ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ م بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ (ترمذی)

"خدایا! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا طالب ہوں، خدایا! میں تجھ سے عفو و درگزر اور سلامتی اور عافیت چاہتا ہوں، دین و دنیا کے معاملات میں اپنے اہل و عیال اور اپنے مال و دولت میں۔ خدایا! تو میری ستر پوشی فرما اور میری بے چینیوں کو امن و چین سے بدل دے۔ خدایا! آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں ناگہاں اپنے نیچے کی طرف سے ہلاک کیا جاؤں (یعنی خدا مجھے زمین میں دھنسنے کے عذاب سے بچائے رکھے)۔"

رنج و غم سے بچنے اور قرض سے خلاصی کی دعا

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت گزاری میں رہتا تھا۔ اور میں کثرت سے آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھتے سنا کرتا تھا۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔

(بخاری، مسلم)

"خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، رنج و غم سے، بے بسی اور کاہلی سے بخل اور بزدلی سے قرض کے بار سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔"

تقویٰ اور پاک دامنی کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى

"خدایا! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور استغنا کا سوال کرتا ہوں۔"

یہ دعا انتہائی جامع ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان چار لفظوں میں درحقیقت وہ سب ہی کچھ مانگ لیا ہے جس کی بندۂ مومن کو ضرورت ہے۔

دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ (طبرانی)

"خدایا! ہمارے کاموں میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

نماز کے بعد کی دعا

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

"اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے۔ پھر (فرمایا) اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد ان کلمات کو ترک نہ کرنا۔ ہر نماز کے بعد یہ کلمات ضرور پڑھا کرنا۔

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

"خدایا! تو ہماری مدد فرما۔ اپنی یاد اور اپنے شکر کے لیے اور اپنی اچھی بندگی کے لیے۔"

نبی اکرم ﷺ کی وصیت

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے یہ وصیت فرمائی:

"شداد! جب تم دیکھو کہ دنیا والے سونا اور چاندی جمع کرنے میں لگ گئے ہیں، تو تم ان کلمات کا ذخیرہ کرو۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (مسند احمد)

"خدایا! میں ثابت قدمی اور راست بازی میں استقلال کا

سوال کرتا ہوں، اور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور تیری بہترین بندگی بجا لانے کی توفیق مانگتا ہوں، اور خدایا! میں تجھ سے قلب سلیم اور زبان صادق کا خواستگار ہوں اور ہر وہ بھلائی تجھ سے مانگتا ہوں جس کا تجھے علم ہے اور ہر اس برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ اور اپنے سارے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو تیرے علم میں ہیں بے شک تو غیب کی باتوں سے پوری طرح واقف ہے“۔

مغفرت و رضائے الٰہی کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سلمان فارسیؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”میں تمہیں چند کلمے دینا چاہتا ہوں، ان کے ذریعے رحمٰن سے سوال کرو۔ رحمٰن کی طرف لپکو، اور شب و روز انہی الفاظ میں خدا سے دعا مانگو“

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ صِحَّةً فِیْ اِیْمَانٍ وَ اِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ وَ نَجَاحًا یَتْبَعُهٗ فَلَاحٌ وَ رَحْمَةً مِّنْکَ وَ عَافِیَةً وَ مَغْفِرَةً مِّنْکَ وَ رِضْوَانًا۔ (طبرانی، حاکم)

”خدایا! میں تجھ سے اپنے ایمان میں صحت و قوت کا طالب ہوں، حسن اخلاق میں ایمان کی تاثیر کا خواہاں ہوں اور ایسی کامیابی چاہتا ہوں جس کے تحت آخرت کی فلاح حاصل ہو، اور تجھ سے رحمت، سلامتی، گناہوں کی معافی اور تیری رضا کا طالب ہوں۔“

گناہوں سے دور رہنے کی دعا

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے

اَللّٰهُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَطِیْئَتِیْ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ (معجم کبیر)

”خدایا! میرے دل کو خطاؤں کے میل سے ایسا پاک و صاف کر دے جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف ستھرا کیا جاتا ہے۔ خدایا! مجھے گناہوں سے اتنا دور کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب میں دوری کر رکھی ہے۔“

مخلوق کی نظر میں عزت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّ اجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا

”خدایا! تو مجھے انتہائی صابر بنا دے اور بہت زیادہ شکر گزار بنا دے اور مجھے میری اپنی نگاہوں میں حقیر اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بنا دے“۔

جامع دعا

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نماز میں مشغول تھی۔ نبی ﷺ کو مجھ سے کچھ ضرورت تھی اور مجھے دیر لگ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! مختصر اور جامع دعائیں مانگا کرو۔ پھر میں جب نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی تو میں نے پوچھا، اے رسول اللہ ﷺ! مختصر اور جامع دعا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَ اٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَ اٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ وَ اَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَ مَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَ اَسْأَلُکَ مِمَّا سَأَلَکَ بِهٖ مُحَمَّدٌ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِمَّا تَعَوَّذَ مِنْهُ مُحَمَّدٌ وَ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ قَضَاءٍ فَاجْعَلْ عَاقِبَتَهٗ رُشْدًا (حاکم)

”خدایا! میں تجھ سے ساری کی ساری بھلائی کا سوال کرتا ہوں، جلد ہونے والی کا بھی اور بدیر ہونے والی کا بھی، معلوم کا بھی اور غیر معلوم کا بھی۔ اور میں ساری کی ساری برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، فوری ہونے والی برائی سے بھی اور بدیر ہونے والی برائی سے بھی، معلوم سے بھی اور نامعلوم سے بھی اور میں تجھ سے جنت کا طالب ہوں، اور ایسے قول و عمل کا جو جنت کے قریب کر دینے

والا ہو، اور میں جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس قول وعمل سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں جو جہنم سے قریب کر دینے والا ہو، اور میں تجھ سے وہ بھلائیاں چاہتا ہوں جن کا سوال تجھ سے محمد ﷺ نے کیا ہے، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان ساری چیزوں سے جن سے محمد ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ اور یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے حق میں جو فیصلہ بھی فرمائے اس کا انجام بخیر فرما۔"

اسلام پرعمل سے قائم رہنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَائِمًا وَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ قَاعِدًا وَّ احْفَظْنِیْ بِالْاِسْلَامِ رَاقِدًا وَّلَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوًّا حَاسِدًا.

"خدایا! مجھے اٹھتے، بیٹھتے، سوتے (جاگتے ہر حالت میں) اسلام پر قائم رکھ، اور کسی دشمن اور حسد کرنے والے کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔"

نومسلم کی دعا

حضرت ابو مالک اشجعیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد کا بیان ہے کہ جب کوئی شخص دین اسلام میں داخل ہوتا تو نبی ﷺ اس کو نماز سکھاتے پھر اس کو بتاتے کہ اس طرح دعا مانگو۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ، وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ.

"خدایا! تو میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے سیدھے راستے پر چلا، مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی عطا فرما"۔

نفاق اور بداخلاقی سے بچنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ مُّنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَآءِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْٓءِ الْاَخْلَاقِ.

"خدایا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے اخلاق، برے اعمال اور خواہشات نفس سے۔ خدایا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، جھگڑے، نفاق اور بداخلاقی سے۔"

ادائے قرض کی دعا

حضرت ابو وائلؒ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک مکاتب غلام حاضر ہوا اور بولا، حضرت! میری مدد فرمایئے، میں مکاتبت کا معاوضہ ادا نہیں کر پا رہا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں تمہیں وہ دعا کیوں نہ سکھا دوں جو مجھے نبی ﷺ نے بتائی ہے، اگر تمہارے ذمے احد پہاڑ کے برابر قرض بھی ہوگا تو خدا اس کو ادا کر دے گا۔ مکاتب نے عرض کیا، یہ دعا مجھے ضرور سکھایئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اسے یہ دعا بتائی:

اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.

"خدایا! مجھے رزق حلال دے کر حرام روزی سے بے پروا کر دے اور اپنے فضل و احسان سے مجھے اپنے سوا ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔"

استخارہ کی دعا

زندگی کے اہم معاملات مثلاً سفر، نکاح، ملازمت اور تجارتی امور وغیرہ میں استخارہ کر لیا کیجیے۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر اور بھلائی طلب کرنا۔ جن اہم اور جائز کاموں میں آپ پر خیر کا پہلو واضح نہ ہو ان میں استخارہ کا ضرور اہتمام کیجیے اور پھر جس طرف قلب کا میلان محسوس ہو اس کو رضائے الٰہی سمجھ کر اختیار کر لیجیے۔ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی غیر معمولی کام درپیش ہو تو مکروہ اور حرام اوقات کے علاوہ جب بھی چاہیں دو رکعت نفل ادا کیجیے۔ اور پھر استخارہ کی دعا پڑھیے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خدا سے استخارہ کرنا اولاد آدم کی سعادت ہے اور قضاء الٰہی پر راضی ہو جانا بھی اولاد آدم کی سعادت ہے اور اولاد آدم کی بدبختی یہ ہے کہ وہ خدا سے استخارہ نہ کرے اور خدا کی قضا پر ناخوش ہو۔ (مسند احمد)

اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"استخارہ کرنے والا نامراد نہیں ہوتا۔ اور مشورہ کرنے والا نادم نہیں ہوتا اور کفایت سے کام لینے والا کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا"۔ (طبرانی)

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جس طرح ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے اسی طرح ہر کام میں استخارہ کرنے کی بھی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے: "جب تم میں سے کوئی کسی اہم معاملے میں فکر مند ہو تو دو رکعت نفل پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے۔ (بخاری)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ غَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

"خدایا! میں تجھ سے تیرے علم کے واسطے سے خیر کا طلب گار ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعے تجھ سے تیرے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، اس لیے تو قدرت والا ہے، اور مجھے ذرا قدرت نہیں۔ تو علم والا ہے مجھے علم نہیں، اور تو غیب کی ساری باتوں کو خوب جانتا ہے۔ خدایا! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہے دین و دنیا کے لحاظ سے اور انجام سے تو میرے لیے اسے مقدر فرما۔ اور میرے لیے اس کو آسان کر، اور میرے لیے اس کو مبارک بنادے۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہے، میرے دین اور دنیا کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے تو اس کام کو مجھ سے دور رکھ اور مجھے اس سے بچائے رکھ اور میرے لیے خیر اور بھلائی مقدر فرما جہاں کہیں بھی ہو اور پھر مجھے اس پر راضی اور یکسو بھی فرمادے۔"

درود وسلام

قرآن مجید میں پیغمبر عالم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم آیا ہے۔ درود وسلام بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ جس طرح خود خدائے عالم اور اس کے فرشتے پیغمبر کریم ﷺ کے مشن اور دعوت کے خیر خواہ ہیں اور نیک تمنا رکھتے ہیں اس طرح یا اللہ میری خیر خواہیاں اور نیک تمنائیں اسی مشن اور دعوت کے لیے مختص ہیں جن کو تو قبول فرما اور مجھے اسی ملت ابراہیمی کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب۔ ۵۶)

"خدا اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر برابر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ مسلمانو! تم بھی نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجو یعنی ان کے مشن اور دعوت کی کامیابی میں شریک ہو جاؤ"۔

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، خدا اس پر دس بار رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے، دس گناہ مٹا دیتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے۔" (نسائی)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر درود وسلام کے الفاظ سکھائے۔ آپ ان میں سے جو درود چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ عام طور پر جو درود شریف نماز میں پڑھتے ہیں اور جس کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے افضل قرار دیا ہے، وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(صحاح ستہ مسند احمد)

"خدایا! تو رحمت فرما محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر، بلاشبہ تو بڑا ہی پاکیزہ صفات والا اور عظمت والا ہے"۔ "خدایا! تو برکت عطا فرما محمد ﷺ کو اور محمد ﷺ کی آل کو جس طرح تو نے برکت عطا فرمائی ابراہیمؑ کو اور ابراہیمؑ کی آل کو، بلاشبہ تو بڑا ہی پاکیزہ صفات والا اور عظمت والا ہے"۔

نیز یہ درود بھی کتب احادیث سے منقول ہے،

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (نسائی)

☆ یہاں هذا الامر کہتے وقت اپنے درپیش حاجت کا تصور کریں اس طرح آگے جا کے هذا الامر پر بھی رک کر حاجت کا تصور کرے۔

حصۂ دوم

اخلاق اور معاشرت

اخلاق

حسنِ معاشرت

ازدواجی اخلاقیات

اخلاق

اخلاق کو اسلام کے پیش کردہ ضابطۂ حیات اور معاشرتی نظام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا

(متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین صفحہ ۱۸۵)

اسلامی اخلاق کی حقیقت تواضع ہے۔ اسلامی اخلاق تواضع والے انسان کے کردار کا دوسرا نام ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان۔ ۶۳)

”خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔“

یعنی جو لوگ خدا کے واقعی بندے بن جائیں وہ جب زمین پر چلتے ہیں تو ان کا چلنا عجز کا چلنا ہوتا ہے۔ جو لوگ خدا کے مقابلے میں اپنی بڑائی کا احساس کھو دیں وہ انسانوں کے درمیان بھی بڑے بن کر نہیں رہتے۔ خدا کے سامنے بندے کی جس کیفیت کو خشوع کہا جاتا ہے وہی کیفیت جب انسان کی طرف سے خدا کے بندوں کے سامنے سے ظاہر ہو تو اسی کو متواضع اخلاق کہتے ہیں اور متواضع اخلاق ہی کا دوسرا نام اسلامی اخلاق ہے۔

حضرت عیاض بن حمار کی بیان کردہ ایک روایت صحیح مسلم میں ان الفاظ میں آئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَبْغِیَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا یَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ

”اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی کہ تم لوگ تواضع کا طریقہ اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر زیادتی نہ کرے۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فخر نہ کرے۔“

اسلامی اخلاق کا نہایت گہرا تعلق خدا کی معرفت سے ہے۔ جب ایک شخص حقیقی معنوں میں خدا کو دریافت کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اس دنیا میں وہ آزاد نہیں ہے کہ جو چاہے کر گزرے۔ وہ یہاں حالتِ امتحان میں ہے۔ خدا نے اس کو محدود مدت کے لیے یہاں رکھا ہے۔ اس کے بعد اس پر موت طاری کر کے وہ اس کو اپنے یہاں بلائے گا۔ اور اس کے عمل کے مطابق اس کو یا جنت کے باغوں میں بسائے گا یا جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔

جب آدمی پر زندگی کی یہ حقیقت کھلتی ہے تو اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ بن جاتا ہے کہ وہ موت کے بعد آنے والی زندگی میں اپنے آپ کو خدا کی پکڑ سے بچائے۔ وہ آخرت میں خدا کی رحمت اور فضل حاصل کر سکے۔ اس کا یہ مزاج اس کی زندگی میں اس طرح داخل ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے لیے حد درجہ نرم اور مہربان ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو معاف کرتا ہے تاکہ خدا اس کو معاف کرے۔ وہ لوگوں کے ساتھ وسعتِ ظرف کا معاملہ کرتا ہے تاکہ خدا اس کے ساتھ وسعت اور رحمت کا معاملہ فرمائے۔

اس مومنانہ سلوک کو حدیث میں مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں ہم اس حوالے سے چند حدیثیں نقل کرتے ہیں:

اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ (الجامع الصغیر)

”بے شک اللہ اپنے بندوں میں سے مہربان بندوں پر مہربانی کرتا ہے۔“

اِسْمَحُوْا یُسْمَحْ لَکُمْ (الجامع الصغیر)

”تم لوگوں سے درگزر سے کام لیا کرو تمہارے ساتھ بھی درگزر کا

سلوک کیا جائے گا۔"

اِرْحَمْ مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكَ مَنْ فِي السَّمَاءِ

(الجامع الصغیر)

"تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تمہارے اوپر رحم کرے گا۔"

مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ (الجامع الصغیر)

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ (صحیح مسلم)

"جو شخص ایک مومن کی دنیا کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کرے گا۔ جو شخص ایک تنگدست کو آسانی دے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو آسانی دے گا۔ جو شخص ایک مسلم کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ بندے کی مدد پر رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے۔"

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ

(متفق علیہ)

"حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر رحم نہ کرے گا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔"

اعلیٰ ظرفی

بلاشبہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہ تمام خوبیوں اور کمالات کا خزانہ ہے۔ جو شخص خدا کو پاتا ہے وہ گویا سب کچھ پا لیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل سب سے بڑا دل بن جاتا ہے۔ اس کے اندر استغنا کی عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر یہ مزاج آ جاتا ہے کہ وہ اونچی سطح سے لوگوں کے ساتھ معاملہ کر سکے۔ اس کے اندر سے تنگ ظرفی ختم ہو جاتی ہے۔ لوگ اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں اس کو اعلیٰ ظرف پاتے ہیں۔ وہ کردار اور اخلاق کے اعتبار سے ایک اونچا انسان بن جاتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم۔ ۴)

"یقیناً تم اعلیٰ اخلاق پر ہو۔"

اعلیٰ اخلاق جوابی اخلاق نہیں ہوتا بلکہ وہ اصول کی بنیاد پر بنتا ہے۔ آدمی دوسروں کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے، یہ دیکھ کر نہیں کرتا کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ کیا کر رہے ہیں بلکہ یہ سوچ کر کرتا ہے کہ بہ اعتبار اصول اس کا رویہ کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے۔ لوگوں کے درمیان اس کا سلوک لوگوں کی روش کے تابع نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے معیار اخلاق کے تابع ہوتا ہے۔

یہی بات ہے جو حدیث میں ان الفاظ میں آئی ہے:

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ اَسَاءُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا

(مشکوٰۃ۔ باب الظلم)

"حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو، امّعہ نہ بنو۔ (یعنی) تم یہ کہنے لگو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھا سلوک کریں گے اور اگر لوگ برا برتاؤ کریں گے تو ہم بھی برا برتاؤ کریں گے۔ بلکہ تم اپنے آپ کو تیار کرو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں تب بھی ہم ان سے اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ برا سلوک کریں تو ہم خود ان کے ساتھ برائی نہیں کریں گے۔"

اب بات کو ایک اور حدیث میں اس طرح بتایا گیا ہے:

عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اَلاَ اُخْبِرُكَ بِاَفْضَلِ اَخْلَاقِ اَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَالَ نَعَمْ. قَالَ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (البیہقی)

"حضرت عقبہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو دنیا اور آخرت کا بہترین اخلاق نہ بتاؤں؟ کہا کہ ہاں ضرور بتائیے۔ فرمایا کہ جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو۔ جو تم کو محروم کرے تم اسے دو۔ اور جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو تم معاف کر دو۔"

اسی لیے مذکورہ آیت اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی تشریح کی گئی ہے کہ اس سے مراد خدا کے اس حکم پر قائم ہونا ہے جو دوسرے مقام پر ان الفاظ میں آیا ہے۔ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کرو اور معروف کی تلقین کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو (قِيَامٌ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ فِيْ قَوْلِهِ: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف۔ ۱۹۹) (تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۷۸)

یعنی جہاں لوگ دوسروں سے بدلے لیتے ہیں وہاں تم دوسروں کو معاف کر دو۔ جہاں لوگ دوسروں کے درمیان برائی پھیلاتے ہیں وہاں تم نیکی پھیلاؤ۔ جہاں لوگ دوسروں سے الجھ جاتے ہیں وہاں تم نظر انداز کر کے گزر جاؤ۔

اخلاق کی دو قسمیں

اسلامی نقطۂ نظر سے اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔ پست اخلاق اور اعلیٰ اخلاق۔ پست اخلاق کا کوئی مستقل اصول نہیں ہوتا جس کا ہمیشہ لحاظ کیا جائے۔ وہ جذبات سے بنتا ہے اسی لیے وہ کبھی کچھ ہوتا ہے اور کبھی کچھ۔ جس موقع پر جس قسم کے جذبات آدمی کے اندر ابھریں وہی اخلاق اور کردار کی صورت میں ڈھلتے ہیں۔

کسی کو اپنے سے کم دیکھا تو اس کو حقیر سمجھ لیا اور کسی کو اپنے سے زیادہ پایا تو اس کے خلاف حسد کرنے لگے۔ کسی سے فائدہ نظر آیا تو اس کے دوست بن گئے اور کسی کو دیکھ کر اس سے اپنا کوئی فائدہ وابستہ نہیں ہے تو اس سے بے رخی اختیار کر لی۔ کسی نے اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے اچھے بن گئے۔ اور کسی نے برا سلوک کیا تو اس کے ساتھ برائی کرنا شروع کر دی۔ اتفاق سے کوئی بڑی حیثیت حاصل ہو گئی تو گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے اور اگر کوئی بڑی حیثیت نہیں ملی تو مایوسی کا شکار ہو گئے۔ کسی سے خوش ہو گئے تو اس کے ساتھ فیاضی کرنے لگے اور اگر کسی سے ناخوش ہوئے تو اس کے لیے اپنے دروازے بند کر لیے۔ کسی کو اپنے موافق پایا تو اس کی تعریف کرنے لگے اور اگر کسی سے ناموافقت ہو گئی تو سمجھ لیا کہ اس سے زیادہ برا کوئی آدمی نہیں۔

یہ سب پست اخلاق کے طریقے ہیں اور مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پست طریقے سے بچے اور اعلیٰ اخلاقی طریقے اختیار کرے۔

اخلاق کی پابندی

رسول ﷺ خود بھی اعلیٰ اخلاق پر قائم تھے اور آپ کا یہی مشن تھا کہ لوگوں کو اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے کی تلقین کریں۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن مالك انه بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ

(موطا امام مالک)

"حضرت امام مالکؒ کہتے ہیں کہ انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ حسن اخلاق کی تکمیل کروں۔"

یہ روایت مختلف طریقوں سے آئی ہے۔ کسی میں حسن الاخلاق کا لفظ ہے، کسی میں صالح الاخلاق اور کسی میں مکارم الاخلاق کا۔ وہ مکارم اخلاق کیا ہیں جن کی دعوت اور اقامت کے لیے رسول ﷺ بھیجے گئے، اس کی وضاحت دوسری روایت سے ہوتی ہے۔

ثَلَاثَةٌ مِنْ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ

(الجامع الصغیر للسیوطی)

"تین چیزیں اللہ کے نزدیک اعلیٰ اخلاق میں سے ہیں یہ کہ

جو شخص تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو۔ اور جو شخص تم کو محروم کرے تم اس کو دو۔ اور جو شخص تم سے کٹے تم اس سے جڑو۔“

گویا اعلیٰ اخلاق وہ ہے جس میں آدمی فریق ثانی کی روش سے بلند ہو کر اس سے معاملہ کرے۔ وہ فریق ثانی کے رویے سے متاثر ہوئے بغیر اس سے اچھی طرح پیش آئے۔ اس کا اخلاق مثبت اخلاق ہو نہ کہ جوابی اخلاق۔

سب سے زیادہ سخت امتحان آدمی کا اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے مخالف پر قابو پا جائے۔ جب اس کا دشمن پوری طرح اس کی گرفت میں آ چکا ہو۔ ایسے موقع پر آدمی اپنی ساری طاقت استعمال کر کے اپنے مخالف کو پیس ڈالتا ہے۔ ایسے دشمن کے معاملے میں آدمی اپنی کوئی اخلاقی ذمہ داری نہیں سمجھتا جو پوری طرح اس کے قبضے میں آ چکا ہو۔

مگر اللہ سے ڈرنے والے انسان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس وقت بھی خدا کا حکم اس کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ خدا کی طاقت کا احساس اس کے ذہن پر اس طرح چھاتا ہے کہ انسان کی کمزوری اسے بھول جاتی ہے۔ وہ اپنے دشمن کو معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہی وہ موقع ہے جب کہ وہ اپنے دشمن کو معاف کر کے اپنے آپ کو عبدیت کے بلندترین مرتبے پر پہنچا سکتا ہے۔

حدیث کی ایک روایت ان الفاظ میں آئی ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ
عِبَادِکَ عِنْدَکَ؟ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔ (البیہقی)

”حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے میرے رب، تیرے بندوں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ معزز بندہ کون ہے؟ اللہ نے فرمایا: وہ شخص جو قدرت پانے کے بعد معاف کر دے۔“

غصے کی ممانعت

جو چیز اخلاق کی سب سے بڑی قاتل ہے وہ غصہ ہے۔ عام حالات میں اکثر لوگ صحیح رہتے ہیں۔ مگر جب ایک آدمی کو کسی بات پر غصہ آ جائے تو اس کے بعد وہ قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ بھول جاتا ہے کہ کوئی اخلاقی اصول ہے جس کو اسے ہر حال میں برتنا چاہیے۔

اس دنیا میں صرف ایک ہی چیز ہے جو غصہ اور اشتعال کی حالت میں آدمی کو حد کے اندر رکھ سکتی ہے۔ اور وہ خدا کا خوف ہے۔ اگر آدمی کے دل میں واقعی خدا کی عظمت اور قدرت کا راسخ ہو اور وہ جانے کہ خدا اس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لے گا تو یہ احساس اس کے اوپر ایک قسم کی لگام لگا دیتا ہے۔ خدا کا ڈر اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک حد سے آگے نہ جانے دے۔ اسی لیے قرآن میں خدا کے مومنین کی صفت یہ بتائی گئی ہے:

خدا سے ڈرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں جب انسانوں پر غصہ آتا ہے تو خدا کا تصور سامنے آ کر ان کے غصے کو دبا دیتا ہے۔ وہ انسان کے رویے سے مشتعل ہوتے ہیں مگر خدا کی پکڑ کا اندیشہ انہیں ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ غصے کے سلسلے میں چند حدیثیں یہ ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ. فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَارًا قَالَ لَا
تَغْضَبْ (صحیح بخاری)

”حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول ﷺ سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ نہ کرو۔ آدمی نے بار بار پوچھا۔ آپ نے ہر بار فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔“

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ. اِنَّمَا الشَّدِیْدُ مَنْ یَّمْلِکُ نَفْسَہٗ
عِنْدَ الْغَضَبِ (صحیح مسلم)

”حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو حریف کو پچھاڑ دے۔ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔“

اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْکُتْ (الجامع الصغیر)

”جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ

چپ ہو جائے۔"

غصہ دراصل ردِ عمل کا دوسرا نام ہے۔ ان آیتوں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا طریقہ ردِ عمل کا طریقہ نہیں ہوتا۔ مومن کو کسی پر غصہ ہو تو اس کے جواب میں وہ اسے معافی لوٹاتا ہے۔ وہ منفی نفسیات سے اوپر اٹھ کر لوگوں سے معاملہ کرتا ہے۔ وہ غصے اور تلخی کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ اندر ہی اندر اس کو پی جاتا ہے۔ مومن اس دنیا میں پھول کی طرح رہتا ہے۔ اس کو برا کہیں تب بھی وہ برا کہنے والے کو خوشبو دے گا۔ اگر اس کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو بھی وہ اخلاق اور تواضع کا رویہ ترک نہیں کرتا۔

غلطی ہو جانے کے بعد

انسان خواہ کتنا ہی اچھا ہو، دوسروں کے درمیان رہتے ہوئے بار بار اس سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ بار بار لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ ایسے موقعے کے لیے یہ اخلاق بتایا گیا ہے کہ جب کوئی برائی ہو جائے تو فوراً بھلائی کرو۔ اس سے تمہاری برائی کا اثر زائل ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَ
خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (الجامع الصغیر)

"تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جب برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لو، وہ اس کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے درمیان اچھے اخلاق کے ساتھ رہو۔"

برائی کے بعد اچھائی کرنے کے مختلف صورتیں ہیں، مثلاً جس کے ساتھ برائی ہوئی ہے اس سے معافی مانگنا۔ اس کے حق میں خدا سے اچھی دعائیں کرنا۔ اس کو ہدیہ دینا۔ اس کا ذکر لوگوں کے درمیان اچھے الفاظ سے کرنا۔ مختلف مواقع پر اس کی خیر خواہی کرنا وغیرہ۔

جنت والے

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں کوئی لغو بات یا گناہ کی بات نہ سنائی دے گی (واقعہ ۲۶)۔ معلوم ہوا کہ جنت کا ماحول اعلیٰ اخلاق کا ماحول ہوگا۔ وہاں جھوٹ، تہمت، غیبت، بیہودگی، گالی، طنز و تمسخر اور فضول باتیں نہیں ہوں گی۔ وہاں ہر ایک کے دل میں دوسرے کے لیے سلامتی اور خیر خواہی کے جذبات ہوں گے۔ وہاں ہر ایک وہی بولے گا جو اسے بولنا چاہیے اور وہ نہیں بولے گا جو اسے نہیں بولنا چاہیے۔ جنت بد اخلاق لوگوں کی سوسائٹی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ شریف انسانوں کا معاشرہ ہوگا۔

دنیا میں اچھے اخلاق والا بننا دراصل اسی جنتی سماج کا امیدوار بننا ہے۔ جو شخص دنیا میں جنتی اخلاق کا ثبوت دے وہی آئندہ جنت کے ماحول میں بسایا جائے گا۔ باقی تمام لوگ رد کر کے جہنم کے کوڑا خانے میں ڈال دیے جائیں گے تا کہ ہمیشہ کے لیے اپنی بدکرداری کی سزا بھگتتے رہیں۔

چند اہم اور ضروری اخلاق

یوں تو قرآن و حدیث میں تمام اچھے اخلاق اور عمدہ روحانی صفات کی تعلیم دی گئی ہے اور سب برے اخلاق اور بری عادات سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، لیکن یہاں ہم اسلام کی صرف ضروری اور بنیادی درجے کی چند اخلاقی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے بغیر کوئی شخص سچا مومن اور مسلم نہیں ہو سکتا۔

سچائی اور راست بازی

اسلام میں سچائی کی اتنی اہمیت ہے کہ ہر مسلمان کو ہمیشہ سچ بولنے کے علاوہ اس کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ سچوں کے ساتھ اور سچوں کی صحبت میں رہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝

(التوبہ۔ ۱۱۹)

"اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور صرف سچوں کے ساتھ رہو۔"

حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعے پر صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا:

"جو یہ چاہے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے اس کو محبت ہو یا اللہ اور رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کریں تو اس کو لازم ہے کہ جب

بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"سچائی اختیار کرو، اگرچہ تمہیں اس میں اپنی بربادی اور موت نظر آئے کیونکہ دراصل نجات اور زندگی سچائی ہی میں ہے، اور جھوٹ سے پرہیز کرو، اگرچہ بظاہر اس میں نجات اور کامیابی نظر آئے، کیونکہ جھوٹ کا انجام بربادی اور نامرادی ہے۔"

ایک روایت میں ہے، رسول ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ:

"اہل جنت کی کیا علامت ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"سچ بولنا۔"

اور اس کے بالمقابل ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"جھوٹ بولنا منافق کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔"

"کسی نے رسول ﷺ سے پوچھا:

"کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ ۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! ہو سکتا ہے۔" ۔۔۔ پھر دریافت کیا گیا:

"کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ ۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! ہو سکتا ہے" پھر سوال کیا گیا:

"کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نہیں!" (یعنی جھوٹ کی عادت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔)

عہد کی پابندی

یہ بھی دراصل سچائی ہی کی ایک خاص قسم ہے کہ جس کسی سے جو عہد کیا جائے اس کو پورا کیا جائے۔ قرآن و حدیث میں خصوصیت سے اس کی ہدایت اور تاکید فرمائی گئی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل ع ۴)

"اور اپنا عہد پورا کرو، یقیناً تم سے قیامت میں ہر عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔"

قرآن شریف ہی میں ایک دوسری جگہ نیکیوں کے ذکر میں فرمایا گیا ہے:

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ۝ (بقرہ۔ ۱۷۷)

"اور اللہ کے نزدیک نیک وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے عہد کو پورا کریں جب عہد کریں۔"

حدیث میں ہے، حضور ﷺ اپنے خطبوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے:

"جو اپنے عہد کا پابند نہیں، اس کا دین میں حصہ نہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"عہد کا پورا نہ کرنا منافقوں کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔"

گویا حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق عہد شکنی اور وعدہ خلافی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

امانت داری

امانت داری بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص قسم ہے اسلام میں اس کی تاکید بھی خصوصیت سے فرمائی گئی ہے۔

سورۃ نساء ۵۸ میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ

"اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔"

اور قرآن شریف ہی میں دو جگہ پر سچے ایمان والوں کی صفات کے بیان میں فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

(سورہ مومنون۔ ۸، و سورہ معارج۔ ۳۲)

"اور وہ لوگ جو امانتوں کی اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی امانتیں ادا کرتے ہیں اور عہد کو پورا کرتے ہیں)۔"

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اکثر خطبوں میں برسرِ منبر فرمایا کرتے تھے:

"لوگو! جس میں امانت کی صفت نہیں، اس میں گویا ایمان ہی نہیں۔"

ایک حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کسی کی نیکی کا اندازہ کرنے کے لیے صرف اس کے نماز روزہ ہی کو نہ دیکھو (یعنی کسی کے صرف نماز روزہ ہی کو دیکھ کر اس کے معتقد نہ ہو جاؤ) بلکہ یہ چیز دیکھو کہ جب بات کرے تو سچ بولے، اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور تکلیف اور مصیبت کے دنوں میں بھی پرہیزگاری پر قائم رہے۔"

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ

"جو شخص تم کو امین بنائے اس کی امانت اس کو ادا کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے، اس کے ساتھ تم خیانت نہ کرو۔"

اس دنیا میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے آدمی سے جائز یا ناجائز شکایت ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی کا خیال دوسرے کے بارے میں یہ ہوتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ خیانت کا معاملہ کیا ہے۔ اس لیے اس دنیا میں وہی شخص امانت دار بن سکتا ہے جو دوسروں کے رویے کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی امانتیں انھیں لوٹائے، جو شکایت اور اختلاف سے اوپر اٹھ کر دوسروں کو ان کے حقوق ادا کرے۔

امانت کو کسی کمی کے بغیر اس کے مالک تک پہنچانا، یہ بلاشبہ ایک اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ یہ ایمان کے لازمی شرائط میں داخل ہے۔ مگر موجودہ دنیا میں امانت کی ادائیگی کے امتحان میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو دوسروں کے رویے سے بلند ہو کر سوچ سکے، جس کے اندر یہ مزاج ہو کہ امانت کی ادائیگی کے معاملہ میں مجھے ہر حال میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا ہے۔ فریقِ ثانی کی طرف سے خیانت کا تجربہ ہو تب بھی مجھے اپنے آپ کو امانت داری پر قائم رکھنا ہے۔

اگر ہم اللہ کے نزدیک سچے مومن اور اس کی رحمتوں کے مستحق ہونا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ ہر معاملے میں امانت داری اور ایمانداری اختیار کریں، اور عہد کی پابندی کو اپنی زندگی کا اصول بنائیں۔

یاد رکھو کہ ہم میں سے جس کسی میں یہ اوصاف نہیں، وہ اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک سچا مومن اور پورا مسلمان نہیں۔

عدل وانصاف

اسلام نے ہر معاملے میں عدل وانصاف کی بھی بڑی سخت تاکید فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۝

(سورہ النحل ع ۳)

"اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کرنے کا اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔"

پھر اسلام میں عدل وانصلف کی یہ تاکید صرف اپنوں ہی کے حق میں نہیں فرمائی گئی ہے بلکہ غیروں کے حق میں بھی اور جان و مال اور دین وایمان کے دشمنوں کے حق میں بھی عدل وانصاف ہی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

قرآن شریف کا کھلا ہوا ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۝ (سورہ مائدہ۔ ۸)

"اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس گناہ پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو تم ہر حال میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو تقویٰ کی شان کے یہی زیادہ مناسب ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی شخص سے یا کسی قوم سے اگر بالفرض ہماری دشمنی اور لڑائی ہو تب بھی ہم اس کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو اللہ کے نزدیک سخت مجرم اور گناہگار ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ سے سب سے زیادہ قریب اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا امامِ عادل ہوگا (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق انصاف کے ساتھ حکومت کرنے والا حکمراں) اور اللہ سے سب سے زیادہ دور اور سخت ترین عذاب میں گرفتار قیامت کے دن امام جابر ہوگا (یعنی ظلم اور بے انصافی سے حکومت کرنے والا حکمراں)۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہؓ سے فرمایا:

"تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سایۂ رحمت میں کون لوگ سب سے پہلے آئیں گے؟" عرض کیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو زیادہ معلوم ہے (لہٰذا حضور ﷺ ہی ہم کو بتائیں کہ کون خوش نصیب بندے قیامت کے دن سب سے پہلے رحمت کے سایے میں لیے جائیں گے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ وہ بندے ہوں گے جن کا حال یہ ہوگا کہ جب ان کا حق ان کو دیا جائے تو قبول کرلیں اور جب کوئی ان سے اپنا حق مانگے تو وہ (بغیر لیت ولعل کے) اس کا حق ادا کردیں، اور دوسرے لوگوں کے لیے بالکل اسی طرح فیصلہ کریں جس طرح کہ خود اپنے لیے کریں (یعنی اپنے اور غیر کے معاملے میں کوئی فرق نہ کریں)۔"

افسوس! ہم مسلمانوں نے اسلام کی ان پاکیزہ تعلیمات کو بالکل بھلادیا ہے اگر آج مسلمانوں میں یہ صفات پیدا ہوجائیں کہ وہ بات کے سچے، عہد کے پکے، امانت دار اور ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کرنے والے ہوجائیں تو دنیا کی عزتیں بھی ان کے قدم چومیں اور جنت میں بھی ان کو بہت بلند درجے ملیں۔

رحم کھانا اور قصوروار کو معاف کرنا

کسی کو مصیبت کی حالت میں اور دکھ درد میں مبتلا دیکھ کر اس پر رحم کھانا اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنا اور کسی خطاکار کی خطا معاف کرنا بھی ان اخلاق میں سے ہے، جن کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم اللہ کے بندوں پر رحم کھاؤ، تم پر رحمت کی جائے گی، تم لوگوں کے قصور معاف کرو تمہارے قصور معاف کیے جائیں گے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

"جو کوئی کسی کا قصور معاف نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا قصور معاف نہیں کرے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رحم کھانے والوں پر رحمٰن رحمت کرتا ہے، تم زمین والوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو، تم پر آسمان والا رحمت کرے گا۔"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام، دوست اور دشمن سب کے ساتھ بلکہ زمین میں بسنے والی سب مخلوق کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کسی عورت نے ایک پیاسے کتے کو جو پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا اس پر رحم کھا کر پانی پلادیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کے بدلے میں اس کو جنت عطا فرمادی تھی۔"

افسوس! اللہ کی مخلوق پر رحم کھانے اور سب کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صفت ہم سے نکل گئی اور اسی واسطے ہم خدا کی رحمتوں کے قابل نہیں رہے۔

نرم مزاجی

لین دین میں اور ہر طرح کے برتاؤ میں نرمی اور آسانی کرنا بھی اسلام کی خاص تعلیمات میں سے ہے۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نرمی کرنے والوں اور آسانی کرنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے، اور نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا سختی پر نہیں دیتا۔"

تحمل اور بردباری

ناگوار باتوں کو برداشت کرنا اور ایسے موقعے پر غصہ پی جانا بھی ان اخلاق میں سے ہے جن کو اسلام سب انسانوں میں پیدا

کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے نزدیک ان اہل ایمان کا بڑا درجہ ہے جو اپنے اندر یہ صفت پیدا کرلیں۔

قرآن شریف میں جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے لیے جنت سجائی گئی ہے، وہاں ایسے لوگوں کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

(آل عمران۔ ع۱۴)

"جو غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہیں۔"

ایسے لوگوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے:

"جو شخص اپنے غصے کو روکے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔"

بڑے خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو غصہ آنے کے وقت ان آیتوں اور حدیثوں کو یاد کرکے اپنے غصے کو روک لیں اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنے عذاب کو روک لے۔

خوش کلامی اور شیریں زبانی

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں سے ایک خاص تعلیم یہ بھی ہے، کہ بات چیت ہمیشہ خوش اخلاقی اور میٹھی زبان میں کی جائے اور سخت کلامی اور بدزبانی سے پرہیز کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ط

"اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔"

اسلام نے خوش کلامی کو نیکی قرار دیا ہے اور سخت کلامی کو گناہ بتلایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نرمی اور خوش اخلاقی سے بات چیت کرنا نیکی ہے اور ایک قسم کا صدقہ ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"بدزبانی ظلم ہے، اور ظلم کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"بدزبانی نفاق ہے (یعنی منافقوں کی خصلت ہے)۔"

اللہ تعالیٰ بدزبانی اور سخت کلامی کی اس ظالمانہ اور منافقانہ خصلت سے ہماری حفاظت فرمائے اور خوش کلامی اور نرم گفتاری ہم کو نصیب فرمائے جو ایمان کی شان ہے اور اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے۔

عاجزی اور انکساری

اسلام جن عادتوں کو اپنے ماننے والوں میں عام کرنا چاہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے دوسرے بندوں کے مقابلے میں آدمی اپنے کو نیچا رکھے اور خود کو عاجز اور حقیر بندہ سمجھے، یعنی غرور اور تکبر سے اپنے دل کو پاک رکھے اور اس کے بجائے خاکساری کو اپنا شیوہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت اور بلندی انھیں خوش نصیبوں کے لیے ہے، جو اس دنیا میں نیچے ہو کر رہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

(الفرقان۔ ع۶)

"رحمٰن کے خاص بندے تو وہی ہیں، جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط (القصص۔ ع۹)

"آخرت کے اس گھر (جنت) کا وارث ہم انھیں کو کریں گے، جو نہیں چاہتے دنیا میں بڑائی حاصل کرنا اور فساد کرنا۔"

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"جس نے خاکساری اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے اتنے بلند کرے گا کہ اس کو اعلیٰ علیین میں پہنچائے گا (جو جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے)۔"

اور اس کے برخلاف غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈلوائے گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر اور غرور ہو گا وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

"تکبر سے بچو، تکبر ہی وہ گناہ ہے، جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شیطانی خصلت سے بچائے، اور وہ عاجزی اور خاکساری نصیب فرمائے جو اس کو پسند ہو اور جو بندگی کی شان ہے۔

لیکن یہاں ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری عاجزی اور خاکساری اپنے نفس اور اپنی ذات کے معاملے میں ہونی چاہیے مگر حق کے معاملے میں اور دین کے بارے میں ہمیں قوت اور پختگی کا ثبوت دینا چاہیے، اس موقعے کے لیے اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم یہی ہے۔

الغرض مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو حقیر اور نیچا سمجھے، اور حق پر مضبوطی سے قائم رہے اور کسی کے ڈر، خوف سے اس میں کمزوری نہ دکھائے۔

صبر و شجاعت

اس دنیا میں آدمیوں پر مصیبتوں اور مشقتوں کے وقت بھی آتے ہیں۔ کبھی بیماری آتی ہے، کبھی محتاجی اور ناداری کی صورت ہو جاتی ہے، کبھی ظالم دشمن ستاتے ہیں، کبھی دوسرے طور پر حالات ناموافق ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے موقعوں کے لیے اسلام کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے بندے صبر اور ہمت سے کام لیں اور ہزار تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود مضبوطی اور بہادری کے ساتھ اپنے اصول پر قائم رہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن شریف کی خوش خبری ہے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۲۴۹)

"اور اللہ صبر والوں سے محبت رکھتا ہے۔"

دوسری آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۵۳)

"اللہ یقیناً صبر والوں کے ساتھ ہے۔"

ایک اور آیت میں ان ایمان والوں کی بڑی تعریف کی گئی ہے جو تکلیف اور مشقت کی حالت میں اور حق کے لیے جنگ میں ثابت قدم رہیں اور قربانی سے نہ بھاگیں۔

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۷۷)

"اور جو لوگ سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں، وہی ہیں جو سچے ہیں اور متقی ہیں۔"

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صبر کی توفیق سے بہتر کوئی نعمت نہیں۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"صبر آدھا ایمان ہے۔"

اور اس کے برخلاف بے صبری اور بزدلی اسلام کی نگاہ میں بدترین عیب ہیں، جس سے حضور ﷺ اپنی دعاؤں میں بکثرت پناہ مانگتے تھے۔

قناعت

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے فلاح پائی جس نے اسلام کو اختیار کیا اور اس کو بقدر ضرورت رزق ملا اور اس کو اللہ نے جو کچھ دیا اس پر اس نے قناعت کی: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ

(رواہ مسلم)

اس دنیا میں آدمی بیک وقت دو تقاضوں کے درمیان ہے۔ ایک طرف اس کے لیے معاشی ضرورتوں کی فراہمی کا مسئلہ ہے۔ دوسری طرف اس کو وہ عمل کرنا ہے جو آخرت میں اس کے کام آئے۔ آدمی کے لیے ناممکن ہے کہ وہ دونوں تقاضوں پر یکساں حیثیت سے زور دے۔ ایک کی طرف زیادہ متوجہ ہونا ہمیشہ اس

قیمت پر ہوگا کہ دوسری طرف سے اس کی توجہ کم ہو جائے۔

ایسی حالت میں عقل مندی یہ ہے کہ آدمی آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ عمل کرے اور دنیا کے معاملے میں بقدر ضرورت فراہمی پر اکتفا کرے۔ اس کا نام قناعت ہے۔ مومن آخرت کے معاملے میں عدم قناعت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور دنیا کے معاملے میں قناعت کا۔

مومن آخرت میں ملنے والی خدائی نعمتوں کا حریص ہوتا ہے۔ آخرت کے معاملے میں حرص کی حد تک اس کا بڑھا ہوا جذبہ اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں میں کم پر راضی ہو جائے، تاکہ وہ آخرت کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ محنت کر سکے۔

قناعت اس دنیا میں مومنانہ زندگی کی لازمی شرط ہے۔ قناعت پر راضی نہ ہونے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ آدمی اسی چیز کو سب سے زیادہ کھو دیتا ہے جس کو وہ سب سے زیادہ پانا چاہتا ہے۔ ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کو عافیت کی زندگی حاصل ہو۔ غیر قانع آدمی موجودہ دنیا میں چند دن کے لیے عافیت کی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اس کی یہ بھاری قیمت دینی پڑے گی کہ موت کے بعد آنے والے مرحلے میں وہ ابدی طور پر عافیت کی زندگی سے محروم ہو جائے گا۔

جو شخص قناعت نہ کرے وہ شکر کرنے والا بھی نہیں بنے گا۔ اس دنیا میں کسی کو سب کچھ نہیں مل سکتا۔ یہاں ہر آدمی کو صرف کچھ دیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں شکر خداوندی کا جذبہ اسی دل کے اندر امنڈ سکتا ہے جو کچھ پر راضی ہو جائے۔ غیر قانع انسان صرف شاکی بنتا ہے نہ کہ شاکر۔

وعدہ پورا کرنا

قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ اے لوگو! اپنے عہد کو پورا کرو، بے شک تم سے عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (الاسراء ۳۴)

ایک شخص جب دوسرے سے کوئی عہد کرتا ہے تو گویا وہ دوسرے سے اپنا تعارف کراتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ میں تمہارے لیے کیا ثابت ہوں گا۔ ایسی حالت میں اگر وہ اپنے عہد کو پورا نہ کرے تو اس نے خود اپنے آپ کو باطل ثابت کیا۔ اس نے وعدہ خلافی کر کے خود اپنی حیثیت کی نفی کر دی۔

عہد کرنے کے بعد اسے پورا کرنا اعلیٰ ترین انسانیت ہے۔ یہ انسانی کردار کی نہایت اہم صفت ہے۔ جو آدمی ایک عہد کرے اور جب پورا کرنے کا وقت آئے تو وہ اس کو پورا نہ کرے، ایسا آدمی بالکل بے قیمت ہے، بندوں کے نزدیک بھی اور خدا کے نزدیک بھی۔

”عہد اللہ کے نزدیک قابل پرسش ہے“ قرآن کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ جب دو آدمیوں کے درمیان عہد و پیمان کا معاملہ ہو تو یہ صرف دو انسانوں کا باہمی معاملہ نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی بیچ میں ہوتی ہے۔

ایسی حالت میں عہد کو توڑنا صرف ایک انسان سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ وہ براہ راست خدا کے ساتھ سرکشی ہے۔ وہ خدا کے مقابلے میں جسارت کا مظاہرہ ہے۔ پھر جو شخص خدا کے مقابلے میں جسارت کرے، اس کو زمین و آسمان کے اندر کون پناہ دے سکتا ہے؟

حدیث میں اس کو منافق کی پہچان بتایا گیا ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے۔ اذا وعد اخلف اذا عاهد غدر۔ وعدہ پورا نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی اصولی معاملے میں حساس نہیں۔ اس کے نزدیک اصول کی پابندی کرنا اور اصول کو نظر انداز کر دینا دونوں یکساں ہیں۔ ایسا شخص یقینی طور پر منافق ہے۔ کیوں کہ حساسیت ایمان کی پہچان ہے اور بے حسی منافقت کی نشانی۔

مومن ایک با اصول انسان ہوتا ہے۔ اس کا عمل اصولوں کا پابند ہوتا ہے نہ کہ مفادات کا پابند۔ اور جو آدمی با اصول ہو وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا کہ وعدہ کرنے کے بعد اس سے پھر جائے۔ وعدے سے پھر جانا بے اصول انسانوں کا طریقہ ہے اور وعدہ پورا کرنا با اصول انسانوں کا طریقہ۔

نفع بخشی

عَنْ اَبِي مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَجِدْ. قَالَ يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ

يَسْتَطِعْ. قَالَ يُعِيْنُ ذَالْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ. قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ. قَالَ يَأْمُرُ بِالْخَيْرِ. قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ (متفق علیہ)

ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ پوچھا کہ اگر اس کے پاس نہ ہو۔ فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اور پھر اپنے کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ پوچھا کہ اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ فرمایا کہ حاجت مند بے کسی کی مدد کرے۔ پوچھا کہ اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ فرمایا کہ بھلائی کی تلقین کرے۔ پوچھا کہ اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ فرمایا کہ وہ لوگوں کو اپنے شر سے بچائے، کیوں کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے۔

اسلام آدمی کے اندر نفع بخشی کی روح پیدا کرتا ہے۔ اسلام آدمی کا یہ مزاج بناتا ہے کہ وہ دنیا میں دینے والا بن کر رہے نہ کہ لینے والا۔

مسلمان کے پاس اگر مال ہے تو وہ اپنے مال سے دوسروں کو نفع پہنچائے گا۔ اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو وہ محنت کرے گا اور پھر اپنی ضرورت بھی پوری کرے گا اور دوسروں کے کام آنے کی بھی کوشش کرے گے۔ اگر وہ مال نہیں دے سکتا تو وہ اپنی بات سے دوسروں کی مدد کرے گا، خواہ ایک مظلوم کی حمایت کرنا ہو یا کسی سے کوئی بھلائی کا کلمہ کہنا ہو۔ حتیٰ کہ اگر آدمی کا یہ حال ہو جائے کہ وہ کسی بھی قسم کا کوئی فائدہ پہنچانے کے قابل نہ ہو تو وہ اس بات کا اہتمام کرے گا کہ وہ کسی کے لیے مسئلہ نہ بنے، اس کی ذات سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔

مومن دنیا میں مفید بن کر رہتا ہے یا کم از کم وہ اپنے آپ کو آخری حد تک غیر مضر، بے مسئلہ بنا لیتا ہے۔ ان دو کے بعد کوئی تیسرا درجہ مومن و مسلم کے لیے نہیں۔

ایمان آدمی کو دوسروں کا خیر خواہ بناتا ہے۔ اس کا ایمان اس سے کہتا ہے کہ تم اگر دوسروں کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو کم از کم انہیں نقصان نہ پہنچاؤ، کیونکہ یہ بھی دوسروں کے حق میں خیر خواہی ہے۔

اچھا گمان

قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ ایک مومن کو چاہیے کہ وہ دوسرے کے بارے میں نیک گمان کرے (النور ۱۲)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ظن سے بچو، کیونکہ ظن سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث (متفق علیہ)

مومن کا طریقہ یہ ہے کہ اصلاً وہ لوگوں کے بارے میں اچھا خیال رکھے۔ حتیٰ کہ اگر اس کو کسی کے بارے میں برائی کا شبہ ہو تو وہ اس کا تجسس بھی نہ کرے۔ اگر اس کے علم میں کسی کی کوئی ایسی بات آئے جو بظاہر ٹھیک نہ ہو تب بھی وہ اچھا گمان کرتے ہوئے اس کو نظر انداز کر دے۔ وہ سارے معاملے کو خدا کے حوالے کر دے۔

مومن کسی کے بارے میں غلط رائے صرف اس وقت قائم کرتا ہے جب کہ آخری اور حتمی طور پر وہ چیز ثابت ہو۔ مومن کا نظریہ دوسروں کے بارے میں یہ ہوتا ہے کہ اچھی رائے قائم کرنے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے کہ میں بری رائے قائم کرنے میں غلطی کروں۔

گمان کی بنیاد پر کسی کے بارے میں بری رائے قائم کرنا محض ایک سادہ بات نہیں ہے۔ وہ ایک اخلاقی جرم ہے جو اللہ کے نزدیک سخت سزا کا سبب ہے۔ اس لیے مومن اس قسم کی رائے زنی سے آخری حد تک بچتا ہے۔ وہ اپنے کو خدا کی پکڑ سے بچانے کے لیے دوسروں کا محافظ بن جاتا ہے۔

اکثر حالات میں کسی انسان کے پاس وہ پوری معلومات موجود نہیں ہوتیں جو کسی مسئلے میں صحیح رائے قائم کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اس لیے کسی آدمی کے لیے محتاط رویہ یہی ہے کہ وہ ایسے معاملات میں خاموشی اختیار کرے۔ اگر وہ کسی معاملے میں بولنا ضروری سمجھتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی مکمل تحقیقات کرے۔ اس کے بعد ہی اس معاملے میں اس کا بولنا حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے۔

مومن اپنے بارے میں سخت اور دوسرے کے بارے میں نرم ہوتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں پر سختی سے اپنا محاسبہ کرتا ہے، مگر دوسروں کی قابل گرفت باتوں کو نظر انداز کرتا ہے۔ وہ خود کو عزیمت کے

معیار سے جانچتا ہے اور دوسروں کو رخصت کے معیار سے۔

اچھا گمان مومنانہ روش ہے اور برا گمان غیر مومنانہ روش۔

اخلاص اور تصحیح نیت

اخلاص، تمام اسلامی اخلاق کی بلکہ کہنا چاہیے کہ پورے اسلام کی روح اور جان ہے۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو کام بھی کریں، وہ محض اللہ کے واسطے اور اس کی رضا کی نیت سے کریں اور اس کے سوا ہماری کوئی اور غرض نہ ہو۔

اسلام کی جڑ توحید ہے اور توحید کی تکمیل اخلاص ہی سے ہوتی ہے یعنی کامل توحید یہی ہے کہ ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہو اور صرف اللہ کی رضا اور اس کا ثواب ہی ہمارا مطمح نظر ہو۔ حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا، اور اللہ کے لیے منع کیا، اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔“

مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنے تعلقات اور معاملات کو اپنی ذاتی خواہش اور دوسری اغراض کے بجائے صرف رضائے الٰہی کے ماتحت کر دیا، وہی اللہ کے نزدیک کامل مومن ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا اور ثواب کا معاملہ خلوص اور دل کی نیت کے مطابق ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

”لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو اخلاص سے ہو۔“

آخر میں ایک اور حدیث بیان کی جاتی ہے، جس کو سن کر ہم سب کو لرز جانا چاہیے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جب اس حدیث کو سناتے تھے تو کبھی کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔

وہ حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

”قیامت میں سب سے پہلے قرآن کے بعض عالم اور بعض شہید اور بعض مالدار پیش کیے جائیں گے اور ان لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگی میں ہمارے لیے کیا کیا؟ عالم قرآن کہے گا کہ میں عمر بھر تیری کتاب کو پڑھتا رہا اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور یہ سب تیرے واسطے کیا۔ ارشاد ہوگا، تو جھوٹا ہے۔ تو نے تو یہ سب کچھ اپنی شہرت کے لیے کیا تھا جو دنیا میں تجھے حاصل ہو چکی۔ پھر مالدار سے پوچھا جائے گا ہم نے تجھ کو مال دیا تھا تو نے اس میں ہمارے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا نیکی کے سب کاموں میں اور بھلائی کی سب راہوں میں تیری رضا کے لیے صرف کیا۔ ارشاد ہوگا، تو جھوٹا ہے۔ تو نے دنیا میں یہ فیاضی صرف اس لیے کی تھی کہ تیری سخاوت اور فیاضی کے چرچے ہوں اور لوگ تعریفیں کریں، سو دنیا میں یہ سب کچھ تجھے حاصل ہو چکا۔ پھر اسی طرح شہید سے پوچھا جائے گا وہ کہے گا کہ تیری دی ہوئے سب سے عزیز چیز جان تھی، اس کو بھی تیرے لیے قربان کر آیا۔ ارشاد ہوگا، تو جھوٹا ہے تو نے تو جنگ میں صرف اس لیے حصہ لیا تھا کہ تیری بہادری کی شہرت ہو اور تیرا نام ہو، سو وہ شہرت اور ناموری تجھے دنیا میں حاصل ہوگئی۔ پھر ان تینوں کے لیے حکم ہوگا کہ ان کو اوندھے منہ گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دیا جائے، چنانچہ یہ دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے۔“

* * *

حسنِ معاشرت

والدین سے نیک سلوک

خدا کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق ماں باپ ہی کا ہے۔ ماں باپ کے حق کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ قرآن پاک میں جگہ جگہ ماں باپ کے حق کو خدا کے حق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور خدا کی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی شکر گزاری کی تاکید کی گئی ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(بنی اسرائیل۔ ۲۳)

"اور آپ ﷺ کے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: "میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کون سا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔" میں نے (پھر) پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔" فرمایا: "ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے پوچھا: "اس کے بعد۔ فرمایا: "خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔" (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ "میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کے لیے بیعت کرتا ہوں اور خدا سے اس کا اجر چاہتا ہوں" نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: "کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟" اس نے کہا، جی ہاں بلکہ (خدا کا شکر ہے) دونوں زندہ ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا، "تو کیا تم واقعی خدا سے اپنی ہجرت اور جہاد کا بدلہ چاہتے ہو؟" اس نے کہا: "جی ہاں، (میں خدا سے اجر چاہتا ہوں۔" نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تو جاؤ اپنے ماں باپ کی خدمت میں رہ کر ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔" (مسلم)

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟" ارشاد فرمایا: "ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ"

(ابن ماجہ)

یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک کر کے تم جنت کے مستحق ہوگے اور ان کے حقوق کو پامال کر کے تم جہنم کا ایندھن بنو گے۔

محسن کی شکر گزاری اور احسان مندی شرافت کا اولین تقاضا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے وجود کا محسوس سبب والدین ہیں۔ پھر والدین ہی کی پرورش اور نگرانی میں ہم پلتے بڑھتے ہیں اور شعور کو پہنچتے ہیں اور وہ جس غیر معمولی قربانی، بے مثل جانفشانی اور انتہائی شفقت سے ہماری سرپرستی فرماتے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ ہمارا سینہ ان کی عقیدت، احسان مندی اور عظمت و محبت سے سرشار ہو اور ہمارا ریشہ ریشہ ان کا شکر گزار ہو، یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ ان کی شکر گزاری کی تاکید فرمائی ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان۔ ۱۴)

"(ہم نے وصیت کی) کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کے شکر گزار رہو۔"

والدین کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہیے۔ خاص طور پر بڑھاپے میں

جب مزاج کچھ چڑچڑا ہو جاتا ہے اور والدین کچھ ایسے تقاضے، مطالبے کرنے لگتے ہیں جو توقع کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی ہر بات کو خوشی خوشی برداشت کرنا چاہیے اور ان کی کسی بات سے اکتا کر جواب میں کوئی ایسی بات ہرگز نہیں کرنی چاہیے جو ان کو ناگوار ہو اور جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگے۔

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ

لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا (بنی اسرائیل ۲۳)

"اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو۔"

دراصل بڑھاپے کی عمر میں بات کی برداشت نہیں رہتی اور کمزوری کے باعث اپنی اہمیت کا احساس بڑھ جاتا ہے، اس لیے ذرا ذرا سی بات بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔ لہٰذا اس نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے کسی قول و عمل سے ماں باپ کو ناراض ہونے کا موقع نہ دیجیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خدا کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔" (ترمذی، ابن حبان، حاکم)

یعنی اگر کوئی اپنے خدا کو خوش رکھنا چاہے تو وہ اپنے والد کو خوش رکھے، والد کو ناراض کر کے وہ خدا کے غضب کو بھڑکائے گا۔

حضرت عبداللہؓ ہی کا بیان ہے کہ ایک آدمی اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنے ماں باپ کے پاس واپس جاؤ اور ان کو اسی طرح خوش کر کے آؤ جس طرح تم ان کو رلا کر آئے ہو۔" (ابو داؤد)

دل و جان سے ماں باپ کی قدر کیجیے۔ اگر آپ کو خدا نے اس کا موقع دیا ہے تو دراصل یہ اس بات کی توفیق ہے کہ آپ خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔ ماں باپ کی خدمت سے ہی دونوں جہان کی بھلائی، سعادت اور عظمت حاصل ہوتی ہے اور آدمی دونوں جہان کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کی روزی میں کشادگی ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور صلہ رحمی کرے۔" (الترغیب و ترہیب)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"وہ آدمی ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو" لوگوں نے پوچھا، اے خدا کے رسول ﷺ! کون آدمی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ آدمی جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، دونوں کو پایا یا کسی ایک کو، اور پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔" (مسلم)

ایک موقع پر تو آپ ﷺ نے خدمت والدین کو جہاد جیسی عظیم عبادت پر بھی ترجیح دی۔ اور ایک صحابی کو جہاد میں جانے سے روک کر والدین کی خدمت کی تاکید فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا، جاؤ اور ان کی خدمت کرتے رہو، یہی جہاد ہے۔" (بخاری، مسلم)

ماں باپ کا ادب و احترام ہمیشہ ملحوظ نظر رہے اور کسی بھی ایسی بات یا حرکت سے بچنا چاہیے جو ان کے احترام کے خلاف ہو، قرآن میں ہے

وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (بنی اسرائیل ۲۳)

"اور ان سے احترام کی بات کہیے۔"

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جہنم سے دور رہیں اور جنت میں داخل ہوں؟ ابن عباسؓ نے کہا کیوں نہیں، خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ ابن عباسؓ نے کہا جی ہاں میری والدہ زندہ ہیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اگر تم ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو۔ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھو تو ضرور جنت میں جاؤ گے، بشرطیکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ (الادب المفرد)

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک بار دو آدمیوں کو دیکھا۔ ایک سے پوچھا یہ دوسرے تمھارے کون ہیں؟ اس نے کہا، یہ میرے والد ہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھو! نہ ان کا نام لینا۔ نہ کبھی ان سے آگے آگے چلنا اور نہ کبھی ان سے پہلے بیٹھنا۔ (الادب المفرد)

۲۔ والدین کے ساتھ، عاجزی اور انکساری سے پیش آنا چاہیے۔ فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (اسراء۔ ۲۴)

"اور عاجزی اور نرمی سے ان کے سامنے بچھے رہو۔"

عاجزی سے بچھے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ان کے مرتبے کا لحاظ رکھو، اور کبھی ان کے سامنے اپنی بڑائی نہ جتاؤ، اور نہ ان کی شان میں گستاخی کرو۔

والدین سے محبت کے لیے محبت و احترام کے جذبات کو اپنے لیے باعث سعادت و اجر آخرت سمجھنا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"جو نیک اولاد بھی ماں باپ پر محبت بھری ایک نظر ڈالتی ہے، اس کے بدلے خدا اس کو ایک حج مقبول کا ثواب بخشتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے خدا کے رسول ﷺ! اگر کوئی ایک دن میں سو بار اسی طرح رحمت و محبت کی نظر ڈالے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر کوئی سو بار ایسا کرے تب بھی، خدا تمھارے تصور سے بہت بڑا اور (تنگ دلی جیسے عیبوں سے) بالکل پاک ہے۔" (مسلم)

ماں باپ کی دل و جان سے اطاعت کرنی چاہیے۔ اگر وہ کچھ زیادتی بھی کر رہے ہوں تب بھی خوشدلی سے اطاعت کیجیے اور ان کے عظیم احسانات کو پیش نظر رکھ کر ان کے وہ مطالبے بھی خوشی خوشی پورے کیجیے جو آپ کے مزاج پر گراں ہوں بشرطیکہ وہ دین کے خلاف نہ ہوں۔

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ یمن کا ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا "یمن میں تمہارا کوئی ہے"؟ اس نے کہا (جی ہاں) میرے ماں باپ ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا "انہوں نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔" اس نے کہا نہیں تو (میں نے ان سے تو اجازت نہیں لی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اچھا تو تم واپس جاؤ اور ماں باپ سے اجازت لو، اگر وہ اجازت دے دیں تب تو جہاد میں شرکت کرو ورنہ (ان کی خدمت میں رہ کر) ان کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔" (ابوداؤد)

والدین کی اطاعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ ایک شخص میلوں دور سے آتا ہے اور چاہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی معیت میں دین کی سربلندی کے لیے جہاد میں شریک ہو لیکن نبی اکرم ﷺ اس کو لوٹا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جہاد میں شرکت بھی تم اسی صورت میں کر سکتے ہو جب تمھارے ماں باپ دونوں تمھیں اجازت دیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ان ہدایات و احکام میں خدا کا اطاعت گزار رہا جو اس نے ماں باپ کے حق میں نازل فرمائے ہیں تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو تو جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے؟ اور جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے بارے میں خدا کے بھیجے ہوئے احکام و ہدایات سے منھ موڑے ہوئے ہے تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہے تو دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس آدمی نے پوچھا، اے خدا کے رسول ﷺ! اگر ماں باپ اس کے ساتھ زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، فرمایا ہاں اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی۔" (مشکوٰۃ)

ماں باپ کو اپنے مال کا مالک سمجھنا چاہیے اور ان پر دل کھول کر خرچ کرنا چاہیے۔ قرآن میں ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ (البقرۃ۔ ۲۱۵)

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو، اس کے اولین حقدار والدین ہیں۔"

ایک بار نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو بلوایا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک بوڑھا کمزور شخص حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس بوڑھے شخص سے تحقیق فرمائی۔ تو اس نے کہنا شروع کیا۔

”خدا کے رسول ﷺ! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی۔ میں مالدار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا، میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور قوی ہے۔ میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے۔ اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔ بوڑھے کی یہ باتیں سن کر رحمت عالم ﷺ رو پڑے۔ اور (بوڑھے کے لڑکے کی طرف مخاطب ہوکر) فرمایا ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے۔ ان کا ادب واحترام اور ان کی خدمت برابر کرتے رہنا چاہیے۔ البتہ اگر وہ شرک ومعصیت کا حکم دیں تو ان کی اطاعت سے انکار کر دینا چاہیے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (لقمن۔ ۱۵)

”اور اگر ماں باپ تم پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو ہرگز ان کا کہنا نہ مانو اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہو۔“

حضرت اسمؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں میرے پاس میری والدہ آئیں اور اس وقت وہ مشرکہ تھیں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا، کہ میرے پاس میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے متنفر ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی رہو۔“

(بخاری)

والدین سے منسوب نیکی اور صدقہ جاریہ کے کام کرنے چاہئیں۔ اور ان کے احسانات کو یاد کر کے خدا کے حضور گڑگڑانا اور انتہائی دل سوزی اور قلبی جذبات کے ساتھ ان کے لیے رحم وکرم کی درخواست کرنا چاہیے۔ خدا کا ارشاد ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًاؕ

”اور دعا کرو کہ پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما۔ جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش فرمائی تھی۔“

یعنی اے پروردگار بچپن کی بے بسی میں، جس رحمت و جانفشانی اور شفقت ومحبت سے انہوں نے میری پرورش کی اور میری خاطر اپنے عیش کو قربان کیا! پروردگار! اب یہ بڑھاپے کی کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت وشفقت کے محتاج ہیں، خدایا! میں ان کا کوئی بدل نہیں دے سکتا۔ تو ہی ان کی سرپرستی فرما۔ اور ان کے حال زار پر رحم کی نظر کر۔

ماں کی خدمت کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔ ماں طبعاً زیادہ کمزور اور حساس ہوتی ہے اور آپ کی خدمت وسلوک کی نسبتاً زیادہ ضرورت مند بھی، پھر اس کے احسانات اور قربانیاں بھی باپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ اس لیے دین نے ماں کا حق زیادہ بتایا ہے اور ماں کے ساتھ سلوک کی خصوصی ترغیب دی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ

(الاحقاف ۱۵)

”اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی۔ اس کی ماں تکلیف اٹھا اٹھا کر اس کو پیٹ میں لیے پھری، اور تکلیف ہی سے جنا اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ (تکلیف دہ) مدت ڈھائی سال ہے۔“

قرآن نے ماں باپ دونوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ماں کے پیہم دکھ اٹھانے اور کٹھنائیاں جھیلنے کا نقشہ بڑے ہی اثر انگیز انداز میں کھینچا ہے اور نہایت ہی خوبی کے ساتھ نفسیاتی انداز میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جاں نثار ماں، باپ کے مقابلے میں تمہاری خدمت وسلوک کی زیادہ مستحق ہے۔ اور پھر اسی حقیقت کو خدا کے رسول ﷺ

نے بھی کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا۔

"اے خدا کے رسول ﷺ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا تیری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ تیرا باپ۔" (الادب المفرد)

حضرت جاہمہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شرکت کروں اور اسی لیے آیا ہوں کہ آپ ﷺ سے اس معاملے میں مشورہ لوں۔ (فرمایئے کیا حکم ہے؟) نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا۔ تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟ جاہمہؓ نے کہا۔ جی ہاں (زندہ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تو پھر جاؤ اور انہی کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت انہی کے قدموں میں ہے۔" (ابن ماجہ، نسائی)

حضرت اویسؓ نبی اکرم ﷺ کے دور میں موجود تھے مگر آپ کی ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ ان کی ایک بوڑھی ماں تھیں۔ دن رات انہی کی خدمت میں لگے رہتے۔ نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی بڑی آرزو تھی اور کون مومن ہوگا جو اس تمنا میں نہ تڑپتا ہو کہ اس کی آنکھیں دیدار رسول ﷺ سے روشن ہوں۔ چنانچہ حضرت اویسؓ نے آنا بھی چاہا لیکن نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔

فریضہ حج ادا کرنے کی بھی ان کے دل میں بڑی آرزو تھی لیکن جب تک ان کی والدہ زندہ رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے حج نہیں کیا۔ اور ان کی وفات کے بعد ہی یہ آرزو پوری ہو سکی۔

رضاعی ماں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے، اس کی خدمت اور ادب و احترام کرنا چاہیے۔ حضرت ابو طفیلؓ کہتے ہیں، میں نے جعرانہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گوشت تقسیم فرما رہے ہیں۔ اتنے میں ایک عورت آئیں اور نبی اکرم ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی، وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد)

والدین کی وفات کے بعد بھی ان کا خیال رکھیے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے لیے ذیل کی باتوں پر کاربند رہیے:

ماں باپ کے لیے مغفرت کی دعائیں برابر کرتے رہنا چاہیے۔

قرآن پاک نے مومنوں کو یہ دعا سکھائی ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

(ابراھیم۔ ۴۱)

"پروردگار میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور سب ایمان والوں کو اس روز معاف فرما دے جب کہ حساب قائم ہوگا۔"

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد جب میت کے درجات بلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے یہ کیونکر ہوا۔ خدا کی جانب سے اس کو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتی رہی (اور خدا نے اس کو قبول فرمالیا)

حضرت ابو ہریرہؓ ہی کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے صرف تین چیزیں ایسی ہیں جو مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں۔ ایک صدقۂ جاریہ، دوسرا اس کا (پھیلایا ہوا وہ) علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ تیسرے وہ صالح اولاد جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہے۔

والدین کے کیے ہوئے عہد و پیمان اور وصیت کو پورا کرنا چاہیے۔ ماں باپ نے اپنی زندگی میں بہت سے لوگوں سے کچھ وعدے کیے ہوں گے (اپنے خدا سے کچھ عہد کیا ہوگا۔ کوئی نذر مانی ہوگی۔ کسی کو کچھ مال دینے کا وعدہ کیا ہوگا۔ ان کے ذمے کسی کا قرضہ رہ گیا ہوگا اور ادا کرنے کا موقع نہ پا سکے ہوں گے۔ مرتے وقت کچھ وصیتیں کی ہوں گی) اولاد کو اپنے امکان بھر ان سارے کاموں کو پورا کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ میری والدہ نے

نذر مانی تھی لیکن وہ نذر پوری کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئیں کیا میں ان کی طرف سے یہ نذر پوری کرسکتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا کیوں نہیں! تم ضرور ان کی طرف سے نذر پوری کردو۔"

باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتے رہنا چاہیے۔ ان کا احترام اور ان کو اپنے مشوروں میں اپنے بزرگوں کی طرح شریک رکھنا چاہیے۔ ایک موقعے پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے زیادہ نیک سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست احباب کے ساتھ بھلائی کرے۔"

ایک بار حضرت ابوالدرداؓ بیمار ہوئے اور مرض بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی، تو حضرت یوسف بن عبداللہ دور دراز سے سفر کرکے ان کی عیادت کے لیے تشریف لے آئے حضرت ابوالدرداؓ نے انہیں دیکھا تو تعجب سے پوچھا تم یہاں کہاں؟ یوسف بن عبداللہؓ نے کہا میں یہاں محض اس لیے آیا ہوں کہ آپؓ کی عیادت کروں، کیونکہ والد بزرگوار سے آپ کے تعلقات بڑے گہرے تھے۔

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینے آیا تو میرے پاس عبداللہ بن عمرؓ تشریف لائے اور کہنے لگے ابو بردہ! تم جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں میں نے کہا۔ میں تو نہیں جانتا کہ آپؓ کیوں تشریف لائے ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص قبر میں اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ باپ کے مرنے کے بعد باپ کے دوست احباب کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور پھر فرمایا: بھائی میرے باپ حضرت عمرؓ اور آپ کے والد میں گہری دوستی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دوستی کو نباہوں اور اس کے حقوق ادا کروں۔ (ابن حبان)

ماں باپ کے رشتے داروں کے ساتھ بھی برابر نیک سلوک کرتے رہنا چاہیے اور رحم کے ان رشتوں کا پوری طرح لحاظ رکھنا چاہیے۔ ان رشتے داروں سے بے نیازی اور بے پروائی دراصل والدین سے بے نیازی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے آباواجداد سے ہرگز بے پروائی نہ برتو، ماں باپ سے بے پروائی برتنا خدا کی ناشکری ہے۔

اگر زندگی میں خدانخواستہ ماں باپ کی خدمت اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو پھر بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مرنے کے بعد ان کے حق میں برابر خدا سے دعائے مغفرت کرتے رہنا چاہیے۔ توقع ہے کہ خدا آپ کی کوتاہی سے درگزر فرمائے اور آپ کا شمار اپنے صالح بندوں میں فرمادے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر کوئی بندۂ خدا زندگی میں ماں باپ کا نافرمان رہا اور والدین میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا اسی حال میں انتقال ہوگیا تو اب اس کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے لیے برابر دعا کرتا رہے اور خدا سے ان کی بخشش کی درخواست کرتا رہے۔ یہاں تک کہ خدا اس کو اپنی رحمت سے نیک لوگوں میں لکھ دے۔"

اہل وعیال کی نگرانی اور ان پر خرچ کی فضیلت

مسلمان کی زندگی ایک ذمہ دارانہ زندگی ہے۔ ہر آدمی جو اس دنیا میں ہے، کچھ چیزیں اس کی تحویل میں دی گئی ہیں۔ ایک شخص عوام کا سردار ہے تو اس کے اوپر سارے عوام کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ہے۔ ایک شخص خاندان والا ہے تو اس کو اپنے خاندان کی نگرانی کا فرض ادا کرنا ہے۔ ایک عورت ہے تو اس کے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر کو سنبھالے اور اپنے بچوں کی تربیت کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کے گلہ کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ (متفق علیہ)

رسول ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کا احترام کرو اور اچھی تربیت کے ذریعے انہیں ادب سکھاؤ۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر پیسہ وہ ہے جو اہل وعیال پر یا جہاد کی غرض سے سواری خریدنے یا اللہ کے راستے میں ساتھیوں پر خرچ کیا جائے۔ (اہل وعیال کو مقدم رکھنا یہاں ان کے افضل ترین ہونے کی دلیل ہے)۔ نیز فرمایا: اس سے بہتر کون شخص ہوگا جو اپنی چھوٹی اولاد (نابالغ) کے لیے (کمانے میں) محنت کرے۔

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک

قرآن مجید نے والدین کے حقوق کی تاکید کے بعد عام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا وبذی القربی اور اہل قرابت کے ساتھ بھی (اچھا معاملہ کرو) جس میں رشتہ داروں کی حسب استطاعت مالی اور جانی خدمت بھی داخل ہے اور ان سے ملاقات وخبر گیری بھی ان کا حق ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم (کا لفظ) رحمن (کے لفظ) سے نکلا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (رحم یعنی رشتہ ناطہ سے) فرمایا کہ جو شخص تجھ کو جوڑے گا (یعنی تیرے حق کو محفوظ رکھے گا) میں بھی اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو شخص تجھ کو توڑے گا (یعنی تیرا لحاظ نہ کرے گا) میں بھی اس کو توڑوں گا۔ یعنی ایسے شخص کو اپنی رحمت سے دور کردوں گا۔ (بخاری)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی اللہ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ آدمی اس گناہ کی گندگی کے ساتھ جنت میں نہیں جا سکے گا۔ ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا کسی وجہ سے (مثلاً توبہ وغیرہ کرنے سے) معاف کردیا جائے گا تو جا سکے گا۔

(بخاری ومسلم)

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک

قرآن مجید نے والدین کے حقوق کی تاکید کے بعد عام رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا وبذی القربی (النساء ۳۶) اور اہل قرابت کے ساتھ بھی (اچھا معاملہ کرو) جس میں رشتہ داروں کی حسب استطاعت مالی اور جانی خدمت بھی داخل ہے اور ان سے ملاقات وخبر گیری بھی ان کا حق ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم (کا لفظ) رحمن (کے لفظ) نکلا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (رحم یعنی رشتہ ناطہ سے) فرمایا کہ جو شخص تجھ کو جوڑے گا (یعنی تیرے حق کو محفوظ رکھے گا) میں بھی اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو شخص تجھ کو توڑے گا (یعنی تیرا لحاظ نہ کرے گا) میں بھی اس کو توڑوں گا۔ یعنی ایسے شخص کو اپنی رحمت سے دور کردوں گا۔ (بخاری)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی اللہ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ آدمی اس گناہ کی گندگی کے ساتھ جنت میں نہیں جا سکے گا۔ ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا کسی وجہ سے (مثلاً توبہ وغیرہ کرنے سے) معاف کردیا جائے گا تو جا سکے گا۔

(بخاری ومسلم)

یتیم اور مسکین کا حق

تیسرے نمبر پر ارشاد فرمایا "والیتمی والمساکین" (النساء ۳۶) اور یتیموں کے ساتھ بھی اور مساکین کے ساتھ بھی۔ یتیموں اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا رشتہ داروں کے ساتھ ذکر فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ لاوارث بچوں اور بے کس لوگوں کی امداد واعانت کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا اپنے رشتہ داروں کے لیے کرتے ہیں۔

پڑوسی کا حق

چوتھے نمبر پر ارشاد فرمایا "والجار ذی القربی" (النساء ۳۶) اور پانچویں نمبر میں "والجار الجنب" (النساء ۳۶) اس میں پڑوسیوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک جار ذی القربی دوسری جار الجنب عام مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان کے قریب رہتا ہو اور دوسرے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلے پر رہتا ہو۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، مسلم ہو یا غیر مسلم بہرحال اس کا حق ہے بقدر استطاعت اس کی امداد واعانت کی جائے اور خبر گیری بھی۔ (لیکن کافر حربی اور جس کافر سے نقصان کا اندیشہ ہو وہ مستثنیٰ ہیں)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا وہ پڑوسی جو غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں ہے۔ دو حق والا وہ پڑوسی ہے جو پڑوسی ہونے

کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی محلّے کے لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے افضل بہتر وہ ہے جو پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہے۔ (معارف القرآن ج ۲)

ہم نشینی کا حق

چھٹے نمبر میں فرمایا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (سورۃ نساء۔ ۳۶) اس کے لفظی معنی "ہم پہلو ساتھی" کے ہیں جس میں رفیق سفر بھی داخل ہے جو کسی عام مجلس میں آپ کے برابر بیٹھا ہو وہ بھی۔ اور بعض حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص داخل ہے جو کسی کام اور کسی پیشہ میں آپ کا شریک ہے۔ (روح المعانی)

صحیح بخاری و مسلم میں بروایت ابوسعید خدریؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم سفر میں تھے کہ ایک شخص اونٹ پر آیا اور اونٹ کو دائیں بائیں پھیرنا شروع کیا یا دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس ایک سواری سے زیادہ سواری ہو تو وہ اس کو دیدے کہ اس کے پاس سواری نہیں ہے (یعنی اس کی سواری کمزور اور تھکی ہوئی ہے جس پر وہ سفر نہیں کرسکتا) اور جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد کھانے پینے کا سامان ہو وہ اس کو دیدے کہ اس کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے مال کی اقسام کو بیان کرنا شروع کیا (کہ جس شخص کے پاس فلاں چیز اور فلاں چیز جیسے کپڑا وغیرہ اپنی ضرورت سے زائد ہو تو اس کو اس شخص پر خرچ کیا جانا چاہیے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو) یہاں تک کہ (آپ ﷺ کی ترغیب و نصیحت سے) ہمیں احساس ہوا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی اس چیز پر کوئی حق نہیں ہے جو اس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہو۔ (بلکہ اس چیز کا حقیقی مستحق وہ شخص ہے جو اس چیز سے محروم ہے)۔ (مسلم)

راہ گیر کا حق

ساتویں نمبر پر ارشاد فرمایا وَابْنِ السَّبِيْلِ (سورۃ نساء۔ ۳۶) اور راہ گیر کے ساتھ بھی۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوران سفر آپ کے پاس آجائے یا آپ کا مہمان ہو جائے۔ چونکہ اس اجنبی شخص کا کوئی تعلق والا یہاں نہیں ہے تو قرآن مجید نے اس کے ساتھ اسلامی بلکہ انسانی حقوق کی رعایت کرکے اس کا حق بھی آپ پر لازم کردیا کہ بقدر وسعت و استطاعت اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

ملازمین کا حق

آٹھویں نمبر پر فرمایا وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (سورۃ نساء۔ ۳۶) جس سے مراد ماتحت اور ملازم ہیں ان کا بھی یہ حق لازم کردیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں۔ ان کا یہ حق ہے کہ مقررہ تنخواہ اور کھانا وغیرہ دینے میں بخل اور دیر نہ کریں اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام نہ ڈالیں۔ حقوق کی ادائیگی میں وہی لوگ کوتاہی کرتے ہیں جن کے دل میں تکبر ہو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "آپ لوگوں کے زیردست آپ کے بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں آپ کا زیردست بنایا ہے۔ پس وہ آدمی جس کے ہاتھ اللہ نے وہ ماتحت دیے ہیں اسے چاہیے کہ ان کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، ان کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے، ان کے اوپر کسی ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالے جو بھاری ہو اور اگر کسی بھاری کام میں انہیں لگائے تو پھر خود بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائے۔" (بخاری، مسلم)

نیز فرمایا "اپنے ماتحتوں کی غلطیاں معاف کرو اگرچہ وہ دن میں ستر بار ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔" (سنن ابی داؤد)

نیز فرمایا: "اپنی نوکرانیوں کو برتنوں کے ٹوٹنے پر سزا نہ دیا کرو۔ اس لیے کہ برتنوں کی بھی عمریں مقرر ہیں آپ کی عمروں کی طرح۔" (دیلمی)

ماقبل بیان کی گئی آیت کے آخر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (پ ۵ سورہ نساء) یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو متکبر اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے والا ہو۔ آیت کا یہ آخری جملہ پچھلے تمام ارشادات کا تکملہ ہے کہ پچھلے آٹھ نمبروں میں جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے، اس میں کوتاہی وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر، غرور اور سرکشی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ قرآن

کے ان ارشادات اور احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اللہ کی عبادت وتوحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری و ماں باپ و یتیم و مساکین اور رشتے داروں و دیگر تعلق داروں کے ساتھ حسن سلوک دراصل دنیا کی زندگی اور رزق میں برکت اور اخروی زندگی جو کہ لامحدود زندگی ہے اس میں فلاح وکامرانی کا سامان ہے۔

دوستی کے آداب

انسان ایک سماجی مخلوق ہے جس کو معاشرے میں رفاقتوں کی مستقل ضرورت ہے۔ وہ شخص انتہائی خوش نصیب ہے جس کو اس کے دوست احباب عزیز رکھتے ہوں اور وہ دوست احباب کو عزیز رکھتا ہو اور وہ شخص انتہائی محروم ہے جس سے لوگ بیزار رہتے ہوں اور وہ لوگوں سے دور بھاگتا ہو۔ مفلس وہ نہیں ہے جس کے پاس دولت نہ ہو بلکہ حقیقت میں سب سے بڑا مفلس وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ دوستی زندگی کی زینت، سفر حیات کا سہارا اور خدا کا انعام ہے۔ البتہ دوستی اچھے اخلاق والوں کے ساتھ ہونی چاہئے۔

نبی اکرم کا ارشاد ہے:

”مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر وخوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کریں۔“ (مشکوٰۃ، باب الشفقۃ)

قرآن پاک میں ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ (التوبہ۔ ۷۱)

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں سے انتہائی محبت فرماتے تھے اور ہر ایک یہ محسوس کرتا کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ اسی کو چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بن العاص کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس توجہ اور خلوص کے ساتھ مجھ سے گفتگو فرماتے اور اتنا خیال رکھتے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ شاید میں اپنی قوم کا سب سے بہتر آدمی ہوں۔ اور ایک دن میں نبیؐ سے پوچھ بیٹھا کہ اے رسول اللہ ﷺ! میں افضل ہوں یا ابوبکرؓ؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابوبکرؓ افضل ہیں۔ پھر میں نے پوچھا، میں افضل ہوں یا عمرؓ؟ فرمایا، عمرؓ۔ میں نے پھر پوچھا اے رسول اللہ ﷺ! میں افضل ہوں یا عثمان؟ ارشاد فرمایا، عثمان۔ پھر میں نے نبی ﷺ سے بڑی وضاحت کے ساتھ حقیقت معلوم کی اور آپ ﷺ نے بلا رو رعایت صاف صاف بات کہہ دی۔ تب تو مجھے اپنی اس حرکت پر بڑی ہی شرم آئی اور میں دل میں خیال کرنے لگا کہ بھلا ایسی بات پوچھنے کی مجھے کیا ضرورت تھی!

دوستوں کے ساتھ مل جل کر میل محبت کی زندگی گزارنے اور مخلصانہ تعلقات قائم کرنے سے انسان ایک مسرور زندگی کا لطف اٹھاتا ہے۔ دوستوں سے نفرت، بیزاری اور لیے دیے رہنے کی روش انسان کو بے چین رکھتی ہے۔ جب آدمی دوستوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ہر معاملے میں ان کا شریک رہتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچتی ہیں، کبھی اس کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے، کبھی اس کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے، کبھی اس کے آرام میں خلل پڑتا ہے، کبھی اس کے معمولات متاثر ہوتے ہیں، کبھی اس کی خواہش اور رجحان کے خلاف کچھ باتیں سامنے آتی ہیں، کبھی اس کے صبر وبرداشت کی آزمائش ہوتی ہے، کبھی اس کو مالی نقصان پہنچتا ہے۔ غرض مختلف قسم کی اذیتیں اور تکلیفیں اس کو پہنچتی ہیں لیکن جب یہ شخص ان اذیتوں کو برداشت کرتا ہے تو اس کے قلب میں اس سے جلا پیدا ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق نشوونما پاتے ہیں اور وہ تربیت وتزکیہ کے فطری منازل سے گزرتا ہوا روحانی اور اخلاقی ترقی کرتا ہے۔ اس میں تحمل وبردباری، ایثار وشفقت، ہمدردی وغمگساری، مروت ووفاداری، خیر خواہی اور تعاون، خلوص ومحبت، سخاوت وشجاعت اور مرحمت ومواساۃ کے اعلیٰ ترین جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ انسانی معاشرے کے لیے سراپا خیر وبرکت بن جاتا ہے۔ ہر دل میں اس کے لیے قدر وعظمت کے جذبات ہوتے ہیں اور ہر انسان اس کے وجود کو اپنے حق میں رحمت کا سایہ سمجھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ کہیں بہتر ہے اس شخص سے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف

سے پہنچنے والی تکلیفوں پر خاطر برداشت ہوتا ہے۔" (ترمذی)

ہمیشہ نیک اور صالح لوگوں سے دوستی کا بندھن قائم رکھنا چاہیے۔ دوستی کے انتخاب میں اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ جن لوگوں سے آپ قلبی تعلق بڑھا رہے ہیں وہ دین و اخلاق کے پہلو سے آپ کے لیے کس حد تک مفید ہو سکتے ہیں۔ ایک مشہور مثل ہے کہ "اگر کسی کی اخلاقی حالت معلوم کرنا چاہو تو اس کے دوستوں کی اخلاقی حالت معلوم کرو۔" اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لیے ہر آدمی کو غور کر لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" (مسند احمد، ترمذی)

دوست کے دین پر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دوست کی صحبت میں بیٹھے گا تو وہی جذبات و خیالات اور وہی ذوق و رجحان اس میں بھی پیدا ہوگا جو دوست میں ہے اور پسند و ناپسند کا وہی معیار اس کا بھی بنے گا جو اس کے دوست کا ہے۔ اس لیے آدمی کو دوست کے انتخاب میں انتہائی غور و فکر سے کام لینا چاہیے اور قلبی لگاؤ اسی سے بڑھانا چاہیے جس کا ذوق و رجحان، افکار و خیالات اور دوڑ دھوپ دین و ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ مومن ہی سے رشتہ محبت استوار کرو اور اسی کے ساتھ اپنا کھانا پینا رکھو۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مومن ہی کی صحبت میں رہو۔ اور تمہارے دسترخوان پر پرہیزگار ہی کھانا کھائے۔"

ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا پینا قلبی تعلق اور محبت کا فطری محرک ہے اور یہ تعلق و محبت اسی سے ہونا چاہیے جو نیک اور اچھا انسان ہو۔ خدا سے غافل، غیر ذمہ دار، بے عمل اور بداخلاق لوگوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے اچھے اور برے دوست سے تعلق کی کیفیت کو ایک بلیغ تمثیل میں یوں بیان فرمایا ہے:

اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے لوہار کی طرح ہے۔ مشک بیچنے والے کی صحبت سے تم کو کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا یا مشک خرید و گے یا مشک کی خوشبو پاؤ گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی تمہارا گھر یا کپڑے جلائے گی یا تمہارے دماغ میں اس کی بدبو پہنچے گی۔ (بخاری، مسلم)

اور ابوداؤد میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"نیک دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے کی دکان، کہ اور جو کچھ فائدہ نہ بھی ہو تو خوشبو تو ضرور آئے گی اور برا دوست ایسا ہے جیسے بھٹی سے آگ نہ لگے تب بھی دھوئیں سے کپڑے ضرور کالے ہو جائیں گے۔"

دوستوں سے صرف خدا کے لیے محبت ہونی چاہیے، خدا کے محبوب بندے وہی ہیں، جو خدا کے دین کی بنیاد پر باہم جڑتے ہیں اور کندھے سے کندھا اور دل سے دل ملا کر اس طرح خدا کے دین کی اقامت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار معلوم ہوتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (الصف آیت ۴)

"حقیقت میں خدا کے محبوب وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اس طرح پرے جما کر لڑتے ہیں گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"قیامت میں خدا فرمائے گا، وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لیے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔" (مسلم)

اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو قابل رشک شان و شوکت حاصل ہوگی اس کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا:

"خدا کے بندوں میں کچھ (ایسے سعادت مند) ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے مرتبوں سے سرفراز فرمائے گا کہ انبیا اور شہدا بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا، یہ کون خوش نصیب ہوں گے اے رسول اللہ ﷺ! ارشاد فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے دین کی بنیاد پر محبت کرتے تھے نہ یہ آپس میں رشتے دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی مالی لین دین کا تعلق تھا۔ خدا کی قسم قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے بلکہ یہ سراپا نور ہوں گے اور جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے

ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہ ہوگا۔ اور آپ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس ۶۲

"سنو! اللہ کے چاہنے والوں کے لیے نہ کسی بات کا کوئی خوف ہوگا اور نہ (گزری ہوئی زندگی کے بارے میں) کسی قسم کا غم"۔

حضرت ابوالدرداءؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے روز کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے، وہ موتیوں کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے، لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے یہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ شہید۔ ایک بدو نے سوال کیا: اے رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں ہمیں ان کی پہچان بتا دیجیے۔ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔" (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: اے رسول اللہ ﷺ! ایک شخص کسی نیک آدمی سے اس کی نیکی کی بنا پر محبت کرتا ہے مگر خود اس شخص جیسے اچھے اعمال نہیں کرتا۔ ارشاد فرمایا: "کوئی مضائقہ نہیں! آدمی قیامت کے روز اسی کی معیت میں ہوگا جس سے وہ محبت کرے گا۔" (بخاری)

ایک شب نبی ﷺ کو خدا کا دیدار ہوا۔ خدا نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، مانگیے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا کی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ

مسند احمد

"خدایا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں، اور برے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں، اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرمائے۔ اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہو۔"

اور حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے، مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی چاہنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔" (احمد، ترمذی)

جس طرح یہ ضروری ہے کہ دوستی کے لیے اچھے لوگوں کا انتخاب کیا جائے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دوستی کو ہمیشہ نبھانے اور قائم رکھنے کی بھی کوشش کی جائے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز جب عرش الٰہی کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا اس روز سات قسم کے افراد عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں ایک قسم کے افراد وہ دو آدمی ہوں گے جو محض خدا کے لیے ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔ خدا کی محبت ہی نے ان کو باہم جوڑا ہوگا اور اسی بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں گے یعنی ان کی دوستی خدا کی خاطر ہوگی اور زندگی بھر وہ اس دوستی کو قائم رکھنے اور نباہنے کی کوشش کریں گے اور جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا ہو کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہوگا تو اسی حال میں کہ ان کی یہ دوستی قائم ہوگی اور اسی دوستی کی حالت میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں گے۔

کامیاب زندگی کے لیے دوستوں پر اعتماد کرنا، ان کے درمیان ہشاش بشاش رہنا، خود کو افسردگی سے بچانا اور دوستوں کو افسردہ کرنے سے بچنا، ان تمام چیزوں سے غفلت روا نہیں۔

دوستوں کی صحبت میں بے تکلف اور خوش مزاج رہنا اور ان کے ساتھ ایک بے تکلف ساتھی اور خود کو خوش مزاج ہم نشین اور خوش طبع رفیق ثابت کرنا چاہیے۔ آپ کی صحبت سے احباب اکتائیں نہیں

بلکہ مسرت اور کشش محسوس کریں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے: ”دل کو آزاد بھی چھوڑ دیا کرو۔ خوش کن نکتے بھی سوچا کرو۔ کیونکہ جسم کی طرح دل بھی تھک جاتا ہے۔“

آپ جس شخص سے محبت رکھتے ہوں اس سے اپنی محبت کا اظہار ضرور کیجیے۔ اس کا نفسیاتی اثر یہ ہوگا کہ اس کو بھی قرب کا احساس ہوگا۔ اور دونوں طرف کے جذبات و احساسات کے تبادلے سے محبت وخلوص میں غیر معمولی اضافہ ہوگا اور پھر محبت محض ایک قلبی کیفیت نہیں رہے گی بلکہ اس کے تقاضے عملی زندگی پر اثر انداز ہوں گے اور اس طرح شخصی معاملات میں دلچسپی لینے اور زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے قریب ہونے کا موقع ملے گا۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب کسی شخص کے دل میں اپنے بھائی کے لیے خلوص ومحبت کے جذبات ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دوست کو بھی ان جذبات سے آگاہ کر دے اور اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ (ابوداؤد)

تعلقات کی نوعیت میں ہمیشہ میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔ نہ تو ایسی سرد مہری کا مظاہرہ ہو کہ آدمی کی محبت اور تعلق مشکوک نظر آنے اور نہ جوش محبت میں اتنا آگے بڑھنا چاہیے کہ آدمی کی محبت اور دوستی جنون کی شکل اختیار کر لے۔ توازن اور اعتدال کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے اور آدمی مستقل مزاجی کے ساتھ ایسی متوازن روش اختیار کرے جس کو وہ برابر نباہ سکے۔

دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیرخواہی کا سلوک اخلاقیات کا اہم قدر ہے۔ دوست کے ساتھ سب سے بڑی خیرخواہی یہ ہے کہ ایک دوست دوسرے کو اخلاقی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اٹھانے کی کوشش کرے اور اس کی دنیا میں بھلائی کے ساتھ اس کی آخرت بھلائی کی سوچ بھی رکھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دین سرتاسر خیرخواہی ہے۔“ خیرخواہی کا اصل معیار یہ ہے کہ آپ اپنے دوست کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہوں، اس لیے کہ آدمی اپنا برا کبھی نہیں چاہتا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بھائی کے لیے بھی وہی نہ پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

اور ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چھ حقوق بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”اور یہ کہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی کرے خواہ وہ غائب ہو یا موجود۔“

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

”بے شک خدا نے اس شخص پر آگ کو واجب کر دیا ہے اور جنت حرام کر دی ہے جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا (صحابہؓ میں کسی نے پوچھا) اگرچہ وہ کوئی معمولی سی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگرچہ وہ پیلو کی معمولی سی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔“

دوستوں کے دکھ درد میں شریک رہنا اور اسی طرح ان کی خوشیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا آداب دوستی کے لوازمات ہیں۔ ان کے غم میں شریک ہو کر غم غلط کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی مسرتوں میں شریک ہو کر مسرتوں میں اضافہ کرنے کا عمل دوستی کا ستون شمار ہوتا ہے۔ ہر دوست اپنے مخلصین سے بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ مصیبت میں اس کا ساتھ دیں گے اور وقت پڑنے پر اس کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح وہ یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اس کے دوست اس کی خوشیوں میں اضافہ کریں اور اس کی اجتماعی تقریبات کی زینت اور رونق بڑھائیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے کہ ایک دوسرے کو قوت پہنچاتا اور سہارا دیتا ہے جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری کا سہارا بنتی اور قوت پہنچاتی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں (اور اس طرح مسلمانوں کے باہمی تعلق اور قرب کو واضح فرمایا)۔ (بخاری، مسلم)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”تم مسلمانوں کو باہم رحم دلی، باہم الفت ومحبت اور باہم تکلیف کے احساس میں ایسا پاؤ گے جیسے ایک جسم کہ اگر ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک رہتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

دوستوں سے خوشدلی، نرم خوئی اور مسرت واخلاص سے ملیے اور نہایت توجہ اور خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیجیے۔ لاپروائی، بے نیازی، اور روکھے پن سے پرہیز کیجیے، یہ دلوں کو پھاڑنے والی برائیاں ہیں۔ ملاقات کے وقت ہمیشہ مسرت، اطمینان اور شکر وحمد

کے کلمات کہیے۔ یاس و حزن اور مردہ دلی کے کلمات ہرگز زبان پر نہ لائیے۔ ملاقات کے وقت ایسا انداز اختیار کیجیے کہ آپ کے دوست، خوشی اور زندگی محسوس کریں۔ ایسے افسردہ چہرے سے ان کا استقبال نہ کیجیے کہ ان کا دل بجھ جائے اور وہ آپ کی ملاقات کو وبال جان سمجھنے لگیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"نیکیوں میں کسی نیکی کو حقیر نہ جانو چاہے وہ اتنی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔" (مسلم)

اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے بھائی کو دیکھ کر تمہارا مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔" (ترمذی)

نرم خوئی، خوش اخلاقی، اور تواضع سے ہی دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور انہی صفات کی بدولت اچھا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"میں تمہیں اس آدمی کی پہچان بتاتا ہوں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور وہ آگ پر حرام ہے۔ یہ وہ آدمی ہے جو نرم مزاج ہو، نرم طبیعت ہو اور نرم خو ہو۔" (ترمذی)

اگر کبھی کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو فوراً صلح صفائی کیجیے۔ اور ہمیشہ معافی طلب کرنے اور اپنے قصور کا اعتراف کرنے میں پیش قدمی کیجیے۔

حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی معاملے پر سخت کلامی ہو گئی۔ بعد میں حضرت ابوبکرؓ کو بہت احساس ہوا۔ اور وہ انتہائی مغموم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے، اور فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ! میرے اور عمرؓ کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا۔ مجھے غصہ آ گیا اور کچھ سخت باتیں ہو گئیں۔ مجھے بعد میں بڑی شرمندگی ہوئی اور میں نے عمرؓ سے معافی چاہی لیکن یا رسول اللہ ﷺ! وہ معاف کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ میں پریشان ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدا تمہیں معاف فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اسی دوران حضرت عمرؓ کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ دوڑے دوڑے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گئے ہیں تو وہ بھی اسی وقت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر نبی اکرم ﷺ کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ بہت ڈرے اور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ گھٹنوں کے بل ہو کر نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! عمرؓ کا کوئی قصور نہیں۔ قصور سارا میرا ہی ہے۔ میں نے ہی زیادتی کی ہے۔ میں نے ہی انہیں سخت سست کہا ہے۔

اس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

"خدا نے مجھے تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا اور جب ابتدا میں تم لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی، اور جان و مال سے ہر طرح میرا ساتھ دیا۔ تو کیا اب تم میرے ساتھی کو رنجیدہ کر کے چھوڑو گے؟"

صلح صفائی کی کوشش میں کبھی تاخیر نہ کیجیے، جتنی تاخیر ہوتی جاتی ہے اتنی ہی خرابی جڑ پکڑتی جاتی ہے اور دلوں میں دوری پیدا ہوتی جاتی ہے۔

دوستوں کی جانب سے اگر کوئی بات طبیعت اور ذوق کے خلاف بھی ہو جائے تو آپ اپنی زبان پر قابو اور جواب میں بھی سخت کلامی یا بدزبانی نہ کیجیے بلکہ حکمت اور نرمی کے ساتھ بات کو ٹال جائیے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے پوچھا، اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں کون سب سے پیارا ہے خدا نے جواب دیا وہ جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے گا۔" (مشکوٰۃ)

اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

"مومن کی میزان میں قیامت کے روز جو سب سے زیادہ وزن دار چیز رکھی جائے گی وہ اس کا حسن اخلاق ہوگا۔ اور خدا کو وہ شخص بڑا ہی ناپسند ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا اور بدزبانی کرتا ہے۔"

اپنے دوستوں کی اصلاح و تربیت سے کبھی غفلت نہ کیجیے اور اپنے دوستوں میں وہ بیماری کبھی نہ پیدا ہونے دیجیے جو اصلاح و تربیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یعنی خود پسندی اور کبر۔ دوستوں کو ہمیشہ آمادہ کرتے رہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور

غلطیوں کو محسوس کریں۔ اپنی خطاؤں کے اعتراف میں جرأت سے کام لیں اور اس حقیقت کو ہمہ وقت نگاہ میں رکھیں کہ اپنی کوتاہی کو محسوس نہ کرنے اور اپنی جرأت پر اصرار کرنے سے نفس کو بدترین غذا ملتی ہے۔

دوستوں سے خلوص ومحبت کا اظہار کرنے اور محبت کو اور زیادہ بڑھانے کے لیے ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ بھی کیجیے۔ ہدیوں کے لینے دینے سے دل جڑتے ہیں اور محبتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو، تو آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ اور دلوں کی کدورت جاتی رہے گی۔" (مشکوۃ)

نبی کریم ﷺ خود اپنے اصحاب کو کثرت سے ہدیے دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے صحابہ بھی آپس میں کثرت سے ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دیتے رہتے تھے۔

ہدیہ دیتے وقت اپنی حیثیت کو سامنے رکھیے اور یہ نہ سوچیے کہ آپ جو چیز ہدیہ میں دیں وہ قیمتی ہو۔ جو کچھ بھی میسر ہو دیجیے۔ ہدیے کے قیمتی ہونے نہ ہونے کا انحصار آپ کے اخلاص اور جذبات پر ہے اور یہی خلوص وجذبات دلوں کو جوڑتے ہیں، ہدیے کی قیمت نہیں جوڑتی۔ اسی طرح دوست کے ہدیے کو بھی کبھی حقیر نہ سمجھیے اس کے اخلاص ومحبت پر نگاہ رکھیے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اگر مجھے تحفے میں کوئی بکری کا ایک پایا بھی پیش کرے تو میں ضرور قبول کروں گا۔ اگر کوئی دعوت میں ایک پایا ہی کھلانے تو میں ضرور اس دعوت میں جاؤں گا۔" (ترمذی)

ہدیے کے بدلے میں ہدیہ ضرور دیجیے۔ نبی اکرم ﷺ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ تحفہ، خوشبو کا تحفہ تھا۔ آپ بھی اس تحفے کو پسندیدہ سمجھیے۔ اور آج کے حالات میں کتاب بھی بہترین تحفہ ہے۔

اسی سلسلے میں کبھی کبھی ساتھ مل کر کھانے پینے کا بھی اہتمام کیجیے۔ دوستوں کو اپنے یہاں کھانے پر بلائیے۔ دوست احباب دعوت کریں تو نہایت خوشی سے ان کے یہاں جائیے۔ اس سے بھی محبت وخلوص کے جذبات بڑھتے اور مستحکم ہوتے ہیں البتہ اس طرح کے مواقع پر غیر معمولی تکلفات برتنے اور سامان خورد ونوش میں فراوانی دکھانے کے بجائے آپ اخلاص ومحبت کے جذبات کی مقدار بڑھانے پر زیادہ توجہ دیجیے۔

دوستوں کی خبر گیری کیجیے۔ ضرورتوں میں ان کے کام آئیے اور ہر طرح جان ومال سے ان کی مدد کیجیے۔ اصبہانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "تمام لوگوں میں خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ آدمی ہے جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور اعمال میں خدا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ تو کسی مسلمان کو خوش کردے، اس طرح کہ اس کی مصیبت اور مشکل دور کرے یا اس کی بھوک مٹادے اور یہ بات کہ میں کسی بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاؤں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں (نبی ﷺ کی) اس مسجد میں اعتکاف کروں، اور جس شخص نے اپنا غصہ اس حال میں پی لیا کہ اگر وہ چاہتا تو اپنے غصے کو پورا کرلیتا تو قیامت کے روز خدا اس کے دل کو اپنی خوشنودی سے بھردے گا اور جو اپنے بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر چلا اور اس کی وہ ضرورت پوری کردی تو خدا اس کے دونوں قدموں کو اس دن ثبات بخشے گا جب قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے۔"

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، "جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا تو خدا اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا اور جو کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کرے گا تو خدا قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور فرمادے گا۔" (بخاری، مسلم)

☆ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "خدا اپنے بندے کی مدد میں اس وقت تک لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔" (ترمذی)

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، "کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنے کا اجر وثواب دس سال کے اعتکاف سے بھی زیادہ ہے۔" (طبرانی)

☆ اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کے پاس خوشی اور مسرت کی بات لے کر پہنچتا ہے اور اس بات سے اس کو خوش کردیتا ہے تو خدا قیامت کے دن اس بندے کو خوش کردے گا۔ (طبرانی)

ازدواجی اخلاقیات

شادی کا مقصد

شادی انسان کی فطری ضرورت ہے اور اس کے بہت فائدے ہیں جن میں سے اہم یہ ہیں:

۱۔ عدم تحفظ کے احساس سے نجات اور خاندان کی تشکیل

شادی کے ذریعے لڑکا اور لڑکی ایک گھر ٹھکانا اور پناہ گاہ حاصل کر لیتے ہیں۔ زندگی کا ساتھی، مونس و غمخوار، محرم راز، محافظ اور مددگار پا لیتے ہیں۔ قرآن مجید مرد و عورت کے رشتۂ نکاح کو باعث سکون و رحمت نیز اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے قرار دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> "اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ تم باہمی سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان الفت اور رحمت پیدا کی۔" (الروم۔۲۱)

شادی کے بعد میاں بیوی کا ایک خاندان بن جانے کا عمل ہی معاشرہ کی اساس ہے جس کی تعمیر میں ہر فرد حتی المقدور حصہ لیتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے عقد و نکاح کو ہر عمر کے مرد اور عورت کیلئے خیر و برکت کا موجب ٹھہرایا۔ ارشاد ہے:

> "اور تم میں سے جن کے نکاح نہیں، ان کا نکاح کروا دیا کرو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو صالح ہوں ان کا نکاح کر دو۔" (النور۔۳۲)

۲۔ جنسی خواہشات کی تسکین

انسانی زندگی کا قافلہ سرگرمی رواں رکھنے کیلئے انسانی جبلت میں جنسی خواہشات رکھی گئیں، اور انسان چونکہ اخلاقی حیوان ہے اس لیے ان خواہشات کی تکمیل شادی کے ذریعہ قرار پائی۔

۳۔ بقائے نسل انسانی

ازدواجی زندگی کا بنیادی مقصد نسل انسانی کی بقا، تحفظ اور تسلسل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! وہ رب جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر ان دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی۔" (النساء۔۱۰۰)

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

> "جو شخص چاہتا ہے کہ میری سنت کی پیروی کرے، شادی کے وسیلے سے اولاد پیدا کرے (اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرے) تاکہ قیامت میں میری امت کی تعداد دوسری امتوں سے زیادہ ہو۔"

۴۔ تربیت اولاد:

انسان کی ایک حیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض کی ہے۔ اس حیثیت میں اس کی ذمہ داری فقط یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور اپنے ساتھ متعلق افراد میں نیابت کی سرانجامی سے صفات خداوندی کا مظہر بنے۔ ان کی تربیت، پرورش اور نگرانی کی فرائض سرانجام دے۔ اپنی اولاد کی پرورش نیز ان کی اخلاقی جسمانی اور روحانی تربیت بھی والدین کا فرض ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔"

ان ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خبردار تم میں سے ہر شخص راعی (حاکم) ہے اور رعیت رکھنے والا ہے۔ اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی 'د' عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی محافظ اور نگہبان ہے اس سے اس کا پوچھا جائے گا۔" (صحیین)

۵۔ تحفظ اخلاق

ازدواجی زندگی کا ایک مقصد تحفظ اخلاق اور عصمت وعفت کی حفاظت ہے۔ قرآن نے نکاح کو قلعہ قرار دیا ہے جو آدمی کے اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح اسلام کی نظر میں عائلی زندگی اپنانا بے داغ سیرت اور عصمت و پاکیزگی کی ضمانت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"محرم رشتوں کے علاوہ باقی سب عورتیں تم پر حلال ہیں بشرطیکہ تم شہوت رانی کیلئے نہیں بلکہ قید نکاح میں لانے کیلئے اپنے اموال کے بدلے میں حاصل کرنا چاہو۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

نکاح کیا کرو کیونکہ اس سے نگاہ جھک جاتی ہے۔ (یعنی نکاح بے راہ روی سے روکتا ہے۔)

انسان اس دنیا میں اس لئے نہیں آیا ہے کہ وہ ایک مدت تک کھائے، پیئے، سوئے، عیش کرے، لذتیں اٹھائے اور پھر مر جائے اور نابود ہو جائے۔ انسان کا مرتبہ ان تمام باتوں سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ انسان اس دنیا میں اس لئے آیا تا کہ علم وعمل اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت کرے اور انسانیت کی راہ مستقیم اور کمال کے مدارج کو طے کرے اور اس طرح پروردگار عالم کا قرب حاصل کر سکے۔

انسان ایک ایسی اعلیٰ و برتر مخلوق ہے جو تہذیب و تزکیہ نفس کے ذریعے برائیوں سے اجتناب کر کے اپنے فضائل اور بلند اخلاق نیز نیک کام انجام دے کر ایسے ارفع مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں فرشتوں کی بھی رسائی ممکن نہیں۔

انسان ایک جاوداں مخلوق ہے اور اس دنیا میں اس کے آنے کا مقصد یہ ہے کہ پیغمبروں کی ہدایت ورہنمائی کے ذریعہ دین کے اصول وقوانین کے مطابق عمل کر کے اپنے لیے دین و دنیا کی سعادت فراہم کرے اور جہان آخرت میں پروردگار عالم کی رحمت کے سائے میں خوشی و آرام کے ساتھ ابدی زندگی گزارے۔

لہٰذا انسان کی ازدواجی زندگی کے اصل مقصد کو اسی پس منظر میں تلاش کرنا چاہیے۔ ایک دیندار انسان کے نزدیک شادی کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے شریک زندگی کے اشتراک وتعاون سے اپنے نفس کو گناہوں، برائیوں اور بداخلاقیوں سے محفوظ رکھے اور صالح اعمال اور نیک وپسندیدہ اخلاق وکردار کے ساتھ اپنے نفس کی تربیت کرے تا کہ انسانیت کے بلند مقام پر پہنچ جائے اور خدا کا تقرب حاصل کرے۔ انسانی زندگی کے ان اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے شائستہ، نیک اور موزوں شریک زندگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

دو مومن انسان جو شادی کے ذریعے خاندان کی تشکیل کرتے ہیں انس ومحبت کے سائے میں سکون واطمینان کے ساتھ اپنی جائز خواہشات سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ اس طرح وہ ناجائز تعلقات قائم کرنے، فساد اور فحاشی کے مراکز کا رخ کرنے نیز خاندانوں کو تباہ کر دینے والی شب باشیوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے اسباب ایک دوسرے کو مہیا کرتے ہیں۔

دیندار اور مناسب شریک زندگی (خواہ مرد ہو یا عورت) کا وجود، فرائض کی ادائیگی اور واجبات و مستحبات پر عمل کرنے نیز محرمات ومکروہات سے اجتناب کرنے، نیکیوں کو اختیار کرنے اور برائیوں سے پرہیز کرنے کے سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اگر شوہر اور بیوی دونوں دیندار ہوں اور تزکیہ نفس سے بہرہ مند ہوں تو اس دشوار گزار راہ کو طے کرنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی بلکہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔

خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ایک سپاہی کیا اپنی شریک زندگی کے تعاون اور رضامندی کے بغیر میدان جنگ میں اچھی

طرح لڑ سکتا ہے اور دلیرانہ کارنامے انجام دے سکتا ہے؟ کیا کوئی انسان اپنی شریک حیات کی موافقت کے بغیر روزی، علم اور مال و دولت کے حصول میں تمام شرعی اور اخلاقی پہلوؤں کا لحاظ رکھ سکتا ہے؟ اسراف اور فضول خرچیوں سے بچ سکتا ہے؟ اپنے ضروری اخراجات کے علاوہ رقم کو نیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے؟

مومن اور دیندار شریکِ زندگی اپنے ساتھی کو نیکی اور اچھائیوں کی ترغیب دلاتے ہیں اور لاابالی اور بداخلاق، اپنے شریک زندگی کو برائیوں اور بداخلاقیوں کی طرف راغب کرتے ہیں اور انسانیت کے مقدس مقصد سے دور کر دیتے ہیں۔ اسی سبب سے مرد اور عورت دونوں کے لیے کہا گیا ہے کہ شریک حیات کے انتخاب کے وقت ایمان، دینداری اور اخلاق کو بنیادی شرط قرار دیں۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا:

''جب میں ارادہ کرتا ہوں کہ دنیا و آخرت کی تمام خوبیاں کسی مسلمان شخص کے لیے جمع کر دوں تو اس کو مطیع قلب، ذکر کرنے والی زبان اور مصیبتوں پر صبر کرنے والا بدن عطا کرتا ہوں، اور اس کو ایسی مومن بیوی دیتا ہوں کہ جب بھی اس کی طرف دیکھے اسے خوش اور مسرور کر دے اور اس کی غیر موجودگی میں اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والی ہو۔''

ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میری بیوی، جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میرے استقبال کے لیے آتی ہے، جب گھر سے باہر جاتا ہوں تو مجھے رخصت کرتی ہے، جب مجھے رنجیدہ دیکھتی ہے تو میری دلجوئی کرتی ہے اور کہتی ہے اگر تم رزق و روزی کے متعلق فکر مند ہو تو رنجیدہ نہ ہو کہ روزی کا ضامن تو خدا ہے اور آخرت کے امور کے بارے میں سوچ رہے ہو تو خدا تمہاری فکر و کوشش اور ہمت میں اور اضافہ کرے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''اس دنیا میں خدا کے کچھ خاص اور مقرب بندے ہیں اور یہ عورت بھی خدا کے ان خاص بندوں میں سے ہے، ایسی بیوی ایک شہید کے نصف ثواب سے بہرہ مند ہوگی۔''

''شوہرداری'' یعنی شوہر کی نگہداشت اور دیکھ بھال

عورت کو خدا نے لطیف مزاج کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ خاندان کا اطمینان اس کی ذکاوت اور سگھڑپن پر منحصر ہے۔ معروف اسکالر جناب ابراہیم امینی نے اپنی کتاب ''خاندان کا اخلاق'' میں شوہرداری کی تفصیل لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بیوی بننا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں کہ جسے ہر نادان اور نااہل لڑکی بخوبی نبھا سکے، بلکہ اس کے لیے سمجھداری، ذوق و سلیقہ اور ایک خاص دانشمندی اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو عورت اپنے شوہر کے دل پر حکومت کرنا چاہتی ہے اسے چاہیے کہ اس کی خوشی اور مرضی کے اسباب فراہم کرے۔ اس کے اخلاق و کردار اور طرز سلوک پر توجہ دے اور اسے اچھے کاموں کی ترغیب دلائے اور برے کاموں سے روکے، اس کی صحت و سلامتی اور اس کے کھانے پینے کا خیال رکھے اور اسے ایک باعزت، محبوب اور مہربان شوہر بنانے کی کوشش کرے تاکہ وہ اس کے خاندان کا بہترین سرپرست اور اس کے بچوں کا بہترین باپ اور مربی ثابت ہو۔ خداوند عالم نے عورت کو ایک غیر معمولی قدرت و صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ خاندان کی سعادت و خوشبختی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور خاندان کی بدبختی بھی اس کے ہاتھ ہوتی ہے۔

عورت چاہے تو اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے اور چاہے تو اسے جہنم میں بھی تبدیل کر سکتی ہے وہ اپنے شوہر کو ترقی کی بلندیوں پر بھی پہنچا سکتی ہے اور تنزلی کی طرف بھی لے جا سکتی ہے۔ عورت اگر ''شوہرداری'' کی ذمہ داریوں سے بخوبی واقف ہو اور خدا نے اس کے لیے جو فرائض مقرر فرمائے ہیں انہیں پورا کرے تو ایک عام مرد کو بلکہ ایک نہایت معمولی و نااہل مرد کو ایک لائق اور باصلاحیت شوہر میں تبدیل کر سکتی ہے۔

ایک دانشور لکھتا ہے:

''عورت ایک عجیب و غریب طاقت کی مالک ہوتی ہے وہ قضا و قدر کی مانند ہے، وہ جو چاہے وہی بن سکتی ہے۔''

اسمائلز کہتا ہے:

”اگر کسی فقیر اور بے مایہ شخص کے گھر میں خوش اخلاق اور متقی و نیک عورت موجود ہو تو وہ اس گھر کو آسائش و فضیلت اور خوش نصیبی کی جگہ بنا دیتی ہے۔“

نپولین کہتا ہے:

”اگر کسی قوم کی ترقی و تمدن کا اندازہ لگانا ہو تو اس قوم کی خواتین کو دیکھو۔“

بالزاک کہتا ہے:

”نیک اور پاکدامن عورت کے بغیر گھر ایک قبرستان کی مانند ہے۔“

اسلام میں بیوی کے فرائض کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اس کو خدا کی راہ میں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، عورت کا جہاد یہی ہے کہ وہ بحیثیت بیوی کے اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسلام کی عظمت و ترقی کے لیے اسلامی ممالک کا دفاع کرنے اور سماج میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے خدا کی راہ میں جہاد ایک بہت بڑی عبادت شمار کیا جاتا ہے، یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لیے شوہر کی دیکھ بھال کرنا اور اپنے فرائض کو انجام دینا کتنا اہم کام ہے۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں ”جس عورت کو ایسی حالت میں موت آ جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی و خوش ہو، اسے بہشت نصیب ہوگی۔“

رسول خدا ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

”عورت، خدا کے حق کو ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ بحیثیت شریک زندگی اپنے فرائض کو بخوبی ادا نہ کرے۔“

محبت کا اظہار کیجیے

ہر انسان محبت و دوستی کا بھوکا ہوتا ہے، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے اس سے محبت کریں۔ انسان کا دل محبت کی طاقت سے زندہ رہتا ہے۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسے کوئی محبوب نہیں رکھتا تو ایسا انسان خود کو تنہا اور بے کس محسوس کرتا ہے، ہمیشہ غمگین اور پژمردہ رہتا ہے۔

خاتون محترم! آپ کے شوہر کا دل بھی اس خواہش کے احساس سے خالی نہیں ہے، وہ بھی عشق و محبت کا بھوکا ہے۔ پہلے وہ اپنے ماں باپ کی محبت سے بہرہ ور تھا لیکن جب سے اس نے آپ سے پیمانِ وفا باندھا ہے، اس وقت سے اپنے آپ کو آپ کے اختیار میں دے دیا ہے اب وہ آپ سے توقع رکھتا ہے کہ اس مہر و محبت کی تلافی کریں اور اسے دل کی گہرائیوں سے چاہیں۔ اس نے تمام تعلقات کو منقطع کر کے آپ سے رشتہ محبت و دوستی استوار کیا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ اپنا بھرپور پیار اس پر نچھاور کریں۔ وہ شب و روز آپ کے آرام و آسائش کے لیے زحمت اٹھاتا ہے اور اپنی محنت و مشقت کے مال کو اخلاص کے ساتھ آپ کے اوپر نچھاور کر دیتا ہے۔ آپ ہی اس کی شریک زندگی، دائمی مونس اور حقیقی غمخوار ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے ماں باپ سے بھی زیادہ اس کو آپ کی خوشی و سعادت کا خیال رہتا ہے۔ اس کی قدر پہچانیے اور صمیم قلب سے اس سے محبت کیجیے۔ اگر آپ اس کو عزیز رکھیں گی تو وہ بھی آپ پر اپنی محبت نچھاور کرے گا کیونکہ محبت دو طرفہ ہوتی ہے اور دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔

اس غرور میں نہ رہیے کہ میرے شوہر نے مجھ پر محبت کی نگاہ کی ہے اور اس کا عشق ہمیشہ قائم رہے گا کیونکہ ایسا عشق جو ایک نگاہ سے پیدا ہوتا ہے دوامی اور پائیدار نہیں ہوتا اگر آپ چاہتی ہیں کہ اس کا عشق ہمیشہ قائم رہے تو دائمی مہر و محبت کے رشتہ کی حفاظت کیجیے۔

اگر آپ اپنے شوہر سے محبت کریں گی تو اس کا دل ہمیشہ خوش و خرم اور شاداب رہے گا اپنے کام کاج میں پوری دل جمعی کے ساتھ لگا رہے گا۔ وہ اور زندگی میں بھرپور دلچسپی لے گا اور ہر کام میں کامیابی حاصل کرے گا۔

اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اسے اپنی شریک زندگی کی بھرپور محبت حاصل ہے تو وہ اپنے خاندان کی فلاح و بہبود اور خوشی کے لیے اپنی فداکاری کی حد تک کوشش کرنے کے لیے تیار رہے گا۔

جس مرد کو محبت کی کمی محسوس نہیں ہوتی وہ بہت کم دماغی امراض اور اعصابی کمزوریوں کا شکار ہوتے ہیں۔

خاتون عزیز! اگر آپ کے شوہر کو یہ معلوم ہو کہ آپ اس سے محبت نہیں کرتیں تو وہ آپ سے سرد مہری سے کام لے گا، زندگی اور اپنے کام کاج سے اس کی دلچسپی کم ہو جائے گی، پریشانیوں اور دماغی امراض میں مبتلا ہو جائے گا۔ زندگی اور خاندان سے فرار اختیار کرے گا اور زندگی کے میدان میں سرگرداں اور پریشان رہے گا ممکن ہے مجبور ہو کر شراب خانوں، قمار خانوں اور تباہی و بربادی کے مراکز میں پناہ تلاش کرے۔

اپنے دل میں سوچے گا کہ میں ایسے لوگوں کے لیے کیوں تکلیف اٹھاؤں جو مجھے دوست نہیں رکھتے۔ بہتر ہے عیاشی اور آزادی کی زندگی گزاروں اور اپنے لیے دوسرے دوست پیدا کروں۔

محترم بہن! اپنے شوہر کی گردن میں رشتۂ محبت ڈال دیجیے اور اس کے ذریعے اس کی توجہ کو اپنے گھر اور خاندان کی طرف مرکوز و مبذول کرائیے۔ ممکن ہے آپ دل سے اپنے شوہر کو بہت چاہتی ہوں مگر اظہار نہ کرتی ہوں لیکن اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کا اظہار بھی ضروری ہے آپ اپنی رفتار و گفتار اور حرکات و سکنات کے ذریعے اپنے عشق و محبت کو نمایاں کیجیے۔ اس میں کیا حرج ہے اگر کبھی کبھی آپ اپنے شوہر سے کہیں کہ میں واقعی آپ کو بہت چاہتی ہوں، اگر وہ سفر سے واپس آیا ہے تو نیا لباس یا پھولوں کا ایک گلدستہ اس کی نذر کریں اور کہیں اچھا ہوا آپ آگئے مجھے آپ کی جدائی گوارا نہیں۔ جب وہ باہر گیا ہو تو اسے خط لکھیں اور اس کے فراق و جدائی میں اپنے غم کا اظہار کریں۔ شوہر جہاں کام کرتا ہوں وہاں ٹیلی فون ہو اور گھر میں ٹیلی فون ہو تو کبھی کبھی فون کر کے اس کی خیریت پوچھ لیجیے اگر خلاف معمول دیر سے گھر پہنچے تو اپنی پریشانی کا اظہار کیجیے۔

اس کی غیر موجودگی میں اپنی سہیلیوں اور عزیزوں میں اس کی تعریف کیجیے، کہیے واقعی میں نے کیا شوہر پایا ہے، میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ اگر کوئی اس کی برائی کرنا چاہے تو اس کا دفاع کیجیے۔ آپ جتنا زیادہ اپنے عشق و محبت کا اظہار کریں گی وہ اتنی ہی زیادہ آپ سے محبت کرے گا اور اس طرح آپ کی ازدواجی زندگی کی ڈور اتنی ہی مضبوط ہوتی جائے گی اور آپ کا گھرانہ ایک خوش و خرم اور خوش نصیب گھرانہ ہوگا۔

شوہر کا احترام

ہر انسان کو اپنی شخصیت سے پیار ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو عزیز رکھتا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ دوسرے بھی اس کی شخصیت کا احترام کریں اور جو اس کی شخصیت کا احترام کرتا ہے، وہ اس کا محبوب ہو جاتا ہے اور توہین کرنے والوں سے اس کا دل متنفر ہو جاتا ہے۔

خاتون محترم! اپنی ذات سے محبت اور احترام کی خواہش ایک فطری جذبہ ہے لیکن ہر شخص آپ کے شوہر کے دلی جذبات کا احترام کرنے اور ان کی عزت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ گھر سے باہر سینکڑوں افراد اور طرح طرح کے بدتمیز لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا رہتا ہے جو اکثر اوقات اس کی توہین کر دیتے ہیں، اس کی شخصیت کو مجروح کر دیتے ہیں۔ چونکہ آپ اس کی شریک زندگی اور مونس و غمخوار ہیں اس لیے وہ آپ سے اس بات کی توقع رکھتا ہے کہ کم سے کم گھر میں آپ اس کا احترام کریں اور اس کی مجروح شخصیت کو سہارا دیں، اس کی عزت افزائی کر کے آپ چھوٹی نہیں ہو جائیں گی بلکہ اس کو طاقت و توانائی اور حوصلہ عطا کریں گی۔ آپ کے چند حوصلہ افزا جملے اس میں سرگرم عمل رہنے کے لیے ایک نئی روح پھونک دیں گے۔

خاتون محترم! اپنے شوہر کو سلام کیجیے، ہمیشہ اس کو آپ کہہ کر مخاطب کیجیے، گفتگو کے دوران اس کے کلام کو منقطع نہ کیجیے، اس کا احترام کیجیے، اس سے ادب سے بات کیجیے، اس کے اوپر چیخئے چلائیے نہیں۔ اگر کسی محفل میں ساتھ جا رہی ہیں تو اس کو آگے رکھیے، اس کو نام لے کر نہ پکاریے، بلکہ فیملی نام یا لقب سے مخاطب کیجیے۔ دوسروں کے سامنے اس کی تعریف و تحسین کیجیے۔ اپنے بچوں کو نصیحت کیجیے کہ اپنے باپ کی عزت کریں، اگر بے ادبی کریں تو ان کی سرزنش کیجیے۔ مہمانوں کے سامنے بھی اس کا احترام کیجیے اور انھیں کے برابر، بلکہ ان سے زیادہ اس کی خاطر کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مہمانوں کی بزم میں آپ اپنے شوہر کے وجود کو نظر انداز کر دیں اور آپ کی تمام تر توجہ مہمانوں پر مرکوز رہے۔ جب دروازہ کھٹکھٹائے تو کوشش کیجیے کہ آپ خود دروازہ کھولیں اور کشادہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیجیے۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ

آپ کا یہ چھوٹا سا فعل آپ کے شوہر کے دل پر کتنا اچھا اثر ڈالے گا؟ شاید گھر کے باہر اسے کونا گوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہو اور وہ شکستہ دل اور پریشان گھر آیا ہو، آپ کا مسکراتے لبوں سے استقبال کرنا، اس کے تھکے ماندے جسم میں ایک تازہ روح پھونک دے گا اور اس کے دل کو سکون واطمینان عطا کر دے گا۔ ممکن ہے خواتین ان باتوں پر تعجب کریں اور کہیں یہ کیسی عجیب وغریب تجویز ہے، بیوی شوہر کے خیر مقدم کے لیے جائے اور اسے خوش آمدید کہے! وہ کوئی غیر اور اجنبی تو ہے نہیں کہ اسے اس بات کی احتیاج ہو کہ اس کا خیر مقدم کیا جائے اور خوش آمدید کہا جائے۔

آداب کا لحاظ صرف احباب کے درمیان رکھنا، یہ طرز فکر ہماری غلط تربیت کا نتیجہ ہے۔ یہ کون کہتا ہے کہ دوستوں اور عزیزوں کا احترام کرنا لازم نہیں ہے۔ کوئی مہمان آپ کے گھر آتا ہے آپ اس کا خیر مقدم کرتی ہیں، اسے خوش آمدید کہتی ہیں، اس کا احترام کرتی ہیں اس کی خاطر مدارات کرتی ہیں، اس عمل کو آپ ایک عاقلانہ روش اور آداب زندگی شمار کرتی ہیں، یہ بالکل صحیح ہے۔ مہمان کا احترام کرنا چاہیے لیکن ذرا انصاف سے کہیے ایک شخص جو صبح سے شام تک آپ کے آرام وآسائش اور ضروریات زندگی مہیا کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے اور اس کے لیے سیکڑوں طرح کی پریشانیوں اور دشواریوں کا سامنا کرتا ہے اور جب خلوص کے خوان میں اپنی محنت کی کمائی سجا کر، گھر کے دروازے پر دستک دیتا ہے تو کیا وہ اس قابل بھی نہیں کہ اس کی خوشی کے لیے آپ گھر کے دروازے تک آنے کی زحمت گوارا کریں اور لبوں پر مسکراہٹ لا کر ایک خیر مقدمی جملے سے اس کا دل شاد کر دیں، یہ نہ کہیے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے سے مانوس ہیں اس لیے وہ احترام کی توقع نہیں رکھتا بلکہ دوسروں سے زیادہ وہ آپ سے احترام کا خواہاں ہے، اگر آپ اس کا احترام نہیں کرتیں اور وہ خاموش رہتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ آپ سے احترام کی توقع نہیں رکھتا بلکہ آپ کا لحاظ کر کے اپنی دلی خواہش کو دبا دیتا ہے۔

خاتون عزیز! اگر آپ اپنے شوہر کی عزت کریں گی تو وہ بھی آپ کا احترام کرے گا۔ آپ کے درمیان رشتۂ الفت ومحبت استوار اور پیمانِ ازدواج پائدار ہو جائے گا۔ گھر، زندگی اور اپنے کام میں اس کی دلچسپی بڑھ جائے گی اور یقیناً یہ چیز آپ کے مفاد میں ہوگی۔

اس بات کا خیال رکھیے کہ آپ اپنے شوہر کی توہین اور بے عزتی نہ کریں، اسے برا بھلا نہ کہیں، گالی نہ دیں، اس کی طرف سے بے اعتنائی نہ برتیں، اس پر چیخیں چلائیں نہیں، دوسروں کے سامنے اس کی سے تیز آواز میں کلام نہ کریں، اس کو برے ناموں سے نہ پکاریں۔ اگر آپ اس کی توہین کریں گی تو وہ بھی آپ کی توہین کرے گا، وہ رنجیدہ ہو جائے گا، آپ کی طرف سے اس کے دل میں کینہ بیٹھ جائے گا، آپ کے درمیان انس ومحبت کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی زندگی میں ہمیشہ کشمکش رہے گی۔ اگر ساتھ زندگی گزارے گا تو یقیناً آپ کی زندگی خوشگوار نہیں ہوگی۔ ذہنی تناؤ، کینہ اور نفسیاتی الجھنیں ممکن ہے آپ کے لیے خطرہ پیدا کر دیں اور آپ کی زندگی کو تنہائی اور عذاب کے تاریک غاروں کی طرف لے جائیں۔

شکوہ شکایت

کوئی انسان ایسا نہیں جسے پریشانیوں، الجھنوں اور دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کوئی غمخوار اور محرم راز ہو جس سے وہ اپنی پریشانیوں کو بیان کرے اور وہ اس سے اظہار ہمدردی کرے اور اس کا غم غلط کرے۔ لیکن ہر بات کا ایک موقع ومحل ہوتا ہے۔ دردِ دل بیان کرنے کے لیے بھی مناسب موقعے کا لحاظ رکھنا چاہیے، ہر جگہ ہر وقت اور ہر حالت میں شکایتیں شروع نہیں کر دینی چاہیے۔ وہ عورتیں جو نادان اور خود غرض ہوتی ہیں اور شوہر داری کے آداب اور معاشرت کے رموز سے ناواقف ہوتی ہیں ان میں اتنا بھی صبر وضبط نہیں ہوتا کہ وہ اپنی پریشانیوں کو برداشت کریں اور دردِ دل کو مناسب وقت کے لیے اٹھا رکھیں۔ جیسے ہی بیچارہ شوہر تھکا ماندہ گھر میں داخل ہوتا ہے، ذرا دم بھی نہیں لینے پاتا کہ اسی وقت اس کی نادان بیوی شکایتوں کے دفتر کھول دیتی ہے جو گھر سے بیزار بنا دینے کے لیے کافی ہے۔

”خود تو چلے جاتے ہو اور مجھے ان کم بخت بچوں میں سر کھپانے کے لیے چھوڑ جاتے ہو۔ احمد نے کمرے کے دروازہ کا شیشہ توڑ دیا، منیژہ اور پروین میں خوب لڑائی ہوئی، ان بچوں کے

اودھم نے مجھے دیوانہ کر دیا۔ اف وہ، بہرام ذرا بھی سبق نہیں پڑھتا، آج اسکول سے اس کی رپورٹ آئی ہے، بہت خراب نمبر ہیں۔ میں بیکار ہی ان سب کے لیے زحمت اٹھاتی ہوں، صبح سے اب تک اس قدر کام کیے ہیں کہ حالت خراب ہوگئی، کسی کو میری پروا نہیں، یہ بچے ذرا بھی کسی کام میں ہاتھ نہیں لگاتے، کاش بے اولاد ہوتی۔ ہاں آج تمہاری بہنیں آئی تھی، معلوم نہیں کیوں مجھ سے خار کھاتی ہے جیسے میں اس کے باپ کا ہی تو کھاتی ہوں اور تمہاری ماں، خدا کی پناہ، ادھر ادھر میری برائیاں کرتی ہیں۔ میں ان سب سے تنگ آگئی ہوں، لعنت ہو مجھ پر کہ ایسے خاندان سے پالا پڑا ہے۔ میرے ہاتھ دیکھو، کھانا پکا رہی تھی چھری سے میرا ہاتھ کٹ گیا۔ ہاں کل سہراب کے یہاں شادی میں گئی تھی کاش نہ گئی ہوتی وہاں جا کر عزت مٹی میں مل گئی۔ حسن کی بیوی بھی آئی تھی، کیا میک اپ تھا اور کیا لباس تھا، خدا ایسی قسمت سب کی بنائے۔ لوگ اپنی بیویوں کا کس قدر خیال رکھتے ہیں، کیسے اچھے اچھے لباس ان کے لیے خریدتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں شوہر۔ جب وہ محفل میں آئی تو سب نے اس کا احترام کیا۔ جی ہاں لوگ صرف کپڑے دیکھتے ہیں۔ آخر میں اس سے کس بات میں کم ہوں کہ اس کی اتنی شان ہے۔ ہاں قسمت والی ہے، اس کا شوہر اس کا خیال رکھتا ہے تمہاری طرح نہیں ہے۔ اب میں اس منحوس گھر میں تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے جان نہیں کھپا سکتی، جو چاہے کرو وغیرہ وغیرہ۔

خاتون محترم! شوہرداری، کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ آپ کا شوہر تفریح اور سیر سپاٹے کے لیے گھر سے باہر جاتا ہے! روزی کمانے، ضروریات زندگی مہیا کرنے اور پیسے کمانے کی غرض سے باہر جاتا ہے۔ صبح سے اب تک اس کو نہ جانے کن کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہو کہ جن میں سے ایک کی بھی آپ متحمل نہ ہو سکیں گی۔ آفس یا بازار کی مشکلات کی آپ کو خبر نہیں ہے، کیسے کیسے لوگوں سے پالا پڑتا ہے اور کیسی کیسی ذہنی پریشانیاں آجاتی ہیں۔ آپ کو اپنے شوہر کی پژمردہ روح اور تھکے ماندے اعصاب کی کوئی فکر نہیں۔ اب جبکہ وہ باہر کی پریشانیوں سے جان چھڑا کر گھر میں پناہ لینے آیا ہے کہ ذرا دیر آرام کرے تو بجائے اس کے کہ آپ اس کا غم غلط کریں، شکایتوں کے دفتر اس کے سامنے کھول کے بیٹھ جاتی ہیں، آخر اس بے چارے نے مرد ہو کر کیا گناہ کیا ہے کہ گھر سے باہر طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار رہتا ہے اور گھر آتے ہی اسے آپ کے شکوے شکایات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ذرا انصاف سے کام لیجیے، تھوڑا سا اس کے بارے میں بھی سوچیے۔ اس کے پاس بھی سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ چیخے چلائے تاکہ آپ کی بے جا شکایتوں اور بدزبانیوں سے نجات حاصل کرے یا اس گھر سے فرار اختیار کر کے کسی ہوٹل، سینما یا کسی دوسری جگہ جا کر پناہ لے یا سڑکوں پر آوارہ گھومتا رہے۔

خاتون محترم! خدا کی خوشنودی اور اپنے شوہر اور خاندان کی خاطر اس قسم کی بے جا شکایتوں اور ہنگاموں سے پرہیز کیجیے۔ عقلمندی اور ہوشیاری سے کام لیجیے۔ موقع شناسی ہنر سیکھیے۔ اگر آپ کو واقعی کوئی پریشانی لاحق ہے تو صبر کیجیے تاکہ آپ کا شوہر آرام کر لے، اس کی تھکن دور ہو جائے اس کے بعد موقعے کی مناسبت سے ضروری باتیں اس سے بیان کیجیے، لیکن اعتراض کی شکل میں نہیں بلکہ اس طرح گویا آپ اس سے مشورہ لے رہی ہیں اور اس کو حل کرنے کی فکر کیجیے۔ اگر آپ کے شوہر کو اپنے خاندان سے شدید لگاؤ ہے تو چھوٹی چھوٹی باتوں اور غیر ضروری واقعات کو اس سے بیان نہ کریں اور ہر وقت کی چپقلش سے اپنے شوہر کے اعصاب کو خستہ نہ کیجیے، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیجیے اس کو اور بھی پریشانیاں لاحق رہتی ہیں۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

”جو عورت اپنی زبان سے اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے، اس کی نمازیں اور دوسرے اعمال قبول نہیں ہوتے خواہ ہر روز روزہ رکھے اور راتوں کو عبادت اور تہجد کے لیے اٹھے، غلاموں کو آزاد کرے، اپنی دولت راہ خدا میں خرچ کرے۔ ایسی عورت جو بدزبان ہو اور اپنی بدزبانی سے اپنے شوہر کو رنج پہنچائے وہ سب سے پہلے دوزخ میں داخل کی جائے گی۔“

رسول خدا ﷺ ایک اور موقعے پر فرماتے ہیں:

”جو عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے حوریں اس سے

کہتی ہیں، تجھ پر خدا کی مار، اپنے شوہر کو اذیت نہ پہنچا، یہ مرد تیرے لیے نہیں ہے، تو اس کے لائق نہیں وہ جلدی ہی تجھ سے جدا ہو کر ہماری طرف آ جائے گا۔"

کچھ خواتین اگر وہ چاہتی ہیں کہ اس طرح سے شوہر کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرا لیں اور اپنے آپ کو اس کے سامنے محبوب، محتی اور خیر خواہ ظاہر کریں تو اطمینان رکھیں کہ اس کا نتیجہ برعکس ہو گا، نہ صرف یہ کہ اس طریقے سے آپ اس کی محبت حاصل نہ کر سکیں گی بلکہ شوہر کے غیظ و غضب کا شکار ہو جائیں گی اور اگر اس طرز عمل سے آپ کا مقصد اپنے شوہر کے اعصاب کو خستہ کرنا ہے تاکہ کام اور زندگی سے اس کا دل بھر جائے اور وہ اعصابی امراض میں مبتلا ہو جائے اور گھر سے فرار اختیار کرے اور اعصاب کو بے حس بنا دینے کے لیے خطرناک نشہ آور چیزوں کی عادت ڈال لے اور فتنہ و فساد کے مراکز کا رخ کرے اور آخر کار روق کا شکار ہو جائے تو اس صورت میں آپ کی کامیابی یقینی ہے۔

خاتون عزیز! اگر آپ کو اپنے شوہر اور زندگی سے محبت ہے تو اس غیر عاقلانہ اور غلط روش کو چھوڑ دیجیے۔ کیا اس بات کا احتمال نہیں کہ آپ کی بے جا شکایتیں، قتل و غارت گری کا باعث بن جائیں یا آپ کی خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر جائے۔

خوش اخلاق بنیے

جو خوش اخلاق ہوتا ہے، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے، مسکرا کے بات کرتا ہے، حادثات و مشکلات کے مقابلے میں بردباری سے کام لیتا ہے، ایسے شخص سے سبھی چاہتے ہیں کہ اس سے تعلقات قائم کریں اور اس سے راہ و رسم بڑھائیں۔ وہ شخص سب کی نظروں میں عزیز و محترم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اعصابی کمزوری اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار نہیں ہوتا۔ زندگی کی مشکلات اور پریشانیوں پر غلبہ پا لیتا ہے۔ خوش مزاج انسان زندگی کا صحیح لطف اٹھاتا ہے اور اس کی زندگی بہت سکون سے گزرتی ہے۔

البتہ جو شخص بداخلاق ہوتا ہے، لوگوں سے ترش روئی سے ملتا ہے، حوادث اور پریشانیوں کے وقت نالہ و فریاد کرتا ہے، بلا وجہ شور و ہنگامہ کرتا ہے، بدمزاج اور بدزبان ہوتا ہے اس کی زندگی تلخ و ناگوار گزرتی ہے، خود بھی ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور اپنے ساتھ رہنے والوں کی زندگی بھی وبال جان بنا دیتا ہے۔ لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں اور اس سے ملنے سے کتراتے ہیں، وہ نہ خود چین سے رہتا ہے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کو چین سے رہنے دیتا ہے۔ نہ اسے ٹھیک سے نیند آتی ہے نہ اچھی طرح کھا پی سکتا ہے۔ طرح طرح کی بیماریاں خصوصاً اعصابی امراض ایسے شخص کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کی زندگی ہمیشہ تلخ رہتی ہے اور نالہ و فریاد کرتا رہتا ہے۔ اس کے دوست کم ہوتے ہیں اور وہ کسی کا محبوب نہیں ہوتا۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

"بداخلاق انسان اپنے آپ کو دائمی رنج و عذاب میں مبتلا کر لیتا ہے۔"

خوش اخلاقی سب کے لیے لازم ہے اور خاص طور پر میاں بیوی کے لیے تو بہت ضروری ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔

خاتون محترم! اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ اور آپ کے شوہر اور بچوں کی زندگی اچھی طرح گزرے تو اپنے اخلاق کی اصلاح کیجیے۔ ہمیشہ خوش و خرم اور مسکراتی رہیے۔ تلخی اور جھگڑے سے پرہیز کیجیے۔ خوش گفتار اور شیریں بیان بنیے۔ آپ اپنی خوش اخلاقی کے ذریعے اپنے گھر کو بہشت بریں بنا سکتی ہیں۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ بداخلاقی سے آپ اپنے گھر کو جہنم میں تبدیل کر دیں اور خود کو اور اپنے شوہر اور بچوں کو اس عذاب میں مبتلا کر دیں۔ آپ چاہیں تو فرشتۂ رحمت بن سکتی ہیں، گھر کے ماحول شوہر اور بچوں کے دلوں کو مسرت و شادمانی عطا کر سکتی ہیں، ان کے دل سے رنج و غم مٹا سکتی ہیں۔ کیا آپ یہ بات جانتی ہیں؟

صبح جب آپ کے بچے اسکول یا شوہر کام پر جا رہے ہوں اور اگر آپ گرمجوشی اور مسکراہٹ کے ساتھ ان کو رخصت کریں تو ان کی روح اور اعصاب پر کیسا اچھا اثر پڑے گا اور اپنے کاموں کو انجام دینے کے لیے ان میں کیسی تازہ لہر دوڑ جائے گی۔

اگر آپ کو زندگی اور اپنے شوہر سے محبت ہے تو بداخلاقی سے گریز کیجیے کیونکہ اچھا اخلاق رشتۂ ازدواج کو مستحکم بنانے میں بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اخلاقی اعتبار سے عدم ہم آہنگی، خاندان میں

اختلافات اور کشیدگی کی اہم وجہ ہوتی ہے۔

ازدواجی زندگی کی اکثر مشکلات کو ہوشیاری اور اچھے اخلاق کے ذریعہ حل کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کا شوہر کم محبت کرتا ہے، گھر پر زیادہ توجہ نہیں دیتا، دیر سے گھر آتا ہے، دوپہر اور رات کا کھانا باہر کھاتا ہے، بدسلوکی کرتا ہے، بدمزاجی اور جھگڑا کرتا ہے، اپنی دولت کو برباد کرتا ہے، الگ ہونے اور طلاق دینے کی بات کرتا ہے تو آپ اس قسم کی ساری مشکلات کو اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار اور اچھے برتاؤ سے حل کر سکتی ہیں۔ آپ اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کیجیے اور اچھے اخلاق کا اعجاز آفریں نتیجہ دیکھیے۔

کسی نے حضرت رسول خدا ﷺ سے عرض کیا ہے کہ فلاں عورت بہت نیک ہے، روزے رکھتی ہے، راتوں کو عبادت کرتی ہے لیکن بداخلاق ہے اور اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے آزار پہنچاتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس میں کوئی خوبی نہیں ہے، وہ دوزخی ہے۔"

بے جا توقعات

تمام افراد کے مالی وسائل اور آمدنی یکساں نہیں ہوتی۔ سبھی ایک معیار کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتے۔ ہر خاندان کو اپنی آمدنی اور اخراجات کا حساب خود کرنا چاہیے اور اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ زندگی ہر طرح گزاری جا سکتی ہے۔ یہ دانشمندوں کا شیوہ نہیں کہ غیر ضروری چیزوں کی فراہمی کے لیے قرض لیں اور بعد میں اس کی قیمت ادا کرتے پھریں۔

خاتون عزیز! آپ گھر کی مالکہ ہیں، عاقل اور سمجھدار ہیں۔ اپنی آمدنی و اخراجات کا اندازہ کیجیے اور دیکھیے کہ کس طرح خرچ کیا جائے کہ آپ کی عزت و آبرو قائم رہے اور آپ کے پاس ہمیشہ کچھ رقم محفوظ بھی رہے۔ عاقبت اندیشی سے کام لیجیے۔ دوسروں سے مقابلہ نہ کیجیے، اگر کسی عورت کو نئے ڈیزائن کا لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کی مالی حالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ بھی ویسا ہی لباس خرید سکیں تو اپنے شوہر کو اسے خریدنے کے لیے مجبور نہ کیجیے۔ اگر آپ ہمسایے کے گھر میں کوئی خوب صورت سجاوٹ کی چیز دیکھیں تو اپنے شوہر کی جان نہ کھائیں کہ وہ بھی ویسی چیز لائے۔ آپ جانتی ہیں کہ آپ کی مالی حالت اور آمدنی اس بات کی اجازت نہیں دیتی تو پھر کیوں اپنے شوہر کو قرض لینے، بعد میں قیمت ادا کرنے، قسطوں پر خریدنے اور ناجائز کاموں کو انجام دینے کے لیے مجبور کرتی ہیں؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ تھوڑے صبر سے کام لیں کہ آپ کی مالی حالت سدھر جائے اور اپنی آمدنی میں سے ہر ماہ تھوڑی رقم پس انداز کرتی رہیں اور کچھ رقم جمع ہو جانے کے بعد نقد قیمت ادا کر کے پسندیدہ چیز خرید لیں۔

اکثر نادان اور خود غرض عورتیں اس قسم کی فضول خرچیاں کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر رشک و حسد کرتی ہیں۔ کسی کے گھر میں سجاوٹ کی کوئی چیز دیکھی تو اس کو خریدنے کی دل میں ہوس پیدا ہوئی اور بے چارے شوہر کے سر ہو گئیں کہ جہاں سے بھی ہو، ہمارے لیے بھی خرید کر لاؤ، وہ اس قدر اصرار کرتی ہیں اور ہنگامہ کرتی ہیں کہ شوہر بے چارہ مجبور ہو جاتا ہے کہ قرض لے یا قسطوں پر خریدے اور اپنے آپ کو مصیبت میں گرفتار کر کے ہمیشہ مقروض رہے۔ ایسی حالت میں کبھی شوہر مجبور ہو جاتا ہے کہ ازدواجی زندگی کے تانے بانے کو توڑ ڈالے اور اپنی خود غرض بیوی کو طلاق دے دے تاکہ اس بے جا فرمائشوں اور زبان درازیوں کے شر سے نجات حاصل کرے یا خودکشی کرے تاکہ اس مصیبت بھری زندگی سے چھٹکارا پا لے۔

کیا آپ کے حق میں بہتر نہ ہوگا کہ آپ عاقبت اندیش بنیں، انجام کے بارے میں سوچیں اور اپنی آمدنی اور خرچ کا حساب لگائیں اور اسی کے مطابق خرچ کریں۔ ان بلند پروازیوں اور بے جا ہوا و ہوس کے بجائے، زندگی، امور خانہ داری اور شوہر پر توجہ دیں؟

مہر و محبت کا اظہار کر کے اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار اور پُرمسرت بنائیے۔ دوسروں کی زندگی سے آپ کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کیجیے اور انس و محبت کی نعمت سے لطف اٹھائیے۔ اپنے شوہر اور بچوں سے ہنسیے بولیے۔ روزانہ کے اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لیجیے تاکہ آپ کی مالی حالت بہتر ہو جائے۔ اور آبرومندانہ زندگی گزاریے ممکن ہے مستقبل میں آپ اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکیں بلکہ اگر آپ

کے شوہر فضول خرچ ہیں اور اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتے ہیں تو انھیں روکیے۔ اگر وہ غیر ضروری اشیا کی خریداری کے لیے قرض لینا چاہیں یا قسطوں پر خریدیں تو آپ انھیں منع کیجیے۔ آپ کی زندگی مشترک ہے۔ آپ کے شوہر کے پاس جو کچھ ہے وہ درحقیقت آپ کا ہے۔ خوفزدہ نہ ہونے کہ اپنی دولت وہ کسی اور کو دے دے گا۔ ہر انسان کی زندگی میں اچانک حادثے اور غیر متوقع واقعات رونما ہوتے ہیں، ایسے برے وقت کے لیے کچھ بچا کے رکھنے کی عادت ڈالیے۔

اپنے شوہر کی دلجوئی کیجیے

زندگی کا بوجھ مرد کے کندھوں پر ہوتا ہے۔ خاندان کے اخراجات کو جس طرح بھی ممکن ہو، پورا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ گھر سے باہر اسے سیکڑوں قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی باس کی ڈانٹ پھٹکار سننا پڑتی ہے، کبھی اپنے ساتھیوں کی اذیت رسانی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ ممکن ہے اس کے مطالبات ابھی نہ ہوئے ہوں، ممکن ہے چیک یا ڈرافٹ کیش نہ ہو سکے، ممکن ہے اسے کساد بازاری کا سامنا ہو اور آمدنی کم ہو، ممکن ہے وہ زندگی میں اپنے لیے کوئی مناسب مقام حاصل نہ کر سکا ہو۔ مرد کی ایک دو پریشانیاں نہیں ہوتیں۔ روزمرہ کی زندگی میں گوناگوں حادثات کا سامنا برابر کرنا پڑتا ہے۔ کم ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی نئی پریشانی نہ آ کھڑی ہو۔ ان ہی اسباب کی بنا پر مردوں کی عمر عموماً عورتوں سے کم ہوتی ہے۔ آخر ایک انسان کے اعصاب، فکروں اور پریشانیوں کو کب تک اور کس حد تک برداشت کر سکتے ہیں۔

ایسے موقعوں پر انسان کو شدت سے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی دلدار اور مہربان ہستی اس کی دلجوئی کرے اور اس کی روح اور اعصاب کو تقویت پہنچائے۔

خاتون گرامی! آپ کے شوہر کا کوئی غمخوار نہیں ہے، وہ تنہائی کا احساس کرتا ہے۔ باہر کی مشکلات سے فرار حاصل کر کے اپنے گھر میں آپ کے پاس پناہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے آپ کی دلجوئی اور تسلی کی ضرورت ہے۔ اگر کسی دن وہ پریشان حال اور رنجیدہ و ملول گھر میں داخل ہوتا ہے تو اسے ہر روز سے زیادہ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کو چاہیے آپ جلدی سے اس کے آرام کرنے، کھانے یا چائے وغیرہ کا انتظام کریں، ایسے موقعے پر دوسرے موضوعات پر بالکل بات نہ کریں، نہ کسی بات پر نکتہ چینی کریں، نہ فرمائش کریں۔ اس سے اپنی پریشانیوں اور دردِ دل کی شکایت نہ کریں۔ اسے موقع دیجیے کہ کچھ دیر آرام کر لے، اگر بھوکا ہے تو اس کا پیٹ بھر جائے، اگر سردی کھا گیا ہے تو گرم ہو جائے، اگر گرمی لگ رہی ہے تو اس کے حواس بحال ہو جائیں اور جب اس کی تھکن دور ہو جائے اور اس کے اعصاب ٹھکانے آ جائیں تب محبت بھرے لہجے میں اس کی پریشانی کا سبب دریافت کیجیے اور اگر وہ اپنا دردِ دل بیان کرنا شروع کرتا ہے تو اسے غور سے سنیے۔ بے جا ہنسیے نہیں بلکہ اس کی پریشانیوں کو سن کر اظہار افسوس کیجیے، اور اپنے رویے سے یہ ظاہر کیجیے کہ اس کی پریشانیوں کو سن کر آپ کو اس سے زیادہ رنج پہنچا ہے۔ محبت و دلداری کا اظہار کر کے اس کے زخموں پر مرہم رکھیے۔ نرمی اور ملائمت سے اس کی دلجوئی کیجیے۔ اس موضوع کو اس کے سامنے معمولی اور حقیر ظاہر کیجیے اور مشکل کو حل کرنے میں اس کی ہمت افزائی کیجیے۔ اس سے کہیے کہ اس قسم کے حادثات تو زندگی کا لازمہ ہیں اور ہر شخص کو پیش آتے ہیں۔ صبر و استقامت کے ذریعے ان مشکلات پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ انسان خود ہمت نہ ہار جائے۔ دراصل ایسے ہی موقعوں پر انسان کی شخصیت اور مردانگی ظاہر ہوتی ہے۔ پریشان ہونے کے بجائے صبر اور ہمت سے کام لیا جائے تو مشکل آسانی سے حل ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کے شوہر کو رہنمائی کی ضرورت ہے اور اگر اس کے حل کی کوئی صورت آپ کی نظر میں ہے تو اس کی رہنمائی کیجیے اور اگر کوئی صحیح راہ حل آپ کے سامنے نہیں تو اسے رائے دیجیے کہ اپنے کسی خیر خواہ دوست یا رشتے دار سے مشورہ کرے۔

خاتون محترم! آپ کے شوہر کو مشکلات اور پریشانیوں کے موقعے پر آپ کی دلجوئی اور تسلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ ایک مہربان نرس بلکہ ایک ہمدرد ماہر نفسیات کی مانند ایسے موقعے پر آپ کو اس کی دلجوئی کرنا چاہیے بلکہ اس سے بڑھ کر عرض کروں کہ اپنی شخصیت کو منظم و مستحکم کیجیے اور شوہر کی نگہداشت

کیجیے۔ جی ہاں! کہیں ایک نرس یا نفسیاتی ڈاکٹر، بھلا ایک فدا کار بیوی کی طرح دیکھ بھال کرسکتا ہے؟! آپ کو اپنی طاقت کا اندازہ نہیں کہ آپ کی مہربانیاں، تشفی اور تسلی آپ کے شوہر کی روح پر کیا جادو کا سا اثر ڈال سکتی ہیں۔ اس کے دل اور اعصاب کو سکون مل جاتا ہے۔ زندگی سے اس کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لیے وہ تیار ہو جاتا ہے اور اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس دنیا میں وہ بے کس اور تنہا نہیں ہے۔ آپ کی وفاداری اور دلجوئی اس میں اعتماد اور یقین پیدا کردیتے ہیں۔ یہ چیزیں اسے آپ کا دوست اور عاشق بنادیتی ہیں۔ آپ کی ازدواجی زندگی اور مستحکم و پائیدار ہو جاتی ہے۔

شکر گزاری کی عادت ڈالیے

پیسہ کمانا آسان کام نہیں، ہزاروں زحمتیں اور پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ انسان اپنے آرام و آسائش کی خاطر مال و دولت پیدا کرتا ہے اور ذاتی طور پر اس بات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ اگر کسی پر احسان کرتا ہے یا کسی پر اپنی دولت خرچ کرتا ہے تو اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ اس کی قدردانی کی جائے اور اس سلسلے میں اظہار تشکر اس کی ترغیب و ہمت افزائی کا سبب بنتا ہے۔ اور اسے احسان اور نیکی کرنے کی جانب مائل کرتا ہے۔ نہ صرف اس شخص کے حق میں زیادہ احسان کرنے کا باعث بنتا ہے بلکہ یہ احساس قدردانی مجموعی طور پر اس کو نیکی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ممکن ہے اظہار تشکر و سپاس گزاری اس پر اس حد تک اثر کرے کہ نیکی اور احسان کرنا، اس کی عادت ثانیہ بن جائے اور وہ ہر وقت اس کام کے لیے آمادہ رہے۔ لیکن اگر اس کی قدردانی نہ کی جائے اور اس کے احسان کو نظر انداز کردیا جائے تو نیک کام انجام دینے میں اسے کوئی دلچسپی محسوس نہ ہوگی۔ وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میں نے ایسے احسان فراموش کے ساتھ بیکار ہی احسان کیا اور بے سبب مال و دولت اس پر خرچ کردیا۔

- حق شناسی اور شکر گزاری، پسندیدہ اور نیک اخلاق شمار ہوتی ہیں اور انسان کو احسان اور نیکی کی جانب مائل کرنے کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہیں۔ حتی کہ خداوند عالم بھی جو کہ بے نیاز ہے، اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے نعمتوں کے جاری رہنے کی شرط عائد کرتے ہوئے فرماتا ہے: اگر شکر ادا کرو گے تو اپنی نعمتوں میں مزید اضافہ کروں گا۔

خاتون محترم! آپ کا شوہر بھی ایک انسان ہے اسے بھی قدردانی اچھی لگتی ہے۔ وہ زندگی کے اخراجات پورے کرتا ہے۔ محنت سے کماتا ہے اور اس عمل کو اپنا ایک اخلاقی اور شرعی فریضہ سمجھتا ہے اور اس کو انجام دے کر لذت محسوس کرتا ہے۔ لیکن آپ سے اس بات کا متمنی ہے کہ اس کے وجود کو غنیمت سمجھ کر اس کے کاموں کی قدردانی کیجیے۔ جب بھی وہ ضروریات زندگی کی چیزیں خرید کر گھر لائے تو خوشی اور مسرت کا اظہار کیجیے۔

اگر آپ بیمار پڑ گئیں اور اس نے آپ کے علاج کے لیے کوشش کی تو صحت یاب ہونے کے بعد اس کی زحمتوں پر شکریہ ادا کیجیے۔ اگر آپ کو تفریح کے لیے لے گیا یا سفر پر لے گیا تو اس کا شکریہ ادا کیجیے۔ اگر آپ کو پیسے دیے ہیں تو اس کی قدردانی کیجیے۔ اس امر کا خیال رکھیں کہ اس کے کاموں کو حقیر اور معمولی نہ سمجھیں، اس کی طرف سے بے اعتنائی نہ برتیے، مذمت نہ کیجیے۔ اگر آپ اس کے کاموں کو سراہیں گی اور اس سے اظہار تشکر کریں گی تو یہ چیز اسے اپنی شخصیت کا احساس دلانے کا باعث بنے گی اور اس کی زندگی میں جوش و خروش پیدا کرنے اور مزید خرچ کرنے لیے اس کی ہمت بندھانے کا سبب بنے گی زیادہ کوشش کرے گا کہ آپ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرے اور احسان کے ذریعے آپ کے دل کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ مرد تو صرف چند تعریفی جملوں اور مفت کے خالی تشکر کے اظہار سے ہی خوش ہو جاتا ہے اور آپ اس سے بھی دریغ کرتی ہیں۔

آپ کا کوئی عزیز یا خیر خواہ کوئی معمولی سا تحفہ یا پھولوں کا ایک گلدستہ آپ کو پیش کرتا ہے تو اس کا تو آپ کئی کئی بار شکریہ ادا کرتی ہیں لیکن اپنے شوہر کے دائمی احسانوں کے عوض آپ کے منھ سے اظہار تشکر کے معمولی سے الفاظ بھی نہیں نکلتے۔

شوہر داری کے یہ طور طریقے نہیں ہیں، دراصل آپ نے اپنے ذاتی مفادات کی تشخیص نہیں کی ہے۔ غرور اور خود پسندی بڑی بری بلا ہے۔ آپ سوچتی ہیں کہ شکریے کا اظہار کرکے آپ چھوٹی ہو جائیں گی حالانکہ اس کے برعکس آپ کی محبوبیت میں اضافہ ہوگا،

اور آپ حق شناس اور مہذب سمجھی جائیں گی۔

حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں: ”اگر کسی نے کسی شخص کے احسان کی قدر دانی نہیں کی تو اس نے گویا خدا کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔“

عیب جوئی نہ کیجیے

کوئی انسان عیب سے پاک نہیں یا کوتاہ قد ہے یا لمبا ہے، کالا ہے یا بے نمک، موٹا ہے یا دبلا، کسی کا دہانا بڑا ہے تو کسی کی آنکھیں چھوٹی ہیں، ناک بہت لمبی ہے یا سر گنجا ہے، تندخو ہے یا بزدل ہے۔ کم گو ہے یا باتونی۔ کسی کے منہ یا پاؤں سے بدبو آتی ہے، کوئی بیمار ہے یا بہت کھاتا ہے، کوئی نادار ہے کوئی کنجوس ہے۔ کوئی آداب زندگی سے ناواقف ہے یا بدزبان ہے یا گندہ رہتا ہے یا غیر مہذب ہے، اس قسم کے عیوب ہر ایک میں پائے جاتے ہیں۔ ہر مرد اور ہر عورت کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اپنے لیے ایسا آئیڈیل شریک زندگی تلاش کرے جو تمام عیوب ونقائص سے پاک ہو، اس میں کوئی بھی خامی یا کمی نہ ہو۔ لیکن ایسا اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے کہ کسی کو اپنا مکمل آئیڈیل مل جائے۔ دیکھا جائے تو کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنے شوہر کو سو فیصد مکمل اور بے عیب سمجھتی ہو۔

جن عورتوں کو عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے وہ خواہ مخواہ اپنے شوہروں میں عیب نکالتی رہتی ہیں۔ ایک معمولی اور چھوٹا سا نقص، کہ جسے عیب نہیں کہا جاسکتا، اسے اپنی نظر میں مجسم کر لیتی ہیں اور اس کے بارے میں اس قدر سوچتی ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ معمولی سا عیب ان کی نظروں میں ایک بڑے اور ناقابل برداشت عیب کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ وہ شوہر کی خوبیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتی ہیں اور وہ چھوٹا سا عیب ان کی نظروں میں گھومتا رہتا ہے۔ جس مرد پر ان کی نظر پڑتی ہے غور کرتی ہیں کہ اس میں وہ عیب ہے یا نہیں اور ایک ایسے آئیڈیل مرد کو اپنے دماغ میں مجسم کر لیتی ہیں جس میں ذرا سا بھی کوئی عیب نہیں اور چونکہ ان کا شوہر اس خیالی پیکر سے مطابقت نہیں رکھتا اس لیے ہمیشہ نالہ وفریاد اور آہ وزاری کرتی رہتی ہیں۔ اپنی شادی پر پچھتاتی ہیں، خود کو شکست خوردہ اور بدقسمت سمجھتی ہیں، رفتہ رفتہ اس بات کو کھلے عام اور کبھی اپنے شوہر سے بھی کہہ دیتی ہیں۔ اعتراضات اور بہانے کرتی ہیں، طعنے دیتی ہیں، کبھی کہتی ہیں تم آداب زندگی سے واقف نہیں ہو، مجھے تمہارے ساتھ محفل میں جاتے شرم آتی ہے، تمہارے منہ سے کیسی سڑی بدبو آتی ہے، کس قدر کالے اور بدصورت ہو۔

ممکن ہے مرد عقلمند اور بردبار ہو اور بیوی کی ان گستاخیوں پر خاموش رہے۔ لیکن یہ باتیں اس کو بری ضرور لگیں گی اور یہ بات اس کے دل میں بیٹھ جائے گی، رفتہ رفتہ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے گا اور وہ انتقام لینے کی فکر میں رہے گا، وہ بحث شروع کر دے گا یا اسی کے انداز میں اس پر تنقید کرتا رہے گا اور اسی فکر میں رہے گا کہ وہ بھی اپنی بیوی کی جو کہ یقیناً بالکل بے عیب نہیں ہوگی، عیب جوئی کرے۔ وہ اس کو کہے گا اور وہ اس کو کہے گی۔ اگر آپس میں محبت تھی تو اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور ایک دوسرے کی طرف سے دل میں کینہ بیٹھ جائے گا اور دونوں ہمیشہ ایک دوسرے میں عیب تلاش کرنے کی فکر میں رہیں گے۔ ہر وقت لڑائی جھگڑا ہوتا رہے گا، ان کی زندگیاں جہنم بن جائیں گی اور اس وقت تک اس عذاب ومصیبت میں مبتلا رہیں گے جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک مر نہ جائے تب ہی اس شرمناک زندگی کا خاتمہ ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنی ضد پر قائم رہے اور طلاق وخاندانی مسائل کی حمایت کرنے والی عدالت سے رجوع کیا اور نفس کی تسلی کرنے کے لیے انتقام لے بھی لیا تو ساری عمر دونوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ شادی کے مقدس عہد وپیمان کو اپنی ضد میں آکر توڑ دیا مگر یہ معلوم نہیں کہ بعد میں دوسری شادی کر بھی سکیں گے یا نہیں، اور بالفرض اگر شادی ہو بھی گئی تو اس سے بہتر شوہر یا بیوی بھی نصیب ہو یا نہیں۔ بعض عورتوں کی ضد اور نادانی سے خدا پناہ میں رکھے! بعض بہت معمولی سی باتوں میں اس قدر ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتی ہیں کہ اپنی زندگی تباہ کرنے کے درپے ہو جاتی ہیں۔

خاتون محترم! آپ کا شوہر ایک عام انسان ہے، ممکن ہے اس میں کوئی عیب ہو۔ لیکن یہ بھی دیکھیے اس میں بہت سی خوبیاں بھی ہوں گی۔ اگر آپ خوشگوار زندگی گزارنا چاہتی ہیں اور آپ کو اپنے خاندان سے لگاؤ ہے تو عیب جوئی کی فکر میں نہ رہیے۔ اس کی چھوٹی

چھوٹی خامیوں کو نظر انداز کیجیے۔ بلکہ اس کے عیبوں پر بالکل دھیان نہ دیجیے اور اپنے شوہر کا ایک خیالی مرد سے کہ جس کا دراصل کوئی وجود ہی نہیں ہوتا، مقابلہ نہ کیجیے بلکہ عام مردوں سے مقابلہ کیجیے ممکن ہے کسی مرد میں وہ مخصوص عیب نہ ہو جو آپ کے شوہر میں ہے، لیکن اس میں دوسرے عیوب ہو سکتے ہیں جو شاید اس سے بھی بدتر رہے ہوں۔ دراصل بدبینی کی عینک اپنی آنکھوں سے اتار دیجیے اور اپنے شوہر کی خوبیوں پر نظر ڈالیے۔ اس وقت آپ دیکھیں گی کہ اس کی خوبیاں، اس کی برائیوں سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اگر اس میں ایک عیب ہے تو اس کے بدلے میں سینکڑوں خوبیاں بھی موجود ہیں۔ اس کی خوبیوں اور محاسن پر نظر رکھیے اور خوش و مطمئن رہیے کیا آپ خود بے عیب ہیں جو اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ کوئی آپ کے عیبوں پر نظر ڈالے، اگر اس میں کچھ شک ہے تو دوسروں سے پوچھ لیجیے خدارا عیبوں کی طرف سے غافل نہ رہیے۔

آپ ایک چھوٹے سے عیب کو اس قدر بڑا کیوں بنا دیتی ہیں اور اس کے بارے میں اس قدر متفکر اور پریشان ہو جاتی ہیں کہ زندگی کی بنیادوں کو کمزور اور مہر و محبت کے مرکز اپنے گھر اور خاندان کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہو جاتی ہیں۔ عقلمندی اور بردباری سے کام لیجیے۔ حرص و حسد اور فضول خیالات سے پرہیز کیجیے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کیجیے۔ اظہار محبت کے ذریعے خاندان کے ماحول کو خوشگوار بنائیے تاکہ مہر و محبت کی نعمت سے آپ کا دامن بھرا رہے۔ اس بات کا دھیان رکھیے کہ اپنے شوہر کے ہر عیب نہ اس کے سامنے اور نہ ہی اس کی غیر موجودگی میں بیان کریں۔ کیونکہ اس سے وہ رنجیدہ خاطر اور دل برداشتہ ہو جائے گا اور وہ بھی عیب جوئی کی فکر میں رہے گا۔ اس کی محبت اور چاہت میں کمی آ جائے گی، وہ ہمیشہ لڑائی جھگڑا کرے گا اور اگر یہی حالات رہے تو آپ کی زندگی بہت تلخ اور ناخوشگوار ہو جائے گی اگر نوبت طلاق اور جدائی تک پہنچی تو اور بھی برا ہوگا۔

اگر عیب اصلاح کے قابل ہے تو اس کو دور کرنے کی فکر کیجیے، لیکن صرف اسی صورت میں کہ اگر اس میں کامیابی کا امکان ہو۔ اور نہایت نرمی، صبر و حوصلے کے ساتھ، خیر خواہی، خواہش اور تمنا کی صورت میں کیجیے، نہ کہ عیب جوئی اور اعتراض کی صورت میں اور سرزنش اور لڑائی جھگڑے کے ساتھ۔

اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں سے سروکار نہ رکھیے

خاتون محترم! ممکن ہے شادی سے پہلے کچھ لوگ آپ کے لیے پسندیدگی کا اظہار کرتے رہے ہوں ممکن ہے ایسے بھی کچھ افراد ہوں جن سے آپ شادی کی آرزومند رہی ہوں یا ہو سکتا ہے آپ کی خواہش ہو کہ آپ کا شوہر دولت مند ہو، فلاں سروس کرتا ہو، انجینیر ہو، ڈاکٹر ہو، خوب صورت اور اسمارٹ ہو وغیرہ وغیرہ۔ شادی سے پہلے اس قسم کی خواہش اور تمنا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اب جبکہ آپ نے ایک مرد کو اپنا شریک زندگی منتخب کر لیا اور شادی کے مقدس پیمان پر دستخط کر کے آخر عمر تک ساتھ نبھانے کا عہد کر لیا تو گزشتہ باتوں کو یکسر بھول جانا چاہیے۔ ان آرزوؤں اور تمناؤں کا جو پوری نہ ہو سکیں اب دل میں خیال تک نہ لائیے اور اپنے شوہر کے علاوہ ہر مرد کی طرف سے مکمل طور پر آنکھیں بند کر لیجیے۔ اپنے دل کو اضطراب اور پریشانی سے نجات دلائیے۔ اپنے شوہر کے علاوہ ہر غیر مرد کے خیال کو دل سے نکال دیجیے اور اپنی تمام تر توجہ اپنے شوہر کی جانب مرکوز کیجیے اس قسم کے تمام حوالوں، رشتوں اور رابطوں کو اب مکمل طور پر فراموش کیجیے۔ ان کے بارے میں نہ سوچیے۔ آپ کو کیا کہ وہ پریشان ہے، یا نہیں۔ اس کے حالات جاننے کی آپ کو کیوں فکر ہے۔ اس دوری کی حالت سے سوائے پریشانی کے آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بعض اوقات یہ چیز آپ کے لیے مشکلیں کھڑی کر دے گی۔

خاتون محترم! اگر آپ چاہتی ہیں کہ بدبختی سے محفوظ رہیں اعصابی کمزوریوں اور ذہنی پریشانیوں کا شکار نہ ہوں، مطمئن اور پر مسرت زندگی گزاریں تو ہوس بازی اور فضول آرزوؤں سے اپنا دامن بچائیے۔ اپنے شوہر کے علاوہ سب کو نظر انداز کر دیجیے۔ دوسرے مردوں کی تعریف نہ کیجیے دوسرے مرد کا خیال تک دل میں نہ لائیے اور کبھی یہ نہ سوچیے کہ کاش فلاں شخص نے مجھ سے شادی کا پیغام بھیجا ہوتا، کاش فلاں شخص سے میں نے شادی کی ہوتی، کاش میرے شوہر کا فلاں پیشہ ہوتا، کاش ایسا ہوتا ویسا ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کی ان لا حاصل آرزوؤں اور غلط افکار کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ آپ کیوں اپنی اور اپنے شوہر کی زندگی کو تلخ بنا رہی ہیں؟ کیوں اپنی ازدواجی زندگی کی بنیادوں کو متزلزل کر رہی ہیں؟ یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ اگر فلاں مرد سے آپ کی شادی ہوئی ہوتی تو آپ سو فیصد خوش و مطمئن رہتی؟ آپ کو کیا معلوم ہے کہ ان مردوں کی بیویاں ان سے کس حد تک راضی و مطمئن ہیں۔

عزیز بہن! اگر آپ کے شوہر کو احساس ہو جائے کہ دوسرے مرد آپ کی نظر میں ہیں تو وہ بدگمان ہو جائے گا اس کی محبت اور لگاؤ میں کمی آ جائے گی۔ زندگی اور خاندان سے اس کی دلچسپی ختم ہو جائے گی۔ اس بات کا خیال رکھئے کہ دوسرے مردوں کی تعریف نہ کیجیے، ان سے اظہار دلچسپی نہ کیجیے، ہنسی مذاق نہ کیجیے مرد اس معاملے میں اس قدر حساس ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی غیر مرد کی تصویر تک سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرے۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

”جو شوہر دار عورت اپنے شوہر کے علاوہ غیر مرد پر ہوس کی نظر ڈالے، پروردگار عالم کے شدید غیظ و غضب کا شکار ہوگی۔“

اسلامی حجاب

عورت اور مرد میں اگرچہ بہت سی باتیں مشترک ہیں لیکن ان میں کچھ خاص امتیازات بھی پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک اہم امتیاز یہ ہے کہ عورت ایک لطیف و نازک حسین و محبوب ہستی ہے، جب مرد کسی عورت سے شادی کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس لطیف و نازک ہستی کی تمام خوبیاں اور رعنائیاں صرف اس کی ذات تک محدود رہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اپنی ساری خوب صورتی، عشوہ و ناز، شوخی و دلبری صرف اپنے شوہر کے لیے مخصوص کر دے اور غیر مردوں سے مکمل اجتناب برتے۔ مرد بہت غیور ہوتا ہے اور وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی غیر مرد اس کی بیوی پر نظر ڈالے یا اس سے تعلقات اور میل جول قائم کرے اس سے باتیں کرے اور ہنسی مذاق کرے اور اس قسم کی باتوں کو وہ اپنے جائز حق پر ظلم سے تعبیر کرتا ہے اور اپنی بیوی سے توقع کرتا ہے کہ اسلامی لباس اور پردے کا لحاظ کرے، شرعی اصولوں اور اخلاقی قوانین کی پابندی کر کے اور اسلامی شرم و حیا اور متانت سے کام لے کر اپنے شوہر کی اس جائز خواہش کی تکمیل میں اس کی مدد کرے۔ ہر مومن اور غیرت مند مرد کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ اگر اس کی بیوی اس اسلامی اور سماجی فریضے پر عمل کرتی ہے تو وہ بھی سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے خاندان کی ضروریات مہیا کرنے کی فکر میں پوری توجہ کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ اس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی محبت و پاکیزگی اس بات کا سبب بنتی ہے کہ وہ بھی غیر عورتوں پر توجہ نہ دے۔

لیکن اگر مرد دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی اسلامی لباس اور حجاب کا لحاظ نہیں رکھتی اور اپنے حسن اور خوب صورتی کی غیر مردوں کے سامنے نمائش کرتی ہے اور ان سے تعلقات قائم کرتی ہے تو وہ سخت ناراض ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کو اپنی حق تلفی سمجھتا ہے، ایسے مرد ہمیشہ پریشان اور بدگمانی کا شکار رہتے ہیں اور اپنے خاندان سے ان کی محبت و انسیت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے۔

معاشرے اور خواتین کی بھلائی اسی میں ہے کہ عورتیں اپنے حسن کی نمائش غیر مردوں کے سامنے نہ کریں۔ پردے کی پابندی ایک اسلامی فریضہ ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

”مومن عورتوں سے کہو غیر مردوں کے سامنے اپنی نظریں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنی خوب صورتی اور بناؤ سنگھار کے مقامات کو غیروں پر آشکار نہ کریں سوائے ان اعضا کے جو فطری طور پر آشکار ہیں (جیسے ہاتھ اور چہرہ)۔ اپنے دوپٹے سے اپنے سینے کو اچھی طرح ڈھانپے رہیں، اپنی زینت اور جمال کو سوائے اپنے شوہر، اپنے باپ دادا، شوہر کے باپ دادا، اپنے بیٹوں، اپنے شوہر کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھانجوں اور اپنے بھتیجوں کے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں.....“

جی ہاں اسلامی لباس اور پردے کی پابندی کرنا مختلف لحاظ سے خود عورتوں ہی کے نفع میں ہے مثلاً:

1۔ سماج میں اپنے وجود کی قدر و منزلت اور مقام کی بہتر طریقے

سے حفاظت کرسکتی ہیں اور اپنے آپ کو غیروں کی بری نگاہوں سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

۲۔ خواتین اسلامی لباس اور پردے کا لحاظ کرکے، اپنے شوہر کی نسبت اپنی محبت ووفاداری کو بہتر طریقے سے پایۂ ثبوت تک پہنچا سکتی ہیں اور اس طریقے سے خاندان میں سکون، چین اور محبت کا ماحول پیدا کرنے میں مدد کرسکتی ہیں اور بدگمانیوں اور اختلافات پیدا ہونے کے امکانات کی روک تھام کرسکتی ہیں، مختصر الفاظ میں یوں کہیں کہ بہتر طریقے سے شوہر کا دل جیت سکتی ہیں اور اپنے مقام ومرتبہ کی حفاظت کرسکتی ہیں۔

۳۔ اسلامی حجاب کا لحاظ کرکے غیر مردوں کی ناجائز لذت اندوزیوں کی روک تھام کرسکتی ہیں اور اس کے ذریعے خاندانوں کے اختلافات اور بدگمانیوں کو کم کرکے ان کے باہمی تعلقات کو بہتر اور مستحکم بنانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔

۴۔ اسلامی لباس وپردے کے ذریعے آپ جوان نسل اور ان غیر شادی شدہ مردوں کی کہ جن کی شادی کا امکان نہیں ہے، بہترین طریقے سے مدد کرسکتی ہیں اور جوانوں کی اعصابی کمزوریوں، فحاشیوں اور بدعنوانیوں کی، کہ جن کے برے نتائج کا خود عورتوں کو بھی شکار ہونا پڑے گا، روک تھام کرسکتی ہیں۔

۵۔ چونکہ اسلام عورت کی مخصوص صلاحیتوں سے آگاہ ہے اور اس کو سماج کا ایک اہم رکن شمار کرتا ہے لہٰذا معاشرے کی پاکیزگی یا بے راہ روی کی ذمہ داریوں میں اسے شامل سمجھتا ہے۔ اسی لیے اسلام عورت سے چاہتا ہے کہ وہ اپنی اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے بردباری سے کام لے اور اپنے اسلامی حجاب کے ذریعے سماجی بدعنوانیوں اور فحاشیوں کی روک تھام کرے اپنی ملت کی عظمت وسربلندی اور استحکام کے لیے کوشاں رہے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اس عظیم فریضے کی انجام دہی پر اس کو خداوند عالم کی جانب سے بہترین جزا اور انعام عطا کیا جائے گا۔

خاتون محترم! اگر آپ اپنے شوہر کا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہیں، آپ کو اپنے خاندان کا سکون وچین مقصود ہے، آپ واقعی اپنے معاشرے کی خواتین کی بہبود وفلاح کی خواہاں ہیں، اگر جوان نسل کی نفسیاتی سلامتی اور ان کی لغزشوں اور بے راہ روی کو روکنے کی فکر میں ہیں، اگر آپ چاہتی ہیں کہ عورتوں کو مردوں کو رجھانے اور ان کو فریب دینے جیسی بری عادتوں سے روکیں اور اگر آپ خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتی ہیں اور ایک مومن وفادار خاتون کی طرح زندگی گزارنا چاہتی ہیں تو اسلامی حجاب کی ہمیشہ پابندی کریں اور اپنی زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کو غیروں پر ظاہر نہ کریں۔ خواہ آپ اپنے گھر میں اپنے رشتے داروں کے درمیان ہوں یا گھر سے باہر، یا مہمانوں کی محفل میں ہوں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ کے شوہر کے بھائی، شوہر کے بھانجے بھتیجے، آپ کی نندوں کے شوہر، آپ کے اپنے بہنوئی، آپ کے پھوپھا، خالو، آپ کے خالہ زاد یا ماموں زاد، پھوپھی زاد اور چچا زاد بھائی یہ سب نامحرم ہیں اور ان سب سے پردہ کرنا واجب ہے۔ اگر آپ ان سب کے سامنے اپنے حجاب کا خیال نہ رکھیں گی تو آپ گناہ کی بھی مرتکب ہوں گی اور اپنے شوہر کے دل کو بھی رنجیدہ کریں گی۔ ممکن ہے آپ کا شوہر منہ سے کچھ نہ کہے لیکن یقین رکھیے یہ چیز اس کی رنجیدگی کا باعث بنے گی اور آپ کے خاندان کی سلامتی کو صدمہ پہنچنے کا سبب بن سکتی ہے۔

البتہ آپ کے اپنے باپ، آپ کے بھائی، بھانجے بھتیجے اور آپ کے شوہر کے باپ محرم ہیں اور ان سے پردہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ بہتر ہوگا کہ ان سے بھی ایک حد تک لحاظ کریں اور اس آرائش اور لباس کے ساتھ، جو آپ مخصوص طور پر اپنے شوہر کے لیے پہنتی ہیں، ان کے سامنے نہ آئیں۔ اگرچہ شرعاً جائز ہے، لیکن بعض مردوں کو یہ بھی گوارا نہیں۔ لہٰذا ان کے دلی سکون کی خاطر اور اپنے خاندان کی سلامتی وبقا کے لیے بہتر یہی ہے اس کا خیال رکھیں۔

شوہر سے درگزر کا رویہ

معصوم پیغمبرانِ خدا کے علاوہ ہر انسان سے خطا اور لغزش سرزد ہوتی ہے۔ دو آدمی جو ساتھ زندگی گزارتے ہیں وہ آپس میں

ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہوتے ہیں لہٰذا انھیں ایک دوسرے کی غلطیوں اور خطاؤں کو معاف کر دینا چاہیے تاکہ زندگی کی گاڑی بخوبی چلتی رہے اور اس سلسلے میں اگر سخت گیری سے کام لیا گیا تو تعاون ناممکن ہو جائے گا۔ دو ساتھ رہنے والے انسان، دو ہمسائے، دو رفیق، دو ساتھی اور میاں بیوی کو اجتماعی زندگی میں عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ سماجی اور اجتماعی زندگی میں ایسے تو ہر تعلق ہی اہم ہے کسی نہ کسی موڑ پر درگزر کا تقاضا کرتا ہے لیکن سب سے بڑھ کر خاندانی زندگی میں اس کی ضرورت ہوتی ہے اگر ایک خاندان کے افراد چاہیں کہ سخت گیری سے کام لیں اور ایک دوسرے کی خطاؤں پر کڑی نظر رکھیں تو اس حالت میں یا تو ان کی زندگی کا شیرازہ بکھر جائے گا یا ان کی زندگی بدترین طریقے سے گزرے گی۔

عزیز بہن! ممکن ہے آپ کے شوہر سے کوئی غلطی یا غلطیاں ہو جاتی ہوں۔ ممکن ہے غصے کی حالت وہ کبھی میں آپ کی توہین کرے یا اس کے منھ سے نامناسب الفاظ نکل جائیں یا اپنے آپے میں نہ رہے اور مار پیٹ کر دے یا ایک بار آپ سے جھوٹ بول دے یا کوئی ایسا کام کرے جو آپ کو پسند نہ ہو، اس قسم کی خطائیں ہر مرد سے سرزد ہو سکتی ہیں لیکن آپ اس کو معاف کر دیں اور اس موضوع کو نہ چھیڑیں، اگر وہ عذر خواہی کرے تو فوراً اس کو قبول کر لیں، اگر شرمندہ ہے لیکن معافی مانگنے کا روادار نہیں تو اس بات پر مصر نہ ہوں کہ اس کے جرم کو ثابت کریں، کیونکہ اس سے اس کی شخصیت کو ٹھیس پہنچے گی اور ممکن ہے وہ اس کا بدلہ لینے کے درپے ہو جائے اور آپ کی غلطیوں کو پکڑے اور انجام کار لڑائی جھگڑے اور علیحدگی تک نوبت پہنچے۔ البتہ اگر آپ خاموشی اختیار کر لیں اور اس کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیں تو اس کا ضمیر اس کو ملامت کرے گا اور وہ اپنے کیے پر نادم اور پشیمان ہوگا اور اس کی نظر میں آپ کی وقعت بڑھ جائے گی اور آپ اس کے دل میں ایک عفو و درگزر کرنے والی، عاقل اور جاں نثار بیوی کی حیثیت سے جگہ پالیں گی۔ اسے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کو اپنے شوہر اور خاندان سے انس و محبت ہے۔ لہٰذا وہ آپ کی قدر پہچانے گا اور اس کی محبت میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔

کیا یہ بات افسوسناک نہیں کہ عورت اس قدر کینہ پرور ہو کہ اپنے شوہر کی ایک معمولی سی غلطی کو برداشت نہ کر سکے اور اس کے سبب شادی کے مقدس بندھن کو توڑ ڈالے!

سسرالی عزیزوں سے تعلقات

زندگی کی مشکلات میں سے ایک مشکل شوہر کے رشتے داروں سے بیوی کا اختلاف ہے۔ اکثر عورتیں اپنے شوہر کی ماں بہن اور بھائیوں سے مل جل کر نہیں رہتیں اور ہمیشہ ان میں جھگڑا رہتا ہے ایک طرف بیوی کوشش کرتی ہے کہ اپنے شوہر پر اس طرح سے قابض ہو جائے کہ وہ دوسروں حتیٰ کہ اپنی ماں بہن اور بھائی پر توجہ نہ کر سکے اور ان کے تعلقات کو ختم کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے برا بھلا کہتی ہے، شوہر سے جھوٹی شکایتیں کرتی ہے، لڑائی جھگڑا کرتی ہے تو دوسری طرف شوہر کی ماں خود کو اپنے بیٹے اور بہو کا مالک و مختار سمجھتی ہے اور ہر طرح سے اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ اپنے بیٹے کو اپنے قابو میں رکھے اور نوارد بہو اس کے حقوق پر قبضہ نہ جمالے اور اس طرح ہر روز آپس میں لڑائی جھگڑا رہتا ہے، خاص طور پر اگر سب لوگ ایک گھر میں ساتھ رہتے ہوں اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں نادان اور ضدی ہوں تو بات بہت زیادہ بگڑ جانے کا امکان ہے۔ یہاں تک کہ مار پیٹ اور خودکشی تک کی نوبت آجاتی ہے۔ ساس بہو دن رات جھگڑنے اور زور آزمائی میں مشغول رہتی ہیں لیکن پریشانی اور غم و غصہ مرد کے حصے میں آتا ہے۔

اصل مشکل تو یہی ہے کہ دونوں طرف ایسے افراد ہیں کہ جن سے مرد آسانی کے ساتھ دستبردار نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف اس کی بیوی ہے جو اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر سیکڑوں امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ اس کے گھر آئی ہے تاکہ اس کی اور اس کے گھر کی مالک بن جائے۔ ضمیر کہتا ہے اس سے اس کی خوشی اور مرضی کے اسباب فراہم کروں اور اس کی حمایت کروں، اس کے علاوہ وہ اس کی زندگی کی دائمی شریک اور اس کی بیوی ہے اس کی حمایت نہ کرنا مناسب نہیں۔ دوسری طرف سوچتا ہے کہ میرے ماں باپ نے سالہا سال میری خاطر تکلیفیں اٹھائیں، بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ مجھے پالا پوسا اور بڑا کیا، مجھے پڑھایا لکھایا، روزگار سے لگایا، میری

شادی کی، وہ مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ ضعیفی میں ان کا سہارا بنوں، یہ بات بھی درست نہیں کہ ان سے قطع تعلق کرلوں اور انہیں ناراض کردوں۔ اس کے علاوہ زندگی میں ہزاروں نشیب وفراز آتے ہیں۔ پریشانی، دوستی، دشمنی، حادثے، موت غرض کہ طرح طرح کی مشکلیں درپیش ہوتی ہیں ایسے حساس موقعوں پر حامی ومددگار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مصیبت کے وقت جو لوگ میرے کام آئیں گے اور میرے خاندان کی مدد حمایت کریں گے وہ صرف میرے ماں باپ ہی ہوں گے۔ اس وسیع دنیا میں بے یارومددگار رہ کر نہیں رہا جاسکتا، اپنے رشتے دار بہترین پناہ گاہ ہوتے ہیں ان سے دستبردار نہیں ہوا جاسکتا۔

اس موقعے پر ایک عاقل انسان اپنے آپ کو بڑی مشکل میں گرفتار پاتا ہے، اپنی بیوی کی بات سنے اور ماں باپ کو چھوڑ دے یا ماں باپ کی مرضی کے مطابق کام کرے اور بیوی کو رنجیدہ کردے اور ان میں سے دونوں باتیں اس کے لیے قابل قبول نہیں ہوتیں اس لیے مجبور ہے کہ حتی الامکان دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ یہ کام بہت دشوار ہے لیکن اگر بیوی سمجھدار اور موقع شناس ہو اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لے تو یہ مشکل آسان ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی موقع پر مرد اپنی بیوی سے جو کہ اس سے سب سے قریب اور اس کی سب سے بڑی غمگسار ہوتی ہے، توقع کرتا ہے کہ اس مشکل کو حل کرنے میں اس کی مدد کرے۔ بہو اگر ساس کے سامنے خاکساری دکھائے، اس کا احترام کرے، اس سے محبت کا اظہار کرے، کاموں میں اس سے صلاح ومشورہ لے، اس کی مدد کرے اور اس کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کرے تو وہی ساس اس کی سب سے بڑی حامی ومددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

انسان اپنی خوش اخلاقی اور اظہار محبت کے ذریعے ایک گروہ کو اپنا دوست اور ہمدرد بنا لیتا ہے، کیا افسوس کا مقام نہیں کہ اپنے غرور، خودغرضی اور ہٹ دھرمی کے سبب ان سب محبت کرنے والوں سے ناتہ توڑ لے۔

کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ خوش اخلاقی اور میل محبت کے ساتھ اپنوں کے ساتھ مل جل کر رہیں تاکہ آپ انس ومحبت کی لذتوں کا لطف اٹھائیں اور ایک گروہ آپ کا حقیقی معنوں میں حامی اور پشت پناہ ہو۔ کیا یہ مناسب ہے کہ غیروں کے ساتھ تو دوستی نبھائیے اور اپنوں سے قطع تعلق کرلیجئے۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ مصیبت کے وقت اکثر دوست انسان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں لیکن وہی عزیز رشتے دار جن سے آپ نے قطع تعلق کرلیا تھا آپ کی مدد کے لیے دوڑتے ہیں کیونکہ یہ خونی رشتے ہوتے ہیں اور انہیں آسانی سے توڑا نہیں جاسکتا۔ مثل مشہور ہے کہ اگر اپنے عزیز رشتے دار انسان کا گوشت بھی کھالیں تو اس کی ہڈیاں دور نہیں پھینکیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

”انسان اپنے عزیز واقارب سے کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا خواہ مال دولت اور اولاد رکھتا ہو۔ ان کے التفات واحترام کی ضرورت ہوتی ہے وہی لوگ ہر طرح سے (ہاتھ اور زبان سے) اس کی مدد کرتے ہیں۔ اپنے عزیز ورشتہ دار بہتر طریقے سے دفاع کرسکتے ہیں۔ مصیبت کے وقت سب سے پہلے وہی اور مدد کو دوڑتے ہیں۔ جو شخص اپنے رشتے داروں سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے، وہ دیکھنے میں تو ایک ہاتھ کھینچ لیتا ہے لیکن دراصل بہت سے ہاتھوں سے محروم ہوجاتا ہے۔“

عزیز بہن! اپنے شوہر کی خوشنودی کے لیے، اپنے سکون وآرام کے لیے، اپنے سچے خیرخواہ اور حامی ومددگار پیدا کرنے کے لیے اور اپنے شوہر کی محبت حاصل کرنے کی غرض سے اپنے اور اپنے شوہر کے خاندان کے ساتھ میل ملاپ رکھیے۔ بے جا ضد، تکبر وجہالت سے دامن بچائیے۔ اپنے شوہر کی فکروں میں اضافہ نہ کیجیے۔ ایثار وقربانی سے کام لیجیے، تاکہ خدا اور اس کے بندوں کی نظروں میں آپ محبوب ومحترم بنی رہیں۔

شوہر پر اعتراض

ہر انسان کو کوئی پیشہ اختیار کرنا پڑتا ہے اور اپنے پیشے کے مطابق زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ ایک ڈرائیور اپنی عمر کا بڑا حصہ راستوں میں گزارتا ہے اور دوسرے لوگوں کی طرح ہر رات اپنے گھر نہیں آسکتا۔ ایک چوکیدار بعض راتوں میں یا ہر رات چوکیداری کرتا ہے۔ ایک ڈاکٹر کو کم موقع ملتا ہے کہ اپنے خاندان والوں کے

ساتھ فراغت واطمینان کے ساتھ بیٹھے یا تفریح کرے۔ ایک استاد یا دانشور جو مطالعہ کا عادی ہے، مجبور ہے کہ راتوں کو مطالعہ کرے۔ بعض پیشے ایسے ہوتے ہیں جن میں زیادہ تر سفر میں رہنا ہوتا ہے۔ تیل بیچنے والے کے پاس سے تیل کی بو آتی ہے۔ مکینک کا لباس چکنا رہتا ہے اور اس میں سے تیل کی بو آتی ہے، کوئلہ فروش ہمیشہ سیاہ رہتا ہے۔ راتوں کو ڈیوٹی دینے والا مزدور مجبور ہے کہ راتوں کو کارخانے میں جائے۔

ایسے بہت کم پیشے ہیں جن میں مکمل طور پر سکون واطمینان میسر ہو۔ زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ روٹی پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں، مرد کے لیے ان مشکلات کو جھیلنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں، البتہ ایک اور مشکل سب سے سنگین پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہے اس سلسلے میں خاندان والوں کا عدم تعاون۔

عورتیں عموماً ایسا شوہر پسند کرتی ہیں جو ہمیشہ وطن میں رہے، اول شب گھر آجائے، فرصت کے اوقات اس کے پاس زیادہ ہوں تاکہ سیر وتفریح میں وقت گزارا جا سکے، اس کا پیشہ باعزت، صاف ستھرا اور زیادہ آمدنی والا ہو۔ لیکن افسوس کہ بہت سے مردوں کے پیشے ان کی بیویوں کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتے۔

خاندانی زندگی کی مشکلات کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے، ایک ڈرائیور جو مسلسل کئی کئی دن [illegible] تپتے بیابانوں میں زحمت اٹھاتا پھرتا ہے، سیکڑوں پریشانیوں [illegible] تا ہے نہ ٹھیک سے سو سکتا ہے نہ قاعدے سے کھانا کھا پاتا ہے اور سب چند شب و روز باہر گزارنے کے بعد تھکا ہارا گھر آتا ہے تاکہ چند گھنٹے آرام کرے اور اپنے گھروں کے حالات سے باخبر ہو تو ابھی گھر میں داخل بھی نہیں ہوتا کہ بیوی کے نالہ وفریاد اور شکایتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے: بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ مجھ بدنصیب کو ان بچوں کے ساتھ چھوڑ کر خود نہ معلوم کہاں چلے جاتے ہو، سارے کام مجھے تنہا انجام دینا پڑتے ہیں، ان شیطان بچوں سے تو میں تنگ آ گئی ہوں۔ ڈرائیونگ ذرا بھی اچھا کام نہیں ہے اپنا شغل تبدیل کرلو، میں ساری عمر اس طرح زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ بیچارہ مرد جو ان اعتراضات، شکایتوں اور ہنگاموں کے بعد تھکا ہارا، پریشان حال ٹرک، بس یا ٹیکسی چلاتا ہے اس کے مسافروں کا تو بس اللہ ہی حافظ ہے۔

ایک ڈاکٹر جسے صبح سے آدھی رات تک طرح طرح کے مریضوں سے نپٹنا پڑتا ہے اور اس کے اعصاب اور دماغ مسلسل کام کے سبب کافی تھک جاتے ہیں، اگر گھر میں بھی اسے سکون نہ ملے اور بیوی اپنی شکایتوں کے دفتر کھول کے بیٹھ جائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ وہ تھکے اعصاب اور پریشان دماغ کے ساتھ اپنا کام کس طرح بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

خواہر گرامی! ہم دنیا کے تمام کاموں کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق چلانے پر قادر نہیں ہیں۔ لیکن ہم خود کو حالات کے مطابق ڈھالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ روزی روٹی کا انتظام کرنے کے لیے آپ کا شوہر مجبور ہے کہ کوئی پیشہ اختیار کرے۔ ہر پیشے اور کام کے کچھ اصول اور لوازم ہوتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اپنی زندگی کے کاموں کو اس کے پیشے کے مطابق اس طرح سے ترتیب دے سکتی ہیں کہ وہ بھی سکون اور آزادی کے ساتھ اپنے کاموں کو انجام دے سکے اور آپ بھی اطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ صرف اپنے آرام و آسائش کی فکر نہ کیجیے اپنے شوہر کے آرام کی بھی تھوڑی سی فکر کیجیے۔ دانشمندی اور ایثار سے کام لیجیے ایک سلیقہ مند اور ہوشیار بیوی کی طرح اپنے فرائض انجام دیجیے، اگر آپ کے شوہر ڈرائیور ہیں اور کئی راتوں کے بعد تھکے ماندے گھر آتے ہیں تو خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیجیے۔ ان سے محبت کا اظہار کیجیے تاکہ ان کی تھکن دور ہو جائے۔ بدمزگی پیدا کرنے والی باتوں سے گریز کیجیے۔ ان کے پیشہ پر اعتراض نہ کیجیے۔ ڈرائیونگ کے پیشے میں آخر کیا برائی ہے؟ وہ بیچارہ تو آپ کے آرام و آسائش کی خاطر اپنے شب و روز جنگل اور بیابانوں میں ڈرائیونگ کرتا پھرتا ہے۔ اس کی قدردانی کرنے کے بجائے آپ اس کے پیشے کی برائی کرتی ہیں، آپ کا یہ طرز سلوک اسے زندگی اور گھر کی جانب سے لاپرواہ بنا دیتا ہے۔ اس کے پیشے میں کوئی برائی نہیں ہے، وہ سماج کی خدمت کرتا ہے، روزی کمانے کے لیے زحمت اٹھاتا ہے، اگر کاہلی کرتا یا ناجائز پیشہ اختیار کر لیتا تو کیا وہ اچھا ہوتا؟

کیا یہ خود آپ کے حق میں بہتر نہ ہوگا کہ اس قسم کی زندگی کے لیے آپ اپنے کو تیار کرلیں اور اس کی عادت ڈال لیں اور نہایت خوشی اور اطمینان کے ساتھ زندگی گزاریں اور جب آپ کے شوہر گھر آئیں تو ان کا گرمجوشی سے استقبال کریں اور محبت بھرے لہجے میں ان کے کام اور ان کی زحمتوں کی تعریف کریں اور ان کی ہمت افزائی کریں اور مسکراہٹ کے ساتھ گھر کے دروازے تک ان کو رخصت کرنے آئیں۔ آپ کا یہ طرز عمل ان کے دل کو سارے دن مسرور رکھے گا اور وہ ہر بار خوش گھر واپس آئیں گے۔

اگر آپ کے شوہر کا کام اس قسم کا ہے کہ انھیں راتوں کو ڈیوٹی دینی ہوتی ہے اور وہ آپ کے اخراجات پورے کرنے کے لیے اپنی رات کی نیند اور آرام تج دیتے ہیں تو اس قسم کی زندگی کا خود کو عادی بنالیجیے اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ کیجیے۔ اگر تنہائی سے دل گھبراتا ہے تو آپ ایسا کرسکتی ہیں کہ گھر کے کچھ کاموں کو رات کے وقت انجام دیں۔ رات کے کچھ حصے میں سلائی کیجیے، مطالعہ کیجیے۔ جب آپ کے شوہر کارخانے سے گھر آئیں تو فوراً ان کو چائے ناشتا دیجیے۔ ان کے آرام کرنے کے لیے کمرہ تیار رکھیے تاکہ وہ اپنی تھکن دور کرلیں۔ بچوں کو عادت ڈالیے کہ شور و غل نہ مچائیں اور آپ کے شوہر کی خوابگاہ کے نزدیک نہ جائیں، ان کو سمجھائیے کہ تمھارے والد رات بھر سوئے نہیں ہیں اب انھیں آرام کرنا چاہیے۔

اس کا پیشہ اس قسم کا ہے کہ فرصت کے اوقات اس کے پاس زیادہ نہیں ہیں لیکن آپ اس کے پیشے اور کام کے مطابق اپنا پروگرام ترتیب دے سکتی ہیں، اس سے اس بات کی توقع نہ کیجیے کہ آپ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے وہ اپنے پیشے اور کام سے دستبردار ہوجائے۔ اس کو آزادی کے ساتھ اطمینان و سکون کے ماحول میں اپنے کاموں اور مطالعے میں مشغول رہنے دیجیے۔ جس وقت وہ کام میں مشغول ہو اس وقت آپ گھر کے کاموں کو انجام دے سکتی ہیں۔ باقی وقت کتاب پڑھنے میں گزاریے یا اس کی اجازت سے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے گھر ملنے چلی جائیے لیکن یہ کوشش کیجیے کہ جب آپ کے شوہر کے آرام کا وقت ہو اس وقت آپ گھر پر موجود ہوں۔ پہلے سے اس کے استقبال کے لیے تیار رہیے اور جب وہ گھر میں داخل ہو تو نہایت گرمجوشی اور شیریں لہجے میں گفتگو کرکے اس کی تھکن کو دور کیجیے۔ اس کے کاموں پر اعتراض کرکے اس کے تھکے ہوئے اعصاب کو مزید مضمحل نہ کیجیے۔ اگر آپ صحیح طریقے سے ایک بیوی کے فرائض انجام دیں گی تو یہ چیز نہ صرف آپ کے شوہر کی عظمت و ترقی کا سبب بنے گی اس کی سماجی خدمات میں آپ بھی برابر کی حصہ دار ہوں گی۔

ایسے فعال مردوں کی شریک حیات بننے کی صلاحیت ہر عورت میں نہیں ہوتی، ایثار اور وفاداری اور اچھے طرز سلوک سے اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیجیے، اگر آپ کے شوہر کا کام اس قسم کا ہے جس میں ان کا لباس گندہ ہوجاتا ہے تو اعتراض اور لعن طعن نہ کیجیے، یہ نہ کہیے کہ یہ گندہ پیشہ منتخب کیا ہے اس کو چھوڑ دو، کیونکہ یقیناً یہ کام انہوں نے کسی وجہ سے اور سوچ سمجھ کر منتخب کیا ہے۔

خاتون محترم! کسی بھی قسم کے کام میں کوئی برائی نہیں ہے۔ ہاں بیکار بیٹھے رہنا یا سستی سے کام لینا یا ناجائز کاموں کو انجام دینا عیب ہے۔ آپ کو چاہیے کہ ایسے مرد کی قدر کریں جو روزی کمانے کے لیے اتنی محنت کرتا ہے اور اپنا پسینہ بہاتا ہے۔ برا بھلا کہہ کر اس کی حوصلہ شکنی نہ کیجیے اور پیشہ تبدیل کرنے کے لیے اس سے اصرار نہ کیجیے۔ اس نے یقیناً اپنے لیے مناسب سمجھ کر ہی اس کا انتخاب کیا ہے۔

آپ کو کسب معاش اور ملازمتوں کا حال معلوم نہیں۔ آپ سمجھتی ہیں شغل بدل لینا بہت آسان کام ہے۔ اصولی طور پر اس کے پیشے میں آخر کیا برائی ہے جو آپ اس کو تبدیل کرانے پر مصر ہیں۔ آخر تیل بیچنا، کوئلہ بیچنا، مشینوں اور پرزوں کی تعمیر و مرمت کرنا جیسے کاموں میں کیا برائی ہے؟ فقط ایک عیب جو آپ نکال سکتی ہیں وہ لباس کا گندہ ہوجانا ہے۔ اس مشکل کو بھی بہت آسانی سے حل کیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ کے شوہر کے پاس کام کا مخصوص لباس نہیں ہے تو مناسب الفاظ میں اس سے کہیے کہ کام کے لیے ایک علیحدہ لباس استعمال کرے۔ اس کے کپڑوں کو جلدی جلدی دھو کر صاف کردیا کیجیے۔ بہرحال یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے کہ گھر کے سکون کو اس کے بھینٹ چڑھایا جائے۔

کبھی کبھی انسان پردیس میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ سرکاری ملازم ہو، فوج، پولیس یا میونسپلٹی میں ملازم ہو، معلم ہو، تاجر ہو یا مزدور ہو، غرضیکہ ملازمت کے سلسلے میں ان شعبوں کا آدمی مجبور ہوجاتا ہے کہ ہمیشہ یا عارضی طور پر پردیس میں زندگی گزارے۔ مرد وطن سے دوری برداشت کرلیتا ہے لیکن یہ مسئلہ بعض خواتین کی برداشت سے باہر ہوجاتا ہے، وہ اپنے ماں باپ عزیز واقارب کے نزدیک رہنا چاہتی ہیں۔ انھوں نے جہاں اپنا بچپن گزارا ہے وہاں کے در ودیوار اور گلی کوچوں سے انھیں ایک خاص لگاؤ ہوتا ہے اس لیے ان سے دوری انھیں گوارا نہیں ہوتی، لہٰذا وہ اپنے شوہروں سے بحث کرتی ہیں اور جھگڑا کرتی ہیں کہ آخر کب تک پردیس میں زندگی گزرے گی، کب تک میں اپنے ماں باپ کے فراق میں مبتلا رہوں نہ یہاں دوست آشنا ہیں نہ کوئی رشتہ دار، یہ تم مجھے کہاں لے آئے، میں اب یہاں نہیں رہ سکتی تمہارا جو دل چاہے کرو۔

اس قسم کی عورتیں اس طرح کی باتیں کرکے بلاوجہ ہی اپنے شوہروں کو اذیت میں مبتلا کرتی ہیں۔ وہ اس قدر کوتاہ نظر ہوتی ہیں کہ اپنی جائے تولد کو ہی بہترین مقام تصور کرلیتی ہیں کہ صرف وہیں زندگی بسر کی جاسکتی ہے اور صرف وہیں پر خوشی میسر آسکتی ہے۔

انسان نے اس وسیع وعریض کرۂ ارض پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کائنات کے دوسرے کروں تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن تنگ نظر خواتین اپنی جائے تولد سے ذرا سے فاصلے پر رہنے کو تیار نہیں، اپنی دوست خواتین کو چھوڑ کر پردیس میں رہنا انھیں گوارا نہیں ہوتا۔ گویا اس قسم کی عورتوں کو اپنی شخصیت پر اتنا بھی بھروسا نہیں کہ پردیس میں اپنے لیے شناسائی پیدا کرسکیں۔

خاتون عزیز! بلند ہمتی، ایثار اور عقلمندی سے کام لیجیے۔ صرف اپنی ہی فکر نہ کیجیے۔ آپ کے شوہر کی ملازمت اس قسم کی ہے کہ وہ وطن سے باہر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اگر وہ سرکاری ملازم ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ جس شہر میں ان کی پوسٹنگ ہوئی ہے وہاں نہ جائیں یا اگر ان کا پیشہ تجارت ہے یا مزدوری ہے اور پردیس میں زیادہ بہتر طریقے سے کماسکتے ہیں تو آپ ان کی ترقی کی راہ میں کیوں رکاوٹ ڈالتی ہیں جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے شوہر وطن سے باہر زندگی گزارنے پر کسی سبب سے مجبور ہیں تو بلاوجہ بہانے اور اعتراضات کرکے کیوں ان کو ناراضگی اور پریشانی کے اسباب فراہم کرتی ہیں۔ جب آپ دیکھیں کہ ملازمت کے سلسلے میں انھیں کسی دوسرے شہر، دیہات یا غیر ملک میں منتقل ہونا ہے تو آپ کا فرض کہ فوراً اپنی رضامندی کا اظہار کیجیے۔ خوشی خوشی گھر کے سازوسامان کی پیکنگ میں لگ جائیے اور پورے سکون واطمینان کے ساتھ نئی جگہ کے لیے روانہ ہوجائیے، اپنے آپ کو اسی جگہ کا سمجھیے اور سرگرمی اور تن دہی کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کیجیے۔ اپنے ماحول اور حالات سے سمجھوتہ کرنا سیکھیے۔ خوش اخلاقی اور خوش بیانی کے ذریعے لوگوں کو اپنا دوست بنائیے، چونکہ آپ یہاں نئی ہیں اس لیے اس علاقے کے لوگوں کے عادات و اخلاق سے پوری طرح واقف نہیں لہٰذا نئی دوستوں کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیجیے اور اس سلسلے میں اپنے شوہر سے بھی مشورہ لیجیے۔ اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کیجیے، بلکہ نئے ماحول اور وہاں کے لوگوں سے آشنا ہونے اور مانوس ہونے کی کوشش کیجیے۔ ہر جگہ کی کچھ خاص خصوصیات ہوتی ہیں آپ وہاں کے فطری مناظر یا قابل دید مقامات کی سیر کرکے اپنی تنہائی دور کرسکتی ہیں۔ مہر ومحبت کا اظہار کرکے اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنائیے۔ اپنے شوہر کی دلجوئی کیجیے، ان کے مشاغل اور کاموں میں ان کی حوصلہ افزائی کیجیے۔ جب آپ نئے ماحول سے آشنا ہوجائیں گی تو آپ خود محسوس کریں گی کہ یہاں بھی کچھ برا نہیں بلکہ شاید وطن سے یہاں زیادہ بہتر ہے نئے لوگوں میں ایسے افراد تلاش کیجیے جو پرانے دوستوں بلکہ ماں باپ اور عزیز واقارب سے زیادہ مہربان اور ہمدرد ہوں۔ اگر قصبہ یا دیہات میں آپ کا قیام ہے جہاں شہری زندگی کی سہولتیں اور آسائش کا سامان میسر نہیں ہے تو خود کو ان چیزوں کی قید سے آزاد کرلیجیے وہاں کی فطری اور صاف ستھری زندگی سے انسیت پیدا کیجیے اور اس قسم کی زندگی کی خوبیوں پر توجہ کیجیے۔ یہاں اگرچہ بجلی پنکھا، کولر، فریج وغیرہ نہیں ہے لیکن صاف اور تازہ آب وہوا اور ملاوٹ کے بغیر اصلی غذائیں ہیں جو شہروں میں کم میسر ہوتی ہیں۔ پکی سڑکیں اور ٹیکسی نہیں ہے لیکن

گاڑیوں اور کارخانوں کے دھوئیں اور شور وغل سے آپ محفوظ ہیں۔

تھوڑی دیر کے لیے اپنے آس پاس کے لوگوں کی زندگیوں پر نظر ڈالیے دیکھیے کہ کس طرح وہ معمولی کچے مکانوں میں نہایت خوشی اور اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور شہری زندگی کے لوازمات اور خوب صورت محلوں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔ ان کی ضروریات اور محرومیوں کو دیکھیے اور اگر آپ کوئی خدمت انجام دے سکتی ہیں تو اس سے ہرگز دریغ نہ کیجیے۔ اپنے شوہر سے بھی سفارش کیجیے کہ ان کی آسائش اور فلاح وبہبود کے لیے کوشش کریں۔

اگر آپ دانشمندی سے کام لے کر اپنے فرائض پورے کریں تو نہایت سکون وآرام کے ساتھ پردیس میں زندگی گزار سکتی ہیں اور اپنے شوہر کی ترقی میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں اور ایسی صورت میں آپ نہایت شریف اور باوقار خاتون اور ایک وفادار بیوی کی حیثیت سے پہچانی جائیں گی اور آپ کے شوہر اور دوسروں کی نظروں میں آپ کی عزت ومحبت بڑھ جائے گی اور آپ کو خدا کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی۔

شوہر کی مستقل گھر پر موجودگی

جب مرد گھر سے باہر کام پر جاتا ہے تو اس کی بیوی اس کی غیر موجودگی میں آزاد رہتی ہے لیکن اگر گھر میں کام کرتا ہے تو اس کی بیوی پابند ہو جاتی ہے۔ شاعر، مصنف، مصور اور دانشور عموماً اپنے گھروں میں ہی کام کرتے ہیں اور ہمیشہ یا اپنے وقت کا زیادہ حصہ اپنے کاموں میں مصروف رہ کر گزارتے ہیں اور چونکہ ان کا کام اس قسم کا ہوتا ہے جس میں پرسکون ماحول کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ایک گھنٹہ پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ کام کرنا کئی گھنٹے شور اور ہنگامے کے ماحول میں کام کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ ایسے موقعے پر ایک بڑی مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک طرف مرد کو انتہائی پرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے دوسری طرف بیوی چاہتی ہے کہ گھر میں آزادانہ طور پر رہے۔ اگر عورت چاہے تو گھر کے کاموں کو اس طرح انجام دے سکتی ہے کہ اپنے شوہر کے دماغی کاموں میں مزاحم نہ ہو اور یہ اس کا بڑا ایثار اور قابل قدر کارنامہ ہوگا کیوں کہ ایک پرسکون ماحول فراہم کرنا آسان کام نہیں ہے خصوصاً ایسے گھر میں جہاں بچے موجود ہوں، اس کے لیے نہایت ایثار وتدبر کی ضرورت ہے۔ یہ اگرچہ مشکل کام ہے لیکن مرد کے مشغلے کے اعتبار سے نہایت ضروری ہے۔

اگر بیوی تعاون کرے تو اس کا شوہر سماج کا ایک نہایت مفید اور باعزت فرد بن سکتا ہے جو خود اس کے لیے بھی افتخار کا باعث ہوگا۔ خواتین کو اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اگرچہ ان کے شوہر دائماً یا اکثر اوقات گھر میں رہتے ہیں لیکن بیکار نہیں ہیں۔ انھیں اس بات کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ گھر کی گھنٹی بجے گی تو وہ دروازہ کھولنے جائیں گے بلکہ جس وقت مرد کام میں مشغول ہو تو یہ فرض کر لینا چاہیے گویا وہ گھر میں موجود ہی نہیں ہیں۔

خاتون محترم! جب آپ کے شوہر اپنے مطالعے کے کمرے میں (یا جس کمرے میں وہ اپنا کام انجام دیتے ہیں) جائیں تو ان کی ضرورت کی تمام اشیا مثلاً کتاب، کاغذ، قلم، کاپی، پنسل وغیرہ کی فراہمی میں ان کی مدد کیجیے تاکہ ان چیزوں کی تلاش میں انھیں اپنے کام سے الجھن اور کوفت نہ ہو۔ اگر انگیٹھی ہیٹر یا پنکھے کی ضرورت ہو تو اسے مہیا کر دیجیے۔ جب ان کی ضرورت کا سب سامان مہیا ہو جائے تو کمرے سے آجائیے اور انھیں تنہا چھوڑ دیجیے، ان کے کمرے کے نزدیک آہستہ سے چلیے، زور زور سے بات نہ کیجیے۔ دھیان رکھیے کہ بچے شور نہ مچائیں انھیں سمجھائیے کہ یہ تمہارے کھیلنے کا وقت نہیں ہے کیوں کہ تمھارے والد اس وقت کام میں مشغول ہیں اور تمھارے شور وغل سے ان کے کام میں خلل پڑے گا۔ جب وہ کام میں مشغول ہوں تو امور زندگی کے متعلق ان سے بات چیت نہ کیجیے کیوں کہ ان کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور ان کے افکار منتشر ہو جائیں گے۔ بے صدا جوتے پہنیے۔ دروازے یا ٹیلی فون کی گھنٹی بجے تو فوراً جواب دیجیے تاکہ وہ ڈسٹرب نہ ہوں۔ اگر کسی کو ان سے کام ہو تو کہہ دیجیے کہ ابھی تو کام میں مشغول ہیں ممکن ہو تو فلاں وقت ٹیلیفون کر لیجیے گا۔ مہمانوں کی آمد ورفت کے پروگرام بھی ایسے وقت رکھیے جب ان کے کام کا وقت نہ ہو۔ جب امور خانہ داری میں مشغول ہوں اس وقت بھی اپنے شوہر کی

ضروریات کا خیال رکھیے۔ اگر کوئی چیز۔ تمیں تو فوراً پیش کر دیجیے اور ان کے کمرے سے فوراً باہر آ جائیے۔ شاید کچھ خواتین اس قسم کی زندگی کو ناممکن سمجھیں اور سوچیں کہ کیا ایک عورت کے لیے یہ ممکن ہے کہ گھر کے دشوار اور صبر آزما کام بھی انجام دے اور ساتھ ہی شوہر کا بھی دھیان رکھے اور گھر میں ایسا پرسکون ماحول پیدا کرے کہ شوہر کے کاموں میں ذرا بھی خلل نہ پڑے لیکن یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اس قسم کی زندگی دشوار ضرور معلوم ہوتی ہے لیکن اگر آپ ان کے کاموں کی اہمیت اور قدر و قیمت سے واقف ہو جائیں اور ایثار و کوشش سے کام لینے کا ارادہ کر لیں تو اپنی دانشمندی اور تدبیر سے اس مشکل کو حل کر سکتی ہیں۔ ایک عورت کی لیاقت و شائستگی ایسے ہی موقعوں پر ظاہر ہوتی ہے ورنہ ایک عام زندگی تو ہر شخص گزار لیتا ہے۔

خواہر عزیز! ایک علمی کتاب یا ایک تحقیقی مقالہ لکھنا یا شعر کہنا یا ایک گراں قدر پینٹنگ تیار کرنا یا سائنس کے کسی مسئلے کو حل کرنا آسان کام نہیں ہے البتہ آپ کے تعاون اور ایثار کے ذریعے یہ مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔

کیا اس سلسلے میں آپ ایثار اور قربانی دینے کو تیار نہیں ہیں؟ اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں معمولی سی تبدیلی کر کے اپنے شوہر کو جس میں ہر قسم کی لیاقت موجود ہے، سماج میں ایک ایسے قابل قدر اور دانشور مرد کی حیثیت نہیں دلا سکتیں کہ قوم ان کی خدمت سے استفادہ کرے۔ آپ بھی تو اس کے نتیجے میں ہونے والے مادی منافع اور سماج میں ان کے اعلیٰ مقام سے بہرہ مند ہوں گی۔

شوہر کی ترقی میں معاونت

انسان اپنی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق ترقی کرتا ہے۔ کمال سے محبت انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ ہر شخص، ہر مقام پر، اور ہر حالت اور ہر سن و سال میں ترقی کی منزلیں طے کر کے کامل تر بن سکتا ہے اور یہی اس کی آفرینش کا مقصد ہے۔ اس کو اپنی موجودہ حالت پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ جب تک زندہ ہے اس کو کمال کی منزلیں طے کرتے رہنا چاہیے۔ ہر انسان ترقی کرنے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن سب لوگ اس میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اس راہ میں بلند ہمتی اور زبردست محنت و کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ راہ کو ہموار کر کے رکاوٹوں کو دور کرنا چاہیے۔ اس کے بعد کوشش کر کے اپنے مقصد تک پہنچنا چاہیے۔ مرد کی شخصیت بہت حد تک اس کی بیوی کی خواہش سے وابستہ ہوتی ہے۔ عورت چاہے تو اپنے شوہر کی مدد کر کے اس کو ترقی کی اعلیٰ منزل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے اور اسی طرح وہ چاہے تو اس کی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ بھی بن سکتی ہے۔

عزیز بہن! اپنے موجودہ امکانات اور حالات کے دائرے میں رہ کر اپنے شوہر کی شخصیت کو بلند کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کیجیے۔ اگر وہ اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتے ہوں یا کتابوں کے مطالعے کے ذریعے اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ آپ اس کی مخالفت نہ کریں بلکہ ان کی تعریف کر کے ان کی حوصلہ افزائی کیجیے۔ زندگی کے پروگراموں کو اس طرح ترتیب دیجیے کہ ان کے کاموں میں خلل نہ پڑے اور ان کے آرام و آسائش کے اسباب مہیا کرنے کی کوشش کیجیے تاکہ وہ فکروں سے آزاد ہو کر ترقی کے مراحل طے کرتے رہیں، اگر پڑھے لکھے نہ ہوں تو ان سے درخواست اور اصرار کیجیے کہ رات کی کلاسوں میں شرکت کریں یا کہیں اور تعلیم حاصل کریں۔ اگر تعلیم یافتہ ہیں تو ان کو ترغیب دلائیے کہ اپنے شعبے میں مہارت حاصل کریں اور اس موضوع کے متعلق کتابوں کا مطالعہ کر کے اس فن میں اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ اگر ڈاکٹر ہیں تو ان سے اصرار کیجیے کہ ہر روز اپنے اوقات کا کچھ حصہ میڈیکل سے متعلق رسالوں اور کتابوں کے مطالعہ کے لیے مخصوص کر دیں۔ اگر معلم، جج، پروفیسر یا انجینئر ہیں تو ان سے کہیے فراغت کے اوقات کو اپنے فن سے متعلق کتابوں اور علمی، اخلاقی اور تاریخی کتب کے مطالعہ میں صرف کریں۔ مختصر عرض کروں کہ آپ کے شوہر جو بھی ہوں اور جیسے بھی ہوں، حتیٰ کہ مزدور یا دکاندار بھی ہوں تو آپ ان کو ترقی کے لیے آمادہ کر سکتی ہیں۔

ایسا نہ ہو کہ وہ راہ جو قدرت نے ان کے لیے بنائی ہے اس سے منحرف ہو جائیں اور ترقی و ارتقا کی منازل طے کرنے سے دستبردار ہو جائیں۔ علمی اور سائنسی تحقیقات اور کتابوں کے مطالعے

کی عادت ڈالوایئے۔ خیال رکھیے کہ آپ کے شوہر کی شخصیت کہیں ایک نقطے پر آکر نہ ٹھہر جائے اگر انہیں کتاب فراہم کرنے کی فرصت نہیں ہے تو آپ ان کے مشورے اور دوستوں کی مدد سے یہ کام انجام دے سکتی ہیں۔ علمی و سائنسی، اخلاقی، تاریخی، مذہبی، ادبی، اقتصادی اور حفظان صحت سے متعلق سود مند کتابیں جو ان کے ذوق و صلاحیت کے مطابق ہوں انھیں آپ مہیا کر سکتی ہیں۔ ان کتابوں کو پڑھنے کی اپنے شوہر کو ترغیب دیجیے۔ آپ خود بھی مفید رسالے اور کتابیں پڑھیے اگر مطالعے کے دوران کوئی چیز آپ کو ایسی نظر آجائے جو آپ کے شوہر کے لیے بھی مفید ہو تو اس کو نوٹ کر کے انھیں دیجیے۔ اس کام کے بے شمار فوائد ہیں۔

اول یہ کہ اگر ایک مدت تک آپ اس اصول پر کاربند ہیں تو آپ کے شوہر ایک قابل اور دانشمند انسان بن جائیں گے اور اس کے نتیجے میں خود کو سر بلند محسوس کریں گے اور آپ کو بھی ان کی شخصیت پر فخر ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر وہ اپنے فن میں مہارت حاصل کر لیں گے تو اس سے خود ان کی ذات کو بھی فائدہ پہنچے گا اور سماج کو بھی وہ بے شمار فائدے پہنچا سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب انسان اپنی آفرینش کے مقصد کو لبیک کہتے ہوئے تحقیق و مطالعہ میں مشغول رہے گا تو اعصابی کمزوریوں اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار کم ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اسے ترقی کرنے اور کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہوگا تو وہ اپنا وقت ادھر ادھر ضائع نہیں کرے گا، عیش و عشرت کے مراکز کا رخ نہیں کرے گا تباہ کرنے والوں کے دام فریب میں گرفتار نہیں ہوگا۔

شوہر کے بے راہ روی سے گریز کا احساس

مرد کو کسب معاش اور دفتری کاموں کے سلسلے میں آزادیٔ عمل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور رجحان کے مطابق سعی و کوشش کر سکے، اگر کوئی اس پر پابندی لگائے یا اس کی آمد و رفت کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے اور اس کی شخصیت کو دھچکا لگتا ہے۔ سمجھدار اور دانا بیوی شوہر کے روزمرہ کے کاموں میں دخل اندازی نہیں کرتی اور اس کے تمام کاموں کی کڑی نگرانی نہیں کرتی کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ مرد کی آزادی کو سلب کر لینے اور اس کے کاموں میں دخل دینے سے اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوتا بلکہ ممکن ہے اس کے برعکس نتیجہ نکلے۔

عقلمند اور تجربہ کار مردوں کی کڑی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ وہ خود برے کاموں کے نتائج کو سمجھتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور نہ ہی دھوکا کھاتے ہیں۔ وہ مصلحتوں کو سمجھتے ہیں، دوست و دشمن میں فرق محسوس کر سکتے ہیں لیکن سبھی مرد ایسے نہیں ہوتے بعض مرد سادہ لوح ہوتے ہیں اور جلدی یقین کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں کے دھوکے میں جلدی آجاتے ہیں اور دوست نما دشمنوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جب اس قسم کے مردوں کی دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایک خیر خواہ اور ہوشیار انسان ان کے کاموں پر نظر رکھے اور ان کی نگرانی کرے تو واقعی یہ چیز ان کے مفاد میں ہوگی۔

اس عظیم ذمہ داری کو بہتر طریقے سے صرف بیوی ادا کر سکتی ہے۔ ایک دانا اور مدبر قسم کی خاتون چاہے تو اپنے عاقلانہ اور خیر خواہانہ سلوک کے ذریعے اپنے شوہر کے لیے اس عظیم خدمت کو بخوبی انجام دے سکتی ہے۔ البتہ اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ اپنے شوہر کے کاموں میں براہ راست مداخلت کرنا یا ان کو ٹوکتے رہنا اور منع کرتے رہنا مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ شاید ہی کوئی ایسا مرد ہو جو کسی دوسرے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے کنٹرول میں رہنا پسند کرے بلکہ شدید نگرانی کے سبب اس کا اثر الٹا ہونے کا امکان ہے۔ البتہ ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لینا چاہیے اور بیوی کو دور سے اپنے شوہر کی نگرانی کرنی چاہیے کہ وہ کس قسم کے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اور کن لوگوں کے یہاں اس کا آنا جانا ہے۔

اگر آپ دیکھیں کہ شوہر معمول کے خلاف دیر سے گھر آتا ہے تو کچھ وقت تک اس کا کوئی نوٹس نہ لیں کیوں کہ اکثر ایسے کام درپیش ہوتے ہیں جنھیں انجام دینا لازمی ہے لیکن اگر بار بار ایسا ہو تو اس کی تحقیق و جستجو کرنی چاہیے۔ لیکن تحقیق کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ صبر و ضبط اور ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ غصہ، سختی اور اعتراض کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، نرمی اور محبت سے پوچھنا چاہیے کہ آپ دیر سے گھر کیوں آتے ہیں؟ کہاں گئے تھے وغیرہ۔

مختلف موقعوں پر ہوشیاری اور صبر و ضبط کے ساتھ اس بات کی

چھان بین کیجیے تا کہ حقیقت آشکارا ہو جائے۔ اگر وہ اوور ٹائم کرتا ہے یا کسب معاش کے سلسلے میں یا دفتری امور میں مشغولیت کے سبب دیر سے آتا ہے یا دینی، اخلاقی، یا علمی و ادبی قسم کے جلسوں میں شرکت کرتا ہے تب آپ مزاحم نہ ہوں بلکہ اسے چھوڑ دیجیے کہ آزادی کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

اگر آپ محسوس کریں کہ نئے لوگوں سے راہ و رسم بڑھا رہا ہے تو ان کے متعلق معلومات حاصل کیجیے۔ اگر دیکھیے کہ خوش اخلاق اور نیک و صالح لوگوں سے تعلقات قائم کرتا ہے تو آپ رکاوٹ نہ ڈالیے بلکہ خدا کا شکر ادا کیجیے کہ آپ کے شوہر نے اچھے لوگوں سے تعلقات بڑھائے ہیں۔ اس توفیق الٰہی کی قدر کیجیے اور اس کے دوستوں کی خاطر مدارات کیجیے۔ کیوں کہ انسان کو رفیق و دوست کی ضرورت ہوتی ہے اچھا دوست ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ عورت کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جسے انجام دینا ایک بہت ضروری اور حیات بخش امر ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور شوہر کی صحبت درست نہیں رہی تو اب آپ کو اصلاح احوال کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ ایسے موقعوں پر خواتین کے حسن تدبر اور ہوشیاری و دانائی کا مظاہرہ ہوتا ہے انھیں بردبار اور عاقبت اندیش بننا چاہیے۔ چیخ پکار، نالہ و فریاد، اور لڑائی جھگڑے کے ذریعے یہ مسائل حل نہیں ہو سکتے بلکہ اس کا نتیجہ برعکس نکلتا ہے۔ ایسے موقع پر عورت پر دو فرائض عائد ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ اندرونی زندگی میں اپنے اخلاق و عادات اور اپنے گھر کے عام حالات کا مکمل اور تحقیقی طور پر جائزہ لیجیے اور غور کیجیے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کے سبب آپ کے شوہر گھر سے جو کہ آرام و آسائش اور امن و سکون اور محبت کا مرکز ہوتا ہے، بیزار ہو گئے ہیں اور تباہی و بربادی کے اڈوں کا رخ کرتے ہیں۔ ایک عادل جج کی مانند آپ اس مسئلے کے اسباب و علل کی کھوج کریں، اس کے بعد اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ ممکن ہے بیوی کی بد اخلاقی لڑائی جھگڑے، اعتراضات اس مسئلے کا سبب ہوں یا گھر کی حالت ابتر رہتی ہو یا بیوی گھر میں اپنی آرائش و زیبائش اور لباس پر توجہ نہ دیتی ہو۔ شاید اپنے شوہر سے اظہار محبت نہ کرتی ہو یا اس کی پسند کی اور لذیذ غذائیں تیار نہ کرتی ہو یا اس کی قدردانی اور سپاس گزاری نہ کرتی ہو۔

اس قسم کی بہت سی خامیاں ہیں جو مرد کو گھر اور زندگی سے لاپروا بنا دیتی ہیں اور وہ اپنی ذہنی الجھنوں کو بھلانے کے لیے آوارہ گردی شروع کر دیتا ہے۔

ایسی صورت میں خود مرد سے پوچھ گچھ کی جا سکتی ہے اور اس کی ذہنی الجھنوں کے اسباب معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ اگر عورت اپنی خامیوں کو دور کرے، گھر کو اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق سنوارے سجائے تو اس کی کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں مرد کو رفتہ رفتہ زندگی اور گھر سے رغبت پیدا ہو جائے گی اور بالآخر اپنی بیوی کی خوش اخلاقیوں اور مہربانیوں کا اس پر اثر ہوگا اور تباہی و بربادی کے مراکز سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

بیوی کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو شوہر سے محبت کا اظہار کرے، نرمی و ملائمت کے ساتھ اس کو نصیحت کرے۔ مہربانی اور خوش گفتاری کے ساتھ اسے خراب زندگی بری صحبت اور بدی کے راستے کے نتائج سے آگاہ کرے، التماس و التجا کرے۔ اس سے کہے کہ میں دل کی گہرائیوں سے آپ کو چاہتی ہوں۔ آپ جیسے شوہر کے وجود پر فخر کرتی ہوں۔ آپ کے قرب اور آپ کی پسند کو ہر چیز پر ترجیح دیتی ہوں، ہر طرح آپ کے ساتھ تعاون اور ایثار کرنے کے لیے تیار ہوں۔ فقط مجھے ایک بات کا بہت صدمہ ہے کہ ایسی خوبیوں کا مالک انسان خراب لوگوں کی محفل میں کیوں شریک ہوتا ہے یا فلاں شخص سے کیوں راہ و رسم بڑھاتا ہے یا اسے فلاں برے کام کی عادت کیوں ہے۔ اس قسم کے اعمال آپ جیسے انسان کے لیے مناسب نہیں، مہربانی کر کے اس قسم کی باتوں سے پرہیز کیجیے۔ اس طرح سے التماس و اصرار کیجیے تو مرد کا دل ان چیزوں کی طرف سے ہٹ جائے گا۔

ممکن ہے مرد کا اخلاق و کردار اچھا نہ ہو اور اس پر ان باتوں کا جلدی اثر نہ ہو لیکن کسی حال میں عورت کو مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ اور زیادہ بردباری اور استقامت سے کام لینا چاہیے اور اٹل ارادے کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول میں لگا رہنا چاہیے۔

عورت میں خدا نے ایک عجیب و غریب قدرت اور اثر

انگیزی کی عادت رکھتی ہے۔ جس بات کا ارادہ کرلیتی ہے، اس میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ وہ جس طرف چاہے اپنے شوہر کا رخ موڑ سکتی ہے۔ اگر ارادہ کر لے کہ اپنے شوہر کو گمراہی سے نجات دلائے گی تو اس میں کم سے کم ستّی فیصد کامیابی کا امکان ہے لیکن اس کے لیے عاقل، مدبر، اور دانشمند ہونا شرط ہے۔

بہرحال جہاں تک ممکن ہو سختی، غصے اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہیے، البتہ اگر نرمی اور ملائمت سے کام لینے کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو اور جب کوئی حل نہ ہو تو جس صورت میں بھی کامیابی کی امید ہو اس سے کام لینا چاہیے حتیٰ کہ لڑائی جھگڑے سے بھی کام لیا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی مہربانی اور ہمدردی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیے، غصے اور سختی میں ہمدردی شامل ہو نہ کہ انتقام اور کینہ پروری کا جذبہ۔

جی ہاں مرد کی نگرانی اور دیکھ بھال ایک قسم کی شوہرداری ہے اور شوہرداری بیوی کا فرض ہے چونکہ یہ کام بہت اہم اور دشوار ہے اس لیے حضرت رسول خدا نے اس کو جہاد قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''عورت کا جہاد یہ ہے کہ شوہر کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے۔''

شکی عورتیں

بیوی اگر اپنے شوہر کی معمولی سی نگرانی کرتی رہے تو بری بات نہیں ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ بدگمانی اور شک اپنی انتہا پر پہنچ جائے۔ بدگمانی ایک لاعلاج اور خانماں سوز مرض ہے۔ افسوس بعض عورتیں بلکہ کہنا چاہیے بڑی تعداد میں عورتیں اس مرض میں مبتلا ہوتی ہیں۔ ایک شکی عورت سوچتی ہے کہ ''اس کا شوہر جائز یا ناجائز طور پر اس سے خیانت کر رہا ہے۔ فلاں بیوہ عورت سے ملتا ہے، اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، اپنی سیکریٹری سے اس کے تعلقات ہیں، فلاں لڑکی سے عشق کرتا ہے، چونکہ گھر دیر سے آتا ہے یقیناً عیاشی کرنے جاتا ہے، چونکہ فلاں عورت سے بات کر رہا تھا اس پر اس کی نظر ہے، فلاں عورت نے سلام کیا تھا یقیناً آپس میں تعلقات ہیں، چونکہ فلاں بیوہ اور اس کے بچوں پر احسان کرتا ہے ضرور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، چونکہ اس کی کار میں ہیئر پن ملا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی محبوبہ کو سیر کرانے لے گیا تھا، فلاں عورت نے اس کو خط لکھا ہے شاید وہ اس کی بیوی ہے، فلاں لڑکی اس کی تعریف کر رہی تھی کہ خوش اخلاق اور اسمارٹ آدمی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، چونکہ اپنے خط پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا یقیناً عاشقانہ خطوط ہوتے ہوں گے، چونکہ مجھ سے کم بات چیت کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی محبوبہ ہے۔ مجھ سے جھوٹ بولتا ہے، دھوکے باز ہے۔ چونکہ قسمت کا حال بتانے والے رسالے میں میرے شوہر کے ستارے کے متعلق لکھا تھا اس مہینے میں پیدا ہونے والے کا وقت اچھا گزرے گا لہٰذا دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ میری دوست نے بتایا تھا کہ تمہارا شوہر فلاں گھر گیا تھا یقیناً وہاں کوئی عورت ہوگی۔ چونکہ فال دیکھنے والے نے بتایا تھا کہ ایک سنہری بالوں، سیاہ آنکھوں اور لمبے قد کی عورت تمہارے ساتھ دشمنی کر رہی ہے یقیناً وہ میری سوت ہوگی۔''

شکی عورتیں اس قسم کی بیکار باتوں پر یقین کر کے اپنے شوہروں کے تئیں بدگمانی میں مبتلا ہوجاتی ہیں اور رفتہ رفتہ ان کا یہ شک یقین میں بدل جاتا ہے، وہ اس سلسلے میں اس قدر سوچتی ہیں کہ ہر بات میں انھیں شک ہونے لگتا ہے۔ شب و روز اسی موضوع پر بات کرتی ہیں جہاں پہنچتی ہیں، ہر دوست و دشمن کے سامنے کہہ ڈالتی ہیں، وہ لوگ بھی سوچے سمجھے بغیر ہمدردی کے طور پر ان کی باتوں کی تائید کرتے ہیں اور مردوں کی خیانت اور بے وفائی کے سیکڑوں قصے بیان کرتے ہیں۔

اعتراضات اور بدمزگی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ گھر کے کام اور بچوں کی نگہداشت صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتی۔ ہر روز لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ بیوی ناراض ہو کر میکے چلی جاتی ہے۔ شوہر کی طرف سے بے اعتنائی برتتی ہے، سایے کی طرح شوہر کا پیچھا کرتی ہے۔ اس کی جیبوں کی تلاشی لیتی ہے، اس کے خطوط پڑھتی ہے۔ اس کی تمام حرکات و سکنات کا جائزہ لیتی ہے اور ہر بے ربط حادثے کو اپنے شوہر کی خیانت سے تعبیر کرتی ہے اور اس کا شک یقین میں بدل جاتا ہے۔

اس قسم کی باتوں سے وہ اپنی اور بیچارے شوہر اور بچوں کی زندگی اجیرن کر دیتی ہیں۔ گھر کو، جسے کہ مہر و محبت اور آرام و سکون کا

گہوارہ ہونا چاہیے، قید خانہ بلکہ جہنم بنا دیتی ہیں اور جو آگ لگاتی ہے اس میں خود بھی جلتی ہیں اور بے گناہ بچوں اور شوہر کو بھی جلاتی ہیں۔ مرد جو بھی ثبوت پیش کرے، قسمیں کھائے، خوشامد کرے اور جتنی بھی صفائی پیش کرے لیکن ایسی شکی اور حاسد عورتیں مجال ہے جو ٹس سے مس ہو جائیں۔

قارئین محترم! اس قسم کے سیکڑوں افراد ہمارے سماج میں موجود ہیں جن سے آپ بھی واقف ہوں گے۔ یہاں پر چند واقعات کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ خاندانوں کی حمایت کرنے والی عدالت میں ایک خاتون کہتی ہے: "تعجب نہ کیجیے کہ بارہ سال ساتھ زندگی گزارنے اور چھوٹے بڑے تین بچوں کے ہوتے ہوئے میں نے اپنے شوہر سے کیوں علیحدگی اختیار کر لی، کیوں کہ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرا شوہر میرے ساتھ بے وفائی کر رہا ہے۔ چند روز قبل فلاں سڑک پر میں نے ایک ہنسوری عورت کے ساتھ اس کو جاتے دیکھا تھا یقیناً وہ اس کی معشوقہ ہوگی جو جون کے مہینے میں پیدا ہوئی ہوگی۔ میں ہر ہفتے قسمت کا حال بتانے والا رسالہ پڑھتی ہوں، زیادہ تر میرے شوہر کی قسمت کے حال میں لکھا ہوتا ہے کہ آپ کا وقت جون کے مہینے میں پیدا ہونے والے افراد کے ساتھ اچھا گزرے گا۔ میں فروری میں پیدا ہوئی ہوں لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی دوسری عورت ہے جس کے ساتھ اس کا وقت اچھا گزرے گا، اس کے علاوہ میں نے محسوس کیا ہے کہ میرے شوہر کو اب مجھ سے پہلی سی محبت نہیں رہی۔" یہ کہہ کر وہ خاتون اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

اس کے شوہر نے کہا: "آپ ہی بتائیے میں کیا کروں، کاش یہ رسالے اس قسم کے وہمی قارئین کی فکر کریں اور کسی طرح کی فضول باتوں سے پرہیز کریں، یقین کیجیے ان باتوں کے سبب میری اور میرے بچوں کی زندگی تلخ ہو گئی ہے۔ اگر کسی ہفتے میری قسمت کے حال میں لکھا ہوتا ہے کہ اس ہفتے پیسہ ملے گا تو میرے سر ہو جاتی ہے کہ اس پیسے کا کیا کیا؟ یا اگر لکھا ہوتا ہے کہ آپ کا خط آئے گا تو بس کچھ نہ پوچھیے۔ اب میں سوچتا ہوں یہ عورت کبھی نہیں بدلے گی لہٰذا یہی بہتر ہے کہ ہم علیحدہ ہو جائیں۔"

ایک مرد عدالت میں بیان دیتا ہے:

ایک ماہ قبل ایک دعوت سے گھر واپس آ رہا تھا، اپنے ایک ساتھی کو بھی میں نے اپنے ساتھ کار میں بٹھا لیا جو اپنی بیوی کے ہمراہ اس دعوت میں شریک تھا۔ دوسرے دن صبح میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ راستے میں اس کی ماں کے گھر چھوڑتا ہوا جاؤں، چنانچہ ہم دونوں کار میں سوار ہوئے، راستے میں میری بیوی نے پیچھے کی سیٹ پر نظر کی اور سر کا ایک کلپ اٹھا کر مجھے دکھاتے ہوئے پوچھا کہ یہ کلپ کس عورت کا ہے؟ ڈر کے مارے مجھے اس وقت کچھ یاد ہی نہیں رہا کہ میری گاڑی میں کون بیٹھا تھا اور میں وضاحت نہ کر سکا۔ شام کو جب میں اس کو لینے گیا تو اس نے کہلوا دیا کہ میں گھر نہیں جاؤں گی۔ جب میں نے سبب پوچھا تو دروازے کے پیچھے سے کہا کہ بہتر ہے اسی عورت کے ساتھ رہو جس کے سر کا کلپ تمہاری کار میں تھا۔

ایک نوجوان خاتون شکایت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میرا شوہر اکثر راتوں کو یہ کہہ کر کہ اس کے دفتر میں کام زیادہ ہے، دیر سے گھر آتا ہے۔ یہی چیز میری پریشانی کا سبب ہے، خصوصاً جب سے چند پڑوسی عورتوں نے کہا ہے کہ تمہارا شوہر جھوٹ بولتا ہے، راتوں کو آفس میں اوور ٹائم کرنے کے بجائے دوسری جگہ جاتا ہے اور وہاں وقت گزارتا ہے، مجھے اس وقت سے زیادہ بدگمانی پیدا ہو گئی ہے۔ میں ایسے مرد کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جو مجھ سے جھوٹ بولتا ہو۔

اس وقت اس خاتون کے شوہر نے اپنی جیب سے کچھ خطوط نکال کر جج کی میز پر رکھ دیے اور اس سے درخواست کی کہ ان خطوط کو زور سے پڑھ کر سنوایا جائے تا کہ اس کی بیوی بھی سن لے کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا ہے اور یہ بلا سبب ہی بے جا اعتراضات اور جھگڑا کر کے ہر شب مجھے پریشان کرتی ہے۔ جج نے ان خطوں کو پڑھنا شروع کیا، ایک خط میں اوور ٹائم کے متعلق تھا جس کے مطابق اس کو ۴ سے ۸ بجے رات تک چار گھنٹے اوور ٹائم کرنا تھا۔ آفس کے دوسرے خطوں سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ مقررہ اوقات میں مختلف کمیٹیوں اور جلسوں میں شریک تھا۔ وہ نوجوان خاتون جج کی میز کے پاس آئی اور ان خطوں کو دیکھنے کے بعد بولی کہ ہر شب جب میرا

شوہر سو جاتا تھا تو میں اس کی جیبوں کی تلاشی لیتی تھی لیکن اس میں سے کوئی خط مجھے نہیں ملا۔

جج نے کہا ممکن ہے کہ وہ ان خطوں کو اپنی میز کی دراز میں رکھتا ہو اور گھر نہ لاتا ہو۔ مرد نے کہا کہ اپنی بیوی کی بدگمانیوں سے میں اس قدر پریشان ہو گیا ہوں کہ اکثر راتوں کو سو نہیں پاتا، میں سمجھتا تھا کہ میری بیوی میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ اس وقت وہ جوان خاتون اپنے شوہر کے پاس پہنچی اور نہایت بے تابی سے روتے ہوئے اس سے معافی مانگی اور دونوں عدالت سے باہر چلے گئے۔

دانتوں کا ایک ڈاکٹر عدالت میں شکایت کرتا ہے کہ میری بیوی بہت حاسد ہے۔ میں دانتوں کا ڈاکٹر ہوں میرے پاس علاج کے لیے عورتیں بھی آتی ہیں اور یہی چیز میری بیوی کے حسد اور جلن کا سبب بنتی ہے اور ہر روز اسی موضوع پر ہمارے درمیان جنگ ہوتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے عورتوں کا علاج نہیں کرنا چاہیے، میں اس کے بے جا حسد کے سبب اپنے پرانے مریضوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں اپنی بیوی سے محبت کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے لیکن اس کی اس بے جا بدگمانی نے زندگی اجیرن کر دی ہے۔ چند روز قبل اچانک میرے مطب میں آئی اور میرا ہاتھ پکڑ کے زبردستی گھسیٹ کر باہر لے گئی۔ گھر پہنچ کر ہم میں خوب جھگڑا ہوا، اس قضیے کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ میرے مطب آئی اور مریضوں والے کمرے میں ایک لڑکی کے پاس بیٹھ گئی۔ میرے طریقہ کار کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں اس لڑکی نے جو میری بیوی کو پہچانتی نہیں تھی کہا کہ یہ ڈاکٹر بہت اچھا اور بڑا اسمارٹ ہے۔ ایک لڑکی کا یہ کہنا اس کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا اور وہ مجھ کو ذلت و خواری کے ساتھ کھینچ کر گھر لے آئی۔

اس قسم کے واقعات اکثر خاندانوں میں پیش آتے رہتے ہیں۔ وہ بدقسمت خاندان جو غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں ان کی زندگیاں تلخ ہو جاتی ہیں۔ وہ بے چارے معصوم بچے جو اس قسم کے لڑائی جھگڑے اور تناؤ سے بھرے ماحول میں زندگی گزارتے ہیں، اس برے ماحول کا ان کی روح اور ذہن پر نہایت خراب اثر پڑتا ایک مسلمہ امر ہے۔ اس قسم کا ماحول ان میں اس قدر الجھنیں پیدا کر دیتا ہے کہ مستقبل میں ان کا کیا انجام ہوگا معلوم نہیں۔ اگر میاں بیوی ان حالات پر صبر کر کے زندگی کی گاڑی کو اسی طرح کھینچتے رہتے ہیں تو آخر عمر تک عذاب میں گرفتار رہتے ہیں اور اگر ایک دوسرے کی نسبت سختی اور ضد سے کام لیتے ہیں تو اس کا نتیجہ جدائی اور طلاق ہوتا ہے۔ اس صورت میں عورت اور مرد دونوں کو ہی بدبختی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایک طرف مرد کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے معلوم نہیں آسانی سے دوسری شادی ہوگی یا نہیں۔ فرض کیجیے کسی عورت کا انتخاب کیا تو ضروری نہیں کہ وہ پہلی سے بہتر ہو، ممکن ہے اس میں کچھ دوسرے عیب ہوں جو شاید بدگمانی کے عیب سے بھی بدتر ہوں۔ سب سے بڑھ کر بچوں کی خرابی ہے وہ دربدر ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑی مشکل جو پیش آتی ہے وہ سوتیلی ماں کا بچوں کے ساتھ سلوک ہے۔ مرد اگر یہ خیال کرتا ہے کہ اس شکی عورت کو طلاق دے کر اس کے شر سے نجات حاصل کرے گا اور بے عیب عورت سے شادی کر کے سکون و آرام کی زندگی شروع کرے گا تو اس کو جان لینا چاہیے کہ یہ محض اس کا خیال خام ہے اور ایسے حالات پیدا ہو جانا بہت بعید ہے۔

عورت کے لیے بھی طلاق لے لینا سکون و خوش بختی کا باعث نہ ہوگا، شاید وہ سوچے کہ اس طریقے سے اپنے شوہر سے انتقام لے لے گی۔ جی نہیں اس طرح خود اپنے لیے نئی نئی پریشانیاں اور مصیبتیں کھڑی کر لے گی۔ یوں آسانی سے دوسرا شوہر حاصل نہیں ہو جائے گا، شاید ساری عمر بیواؤں جیسی زندگی گزارنی پڑے اور انس و محبت اور بچوں کی نعمت سے محروم ہو جائے۔ بالفرض اگر کوئی امیدوار مل بھی ہو جائے تو معلوم نہیں کہ پہلے شوہر سے بہتر ہوگا۔ ممکن ہے ایسے مرد سے شادی کرنی پڑے جس کی بیوی مر گئی ہو یا اسے طلاق دے دی ہو، ایسے حالات میں مجبور ہوگی کہ خود اپنے بچوں کے فراق میں تڑپے اور دوسرے کے بچوں کو پالے۔ اس کے علاوہ کتنی ہی دوسری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا نہ تو آپس میں لڑائی جھگڑے ہی میاں بیوی کو اس مخمصے سے نکال سکتے ہیں اور نہ ہی طلاق اور علیحدگی، البتہ ایک تیسری راہ بھی موجود ہے اور یہ راہ سب سے بہتر اور مناسب ہے۔

وہ تیسری راہ یہ ہے کہ میاں بیوی سختی اور ضد سے کام نہ لے کر عقل و تدبر کا راستہ اختیار کریں، اس سلسلے میں مرد کی ذمہ داری زیادہ ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس مشکل کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر ذرا تحمل و بردباری اور دانشمندی سے کام لے تو خود بھی مصیبت و پریشانی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اپنی بیمار بیوی کو بھی اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے۔

مردوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اول تو اس نکتے کو مد نظر رکھیے کہ آپ کی بیوی اپنے شکی پن کے باوجود آپ کو چاہتی ہے، زندگی اور بچوں کو عزیز رکھتی ہے، جدائی کے خیال سے اسے وحشت ہوتی ہے، آپ کی زندگی کے افسوس ناک حالات کے سبب دلی طور پر رنجیدہ ہے۔ اگر آپ کو عزیز نہ رکھتی تو حسد نہ کرتی۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس طرح کے حالات پیدا ہوں مگر کیا کرے کہ بیمار ہے۔ فقط ہارٹ اٹیک، اپنڈیکس، کینسر اور پیٹ کے امراض ہی بیماریاں نہیں ہیں بلکہ اعصابی بیماریوں کا شمار بھی مہلک بیماریوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی بیوی اگرچہ نفسیاتی امراض کے اسپتال میں زیر علاج نہیں ہے لیکن درحقیقت وہ ایک نفسیاتی مریض ہے، اگر یقین نہ ہو تو کسی ماہر نفسیات سے رجوع کر کے تصدیق کر لیجیے۔ ایک ایسی خاتون پر رحم اور ہمدردی کی نگاہ ڈالنی چاہیے نہ کہ اس سے انتقام لینا چاہیے، اس کے حال زار اور پریشان افکار پر رحم کھائیے۔ بیمار سے لڑائی جھگڑا نہیں کیا جاتا۔ اس کی گستاخیوں اور ناروا باتوں پر اپنے شدید رد عمل کا اظہار نہ کیجیے۔ لڑائی جھگڑا اور شور و غل نہ کیجیے۔ مار پیٹ اور گالم گلوچ سے کام نہ لیجیے۔ خاندانوں کی حمایت کرنے والی عدالت سے رجوع نہ کیجیے۔ بات چیت بند نہ کر دیجیے۔ طلاق اور علیحدگی کی بات نہ کیجیے۔ اس طرح کے کسی بھی طرز عمل سے ان خاتون کی بیماری کا علاج نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں اور شدت پیدا ہو جائے گی۔ آپ کی بدمزاجی اور بدسلوکی اس کے شک کو سچ ثابت کرنے کی دلیل ہوگا۔

صحیح طریقۂ کار یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے محبت کا اظہار کیجیے، ممکن ہے اس کے شکی پن اور وہم سے آپ تنگ آ گئے ہوں اور اس صورت حال سے آپ پوری طرح اکتا چکے ہوں لیکن اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے، آپ کو اس طرح محبت کا اظہار کرنا چاہیے کہ اسے یقین آ جائے کہ آپ کا دل مکمل طور پر اس کی محبت سے سرشار ہے اور کسی کے اس میں جگہ پانے کی گنجائش ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ آپس میں مفاہمت اور صلح صفائی پیدا کرنے کی کوشش کیجیے، اس سے کوئی بات چھپائیے نہیں، اپنے خطوط اطمینان سے پڑھ لینے دیجیے۔ کسی مخصوص الماری یا ضروری کاغذات اور اسناد کے بکس کی چابی اپنے پاس نہ رکھیے بلکہ اس کے سپرد کر دیجیے تاکہ اگر اس کا دل چاہے تو کھول کر دیکھ لے۔ اگر آپ کی جیبوں کی تلاشی لیتی ہے تو ناراض نہ ہوئیے۔ آپ کے تمام اعمال اور حرکات و سکنات کی نگرانی کرتی ہے تو کرنے دیجیے۔ اس قسم کی باتوں پر نہ صرف یہ کہ ناراضگی کا اظہار نہ کیجیے بلکہ اس کو ایک عام بات اور آپس میں صدق و صفائی کا لازمہ سمجھیے۔ روزانہ کے مشاغل کے بعد اگر کوئی کام نہ ہو تو ذرا جلدی گھر آ جایا کیجیے اور اگر کوئی کام آ پڑے تو پہلے سے اپنی بیوی کو بتا دیجیے کہ میں فلاں جگہ جاؤں گا اور فلاں وقت لوٹوں گا۔ کوشش کیجیے کہ اس کی خلاف ورزی نہ ہو اور اگر اتفاق سے وعدے کے مطابق مقررہ وقت پر نہ لوٹ سکیں تو صراحت کے ساتھ فوراً دیر سے لوٹنے کی وجہ بیان کر دیجیے۔ دھیان رکھیے کہ ان تمام مراحل میں ذرا سا بھی جھوٹ نہ بولیے ورنہ اس کی بدگمانی میں اضافہ ہو جائے گا۔ کاموں میں اس سے صلاح مشورہ لیجیے۔ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھیے بلکہ اپنے روز مرہ کے کاموں کے متعلق اس سے بات چیت کیا کیجیے۔ کبھی بھی صداقت و سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیے، اس سے کہیے کہ جہاں بھی شک و شبہ ہو وہاں بغیر کسی جھجک کے وضاحت کرے تاکہ اس کے دل میں کوئی گرہ نہ رہ جائے۔

دوسرے یہ کہ ممکن ہے جناب عالی ایک پاکیزہ انسان ہوں حتیٰ کہ خیانت کرنے کا ارادہ تک نہ رکھتے ہوں لیکن عورتوں کی بدگمانیاں اکثر بلا سبب نہیں ہوتی ہیں۔ یقیناً غفلت میں آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو گیا ہوگا کہ جس کا اس کے ذہن پر خراب اثر پڑا ہو اور رفتہ رفتہ بڑھ کر شک اور بدگمانی کی شکل اختیار کر گیا ہو۔ لازم ہے کہ اپنے موجودہ اور گزشتہ اعمال اور سلوک پر غور کیجیے اور اپنی بیوی کی بدگمانی کا اصل سبب اور اس کی جڑ تلاش کر کے اس کو رفع کرنے

کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ غیر عورتوں سے ہنسی مذاق کرتے ہیں تو اس عمل کو ترک کیجیے کیا ضروری ہے کہ دوسری عورتیں تو آپ کو بہت خوش اخلاق اور خوش گفتار سمجھیں لیکن یہ آپ کی بیوی کی رنجش کا سبب بنے اور آپ کی گھریلو زندگی ناخوشگوار ہو جائے۔ کیا ضروری ہے کہ اپنی سیکریٹری سے آپ گھل مل کے باتیں کریں، شوخیاں کریں اور آپ کی بیوی کو شک ہو جائے کہ اس سے آپ کے تعلقات ہیں بلکہ ایسی صورت میں کیا ضروری ہے کہ عورت کو ہی سیکریٹری رکھیں۔ محفلوں میں غیر عورتوں سے گرمجوشی کا اظہار نہ کریں، ان کی طرف زیادہ توجہ نہ دیں، اپنی بیوی سے ان کی تعریف نہ کریں۔ اگر آپ کسی بیوہ عورت کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ پہلے اپنی بیوی کو بتا دیجیے بلکہ اس کار خیر کو اسی کے ہاتھوں انجام دلوایے تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ نہ کہیے کہ کیا میں قیدی اور غلام ہوں کہ اس قدر مقید ہو کر زندگی گزاروں۔ جی نہیں نہ آپ اسیر ہیں اور نہ غلام بلکہ عاقل اور مدبر مرد ہیں اور اپنی بیوی سے تعاون کرتے ہیں اور اس سے وفاداری کے عہد کو نبھاتے ہیں۔ محبت اور وفاداری کا تقاضا ہے کہ بیوی کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جائے اور اپنے فہم و تدبر سے اس کے مرض کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ دانشمندانہ طرز سلوک اور ایثار کے ذریعے اس بڑے خطرے کو جو آپ کے خاندان کے مقدس مرکز کو درہم برہم کرنے کا سبب بن سکتا ہے، رفع کیجیے اور اس طریقے سے آپ نہ صرف اپنی بیمار بیوی کی بہت بڑی خدمت انجام دیں گے بلکہ اپنے معصوم بچوں کو بھی دربدری اور رنج و غم سے نجات دلا سکیں گے اور خود بھی ذہنی پریشانیوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور ہاں جو مرد ایسے حساس موقعوں پر ایثار سے کام لیتا ہے خدا بھی اس کو عظیم اجر عطا فرماتا ہے۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

''جو مرد اپنی بد اخلاق بیوی کا ساتھ نبھاتا ہے، خداوند عالم اس کے ہر صبر کے عوض، حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے ثواب کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔''

چند باتیں خواتین کی خدمت میں

[illegible] آپ کے شوہر کی خیانت کا مسئلہ [illegible] تمام موضوعات کی مانند ثبوت و دلائل کا محتاج ہے۔ اس کی خیانت جب تک قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے شرعی اور اصولی طور پر آپ کو اسے مورد الزام ٹھہرانے کا حق نہیں ہے۔ کیا یہ مناسب ہوگا کہ صرف ایک شبہے میں کسی بے گناہ انسان پر تہمت لگا دی جائے اگر دلیل اور ثبوت کے بغیر کوئی آپ پر الزام لگائے تو کیا آپ ناراض نہ ہوں گی؟

خداوند بزرگ و برتر قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ''اے ایماندارو! بہت سی بدگمانیوں سے پرہیز کرو کیوں کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔'' حضرت رسول خدا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کسی مومن مرد یا مومن عورت پر تہمت لگائے گا خداوند عالم قیامت کے دن اس کو آگ میں ڈال دے گا تا کہ اپنے اعمال کی سزا پائے۔

خاتون گرامی! نادانی، جلد بازی اور فضول خیالات سے اپنا دامن بچایئے، متین اور عاقل بنیے۔ جس وقت آپ رنجیدہ اور غصے میں نہ ہوں تنہائی میں ٹھنڈے دل سے اپنے شوہر کی خیانت کے قرائن و شواہد پر غور کیجیے، بلکہ ایک کاغذ پر نوٹ کر لیجیے، اس کے بعد اس جھگڑے کے اسباب اور احتمالات کو اس کے برابر میں لکھ لیجیے پھر ایک انصاف پرور اور عادل قاضی کی مانند غور کیجیے کہ یہ دلائل کس حد تک صحیح ہیں، اگر قابل یقین نہیں ہیں تو بھی کوئی بات نہیں تحقیق کیجیے لیکن اس بات کو مسلم اور قطعی نہ سمجھ لیجیے اور بے دلیل بدگمانیوں کے سبب خود اپنی اور اپنے شوہر کی زندگی تلخ نہ بنایئے۔ مثلاً کار میں سر کے ایک کلپ یا پن کے پائے جانے کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱۔ آپ کے شوہر کے رشتے داروں مثلاً بہن، بھانجی، بھتیجی، پھوپھی، خالہ وغیرہ میں سے ممکن ہے کوئی کار میں بیٹھا ہو اور یہ کلپ اس کا ہو۔

۲۔ شاید آپ کا ہی ہو اور پہلے جب آپ کار میں بیٹھی ہوں اس وقت آپ کے سر سے گر گیا ہو۔

۳۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے شوہر اپنے کسی دوست یا ملنے والے کو جو اپنی بیوی کے ساتھ ہو کار میں بٹھایا ہو اور یہ کلپ اس کے

دوست کی بیوی کا ہو سکتا ہے۔

۴۔ کسی مصیبت زدہ عورت کو اس کے گھر پہنچا دیا ہو۔

۵۔ شاید کسی دشمن نے عمداً کلپ کو کار میں ڈال دیا ہوتا کہ آپ کو شک میں مبتلا کر کے آپ کی بدبختی کے اسباب فراہم کرے۔

۶۔ شاید اپنے ساتھ کام کرنے والی کسی خاتون کو بٹھایا ہو اور یہ کلپ اس کا ہو۔

۷۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اپنی محبوبہ کو کار میں بٹھا کر عیاشی کرنے گیا ہو، لیکن یہ احتمال دوسرے احتمالات کے مقابلے میں بعید معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اس بات کے متعلق صرف قیاس آرائی کی جا سکتی ہے لیکن اور تمام امکانات کو نظر انداز کر کے اس چیز کو مسلمہ حقیقت نہیں سمجھ لینا چاہیے اور ہنگامہ برپا نہیں کر دینا چاہیے۔ اگر آپ کا شوہر دیر سے گھر آتا ہے تو یہ اس کی خیانت کی دلیل نہیں ہو سکتی شاید اوور ٹائم کرتا ہو، کوئی ضروری کام درپیش آ گیا ہو یا اپنے کسی دوست رشتہ دار یا دفتر کے ساتھی کے گھر چلا گیا ہو، علمی یا مذہبی جلسے میں شرکت کرنے گیا ہو یا یوں ہی گھومنے گیا ہو جس کے سبب دیر سے گھر آیا ہو۔

اگر کوئی عورت آپ کے شوہر کی تعریف کرتی ہے اور اس کو خوبرو جوان کہتی ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ خوش اخلاقی کو خیانت کی دلیل نہیں کہا جا سکتا۔ اگر وہ بداخلاق ہوتا تو کوئی اس کے پاس نہ آتا۔ کیا آپ اس سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ بداخلاقی کا مظاہرہ کرے اور سب اس کو بدمزاج سمجھیں اور اس سے کوسوں دور بھاگیں!؟ اگر کسی بیوہ اور اس کے یتیم بچوں کے ساتھ رحم دلی کا برتاؤ کرتا ہے تو اس کو اس کی خیانت کی دلیل نہیں کہا جا سکتا، شاید ازراہ ہمدردی اور خدا کی خوشنودی کی خاطر غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتا ہو۔

اگر آپ کے شوہر کی کوئی مخصوص الماری یا دراز ہو یا اپنے خطوط پڑھنے کی اجازت نہ دیتا ہو تو اسے بھی اس کی خیانت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے مرد اپنے رازوں کو ذاتی طور پر پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور پسند نہیں کرتے کہ ان کے امور سے کوئی باخبر ہو۔ ممکن ہے ان کے کام کی نوعیت اس قسم کی ہو جس میں کچھ چیزوں کو نہایت خفیہ طریقے سے رکھنا ضروری ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ آپ رازوں کو مخفی نہ رکھ سکیں گی۔

بہر حال کوئی بھی سبب ہو سکتا ہے اور یوں ہی اس پر شک و شبہ کی بنیاد قائم نہیں کی جا سکتی۔ دوسری بات یہ۔ جہاں بھی آپ کو کسی قسم کا شک و شبہ ہو بہتر ہے کہ فوراً اس کے متعلق اپنے شوہر سے بات کریں، لیکن اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت جاننے کے خیال سے۔ اس سے یوں ہی پوچھیے کہ فلاں امور کے متعلق مجھے بدگمانی ہوگئی ہے براہ مہربانی حقیقت حال سے مجھے مطلع کیجیے تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ اس وقت اس کی بات خوب غور سے سنیے اور اگر آپ کا شک دور ہو گیا ہے تو بہت اچھا ہے لیکن اگر آپ اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی ہیں تو بعد میں اس کے متعلق تحقیق اور چھان بین کیجیے تا کہ حقیقت آپ پر روشن ہو جائے۔ اگر تحقیق کے ضمن میں کسی بات کے متعلق آپ کو علم ہو جائے کہ آپ کے شوہر نے جھوٹ کہا تھا اور حقیقت کے خلاف بات بیان کی تھی تو صرف اس جھوٹ کو اس کی خیانت کی دلیل نہ مان لیں کیوں کہ ممکن ہے وہ بے گناہ ہو لیکن اسے آپ کی بدگمانی کا علم ہو اس لیے جان بوجھ کر حقیقت کے برخلاف بات بیان کی ہو کہ کہیں آپ کے شک و شبہ میں اضافہ نہ ہو جائے۔ بہتر ہے کہ اس سلسلے میں پھر اس سے پوچھیے اور اس کی غلط بیانی کی وجہ دریافت کیجیے، البتہ اس نے یہ اچھا کام نہیں کیا کہ جھوٹ کا مرتکب ہوا۔ بہتر ہوتا کہ صحیح بات بیان کر دی ہوتی کیوں کہ صداقت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، لیکن اگر اس نے غلطی کی ہے تو آپ اپنی نادانی اور جہالت کا ثبوت نہ دیں بلکہ اسی سے صراحت سے کہہ دیجیے کہ آئندہ جھوٹ نہ بولے۔ اگر آپ وضاحت چاہیں اور آپ کا شوہر اطمینان بخش طریقے سے توضیح نہ کر سکے تو اس بات کو اس کی خیانت کی مستحکم اور قطعی دلیل نہ سمجھ لیجیے۔ کیوں کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ شاید اصل بات بھول گیا ہو یا آپ کی بدگمانی کے سبب سراسیمہ ہو گیا ہو اور اطمینان بخش جواب نہ دے سکا ہو۔ ایسے موقعے پر بات کو ختم کر دیجیے اور کسی مناسب موقعے پر اس موضوع کے متعلق بات کیجیے، اور اس قضیے کا سبب دریافت کیجیے۔ اگر کہے کہ میں بھول گیا ہوں تو اس کی بات کو مان لیجیے اس کے بعد

بھی اگر آپ کا شک باقی ہے تو دوسرے طریقے سے اس کی تحقیق کیجیے۔ تیسری بات یہ کہ اپنے شک وشبہ کا اظہار ہر کسی کے سامنے نہ کیجیے کیوں کہ ان میں آپ کے دشمن یا ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو آپ سے حسد کرتے ہوں۔ لہٰذا وہ آپ کی بات کی تائید کر کے اس میں کچھ اور حاشیہ آرائی کر دیں گے تا کہ آپ کی زندگی میں تلاطم پیدا ہو جائے، یا ہو سکتا ہے کہ جس کے سامنے آپ بیان کریں وہ آپ کا دشمن نہ ہو لیکن، نادان، نا تجربہ کار اور ہر بات پر فوراً یقین کر لینے والا ہو اور ہمدردی کے خیال سے آپ کی ہاں میں ہاں ملائے بلکہ اور کچھ فضول باتوں کا اضافہ کر کے آپ کے ذہن کو پریشان کر دے۔ لہٰذا مناسب نہیں ہے کہ آپ نادان اور نا تجربہ کار لوگوں سے مشورہ لیں حتیٰ کہ اپنی ماں، بہنوں اور عزیزوں سے بھی نہ کہیں۔ البتہ اگر آپ ضروری سمجھتی ہیں تو اس کام کے لیے اپنے کسی عقلمند، تجربہ کار، ہوشیار اور خیر خواہ دوست کا انتخاب کریں اور اسے ساری بات بتا کر اس سے مشورہ لیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر شواہد ودلائل کے ذریعے آپ کے شوہر کی خیانت ثابت نہ ہو سکے اور آپ کے عزیز واقارب اور دوستوں نے بھی تصدیق کر دی ہو کہ ان دلائل کے ذریعے آپ کے شوہر کی خیانت ثابت نہیں ہوتی اور وہ بے گناہ ہے، نیز آپ کے شوہر بھی ثبوت ودلائل کے ذریعے اور قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلائیں، لیکن اس کے باوجود آپ کی بدگمانی اور شک وشبہ دور نہیں ہوتا تو یقین کیجیے کہ آپ بیمار ہیں اور آپ کا یہ وہم نفسیاتی اور اعصابی مرض کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کسی اچھے اور تجربہ کار نفسیاتی ڈاکٹر (سائیکلوجسٹ) کے پاس جا کر اپنا علاج کرائیے اور اس کے کہنے پر عمل کیجیے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ آپ کی مشکل کا حل وہی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ لڑائی جھگڑے، چیخ پکار، اور ہنگاموں کے ذریعے نہ صرف یہ کہ آپ کی مشکل حل نہیں ہو سکتی بلکہ اور دوسری بہت سی مشکلات لاحق ہونے کا امکان ہے۔ عدالت سے بھی رجوع نہ کریں۔ علیحدگی اور طلاق کا مطالبہ نہ کریں، اپنے شوہر کو بدنام نہ کرتی پھریں، کیوں کہ اس طرح کی باتوں سے کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا بلکہ ایسی صورت میں ممکن ہے دشمنی اور ضد پیدا ہو جائے اور مجبور ہو کر آپ کو شوہر طلاق دے دے اور آپ کی زندگی کا شیرازہ بکھر جائے۔ یہ صورت حال آپ کے لیے ذرا بھی نفع بخش نہ ہوگی اور ساری عمر آپ پچھتاتی رہیں گی۔

ایسے وقت میں صبر وضبط اور دانشمندی سے کام لینا چاہیے، گھبرا کے کوئی خطرناک فیصلہ نہ کیجیے۔ خودکشی کا اقدام نہ کیجیے، کیوں کہ اس قبیح عمل کا ارتکاب کر کے اپنی دنیا بھی کھوئیں گی اور آخرت میں بھی ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہیں گی۔ کیا یہ نہایت افسوسناک بات نہیں کہ انسان ایک فضول سے خیال کے پیچھے اتنا جذباتی ہو جائے کہ اپنی قیمتی زندگی کا خاتمہ کر لے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ عقلمندی اور بردباری سے کام لے کر اپنے مسائل کو سلجھانے کی کوشش کی جائے؟

اور چھٹی بات یہ ہے کہ اگر آپ کی بدگمانی دور نہیں ہوئی ہے اور آپ کو شک یا یقین ہے کہ آپ کے شوہر کی دوسری عورتوں پر بھی نظر ہے تو ایسی صورت میں بھی قصور خود آپ کا اپنا ہے۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ میں اتنی صلاحیت ولیاقت اور فہم وتدبر نہیں ہے کہ اپنے شوہر کے دل کو اس طرح مسخر کر لیں کہ اس میں دوسری عورتوں کے سمانے کی جگہ ہی باقی نہ رہے۔ لیکن اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے، ہٹ دھرمی اور نادانی چھوڑیے، خوش اخلاقی، اچھے رویے اور محبت کا مظاہرہ کر کے اپنے شوہر کے دل میں اس طرح اپنی جگہ بنا لیجیے کہ اس کو صرف آپ ہی آپ نظر آئیں اور آپ کے علاوہ کوئی دوسری عورت اس میں جگہ نہ پا سکے۔

بدطینت لوگوں سے احتیاط

عام طور پر لوگوں میں ایک بہت بری عادت دوسروں کی برائی اور عیب جوئی کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ گندی عادت بذات خود بہت بری چیز ہونے کے علاوہ بیشمار خراب نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے سبب بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، نفاق اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، اس کے سبب آپس میں انس ومحبت کے رشتے منقطع ہو جاتے ہیں، دوستی اور الفت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ خاندانوں کے آپس کے تعلقات میں سرد مہری آ جاتی، میاں بیوی

میں تفرقہ اندازی اور علیحدگی کا سبب بنتی ہے قتل و غارت گری کا باعث بنتی ہے۔

افسوسناک بات تو یہ ہے کہ یہ عظیم عیب کچھ اس طرح ہمارے معاشرے میں سرایت کر گیا ہے کہ لوگ اس کو عیب اور برائی ہی نہیں سمجھتے۔ ہر مجلس میں اس کے ذریعے منھ کا مزہ بدلا جاتا ہے اور ہر محفل کے لیے یہ عادت زینت بخش اور مشغلہ شمار کی جاتی ہے۔ کم ہی ایسی محفلیں ہوں گی جہاں کسی کی بدگوئی نہ کی جائے، خاص طور پر اگر زنانہ محفل ہو اور دو عورتیں آپس میں مل بیٹھیں تو ایک دوسرے کی غیبت اور بے پر کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ اس کی برائی کرتی ہے وہ اس کی مذمت کرتی ہے، غیبت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

گویا عیب جوئی کرنے کا مقابلہ رکھا گیا ہے اور سب سے بدتر تو یہ کہ دوسروں کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے شوہر پر تنقید کرنے پر اتر آتی ہیں، ایک دوسری کے شوہر کی شکل و صورت کی برائی کرتی ہے یا اس کی تعلیمی سطح پر اعتراض کرتی ہے یا اس کے اخلاق و کردار کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتی ہے یا اس کی مالی حالت پر اظہار افسوس کرتی ہے۔ اگر تیل فروش ہے تو کہتی ہے تمہارے شوہر کے پاس سے تیل کی بو آتی ہے، کس طرح اس کے ساتھ نباہ کرتی ہو؟ اگر موچی ہے تو کہے گی بھلا موچی سے کیوں شادی کی؟ اگر ڈرائیور ہے تو کان بھرے گی کہ تمہارا شوہر ہمیشہ سفر میں رہتا ہے یہ تمہارے لیے اچھا نہیں ہے۔ اگر قصاب ہے تو کہتی ہے اس کے پاس سے گوشت کی بو آتی ہے۔ اگر دفتر کا کام کرتا ہے تو کہتی ہے ایسے آدمی کو زندگی اور دفتر میں ذرا بھی آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر غریب اور کم آمدنی والا ہے تو کہتی ہے ایسے غریب کے ساتھ کیسے گزارا کرتی ہو۔ اے بہنے! تم ایسی خوب صورت اور میاں ایسا بدصورت اور بے ہنگم کیسا چھوٹے سے قد کا، کالا اور دبلا پتلا لاغر ہے۔ بھلا ایسے مرد سے کیوں شادی کی تھی؟ کیا ماں باپ کو بھاری تھیں کہ ایسے آدمی سے تمھیں بیاہ دیا؟۔ ارے تمہارے تو سیکڑوں رشتے آئے ہوں گے، افسوس تمھیں ایسے جاہل کے پلے باندھ کر ساری خوشیوں سے محروم کر دیا نہ سینما، نہ تھیٹر، نہ تفریح، یہ بھی کوئی زندگی ہے؟ اے بہنے تمہارا میاں کیسا بدمزاج ہے جب بھی اسے دیکھتی ہوں تیوریاں چڑھی ہوئی، ایسے تنک چڑھے کے ساتھ کیسے گزارا کرتی ہو؟ اتنا پڑھ لکھ کر بھلا ایک دیہاتی سے کیوں شادی کر لی؟

یہ اور اس قسم کی دوسری سیکڑوں باتوں کا عورتوں کے درمیان تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ دراصل اس قسم کی بے لگام باتوں کی عادت بعض عورتوں کو کچھ اس طرح پڑ جاتی ہے کہ وہ ذرا بھی نہیں سوچتیں کہ ان باتوں کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں؟ انھیں ذرا بھی فکر نہیں کہ ممکن ہے ان کا ایک جملہ کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدظن کر دے اور انجام کار اس کا نتیجہ طلاق اور علیحدگی بلکہ قتل و غارت گری ہو اور بسا بسایا گھر تباہ و برباد ہو جائے۔ اسی قسم کی عورتیں درحقیقت انسان کی صورت میں شیطان ہوتی ہیں۔ وہ خاندانوں کی خوشحالی اور سکون و اطمینان کی دشمن ہوتی ہیں۔ جس طرح شیطان کا کام دشمنی، اختلاف اور نفاق پیدا کرنا ہے اسی طرح یہ عورتیں بھی خوش و خرم گھرانوں کو دردناک اور تاریک قید خانوں میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اب یہ غور کرنا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمارے معاشرے کی جملہ خرابیوں میں سے یہ ایک انتہائی بری اور تباہ کن خرابی ہے، حالانکہ اسلام نے اس چیز کی سختی سے ممانعت کی ہے لیکن ہم اس ذلیل عادت سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں۔

حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں، اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر تو اسلام کا دم بھرتے ہو لیکن تمہارے دلوں میں ایمان نے راہ پیدا نہیں کی ہے، مسلمانوں کی برائی نہ کیا کرو اور دوسروں کی عیب جوئی کی فکر میں نہ رہو کیوں کہ جو شخص دوسروں کے عیبوں کو ظاہر کرے گا خدا بھی اس کے عیب برملا کرے گا اور اس صورت میں وہ رسوا ہو گا خواہ اپنے گھر ہی میں کیوں نہ ہو۔

کتنی قسم کی یہ عورتیں، اس قسم کی باتیں کر کے اپنے چند مقاصد پورے کر سکتی ہیں یا تو دشمنی اور کینے کے سبب اس قسم کی باتیں کرتی ہیں تاکہ کسی خاندان کو تباہ کر دیں یا جذبۂ رشک و حسد ان کو عیب جوئی پر مجبور کرتا ہے یا اس قسم کی باتوں سے ان کا مقصد فخر اور خود ستائی ہوتا ہے اور دوسروں کی برائی کر کے چاہتی ہیں کہ اپنی خوبیاں دوسروں کے سامنے بیان کریں یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ انھیں خود اپنے عیب اور نقص کا علم ہو اور ان کا احساس کمتری

انھیں دوسروں پر تنقید کرنے پر ابھرتا ہے یا سادہ لوح عورتوں کو فریب اور دھوکا دینا ان کا مقصد ہوسکتا ہے یا اس طریقے سے اپنی ہمدردی اور خیرخواہی جتانا چاہتی ہوں۔ بعض عورتیں بلا مقصد صرف تفریح اور مشغلے کے طور پر اپنی گندی عادت سے مجبور ہوکر ایسا کرتی ہیں۔ بہرحال یہ بات تو مسلم ہے کہ ان کا مقصد خیرخواہی یا ہمدردی نہیں۔ یہ بری عادت جو ہمارے سماج میں مردوں اور عورتوں دونوں میں پائی جاتی ہے، اس کے نتائج بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ خراب عادت دوستوں کے درمیان رخنہ ڈال دیتی ہے، جنگ وجدال کا سبب بنتی ہے، خوش وخرم زندگیوں کا شیرازہ بکھیر دیتی ہے، اس کے باعث کس قدر قتل وخون ہوجاتے ہیں!

اگر اپنی اور اپنے شوہر اور بچوں کی بھلائی چاہتی ہیں تو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیے اور اس قسم کے شیطان صفت انسانوں کے بہکاوے میں نہ آجایئے۔ ان کی ظاہری ہمدردی سے دھوکا نہ کھا جائے۔ یقین کیجیے یہ آپ کے دوست نہیں بلکہ آپ کی خوشی اور پرمسرت زندگی کے دشمن ہیں۔ ان کا مقصد آپ کو تباہی وبربادی کے دہانے پر پہنچا دینا۔ سادہ لوحی اور ہر بات پر جلدی یقین کرلینے کی عادت سے پرہیز کیجیے۔ اپنی ہوشیاری کے ذریعے ان کے فاسد مقاصد کو بھانپ لیجیے اور اگر یہ آپ کے شوہر کی برائی کرنا چاہیں تو ان کو فوراً ٹوک دیجیے اور بغیر کسی تکلف صاف صاف کہہ دیجیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان دوستی اور آمدورفت کا سلسلہ اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے کہ آئندہ میرے شوہر کے خلاف آپ ایک کلمہ بھی نہ کہیں، میں اپنے شوہر کو پسند کرتی ہوں، اس میں کوئی عیب نہیں ہے، آپ کو میری اور میرے شوہر اور بچوں کی نجی زندگی سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہیے۔

آپ کے اس دوٹوک لب ولہجہ سے وہ لوگ اندازہ لگالیں گے کہ آپ کو اپنے شوہر اور بچوں سے شدید لگاؤ ہے۔ لہٰذا آپ کو گمراہ کرنے سے مایوس ہوجائیں گے اور اس طریقے سے آپ ہمیشہ کے لیے ان کے شر وفساد سے محفوظ ہوجائیں گی۔ اس بات کی فکر نہ کیجیے کہ یہ بات ان کی رنجیدگی کا باعث ہوگی اور آپ کی دوستی میں فرق آجائے گا، کیوں کہ اگر وہ لوگ واقعی آپ کے دوست ہیں تو نہ صرف یہ کہ ناراض نہیں ہوں گے بلکہ آپ کے اس عاقلانہ یاد آوری سے متنبہ ہوجائیں گے اور آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔ اور اگر دوست کی صورت میں آپ کے دشمن ہوئے تو یہی بہتر ہے کہ آپ ان سے میل جول ترک کردیں اور اگر آپ دیکھیں کہ وہ اس گندی عادت سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تو بہتری اسی میں ہے کہ ان سے مکمل طور پر تعلقات منقطع کرلیں کیوں کہ ایسے لوگوں سے دوستی اور میل جول ممکن ہے آپ کی لیے بدبختی کے اسباب فراہم کردے۔

شوہر کی رضامندی یا ماں کی پسند

لڑکی جب تک ماں باپ کے گھر میں رہتی ہے اسے ان کی مرضی کی مطابق کام کرنا ہوتا ہے لیکن جب اس کی شادی ہوجاتی ہے اور وہ شوہر کے گھر چلی جاتی ہے تو اس کے فرائض بدل جاتے ہیں۔

شادی کے بعد اسے چاہیے کہ شوہر کی دیکھ بھال کرے اور اس کی رضامندی اور خوشنودی کو ہر چیز پر مقدم سمجھے حتیٰ کہ جہاں پر ماں باپ اور شوہر کی خواہش میں تصادم ہو رہا ہو وہاں صلاح اسی میں ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی مرضی کے مطابق عمل کرے، خواہ اس کے ماں باپ کی رنجیدگی اور ناراضگی کا سبب ہی کیوں نہ بنے کیوں کہ شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے سے، انس ومحبت کا رشتہ جو کہ شادی شدہ زندگی کی بقا کا ضامن ہوتا ہے، مستحکم تر ہوجائے گا لیکن اگر ماں کی خواہش ومرضی کو اولیت دی تو ممکن ہے اس مقدس عہد وپیمان میں تزلزل پیدا ہوجائے یا وہ ٹوٹ جائے کیوں کہ بہت سی مائیں صحیح تربیت اور اعلیٰ فکر کی حامل نہیں ہوتیں، انہوں نے اب تک اس بات کو نہیں سمجھا ہے کہ لڑکی اور داماد کو ان کے حال پر آزاد چھوڑ دینے ہی میں ان کی بہتری ہے تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے مانوس ہوں اور مفاہمت پیدا کریں۔ اپنے حالات کے مطابق اپنی زندگی کے پروگرام کو تیار کرکے اس پر عمل کریں اور اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو مشورے اور مفاہمت سے اسے حل کریں۔

صحیح تعلیم وتربیت سے عاری خواتین چونکہ اس حقیقت کو جو عین مصلحت کے مطابق ہے، سمجھ نہیں پاتیں اس لیے اس فکر میں

رہتی ہیں کہ داماد کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔ اسی لیے براہ راست اور بالواسطہ طور پر ان کے امور میں مداخلت کرتی ہیں اور اس مقصد کے تحت اپنی بیٹی سے جو کہ ابھی جوان اور ناتجربہ کار ہے اور اپنی بھلائی برائی سے پوری طرح آگاہ نہیں ہے، اس معاملے میں مدد لیتی ہیں۔ اس کو داماد پر اثر انداز ہونے کے لیے آلۂ کار کے طور پر استعمال کرتی ہیں وہ حکم دیتی رہتی ہیں کہ اپنے شوہر سے کس طرح برتاؤ کرو، کیا کہو، کیا نہ کہو۔ سادہ لوح لڑکی چونکہ اپنی ماں کو اپنا خیر خواہ اور مصلحت اندیش سمجھتی ہے اس لیے اس کی اطاعت کرتی ہے اور اس کے کہنے پر عمل کرتی ہے، اگر داماد ان کی مرضی کے مطابق چلتا رہا تو کیا کہنے، لیکن اگر اس نے سرتابی کی تو لڑائی جھگڑا، رسہ کشی اور ضد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نادان عورتیں ممکن ہے اس سلسلے میں اس قدر سختی اور ہٹ دھرمی سے کام لیں کہ اپنی بیٹی اور داماد کو اپنی ضد اور خودسری پر قربان کر کے ان کی زندگیاں تباہ کر دیں، بجائے اس کے کہ لڑکی کو نصیحت کریں، ساتھ نبھانے کی ترغیب دلائیں، تسلی دیں، برابر اس کے شوہر کی برائیاں کرتی رہتی ہیں، مثلاً ہائے میری بچی کی قسمت پھوٹ گئی کیسا خراب شوہر اس کے پلے پڑا ہے؟ کیسے اچھے اچھے رشتے آئے تھے، فلاں کی زندگی کیسی اچھی گزر رہی ہے؟ میری بھانجی کو دیکھو اس کے کیا ٹھاٹ باٹ ہیں؟ فلاں اپنی بیوی کے لیے کیسے اچھے اچھے لباس لاتا ہے، میری لڑکی بھلا کسی سے کم ہے جو ایسی زندگی گزارے؟ ہائے میری بیٹی کے کیسے نصیب ہیں؟ اس قسم کی باتیں جو ہمدردی اور خیر خواہی کے طور پر ادا کی جاتی ہیں سادہ لوح لڑکی کو شوہر اور زندگی کی جانب سے بدظن اور سرد مہر بنا دیتی ہیں اور بہانہ بازیوں اور باہمی رنجش کے اسباب فراہم کر دیتی ہیں۔ لڑکی کے دل میں زہر آگیں خیالات سرایت کر جاتے ہیں اور وہ بہانے تلاش کر کے اپنے شوہر سے لڑتی جھگڑتی اور اسے اذیت میں مبتلا کرتی ہے، اس صورت حال میں سخت قدم اس وقت آتا ہے جب لڑکی کی ماں بھی اس کی حمایت میں کھڑی ہو جاتی ہیں اور زبانی و عملی طور پر اس کی تائید کرتی ہے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے کسی بھی چیز حتیٰ کہ طلاق دلانے اور اپنی بیٹی کا گھر اجاڑنے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ ذیل کی داستان پر توجہ فرمائیے:

ایک انتالیس سالہ مرد اپنی بیوی اور ساس کے ہاتھوں اتنا پریشان ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی۔ اس نے جو خط چھوڑا اس میں لکھا تھا چونکہ میری بیوی، جس شہر میں، میں کام کرتا ہوں، آنے پر راضی نہیں ہوتی اور اپنے ناروا سلوک سے مجھے اس قدر اذیت پہنچاتی ہے کہ میں اس سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں، میری موت کی ذمہ دار میری بیوی اور اس کی ماں ہے۔

ظاہر ہے اگر لڑکیاں اس قسم کی نادان اور خود غرض ماؤں کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گی اور ان کے غلط خیالات کا اثر قبول کریں گی تو یقیناً اپنے بسے بسائے گھر کو خود اپنے ہاتھوں تباہ کر دیں گی۔

لہٰذا جو عورت خوش و خرم زندگی گزارنے اور اپنی شادی شدہ زندگی کو برقرار رکھنے کی خواہشمند ہے اسے چاہیے کہ بغیر سوچے سمجھے اپنی ماں کے افکار و خیالات کو قبول نہ کرے اور اسے سو فیصدی درست اور مصلحت کے مطابق تصور نہ کرے۔ ایک عقلمند اور ہوشیار عورت ہمیشہ احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام لیتی ہے۔ اپنے ماں باپ کی گفتار اور تجاویز پر خوب غور کرتی ہے، اس کے انجام اور نتائج کے بارے میں سوچتی ہے اور اس کے وسیلے سے اپنی ماں کو پرکھتی ہے۔ اگر دیکھتی ہے کہ اس کی ماں تعاون کرنے اور ایک عاقلانہ روش اپنانے کی ترغیب دلاتی ہے تو جان لیتی ہے کہ وہ خیر خواہ، عقلمند اور مدبر خاتون ہے، اس صورت میں اس کے کہنے پر عمل کرنا چاہیے اور اس کی عاقلانہ ہدایتوں کو قبول کرنا چاہیے لیکن اگر دیکھے کہ اپنی جاہلانہ باتوں اور غیر عاقلانہ تجاویز کے ذریعے اس کو اپنے شوہر سے بدظن کر دیتی ہے اور اس کی بدبختی کے اسباب فراہم کرتی ہے تو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ نادان، بدسلیقہ اور بداخلاق ہے۔

ایسے حالات میں ماں یا دوسرے رشتہ داروں کی غیر منطقی تجاویز اور فضول باتوں سے قطع نظر کر کے اپنے شوہر کی دیکھ بھال میں لگ جائے اور اپنی ماں سے مناسب لہجے میں کہہ دے کہ میرے مقدر میں اسی مرد سے شادی ہونا لکھا تھا، لہٰذا اب میری بہتری اسی میں ہے کہ پوری تندہی اور سنجیدگی کے ساتھ اس مشترکہ زندگی کو

خوشحال اور پر مسرت بنانے کی کوشش کروں اور اپنے اچھے اخلاق و کردار کے ذریعے اپنے شوہر کو راضی اور خوش رکھوں، وہی مجھ کو خوش نصیب بنا سکتا ہے وہی میرا شریک زندگی اور مونس و غمخوار ہے میری نظر میں اس سے بہتر کوئی دوسرا نہیں۔ ہم لوگ مسائل کو خود حل کرلیں گے اور اگر کوئی مشکل آپڑی تو وہ حل ہو جائے گی۔ آپ کی مداخلتوں کے سبب ممکن ہے ہماری ازدواجی زندگی تباہ و برباد ہو جائے اگر آپ چاہتی ہیں کہ ہماری آمد و رفت اور تعلقات قائم رہیں تو ہماری نجی زندگی میں بالکل دخل اندازی نہ کیجیے اور میرے شوہر کی برائی نہ کیجیے ورنہ میں آپ سے قطع تعلق کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔ اگر آپ کی ان باتوں اور نصیحتوں کا ان پر اثر ہوتا ہے اور وہ اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرلیتی ہیں تو آپ ان سے تعلقات قائم رکھیں لیکن اگر وہ اپنی اصلاح کرنے پر تیار نہیں تو آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ ماں کے یہاں آنا جانا بہت کم کر دیں اور اس طرح ایک بہت بڑے مسئلے یعنی خاندان کا شیرازہ درہم برہم ہونے کے خطرے سے نجات حاصل کرلیں اور اطمینان کے ساتھ زندگی گزاریں۔ اسی صورت میں ممکن ہے رشتے داروں کی نظر میں آپ کی عزت و وقار کم ہو جائے لیکن اس کے بدلے میں آپ کے شوہر کی محبت و خوشنودی میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور اس کی نظروں میں آپ کی عزت و وقار بڑھ جائے گا۔

حضرت رسول خدا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "تم میں سے بہترین عورت وہ ہے جس کے زیادہ بچے ہوں، شوہر سے محبت کرنے والی، پاک دامن اور باحیا ہو، اپنے شوہر کی مطیع و فرمانبردار ہو، اپنے شوہر کے لیے آرائش کرے، خود کو غیروں سے محفوظ رکھے، اپنے شوہر کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے، جب دونوں تنہا ہوں تو اس کے ارادے پر عمل کرے لیکن ہر حال میں شرم و حیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔"

گھریلو اور روزمرہ زندگی میں آرائش

اکثر خواتین کی عادت ہوتی ہے کہ جب باہر جاتی ہیں یا کسی جشن میں شرکت کرتی ہیں یا کہیں دعوت میں جاتی ہیں تو آرائش کرتی ہیں، بہترین لباس پہنتی ہیں اور حتی المقدور بہترین شکل میں گھر سے باہر جاتی ہیں لیکن جب گھر واپس آتی ہیں تو فوراً اچھے خوب صورت لباس کو اتار دیتی ہیں، معمولی اور پرانے کپڑے پہن لیتی ہیں، گھر میں صاف ستھری نہیں رہتیں، بناؤ سنگھار نہیں کرتیں، الجھے بالوں اور گھرداری کے لباس میں گھومتی رہتی ہیں۔ داغ لگے میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتی ہیں۔ حالانکہ ہونا چاہیے اس کے برعکس۔ عورت کو چاہیے گھر میں اپنے شوہر کے لیے آرائش کرے، اپنے شوہر کے لیے جو کہ اس کا دائمی شریک زندگی، دوست، مونس و غمخوار اور اس کے بچوں کا باپ ہے، بجے بنے اسے ناز و انداز دکھائے اور اس کے دل کو اپنے بس میں کرے تا کہ گلی کوچے کے دلبر اس کے دل میں جگہ نہ پاسکیں۔ دوسروں کی کیا اہمیت ہے کہ ان کے لیے زیب و زینت کی جائے، کیا یہ بات قابل تاسف نہیں کہ عورت غیروں کی توجہ کا مرکز بننے کے لیے آرائش و زیبائش کرے اور جوان مردوں اور دوسری عورتوں کے لیے مشکلات پیدا کر دے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

"جو عورت خوشبو لگا کر باہر جائے جب تک گھر واپس نہ آجائے خدا کی رحمت سے دور رہتی ہے۔"

آنحضرت ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے بہترین عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کی اطاعت گزار ہو اس کے لیے آرائش کرے لیکن اپنا بناؤ سنگھار غیروں پر ظاہر نہ کرے، اور تم میں سے بدترین عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں زینت کرے۔

خاتون عزیز! ایک مرد کے دل کو قابو میں کرنا، وہ بھی ہمیشہ کے لیے کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ نہ کہیے کہ وہ مجھے چاہتا ہے، لہذا کیا ضرورت ہے کہ اس کے سامنے سجوں بنوں اور ناز و انداز دکھاؤں، جی نہیں اس کے عشق کی ہمیشہ حفاظت کیجیے۔

یقین جانیے آپ کا شوہر چاہتا ہے کہ آپ اس کے سامنے ہمیشہ بنی سنوری اور صاف ستھری رہیں، خواہ زبان سے نہ کہتا ہو۔ اگر آپ اس کی دلی خواہش کو پورا نہ کریں تو ممکن ہے گھر سے باہر صاف ستھری اور بنی ٹھنی عورتوں کو دیکھتا ہو تو ان کا مقابلہ آپ کی بری وضع قطع سے کرتا ہو اور سوچتا ہو کہ یہ فرشتے ہیں جو آسمان سے نازل ہوئے

ہیں۔ آپ بھی گھر میں اس کے لیے صاف ستھری رہیے، بناؤ سنگھار کیجیے، اچھے اچھے لباس پہنیے، سے ناز و انداز دکھایئے تاکہ وہ سمجھے کہ آپ بھی کم نہیں بلکہ ان عورتوں سے زیادہ اچھی اور خوب صورت ہیں، ایسی صورت میں آپ اس کے پائیدار عشق کی امید کرسکتی ہیں اور ہمیشہ کے لیے اس کے دل پر حکومت کرسکتی ہیں۔ ایک شوہر کے خط پر توجہ فرمایئے، لکھتا ہے:

شاید آپ کہیں کہ گھر میں اور باورچی خانے کے کاموں کے ساتھ بن سنور کر رہنا ممکن نہیں ہے لیکن اگر آپ اس عمل کی قدر و قیمت سے واقف ہو جائیں تو یقیناً آپ اس مشکل کو حل کرسکتی ہیں۔ گھر کے کاموں کو انجام دینے کے لیے ایک لباس مخصوص کرلیجیے اور کام کے وقت اسے استعمال کیجیے، جب کام سے فارغ ہو جائیں اور آپ کے شوہر کے آنے کا وقت ہو اس وقت صاف ستھری ہو کر عمدہ لباس پہنیے، بالوں کو سنواریے اور آراستہ ہو کر اپنے شوہر کی آمد کا انتظار کیجیے۔

محبت کا اظہار

مصیبت اور بیماری کے وقت انسان کو تیمار دار اور غمخوار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی اس سے ہمدردی کرے، نوازش و دلجوئی کرکے اس کو تسکین دے، تسلی و تشفی کے ذریعے اس کے اعصاب کو سکون پہنچائے۔ دراصل مرد وہی سابق بچہ ہوتا ہے جو بڑا تو ہوگیا ہے مگر وہ اب بھی ماں کی نوازش و محبت کا بھوکا ہوتا ہے۔ مرد جب کسی عورت سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتا ہے تو اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ پریشانی اور بیماری کے موقعوں پر ٹھیک ایک مہربان ماں کی طرح اس کی تیمارداری اور دلجوئی کرے۔

عزیز بہن! اگر آپ کے شوہر بیمار پڑ گئے ہیں تو ان کے ساتھ پہلے سے زیادہ مہربانی کا برتاؤ کیجیے، ان سے اظہار ہمدردی کیجیے اور افسوس کا اظہار کیجیے، ان کی علالت پر اپنے شدید رنج و غم کو ظاہر کیجیے، ان کو تسلی دیجیے، ان کے آرام کا خیال رکھیے، اگر ڈاکٹر یا دوا کی ضرورت ہو تو مہیا کیجیے۔ جس غذا سے انھیں رغبت ہو اور ان کے لیے مناسب ہو فوراً تیار کیجیے، بار بار ان کی احوال پرسی کیجیے، اور تسلی دیجیے۔ ان کے پاس زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کیجیے اگر درد و تکلیف کی شدت سے انھیں نیند نہ آرہی ہو تو آپ بھی کوشش کریں کہ ان کے ساتھ جاگتی رہیں۔ آپ کو نیند آگئی تو جب آنکھ کھلے تو ہلکے سے ان کا سر سہلا کے دیکھیے اگر بیدار ہیں تو ان کا حال پوچھیے اگر رات جاگ کر گزاری ہے تو صبح کو ناراضگی کا اظہار نہ کیجیے۔ دن میں ان کے کمرے میں تنہائی اور خاموشی کا اہتمام رکھیے شاید ان کو نیند آجائے۔ آپ کی ہمدردیاں اور نوازشیں ان کی تکلیف میں تسکین کا سبب بنیں گی اور ان کے صحت یاب ہونے میں معاون ثابت ہوں گی۔ اس کے علاوہ اس قسم کے کام وفاداری اور سچی محبت کی نشانیاں سمجھی جاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں مرد کی زندگی میں لگن اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے، آپس میں محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر آپ بیمار ہوں گی تو یہی سلوک وہ آپ کے ساتھ کریں گے۔

حضرت رسول خداﷺ فرماتے ہیں:

"عورت کا جہاد یہ ہے کہ شوہر کی نگہداشت اچھی طرح کرے۔"

راز کی حفاظت

عام طور پر خواتین کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے شوہر کے اسرار و رموز سے باخبر رہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ کسب معاش کی کیفیت، تنخواہ، بینک بیلنس، دفتری رموز اور اس کے مستقبل کے فیصلوں اور ارادوں سے مطلع رہیں۔ مختصر یہ کہ اپنے شوہر سے توقع رکھتی ہیں کہ اپنے تمام رازوں کو اپنی بیویوں پر ظاہر کردیں اور کبھی کبھی یہی موضوع گرما گرمی اور بدگمانی کا سبب بن جاتا ہے۔

بیوی شکایت کرتی ہے کہ میرے شوہر کو مجھ پر اعتبار نہیں کہ وہ اپنے رازوں کو مجھ سے مخفی رکھتا ہے۔ اپنے خطوط مجھے پڑھنے نہیں دیتا۔ اپنی آمدنی اور پس انداز رقم کے بارے میں نہیں بتاتا۔ مجھ سے اپنے دل کا حال نہیں کہتا، میرے سوالوں کے جواب دینے میں تامل کرتا ہے بلکہ کبھی کبھی جھوٹ بولتا ہے۔ اتفاق سے بعض مرد بھی اپنی زندگی کے اسرار و رموز بیوی سے پوشیدہ رکھنا پسند نہیں کرتے لیکن ان کا عذر یہ ہوتا ہے کہ عورتوں کے پیٹ میں کوئی بات نہیں پچتی۔ وہ کسی بات کو پوری طرح پوشیدہ نہیں رکھ پاتیں، ادھر کچھ سنا اور فوراً

دوسروں سے کہہ دیا۔ کوئی بھی بہانے بہانے سے اس راز کو ان کے منہ سے اگلوا سکتا ہے اور اس طرح خواہ مخواہ ان کے لیے مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے۔

لہٰذا عورت اگرچہ حق ہے کہ اس کا شوہر اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھے تو اسے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے رازوں کی حفاظت کرے اور محتاط رہے، اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی سے بھی اور کسی صورت میں بھی کوئی بات نہ کرے حتیٰ کہ اپنے قریبی عزیزوں اور گہرے دوستوں سے بھی اپنے شوہر کے رازوں کو نہ کہے۔ راز کی حفاظت کے لیے یہ کافی نہیں کہ خود تو دوسروں سے کہہ دیں اور اس سے کہیں کہ کسی سے نہ کہنا۔ یقیناً جس کو راز دار بنایا گیا ہے اس کے بھی کچھ دوست ہوں گے اور ممکن ہے وہ آپ کے راز اپنے دوستوں سے کہہ دے اور کہے کہ کسی اور سے نہ کہنا۔ لہٰذا عقلمند انسان اپنے رازوں میں کسی کو شریک کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''عاقل انسان کا سینہ اس کے رازوں کا صندوق ہوتا ہے۔''

مزید فرمایا:

''کہ دنیا و آخرت کی خوبیاں دو چیزوں میں مضمر ہیں راز کی حفاظت کرنے اور اچھے لوگوں سے دوستی کرنے میں، اور تمام برائیاں دو چیزوں میں جمع ہوتی ہیں رازوں کو فاش کرنے اور بدکار لوگوں سے دوستی کرنے میں۔''

شوہر کی برتری کا ایجاب

ہر ادارے، تنظیم، کارخانے، دفتر بلکہ ہر سماجی تنظیم کو ایک ذمہ دار سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے۔ خواہ اس ادارے کے افراد کے درمیان تعاون اور ہم آہنگی پائی بھی جاتی ہو لیکن سرپرست کے بغیر ادارے کا انتظام بخوبی انجام نہیں پا سکتا۔ ایک گھر کے نظام کو چلانا یقیناً کسی بھی ادارے سے زیادہ دشوار اور قابل قدر ہے اور اس کے لیے ایک سرپرست کی زیادہ ضرورت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک خاندان کے افراد کے درمیان آپس میں مکمل مفاہمت، تعاون اور ہم آہنگی پائی جانی چاہیے۔ لیکن ایک مدبر اور عاقل سرپرست کا وجود بھی اس کے لیے ضروری ہے جس گھر میں ایک مدبر اور بااثر سرپرست نہیں ہوتا، یقینی طور پر اس گھر میں نظم وضبط کا فقدان ہوتا ہے۔ گھر کی سرپرستی یا تو مرد کے سپرد ہو اور عورت اس کی اطاعت کرے یا پھر عورت سرپرست ہو اور مرد اس کی فرمانبرداری کرے لیکن چونکہ یہ کام مرد زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکتے ہیں اس لیے کہ ان کے جذبات پر ان کی عقل غالب نہیں آتی، اسی لیے خداوند حکیم و دانا نے یہ بڑی ذمہ داری مرد کے کندھے پر ڈالی ہے۔ قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

''مرد عورتوں کے سرپرست ہیں۔ کیوں کہ خدا نے بعض افراد (مرد) کو بعض افراد (عورت) پر برتری عطا کی ہے۔ اور چونکہ (مردوں نے عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے، پس نیک عورتیں اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوتی ہیں۔''

اس بنا پر خاندان کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ مرد کو خاندان کے سرپرست اور بزرگ کا درجہ دیا جائے اور سب اس کی رائے اور مشورہ کے مطابق کام کریں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کے مقام و عزت میں کمی آجائے گی اس طرح بلکہ گھر کے نظم وضبط اور تربیت و انتظام کے لیے یہ چیز لازم و ملزوم ہے۔ اگر خواتین اپنے بے جا تعصب اور خام خیالات سے قطع تعلق کر کے غور کریں تو ان کا ضمیر بھی اس بات کو قبول کرے گا۔

جب لڑکی کی شادی ہو تو اسے اس قدیمی نصیحت کو یاد دلانا چاہیے کہ ''عروسی کا جوڑا پہن کر شوہر کے گھر میں داخل ہوئی ہو اب کفن پہن کر ہی اس گھر سے نکلنا۔''

البتہ مرد کے روزمرہ کے مشاغل اور زندگی کی فکریں عموماً اسے اجازت نہیں دیتیں کہ گھر کے تمام امور میں دخل دے، در حقیقت کہا جا سکتا ہے کہ کاموں کا ایک حصہ عملی طور پر خاتون خانہ کے سپرد ہوتا ہے اور اس کے زیادہ تر کام اسی کے ارادے اور مرضی کے مطابق انجام پاتے ہیں لیکن ہر حال میں مرد کے حق حاکمیت اور سرپرستی کا احترام کرنا چاہیے۔ اگر کسی بات میں وہ اپنی رائے ظاہر کرے اور دخل اندازی کرے خواہ خانہ داری کے جزوی مسائل ہی کیوں نہ ہوں تو اس کی رائے اور تجویز کو رد نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ چیز

اس کے حق حاکمیت سے انکار کے مترادف ہوگی اور چونکہ اس بات سے اس کی شخصیت مجروح ہوئی اس لیے اپنے آپ کو شکست خوردہ اور اپنی بیوی کو بے ادب، حق ناشناس اور ضدی خیال کرے گا۔ زندگی سے اس کی دلچسپی کم ہوجائے گی اور اپنی بیوی کی جانب سے اس کے دل میں لاتعلقی پیدا ہوجائے گی، چونکہ اس کی شخصیت مجروح ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہ اس کی تلافی اور انتقام کی فکر میں رہے۔ حتیٰ کہ اپنی بیوی کے معقول اور مناسب مطالبات کے لیے بھی وہ سختی سے کام لے۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اچھی عورت اپنے شوہر کی بات پر توجہ دیتی ہے اور اس کے کہنے کے مطابق عمل کرتی ہے۔''

ایک عورت نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ بیوی پر شوہر کے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں، فرمایا:

''اس کی اطاعت کرے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔''

رسول خدا ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ ''بدترین عورتیں، ضدی اور ہٹیلی عورتیں ہیں۔''

عزیز بہن! اپنے شوہر کو خاندان کے بزرگ اور سرپرست کی حیثیت دیجیے، ان کی رائے اور مشورہ کے مطابق کام انجام دیجیے، ان کے احکام کی خلاف ورزی نہ کیجیے۔ اگر کسی کام میں مداخلت کریں تو اس کے مقابلے میں سختی نہ دکھائیے، خواہ امور خانہ داری ہی میں کیوں نہ دخل دے حالانکہ اس معاملے میں آپ زیادہ بہتر جانتی ہیں۔ عملی طور پر اپنے شوہر کے اختیارات کو سلب نہ کیجیے اگر کبھی کبھی کاموں میں دخل اندازی کرتا ہے اور اپنی بزرگی جتا کر خوش ہوتا ہے تو اسے خوش ہو لینے دیجیے۔ اپنے بچوں پر اپنے عمل کے ذریعہ واضح کیجیے کہ وہ خاندان کا سرپرست ہے اور انھیں بتاتی رہیے کہ کاموں میں اپنے باپ سے اجازت لیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں۔ بچپن سے ہی انھیں اس بات کی عادت ڈالیے تاکہ فرمانبردار، مہذب اور باادب بنیں اور بات سننا سیکھیں اور آپ کی اور آپ کی شوہر کی عزت کریں۔

سختیوں کو جھیلنا سیکھیے

دنیا میں ہر ایک کے حالات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔ انسان کی زندگی میں ہزاروں نشیب و فراز آتے ہیں۔ کبھی انسان کسی شدید مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ کبھی بے روزگار ہوکر گھر بیٹھ جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارا مال و متاع لٹ جاتا ہے اور تہی دست ہوجاتا ہے، غرض کہ انواع و اقسام کے حادثات اور پریشانیاں ہر انسان کی زندگی میں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔

میاں بیوی جو رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوکر ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے کا عہد کرتے ہیں، اس رشتے کا تقاضا ہے کہ ہر حال میں ایک دوسرے کے یار و مددگار اور مونس و غمخوار رہیں۔ رشتۂ ازدواج اس قدر استوار اور محبت کا رشتہ اس قدر مستحکم ہونا چاہیے کہ ہر حال میں اپنے عہد و پیمان پر باقی رہیں۔ خوشی و غم ہر حال میں ساتھ رہیں۔ سلامتی اور بیماری، خوشحالی اور تنگ دستی ہر حال میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

عزیز بہن! اگر گردش روزگار سے آپ کے شوہر تہی دست ہوجائیں تو ایسا ہرگز نہ کریں کہ خود رنجیدہ ہوکر ان کے غموں میں اضافہ کریں اور اعتراض اور شکایتیں کرنے لگیں۔ اگر شدید بیماری میں مبتلا ہوکر ایک مدت تک گھر بیٹھ جائے یا اسپتال میں بھرتی ہو تو وفاداری اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ہی کی طرح بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اس سے محبت کا اظہار کریں اور نہایت صدق دل سے اس کی تیمارداری کریں۔ ایسے موقع پر تیمارداری اور روپیہ خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اگر آپ کے شوہر کے پاس نہیں ہے لیکن آپ کے پاس ہے تو اپنے مال میں سے اس کے علاج کے لیے خرچ کیجیے، اگر آپ بیمار پڑ جاتی ہیں تو وہ اپنے امکان بھر اپنے مال کو آپ کے علاج و معالجہ پر صرف کرتا ہے۔ اب اگر اس کے پاس نہیں ہے لیکن آپ کے پاس ہے تو وفاداری اور خلوص کا تقاضا ہے کہ اپنے مال و متاع کو اس کے لیے خرچ کیجیے، اگر اس حساس موقعے پر آپ نے ذرا بھی کوتاہی کی تو وہ آپ کو ایک بے وفا اور خودغرض عورت سمجھے گا جو مال دنیا کو اپنے شوہر کے وجود پر ترجیح دیتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے دل میں آپ کی محبت و الفت کم ہوجائے گی،

ممکن ہے اس قدر بیزار ہو جائے کہ آپ کو شریک حیات اور بیوی بنائے رکھنے کے لائق نہ سمجھے اور طلاق کو ترجیح دے۔

توجہ طلب واقعہ

ایک شخص نے عدالت میں بیوی کو طلاق دینے کی درخواست دی۔ اس نے اپنے بیان میں کہا کہ میں بیمار تھا اور ڈاکٹر نے آپریشن کرانے کے لیے کہا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارے پاس جو رقم جمع ہے وہ مجھے قرض کے طور پر دے دو لیکن وہ تیار نہیں ہوئی اور جھگڑا کر کے میرے گھر سے چلی گئی۔ مجبوراً مجھے ایک سرکاری اسپتال میں اپنا آپریشن کرانا پڑا اور اب میں صحت یاب ہو گیا ہوں۔ لیکن ایسی عورت کے ساتھ زندگی گزارنا میرے لیے محال ہے جو روپے کو مجھ پر فوقیت دیتی ہو، ایسی عورت کو میں شریک زندگی کا نام نہیں دے سکتا۔

ہر انسان کا ضمیر اس بات کی تصدیق کرے گا کہ یہ شخص حق بجانب تھا۔ ایسی خود غرض عورت جو ایک ایسے حساس اور نازک موقعے پر جبکہ اس کے شوہر کی جان خطرے میں پڑی ہو وہ اپنے شوہر کو بچانے کے لیے اپنی جمع رقم خرچ کرنے سے دریغ کرے اور ایسی حالت میں اسے چھوڑ کر اپنے میکے چلی جائے! واقعی "شریک حیات" ایسے قابل احترام مرتبے کی مستحق نہیں ہے۔

پیاری بہنو! آپ اس بات کا دھیان رکھیں کہ ایسے حساس موقعوں پر انسانیت، خلوص اور ہمدردی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، اگر آپ کے شوہر (خدانخواستہ) دائمی طور پر بیمار رہنے لگے ہیں تو ایسا ہرگز نہ کیجیے گا کہ ان کو اور بچوں کو تنہا و بے سرپرست چھوڑ کر چلی جائیں۔ کیا آپ کا ضمیر اس بات کو گوارا کرے گا کہ شوہر بیچارہ، جس کے خوشی کے دنوں میں تو آپ ساتھ تھیں، اب مجبور و لاچار پڑا ہے تو اس کا ساتھ چھوڑ کر چلی جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ خود آپ بھی اسی بلا میں گرفتار ہو جائیں؟ فرض کیجیے آپ نے طلاق لے لی اور دوسری شادی بھی کر لی تو کیا خبر کہ وہ آپ کے حق میں اچھا ہو گا یا نہیں۔ خود غرضی چھوڑ دیجیے، ایثار و قربانی سے کام لیجیے، جذبات اور احساسات سے معمور رہیے، رضائے خدا اور اپنی عزت و ناموس کا پاس کیجیے اور اپنے شوہر اور بچوں کا ہر حال میں ساتھ دیجیے، صبر و بردباری سے کام لیجیے۔ اپنے بچوں کی اچھی طرح تربیت کیجیے اور عملی طور پر انہیں ہر حال میں خوش رہنے اور ایثار و قربانی کرنے کا سبق سکھایئے۔ یقیناً اس کے عوض آپ کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر ملے گا کیوں کہ آپ کا یہ عمل عین شوہرداری کے مصداق ہے کہ جسے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

لڑائی جھگڑے سے گریز

بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب اپنے شوہر سے ناراض ہو جاتی ہیں تو بات چیت کرنا بند کر دیتی ہیں، منہ پھلائے ہوئے، تیوریاں چڑھی ہوئی، ایک کونے میں بیٹھی، کسی کام میں ہاتھ نہیں لگا رہی ہیں، کھانا نہیں کھا رہی ہیں، بچوں پر غصہ اتار رہی ہیں، شور و ہنگامہ کر رہی ہیں۔ ان کے خیال میں لڑائی جھگڑا بہترین وسیلہ ہے جس کے ذریعے شوہر سے انتقام لیا جا سکتا ہے، لیکن ان طریقوں سے نہ صرف یہ کہ شوہر کو تنبیہ نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کے برے نتائج برآمد ہونے کا بھی امکان ہے، ممکن ہے شوہر بھی اور زیادہ غصہ دکھائے اور ایسی صورت میں کئی دن تک آپ کا گھر لڑائی جھگڑے کا میدان بنا رہے گا۔ آپ چیخیں چلائیں گی وہ بھی چیخے چلائے گا، آپ برا بھلا کہیں گی وہ بھی برا بھلا کہے گا، آپ بات چیت نہیں کریں گی وہ بھی بات کرنا بند کر دے گا۔ یہاں تک کہ تھک ہار کر آپ اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کی وساطت سے کسی بہانے سے صلح کریں گی لیکن یہ آپ کی آخری لڑائی نہیں ہو گی بلکہ زیادہ وقت نہیں گزرے گا پھر یہی سلسلہ شروع ہو جائے گا یعنی ساری زندگی اسی طرح لڑائی جھگڑے اور کشمکش میں گزرے گی اور اس طرح خود آپ اپنی بدبختی کے اسباب فراہم کریں گی اور اپنے معصوم بچوں کی زندگیوں کو بھی عذاب میں مبتلا کریں گی۔ اکثر بچے جو اپنے گھروں سے بھاگ جاتے ہیں، اور طرح طرح کی برائیوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں ایسے ہی خاندانوں کے بچے ہوتے ہیں۔

عبرت کے واقعات

ایک لڑکے نے بتایا کہ میرے ماں باپ ہر روز لڑتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک اپنے کسی رشتے دار کے یہاں ناراض ہو کر

چلا جاتا تھا۔ میں ناچار گلی کوچوں میں حیران و پریشان پھرتا تھا، دھیرے دھیرے سے دوسروں کے دھوکے میں آ گیا اور میں نے چوری کرنی شروع کر دی۔

ایک دس سالہ لڑکی نے سوشل ورکروں کو بتایا کہ "مجھے ٹھیک سے تو یاد نہیں البتہ اتنا یاد ہے کہ ایک رات میرے ماں باپ میں خوب جنگ ہوئی۔ دوسرے دن میری ماں کہیں چلی گئی اور چند دن بعد میرے باپ نے مجھے میری پھوپھی کے سپرد کر دیا، کچھ مدت میں اپنی پھوپھی کے پاس رہی پھر اس نے مجھے ایک بڑھیا کے حوالے کر دیا جو مجھے دوسرے شہر لے آئی۔ چند سال سے میں اس کے پاس ہوں یہاں میں نے اس قدر اذیتیں سہی ہیں کہ اب میں اس کے گھر جانا نہیں چاہتی۔" اس کے اسکول کی ٹیچر نے بتایا کہ ہمیشہ کی مانند اس سال جب اسکول کھلے اور نئے بچوں کے داخلے ہوئے تو ان میں یہ لڑکی بھی تھی۔ پڑھائی شروع ہو چکی تھی اور بچے اپنی اپنی کلاسوں میں تعلیم میں مشغول تھے لیکن یہ بچی کلاس میں بے چین رہتی، نہ ٹھیک سے سبق پڑھ پاتی ہمیشہ بیماروں کی طرح اپنے سر کو ہاتھوں میں لیے کچھ سوچا کرتی۔ چند روز قبل میں نے چھٹی کے بعد اسے صحن کے کونے میں بیٹھے دیکھا۔ میں نے اس سے بہت کہا کہ گھر جاؤ مگر راضی نہ ہوتی تھی پرسوں پھر ایسا ہی ہوا۔ میں نے پیار سے بہلا کے گھر نہ جانے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک بڑھیا میری نگہداشت کرتی ہے اور مجھ کو بہت ستاتی ہے میں گھر واپس جانا نہیں چاہتی میں نے پوچھا کہ تمہارے ماں باپ کہاں ہیں، یہ سن کر وہ رونے لگی پھر بولی کہ وہ دونوں الگ ہو گئے ہیں اور میں اس بڑھیا کے رحم و کرم پر ہوں۔

ممکن ہے آپ کا شوہر آپ کے غصے کے مقابلے میں زیادہ شدید ردعمل دکھائے۔ برا بھلا کہے، مارے پیٹے اس وقت آپ مجبور ہوں گی کہ غصے ہو کر میکے چلی جائیں اور ماں باپ سے شکایت کریں لیکن ان کے دخل دینے سے معاملات اور زیادہ بگڑ جائیں، ممکن ہے ان لڑائی جھگڑوں سے آپ کے شوہر اتنا اکتا جائیں کہ اس بیہودہ زندگی پر علیحدگی کو ترجیح دیں۔ ایسی صورت میں آپ اپنے شوہر کی زندگی بھی برباد کریں گی اور خود اپنی بھی، لیکن آپ زیادہ گھاٹے میں رہیں گی کہ ساری عمر تنہا زندگی گزارنی پڑے گی اور ماں باپ کے سر پڑی رہیں گی۔ یقیناً بعد میں آپ پچھتائیں گی لیکن اس وقت یہ پچھتاوا بے سود ہوگا۔

لہٰذا یہ لڑائی جھگڑے نہ صرف یہ کہ کسی درد کی دوا نہیں بن سکتے ہیں بلکہ مزید پریشانیوں اور مصیبتوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔

پیاری بہنو! لڑائی جھگڑے سے اجتناب کیجیے، اگر شوہر کی کسی بات سے آپ بے حد غصہ ہوئی ہیں تو ذرا صبر سے کام لیجیے اور جب آپ کے ہواس ٹھکانے آ جائیں تو اس کے بعد نرمی اور ملائمت سے اپنی ناراضگی کی وجہ اپنے شوہر سے بیان کیجیے لیکن اعتراض کی شکل میں نہیں بلکہ اچھے لب و لہجے میں کہیے، مثلاً آپ نے فلاں محفل میں میری توہین کی تھی یا فلاں بات مجھ سے کہی تھی یا میری فلاں بات نہیں مانی، کیا یہ مناسب ہے کہ آپ میری نسبت ایسی باتیں کریں؟ اس قسم کی گفتگو سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور آپ کے شوہر کو بھی تنبیہ ہو جائے گی یقیناً وہ تلافی کرنے کی فکر کرے گا۔ آپ کو ایک وفادار خوش اخلاق اور نیک و لائق خاتون کی حیثیت سے پہچانے گا اور یہ احساس اس کے اخلاق و کردار اور طرز عمل پر اچھا اثر ڈالے گا۔

حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

"اگر دو مسلمان آپس میں بات چیت بند کر دیں اور تین دن تک صلح نہ کریں تو اسلام سے خارج ہو جائیں گے، ان میں سے جو صلح کرنے میں پیش قدمی کرے گا قیامت میں وہ پہلے بہشت میں جائے گا۔"

غصے کے وقت خاموشی

گھر سے باہر مرد کو گوناگوں مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مختلف قسم کے افراد سے سابقہ رہتا ہے۔ جب انسان تھکا ماندہ گھر آتا ہے تو اکثر اسے معمولی بات بھی ناگوار ہوتی ہے اور اسے غصہ آ جاتا ہے، ایسی حالت میں ممکن وہ اپنے آپے سے باہر ہو جائے اور بیوی بچوں کے ساتھ زیادتی اور بدلحاظی کرے۔ ہوشیار اور سمجھدار عورتیں اپنے شوہر کی مشکلات اور پریشانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے حال زار پر رحم کھاتی ہیں، اس کو غصے میں دیکھ کر صبر د

سکون سے کام لیتی ہیں اور اس کی چیخ پکار پر خاموش رہتی ہیں۔ جب مرد بیوی کا ناخوشگوار ردعمل نہیں دیکھتا تو اس کا غصہ جلدی ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوتا ہے بلکہ عذرخواہی کرتا ہے اور اس کی تلافی کی فکر میں رہتا ہے۔ کچھ دیر بعد جب غصہ رفع ہوجاتا ہے تو میاں بیوی پہلی حالت پر لوٹ آتے ہیں اور اسی مہر و محبت بلکہ اس سے بھی زیادہ اچھی طرح زندگی گزارنے لگتے ہیں۔

لیکن اگر بیوی اپنے شوہر کی حساس حالت اور خطرناک صورت حال کا لحاظ نہیں رکھتی اور اس کے غصے کے مقابلے میں اپنا ردعمل دکھاتی ہے اور اس کا جواب دیتی ہے، چیختی چلاتی ہے، برا بھلا کہتی ہے تو ایسی صورت میں مرد کے غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور وہ آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ چیخنا چلاتا اور گالم گلوچ شروع کردیتا ہے اور رفتہ رفتہ میاں بیوی دو وحشی بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوجاتے ہیں۔

کبھی کبھی ایک معمولی سی بات علیحدگی اور طلاق کا باعث بن جاتی ہے اور خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اکثر طلاقیں ایسی ہی معمولی باتوں کے نتیجے میں وقوع میں آتی ہیں۔ حتی کہ بعض اوقات غم و غصہ کی شدت سے، جو کہ خود ایک قسم کا جنون ہے، آتش فشاں پہاڑ کی مانند پھٹ پڑتا ہے اور ظلم و ستم اور بہیمانہ قتل کا جرم سرزد ہوجاتا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کے واقعہ پر توجہ فرمایئے:

ایک شخص نے اپنے آپ کو، اپنی بیوی اور سوتیلی لڑکی کو گولی مار کر ہلاک کردیا۔ شادی کے بعد شروع سے ہی ان میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہوگئی تھی ان کے درمیان عدم ہم آہنگی کے سبب ہر روز صبح شام کو آپس میں لڑنا جھگڑنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ اس دن بھی شوہر جو کام سے تھکا ہارا گھر آیا تھا غصے میں تھا، کسی بات پر دونوں میں تکرار شروع ہوئی۔ مرد نے اپنی بیوی کو مارا پیٹا، بیوی چاہتی تھی کہ پولیس کو جاکر خبر کردے لیکن اسی اثنا میں مرد نے اپنی بیوی اور سوتیلی لڑکی کو پھر خود کو گولی مار کر کام تمام کردیا۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ایسے حالات میں بیوی موقعے کی نزاکت اور حساسیت کو محسوس کرکے چند لمحے صبر و سکون سے کام لے اور اپنا ردعمل ظاہر نہ کرے اور اپنے اس عمل کے ذریعہ رشتۂ ازدواج کو ٹوٹنے اور قتل و غارت گری کے احتمالی خطرے کی روک تھام کرے۔ آیا چند لمحے خاموشی اختیار کرلینا زیادہ مشکل کام ہے یا ان تمام تلخ واقعات و حادثات کا سامنا کرنا؟ یہ خیال نہ کریں کہ اس سے ہمارا مقصد مرد کا دفاع کرنا اور اس کو بے قصور ٹھہرانا ہے۔ جی نہیں ہمارا یہ مقصد نہیں ہے۔ اس میں مرد بھی قصوروار ہے، دوسروں کا غصہ اپنے گھر والوں پر نہیں اتارنا چاہیے۔ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ اب جبکہ ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ مرد تو اپنے آپے میں نہیں رہا اور بلاوجہ یا کسی سبب سے وہ طیش میں آگیا ہے تو اس کی بیوی کو چاہیے کہ عقل و فراست سے کام لے کر حالات کی نزاکت کا اندازہ کرے اور ازدواجی زندگی کے مقدس بندھن کو ٹوٹنے اور احتمالی خطرات سے بچنے کے لیے ایثار اور صبر سے کام لے کر سکوت اختیار کرے۔

عام طور پر خواتین یہ خیال کرتی ہیں کہ اگر میں نے اپنے شوہر کے غصے کے مقابلے میں خاموشی اختیار کی تو میری حیثیت و وقار میں کمی آجائے گی اور میں ذلیل و خوار ہوجاؤں گی۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اگر مرد غصے کی حالت میں اپنی بیوی کی توہین کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے اور بیوی اس کی باتوں کا جواب نہیں دیتی تو بعد میں (اگر اس میں انسانیت ہے تو!) یقیناً وہ شرمندہ اور پشیمان ہوگا، اس کے سکوت کو ایک قسم کا ایثار اور ادب تصور کرے گا اور اس کی محبت میں کئی گنا اضافہ ہوجائے گا اور جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا اور اپنی اصلی حالت میں آجائے گا تو سوچے گا کہ میں نے اپنی بیوی کی توہین کی حالانکہ وہ بھی اس کا جواب دے سکتی تھی لیکن اس نے بردباری سے کام لیا اور خاموش رہی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عقلمند اور بردبار خاتون ہے اور مجھ سے محبت کرتی ہے۔ ایسی صورت میں وہ یقیناً اپنے فعل پر نادم ہوگا اور اگر بیوی کو قصوروار سمجھتا ہے تو اس کو معاف کردے گا اور اگر بلاوجہ ہی غصہ ہوگیا تھا تو اس کا ضمیر اس کو ملامت کرے گا اور بیوی سے معذرت چاہے گا۔ پس ایسی سمجھدار خاتون اپنے اس دانشمندانہ عمل کے ذریعے نہ صرف یہ کہ چھوٹی نہیں ہوجائے گی بلکہ اس کے شوہر اور دوسروں کی نظروں میں اس کی عزت و وقار بڑھ جائے گا۔

خانہ داری

"گھر" یوں تو ایک چھوٹی سی چار دیواری کا نام ہے لیکن یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کے فوائد نہایت گرانقدر اور بے شمار ہیں۔ جس وقت انسان روزمرہ کے کاموں اور باہر کے شور و غل سے تھک جاتا ہے تو پناہ لینے کی غرض سے گھر آتا ہے۔ جس وقت زندگی کے نشیب و فراز اور کشمکش حیات سے گھبرا جاتا ہے تو آرام کرنے کے لیے گھر آتا ہے، حتیٰ کہ جب یہ دنیا تنگ سے تنگ تر ہو جاتی ہے تو یہیں پر آکر پناہ لیتا ہے۔ جی ہاں گھر ہی ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں انسان بغیر کسی قید و بند کے اطمینان کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ یہ ہی محبت، صدق، وفا اور سکون و آرام کا مرکز ہے۔ نیک اور بااخلاق مردوں اور عورتوں کی پرورش گاہ ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا مرکز اور ان کی شخصیت و کردار کی تعمیر گاہ ہے۔ یہ ہی گھر ایک چھوٹا سا معاشرہ ہے جو بڑے معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

بڑے معاشرے کی ترقی و تنزلی، اچھائی و برائی دونوں میں اس چھوٹے معاشرہ کا حصہ ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا خاندانی معاشرہ اگرچہ بڑے معاشرے کا ہی ایک جز شمار ہوتا ہے تاہم کسی حد تک ذاتی آزادی اور استقلال سے بہرہ مند ہے۔ اس لیے یہ بات واضح ہے کہ سماج کی اصلاح کرنی ہو تو اس کی شروعات خاندانوں کی اصلاح سے کرنی چاہیے۔

زندگی کی اس اہم بنیاد یعنی خاندان کی تشکیل، تعمیر اور تربیت وغیرہ سے متعلق ذمہ داری عورتوں پر ہے۔ کسی قوم کی ترقی و تنزلی اور اچھائی برائی کا دارومدار عورتوں کے ارادہ و عمل میں ہے۔ اسی بنا پر خانہ داری کو نہایت قابل فخر اور با عزت شغل و پیشہ کہا جاتا ہے۔ جو لوگ گھر کے ماحول کو بے وقعت سمجھتے ہیں اور خانہ داری جیسے شریفانہ کام کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں دراصل ان لوگوں نے خانہ داری کے حقیقی معنوں اور اس کی اعلیٰ قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا ہے۔

ایک خانہ دار خاتون کو فخر کرنا چاہیے کہ اس کو ایک انتہائی اہم اور حساس عہدہ سونپا گیا ہے اور وہ اپنی قوم و ملت کی ترقی و خوشحالی کے لیے ایثار و قربانی کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ خواتین کی اس سلسلے میں اور زیادہ ذمہ داری ہے۔ ان کو چاہیے کہ دوسروں کے لیے نمونہ ثابت ہوں اور دوسرے بھی عملی طور پر ان سے خانہ داری اور شوہر داری کا سبق سیکھیں۔ انھیں چاہیے کہ عملی طور پر ثابت کریں کہ تعلیم یافتہ ہونا نہ صرف یہ کہ خانہ داری اور شوہر داری کی راہ میں مزاحم نہیں ہے بلکہ تعلیم تو زندگی کے آداب اور طور طریقے سکھاتی ہے۔

ایک پڑھی لکھی خاتون کو چاہیے کہ امور زندگی کو بہترین طریقے سے انجام دے اور خانہ داری کے با عزت شغل کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھے اور اپنے طرز عمل سے پڑھی لکھی خواتین کی لیاقت و بزرگی ثابت کرے تاکہ پڑھے لکھے ہونے کا غلط فائدہ لے کر کسی کام میں [illegible] نہ کرے اور اس طرح پڑھی لکھی خواتین کو بدنام نہ کرے۔ تعلیم حاصل کرنے کا مطلب اپنے کاموں اور ذمہ داریوں سے چھٹی کرنا نہیں بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے نبھانا اور [illegible] سلیقہ مند خاتون خانہ کی مثال قائم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کا واقعہ قابل توجہ ہے۔

ایک شخص جس نے ایک پڑھی لکھی لڑکی سے شادی کی تھی، نے عدالت میں کہا: میری بیوی گھر کے کسی کام میں ہاتھ نہیں لگاتی اور جب میں اعتراض کرتا ہوں تو کہتی ہے: میں پڑھی لکھی ہوں، کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور بچے پالنا [illegible] ہے [illegible] ایک لڑکی سے شادی کر لی [illegible] میری پہلی بیوی نے [illegible] اور ملنے جلنے والوں کو کھانے کی دعوت دی [illegible] دسترخوان بچھایا اور پہلی بیوی نے [illegible] شکایت کی [illegible] معاف کیجیے [illegible] بیگم صاحبہ بلند [illegible] سے کہتی ہیں [illegible] میں بھی کہا کہ آپ [illegible] ہی کے ذریعے پذیرائی کروں۔

بہر حال امور خانہ انجام دینا اور خاتون خانہ دار ہونا ایک ایسی با عزت اور شریفانہ کام ہے جس کے ذریعے عورتوں کی عظمت و سربلندی اور لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔

❖ ❖ ❖

خاتون خانہ کو چاہیے کہ امور خانہ داری میں ہونے کے علاوہ اپنے شوہر کی اچھی ساتھی، اپنے بچوں کی اچھی ماں ہو اور ایک اچھی میزبان ہو۔

صفائی۔

خانہ داری کے اہم فرائض میں سے ایک کام مکان اور گرہستی کے سامان کو صاف ستھرا رکھنا ہے۔ صفائی، اہل خاندان کی صحت و سلامتی میں معاون ثابت ہوتی ہے اور بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ صاف ستھرے گھر میں رہنے سے دل ہشاش بشاش رہتا ہے۔ مرد کو گھر میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ صفائی، خاندان کی سربلندی اور عزت کا سبب بنتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”دین کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔“

گھر کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھیے، ہر روز جھاڑو دیجیے اور گرد و غبار صاف کیجیے۔ دن بھر میں اگر کوئی جگہ گندی ہو جائے تو اس کو فوراً صاف کر دیجیے۔ کمروں کی چھتوں اور دیواروں کو صاف کیجیے، جالے صاف کیجیے۔ فرنیچر، میز کرسی اور گھر کے تمام سامان کو صاف کیجیے، دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشوں کو صاف کیجیے۔ کوڑے کرکٹ کو بند منھ کے برتن میں ڈالیے اور کمروں، باورچی خانے سے دور رکھیے تاکہ کھانے پینے کی چیزیں آلودہ ہونے سے محفوظ رہیں، کوڑے دان کو جلدی جلدی خالی کر لیا کیجیے، ورنہ دیر تک کوڑا پڑا رہنے سے سرانڈ پیدا ہو جائے گی اور کیڑے پڑ جائیں گے۔ گندگی اور کوڑے کرکٹ کو گلی میں گھروں کے سامنے نہ پھینکیے۔ کیوں کہ یہ چیز حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف ہے، اس میں جراثیم پیدا ہو کر ہوا اور مکھیوں کے ذریعے نہ صرف دوسروں کے لیے بلکہ خود آپ کی صحت و سلامتی کے لیے ضرر رساں ثابت ہو سکتے ہیں۔ کوشش کیجیے کہ بچے صحن اور باغیچے میں پیشاب نہ کریں البتہ اگر کوئی چارہ ہی نہ ہو تو صحن کے کنارے انھیں بٹھائیے اور فوراً اس جگہ کو پانی سے دھو ڈالیے تاکہ بدبو نہ آئے اور جراثیم پیدا نہ ہوں تاکہ آپ کے گھر کا کونہ کونہ صاف ستھرا رہے اور کہیں بھی گندگی نہ ہو اور کیڑے پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔

جوٹھے اور چکنے برتنوں کو جہاں تک ہو سکے فوراً دھو ڈالیے، اگر یونہی چھوڑ دیا تو ممکن ہے جراثیم پیدا ہو کر آپ کی صحت و سلامتی کے لیے خطرہ بن جائیں۔ برتنوں کو صاف پانی سے دھویئے اور اگر حوض یا کسی جگہ جمع کیے ہوئے پانی سے دھوئے ہوں تو بعد میں ایک بار اس پر پاک صاف پانی ڈال دیجیے، کیوں کہ ممکن ہے رکے ہونے کے سبب حوض کا پانی آلودہ ہو اور آپ کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو۔ برتنوں کو دھونے کے بعد ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر رکھ دیجیے، بہتر ہے اس پر ایک صاف کپڑا ڈال دیں۔ میلے کپڑوں خصوصاً بچے کے پیشاب پاخانے کے کپڑوں کو کمروں اور باورچی خانے سے دور رکھیے اور اس طرح رکھیے کہ مکھیاں، جن کے پاس طرح طرح کے جراثیم ہوتے ہیں، ان پر نہ بیٹھیں اور ان کپڑوں کو جہاں تک ہو سکے جلدی دھولیا کیجیے۔ ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہنیے اور بچوں کو بھی صاف ستھرا رکھیے۔ خاص طور پر نیچے پہننے والے کپڑے ہمیشہ صاف ہونے چاہئیں کیوں کہ وہ براہ راست بدن سے مس ہوتے ہیں۔

گوشت، دالوں اور دوسرے کھانے والی چیزوں کو پکانے سے پہلے خوب اچھی طرح دھولیا کیجیے۔ خاص طور پر سبزیوں کو کئی بار بہت احتیاط سے دھونا چاہیے کیوں کہ ان میں کیڑے اور جراثیم ہو سکتے ہیں جو بہت نقصان دہ ہوتے ہیں۔ پھلوں کو کھانے سے پہلے خوب اچھی طرح مل کر دھو لینا چاہیے کیوں کہ درختوں پر اکثر کیڑے مارنے والی دوائیں چھڑکی جاتی ہیں اس لیے اس بات کا امکان رہتا ہے کہ اس میں زہر سرایت کر گیا ہو، ہو سکتا ہے اس کا فوری اثر نہ ہو لیکن بعد میں اس سے پریشانی ہو سکتی ہے۔ کھانے سے قبل اپنے اور بچوں کے ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیا کیجیے۔ اگر چھری کانٹے سے کھانا کھائیں تب بھی ہاتھوں کو دھو لینا چاہیے۔ کھانا کھانے کے بعد اپنے ہاتھوں اور دانتوں کو دھویئے اور دانتوں میں خلال کیجیے۔ دانتوں اور مسوڑھوں میں کھانے کے اجزا رہ جاتے ہیں جو سڑتے ہیں اور ان میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کھانے کے بعد کلی کرنا یا دانتوں کو برش سے صاف کرنا ضروری ہے۔

بہتر تو یہی ہے کہ ہر دفعہ کھانے کے بعد دانتوں میں برش

کریں، لیکن اگر یہ آپ کے لیے مشکل ہو تو کم سے کم رات کو سونے سے پہلے ضرور برش کرلیا کریں اس طرح آپ اپنے دانتوں کی حفاظت کرسکیں گی اور آپ کی تندرستی بھی قائم رہے گی۔

اپنے ناخنوں کو ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور کاٹا کریں، ناخن بڑے ہونے سے جراثیم پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے جو آپ کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ صحت کے لیے نہانا بے حد ضروری ہے، بہتر ہے کم از کم ایک دن چھوڑ کر ضرور نہالیا کریں۔ بغلوں کے نیچے اور دوسرے غیر ضروری بالوں کو صاف کرنا صحت وسلامتی کے لیے بے حد ضروری ہے ورنہ ان میں گندگی اور جراثیم پیدا ہو جانے کا امکان رہتا ہے۔

گھر کی سجاوٹ

ایک صاف ستھرا سجا ہوا مکان جس میں گھر کی تمام چیزیں سلیقے سے مناسب اور مخصوص جگہ پر رکھی ہوں، ہر لحاظ سے ایک بے ترتیب اور گندے مکان پر فوقیت رکھتا ہے۔ اول تو یہ ترتیب اور سلیقہ گھر کو رونق اور خوب صورتی عطا کرتا ہے اور ایسے گھر کو بار بار دیکھنے سے نہ صرف یہ کہ آنکھوں کو بھلا لگتا ہے بلکہ مسرت اور خوشی بھی حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ اس طرح گھرداری کے کاموں میں آسانی ہوتی ہے۔ گھر کی مالکہ کا وقت ضرورت کی چیزوں کو ڈھونڈنے میں برباد نہیں ہوتا، کیوں کہ ہر چیز کی جگہ مخصوص ہے، جس چیز کی ضرورت ہوئی اسے وہیں سے اٹھالیا اور کام ختم ہونے کے بعد اسی جگہ رکھ دیا، اس طرح کام آسانی سے انجام پاتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ ایک صاف ستھرا اور مرتب ومنظم گھر، گھر کی مالکہ کے ذوق اور سلیقے کو ظاہر کرتا ہے۔ مرد کو بھی صاف ستھرے گھر میں جاذبیت اور کشش محسوس ہوتی ہے اور گھر اور گھر والوں سے اس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔

چوتھا یہ کہ ایک سلیقے سے آراستہ کیا ہوا گھر، گھر والوں کی عزت وسربلندی کا باعث بنتا ہے جو کوئی اسے دیکھتا ہے اس کی دلکشی اور خوب صورتی سے فرحت محسوس کرتا ہے اور گھر کی مالکہ کے ذوق وسلیقہ کی تعریف کرتا ہے۔

سجاوٹ اور آرائش کا سامان خرید خرید کر جمع کرنے سے زندگی خوب صورت نہیں ہو جاتی بلکہ ایک خاص ترتیب اور سلیقے سے خوب صورتی پیدا ہوتی ہے۔ خود آپ نے بھی یقیناً ایسے دولتمند اور خوشحال گھرانے دیکھے ہوں گے جن کے پاس انواع واقسام کے قیمتی ساز وسامان کی بھرمار ہوتی ہے لیکن نظم وسلیقہ نہ ہونے کے سبب اس میں کوئی رونق نہیں ہوتی اور اس کو دیکھ کر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس آپ نے ایسے غریب گھرانے بھی دیکھے ہوں گے کہ غربت ونا داری کے باوجود ان کی زندگیاں مسرت سے بھرپور اور خوب صورت ہیں، مختصر اور معمولی سامان ہونے کے باوجود ان کے گھر مرتب ومنظم اور صاف ستھرے ہیں۔ ہر چیز اپنی جگہ قرینے سے رکھی ہوئی ہے۔ دراصل ایک خاص نظم وترتیب اور سلیقہ ہی خوب صورتی ہے۔

اس بنا پر خانہ داری کے اہم فرائض میں سے ایک اہم کام نظم وترتیب کا خیال رکھنا ہے۔ سلیقہ مند خواتین خود بہتر جانتی ہیں کہ گھر کے سامان کو کس ترتیب سے رکھنا چاہیے۔ البتہ بے جا نہ ہوگا کہ یاد دہانی کے طور پر چند نکات بیان کردیے جائیں۔

گھر کے ساز وسامان کی اس کی نوعیت کے اعتبار سے ایک جگہ معین کردینی چاہیے۔ تمام برتنوں کو ایک جگہ نہیں رکھنا چاہیے۔ جن برتنوں کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے ان کو اس طرح رکھیے کہ آسانی سے نکالا جاسکے۔ مٹھائی، میوے اور ناشتے کا سامان رکھنے والے برتنوں کو ایک جگہ رکھیے۔ شربت والے برتنوں کی ایک جگہ مقرر کیجیے۔ چائے کے برتنوں کو علیحدہ اور کھانے کے برتنوں کی ایک جگہ معین کیجیے۔ بچوں کے لیے استعمال ہونے والے برتنوں کو ایک جگہ رکھیے۔ دہی اور فرنی وغیرہ کے پیالوں اور اچار مربے کی کٹوریوں کی ایک مخصوص جگہ بنائیے۔ غرض کہ سارے سامان کو اس ترتیب سے رکھیے کہ خود آپ کو آپ کے شوہر اور بچوں کو ان سب چیزوں کی مخصوص جگہ معلوم ہو اور اگر اندھیرے میں بھی کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے تو آسانی سے فوراً وہیں سے نکال لیں۔

شاید بعض خواتین سوچیں کہ مذکورہ باتیں امیروں اور دولتمندوں کے لیے تو بہت اچھی ہیں کہ ان کے پاس سہولت کے

سارے سامان موجود ہیں۔ لیکن ہماری سادہ اور معمولی زندگی کے لیے ان سب لوازمات کی کیا ضرورت ہے؟" یہ ٹھیک نہیں، یہ خیال درست نہیں جو کچھ بھی گرہستی کا سامان ہو اسے سلیقے اور ترتیب سے رکھنا چاہیے، خواہ امیر ہو یا غریب۔ معمولی اور مختصر سامان بھی ترتیب سے رکھا ہو تو اچھا معلوم ہوتا ہے، مثلاً گھر کے تمام برتنوں کی ایک جگہ متعین کر دیجیے اور ہر قسم کے برتن کے لیے ایک گوشہ مخصوص کر دیجیے۔ گرمیوں کے کپڑوں کے لیے ایک جگہ اور جاڑوں کے کپڑوں کی دوسری جگہ بنا دیجیے، اپنے شوہر اور بچوں کے کپڑوں کی جگہ مقرر کر دیجیے اور روزمرہ استعمال کے کپڑوں کو اس طرح رکھیے کہ نکالنے میں آسانی ہو، اور دوسرے کپڑوں کو محفوظ تر جگہ پر رکھ سکتی ہیں، میلے کپڑے رکھنے کی مخصوص جگہ بنا دیجیے۔ روز استعمال میں آنے والے بستر دن میں سمیٹ دیجیے اور مہمانوں کے استعمال کے لیے لحاف، گدے، کمبل وغیرہ محفوظ رکھیے۔ کھانے کے بعد جوٹھے چکنے برتنوں کو فوراً جمع کر کے دھونے کی معینہ جگہ پر رکھ دیجیے۔ گھر کی سجاوٹ کے سامان کے لیے مناسب جگہ مقرر کیجیے اور ہر چیز اپنی معینہ جگہ پر رکھی رہے۔ آپ کے بچوں کے کپڑے کمروں میں بکھرے نہ پڑے رہیں بلکہ انھیں عادت ڈلوائیے کہ کپڑے اتار کر الماری میں رکھیں۔ کھونٹی اور اسٹینڈ پر ٹانگیں بچوں کو نصیحت کیجیے کہ اپنے سامان بستہ، قلم، کتابیں معینہ جگہ پر رکھا کریں۔ اطمینان رکھیے اگر آپ ترتیب اور سلیقے سے کام کریں گی تو آپ کے بچوں کی بھی بہت جلد یہی عادت ہو جائے گی۔

کچھ عورتیں اپنے [illegible] بے ترتیب [illegible] سے گھر کی بگڑی ہوئی حالت ہو جاتی ہے۔ سوچتی ہیں اگر [illegible] نہیں ہے [illegible] بچے ابھی چھوٹے ہیں، اگر ماں باپ سلیقہ مند ہوں گے تو وہ بھی سلیقہ سیکھیں گے۔ شروع میں بچے [illegible] ترتیب کے مخالف نہیں [illegible] جاتے [illegible] ہوتے ہیں لیکن جب گھر کی بدسلیقگی اور بدانتظامی دیکھتے ہیں تو وہ بھی وہی سیکھتے ہیں۔

دوا یعنی جراثیم کش دواؤں مثلاً فینائل، [illegible] ٹیبلیٹ اور سفوف وغیرہ دواؤں کو ایسی محفوظ جگہ پر رکھیے جو چھوٹے بچوں کی دسترس سے دور ہو۔ بچوں کی غفلت سے ہنگامی صورت پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا علاج کر لینا چاہیے۔ معصوم بچے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا قصور بدسلیقہ ماں کا ہوتا ہے جو قیمتی اشیا کو حفاظت سے نہیں رکھتی۔

دواؤں، خطرناک اور زہریلی چیزوں حتیٰ کہ مٹی کے تیل اور جلد جلنے والی چیزیں بھی جو چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کی دسترس سے باہر ہوں کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ ناسمجھی سے بچے وہ دوا لے لیں اور ختم ہو جائیں، اور پھر آپ ساری عمر روتی رہیں۔ احتیاط کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے لیکن غفلت اور بے احتیاطی سے سیکڑوں خطرے لاحق ہو جاتے ہیں۔ ایسے معصوم بچے جو بدسلیقہ ماں باپ کی غفلت سے تلف ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی فہرست طویل ہے، ان میں سے اکثر کی خبریں اخبار و رسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

کھانا پکانا

امور خانہ داری میں نہایت اہم کام کھانا پکانا ہے جس کے ذریعے خواتین کے ذوق اور سلیقہ کا پتا چلتا ہے۔ ایک سلیقہ مند اور باذوق عورت کم سے کم خرچ میں بہترین اور لذیذ غذا تیار کر لیتی ہے لیکن ایک بدسلیقہ خاتون زیادہ خرچ کر کے بھی مزیدار کھانے تیار نہیں کر پاتی۔ خواتین لذیذ اور مزیدار کھانوں کے ذریعے اپنے شوہروں کو گھر کی طرف راغب رکھ سکتی ہیں، جو خواتین اس گر سے واقف ہیں ان کے شوہر خوش ذائقہ کھانوں کے شوق میں ہوٹلوں میں وقت اور روپیہ نہیں گنواتے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

"تم میں سے بہترین عورت وہ ہے جو اپنے بدن میں خوشبو لگائے، کھانا پکانے کے فن میں ماہر ہو اور زیادہ خرچ نہ کرے۔ ایسی عورت کا شمار خدا کے عمال میں ہوگا اور خدا کے عامل کو کبھی بھی شکست اور ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑے گا۔"

صحت بخش غذاؤں کے لیے اس موضوع پر ماہرین کی لکھی کتابوں اور اپنے ذاتی تجربہ و سلیقہ سے کام لے کر کھانے تیار کیے جا سکتے ہیں البتہ یہاں چند باتوں کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ کھانا صرف لذت حاصل کرنے اور پیٹ بھرنے کی خاطر نہیں کھایا جاتا بلکہ کھانا کھانے کا مقصد صحت و سلامتی کا تحفظ اور

بدن کے خلیوں کو زندہ رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو بہم پہنچاتا ہے۔ غذائی اجزا مختلف قسم کی غذاؤں، پھلوں، سبزیوں، دالوں اور گوشت وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر انہیں چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ پانی
۲۔ معدنی مواد مثلاً کیلشیم، فاسفورس، لوہا، تانبا
۳۔ نشاستہ (stareh) والی چیزیں۔
۴۔ چربی
۵۔ پروٹین
۶۔ مختلف وٹامن مثلاً وٹامن بی، وٹامن سی، وٹامن ڈی وغیرہ۔

انسان کے بدن کا زیادہ تر وزن پانی کے ذریعے تشکیل پاتا ہے، پانی منجمد غذاؤں کو حل کرتا ہے تاکہ آنتوں کے ذریعے جذب ہوجائیں۔ بدن کے درجۂ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے۔ معدنی مواد دانتوں اور ہڈیوں کی نشوونما اور عضلات کے کام کی تنظیم کے لیے بھی لازمی ہے۔

نشاستہ اور شکر والی چیزیں انرجی پیدا کرتی ہیں۔ چربی انرجی اور حرارت پیدا کرتی ہے۔ پروٹین بدن کی نشوونما اور پرانے cells کی تجدید کے لیے ضروری ہے۔ وٹامن بدن کی نشوونما، ہڈیوں کی مضبوطی اور اعصاب کی تقویت اور بدن کی مشینری کو چلانے اور آنتوں میں غذاؤں کو جذب ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ مذکورہ مواد انسان کی صحت و سلامتی کے تحفظ اور زندہ رہنے کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اہم رول ہے اور وہ بدن کی کسی نہ کسی ضرورت کو پورا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کا بھی فقدان یا کمی یا زیادتی انسان کی زندگی و سلامتی کے لیے مضر ہے اور علاج اور خطرناک امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ سلامتی اور بیماری، عمر کی درازی اور کوتاہی، اعصاب کی سلامتی و نفسیاتی بیماریاں، خوشی و افسردگی، خوب صورتی و بدصورتی، غرضیکہ وہ تمام معاملات و اثرات جن سے انسان کا بدن دوچار ہوتا ہے، ان سب کا غذا کی کیفیت سے گہرا تعلق ہے۔

ہم جو کچھ کھاتے ہیں اسی سے ہماری نشوونما ہوتی ہے۔ اگر انسان جان لے کہ کیا چیز اور کتنی مقدار میں کھانا چاہیے تو کم بیمار پڑے گا۔ بدقسمتی تو یہی ہے کہ بدن کی غذائی ضروریات اور کھانے پینے کی چیزوں کی خاصیت پر توجہ دیے بغیر، انسان اپنے پیٹ کو مزیدار غذاؤں سے بھر لیتا ہے اور اپنی صحت و سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور جب ہوش آتا ہے اس وقت پانی سر سے اونچا ہوچکا ہوتا ہے اور بدن کی نازک مشینری فرسودہ اور تباہ ہوچکی ہوتی ہے، اس وقت اس طبیب اور اس طبیب، یہ دوا اور وہ دوا کی تلاش شروع ہوتی ہے لیکن افسوس کہ رنگ و روغن سے فرسودہ مشینری کی اب مرمت نہیں ہوسکتی۔ یہی سبب ہے کہ پیغمبر آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

"پیٹ تمام بیماریوں کا مرکز ہے۔"

عموماً غذا کا انتخاب کرنا عورتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے، لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ خاندان کی صحت و سلامتی ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس بنا پر ایک خاتون خانہ کے کندھوں پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اگر اس سلسلے میں ذرا سی بھی کوتاہی کی تو آپ کی شوہر اور بچوں کی تندرستی سخت خطرے سے دوچار ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ کھانا پکانے کے فن میں مہارت رکھنے والے کو ایک مکمل غذا شناس بلکہ ایک ماہر طبیب بھی ہونا چاہیے، اس کا مقصد صرف گھر والوں کا پیٹ بھرنا ہی نہ ہو بلکہ اسے چاہیے کہ پہلے مرحلے میں صحت و سلامتی کی حفاظت اور بدن کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جس مواد کی ضرورت ہوتی ہے اس کا دھیان رکھے اور اس بات سے واقف ہو کہ کھانے پینے کی چیزوں میں کون کون سے اجزا شامل کرنا لازم ہے اور کتنی مقدار میں ہونا چاہیے۔ اس کے بعد بدن کی مختلف ضروریات کے مطابق، کھانے پینے کی چیزوں کا انتخاب کرے اور اسے خوراک کے پروگرام کا جزو قرار دے۔ اسی کے ساتھ کوشش کرے کہ ضروری اور مفید غذاؤں کو اس طرح تیار کرے کہ وہ خوش ذائقہ اور مزیدار بھی ہوں۔

ایک عورت نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کیا شوہر کے گھر میں عورت کے خدمت کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

فرمایا: "گھر کو چلانے کے لیے جو بھی کام انجام دے، خدا اس پر لطف نظر فرمائے گا اور جو شخص خدا کا منظور نظر ہوگا وہ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔"

۲۔ انسان کی غذائی ضروریات ہمیشہ یکساں نہیں ہوتی بلکہ مختلف سن و سال اور حالات کے مطابق اس میں فرق پیدا ہوتا رہتا ہے، مثلاً چھوٹے بچے اور نوجوانوں چونکہ نشوونما کی حالت میں ہوتے ہیں ان کو معدنی مواد خصوصاً کیلشیم کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی غذا میں ان چیزوں کو شامل کرنا چاہیے جن میں معدنیاتی اجزا موجود ہوں، بچے اور نوجوان چونکہ زیادہ فعال ہوتے ہیں بھاگ دوڑ اور کھیل کود میں ان کی انرجی زیادہ صرف ہوتی ہے، اس لیے ان کو انرجی والی غذائیں مثلاً چربی، شکر اور نشاستہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی غذا میں ان چیزوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اسی طرح ہر انسان کی غذائی ضرورت کا تعلق اس کے شغل اور کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، مثلاً ایک مزدور پیشہ انسان کو چربی، شکر اور نشاستہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ اس کے کام میں محنت و مشقت زیادہ ہے لیکن جن کے لوگوں کے کام آسان ہیں زیادہ محنت طلب نہیں، ان کو ایک مزدور کی طرح مذکورہ غذاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ گرمی کے موسم اور جاڑے کے موسم کے غذائی پروگرام بھی یکساں نہیں ہوتے۔ ایک بیمار کا غذائی پروگرام بھی تندرست افراد کے غذائی پروگرام سے مختلف ہوتا ہے۔ عموماً بیمار آدمی کے لیے ہلکی اور مقوی غذائیں تیار کرنی چاہئیں، اس کے کھانے کے متعلق ڈاکٹر سے مشورہ لینا چاہیے۔ بہرحال ایک خانہ دار خاتون کو ان تمام باتوں کا دھیان رکھنا چاہیے اور اپنے گھرانے کے ہر فرد کی ضرورت کے مطابق اس کے لیے غذا تیار کرنی چاہیے۔

۳۔ ایک قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جب انسان کا سن چالیس سے تجاوز کر جاتا ہے تو وہ عموماً موٹاپے کا شکار ہونے لگتا ہے۔ بعض لوگ موٹاپے کو صحت کی علامت سمجھیں لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ موٹاپا خود تو کوئی بیماری نہیں ہے، لیکن اس کے نتیجے میں کئی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دل کے مرض، بلڈ پریشر، رگوں کا سخت ہو جانا، نیز گردے اور جگر کی بیماریوں، ذیابطیس جیسے امراض پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ڈاکٹروں کے تجربے اور بیمہ کمپنیوں کے اعداد و شمار سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ دبلے آدمیوں کی عمر موٹے آدمیوں سے زیادہ لمبی ہے۔ چالیس سال کے بعد انسان کے بدن کی چستی میں کمی آجاتی ہے جس کے سبب اس کی فعالیت بھی گھٹ جاتی ہے۔ اس لیے اسے چربی، نشاستہ اور شکر والے اجزا کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ اس عمر میں بدن میں طاقت کو پیدا کرنے والی مشینری، جو کہ کیلریز (CALORIES) کو انرجی میں تبدیل کرتی ہے، اپنا کام سست کر دیتی ہے جس کی وجہ سے کیلریز تبدیل نہیں ہوتی اور کمر اور شریانوں کے اطراف اور بدن کے اعضا میں جمع ہو کر موٹاپا پیدا کر دیتی ہیں۔ موٹاپے کا بہترین علاج کم خوری ہے خصوصاً چربی اور شکر و نشاستہ والی غذاؤں میں کمی کر دینی چاہیے۔

جن خواتین کو اپنے شوہر سے محبت ہے انھیں چاہیے کہ جونہی اپنے شوہر میں موٹاپے کے آثار و علائم دیکھیں فوراً اس کے غذائی پروگرام پر توجہ کریں، دھیان رکھیں کہ وہ پرخوری نہ کرے۔ چکنائی، مٹھائی، ملائی وغیرہ کے استعمال پر پابندی لگا دیں۔ شکر اور نشاستہ والی غذائیں مثلاً روٹی، چاول، موٹاپا پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کچھ ایسی صورت اختیار کریں مردان کا استعمال کم کریں اور اس کی جگہ پر پروٹین والی غذائیں مثلاً: انڈا، کلیجی، گائے اور بکری اور چڑیوں کا گوشت، مچھلی اور پنیر کا زیادہ استعمال کریں، کیونکہ ان غذاؤں سے بھوک بھی مٹ جائے گی اور ان میں کیلریز بھی کم پائی جاتی ہے۔ اس عمر میں دودھ سے بنی چیزوں کا استعمال بھی مناسب ہے۔ اگر ڈاکٹر نے پرہیز نہ بتایا ہو تو پھل اور سبزیاں بھی مناسب ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سے بھی مشورہ لیجیے، جو خواتین اپنے شوہر سے محبت کرتی ہیں ان کو ان تمام نکات کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔

درحقیقت شوہر کی زندگی اور سلامتی ان کے ہاتھ میں ہے، وہ جو کچھ بھی پکا کے سامنے رکھ دیں گی وہ اسے کھانے پر مجبور ہے۔ البتہ

اگر شوہر سے دل بھر گیا ہے اور بیوہ ہونا چاہتی ہیں کہ اس کو اس طرح قتل کر دیں کہ کسی کو بھی ان کے جرم کا پتا نہ چلے اور پولیس کے ہاتھ سے بچ جائیں تو ان کے لیے یہ بہت آسان نسخہ ہے کہ گھی سے تر ترائی ہوئی مزیدار غذائیں اور مٹھائیاں تیار کر کے شوہر کو کھلائیں اور اصرار کر کے اس کو خوب ڈٹ کر کھانے پر آمادہ کریں۔ اس کے کھانے میں روٹی اور چاول کا استعمال کرانے کے لیے اس کے سامنے لذیذ اور مرغن کھانوں سے بھرا دسترخوان سجائیں تاکہ وہ ان غذاؤں سے اپنا پیٹ خوب بھر لیا کرے اگر اس پروگرام پر عمل کیا تو بیوہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی جلد ہی اس سے چھٹکارا مل جائے گا، مزید برآں بیوی کی خدمات اور خاطر تواضع کے سبب اس سے خوش بھی رہے گا۔

ممکن ہے قارئین گرامی کہیں کہ مذکورہ غذائی پروگرام دولتمند طبقے کے لیے تو اچھا ہے جو انواع واقسام کی لذیذ اور مہنگی غذائیں تیار کرنے پر قادر ہیں لیکن نچلے طبقے کے لیے، جو قوم کی اکثریت پر مشتمل ہے اور شب و روز کی محنت و مشقت کے بعد دو لقموں سے اپنا پیٹ بھرنے پر مجبور ہے، اس کے لیے یہ پروگرام قابل عمل نہیں ہے، اس طبقے کے لوگ بدن کی ضروریات کو پورا کرنے والے غذائی پروگرام پر کس طرح عمل کر سکتے ہیں؟

لیکن قارئین محترم کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ خوش قسمتی سے بدن کے لیے لازمی مواد، انھیں سادہ اور فطری غذاؤں میں کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اگر خاتون خانہ، مقوی اور صحت بخش غذاؤں سے آشنا ہو اور کھانا پکانے کے فن میں بھی مہارت رکھتی ہو تو معمولی پھلیوں، ترکاریوں مثلاً چنے، ماش اور مسور کی دالوں، گیہوں، جو، آلو پیاز، ٹماٹر گاجر اور مختلف سبزیوں سے اس طرح کھانا تیار کر سکتی ہیں کہ مزیدار بھی ہو اور صحت و سلامتی کے لیے بھی فائدہ مند ہو، البتہ سلیقہ اور ہوشیاری شرط ہے۔

مہمانداری

ایک چیز جس کا ہر خاندان کو کم یا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے وہ مہمانداری ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مہمانداری زندگی کے لوازمات میں سے ہے۔ مہمان نوازی ایک اچھی رسم ہے اس کے ذریعہ دلوں میں باہمی تعلق وارتباط پیدا ہوتا ہے، محبت والفت میں اضافہ ہوتا ہے، نفرت و کدورت دور ہوتی ہے۔ دوستوں اور عزیزوں کے یہاں آمد و رفت اور کچھ دیر مل بیٹھنا ایک مفید اور خوشگوار تفریح ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"مہمان کا رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے اس کو کھلانے سے میزبان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

سخی لوگ دوسروں کے کھانے میں سے کھاتے ہیں تاکہ ان کے کھانے میں سے وہ کھائیں، لیکن کنجوس دوسروں کے کھانے میں سے نہیں کھاتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے کھانے میں سے وہ کھالیں۔

زندگی کے اس متلاطم سمندر میں انسان کے دل و دماغ کو آرام و سکون کی ضرورت ہوتی ہے، اس سے بہتر سکون و آرام کس طرح مہیا ہو سکتا ہے کہ کچھ وفادار دوستوں اور رشتے داروں کی محفل میں بیٹھیں، کچھ اپنا حال دل کہیں کچھ ان کی سنیں، پر لطف گفتگو سے محبت والفت کی محفل کو سجائیں اور وقتی طور پر زندگی کی مشکلات اور پریشانیوں کو بھلا دیں۔ تفریح بھی کر لیں اور کھوئی ہوئی طاقت بھی بحال کر لیں، دل بہلائیں اور دوستی کے رشتوں کو بھی مستحکم کر لیں۔

جی ہاں۔ مہمانداری بہت عمدہ رسم ہے اور شاید ہی کوئی اس کی خوبی سے انکار کرے، البتہ اس سلسلے میں دو بڑی مشکلات سامنے آتی ہیں کہ جس کے سبب اکثر لوگ جہاں تک ہو سکتا ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور انتہائی ضروری حالات میں ہی اس کو قبول کرتے ہیں۔

پہلی مشکل

زندگی کی چمک دمک اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی بے جا ہوس نے زندگی کو دشوار بنا دیا ہے۔ گھر کے ضروری ساز و سامان جو ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اور آرام کی خاطر ہوتے تھے، اپنی حقیقی صورت سے خارج ہو کر خودنمائی اور اشیائے تجمل کی شکل اختیار کر گئے ہیں، یہی چیز مہمانداری اور دوستوں کی

آمد ورفت میں کمی پیدا کرتی ہے۔ شاید کم ہی لوگ ہوں جو دوستوں اور رشتہ داروں سے آنے جانے کو پسند کرتے ہوں۔ لیکن چونکہ حسب دلخواہ شان وشوکت کے اسباب فراہم کرنے اور معیار زندگی اونچا کرنے پر قادر نہیں ہیں اور اپنے معیار زندگی کو سطحی سمجھتے ہیں اس لیے دوستوں سے میل جول رکھنے سے بھاگتے ہیں۔ ایک غلط خیال انسان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کی دنیا وآخرت کو تباہ کر دیتا ہے۔

آپ کی دوست خواتین آپ کے گھر کی شان وشوکت اور سجاوٹ کو دیکھنے کے لیے آپ کے گھر آتے ہیں؟! اگر یہی مقصد ہے تو دکانوں، شوروم اور میوزیم جائیں۔ کیا آپ نے اشیائے تجمل کی نمائش لگا رکھی ہے اور اپنی خودنمائی کے لیے ان کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتی ہیں؟ ایک دوسرے کے یہاں آمد ورفت باہمی تعلقات اور محبت کی خاطر اور تفریح کی غرض سے کی جاتی ہے نہ کہ فخر ومباہات اور خودنمائی کے لیے۔ مہمان اپنا شکم پر کرنے اور خوب صورت مناظر کا نظارہ کرنے کے لیے آپ کے گھر نہیں آتے ہیں بلکہ دعوت کو ایک قسم کی عزت افزائی سمجھتے ہیں۔ وہ خود بھی اس قسم کی رقابتوں اور تجمل پرستی سے تنگ آگئے ہیں اور سادگی کو پسند کرتے ہیں لیکن ان میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس غلط رسم کا خاتمہ کر سکیں اور خود کو اس اختیاری قید وبند سے آزاد کر لیں۔ اگر آپ ان کی سادگی کے ساتھ خاطر تواضع کریں تو نہ صرف یہ کہ ان کو برا نہیں لگے بلکہ وہ خوش ہوں گے اور بعد میں اس سادہ روش کی پیروی کر کے بغیر کسی تکلف اور پریشانی کے آپ کی بھی پذیرائی کریں گے۔ ایسی صورت میں آپ نہایت سادگی کے ساتھ دوستوں کے یہاں آمد ورفت کا سلسلہ جاری رکھ سکتی ہیں اور انس ومحبت کی نعمت سے بہرہ مند ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس مشکل کو آسانی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے البتہ اس کام کے لیے کسی قدر ہمت وجرأت کی ضرورت ہے!

دوسری مشکل

مہمانداری کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ تو خواتین کے مشکل کاموں میں سے ہے۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ بیوی چند گھنٹوں کے اندر اندر کچھ مہمانوں کی خاطر تواضع کا انتظام کرنے پر مجبور ہے اس سبب سے کھانے مرضی کے مطابق تیار نہیں ہو سکے ایسی حالت میں ایک طرف میاں ناراض ہوتا ہے کہ میں نے پیسہ خرچ کیا اور اس کے باوجود میری عزت مٹی میں مل گئی۔ دوسری طرف بیوی ناراض ہے کہ میں نے اتنی زحمت اٹھائی اس کے باوجود مہمانوں کے سامنے میری بے عزتی ہوگئی وہ لوگ مجھے بدسلیقہ اور پھوہڑ سمجھیں گے، ان سب سے بدتر یہ کہ شوہر کی جھک جھک کے جواب میں کیا کہوں ان ہی اسباب کی بنا پر کم ہی ایسی محفلیں ہوتی ہیں جو بغیر کسی ہنگامے اور الجھن پریشانی کے اختتام پذیر ہوں اور یہی امر باعث بنتا ہے کہ بہت سے لوگ مہمانداری سے گریز کرتے ہیں اور اس کے تصور سے ہی بھاگتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ مہمانداری آسان کام نہیں ہے لیکن اصل مشکل اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ میزبان خاتون، مہمانداری کے طور طریقوں سے اچھی طرح واقف نہیں اور چاہتی ہے کہ صرف دو تین گھنٹے کے اندر بہت سے مشکل اور دشوار کاموں کو انجام دے لے۔ اگر مدبر اور تجربہ کار ہے تو بہت خوبی اور آسانی کے ساتھ بہترین طریقے سے دعوت کا انتظام کر سکتی ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے مہمانداری کے دو نمونے پیش کر رہے ہیں، ان میں سے جو آپ کو بہتر معلوم ہو آپ اپنے لیے اسے منتخب کر سکتی ہیں:

پہلا نمونہ

میاں گھر میں داخل ہوتا ہے اور بیوی سے کہتا ہے شب جمعہ دس آدمی رات کے کھانے پر آئیں گے۔ بیوی جسے کہ گزشتہ دعوتوں کی تلخیاں یاد ہیں، مہمانوں کا نام سن کر ہی اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے اور وہ اعتراض کرتی ہے۔ مرد دلائل کے ذریعے اور خوشامد کر کے اس کو راضی کرتا ہے کہ یہ دعوت کرنا ضروری تھا جس طرح بھی ہو اس دعوت کا انتظام کرو۔ اس وقت سے جمعرات تک پریشانی اور اضطراب میں گزرتے ہیں یہاں تک کہ جمعرات کا دن آ پہنچا، اس روز دعوت کا انتظام کرنا ہے میاں یا بیوی سامان خریدنے کے لیے گھر سے باہر جاتے ہیں۔ راستے میں سوچتے ہیں کہ کیا چیزیں خریدنا چاہیے، آخر کار کسی طرح کچھ چیزیں خرید کر دوپہر تک گھر آتے ہیں۔ بیوی کا کام دوپہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ دوپہر کا کھانا بھی کھایا یا نہیں کھایا، اٹھ کر کام میں مشغول ہو جاتی ہے۔ لیکن کام کوئی ایک دو تو ہیں نہیں، وہ اپنے آپ کو کاموں کے انبار میں گھرا ہوا پاتی ہے، کیا

کرے اور کیا نہ کرے مثلاً سبزیاں صاف کرنا اور کاٹنا ہے، آلو اور پیاز سرخ کرنا ہے، دال چننا ہے، چاول چن کے بھگنے کو رکھنا ہے، گوشت کو صاف کرکے قیمہ بنانا ہے، دو تین قسم کے کھانے پکانا جاتی ہے، مرغ بھوننا ہے، کباب بنانا ہے، سالن پکانا ہے، پلاؤ پکانا ہے، چائے کا سامان ٹھیک کرنا ہے، برتن دھونا ہیں، ڈرائنگ روم کو درست کرنا ہے، یہ سارے کام یا تو خود تنہا انجام دے یا کسی کی مدد لے، بہرحال عجلت اور پریشانی کی حالت میں کاموں میں مشغول ہے۔ سبزی کاٹنی ہے مگر چھری نہیں مل رہی ہے ادھر اُدھر تلاش کرتی ہے۔ سالن پکانا ہے تو دیکھتی ہے پیاز نہیں ہے۔ چاول چڑھا دیا تو معلوم ہوا نمک ختم ہوگیا ہے کسی کو نمک اور پیاز خریدنے بھیجتی ہے۔ کھانا پکانے کے لیے جس کی ضرورت ہوتی ہے اس کو ڈھونڈنے میں کچھ وقت صرف ہوتا ہے، کبھی نوکر کو چلاتی ہے، کبھی بچی کو ڈانٹتی پھٹکارتی ہے، کبھی بیٹے کو برا بھلا کہتی ہے۔ کھانے پکانے کے دوران اسٹو کا تیل یا گیس ختم ہوجاتی ہے: اے خدا اب کیا کرے؟

اسی حالت میں دروازے کی گھنٹی بجتی ہے اور ایک ایک کر کے مہمان آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ بے چارہ شوہر جو اپنی بیوی کی پریشانی اور اضطراب سے آگاہ ہے، دھڑکتے دل سے مہمانوں کا استقبال کرتا ہے۔ دعا سلام کے بعد چائے لانے جاتا ہے تو دیکھتا ہے ابھی تو چائے کا پانی بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ بیٹے یا بچی کو ڈانٹتا ہے کہ ابھی تک چائے کے برتن نہیں نکالے گئے ہیں۔ خدا خدا کرکے چند بار اندر باہر کے چکر لگانے کے بعد چائے کی چند پیالیاں مہمانوں کے سامنے رکھی جاتی ہیں۔ نظریں مہمانوں پر ہیں لیکن دل باورچی خانے میں لگا ہوا ہے کیونکہ معلوم ہے کہ باورچی خانے میں کیا ہنگامہ برپا ہے۔

دوستوں کی پرلطف باتوں کا جواب پھیکی مسکراہٹ سے دیا جاتا ہے لیکن دل اس دعوت کے انجام سے خوفزدہ ہے۔ سب سے بدتر جب ہوتا ہے کہ مہمانوں میں عورتیں بھی ہوں یا معزز حضرات رشتے داروں میں سے ہوں۔ ایسی حالت میں ہر ایک مہمان پوچھتا ہے کہ آپ کی بیگم کہاں ہیں؟ شوہر جواب دیتا ہے کام میں مشغول ہیں، ابھی آتی ہیں۔ کبھی بیوی مجبوراً کاموں کے بیچ میں سے اٹھ کر ذرا دیر کے لیے مہمانوں کے پاس چلی آتی ہے۔ لرزتے دل اور خشک ہونٹوں کے ساتھ سلام اور مزاج پرسی کرتی ہے لیکن کیا کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ سکتی ہے؟ فوراً عذر کر کے واپس آجاتی ہے۔ آخر کار کھانا تیار ہوتا ہے لیکن وہ کھانے جو اس صورت سے تیار کیے گئے ہوں ان کا حال تو ظاہر ہی ہے۔ کھانا پکانے سے فرصت ملی تو اب سلاد بنانے کا کام باقی ہے۔ دہی کا رائتہ بنانا باقی ہے، چٹنی اچار برتنوں میں نکالنا ہے، کھانے کے برتنوں کو صاف کرنا ہے، بدبختی تو یہ ہے کہ سامان اور برتنوں کی بھی کوئی خاص جگہ نہیں ہے ہر چیز کو ادھر اُدھر تلاش کرتا ہے، خیر صاحب کھانا لگایا جاتا ہے، مہمان کھانا کھا کر رخصت ہوتے ہیں، لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے، کسی چیز میں نمک تیز کسی میں نمک پڑا ہی نہیں ہے، کوئی چیز جل گئی ہے، کچھ کچا رہ گیا۔ گھبراہٹ کے مارے بعض ڈشز کو لانا ہی بھول گئیں۔ بیوی تقریباً بارہ بجے رات کو کاموں سے فراغت پاتی ہے لیکن تھکی پریشان دوپہر سے اب تک ایک لمحہ بھی سر آرام کا نہیں ملا، اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ مہمانوں کے پاس بیٹھ کر ان سے ذرا دیر باتیں کرتی حتیٰ کہ ٹھیک سے سلام اور احوال پرسی بھی نہ کر سکی لیکن مرد کو سوائے پریشانی اور غم و غصہ کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اتنا پیسہ خرچ کرنے کے بعد بھی کھانا ٹھیک سے نہیں پکا۔ دعوت کر کے پریشانی اٹھانی پڑی۔ ممکن ہے غم و غصے کی شدت سے جھگڑا کرے اور تھکی ہاری بیوی کو سخت سست کہے۔ اس طرح کی دعوت سے نہ صرف یہ کہ میاں بیوی کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات شدید اختلاف اور کشمکش کا باعث بنتا ہے اگر خیریت گزر گئی تو طے کرلیتے ہیں کہ آئندہ کبھی ایسا شوق نہیں کریں گے۔

مہمان بھی چونکہ میزبانوں کی پریشانی اور اضطرابی کیفیت سے باخبر ہوجاتے ہیں ان کو بھی اچھا نہیں لگتا اور کھانے پینے میں ذرا بھی لطف نہیں آتا، اپنے دل میں کہتے ہیں کاش ایسی محفل میں نہ آتے ہوتے بلاوجہ ہی میزبان کو ہماری وجہ سے پریشانی اٹھانی پڑی۔

یقین ہے قارئین کرام میں سے کسی کو بھی ایسی دعوت اچھی نہیں لگے گی جو دردِ سر بن جائے اور آپ بھی اس میں شرکت سے گریز کریں گے۔

کیا آپ جانتی ہیں ان تمام پریشانیوں کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ صرف زندگی میں بدنظمی اور مہمانداری کے فن سے عدم واقفیت ہے ورنہ مہمانداری اتنا بھی دشوار کام نہیں ہے۔

اب ایک اور نمونے پر توجہ فرمائیے:

دوسرا نمونہ

مرد گھر میں داخل ہوتا ہے بیوی سے کہتا ہے میں نے جمعہ کی رات کو دس افراد کو کھانے کی دعوت دی ہے۔ بیوی جواب دیتی ہے بہت اچھا کیا، کیا کیا چیزیں تیار کروں؟! اس کے بعد دونوں باہم مشورہ کر کے کھانے کی فہرست تیار کرتے ہیں اس کے بعد نہایت اطمینان کے ساتھ دعوت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے مع مقدار کے ایک کاغذ پر نوٹ کر لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر اچھی طرح اس فہرست کو پڑھ لیتے ہیں کہ کہیں کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ دوبارہ اس کا جائزہ لینے کے بعد ان میں سے جو چیزیں گھر میں موجود ہیں ان کو کاٹ کر جن چیزوں کو خریدنا ہے ان کو ایک الگ کاغذ پر لکھ لیتے ہیں، اولین فرصت میں ان چیزوں کو خرید کر رکھ لیتے ہیں۔ جمعرات کے دن کی دعوت میں ایک روز ابھی باقی ہے، بعض کام انجام دے لیے، مثلاً میاں بیوی اور بچوں نے فرصت کے وقت تعاون سے کام لیتے ہوئے گھر کی صفائی کر ڈالی۔ سبزیاں صاف کر کے رکھ لیں۔ چاول، دال کو چن لیا۔ نمک دان نمک سے بھر کے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ضرورت کے برتنوں کو نکال کے دھو لیا۔ مختصر یہ کہ جو کام پہلے سے انجام دیے جا سکتے ہیں ان کو تفریح کے طور پر سب نے مل کر کر لیا (بعض ڈشز مثلاً فیرنی یا دوسری کوئی میٹھی ڈش ایک دن پہلے تیار کر کے فریج میں رکھی جا سکتی ہے، کبابوں کا قیمہ پیس کر فریج میں محفوظ کیا جا سکتا ہے) جمعہ کی صبح کو ناشتے سے فراغت کے بعد بعض کام انجام دے لیے مثلاً گوشت کے ٹکڑے کاٹ لیے، مرغ کو صاف کر کے بھون لیا، پیاز کاٹ کے سرخ کر لی، کھانوں کے مسالے پیس لیے، چاول بھگو دیے۔ مختصر یہ کہ کچھ کام دوپہر سے پہلے انجام دے لیے، ظاہر ہے جب یہ سارے کام صبر و حوصلے کے ساتھ انجام دیے جائیں گے تو بیوی کے لیے چنداں مشکل نہ ہوئی کہ باقی کاموں کو بھی انجام دے اور خانہ داری کے دوسرے کاموں کو بھی آسانی سے کر سکے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑا سا آرام کر کے بقیہ کاموں میں مشغول ہو گئیں۔ کام زیادہ نہیں ہے کیونکہ بعض کاموں کو تو پہلے ہی کر کے رکھ لیا ہے۔ سارا سامان بھی ترتیب و سلیقہ سے رکھا ہے۔ ایک دو گھنٹے کے اندر بغیر کسی چیخ پکار اور دوڑ بھاگ کے باقی کام انجام دے لیے، اس طرح سے کہ رات کے لیے کوئی کام باقی نہ بچا، اس کے بعد خود صاف ستھرے کپڑے پہن کر تیار ہو گئیں۔ مہمانوں کے آنے کا وقت ہوا تو پہلے سے چائے کا پانی، ابلنے کو رکھ دیا۔ اگر مہمان رشتہ دار محرم ہیں تو ان کے استقبال کے لیے خود آگے بڑھیں اور بغیر کسی فکر و تردد کے ان کی خاطر مدارات میں لگ گئیں۔ بیچ میں کبھی کبھی باورچی خانہ کا بھی ایک چکر لگا لیا۔ کھانے کے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ سارا کھانا تیار ہے اگر ضروری ہو تو شوہر اور بچوں سے بھی اس وقت مدد لے لی، جلدی سے آسانی کے ساتھ کھانا چن دیا گیا۔ مہمان بھی انتہائی خوشی اور سکون کے ساتھ کھانا کھانے میں لذت محسوس کریں گے اور اس طرح مسرت و انبساط کے ماحول میں دعوت ختم ہو گئی۔

نتیجہ

مہمان لذیذ اور مزیدار کھانوں کی لذت کے ساتھ ساتھ، انس و محبت کی نعمت سے بھی لطف اندوز ہوں گے اور پر مسرت ماحول میں فرحت حاصل کریں گے۔ اس رات کی خوشگوار یادوں اور میزبان کے بشاش چہرہ کو فراموش نہیں کریں گے۔ میزبانوں کی گرم جوشی اور خاتون خانہ کے سلیقے کی تعریف کریں گے۔ میاں بھی نہایت اطمینان و سکون کے چند گھنٹے مہمانوں کے ساتھ گزار کر خاطر بہترین تفریح کر لیتا ہے، چونکہ اپنے دوستوں کی اچھی طرح سے خاطر مدارات کر سکا ہے اس لیے خوش و خرم ہے اور ایسی باسلیقہ بیوی کے وجود پر، جس نے اپنے ذوق و سلیقہ سے ایسی عمدہ دعوت کا اہتمام کیا ہے، فخر کرتا ہے اور ایسی لائق بیوی اور گھر سے اس کی دلچسپی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

بیوی نے بھی چونکہ صبر و سکون کے ساتھ دعوت کا انتظام کیا تھا اس لیے وہ بھی تھکن سے چور چور نہیں ہے، غصہ اور پریشانی کے عالم میں نہیں ہے اپنے شوہر اور مہمانوں کے سامنے سر بلند ہے اور خوش ہے کہ بغیر کسی پریشانی اور الجھن کے مہمانوں کی اچھی طرح سے خاطر تواضع کی گئی۔ اپنی لیاقت اور سلیقے کا ثبوت دے کر اپنے شوہر کے دل کو اپنے بس میں کر لیتی ہے۔ ان دونوں نمونوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ غور کریں کہ کون سا طریقہ کار درست تھا اور آپ کس کا انتخاب کریں گی۔

امین خانہ

گھر کے اخراجات کا انتظام عموماً مرد کے ذمہ ہوتا ہے۔ مرد شب و روز محنت کر کے اپنے خاندان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

اس دائمی بیگاری کو ایک شرعی اور انسانی فریضہ سمجھ کر دل وجان سے انجام دیتا ہے۔ اپنے خاندان کے آرام وآسائش کی خاطر ہر قسم کی تکلیف وپریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور ان کی خوشی میں لذت محسوس کرتا ہے۔ لیکن گھر کی ملکہ سے توقع رکھتا ہے کہ پیسے کی قدر وقیمت سمجھے اور بیکار خرچ نہ کرے۔ اس سے توقع کرتا ہے کہ گھر کے اخراجات میں نہایت احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام لے یعنی زندگی کی ضروریات اور اہم چیزوں کی درجہ بندی کرکے، ضروری خرچوں مثلاً خوراک، ضروری پوشاک، مکان کا کرایہ، بجلی، پانی، ڈاکٹر ودوا کے اخراجات کو تمام دوسرے امور پر ترجیح دے اور کم ضروری چیزوں مثلاً گھر کے سامان وغیرہ کو دوسرے نمبر پر رکھے اور غیر ضروری چیزوں کو تیسرے نمبر پر رکھے۔ فضول خرچی، اسراف اور بیجا بخششوں کو وہ ایک قسم کی ناقدری اور ناشکری سمجھتا ہے۔

مرد کو اگر بیوی پر اعتماد ہو جائے اور سمجھ لے کہ اس کی محنت کی کمائی کو فضول خرچیوں میں نہیں اڑایا جائے گا تو وہ فکر معاش اور آمدنی بڑھانے میں زیادہ دلچسپی لے گا اور خود بھی تن پروری اور فضول خرچی سے گریز کرے گا لیکن اگر اپنی محنت کی کمائی کو برباد ہوتے دیکھتا ہے کہ گھر والی غیر ضروری لباس اور اپنی آرائش اور زیب وزینت کے اسباب کو تمام ضروری چیزوں پر مقدم سمجھتی ہے اور مشاہدہ کرتا ہے کہ رات دن محنت کرکے جو کچھ کما کر لاتا ہے وہ غیر ضروری اشیا پر خرچ ہو جاتا ہے اور ضروری اخراجات کے لیے ہمیشہ پریشان رہنا پڑتا ہے اور قرض لینے کی نوبت آجاتی ہے اور اس کی خون پسینے کی کمائی مال غنیمت کی طرح بیوی بچوں کے ہاتھوں لٹائی جارہی ہے۔ ایسی صورت میں گھر پر سے اس کا اعتماد اٹھ جاتا ہے اور وہ محنت مشقت کرنے سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ کوئی ضرورت ہی نہیں ہے کہ میں اس قدر زحمت اٹھا کر کما کر لاؤں اور ناقدری کرنے والوں کے حوالے کردوں کہ فضول خرچیوں میں پیسے اڑا دیں۔ میں ضروریات زندگی مہیا کرنے اور عزت وآبرو قائم رکھنے کے لیے محنت کرتا ہوں لیکن میرے گھر والوں کو سوائے فضول خرچی اور ہوا وہوس کے اور کچھ فکر ہی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ ان افکار کے نتیجہ میں وہ بھی عیاشی اور فضول خرچی کرنے لگے اور آپ کی زندگی کا شیرازہ بکھر جائے۔

عزیز بہن! اگر آپ کا شوہر جو کچھ کما کر لاتا ہے وہ سب آپ کے حوالے کر دیتا ہے تو یہ نہ سمجھیے کہ اس کی حقیقی مالک آپ ہو گئیں بلکہ شرعاً اور قانوناً آپ کا شوہر مالک ہے۔ آپ گھر کی امین ہیں اس لیے تمام اخراجات اس کی مرضی اور اجازت سے انجام پانے چاہئیں۔ اس کی مرضی کے بغیر آپ کو حق نہیں کہ کسی کو کوئی چیز دے دیں یا کسی کے یہاں تحفہ سوغات وغیرہ لے جائیں۔ حتیٰ کہ اپنے یا اس کے رشتے داروں کو بھی اس کی مرضی کے بغیر تحائف نہ دیں۔ آپ اپنے خاندان کی امانت دار ہیں اور اس سلسلے میں آپ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر آپ خیانت کریں گی تو روز قیامت اس سلسلے میں آپ سے بازپرس ہوگی۔

خواتین کے مشاغل

یہ صحیح ہے کہ خاندان کے اخراجات پورے کرنا مردوں پر واجب ہے اور خواتین کی اس سلسلے میں شرعاً کوئی ذمہ داری نہیں ہے لیکن عورتوں کو بھی کوئی نہ کوئی کام یا مشغلہ اپنانا چاہیے، اسلام میں بیکار اور خالی بیٹھے رہنے کی مذمت کی گئی ہے۔

انسان خواہ ضرورت مند ہو یا آسودہ حال، اس کو کسی نہ کسی کام اور مشغلے میں لگے رہنا چاہیے اور اپنے اوقات کو بیکار و بے مصرف برباد نہیں کرنا چاہیے، بلکہ کام کرے اور دنیا کو آباد کرے۔ اگر ضرورت مند ہے تو اپنی آمدنی کو اپنے گھریلو اخراجات پر خرچ کرے اور اگر ضرورت مند اور نادار نہیں ہے تو حاجت مندوں کی امداد اور نیک کاموں میں خرچ کرے۔ بیکاری، تھکن اور رنج وغم پیدا کرتی ہے، بہت سی جسمانی ونفسیاتی بیماریاں اور اخلاقی بدعنوانیاں اسی کے سبب ظہور میں آتی ہیں۔

خواتین کے بہترین مشغلے، گھر گرہستی کے کام، شوہر کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش وغیرہ جیسے امور ہیں جو کہ گھر کے اندر ہی انجام پاتے ہیں۔ ہنر مند خواتین اپنے حسن تدبر اور سلیقے سے اپنے گھر کو بہشت بریں، نیک بچوں کی تعلیم وتربیت گاہ اور زندگی کی دوڑ میں مشغول اپنے محنتی شوہر کے لیے بہترین آسائش گاہ بنا سکتی ہیں اور یہ کام نہایت عظیم اور قابل احترام ہے۔

حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ: عورت کے گھر میں کام کرنے کی کس قدر فضیلت ہے؟ فرمایا: ''ہر وہ عورت

جو امور خانہ کے سلسلے میں اصلاح کی خاطر اگر کوئی چیز ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دے، خدا اس پر رحمت کی نظر فرمائے گا اور جو شخص خدا کا منظور نظر ہو جائے، عذاب الٰہی میں گرفتار نہیں ہوگا۔"

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، عورتوں کے ثواب سے متعلق مزید تفصیل بتائیے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"جب عورت حاملہ ہوتی ہے خدا اس کو اس شخص کا سا اجر عطا فرماتا ہے جو اپنے نفس اور دن کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے جس وقت بچے کو جنم دیتی ہے، اس سے خطاب ہوتا ہے کہ تمہارے گناہ معاف کر دیے گئے اپنے اعمال پھر شروع کرو، جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، ہر مرتبہ دودھ پلانے کے عوض اس کے نامۂ اعمال میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔"

گھر کے کام کاج نپٹانے کے بعد خواتین کو فرصت کے اوقات بھی میسر آتے ہیں، ان خالی اوقات کو بھی بیکار صرف نہیں کرنا چاہیے۔ ان اوقات کو بہترین طریقے سے کام میں لائیں اور اپنے لیے کچھ مشاغل منتخب کر لیں اور اپنے آپ کو مشغول رکھیں، مثلاً مفید کتابیں پڑھ سکتی ہیں، سود مند موضوعات پر تحقیق و جستجو کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتی ہیں، اپنی تحقیق و مطالعہ کے نتائج کو مقالہ یا کتاب کی صورت میں قلمبند کر سکتی ہیں تاکہ دوسرے اس سے استفادہ کریں۔ مختلف ہنروں مثلاً مصوری، خطاطی، کشیدہ کاری، سلائی، بنائی جیسے کاموں میں اپنے وقت کو مفید و کارآمد بنا سکتی ہیں، ان کاموں کے ذریعے معاشی طور پر اپنے خاندان کی مدد بھی کر سکتی ہیں اور معاشرے کی اقتصادیات میں بھی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں کاموں میں مصروف رہ کر بہت سی نفسیاتی بیماریوں اور اعصابی کمزوریوں سے بھی بڑی حد تک محفوظ رہ سکتی ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"خدا اس مومن کو جو ایمانداری کے ساتھ کسی پیشے یا کام میں مشغول رہتا ہے، پسند فرماتے ہیں۔"

بہر حال یہ چیز خود خواتین کے حق میں ہے کہ کسی نہ کسی کام یا مشغلے میں مصروف رہیں اور ان کے لیے بہترین کام وہ ہیں جنھیں گھر کے اندر انجام دے سکیں تاکہ امور خانہ داری اور شوہر اور بچوں کی دیکھ بھال بھی اچھی طرح اور آسانی کے ساتھ کر سکیں۔

البتہ بعض خواتین پسند کرتی ہیں یا اس بات کی ضرورت محسوس کرتی ہیں کہ گھر کے باہر کوئی کام کریں۔ خواتین کے لیے بہترین اور سب سے مناسب و موزوں پیشے ٹیچنگ اور نرسنگ کے ہیں۔ کنڈر گارٹن میں چھوٹے بچوں کی تربیت اور اسکول کالج میں لڑکیوں کو پڑھانا اور ان کی تربیت کرنا ایک نہایت قابل قدر کام ہے جو خود عورت کے نازک و لطیف وجود سے بھی مطابقت رکھتا ہے یا عورتوں کے امراض کی ڈاکٹر بنیں یا نرسنگ کے پیشے کا انتخاب کریں۔ اس قسم کے پیشے خواتین کی مہربان اور لطیف و نازک طبیعت سے مناسبت رکھتے ہیں نیز ان کی انجام دہی میں غیر مردوں کے ساتھ زیادہ ربط و ضبط رکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی یا بہت کم ہوتی ہے۔

جو خواتین گھر سے باہر کام کرنا چاہتی ہیں ان کو مندرجہ ذیل نکات پر توجہ کرنی چاہیے:

۱۔ شغل کے انتخاب میں اپنے شوہر سے صلاح و مشورہ لیجیے اور اس کی اجازت کے بغیر کام نہ کیجیے۔ یہ امر خاندان کے سکون کو درہم برہم کرنے کا سبب بنتا ہے، آپ اور آپ کے بچوں کی زندگیاں تلخ ہو جاتی ہیں۔ یہ حق شوہر کو حاصل ہے کہ اجازت دے یا نہ دے اور اس قسم کی عورتوں کے شوہر کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اگر ان کی بیویوں کے شغل میں کوئی حرج نہ ہو تو ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں اور اجازت دے دیں کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کام کرے، سماجی خدمت بھی انجام دے اور گھر کی اقتصادی مدد بھی کرے۔

۲۔ گھر سے باہر اور وہ جہاں کام کرتی ہوں اپنے مکمل اسلامی حجاب و پردے کا لحاظ رکھیں۔ بغیر کسی آرائش کے سادہ طریقے سے کام پر جائیں۔ حتی الامکان غیر مردوں سے خلط ملط ہونے اور ان سے ربط و ضبط رکھنے سے اجتناب کریں۔ آفس کام اور خدمت کی جگہ ہے نہ کہ خود نمائی اور باہمی مقابلے کی، انسان کی شخصیت کی تعمیر لباس اور زیورات سے نہیں بلکہ متانت و سنجیدگی اور اپنے کام میں مہارت رکھنے اور فرائض کی انجام دہی سے ہوتی ہے۔ اپنے عمل و کردار سے ایک مسلمان خاتون کے وقار و سنجیدگی کا تحفظ کیجیے، خود بھی باعزت طور سے رہیے اور اپنے شوہر کے لطیف احساسات و جذبات کو بھی مجروح نہ کیجیے۔ اپنے شوہر کیلیے خوب صورت کپڑوں، زیورات اور سامان آرائش

کو گھر میں اپنے شوہر کے لیے استعمال کیجیے۔

۳۔ جب آپ گھر سے باہر کام کرتی ہیں اسی کے ساتھ آپ کے شوہر اور بچے آپ سے یہ بھی توقع کرتے ہیں کہ خانہ داری اور شوہر اور بچوں کے کاموں کی طرف سے غفلت نہ برتیں۔

اپنے شوہر کے تعاون سے گھر کی صفائی، کھانا پکانے، برتنوں اور کپڑوں کی دھلائی اور گھر کے دیگر کاموں کا انتظام کیجیے اور مناسب مواقع پر سب مل کر ان کاموں کو انجام دیجیے۔

آپ کے گھر کا انتظام اور دوسرے لوگوں کے گھروں کی مانند بلکہ ان سے بہتر طریقے سے انجام پانا چاہیے۔ گھر کے باہر کام کرنے کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیے کہ گھر کے کاموں کو آپ ہاتھ نہ لگائیں اور آپ کے شوہر اور بچے پریشان رہیں۔ گھر آپ کی آسائش گاہ ہے اور اپنی آسائش گاہ کی جانب سے غفلت نہ برتیں۔

کام کرنے والی خواتین کے شوہروں کو بھی نصیحت کی جاتی ہے کہ گھر کے کاموں اور بچوں کی پرورش میں اپنی بیویوں کے ساتھ لازمی طور پر تعاون سے کام لیتے ہوئے مدد کریں۔ ان سے اس بات کی توقع نہ کریں کہ نوکری بھی کرے اور گھر کے کام بھی اکیلے انجام دے گی۔ اس قسم کی توقع کرنا نہ تو شرعاً ہی جائز ہے اور نہ ہی انصاف پسند ضمیر اسے گوارا کرے گا اور نہ ہی ازدواجی زندگی کے اصولوں اور محبت وفاداری کی رو سے یہ جائز ہے۔

انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ گھر کے کاموں کو آپس میں بانٹ لیں اور ان میں سے ہر ایک حالات اور وقت کی مناسبت سے گھر کے کاموں کی ذمہ داری لے اور اسے انجام دے۔

۴۔ اگر آپ بچے والی ہیں بچے کو یا تو نرسری میں داخل کیجیے یا کسی قابل اعتبار اور ہمدرد مہربان شخص کے پاس چھوڑ کر اپنے کام پر جائیے۔ بچے کو گھر یا کمرے میں تنہا چھوڑ کر کام پر جانا بے حد خطرناک کام ہے۔ مختلف احتمالی خطرات کے علاوہ، تنہائی میں بچہ ڈر سکتا ہے اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے۔

۵۔ اگر آپ اپنے پیشے کو تبدیل کر کے دوسرا کام اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کرتی ہیں تو اپنے شوہر سے ضرور صلاح و مشورہ کیجیے اور اس کی اجازت اور رائے سے کام کیجیے، اگر وہ موافقت نہ کرے تو اس کام کو اختیار نہ کیجیے۔ وہ موافقت کرے تو کوشش کیجیے کہ ایسے کام کا انتخاب کریں جس میں غیر مردوں سے کم سے کم رابطہ رکھنا پڑے کیوں کہ یہ چیز نہ تو آپ کے ہی حق میں سود مند ہے نہ ہی سماج کے لیے۔

فرصت کے اوقات کا مصرف

خانہ داری کے کام کاج اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ایک خاتون اگر ان فرائض کو اچھی طرح سے انجام دینا چاہے تو اس کا زیادہ تر وقت اسی میں صرف ہو جاتا ہے خصوصاً اگر چھوٹے بڑے تلے اوپر کے کئی بچے بھی ہوں۔ اس کے باوجود عورتوں کو تھوڑی بہت فرصت تو مل ہی جاتی ہے۔

ہر شخص اپنے فرصت کے اوقات کو مختلف طریقے سے گزارتا ہے۔ کچھ خواتین ان اوقات کو یونہی برباد کر دیتی ہیں اور کوئی سود مند کام انجام نہیں دیتیں یا بغیر کسی مقصد کے گھر سے باہر کے چکر لگاتی رہتی ہیں یا کوئی دوسری عورت مل جاتی ہے تو اس سے باتوں میں مشغول ہو جاتی ہیں، یا ایسے گانے سنتی ہیں کہ جن سے سوائے تضیع اوقات، اعصابی کمزوری اور اخلاقی گراوٹ کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، اس قسم کے لوگ یقیناً نقصان اٹھاتے ہیں کیوں کہ اول تو فرصت کے اوقات بھی انسان کی عمر میں شمار ہوتے ہیں اور ان کو تلف کر دینا پشیمانی کا باعث ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی اتنی مختصر ہے کہ ابھی آنکھ کھولی نہیں کہ بند کرنے کا وقت آ جاتا ہے۔ حیرت کا مقام ہے! اگر تھوڑا سا پیسہ کھو جاتا ہے تو ہم افسردہ و غمگین ہو جاتے ہیں لیکن عمر عزیز کو تلف کر کے ہمیں کوئی غم محسوس نہیں ہوتا! ایک عاقل انسان اپنی گراں بہا عمر کے گھنٹوں بلکہ لمحوں کو بھی غنیمت سمجھ کر ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرتا ہے۔ فرصت کے اوقات کو کس قدر مفید و بامقصد بنایا جا سکتا ہے!

دوسرا یہ کہ بیکار بیٹھنا خود نقصان دہ ہے اور اس کے برے نتائج برآمد ہوتے ہیں، بہت سی نفسیاتی اعصابی بیماریاں، جن کی اکثر عورتوں کو شکایت رہتی ہے، خالی اور بیکار رہنے کے سبب پیدا ہو جاتی ہیں۔ بیکار آدمی کا ذہن ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے اور غم و غصہ پیدا کرتا ہے۔ غم و غصہ اعصاب کو کمزور اور روح کو بے چین کرتا ہے۔ وہ انسان خوش نصیب ہے جو کام میں مشغول رہتا ہے۔ کاموں میں مشغول رہنا بہت فرحت بخش عمل ہے، بیکار لوگ زیادہ

تر مضمحل اور افسردہ رہتے ہیں۔

کیا یہ چیز تاسف باعث نہیں کہ انسان اپنی قیمتی زندگی کو بیکار برباد کر دے اور اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہ کرے!!

پیاری بہنو! آپ بھی اپنے فرصت کے اوقات سے چاہے وہ کم اور مختصر ہی کیوں نہ ہوں، بیشمار فائدے اٹھا سکتی ہیں۔ علمی و ادبی کام کر سکتی ہیں۔ اپنے ذوق کے مطابق اور اپنے شوہر سے مشورہ کر کے ایک مضمون کا انتخاب کر لیجیے اس مضمون سے متعلق کتابیں فراہم کیجیے اور فرصت کے لمحات میں ان کا مطالعہ کیجیے اور روز بروز اپنے علم اور معلومات میں اضافہ کیجیے۔

مضمون کا انتخاب، خود آپ کے ذوق سے تعلق رکھتا ہے۔ فزکس، کیمسٹری، ہیئت و نجوم، سائیکولوجی، سوشیالوجی، قانون، تفسیر قرآن، فلسفہ و کلام، علم اخلاق، تاریخ و ادب، ان میں سے کسی بھی مضمون یا کسی دوسرے مضمون کا انتخاب کر سکتی ہیں اور اس پر تحقیق و مطالعہ کر سکتی ہیں۔ جب آپ کتاب پڑھنے کی عادی ہو جائیں گی تو کتاب کے مطالعے میں آپ کو لذت محسوس ہوگی اور اندازہ ہوگا کہ کتابوں کا مطالعہ کس قدر دلچسپ اور بامعنی کام ہے۔

اس طرح آپ بہترین طریقے سے سرگرم عمل بھی رہ سکتی ہیں اور تفریح کا لطف بھی لے سکتی ہیں، روز بروز آپ کے فضل و کمال میں اضافہ ہوگا اور ہمت سے کام لے کر اس عمل کو جاری رکھا تو اس سبجیکٹ میں مہارت پیدا کر سکتی ہیں اور قابل قدر علمی و ادبی خدمات انجام دے سکتی ہیں، مقالے لکھ کر اخبار و رسائل میں شائع کرا سکتی ہیں، مفید کتابیں لکھ سکتی ہیں تاکہ آپ کی ذہنی و قلمی کاوشوں سے دوسرے بھی استفادہ کریں۔ اس ذریعے سے آپ کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوگا اور آپ کا شمار ایک قابل قدر شخصیت کے طور پر ہوگا علاوہ ازیں اس کے ذریعہ مالی فوائد بھی حاصل کر سکتی ہیں۔

یہ خیال نہ کریں کہ امور خانہ داری کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے کام انجام نہیں دیے جا سکتے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اگر کوشش و ہمت سے کام لیں تو یقیناً کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ یہ نہ سوچیں کہ عظیم خواتین نے جو گراں قدر آثار و کتب بطور یادگار چھوڑی ہیں وہ بیکار رہتی تھیں، جی نہیں وہ بھی گھر کے کام کاج انجام دیتی تھیں لیکن اپنے خالی اوقات کو یونہی تلف نہیں کرتی تھیں۔

مسز ڈورتھی کارنیگی (Mrs. Dorothy Carnegill) جو گراں قدر کتاب کی مصنفہ ہے اور اس کی کتاب بہت مقبول ہوئی اور بڑی تعداد میں فروخت ہوتی ہے، وہ ایک گھریلو خاتون تھی، اپنے امور خانہ داری کو بخوبی انجام دیتی تھی اور سائنسی تحقیقات میں اپنے شوہر ڈیل کارنیگی (Dale Carnegie) کی مدد بھی کرتی تھی اور خود بھی مطالعے تصنیف و تالیف میں مشغول رہتی تھی۔ وہ لکھتی ہے: میں نے اس کتاب کا بڑا حصہ، روزانہ جب میرا چھوٹا بچہ سو جاتا تھا، تو دو گھنٹے کی مہلت ملنے پر لکھا ہے۔

مشہور و معروف دانشوروں اور مصنفوں کی صف میں ایسی عظیم خواتین بھی ملتی ہیں جنہوں نے زبردست علمی خدمات انجام دی ہیں اور عظیم آثار بطور یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ بھی اگر ہمت و استقامت سے کام لیں تو مردوں کے دوش بدوش ترقی کر سکتی ہیں، اگر آپ کے شوہر محقق و دانشور ہیں تو آپ علمی کاموں میں ان کی مدد کر سکتی ہیں یا مشترکہ طور پر تحقیق و مطالعہ کا کام کر سکتی ہیں۔ کیا یہ افسوسناک بات نہیں کہ ایک پڑھی لکھی خاتون، ازدواجی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد اپنی سالہا سال کی محنت کو یوں ہی گنوا دے اور پڑھنے لکھنے سے دستبردار ہو جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ”علم و دانش سے بہتر کوئی خزانہ نہیں۔“

البتہ اگر آپ کو مطالعے کا شوق نہیں ہے تو کوئی ہنر یا دستکاری سیکھ لیجیے اور فرصت کے وقت اس میں مشغول رہیے، مثلاً سلائی، کڑھائی، بنائی، ڈرائنگ، کپڑوں اور کاغذوں کے پھول بنانا وغیرہ کارآمد ہنر ہیں، ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس میں مہارت پیدا کیجیے اور اسے انجام دیتی رہیے۔ اس طریقے سے آپ کا وقت فالتو باتوں میں ضائع نہ ہوگا، آپ کا ذوق و ہنر بھی ظاہر ہوگا۔ اس سے آپ کو آمدنی بھی ہو سکتی ہے اور اپنے گھر کے بجٹ میں مدد کر سکتی ہیں۔

اسلام میں دستکاری کے کاموں کو عورتوں کے لیے اچھا کہا گیا ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

”سوت کاتنے کا کام عورتوں کی سرگرمی کے لیے اچھا ہے۔“

بچوں کی پرورش

عورت کی ایک بہت حساس اور سنگین ذمہ داری، بچوں کی پرورش ہے۔ بچے پالنا آسان کام نہیں ہے بلکہ بہت صبر آزما اور

کٹھن کام ہے، لیکن یہ ایک بے حد مقدس اور قابل قدر فریضہ ہے جو قدرت نے عورت کے سپرد کیا ہے۔ یہاں پر مختصراً چند باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ شادی کا ثمرہ

اگرچہ ایسا اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے کہ مرد عورت بچے پیدا کرنے کی خاطر شادی کریں، عموماً دوسرے عوامل منجملہ جنسی خواہش اس کا محرک ہوتے ہیں، لیکن زیادہ مدت نہیں گزرتی کہ آفرینش کا فطری مقصد، بچے کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

بچے کا وجود، ازدواجی زندگی کے درخت کا پھل اور ایک فطری آرزو ہے۔ بے اولاد جوڑے بے برگ و بار درخت کی مانند ہوتے ہیں۔ بچے کا وجود شادی کے رشتے کو مستحکم کرتا ہے۔ بچے کی معصوم کلکاریاں گھر کے ماحول میں رونق پیدا کرتی ہیں، گھر اور زندگی سے میاں بیوی کی محبت اور دلچسپی میں اضافہ کرتی ہیں۔ باپ کو سعی و کوشش کے لیے سرگرم اور ماں کو گھر میں مشغول رکھتی ہیں۔

شروع میں شادی، جنسی ہوس، جسمانی خواہشات اور جذباتی عشق و محبت کی ناپائیدار اور متزلزل بنیادوں پر قائم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اس کے ٹوٹنے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ طاقتور ترین عامل جو اس کو پائیدار بنانے کا ضامن ہوتا ہے وہ اولاد کا وجود ہے۔ جوانی کا نشاط انگیز دور جلدی گزر جاتا ہے جنسی خواہشات اور ظاہری عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ اس ہیجان انگیز دور کی واحد یادگار جو باقی رہ جاتی ہے اور میاں بیوی کے لیے سکون اور باہمی تعلق کے اسباب فراہم کرتی ہے، وہ اولاد کی موجودگی ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں:

”نیک و صالح اولاد ایک ایسی خوشبودار گھاس کی مانند ہے جو بہشت کی گھاس ہو۔“

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”اپنی اولاد کی تعداد میں اضافہ کرو۔ کیوں کہ قیامت کے دن تمہاری زیادتی کے سبب دوسری اقوام پر فخر کروں گا۔“

۲۔ بچوں کی تربیت

خواتین کی ایک اور بہت اہم ذمہ داری بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ اس سلسلے میں ماں باپ دونوں کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن اس ذمہ داری کا زیادہ بوجھ ماں کے کندھوں پر ہوتا ہے، کیوں کہ وہی ہر وقت بچوں کی دیکھ بھال اور حفاظت کرسکتی ہے۔ اگر مائیں، ایک ماں کے مقدس اور اہم فرائض سے پوری طرح واقف ہوں تو سماج کے ان نونہالوں کی صحیح طریقے سے پرورش اور تعلیم و تربیت کر سکتی ہیں اور ایک معاشرے کی عام حالت بلکہ دنیا کی پوری طرح کایا کلپ کرسکتی ہیں۔ اس بنا پر بلا خلاف تردید کہا جاسکتا ہے کہ معاشرے کی ترقی و پسماندگی کا دارومدار خواتین پر ہوتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ:

”ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔“

وہ بچے جو آج گھر کے چھوٹے سے ماحول میں تعلیم و تربیت پاتے ہیں کل سماج کے ذمہ دار عورت اور مرد بنیں گے۔ ہر وہ سبق جو آج گھر کے ماحول میں ماں باپ کے سایہ میں سیکھتے ہیں کل کے سماج میں اس پر عمل کریں گے۔ اگر خاندانوں کی اصلاح ہوگی تو معاشرے کی بھی یقیناً اصلاح ہو جائے گی چونکہ معاشرہ ان ہی خاندانوں سے تشکیل پاتا ہے، اگر آج کے بچے بدمزاج، جھگڑالو، ظالم، چاپلوس، دروغ گو، بداخلاق، کوتاہ فکر، بے ارادہ، نادان، ڈرپوک، شرمیلے، خودغرض، زر پرست، لاابالی اور جبریہ ماحول میں پرورش پائیں گے تو کل بڑے ہوکر ان ہی بری صفات میں مبتلا ہوکر برے معاشرے کی تشکیل کریں گے۔

اگر آج آپ سے خوشامد اور چاپلوسی کرکے کوئی چیز لیں گے تو کل ظالموں کی بھی خوشامد کریں گے۔ اس کے برعکس اگر آج کے بچے، سچے، بہادر، بلند ہمت، خوش اخلاق، خیر خواہ، بردبار، ایماندار، رحم دلی، انصاف پسند، اعلیٰ نفس، حق گو، امانت دار، دانا، روشن فکر اور ملائم لہجے میں بات کرنے والوں کی محبت میں تربیت پائیں گے تو کل یہی اعلیٰ صفات، خود ان میں ہنر اور ذوق سے ظاہر ہوں گی۔

اس بناء پر والدین خصوصاً ماؤں کی اپنے بچوں اور معاشرے کے سلسلے میں بہت بڑی اور بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر آپ نے اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں صحیح تعلیم و تربیت کے اصولوں پر عمل کیا تو یہ آئندہ کے معاشرے کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اگر اس عظیم ذمہ داری کو انجام دینے میں کوتاہی کی تو قیامت

کے روز والدین اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

یہاں پر ایک بات کی یاد دہانی کرانی چاہیے کہ ہر خاتون، ماں کے فرائض اور صحیح تعلیم و تربیت کرنے کے فن سے واقف نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کو یہ رموز سیکھنے چاہئیں۔ ان صفحات میں تربیت کے فن پر بحث نہیں کی جاسکتی اور اس وسیع موضوع کا تجزیہ و تحلیل نہیں کیا جاسکتا، یہ موضوع دقیق اور تفصیل طلب ہے جس کے بیان کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ خوش قسمتی سے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ دلچسپی رکھنے والی مائیں ان کا مطالعہ کرسکتی ہیں اور اپنے ذاتی تجربوں سے بھی استفادہ کرسکتی ہیں اور ہوشیار خواتین تربیت کے اصول وضوابط پر عمل کرکے اور ان کے آثار و نتائج پر توجہ کرکے جلد ہی تربیت کے فن میں مہارت پیدا کرسکتی ہیں۔ اس صورت میں خود بھی قابل قدر علمی خدمات انجام دے سکتی ہیں، مثلاً اس دلچسپ موضوع پر زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرکے، تربیتی امور سے متعلق کتابوں کی تکمیل اور معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھاسکتی ہیں۔

یہاں پر ایک نکتے کی یاد دہانی ضروری معلوم ہوتی ہے، بہت سے لوگ صحیح تربیت کے معنی نہیں سمجھتے اور تعلیم اور تربیت میں فرق محسوس نہیں کرتے اور تربیت کو ایک طرح کی تعلیم سمجھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ شعرا و حکما کی نصیحتیں اور مذہبی باتیں یاد کرا کے اور نیک لوگوں کی سرگزشت سنا کر بچے کی مکمل طور پر تربیت کی جاسکتی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق بچے کو مؤدب اور نیک انسان بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً ان کے خیال میں دروغ گوئی کی مذمت میں کوئی روایت اور قرآنی آیت بچے کو سکھادیں اور راست گوئی کی فضیلت میں چند حدیثیں زبانی یاد کرادیں، اور بچے نے انہیں زبانی یاد کرکے لوگوں کے سامنے سنا کر انعام حاصل کرلیا تو گویا وہ راست گو بن گیا۔

لیکن تربیت کے سلسلے میں اتنا کافی نہیں، اگرچہ آیات و احادیث اور سبق آموز داستانیں یاد کرلینا، بے سود اور بے اثر نہیں ہوتا لیکن جس قسم کی تربیت کے آثار ہم بچے میں دیکھنا چاہتے ہیں، اس کی توقع اس قسم کے زبانی طریقوں سے نہیں کرنی چاہیے۔

اگر ہم بچے کی صحیح اور مکمل تربیت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے مخصوص حالات و شرائط کا ہونا ضروری ہے، اس کے لیے ایسا مناسب اور صالح ماحول پیدا کریں کہ بچہ طبعاً نیک و صالح اور سچا بن کر نکلے۔ جس ماحول میں بچے کی نشوونما اور پرورش کی جائے، اگر وہ ماحول، نیکی، سچائی، امانتداری، ایمانداری و پاکیزگی، نظم و ضبط، شجاعت و خیرخواہی، مہر و وفا، انصاف پروری، سعی و کوشش، آزادی، بلند ہمتی، غیرت اور وفاداری کا ماحول ہوگا تو بچہ بھی ان ہی صفات کا حامل ہوگا۔ اسی طرح ایسے ماحول میں پرورش پائے جہاں خیانت، بدتمیزی، جھوٹ، حیلہ بازی، چاپلوسی، ظلم، بغض و کینہ پروری، لڑائی جھگڑے، ضد، کوتاہ فکری، نفاق اور دوغلا پن ہو اور دوسروں کے حقوق کا لحاظ نہ رکھا جاتا ہو، تو وہ بھی ایسی ہی بری صفات کا عادی بن کر فاسد اور بدکردار نکلے گا۔

ایسی صورت میں اگر اس کو دینی اور اولیا کی نصیحتیں زبانی سنادی جائیں تو بھی اس کی اصلاح نہیں ہوگی۔ سیکڑوں آیتیں اور روایتیں اور سبق آموز شعر اور کہانیاں سنائی جائیں مگر اس پر کچھ اثر انداز نہ ہوں گی، کیوں کہ زبانی جمع خرچ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ عملی کردار پیش نہ کیا جائے۔ دروغ گو ماں باپ آیت و حدیث کے ذریعے بچے کو راست باز نہیں بنا سکتے۔ گندے اور غیر مہذب ماں باپ اپنے عمل سے بچے کو گندہ اور بدتمیز بنادیتے ہیں۔

بچہ جس قدر آپ کے اعمال و کردار اور طریقوں پر غور کرتا ہے اتنا آپ کی نصیحتوں اور باتوں پر توجہ نہیں دیتا۔ لہٰذا جو والدین اپنے بچوں کی اصلاح اور تربیت کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے پہلے خاندان کے ماحول، خود اپنے باہمی روابط اور اخلاق و کردار کی اصلاح کریں تاکہ ان کے بچے خود بخود نیک اور شائستہ نکلیں۔

* * *

حصۂ سوم

خواتین اور شریعت

ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل
خواتین کے شرعی مسائل
حیض سے متعلق شرعی احکام
پردہ کے شرعی احکام
شادی، جہیز اور حق مہر

ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل

لڑکی کا اپنے لیے شوہر کا انتخاب

سوال ۱: کیا کوئی مسلمان لڑکی اپنا شوہر بنانے کے لیے کسی مرد کا انتخاب کرسکتی ہے؟ اس سلسلے میں اس لڑکی کے کیا حقوق، فرائض اور ذمہ داریاں ہیں۔ اپنی بیٹی کے لیے شوہر کے انتخاب کے ضمن میں والدین کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اگر بیٹی شادی کے معاملے میں اپنی پسند پر اصرار کرے تو والدین کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اسلام نے یہ بات واضح کردی ہے کہ کسی بھی عورت کی شادی اس کی مرضی سے کی جانی چاہیے، چاہے وہ کنواری ہو، بیوہ ہو یا مطلقہ ہو۔ اس کے والدین یا سرپرست اگر اس کی شادی طے کریں تو اس سے قبل عورت کی رضامندی حاصل کرنی ضروری ہے۔ جب یہ شادی ہو تو حکومت کے کسی رجسٹرار یا افسر کو یہ اطمینان کرلینا چاہیے کہ اس شادی میں عورت کی مرضی شامل ہے۔ اگر کوئی فرد خود کو عورت کا سرپرست ظاہر کر رہا ہو تو متعلقہ سرکاری افسر اس سرپرست سے کہے گا کہ وہ دو گواہوں کا انتظام کرے، جو یہ شہادت دیں کہ عورت نے اس سرپرست کو اس شادی کا اہتمام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ متعدد احادیث نبوی ﷺ میں بتایا گیا ہے کہ کسی عورت کی اگر پہلے بھی شادی ہوچکی ہو تو وہ اپنے بارے میں اپنے سرپرست سے زیادہ اختیارات رکھتی ہے اور یہ کہ ایک کنواری لڑکی کی شادی سے قبل اس سے لازماً پوچھا جانا چاہیے۔ وہ اپنی رضامندی خاموش رہ کر بھی ظاہر کرسکتی ہے۔ (نسائی۔ ابن ماجہ)

یہاں ایک بار کی شادی شدہ عورت اور کنواری عورت کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ اپنی رضامندی کس طرح ظاہر کرتی ہے۔ کنواری لڑکی بہت شرمیلی ہوسکتی ہے اور وہ الفاظ میں اپنی مرضی کا اظہار نہیں کرسکتی جبکہ جس عورت کی پہلے بھی شادی ہوچکی ہو، وہ تجربات سے سیکھ چکی ہوتی ہے، چنانچہ ممکن ہے کہ وہ اپنی رضامندی کے اظہار میں نہ شرمائے۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی عورت کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا جائے۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک عورت نے آکر شکایت کی کہ اس کے والد نے اس کی شادی اپنے بھتیجے سے کردی ہے اور اس سلسلے میں اپنی بیٹی سے کوئی مشورہ نہیں لیا اور اس کی رضامندی حاصل نہیں کی۔ اس نے بتایا کہ اس شادی کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے والد اس شادی کے ذریعے اپنی عزت اور ساکھ میں اضافہ چاہتے تھے، رسول کریم ﷺ نے اس شادی کو منسوخ قرار دیا۔ جب آپ ﷺ نے یہ فیصلہ صادر فرمادیا، اور عورت آزاد ہوگئی تو اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا، "اب میں آزاد ہوں۔ اب میں اس شادی کو قبول کرتی ہوں۔ میں صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ خواتین کی شادیوں کے معاملے میں مردوں کو ان پر کوئی بالادستی حاصل نہیں ہے۔"

اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ ایک باپ ہی اپنی بیٹی کی شادی کے تمام انتظامات کرتا ہے، اس لیے وہ بیٹی کی مرضی معلوم کیے بغیر جس سے چاہے، اس کی بیٹی کی شادی کرسکتا ہے۔ یہ انتہائی سطحی قسم کی سوچ ہے۔ اسلام اگر ایک عورت کی شادی کے لیے اس کے والد یا سرپرست کی موجودگی کو ضروری قرار دیتا ہے تو دراصل اسلام عورت کو عزت دینا چاہتا ہے۔ شادی کا مقصد ایک خاندان کا قیام ہے اور یہ کام خاندان ہی کے توسط سے ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ عورت کو اپنی شادی کے لیے اپنے خاندان والوں

کی رضامندی بھی درکار ہوتی ہے حالانکہ اس معاشرے میں عورت سب سے کمزور فریق نہیں ہے۔ ہم بالکل ٹھیک طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو شادی کے لیے مجبور کیا جائے تو اسلامی نقطہ نظر سے یہ ناقابل قبول ہے۔ چونکہ عورت کی شادی کے جائز ہونے کے لیے اس کی رضامندی لازمی شرط ہے، اس لیے یہ بات قابل قبول ہے کہ عورت اپنے ہونے والے شوہر کا انتخاب کرے۔ ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ہونے والے شوہر کے انتخاب کا کوئی ایک بندھا طریقہ کار تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی مرد کسی خاندان میں کسی لڑکی کے لیے پیغام دیتا ہے تو وہ اس خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح اگر لڑکی والوں کی طرف سے کوئی کوشش کی جائے تو ان کو بھی لڑکے اور اس کے خاندان کے بارے میں چھان بین کا حق حاصل ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں، اسلام، دو جنسوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے آزادانہ میل جول کی اجازت نہیں دیتا، جیسا کہ مغربی معاشرے میں عام ہے۔ اگر اس طرح کے سماجی اختلاط کا مظاہرہ بعض مسلم ممالک میں کیا جا رہا ہے، تو یہ وہ عمل ہے جس کی اجازت اسلام نے نہیں دی۔ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بعض صورتوں میں ایک عورت یہ جان سکتی ہے کہ کوئی مرد کس کردار کا مالک ہے اور اپنی معلومات کی بنا پر وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ یہ مرد اس کا اچھا شوہر ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ کوئی عورت اس طرح کی معلومات حاصل کر لے ممکن ہے کہ وہ اس کے ساتھ کام کرتا ہو یا عورت نے اسے مختلف مواقع پر کام کرتے دیکھا ہو۔

جب کوئی عورت اس طرح کی معلومات حاصل کر لے اور وہ اس مرد سے شادی کی خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے خاندان والوں کو اپنی اس خواہش سے آگاہ کرے۔ اس کے والد یا سرپرست یا تو براہ راست اس فرد سے بات چیت کریں جس سے شادی کرنا مقصود ہے یا وہ کسی کے ذریعے بات کروا سکتے ہیں۔ یہ سب جائز ہے لیکن جو بات جائز نہیں، وہ یہ ہے کہ عورت کسی مرد کے ساتھ محبت آمیز تعلقات قائم کر لے جیسا کہ فلموں میں یا مغربی معاشروں میں ہوتا ہے۔ جب کوئی عورت کسی مرد سے شادی کرنا چاہتی ہو تو وہ اپنے والدین یا سرپرستوں سے کہتی ہے پھر اس کے والد یا سرپرست کو چاہیے کہ وہ شادی کے لیے کوشش اور اہتمام کریں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکی کے والد کسی مرد کو براہ راست پیشکش کریں کہ وہ اپنی لڑکی کو اس کے نکاح میں دینے کے لیے تیار ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بات عجیب محسوس ہو، لیکن آپ وہ حدیث نبوی ﷺ یاد فرمائیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں حفصہؓ کو تمہارے نکاح میں دے دوں۔ انہوں نے کہا میں اس پر غور کروں گا۔ میں نے کچھ روز انتظار کیا پھر حضرت عثمانؓ مجھ سے ملے اور کہنے لگے: "میں نے اس معاملے پر غور کیا اور میرا ابھی شادی کا ارادہ نہیں ہے۔" حضرت عمرؓ کہتے ہیں، میں پھر ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا: "اگر آپ چاہیں تو میں حفصہؓ سے آپ کی شادی کر دوں۔" ابوبکرؓ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ ان کے اس رویے سے مجھے اس سے زیادہ رنج ہوا، جتنا عثمانؓ کے جواب سے پہنچا تھا۔ چند دنوں بعد رسول کریم ﷺ نے حفصہؓ کے لیے خود پیغام ارسال فرمایا۔ میں نے اس شادی کا اہتمام کیا۔ پھر میں ابوبکرؓ سے ملا۔ انہوں نے کہا: "آپ نے ممکن ہے کچھ محسوس کیا ہو جب آپ نے حفصہؓ سے شادی کی پیشکش کی تھی اور میں نے جواب نہ دیا تھا۔" میں نے کہا: "ہاں محسوس تو کیا تھا۔" انہوں نے کہا: "آپ کے پیغام کا جواب دینے سے مجھے جس بات نے روکے رکھا وہ یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ نے خود حفصہؓ سے شادی کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ میں نبی کریم ﷺ کے اس راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

اس پوری بات سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق یہ بالکل جائز ہے کہ شادی کا عمل لڑکی کے خاندان والوں کی طرف سے شروع کیا جائے۔

والدین کی رضا کے بغیر شادی

سوال: کیا ایک شخص کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی شریک حیات کا انتخاب کرے خواہ والدین اس کی پسند کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں؟ اگر ایک شخص نے لڑکی سے وعدہ

کرلیا ہو کہ وہ اس سے شادی کرے گا، تو کیا وہ اپنے والدین کا حکم ماننے کی صورت میں لڑکی کے ساتھ وعدہ خلافی اور فریب کا مرتکب ہوگا؟ ازراہ کرم بتایئے کہ اس معاملے میں کون سی بات اہم ہے، وعدہ کی تکمیل یا والدین کی اطاعت؟

جواب: اس سوال میں فرائض کے درمیان تصادم کی صورت پیدا ہو رہی ہے۔ ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کی اطاعت کرے بشرطیکہ والدین اس سے غیر معقول قسم کے مطالبات نہ کریں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ بات بھی اہم ہے کہ ہر شخص کو وعدہ ایفا کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ایک شخص پر اپنی ذات کا اور اپنے بچوں کا یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ شریک حیات کے طور پر ایک اچھی خاتون کا انتخاب کرے۔ یہ تمام فرائض جو عام طور پر بغیر کسی دشواری کے ادا ہو جاتے ہیں، بعض اوقات ایک دوسرے سے متصادم ہو کر بحرانی کیفیت پیدا کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب اس قسم کی صورت حال پیدا ہو تو کس فرض کو دوسرے پر فوقیت دینا چاہیے؟

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ شریک حیات کے طور پر بہتر سے بہتر خاتون کا انتخاب، سب سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ یہ انتخاب نہایت غور و فکر کے بعد متعدد باتوں کو سامنے رکھ کر کیا جانا چاہیے۔ اچھی شخصیت، ذہانت، تعلیم اور ظاہری حسن و صورت وہ خصوصیات ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کے لیے قابل ترجیح ہو سکتی ہیں، لیکن چونکہ ہم میں سے کوئی بھی مکمل انسان نہیں ہے، اس لیے ممکن ہے کہ جسے ہم شریک حیات کے طور پر منتخب کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، اس میں بعض خصوصیات موجود ہوں اور بعض نہ ہوں۔ کن خصوصیات کو دوسری خصوصیات پر ترجیح دینا چاہیے؟ اس سوال کا جواب ہر شخص کے نزدیک مختلف ہوگا۔ بعض حضرات حسن و صورت کو اہم سمجھیں گے جبکہ دوسروں کے نزدیک یہ کم اہم ترجیح ہوگی۔ بعض کے نزدیک ہونے والی شریک حیات کو ذہین اور عقلمند ہونا چاہیے۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو کم تعلیم یافتہ لڑکی کو پسند کریں گے۔ مختصر یہ کہ ہر شخص کی پسند کا اپنا معیار ہے جس کے مطابق وہ اپنی ہونے والی شریک حیات میں چند خصوصیات کو ترجیح دے گا۔ اس ضمن میں کوئی ایسا قاعدہ نہیں بنایا جا سکتا جو سب کے لیے قابل قبول ہو۔ لڑکی اور لڑکے کی رضامندی کے بغیر شادی عمل میں آئی ہو تو اس صورت میں جلد ہی مختلف مسائل پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے اور عام طور پر اس قسم کی شادی کی کامیابی کی توقع نہیں کی جاتی۔ بالکل واضح طور پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لڑکی کا انتخاب کون کرتا ہے، اس بات کی اس وقت کوئی اہمیت نہیں جب تک اس معاملے کے دونوں فریق، یعنی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی حاصل نہ کر لی جائے۔ تاہم ان باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے شریک حیت کے انتخاب کے معاملے میں اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت پیش نظر رکھنی چاہیے۔ اس ہدایت میں جو دانائی پوشیدہ ہے، صدیوں سے لوگ اسے تسلیم کرتے آ رہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "شادی کے لیے ایک عورت کا انتخاب چار باتوں میں سے کسی ایک کے پیش نظر کیا جا سکتا ہے، مال و دولت، حسن و صورت، حسب و نسب یا ایمان کی پختگی اور اگر تم پھلنا پھولنا چاہتے ہو تو اس عورت کا انتخاب کرو جس کا ایمان راسخ ہو۔" اس حدیث مبارک کی روشنی میں، ہونے والی شریک حیات میں دیگر خصوصیات کے ساتھ سب سے زیادہ اہمیت اس خصوصیت کو دینی چاہیے جس کی ہدایت رسول اکرم ﷺ نے فرمائی ہے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا انتخاب درست ہوگا۔ یہی اصول ان والدین کے لیے بھی ہے جو اپنے بیٹے کے لیے لڑکی منتخب کرنے جا رہے ہیں اور یہی ہدایت ان والدین کے لیے بھی ہے جو اپنی بیٹی کے لیے آئے ہوئے رشتوں پر غور کر رہے ہوں۔ ممکن ہے کہ ایک دولت مند شخص سے شادی کر کے ان کی بیٹی خوش نہ رہ سکے۔ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں کی گئی شادی کے بعد وہ خوش و خرم اور مطمئن زندگی گزار سکے۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر ایک شخص جس کا ایمان راسخ ہے اور وہ دیانت دار ہے رشتہ لے کر آتا ہے تو اسے قبول کر لو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو معاشرے میں بے حیائی پھیلے گی۔" میں یہ بات پھر دہراؤں گا کہ شادی کے معاملے میں حتمی انتخاب جو کوئی بھی کر رہا ہو، اسے ان خصوصیات کو ترجیح دینی چاہیے۔ جب لوگ ان ہدایات پر عمل کریں گے تو ان کا فیصلہ درست ہوگا۔

جب لڑکے کی پسند اور اس کے والدین کی پسند میں

اختلاف ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس قسم کے معاملات میں والدین کا حکم کس حد تک قابل قبول ہے۔

جب ایک لڑکا بالغ ہو جاتا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے والدین کی عزت کرے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور صلۂ رحمی کا مظاہرہ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیٹے کو اپنے والدین کے ساتھ محبت و احترام سے پیش آنا چاہیے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہیے اور ہر وہ کام کرنا چاہیے جس کی ایک فرمانبردار بیٹے سے توقع کی جاتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہے وہ والدین کی خواہشات کا احترام کرے بشرطیکہ وہ معقول ہوں۔ بعض اوقات والدین اپنی بالغ اولاد سے بھی بچوں کی طرح پیش آتے ہیں اور ان سے ایسے مطالبے کرتے ہیں جنھیں معقول نہیں کہا جا سکتا۔ جس بچے کی انہوں نے پرورش کی ہے، بڑا ہونے پر اسے بچے کے بجائے ایک ساتھی سمجھنا ان کے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ اولاد خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے وہ اس سے ''مکمل اطاعت'' کی توقع کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ''بچوں کے لیے کیا اچھا ہے، یہ ہم بہتر جانتے ہیں۔'' اس قسم کے والدین اولاد کے ذاتی معاملات میں ان کی رائے اور پسند کو اہمیت دینے کے بجائے اپنی رائے اور پسند ہی کو حتمی قرار دیتے ہیں۔

جب اس قسم کی صورت حال پیش آئے اور والدین کے مطالبات کسی حد تک غیر معقول ہوں تو انھیں یہ سمجھانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ ان کی خواہش پر عمل نہ کرنے کا مطلب نافرمانی قطعی نہیں ہے۔ صرف اتنی سی بات ہے کہ جس چیز کو وہ اپنے لیے بہتر سمجھ رہا ہے، اسے اختیار کر رہا ہے۔ والدین کی پسند پر معقول وجوہات کے ساتھ اعتراضات کیے جا سکتے ہیں اور ایسا کرنے سے بیٹا نافرمانی کا مرتکب نہیں ہوگا۔

اس کے ساتھ انھیں یہ بھی بتانا چاہیے کہ جس لڑکی سے اس نے شادی کا وعدہ کیا ہے اسے کن خصوصیت کی بنیاد پر منتخب کیا ہے۔ اگر اس لڑکی کا ایمان راسخ ہے اور اس کے اخلاق اچھے ہیں تو والدین محض بودے دلائل پر اس انتخاب کو آسانی سے رد نہیں کر سکتے۔ اس صورت حالات سے نمٹنے کے لیے دانشمندی کی ضرورت ہے۔

کوئی بھی اس معاملے میں شرعی فیصلہ نہیں دے سکتا کہ والدین کی اطاعت اور شادی کے لیے وعدے کی تکمیل میں سے کس کو دوسرے پر ترجیح دی جانی چاہیے۔ مختلف معاملات میں صورت حال کے پیش نظر کوئی بات کہی جا سکتی ہے۔

ان معاملات میں کوئی حتمی نظریہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اس قسم کی صورت حال میں مختلف پہلوؤں کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا جائے اور ان پر غور و فکر کیا جائے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا انتخاب درست ہے اور آپ نے شادی کے لیے جس لڑکی سے وعدہ کیا ہے وہ آپ کے لیے بہترین بیوی ثابت ہوگی تو آپ کوشش کریں کہ آپ کے والدین اسے قبول کر لیں۔ اگر والدین اس کے باوجود غیر معقول رویہ قائم رکھیں تو آپ اپنی پسند کے مطابق شادی کرنے پر نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوں گے۔

مہر کی ادائیگی

سوال ۳: کیا شادی کے وقت مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مہر کی مکمل رقم ادا کرے؟ کیا بیوی اس مہر کا کچھ حصہ یا مکمل مہر معاف کر سکتی ہے؟ اگر بیوی مہر معاف کر دے تو کیا شوہر پر سے مہر ادا کرنے کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے؟ اگر شوہر نے بیوی کو مہر ادا نہ کیا ہو اور بیوی نے مہر معاف بھی نہ کیا، حتیٰ کہ بیوی کا انتقال ہو گیا تو کیا شوہر کو مہر کی یہ رقم اپنی مرحومہ بیوی کے والدین کو ادا کرنی ہوگی؟

جواب: مہر نکاح کی شرائط میں سے ایک ہے۔ یہ وہ رقم ہے جسے شوہر کو اپنی بیوی کے حوالے کرنا ہوتا ہے اور یہ رقم صرف اور صرف بیوی کی ملکیت ہوتی ہے اور اپنی مرضی سے اسے خرچ کرنے کا اختیار بھی بیوی کو ہی ہوتا ہے۔ شادی کے موقع پر مہر کی رقم کا تعین اور اس کی وضاحت ہونی چاہیے۔ نکاح ہوتے ہی یہ رقم شوہر پر واجب ہو جاتی ہے۔ اگر شادی کے موقع پر اس رقم کا تذکرہ نہیں ہوا یا اس پر اتفاق رائے نہیں ہوا تب بھی یہ واجب الادا رہتی ہے۔ شوہر اور بیوی اس رقم کی مالیت پر اتفاق رائے کر سکتے ہیں۔ اگر ان میں اتفاق رائے نہ ہو اور بیوی مہر کی رقم کا مطالبہ کر دے تو اسلامی عدالت بیوی

کے حق میں فیصلہ دے گی اور حکم دے گی کہ مہر کی اتنی رقم اسے ادا کی جائے جو اس کی سماجی حیثیت کے مطابق ہو۔

مہر کی کل رقم یا اس کے کچھ حصے کی ادائیگی فریقین کی باہمی رضامندی سے ملتوی کی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں مہر کی یہ رقم شوہر کے ذمے قرض رہتی ہے اور بیوی اس قرض کی ادائیگی کا کسی بھی وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر شوہر نے اسے ادا نہیں کیا تو بیوی کے انتقال کے بعد اسے لازماً ادا کرنا ہوگا اور یہ رقم بیوی کے ترکہ میں شمار کی جائے گی، لہٰذا یہ رقم اسلامی ضابطوں کے مطابق مرحومہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں بیوی کے انتقال پر اس کی جائیداد کا چوتھائی حصہ شوہر کو ملتا ہے اگر اس کی اولاد ہو اور اگر بیوی بے اولاد تھی تو شوہر کو جائیداد کا نصف حصہ ملے گا۔

اگر بیوی مہر کی مکمل رقم یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیتی ہے تو شوہر اسے قبول کر سکتا ہے، تاہم یہ دستبرداری بیوی کی اپنی آزادانہ مرضی سے ہونی چاہیے۔ اس کے لیے اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا جا سکتا، نہ ہی بیوی کی لاعلمی اور ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر اس سے مہر معاف کروایا جا سکتا ہے۔ اسے بتایا جانا چاہیے کہ یہ رقم اس کی ہے اور اسے معاف کرنے کی آزادی بھی اسی کو حاصل ہے۔

شوہر کے حوالے سے بیوی کے فرائض

سوال۴: میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایک بیوی پر اپنے شوہر کے حوالے سے کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

جواب: جب ہم خاندان کے اندر ذمہ داریوں کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق اور ذمہ داریوں کے مختلف درجات ہیں۔ سب سے پہلے تو شرعی فرائض ہیں جن کو ترک کرنے پر کوئی بھی فرد اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے سزا کا مستحق ٹھہر سکتا ہے۔ یہ فرائض تمام افراد پر یکساں طور پر عائد ہوتے ہیں۔ یہ وہ کم سے کم ذمہ داریاں ہیں، جن کے بارے میں آخرت میں پوچھ گچھ ہوگی۔ جب کوئی فرد اس قسم کے فرائض کو نظر انداز کرتا ہے تو گھریلو زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور گھر میں مسرتوں کی جگہ جھگڑے اور لڑائیاں لے لیتی ہیں۔

دوسرے نمبر پر وہ فرائض ہیں جو سماجی روایات کے نتیجے میں عائد ہوتے ہیں۔ یہ ہر معاشرے میں مختلف ہوتے ہیں، مثال کے طور پر گاؤں اور شہر کے معاشرے میں فرق ہوتا ہے۔ تیسرے وہ انفرادی فرائض ہیں، جو ہر گھرانے میں مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا تعین شوہر اور بیوی کے باہمی تعلقات کے ذریعے ہوتا ہے۔

پہلی قسم کے فرائض تین ہیں جنھیں ایک بیوی کو لازماً ادا کرنا چاہیے، ان میں سے سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ جب بھی شوہر اپنی بیوی کو ہم بستری کے لیے بلائے تو بیوی کو شوہر کی بات ماننی چاہیے۔ دونوں ازدواجی فریقوں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت کے سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں اس گہرے قلبی رشتے میں ایک دوسرے کو پوری طرح قبول کرنے کی خواہش رکھتے ہوں۔

دوسرا فرض یہ ہے کہ بیوی کسی ایسے فرد کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے جس کے بارے میں شوہر نے واضح طور پر ممانعت کر دی ہو، حتیٰ کہ اس پابندی کا اطلاق بیوی کے رشتے داروں پر بھی ہوتا ہے، ممکن ہے کہ شوہر کے اس رویے کی کوئی وجہ ہو۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ شوہر کو اپنے اس حق کا ناجائز استعمال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے اپنے خاندان اور عزیزوں سے بالکل الگ تھلگ کر دے۔

بیوی کا تیسرا فرض یہ ہے کہ وہ شوہر کے رازوں کی حفاظت کرے۔ اسے گھر کی پوشیدہ باتیں دوسروں کے سامنے ظاہر نہیں کرنی چاہییں۔ خصوصاً ان باتوں کو جن کا تعلق اس کے اور اس کے شوہر کے جنسی اور جذباتی تعلق سے ہو۔ اس قسم کی باتوں کو عام کرنا، اسلامی تعلیمات کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

سماجی روایات کے نتیجے میں جو فرائض عائد ہوتے ہیں وہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک بدلتے رہتے ہیں، مثلاً دیہی علاقوں میں بیوی روٹی بھی پکاتی ہے اور گھر کے تمام کام انجام دیتی ہے، اس کے علاوہ اس سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ گھر کے مویشیوں کی دیکھ بھال اور دودھ دوہنے وغیرہ جیسے کام بھی کرے گی، جبکہ شہر میں رہنے والی عورت کو اس قسم کے فرائض انجام دینے نہیں پڑتے۔ تاہم بیشتر معاشروں میں عورت سے امید رکھی جاتی

ہے کہ وہ اپنے گھر کی دیکھ بھال کرے گی اور اپنے خاندان کے تمام افراد کی گھریلو ضروریات پوری کرے گی۔ اسی سے "ہاؤس وائف" کی اصطلاح وجود میں آئی ہے۔!

"ہاؤس وائف" کی ذمہ داریاں شرعاً لازم نہیں ہیں لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ معاشرتی روایات کا لوگوں کی زندگی کے انتظام میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک شادی شدہ عورت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ اپنے صرف وہی فرائض ادا کرے گی جو شرعاً اس پر عائد ہوتے ہیں تو ایک ایسے معاشرے میں جہاں نوکروں کا بندوبست مشکل ہو، ہر فرد اور خود اس عورت کے اہل خانہ اس کے اس رویے کو غیر معقول قرار دیں گے۔ حالانکہ تکنیکی اعتبار سے تو اس عورت نے اپنی شرعی فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کی۔

معاشی روایات کے نتیجے میں عائد ہونے والے فرائض کو سمجھنے کے لیے اس واقعے کو یاد کرنا مفید ہوگا کہ ایک بار نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ذمہ داریوں کی تقسیم کے سلسلے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ غالباً یہ اس وقت ہوا جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا دشوار ہو رہا تھا۔ ان کے بچے اس زمانے میں چھوٹے ہوں گے۔ یہ معاملہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ گھر کے اندر کے تمام کام فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کریں گی اور گھر کے باہر کی تمام ذمہ داریاں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انجام دیں گے۔ دونوں ذمہ داریوں کی اس تقسیم پر رضامند تھے۔

تاہم نبی کریم ﷺ کا یہ فیصلہ شرعاً فرض کی نظیر قائم نہیں کرتا۔ یہ ایک سادہ سا معاملہ ہے جس کا تعلق ذمہ داریوں کی تقسیم اور اچھے طرز عمل سے ہے۔ جب ایک عورت اپنے شوہر کے کپڑوں پر استری کرتی ہے، اس کے کپڑے دھوتی ہے اور جب وہ کام سے واپس گھر آتا ہے تو اس کے لیے کھانا تیار کر کے رکھتی ہے تو وہ اپنے گھرانے کو مضبوط بنانے کا اہتمام کرتی ہے۔ اس کا شوہر بھی جواب میں اس بات کا پابند ہو جاتا ہے کہ شرعی طور سے اس پر جو کم سے کم فرائض عائد ہوتے ہیں، وہ ان سے بڑھ کر کام کرے۔

ہر گھرانے کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ اپنی گھریلو زندگی کو شریعت میں مطلوب کم سے کم معیار سے بلند تر بنائے۔ اس بات کا اطلاق انفرادی ذمہ داریوں پر ہوتا ہے۔ ان ذمہ داریوں کا تعین ہر گھر میں الگ الگ ہوتا ہے۔ ان کا تعلق باہمی محبت اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور دلی وابستگی سے ہے۔ جب یہ عناصر کسی خاندان میں مستحکم ہو جائیں تو انفرادی ذمہ داریوں کا تصور معدوم ہو جاتا ہے۔ جب ازدواجی زندگی کا کوئی فریق دوسرے کو خوش کرنے کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو وہ خود بھی اس سے مسرت محسوس کرتا ہے۔

خواتین کے حقوق

سوال ۵: ایک شادی شدہ خاتون کے بارے میں جو اس وقت اپنے والد کے ساتھ رہ رہی ہیں، ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ ان کے والد کو یہ معلوم ہے کہ ان کے شوہر کو ان کے کام (نوکری) پر اعتراض ہے۔ کیا ان کے والد انھیں اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے آئیں جائیں؟ جب کہ ان کے شوہر نے واضح کر دیا ہے کہ انھیں یہ پسند نہیں۔ اگر ان کے والد شوہر کی مرضی کے خلاف ان کے بچوں کو اسکول میں داخل کروائیں تو یہ عمل کیسا ہے؟ جب ایک خاتون اپنے والدین کے گھر میں رہ رہی ہیں، تو انھیں اپنے والد کی اطاعت کرنی چاہیے کہ اپنے شوہر کی؟

جواب: مجھے اس سوال سے خوشی نہیں ہوئی خاص طور پر اس کے انداز بیان سے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ عورت کی مرضی دیکھے بغیر یا یہ دیکھے بغیر کہ متبادل صورتوں میں اس کے محسوسات کیا ہیں، فیصلے کیے جا رہے ہیں۔ اسلام عورت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتا، اگرچہ چند مسلمان ضرور ایسا سوچ سکتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان مرد اپنی بیویوں کا بہتر خیال رکھیں۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عورت کی مرضی اور خواہشات کی نفی کی جائے۔ اسلام عورت اور مرد کو ہر معاملے میں برابر کا درجہ دیتا ہے اور دین اور دنیا میں دونوں پر ایک جیسے فرائض عائد کرتا ہے۔ البتہ خواتین کی جسمانی طاقت اور جذبات مختلف ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں مختلف ہیں۔ مگر ہمارا اسلام کے

عائد کردہ اہم فرائض کو دیکھیں مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ اور حج تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرد کی طرح عورت پر بھی فرض ہے۔ ان کی عدم ادائیگی پر اسی طرح اس پر گرفت ہوگی، ان پر سزا اور جزا بھی اسی طرح ملے گی پھر کیوں نہ زندگی کے معاملات میں بھی عورت پر برابر کی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں۔ اسلام مرد کی طرح عورت کو بھی ملکیت کا حق دیتا ہے اور وراثت میں حصہ دار ٹھہراتا ہے۔ گو کہ وراثت میں اس کا حصہ مرد کی نسبت کم ہوتا ہے کیوں کہ اس کی ذمہ داریاں بھی کم ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ یہ سب باتیں جانتے ہیں مگر جلد ہی بھول جاتے ہیں کہ عملی زندگی میں ان باتوں کے کیا تقاضے ہیں۔

ایک اہم بات جو یاد رکھنے کی ہے کہ اگر ہم خواتین کی اس قسم کے حقوق اور رعایتوں کو تسلیم کرتے ہیں، تو ہمیں یہ بات تسلیم کر لینا چاہیے کہ خواتین چاہیں گی کہ ان پر عمل بھی ہو۔ اس کے نتیجے میں مردوں پر بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر تعلیم کو لیجیے۔ اسلام تمام مسلمانوں کی، ان کے لڑکوں کی تعلیم کے سلسلے میں جس طرح حوصلہ افزائی کرتا ہے، اسی طرح انھیں اپنی لڑکیوں کو بھی تعلیم دینے کی بھرپور ترغیب دیتا ہے۔ ایک عقل مند اور عملی سوچ رکھنے والی تعلیمی انتظامیہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے اس طرح مناسب تعلیم کا انتظام کرے گی کہ وہ ان کی عملی زندگی میں مفید ثابت ہو۔ مگر لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے تعلیم کی اہمیت ایک ہی ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مسلم معاشرے بلکہ پوری سرزمین میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی تعلیم کا بہتر استعمال فرماتی تھیں اور بے حد عالمانہ انداز میں، مسائل پر اپنا نقطہ نظر بیان فرماتی تھیں۔ جب بھی حضرت عائشہؓ اور وسیع علم رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف ہو جاتا تو آپؓ اپنی رائے کے اظہار میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتی تھیں۔ آپؓ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی مسلم معاشرے کی خدمات میں گہری دلچسپی رکھتی تھیں۔ کسی نے یہ بھی نہیں سوچا کہ عورت کا کام تو اپنے گھر اور خاندان کی دیکھ بھال ہوتا ہے اور سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو نظر انداز فرما رہی ہیں۔ یہ بعد کے زمانے کی سوچ ہے جب جہالت اور کم علمی معاشرے میں جگہ پا گئی ورنہ خواتین معاشرے میں جو کردار ادا کر سکتی ہیں، اس کے متعلق اسلام اعلیٰ رائے رکھتا ہے۔ اس سوال میں جو بات میرے لیے باعث تشویش ہے، وہ یہ تاثر ہے کہ خاندان ہی میں مستقل طور پر ایک اختلاف چل رہا ہے کہ ایک مجبور غریب عورت آخر کس کی اطاعت کرے؛ جب کہ سوال میں اس خاتون کی اپنی خواہشات اور اس کے خاندان کے مخصوص حالات کا ذکر ہی نہیں۔ مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ خاتون کے کام کی نوعیت کیا ہے؟ کیوں ان کے شوہر انھیں اس کام سے روکنا چاہتے ہیں اور گھر پر رہنے کو کہتے ہیں؟ یہ بتایا گیا ہے کہ خاتون اپنے والد کے ساتھ رہتی ہیں۔ انھوں نے ان کو کام پر جانے کی اجازت دے رکھی ہے جب کہ ان کی دونوں ننھی بچیوں کی دیکھ بھال ایک نرسری میں ہو رہی ہے۔

جیسے، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ بچیوں کے والد اپنی اہلیہ سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ گھر پر رہیں اور بچیوں کی دیکھ بھال کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑی جائز خواہش ہے اور یہ بات درست ہے کہ کوئی فرد چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال اس طرح نہیں کر سکتا جس طرح آسانی سے ماں کر سکتی ہے، لیکن اگر ماں کے لیے گھر سے باہر جانا ضروری ہے تو بچوں کی دیکھ بھال کا انتظام کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس صورت میں جہاں، خاتون اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہیں، وہاں ان کی بچیوں پر بچیوں کی نانی زیادہ بہتر توجہ دے سکتی ہیں۔ اب چونکہ بچیاں نرسری جا رہی ہیں، اس لیے اس انتظام میں بھی کوئی خرابی نظر نہیں آتی، یقیناً بچیوں کے حق میں یہ زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

دو خاص اہمیت کے حامل نکات پر میں زور دینا چاہتا ہوں۔

اول یہ کہ جب ایک شخص کسی خاندان میں شادی کا پیغام بھیجتا ہے تو اگر وہ یہ جانتا ہے کہ لڑکی ملازمت کرتی ہے، تو لڑکی اور اس کے گھر والے یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ شادی کے بعد لڑکی اپنی ملازمت حسب سابق برقرار رکھے گی۔ شوہر کو بعد میں اپنی بات سے

پھرنا نہیں چاہیے اور نہ ہی مانے طور پر بیوی سے یہ کہنا چاہیے کہ وہ اس کے ملازمت کرنے کے حق میں نہیں ہے۔

اسلامی قانون میں ایک اصول یہ ہے کہ معاشرے میں جو معروف طریقہ ہے، اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اگر ہم اس اصول کا اطلاق اس سوال پر کریں جو قاری نے پوچھا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ شوہر شروع سے جانتے تھے کہ ان کی اہلیہ ملازمت کرتی ہیں اور جب انہوں نے شادی کا پیغام بھیجا تھا تو انہوں نے اس حقیقت کو قبول کیا تھا اور انہوں نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ اب ان کی دو بیٹیاں ہیں جنھیں ماں کی توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ سچ ہے، لیکن اگر ان کی اہلیہ بچیوں کی مناسب دیکھ بھال کا انتظام کرتی رہی ہیں تو انھیں اس صورت حال کو قبول کر لینا چاہیے۔

دوسرا نکتہ خواتین کی تعلیم اور معاشرے میں ان کے کردار سے متعلق ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسلام لڑکے اور لڑکیوں دونوں کی تعلیم پر زور دیتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں اگر والدین اپنے بچوں کی، خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، تعلیم پر توجہ نہیں دیتے تو اپنی اس کوتاہی کے لیے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ دوسری طرف معاشرے کو چاہیے کہ وہ لڑکوں اور لڑکیوں، دونوں کی تعلیم کے لیے تمام سہولتیں اور مواقع (پردہ داری کے ساتھ) فراہم کرے تاکہ ہر ممکن طور پر اعلیٰ سے اعلیٰ معیار حاصل ہو سکے۔ ایک مسلم معاشرہ ہر شعبے میں تربیت یافتہ افراد پیدا کر سکے اور اسے کسی بیرونی ماہر یا مہارت کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خواتین کو (اسلامی حدود میں رہتے ہوئے) تعلیم یافتہ ہونا چاہیے۔ ان میں سے چند یونیورسٹی کی اسناد بھی حاصل کریں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ معاشرہ اپنے وسائل کا بڑا حصہ ایک فرد کی تعلیم پر صرف کرتا ہے۔ ہماری تعلیم یافتہ خواتین کو اپنی تعلیم کا بہترین استعمال کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان میں سے اکثر کو کام کے لیے جانا ہوگا۔ معاشرے میں حقیقتاً چند اسامیاں صرف خواتین کے لیے مناسب ہوتی ہیں، مردوں کے لیے نہیں۔ یہ نہ صرف فطری طور پر بلکہ افادیت کے لحاظ سے مناسب ہے۔

ایسے مرد حضرات ضرور ہوں گے، جو کہتے ہیں کہ وہ اس بات کو زیادہ ترجیح دیں گے کہ ان کی بیویاں گھر پر رہیں اور ان کے بچوں کی پرورش کریں۔ یہ کوئی غلط بات بھی نہیں لیکن تمام لوگ یہ بات کہنے لگیں تو معاشرے کے وسائل خواتین کی تعلیم پر خرچ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ پھر انھیں اجازت دیجیے کہ وہ گھر پر رہیں تاکہ وہ خود کو حاصل ہونے والے علم کا تھوڑا بہت فائدہ حاصل کر سکیں۔

ہم ان اسامیوں کو کس طرح پر کریں گے جو خواتین ہی کے لیے مناسب ہیں۔ مثال کے طور پر ایک خاتون کو ڈاکٹر بناتے ہیں اور وہ نسوانی امراض کی ماہر ڈاکٹر بن جاتی ہیں تب ان کے شوہر انھیں حکم دیتے ہیں کہ وہ گھر پر رہیں تو نہ صرف ان پر صرف ہونے والے وسائل ضائع ہوئے بلکہ ہم نے مسلمان خواتین کو مرد ڈاکٹروں کے پاس بھیجنے کا اہتمام کیا!

خواتین کی تعلیم اور ان کے کام کے بارے میں یہ نکات قاری نے اٹھائے تھے۔ خوش قسمتی سے مجھے موقع ملا کہ میں ان پر واضح کر دوں۔ میں اپنے محترم قاری کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی رائے پر نظر ثانی فرمائیں۔ وہ اپنی شریک حیات کے نقطۂ نظر کو سمجھیں اور یہ دیکھیں کہ کیا ان خاتون کی سوچ دونوں میاں بیوی کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنی تعلیم کا بہتر استعمال کریں۔ اگر وہ غور فرمائیں تو شاید ان کو یہ بھی اندازہ ہوگا کہ اس سے ان کی دونوں بیٹیوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

شادی کے بعد لڑکی کی میکے میں رہائش

سوال ۲: ہمارے ملک کے دیہی علاقوں میں یہ رواج ہے کہ شادی کہ بعد بعض لڑکیاں بدستور اپنے والدین کے یہاں رہتی ہیں اور بچوں کی ولادت کے بعد بھی یہی طریقہ بدستور جاری رہتا ہے۔ اس رواج کی وجہ سے اکثر خاندان میں کشیدہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ خاندان کی شادی شدہ بیٹیوں اور ان کی بھاوجوں کے درمیان سماجی حیثیت، گھر کے اندر برتری اور حقوق کی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی صورت حال کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ایسی صورت میں کس کا حق زیادہ ہے؟ شادی شدہ بیٹی کا یا بہو کا؟

جواب: جب ایک لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے تو اس کی کفالت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر عائد ہوتی ہے۔ کفالت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر، بیوی کو غذا، لباس، رہنے کے لیے گھر اور بیماری کی صورت میں علاج فراہم کرے۔ جواباً بیوی کو حقوق ادا کرنے ہوتے ہیں۔

آپ نے جو سوال کیا ہے وہ سماجی حالات اور رواج سے پیدا ہونے والی صورت حال سے متعلق ہے۔ عام زندگی میں شادی کے بعد شوہر بیوی کو اس کے گھر سے لے جاتا ہے اور اپنا گھر الگ بساتا ہے۔ ایک شادی شدہ مرد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیوی کے والدین کے گھر میں رہتا ہے تو بیشتر اوقات اسے اسی قسم کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اپنے والدین کے گھر رہنے کی صورت میں پیش آ سکتی ہے۔ آج کل کے نوجوان شادی کے بعد اپنا گھر الگ بسانا پسند کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے شادی کے بعد بالعموم شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اپنے والدین کے گھر رہتا ہے۔ آپ نے درپیش صورت حال میں جو سوال کیا ہے اس کا جواب محض حقوق و فرائض کے نقطہ نظر سے تلاش کرنا مناسب نہیں ہوگا بلکہ حقیقت پسندی، تحمل اور درپیش حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی حل ڈھونڈنا ہوگا۔

جو لڑکی شادی کے بعد اپنے شوہر کے ہمراہ اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہے، ممکن ہے اس کے پاس والدین کے گھر رہنے کا معقول جواز موجود ہو۔ ایسی صورت میں خاندان کے ہر فرد کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ خاندان کے دوسرے ارکان کے ساتھ رواداری سے پیش آئے اور محبت کا رشتہ استوار رکھے۔ کسی خاندان میں اختلافات کو کم سے کم کرنے کا انحصار ان افراد پر ہوتا ہے جو خاندان کی تشکیل کرتے ہیں۔ میری رائے میں اس قسم کی دشوار خاندانی صورت حال میں ایک مسلمان کو اہل خانہ کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کے لیے دوسروں کے ساتھ رواداری کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر ایک گھر میں رہنے والی بہوئیں اور بیٹیاں، داماد اور بیٹے اس طریقے پر عمل کریں گے تو وہ اپنے والدین کو زیادہ خوشی، سکون اور آرام پہنچا سکیں گے جنہوں نے اپنے گھر کے دروازے سب کے لیے کشادہ دلی کے ساتھ وا کر دیے ہیں۔ والدین کے حقوق ادا کرنے کی ایک بہترین صورت یہی ہے کہ انہیں کسی بھی قسم کی دردِ سر اور پریشانی سے بچایا جائے اور انہیں خوش رکھا جائے۔

شوہر کے حکم پر بیوی کا بننا سنورنا

سوال ۷: کیا کسی عورت کا شوہر اس کو سامان آرائش (میک اپ) استعمال کرنے، بننے سنورنے کے لیے کہے یا اس سے کسی خاص انداز میں بال سنوارنے کے لیے کہے تو کیا اس عورت کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ شوہر کی ان خواہشات کی تکمیل کرنے سے انکار کر دے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ میں کوئی ایسی واضح ہدایت موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین کو اپنے روزمرہ کے افعال انجام دیتے ہوئے اپنے سر کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیے؟

جواب: سب سے پہلے اس صورتِ حال کو واضح ہو جانے دیں جس کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں، شوہر اپنی بیوی سے جو کچھ چاہ رہا ہے، وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے چاہ رہا ہے، جہاں اس کی بیوی اور بچے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ گھر میں کوئی تقریب ہے جس میں خواتین، حضرات گھل مل کر بیٹھے ہوں (اور خواتین اور مرد آپس میں محرم نہ ہوں) اگر ایسی صورتِ حال ہے تو رسول اقدس ﷺ نے عورت کو سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ وہ شوہر کے سامنے پرکشش نظر آنے کی کوشش کرے، اس طرح وہ اپنے شوہر کو گھر پر مکمل تسکین و اطمینان مہیا کرتی ہے پھر وہ دوسروں کی طرف نہیں دیکھتا اور یہ خواہش نہیں کرتا کہ اس کی بیوی بھی ان جیسی نظر آنی چاہیے۔

دوسری جانب ایک مرد کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سراپا سے غافل نہ رہے۔ ہر فرد گھر پر ذرا آرام طلب انداز سے رہنا پسند کرتا ہے لیکن ایک ہی لباس کئی دن تک پہنے رہنا اور اپنے ظاہری رکھ رکھاؤ کو یکسر نظر انداز کر دینا، اپنے ازدواجی رفیق پر منفی اثرات مرتب کرے گا۔ اس اصول کا اطلاق میاں اور بیوی دونوں پر ہوتا ہے۔ درحقیقت وہ عورت بڑی دانشمند ہے جو شوہر کے کام پر سے گھر آنے سے پہلے مناسب لباس زیب تن کر لیتی ہے اور اپنے آپ کو بنا

سنوار لیتی ہے۔

بالوں کے اسٹائل کی مثال لیجیے۔ اگر ایک شخص گھر آئے اور اپنی بیوی کو اس حال میں دیکھے کہ اس نے معمولی اور میلا کچیلا گھریلو لباس پہن رکھا ہے، وہ تمام وقت باورچی خانے میں رہی ہے اور اس کے بال الجھے ہوئے ہیں تو ایسا شخص لازماً ان دوسری خواتین سے اپنی بیوی کا موازنہ کرنے لگے گا جنھیں اس نے گلی میں، دفتر میں یا کہیں اور دیکھا ہوگا۔

خواتین کے لیے اپنے سروں کو ڈھانپ کر رکھنے کا حکم قرآن پاک کی چوبیسویں سورۃ، سورۃ النور کی آیت اکتیس میں آیا ہے۔

> ''اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں، بجز اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔'' (۲۴:۳۱)

اس ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلم خاتون اپنے سر کو لازماً ڈھانپ کر رکھے اور سر کی یہ چادر ان کے سینوں کو بھی ڈھانپ لے تاکہ ان کا گلا بھی چھپ جائے۔ ایسا اسے اس وقت کرنا چاہیے جب وہ ایسے مردوں کے سامنے آئے جن سے اس کی شادی جائز ہو۔

ایک حدیث میں رسول ﷺ نے اپنی خواہر نسبتی، حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''اے اسما! جب ایک لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ سوائے اس کے اور اس کے نظر نہ آنا چاہیے'' (رسول کریم ﷺ نے ''اس کے اور اس کے'' کہتے ہوئے اپنے چہرہ مبارک اور کلائیوں کی طرف اشارہ فرمایا)۔

قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ میں دی گئی ان واضح ہدایات کے بعد کوئی بھی یہ بحث نہیں کر سکتا کہ اپنے سر کو ڈھانپ کر رکھنا، کسی مسلمان خاتون کے لیے ضروری نہیں ہے۔

بیوی کی تنخواہ پر شوہر کا حق؟

سوال ۸: ایک خاندان میں شوہر اور بیوی دونوں ڈاکٹر ہیں۔ شوہر کو سعودی عرب میں ملازمت مل گئی اور دو سال بعد بیوی بھی ان کے پاس آ گئیں۔ یہاں آنے کے بعد بیوی نے بھی ملازمت کے لیے درخواست دی۔ شوہر نے اس ملازمت کے حصول میں بھرپور کوشش کی۔ ملازمت کے بعد شوہر نے بیوی کو ملنے والی تمام تنخواہ پر اپنا حق جتایا۔ شوہر کا کہنا ہے کہ اسلام کے مطابق بیوی صرف اس رقم کی حقدار ہے جو وہ اپنے والد کے گھر سے اپنے ساتھ لائے۔ شادی کے بعد بیوی، ملازمت کی صورت میں جو کچھ کمائے گی وہ شوہر کی ملکیت ہوگا۔ اس صورت حال کی وجہ سے خاندان میں پیچیدہ مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ بیوی کو اپنی آمدنی سے گھر کے تمام اخراجات پورے کرنے پڑ رہے ہیں جبکہ شوہر اپنی آمدنی کی رقم سے وطن میں اپنے نام سے جائداد خرید رہے ہیں۔ چونکہ بیوی کی تمام تنخواہ گھر کے اخراجات میں صرف ہو جاتی ہے، اس لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے والدین کو اخراجات کے لیے تھوڑی بہت رقم بھیج سکیں اور اس وجہ سے بیوی کے لیے یہ صورت حال قطعی خوشگوار نہیں ہے۔ بیوی کا خیال ہے کہ اس کی آمدنی پر والدین کا حق ہے، کیونکہ والدین نے طب کی اعلیٰ تعلیم کے حصول میں اس کی ہر ممکن مدد کی، محنت کی اور سخت دن گزارے اور ان ہی کی کوششوں سے وہ ڈاکٹر بن سکی اور اب یہ ان کا حق ہے کہ وہ اپنی محنت اور ایثار کے خوش کن نتائج میں حصہ دار بنیں اور تھوڑا بہت آرام پائیں۔ لیکن شوہر نے بیوی کے لیے یہ راستہ بند کر دیا ہے۔ ازراہ کرم اس مسئلے کے بارے میں اپنی رائے عنایت فرمائیے۔

جواب: اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی عورت کو اپنی گزربسر کے لیے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک شادی شدہ عورت کے شوہر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے وسائل کے مطابق معیاری زندگی کی آسائشیں فراہم کرے۔ اگر ایک بیوی اپنے شوہر کے مقابلے میں مال دار ہے تب بھی بیوی کی کفالت اور اس کی ضروریات کی تکمیل شوہر ہی کی ذمہ داری ہے۔ بیوی کی دولت اس بات میں مانع نہیں ہو سکتی۔ اگر شوہر، بیوی کی رضا کے بغیر اس کی دولت سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اس فعل کے لیے جوابدہ ہے اور بیوی اگر چاہے تو اس بنیاد پر خلع کا دعویٰ کر سکتی ہے کہ شوہر اس کی کفالت نہیں کرتا۔

یہاں یہ کہنا غیر متعلق نہ ہوگا کہ ایک غیر شادی شدہ عورت کو بھی اپنی گزر بسر کے لیے کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں عورت کے والدین یا دیگر قریبی اعزا مثلاً بھائیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی ضروریات پوری کریں۔ تاہم اگر ایک غیر شادی شدہ عورت کام کرتی ہے تو اسلام اسے اس بات سے منع بھی نہیں کرتا۔

یہ جاننا نہایت اہم ہے کہ اگر ایک عورت ملازمت اختیار کرے تو اس صورت میں حقوق و فرائض کی نوعیت کیا ہوگی۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ اسلام کی رو سے ملکیت' جائداد' کاروباری معاملات اور تجارتی لین دین میں عورت اور مرد کی حیثیت برابر کی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا جب کوئی عورت اپنے کام کے عوض کچھ آمدنی حاصل کرتی ہے تو یہ تمام رقم اس کی ملکیت ہے۔ اگر عورت غیر شادی شدہ ہے تو اس کے والد اس رقم پر دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح شادی شدہ عورت کی آمدنی پر شوہر کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جب ایک شادی شدہ عورت ملازمت کے لیے باہر جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی بعض گھریلو ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا۔ اس صورت میں شوہر کا یہ حق ہے یا وہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بیوی اپنی آمدنی میں سے کچھ حصہ گھریلو ذمہ داریوں کی عدم ادائیگی کے عوض ادا کرے۔

لڑکیوں کی شادی یا تکمیل تعلیم !؟

سوال ۹: میں طب کی طالبہ ہوں۔ میری تعلیم مکمل ہونے میں ابھی تین سال باقی ہیں۔ حال ہی میں ایک شخص نے مجھے شادی کا پیغام دیا۔ مجھے یہ شخص پسند آیا۔ وہ ہر لحاظ سے معقول شوہر ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ شادی کسی تاخیر کے بغیر فوراً ہو جائے جب کہ میرے والد اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ میں پہلے تعلیم مکمل کرلوں۔ اب میری ذات ان دو خواہشات کے درمیان بٹ کر رہ گئی ہے کہ میں اپنی تعلیم مکمل کروں یا فوراً شادی کے لیے رضا مند ہو جاؤں۔ میں کسی اور سے شادی نہیں کرنا چاہتی کیوں کہ میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی اور کی بیوی بن کر اپنی ذمہ داریاں دل سے ادا نہیں کرسکوں گی؟

میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ نسبت (منگنی) کی مدت اگر طویل ہو جائے تو اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے؟ کیا یہ جائز ہے کہ کوئی لڑکی اپنی تعلیم بیرون وطن اس طرح جا کر مکمل کرے کہ اس کے خاندان کا کوئی فرد اس کے ساتھ نہ ہو۔ اگر وہ طلبہ کے کسی ہوسٹل میں قیام کرے، تو اسے ہر قسم کا ضروری تحفظ حاصل ہو سکتا ہے۔

میں اپنے اس مسئلے کے بارے میں مطالعہ کرتی رہی ہوں اور دو احادیث نبوی ﷺ کو پڑھ کر میں الجھن میں گرفتار ہو گئی ہوں، کیوں کہ بظاہر یہ دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کی شادی کر دینی چاہیے۔ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے علم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ اگر کوئی یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم حاصل کرنے کا خواہش مند ہو تو وہ مجبور ہے کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے خاصے عرصے بعد تک تعلیم حاصل کرتا رہے۔ ان دونوں احادیث میں مطابقت کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟

میں استخارے کے بارے میں بھی پوچھنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ استخارہ کرنے والا اگر خواب میں سبز اور سفید رنگ دیکھے تو نتیجہ مثبت ہوگا اور سرخ اور سیاہ رنگ نظر آئیں تو نتیجہ منفی ہوگا۔

جواب: مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو سکتا ہے، اگر اس سے متعلق ہر فرد دوسروں کی خواہشات کا احترام کرنے اور تعاون کرنے پر رضا مند ہو جائے۔ آپ کی شادی اگر اس شخص سے ہو جائے تو آپ کی تعلیم کی تکمیل میں کوئی شے رکاوٹ نہیں بنے گی، بشرطیکہ وہ شخص واقعی اچھا شوہر ثابت ہو۔ آپ نہ تو پہلی اور نہ ہی آخری طالبہ ہوں گی جن کی شادی دوران تعلیم ہوئی ہو۔ آپ نے دو ممکنہ صورتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ جیسے ایک کی موجودگی میں دوسری کو اختیار نہ کیا جا سکتا ہو، جبکہ ایسا نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر آپ نے ایسا سوچا ہو لیکن آپ نے ان دو وجوہ کا ذکر نہیں کیا۔ بہرحال یہ عملی طور پر بالکل ممکن ہے کہ آپ کی

شادی ہو جائے اور پھر آپ اپنی تعلیم مکمل کریں، آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ اپنے ہونے والے شوہر سے کہیں کہ وہ آپ کے والد کو یہ یقین دلائیں کہ شادی کے بعد آپ اپنی تعلیم مکمل کر لیں گی۔

مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا سوال درحقیقت اتنا اہم نہیں ہے۔ آپ کو شاید جو بات پریشان کر رہی ہے، وہ یہ ہے کہ اگر مستقبل میں کسی اور شخص سے آپ کی شادی ہو گئی تو آپ کا اس کے ساتھ کیا رویہ ہوگا؟ آپ کا خیال شاید یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ مخلصانہ طرز عمل نہ رکھ پائیں گی۔ یہ ایک رومان انگیز خیال ہے۔ لیکن اگر ہم حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ زندگی ہمارے خیالات کی تصدیق نہیں کرتی۔ کبھی ہم کسی شے سے اس قدر گہری وابستگی محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہم اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکیں گے۔ کبھی ہم کسی سے ایسی دوستی قائم کر لیتے ہیں کہ بظاہر ہمیں اپنے دوست سے الگ کرنا، ناممکن محسوس ہونے لگتا ہے۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے دوست کو کسی وجہ سے شہر چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہونا پڑتا ہے یا تعلیم کی تکمیل کی خاطر ملک سے باہر جانا پڑتا ہے۔ جدائی کے یہ لمحات بڑے سخت محسوس ہوتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ کوئی بڑی آفت ٹوٹ پڑی ہے، لیکن چند ہفتوں یا مہینوں بعد ہم رک کر اپنا جائزہ لیں تو ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ ہم نے کسی دشواری کے بغیر اس صورت حال کا مقابلہ کس طرح کر لیا۔

آپ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، اگر آپ حقیقت پسندانہ انداز میں اس کا جائزہ لیں، تاہم اگر آپ اس معاملے کو رومان پسندی کے ساتھ دیکھیں گی تو احساسِ زیاں بدستور رہے گا اور اس کی اذیت قائم رہے گی۔ یہ ایسا معاملہ ہے جسے بڑی حد تک آپ کو خود حل کرنا ہے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس شخص سے آپ کی شادی نہیں ہو پائے تو آپ اس سے یہ نہ خیال کریں کہ بس دنیا یہیں ختم ہو گئی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ مسئلے پر قابو پائیں اور ایک خوشگوار مستقبل کے لیے کوشش کریں۔ اگر آپ کی شادی کسی اور شخص سے ہو جاتی ہے تو آپ اپنے شوہر کو وہ سب کچھ دیں، جس کا وہ مستحق ہے اور اتنی ہی توجہ اور محبت اسے دیں جو اسے ملنی چاہیے۔ اگر وہ اچھا شخص ہوگا تو آپ بہت جلد اس شخص سے اتنی گہری دلی وابستگی محسوس کریں گی کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ یہ فطری امر ہے۔

عملی نقطہ نظر سے طویل عرصے کی نسبت مثالی نہیں ہے۔ اس سے یہ فائدہ تو ہو سکتا ہے کہ شادی کے نئے پیغامات آنے بند ہو جائیں گے لیکن اس سے ایک غیر فطری صورت حال بھی جنم لیتی ہے۔ دونوں منگیتر ایک دوسرے کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ رہنے پر مجبور ہیں۔ اگر یہ سلسلہ کئی برس تک جاری رہے تو ممکن ہے کہ شادی پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں کیوں کہ ہم اپنے ذہنوں میں دوسرے کے بارے میں کوئی مثالی تصور بنا لیتے ہیں پھر جب شادی ہوتی ہے اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حقیقت ہمارے تصور سے مختلف ہے تو ازسرنو ہم آہنگی کا ایک دشوار عمل درکار ہوتا ہے اور اس کے باعث مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس صورتِ حال کا ایک اور پہلو ہے کہ نسبت کے بعد دونوں منگیتر تنہائی میں نہیں مل سکتے۔ ایک مسلمان اپنی منگیتر کو اس وقت تک کھانے پر لے جا نہیں سکتا جب تک ان میں سے کسی ایک کے والدین یا بھائی ساتھ نہ ہو۔ ممکن ہے کہ بعض افراد اس بات پر اعتراض کرتے ہوئے کہیں کہ جب ایک مرد اور عورت نے ایک دوسرے سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس فیصلے کو ظاہر بھی کر دیا ہے تو ان کو معقول حدود میں رہ کر اکٹھا ہونے کا موقع دیا جانا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آ جاتا ہے اور منگنی ٹوٹ جاتی ہے تو کیا لڑکی کی نیک نامی پر دھبا نہ لگ جائے گا؟ دوسرے یہ کہ اسلام نے بعض پابندیاں اپنے پیروکاروں کی بھلائی کے لیے عائد کی ہیں۔ سادہ سی بات یہ ہے کہ ایک نوجوان مرد اور عورت کو کسی جگہ تنہا چھوڑ دیا جائے اور پھر ان سے کہا جائے کہ وہ خود کو اسلامی حدود میں رکھنے کے لیے اپنے جذبات و احساسات سے جنگ کریں تو یہ بالکل غلط ہوگا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دونوں کے درمیان کشش ہوگی اور دونوں کو تنہا چھوڑنے کا مطلب انہیں اس خطرے سے دوچار کرنا ہوگا کہ وہ باہمی کشش کے جذبات سے مغلوب ہو جائیں۔

اسلام اس بات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ تمام والدین اپنی

اولاد کو بہتر تعلیم دیں۔ اس بات کا اطلاق لڑکوں اور لڑکیوں دونوں پر ہوتا ہے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ آج کل کے تعلیمی نظام میں لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کے لیے یکساں نوعیت کے مضامین ہیں۔ اسلامی طرز تعلیم میں لڑکیوں کے لیے بعض الگ مضامین ہونے چاہییں تاکہ مستقبل میں وہ ماں بن کر زندگی کے عملی مسائل سے اچھی طرح نمٹ سکیں۔ مثال کے طور پر ہر ماں کے لیے نرسنگ کا کورس بہت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر لڑکی کو تربیت یافتہ نرس بننا چاہیے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان کی دیکھ بھال مناسب انداز میں کرسکے۔ بیرون وطن جا کر تعلیم حاصل کرنے کا معاملہ اسلام کی عائد کردہ اس پابندی سے مشروط ہے کہ کوئی عورت تنہا سفر نہیں کرسکتی۔ آپ کو علم ہے کہ اسلام نے حج بیت اللہ جیسی اہم عبادت کی ادائیگی تک کے لیے عورت کو تنہا سفر کی اجازت نہیں دی ہے۔ اسے اپنے شوہر کے ساتھ یا کسی ایسے عزیز کے ساتھ جانا ہوگا جس سے اس کی شادی جائز نہ ہو۔

اگر کوئی عورت معقول اور موزوں انداز میں زندگی گزارتی ہو تو وہ کسی غیر ملکی ادارے میں تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔ لیکن اس انداز میں دوسروں کے ساتھ گھل مل جانے کی اجازت نہیں ہوگی جیسا کہ مغرب میں عام ہے۔ یہ بات جائز نہیں کہ کوئی لڑکی کسی غیر ملک میں تنہا رہے اور یہ کہنا غیر حقیقت پسندانہ ہے کہ وہ طالبہ کے ہوسٹل میں محفوظ ہے۔

آپ نے جن دو احادیث کا ذکر کیا ہے، ان میں سے پہلی حدیث کی روایت مجھے مستند محسوس نہیں ہوتی۔ والدین پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ ان کے بچے جوں ہی بالغ ہوں، وہ ان کی شادی کردیں۔ جلد شادی کرنا، اسلام کے نزدیک قابل ترجیح ہے، لیکن یہ ہر فرد کے اپنے حالات پر منحصر ہے اور وہ خود شادی کے مناسب وقت کا تعین کرسکتا ہے۔ آج کے دور میں بہت کم مرد ایسے ہوں گے جو بیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے شادی کرلیتے ہوں۔ اکثر پچیس (۲۵) سال کی عمر کے بعد ہی شادی کرتے ہیں۔ جلدی شادی کرنا، اسلام کے نزدیک اس لیے قابل ترجیح ہے کہ یہ اپنے فطری جذبات کی تسکین کا جائز طریقہ ہے۔

یہ درست ہے کہ جدید نظام تعلیم کی بدولت بیشتر افراد اپنی تعلیم کی تکمیل اور عملی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے شادی نہیں کر پاتے۔ شادی اپنے ساتھ ذمہ داریاں لاتی ہے اور اپنے حالات کے اعتبار سے ہی ان ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے وقت کا تعین کرنا ہوتا ہے۔ آپ نے استخارے کے بعد خواب میں مخصوص رنگ دیکھنے کا ذکر کیا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ کسی بھی رنگ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ نماز استخارہ کے بعد ہوتا یہ ہے کہ استخارہ کرنے والا خود کو کسی ایک کام کی طرف مائل محسوس کرتا ہے۔ یہ بات اسے تفکرات سے نجات دلاتی ہے اور کسی ایک راہ کو اس کے لیے آسان بنا دیتی ہے کہ اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ وہ درست راستے کے انتخاب میں اس کی مدد فرمائیں۔

غیر مسلم ممالک میں لڑکیوں کی تعلیم

سوال ۱۰: کیا مسلمان لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنے کے لیے کسی غیر مسلم ملک میں جانا، جائز ہے؟ کیا مسلمان لڑکیاں کسی ایسے ادارے میں تعلیم حاصل کرسکتی ہیں جہاں مخلوط تعلیم دی جاتی ہو؟

جواب: ایک مسلمان لڑکی کو چاہیے کہ وہ کبھی تنہا سفر نہ کرے، خواہ وہ کسی مسلمان ملک میں جارہی ہو یا کسی غیر مسلم ملک تک کا سفر کررہی ہو۔ اس سفر میں اس کے ساتھ محرم ہونا چاہیے۔ یہ اس کا شوہر یا کوئی ایسا رشتہ دار ہوسکتا ہے جس سے اس کی شادی جائز نہ ہو مثلاً والد، بھائی، چچا وغیرہ۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ سعودی عرب میں جب کوئی خاتون ملازمت کے معاہدے پر دستخط کرتی ہیں تو انھیں یہاں آنے کے لیے کسی محرم کو ساتھ لانا پڑتا ہے۔ اگر وہ محرم کے ساتھ نہیں آسکتیں تو انھیں ویزا جاری نہیں کیا جاتا، باوجود اس کے کہ ان کے پاس ملازمت کا معاہدہ موجود ہے۔ مخلوط ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا انحصار اس پر ہے کہ طلبہ کس انداز میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اگر کوئی خاتون (باپردہ) کسی یونیورسٹی میں لیکچر میں شریک ہوتی ہیں جہاں لڑکے اور لڑکیاں دونوں موجود ہوں تو اس کی اجازت ہے لیکن لڑکوں سے ملاقات کو دو سماجی رنگ دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ مغرب میں رائج ہے۔

* * *

کھیلوں میں خواتین کا حصہ

سوال ۱۱۔ ایک مسلمان خاندان کو ٹریفک سے ہٹ کر ایک دور دراز علاقے میں کرکٹ کھیل رہا تھا۔ میرے ایک دوست نے اس خاندان کو (جو، میاں بیوی اور دو بچوں پر مشتمل تھا) کھیلتے دیکھا۔ تب سے وہ مصر ہیں کہ یہ گناہ کی بات ہے۔ خواتین کو اپنے گھروں سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ میں نے انھیں سمجھایا کہ خاتون اسلامی طریقے کے مطابق پورے لباس میں تھیں اور وہ اپنے خاندان کے ساتھ محض تفریحاً کھیل رہی تھیں۔ میرے دوست کا اصرار ہے کہ ان خاتون کا رویہ اسلامی نقطۂ نظر سے ناقابل قبول ہے۔ براہ کرم تبصرہ فرمائیے۔

جواب: آپ کے دوست نے ایک خاندان کو، جس میں شوہر، بیوی اور ان کے دو بچے شامل تھے، کرکٹ جیسا چھوٹا سا کھیل کھیلتے دیکھ کر اعتراض کیا ہے۔ میں ان کے اعتراض سے اتفاق کر لیتا اگر وہ خاتون نامناسب لباس میں ملبوس ہوتیں یا کسی ایسی جگہ کھیل رہی ہوتیں کہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتیں لیکن جیسا کہ آپ نے وضاحت کی ہے کہ وہ مقام بالکل الگ تھلگ اور ٹریفک سے دور تھا۔ اسی لیے وہ ایک خاندان کی پکنک کے لیے مناسب جگہ تھی۔ اگر کوئی خاندان اس طرح ورزش یا کھیل میں مصروف ہو تو یہ مناسب بات ہے۔

اس بات کی تائید میں، میں نبی ﷺ کی ایک مثال دیتا ہوں: خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ مبارکہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ دوڑ میں حصہ لیا تھا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلی مرتبہ وہ دوڑ جیت گئیں کیوں کہ وہ نوجوان اور دبلی پتلی تھیں بعد میں جب وہ بھاری جسم کی ہو گئیں تو آپ ﷺ ان کے ساتھ دوڑ میں جیت گئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تفریح خود نبی کریم ﷺ کے گھر میں ہوئی اور خود نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی زوجہ مبارکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس میں دلچسپی لی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان معاملات میں حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر کہیں اور سے رہنمائی نہیں ملتی۔

ہنی مون کی اجازت

سوال ۱۲: کیا شادی کے بعد ماہ عسل (ہنی مون) کی اجازت ہے؟

جواب: جی ہاں، ماہ عسل کی بالکل اجازت ہے۔ شادی کے بعد آپ اپنی بیوی کے ساتھ جب چاہیں اور جتنی مدت کے لیے چاہیں جا سکتے ہیں۔ صرف یہ خیال رکھنا ہوگا کہ اس سفر کا مقصد ایسا نہ ہو جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو۔ میں بطور انتباہ یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر آپ شادی کے بعد ماہ عسل کے لیے اس لیے جا رہے ہیں کہ یہ غیر مسلم معاشروں کا طریقہ ہے تو اس صورت میں آپ کے اس عمل کی توثیق نہیں کی جا سکتی۔ اسلام میں تمام اعمال کا جائزہ نیت کی بنیاد پر لیا جاتا ہے۔ اگر آپ کی نیت یہ ہے کہ اس سے آپ کی زوجہ کو تفریح میسر آئے گی تو یہ بالکل درست ہے۔

بیوی کے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا

سوال ۱۳۔ لاپروائی کی وجہ سے میں نے اپنی بیوی کے پاسپورٹ اور نکاح نامے میں ان کے نام کے ساتھ اپنا نام شامل کرا دیا۔ ہمارے ملک میں یہ عام طریقہ ہے کہ شادی کے بعد بیوی کے نام کے بعد شوہر کا نام لگا دیا جاتا ہے۔ کیا اب یہ ضروری ہے کہ نکاح نامے اور بیوی کے پاسپورٹ وغیرہ میں ان کا نام تبدیل کرا کے، شادی سے پہلے والا نام درج کراؤں؟ اس عمل میں نہ صرف مجھے خاصی کوشش کرنا ہوگی بلکہ وقت بھی خاصا لگے گا۔

جواب: آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ شادی کے بعد بیوی کے نام کے ساتھ شوہر کا نام شامل کیا جائے۔ بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنا نام ہی استعمال کرے، کیونکہ اسلام مردوں کی طرح خواتین کو بھی ان کی اپنی علیحدہ شناخت کی آزادی دیتا ہے۔ کسی خاتون کو یہ نہیں کرنا چاہیے کہ اگر کسی شخص سے اس کی شادی ہوگئی ہے تو وہ اپنا نام تبدیل کر کے اپنی شناخت ختم کر دے۔ اس شادی کے باوجود وہ اپنے باپ کی بیٹی رہتی ہے۔ دوسرے معاشروں میں ایک خاتون جتنی بار شادی کرتی ہے، ہر بار اس کا نام تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ خواتین کو زیردست بنانے اور ان کی آزادی سلب کر کے انھیں مردوں کے مقابلے میں کمتری کے احساس

میں مبتلا کرنے کا طریقہ ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

چونکہ آپ نے اپنے ملک کے قانون کے مطابق عمل کیا ہے، اس لیے اب نام کی دوبارہ تبدیلی کی خاطر اس سارے عمل کو نئے سرے سے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سہولت کا معاملہ ہے اور چونکہ آپ کے لیے سہولت اسی میں ہے کہ آپ کی اہلیہ کے پاسپورٹ اور نکاح نامے میں ان کا نام جوں کا توں رہنے دیا جائے اس لیے آپ کو از سر نو نام تبدیل کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیوی کا قرضہ، شوہر کی ذمہ داری ہے

سوال ۱۴: اسلام میں شوہر اور بیوی پر ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کے حوالے سے پوچھنا ہے کہ کیا ایک بیوی کسی فرم میں حصہ دار ہو سکتی ہے؟ اور اپنے نام کی دستاویزات پر دستخط کر سکتی ہے؟ اگر وہ کاروبار میں دیوالیہ ہو جائے تو کیا اس کے شوہر کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے قرضے ادا کرے؟

جواب: دنیا میں کسی مذہب یا فلسفے نے عورت کو وہ احترام نہیں دیا ہے جو احترام اسلام نے عورت کو دیا ہے۔ مجھے مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے حامل معاشروں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نے ہر اعتبار سے عورت کو مرد کے مساوی قرار دیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق ہے۔ لیکن اس سے ان کا مرتبہ متاثر نہیں ہوتا۔ عورتوں اور مردوں کے حقوق و فرائض یکساں ہیں۔ دونوں کو تمام امور میں مکمل آزادی میسر ہے۔ ایک خاتون کو بھی وہی عبادات انجام دینی ہیں جو مرد کے ذمے ہیں اور ان عبادات کو ادا نہ کرنے پر ایک خاتون سے بھی روز محشر اسی طرح سوال کیا جائے گا جس طرح ایک مرد سے سوال کیا جائے گا۔

عورت کی شادی ہو جانے کے بعد بھی اسلام، عورت کی انفرادی حیثیت برقرار رکھتا ہے۔ وہ محض شوہر کی ذات کا ایک حصہ تصور نہیں کی جا سکتی۔ عورت کو اپنی ذمہ داریاں خود اٹھانی ہوتی ہیں۔ تاہم اسلام، مسلمان مردوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کی اچھی دیکھ بھال اور خبر گیری کریں۔ ایک مسلمان خاتون کسی بھی متعلقہ دستاویز پر دستخط کر سکتی ہے اور یہ دستخط اتنے ہی معتبر ہوں گے جتنے کہ کسی مرد کے دستخط ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ ایک خاتون اپنے شوہر کو مطلع کیے بغیر اپنا ذاتی مکان (جو خالصتاً ان کی ملکیت ہو) فروخت کر دیتی ہیں۔ یہ سودا بالکل جائز اور مکمل ہے۔ اگر کوئی خاتون کسی فرم میں شرکت دار ہوں تو وہ اس فرم کے قواعد و ضوابط اور طریقہ کار کے مطابق کوئی بھی اقدام کر سکتی ہیں

اگر کسی خاتون کو کاروبار میں خسارہ ہو جائے تب بھی ان ہی کو اس مشکل صورت حال سے نمٹنا ہوگا جس طرح مردوں کو ایسی صورت حال سے دوچار ہونے پر خود ہی حالات کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ اگر خاتون کے ذمے قرض ہے تو انہیں یہ قرض خود ادا کرنا ہوگا۔ اگر وہ کاروبار میں دیوالیہ ہو جائیں تب بھی صورت حال کا سامنا ان ہی کو کرنا ہوگا، نہ کہ ان کے شوہر کو۔ تاہم اگر ان کے شوہر ان کی مدد کرتے ہیں تو یہ ان کی نیکی ہے اور ان سے ایسی ہی نیکی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

بیوی کو بتائے بغیر، والدین کی مالی امداد

سوال ۱۵: میرے گھر کے بیشتر مسائل کا سبب یہ ہے کہ میرے شوہر اپنے مالی معاملات سے مجھے بھی باخبر رکھنا پسند نہیں کرتے۔ انہوں نے مجھے کبھی اجازت نہیں دی کہ میں یہ جان سکوں کہ وہ کیا کماتے ہیں، کیا خرچ کرتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ اپنے والدین اور اپنی ایک طلاق یافتہ بہن کی اکثر مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔ جب بھی میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ان کے والدین کی مالی حالت تو اچھی ہے اور انہیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت نہیں تو میرے شوہر نے مجھے اور میرے خاندان والوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اگر میں ان سے ان کی طلاق یافتہ بہن کی امداد کے بارے میں کبھی کچھ پوچھا تو وہ جواب دینے سے گریز کرتے رہے۔ کیا یہ پوچھے جانے کا مجھے کوئی حق نہیں؟

میں شادی سے پہلے ملازمت کیا کرتی تھی، جب میں پہلی بار امید سے ہوئی تو میں نے یہ ملازمت چھوڑ دی۔ اس پر میرے شوہر نے، میرے پاس جتنی رقم تھی، وہ سب اپنے اکاؤنٹ میں منتقل کر لی اور اس وقت سے انہوں نے اس رقم کی ایک پائی بھی مجھے لینے نہیں دی۔ اس وجہ سے اکثر بحث و تکرار ہو جاتی ہے۔ جب بھی اس طرح

بحث چھڑتی ہے میرے شوہر مجھ سے بول چال بند کر دیتے ہیں اور یہ سرد جنگ کئی دن تک جاری رہتی ہے ...... تین تین ہفتے تک مجھ سے ایک لفظ نہیں بولتے، آخر مجھے ہی مصالحت کرنی پڑتی ہے۔ انہوں نے کبھی بھی جھگڑے کے لیے پہل نہیں کی۔ میں نے ان سے کہا کہ ایک نوکرانی رکھ لیں جو گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ جب بھی بحث بہت شدید ہو جائے اور گرما گرمی کی نوبت آ جائے تو میرے شوہر نے مجھے مارا بھی ہے۔ میں شادی کے اس تعلق کو توڑنا نہیں چاہتی کیوں کہ میرے بچے بھی ہیں۔ میں ممنون ہوں گی کہ آپ اس سلسلے میں اپنا مشورہ و نصیحت فرمائیں۔

جواب: میرا خیال ہے کہ آپ کا مسئلہ براہ راست مجھ سے متعلق نہیں ہے تاہم آپ کے مسئلے کے بعض پہلوؤں کی اسلامی نقطہ نظر سے تشریح کی ضرورت ہے، میں کوشش کرتا ہوں کہ ان پہلوؤں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آپ کو کوئی مشورہ بھی دے سکوں۔

یقیناً، آپ کے شوہر کو اس بات کا کوئی حق نہیں کہ وہ آپ کی وہ رقم خود حاصل کرلیں جو آپ نے محنت کر کے کمائی تھی اور پھر وہ اس رقم کو اپنی ذاتی رقم کے طور پر اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرلیں جب کہ آپ نے یہ رقم تحفے کے طور پر ان کے حوالے نہیں کی تھی۔ اگر یہ بات آپ دونوں کے درمیان واضح تھی کہ یہ رقم آپ ہی کی رہے گی تو یہ رقم اب بھی آپ ہی کی ہے، آپ کے شوہر کو اس بات کا کوئی حق نہیں کہ وہ آپ کو اس رقم کے حصول سے روکیں، نہ ہی وہ اس رقم کو اپنی مرضی سے خرچ کرسکتے ہیں۔ آپ کے شوہر اس رقم کو اپنے خاندان کے اخراجات پورے کرنے کے لیے بھی استعمال نہیں کرسکتے کیوں کہ آپ کی کفالت کی ذمہ داری ان پر ہے، خواہ آپ ان سے زیادہ دولت مند کیوں نہ ہوں۔

دوسری جانب، آپ کے شوہر کو بھی اس بات کا پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رقم کو جس طرح چاہیں خرچ کریں، بشرطیکہ وہ آپ اور آپ کے بچوں کی دیکھ بھال اچھی طرح کر رہے ہوں۔ اگر وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اپنے والدین یا طلاق یافتہ بہن اور ان کے بچوں کی مالی امداد کے لیے خرچ کر رہے ہیں تو اس کا انہیں پورا اختیار ہے۔ اگر وہ آپ کو یہ بات نہیں بتاتے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بہن وغیرہ کو کتنی رقم دی ہے تو ان کا یہ فعل شرعی یا قانونی نقطہ نظر کے خلاف نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ طرز عمل ایک گھر کی فضا کو پرامن بنانے میں مددگار نہیں ہوتا لیکن اس سے کسی اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو نہیں چاہتے کہ ان کی بیویاں، ان کے اور ان کے خاندان کے افراد کے درمیان تعلقات میں مداخلت کریں۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کے شوہر نے سوچا ہو کہ اگر انہوں نے آپ کو ان کے والدین اور بہن کو دی جانے والی تمام رقم سے آگاہ کردیا تو اس طرح زیادہ مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے وہ پراسرار فطرت کے مالک ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو معاملات سے الگ رکھنا ان کا مقصد نہ ہو لیکن یہ ان کی فطرت ہو کہ وہ اپنے مالی معاملات کی تفصیل ظاہر کرنا پسند نہ کرتے ہوں، اب جب کہ وہ اپنی حد تک ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں، آپ کی اور بچوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں، انہوں نے آپ کو اچھا معیار زندگی دیا ہے تو آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ آپ اس معاملے کو اتنا سنگین مسئلہ بنائیں کہ وہ آپ کی شادی کے لیے خطرہ بن جائے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ جیسی کسی تعلیم یافتہ نوجوان خاتون کے لیے اس طرح کی صورت حال کو قبول کرنا دشوار ہوتا ہے کہ ایسی اطلاعات سے اسے بے خبر رکھا جائے جنہیں وہ اپنے اور اپنے خاندان سے متعلق تصور کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ یہ محسوس کرے کہ اسے جان بوجھ کر الگ تھلگ رکھا جا رہا ہے۔ لیکن اس صورت حال کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ آپ کے رویے کی وجہ سے آپ کے شوہر کو یہ احساس ہو گیا ہو کہ آپ اپنے شوہر کی جانب سے ان کے خاندان والوں کی مالی امداد کی مخالف ہیں۔ آپ نے اپنے شوہر سے کہا بھی ہے کہ ان لوگوں کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے شوہر کا نقطہ نظر بالکل مختلف ہو۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک فرض شناس بیٹا بن کر رہنا چاہتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتے ہیں کہ انہیں اپنے والدین کا معیار زندگی بلند

کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

میرا خیال یہ ہے کہ بگڑی صورتِ حال کو اس حد تک بگڑنے نہیں دینا چاہیے۔ دلائل کی بار بار تکرار کرنے سے کوئی مدد نہیں ملے گی بلکہ اس سے مفاہمت کی فضا بحال ہونا نہایت مشکل ہو جائے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کی ازدواجی زندگی کا اصل مسئلہ یہی ہے۔ آپس میں ہم آہنگی اور ایک دوسرے کو سمجھنے میں کمی تھی، بار بار کی تکرار سے اس ہم آہنگی میں مزید کمی ہوگئی۔ اس کے علاوہ آپ دونوں کی شخصیات کے درمیان تضاد کی سی کیفیت بھی محسوس ہوتی ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ آپ کے شوہر اچھے کردار کے مالک ہیں جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں پُرجوش ہیں، تاہم وہ اپنی، گھر کے سربراہ والی حیثیت برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور جب کبھی آپ اور ان کے درمیان تلخی پیدا ہوتی ہے اور بحث و تکرار ہو جاتی ہے تو وہ مصالحت کرنے کے لیے اپنی اس سربراہی والی حیثیت سے ذرا سا بھی ہٹنا پسند نہیں کرتے اور وہ چاہتے ہیں کہ ہر مرتبہ مصالحت کے لیے پہل آپ ہی کریں۔ اس معاملے میں غالباً ان کا طرزِ عمل درست نہیں ہے۔ شاید انھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا ہر مسلمان مرد کا فرض ہے۔ ممکن ہے انھیں حضور نبی ﷺ کے آخری الفاظ یاد دلانے کی ضرورت ہو۔ حضور نبی ﷺ نے اپنی امت کو تین باتوں کا خصوصی طور پر خیال رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا: ”نمازیں باقاعدگی سے پڑھو۔ اپنے غلاموں کے ساتھ مہربان رہو اور ان کی صلاحیت سے بڑھ کر کوئی کام ان سے نہ لو۔ عورتوں سے سلوک کرتے ہوئے اللہ سے ڈرو۔“

شاید آپ کے شوہر کو اس بارے میں مشورے کی ضرورت ہو کہ انھیں آپ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ اگر آپ کے ساتھ ان کی بحث و تکرار ہو جائے تو یقیناً انھیں آپ کو مارنا پیٹنا نہیں چاہیے۔ اگر وہ اس حد تک طیش میں آ جاتے ہیں تو انھیں اس معاملے کو اپنے بڑوں کے سامنے رکھنا چاہیے۔

میرا خیال ہے کہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو نمایاں طور پر بہتر بنا سکتی ہیں۔ تاہم، اس کے لیے آپ کو سخت محنت کے ساتھ فہم و فراست اور ضبط و تحمل سے کام لینا ہوگا۔ سب سے پہلے آپ اپنی ازدواجی زندگی کا نئے سرے سے جائزہ لیں۔ اس کے اچھے پہلوؤں کا تعین کریں اور اپنے شوہر کی ان صفات کو تلاش کریں جو آپ کو پسند ہیں۔

آپ کے شوہر اپنے خاندان والوں کی خاموشی سے جو مالی امداد کرتے رہتے ہیں اس کے بارے میں اپنے ذہن میں برے خیالات نہ لائیے بلکہ اس معاملے کے خوشگوار پہلو پر غور کیجیے اور اپنے ذہن میں اپنے شوہر کو اس وجہ سے اچھا مقام دیجیے کہ وہ کتنے فرض شناس بیٹے ہیں۔

آپ اپنے شوہر کی جانب سے ان کی خاندان کے افراد کی مالی مدد کے معاملے پر بحث، طویل عرصے کے لیے ترک کر دیں حتیٰ کہ آپ کے شوہر کو یہ احساس ہو جائے کہ آپ ان کے اس عمل کی مخالف نہیں ہیں۔ جب آپ یہ کام کر چکیں تو آپ اس کوشش کا آغاز کریں کہ آپ کے شوہر گھر میں رہ کر خوشی محسوس کریں۔ جب وہ دفتر سے گھر واپس آئیں تو وہ یہ دیکھیں کہ گھر کی تمام چیزیں قرینے سے اپنی جگہ پر رکھی ہوئی ہیں، آپ موزوں لباس پہن کر، خوشگوار موڈ میں، ان کا انتظار کر رہی ہیں۔ آپ خود کو اس طرح تیار کریں کہ آپ اپنے شوہر کو اچھی لگیں، یہ باتیں آپ کے شوہر پسند کریں گے۔

جب آپ اپنے شوہر کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھیں تو آپ دوستانہ انداز میں بات چیت کریں۔ اگر آپ کو دن میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے اور آپ اس واقعے کو شوہر کے علم میں لانا چاہتی ہیں تو کچھ دیر کے لیے رک جائیں تاکہ آپ کے شوہر ذرا آرام کر لیں۔

کوشش کیجیے کہ گھر میں آپ کے شوہر کا وقت بہت خوشگوار گزرے۔ اس طرح ماحول تبدیل ہوگا اور آپ کے شوہر گھر پر زیادہ وقت دینے کی کوشش کریں گے۔ اپنے شوہر کے بارے میں اچھے الفاظ استعمال کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیے۔ اپنے شوہر کے سامنے ان کے خاندان کے افراد کا ذکر اس انداز سے کریں کہ انھیں خوشی محسوس ہو۔ آپ کو اس بات کی نشاندہی کرنی چاہیے کہ آپ اپنی

خوشی دامن سے محبت کرتی ہیں۔ اس طرح آپ کی ازدواجی زندگی خوشیوں کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے گی، لیکن میں آپ کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اس سارے عمل میں آپ غرور میں مبتلا بھی نہ ہوں۔ ایک خاندانی ماحول میں غرور و تکبر کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر آپ کے شوہر آپ سے پوچھیں کہ آپ میں تبدیلی کیسے آ گئی تو آپ انہیں بتائیں کہ آپ ان کے ساتھ خوش رہنے کی خواہش مند ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے یہ طرز فکر اپنایا تو آپ محسوس کریں گی کہ آپ کے گھر میں مثبت اور مفید تبدیلی آ رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ اپنی ازدواجی زندگی نہایت خوشگوار انداز میں گزاریں۔

شوہر کے کاروبار میں کام کرنے والی عورت کی حیثیت؟

سوال ۱۶: ایک ایسی عورت کی کیا حیثیت ہوگی جو اپنے شوہر کے کاروبار میں کیشیئر یا سیلز وومن کے طور پر کام کر رہی ہو؟

جواب: اگر ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ یا اس کے لیے کام کرتی ہے تو شوہر کو خاص طور پر خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ بیوی اپنے کسی حق سے محروم نہ رہے۔ اگر بیوی، شوہر کے کاروبار میں شریک (پارٹنر) ہے تو اسے کاروبار کے شریک کی حیثیت سے، اپنے حصے اور طے شدہ معاہدے کے مطابق منافع ملنا چاہیے۔ اگر وہ ملازم کی حیثیت سے کام کر رہی ہے تو اسے اس عہدے پر کام کرنے والے دوسرے ملازموں کے برابر تنخواہ ملنی چاہیے۔

ایک بیوی، رضاکارانہ طور پر اپنے شوہر کے کاروبار میں مدد دے سکتی ہے۔ اس صورت میں ان دونوں کے درمیان جو بھی معاہدہ ہو، وہ جائز ہوگا۔ بشرطیکہ شوہر کے ہاتھوں بیوی کا استحصال نہ کیا جا رہا ہو۔ بعض حضرات یہ طے کر لیتے ہیں کہ خاندانی کاروبار (فیملی) شوہر اور بیوی مشترکہ طور پر چلائیں گے۔ اس صورت میں کاروبار کے مالی امور دونوں کی مشترکہ تحویل میں ہوتے ہیں اور بینک میں مشترکہ کھاتا ہوتا ہے۔ اگر دونوں اس پر متفق ہیں تو [illegible] اگر [illegible] معاملے میں کسی بھی [illegible] فریق کے [illegible] مالی [illegible] ہو [illegible] غیر منصفانہ طریقہ اختیار کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ مشترکہ کاروبار یا کاروبار میں ملازمت کی صورت میں دونوں فریقوں یعنی شوہر اور بیوی کے درمیان معاملات واضح طور پر طے ہونے چاہئیں۔ بہتر صورت یہ ہے کہ یہ معاہدہ تحریری شکل میں ہو تاکہ کسی تنازع کی صورت میں اسے خوش اسلوبی سے طے کیا جا سکے اور اگر خدانخواستہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک انتقال کر جائے تو وراثت کے مسائل میں پیچیدگی پیدا نہ ہو۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام میں عورت کو منصفانہ طور پر مرد کے مساوی حیثیت دی گئی ہے۔ عورت اپنے طور پر کاروبار کر سکتی ہے۔ ایسی تمام آمدنی پر صرف اس کا اپنا حق ہونا چاہیے۔ وہ ایک فریق کی حیثیت سے کسی کے ساتھ لین دین کے معاملات کر سکتی ہے اور اپنے شوہر کے حوالے کے بغیر اپنا کاروبار چلا سکتی ہے۔

اہلیہ سے ٹوہ لینے کی عادت

سوال ۱۷: میری والدہ کی عمر ستر برس سے تجاوز کر چکی ہے۔ وہ میری اور میری اہلیہ کی دو عادتوں پر ہمیں اکثر ٹوکتی رہتی ہیں اور یہ بات وجہ تنازعہ بنی رہتی ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ جب میں دفتر سے گھر واپس آتا ہوں تو میں اپنی اہلیہ سے پوچھتا ہوں کہ آج دن بھر میں کون کون ملنے کے لیے آیا اور جواب میں میری اہلیہ تمام آنے والوں کی تفصیل بتاتی ہیں اور ملاقاتیوں یا پڑوسیوں سے ہونے والی گفتگو سے مجھے آگاہ کرتی ہیں۔ میری والدہ اس بات پر شدید اعتراض کرتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری والدہ کو شکایت ہے کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ زیادہ سختی کا رویہ نہیں رکھتا۔ براہ کرم ان معاملات میں مجھے مشورہ دیجیے۔

جواب: جہاں تک آپ کی پہلی عادت کا تعلق ہے، آپ کی والدہ صاحبہ کا اعتراض بالکل بجا ہے۔ آپ، خواتین کے مابین ہونے والی گفتگو کی تفصیل جان کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یہ ممکن ہے کہ آپ کی پڑوسن اپنا کوئی نجی مسئلہ لے کر آئی ہوں اور انہوں نے مختلف [illegible] سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ کی [illegible] گیا ہو [illegible] بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے بے حد نجی معاملات پر آپ کی اہلیہ سے صلاح و مشورہ کر

❁ ❁ ❁

رہی ہوں۔ اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ آپ کی اہلیہ ان سے ہونے والی گفتگو کی تمام تفصیلات سے آپ کو آگاہ کر دیتی ہیں تو ممکن ہے کہ آئندہ وہ آپ کی اہلیہ سے ملنے کے بارے میں سوچنا تک پسند نہ کریں۔

مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے پڑوسیوں کے معاملات کی ٹوہ لینے کی بری عادت ہے اور یہ عادت برسوں پرانی ہے۔ اس غرض سے آپ اپنی اہلیہ اور پڑوسنوں کے مابین ہونے والی گفتگو کی تفصیل معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی اہلیہ کے لیے بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ پڑوسنوں سے ہونے والی بات چیت سے آپ کو آگاہ کر دیا کریں۔ نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ دو افراد نجی نوعیت کی بات چیت کریں تو انہیں ایک دوسرے کے راز، دیگر افراد کے سامنے افشا نہیں کرنے چاہئیں۔ آپ کی اہلیہ دوسروں کی باتوں سے آپ کو آگاہ کر کے نبی کریم ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کر رہی ہیں اور جب آپ اس کام کے لیے اپنی اہلیہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تو آپ دراصل رسول کریم ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کے لیے، اپنی اہلیہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

آپ اس برائی کو ضبطِ نفس کے ذریعے بڑی آسانی سے دور کر سکتے ہیں۔ آپ کو اپنی اہلیہ کے ساتھ اس معاملے پر گفتگو کرنی چاہیے اور ان سے کہہ دینا چاہیے کہ وہ لوگوں کے راز آپ کے سامنے افشا نہ کیا کریں، چاہے آپ خود انہیں ایسا کرنے پر مجبور کریں۔ اگر کسی دن، اپنے دفتر سے واپسی پر آپ اپنی اہلیہ سے دن بھر کی روداد سنانے کی فرمائش کرتے ہیں اور وہ انکار کر دیتی ہیں تو آپ کو اس پر ناراض یا پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس بات پر اپنی اہلیہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ یہ بہتر رویہ ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا، اس معاملے میں آپ کی والدہ صاحبہ کا نقطۂ نظر بالکل درست ہے۔

جہاں تک آپ کی والدہ محترمہ کی دوسری شکایت کا تعلق ہے۔ میں سمجھ نہ سکا کہ ان کی مراد کس بات سے ہے۔ آپ نے صرف اتنا بتایا ہے کہ آپ کی والدہ کو یہ اعتراض ہے کہ آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ سختی کا رویہ کیوں نہیں رکھتے۔ اگر اس اعتراض کا تعلق عمومی صورت حال سے ہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کو گھر کے روزمرہ کے کام اپنی مرضی کے مطابق انجام دینے کے لیے آزادی دے رکھی ہے تو آپ کی والدہ محترمہ کا اعتراض بے جا ہے۔ آپ کا طرز عمل لائق تحسین ہے۔ نبی کریم کا ارشاد ہے۔ ''عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔'' آپ کسی فرد کے ساتھ بے حد سخت رویہ اپنا کر اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کر سکتے، تاہم اگر آپ کی اہلیہ اپنے فرائض سے غفلت برتتی ہیں، آپ کے بچوں کی دیکھ بھال نہیں کرتی ہیں اور آپ ان کی اس غفلت پر انہیں ٹوکتے نہیں ہیں، تب آپ کی والدہ کا نکتۂ اعتراض بجا ہے۔

میرا جہاں تک خیال ہے، آپ کی والدہ یہ چاہتی ہیں کہ آپ گھر کے مالک بن کر رہیں اور گھر میں آپ کا حکم چلے۔ اگر ایسا ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کا طرز عمل درست ہے کیوں کہ خاندان کی خوشیاں صرف باہمی دیکھ ریکھ اور احترام و تفہیم کے ذریعے ہی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ سخت گیری اور اطاعت گزاری کا ماحول پیدا کر کے یہ مسرتیں حاصل نہیں کی جا سکتیں۔

ماتھے پر بندیا کا استعمال

سوال ۱۸: ماتھے پر بندیا لگانا منع ہے؟

جواب: اس معاملے میں عام اصول یہ ہے کہ جس چیز کی ممانعت نہیں کی گئی ہے اس کا استعمال جائز ہے لیکن مسلمانوں کو کسی ایسی چیز کے استعمال کرنے کی ممانعت ہے جو غیر مسلموں کی پہچان بن گئی ہو۔ ان اشیا میں لباس بھی شامل ہے اور دیگر اشیا بھی (مثلاً گلے میں صلیب کی شکل کی زنجیر، ہاتھ میں لوہے کا کڑا، ماتھے پر بندیا وغیرہ) اگر بندیا کا استعمال کسی غیر مذہب مثلاً بدھ یا ہندو مت کی پیروکار عورتیں کرتی ہیں تو اس کی ممانعت ہے۔ یہ ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ بندیا میں کوئی خرابی ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ بندیا کا استعمال غیر مسلم خواتین کی پہچان ہے۔

اس مسئلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بندیا اگر ایسے مادے سے بنی ہے جو مزاحم آب ہے تو بندیا استعمال کرنے والی خاتون کا وضو مکمل نہیں ہوگا کیونکہ وضو کرتے وقت پانی ماتھے کے اس حصے تک نہیں

پہنچ جہاں بند پائی گئی ہے اور وضو مکمل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان خاتون کی نماز اور دیگر عبادات غیر موثر رہیں گی۔

الکحل والی آرائشِ حُسن کی اشیا کا استعمال

سوال ۱۹: خواتین اپنی آرائشِ حسن کے لیے جو اشیا استعمال کرتی ہیں، مثلاً پرفیوم، ہیر اسپرے، فیشل، پاؤڈر وغیرہ ان میں سے بعض میں الکحل شامل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں خواتین کو کیا کرنا چاہیے۔ کیا وہ ان اشیائے آرائش کو استعمال کر کے نماز ادا کر سکتی ہیں بعض خواتین مکمل میک اپ کر کے اور لپ اسٹک لگا کر نماز ادا کرتی ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے۔؟

جواب: آپ کے سوال کے پہلے حصے میں اہم نکتہ یہ ہے کہ آرائشِ حُسن کی بعض اشیا میں الکحل پائے جانے کا امکان ہوتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ نشہ آور اشیا جن میں الکحل کے مشروبات بھی شامل ہیں، ناپاک قرار دی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ اشیا بھی ناپاک ہیں جن میں الکحل کو بطور جزو شامل کیا گیا ہو؟

میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ زیادہ وزنی نقطہ نظر کے مطابق الکحل کی ناپاکی طبعی (فزیکل) نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر کسی کے لباس پر الکحل گر جائے اور پھر خشک ہو جائے تو اس فرد کو اپنا لباس پاک کرنے کی غرض سے اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اسی لباس کو پہنے پہنے نماز ادا کر سکتا ہے، چنانچہ اگر کوئی فرد ایسا پرفیوم، آفٹر شیو لوشن، اینٹی ڈی اور ڈیرینٹ اسپرے یا اسی قسم کی کوئی ایسی شے استعمال کرتا ہے، جس میں الکحل شامل ہے، تو اسے نماز ادا کرتے ہوئے کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔

جہاں تک آرائشِ حسن کا تعلق ہے، اسلامی احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آرائشِ حُسن کی زیادہ ضرورت مردوں کے مقابلے میں خواتین کو ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھی حصہ جسم پر زعفران لگا کر نماز ادا کرے۔ جبکہ خواتین کے لیے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ تاہم ایک مرد اپنے لباس پر زعفران کا استعمال کر سکتا ہے اور اس لباس کو پہن کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے ایسا فرمایا ہے کیوں کہ زعفران کپڑوں کو خوشنمائی دیتا ہے۔

اگر کوئی خاتون نماز ادا کرنے کے لیے مسجد جانا چاہتی ہیں تو انھیں خوشبو کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہ پابندی پرفیوم پر نہیں لگائی گئی بلکہ اس کی خوشبو کی وجہ سے لگائی گئی ہے کہ وہ دوسروں کو ان خاتون کی طرف متوجہ کرے گی، آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان خاتون گھر سے باہر جائیں تو انھیں ایسا لباس زیب تن کرنا چاہیے جو گزرنے والوں کو ان کی طرف متوجہ نہ کرے۔ اگر وہ اپنے گھر پر تنہا یا صرف خواتین کے ساتھ نماز ادا کر رہی ہوں تو وہ اپنا میک اپ ختم کیے بغیر نماز ادا کر سکتی ہیں۔ بعض علما کرام کے نزدیک یہ قابلِ ترجیح ہے کہ وہ خاتون نماز ادا کرنے سے قبل اپنے میک اپ کے نمایاں حصے کو ختم کر لیں مثلاً لپ اسٹک وغیرہ۔

فقہ حنفی کی رو سے شراب کی صرف دو قسمیں پلید ہیں، شراب کی باقی اقسام حرام تو ہیں پلید نہیں۔ الکحل بھی ان اقسام میں شامل ہے۔ میک اپ کی وہ صورتیں جن میں اعضا وضو تک پانی نہ پہنچ سکتا ہو ان سے پرہیز کرنی چاہیے۔

خواتین کا گھر سے نکل کر ملازمت کرنا

سوال ۲۰: بعض ممالک میں خصوصاً جہاں شدید افراط زر ہے، خواتین خود کو مجبور پاتی ہیں کہ ملازمت کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلیں، تاہم اکثر یہی ہوتا ہے کہ ایسی مسلمان خواتین کو لباس کے معاملے میں اسلامی تقاضوں کا خیال رکھنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں کیوں کہ اس سلسلے میں مختلف جانب سے ان پر دباؤ ہوتے ہیں۔ ایک عورت کو ایسے حالات میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا آپ بتائیں گے کہ جب مسلمان خواتین کے پاس باہر جا کر ملازمت کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو ان کے لیے موزوں ترین پیشے کون سے ہو سکتے ہیں؟ کیا کسی مسلمان خاتون خانہ کے لیے یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس طرح کے حالات میں باہر جا کر کام کرنے کی بجائے وہ گھر کے اخراجات پر قابو پانے اور بچت کرنے کی کوشش کرے۔ ملک سے باہر جا کر ملازمت کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: اس خط کے ذریعے ان حقیقی مسائل میں ایک کو نمایاں کیا گیا ہے جو متعدد مسلمان کو درپیش ہیں۔ کئی ملکوں میں افراط زر نے اقتصادی مشکلات میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ خصوصاً

ایسی صورت میں جب افراطِ زر میں اضافہ کی کوئی روک تھام نہیں کی جارہی ہے اور تنخواہیں اس تناسب سے بڑھائی نہیں جارہی ہیں۔ ایک خاندان کا سربراہ جو چند برس قبل اپنی آمدنی کے ذریعے اپنے اہل خانہ کو ایک عمدہ معیار زندگی فراہم کرسکتا تھا، اب وہ بے بسی کے ساتھ یہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس کی تنخواہ بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہورہی ہے۔ اس کی بیوی جو اب تک بچوں کی پرورش اور تربیت میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کرتی آئی تھی، اب اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ کچھ اضافی آمدنی کی خاطر اسے گھر سے باہر کام کے لیے نکلنا ہی پڑے گا۔ اس صورت حال سے لوگوں کی زندگیوں میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ محض ایک مختصر خاندان یا معاشرے کے ایک حصے کو متاثر نہیں کرتی، بلکہ اس سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ غریب افراد کو متاثر کرتی ہے، جو خود کو ایک مایوس کن صورت حال سے دوچار پاتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی کھانے پینے کی ضروریات بھی پوری نہیں کرسکتے۔

میرے قاری نے پوچھا ہے کہ کیا ایسی صورت میں کسی عورت کو گھر سے باہر جاکر کام کرنے کی بجائے بچت کرنی چاہیے۔ کئی صورتوں میں اس طرح کے انتخاب کا امکان ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے ہم فرض کرتے ہیں کہ جو خواتین باہر جاکر ملازمت کرنا چاہتی ہیں، ان کے لیے ملازمتوں کے مواقع ہیں۔ ہم یہ بھی فرض کرلیتے ہیں کہ بیشتر خواتین کمسن بچوں کی وجہ سے گھر سے باہر کام کے لیے نہیں جاسکتیں۔ جب ایک عورت کام کی اہلیت رکھتی ہے اور اسے ملازمت کی پیشکش بھی ہوئی ہے تو کیا اسے متبادل صورت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ سخت بچت کرکے گھر کی حالت درست کرلے؟ میں کہتا ہوں کہ اس متبادل صورت کا وجود ہی نہیں ہے۔ جلد ہی افراطِ زر اس انتخاب کی راہ بھی مسدود کردے گا۔ خاتون محسوس کرنے لگیں گی کہ اگر وہ کام کے لیے گھر سے باہر نہ نکلیں تو ان کا گھرانا معاشرے میں پست سے پست تر ہوتا چلا جائے گا۔

مثالی حل تو یہ ہے کہ ملک کی ایک اچھی اقتصادی پالیسی ہو جس کے تحت ملک کے تمام وسائل کو اور تمام افراد کی صلاحیتوں اور مہارتوں کو استعمال کیا جائے تاکہ ملکی پیداوار بڑھ سکے اور بنیادی ضرورت کی اشیا وافر مقدار میں دستیاب ہوں، گو کہ حکومتیں شاید ہی اس پر غور کرنے کی خواہش مند ہوں، کیوں کہ اس کے لیے بڑے پیمانے پر کوششیں کرنی پڑتی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں بددیانتی اور بدعنوانی پائی جاتی ہو، وہاں ویسے ہی اس طرح کی جدوجہد کا راستہ رک جاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ دنیا کے بیشتر اقتصادی مسائل کی وجہ یہ ہے کہ مقامی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہے۔ جن معاشروں میں افراطِ زر نے ملکی معیشت کو کم و بیش تباہ کردیا ہے، آپ پھر بھی دیکھیں گے کہ وہاں بھی گنتی کے چند افراد نے ملکی وسائل کے بیشتر فوائد پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ان کی دولت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے کیونکہ وہ صورت حال کو اپنے حق میں آسانی سے استعمال کرسکتے ہیں۔ اور ایسا کرتے ہوئے وہ ملکی مفاد کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں۔ طاقتور ممالک مثلاً امریکا یا مغربی یورپ کے ممالک دیگر اقوام، مضحکہ خیز امداد کے سوا کچھ دینے کے لیے تیار نہیں جبکہ وہ اپنے اور بقیہ دنیا کے درمیان فرق کو بڑھتا ہوا دیکھ ہی رہے ہیں۔

اسلامی نظام کو اس طور پر ترتیب دیا گیا ہے کہ جہاں کہیں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہو، وہ اسے ختم یا کم کرے۔ جب کسی ملک میں اسلام طرزِ حیات بن جاتا ہے تو اس کے نفاذ کی بدولت معاشرے کو جلد فائدہ پہنچتا ہے اور یہ بات یقینی ہوجاتی ہے کہ معاشرے میں کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جس کا معیارِ زندگی کم تر ہو۔ اگر معاشرے میں ایسا کوئی طبقہ پایا جاتا ہے تو اس معاشرے میں اسلام پوری طرح نافذ نہیں ہوا ہے۔ جب اسلامی نظام کے نفاذ کو عرصہ بیت جائے تو یہ ہر ایک کے لیے عمدہ معیارِ زندگی کی ضمانت دیتا ہے۔ اگر پوری انسانیت اسلامی طرزِ حیات کو اپنا لے تو وہ اعلیٰ معیار زندگی سے لطف اندوز ہونے لگے گی اور غربت و ناداری کا وجود ہی ختم ہوجائے گا۔ یہ سب اس لیے ہوگا کہ اسلام دولت کی درست تقسیم کو یقینی بناتا ہے۔ تاہم حالیہ دور میں ہمیں مختلف مسائل کا سامنا ہے۔ جیسا کہ ہمارے قاری نے نشاندہی کی ہے۔ خواتین کو کام کے لیے باہر جانا چاہیے تاکہ وہ اپنے گھر کے اخراجات پورے کرنے

میں مدد دے سکیں۔ وہ ایسے سماجی دباؤ، کا مقابلہ کرتی ہیں جو انھیں بعض دینی معمولات ترک کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

ایک ملازمت پیشہ خاتون (ورکنگ وومن) کو درپیش مسائل میں سرفہرست یہ مسئلہ آتا ہے کہ اس کا سراپا کیسا نظر آنا چاہیے۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ ایک عورت پر سماجی دباؤ بہت شدید ہو سکتا ہے۔ جب ایک عورت اپنے خاندان کی مدد کے لیے گھر سے باہر جا کر کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب اسے بتایا جاتا ہے کہ اسے یونیفارم پہن کر کام کرنا ہوگا یا ایسے انداز میں لوگوں کے سامنے آنا ہوگا جو اسلامی اصولوں کے منافی ہوگا تو وہ خود کو ایک عجیب ناپسندیدہ صورت حال میں پاتی ہے۔ یہ دباؤ بہت سخت ہو سکتے ہیں۔ ایک بار پھر میں کہوں گا کہ حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کے ہاں جو خواتین گھر سے باہر جا کر کام کرنا چاہتی ہیں، وہ اسلامی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے کام کر سکیں۔ بہت سی حکومتیں ایسا نہیں کرتی ہیں اور ذمہ داری انفرادی طور پر ہر فرد پر آجاتی ہے۔

میرے یا کسی کے لیے بھی کسی عورت سے یہ کہنا ممکن نہیں کہ ایسی صورت حال میں اسے اسلامی لباس ترک کرنے کی اجازت ہے۔ کوئی انسان اسلام کے تقاضوں کو تبدیل نہیں کر سکتا کیوں کہ انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نافذ فرمایا ہے۔ ہمیں ہر فرد سے، مرد یا عورت، سب سے کہہ دینا چاہیے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ اگر کسی مسلمان خاتون کا افسر یا ادارے کا مالک خاتون سے یہ مطالبہ کرے کہ اسے کسی مغربی خاتون کا سا لباس پہننا چاہیے تو اس خاتون کو یہ حکم نہیں ماننا چاہیے۔ جو خواتین دباؤ کے آگے جھک جاتی ہیں انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنی چاہیے۔ میں انھیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اسلامی اقدار کو برقرار رکھیں اور اپنے اسلامی فرائض کو اسی انداز میں ادا کریں جس طرح کہ اچھی مسلمان خواتین کو ادا کرنا چاہیے۔ ان کو قرآنی آیت یاد دلانی چاہیے جو ہر مسلمان سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے ڈرنے والے بنو، جس حد تک بھی تم بن سکتے ہو۔

اگر کوئی خاتون کام کے لیے ملک سے باہر جانا چاہتی ہیں تو انھیں معیارات اور تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا مثلاً اسلام عورت سے چاہتا ہے کہ وہ تنہا سفر نہ کرے یا کسی غیر ملک میں اکیلی نہ رہے۔ چنانچہ کوئی عورت کام کے لیے باہر جانے کی خواہش مند ہے تو اس کا شوہر یا کوئی ایسا رشتہ دار ساتھ ہونا چاہیے جس سے اس کی شادی جائز نہ ہو۔ ان شرائط کے ساتھ باہر جانے میں کوئی ہرج نہیں۔

غیر مسلم ڈاکٹر سے خواتین کا علاج

سوال ۲۱: جو مسلمان خواتین' مسلم اور غیر مسلم مرد ماہرین امراض نسواں سے علاج کراتی ہیں ان کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں بھی بتایئے جو قابل اور تعلیم یافتہ خواتین ڈاکٹروں کی موجودگی میں مرد معالج کو ترجیح دیتے ہیں اور ان سے وقت لے کر علاج کرانا پسند کرتے ہیں۔

جواب: جب اسلامی احکامات کی وضاحت کا معاملہ ہو تو لفظوں کو چبا کر بین السطور بات کہنے کے بجائے ہمیں بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں بات کہنی چاہیے۔ کسی مسلمان خاتون کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ جب تعلیم یافتہ اور ماہر خاتون ڈاکٹر میسر ہو تو وہ مرد معالج سے اپنا علاج کرائے۔ اسی طرح مسلم خاتون ڈاکٹر کے ہوتے ہوئے کسی غیر مسلم خاتون ڈاکٹر سے علاج کرانا بھی درست نہیں ہے تاہم اگر صرف مرد مسلمان ماہر امراض نسواں میسر ہو تو اس صورت میں غیر مسلم خاتون ڈاکٹر سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اسلام عملی حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر کے کبھی بھی کوئی حکم عائد نہیں کرتا۔ فرض کیجیے کسی خاص معاشرے میں ایسی کوئی قابل مسلمان ڈاکٹر موجود نہیں ہے جو کسی مخصوص نسوانی مرض کا علاج کر سکے تو اس صورت میں ایک غیر مسلم ماہر کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس صورت میں بھی پہلے کسی خاتون ڈاکٹر کو تلاش کرنا چاہیے وہ نہ ملے تو بحالت مجبوری مرد ڈاکٹر سے علاج کرایا جا سکتا ہے۔ یہ ایک منطقی، قابل عمل اور ذمہ دارانہ طریقہ ہے جس کی اسلام اجازت دیتا ہے۔

مرد ڈاکٹروں سے زچگی کروانا

سوال ۲۲: کیا کسی مسلمان خاتون کے لیے مرد ڈاکٹر سے زچگی کروانے کی اجازت ہے؟

جواب: عام حالات میں ایک مسلمان خاتون کو، خاتون ڈاکٹر یا دایہ ہی سے زچگی کروانی چاہیے۔ ایک خاتون کے جسم کے جن حصوں پر کوئی مرد نظر نہیں ڈال سکتا، ان حصوں کو کسی مرد ڈاکٹر کے سامنے بھی بلا ضرورت نہیں کھولا جا سکتا۔ تاہم ایسی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے کہ کسی خاتون کو زچگی کے پیچیدہ کیس کی وجہ سے کسی ماہر اور قابل ڈاکٹر سے زچگی کروانے کا مشورہ دیا جائے۔ اگر کوئی ماہر اور تجربہ کار خاتون ڈاکٹر دستیاب نہ ہوں اور مطلوبہ قابلیت کا صرف مرد ڈاکٹر دستیاب ہو تو ایسی صورت میں اس مرد ڈاکٹر سے زچگی کروانا، جائز ہوگا لیکن یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ اجازت مخصوص حالات کے لیے ہے۔ اور اس قسم کے ہنگامی حالات میں اجازت انفرادی مریض کے لیے دی جاتی ہے، سب کے لیے نہیں، کیوں کہ کیس کی نوعیت اور اس میں درپیش خطرات کو دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جاتا ہے (مثال کے طور پر، زندگی بچانے کے لیے حرام گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ گوشت صرف اتنی مقدار میں استعمال کرنا چاہیے کہ جس سے جان بچائی جا سکے (اس ضمن میں نیت کی اہمیت ہے)، اصول یہ ہے کہ اگر زچگی کا عمل کوئی خاتون اطمینان بخش طریقے پر انجام دلوا سکتی ہیں تو اس کے لیے کسی مرد کو تلاش کرنا، جائز نہیں ہے۔

محرم اور غیر محرم سے حجاب

سوال ۲۳: کیا ایک لڑکی اپنے والد کے دوستوں یا اپنے چچا، تایا وغیرہ کے سامنے بغیر سر ڈھانپے آ سکتی ہیں؟

جواب: اگر لڑکی بالغ ہے تو اسے کسی بھی ایسے شخص کے سامنے موزوں اسلامی لباس کے علاوہ نہیں آنا چاہیے جس سے اس کی شادی ہو سکتی ہو۔ اسلامی لباس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا پورا جسم مناسب طور پر ڈھانپا ہوا ہو۔ البتہ چہرہ اور ہاتھ (بوقت ضرورت) کھلے ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ایک مسلمان عورت کی، اس کے چچا، تایا وغیرہ سے شادی نہیں ہو سکتی، اس لیے وہ ان افراد کے سامنے اسی طرح آ سکتی ہے جس طرح اپنے والد، بھائی وغیرہ کے سامنے آتی ہے۔

عمر رسیدہ خواتین اور پردہ

سوال ۲۴: میری والدہ کا خیال ہے کہ اب چونکہ ان کی اتنی عمر ہو چکی ہے کہ ان کے مزید اولاد نہیں ہو سکتی تو خواتین کے لیے اسلام نے لباس اور پردہ کے جو ضوابط مقرر کیے ہیں، ان سب کی پابندی کرنا، ان کے لیے اب ضروری نہیں رہا ہے۔ خاص طور پر وہ محسوس کرتی ہیں کہ انھیں اب اپنے بالوں کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا ان کا خیال درست ہے؟ ذاتی طور پر میں محسوس کرتی ہوں کہ حدیث نبوی ﷺ میں خواتین کو اپنے جسم ڈھانپ کر رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ میری والدہ کی عمر کی خواتین کے لیے بھی ہے۔ میری والدہ اپنا سر ڈھانپ کر رکھنا چاہتی ہیں، اگر یہ ضروری ہو۔ ویسے وہ لباس معتدل انداز کا زیب تن کرتی ہیں۔

جواب: آپ کی والدہ صاحبہ غالباً قرآن پاک کی سورۃ نور کی ۶۰ ویں آیت کا حوالہ دے رہی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

”بڑی عمر کی خواتین جن کی شادی ہونے کا امکان نہ ہو، اگر وہ اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔“ (النور)

اس آیت کا درست اور مکمل مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے اس میں بڑی عمر کی خواتین کا ذکر ہے، جن سے عام حالات میں شادی ہونے کے بارے میں کوئی بھی نہ سوچے گا۔ آیت میں ان خواتین کا ذکر نہیں ہے جن کی عمر اب اتنی ہو چکی ہو کہ ان کے پاس بچوں کی پیدائش کا امکان نہ ہو۔ بہت کم خواتین ۴۵ برس کی عمر کے بعد بچوں کو جنم دیتی ہیں اور ایک خاتون سے اس عمر میں بھی شادی کی جا سکتی ہے۔

آیت میں کپڑوں کا ذکر ہے، نہ کہ سر کو ڈھانپنے والے کپڑے کا۔ علمائے کرام اور قرآن پاک کے مفسرین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ اس سے مراد وہ بیرونی لباس ہے جس سے خواتین کو اپنا پورا بدن ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت میں چھوٹ صرف یہ دی گئی ہے کہ بڑی عمر کی خواتین اگر اپنے معمول کے لباس کے اوپر ایسا کپڑا نہ پہنیں جو ان کے پورے جسم کو ڈھانپ لے تو حرج نہیں،

بشرطیکہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ ظاہر نہ ہو جسے ڈھانپنا ضروری ہوتا ہے۔ اس اجازت کا مطلب یہ ہے کہ بڑی عمر کی خاتون مردوں کے سامنے اپنا عام لباس زیب تن کر کے آسکتی ہیں اور اگر وہ اوپر سے کوٹ وغیرہ نہ پہنیں تو کوئی بات نہیں۔ ان کا لباس ایسا نہ ہو جو مردوں کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہو۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ یہ بات زیادہ قابل ترجیح ہے کہ خواتین اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ جہاں تک سامان آرائش کا تعلق ہے، ان کے حوالے سے پابندیاں معروف ہیں کہ سامان آرائش (کاسمیٹکس) ایسا نہ استعمال کیا جائے جس سے خاتون کی طرف لوگ متوجہ ہونے لگیں۔

ایک یا دو علما کرام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب کسی خاتون کی عمر زیادہ ہو جائے تو ان کے لیے اپنے سر کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ رائے زیادہ وزنی نہیں ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک خاتون کے لیے نماز کے دوران اپنے سر کے تمام بالوں کو ڈھانپنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر ان کی نماز ہی نہ ہوگی۔ خواہ خاتون کی عمر کم ہو یا زیادہ۔ وہ اولاد پیدا کرنے کی عمر سے گزر چکی ہوں یا اولاد پیدا کرنے کے قابل ہوں۔

میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی والدہ محترمہ کو بتدریج قائل کریں کہ انھیں اپنے بالوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیے۔ یہ موقف بیشتر علما کرام کا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی اور اسلامی تعلیمات

سوال ۲۵۔ کیا یہ بات کہاں تک درست ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے؟

جواب: ایک حدیث سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین نے مباشرت کے عمل کے دوران عزل کے طریقے (جنسی عمل کو انزال سے پہلے ختم کر دینا) کو اختیار کرنے کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے رجوع کیا۔ نبی کریم ﷺ اس طریقے سے آگاہ تھے اور آپ ﷺ نے صحابہؓ کو اس سے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی مخالفت کے بارے میں کوئی حکم جاری فرمایا۔ بعض صحابہ کرامؓ کے مطابق یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قرآن مجید مکمل نہیں ہوا تھا اور وحی کا نزول جاری تھا۔ علاوہ ازیں نہیں قرآن مجید میں اس بارے میں نہ تو کوئی بات اس کے خلاف ملتی ہے اور نہ کہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طریقہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ حمل کو روکنے یا اسے مؤخر کرنے کے بارے میں ان کی (صحابہؓ کی) کوئی بھی تدبیر مشیت الٰہی کو تبدیل نہیں کر سکتی اگر اللہ کی مشیت یہ ہے کہ فلاں جوڑے کے یہاں بچے کی ولادت ہو تو کوئی طریقہ اور کوئی طاقت اس امر میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اوپر جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی بنیاد پر مسلم علما یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حمل کو روکنے یا مؤخر کرنے کے لیے مانع حمل طریقوں سے رجوع کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان سے زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ اگر کسی مانع حمل طریقے سے ماں کی زندگی خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس کی ممانعت ہے کیونکہ اس میں انسانی جان تلف ہو جانے کا اندیشہ ہوگا۔ بالفاظ دیگر مانع حمل طریقے یا طریقوں کے اختیار کرنے کے بارے میں جس بات کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ انسانی جان کو خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔

یہاں میں یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ انفرادی طور پر مانع حمل طریقوں کا استعمال اس چیز سے قطعی مختلف ہے کہ کوئی حکومت آبادی میں کمی کرنے کے لیے اسے بطور پالیسی اختیار کرے۔ چین کی مثال لیجیے جہاں حکومت کی جانب سے ہر خاندان پر یہ پابندی ہے کہ وہ صرف ایک بچہ پیدا کر سکتا ہے۔ یہ طریقہ اسلامی نقطہ نظر کے قطعی خلاف ہے۔ اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے کہ حکومت کسی پابندی، اور اس پابندی سے عمل درآمد کے ذریعہ قوم کی آبادی کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ افراد قوم کی صحت پر ایسے اقدامات کے نہایت مہلک اثرات ہو سکتے ہیں۔ اگر حکومت کی یہ کوشش ہو کہ عوام میں اس بات کا شعور اور آگہی پیدا ہو کہ متوقع ماں کی زندگی اور صحت کی حفاظت کے لیے بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ ہونا چاہیے۔ تب اس امر کی یعنی بچے کی پیدائش مؤخر کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ یہ طریقہ ان ممالک کے لیے خاص طور پر ہے جہاں وضع حمل کے دوران خواتین کی اموات کی شرح زیادہ ہے۔

اسقاط حمل کی اجازت

سوال ۴۶: ایک عالم نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ اگر کسی وجہ سے ایام حمل میں بچے کی وجہ سے ماں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو تو اسقاط حمل کی اجازت ہے لیکن یہ اسقاط، استقرار حمل کے بعد بارہ ہفتوں کے اندر ہو سکتا ہے۔ بارہ ہفتوں کے بعد اسقاط جائز نہیں خواہ اس کی وجہ سے ماں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ اس ہدایت کی حکمت یہ بتائی گئی کہ رحم مادر میں استقرار حمل کے بارہ ہفتوں کے بعد بچے میں روح پیدا ہو جاتی ہے اور اس مدت کے بعد اسقاط کا مقصد یہ ہے کہ دو ذی روح میں سے کسی ایک کو باقی رکھا جائے۔ اس انتخاب کا حق انسان کو نہیں ہے یہ صرف اللہ کے اختیار اور قدرت میں ہے کہ وہ جس کو چاہے باقی رکھے، ماں کو یا بچے کو۔ ازراہ کرم اس بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیے۔

جواب: یہ بات تو درست ہے کہ ایک حدیث میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد روح پھونکی جاتی ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ علما کی اکثریت کو اس مدت کے اندر اسقاط حمل کرانے پر اعتراض نہیں ہے لیکن زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اسلام اسقاط حمل کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے کہ طبی امور کی بنا پر یہ ناگزیر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم روح کی اصل سے ناواقف ہیں۔ کسی کو نہیں معلوم کہ روح کیا ہے۔ جب کفار نے اللہ کے رسول ﷺ سے روح کی حقیقت کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی کہ انھیں کہہ دیجیے کہ روح کی اصل سے صرف اللہ ہی واقف ہے۔ استقرار حمل کے بعد اول دن سے ہی رحم مادر میں ایک اور زندگی وجود میں آ جاتی ہے خواہ وہ کسی بھی درجے کی ہو۔ اس زندگی کی حفاظت کرنی چاہیے۔ آپ نے جن عالم کا حوالہ دیا ہے انھوں نے اس بات میں یہ فرق بتایا کہ ابتدائی بارہ ہفتوں کے دوران رحم مادر میں موجود حمل زندہ نہیں ہوتا۔ یہ بات قابل مباحثہ ہے۔ ابتدائی ہفتوں میں تخم پروان چڑھتا ہے اور ایک خاص شکل وصورت اختیار کرتا ہے۔ اس کے باوجود کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت حمل میں زندگی نہیں ہے؟ اگر حمل زندہ ہوتا تو اس صورت میں ہم کس طرح یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ماں کی زندگی بچانے کے لیے اسقاط کر دیا جائے۔ یہی بات ان عالم نے کہی ہے جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے (کہ دو زندگیوں میں سے ایک کو باقی رکھنے کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے)۔ میرے خیال میں ان کی دلیل زیادہ وزنی نہیں ہے کیونکہ رحم مادر میں زندگی موجود ہوتی ہے اور اس کے شواہد ملتے ہیں۔

علما اس بات پر متفق ہیں کہ اگر بچے کی وجہ سے ماں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو اور یہ خطرہ اسقاط کے بعد دور ہو سکتا ہو تو اسقاط کرا لینا چاہیے اس طریقے سے ایک امکانی زندگی (بچہ) کے عوض ایک یقینی زندگی (ماں) کو بچایا جا سکتا ہے۔ یہ انتخاب ہمارے لیے کر دیا گیا ہے ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلامی قوانین کا بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ اس اصل کو ترجیح دی جائے جس سے شاخیں نکلتی ہوں۔ بالکل اسی طرح کہ ایک درخت کے تنے کو مضبوط بنانے کے لیے اس کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں۔ جب ہم ماں کی زندگی بچاتے ہیں تو اس میں پسند اور انتخاب کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہم محض اسلامی ہدایات پر عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ طبی نقطہ نظر سے اسقاط جس قدر جلد عمل میں آئے، وہ ماں کے لیے اتنا ہی کم خطرے کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے جب یہ بات یقینی طور پر طے پا جائے کہ ماں کی زندگی کو بچانے کے لیے اسقاط ضروری ہے تو جس قدر جلد ممکن ہو کرا لینا چاہیے۔ اس معاملے میں طبی نقطہ نظر اور اسلامی نقطہ نظر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بالعموم ایسے معاملات کے بارے میں پیشگی علم ہو جاتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ ماں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے زچگی اس کی زندگی کے لیے خطرناک ہوگی تو حمل کو قائم اور جاری رکھنا غلط ہوگا۔ ڈاکٹروں کی بہر حال یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ماں کے ساتھ ساتھ اگر بچے کے بچنے کے امکانات ہیں، تو اسے بھی بچا لیں۔ اس صورت میں اگر ڈاکٹر مناسب سمجھے تو وہ اسقاط کو کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے ماں کی زندگی خطرے میں نہ پڑے۔ یہ طریقہ بھی قابل قبول ہے۔ ڈاکٹر مناسب سمجھے تو چار ماہ کے بعد بھی اسقاط کر سکتا ہے۔

دوسری شادی کے حالات

سوال ۴۷: کن حالات میں مرد کو دوسری شادی کرنا چاہیے؟ وہ عام حالات اور شرائط کیا ہو سکتی ہیں جن کے نتیجے میں دوسری

شادی کی جاسکے؟

جواب: یہ سوال ان سوالات میں سے ایک ہے جو بار بار سامنے آتے رہتے ہیں۔ قارئین مختلف النوع اسباب بیان کرتے ہوئے یہ پوچھتے ہیں کہ درپیش مخصوص حالات میں کیا وہ دوسری یا تیسری یا چوتھی شادی کر سکتے ہیں؟ یہ سوال بھی اکثر پوچھا جاتا ہے کہ دوسری شادی کی صورت میں کیا پہلی بیوی کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے؟ بعض مرتبہ یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا شوہر کو اپنی پہلی بیوی کو ذاتی طور پر اپنے فیصلے کے بارے میں بتادینا چاہیے یا نہیں بتانا چاہیے۔ بعض حضرات سوال کرتے ہیں کہ دوسری شادی سے پہلے شوہر کو اپنی پہلی بیوی کے معاملے میں تمام حقوق و فرائض کی ادائیگی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ بعض قارئین کہتے ہیں کہ ان کی زوجہ بچوں کی اور گھر کی دیکھ بھال نہایت مناسب طریقے سے کرتی ہیں، لیکن مباشرت کے عمل سے انکار کردیتی ہیں۔ اس لیے ان کا سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر صورت حال طویل عرصے جاری رہے تو کیا اس سے ان کی شادی کے جائز ہونے پر کوئی اثر پڑسکتا ہے؟

ان مختلف سوالات کے جواب دینے سے پہلے میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کثرت ازواج کی اجازت دیتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مرد بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کی یہ اجازت ایک جانب سے بہت سے سماجی اور خاندانی مسائل کا حل پیش کرتی ہے اور دوسری جانب مسلم معاشرے میں اخلاقی اقدار کے اعلیٰ معیار کی ضمانت ہے۔ لیکن ایک مسئلے کے حل کے نتیجے میں کوئی دوسرا مسئلہ پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ اسلام، ناانصافی کو سخت ناپسند کرتا ہے، خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور اس ناانصافی کا شکار کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ ایک مرد اور اس کی دو یا دو سے زائد بیویوں کے درمیان تعلق بہت آسانی سے ناانصافی کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ کوئی ایک بیوی ناانصافی کا شکار ہو سکتی ہے اور دوسری بیوی کو مرد کی خصوصی توجہ اور اس کے نتیجے میں گھر کے اخراجات کے لیے زیادہ رقم مل سکتی ہے۔ مثال کے طور پر ان قاری کا معاملہ لیجیے جنہوں نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ ایک شوہر کی زوجہ، شوہر کی فطری خواہش کی تکمیل سے انکار کرتی ہیں۔ اگر یہ شوہر دوسری شادی کرلے اور دوسری بیوی کو دوسری شادی کی وجہ معلوم ہوجائے تو وہ نہایت چالاکی کے ساتھ شوہر کو اپنی جانب زیادہ راغب کرسکتی ہے۔ اگر شوہر کی رغبت صرف جذبات کی حد تک رہے تو درست ہے۔ لیکن اگر شوہر دوسری بیوی کی محبت میں دیوانہ ہوجائے اور اسے تحائف اور اس کی پسند و آرام کی اشیا فراہم کرنے لگے اور اپنا زیادہ وقت دوسری بیوی کے ساتھ بسر کرے تو یہ صورتحال پہلی بیوی کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

ہر اس شخص پر جس نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہوں، یہ پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ اس پر لازم ہے کہ ہر بیوی کو زندگی کی سہولتیں یکساں معیار کی فراہم کرے۔ دوسری بیویوں کے مقابلے میں اسے کسی ایک بیوی کے ساتھ (ظاہر میں) زیادہ التفات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہی اصول اس رہائش گاہ کے بارے میں بھی منطبق ہوگا جس میں وہ اپنی ازواج کو رکھتا ہو، یعنی سب کو ایک جیسی، ایک معیار کی، یکساں سہولتوں کی حامل رہائش فراہم کرنی ہوگی۔ ہر بیوی کو گھر کے اخراجات کے لیے یکساں رقم دینی ہوگی۔ لباس، زیورات اور گھریلو ذاتی استعمال کی دیگر اشیا کی فراہمی میں بھی مساوات کے اسی اصول کی سختی سے پابندی کرنا ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنی راتیں بھی ازواج میں یکساں تقسیم کرنا ہوں گی اور اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہر بیوی کے گھر کی ضروریات پوری ہوں۔ ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں انصاف کے تقاضوں کو جس طرح پورا کیا جانا چاہیے، اس کی عملی مثال ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے پیش کی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہر روز سہ پہر کو اپنی ہر زوجہ مطہرہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف لے جاتے اور ان کی خیریت دریافت فرماتے، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ یہ بھی پوچھتے کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ عشا کی نماز کے بعد آپ ﷺ اپنی ان زوجہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف لے جاتے جن کے یہاں شب بسر کرنی ہوتی۔ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے لیے ایک شب مقرر تھی۔

مذہبی اعتبار سے دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ دوسری شادی کی اجازت اسلام نے دی ہے اور اس بات سے ہر مسلمان مرد اور عورت واقف ہے۔ جب ایک عورت کی شادی ہوتی ہے تو وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہوتی ہے کہ اسلام نے اس کے شوہر کو دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کی اجازت دے رکھی ہے۔ دوسری شادی سے پہلے، پہلی بیوی کو شادی کے بارے میں بتانا، اسے شادی کی تقریب میں بلانا، ایسے معاملات ہیں جن کا فیصلہ ہر شخص اپنے حالات کے پیش نظر کر سکتا ہے۔ ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اگر کسی عورت سے اس معاملے میں اس کی مرضی معلوم کی جائے تو وہ کبھی بھی یہ پسند نہیں کرے گی کہ کوئی دوسری عورت اس کے شوہر میں حصہ دار ہو۔ بعض خواتین ان معاملات سے آگاہ ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں ان کی شادی مسائل کا شکار ہو سکتی ہے۔ تاہم بعض خواتین اپنی جانب سے بڑی قربانی دے کر ایسے معاملے میں مددگار ہوتی ہیں۔ میں ایک خاتون سے واقف ہوں جنہوں نے اپنے شوہر کو تجویز کیا کہ وہ دوسری شادی کر لیں۔ جب شادی کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو مذکورہ خاتون نے ہر مرحلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور دلہن کے لیے شادی کا لباس خود خرید کر لائیں تاہم انہوں نے تقریب میں شرکت نہیں کی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگر پہلی بیوی کے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور انصاف نہ کرتا ہو اور پہلی بیوی کے لیے یہ بات ناقابل برداشت ہو کہ کوئی دوسری عورت اس کی سوکن بنے تو وہ خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اسلامی عدالت سے ایسی خاتون کو خلع مل جائے گا۔ ہر وہ شخص جو دوسری شادی کا ارادہ کرتا ہے وہ اس شادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل سے بھی واقف ہوتا ہے۔ دوسری شادی کوئی آسان اقدام نہیں ہے۔ اس اقدام کے نتیجے میں اس کی پوری گھریلو زندگی پر اثر پڑ سکتا ہے۔ اس لیے بیشتر حضرات کو دوسری شادی کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ان مسائل کو دوسری شادی کے بغیر ہی حل کرنے کے راستے تلاش کریں، جن کی وجہ سے انھیں یہ فیصلہ کرنا پڑ رہا ہو۔ ایک بار پھر ان شوہر کی مثال لیجیے جن کی بیوی نے ان کی فطری خواہش کی تکمیل سے انکار کیا۔ اس معاملے میں بہتر یہ ہوگا کہ شوہر نہایت دوستانہ ماحول میں اس موضوع پر اپنی بیوی سے بات کریں اور ان پر یہ واضح کریں کہ شوہر کو اسلامی اخلاق کا مطلوبہ معیار قائم رکھنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ اگر انہوں نے اس عمل سے انکار کیا تو شوہر پر غیر ضروری بوجھ پڑے گا۔ شوہر اور بیوی دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عصمت کی پاکیزگی قائم رکھنے میں معاون ہوں اور اگر پہلی شادی کے ذریعے یہ مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے تو مرد کے لیے اس کے سوا کوئی دوسرا جائز راستہ نہیں رہتا کہ وہ دوسری شادی کرے۔ دوسری شادی کے فیصلے سے پہلے، پہلی بیوی کو دو باتوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا موقع ضرور دینا چاہیے کہ یا تو وہ شوہر کی خواہشات کی تکمیل میں معاون ہو یا پھر اس بات کے لیے تیار رہے کہ شوہر دوسری شادی کر لے گا۔ اگر بیوی کا انکار بدستور رہے تو شوہر کو وہ اسباب تلاش کرنے چاہئیں جو اس انکار کی وجہ بنتے ہیں۔ ممکن ہے ان اسباب کو دور کر کے صورت حال بہتر ہو سکتی ہو۔

بہر حال دوسری شادی کے لیے بنیادی شرط یہی ہے کہ شوہر دونوں بیویوں کے ساتھ زندگی کے ہر معاملے میں مساوات قائم رکھے۔ دوسری شادی کے بارے میں حتمی فیصلے سے قبل شوہر کو ان تمام ممکنہ نتائج و عواقب کا بہت غور سے جائزہ لینا چاہیے جو اس کے اس اقدام کے بعد اس کی اپنی زندگی اور اس کے خاندان کی زندگی میں رونما ہو سکتے ہیں۔ بصورت دیگر شوہر کا یہ فیصلہ نہ صرف اس کی بیویوں اور بچوں کے لیے ناانصافی کا باعث ہوگا بلکہ خود اس کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

شوہر کی دوسری شادی اور پہلی بیوی کا رویہ

سوال ۲۸: اسلام واحد مذہب ہے جو کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں کسی کا دل توڑنا سخت گناہ ہے، جب ایک شخص دوسری شادی کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں پہلی بیوی شدید مایوسی، دل شکستگی اور یاسیت کا شکار ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انتقامی جذبے کے

تحت اپنے شوہر سے بے وفائی کی مرتکب بھی ہوسکتی ہے۔ براہ کرم اس صورت حال کے بارے میں اظہار خیال فرمائیے۔

جواب: اگر کوئی عورت، اپنے شوہر کے دوسری شادی کے فیصلے اور اقدام کے نتیجہ میں انتقامی کاروائی کے طور پر کسی گناہ کے ارتکاب کا ارادہ کرتی ہے تو وہ خود کو نہایت سنگین صورت حال میں مبتلا کرلیتی ہے بلکہ درحقیقت وہ اس قسم کی حرکت سے خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نہایت سخت سزا کے لیے بے نقاب کردیتی ہے۔ زنا قطعی ممنوع ہے، خواہ کسی بھی وجہ سے کیا جائے۔ زنا ایک بنیادی نوعیت کا گناہ ہے۔ کوئی بھی مسلمان اسے بالارادہ نہیں کرسکتا، خواہ اس کے اسباب کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ایک شادی شدہ خاتون اپنے شوہر سے انتقام کے جذبہ کے تحت اس گناہ کی مرتکب ہوتی ہے تو شوہر سے زیادہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ وہ خود کو اللہ کی سزا کا حقدار ٹھہرالیتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ اس نے عمداً اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ شوہر نے ایک ایسا کام کیا ہے، جس کی اللہ نے اجازت دی ہے جب کہ اس کے جواب میں عورت وہ کام کرنے جارہی ہے جس کی نہ صرف اجازت نہیں ہے بلکہ وہ ایک سنگین گناہ بھی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ کوئی بھی عورت یہ پسند نہیں کرتی کوئی دوسری عورت اس کے شوہر کی شریک ہو، لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ اسلام مرد کو ایک سے زائد شادی کی اجازت دیتا ہے۔ دوسری شادی کے نتیجے میں عورت مایوس اور دل شکستہ ہوسکتی ہے لیکن اس بات کا اسے شادی سے پہلے علم ہوتا ہے کہ شوہر اس کے علاوہ تین بیویاں مزید رکھ سکتا ہے۔ اگر شوہر اپنے حق کا استعمال کرتا ہے تو اس کے اس اقدام کو کسی گناہ کے ارتکاب کا جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر کسی عورت کو شوہر کی دوسری شادی کی وجہ سے شوہر کے سلوک پر اعتراض ہے تو وہ خلع لے سکتی ہے۔ اس کے لیے اسے صرف قاضی کی عدالت میں درخواست دینی ہوگی کہ شوہر کی دوسری شادی اس کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ ایک مسلمان قاضی اس درخواست کی بنیاد پر خلع کا فیصلہ دے گا لیکن اس صورت میں اسے مہر کی رقم معاف کرنا ہوگی۔

طلاق کے بعد عدت کی ضرورت اور دوسری شادی

سوال۴۹: طلاق کے بعد دوسری شادی کے سلسلہ میں میری ایک عزیزہ کے لیے ایک صاحب کا رشتہ آیا، جن صاحب نے رشتہ دیا، وہ اپنے بعض حالات کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ نکاح جلد ہوجائے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مطلقہ کی عدت پوری نہیں ہوئی ہے۔ طلاق کے بعد مطلقہ عورت کی عدت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اگر مطلقہ طلاق سے پہلے حاملہ ہوگئی ہو تو اس عرصہ میں یہ بات ظاہر ہوجائے۔ کیا اس بات کی اجازت ہے کہ لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے حمل کے ہونے یا نہ ہونے کا تعین کرلیا جائے اور اگر یہ معلوم ہوجائے کہ خاتون حمل سے نہیں ہیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کیا جاسکتا ہے؟

جواب: یہ بات تو درست ہے کہ طلاق کے بعد عورت کے لیے عدت کی پابندی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حمل کے ہونے یا نہ ہونے کا علم ہوجائے لیکن کسی بھی صورت میں عدت کا محض یہ ایک مقصد نہیں ہے۔ اس مخصوص معاملے میں ایک بیوہ اور ایک مطلقہ کی عدت میں فرق ہے۔ بیوہ خاتون کے معاملے میں عدت کی مدت زیادہ ہوتی ہے تاکہ حمل کے ہونے یا نہ ہونے کا یقینی تعین کیا جاسکے۔ علاوہ ازیں عدت کی پابندی اس بات کی بھی علامت ہے کہ بیوہ خاتون اپنے متوفی شوہر کے ساتھ تعلق کا احترام کرتی ہے اور شوہر کی وفات کے فوراً ہی بعد کسی دوسرے مرد کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔

مطلقہ عورت کی صورت میں بعض قوانین نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ مطلقہ عورت کی عدت کے عرصہ کا شمار دنوں یا ہفتوں میں نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ایام حیض سے کیا جاتا ہے۔ اگر مطلقہ خاتون کے حمل نہیں ہے تو اس کی عدت طہر (حیض سے پاک ہونا) ہوگی۔ اگر خاتون کی عمر بہت زیادہ یا بہت کم ہو (جس کی وجہ سے ایام حیض نہ ہوتے ہوں) تو اس صورت میں عدت کا عرصہ تین ماہ ہوگا۔ اگر مطلقہ خاتون حمل سے ہے تو اس صورت میں اس کی عدت بچے کی ولادت تک جاری رہے گی۔

عدت کی مدت خواہ کوئی بھی ہو، عدت کے دوران مطلقہ اپنے

* * *

سابقہ شوہر کے گھر میں رہے گی۔ کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ طلاق کے بعد عورت کو اپنے گھر سے نکالے اور نہ عورت کو سابقہ شوہر کا گھر چھوڑنا چاہیے۔ عدت کی پوری مدت میں عورت کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے اگر دونوں میں اتفاق رائے ہوجائے تو وہ رشتہ ازدواج دوبارہ قائم کرسکتے ہیں (بشرطیکہ دو طلاقیں دی گئی ہوں) اس کے لیے انہیں نئے سرے سے نکاح کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

کوئی مطلقہ خاتون جب عرصۂ عدت میں ہو تو اسے دوسری شادی کے لیے کسی بھی شخص کا رشتہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔ نہ ہی کسی مرد کو یہ اجازت ہے کہ وہ عدت کے عرصے کے دوران مطلقہ خاتون کو رشتہ دے یا شادی کا وعدہ کرے۔ اگر مرد کچھ کرسکتا ہے تو صرف یہ کہ اشارتاً اپنے ارادے کا ذکر کردے۔

مندرجہ بالا بحث کی بنیاد پر آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر طبی جانچ کے بعد یہ رائے دے سکتا ہے کہ مطلقہ خاتون حمل سے نہیں ہے لیکن خاتون کی دوسری شادی کے لیے یہ رائے کافی نہیں ہے۔ مطلقہ خاتون کے پہلے شوہر کا یہ حق کہ وہ عدت کے دوران رجوع کرلے، آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بالفرض سابقہ شوہر کو مطلقہ خاتون کی دوسری شادی پر کوئی اعتراض نہ ہو تب بھی اللہ کے عائد کردہ قانون کو نہیں توڑا جاسکتا۔

اگر بیوی، شوہر سے علیحدگی چاہے

سوال ۲۰: میری ایک نو سالہ بیٹی ہے۔ ایک سال قبل میں نے اس کی شادی ایک بیس سالہ نوجوان سے کردی۔ لیکن میری بیٹی اس شخص کی بیوی بن کر رہنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ اپنے شوہر کی طرف دیکھنے تک پر راضی نہیں ہے بلکہ وہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اسے طلاق دے دے۔ براہ کرم رہنمائی فرمائیں کہ کیا مجھے دونوں میں علیحدگی کروا دینی چاہیے یا اپنی بیٹی کو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی رہے؟

جواب: یہ بالکل ممکن ہے کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کی کسی ایسی جگہ شادی کردے جسے وہ مناسب سمجھتا ہو تاہم اس کا اسے شادی کے لیے مجبور کرنا ایک بالکل الگ معاملہ ہے۔ میں ایک حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک صحابیہ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ: ''میرے والد نے اپنے عزیزوں میں سے ایک شخص سے میری شادی مجھ سے پوچھے بغیر کردی ہے۔ میں اس شخص کے ساتھ اس کی بیوی بن کر رہنا نہیں چاہتی۔'' رسول اقدس ﷺ نے ان خاتون اور ان کے شوہر کے درمیان علیحدگی کا حکم فرمایا۔ جب صحابیہؓ نے محسوس کیا کہ وہ آزاد ہیں تو انہوں نے کہا:

''اب میں اپنے والد کے فیصلے کو قبول کرتی ہوں اور میں اس شخص سے شادی کررہی ہوں۔ میں نے ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ عورتوں کو معلوم ہوجائے کہ مرد، ان سے ان کی مرضی کے خلاف شادی نہیں کرسکتے۔''

علما کرام نے کم عمر لڑکیوں کی شادی کے مسئلے پر طویل بحث و مباحثہ کیا ہے اور اس بات پر غور کیا ہے کہ کیا ایسی نابالغ لڑکیوں کی شادی ان کے والدان کی مرضی معلوم کیے بغیر کرسکتے ہیں۔ اگر اس قسم کی شادی کی جاتی ہے تو یہ جائز ہے۔ تاہم شاید یہ بہتر ہوگا کہ میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات کا آغاز لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے نہ ہو۔ جب لڑکی بالغ ہوجائے تو اسے اختیار دیا جائے کہ وہ اس شادی کو برقرار رکھنا چاہتی ہے یا نہیں۔ مزید یہ کہ لڑکی کے والد کسی ایسے شخص سے لڑکی کی شادی نہیں کرسکتے جو لڑکی کے مقابلے میں کم تر حیثیت کا حامل ہو۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں اور لڑکی اس پر اعتراض کردیتی ہے تو یہ شادی ناجائز کہلائے گی۔ بہرحال شادی سے پہلے لڑکی کی مرضی معلوم کرنی چاہیے۔ اگر اس کی شادی پہلے ہوچکی ہے تو اس سے زبانی طور پر اس کی رضامندی حاصل کی جائے اور اگر لڑکی کی شادی اس سے قبل نہ ہوئی ہو تب بھی اس کی مرضی معلوم کی جائے۔ اگر وہ خاموشی اختیار کرتی ہے تو اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھا جائے۔

اس قسم کی شادی کے جائز ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ لوگوں کو اپنی لڑکیوں کی شادیاں ان کے بالغ ہونے سے قبل کردینی چاہئیں۔ خاص قسم کے حالات میں اس طرح کی شادیاں ضروری ہوجاتی ہیں۔ عام حالات میں ایسے فیصلوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔

لڑکیوں کی شادیاں نو یا دس برس کی عمر میں نہیں کرنی چاہئیں، گو کہ بعض بچیاں اس عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں لیکن شادی بہت ساری ذمہ داریوں کے اضافے کا باعث بنتی ہے اور بہت چھوٹی عمر کی لڑکی، ممکن ہے کہ اتنی ساری ذمہ داریاں سنبھال نہ پائے۔ لڑکی کے بڑے ہونے کے ساتھ اور کئی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس کی شادی کے بعد معاملات بگڑتے ہیں تو وہ لڑکی اپنے والدین کو الزام دیتی رہے گی۔ آپ اپنی بچی کا معاملہ لیں، آپ اگر اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ جائے اور اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزارے تو آپ یقین سے نہیں کہہ سکیں گے کہ یہ شادی کامیاب ہوتی ہے تو بہت اچھا ہے لیکن اس بات کا مساوی امکان موجود ہے کہ آپ کی کمسن بچی کا سا رویہ اختیار کرے گی اور اس کا شوہر اس سے شادی شدہ عورت کے سے طرز عمل کی توقع رکھے گا۔ آپ یہ امید کس طرح رکھ سکتے ہیں کہ آپ کی بچی اس احساس کے اثر سے نکل پائے گی کہ آپ نے ایک لفظ تک کہنے کا موقع دیے بغیر اسے ایسی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے جس سے اس کی پوری زندگی متاثر ہو کر رہ گئی ہے۔

آپ کے سامنے اب یہ راستہ ہے کہ یا تو آپ بچی کی رخصتی سے قبل اسے طلاق دلوا دیں یا اسے اپنے ساتھ رکھیں حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور تب بھی شادی کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر معلوم کیا جائے۔ اگر اسے تب بھی اس شادی پر اعتراض ہو تو آپ اس پر مزید دباؤ ڈالے بغیر اسے طلاق دلوا دیں لیکن اگر وہ اس وقت شادی کو برقرار رکھنے پر رضامند ہو تو آپ بچی کی رخصتی کر سکتے ہیں۔ شاید یہ بہتر ہو گا کہ آپ اس نوجوان سے بھی مشورہ کر لیں جس سے آپ نے اپنی بچی کی شادی کی ہے۔ صلاح مشورے سے اس مسئلہ کا بہترین حل نکل آئے گا جو اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نوجوان ایک ایسی شادی میں نہیں الجھا دیا گیا ہے جس میں لڑکی کی مرضی معلوم کیے بغیر اس کو شادی پر مجبور کیا گیا ہے۔

بیوہ کا سوگ

سوال ۳۱: اسلام میں کسی شخص کے انتقال پر سوگ منانے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ایک عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو اسے کس طرح سوگ منانا چاہیے؟

جواب: مسلمان، بالعموم موت کو ایک ایسا عمل سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے مقدر کیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی عقیدے کے مطابق موت اس دنیا کی زندگی سے آخرت کی زندگی میں تبادلے کا نام ہے۔ موت انسانی زندگی کا حتمی خاتمہ نہیں ہے، لہٰذا مسلمانوں کو کسی کی موت پر بے انتہا غم و افسوس کے جذبات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے یا اس طرح سوگ نہیں منانا چاہیے جیسا کہ غیر مسلم مناتے ہیں۔ جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک موت انسانی زندگی کا حتمی خاتمہ ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ بات قطعی ناقابل قبول ہے اس لیے کسی کی وفات پر سوگ منانے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ مسلمان کسی کے انتقال پر نہ تو کوئی خاص لباس پہنتے ہیں نہ کوئی خاص رنگ استعمال کرتے ہیں جو یہ ظاہر کرے کہ ہم اپنے کسی عزیز کا سوگ منا رہے ہیں۔ کسی مسلمان مرد کو سیاہ ٹائی اس لیے نہیں پہننی چاہیے کہ وہ تعزیت وصول کرے۔ کسی شخص کے انتقال کے بعد پہلے تین دن تک تعزیت کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص دور گیا ہوا ہو تو وہ واپس آنے پر متوفی کے اہل خانہ سے تعزیت کر سکتا ہے۔

مردوں کی طرح خواتین کو بھی اپنے شوہر کے علاوہ کسی بھی عزیز کی وفات کا تین دن سے زیادہ سوگ نہیں منانا چاہیے۔ شوہر کی وفات کی صورت میں یہ عرصہ طویل ہو گا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

”کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے، البتہ بیوہ کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے۔ اس مدت میں نہ وہ کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ خوشبو لگائے اور نہ کوئی اور بناؤ سنگھار کرے۔“ (ترمذی)

بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ بیوہ کو عدت کے دوران کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے؟ بیوہ عدت کے عرصے میں سرمہ نہیں لگا سکتی، زیور نہیں پہن سکتی، ریشمی لباس، خوشبو اور میک اپ استعمال نہیں کر سکتی۔ اگر عورت اپنے بیٹے، والد یا بھائی یا کسی اور عزیز کے انتقال پر سوگ کر رہی ہے تو اس سوگ کی مدت تین دن ہو گی، لیکن شوہر کی وفات

پر سوگ کی مدت وہی ہوگی جو اس کی عدت کا عرصہ ہوگا۔

یہ بات بالعموم سب کو معلوم ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ کی عدت کا عرصہ چار ماہ دس دن کا ہوتا ہے۔ اگر بیوہ حمل سے ہے تو اس صورت میں عدت کا عرصہ بچے کی ولادت تک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے سوگ کی جو حدود متعین کر دی ہیں، عورت کو ان سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

طلاق کا حق مرد کے لیے کیوں؟

سوال ۳۴: طلاق کا حق مرد کے لیے کیوں؟

اسلامی نقطہ نظر سے شادی کے معاملے میں مرد کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ شادی کے نتیجے میں مرد کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ جائز اور قانونی طریقے سے اپنی ذاتی، سماجی اور جسمانی ضروریات کی تکمیل کر سکے۔ شادی کے ذریعے وہ اپنی فطری خواہشات پوری کر سکتا ہے۔ ایک گھر تشکیل دے سکتا ہے جہاں اسے الفت اور آرام میسر آتا ہے۔ شادی کی رفاقت کے نتیجے میں ایسے بچے جنم لیتے ہیں جو اس کے مستقبل کے لیے نئی سرگرمیوں اور نئی خوشیوں کا سامان بنتے ہیں۔ جب بھی یہ رشتہ ٹوٹتا ہے تو اس وقت مرد کو زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ ایک طرف اس کا خاندان بکھر جاتا ہے اور دوسری جانب اسے مہر اور نان نفقہ کی صورت میں مالی بوجھ برداشت کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ اسلام نے شادی کے اخراجات کی ذمہ داری مرد کے سپرد کی ہے اس لیے اسے طلاق کا حق بھی دیا گیا ہے۔

مالی لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ طریقہ جو آپ کے علاقے میں رائج ہے، قطعی غیر منصفانہ ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ شادی کے وقت عورت مالی طور پر زیر بار ہو اور دوسری جانب طلاق کے وقت تمام حقوق مرد کو میسر ہوں؟ اس معاملے میں اسلام کا نقطہ نظر قطعی مختلف اور واضح ہے۔ شادی کے نتیجے میں عورت کی وجہ سے مرد کو سماجی فرض کی ادائیگی اور ذاتی ضروریات و خواہشات کی تکمیل کا موقع ملتا ہے چنانچہ وہ مہر کی صورت میں عورت کو ادائیگی کرتا ہے۔ یہاں ہمیں ان طریقوں پر بھی نظر ڈالنی چاہیے جو مہر کی ادائیگی کے لیے تجویز کیے گئے ہیں۔ فرض کیجیے ایک نکاح اس طرح قرار پایا کہ مرد اور عورت کے درمیان مہر کی رقم کا تعین نہیں ہوا۔ اس صورت میں نکاح برقرار رہے گا لیکن مہر واجب الادا ہوگا۔ عورت، جب بھی طلب کرے، مرد کو مہر کی رقم ادا کرنی ہوگی۔ اگر اس موقع پر عورت ایک خاص رقم کا مطالبہ کرے اور مرد وہ رقم ادا کرنے پر تیار نہ ہو تو اس صورت میں عدالت سے رجوع کیا جائے گا اور عدالت شادی کے وقت عورت کی تعلیم، خاندانی حیثیت، عمر، بکارت وغیرہ کو مدنظر رکھے گی۔

جب مرد مہر ادا کر دیتا ہے تو وہ رقم عورت کی ذاتی ملکیت ہو جاتی ہے اور یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس رقم کو جہاں چاہے خرچ کرے۔ اگر نکاح کے وقت مہر ادا نہیں کیا گیا اور شادی کے کچھ عرصہ بعد مرد کا انتقال ہو گیا تو مرد کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے عورت کو مہر کی ادائیگی کی جائے گی اور اس معاملے میں مہر کی رقم ”قرض“ تصور کی جائے گی۔

آپ کے علاقے میں یہ ہوتا ہے کہ نکاح کے وقت مہر کی رقم طے کر لی جاتی ہے لیکن شادی کی پہلی رات عورت، مہر کی رقم معاف کر دیتی ہے۔ یہ ایک رسم بن گئی ہے۔ اکثر عورتیں اس کام کی اہمیت کو سمجھے بغیر یہ حرکت کرتی ہیں جبکہ درحقیقت یہ بات اسلامی تعلیمات کا بالارادہ مضحکہ اڑانے کے مترادف ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ جو لڑکی جہیز میں اپنے ساتھ سونے کے خاصے زیورات لے کر نہ آئے اسے سسرال میں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ایک افسوسناک صورت حال ہے۔ اسلام میں تو کسی بھی مسلمان کو اس کی غربت کی بنا پر لعن طعن کرنے یا اس کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی بھی وجہ سے کسی بھی مسلمان کا تمسخر اڑانے کی ممانعت ہے۔ تیسرے یہ کہ کسی بھی شخص کو اس کی کسی خطا کے بغیر لعن طعن کرنا ناپسندیدہ حرکت ہے۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لیے مسلمانوں کو دین سے متعلق امور کی تعلیم دینا نہایت ضروری ہے۔ آپ کے علاقے کے علما کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ خلاف اسلام طریقوں کو تبدیل کرنے کے لیے انتھک کوششیں کریں اور عوام الناس کو اسلامی طریقوں سے روشناس کرائیں۔ اس مقصد کے لیے ابلاغ کے ذرائع کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دوسری جانب والدین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ

ان غیر اسلامی رواج کے خلاف عملی اقدامات کا عزم کریں۔ جب بھی کسی شادی کے معاملے میں لڑکے کے والدین کی جانب سے بھاری جہیز اور دیگر نامعقول مطالبات پیش کیے جائیں تو لڑکی کے والدین کو واضح طور پر یہ بتا دینا چاہیے کی وہ اسلامی طریقے کے مطابق شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس صورت میں لڑکے کو مطالبات پیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ لڑکی کو مہر ملنا چاہیے۔

مجھے احساس ہے کہ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس پر عمل کر کے صورت حال کو تبدیل کرنے میں خاصا وقت لگے گا لیکن اس کے سوا کوئی اور طریقہ موثر نہیں ہو سکتا۔ اس عرصے میں آپ جیسے حضرات، جن کی کئی بیٹیاں ہیں، یقیناً ان نامعقول رسم و رواج کا شکار ہوں گے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لیے ایسے لڑکوں کے رشتے تلاش کریں جو خدا کا خوف رکھتے ہوں اور اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں اور ان پر عمل کرتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو سونے اور چاندی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو عزیز جانتے ہیں۔ یقیناً ایسے لوگ معاشرے میں کم ہیں۔ لیکن معاشرہ ان سے خالی نہیں ہے۔

مرد کو عورت پر برتری کیوں؟

سوال ۳۳: اسلام، عورت اور مرد کو برابر کے حقوق دیتا ہے لیکن روزمرہ زندگی کی یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عملاً مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے۔ ہر عورت کو اپنی زندگی کے تمام معاملات میں کسی نہ کسی مرد کے احکامات کی پابندی کرنی ہوتی ہے اور اسے کبھی یہ آزادی میسر نہیں آتی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق عمل کر سکے۔ بچپن اور نوعمری میں جب وہ اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہے تو والد کے احکامات کی پابند ہوتی ہے۔ شادی کے بعد اپنے شوہر کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے اور آخری عمر میں اپنے بیٹے کی ماتحت بن کر رہ جاتی ہے۔ بعض خواتین اپنے شوہر کی دوسری بیویوں کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں جو ان کے لیے مستقل ذہنی اذیت کا سبب بنتی ہے۔ علاوہ ازیں عورت کے لیے کیا ضروری ہے کہ وہ شادی کے وقت اپنے شوہر کے لیے (فرمائشی) جہیز لے کر آئے؟

جواب: آپ کے بہت سے سوالات کے جواب کا آغاز میں آپ کے آخری سوال سے کرتا ہوں اور اس معاملے میں، میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ ایک لڑکی شادی کے وقت اپنے ساتھ جہیز کیوں لے کر آئے؟ یہ قطعی غیر منصفانہ عمل ہے کیونکہ اسلام اس کے بالکل خلاف عمل کی ہدایت دیتا ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق شادی کے وقت مرد اس بات کا پابند ہے کہ وہ عورت کو مہر ادا کرے۔ مہر عورت کا حق ہے اور اس کی رقم کے تعین کا حق بھی عورت ہی کو حاصل ہے۔ جس عورت کی شادی ہو رہی ہے وہی یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ اس کا مہر کتنا ہونا چاہیے؟ اگر مرد مہر کی رقم سے اتفاق کر لیتا ہے تو اسے نکاح کے وقت یہ رقم ادا کرنی ہوگی، سوائے اس کے کہ عورت یہ اجازت دے کہ مہر بعد میں اس کی طلب کرنے پر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر مہر ادا کیے بغیر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ورثے میں سے اس کی بیوہ کو مہر کی رقم ترجیحی طور پر ملنی چاہیے۔ عورت کا یہ حق ہے کہ وہ اس رقم کو جہاں چاہے خرچ کرے۔ اس طریقہ کار کی روشنی میں عورت کو کیا ضرورت ہے کہ وہ جہیز لے کر آئے یا ہونے والے شوہر کو نقد رقم ادا کرے۔ یہ طریقہ کار قطعی غیر اسلامی ہے۔ بدقسمتی سے بعض مسلم معاشروں میں یہ طریقہ رائج ہے لیکن عملاً یہ ان علاقوں میں اسلام کی آمد سے قبل پائی جانے والی تہذیبوں کی رسوم و رواج کا ورثہ ہے جسے اپنا لیا گیا ہے، مثلاً ہندوستان کے بعض علاقوں میں اس رسم پر عمل ہوتا ہے کیونکہ یہ ہندوؤں کے تمدن کا حصہ ہے وہاں واضح طور پر یہ طریقہ ہندوؤں کی تہذیب سے لیا گیا ہے۔

میری رائے میں یہ طریقہ کار صرف عورت کے حق میں ہی غیر منصفانہ نہیں ہے بلکہ مردوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنتا ہے کیونکہ عملاً یہ ہوتا ہے کہ ایک باپ کی حیثیت سے ہر مرد اپنی بیٹی کی شادی اور اس کے جہیز کے بارے میں اسی وقت سے فکر کرنا شروع کر دیتا ہے جب لڑکی کم عمر ہوتی ہے۔ وہ اس کے جہیز کے لیے رقم بچاتا ہے اور سامان جمع کرتا ہے۔ وہ بھائی جو ملازمت کے لیے بیرون ملک جاتے ہیں، ان کی ترجیحات میں بہن کی شادی اور اس کے جہیز کی خریداری سرفہرست ہوتی ہے۔ اکثر خاندانوں میں بھائی اپنی شادی میں اس لیے تاخیر کرتے ہیں کہ پہلے بہن یا بہنوں کی

شادی اچھے طریقے سے ہو جائے اور اچھے طریقے سے شادی کا مطلب ہے کہ مناسب اور ہم پلہ خاندان کا رشتہ جو عموماً جہیز کے لیے اپنے مطالبات پیش کرتے ہیں۔ یہ طریقہ قطعی غیر منصفانہ ہے اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

آپ نے اپنے سوال میں عورت پر مرد کی برتری کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے اور آپ کے بیان کے مطابق عورت کو زندگی کے ہر مرحلے میں مرد کی تابعداری کرنا ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اسلام کا سماجی ڈھانچہ ایسا نہیں ہے جس میں عورت کو مرد کا اس طرح تابع بنایا گیا ہو جس طرح آپ نے لکھا ہے۔ اصل صورت حال اس کے برخلاف ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک سے زائد مرتبہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”عورتوں کا اچھی طرح خیال رکھو۔“ یہ ہدایت واضح طور پر مردوں کے لیے ہے کیونکہ اسلامی شریعت کے مطابق عورتوں کی دیکھ بھال اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ اس کے جواب میں عورت کے لیے لازم ہے کہ وہ احترام سے پیش آئے، لیکن اس احترام کا مطلب غلامانہ اطاعت گزاری ہرگز نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خاندانی معاملات میں مردوں اور عورتوں کو باہم مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ خود آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا اور عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کی مثال قائم کر کے دکھائی۔ ایک مصدقہ حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو بتایا کہ میں اپنے اہل خانہ کی خدمت کرتا ہوں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ رسول ﷺ کے اہل خانہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی صاحبزادیوں (رضی اللہ عنہن) کے سوا کوئی مرد نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی ازواج مطہراتؓ یا اپنی صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کو گھر کے کاموں کے بارے میں کوئی (سخت) حکم نہیں دیا۔ اس کے برخلاف آپ ﷺ ان کی دیکھ بھال فرماتے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا اتباع ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہر شوہر کو اپنی ازدواجی زندگی میں رسول ﷺ کے اس طریقہ کار پر عمل کرنا چاہیے۔

اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کے عمل میں فرق پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے قول و عمل کے تضاد کا ذمہ دار اسلام کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ تو لوگ ہیں جو یا تو اسلام پر کم عمل کرتے ہیں یا اسے کم اہمیت دیتے ہیں۔ اس لیے عمل کی ذمہ داری لوگوں پر ہے، شریعت پر نہیں ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان مساوات کے بارے میں متعدد قرآنی آیات موجود ہیں۔ ان قرآنی احکامات کی موجودگی میں، عورتوں کو مرد کے تابع رکھنے کی ذمہ داری اسلامی تعلیمات پر نہیں بلکہ تعلیمات کے خلاف عمل کرنے والوں پر عائد ہوتی ہے۔

آپ نے کثرت ازدواج کے بارے میں بھی سوال کیا ہے۔ میں متعدد مرتبہ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ ایک وقت میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت کے معاملے کو ہنگامی قانون کے طور پر دیکھنا چاہیے۔

بیرون ملک روزگار کی وجہ سے بیوی سے طویل علیحدگی

سوال ۳۴: روزگار کی وجہ سے میرا قیام سعودی عرب میں ہے اور میں طویل عرصہ تک اپنے خاندان سے علیحدہ رہنے پر مجبور ہوں۔ ایک مقتدر صاحب علم نے مجھے بتایا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں گا اگر آپ اسلامی احکامات کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: اسلام کے مطابق شادی دو طرفہ معاہدہ ہے جو ہر ایک کو دوسرے کے لیے چند فرائض کی ادائیگی کا پابند کرتا ہے۔ اس رشتۂ ازدواج میں عورت کا یہ حق ہے کہ شوہر اس کی ضروریات کا خیال رکھے اور اسے تحفظ فراہم کرے۔ دونوں پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ ہر مشکل میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں ایک دوسرے کا خیال رکھیں اور ہر قسم کے ناشائستہ اور غیر اخلاقی امور سے اجتناب برتیں۔ شادی کے بعد عام طور پر یہی توقع کی جاتی ہے کہ شوہر اور بیوی ایک ساتھ رہیں گے لیکن بعض اوقات سفر ناگزیر ہو جاتا ہے اور اگر اس کا دورانیہ طویل ہو جائے تو اس قسم کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جس میں شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے بعض حقوق کی ادائیگی نہیں کر سکتے۔ اس قسم کی صورت حال کے لیے ہمارے پاس واضح ہدایت موجود ہے کہ جب شوہر کو بیوی سے علیحدہ رہنا پڑے تو اسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ ایک شخص کاروبار کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہ سکتا ہے لیکن اس مسئلے میں دو یا تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری

ہے۔ ایک تو یہ کہ گھر سے دوری کی یہ مدت چار ماہ سے زائد نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس سفر سے پہلے اپنی شریک حیات سے مشورہ ضرور کرے اور ان کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور تیسرے یہ کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ حفاظت سے رہیں اور اتنی رقم موجود ہو کہ وہ اپنی تمام ضروریات آرام وسکون سے پوری کر سکیں۔ اگر شوہر کی غیر موجودگی کی مدت چار ماہ سے زائد ہو تو اس صورت میں اسے لازماً اپنی شریک حیات کی اجازت حاصل کرنا چاہیے۔ طویل عرصہ تک گھر میں شوہر کی غیر موجودگی، بیوی کے بوجھ اور ذمہ داریوں میں غیر ضروری اضافوں کا باعث ہو سکتی ہے، خاص طور پر اس صورت میں جب چھوٹے بچوں کا ساتھ ہو۔

جو حضرات اپنے ملک سے باہر کسی دوسرے ملک میں کام کرنے جاتے ہیں، تو بالعموم فیصلہ باہمی صلاح، مشورے اور رضامندی سے کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ خاندان کو معاشی آسودگی اور مستقبل کا تحفظ حاصل ہو اور بچوں کی تعلیم وتربیت اچھے طریقے سے ہو سکے۔ اس فیصلہ پر عملدرآمد کی صورت میں ازدواجی بندھن کے دونوں فریق خاندان کے مستقبل اور خوشحالی کے لیے زبردست ایثار سے کام لیتے ہیں۔ بیرون ملک کام کرنے والے حضرات اپنی آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ بچانا چاہتے ہیں اور بار بار سفر کر کے اپنی بچت کا اچھا خاصا حصہ خرچ نہیں کرنا چاہتے، خواہ انھیں اپنے آجر کی جانب سے بار بار سفر کی سہولت حاصل ہو۔ دین فطرت ہونے کی وجہ سے زندگی کے ہر معاملے میں اسلام حقیقت سے قریب تر اور بالکل عملی احکامات وہدایات فراہم کرتا ہے۔ ایک شخص طویل عرصہ تک گھر سے دور قیام کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کی شریک حیات اس بات سے اتفاق کرے۔ اگر اس کی بیوی طویل عرصہ تک گھر سے شوہر کی غیر موجودگی پر متفق نہ ہو تو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شوہر سے علیحدگی (خلع) اختیار کر لے۔ شرعی عدالت اس معاملے میں یہ کوشش کر سکتی ہے کہ وہ دونوں فریقوں کے درمیان کوئی ایسا فیصلہ کرے جو دونوں کے لیے موزوں ہو، اور اگر اس قسم کا کوئی فیصلہ ناممکن ہو تو طلاق یا خلع کے ذریعہ

شوہر کو اعتماد میں لینا

سوال۵۵: میں پُرمسرت ازدواجی زندگی گزار رہی ہوں۔ میرے شوہر مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں کہ میری شادی میری تمام گزشتہ عبادتوں کا انعام ہے، تاہم میرے ذہن پر ایک بوجھ ہے۔ شادی سے پہلے میرے، اپنے ایک عم زاد (کزن) سے تعلقات تھے۔ میں اب اکثر سوچتی ہوں کہ مجھے اپنے شوہر کو اس راز سے آگاہ کر دینا چاہیے کہ میں اپنے عم زاد کو کتنا پسند کرتی تھی۔ خصوصاً ایسے حالات میں کہ میں اب بھی اپنے عم زاد سے ملتی ہوں اور اس ملاقات سے گریز ممکن نہیں ہے۔ براہ کرم مشورہ دیجیے۔

جواب: آپ کا موجودہ رویہ یقیناً قابل تعریف ہے۔ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں ہمارے حق سے بڑھ کر عطا فرماتے ہیں، تاہم ہم میں سے کچھ لوگ اس بات کو محسوس نہیں کرتے۔ جو لوگ مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں، ان میں سے کچھ یہ سوچتے ہیں کہ انھیں جس مصیبت کو جھیلنا پڑ رہا ہے وہ ان پر خواہ مخواہ نازل ہوگئی ہے، ورنہ وہ اس مصیبت کے مستحق نہ تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ان سے نعمتیں واپس لے لیں تب وہ مجبوراً اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ہم سے اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے کہ ہم اپنے اوپر عائد شدہ فرائض کو ادا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا شکر ادا کریں اور انھوں نے ہمیں جو کچھ دیا ہے، اس پر ان کی حمد وثنا کریں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ فرائض ہم پر ہمارے اپنے فائدے کے لیے عائد کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو ہماری عبادتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، نہ ان کو ضرورت ہے۔ یہ ہم ہیں جو اپنے فرائض کی انجام دہی کے بہتر نتائج حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اچھی مسلمان خاتون ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی نعمتوں اور رحمتوں کا اعتراف کرتی ہیں کہ ان کے فضل وکرم سے آپ کی شادی ایک مہربان محبت کرنے والے شخص سے ہوگئی۔ اسلام کے ابتدائی دور کے ایک ممتاز عالم دین حضرت سعید بن مسیبؒ سے ان کی بیٹی نے جو خود ایک صاحب

علم خاتون تھیں، سوال کیا کہ قرآن پاک میں یہ جو دعا مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے، ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔ (۲:۲۰۱) تو اس میں دنیا کی بھلائی سے کیا مراد ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا: میرے خیال میں یہ صرف ایک اچھا اور مہربان ازدواجی رفیق (شوہر یا بیوی) ہو سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس دنیا کا بہترین سکھ اور تسکین ایک اچھی بیوی ہے۔ یقیناً رسول اقدس ﷺ نے یہ بات مردوں کے لیے بھی فرمائی ہے یعنی عورت کے لیے بہترین تسکین ایک اچھا شوہر ہے۔ آپ اپنے شوہر کی قدر محسوس کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے ماضی کے افعال کا اعتراف کرنا چاہتی ہیں کیوں کہ آپ کی خواہش ہے کہ آپ کے اپنے شوہر سے تعلقات میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔ لیکن آپ کو سوچنا ہوگا کہ کیا آپ کا یہ عمل دانشمندانہ ہوگا؟

آپ نے سوچا کہ اس طرح کے اعتراف سے آپ کے شوہر پر کیا اثر پڑے گا؟ کیا اس طرح آپ کے بارے میں ان کے خیالات تبدیل نہ ہو جائیں گے؟ کیا اس طرح ان کے ذہن میں شکوک وشبہات جنم نہ لیں گے اور وہ آپ پر بھروسا کرنا کم کر دیں گے۔ کیا وہ سوچیں گے کہ چونکہ آپ ماضی میں کسی سے محبت کر چکی ہیں، اس لیے مستقبل میں بھی ایسا کر سکتی ہیں یا پھر آپ کے اعتراف پر وہ آپ کے رویے کی تعریف کریں گے کہ آپ نے ان سے تعلقات میں کسی بگاڑ کی روک تھام کے لیے یہ اعتراف کیا ہے۔

آپ کے شوہر چاہے جتنے مہربان ہوں، آپ کے اعتراف پر ان کے ردعمل کو ان کی مہربان طبیعت سے نہیں ناپا جا سکتا ہے۔ تاہم اگر آپ کے اعتراف سے کوئی واقعی فائدہ ہونے کا امکان ہو تو آپ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا ڈالیں لیکن کیا واقعی اس سے فائدہ ہوگا؟ آپ کے اپنے شوہر سے تعلقات بالکل پاک صاف اور خالص ہیں، اگر آپ ماضی کے اعمال پر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے معافی مانگ چکی ہیں اور اب اپنے شوہر اور گھرانے کے لیے اپنی تمام تر محبت کو وقف کر چکی ہیں۔

آپ کے اپنے شوہر سے تعلقات کا آغاز اس وقت سے ہوا تھا جب انہوں نے آپ سے شادی کرنے کا پیغام دیا تھا اور آپ نے اسے قبول کر لیا تھا۔ ہم میں سے ہر ایک ماضی میں کوئی نہ کوئی غلطی کر چکا ہوتا ہے۔ ایسا کر کے ہم اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں کیوں کہ ہم خود کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی سزا کے مستحق بناتے ہیں۔ اگر ہم توبہ کریں اور پھر اس غلطی کے ارتکاب سے باز رہیں تو ہم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے بخشش کے حق دار ہو جاتے ہیں۔ رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھیے: ’’جس نے گناہ سے توبہ کی، وہ اس فرد کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔‘‘ پھر ہم اپنے ماضی کے گناہوں کو اپنے حال اور مستقبل پر بوجھ کیوں بنائیں؟

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ پر ایسی کوئی مذہبی یا سماجی ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ اپنے شوہر کے سامنے ان غلطیوں کا اعتراف کریں جو شادی سے پہلے آپ سے سرزد ہو گئی تھیں، کیوں کہ آپ کی شادی میں کسی قسم کی دھوکا دہی سے کام نہیں لیا گیا۔ جو بات زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اب گناہوں اور غلطیوں سے دور رہیں۔ چنانچہ آپ کو اپنے ماضی کے گناہوں پر توبہ کرنی چاہیے، آئندہ کے لیے ایسا گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا چاہیے اور اپنے شوہر کے ساتھ باوفا زندگی گزارنی چاہیے۔ اگر آپ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دینی فرائض کو انجام دینے کا اہتمام بھی کریں تو آپ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی خوشنودی حاصل کر لیں گی۔ آپ اپنے کزن سے ملنے سے گریز کریں خصوصاً تنہائی میں تو بالکل نہیں ملنا چاہیے۔

بیوی کے کردار پر الزام

سوال ۳۶: یہاں میرے ساتھ کام کرنے والا ایک شخص گزشتہ دسمبر میں چھٹیوں پر وطن گیا، جہاں اس کی اسی ماہ شادی ہو گئی۔ جنوری کے آخر میں اس کی اہلیہ کے ماں بننے کے کچھ آثار پیدا ہونے تو وہ انھیں ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر نے کوئی رائے ظاہر کیے بغیر انھیں دو ہفتے بعد بلایا۔ دو ہفتے بعد جب وہ شخص اپنی اہلیہ کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ ان کی اہلیہ ڈھائی ماہ سے حاملہ ہیں۔ ایک ماہ بعد اس نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ ۲۶ اگست کو یعنی شادی کے صرف آٹھ ماہ بعد خاتون نے ایک صحت مند بچی کو جنم دیا۔ یہ مدت اس وقت مشکوک ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ

شادی کے ایک ہفتے بعد ہی خاتون نے متلی اور قے کی شکایت شروع کر دی تھی جو حاملہ ہونے کی نشانی ہے۔ بہر حال اس شخص کے والدین اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے کیونکہ خاتون کے کردار پر انھیں شک ہے۔ جب اس شخص نے اپنی بیوی سے اس معاملے پر بات کی تو اس نے کسی اور شخص سے کسی قسم کے تعلق سے انکار کیا۔ یہ شخص اپنی بیوی اور بچی سے کسی قسم کی ناانصافی نہیں کرنا چاہتا۔ آپ کی رائے میں اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ نے جو صورت بیان کی ہے اس میں شک وشبہ پیدا ہونے کے لیے ممکن ہے کوئی بنیاد ہو لیکن کوئی فیصلہ کرنے کے لیے واضح ثبوت ہونا چاہیے اور شک وشبہ کو واضح ثبوت کے طور پر نہیں لیا جا سکتا۔ آپ نے اپنے دوست کی شادی کی تاریخ نہیں لکھی، بہر حال آپ کے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دوست اپنی اہلیہ کو شادی کے پانچ ہفتے بعد ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور بچی کی پیدائش شادی کے نو ماہ مکمل ہونے سے صرف تین ہفتے قبل عمل میں آئی۔ اس مدت کو قبل از وقت نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ کے دوست کی اہلیہ کے پہلی بار معائنے کے وقت ڈاکٹر اس بات کا تعین نہیں کر سکی تھی کہ خاتون حاملہ ہیں یا نہیں، ڈاکٹر نے انھیں دو ہفتے بعد آنے کا مشورہ دیا۔ یہ بات اس نکتے کے حق میں جاتی ہے کہ خاتون شادی سے پہلے حاملہ نہیں تھیں۔ اگر اس وقت انھیں دو ماہ کا حمل تھا تو ڈاکٹر کو اسی وقت تصدیق کر دینی چاہیے تھی۔ صرف دو ہفتے بعد ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ خاتون ڈھائی ماہ سے حاملہ ہیں، حیرت انگیز ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر حمل کی مدت کے بارے میں محض اندازے ہی سے کوئی بات کہتے ہیں۔ ان کے خیال کو کسی ٹھوس حقیقت کے طور پر نہیں قبول کیا جا سکتا۔ ممکن ہے ڈاکٹر سے اندازے کی غلطی ہوئی ہو۔

خاتون کی شادی سے قبل حاملہ ہونے کے سلسلے میں غالباً جو واحد علامت ملی ہے وہ یہ ہے کہ شادی کے چند دنوں بعد خاتون کو قے اور متلی کی شکایت ہوئی۔ حمل ٹھہرنے کی یہ علامت عام طور پر حمل قرار پانے کے چار ہفتے بعد ظاہر ہوتی ہے لیکن کیا آپ کے دوست کو یقین ہے کہ جب یہ علامت ظاہر ہوئی اس وقت شادی کو صرف ایک ہفتہ گزرا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس وقت تین ہفتے گزر چکے ہوں۔ آپ کے دوست کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور ممکن ہے ان سے مدت کا اندازہ لگانے میں غلطی ہوئی ہو۔ میں یہ سوال صرف اس لیے اٹھا رہا ہوں کہ آپ کے دوست اور ان کے اہل خاندان کو محض شک کی بنیاد پر کوئی اقدام کرنے اور یوں ناانصافی کرنے کے خلاف خبردار کر دوں۔ اگر آپ کے دوست کوئی ناانصافی کریں تو اس ناانصافی کا شکار وہ خود، ان کی اہلیہ اور ان کی بچی ہوگی چنانچہ انھیں ایسا کوئی فیصلہ کرنے سے قبل بہت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

آپ نے اپنے خط میں بچی اور باپ کے خون کے گروپ کے تجزیہ کی تجویز بھی دی ہے۔ اس قسم کے تجزیے سے کوئی بات ثابت نہیں کی جا سکتی۔ تاہم کہا گیا ہے کہ اس طرح کے تجزیے کیے جاتے ہیں لیکن وہ کہاں تک درست ہوتے ہیں، مجھے اس کا علم نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ کے دوست اس سلسلے میں کسی اچھے ڈاکٹر سے مشورہ کر لیں۔ اگر وہ ڈاکٹر یقین دلا دے کہ اس قسم کے تجزیے سے کسی شک وشبہ کے بغیر کسی حتمی فیصلے تک پہنچا جا سکتا ہے تو آپ کے دوست اپنے اور اپنی بچی کے خون کا تجزیہ کروا سکتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے تجزیے سے حتمی ثبوت نہیں مل سکتا تو آپ کے دوست کو ایسا تجزیہ نہیں کروانا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ وہ کسی غلط نتیجے تک پہنچ جائیں گے۔ اس موقعے پر میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا شادی کے وقت خاتون باکرہ (کنواری) تھیں۔ اگر ایسا تھا تو آپ کے دوست کو معلوم ہونا چاہیے کہ کیا ایسی صورت میں کسی شک کا اظہار کیا جا سکتا ہے؟ اگر آپ کے دوست کو یقین ہے کہ ان کی اہلیہ اچھے کردار کی مالک ہیں اور انھوں نے اپنی اہلیہ کو باوفا اور دیانت دار پایا ہے تو انھیں چاہیے کہ اپنی اہلیہ کو اعتماد میں لیں اور علیحدگی میں نہایت نرمی سے ان سے بات چیت کر لیں۔ اگر ان کی اہلیہ انھیں یقین دلا دیں کہ وہ ہمیشہ سے ان کی وفادار ہیں تو انھیں اپنی اہلیہ کے الفاظ کو قبول کر لینا چاہیے اور اس کے بعد انھیں چاہیے کہ وہ اپنے ذہن سے تمام شکوک وشبہات کو نکال پھینکیں تاکہ وہ ان کی ازدواجی زندگی کو متاثر نہ کر سکیں۔

بیوی سے شکایت پر سزا دینا

سوال ۳۷: ایک شخص اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی اچھا لباس پہن کر اور تیار ہو کر اپنے بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور اس کا ایک رشتے کا بھائی اس کے بالکل قریب بیٹھا ہوا ہے۔ اس شخص کو اس کی بیوی نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس کے اور اس کے رشتے دار بھائی کے درمیان کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہوئی اور اس سلسلے میں وہ حلف اٹھانے کے لیے تیار ہے لیکن وہ شخص اس یقین دہانی سے مطمئن نہیں ہوا، تاہم خاندان کو بدنامی سے بچانے کی خاطر اس کا خیال ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے بچوں کی ماں تو بنا کر رکھے گا لیکن اسے بیوی کی حیثیت نہیں دے گا۔ اس کا یہ فیصلہ اسلامی نقطہ نظر سے کہاں تک درست ہے؟

جواب: جب یہ عورت کہتی ہے کہ اس کے اور اس کے رشتے کے بھائی کے درمیان کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہوئی تو وہ یقیناً غلط کہتی ہے، اس لیے کہ کسی بھی مسلمان خاتون کے لیے یہ بات بے حد سنگین ہے کہ وہ اپنی خواب گاہ میں کسی غیر محرم کے ساتھ تنہا ہو کیوں کہ یہ بات اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے کی صورت میں دلوں میں برے خیالات کا آنا بالکل ممکن ہے۔ چنانچہ اسلام اس بات کی ممانعت کرتا ہے کہ کوئی مرد کسی ایسی خاتون کے ساتھ تنہائی میں ملے یا اس کے ساتھ وقت گزارے جس سے اس کی شادی جائز ہو۔

سوال میں جس خاتون کا ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے اپنے رشتے کے بھائی کو اپنی خواب گاہ میں آنے کی اجازت دی، جہاں وہ بستر پر دراز ہو گئیں اور وہ شخص بستر پر بیٹھ گیا۔ یہ صورت حال اسلام کی عائد کردہ انتہائی سخت پابندی کے عین قریب ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ مشتبہ کاموں کے بھی قریب نہ جائیں۔ بخاری اور مسلم، دونوں کتب احادیث میں یہ حدیث نبوی ﷺ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ باتیں مشتبہ ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جو فرد مشتبہ باتوں سے گریز کرے گا وہ اپنے آپ کو بچا لے جائے گا لیکن جو مشتبہ امور میں پڑے گا وہ حرام کاموں میں بھی ملوث ہو جائے گا، اسی چرواہے کی طرح جو کسی ممنوعہ چراگاہ کے قریب اپنی بکریاں چراتا ہے۔

اب جبکہ خاتون یہ حلف اٹھانے کے لیے تیار ہیں کہ وہ اپنے شوہر سے بے وفائی کی مرتکب نہیں ہوئیں تو ان کا دعویٰ قبول کیا جانا چاہیے تاہم انہیں سمجھایا جائے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے، وہ اسلام کے نقطہ نظر سے قطعاً ناقابل قبول ہے۔ درحقیقت یہ ممنوع ہے۔ خاتون کے شوہر کو چاہیے کہ وہ خاتون کو اچھی طرح یہ سمجھا دیں کہ انہوں نے کس قدر سنگین گناہ کیا ہے۔

اگر شوہر، خاتون کے ساتھ ازدواجی تعلق برقرار رکھے ہوئے ہیں، تو اسے اپنی ازدواجی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں۔ یہ بات درست نہیں کہ وہ خاتون کے ازدواجی حقوق ادا نہ کریں، زوجین کو ایک دوسرے کی خواہشات پوری کرنے میں معاون ہونا چاہیے۔ اگر دونوں کے درمیان ناچاقی اور قطع تعلق رہا تو یہ صورت حال کسی بھی فریق کے لیے اپنی فطری خواہشات کو پورا کرنے کے لیے دوسرے ذرائع اختیار کرنے پر اکسا سکتی ہے۔ جو بات ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ خاتون کی دینی تعلیم کا مناسب اہتمام کیا جائے تاکہ وہ پاکیزہ زندگی بسر کر سکیں اور اپنے شوہر کے ساتھ معمول کے مطابق شب و روز گزار سکیں۔

ازدواجی حقوق کی ادائیگی سے انکار

سوال ۳۸: براہ کرم اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک اپنے ازدواجی حقوق ادا کرنے سے انکار کر دے جس کی کوئی معقول وجہ موجود نہ ہو تو دوسرے کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: انسان میں اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کا تقاضا فطری ضرورت ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے اسلام کے نزدیک واحد جائز راستہ ”شادی“ ہے۔ اس تقاضے کو پورا کرنے کے جتنے دیگر طریقے ہیں وہ سب ناقابل قبول ہیں۔ اس نظریے کی بنیاد اسلام کا وہ سنجیدہ نقطۂ نظر ہے جو وہ اخلاقیات خاندان اور فرد معاشرہ کے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں اختیار کرتا ہے۔

انسان کی جبلت اور اس کی فطری خواہشات کے سلسلے میں اسلام کا رویہ بے حد عملی ہے۔ اسلام خواہشات کو کچلنے کی حوصلہ

افزائی نہیں کرتا نہ ہی وہ زبردستی کسی چیز کا جواز پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ زوجین کے درمیان ایک خوشگوار توازن قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور انسان کی فطری خواہشات کی تکمیل اس انداز میں کرتا ہے کہ اس سے بقائے نوع انسانی کا اہم مقصد پورا ہو سکے۔ وہ جنسی پہلو کو اجاگر کرنے والے کسی ایسے راستے کو اپنانے کی اجازت نہیں دیتا جو انسان کے لیے سودمند نہ ہو۔ چنانچہ اسلام کے نزدیک میاں اور بیوی دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی فطری خواہشات کی جائز طریقے سے تکمیل کریں۔ کئی احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ عورت کو معقول وجہ کے بغیر اپنے شوہر کو اس سے اپنی خواہش پوری کرنے سے روکنا نہیں چاہیے۔ اسی طرح کوئی شخص لمبے عرصے کے لیے اپنی بیوی کو ہاتھ نہ لگانے کی قسم نہیں کھا سکتا۔ قرآن پاک کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص چار ماہ سے زائد عرصہ کے لیے اس طرح کی قسم کھا لے تو اس کے سامنے دو راستے ہیں یا تو وہ اپنا رویہ تبدیل کرے اور اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرلے یا پھر اسے طلاق دے دے۔ کسی شخص اور اس کی بیوی کے درمیان معمول کے تعلقات قائم ہو جانے کے لیے چار ماہ کا عرصہ کافی سمجھا گیا ہے۔ اگر اس عرصے کے بعد بھی وہ شخص اپنی بیوی سے علیحدہ رہتا ہے تو وہ اپنی بیوی کو (خلع لے کر) کسی اور سے شادی کرنے سے نہیں روک سکتا۔ دوسری جانب کوئی شخص چند مخصوص ایام چھوڑ کر اپنی بیوی سے کسی وقت کے بغیر ازدواجی تعلق قائم کر سکتا ہے۔ ان ایام کے سوا بقیہ دنوں میں زوجین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی فطری خواہشات کی تکمیل کریں۔

اسلام ایسے سخت ضابطے نہیں پیش کرتا جن میں بتایا گیا ہو کہ زوجین کو یہ ذمہ داری کس انداز میں پوری کرنا چاہیے۔ وہ سیدھے سادھے طریقے پر زوجین کے درمیان ایسا تعلق استوار کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جس کی بنیاد باہمی محبت اور افہام و تفہیم پر ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اس تعلق کو حکمت اور نرمی سے قائم کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نرمی کے ساتھ گفتگو اور محبت کا اظہار بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ جنسی تقاضے کا احساسات اور جذبات سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ زوجین میں سے ہر ایک کو مکمل تسکین کے لیے دوسرے کی توجہ اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص نرم رویہ اپنائے گا تو وہ اپنی بیوی کو بالعموم تعاون پر راضی پائے گا۔ اگر وہ کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے شوہر کے ساتھ تعاون نہیں کرتی تو شوہر کو اس جائز مقصد کے حصول کا پورا حق ہے۔ اگر یہ صورت حال طویل عرصہ تک برقرار رہے اور زوجین کے درمیان تعلقات ناخوشگوار ہو جائیں جس کے اثرات پورے خاندان پر پڑنے لگیں، تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اس صورت حال کے حقیقی اسباب جاننے کی کوشش کرے۔ بیوی کی جانب سے اس قسم کا رویہ کسی گمبھیر مسئلے کے باعث ہو سکتا ہے جسے سلجھانا چاہیے۔ کسی قابل بھروسا شخصیت سے علاج و مشورہ بے حد مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بیوی کی جانب سے ہونے والا انکار حقیقی نہ ہو۔ ایک عورت بظاہر آمادہ نہ ہو لیکن دراصل وہ اپنے شوہر سے دل سے محبت رکھتی ہو اور اس کا اظہار نہ کر پاتی ہو۔

(یہ تمام مسائل سعودی عرب کے موقر انگریزی روزنامے عرب نیوز کے میگزین سیکشن میں دینیات کے صفحہ "Islam in Perspective" سے مرتب کیے گئے ہیں۔ عرب نیوز یہ سوالات مقتدر علماء کے ایک بورڈ کے سامنے پیش کرنے کے بعد قارئین کے استفادہ کیلئے شائع کرتا ہے۔)

* * *

خواتین کے شرعی مسائل

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا

سوال: عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت حرام ہونے کا سبب کیا ہے؟

جواب: (الف) اس کے متعلق حدیث نبوی میں شدید نہی وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ بیان کرتے ہیں کہ:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ" (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ)

"رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔"

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بعض لوگوں سے تعزیت کیلئے تشریف لے گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْکُدَاءَ مَا رَأَیْتِ الْجَنَّةَ"

(العلل المتناہیہ لابن الجوزی)

"اگر تو ان کے ساتھ کداء (قریب ترین قبرستان) تک بھی جاتی تو جنت نہ دیکھ پاتی۔"

(ب) اس کی علت رسول ﷺ کے اس ارشاد میں جو آپ نے جنازے کے ساتھ جانے والی عورتوں سے فرمایا، بیان کی گئی ہے:

"اِرْجِعْنَ مَأْزُوْرَاتٍ غَیْرَ مَأْجُوْرَاتٍ، فَاِنَّکُنَّ تَفْتِنَّ الْحَیَّ وَتُؤْذِیْنَ الْمَیِّتَ"

"واپس لوٹ جاؤ، تمہیں اجر نہیں گناہ ملے گا، تم زندوں کے لئے فتنہ اور مردوں کے لئے باعث تکلیف ہو۔"

اس حدیث میں نہی کی علت دو چیزوں کو قرار دیا گیا ہے، ایک یہ کہ وہ زندوں کیلئے باعث فتنہ ہیں کیونکہ عورت سر تا پا پردہ ہے۔ لہٰذا اس کا اجنبی لوگوں کے سامنے آنا فتنہ اور ارتکاب جرائم کا باعث ہے۔ دوسرے یہ کہ عورتیں میت کے لیے ایذاء رسانی کا باعث ہیں۔ وہ یوں کہ عورتیں بے صبر اور کمزور دل ہونے کی وجہ سے مصائب کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کی وقت چیخنے، چلانے یا بین کرنے کا مظاہرہ کریں جو کہ شرعاً حرام ہے۔ (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

کھانا پکانے اور کپڑے دھونے کیلیے کافر سے خدمت لینا

سوال: ہمارے ہاں ایک غیر مسلم خادمہ ہے، کیا میں اس کے ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتی ہوں؟ نیز کیا اس کے ہاتھ کا تیار کردہ کھانا کھا سکتی ہو؟ علاوہ ازیں کیا میرے لیے ان کے دین پر اعتراض کرنا اور اس کا بطلان ثابت کرنا جائز ہے؟

جواب: کپڑے دھونے، کھانا پکانے اور اس طرح کے دوسرے کاموں کے لیے کافر سے خدمت لینا جائز ہے۔ اسی طرح اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا اور اس کے ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑے پہننا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کا ظاہری بدن پاک ہے اور اسکی نجاست معنوی ہے۔ صحابہ کرامؓ کافر لونڈیوں اور غلاموں سے خدمت لیتے تھے اور ان کے لیے بلاد کفر سے درآمد شدہ خوراک کھاتے تھے کیونکہ وہ اس بات سے آگاہ تھے کہ ان کے بدن حسی طور پر پاک ہیں۔ ہاں ارشادات پیغمبر ﷺ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر غیر مسلم لوگ برتنوں میں شراب نوشی کرتے اور ان میں مردار اور خنزیر کا گوشت پکاتے ہوں تو انہیں استعمال سے پہلے اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔ اسی

طرح اگر ان کے کپڑے استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو ایسے کپڑوں کو دھو لینا چاہئے جو شرمگاہ سے متصل ہوں۔

پاک و ناپاک کپڑوں کی دھلائی

سوال: ناپاک کپڑوں کو پاک کپڑوں کے ساتھ واشنگ مشین میں دھویا جائے تو کیا پاک کپڑے بھی ناپاک ہو جائیں گے؟ اور پھر صاف پانی میں ایک بار نکال کر خشک کرنے سے پاک سمجھے جائیں گے؟ نیز اس پانی کی چھینٹیں اگر خود کو لگ جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک ہی پانی میں پاک کپڑوں کے ساتھ ناپاک کپڑوں کو بھی ڈال دیا جائے تو پانی اور تمام کپڑے ناپاک ہو جائیں گے، یہ ناپاک پانی اگر جسم پر پڑ جائے تو وہ حصہ جسم بھی ناپاک سمجھا جائے گا، اسے دھونا اور پاک کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح تمام کپڑوں کو تین مرتبہ صاف پانی میں ڈال کر ہر مرتبہ نچوڑنا (یا مشین کی ذریعہ خشک کرنا) ضروری ہوگا، ایک مرتبہ سے کپڑے پاک نہیں ہوں گے۔

بوسہ دینا (چومنا) ناقض وضو نہیں

سوال: میرا خاوند گھر سے باہر جاتے وقت حتیٰ کہ نماز کے لیے مسجد جاتے وقت بھی ہمیشہ میرا بوسہ لے کر جاتا ہے۔ میں بھی تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ ایسا شہوت سے کرتا ہے۔ اس کے وضو کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

"كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ (رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

"تحقیق نبی ﷺ نے اپنی بیوی کو بوسہ دیا پھر وضو نہ کیا اور نماز (پڑھنے) کے لئے تشریف لے گئے۔"

اس حدیث میں عورت کو مس کرنے اور اس کا بوسہ لینے کی رخصت موجود ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک بوسہ بہر حال ناقض وضو ہے، شہوت سے ہو یا شہوت کے بغیر۔ جبکہ بعض کے نزدیک شہوت کی حالت میں ناقض وضو ہے، بصورت دیگر نہیں۔ بعض کے نزدیک وہ کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہے اور یہی قول راجح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کا بوسہ لے، اسکے ہاتھ کو مس کرے یا اس سے بغلگیر ہو، اس دوران نہ تو اسے انزال ہوا اور نہ وہ بے وضو ہوا، تو محض اس عمل سے دونوں میں سے کسی کا بھی وضو خراب نہ ہوگا۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ وضو اپنی حالت پر برقرار رہے گا تاوقتیکہ کوئی ایسی دلیل سامنے نہ آ جائے جس سے معلوم ہو کہ واقعی وضو ٹوٹ گیا ہے، مگر کتاب و سنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ عورت کو مس کرنا ناقض وضو ہے۔ تو اس اعتبار سے عورت کا بوسہ لینا، اس سے بغلگیر ہونا یا اسے چھو لینا اگرچہ وہ بغیر کسی رکاوٹ اور شہوت کیساتھ ہی کیوں نہ ہو، کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہے۔

حائضہ عورت کی دعاء

سوال: کیا اللہ تعالیٰ حائضہ عورت کی دعا اور استغفار قبول فرما لیتے ہیں؟

جواب: ہاں! حائضہ عورت کے لیے دعا کرنا جائز ہے، بلکہ اس کے لیے بکثرت دعاء، استغفار اور ذکر کرنا مستحب ہے، جب بھی قبولیت دعا کی اسباب میسر آئیں تو اللہ تعالیٰ حائضہ اور دوسرے لوگوں کی دعائیں قبول فرما لیتے ہیں۔

مستحاضہ عورت کی نماز

سوال: ایک خاتون کی عمر باون برس ہے' اسے ایک ماہ میں تین دن بڑی شدت سے خون آتا ہے' باقی ایام میں کم۔ کیا یہ خون' حیض سمجھا جائے گا؟ عورت کی عمر پچاس سال سے زائد ہے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اسے یہ خون کبھی تو ایک ماہ بعد آتا ہے اور کبھی دو یا تین ماہ بعد۔ کیا ایسی عورت دوران خون فرض نمازیں ادا کر سکتی ہے؟ نیز کیا وہ نفلی نماز اور تہجد ادا کر سکتی ہے؟

جواب: کبرسنی (بڑی عمر) اور بے قاعدگی کی بناء پر یہ خون دم فاسد تصور کیا جائے گا۔ جب عورت پچاس سال کی عمر کو پہنچ جائے یا اس کی ماہانہ عادت بے قاعدہ ہو جائے تو اس سے حیض اور حمل منقطع ہو جاتا ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے بھی بات معلوم ہوتی ہے۔ خون کا بے قاعدہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حیض کا خون نہیں ہے لہذا اس دوران وہ نماز ادا کر سکتی ہے اور روز

سے رکھ سکتی ہے، یہ خون 'استحاضہ' کے خون کا حکم رکھتا ہے جو کہ عورت کے لیے نماز اور روزے سے مانع نہیں ہے، اور نہ ہی اس دوران جماع کرنے کے لیے خاوند کے لیے کوئی رکاوٹ ہے۔ علماء کا صحیح ترین قول یہی ہے۔ ایسی عورت پر ہر نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔ وہ روئی وغیرہ سے خون کو روکنے کی کوشش کرے۔

نبی ﷺ نے مستحاضہ عورت سے فرمایا:

"توَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ" (صحیح البخاری)

"ہر نماز کے لیے وضو کیا کرو۔"

نوٹ: انقطاع حیض کی عمر میں فقہاء کے مختلف قول ہیں۔ [illegible] [illegible] سال سے [illegible] ہیں۔

عورتوں کا امام بننا

سوال: اگر عورتیں نماز کے لیے اکٹھی ہوں تو کیا جماعت کرا سکتی ہیں؟

جواب: اگر عورتیں جماعت کرا لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر وہ جماعت نہ بھی کرائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اذان اور جماعت صرف مردوں پر ہی فرض ہے۔

عورتوں پر جمعہ کی نماز

سوال کیا عورتوں پر جمعہ کی نماز دو رکعت فرض ہے یا وہ جمعہ کے وقت ظہر کی چار رکعت فرض پڑھیں، جب کہ وہ گھر میں نماز ادا کر رہی ہوں؟

جواب: عورتوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، بلکہ وہ گھر پر ظہر کی نماز یعنی چار رکعت فرض پڑھیں گی، ہاں اگر وہ کسی ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں عورتوں کے لیے علاحدہ نماز کی جگہ مختص ہو اور پردے وغیرہ کا بھی انتظام ہو تو پھر اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ امام کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کریں، لیکن اگر گھر پر نماز پڑھیں تو ظہر ہی کی نماز پڑھنا ہوگی، یہی حکم مردوں کے لیے بھی ہے کہ اگر کسی وجہ سے جمعہ کی نماز چھوٹ جائے تو تنہا ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی جائے گی، نہ کہ جمعہ کی دو رکعت، کیوں کہ نمازِ جمعہ کی صحیح ہونے کی اہم شرط جماعت اور خطبہ ہے، اس کے بغیر جمعہ کی ادائیگی درست نہیں۔

تعزیتی مجلس برپا کرنا

سوال: میت کو دفن کرنے کے تین دن بعد تک تعزیتی (ماتمی) اجتماع کرنے اور قرآن خوانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کے گھر میں کھانے پینے یا قرآن خوانی کے لیے اکٹھا ہونا بدعت ہے۔ اسی طرح ورثاء کا میت کے لیے کسی دعائیہ مجلس کا انعقاد بھی بدعت ہے۔ میت کے گھر صرف تعزیت کرنے اور ان کے حق میں دعا کرنے اور اہل خانہ کو تسلی دینے کے لیے جانا چاہیے۔

لوگوں کا تعزیتی اجتماع (ماتم) منعقد کرنا، خاص طرح کے دعائیہ مجالس برپا کرنا، قرآن خوانی کیلئے محافل کا انعقاد کرنا، ایسی چیزوں کا شریعت میں کوئی وجود نہیں، اگر ان جیسی چیزوں میں کوئی ہوتی تو ہمارے سلف صالحین ایسا ضرور کرتے۔ نبی ﷺ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ جب جعفر بن ابی طالب، عبد اللہ بن رواحہ اور زید بن ثابت جنگ موتہ میں شہید ہوئے اور وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان حضرات کی موت کی خبر دی، ان کے لیے دعا فرمائی اور اپنی رضا کا اظہار فرمایا، لیکن نہ تو لوگوں کو جمع کیا، نہ کوئی دعوت ترتیب دی اور نہ کوئی ماتمی پروگرام تشکیل دیا، حالانکہ یہ لوگ افضل ترین صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ جناب ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہوا مگر اس بات کے باوجود کہ آپ تمام صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں کسی نے آپ کا ماتم نہ کیا۔ عمر بن خطابؓ شہید ہوئے مگر کسی نے کوئی ماتم نہ کیا، لوگوں کو رونے دھونے کے لیے جمع کیا نہ انہوں نے قرآن خوانی کی۔ بعد ازاں عثمان وعلیؓ شہید کیے گئے تو اس موقع پر لوگوں کو جمع نہ کیا گیا کہ وہ ان کے لئے دعا کریں یا مجلس ترحیم منعقد کریں۔ میت کے عزیزوں یا ہمسایوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ میت کے اہل خانہ کے لئے کھانا تیار کر کے ان کے ہاں بھجوائیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ جب آپ ﷺ کے پاس حضرت جعفرؓ کی موت کی خبر پہنچی تو گھر والوں سے فرمایا:

"اِصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَقَدْ جَاءَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ"

(رواہ الترمذی فی کتاب الجنائز)

"آل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو، تحقیق ان کے پاس ایک ایسی خبر پہنچی ہے، جو انہیں مشغول کر دے گی" (اور وہ کھانا تیار نہیں

کریں گے)۔

گھر والے ایک مصیبت سے دوچار ہیں، اب اگر کھانا تیار کرکے ان کے ہاں بھیجا جائے تو یہ ایک مشروع کام ہے۔ لیکن انہیں ایک نئی مصیبت سے دوچار کرنا اور لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا پابند بنا دینا سنت کے یکسر خلاف ہے۔ بلکہ بدعت ہے، جریر بن عبداللہ البجلیؓ فرماتے ہیں کہ:

''كُنَّا نَرَى الاِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَ صَنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ مِنَ النِّيَاحَةِ (رواہ ابن ماجہ)

''ہم میت والوں کے ہاں جمع ہونے اور دفن کے بعد کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے''۔ اور نوحہ یعنی بلند آواز سے چیخنا چلانا حرام ہے اور اس کی وجہ سے میت کو عذاب قبر دیا جاتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، ہاں آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

خاوند کا بیوی کو غسل مرگ دینا

سوال: ہم نے عوام الناس سے اکثر یہ سنا کہ وفات کے بعد بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے، لہٰذا بیوی کی وفات کے بعد خاوند نہ تو بیوی کو دیکھ سکتا ہے اور نہ اسے لحد میں اتار سکتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: شرعی دلائل سے ثابت ہے کہ بیوی خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ اسی طرح (بعض فقہاء کے ہاں) خاوند بھی بیوی کو غسل دے سکتا ہے اور اسے دیکھ سکتا ہے۔ اسماء بنت عمیسؓ نے اپنے خاوند حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غسل دیا تھا۔ اسی طرح سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ حضرت علیؓ انہیں غسل دیں۔

خاوند کا زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: کیا میری طرف سے میرا خاوند زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟ جبکہ یہ خاوند ہی کا دیا ہوا مال ہے۔ نیز کیا میں اپنے یتیم اور نوجوان بھانجے کو زکوٰۃ دے سکتی ہوں، جبکہ وہ شادی کی فکر میں ہے؟

جواب: اگر آپ کا مال سونے، چاندی یا دیگر اموال زکوٰۃ میں سے نصاب یا اس سے زائد مقدار کو پہنچ چکا ہے تو اس کی زکواۃ ادا کرنا آپ پر واجب ہے۔ اگر آپ کا خاوند آپ کی اجازت (ومشاورت) سے زکوٰۃ ادا کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح آپ کی طرف سے آپ کا باپ، بھائی یا کوئی اور شخص آپ کی اجازت سے زکوٰۃ ادا کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر آپ کا بھانجا شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کی اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا (اور نصاب کا مالک بھی نہیں ہے) تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مہر کی زکواۃ

سوال: شوہر اپنی شریک حیات کو جو مہر کی رقم ادا کرتا ہے اور وہ اس رقم سے کوئی زیور خریدتی ہے، تو کیا اس زیور کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے؟ اور اگر ضروری ہو تو کون دے گا، شوہر یا بیوی؟

جواب: جب تک بیوی کو مہر کی رقم نہ ملے، اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، جب مہر کی رقم بیوی کو وصول ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، بشرطیکہ وہ رقم نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے، یعنی وہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو پھر اگر بیوی نے نقد روپے رکھنے کے بجائے مہر کی رقم سے زیور خرید لیا ہو، اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی نقد رقم موجود نہ ہو تو اس زیور میں زیور کے نصاب کے لحاظ سے زکوٰۃ فرض ہوگی، یعنی وہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کا ہو یا اس سے زیادہ کا ہو تو اس کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ادا کرنا ضروری ہے، اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں، نیز زیور کی مالک چونکہ بیوی ہے نہ کہ شوہر، اس لیے زکوٰۃ اصلاً بیوی پر فرض ہے، لیکن اگر شوہر بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرے تو بھی بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، پھر اگر بیوی کے پاس زکوٰۃ کی ادائیگی میں دینے کے لیے رقم وغیرہ نہ ہو تو نیک سلوک اور حسن معاشرت کا تقاضہ ہے کہ شوہر خود بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرے، لیکن اسے شوہر کی اخلاقی ذمہ داری تو کہہ سکتے ہیں شرعی نہیں، اگر شوہر اس قابل نہ ہو یا وہ کسی وجہ سے بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا نہ چاہتا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیوی پر زکوٰۃ فرض ہے تو بیوی ہی اس کے ادا کرنے کی ذمہ دار ہے، اسے چاہیے کہ اپنے زیور کا کچھ حصہ فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے۔

عورت پر حج کی فرضیت

سوال: اگر عورت کو شادی میں اتنا زیور ملا کہ اس کو فروخت کر کے حج کا فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے تو کیا اس پر حج فرض ہے؟ نیز اگر یہ عورت کے اخراجات کے لیے تو کافی ہو، لیکن محرم کے پاس وسائل نہ ہوں تو کیا زمین یا مکان وغیرہ فروخت کرنا مناسب ہوگا، جب کہ وہ زمین زائد اور گزارے کے دوسرے وسائل بھی ہوں؟

جواب: جائداد چاہے روپے کی شکل میں ہو یا زیور اور زمین و مکان وغیرہ کی صورت میں، اگر وہ اصلی ضروریات سے زائد ہو اور اتنی مقدار میں ہو کہ اس کو فروخت کر کے حج کے اخراجات پورے کیے جا سکتے ہوں، تو ایسی عورت پر حج فرض ہوگا، لیکن محرم کے اخراجات اس سے پورے نہ ہوں تو حج کی ادائیگی مؤخر کرے، جب بھی اس کی استطاعت پیدا ہو حج ادا کرے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

(آل عمران ۹۷)

”اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے، جو وہاں تک جانے کی طاقت رکھے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا

(مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر ۱۳۳۸)

”یقیناً اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔“ ورنہ انتقال سے قبل حج بدل کی وصیت کر دے۔

عورتوں کا حج بدل کرنا

سوال: جس طرح مرد کسی دوسرے مرد یا عورت کی طرف سے حج بدل کر سکتا، کیا اسی طرح عورت بھی کسی دوسری کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہے؟

جواب: علماء و فقہاء نے اس بات کو بلا کراہت جائز کہا ہے کہ عورت بھی کسی کی طرف سے حج بدل کرے، خواہ یہ مرد ہو کہ عورت، آپ کے لیے یہ عمل جائز ہے، کتب سنن میں آتا ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور سفر کے قابل نہیں ہیں، کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہو۔ عورت اپنے دوسرے کسی رشتہ دار مرد یا عورت کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہے۔

جس عورت کا محرم نہیں اس پر حج نہیں

سوال: ۔ ایک خاتون جو نیکی اور تقویٰ میں شہرت کی حامل ہے، وہ درمیانی عمر یا بڑھاپے کے قریب ہے اور حج کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس کا کوئی محرم نہیں ہے۔ ادھر شہر کے معززین میں سے ایک باکردار شخص کے ساتھ فریضہ حج کرنا درست ہے؟ جبکہ اس کی عورتیں دیگر عورتوں کے ساتھ ہوں گی اور وہ صرف اس پر نگران ہوگا، یا اس عورت کا محرم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے حج ساقط ہو جائے گا؟ جبکہ وہ مالی طور پر استطاعت کی حامل ہے۔ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں۔ بارک اللہ فیکم

جواب: جس عورت کے ساتھ محرم نہ ہو اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے لئے محرم کا ہونا ”سبیل“ میں سے ہے اور سبیل کی استطاعت وجوب حج کی ایک شرط ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

(آل عمران ۳/۹۷)

”اور لوگوں کے ذمہ ہے اللہ کے لئے اس کے گھر کا حج کرنا (یعنی لوگوں میں سے وہ) جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔“

خاوند یا محرم کے بغیر عورت کے لئے حج یا کسی دوسرے سفر کے لئے نکلنا ناجائز ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَلَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ

(صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب ۴)

”کسی عورت کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو محرم کے بغیر ایک رات اور دن کی مسافت کا سفر جائز نہیں ہے۔“

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

✻ ✻ ✻

"کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو، اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

اس پر ایک شخص نے اٹھ کر کہا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لئے چلی گئی ہے جبکہ میں نے فلاں فلاں غزوہ کے لئے اپنا نام لکھوا رکھا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "فَانْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ۔" "چلا جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔" حسن بصری، امام نخعی، احمد، اسحاق، ابن منذر اور اصحاب رائے کا بھی یہی مسلک ہے، اور یہی صحیح ہے، کیونکہ یہ مسلک ان عمومی احادیث کے مطابق ہے جو عورت کو خاوند یا محرم کے بغیر ہونے کے روا نہیں سمجھتا۔ امام مالک، شافعی اور اوزاعی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اور ہر ایک نے ایسی شرط عائد کی ہے جس کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ابن منذر فرماتے ہیں: انہوں نے ظاہر حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ نیز ان کے پاس کوئی معتبر دلیل نہیں ہے۔

عورت کا مرد کو دیکھنا

سوال: ٹیلی وژن پر یا عام حالت میں عورت کا مرد کو دیکھنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: ٹیلی وژن پر یا عام حالت میں عورت کا مرد کو دیکھنا دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) شہوت اور لطف اندوزی سے دیکھنا، تو فتنہ و فساد کے پیش نظر یہ حرام ہے۔

(۲) شہوت اور لطف اندوزی کے بغیر دیکھنا، تو علماء کے صحیح قول کے رو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ جائز ہے اس لیے کہ حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ وہ حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا کرتیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں ان سے چھپاتے اور انہیں اس حالت پر باقی رہنے دیتے۔

نیز اس سے بھی کہ عورتیں بازاروں میں چلتے پھرتے باپردہ حالت میں بھی مردوں کو دیکھتی ہیں۔ اس صورت میں اگرچہ مرد حضرات عورتوں کو نہیں دیکھ پاتے مگر عورتیں انہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں، لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا اس کی شرط یہ ہے کہ فتنہ و شہوت کا وجود نہ ہو اور اگر ایسا ہو تو ٹیلی وژن وغیرہ پر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا حرام ہوگا۔

عورت کا خاوند کے علم کے بغیر اس کا مال لینا

سوال: میرا خاوند میری اور میری اولاد کے روزمرہ کی ضروریات کے لئے خرچ نہیں دیتا۔ ہم بھی کبھار اسے بتائے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لیتے ہیں۔ کیا اس طرح ہم گناہ گار ٹھہریں گے؟

جواب: اگر خاوند بیوی کو اس کی جائز ضروریات کی تکمیل کے لیے خرچ مہیا نہیں کرتا تو اس صورت میں بیوی کے لیے خاوند کو بتائے بغیر اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات کے لیے اس کے مال میں سے ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں لے لینا جائز ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہؓ نے کہا:

"يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ لَا يُعْطِيْنِي مَا يَكْفِيْنِي وَ يَكْفِي بَنِيَّ، فَقَالَ ﷺ: خُذِيْ مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ، مَا يَكْفِيْكِ وَيَكْفِي بَنِيْكِ (متفق علیہ)

"یا رسول اللہ! ابوسفیان مجھے اور میرے بچوں کو اتنا مال نہیں دیتا جو ہمیں کافی ہو، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے مال سے ضرورت کے مطابق اتنا مال لے لو جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو۔"

بیوی کا اپنے خاوند کو نصیحت کرنا

سوال: خاوند مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس پر بیوی اسے سمجھاتی اور ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ کیا بیوی ایسا کرنے سے گناہ گار ہوگی کہ خاوند کا حق بیوی پر زیادہ ہے؟

جواب: اگر خاوند شرعی محرمات کا ارتکاب کرتا ہو، مثلاً وہ نماز باجماعت ادا کرنے میں سست ہے یا منشیات کا استعمال کرتا ہے یا رات بھر تماش بینی کرتا ہے اور اس پر اس کی بیوی اسے نصیحت کرتی ہے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگی، بلکہ اجر و ثواب کی مستحق قرار پائے گی۔ ہاں نصیحت بانداز احسن اور نرم لہجے میں کرنی چاہیے، کیونکہ اس طرح اس کا قبول کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

باپ کا بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا حرام ہے

سوال: باپ کی طرف سے میری ایک بہن ہے، جس کی عمر اکیس برس ہے۔ میرے باپ نے اس کا نکاح اس کی مرضی اور رائے لیے بغیر ایک شخص سے کر دیا۔ نکاح کے گواہوں نے اس امر کی جھوٹی گواہی دی کہ لڑکی اس نکاح پر راضی ہے اور شادی کی دستاویزات پر بھی لڑکی کی جگہ اس کی ماں نے دستخط کیے، اس طرح نکاح کی کارروائی تو مکمل ہوئی جبکہ لڑکی ابھی تک اسے رد کر رہی ہے۔ اس نکاح اور جھوٹے گواہوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: آپ کی بہن اگر کنواری تھی اور باپ نے اس شخص سے اس کا نکاح جبرا کیا تو بعض اہل علم اس نکاح کی صحت کی قائل ہیں۔ ان کی رائے میں اگر مرد و عورت کا (تمام صفات میں) مماثل ہو تو اگرچہ لڑکی ایسے شخص کو ناپسند کرتی ہو تب بھی باپ کو جبرا اس کا نکاح کرانے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس بارے میں راجح قول یہ ہے کہ باپ یا کسی بھی اور شخص کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لڑکی کا نکاح اس کے غیر پسندیدہ شخص سے کرے چاہے وہ اس کا کفو ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ"

"کنواری عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہ کیا جائے۔"

یہ حکم عام ہے اس بارے میں اولیا میں سے کسے ایک کو مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ صحیح مسلم میں تو یوں ہے:

"اَلْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوْهَا"

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب ۴۱، مسلم کتاب النکاح باب ۶۴)

"کنواری عورت سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے۔"

اس حدیث میں کنواری عورت اور باپ کا ذکر بطور نص موجود ہے۔ نزاعی مسئلے میں یہ حدیث نص ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس بنا پر آدمی کی طرف سے اپنی بیٹی کا نکاح کسی ایسے شخص سے کر دینا جسے وہ پسند نہیں کرتی حرام ہے۔ اور حرام نہ تو صحیح ہوتا ہے اور نہ ہی نافذ، کیوں کہ ایسے حکم کی صحت اور نفاذ شارع علیہ السلام کی نہی کی منافی ہے کیونکہ اس سے شارع علیہ السلام کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امت اس فعل کی مرتکب ہو رہے ہیں اور اسے ان احکام کی جگہ دے رہیں جنھیں شارع علیہ السلام نے مباح قرار دیا ہے جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا راجح قول کی رو سے آپ کے باپ کی طرف سے لڑکی کا نکاح ایسے مرد سے کر دینا جسے وہ پسند نہیں کرتی فاسد ہے اور اس معاملے میں عدالت کی مداخلت ضروری ہے۔ جہاں تک جھوٹے گواہوں کا تعلق ہے، تو وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، فَذَكَرَهَا وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، أَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قَالُوْا لَيْتَهُ سَكَتَ"

(صحیح البخاری و صحیح مسلم)

"کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ پھر آپ ﷺ نے ان کا ذکر فرمایا: اس دوران آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے رہے پھر (آپ اٹھ کر یعنی سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: خبردار جھوٹی بات سے بچو، خبردار جھوٹی بات سے بچو، خبردار جھوٹی گواہی سے بچو۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا: کاش آپ مزید نہ دہرائیں۔"

ان جھوٹے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے، حق بات کا اظہار کرنا چاہیے اور شرعی عدالت کے سامنے برملا اعتراف کرنا چاہیے کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی اور اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں۔ اسی طرح جس ماں نے بیٹی کی طرف سے جھوٹے دستخط کیے تھے وہ اپنے اس فعل سے گناہگار ہوئی ہے اس کے لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے اور آئندہ کے لیے ایسا کرنے سے رک جائے۔

اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا سوار ہونا

سوال: اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا اس لیے سوار ہونا کہ وہ اسے شہر تک پہنچا دے، کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز کسی شخص کی عدم موجودگی میں اگر چند عورتیں اکیلی اجنبی ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں سوار

ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا گاڑی میں سوار ہونا ناجائز ہے، کیونکہ یہ خلوت کے حکم میں ہے اور رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ"

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۳۰۵)

"کوئی آدمی کسی عورت کے محرم کے بغیر اس کے ساتھ خلوت میں نہ جائے۔"

آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ"

(مسند احمد ۱/۲۲۲)

"کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے کیونکہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

ہاں اگر دونوں کے ساتھ ایک یا زیادہ مرد ہوں یا ایک سے زیادہ عورتیں ہوں تو اطمینان بخش حالات میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ ایک یا زیادہ لوگوں کی موجودگی میں خلوت ختم ہو جاتی ہے یاد رہے کہ یہ حکم غیر سفری حالات کا ہے۔ جہاں تک سفری حالت کا تعلق ہے تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر سفر کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ

(رواہ البخاری ومسلم، کتاب الحج)

"کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

سفر بری ہو، بحری ہو یا ہوائی سب کا ایک ہی حکم ہے۔ واللہ ولی التوفیق

پازیب پہننے کا حکم

سوال: عورت کے لیے خاوند کے سامنے پازیب پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: خاوند، عورتوں اور محرم رشتے داروں کے سامنے عورت کے لیے پازیب پہننا جائز ہے کیونکہ پازیب کا شمار ایسے زیورات میں ہوتا ہے جنہیں خواتین پاؤں میں پہنتی ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

ابرو کے بال کاٹنے، ناخن بڑھانے اور نیل پالش لگانے کا حکم

سوال: (۱) ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ناخن بڑھانے اور ناخن پالش لگانے کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ میں ناخن پالش لگانے سے پہلے وضو کر لیتی ہوں اور چوبیس گھنٹے بعد اس کو اتار دیتی ہوں۔

(۳) کیا عورت بیرونی سفر کے دوران صرف چہرہ ننگا رکھ سکتی ہے؟

جواب: (۱) ابرو کے بال اتارنا یا انہیں باریک کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے چہرے کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ جبکہ علما نے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ ابرو کے بال اتارنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

(۲) ناخن بڑھانا خلاف سنت ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ: اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَقَلْمُ الْأَظْفَارِ

(رواہ مسلم، کتاب الطہارۃ، باب ۱۶)

"پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرنا، استرا استعمال کرنا، مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

"وُقِّتَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ)

"رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کے لیے وقت مقرر فرمایا کہ ہم چالیس دن سے زیادہ ان میں سے کچھ نہ چھوڑیں۔"

نیز اس لیے بھی کہ ناخن بڑھانا درندوں اور کفار کے ساتھ مشابہت ہے۔ جہاں تک نیل پالش وغیرہ کا تعلق ہے تو وضو کے

* * *

لیے اس کا اتارنا واجب ہے کیونکہ یہ ناخنوں تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہے۔

(۳) اندرون ملک یا بیرون ملک ہر جگہ اجنبیوں (غیر محرم مردوں) سے پردہ کرنا عورت پر فرض ہے۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (الاحزاب ۳۳/۵۳)

"اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی ہے۔"

یہ آیت چہرے اور غیر چہرے کے لیے عام ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ چہرہ عورت کی پہچان اور بڑی زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (الاحزاب ۳۳/۵۹)

"اے نبی (ﷺ)! فرما دیجیے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور عام اہل ایمان کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے وہ (بحیثیت شریف عورت) جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس سے انہیں ستایا نہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔"

نیز ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ (النور ۲۴/۳۱)

"اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے۔"

یہ آیات مبارکہ اندرون و بیرون ملک ہر جگہ مسلمان اور کافر سب سے وجوب پردہ کی دلیل ہیں۔ کسی بھی مومن عورت کو اس میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے، نیز اس لیے بھی کہ بے حجابی عورت کے لیے گھر اور باہر ہر جگہ باعث فتنہ ہے۔

ناک میں نتھ پہننا

سوال: حصول زینت کے لیے ناک میں نتھ پہننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت ہر وہ زیور پہن سکتی ہے جو عادتاً پہنا جاتا ہو۔ اس کے لیے اگر بدن میں سوراخ بھی کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً کانوں میں بالیاں وغیرہ پہننا۔

بچوں کے لیے بددعا

سوال: اکثر والدین بچوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر ان کے لیے بددعا کرتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں آپ ان کی راہنمائی فرمائیں۔

جواب: ہم والدین کو نصیحت کریں گے کہ وہ بچپن میں بچوں کی کوتاہیوں سے درگزر کریں۔ ان کی تکلیف دہ باتوں پر حلم و حوصلہ کا مظاہرہ کریں۔ بچے چونکہ ناپختہ عقل کے مالک ہوتے ہیں، اس لیے ان سے بات چیت یا کسی اور معاملہ میں غلطی سرزد ہو جاتی ہے، اگر باپ حلیم الطبع ہو تو وہ درگزر کرتے ہوئے بچے کو بڑے پیار اور نرم خوئی سے سمجھائے اسے نصیحت کرے شاید اس طرح بچہ اس کی بات تسلیم کرے اور ادب کا برتاؤ کرنے میں پیش قدمی کرنے لگے۔

بعض والدین اس وقت سنگین غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں جب وہ بچوں کے لیے موت، بیماری یا آلام و مصائب کی بددعائیں کرتے ہیں اور مسلسل اس کوتاہی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور جب غصہ فرو ہوتا ہے، تو اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے بددعائیں قبول ہوں اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ باپ فطرتاً مہربان اور شفیق ہوتا ہے، چونکہ وہ محض شدت غضب کی وجہ سے ایسا کر گزرتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ (یونس ۱۰/۱۱)

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر نقصان بھی جلدی سے واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لیے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔''

لہٰذا والدین کو قوت برداشت اور صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے، معمولی مار پیٹ سے ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ بچے تعلیم و تادیب سے زیادہ جسمانی سرزنش سے [illegible] ہوتے ہیں۔ اس کے لیے بددعا کرنا قطعاً غیر سودمند ہے، وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کے منہ سے کون سی بات نکل جائے گی، باپ نے جو کچھ کہا وہ تو لکھ دیا جائے گا اور بچے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

بچے کو سہلانے کے لیے جھوٹ بولنا

سوال: عورتیں بچوں کو سہلانے کے لیے خوف یا امید کا جھوٹ بولتی ہیں اور خاموش کراتی ہیں۔ واقعہ میں نہ خوفناک جانور ہوتا ہے نہ کوئی چیز دینی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں

جواب: بچے کو سہلانے کیلئے خوف یا امید کا جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو اس کی والدہ نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں بلا کر کہا کہ یہاں آ جاؤ تو کوئی چیز دوں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بچے کو کونسی چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ صحابیہؓ نے کہا کہ میں نے ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''واضح ہو کہ اگر تو اسے کوئی چیز نہ دیتی تو وہ تمہارے حق میں جھوٹ شمار ہوتا (مشکوٰۃ شریف)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ: ''جو لوگ بچوں کو رونے سے خاموش کرانے کے لیے مذاقاً جھوٹ میں کسی چیز کے دینے یا کسی چیز سے ڈرانے جیسے الفاظ بولتے ہیں، یہ حرام ہے اور جھوٹ میں شامل ہے۔

جنت میں عورت کا ثواب

سوال: میں جب قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہوں تو اس کی اکثر و بیشتر آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مومن مردوں کو حسین و جمیل حوروں کی خوشخبری دیتے نظر آتے ہیں تو کیا عورت کیلئے آخرت میں اس کے خاوند کا نعم البدل نہیں ہے؟ اس انعامات و اکرامات کے ضمن میں مومن مردوں سے خطاب کیا گیا ہے تو مومن عورت مومن مرد کے مقابلے میں کم تر انعامات و اکرامات کی حق دار ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ اخروی ثواب کی خوشخبری مرد و زن کے لیے عام ہے۔

- خدا تعالیٰ فرمان ہے کہ:

''أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ'' (آل عمران ۳/۱۹۵)

''میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً'' (النحل ۱۶/۹۷)

''نیک عمل وہ ہے جو کوئی بھی کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے''

نیز ارشاد ہوتا ہے:

''وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ'' (النساء ۴/۱۲۴)

''اور جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ صاحب ایمان ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے''۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَ

الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

(الاحزاب ۳۳: ۳۵)

”بے شک اسلام لانے والے مرد اور اسلام لانے والی عورتیں، ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی خواتین اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم تیار کیا ہے“۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے جنت میں داخلے کا ذکر فرمایا۔ مثلاً:

” هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ“

”وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گی“۔

پھر فرمایا:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ“ (الزخرف ۴۳: ۷۰)

”تم اور تمھاری بیویاں خوش و خرم جنت میں داخل ہو جاؤ“۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (الواقعہ ۵۶: ۳۵، ۳۶)

”ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، ہم نے انھیں ایسی بنایا کہ وہ کنواری رہیں گی“

یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھی عورتوں کو نئے سرے سے کنوارا پن عطا کرے گا جیسا کہ بوڑھے مردوں کو دوبارہ جوانی سے نوازے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی عورتوں کو اطاعت کی وجہ سے جنت کی حوروں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ مومن عورتیں بھی جنت میں مردوں کی طرح داخل ہوں گی۔ اگر دنیا میں ایک عورت نے کئی مردوں سے شادی کی ہوگی اور وہ جنت میں داخلے کی حقدار ہوگی تو اسے ان میں سے کسی ایک خاوند کے انتخاب کا حق حاصل ہوگا، وہ ان میں سے خوش اخلاق شخص کا انتخاب کرے گی۔

عورتوں کا مردوں سے مصافحہ

سوال: عورتوں کا مردوں سے مصافحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر عورتیں مصافحہ کرنے والے کی محرمات میں سے ہوں جیسے اس کی ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی اور اس کی بیوی تو اس میں حرج نہیں، لیکن اگر مصافحہ غیر محارم سے ہو تو جائز نہیں ہے، کیونکہ ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کی طرف اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّيْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ

”میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا“

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ مَا كَانَ يُبَايِعُهُنَّ اِلَّا بِالْكَلَامِ

”اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی (غیر محرم) عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، آپ ان سے صرف زبانی طور پر بیعت لیتے تھے“

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر محرم مردوں سے مصافحہ کرے اور نہ مرد کے لیے جائز ہے کہ اپنی محارم کے علاوہ کسی عورت سے مصافحہ کرے، کیوں کہ ایسی صورت میں وہ فتنہ سے بچ نہیں سکتا۔

(مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ شیخ ابن باز: ج ۶، ص ۴۲)

عورت کے لیے سر کے بال کاٹنے کا حکم:

سوال: میں اپنے سر کے بال سامنے سے کاٹ دیتی ہوں جو کہ ابرو تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیا ایک مسلمان عورت کے لیے ایسا کرنا

جائز ہے؟

جواب: بالوں کی ایسی لمبائی یا کثرت کی وجہ سے بال کاٹنے میں کوئی عیب نہیں جو صحت مند بال نہ ہوں۔ اور یہ کہ ان کی کاٹ تراش خاوند کی موافقت سے ہوا اور یہ عمل کسی کافرعورت سے بھی اشتباہ نہ رکھتا ہو۔ اور کسی بھی طرح نسوانی صنفیت کے منافی نہ ہو۔ جہاں تک بال مونڈ دینے کا تعلق ہے تو یہ کام بیماری یا کسی علت کے علاوہ ناجائز ہے۔

(فتاویٰ: از شیخ ابن باز، فتاوی المرأۃ، ص ۸۵)

چہرے کے غیر عادی بال زائل کرنا

سوال: کیا عورت کے لئے ابرو کے ایسے بال اتارنا یا باریک کرنا جائز ہیں جو اس کے منظر کی بدنمائی کا باعث ہوں؟

جواب: اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ابرو کے بال اکھاڑے جائیں تو یہ عمل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ (نمص) ہے جس کے مرتکب پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بال مونڈ دیئے جائیں، تو اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا یہ نمص ہے یا نہیں؟ راجح یہی ہے کہ عورت اس سے بھی احتراز کرے۔

باقی رہا غیر عادی بالوں کا معاملہ یعنی ایسے بال جو جسم کے ان حصوں پر اُگ آئیں جہاں عادۃً بال نہیں اُگتے مثلاً عورت کی مونچھیں اُگ آئیں یا رخساروں پر بال آ جائیں تو ایسے بالوں کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ خلاف عادت ہیں اور چہرے کے لئے بدنمائی کا باعث ہیں۔ جہاں تک ابرو کا تعلق ہے تو ان کا باریک یا پتلا ہونا، چوڑا اور گھنا ہونا یہ سب کچھ عادی امور سے ہے اور عادی امور سے تعرض نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ لوگوں کے ہاں اسے عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان کے کسی ایک انداز پر ہونے کو خوبصورتی میں اضافہ سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایسا عیب نہیں کہ انسان کو اس کے ازالے کی ضرورت پیش آئے۔

(فتاوی از شیخ محمد بن صالح عثیمین، مجموع فتاوی، از ابن عثیمین ج ۴ ص ۱۳۲)

ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا حکم:

سوال: ابرو کے زائد بالوں میں کمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ابرو کے بال اتارنا یا انہیں باریک کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے چہرے کے بال اُکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ جبکہ علماء نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ ابرو کے بال اتارنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ (فتاوی از شیخ ابن باز، فتاوی برائے خواتین، ص ۳۴۳)

بالوں کو مختلف رنگوں سے رنگنا

سوال: بالوں کو لال، پیلا، سفید کسی بھی رنگ سے مکمل رنگنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بالوں کی سفیدی کو کالے رنگ کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً مہندی، وسمہ (ایک پودا ہے جس سے رنگ حاصل کیا جاتا ہے)، کتم (ایک یمنی پودا جس سے کالا سرخی مائل رنگ پیدا ہوتا ہے) اور زردی وغیرہ رنگوں سے رنگنا مستحب ہے، لیکن بالوں کو کالے رنگ (خضاب) سے رنگنا جائز نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

غَيِّرُوْ هذا الشَّيْبَ وَجَنِّبُوْهُ

''اس سفیدی کو بدل دو اور اس کو (کالے رنگ) سے دور رکھو۔''

(فتاوی از فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین، مجموع الفتاوی و رسائل الشیخ ابن عثیمین ج ۴ ص ۱۰۲)

بالوں کو گھنگھریالا بنانا:

سوال: بعض نرم بالوں والی لڑکیاں مختلف طریقوں سے اپنے بالوں کو سخت اور گھنگھریالا بناتی ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اہل علم کہتے ہیں کہ سر کے بالوں کو گھنگھریالا بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہی درست ہے۔ لہٰذا عورت اگر اپنے بالوں کو اس طرح گھنگھریالا بنائے جو کافرہ و فاجرہ عورتوں سے مشابہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتاوی از فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین، فتاوی للفتیات، ص ۳۲)

آرائش و زیبائش میں اسراف و تبذیر:

سوال: بعض عورتیں اپنے لباس، پوشاک اور آرائشی سامان پر بہت زیادہ مال خرچ کرتی ہیں اور دلیل یہ دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا

اثر بندوں پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: جسے اللہ نے حلال مال سے نوازا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے جس کا شکر بجالانا اس پر واجب ہے۔ اور شکر کی ادائیگی اس مال سے صدقہ کرنے اور اسراف و تکبر سے بچتے ہوئے کھانے پینے سے ہوتی ہے۔ جو عورتیں کپڑوں کی خریداری میں بے دریغی سے کام لے رہی ہیں، یہ محض فخر و مباہات کا اظہار، اسراف و تبذیر اور مال کا ضیاع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ مسلمان عورتوں پر واجب ہے کہ اس سلسلہ میں میانہ روی اختیار کریں۔

(کتاب المنتقی من فتاوی الشیخ صالح الفوزان ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۱۶)

دعوت و تبلیغ کے لیے گھر سے باہر نکلنا:

اسلامی تعلیمات پر خود عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہر مسلمان پر اس کی استطاعت کے مطابق فرض ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں اکثر جگہ مذکر کے صیغوں کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے، جمہور اہل علم کے نزدیک ان میں عورتیں بھی شامل ہیں جیسے سورۃ العصر میں ہے اور بعض جگہ پر مذکر اور مؤنث کے الگ الگ صیغوں کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے مثلاً مومن مردوں اور مومن عورتوں دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

(التوبہ: ۷۱، ۷۲)

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا، بے شک اللہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ ان ایمان دار مردوں اور عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

عہد نبوی میں صحابیات اور ازواج مطہرات ؓ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انفرادی طور پر دعوت و تبلیغ کا کام کیا کرتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کوئی الگ تنظیم تو نہیں بنائی تھی اور نہ ہی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں وہ دور دراز کا سفر اکیلے کیا کرتی تھیں۔ لیکن ان باتوں کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا اب غیر شرعی ہوگا کیونکہ اس وقت تو ان چیزوں کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوئی تھی۔ آج اگر ان چیزوں کی ضرورت ہے تو اس کے لیے ستر و حجاب کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے عورتوں کی تبلیغی و اصلاحی تنظیمیں بھی بنائی جا سکتی ہیں اور محرم کی معیت میں ایک عورت درس و تدریس کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر بھی کر سکتی ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ ان دینی کوششوں سے عورت کی خانگی ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں۔

اگر عورت مذکورہ شرائط پوری نہ کر پائے تو پھر بھی انفرادی طور پر دعوت دین کی ذمہ داری بقدر استطاعت اس پر فرض رہے گی۔ لہٰذا ایک مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد، اپنے شوہر، اپنے قریبی رشتہ دار اور محلہ دار عورتوں کو اپنے علم و استطاعت کی حد تک وعظ و نصیحت کرتی رہے۔ جہاں دین سے دوری اور بے عملی دیکھے وہاں اصلاح کی ممکنہ کوشش کرے۔ افسوس ہے کہ ہمارے مذہبی گھرانوں سے بھی دین کے لیے محنت کا جذبہ ختم ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نہ مرد اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری انجام دیتا ہے اور نہ عورت اپنی اس ذمہ داری کا احساس کرتی ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور دین کے لیے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عورتوں کیلئے بلیچ کریم کا استعمال جائز ہے

سوال: سوال یہ ہے کہ عورتوں کے منہ پر کالے بال ہوتے ہیں۔

جس سے منہ کالا لگتا ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے مونچھیں نکلی ہوئی ہوں اس کے لئے ایک کریم آتی ہے جس کو لگانے سے بال جلد کی رنگت جیسے ہوجاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے کہ چہرے پر بال ہوں۔ اس کو بلیچ کریم کہتے ہیں تو کیا اس طرح بال کے رنگ کو بدلنے سے گناہ ہوتا ہے؟ اگر چہرہ سفید ہو اور بال کالے ہوں تو چہرہ برا لگتا ہے اس لیے لڑکیاں اور عورتیں بلیچ استعمال کرتی ہیں تو کیا یہ کرنا گناہ ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے چہرے کے بال نوچ کر صاف کرنا یا ان کی حیثیت تبدیل کرنا جائز ہے۔

ساڑھی پہننا شرعاً کیسا ہے

سوال: ساڑھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ساڑھی اس طرح سے پہنی جائے کہ اس سے پورا جسم چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن آج کل ہزار میں سے بمشکل ایک عورت ہی اس طرح پورا جسم ڈھانپ کر ساڑھی پہنتی ہے چونکہ ساڑھی پہن کر شرعی پردہ نہیں ہوسکتا، اس لئے صرف ساڑھی پہن کر عورت کے لیے باہر نکلنا جائز نہیں۔

عورت کی معاشی سرگرمیاں

سوال: عورت کی مختلف معاشی سرگرمیوں میں شرکت کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کو قدرت نے جس غرض سے پیدا کیا ہے وہ غرض نوع انسانی کی کثرت اور اس کی حفاظت و تربیت ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اس کا قدرتی فرض یہ ہے کہ وہ اپنا فرض منصبی نبھانے کی کوشش کرتی رہے۔ اسی فرض نبھانے کے لیے جن اعضاء اور اعضاء کی تناسب کی ضرورت تھی قدرت نے اسے عطا کیے ہیں۔ جس طرح مردوں کی بساط سے باہر ہے کہ وہ عورت کی طبعی فرائض میں حصہ داری کریں، اس طرح عورت کی بساط سے بھی یہ بات باہر ہے کہ وہ مردوں کے معاشی اور تمدنی مشاغل میں شریک کار ہو۔ حمل (Preganancy)، وضع (Delivery)، رضاعت (Suekling) اور تربیت (Training) یہ تمام سرگرمیاں عورت کی زندگی کے اہم اور مشکل مراحل ہوتے ہیں، جس میں حفاظت و صحت کے لیے خاص احتیاطوں اور علاجوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس طرح گھرداری کو ایک مستقل ادارہ کی حیثیت حاصل ہے، جس کا انتظام بیحد توجہ اور ذمہ داری کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس لیے ایک اعلیٰ تربیت یافتہ معاشرتی نظام اور ذہنی و اخلاقی طور پر ایک مستحکم معاشرہ قائم رکھنے کے لیے عورت کا قدرتی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے خود کو وقف رکھنا بیحد ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر یا شوہر کی عدم موجودگی کی صورت میں عورت کے سرپرستوں پر ڈالی ہے۔ اسی طرح اسلام عورت کے مالی حقوق کا بھی قائل ہے۔ عورت کو اگر تحفے، وراثت یا مہر وغیرہ کی شکل میں مال ملتا ہے تو اس پر اسی کا حق ملکیت ہے۔ اس مال کو بڑھانے کے لیے اگر وہ کسی جائز کاروبار میں لگانا چاہے تو شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے وہ ایسا بھی کرسکتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک عورت معاشرہ و خاندان کی ابتری کے چند ناگزیر حالات میں خانگی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ گھر میں رہ کر یا گھر سے باہر نکل کر کوئی کام کاج (ملازمت) بھی کرسکتی ہے تو اسے چند حدود و شرائط کے ساتھ ایسا کرنے کی یقیناً گنجائش حاصل ہے اور وہ حدود یہ ہیں کہ:

۱ عورت ستر وحجاب کی پوری پابندی کرے۔

۲ اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ ملازمت کرے۔

۳ ملازمت کے سلسلے میں بغیر محرم کے لمبا سفر نہ کرے۔

۴ ایسی ملازمت سے اجتناب کرے جہاں مردوں سے اختلاط رہتا ہے اور اگر بوقت ضرورت مردوں سے گفتگو کرنا پڑے تو لوچ دار انداز اختیار نہ کرے۔

۵ یہ ملازمت اس کی خانگی ذمہ داریوں کو درہم برہم نہ کرے۔

عورت اگر ان حدود کی پابندی کرے تو وہ ملازمت اور تجارت وغیرہ کرسکتی ہے، اس کے چند دلائل یہ ہیں:

۱ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام اور کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کا گھوڑا چراتی، اسے پانی پلاتی، ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی پکانا بھی نہیں جانتی تھی چنانچہ کچھ انصاری لڑکیاں جو

بڑی بچی تھیں، میری روٹیاں پکا جاتی تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں دی تھی، میں اس سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر لاد کر لایا کرتی تھی جبکہ یہ زمین گھر سے دو میل دور تھی...... اس کے بعد میرے والد (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام ہمارے پاس بھیج دیا جو گھوڑے کی دیکھ بھال کا سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہوگئی۔ گویا والد ماجد نے (غلام بھیج کر) مجھ کو آزاد کر دیا۔"

۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی کسی حاجت کے لیے (پردہ کر کے) گھر سے باہر نکلیں، ان کا جسم چونکہ موٹا تھا اس لیے جو انہیں پہلے سے پہچانتا تھا (پردے کے باوجود) اس کے لیے انہیں پہچاننا مشکل نہ تھا۔ چنانچہ راستے میں حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ لیا اور کہا اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ تو ہم سے چھپ نہیں سکتیں، پھر سوچیے آپ کیوں گھر سے باہر نکلی ہیں؟ حضرت سودہؓ الٹے پاؤں واپس آگئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے اور رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں اس وقت گوشت کی ایک ہڈی تھی۔ سودہؓ نے داخل ہوتے ہی کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلی تھی اور عمرؓ نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا پھر جب نزول وحی کی کیفیت دور ہوئی تو تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔"

۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میری خالہ کو جب تین طلاقیں ہوگئیں تو وہ (دوران عدت) اپنے کھجوروں کے درخت کاٹنے کے لیے گھر سے باہر چلی گئیں۔ ایک آدمی نے راستے میں انہیں دیکھا تو اس نے انہیں (دوران عدت) گھر سے باہر نکلنے پر منع کیا۔ چنانچہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں اور یہ بات آنحضرت ﷺ سے بیان کی۔ آنحضرت نے ان کی بات سن کر فرمایا:

اُخْرُجِيْ فَجُدِّيْ نَخْلَكِ لَعَلَّكِ اَنْ تَصَدَّقِيْ مِنْهُ اَوْ تَفْعَلِيْ خَيْرًا

"تم باہر (اپنے کھیت کی طرف) ضرور جا سکتی ہو شاید تم اس (درخت کے پھل سے) صدقہ کر دیا کوئی اور بھلائی کا کام کرو۔"

۴ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ہمارے دور میں ایک صحابیہ خاتون تھی جس کا اپنا کھیت تھا اور وہ اس کی پانی کی نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھی۔ جمعہ کے دن وہ اس چقندر کو جڑوں سے اکھاڑتی اور ایک ہنڈیا میں اسے پکاتی۔ پھر اوپر سے ایک مٹھی جو کا آٹا اس پر چھڑک دیتی۔ اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتا۔ جمعہ سے واپسی پر ہم اس کے ہاں جاتے اور اسے سلام کرتے۔ وہ بھی پکوان ہمارے آگے کر دیتی اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ اس کے اس کھانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔

۵ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی بعض ہنر جانتی تھی۔ ایک دفعہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ میں ایک ہنر جانتی ہوں اس لیے میں چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ مگر میرے شوہر اور بچوں کا کوئی ذریعہ آمدن نہیں تو کیا میں اپنے کمائے ہوئے مال سے ان پر خرچ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بلکہ تمہیں اس پر ثواب ملے گا۔

۶ امام ابن سعدؒ اپنی کتاب 'الطبقات' میں اس طرح کے کچھ اور واقعات بھی نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں عورتیں چھوٹے موٹے کام کاج کیا کرتی تھیں۔ بعض عورتیں عطر بنا کر فروخت کرتی تھیں۔ (حدیقہ النساء)

اگر مرد اولاد کے قابل نہ ہو تو طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے؟

سوال: ایک خاتون کافی دیر سے شادی شدہ ہے، مگر وہ بے اولاد ہے۔ میڈیکل چیک اپ (طبی معائنہ) کے بعد معلوم ہوا کہ نقص خاوند میں ہے اور اس سے اولاد کا ہونا محال ہے، کیا اس صورت میں بیوی کو طلاق حاصل کرنے کا حق حاصل ہے؟

جواب: جب واضح ہو گیا کہ بانجھ پن صرف مرد میں ہے تو عورت کو اس خاوند سے طلاق طلب کرنے کا حق ہے۔ اگر وہ طلاق دے دے تو بہتر ہے ورنہ قاضی نکاح کو فسخ کرا دے گا۔ اس لئے کہ عورت کو بھی بچے پیدا کرنے کا حق حاصل ہے۔ اکثر عورتیں صرف بچوں کے لئے شادی کرتی ہیں۔ جب عورت کا خاوند اولاد کے قابل نہ ہو تو عورت کو طلاق طلب کرنے اور فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ (فتاوی عثمانی ج۲، ص۹۳)

مرد کا ننگے سر پھرنا انسانی مروت و شرافت کے خلاف ہے اور عورت کے لئے گناہ کبیرہ ہے۔

سوال: میرے ذہن میں بچپن ہی سے ایک سوال ہے کہ اسلام میں ننگے سر، سر عام پھرنا جائز ہے؟

جواب: اسلام بلند اخلاق و کردار کی تعلیم دیتا ہے اور گھٹیا اخلاق و معاشرت سے منع کرتا ہے۔ ننگے سر بازاروں اور گلیوں میں نکلنا اسلام کی نظر میں ایک ایسا عیب ہے جو انسانی مروت و شرافت کے خلاف ہے۔ اس لیے حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اسلامی عدالت ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں کرے گی۔ مسلمانوں میں ننگے سر پھرنے کا رواج انگریزی تہذیب و معاشرت کی نقالی سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ اسلامی معاشرت میں ننگے سر پھرنے کو عیب تصور کیا جاتا ہے اور یہ حکم مردوں کے متعلق ہے۔ جبکہ عورتوں کا برہنہ سر کھلے بندوں پھرنا اور کھلے بندوں بازاروں میں نکلنا صرف عیب ہی نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ (آپ کے مسائل: محمد یوسف لدھیانوی ج۶، ص۴۷)

سورج گرہن اور حاملہ عورت

سوال: ہمارے معاشرے میں یہ بات بہت مشہور ہے اور اکثر لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں، کہ جب چاند کو گرہن لگتا ہے یا سورج کو گرہن لگتا ہے تو حاملہ عورت یا اس کا خاوند (اس دن یا رات کو جب سورج یا چاند کو گرہن لگتا ہے) آرام کے سوا کوئی کام بھی نہ کریں، مثلاً اگر خاوند کو لکڑیاں کاٹنے یا رات کو وہ الٹا سو جائے تو جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کے جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ کٹا ہوا ہوگا یا وہ لنگڑا ہوگا یا اس کا ہاتھ نہیں ہوگا وغیرہ۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں اور یہ بھی بتائیں کہ اس دن یا رات کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: حدیث میں اس موقع پر صدقہ و خیرات، توبہ و استغفار، نماز اور دعا ہے، دوسری باتوں کا ذکر نہیں اس لیے ان کو شرعی چیز سمجھ کر نہ کیا جائے۔ (آپ کے مسائل: محمد یوسف لدھیانوی ج۶، ص۱۲۵)

مایوں اور مہندی کی رسمیں غلط ہیں

سوال: آج کل شادی کی تقریبات میں طرح طرح کی رسومات کی قید لگائی جاتی ہے، معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہیں لیکن اگر ان سے منع کرو تو جواب ملتا ہے کہ نئے نئے مولوی، نئے نئے فتوے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دلہن کو شادی سے چند دن پہلے پیلے رنگ کا جوڑا پہنا کر گھر کے ایک کونے میں بٹھا دیا جاتا ہے، اس حصے میں جہاں دلہن ہو اسے پردے میں کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ باپ، بھائی وغیرہ یعنی محارم شرعی سے بھی اسے پردہ کرایا جاتا ہے اور باپ، بھائی وغیرہ (یعنی محارم) سے پردہ نہ کرانے کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے، (چاہے شادی کے دنوں سے پہلے وہ لڑکی بے پردہ ہو کر کالج ہی کیوں نہ جاتی ہو) اس رسم کا خواتین بہت زیادہ اہتمام کرتی ہیں، اور اسے "مایوں بٹھانا" کے نام سے یاد کرتی رہیں، اگر کم دن بٹھایا، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کا کسی بھی طرح سے اہتمام کرنا چاہیے یا کہ اسے بالکل ہی ترک کر دینا صحیح ہے؟

جواب: "مایوں بٹھانے" کی رسم کی کوئی شرعی اصل نہیں، ممکن ہے جس شخص نے یہ رسم ایجاد کی ہے اس کا مقصد یہ ہو کہ لڑکی کو تنہا بیٹھنے، کم کھانے اور کم بولنے، بلکہ نہ بولنے کی عادت ہو جائے اور اسے سسرال جا کر پریشانی نہ ہو۔ بہرحال، اس کو ضروری سمجھنا اور محارم شرعی تک سے پردہ کرا دینا نہایت بے ہودہ بات ہے، اگر غور کیا جائے تو یہ رسم لڑکی کے حق میں "قید تنہائی" بلکہ زندہ درگور کرنے سے کم نہیں۔ تعجب ہے کہ روشنی کے زمانہ میں تاریک دور کی یہ رسم

* * *

خواتین اب تک سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور کسی کو اس کی قباحت کا احساس نہیں ہوتا۔ (آپ کے مسائل۔ محمد یوسف لدھیانوی ج ۶، ص ۱۳۴)

سوال: اسی طرح سے ایک رسم "مہندی" کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ ہوتا کچھ اس طرح ہے کہ ایک دن دولہا کے گھر والے مہندی لے کر دلہن کے گھر آتے ہیں اور دوسرے دن دلہن والے، دولہا کے گھر مہندی لے کر جاتے ہیں، اس رسم میں عورتوں اور مردوں کا جو اختلاط ہوتا ہے اور جس طرح کے حالات اس وقت ہوتے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں، یعنی حد درجہ کی بے حیائی وہاں برتی جاتی ہے، اور اگر کہا جائے کہ یہ رسم ہندوؤں کی ہے اسے نہ کرو تو بعض لوگ تو اس رسم کو اپنے ہی گھر منعقد کر لیتے ہیں مگر کرتے ضرور ہیں، جوان لڑکیاں بے پردہ ہوکر گانے گاتی ہیں اور بڑے بڑے حضرات جو اپنے آپ کو بہت زیادہ دیندار کہتے ہیں، ان کے گھروں میں بھی اس رسم کا ہونا ضروری ہوتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: مہندی کی رسم جن لوازمات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے یہ بھی دور جاہلیت کی یادگار ہے، جس کی طرف اوپر اشارہ کر چکا ہوں اور یہ تقریب جو بظاہر بڑی معصوم نظر آتی ہے بہت سے محرمات کا مجموعہ ہے، اس لیے پڑھے لکھی خصوصاً دیندار خواتین کو اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیے اور اس کو یکسر بند کر دینا چاہیے۔ بچی کے مہندی لگانا تو برائی نہیں، لیکن اس کے لیے تقریبات منعقد کرنا اور لوگوں کو دعوتیں دینا، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا شوخ انگیز اور بھڑکیلے لباس پہن کر بے محابا ایک دوسرے کے سامنے جانا بے شرمی و بے حیائی کا مرقع ہے۔ (آپ کے مسائل۔ محمد یوسف لدھیانوی ج ۶، ص ۱۳۵)

اگر کسی لڑکی کا ولی اسے شادی سے محروم رکھنے کی غرض سے شادی سے انکار کردے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: جب کوئی شخص کسی لڑکی سے منگنی کے لیے پیش رفت کرے لیکن اس لڑکی کا ولی اس لڑکی کو شادی سے محروم رکھنے کی غرض سے شادی میں دینے سے انکار کردے تو اس بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: اولیاء پر واجب ہے کہ وہ اپنے زیر ولایت عورتوں کی شادی میں جلدی کریں۔ اگر کفو میں ان کی منگنی ہو جائے اور وہ اس رشتہ پر راضی ہوں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُم مَنْ تَرْضَونَ دِينَه وَ خُلُقَه فَزَوِّجُوه، الَّا تَفعَلُوا، تَكُنْ فِتنَةٌ فِي الارضِ وَ فَسَادٌ كَبِيرٌ

"جب کوئی شخص تمہیں منگنی کے لیے کہے جس کے دین اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے شادی کردو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو ملک میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔"

اور اگر لڑکیاں اپنے چچیرے بھائیوں یا کسی دوسرے سے نکاح پر راضی ہوں تو ان کو ان کے نکاح سے روکنا جائز نہیں۔ نہ ہی زیادہ مال کے مطالبہ یا کسی دوسری ایسی غرض سے نکاح روکنا جائز ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع نہیں کیا۔ اور حکام اور قاضیوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے شخص کا ہاتھ پکڑیں جو اپنے ماتحت لڑکیوں کے نکاح میں روک بنا ہوا ہو اور دوسرے رشتہ داروں کو الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر نکاح کر دینے کی اجازت دیں تا کہ ظلم کو بھی روکا جا سکے۔ جسے اللہ نے ان پر حرام کیا ہے۔ جس کے اسباب ان کے اولیاء کا روک بننا اور ظلم ہے۔ ہم اللہ سے سب لوگوں کے لیے ہدایت اور نفسانی خواہشات کو حق کی خاطر قربان کر دینے کی دعا مانگتے ہیں۔

❁❁❁

حیض سے متعلق شرعی احکام

عورت کو (عام طور پر) ہر مہینے رحم سے آنے والا خون جو آگے کی راہ سے نکلتا ہے، حیض کہلاتا ہے۔

حیض آنے کی عمر

نو برس سے پہلے اور عموماً پچپن برس کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا، اس لیے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، اگر پچپن برس کی عمر کے بعد کسی عورت کو خون آئے اور وہ خوب سرخ یا سیاہی مائل سرخ ہو تو وہ حیض ہے، اور اگر اس کا رنگ زرد، سبز یا خاکی ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ البتہ اگر عورت کو پچپن برس سے پہلے بھی زرد یا سبز، خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد اسے حیض سمجھا جائے گا اور اگر عادت کے خلاف ایسا ہوا ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

حیض کے رنگ

حیض کی مدت کے اندر ۱۔ سرخ ۲۔ زرد ۳۔ سبز ۴۔ خاکی (یعنی مٹیالا) ۵۔ گدلا (یعنی سرخی مائل سیاہ) ۶۔ سیاہ رنگ آئے سب حیض ہے۔

گدی کا رکھنا

ایام حیض میں گدی یعنی روئی وغیرہ رکھنا کنواری لڑکی (باکرہ) کے لئے مستحب ہے اور غیر کنواری (ثیبہ) کے لئے حالت حیض میں سنت اور حالت طہر میں مستحب ہے۔

حیض کی مدت

حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین رات ہے جتنی بہتر (۷۲) گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔ لہٰذا اگر خون تین دن سے کم ہو (چاہے چند منٹ ہی کم ہو) تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، کسی بیماری وغیرہ سے ایسا ہو گیا ہے اور خون دس دن رات سے زیادہ آیا تو جتنا دس دن رات سے زیادہ آیا وہ بھی استحاضہ ہے۔

حیض کی ابتداء و انتہا

فرج (عورت کی شرمگاہ) میں اندر جو گول سوراخ ہے اس گول سوراخ کے شروع سے اندر تک فرج داخل کہلاتا ہے اور اس سوراخ سے پہلے باہر کی طرف والی کھال فرج خارج کہلاتی ہے۔

جب خون فرج داخل سے باہر آ جائے تب سے حیض شروع ہو جاتا ہے، چاہے فرج خارج سے بھی باہر نکل آئے یا نہ نکلے، اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ تو اگر کوئی سوراخ میں روئی وغیرہ رکھ لے جس سے خون وغیرہ باہر نہ نکلے تو جب تک سوراخ کے اندر روئی اندر رہے اور باہر والی روئی پر خون کا اثر نہ آئے تب تک حیض کا حکم اس پر نہ لگائیں گے۔ جب خون کا اثر باہر والی کھال پر آ جائے یا روئی کھینچ کر باہر نکال لے تو اس وقت حیض کا حکم لگائیں گے۔

اگر پاک عورت نے رات کو فرج پر روئی رکھی جب صبح ہوئی تو خون دیکھا تو جس وقت سے وہ اثر دیکھا ہے اس وقت سے حیض کا حکم لگائیں گے۔

اور اگر حائضہ نے رات کو روئی رکھی اور صبح اس پر کوئی اثر نہ دیکھا تو رات جس وقت روئی رکھی تھی اس وقت سے پاک شمار ہوگی۔ اور اسے عشاء کی نماز قضا کرنی پڑے گی کیونکہ وہ رات سے پاک شمار ہوگی۔

دو حیض کے درمیان پاکی کی مدت

دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کسی کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے خون بند رہے گا عورت پاک رہے گی۔

مسئلہ: اگر کسی کو تین دن رات خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر تین دن رات خون آیا تو تین دن پہلے کے اور تین دن جو پندرہ دن کے بعد ہیں حیض کے ہیں اور درمیان میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

استحاضہ

استحاضہ وہ خون ہے جو آگے کی راہ سے آئے لیکن یہ خون رحم کا نہ ہو بلکہ کسی بیماری وغیرہ سے آتا ہو۔

استحاضہ کی اقسام

استحاضہ کی چند قسمیں ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گا، لیکن بعض قسمیں وہ ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں مزید یاد دہانی کے لئے دوبارہ ذکر کر دیتے ہیں:

۱۔ نو سال سے کم عمر کی بچی کو جو خون آئے۔

۲۔ پچپن سال یا اس سے زیادہ عمر کی عورت کو آئے (مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق)۔

۳۔ تین دن سے کم ہو۔

۴۔ حیض میں دس دن دس رات سے جو زیادہ ہو۔

۵۔ نیز حالت حمل میں آنے والا خون بھی استحاضہ ہے۔

حیض کے مسائل

۱۔ حیض کے مقررہ ایام میں خالص سفید رنگ کے علاوہ جس رنگ کا خون بھی آئے سرخ، زرد، خاکی، سبز، سیاہ سب حیض ہے۔

۲۔ جس خاتون کو پچپن سال کی عمر سے پہلے بھی ایام حیض میں گہرے سرخ رنگ کے علاوہ، سبز، خاکی اور زرد رنگ کا خون آتا رہا ہے ایسی خاتون کو اگر پچپن سال کی عمر کے بعد سبز، خاکی یا زرد رنگ کا خون آئے تو وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا۔

۳۔ تین دن اور تین رات کی مدت سے ذرا بھی کم خون آئے تو وہ حیض نہ ہوگا، مثلاً کسی خاتون کو جمعہ کے دن سورج نکلتے وقت خون آیا اور دوشنبہ کو سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے بند ہو گیا یعنی تین راتیں پوری ہونے میں کمی رہ گئی تو یہ خون حیض نہیں سمجھا جائے گا بلکہ استحاضہ ہوگا۔

۴۔ اگر کسی خاتون کو تین یا چار دن خون آنے کی عادت رہی ہے پھر کسی مہینے میں اس سے زیادہ دنوں تک خون آیا تو یہ سب حیض ہے، ہاں اگر دس دن سے کچھ بھی زیادہ خون آیا تو جتنے دن کی عادت رہی ہے صرف اتنی مدت حیض سمجھا جائے گا۔ باقی ایام استحاضہ کے ہوں گے۔

۵۔ دو حیض کے درمیان طہر یعنی پاکی کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ پس اگر کسی خاتون کو کئی مہینے تک یا عمر بھر خون نہ آئے تو وہ پاک رہے گی یا ایک دو روز خون آیا پھر پندرہ سولہ روز پاک رہی، پھر ایک دو روز خون آ کر بند ہو گیا تو یہ پوری مدت پاک شمار کی جائیگی۔

۶۔ اگر کسی خاتون کو حیض کی مدت سے کم یعنی ایک یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی اس کے بعد پھر ایک یا دو دن خون آیا اور بند ہو گیا۔ تو یہ پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہے ہی، پندرہ دن کے بعد جو چند دن خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

۷۔ کسی نے پہلی بار خون دیکھا اور وہ برابر کئی ماہ تک جاری رہا تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا ہے، اس دن سے دس دن تو حیض کے ہوں گے، باقی بیس بیس دن استحاضے کے اور اسی طرح ہر مہینے کے پہلے دس دن حیض کے باقی بیس دن استحاضہ کے سمجھے جائیں گے۔

۸۔ اگر کسی خاتون کو ایک دو روز خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی تھی کہ دوبارہ خون آنے لگا تو اس کی پاکی کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ گویا خون برابر جاری رہا۔ اَب اس خاتون کی مقررہ عادت کے بقدر ایام تو حیض ہوں گے باقی ایام استحاضے کے ہوں گے اور اگر اس خاتون کو پہلی ہی بار خون آیا

ہے تو دس دن حیض کے ہوں گے باقی استحاضہ سمجھا جائے گا۔ مثال کے طور پر کسی خاتون کو ہر مہینے کی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینے میں ایک ہی دن خون آ کر بند ہو گیا اور چودہ دن تک پاک رہی پھر پندرھویں دن خون آ گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ سولہ دن برابر خون آیا جس میں سے پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ تک تین دن تو معمول کے مطابق حیض کے ایام شمار ہوں گے باقی چوتھی تاریخ سے سولہویں تاریخ تک کے تیرہ دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔ اور چوتھی یا پانچویں، چھٹی تاریخ حیض کے عادت رہی تھی تو یہ ایام حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی پہلے کے تین دن اور بعد کے دس دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔

۹۔ اگر کسی خاتون کی کوئی عادت مقرر نہ ہو، کبھی چار دن آیا، کبھی سات دن اور کبھی دس دن بھی آتا ہو تو، ایسی خاتون کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آ جائے تو وہ یہ دیکھے کہ گزشتہ مہینے کتنے روز خون آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے سمجھے۔ باقی ایام استحاضہ سمجھے۔

حیض کے احکام

نماز کے احکام

۱۔ حیض کے زمانے میں نماز پڑھنا درست نہیں، نماز بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد قضا بھی واجب نہیں ہوتی۔

۲۔ اگر فرض نماز پڑھتے پڑھتے حیض آ گیا تو وہ نماز ختم ہو گئی بلکہ وہ نماز ہی معاف ہو گئی، پاک ہونے کے بعد اس کی قضا نہ پڑھے۔

۳۔ نفل یا سنت میں حیض آ گیا تو اس کی قضا پڑھنا پڑے گی۔

۴۔ نماز کے اخیر وقت میں حیض آ گیا ابھی نماز نہیں پڑھی تو نماز معاف ہو گئی۔

۵۔ اگر ایک یا دو دن خون آ کر بند ہو گیا تو نہانا واجب نہیں، وضو کر کے نماز پڑھے (لیکن نماز کے مستحب وقت کے آخر کا انتظار کرنا واجب ہے کہ شاید دوبارہ خون آئے)۔

اگر اس صورت میں پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آ جائے تو معلوم ہوا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا۔ (کیونکہ دو خونوں کے درمیان وقفہ پندرہ دن سے کم ہوں تو متواتر خون کے حکم میں ہے) اب حساب سے جتنے دن حیض کے ہو ان کو حیض شمار کرے (یعنی معتادہ عادت کے مطابق اور مبتدئہ دس دن) اور اس کے بعد جتنے دن نمازیں بغیر غسل پڑھی ہیں ان کی قضا کرے اور آئندہ غسل کر کے نماز پڑھے۔ لیکن معتادہ دنوں کے بقدر گزرنے کے بعد اور مبتدئہ دس دن بعد احتیاطاً غسل کر لے تو نماز قضا کرنے کی نوبت نہ آئے گی۔ اور پڑھی ہوئی نمازیں درست ہو جائیں گی۔

اگر پورے پندرہ دن بیچ میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ استحاضہ تھا اس لیے ایک دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا کرے۔

۶۔ اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن آ کر بند ہو گیا تو نماز پڑھنا واجب ہے۔

۷۔ تین دن خون آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل کرے نہ نماز پڑھے۔ اگر پورے دس دن رات یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں، قضا نہیں پڑھنا پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی، اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے۔

اور اگر گیارہویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض فقط تین دن ہی تھے یہ سب استحاضہ ہیں گیارہویں دن نہالے اور سات دنوں کی نمازیں قضا کرے۔

نوٹ: اگرچہ یہ مسئلہ معتادہ کے بیان میں گزر چکا ہے لیکن یہاں نماز کی اہمیت کی وجہ سے مزید فائدے کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔

۸۔ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے تو جلدی اور پھرتی سے نہا دھو ڈالے نہانے کے بعد اگر بالکل ذرا سا وقت بچے جس میں صرف ایک ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جاتی ہے اور بعد

* * *

میں قضا کرنی پڑے گی اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو معاف ہے اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں۔

۹۔ اگر غسل کرنے کے بعد اللہ اکبر اور نیت کا وقت باقی ہو تو نیت باندھ کر نماز شروع کر دے اور اگر چہ نیت کے بعد وہ وقت نکل بھی جائے تو بھی نماز پوری کر لے ایسی صورت میں نماز قضا نہیں کرنی پڑے گی۔

لیکن صبح کے وقت میں اگر نیت باندھنے کے بعد سورج نکل آئے تو وہ نماز ٹوٹ گئی پھر سے قضا کرے۔

۱۰۔ اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل ذرا سا بس اتنا وقت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو بھی نماز واجب ہے اس کی قضا پڑھنی چاہیے۔

۱۱۔ عادت سے پہلے خون نظر آنے کی صورت میں نماز کا حکم ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کر دیا ہے۔

۱۲۔ حیض والی عورت کے لئے مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت ہو تو وضو کرے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ آ بیٹھے اور جتنی دیر نماز ادا کرتی ہے اتنی دیر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور درود شریف اور استغفار وغیرہ پڑھتی رہے تاکہ عادت قائم رہے۔

۱۳۔ جس عورت کو پہلی مرتبہ حیض آیا اور دس دن سے کم وقت میں وہ پاک ہو جائے یا عادت والی عورت عادت سے کم دنوں میں پاک ہو جائے تو وضو اور غسل میں اس قدر تاخیر کرے کہ نماز کا مکروہ وقت نہ آ جائے (یعنی نماز کے مستحب وقت کے آخر میں نماز ادا کرے)۔

روزے کے احکام

۱۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا درست نہیں، لیکن پاک ہونے کے بعد اس کی قضا رکھنا ہوگی۔ روزہ بالکل معاف نہیں ہوتا۔

۲۔ آدھے روزے میں حیض آ گیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا جب پاک ہو تو قضا کرے۔

۳۔ اگر نفل روزے میں حیض آ جائے تو اس کی قضا بھی کرے۔

۴۔ اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا درست نہیں شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ لیکن یہ دن روزے میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کی قضا بھی رکھنی پڑے گی۔

۵۔ اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا ہے اور صبح صادق ہونے میں صرف اتنا وقت باقی ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی صبح کا روزہ لازم ہے۔

۶۔ اگر دس دن سے کم حیض آیا تو اگر اتنی رات باقی ہے کہ پھرتی سے غسل کر لے گی لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ پائے گی تو بھی صبح کا روزہ لازم ہے۔

۷۔ اگر اتنی رات تھی کہ پھرتی سے غسل کر لیتی اور ایک لحظہ ہی پا لیتی لیکن اس نے غسل نہ کیا تو روزہ نہ چھوڑے بلکہ روزے کی نیت کر لے اور بعد میں نہا لے (یاد رہے کہ نماز بغیر غسل کے پڑھنا درست نہیں لیکن روزہ بغیر غسل کے شروع کیا جا سکتا ہے)۔

۸۔ البتہ اگر اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے اور اس کی قضا کرے۔

۹۔ روزوں کے لئے حیض روکنے والی دوائیں اگر مضر صحت ہوں تو استعمال نہ کی جائیں۔

میاں بیوی کے تعلقات کے احکام

۱۔ حیض کے زمانے میں شوہر کے ساتھ صحبت کرنا درست نہیں۔

۲۔ حیض میں شوہر کے ساتھ کھانا پینا لیٹنا پیار کرنا وغیرہ درست ہے لیکن ناف سے گھٹنے تک کے بدن سے لذت حاصل کرنا جائز نہیں۔

۳۔ ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں خواہ شہوت سے ہو یا بے شہوت لیکن ایسا کوئی کپڑا حائل ہو کہ جسم کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ صحیح قول یہ ہے کہ اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو برہنہ دیکھنا جائز نہیں۔

۵۔ اگر ساتھ سونے میں غلبۂ شہوت اور اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھنے کا مرد کو یا عورت کو احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے۔

۶۔ اگر غلبۂ شہوت کا گمان ہو تو ساتھ سونا منع اور گناہ ہے۔

۷۔ اگر کسی نے حالت حیض میں بیوی سے مجامعت کی اور جانتا ہے کہ حرام ہے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اس سے سخت گناہ گار ہوگا اور اس پر توبہ اور استغفار کے سوا کچھ (کفارہ) نہیں۔

۸۔ اور مستحب ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے (یعنی اگر ابتداء حیض میں جماع کیا کہ خون سرخ تھا تو ایک دینار دے اور آخر میں کیا کہ خون زرد تھا تو نصف دینار دے ظاہراً یہ صدقہ کا حکم مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں)۔

نوٹ: دینار سونے کا ہوتا ہے جس کی مقدار ۴.۳۷۴ گرام ہے لہٰذا نصف دینار ۲.۱۸۷ گرام ہوگا۔

۹۔ لیکن اگر کوئی شخص حالت حیض میں جماع کرنے کی حرمت نہ جانتا ہو (یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ گناہ کبیرہ ہے) یا بھول سے ایسا کیا تو گناہ کبیرہ نہیں یعنی اس کے لئے معاف ہے۔

۱۰۔ خون بند ہونے کے وقت غسل واجب ہوتا ہے اگر اکثر مدت حیض (جو دس دن ہے) گزر چکی تو غسل سے پہلے جماع حلال ہے یعنی اس کو جماع کے لئے علیحدہ غسل واجب نہیں خواہ پہلی بار ہی حیض آیا ہو یا عادت والی عورت ہو البتہ مستحب یہ ہے کہ جب تک غسل نہ کرے جماع نہ کرے۔

۱۱۔ خون اگر دس دن سے کم مدت میں بند ہو جائے یا جتنی عادت تھی اتنا خون آیا پھر بند ہو گیا تو جب تک نہا نہ لے صحبت کرنا درست نہیں۔

لیکن اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اس سے جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا اس لئے کہ وہ کفر کی وجہ سے احکام شرع کی مخاطب نہیں اور اس پر غسل واجب نہیں۔

۱۲۔ اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گذر جائے اور ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو جائے تب صحبت درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔

۱۳۔ اگر حیض چاشت کے وقت بند ہوا اور اگر اس نے غسل نہیں کیا تو تاوقتیکہ ظہر کا وقت نہ گزر جائے (یعنی عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے) اس سے پہلے وطی حلال نہیں اس لئے کہ زوال سے پہلے وقت مہمل ہے۔

اسی طرح اگر طلوع آفتاب سے اتنے قبل حیض بند ہو کہ وہ غسل اور اللہ اکبر پر قادر نہیں تو تاوقتیکہ ظہر کا وقت نہ نکل جائے یا غسل نہ کرلے جماع حلال نہیں۔

۱۴۔ اگر عادت پانچ دن کی ہو اور خون چار ہی دن آ کے بند ہو گیا تو نہا کر نماز پڑھنا واجب ہے۔ لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں کہ شاید پھر خون آ جائے۔

تلاوت، ذکر و دعا کے احکام

۱۔ حیض والی عورت کو قرآن شریف تلاوت کی نیت سے پڑھنا جائز نہیں چاہے پوری آیت ہو یا کچھ حصہ۔

۲۔ اگر تلاوت کے مقصد سے نہ پڑھے بلکہ دعا، ثنا یا کام شروع کرنے کے ارادے سے ایسی آیات پڑھنا چاہے جو ایسی معنی رکھتی ہوں تو مضائقہ نہیں، مثلاً شکر کے ارادے سے الحمد للہ کہنا یا کھاتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا۔

۳۔ ایسی عورت اگر کلی کر کے قرآن پڑھے تو بھی حلال نہ ہوگا۔

۴۔ اگر معلمہ یعنی قرآن پڑھانے والی کو حیض آ جائے تو اس کو چاہیے کہ بچوں کو رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ پڑھائے اور دو کلموں کے درمیان میں توقف کرے اور سانس توڑ دے، البتہ قرآن شریف کے ہجے کرانا مکروہ نہیں۔

۵۔ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا بھی جائز ہے لیکن قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے۔ اگر قرآن شریف محض اردو یا کسی اور زبان میں (یعنی ترجمہ) لکھا ہوا ہو یا کوئی تفسیر ہو تو اس کا مطالعہ کرنا مباح ہے۔

۶۔ دعائے قنوت بھی پڑھنا مکروہ نہیں۔

۷۔ ایسی دعائیں جو قرآن شریف میں آتی ہیں، دعا کی نیت سے پڑھنا جبکہ تلاوت کی نیت نہ ہو مثلاً الحمد للہ کی پوری سورت دعا

کی نیت سے اور ربنا آتنا فی الدنیا وغیرہ آخر تک پڑھنا منع نہیں۔

۸۔ آیۃ الکرسی بھی دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

۹۔ اذان کا جواب دینا اور اسی طرح کی اور چیزیں مثلاً کلمہ شریف، درود شریف اور اللہ تعالیٰ کا نام، استغفار، لاحول ولاقوۃ الا باللہ یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ البتہ ان تمام کو وضو یا کلی کرکے پڑھنا بہتر ہے اور اگر ویسے بھی پڑھ لیا تب بھی منع نہیں ہے۔

۱۰۔ اذکار و درود شریف وغیرہ کی کتابوں کو ساتھ رکھنا بھی درست ہے۔

مسجد کے احکام

۱۔ حالت حیض میں خانہ کعبہ و مسجد الحرام کے اندر طواف کے لئے یا کسی اور مقصد سے جانا حرام ہے۔

۲۔ اس حالت میں کسی بھی مسجد میں داخل ہونا حرام ہے، چاہے داخل ہونا اس میں بیٹھنے کے لئے ہو یا گذرنے کے لئے۔

۳۔ جو حائضہ حضور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے حاضری دے اس کے لئے درود و سلام پڑھنا تو جائز ہے لیکن مسجد نبوی میں داخل نہ ہو بلکہ وہ باہر سے پڑھ لے۔

۴۔ عیدگاہ، مدرسہ، خانقاہ، جنازہ گاہ یا جو جگہ گھر میں نماز پڑھنے کی مقرر ہو وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے ان میں داخل ہونا جائز ہے۔

سجدے کے احکام

۱۔ حیض والی عورت جب سجدہ کی آیت سنے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں، اور خود پڑھے تب بھی واجب نہیں۔

۲۔ حالت حیض میں سجدہ شکر بھی جائز نہیں۔

اعتکاف کے احکام

۱۔ حالت حیض میں اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

۲۔ اگر پاکیزگی کی حالت میں اعتکاف شروع کیا اور درمیان میں حیض آگیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

قرآن شریف کے احکام

۱۔ حالت حیض میں قرآن شریف دیکھنا جائز ہے۔

۲۔ قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں۔

۳۔ لیکن اگر قرآن شریف ایسے غلاف میں ہو جو قرآن شریف سے جدا ہو جیسے تھیلی یا رومال یا چمڑے یا ریگزین وغیرہ کا ایسا کور ہو جو قرآن شریف سے پیوست نہ ہو تو چھونا جائز ہے۔ اور جو پیوست ہو یا متصل ہو تو جائز نہیں۔

۴۔ قرآن مجید کے ورق کے اطراف وہ جگہ جہاں قرآن مجید کے الفاظ لکھے ہوئے نہیں اس کو چھونا بھی صحیح قول کے بموجب جائز نہیں۔

۵۔ جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں جیسے کرتے کا دامن، آستین اور دوپٹہ کا آنچل وغیرہ ان سے بھی قرآن شریف کو چھونا جائز نہیں۔

۶۔ البتہ بدن سے الگ کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

۷۔ دینی کتابیں جیسے حدیث، فقہ کی کتابوں کا چھونا جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ اور ان کتابوں میں جہاں آیت لکھی ہو وہاں ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

۸۔ تبلیغ میں جانے والی خواتین کے لئے فضائل اعمال پڑھنا جائز ہے، لیکن اس میں آیتیں آجائیں تو اس کا صرف ترجمہ پڑھیں۔

۹۔ تفسیر کی کتابوں میں اگر تفسیر زیادہ ہو اور آیات کم ہوں تو چھونا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۰۔ درہم یا روپیہ یا طشتری یا تختی یا کاغذ کے پرچے (تعویذ وغیرہ) پر یا دیوار وغیرہ کسی اور چیز پر قرآن شریف کی کوئی پوری آیت لکھی ہو تو اس خاص لکھی ہوئی جگہ کا چھونا بھی جائز نہیں لیکن یہ چیزیں کسی تھیلی وغیرہ میں ہوں تو اس تھیلی کا اٹھانا جائز ہے۔

۱۱۔ ایسی عبارت لکھنا جس کی بعض سطروں میں قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے اگرچہ وہ اس کو پڑھے نہیں۔

۱۴۔ قرآن شریف کا لکھنا جائز نہیں البتہ کاغذ پر ہاتھ لگائے بغیر صرف قلم لگا کر لکھ رہی ہو تو ضرورت کے وقت جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ نہ لکھے۔ کمپوزنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حج وعمرہ کے احکام

۱۔ حالت حیض میں عورت حج کے تمام کام کر سکتی ہے البتہ بیت اللہ کا طواف حیض کی حالت میں کرنا جائز نہیں، کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں۔

۲۔ حج کو جاتے ہوئے یا رستے میں حیض آگیا تو اسی حالت میں احرام باندھ لے اور موقع ہو تو احرام کے لئے غسل بھی کر لے۔ اس غسل سے عورت پاک شمار نہیں ہوگی (بلکہ یہ غسل صرف صفائی کے لئے ہے) ایسی صورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیش آئی تھی۔

۳۔ اگر اسی حالت میں مکہ شریف پہنچ گئی تو طواف قدوم نہ کرے۔ ہاں اگر پاک ہو جائے اور وقت ہو تو یہ طواف کر لے اور اگر وقت نہ ہو اور حج کے افعال شروع ہو گئے ہوں تو یہ طواف معاف ہو گیا۔

۴۔ اسی طرح مکہ شریف سے رخصت ہونے سے پہلے حیض شروع ہو گیا تو اب طواف وداع (یعنی طواف جو حاجی رخصت ہوتے ہوئے کرتا ہے) معاف ہو گیا اس لیے بغیر طواف کئے ہی چلی آئے، ایسی صورت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پیش آئی تھی۔

۵۔ البتہ طواف زیارت (فرض طواف) معاف نہیں۔ اگر حیض آجائے تو مکہ میں ٹھہر جائے، جب پاک ہو جائے طواف کر لے ورنہ حج نہیں ہوگا اور احرام سے بھی نہیں نکلے گی۔ اگر واپسی کا طے شدہ پروگرام ہو اور طہارت تک ٹھہرنا اس کے لئے مشکل ہو تو اس صورت میں عورت ناپاکی میں ہی طواف کر لے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے اور ایک گائے حرم میں بطور دم کے قربانی کرے۔ سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ حج کے موقعہ پر عورت کو حیض کو روکنے والی گولیاں استعمال کرنی چاہئیں۔

۶۔ حیض یا نفاس والی عورت کو طواف زیارت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے دم نہیں آتا۔

۷۔ اگر عورت کو طواف کرتے کرتے حیض آگیا، چاہے طواف فرض ہو، واجب یا نفل، تو اسی وقت مسجد سے باہر آجانا ضروری ہے اس کو پورا کرنا یا مسجد میں ٹھہرے رہنا گناہ ہے۔

۸۔ اگر طواف وداع یا طواف زیارت کے چار یا اس سے زیادہ شوط ہو گئے (یعنی چکر) تو وہ طواف ادا ہو گیا اور جتنے چکر باقی رہ گئے اس کا صدقہ دے اور اگر چار چکر سے کم ہوئے ہوں تو وہ طواف ادا نہیں ہوا پاک ہونے کے بعد قضا کرے۔

نوٹ: صدقہ یہ ہے کہ ہر شوط کے بدلے میں آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو دے (صاع تقریباً ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے)۔

۹۔ اگر پورا یا اکثر طواف پاکیزگی کی حالت میں کر لیا اس کے بعد حیض شروع ہو گیا اور ابھی صفا مروہ کی سعی باقی ہے تو اس کو حیض کی حالت میں کر سکتی ہے، سعی کے لئے طہارت شرط نہیں۔ اس طواف کے بعد تحیۃ الطواف (دو رکعت) نہ پڑھے۔

۱۰۔ عمرے کا احرام بھی حالت حیض میں صحیح ہے البتہ طواف اس حالت میں نہیں کر سکتی ہے۔ اگر پورا طواف یا اکثر طواف کرنے کے بعد حیض شروع ہوا تو سعی کر سکتی ہے اور تحیۃ الطواف معاف ہو جائے گا۔ چونکہ صفہ مروہ توسیع شدہ مسجد الحرام کے بیچ میں ہو گئے ہیں اس لیے صورت ۹۔۱۰ میں سعی کرنے سے سعی ہو جائے گا لیکن اس کے لئے جانے کے وقت حیض کی حالت میں مسجد سے گذرنے کا گناہ ہوگا۔

۱۱۔ اگر عمرے کا احرام باندھا تھا اور حیض شروع ہو گیا، عمرہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور حج کے افعال (منیٰ، عرفات وغیرہ میں جانا) شروع ہو گیا تو اب یہ عورت عمرے کا احرام ختم کر کے حج کا احرام باندھ لے اور حج کے افعال شروع کر دے، بعد میں عمرے کی قضا کر لے۔ اس عورت کو عمرے کا احرام کھول لینے پر دم دینا ضروری ہے۔ یہ صورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آئی تھی۔

نوٹ: عمرے کا احرام کھولنے کی شکل یہی ہے کہ احرام ختم کرنے کی نیت سے بال کھول کر کنگھی کرے۔

نوٹ: دم میں ایک بکری یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ دینا ضروری ہے۔

۱۴۔ جس طواف کا اکثر حصہ کر چکی تھی قاعدے کے اعتبار سے وہ بھی معتبر ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ پاک ہونے کے بعد دوبارہ کرلے اس صورت میں چھوٹے ہوئے چکروں کا صدقہ دینا ضروری نہیں۔

طلاق وعدت کے احکام

۱۔ جس عورت کو حیض آتا ہو اگر اسے طلاق ہو جائے تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے۔

۲۔ اگر اتنی چھوٹی ہو کہ حیض نہ آتا ہو یا ایسی بوڑھی ہو کہ حیض آنا بند ہو گیا ہو تو طلاق ہونے کی صورت میں ان کی عدت تین ماہ ہے۔

۳۔ اگر جوان عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو طلاق کی عدت گزارنے کے لئے بذریعہ علاج حیض جاری کر کے تین حیض عدت پوری کرے اور اگر علاج سے بھی حیض جاری نہ ہو تو شدید ضرورت کے وقت علماء سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کیا جائے۔

۴۔ حالت حیض میں طلاق دینا گناہ ہے لیکن طلاق واقع ہو جائے گی اور جس حیض میں طلاق دی اس کا اعتبار نہیں، اس کے علاوہ تین حیض عدت میں گزارے گی۔

نفاس کا بیان

نفاس

بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آنے والا خون جو آگے کی راہ سے نکلے نفاس کہلاتا ہے۔

مدتِ نفاس

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اس سے زیادہ جو خون آئے وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں، ایک لمحہ بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک قطرہ بھی نہ آئے۔

نفاس کی ابتدا

آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا لیکن ابھی پورا نہیں نکلا اس وقت جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے، اگر آدھے سے کم نکلا اس وقت جو خون آیا وہ استحاضہ ہے۔ اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو اس وقت بھی نماز پڑھے ورنہ گنہگار ہوگی۔ اٹھ کر نہ پڑھ سکے تو اشارے ہی سے پڑھے، قضا نہ کرے لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچہ ضائع ہونے کا ڈر ہو تو نماز نہ پڑھے۔

اگر بچہ آپریشن کر کے نکالا جائے تو جب تک فرج سے خون نہ نکلے گا نفاس شروع نہ ہوگا، جب خون فرج سے نکلے تو نفاس شروع ہو جائے گا۔

نفاس اور غسل

اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد خون بالکل نہ نکلے تو بھی غسل واجب ہے اور جب خون نکلے تو خون بند ہونے کے وقت غسل واجب ہوگا۔

اسقاط کے مسائل

۱۔ کسی کا حمل گر گیا تو اگر بچہ کا ایک آدھ عضو بن گیا ہو جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال تو حمل گرنے کے بعد جو خون آئے گا وہ بھی نفاس ہے، چاہے بچہ خود ہی گر جائے یا دوائی وغیرہ سے گرایا جائے۔

۲۔ اگر خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو بلکہ صرف گوشت ہے یا خون کا لوتھڑا ہے تو نفاس نہ ہوگا اور جو خون اس کے ساتھ نکلا ہے اگر حیض ہو سکے تو حیض ہوگا یعنی اگر تین دن سے کم نہ ہو اور اس سے قبل طہر تام (کم از کم پندرہ دن) گزرے ہوں تو حیض ورنہ استحاضہ ہوگا۔

۳۔ اگر بچہ نکلنے سے پہلے بھی خون آیا اور بعد میں بھی بچہ کی خلقت ظاہر ہوگئی تھی تو جو خون اس بچے کے نکلنے سے قبل آیا وہ حیض نہ ہوگا بلکہ استحاضہ ہوگا اور جو بعد میں آیا وہ نفاس ہوگا۔

۴۔ اگر اس بچہ کی خلقت ظاہر نہ ہوئی تھی یعنی کوئی عضو نہ بنا تھا تو جو خون اسقاط سے پہلے آیا تو بعد والے خون کی طرح اگر وہ حیض بن سکتا ہو تو حیض ہوگا ورنہ استحاضہ۔

جڑواں بچے اور نفاس

اگر جڑواں بچے پیدا ہوں تو نفاس اول بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور دو جڑواں بچوں کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو، مثلاً کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا۔ پس اگر دوسرا پہلے بچے کی پیدائش سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچے کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ ہے نفاس نہیں، مگر دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا یعنی دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اور اگر دونوں بچوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔

نفاس کے مسائل

۱۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو بالکل ہی خون نہ آئے تب بھی بچہ پیدا ہونے کے بعد اس پر نہانا واجب ہے۔

۲۔ نفاس کی مدت میں خالص سفید رنگ کے علاوہ جس رنگ کا خون بھی آئے وہ نفاس کا خون ہوگا۔

۳۔ نفاس کے بعد حیض آنے کے درمیان میں عورت کے پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

۴۔ حمل گر جانے کی صورت میں اگر بچے کا کوئی عضو بن چکا تھا تو آنے والا خون نفاس کا خون ہوگا اور اگر بچہ محض گوشت کا لوتھڑا ہی ہے تو آنے والا خون نفاس کا خون نہ ہوگا، پس اگر اس میں حیض کی شرائط پوری ہوں تو حیض سمجھا جائے گا ورنہ استحاضہ، مثلاً تین دن سے کم آیا یا پاکیزگی کا زمانہ پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

۵۔ اگر کسی خاتون کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا اور یہ پہلا ہی بچہ ہے تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے، پس چالیس دن کے بعد نہا دھو کر دینی فرائض پورے کرے اور خون آنے کا انتظار نہ کرے، اور اگر عورت کا پہلا بچہ نہ ہو اور اس کی عادت مقررہ معلوم ہو تو اس کی عادت کے بقدر مدت نفاس کی ہے، اور باقی ایام استحاضے کے ہیں۔

۶۔ کسی خاتون کی عادت بن چکی ہے کہ تیس دن نفاس کا خون آتا ہے لیکن کسی مرتبہ تیس دن پورے ہونے پر بھی خون بند نہ ہوا بلکہ چالیس دن پورے ہونے پر بند ہو تو یہ پورے چالیس دن کی مدت نفاس کی مدت ہوگی اور اگر چالیس دن پورے ہونے پر بھی خون بند نہ ہوا تو پھر تیس دن معمول کے مطابق نفاس کے ہوں گے اور باقی زائد دن سب استحاضے کے ہوں گے۔ اسلیے اس کو چاہیے کہ چالیس دن کے بعد فوراً غسل کرے اور تیس کے بعد والے ایام کی نمازیں قضا کرے۔

۷۔ اگر کسی خاتون کو چالیس دن پورے ہونے سے پہلے ہی خون بند ہو جائے تو وہ چالیس دن پورے ہونے کا انتظار نہ کرے بلکہ غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل کرنے سے کسی شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کے ذریعے پاکیزگی حاصل کر کے دینی فرائض ادا کرے، نمازیں ہرگز قضا نہ ہونے دے۔

نفاس کے احکام

نفاس میں نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ کے لیے وہی احکامات ہیں جو حیض میں ہیں، لہٰذا جو احکام نماز روزے کے حیض میں دس دن سے زیادہ خون بند ہونے پر ہیں وہی احکام نفاس میں چالیس (۴۰) دن سے زیادہ خون بند ہونے پر ہوں گے اور جو احکام حیض کے دس دن یا اس سے کم میں خون بند ہونے پر ہیں وہی احکام نفاس میں چالیس (۴۰) دن یا اس سے کم میں خون بند ہونے پر ہوں گے۔ اسی طرح جو احکام حیض میں عادت والی کے ہوں گے وہی نفاس میں عادت والی کے ہوں گے۔

استحاضہ کا بیان

استحاضہ سے مراد وہ خون ہے جو نہ حیض کا خون ہے نہ نفاس کا بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے، یہ خون ایسا ہی ہے جیسے کسی کی نکسیر پھوٹ جائے اور خون بند نہ ہو۔

استحاضہ کی صورتیں

۱۔ نو برس سے کم عمر کی بچی کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔ اور زیادہ عمر کی خاتون کو حیض بند ہو جانے کے بعد جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے، ہاں اگر وہ گہرا سرخ ہو یا سیاہی مائل سرخ ہو تو حیض سمجھا جائے گا۔

۲۔ حاملہ خاتون کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔

۳۔ تین دن اور تین رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور اسی طرح دس دن دس رات سے زیادہ جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے۔

۴۔ جس خاتون کی مدت حیض عادتاً مقرر ہو اور اس کو مقررہ عادت سے زیادہ دن خون آجائے تو یہ زائد دنوں کا خون استحاضہ ہوگا، مگر یہ اس صورت میں جب خون دس دن سے زیادہ تک جاری رہے۔

۵۔ کسی خاتون کو دس دن حیض آکر بند ہو جائے پھر پندرہ دن سے پہلے ہی دوبارہ خون آنے لگے تو یہ خون استحاضہ کا ہوگا، اس لیئے کہ دو حیضوں کے درمیان پاکیزگی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

۶۔ چالیس دن نفاس کا خون آکر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بندرہ کر دوبارہ خون آنے لگے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے۔ اس لیے کہ نفاس بند ہونے کے بعد حیض آنے کے لیئے درمیان میں کم از کم پندرہ دن کی مدت ضروری ہے۔

۷۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا۔ اگر اس خاتون کا یہ پہلا ہی بچہ ہے اور عادت مقرر نہیں ہے تو چالیس دن سے زیادہ جتنے دن خون آیا وہ سب استحاضہ ہے اور اگر عادت مقرر ہے تو اس مقررہ عادت سے زیادہ جتنے دن خون آیا ہے وہ سب استحاضہ ہے۔ اگر چالیس یا اس سے کم ایام میں خون بند ہو تو نفاس ہے اور ہم سمجھیں گے کہ اس کی عادت بدل گئی ہے۔

استحاضہ کا احکام

استحاضہ والی خاتون کے احکام اس معذور کی طرح ہیں جس کی نکسیر پھوٹ جائے اور بند نہ ہو۔ یا ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے یا پیشاب کی بیماری کی طرح برابر قطرہ آتا رہتا ہے۔ استحاضہ والی خاتون کے احکام یہ ہیں:

۱۔ استحاضہ کی حالت میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ قضا کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

۲۔ استحاضہ کی حالت میں صحبت کرنا جائز ہے۔

۳۔ استحاضہ والی خاتون پر غسل فرض نہیں۔ صرف وضو سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

۴۔ اس حالت میں قرآن پاک کی تلاوت، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ سب جائز ہے۔

۵۔ استحاضہ والی خاتون ایک وضو سے کئی وقتیں نمازیں نہیں پڑھ سکتی، ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا ضروری ہے۔ البتہ وقت کے اندر اس وضو سے جتنی نمازیں پڑھے صحیح ہے۔

سیلان رحم (لیکوریا) کا حکم

عورت کو بیماری کی وجہ سے آگے کی راہ سے پانی کی طرح رطوبت آتی ہے، اسے سیلان رحم اور ڈاکٹروں کی اصطلاح میں اسے لیکوریا کہتے ہیں۔

یہ پانی اور رطوبت نجس (ناپاک) ہوتی ہے، بلکہ عورت کی فرج داخل سے نکلنے والی ہر رطوبت ناپاک ہوتی ہے۔ اس لئے کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے اگر ہتھیلی کے پھیلاؤ کے برابر کپڑے یا جسم پر لگی ہو تو اسے دھوئے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اگر اس سے کم ہے تو نماز ہو جائے گی، لیکن بلا ضرورت نہ دھونا مکروہ ہے۔

جسے رطوبت مسلسل جاری ہو

اگر یہ پانی اس طرح جاری ہو کہ پاکیزگی کی حالت میں نماز پڑھنا ممکن نہیں تو یہ عورت معذور ہوگی۔

اگر رطوبت وقفے وقفے سے آئے

جسے رطوبت وقفے وقفے سے آئے تو جس وقت رطوبت

خارج ہوتی ہے اس وقت نماز نہ پڑھے جب پاک ہو اس وقت پڑھے اور اگر نماز پاکیزگی میں شروع کی پھر نماز کے دوران رطوبت خارج ہوگئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز پھر سے پڑھنی پڑھے گی۔

اگر رطوبت کے خارج ہونے کا پتا نہ چلے

اگر رطوبت کے خارج ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو یعنی جب نماز شروع کی تو رطوبت بند تھی، جب نماز پڑھ کر دیکھا تو گدی تر تھی ایسے میں جب تک نماز میں وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو اس وقت تک نماز ہو جائے گی۔

وضو قائم رکھنے کا طریقہ

ایسی مریضہ شرمگاہ میں اسفنج وغیرہ رکھ لیا کرے، یہ پانی کو جذب کرتا رہے گا۔ جب تک اسفنج کے اس حصہ تک رطوبت نہیں آتی جو فرج خارج میں ہے تو اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے گا۔

جب رطوبت کسی اور رنگ کی ہو

اوپر جو تفصیل بیان ہوئی اس وقت ہے جب یہ رطوبت سفید یا پانی کی مانند ہو لیکن اگر زرد، سبز، گدلی یا مٹیالی ہو جو ہم حیض کے رنگوں میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ سارے رنگ حیض کے ہیں، لہٰذا مدت حیض میں نظر آئے تو حیض ہوں گے تا وقتیکہ گدی بالکل سفید نہ دکھلائی دے۔

رنگوں کا اعتبار ابتدا میں

رطوبت کے تر ہونے کی حالت میں جو اس کا رنگ ہے، اسی کا اعتبار ہوگا اگر سوکھ کر تبدیل ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مثال ۱۔ رطوبت خارج ہوتے وقت سفید تھی پھر گدی پر سوکھ کر زرد ہوگئی تو سفید ہی سمجھی جائے گی، لہٰذا یہ سیلان ہے اگرچہ مدت حیض میں ہو، کیوں کہ یہ حیض کا رنگ نہیں۔

مثال ۲۔ رطوبت خارج ہوتے وقت زرد تھی اور سوکھ کر سفید ہوگئی تو زرد سمجھی جائے گی۔ اگر مدت حیض میں آئے تو حیض ہوگی کیوں کہ زرد حیض کا رنگ ہے۔

اگر رطوبت زرد، سبز، مٹیالی یا گدلی ہو، اور مدت حیض کے علاوہ نظر آئے تو استحاضہ ہوگا۔

تقسیم عمل کی حکمت

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء ۳۴)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد عورتوں کے اوپر حاکم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے نظام میں وہ تمام کام جن کے لیے فعال صلاحیت درکار ہے، وہ سب مرد کے ذمہ ہیں۔ مثلاً کمانا، دفاع کرنا، بیرونی معاملات کا انتظام کرنا وغیرہ۔ مرد ان کاموں کو لیے فطری طور پر زیادہ موزوں ہیں، اس لیے یہ سب کام انہیں کے ذمہ کیے گئے ہیں۔ ''قوام'' کا لفظ تقسیم عمل کی حکمت کو بتاتا ہے نہ کہ ایک صنف پر دوسرے صنف کے امتیازی مرتبہ کو۔

اس کے برعکس گھر کے اندرونی نظام کو سنبھالنے کا جو کام ہے اس کے لیے منفعل صلاحیتیں درکار ہیں۔ یہ صلاحیتیں عورت میں زیادہ ہیں۔ اس لیے اس کو گھر کے اندرونی کاموں کا انچارج بنایا گیا ہے۔

پردے کے شرعی احکام

قرآن مجید کی جن آیات میں پردے کے احکام بیان ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ (النور ۳۰، ۳۱)

”مومن مردوں سے کہو کہ وہ اپنے نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے۔ بیشک اللہ باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں، اور مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنے بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے مملوک پر یا زیردست مردوں پر جو کچھ غرض نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے ابھی ناواقف ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت معلوم ہو جائے۔ اور اے ایمان والو! تم سب مل کر اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب ۳۲، ۳۳)

”اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرو تو تم لہجے میں نرمی نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور معروف کے مطابق بات کہو۔ اور تم اپنے گھر میں قرار سے رہو اور سابقہ جاہلیت کی طرح دکھلاتی نہ پھرو۔“

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ (الاحزاب ۵۹)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو اور اپنی بیٹیوں سے اور اپنے مسلمانوں کی عورتوں سے کہ نیچے کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سے اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جائے گی تو وہ ستائی نہ جائیں گی۔“

غض بصر

سب سے پہلا جو حکم مردوں اور عورتوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ "غض بصر" کرو۔ عموماً اس لفظ کا ترجمہ "نظریں نیچی رکھو" یا "نگاہیں پست رکھو" کیا جاتا ہے مگر اس کا مدعا دراصل یہ ہے کہ اس چیز سے پرہیز کرو جس کو حدیث میں آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے۔ اجنبی عورتوں کے حسن اور ان کی زینت کی دید سے لذت اندوز ہونا مردوں کے لیے اور اجنبی مردوں کو مطمح نظر بنانا عورتوں کے لیے فتنے کا موجب ہے۔ فساد کی ابتداء طبعاً و عادتاً یہیں سے ہوتی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اسی دروازے کو بند کیا گیا ہے اور یہی "غض بصر" کی مراد ہے۔ اردو زبان میں ہم اس لفظ کا مفہوم "نظر بچانے" کے الفاظ سے ایک حد تک ادا کر سکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جب انسان آنکھیں کھول کر دنیا میں رہے گا تو سب ہی چیزوں پر اس کی نظر پڑے گی۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کو اور کوئی عورت کسی مرد کو کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اس لیے شارع نے فرمایا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے۔

عن جریر قال سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ اصْرِفْ بَصَرَكَ.

(ابوداؤد، باب مایؤمر بہ من غض البصر)

"حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نظر پھیر لو۔"

عن بريدة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولٰى وَلَيْسَ لَكَ الْآخِرَةُ (حوالہ مذکور)

"حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علیؓ! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔ پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری نظر کی اجازت نہیں۔"

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مَنْ نَظَرَ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ اَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِيْ عَيْنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(تکملہ فتح القدیر)

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن پر شہوت کی نظر ڈالے گا تو قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔"

مگر بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جن میں اجنبی کو دیکھنا ضروری ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی مریضہ کسی طبیب کے زیر علاج ہو یا کوئی عورت کسی مقدمہ میں قاضی کے سامنے بحیثیت گواہ یا فریق پیش ہو، اسی طرح اجنبی عورت کو نکاح کے لیے دیکھنا اور تفصیلی نظر کے ساتھ دیکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ احادیث میں اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

عن المغيرة بن شعبة انَّهُ خَطَبَ اِمْرَأَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا.

(ترمذی، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ)

"مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کو دیکھ لو، کیونکہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لیے مناسب تر ہوگا۔"

اظہار زینت کی ممانعت اور اس کے حدود

نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم عورت اور مرد دونوں کے لیے تھا۔ اس کے چند احکام خاص عورتوں کے لیے ہیں۔ ان میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ ایک محدود دائرے کے باہر اپنی "زینت" کے اظہار سے پرہیز کرو۔

چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر ہے جس کو باپ، چچا، بھائی اور بیٹے تک کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ عورت پر بھی عورت کے ستر کا کھلنا مکروہ ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد اظہار زینت کے حدود ملاحظہ کیجیے۔

ا۔ عورت کو اجازت دی گئی ہے کہ اپنی زینت کو ان رشتے داروں کے سامنے ظاہر کرے: شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے،

بھائی، بھتیجے اور بھانجے۔

اسے یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اپنے غلاموں کا زینت کے ساتھ سامنا کرسکتی ہے (نہ کہ دوسروں کے غلاموں کے سامنے)۔

۲۔ وہ ایسے مردوں کے سامنے بھی زینت کے ساتھ آسکتی ہے جو تابع یعنی زیر کفالت کمزور اور بوڑھے ہے اور عورتوں کی طرف میلان اور رغبت رکھنے والے مردوں میں سے نہ ہوں۔

۳۔ عورت ایسے بچوں کے سامنے بھی اظہار زینت کرسکتی ہے جن میں ابھی صنفی احساسات پیدا نہ ہوئے ہوں۔ قرآن میں اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (النور ـ ۳۱) فرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "ایسے بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ نہ ہوئے ہوں۔"

۴۔ اپنے میل جول کی عورتوں کے سامنے بھی عورت کا زینت کے ساتھ آنا جائز ہے۔ قرآن میں النسا (عورتوں) کے الفاظ نہیں کہے گئے بلکہ نسائھن (اپنی عورتوں) کے لئے کہے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ شریف عورتیں یا اپنے کنبے یا رشتے یا اپنے طبقے کی عورتیں مراد ہیں۔ ان کے ماسوا غیر عورتیں، جن میں ہر قسم کی مجہول الحال اور مشتبہ چال چلن والیاں اور آوارہ، بدنام سب ہی شامل ہیں، وہ اس اجازت سے خارج ہیں کیونکہ وہ بھی فتنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اسی بنا پر جب شام کے علاقے میں مسلمان گئے اور ان کی خواتین وہاں کی نصرانی اور یہودی عورتوں کے ساتھ بے تکلف ملنے لگیں تو حضرت عمرؓ نے امیر شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو لکھا کہ مسلمان عورتوں کو اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ حماموں میں جانے سے منع کردو۔

ان حدود پر غور کرنے سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ جس زینت کے اظہار کی اجازت اس محدود حلقے میں دی گئی ہے وہ ستر عورت کے ماسوا ہے۔ اس سے مراد زیور پہننا، اچھے ملبوسات سے آراستہ ہونا، سرمہ، حنا اور بالوں کی آرائش اور دوسری وہ آرائشیں ہیں جو عورتیں، عورت ہونے کے ناتے اپنے گھر میں کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس قسم کی آرائشوں کے اظہار کی اجازت یا تو ان مردوں کے سامنے دی گئی ہے جن کو ابدی حرمت نے عورتوں کے لئے حرام کردیا ہے یا ان لوگوں کے سامنے جن کے اندر صنفی میلانات نہیں ہیں یا ان کے سامنے جو فتنے کا سبب نہ بن سکتے ہوں۔ چنانچہ عورتوں کے لیے نِسَآئِهِنَّ کی قید ہے۔ تابعین کے لیے غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ کی اور بچوں کے لیے لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرع کا منشا عورتوں کے اظہار زینت کو ایسے حلقے میں محدود کرنا ہے جس میں ان کے حسن اور ان کی آرائش سے کسی قسم کے ناجائز جذبات پیدا ہونے اور صنفی انتشار کے اسباب فراہم ہوجانے کا اندیشہ نہیں ہے۔

اس حلقے کے باہر جتنے مرد ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کرو بلکہ چلنے میں پاؤں بھی اس طرح نہ مارو کہ چھپی ہوئی زینت کا حال آواز سے ظاہر ہو اور اس ذریعے سے توجہات تمہاری طرف منعطف ہوں۔ اس فرمان میں جس زینت کو اجنبیوں سے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے یہ وہی زینت ہے جس کو ظاہر کرنے کی اجازت اوپر کے محدود حلقے میں دی گئی ہے۔ تصور بالکل واضح ہے۔ عورتیں اگر بن ٹھن کر ایسے لوگوں کے سامنے آئیں گی جو صنفی خواہشات رکھتے ہیں اور جن کے داعیات نفس کو ابدی حرمت نے پاکیزہ اور معصوم جذبات سے مبدل بھی نہیں کیا ہے تو لامحالہ اس کے اثرات وہی ہوں گے جو مقتضائے بشریت ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ایسے اظہار زینت سے ہر عورت فاحشہ ہی ہوکر رہے گی اور ہر مرد بالفعل بدکار ہی بن کر رہے گا۔ مگر اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ زینت و آرائش کے ساتھ عورتوں کے علانیہ پھرنے اور محفلوں میں شریک ہونے سے بے شمار جلی اور خفی نفسیاتی اور مادی نقصانات رونما ہوتے ہیں۔

پردہ کے حدود کے متعلق دو آراء

سورۃ النور میں پردے کے حوالے سے الا ما ظہر منھا کا جو استثنا آیا ہے اس کے متعلق علمائے اسلام کی دو آراء ہیں۔ علماء کا ایک حلقہ آیات و احادیث کے دیگر مندرجات کو سامنے رکھتے ہوئے عورت کے جسم کے تمام اعضاء کا پردہ لازمی قرار دیتا ہے اور دوسرا حلقہ ضرورت کے وقت چہرے اور ہاتھ کے پردے میں

رعایت کا قائل ہے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عورت کا چہرہ لازمی پردے میں شامل نہیں ہے۔ اگرچہ انہیں بھی اعتراف ہے کہ انکو چھپانا ہی چاہیے اور فساد زمانہ کی بنا پر اسباب فتنہ کی روک تھام کے لیے اس کو چھپانا وہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ پردہ کی شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔ پورے بدن کو چھپانا علاوہ جو مستثنیٰ کیا گیا ہو۔

۲۔ ایسا حجاب نہ اختیار کیا جائے جو بذات خود زینت بن جائے۔

۳۔ لباس باریک کپڑے کا نہ ہوں جس سے بدن جھلکے۔

۴۔ کشادہ لباس ہو، تنگ نہ ہو۔

۵۔ خوشبو میں بسا ہوا نہ ہو۔

۶۔ مرد کے مشابہ نہ ہو۔

۷۔ کافر عورتوں کے مشابہ نہ ہو۔

۸۔ شہرت کا لباس نہ ہو۔

حجاب کی پہلی شرط کے متعلق سورہ نور کی آیت ۳۱ اور سورہ احزاب کی آیت ۵۹ میں آیا ہے، ان آیات کا ترجمہ شروع میں آ چکا ہے۔ سورہ نور کی آیت کے سلسلے میں احادیث سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں الا ما ظھر منھا سے وجہ اور کفین (چہرہ اور ہاتھوں) کا استثنا مراد ہے۔

سورہ احزاب کی آیت کے سلسلے میں مختلف احادیث کا حوالہ دینے کے بعد ان علماء کا نقطۂ نظر بھی سامنے آتا ہے کہ عورت کا برقعہ یا اور کسی چیز سے اپنے چہرے کو چھپانا مشروع اور پسندیدہ ہے، اگر چہ وہ اس پر لازم نہیں، اس طریقے پر عمل کرنا احسن ہے مگر جو عمل نہ کرے تو اس پر کوئی ہرج نہیں۔

حجاب کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بذات خود زینت نہ ہو۔ قرآن میں اس کو ''تبرج'' کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى
وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ إِنَّمَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ۝ (الاحزاب ۳۳)

''اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے مطابق مت پھرو اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح پاک صاف کرے''۔

اس حکم کا منشا یہ ہے کہ عورت اپنی زینت اور محاسن کو اس طرح ظاہر نہ کرے کہ اس سے دیکھنے والوں میں میلان اور شہوت پیدا ہو۔

حجاب کی تیسری شرط یہ ہے کہ کپڑا باریک نہ ہو کیونکہ اس کی موجودگی میں پردہ نہیں ہو سکتا اور باریک کپڑا، جس سے بدن جھلکے، عورت کی زینت اور فتنے میں اضافہ کرتا ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے آخری دور میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہن کر بھی ننگی دکھائی دیں گی''۔

رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں اور دوسرے کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔ اور نہ اس کی بو پائیں گی''۔ (مسلم، باب انساء)

حجاب کی چوتھی شرط یہ ہے کہ کپڑا ڈھیلا ڈھالا ہو۔ اس سلسلے میں حضرت فاطمہؓ کا ایک واقعہ ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ مرنے کے بعد عورت کو ایسے کپڑے میں لپیٹا جائے جس سے اس کا عورت ہونا ظاہر ہوتا ہو۔

پس دیکھو نبی ﷺ کی جگر گوشہ فاطمہؓ نے مردہ عورت تک کو ایسے کپڑے میں رکھنا قبیح قرار دیا جس میں اس کے نسوانی اعضاء ظاہر ہوتے ہوں پھر زندہ عورت کا ایسے لباس میں ہونا تو اور زیادہ برا ہوگا۔

حجاب کی پانچویں شرط یہ ہے کہ کپڑا خوشبو میں بسا ہوا نہ ہو۔ بہت سی احادیث ہیں جو عورت کو اس سے روکتی ہیں کہ وہ خوشبو لگا کر باہر نکلے۔ ابن دقیق نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں مسجد میں جانے والی عورت کے لیے خوشبو لگا کر نکلنے کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس

میں مردوں کے لیے شہوت کا محرک پایا جاتا ہے۔ جب یہ مسجد میں جانے والی عورت کے لیے حرام ہے تو وہ عورتیں جو بازار اور راستوں اور سڑکوں پر جاتی ہیں، یقیناً ان کی حرمت اور ان کا گناہ شدید تر ہوگا۔ اور ہیثمی نے لکھا ہے کہ عورت کا معطر اور مزین ہو کر گھر سے نکلنا گناہ کبیرہ ہے، خواہ اس کے شوہر نے اس کی اجازت دی ہو۔

حجاب کی چھٹی شرط یہ ہے کہ لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔

روایت میں آتا ہے کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ ﷺ اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔

رسول ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کے مشابہ بنیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کے مشابہ بنیں۔

ایسا لباس عورتوں کے لیے ممنوع ہے جس کا غالب حصہ مردوں جیسا ہو، اگرچہ وہ ساتر ہی کیوں نہ ہو۔

حجاب کی ساتویں شرط یہ ہے کہ لباس کافر عورتوں کے مشابہ نہ ہو۔ یہ بھی شریعت کا ایک عظیم اصول ہے کہ کفار سے مشابہت نہ اختیار کی جائے۔ نہ عبادت میں، نہ تہواروں میں، نہ پوشش میں قرآن میں اس کا مجمل حکم ہے مگر سنت میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کا صاف حکم موجود ہے کہ

لاتکونوا کالذین اوتوا الکتاب (حدید)

احادیث میں اس کی روایتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے نماز، جنازہ، روزہ، حج، ذبائح، طعام، لباس، آداب و عادات اور مختلف چیزوں میں کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا ہے۔

حجاب کی آٹھویں شرط یہ ہے کہ عورت کا لباس لباس شہرت نہ ہو۔ اس سلسلے کی ایک حدیث یہ ہے:

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِى الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے، اللہ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورت کا لباس اس کے پورے بدن کو چھپانے اور ڈھکنے والا ہونا چاہیے سوا چہرے اور دونوں ہاتھوں کے اور ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا لباس بذات خود زینت بن جائے۔ اور وہ نہ باریک ہو اور نہ تنگ ہو کہ بدن کے اعضاء ظاہر ہوں۔ وہ نہ خوشبو لگا ہوا ہو اور نہ وہ مردوں اور کفار کے مشابہ ہو اور نہ وہ لباس شہرت ہو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی سورہ النور کی مذکورہ آیت (۳۱) کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

”احقر کے نزدیک یہاں زینت کا ترجمہ ”زیبائش“ زیادہ جامع اور مناسب ہے۔ زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ کے خارجی ٹیپ ٹاپ سے۔ مطلب یہی ہے کہ عورت کی کسی بھی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی۔ اس کے یہ مجبوری یا بہ ضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو)۔“

ان علما کی رائے میں چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) الا ما ظهر منها میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر انہیں چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لیے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ آگے فقہاء نے قدمین کو بھی ان ہی اعضا پر قیاس کیا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ الا ما ظهر سے صرف عورتوں کو بہ ضرورت ان کے کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی۔ نامحرم کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ان اعضا کا نظارہ کریں۔ شاید اسی لیے اس اجازت (آیت ۳۱) سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم (آیت ۳۰) مومنین کو سنا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو۔ بہرحال پردے کے سلسلہ میں قرآن مجید کی ان تصریحات کی

موجودگی میں علماء اسلام نے پردہ کے متعلق مزید احادیث کی روشنی میں تفاصیل مرتب کی ہیں۔ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری اس مسئلہ میں یہ تفصیل بیان فرماتے ہیں:

سسرال والے مردوں سے پردے کی سخت تاکید

وعن عقبة بن عامر رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللّٰہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت (رواہ البخاری والمسلم)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ عورت کی سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں۔"

(مشکوٰۃ ص ۲۶۸، از بخاری، مسلم)

نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے اور رات گزارنے کی ممانعت

وعن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان (رواہ الترمذی)

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا فرد شیطان بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹، از ترمذی)

تشریح: شیطان کا کام معلوم ہی ہے کہ وہ گناہ کراتا ہے، جب بھی کوئی مرد غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا شیطان بھی وہاں موجود ہوگا، جو دونوں کے جذبات کو ابھارے گا اور دونوں کے دلوں میں خراب کام کرنے کے وسوسے ڈالے گا، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے سختی کے ساتھ غیر محرم کے پاس تنہائی میں رہنے کی ممانعت فرمائی۔ اس ممانعت پر بھی سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے، خواہ استاد ہو یا پیر ہو یا ماموں، پھوپھی، چچا اور خالہ کا بیٹا ہو، ان کے پاس تنہائی میں رہنے سے عورت کو پرہیز کرنا لازم ہے اور مردوں کو بھی نامحرم عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے اٹھنے سے بچنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے، نامحرم سے خلط ملط گناہ ہے۔

عن جابر رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم الا لا یبیتن رجل عند امرأة ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم (رواہ)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار کوئی شخص ہرگز کسی بے شوہر عورت کے پاس رات نہ گزارے، علاوہ کہ ایسا شخص ہو جس نے اس عورت سے نکاح کرلیا ہو یا اس کا محرم ہو۔"

(مشکوٰۃ ص ۲۶۸ از مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک میں بہت سختی کے ساتھ اس چیز کی ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی یا محرم عورت کے علاوہ کسی غیر محرم کے پاس رات بسر کرے۔ یہ ممانعت بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے اور اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے۔ یوں تو ہر وقت ہی نامحرم مرد وعورت کا تنہائی میں رہنا منع ہے، جیسا کہ ابھی گزشتہ حدیث میں گزرا، لیکن خصوصیت کے ساتھ کسی غیر محرم کے ساتھ رات کو رہنے کی ممانعت سختی کے ساتھ اس لیے فرمائی کہ رات کی اندھیرے اور یکسوئی میں گناہ کرنے کا موقع مل جانا آسان ہوتا ہے، اس ممانعت میں ہر نامحرم آگیا جیسے دیور، نندوئی، چچازاد بھائی، ماموں اور پھوپھی کا لڑکا، یہ سب غیر محرم ہیں۔ عورتیں عموماً ان کے پاس بے دریغ تنہائی میں بیٹھی جاتی ہیں اور رات تو کیا دن میں ان سے پردہ کرنے کا اہتمام نہیں کرتی ہیں، شریعت کے نزدیک یہ سخت منع ہے۔ مرد و عورت دونوں کے لیے حکم برابر ہے کہ نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رات نہ گزاریں۔ حدیث میں خصوصیت سے مرد کو اس لیے خطاب فرمایا کہ مرد طاقتور ہوتا ہے اور وہ تنہائی میں کسی

کر محرم عورت سے بے پردگی ہو جائے تو عورت اس کو جانے سے جواز دی۔ لہٰذا خطاب کا رخ مردوں کی طرف رکھا گیا کہ غیر عورت کے پاس رات نہ گزارے۔ اگر کوئی مرد اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو عورت پر لازم ہے کہ وہاں سے چلی جائے۔ اور اس مرد کو تنہا چھوڑ دے۔ حدیث لا یبیتن رجل عند امراۃ ثیب شادی کے بعد عورت ثیب ہو جاتی ہے چاہے شوہر کی موت یا طلاق سے فارغ ہو جائے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ثیب کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے فرمایا کہ ان کی خواہش رکھنے والے بکثرت خیال والے لوگ ثیبات ہی سے ہوتے ہیں۔ علاوہ بے تکلف ملنا ان کے پاس آنا جانا رکھنا چاہتے ہیں اور کنواری لڑکی کے پاس جانے کی جرأت بھی نہیں کرتے اور وہ خود بھی بچنے کی کوشش کیا کرتی ہے۔ اور گھر والے بھی اس کی حفاظت کا خیال رکھتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں۔ جب ثیب سے ہی غیر محرم کو رات گزارنے کی ممانعت ہے حالانکہ اس کے پاس آنے جانے میں آسانی بہت ہوتی ہے تو کنواری عورت کے پاس غیر محرم کا رات گزارنا بطریق اولیٰ منع ہوا۔

مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے کتنا پردہ ہے؟

وعن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد (رواہ مسلم)

”حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھے، اور نہ دو مرد ایک چادر میں لیٹیں اور نہ دو عورتیں ایک چادر میں لیٹیں۔“ (مشکوٰۃ المصابیح [illegible])

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح عورت کا مرد سے پردہ ہے اسی طرح عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے، لیکن پردوں میں تفصیل ہے۔ ناف سے گھٹنوں کے ختم ہونے تک کسی بھی مرد کو کسی مرد کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے، بہت سے لوگ آپس میں زیادہ دوستی ہو جانے پر پردے کی جگہ ایک دوسرے کو بے تکلف دکھا دیتے ہیں، یہ سراسر حرام ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم ہونے تک کھولنا حرام ہے، اور نامحرم عورت کے سامنے منہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ یا کوئی بال کھولنا درست نہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے چند روز بعد جب زچہ کو غسل کرایا جاتا ہے تو گھر کی سب عورتیں اس کو ننگی کر کے نہلاتی ہیں اور دائی وغیرہ سب دیکھتی ہیں، یہ بہت بڑی بے غیرتی ہے اور حرام ہے۔

مسئلہ: جس جگہ کا نظر کا پردہ ہے اس جگہ کو چھونا بھی درست نہیں ہے۔ چاہے کپڑا ہاتھ پر لپیٹا ہوا ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کسی بھی مرد کو یہ جائز نہیں کہ کسی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصہ کو ہاتھ لگائے، اسی طرح کوئی عورت کسی عورت کے ناف سے نیچے کے حصہ کو گھٹنوں کے ختم تک ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں دو مردوں کو ایک کپڑے میں ننگے ہو کر لیٹنے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہی ممانعت عورتوں کے لیے بھی ہے یعنی دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی ہو کر نہ لیٹیں۔

شوہر کے سامنے کسی دوسری عورت کا حال بیان کرنے کی ممانعت

وعن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباشر المرأۃ المرأۃ فتنعتها لزوجها کأنه ینظر الیها (رواہ البخاری ومسلم)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ مشغول ہونے کے بعد اپنے شوہر کے سامنے اس دوسری عورت کا حلیہ اور حال (اس کے رنگ روپ، حسن و جمال وغیرہ کا) اس طرح بیان نہ کرے کہ گویا وہ اس

عورت کو دیکھ رہا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸، از بخاری ومسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اپنے شوہر کے سامنے کسی بات کے سلسلہ میں یوں ہی اگر کسی عورت کا ذکر آجائے تو اس کے احوال کا ایسا صاف اور واضح بیان اپنے مرد کے سامنے کرنا بھی ایک طرح کی بے پردگی ہے، جیسے کسی کو آنکھ سے دیکھ کر طبیعت مائل ہوجاتی ہے ایسے ہی بغیر دیکھے حسن وجمال کا حال سن کر دل میں امنگ پیدا ہوتی ہے اور دیکھنے اور ملاقات کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے۔

نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرنے کی ممانعت

وَعَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ بَايَعْنَهُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَقُلْنَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُبَايِعُكَ عَلٰى اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيْ وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا وَلَا نَاْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيْهِ بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَاَرْجُلِنَا وَلَا نَعْصِيَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ قَالَتْ فَقُلْنَ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا هَلُمَّ نُبَايِعْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ اِنَّمَا قَوْلِيْ لِمِائَةِ امْرَاَةٍ كَقَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ مِثْلُ قَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ

(رواه مالک فی الموطا ما جاء فی البيعة)

"حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور چند دیگر عورتیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت اسلام کے لیے حاضر ہوئیں، عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ سے ان شرطوں پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور زنا نہ کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اور کوئی بہتان کی اولاد نہ لادیں گی، جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ڈالیں (اور اپنے شوہر کی اولاد بتائیں) اور نیک کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ اور کہہ لو کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق پورا عمل کریں گی۔ یہ سن کر ان عورتوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ہم اپنے نفسوں پر رحم کرتے ہیں، اس کے بعد عورتوں نے عرض کیا (یا رسول زبانی اقرار تو ہم نے کر ہی لیا ہے) لایئے (ہاتھ میں ہاتھ دے کر بھی) آپ سے بیعت کرلیں۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (جو میں نے زبان سے کہہ دیا سب کے لیے لازم ہوگیا اور الگ الگ بیعت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ) سو عورتوں سے (بھی) میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے۔" (موطا امام مالک مع اوجز المسالک ص ۴۳۳ ج ۱۶)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَمَنْ اَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ قَدْ بَايَعْتُكِ (اخرجه البخاری فی تفسیر سورة الممتحنة)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مومن عورتوں میں سے جس نے ان شرطوں کا اقرار کرلیا (جن کا گزشتہ حدیث میں اور سورۂ ممتحنہ میں ذکر ہے) تو اس کو حضور اقدس ﷺ نے زبانی فرمادیا کہ میں نے تجھے بیعت کرلیا (کیونکہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر آپ عورتوں کو بیعت نہ فرماتے تھے)۔ خدا کی قسم آنحضرت ﷺ کے ہاتھ نے بیعت کرتے وقت (بھی) کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا، آپ عورتوں کو صرف زبانی بیعت فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہوتا تھا "قد بایعتک" میں نے تجھے بیعت کرلیا۔" (صحیح بخاری ص ۷۲۶ ج ۲)

تشریح: ان دونوں احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہادیٔ عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ بیعت کے سلسلہ میں نہیں چھوا، جب کسی عورت نے بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمادیا" کہ جاؤ میں نے تم کو بیعت کرلیا۔" جب چند عورتوں نے اکٹھے ہوکر بیعت کی درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اِنِّی لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ" یعنی میں

عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔"

اس کے بعد فرمایا کہ "سو عورتوں سے میرا وہی کہنا ہے جو ایک دو عورت سے کہنا ہے۔" مطلب یہ ہے کہ ہاتھ دے کر بیعت کرنے ہی سے بیعت نہیں ہوتی بلکہ زبانی کہہ دینا بھی کافی ہے۔ پس جب کہ زبانی بیعت سے کام چل سکتا ہے تو غیر محرم عورتوں کا ہاتھ کیوں ہاتھ میں لیا جائے۔

اب ذرا ہم زمانے کے نام نہاد پیروں اور جاہل مرشدوں کی بدحالی کا بھی جائزہ لیں۔ یہ پیری کے جھوٹے مدعی مریدنیوں کے گھروں میں بے حجابانہ پردہ کے اہتمام کے بغیر یوں ہی گھس جاتے ہیں، اور مرید کرتے وقت ہاتھ میں ہاتھ بھی لیتے ہیں، جس کی وجہ سے عموماً ایسے واقعات بھی پیش آ جاتے ہیں جن کا پیش آ جانا بے پردگی اور بے شرمی کے بعد لازمی ہے۔ بھلا ایسے فاسق لوگ اس لائق ہو سکتے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا مرید ہو؟ ہرگز نہیں۔

اس طرح دولتمند سوسائٹی کے لوگوں میں جو یہ دستور ہے کہ دعوتوں اور پارٹیوں میں اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں سے خود مصافحہ کرتے ہیں اور اپنی عورتوں سے نامحرموں کا مصافحہ کراتے ہیں، یہ حرام ہے۔ اسلام کے احکام سب کے لیے ہیں، حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، گورا ہو یا کالا، دیسی ہو یا پردیسی۔ البتہ بہت بوڑھی عورت سے مصافحہ کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو اور نفس پر اطمینان ہو۔

سورہ نور ۶۰ میں ارشاد ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ ط وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

"اور بڑی بوڑھی عورتیں (جو بوڑھاپے کے باعث حیض سے اور اولاد کے جننے سے) بیٹھ چکی ہیں، جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کوئی امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے (زائد پردے کے) کپڑے (غیر محرم کے سامنے) اتار رکھیں (جن سے چہرہ چھپ رہتا ہے، بشرطیکہ اظہار زینت کا خیال نہ ہو اور اس میں بھی احتیاط برتیں تو ان کے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

حماموں اور تالابوں میں غسل کرنے کے احکام

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَیْرِ اِزَارٍ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُدْخِلْ حَلِیْلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَجْلِسْ عَلٰی مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَیْهَا الْخَمْرُ

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں نہ داخل ہو اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو" (مشکوٰۃ ص ۳۸۳، از ترمذی، نسائی)

تشریح: جو قومیں نبی اکرم ﷺ کی ہدایت سے محروم ہیں، وہ حیا و شرم سے خالی ہیں۔ انسان کا نفس شرم و حیا کی پابندی سے بچنا چاہتا ہے، اس لیے جو دین حق کے پابند نہیں ہوتے وہ شرم و حیا سے بھی آزاد ہوتے ہیں۔ مل جل کر مردوں اور عورتوں کا نہانا اور پردے کا اہتمام نہ کرنا جاہلیت کی تہذیب قدیم میں بھی تھا اور اب مغرب کی "تہذیب جدید" میں بھی ہے۔ حجاز سے باہر عہد نبوت میں ایسے حماموں کا رواج تھا جن میں مرد و عورت بغیر کسی پردے اور شرم کے اکٹھے ہو کر نہایا کرتے تھے اور یہ ان کے رواج اور سماج میں داخل تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے اولاً تو مردوں اور عورتوں کو ایسے حمام میں غسل کرنے سے منع فرمایا، پھر بعد میں مردوں کو تہبند باندھ کر نہانے کی اجازت دی (لیکن یہ اجازت اس شرط کے ساتھ ہے کہ کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کسی عورت پر نظر نہ ڈالے) اور عورتوں کے لیے ان حماموں میں نہانے کی ممانعت بھی جانہ باقی رہی۔ کیونکہ پورے کپڑے پہن کر بھی عورت غسل کرے گی، تب بھی مردوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں گی۔ بھیگا ہوا کپڑا بدن پر اس طرح چپک جاتا ہے کہ اجزا بدن کو الگ الگ ظاہر کرتا ہے اس حالت میں مردوں کی نظر کسی عورت پر پڑے گی تو مزید کشش کا باعث بنے

❁ ❁ ❁

کی۔ ترغیب وترہیب کی ایک روایت میں ہے کہ تہبند اور کرتہ اور دوپٹہ پہن کر بھی عورت کو مذکورہ بالا حماموں میں غسل کرنے سے ممانعت فرمائی۔

ہمارے اس زمانے میں کلب بنانے اور اس کا ممبر بننے کا رواج ہے۔ انہی کلبوں میں بعض کلب نہانے کے اور بعض تیرنے کے بنائے جاتے ہیں۔ مرد، عورت، لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے مل کر نہاتے اور تیرتے ہیں اور تیراکی کے مقابلے کرتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے ننگے جسموں کی بے پردگی ہوتی ہے، بداخلاقی، بدنظری، فحش اور عشق بازی پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس طرح کے کلب یورپ کی بے راہ روزندگی کی ایجاد ہیں، مگر افسوس ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے بھی اس طرح کے کلبوں کے ممبر بننے کو بڑا کارنامہ سمجھنے لگے ہیں، حالانکہ وہاں بے حیائی ہوتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے (اس کے بعض مستور اعضا کھلے ہوئے تھے) اسے دیکھ کر آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ پاک کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرم والا ہے اور پردے کو پسند فرماتا ہے لہٰذا تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردہ کر لیا کرے۔ (ابوداؤد شریف)

جن ملکوں اور علاقوں (مثلاً بنگال، آسام وغیرہ) میں تالابوں میں غسل کرنے کا رواج ہے، وہاں تالابوں پر بہت بے پردگی ہوتی ہے اور ان علاقوں میں بہت ہی بدترین رواج ہے کہ مرد وعورت اکٹھے تالاب میں نہاتے ہیں اور نہا کر باہر سے اٹھتے ہیں، جس کی وجہ سے عورتوں کا سارا جسم اور پنڈلیاں اور کمر اور پیٹ مرد دیکھتے ہیں حالانکہ یہ دیکھنا اور دکھانا حرام ہے۔ بعض قوموں اور خاندانوں میں یہ دستور ہے کہ عورت کی جب شادی ہو جاتی ہے تب سے صرف ساڑھی سے کام چلانا شروع کر دیتی ہیں، یہ قمیص و بلاؤز اور جمپر وغیرہ نہیں پہنتی ہیں۔ پیٹ پر کوئی کپڑا نہیں رہتا ساڑھی لپیٹ لی اور کچھ حصہ سر پر ڈال لیا، پیٹ، کمر، سینہ اور پنڈلیاں اور اکثر سر بھی کھلا رہتا ہے۔ بنگال، آسام وغیرہ میں سفر کیا جائے تو دیہاتوں میں اس طرح کی عورتیں بہت ملیں گی، ان میں مسلمان عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ [illegible]

شعار ہے جو فخر عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے محروم ہیں۔ مسلمانوں کو ہر بات میں اپنے دین پر قائم رہنا لازم ہے۔

سفر میں عورت کے جان ومال اور عفت کی حفاظت کے لیے شریعت کا ایک تاکیدی حکم

وعن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه قال قال النبی صلى الله تعالى عليه وسلم لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها محرم (بخاری ص [illegible] ج ۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ محرم کے بغیر ایک دن ایک رات کی مسافت کا سفر کرے۔"

تشریح: اس حدیث میں مسلمان عورت کو ایک بہت ہی اہم حکم دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ایک دن رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ بعض روایات میں محرم کے بغیر مطلق سفر کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ عورت کو تین دن تین رات کا سفر بغیر محرم کے ممنوع ہے۔ احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایک دن کا سفر ہو یا زیادہ کا، عورت بغیر محرم کے نہ جائے، خصوصاً اس زمانے میں جو فتنوں کا زمانہ ہے۔ لیکن اکثر احادیث کے پیش نظر ایسے سفر کے لیے بغیر محرم کے چلے جانے کی گنجائش ہے جو تین دن تین رات کی مسافت سے کم ہو۔

واضح رہے کہ ایک دن ایک رات کی مسافت سے سولہ میل اور تین دن اور تین رات کی مسافت سے ۴۸ میل مراد ہے۔ عہد نبوت میں چونکہ اونٹوں پر سفر ہوتا تھا اور روزانہ ایک منزل طے کرتے تھے جو سولہ میل کی ہوتی تھی، اس لیے سفر کی مسافت کو بیان کرنے کے لیے تین دن تین رات کی مسافت کہہ کر تعبیر کرتے تھے۔ تیز رفتاری سے سفر کرے یا ریل سے یا ہوائی جہاز سے، ۴۸ میل (۷۸ کلو میٹر) کا سفر عورت کے لیے بغیر محرم کے [illegible]

رات کے سفر کی بھی ممانعت احادیث میں مذکور ہے جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا۔ ہاسٹل وغیرہ میں رہنے والی لڑکے لڑکیاں بھی اس فرمان کو مانیں۔

بخاری کتاب الترغیب والترہیب میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ ایسا کوئی سفر کرے جو تین دن یا اس سے زیادہ کا ہو، علاوہ اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ ہو یا اس کا بھائی ہو یا شوہر ہو یا بیٹا ہو یا کوئی دوسرا محرم ہو (ص ۱۷ ج ۳ ترہیب الخ وان تسافر وحدها بغیر محرم) اور واضح رہے کہ ماموں، پھوپھی، چچا، خالہ ان سب کے بیٹے محرم نہیں ہیں، نہ ان کے ساتھ سفر میں جانا درست ہے، نہ ان کے سامنے بے پردہ ہوکر آنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح جس لڑکے کو بیٹا بنا کر پال لیا ہو وہ بھی محرم نہیں ہے، بڑا ہونے کے بعد اس کے سامنے بھی بے پردہ ہوکر آنا جائز نہیں ہے اور اس کے ساتھ سفر کرنا بھی درست نہیں ہے۔

بہت سے لوگ بہنوئی کو سالی کا محرم سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کی بہن ہمارے نکاح میں ہے چونکہ اس وقت تک اس کا نکاح درست نہیں ہے اس لیے ہم اس کے محرم ہیں۔ ان لوگوں کا یہ خیال باطل ہے، کیونکہ شریعت کے نزدیک محرم صرف وہی ہے جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو، خواہ وہ کنواری ہو، خواہ بیوہ ہو، خواہ مطلقہ ہو، خواہ کسی کے نکاح میں ہو۔

عورتیں راستوں کے درمیان نہ چلیں

وعن ابي اسيد الانصاري رضي الله تعالى عنه انه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء في الطريق فقال للنساء استأخرن فانه ليس لكن ان تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق فكانت المرأة تلصق بالجدار حتى ان ثوبها ليتعلق بالجدار [illegible] و بیہقی)

ترجمہ: ”حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے اور مرد عورت وہاں سے گزرنے لگے۔ راستے میں مرد عورت (اس طرح سے) مل گئے (کہ سب اکٹھے گزرنے لگے اور عورتیں ایک طرف نہیں تھیں، گو عورتیں پردہ میں تھیں مگر راستے کے درمیان مردوں کے مجمع میں جا رہی تھیں) یہ ماجرا دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتو! پیچھے ہو، تم کو راستے کے بیچ میں چلنے کی اجازت نہیں ہے، تم راستے کے کناروں پر ہو کر گزرو۔“ راوی کہتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد عورتیں راستے کے کناروں میں ایسے طریقے پر گزرتی تھیں کہ راستے کے دائیں بائیں جو کوئی دیوار ہوتی تھی اس سے چپک جاتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا کپڑا دیوار پر اٹکنے لگتا تھا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی عورتوں کو مردوں سے دور رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اگر عورت کو کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردے کا اہتمام کرے اور پردے کے اہتمام کے ساتھ نکلے کسی صورت میں بھی خوشبو لگا کر نہ نکلے اور جب راستے سے گزرے تو راستے کے درمیان نہ چلے بلکہ راستے کا درمیانی حصہ مردوں کے لیے چھوڑ دے اور خود راستے کے درمیان سے ہٹ کر کناروں پر چلے۔

حیا اور ایمان لازم و ملزوم

وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال ان الحياء والايمان قرناء جميعا فاذا رفع احدهما رفع الآخر.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں، جب ان دونوں میں ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲ از بیہقی)

تشریح: حیا مومن بندوں کی خاص صفت ہے۔ حیا اور ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں، یا تو دونوں رہیں گے یا دونوں رخصت ہوجائیں گے۔ بے پردگی اور اس کے لوازم اور رذائل سب کے سب اہل کفر کی دیکھا دیکھی نام نہاد مسلمانوں کے ماحول میں رواج پاگئے ہیں، جو لوگ بے پردگی کو رواج دینے کی کوشش میں ہیں ان

اپنی بہو، بیٹیوں کو یورپین عورتوں کی طرح بے حیا اور بے شرم بنا چکے ہیں۔ مادر پدر آزاد خیال اور آزاد لباس، ان میں بہت سے تو ایسے ہیں جو محض نام کے مسلمان ہیں اور حیا و شرم کے ساتھ ایمان کی دولت بھی کھو چکے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی درجے میں اسلام سے چپکے ہوئے ہیں، مگر ان کو تقلید یورپ کا مزاج اور بے حیائی اور بے شرمی کی طبیعت آہستہ آہستہ اسلام سے ہٹائے جا رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ ”حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں، ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔“ یہ ارشاد بالکل حق ہے، تجربہ اس کی گواہی دے رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ
تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

”یعنی انبیا سابقین علیہم السلام کی جو باتیں نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں، ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام شرم و حیا کی تعلیم دیتے آئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قومیں اللہ کے بعض پیغمبروں سے اپنا رشتہ جوڑنے کی دعوے دار ہیں اور ساتھ ہی بے شرم اور بے حیا بھی ہیں، وہ اپنے دعوے میں جھوٹی ہیں اور اپنے کفر و شرک اور بے حیائی کی زندگی کے باعث ان نبیوں کی ذات گرامی کے لئے عار ہیں جن سے اپنی نسبت قائم کرتے ہیں، کوئی بے شرم اور بے حیا کسی بھی نبی کے راستے پر نہیں ہو سکتا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ اَلْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ
وَالنِّكَاحُ

”یعنی پیغمبروں کے طرز زندگی میں چار چیزیں (بہت اہم ہیں) شرم کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔“

اللہ کے محبوب ترین بندے اس کے پیغمبر ہیں، انہوں نے حیا اور شرم کی زندگی کو اختیار کیا اور اپنی اپنی امت کو اپنے اپنے زمانے میں شرم و حیا کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا، جو لوگ بے شرم ہیں اللہ تعالیٰ سے دور ہیں، وہ اس کے پیغمبروں سے بھی دور ہیں۔

لباس اور زیب و زینت

آج کل کی عورتیں سر چھپانے کو عیب سمجھنے لگی ہیں اور دوپٹہ اوڑھتی بھی ہیں تو اول تو اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اور مواقع حسن و جمال اس سے پوشیدہ نہیں ہوتے۔ دوسرے اس قسم کے کپڑے کا دوپٹہ بناتی ہیں جو سر پر ٹھہرتا ہی نہیں، چکناہٹ کی وجہ سے بار بار سرکتا ہے اور پردے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں مصر کے باریک کپڑے پیش کیے گئے، ان میں سے ایک کپڑا آپ ﷺ نے مجھے عنایت فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے اپنا کرتہ بنا لینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا جس کا وہ دوپٹہ بنا لے گی۔ وہ کپڑا لے کر جب میں چل دیا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی کو بتا دینا کہ اس کے نیچے کوئی کپڑا لگا لے (جس سے اس کی باریکی کی تلافی ہو جائے اور) جو اس کے سر وغیرہ کو چھپائے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئیں۔ اس وقت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، اس کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھاڑ دیا، اور اپنے پاس سے ان کو موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا (موطا امام مالک)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ باریک دوپٹے سے پرہیز کرنا لازم ہے اور اگر بالفرض باریک دوپٹہ اوڑھنا ہی پڑ جائے تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگا لیں تا کہ سر اور دیگر اعضا نظر نہ آئیں۔

مسلمان عورت کو اسلام نے حیا اور شرم سکھائی ہے، نامحرموں سے خلط ملط کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے، جن کا پہننا نہ پہننا برابر ہو اور جن سے پردے کا مقصد فوت ہو جاتا ہو۔ عورتیں سروں پر ایسے دوپٹے اوڑھیں جن سے بال چھپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے اور نامحرموں کے

آجانے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں، قمیض جمپر اور فراک بھی ایسا پہنیں جن سے بدن نظر نہ آئے۔ آستینیں پوری ہوں، گلے اور گریباں کی کاٹ میں اس کا خیال رکھیں کہ پیچھے کمر اور آگے سینہ کا کچھ بھی حصہ کھلا نہ رہے۔ شلوار اور ساڑھی وغیرہ بھی ایسے کپڑے کی پہنیں جس سے ران، پنڈلی وغیرہ کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

مروجہ لباس کی خرابی

آج کل ایسے کپڑوں کا رواج ہو گیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کی شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں، جن میں پوری ٹانگ اور ران نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی۔ عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے ہیں، اول تو یہ دوپٹے پورے سر پر نہیں آتے، اور اگر ان سے سر کو ڈھانپ بھی لیا تو پردے کا مقصد پورا نہیں ہوتا، اور ان کو اوڑھ کر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جب حکم قرآنی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (سورۃ نور آیت پ۱۸) کی آیت نازل ہوئی تو صحابی عورتوں نے موٹی سے موٹی چادریں کاٹ کر دوپٹے بنا لیے، لیکن آج کل کی عورتوں کو گرمی کھائے جاتی ہے اور غلط رواج کی وبا ایسی پھیلی ہے کہ جو عورتیں اپنے آپ کو دیندار سمجھتی ہیں وہ بھی باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، اور ایسے ہی دوپٹے سے نماز پڑھتی ہیں۔

مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی عورتیں

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں کی دو جماعتیں میں نے نہیں دیکھی ہیں (کیونکہ وہ ابھی موجود نہیں ہوئیں، بعد میں ان کا وجود اور ظہور ہوگا) ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، ان سے لوگوں کو (ظلماً) ماریں گے، دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی (مگر اس کے باوجود) ننگی ہوں گی (مردوں کو) مائل کرنے والی اور (خود ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوں گے۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔ اور اس میں شک نہیں کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح عن بخاری از مسلم)

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے دو ایسے گروہوں کے متعلق پیشن گوئی فرمائی ہے، جن کو آپ ﷺ نے اپنے زمانے میں نہیں دیکھا تھا، لیکن آج وہ دونوں گروہ اپنے شر و فساد کے ساتھ موجود ہیں۔ خدا کے مقدس پیغمبر ﷺ نے اول تو ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو کوڑے لیے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو ماریں گے، یہ ان لوگوں کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی جو اپنے اقتدار کے نشے میں بات بات پر کمزوروں اور بے بسوں کو پیٹ دیا کرتے ہیں۔ خصوصاً پولیس والے جن کے ہاتھ میں کوڑے اور ہنٹر ہوتے ہی ہیں اور اسی طرح دیہات اور قصبات کے زمینداروں اور مالداروں کو دیکھا گیا ہے کہ تنگ دستوں اور بے کسوں کو جھوٹے سچے بہانے بنا کر پیٹتے ہیں، ان سے سیکڑوں کام بیگار میں لیتے ہیں، اور طرح طرح کے ظلم و ستم ان پر ڈھاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض واقعات یہاں تک سنے گئے ہیں کہ اگر کسی کم حیثیت والے مسلمان نے کسی دولت مند مسلمان کو سلام کر لیا تو اس غریب کو اس جرم میں پیٹ ڈالا کہ اس نے اپنے آپ کو ہمارے برابر سمجھا۔ اللہ ایسے ظالموں سے بچائے، یہ بے کس اور بے بس مظلوم بندے جب آخرت میں مدعی ہوں گے اور وہاں قاضی روز جزا کی عدالت میں پیشی ہوگی تو ظلم و ستم کا انجام حقیقت بن کر سامنے آجائے گا۔

✿ ✿ ✿

کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی

دوسری قسم ان عورتوں کے حق میں ارشاد فرمائی ہے کہ جو عورتیں موجودہ دور کی طرح سے پہنے ہوئے ہوں لیکن پھر بھی ننگی ہوں کیونکہ لباس اس قدر باریک کپڑے کا ہو کہ جس کی وجہ سے جسم چھپانے کا مقصد ہی حاصل نہ ہو سکے یا کپڑا باریک تو نہ ہو مگر چست ہو کہ اعضاء کی ساخت پر کس جانے سے اس کا پہننا نہ پہننا برابر ہو کہ بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے بھی اس کے اعضاء نمایاں ہوں، ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بقیہ حصہ کھلا ہوا ہو جیسا کہ آج کل عام طور سے عورتیں [illegible] سے پہنتی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثر داخل ہونے والے مسکین لوگ ہیں (جن کے پاس دنیا میں مال و دولت نہیں تھی جس سے دوسرے لوگ فتنوں میں مبتلا ہوتے ہیں) اور مال والے حساب دینے کے لیے روک لیے گئے ہیں، البتہ جن مالداروں کو دوزخ میں داخل ہونا ہے ان کے بارے میں دوزخ میں جانے کا حکم ہو چکا ہے، اور جب میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس کے اندر داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث اور اس کے علاوہ اور بھی دوسری احادیث سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دوزخ میں اکثر عورتیں ہوں گی اور اس کے متعدد اسباب بھی بتائے گئے ہیں کہ عورتیں کیوں دوزخ میں داخل ہوں گی، جب یہ بات ہے تو اس کی وجہ سے اور شوہر کے خدا سے اور احکام شریعت پر عمل نہ کرنے سے غافل ہے، در حقیقت عورتوں میں اچھے سے اچھے کپڑے اور عمدہ سے عمدہ زیور کی طلب اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان خواہشوں کی وجہ سے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ شوہروں کو بھی ان ہی خواہشوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اگر مال حلال ہو اور استطاعت ہو تو زیور بنانا جائز ہے اور عورت کو شوہر کی طرف سے زیور بنانا بھی جائز ہے اور اب تو [illegible] کی حقیقت [illegible] سے [illegible]

عمدہ زیور پہننا چاہتی ہیں اس سے اچھی اعلیٰ [illegible] بات میں آ جاتی ہیں۔ یہ حال تھی چاہے ان کا پہننا بھی جائز ہے لیکن ان کے حاصل کرنے کے لیے ناجائز طریقے اختیار کیے جاتے ہیں مثلاً زیور اور کپڑا ان کے حصول میں غلو اور فضول خرچی اور اسراف کو دخل ہو جاتا ہے، یہ جذبہ جب بڑھ جاتا ہے تو عورتوں میں پایا جاتا ہے اس نے عورتوں کو آخرت کی دولت سے غافل کر دیا ہے۔

اس چیز کی خاطر [illegible] حلال مال [illegible] کے [illegible] اور اس طرح [illegible] میں کھوٹ بھی کرتے ہیں۔ اگر شوہر کی آمدنی [illegible] سے حلال ہو یا اس کے پاس اتنا [illegible] ہو [illegible] تو عورتیں شوہر سے زیور کا تقاضا کرتی ہیں۔ شوہر کے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ [illegible] رشوت سے [illegible] رشوت لے کر زیور بنا کر دیتا ہے۔ یہ بھی سب عورتیں جانتی ہیں کہ زیور میں ہر وقت چوری کا ڈر لگا رہتا ہے، بلکہ اس کی حفاظت [illegible] میں [illegible] اور دوسری عورتوں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہے۔ [illegible] اہمیت ہوتی ہے اس لیے [illegible] شادی [illegible] جب [illegible] اس کی [illegible] نصیحت [illegible] اس [illegible] ہیں ان کی وجہ سے [illegible] عورتیں [illegible] کے پاس بھی ہو [illegible] جاتی ہے، اس میں بھی کسی دوسرے طریقے سے [illegible] ہوتا ہے۔

اسلام میں سادگی کی اہمیت

وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال لي رسول

الله صلى الله تعالى عليه وسلم يا عائشة إن أردت
اللحوق بي فليكفك من الدنيا كزاد الراكب وإياك
ومجالسة الأغنياء ولا تستخلقي ثوبا حتى ترقعيه
إياك والتنعم فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر تم (آخرت میں) مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تجھے دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے اتنا (مختصر سامان) کافی ہونا چاہیے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے اور مالداروں کے پاس نہ بیٹھنا اور کسی کپڑے کو پرانا (یعنی ناقابل استعمال) نہ سمجھنا جب تک اسے پیوند لگا کر نہ پہن لے اور دنیا کے آرام و آسائش سے بچنا، کیونکہ اللہ کے بندے عیش و آرام والے نہیں ہوا کرتے۔ (ترمذی و [illegible])

تشریح: اس حدیث میں تین اہم نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں جو بڑی اکسیر ہیں، پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے معمولی سامان سے کام چلاؤ، مسافر جتنا سامان ساتھ لے کر جاتا ہے اتنے سے [illegible] میں گزارا کرو۔ [illegible] کو بہت زیادہ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اکثر حصہ مال کا فضولیات اور فرنیچر اور زیب و زینت کے اخراجات پر صرف ہوتا ہے [illegible] کہ ان کے لیے [illegible] کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے اور آخرت میں جو مال کا حساب ہوگا وہ بھی بقدر مال ہوگا، [illegible] اور خرچ [illegible] حساب میں [illegible] کہ اس نے دنیاوی زندگی کا سامان جس قدر کم ہو بہتر ہے۔ آج کل سامان بڑھانے کی دوڑ ہے۔ [illegible] فرنیچر [illegible] بڑی بڑی کوٹھیوں پر اور [illegible] خرچ کے [illegible] ضروری امور پر خرچ ہوتے ہیں۔ [illegible] آدمی [illegible] صوفہ سیٹ کی طلب ہے [illegible] وغیرہ کی رغبت ہے، حالانکہ نیچے بیٹھنے کے لیے بس [illegible] بچھانے کے لیے چاہئیں جس سے وہ دونوں کام لے سکتے ہیں۔

دوسری [illegible] حضور اقدس ﷺ نے [illegible] اپنی [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو [illegible] یہ نصیحت فرمائی کہ [illegible] مالداروں [illegible] سے بچنا کیونکہ [illegible]

اللہ کے بندے عیش و آرام والے نہیں ہوتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من رضي بالله باليسير من الرزق رضي الله منه بالقليل من العمل

ترجمہ: جو شخص اللہ کی جانب سے ملنے والے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل سے راضی ہو جاتے ہیں۔ ([illegible])

اور ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول ﷺ ایک چٹائی پر سو گئے جب اٹھے تو جسم مبارک پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ! آپ ہم کو حکم دیں تو ہم آپ ﷺ کے لیے اچھا بچھونا بچھا دیا کریں اور اچھی چیزیں مہیا کر دیں [illegible] آپ ﷺ کے لیے [illegible] آپ ﷺ نے [illegible] فرمایا کہ مجھ کو دنیا کے عیش و آرام سے کیا تعلق؟ میرا دنیا سے بس اتنا ہی واسطہ ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے نیچے سایہ لینے کے لیے بیٹھ جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ ([illegible])

[illegible] کام میں [illegible] آج کل کے مسلمان [illegible] مردوں [illegible] اور لڑکیوں نے فیشن کو [illegible] اپنے [illegible] اخراجات بڑھا لیے ہیں [illegible] زندگی موقوف ہے [illegible] ہوتی ہے اور ظاہر ہے [illegible] آمدنی [illegible] سب [illegible] اور [illegible] قرض [illegible] چلا جاتا ہے۔

آج کل فیشن کا اس قدر شوقین بنا دیا ہے کہ وہ بچپن سے [illegible] اخراجات کی عادی ہو جاتی ہیں، شادی کے بعد شوہر پر بوجھ بن جاتی ہے۔ [illegible] آمدنی فیشن، لباس اور زیور کی نذر ہو جاتی ہے۔ [illegible] بیماری، نااتفاقی اور بدمزگی ظاہر ہونے لگتی ہے اور [illegible] تعلق باللہ، فکر آخرت [illegible] سجاوٹ تو [illegible] دل [illegible] کی [illegible] اور [illegible] ہے [illegible] موت [illegible] معلوم ہوتی ہے [illegible]

ستھرا، اخلاق اچھے، عادات پاکیزہ ہوں، یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ضرورت اس کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی دوبھر ہو جائے۔ خوب سمجھ لیں بڑھے چڑھے اخراجات روزِ حشر کے حساب کتاب کو طویل اور مشکل بنادیں گے۔ دوسری نصیحت حدیث شریف میں یہ فرمائی گئی کہ مالداروں کے پاس نہ بیٹھا کرو، یہ بہت کام کی نصیحت ہے۔ مالدار اکثر دنیاوی لذتوں کے دلدادے ہوتے ہیں، ان کی صحبت سے دنیاوی خواہشات طلب بڑھتی ہے اور آخرت کی رغبت گھٹتی ہے، نیز ان کا حال اور مال دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اللہ نے ان کو بہت کچھ دیا ہے اور ہم محروم ہیں۔ اس کی وجہ سے ناشکری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے حالانکہ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے کم تر کوئی نہ ہو۔ شکر گزار بننے کا طریقہ یہ ہے جو کوئی دنیاوی مال وزر اور آرام و آرائش کے لحاظ سے خود سے کم ہو اس کی طرف نظر کی جائے اور شکر کی حالت اختیار کی جائے، مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

(مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

"دنیاوی سامان (اور مال وزر میں) جو تم سے کم ہے اس کو دیکھو، اور جو تم سے بڑھا ہوا ہے اس کو نہ دیکھو ایسا کرنے سے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری نہ کرسکو گے جو اس نے عنایت فرمائی ہیں۔"

اس کو دوسرے عنوان سے آنحضرت ﷺ نے اس طرح فرمایا کہ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کو شاکر اور صابر لکھ دیں گے، ایک جس نے دین میں اس شخص کو دیکھا جو اس سے بڑھ کر ہو، اور پھر اس کی پیروی کی اور دنیا میں اس کو دیکھا جو اس سے کم ہے اور اس کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے اس شخص پر فوقیت دی ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ "شاکرین" میں شمار فرمائیں گے۔ جس نے دین میں ایسے شخص کو دیکھا جو اس سے کم ہے اور دنیا میں ایسے شخص کو دیکھا جو اس سے زیادہ ہے اور ان چیزوں پر افسوس کیا جو (دنیا میں) اس کو نہیں ملیں تو اسے اللہ تعالیٰ شاکرین اور صابرین میں شمار نہ فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۹ عن الترمذی)

نیز مالداروں میں اکثر فاسق وفاجر، بدکار، بے نمازی ہوتے ہیں، ان کی دولت کو دیکھ کر رال ٹپکانا بہت بڑی نادانی ہے۔

"حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی فاجر (بدکار) کی نعمت دیکھ کر رشک نہ کرو، کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ موت کے بعد اس کا کیا حال ہونے والا ہے۔ بلاشبہ اس کے لیے اللہ پاک کے پاس ایک جان لیوا عذاب ہے یعنی دوزخ کی آگ ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۷ عن شرح السنۃ) اگر دنیا میں سامان بہت جمع کرلیا اور آخرت میں عذاب بھگتنا پڑا تو کیا نفع ہوا؟ خوب سمجھ لو کہ دوزخ کا عذاب اس قدر شدید ہوگا کہ اس کی تکلیف سے آدمی چاہے گا کہ مرجائے مگر مرے گا نہیں، عذاب بھگتتا رہیگا۔ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ (الاعلیٰ-۱۳)

تیسری نصیحت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ کپڑے کو اس وقت تک پرانا یعنی ناقابل استعمال مت سمجھنا جب تک کہ اس کو پیوند لگا کر نہ پہن لو، مطلب یہ ہے کہ اس اعتبار سے پرانا مت سمجھنا کہ بہت دن سے استعمال ہو رہا ہے بلکہ کپڑا جب تک سالم رہے اس وقت تک تو استعمال کرتے رہو اور جب پھٹنا شروع ہو جائے تب بھی اس کو ناقابل استعمال سمجھنے میں جلدی نہ کرو بلکہ اس میں پیوند لگا کر پہنتے رہو۔ اس پر عمل کرنے سے جلدی جلدی کپڑے بنانے کی ضرورت نہ ہوگی اور زیادہ کمائی کی فکر نہ کرنی پڑے گی۔ اور ساتھ ہی ساتھ تکبر اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننے کا جذبہ بھی پیدا نہیں ہوگا۔ یہ نصیحت اگرچہ آج کے نئے دور کے لڑکوں اور لڑکیوں کی سمجھ میں نہ آئے گی کیونکہ وہ سرمایہ دارانہ معاشی ومعاشرتی نظام میں پل رہے ہیں کا لازمی نتیجہ عیش عشرت اور ترغیبات نفس ہیں اور، خود پسندی، ریاکاری اور جھوٹ فریب اس نظام کی خصوصیات ہیں، مگر نصیحت ہے۔ بہت کام کی، جو کوئی اس پر عمل کرے گا دنیا میں اسے سکون نصیب ہوگا اور آخرت کی عزت بھی ملے گی، گو بعض اہل دنیا پیوند کا کپڑا دیکھ کر حقیر ہی جانیں گے۔

* * *

شادی، جہیز اور حق مہر

خالق کائنات نے تمام مخلوقات میں انسان کو ایک ممتاز مقام عطا فرمایا ہے، انسان کی اس ممتاز حیثیت کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے کردار و اخلاق کے ذریعے بھی دیگر مخلوقات سے ممتاز رہے اور اس میں ایسے اعمال و اخلاق نہ پائیں جائیں جن سے انسانی حیثیت کو ٹھیس پہنچے۔ انہی مقاصد کے پیش نظر اسلام نے خاندانی نظام کو بے حد اہمیت دی ہے اور اس کے لیے مستقل طور پر احکام صادر کیے ہیں۔

اسلام پہلا دین ہے جس نے بہتر خاندانی نظام کی تشکیل کے لیے شادی شدہ جوڑوں کو زندگی گزارنے کے لیے جامع ہدایات دی ہیں اور دونوں فریقین کی اصلاح و تعمیر پر بھرپور توجہ دی ہے، مثلاً قرآن مجید مرد و عورت کے مابین رشتہ نکاح کو باعث سکون اور رحمت نیز اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے قرار دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس نے تمہارے جوڑے بنائے کہ تم باہمی سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان الفت اور رحمت پیدا کی (سورۃ روم آیت ۲۱)

شادی کے بعد میاں بیوی کا ایک خاندان بن جانے کا عمل ہی معاشرے کی اساس ہے جس کی تعمیر میں ہر فرد حتی المقدور حصہ لیتا ہے۔ پس قرآن نے عقد و نکاح کو مرد و عورت لیے خیر و برکت کا موجب ٹھرایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

''اور تم میں جن کے نکاح نہیں ہیں، ان کا نکاح کروا دیا کرو۔'' (سورۃ النور آیت ۳۲)

نبی اکرم نے شادی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے متعدد بار ارشاد فرمایا:

''نکاح کرنا میری سنت ہے۔ جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں''۔

مزید آپ ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمانو! تم میں جو مہر و نفقہ کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ پاک اور اخلاق کی حفاظت ہوتی ہے جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہوا سے چاہیے کہ روزے رکھے۔'' (صحیح مسلم)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے میزان اعمال میں جو چیز سب سے پہلے رکھی جائے گی وہ اس کا کنبہ پر کیا ہوا خرچ ہوگا''۔

(کنزالعمال)

آپ ﷺ نے رہبانیت کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ یہ اسلام کی نگاہ میں فطرت کے خلاف اور قابل مذمت ہے، ارشاد ہے کہ:

''اسلام میں ترک دنیا کا تصور نہیں ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ'' نکاح کے لیے دیندار عورت کا انتخاب کرنا چاہیے۔ نیز فرمایا کہ دنیا کی عزیز ترین متاع نیک عورت ہے''۔ (کنزالعمال)

اسلام نے چودہ سو سال قبل عائلی زندگی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ان کے مندرجہ ذیل مقاصد بیان کیے:

بقائے نسل انسانی

عائلی زندگی کا بنیادی اور اولین مقصد نسل انسانی کی بقا، تحفظ اور تسلسل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! وہ رب جس نے تم کو اکیلی جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر ان دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں

پھیلا دی۔ (سورۃ نساء، آیت نمبر ۱)

اس آیت کی تائید میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"میں کثرت امت محمدیہ کی بنا پر قیامت کے روز دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔

اس کی مزید تشریح ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو اس لیے کہ میں تمہاری کثرت پر دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا"۔

تربیت اولاد

اولاد اپنی پرورش کے لیے والدین کی دست نگر ہوتی ہے اس لیے ان کی مناسب پرورش نیز اخلاقی، جسمانی اور روحانی تربیت بھی والدین کا فرض ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"اپنے آپ اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ"۔

اس ضمن میں رسول ﷺ نے فرمایا

"خبردار! تم میں سے ہر شخص راعی (حاکم) ہے اور رعیت رکھنے والا ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس خلیفہ لوگوں کا راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچے کی محافظ اور نگہبان ہے اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا"۔ (صحیحین)

محبت و شفقت

قرآن مجید میں عائلی زندگی کا ایک مقصد سکون و راحت اور محبت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے تم ہی سے جوڑے پیدا کیے تاکہ ان کے پاس تم سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت و راحت پیدا کر دی۔"

(سورۃ روم، آیت ۲۱)

تحفظ اخلاق

خانگی زندگی کا ایک مقصد تحفظ اخلاق اور عصمت و عفت کی حفاظت ہے۔ قرآن نے نکاح کو قصد قرار دیا ہے جو آدمی کے اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح اسلام کی نظر میں عائلی زندگی اپنانا ہی بے داغ سیرت اور عصمت و پاکیزگی کی ضمانت ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

"محرم رشتوں کے علاوہ باقی سب عورتیں تم پر حلال ہیں بشرطیکہ تم شہوت رانی کے لیے نہیں بلکہ قید نکاح میں لانے کے لیے اپنے اموال کے بدلے میں حاصل کرنا چاہو"۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

"نکاح کیا کرو کیونکہ اس سے نگاہ جھک جاتی ہے (یعنی نکاح بے راہ روی سے روکتا ہے)۔"

احساس ذمہ داری

خانگی زندگی انسان میں ذمہ داری پیدا کرتی ہے، خصوصاً معاش اور حصول رزق کے لیے اسے ابھارتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: "اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو نکاح کے لائق ہوں ان کا بھی اگر وہ تنگ دست ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا"۔ (سورۃ نور، آیت ۳۲)

جہیز

شادی میں جہیز دینے کے مروجہ طریقے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ رسم ہندوستان اور پاکستان کے سوا دوسرے مسلم ملکوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ برصغیر ہند کے مسلمانوں میں یہ رسم یقینی طور پر ہندوؤں سے آئی ہے۔ ہندو لوگ، اپنے قدیم قانون کے مطابق، بچی کو وراثت حصہ نہیں دیتے تھے، اس کی تلافی کے لیے ان کے یہاں یہ رواج پڑ گیا کہ شادی کے موقع پر لڑکی کو زیادہ سے زیادہ جہیز دیا جائے۔ چنانچہ وہ جہیز کے نام پر اپنی دولت کا ایک حصہ دینے کی کوشش کرنے لگے۔

اس ہندوانہ طریقے کی تقلید برصغیر کے مسلمان بھی کر رہے

* * *

ہیں۔ اسلام میں اگرچہ لڑکی کو وراثت میں باقاعدہ حصہ دار بنایا گیا ہے۔ مگر مسلمانوں نے عملی طور پر لڑکیوں کو اس شرعی حق سے محروم کر رکھی ہے۔ اس کی تلافی کے لیے انہوں نے اس ہندوانہ طریقے کا اختیار کر لیا ہے کہ شادی کے موقعے پر لڑکی کو کوئی سامان دے کر اسے خوش کر دیا جائے۔ مروجہ جہیز حقیقتاً اسلام کے قانون وراثت سے فرار کی تلافی ہے جس کو پڑوسی قوم سے لے کر لیا گیا ہے۔

کچھ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ جہیز رسول ﷺ کی سنت ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ نے جب اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو ان کو اپنے پاس سے جہیز عطا کیا۔ اس قسم کی بات دراصل غلطی پر سرکشی کا اضافہ ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ نے جو کچھ دیا اس کا کسی طرح بھی مروجہ جہیز سے تعلق نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا میں غالباً کوئی ایک مسلمان بھی نہیں جو اپنی لڑکی کو یہ پیغمبرانہ جہیز دینے کے لیے تیار ہو۔

فاطمہؓ کا جہیز

”وہ جہیز“ کیا تھا جو رسول ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو دیا، اس کی تفصیل روایات میں آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معروف معنوں میں کوئی جہیز نہ تھا بلکہ انتہائی معمولی قسم کا روزمرہ ضرورت کا سامان تھا۔ یہاں ہم اس مسئلہ کی چند روایات نقل کی جاتی ہیں:

اخرج البیہقی فی الدلائل عن علی انہ قال: جَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاطِمَةَ فِيْ خَمِيْلٍ وَ قِرْبَةٍ وَ وِسَادَةِ اَدَمٍ حَشْوُهَا اِذْخِرٌ (کنز العمال جلد ۔ صفحہ ۱۱۳)

”حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فاطمہؓ کو جہیز میں ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں اذخر گھاس کا بھراؤ تھا۔“

عن اسماء بنت عمیس قالت لَمَّا اُهْدِيَتْ فَاطِمَةُ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ لَمْ نَجِدْ فِيْ بَيْتِهِ اِلَّا رَمْلًا مَبْسُوْطًا وَ وِسَادَةً حَشْوُهَا لِيْفٌ وَجَرَّةً وَ كُوْزًا (حیاۃ الصحابہ)

”حضرت اسماءؓ بنت عمیس کہتی ہیں کہ فاطمہؓ جب رخصت کر کے علیؓ یہاں بھیجی گئیں تو ہم ان کے گھر میں اس کے سوا کچھ نہ پایا کہ وہاں ریت بچھی ہوئی تھی اور ایک تکیہ جس کا بھراؤ کھجور کی چھال تھا۔ اور ایک گھڑا تھا اور ایک پانی پینے کا پیالہ۔“

عام خیال یہ ہے کہ شادی کے وقت لڑکی کو کافی سامان بطور جہیز چاہیے تاکہ وہ آسانی کے ساتھ اپنا نیا گھر بنا سکے۔ مگر یہ سراسر جاہلانہ تصور ہے۔ اسلام ازدواجی اور گھریلو زندگی کے تصور سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر یہ کوئی اسلامی چیز ہوتی تو یقیناً رسول ﷺ کی زندگی میں اس کا نمونہ پایا جاتا۔ کیونکہ آپ دنیا میں اسی لیے آئے کہ دنیا و آخرت کے تمام معاملات میں خدا پرستانہ زندگی کا سچا نمونہ پیش کر کے دکھائیں۔

اصل عطیہ

بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ بظاہر شادی کرتے ہیں۔ وہ نکاح کے مخصوص دن اپنی لڑکی کو زیادہ سامان نہیں دیتے مگر بعد کو وہ سب کچھ مزید اضافے کے ساتھ اس کو دے دیتے ہیں جو ایک دنیادار آدمی نکاح کے وقت نمائش کر کے اپنی لڑکی کو دیتا ہے۔

مگر یہ بھی رسول ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں۔ حضرت رسول ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ مگر آپؐ نے ان کو نہ نکاح کے دن گھر بنانے کے لیے ساز و سامان کا ڈھیر دیا اور نہ آپؐ نے ایسا کیا کہ اولاً سادہ انداز میں نکاح کر دیں اور اس کے بعد خاموشی کے ساتھ ہر چیز صاحبزادیوں کے گھر پہنچا دیں۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہؓ نے درخواست کی تب بھی آپ نے دینی نصیحت کے سوا ان کے لیے اور کچھ نہ کیا۔

حضرت فاطمہؓ کے بارے میں ایک روایت مختلف الفاظ سے حدیث کی کتابوں میں آئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو گھر کا سارا کام خود کرنا پڑتا تھا۔ وہ اس سے بہت پریشان تھیں۔ اس دوران رسول ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے۔ حضرت علیؓ نے اپنی اہلیہ حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تمہارے والد کے پاس گرفتار شدہ غلام آئے ہیں تم جاؤ اپنی خدمت کے لیے ایک غلام مانگ لو۔

حضرت فاطمہؓ رسول ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ نے کہا میری بچی تم کس ضرورت سے آئی ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو سلام کرنے

کے لیے۔ حضرت فاطمہ شرم و حیا کی وجہ سے آپ سے سوال نہ کر سکیں اور سلام کر کے واپس آ گئیں۔ اس کے بعد رسول ﷺ خود ان کے گھر پر آئے۔ اس کے بعد جو گفتگو ہوئی اس کے الفاظ ایک روایت کے مطابق یہ تھے:

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ مَجَلَتْ يَدَايَ مِنَ الرَّحٰى اَطْحَنُ
مَرَّةً وَ اَعْجِنُ مَرَّةً فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ يَّرْزُقْكِ
اللّٰهُ شَيْئًا يَأْتِيْكِ وَ سَاَدُلُّكِ عَلٰى خَيْرٍ مِّنْ ذَالِكِ
اِذَا لَزِمْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ
كَبِّرِيْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ احْمِدِيْ اَرْبَعًا وَّ ثَلَاثِيْنَ فَذَالِكِ
مِائَةٌ خَيْرٌ لَّكِ مِنَ الْخَادِمِ (كنز العمال)

''حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے خدا کے رسول ﷺ، میرے دونوں ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ کبھی چکی پیستی ہوں اور کبھی (آٹا) گوندھتی ہوں (اس لیے مجھے ایک خادم دے دیجیے) رسول نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو رزق مقدر کیا ہوگا وہ تمہارے پاس آ جائے گا۔ اور میں تم کو اس سے بہتر چیز بتاتا ہوں۔ تم جب سونے کے جاؤ تو ۳۳ مرتبہ بار سبحان اللہ کی تسبیح کرو۔ اور ۳۳ بار الحمد للہ کی اور ۳۴ بار اللہ اکبر کی تسبیح کرو۔ یہ تسبیح کا عمل تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔''

جو لوگ اپنی لڑکیوں کو بڑے بڑے جہیز دینے کے لیے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی مثال پیش کرتے ہیں تو کیا کوئی ہے جو ایسا کر سکے کہ اس کی لڑکی اس کو اپنے ہاتھوں چھالے دکھائے اور وہ اس کو یہ کہے بیٹی کہ تم اللہ سے دعا کرتا کرو۔

جہیز سنت رسول ﷺ نہیں

رسول ﷺ کے یہاں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ تین اور صاحبزادیاں تھیں جو بڑی ہوئیں اور پھر بیاہی گئیں مگر مذکورہ ''جہیز'' بھی آپ نے صرف حضرت فاطمہ کو دیا۔ بقیہ صاحبزادیوں کو اس قسم کا کوئی جہیز نہیں دیا۔ اگر جہیز فی الواقع آپ کی مستقل سنت ہوتی تو آپ نے بقیہ صاحبزادیوں کو بھی ''جہیز'' دیا ہوتا۔

یہ فرق خود ثابت کرتا ہے کہ مذکورہ جہیز، اگر اس کو جہیز کہا جا سکے، بربنائے ضرورت تھا نہ کہ بربنائے رسم۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ جب چھوٹے تھے اسی وقت رسول ﷺ نے ان کے والد (ابو طالب) سے کہہ کر کے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔ حضرت علیؓ بچپن سے آپ کے زیر کفالت تھے۔ گویا حضرت علیؓ ایک اعتبار سے آپ کے چچا زاد بھائی تھے اور دوسرے اعتبار سے آپ کے بیٹے کے برابر تھے۔ بچپن سے آپ کے تمام اخراجات کی فراہمی آپ کے ذمے تھی۔ اس لیے بالکل قدرتی بات تھی کہ نکاح کے بعد نیا گھر بسانے کے لیے آپ انہیں بطور سرپرست کچھ ضروری سامان دے دیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسلام ایک ناقص دین ہے، اس میں زندگی کے تمام معاملات کے بارے میں احکام موجود نہیں تو مسلمان ایسے شخص سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر عملاً مسلمان اسی بات کا مظاہرہ کر رہے ہیں کہ اسلام ایک ناقص دین ہے، یا کم از کم یہ کہ اس کی ہدایات کے مقابلے میں دوسرے مذہب کے طریقے زیادہ بہتر اور زیادہ قابل عمل ہیں۔

جہیز کے بارے میں مسلمانوں نے واضح طور پر ہندوانہ طریقے اختیار کیے ہیں۔ اسی طرح شادی بیاہ کی دوسری رسوم جو مسلمانوں میں رائج ہیں وہ اسلام سے زیادہ دوسری قوموں کے طور طریقوں سے ماخوذ ہیں۔ اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہو کہ عمل کیے بغیر صرف اسلام کے کامل دین ہونے پر فخر کرنا ہی خدا کے یہاں ان کی مقبولیت کے لیے کافی ہے تو اس سے بڑی غلط فہمی اور کوئی نہیں۔ کیونکہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر فخر کرتے تھے اس کے باوجود وہ خدا کے یہاں ملعون قرار دیے گئے۔

مہر کا مسئلہ

نکاح کے وقت مرد مہر کے نام سے جو رقم اپنی بیوی کے حوالے کرتا ہے اس کا تعلق ایک خاص پہلو سے ہے کہ گھر کے داخلی امور کی ذمہ داری بنیادی طور پر عورت پر ڈالی گئی ہے اور گھر کے خارجی امور اور مالیات کی فراہمی کی ذمہ داری بنیادی طور پر مرد کے

اوپر ہے۔ اسلام کے مطابق چوں کہ مرد اصولی طور پر عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہے اس لیے جب وہ ایک عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہ نکاح کے ساتھ اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہے کہ وہ عورت کے تمام ضروری اخراجات کی کفالت کرے گا۔ مہر اسی کی ایک علامت ہے۔ مرد اپنی بیوی کو مہر کے نام پر ایک علامتی رقم ادا کر کے عمل کی زبان میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کی مالیاتی کفالت کی ذمہ داری لے رہا ہے۔ مہر کی اصل حیثیت یہی ہے۔ نکاح کے بعد عورت کچھ عرصے تک نئے گھرانے سے ضروریات کے لیے رقم نہیں مانگ سکے گی اس لیے شریعت نے مہر کی صورت میں کچھ رقم خرچ کے ذمہ دار (شوہر) سے لے کر اس کے ہاتھ میں تھما دی تاکہ بے تکلفی کا ماحول پیدا ہونے تک ضروریات کے لیے کچھ رقم اس کے پاس ہو۔

مہر معجّل

مہر اصطلاحی طور پر اس رقم (یا کسی متعین چیز) کا نام ہے جو مرد نکاح کے وقت اپنی بیوی کو ادا کرتا ہے۔ اس مہر کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس کو نکاح کے وقت فوراً ادا کر دیا جائے۔ مہر کی اس قسم کو مہر معجّل کہتے ہیں۔ معجّل کا لفظ عجلت سے بنا ہے، یعنی جلد یا بلا تاخیر ادا کیا جانے والا مہر۔

رسول ﷺ اور اصحابہ اکرامؓ کے زمانے عام رواج مہر معجّل ہی کا تھا۔ وہ لوگ مختصر مہر باندھتے اور نکاح کے وقت ہی اس کو ادا کر دیتے۔ رسول ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے کیا۔ اس سلسلہ میں مختلف تفصیلات حدیث کی کتابوں میں آئی ہیں۔ اس کا ایک جز مہر کے بارے میں ہے۔ نکاح کی بات طے ہونے کے بعد رسول ﷺ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا ایک حصہ یہ ہے:

فَقَالَ وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تَسْتَحِلُّهَا بِهِ. فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ وَمَا فَعَلْتَ دِرْعٌ مَنَحْتُكَهَا. فَوَ الَّذِيْ نَفْسُ عَلِيٍّ بِيَدِهٖ إِنَّهَا لَحُطَيْمَةٌ مَا قِيْمَتُهَا أَرْبَعَةُ دَرَاهِمَ فَقُلْتُ عِنْدِيْ. فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَابْعَثْ إِلَيْهَا بِهَا فَاسْتَحِلَّهَا بِهَا فَإِنَّهَا كَانَتْ لَصَدَاقُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (البدایہ والنہایہ جلد ۳)

''رسول ﷺ نے کہا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز (بطور مہر) ہے جس کے ذریعہ تم فاطمہؓ کو اپنے لیے جائز کرو۔ میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم اے خدا کے رسول۔ آپ نے کہا کہ وہ زرہ کیا ہوئی جو میں نے تم کو دی تھی۔ (حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں علی کی جان ہے، وہ زرہ ٹوٹ چکی تھی، اس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ پس میں نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے کہا کہ میں نے تمہارا نکاح فاطمہؓ سے کر دیا تو اس زرہ کو فاطمہؓ کے پاس بھیج دو اور اس کے ذریعے فاطمہ کو اپنے لیے جائز کرو۔ تو یہ تھا فاطمہ بنت رسول ﷺ کا مہر۔''

حضرت ربیعہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں رسول ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ربیعہ تم نکاح نہیں کر لیتے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ یہ سوال و جواب کئی بار ہوا۔ آخر رسول ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول ﷺ نے مجھ کو بھیجا ہے اور کہا کہ تم فلاں عورت سے میرا نکاح کر دو۔ چنانچہ میں نے جا کر کہا اور انھوں نے میرا نکاح کر دیا۔ مگر مجھے یہ غم تھا کہ میرے پاس مہر دینے کے لیے کچھ نہیں۔ میں نے واپس آ کر رسول ﷺ سے کہا۔

رسول ﷺ نے قبیلے اسلم کے سردار بریدہ اسلمی سے کہا کہ اے بریدہ تم لوگ اس کے لیے ایک گٹھلی کے ہم وزن سونا جمع کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے میرے لیے ایک گٹھلی کے ہم وزن سونا جمع کیا پھر میں جو کچھ انہوں نے جمع کیا تھا لیا اور رسول ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو لے کر بیوی کے پاس جاؤ اور کہو کہ یہ اس کا مہر ہے۔ پھر میں بیوی کے پاس گیا اور کہا کہ یہ اس کا مہر ہے۔ انہوں نے قبول کیا اور وہ راضی ہو گئے انہوں نے کہا کہ بہت ہے، اچھا ہے۔

مہر مؤجل

مہر کی دوسری صورت یہ ہے کہ مرد یہ وعدہ کرے کہ وہ قریبی مدت میں اس کو ادا کر دے گا۔ اس دوسری قسم کی مہر کا شرعی نام مہر

مؤجل ہے۔ مؤجل کا لفظ اجل (مدت) سے بنا ہے۔ مہر مؤجل کا مطلب یہ ہے کہ وہ مہر جس کی ادائیگی قریبی مدت میں کرنی ہو۔

مہر مؤجل کی ایک مثال حضرت موسیٰؑ کے نکاح میں ملتی ہے۔ قرآن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے نکل کر مدین پہنچے تو وہاں انہوں نے حضرت شعیب کی صاحبزادی (صفورا) سے نکاح کیا۔ یہ نکاح مہر مؤجل پر ہوا تھا۔ نکاح کی مہر طرفین کی رضامندی سے یہ قرار پائی کہ حضرت موسیٰؑ اپنے بوڑھے خسر حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں۔ اس گلہ بانی کی اجل (مدت) کم سے کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ دس سال تھی۔ اس کے مطابق حضرت موسیٰؑ کا نکاح ہوا اور پھر انہوں نے دس سال تک حضرت شعیب کے گھر پر خدمت کی۔ اس طرح مہر مؤجل کو پورا کر کے وہ دوبارہ مدین سے مصر کے لیے روانہ ہو گئے۔ (القصص)

مہر مؤجل کسی قسم کے غیر متعین مہر کا نام نہیں ہے۔ شرعی اعتبار سے مہر مؤجل وہ ہے جس کی ادائیگی قریبی مدت میں بوقت نکاح طے ہوا اور وہ قریبی مدت میں پوری طرح ادا کر دی جائے۔

فقہا کی رائے

مہر کا اصل شرعی طریقہ یہ ہے کہ اس کو نکاح کے وقت فوراً ادا کر دیا جائے۔ اسی پر اکثر صحابہ کا عمل رہا ہے۔ گویا اصل مہر وہی ہے جو مہر معجل ہو۔ مہر کی دوسری قسم (مہر مؤجل) معجل کے برابر درجے کا طریقہ نہیں۔ یہ صرف رخصت کا طریقہ ہے۔ اصلاً مہر کی ایک ہی قسم ہے اور فوراً ادا کر دینا ہے۔ تاہم بطور رخصت یہ دوسرا طریقہ بھی رکھا گیا ہے تاکہ آدمی ضرورت نکاح کے بعد بھی قریبی مدت پر اس کو ادا کرے بری الذمہ ہو سکے۔

زیادہ مہر سے گریز

مہر رقم کی صورت میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور کسی چیز کی صورت میں بھی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مقدار حسب استعداد مقرر کی جائے۔ وہ اتنی ہی ہو کہ آدمی سہولت کے ساتھ اس کو اسی وقت ادا کر سکے۔ مہر کی کم سے کم حد کے بارے میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں۔ تاہم ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ وہ اتنی ہو کہ اس کے ذریعے سے ضرورت کی کوئی چیز خریدی جا سکے۔ ہر وہ رقم مہر بن سکتی ہے جو کسی چیز کی قیمت ہو۔

كُلُّ مَا صَلُحَ ثَمَنًا صَلُحَ صَدَاقًا

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد۴، صفحہ۱۰۷)

احادیث میں کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس میں زیادہ مہر مقرر کرنے کی ہمت افزائی کی گئی ہو۔ اس کے برعکس بہت سی روایتیں ہیں جن میں مہر مقرر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس طرح کے معاملات میں اسلام کا طریقہ ہمیشہ تلقین کا ہوتا ہے نہ کہ تحریم کا۔ چنانچہ زیادہ مہر کو اگرچہ بالکل ممنوع قرار نہیں دیا گیا ہے مگر تمام روایتیں اسی کے حق میں ہیں کہ مہر زیادہ نہ باندھا جائے۔ چند روایتیں یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ النِّسَاءِ
أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر عورت وہ ہے جس کا مہر سب سے آسان ہو۔‘‘

عن عائشة انه صلي الله عليه وسلم قال مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ
تَسْهِيْلُ أَمْرِهَا وَ قِلَّةُ صَدَاقِهَا

’’رسول ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی برکت میں سے ہے کہ اس کا معاملہ آسان ہو اور اس مہر کم ہو۔‘‘

روی احمد و البیهقي أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا

’’رسول ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر سب سے آسان ہو۔‘‘

عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهٖ اِثْنَتَيْ عَشَرَ أُوْقِيَةً وَ نَشٌّ
قَالَتْ أَتَدْرِيْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا. قَالَتْ نِصْفُ أُوْقِيَةٍ (رواہ مسلم)
فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ. هٰذَا صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
لِأَزْوَاجِهٖ لٰكِنْ أُمُّ حَبِيْبَةَ أَصْدَقَهَا النَّجَاشِيُّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ

اَرْبَعَةَ الآفِ دِرْهَمٍ (التفسير المظهری، المجلد الثانی، صفحہ ۱۵)

"حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ رسول ﷺ کی بیویوں کا مہر کتنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ کا مہر اپنی بیویوں کے لیے بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ انہوں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے۔ راوی نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نصف اوقیہ یہ تقریباً پانچ سو درہم ہوا۔ یہی رسول ﷺ کا مہر اپنی بیویوں کے لیے تھا۔ لیکن ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا اور اس کو شاہ نجاشی (جو کہ غائبانہ نکاح میں حضرت رسول ﷺ کے وکیل تھے) رسول ﷺ کی طرف سے خود مقرر کیا تھا اور خود ہی ادا کیا تھا۔

صحابہ کی شادی

دور اول میں شادی کوئی دھوم دھام کا معاملہ نہ تھی۔ وہ ایک ایسی چیز تھی جس کو بس سادہ طور پر انجام دے لیا جائے۔ اس کے رسوم اور اس کے اخراجات اتنے مختصر ہوں کہ وہ طرفین کے لیے کسی بھی اعتبار سے بوجھ نہ بنے۔ صحابہ کے یہاں شادی کی تقریب ہر قسم کے تکلف اور نمائش سے بالکل عاری ہوتی تھی۔ حدیث ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم بوجھ (اَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مَؤُنَةً، مسند احمد) اور کم بوجھ والا نکاح یقیناً وہ ہے جو آدمی کے اپنے موجودہ وسائل کے ذریعے آسانی کے ساتھ ہو جائے نہ کہ وہ جس کا تحمل اس کے وسائل نہ کر سکتے ہوں۔

رسول ﷺ کے سامنے ایک شخص کا معاملہ آیا جس کا نکاح ایک خاتون سے طے ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ نہیں آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا۔ اس نے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس سے یہ نہیں کہا کہ تم جا کر کسی سے قرض لاؤ اور پھر اس کے ذریعے سے نکاح کرو بلکہ اگلا سوال آپ ﷺ نے یہ کیا کہ کیا تمہارے پاس کچھ قرآن ہے (قرآن کا کچھ حصہ تم کو یاد ہے)۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ، میں نے قرآن کے اسی محفوظ حصہ کو مہر قرار دے کر اس خاتون کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیا۔

زَوَّجْتُكَ بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۴، صفحہ ۱۰۷)

مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مدینہ میں شادی کی۔ اس وقت مدینہ میں رسول ﷺ موجود تھے۔ مگر انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ رسول ﷺ یا دوسرے بڑے صحابہ کو اس موقع پر بلائیں۔ انہوں نے بس خاموشی سے ایک خاتون کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس سلسلہ میں امام احمدؒ نے مفصل روایت نقل کی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے:

فَجَاءَ (عبد الرحمن بن عوف) وَ عَلَيْهِ رَدْعُ زَعْفَرَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَهْيَمْ. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً. قَالَ مَا اَصْدَقْتَهَا. قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ (البداية والنهاية جلد ۳)

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رسول ﷺ کے پاس آئے اور ان کے اوپر زعفران کی خوشبو کا اثر تھا۔ رسول ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کو کتنا مہر دیا۔ انہوں نے کہا کہ کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا۔"

موجودہ زمانے میں نکاح کی اصلی اسلامی روح تقریباً ختم ہو گئی ہے۔ مسلمانوں میں آج نکاح کو جو طریقہ عام طور پر نظر آتا ہے وہ اسلامی نکاح سے زیادہ رواجی نکاح ہے۔ اس کا ایک نمونہ مہر ہے۔ لڑکی کی والے عام طور پر مہر زیادہ باندھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کا مقصد مرد کے مقابلے میں عورت کے مفاد کی حفاظت ہے۔

مذکورہ مقصد کے تحت مہر زیادہ باندھنا اس مفروضے پر مبنی ہے کہ نکاح کے موقع پر مہر مقرر تو کرتا ہے مگر اس کو ادا نہیں کرتا ہے۔ اگر نکاح کے ساتھ مہر فوراً ادا کر دیا جائے تو مانع طلاق یا اور کسی مانع حیثیت سے اس کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔ جب مہر خود باقی نہیں رہا تو اس کے مانع ہونے کی حیثیت کیسے باقی رہے گی۔

تاہم یہ مفروضہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر

عرض کیا گیا، اسلام میں مہر کی جائز صورتیں صرف دو ہیں ایک مہر معجل یعنی وہ مہر جو نکاح ہونے کے بعد اسی وقت ادا کر دیا جائے دوسرا مہر مؤجل، یعنی وہ مہر جس کو فوراً ادا نہ کیا جائے بلکہ اس کی ادائیگی بعد کو ہو۔ مگر یہ ''بعد'' لازمی طور پر محدود ہونا چاہیے یعنی مرد قریبی مدت میں لازماً اس کو ادا کر دے۔ تیسری مروجہ شکل (نہ نکاح کے فوراً بعد اور نہ ہی قریبی مدت میں بلکہ غیر معینہ مدت کے وقت ادائیگی ہو) ایک غیر شرعی طریقہ ہے۔ اس بنیاد پر جو کچھ کیا جائے وہ بھی یقیناً غیر شرعی ہوگا۔

اب غور کیجیے کہ جب مہر کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ یا تو اس کو فوراً وقت نکاح ادا کر دیا جائے یا نکاح کے بعد قریبی مدت میں ادا کر دیا جائے تو ایسی صورت میں طلاق کو روکنے کے لیے زیادہ مہر مقرر کرنا بالکل بے معنی ہے۔ بڑھا چڑھا کر مہر مقرر کرنے کے پیچھے عام طور پر ہوتا ہے کہ اسے فوری طور پر ادا کرنے کا مطالبہ لڑکی ہی کرے گی اور اگر کبھی اختلافات ہو گئے تو علیحدگی سے پہلے لڑکے سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا اور بڑی رقم کی ادائیگی میں اسے پریشانی اور مشکل کا سامنا ہوگا۔ اب آپ خود سوچیے جس نیک کام کا آغاز اس قسم کی بنیہ ذہنیت کے نقطہ نظر کے ساتھ کیا جائے گا اس طرح دونوں کے دلوں میں کیا کبھی خلوص اور محبت پیدا ہونے کا امکان ہے؟ اور کیا کبھی ان کی زندگی میں برکت پیدا ہوگی؟

* * *

کام کی نوعیت الگ ہے

انسانی معاشرہ کی جو مختلف ضرورتیں ہیں ان کو وسیع تر تقسیم میں دو ضرورتیں کہا جا سکتا ہے۔ ایک گھر کے اندر کا کام۔ اور دوسرا گھر کے باہر کا کام۔ گھر انسانی معاشرہ کی ابتدائی بنیاد ہے۔ یہیں آدمی کو سکون کی لمحات ملتے ہیں۔ یہیں کسی قوم کی اگلی نسل تیار ہوتی ہے۔ گھر ہی معاشرہ کی وہ اکائی ہے جس کی بہت سی تعداد کے ملنے سے معاشرہ بنتا ہے۔ گھر نہیں تو انسانی معاشرہ بھی نہیں۔ جس طرح اینٹ کی درستگی پوری عمارت کی درستگی ہے اسی طرح گھر کی درستگی پوری معاشرے کے درستگی ہے۔

تاہم کام کی ان دونوں قسموں کی نوعیت الگ الگ ہے۔ گھر کے اندر کے کام نرم و نازک کام ہیں۔ گھر کے معاملات کو سنبھالنے کے لیے انفعالی صلاحیتیں زیادہ مفید ہیں۔ اس کے برعکس باہر کے کام کے لیے فعال صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں۔ باہر کے کام کو انجام دینے کے لیے زیادہ سخت جسم اور زیادہ طاقتور اعصاب کی ضرورت ہے۔ انسانی تمدن کے بقا اور ترقی کے لیے یہ دونوں ہی قسم کی صلاحیتیں ضروری ہیں۔ چنانچہ قدرت نے اسی کے لحاظ سے مرد اور عورت کی دو الگ الگ جنسیں پیدا کی ہیں۔ اس نے عورت کے اندر انفعالی صلاحیتیں زیادہ رکھی ہیں تاکہ وہ گھر کے اندر کا کام سنبھالے۔ اور اسی طرح مرد کے اندر فعال صلاحیتیں زیادہ رکھی ہیں تاکہ وہ گھر کے باہر والے کام کی ذمہ داری اٹھا سکے۔

طلاق، خلع، عدت اور ورثہ

طلاق

اسلام میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں دونوں فریق بعض حقوق کے حامل ہیں اور ان پر بعض ذمہ داریاں بھی ہیں۔ خانگی زندگی میں آئے دن ایسے حالات پیش آتے رہتے ہیں جن سے گھر میں لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ میاں بیوی کو صلح صفائی سے رہنا چاہیے۔ فریقین میں سے جس کا قصور ہو وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرلے اور دوسرے کا فرض یہ ہے کہ وہ زیادتی نہ کرے اور قصوروار کے اظہار ندامت کے بعد صلح کرنے میں لیت و لعل سے کام نہ لے۔ پھر فرمایا کہ اگر تمام کوششوں کے بعد بھی، وہ مفاہمت نہ کرسکیں تو خاوند چاہے تو بیوی کو آزاد کردے جسے شریعت میں "طلاق" کہتے ہیں۔

طلاق کے اصول کیا ہیں؟ ان سے متعلق فرمایا:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (طلاق۔ ۱)

”اے نبی! (لوگوں کو یہ حکم سنا دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو، تو انہیں ان کی عدت کی میعاد پوری کرنے کے لیے طلاق دو اور عدت (کے ایام) کا حساب رکھو اور اپنے رب سے ڈرو۔ انہیں ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو، اور نہ وہ خود ہی نکلیں، سوائے اس کے کہ انہوں نے علانیہ بدچلنی کی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے، وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے (اور انہیں گھر سے اس لیے نہ نکالو کہ) تم نہیں جانتے کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی بات پیدا کردے۔“

اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ طلاق بے وجہ نہیں دی جاسکتی۔ دوم طلاق میں عدت کا شمار ہوگا۔ سوم طلاق کے بعد عدت کی میعاد کے ختم ہونے تک بیوی، خاوند کے گھر ہی میں ٹھہرے گی۔ ہاں اگر طلاق کی وجہ بیوی کا فحش کردار ہے اور وہ طلاق کے بعد بھی اس کا ارتکاب کرے تو اس صورت میں اسے بیشک گھر سے نکال کر میکے بھیجا جاسکتا ہے۔ چہارم، طلاق دینے سے پہلے خاوند کو خوب سوچ لینا چاہیے کہ میں کہیں حدود اللہ سے تجاوز تو نہیں کر رہا یعنی خداوند تعالیٰ نے جو حقوق مجھے دیے ہیں، ان کا غلط استعمال کرکے گناہ کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں۔

قرآن نے یہ تو کہا ہے کہ طلاق بے وجہ نہ دی جائے، لیکن کسی جگہ تصریح نہیں کہ یہ کن اسباب کی بنا پر دی جاسکتی ہے۔ دراصل تمام اسباب و حالات کا احاطہ کرنا ممکن بھی نہیں تھا کیونکہ یہ ملک اور موقعے کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ یہاں ایک سبب فحش مبین کا ذکر ہے۔ حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن ثابت کے طلاق کی وجہ مزاج کا اختلاف تھا۔ ایسے ہی ثابت بن قیس کی بیوی جمیلہ نے جب خلع کی درخواست کی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ثابت بن قیس سے کوئی ناراضگی نہیں، نہ اس کے اخلاق یا دین میں مجھے کوئی قابل اعتراض بات نظر آتی ہے، لیکن مجھے اس سے محبت نہیں۔ (بخاری کتاب الطلاق) اس پر آپ ﷺ نے اسے طلاق دلوادی۔ دراصل اور کوئی وجہ نہ بھی ہو تو میاں بیوی کے مزاج کا اختلاف ہی بجائے خود ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ اگر ان دونوں کے نقطہ نگاہ میں اتنا تفاوت ہو کہ وہ ایک دوسرے سے محبت ہی نہ کرسکیں تو گویا اس سے نکاح کا مقصد ہی فوت ہوگیا۔ نہ عورت،

خاوند کے لیے "سکون" کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کا "لباس" بن سکتے ہیں کہ راحت ہو اور جب گھر کا یہ حال ہو تو اولاد کے اخلاق پر جو بڑا اثر پڑے گا وہ ظاہر ہی ہے۔

اس سے بظاہر یہ خیال پیدا ہوتا کہ اسلام میں طلاق بہت آسان چیز ہے اور شوہر پر کوئی پابندی ہی نہیں، وہ جب چاہے بیوی کو طلاق دے دے۔ ایسا خیال کرنا غلط ہے کیونکہ اسلام طلاق کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک یہ آخری قدم ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا نے جتنی چیزیں انسانوں کے لیے حلال کی ہیں ان میں سے طلاق اسے سب سے زیادہ ناپسند ہے (ابو داؤد) ایک اور جگہ فرمایا کہ خدا نے دنیا میں کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جو اس کی نظر میں طلاق سے زیادہ ناپسند ہو۔ (دارقطنی)

قرآن نے طلاق پر کئی پابندیاں لگائی ہیں اور اس کی یہ کوشش ہے کہ جہاں تک ہو سکے خاوند اور بیوی میں جدائی نہ ہو اور وہ آپس میں صلح کر لیں۔ ہاں اگر وہ کسی طرح بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہو سکیں تو اجازت دی کہ اس صورت میں طلاق دے دی جائے۔

چونکہ اصلی غرض اصلاح تھی، اس لیے سب سے پہلی شرط یہ لگائی کہ اگر وجہ طلاق فحش مبین نہیں تو نہ خاوند بیوی کو گھر سے نکالے، نہ بیوی ہی خاوند کا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ جائے۔ کیونکہ ممکن ہے عدت کی میعاد ختم ہونے سے پہلے، ایک ہی گھر میں رہنے کے باعث کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے، جس سے وہ رجوع کر لیں اور دوبارہ آپس میں میل ملاپ ہو جائے۔ اگر بیوی گھر سے چلی جائے گی تو اس صورت میں مصالحت کے مواقع کم ہو جائیں گے۔ ہاں فحش کی حالت میں وہ بیشک چلی جائے کیونکہ اس سے اب مزید مفاسد پیدا ہوں گے اور اس لیے کہ اب مصالحت کا موقع ہی نہیں رہا۔

عدت طلاق

عدت سے متعلق فرمایا۔

والمطلقٰت يتربصن بانفسهن ثلٰثة قروٓء ولا يحل لهن ان يكتمن ما خلق الله في ارحامهن (البقرة: ۲۲۸)

"اور جن عورتوں کو ان کے شوہروں نے طلاق دے دی ہو انہیں چاہیے کہ وہ تین ماہواری ایام کے گذرنے تک اپنے آپ کو (نکاح ثانی سے) روکے رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ جو چیز اللہ نے ان کے شکم میں پیدا کی ہے اسے چھپائیں۔"

یعنی اگر وہ طلاق کے وقت حمل سے ہوں تو ان کا فرض ہے کہ اسے ظاہر کر دیں اور اسے پوشیدہ نہ رکھیں۔ (کیونکہ اب ان کی عدت وضع حمل قرار پائے گی) قروء کے معنی ہیں "حالت طہر سے حالت حیض میں داخل ہونا" اس سے طلاق کے زمانے کا تعین ہوتا ہے یعنی ماہواری ایام کے دوران میں طلاق نہیں دی جا سکتی بلکہ صرف ان دنوں میں جب عورت پاک ہو☆۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو ایام ماہواری کے دوران میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ اس پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ عبداللہ اپنی بیوی کو واپس لے اور اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ اس کے بعد طلاق دینا ضروری ہو تو پاک ہونے کی حالت میں اسے طلاق دے اور اس عرصے میں اسے ہاتھ نہ لگائے اور یہی وہ عدت کے شمار کرنے کی صورت ہے جس کا حکم خداوند تعالیٰ نے دیا ہے کہ اس میں ان کو طلاق دی جائے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ رجوع کرے اور پھر اسے طہر کی حالت میں طلاق دے چاہے حمل سے ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

☆ دوران حیض ہمبستری کو باعث معصیت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

فاعتزلوا النساء في المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن فاذا تطهرن فأتوهن من حيث امركم الله (البقرة: ۲۲۲)

ترجمہ: "ایام ماہواری میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو لیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔ جب وہ پاک ہو جائیں تو پھر اللہ کے ٹھہرائے ہوئے طریقے پر ان کے پاس جاؤ۔"

ایام ماہواری کے دوران میں عورت سے ہمبستری یا مباشرت کے قریب ہونا ممنوع ہے۔ آج طبی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ اس دوران کوئی جسمانی بیماریاں لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس حالت میں عورت کو ناپاک سمجھ کر مکمل طور پر قطع تعلق کر لیا جائے بلکہ ان سے لطف و محبت سے پیش آنے کی ممانعت نہیں۔ خود حضور علیہ السلام اس حالت میں بھی ازواج سے بطریق احسن محبت کا اظہار کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الحیض)

اس سے دو باتیں ثابت ہوگئیں۔ اول یہ کہ طلاق ایامِ ماہواری کے دوران میں نہیں دینی چاہیے اور دوسرے یہ کہ جس طہر میں طلاق دی جائے اس میں خاوند بیوی سے مقاربت نہ کرے اور اسی طرح تین طہر گزر جائیں اور وہ ایک دوسرے کے نزدیک نہ گئے ہوں، تو چوتھا طہر شروع ہونے پر عدت کی میعاد پوری ہو جانے کی اور اس کے ساتھ ہی طلاق نافذ ہو جائے گی۔

اگر عورت کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کا شمار آسان ہے۔ لیکن اگر عورت کو حیض آتا ہی نہ ہو، تو اس صورت میں شمارِ عدت کا کیا دستور ہوگا؟ اس سے متعلق فرمایا:

وَاللّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْھُرٍ وَّاللّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ (الطلاق۔ ۴)

''اور وہ عورتیں (جو کبرسنی کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی ہیں) جن سے متعلق تمہیں کوئی شک ہو ان کے لیے عدت کی میعاد تین مہینے ہے اور جن عورتوں کو ابھی حیض نہیں آیا (ان کے لیے بھی تین مہینے کی عدت ہے) اور حاملہ عورتوں کے لیے وضعِ حمل کی میعاد ہے۔''

عورت کو حیض چار وجہ سے نہیں آتا:

۱۔ یا تو بڑھاپے کی وجہ سے خود بخود بند ہو جائے
۲۔ یا کسی بیماری کی وجہ سے مستقل طور پر ایسا ہو جائے۔
۳۔ یا عورت ابھی اس عمر ہی کو نہ پہنچی ہو، جب ایام شروع ہوتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں کے لیے عدت تین ماہ مقرر کی، جو تین قروء کی قائم مقام ہے۔
۴۔ چوتھی جماعت ان عورتوں کی ہے، جن کے حیض حمل کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں عدت، وضعِ حمل تک ہوگی، خواہ یہ تین ماہ سے پہلے ہی ہو جائے۔ یا زیادہ عرصہ لگے جوں ہی بچہ پیدا ہو جائے، عورت کی عدت ختم ہو جائے گی اور وہ اس کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے میں آزاد ہے۔ اسی لیے حکم دیا تھا کہ اگر عورت طلاق کے وقت حاملہ ہو تو اسے اعلان کر دینا چاہیے (۲۲۸:۲) تاکہ بعد کو کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

عدتِ بیوہ

شادی شدہ عورت، خاوند کے بغیر دو حالتوں میں ہو سکتی ہے۔ پہلے اس صورت میں کہ اس کا خاوند اسے طلاق دے دے، اس کے احکام بیان ہو چکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خاوند فوت ہو جائے اور عورت بیوہ رہ جائے۔ اس صورت میں حکم ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ: ۲۳۴)

''اور تم میں سے کوئی وفات پا جائے، اور وہ اپنے پیچھے بیوہ چھوڑے تو انہیں چاہیے کہ چار ماہ دس دن تک اپنے آپ کو (نکاحِ ثانی سے) روکے رکھیں۔ پھر جب یہ میعاد پوری ہو جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر وہ اپنی پسند کے مطابق اپنے لیے فیصلہ کر لیں۔''

گویا بیوہ کی عدت مستقل طور پر چار ماہ دس دن ہے۔ کسی عزیز کی موت پر بے اختیار رونا آجانا تو ممنوع نہیں کیونکہ یہ ایک فطری چیز ہے اور اسے روکا نہیں جا سکتا۔ لیکن شارعِ علیہ السلام نے میت پر نوحہ کرنے، چیخنے چلانے اور پیٹنے، نوحہ اور بین کرنے، کپڑے پھاڑنے اور منہ نوچنے سے سخت بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ (متفق علیہ) اور یہ بھی تاکید کی ہے کہ جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، ہاں شوہر کی موت کا سوگ چار ماہ دس دن تک کیا جا سکتا ہے۔ (متفق علیہ) دراصل چار ماہ دس دن مطلقہ کی عام عدت سے زیادہ اس لیے رکھا ہے کہ اس سے رشتۂ نکاح کا احترام واضح ہو۔

جاہلیت میں اگر کسی کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ تنگ و تاریک کوٹھری میں چلی جاتی اور بدترین قسم کے کپڑے پہن لیتی۔ نہ خوشبو استعمال کرتی تھی، نہ کوئی اور چیز۔ یہاں تک کہ اسی طرح پورا ایک سال گزر جاتا۔ جب سال ختم ہو جاتا تو اس کے پاس کوئی جانور، بکری، گدھا یا پرندہ لایا جاتا اور اس پر عورت اپنے جسم شرمگاہ کو مس کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ اس کال کوٹھری سے باہر نکلتی

* * *

اور اسے مینگنی دی جاتی۔ وہ یہ مینگنی مکان سے باہر پھینک دیتی۔ اس کے بعد وہ جو کچھ چاہتی کرتی اور خوشبو وغیرہ لگا سکتی تھی۔

([illegible])

اسلام نے جاہلیت کی ان تمام فضول رسموں کو ختم کر دیا۔ البتہ یہ ضرور کہا کہ عدت کے ایام میں عورت نہ سرمہ لگائے نہ خوشبو استعمال کرے نہ کوئی بناؤ سنگار کرے (بخاری کتاب الحیض)۔ کیونکہ عدت کے اختتام تک وہ نکاح ثانی تو کر نہیں سکتی بلکہ سوگ کے ایام میں بناؤ سنگار مناسب بھی نہیں۔ ہاں اس بات کی ممانعت نہیں کہ وہ عدت کے دنوں میں کسی ضرورت سے گھر سے باہر جائے۔ اگر وہ کسی ضروری کام سے باہر جانا چاہتی ہے تو اسے روکا نہیں جا سکتا (لیکن رات عدت والے گھر میں ہی گزارنی ہوگی)۔ ([illegible])

اگر خاوند کی وفات کے وقت عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت، مندرجہ صدر آیت (۶۵:۴) کی رو سے وضع حمل تک ہے۔ جب تک وضع حمل نہ ہو جائے نہ مطلقہ کا نکاح ثانی جائز ہے نہ بیوہ کا۔ لیکن اگر مطلقہ کے ہاں تین ماہ کے اندر یا بیوہ کے ہاں چار ماہ دس دن کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو پھر اسے اس امر کی مجبوری نہیں کہ وہ مزید انتظار کرے اور نکاح ثانی نہ کرے۔ وضع حمل کے بعد وہ جب چاہے، نکاح ثانی کر سکتی ہے اور کسی کا حق نہیں کہ اسے روکے۔ بیوہ بھی چار ماہ دس دن کے بعد نکاح ثانی کا حق رکھتی ہے۔ اس کے بعد نہ اس کے رشتہ دار اس کے رستے میں حائل ہو سکتے ہیں، نہ مرحوم خاوند کا سوگ ہی مانع ہو سکتا ہے۔ وہ آزاد ہے کہ اپنے لیے جو بات بہتر خیال کرتی ہے، اس پر عمل کرے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ سے (متفق علیہ) روایت ہے کہ سبیعہ بنت حارث کا شوہر حجۃ الوداع کے زمانے میں فوت ہو گیا۔ اس وقت وہ حاملہ تھی، لیکن تین دن کے بعد ہی اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد پیغام آنے پر حضرت رسول کریم ﷺ نے اس کا دوسرا نکاح کر دیا۔ (مسلم)

(کتاب الطلاق میں یہ روایت زیادہ تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔)

عدت کے اختتام سے پہلے نکاح منع ہے۔ البتہ اس دوران میں انہیں بالواسطہ یا اشارۃً پیغام نکاح دیا جا سکتا ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ (البقرۃ: ۲۳۵)

”(اور جن بیوہ عورتوں سے تم نکاح کرنا چاہو) تمہارے لیے کوئی گناہ نہیں اگر تم (اشارے کنایے سے) ان پر اپنا خیال ظاہر کر دو، یا اپنے دل میں نکاح کا ارادہ پوشیدہ رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ (فطرتاً) تمہیں ان کا خیال آئے گا۔ لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ چوری چھپے (نکاح کا) وعدہ کر لو۔ ہاں دستور کے مطابق انہیں (نکاح کا) پیغام دے سکتے ہو اور جب تک عدت کی میعاد پوری نہ ہو جائے نکاح کی گرہ نہ باندھو اور یقین کرو کہ جو کچھ اس بارے میں تمہارے دل کے اندر ہے، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ پس اس سے بچتے رہو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بردباری کرنے والا ہے۔“

یہ احکام فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ انسان شرعی مجبوریوں کے تحت زمانۂ عدت کے اندر نکاح کرنے سے تو رک سکتا ہے لیکن یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ اپنے دل پر بھی اتنا قابو حاصل کر لے کہ بیوہ عورت سے نکاح کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آئے۔ اس لیے کہہ دیا کہ عدت کے دوران میں تم کوئی ایسی بات کہہ سکتے ہو جس سے تمہارا منشا عورت پر واضح ہو جائے، اور عورت اگر چاہے تو وہ بھی اشارے کنایے سے اپنی رائے کا اظہار کر دے۔ لیکن عدت کے دوران میں نہ نکاح جائز ہے نہ صاف لفظوں میں پیغام نکاح ہی دیا جا سکتا ہے۔

حاملہ مطلقہ

اگر طلاق کے وقت بیوی حاملہ ہو تو شوہر کا فرض ہے کہ اسے وضع حمل تک بدستور اپنے گھر میں رکھے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ

فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ (الطلاق۔ ٦)

"انہیں اپنے مقدور اور حیثیت کے مطابق اپنے مکان میں رکھو۔ اور انہیں دق کرنے کے خیال سے تکلیف نہ دو، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کا سارا خرچ برداشت کرو، یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ پھر اگر وہ تمہارے کہنے پر (بچے کو) دودھ پلائیں، تو انہیں (اس رضاعت کی مدت کے لیے) ان کی اجرت ادا کرو، اور یہ باہمی مشورے سے طے کر لو۔ اگر تم ایک دوسرے کو پسند نہ کرو تو کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے رکھو"۔

یعنی وضع حمل تک عورت کی سکونت، خوراک، لباس وغیرہ کا تمام خرچ، مرد اپنی حیثیت کے مطابق برداشت کرے۔ اس دوران میں وہ عورت کو اس خیال سے تکلیف نہ پہنچائے کہ وہ تنگ آ کر کسی اور جگہ چلی جائے۔ وضع حمل کے بعد اگر ماں بچے کو دودھ پلائے تو خاوند مزید اس زمانہ رضاعت میں بھی اس کے اخراجات کا کفیل ہوگا۔

مرضعہ مطلقہ

دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق کے وقت عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے، اس سے اس طہر میں اس نے بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، عدت کے لیے طلاق کے دن سے تین قروء کا زمانہ شمار ہوگا۔ لیکن مرد کو اختیار ہے کہ وہ رجعی طلاق میں عدت کے اختتام سے پہلے رجوع کر لے۔ اگر عدت کے دوران میں ایک دفعہ بھی تعلقات زن وشوئی قائم ہو جائیں تو طلاق کالعدم ہو جاتی ہے، اس کے بعد دونوں شریعت کی نظر میں حسب سابق میاں بیوی ہیں اور پھر عدت کے شمار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ دراصل عدت کا اولین مقصد ہی یہ ہے کہ میاں بیوی میں صلح ہو جائے، چونکہ عورت، مرد کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہتی ہے، اس لیے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس کے دل میں خیال نہ آئے، نیز اگر طلاق کسی فوری اشتعال یا ہنگامے کے دوران میں دی گئی ہے تو بھی مرد کو حالات پر ٹھنڈے دل سے سوچنے کا کافی موقع مل جاتا ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ اب اسے عورت پر کسی قسم کا اختیار نہیں رہتا، وہ اس کی قدر وقیمت کا زیادہ صحیح اندازہ لگا سکتا ہے، ان سب باتوں کے پیش نظر امید کی جا سکتی ہے کہ وہ مصالحت کر لیں گے۔ اسی لیے فرمایا:

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

(البقرہ۔ ٢٢٨)

"اور اگر ان کے شوہر (عدت کے مقررہ زمانے کے اندر اندر) اصلاح حال کر لیں تو مطلقہ عورتوں کو اپنی زوجیت میں واپس لینے کا انہیں زیادہ حق ہے۔"

جہاں اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر خاوند طلاق دے دے تو عدت کے اختتام سے پہلے وہ رجوع کر سکتا ہے، وہیں اس سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایک دفعہ کی کہی ہوئی طلاق بھی، عدت کے پورے ہو جانے کے بعد دونوں میں علیحدگی کرا دینے کے لیے کافی ہے یعنی اگر مرد عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع نہ کرے، تو اس کے بعد وہ عورت آزاد ہے اور جہاں چاہے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔

(٢) عدت کا دوسرا مقصد نسب کی حفاظت ہے۔ ممکن ہے کہ طلاق کے وقت عورت کو صرف چند دن کا حمل ہو۔ اگر اسے فوراً دوسری جگہ نکاح کر لینے کی اجازت ہوتی تو اولاد سے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ یہ کس خاوند سے ہے۔ بخلاف اس کے اگر عورت تین حیض تک نکاح نہ کرے تو حمل کے آثار نمایاں ہو جائیں گے کیونکہ طبی لحاظ سے یہ ممکن ہے کہ ایام کے زمانے میں پہلے دو ایک ماہ تھوڑا بہت خون بھی آتا رہے اور عورت حمل سے بھی ہو، جیسے حیض کا بند ہو جانا، حمل کا قطعی ثبوت نہیں ہے، اسی طرح خون کا جاری ہونا بھی حمل کے قطعی مخالف شہادت نہیں۔ لیکن چونکہ عام طور پر تین ماہ کے جنین کی نقل وحرکت، شکم مادر میں محسوس کی جا سکتی ہے، اس لیے کہا کہ تین حیض تک عورت نکاح ثانی نہ کرے، تا کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ اسے پہلے خاوند سے حمل ہے یا نہیں اور اس طرح اولاد کا

نسب محفوظ رہے۔

طبی لحاظ سے بعض اوقات ایک اور پیچیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ یہ صورت حال شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے، لیکن چونکہ معدوم نہیں اسلیے اس کا بیان ضروری ہے اور اسی کے بارے میں حضرت عمرؓ کا ایک قول سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اور اس نے ایک یا دو حیض کی عدت پوری کر لی ہو، اور پھر اس کے ایام ماہواری بند ہو جائیں، تو اب وہ نو مہینے انتظار کرے، اگر اس دوران میں حمل ظاہر ہو جائے، تو خیر، ورنہ نو مہینے کے بعد، پھر تین ماہ کی عدت کے ایام گزارے اور اس کے بعد عدت سے دوسروں کے لیے حلال ہو۔ (موطا) ایسے موقعہ پر فقیہ علماء سے رجوع کیا جائیگا۔

(۳) عدت کی ایک اور غرض یہ بھی ہے کہ مطلقہ عورت کو بے جا تکلیف نہ ہو۔ اگر طلاق کے ساتھ ہی، خاوند عورت کو گھر سے نکال دینے کا مجاز ہوتا تو وہ بیچاری ایک مصیبت میں مبتلا ہو جاتی۔ نہ صرف وہ بے گھر ہی ہوتی بلکہ اسے دوسری جگہ نکاح کرنے میں بھی دقت پیش آتی کیونکہ اس طرح اس کے اخلاق سے متعلق شبہات پیدا ہو سکتے تھے۔ اس لیے حکم دیا کہ عدت کا پورا زمانہ اسے اپنے گھر میں رکھو اور اپنی حیثیت کے مطابق اسے خوراک، لباس وغیرہ مہیا کرتے رہو۔ اگر عورت کو گھر میں رہنے کی اجازت مل گئی تو ظاہر ہے کہ لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ اس کے چال چلن میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ اس دوران میں وہ کسی دوسری جگہ نکاح کے مسئلے پر سوچ بچار کر سکتی ہے۔

دوبار طلاق

بعض کینہ نواز خاوند یہ کرتے ہیں کہ ایک دفعہ طلاق دے دی اور عدت کے دوران میں رجوع کر لیا پہلی طلاق کے باطل ہو جانے کی وجہ سے عدت کا شمار ختم ہو جاتا۔ کچھ عرصہ بعد کر کے پھر طلاق دے دی اور پھر عدت میں رجوع کر لیا۔ اس طرح وہ بار بار طلاق دیتے اور رجوع کر لیتے۔ اس سے عورت بیچاری ہمیشہ لٹکی رہتی اور خاوند اس پر من مانے ستم ڈھاتا ہے۔ قرآن نے اس معاملے میں جہاں دوسری اصلاحات کیں وہیں اس کا توڑ بھی پیش کر دیا:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ م بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ م بِاِحْسَانٍ (البقرة ۔ ۲۲۹)

”(اس طرح کی) طلاق صرف دو ہیں (اس کے بعد صرف دو ہی راستے ہیں رجوع کر کے) عورت کو پسندیدہ طریق پر روک لینا، یا اسے حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا۔“

یعنی خاوند طلاق کے بعد، رجوع کا حق رکھتا ہے، لیکن وہ اس حق کو صرف دو ہی بار استعمال کر سکتا ہے۔ اگر اس نے دو مرتبہ رجوع کر کے پھر تیسری مرتبہ بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اب اسے رجوع کا کوئی حق نہیں۔ دو رجعتوں کے بعد اسے آخری فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ بیوی کو رکھنا چاہتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اب کے طلاق کے بعد اسے رجوع کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اس لیے اگلی آیت میں کہا:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَآ اَنْ یَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ. (البقرة ۔ ۲۳۰)

”اگر وہ (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے، تو پھر وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے۔ پھر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے پھر (اس پہلے خاوند اور عورت) دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اگر وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع (کر کے نکاح) کر لیں۔ بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود پر قائم رہ سکیں گے۔“

اکثر فقہا کا اس پر عمل ہے کہ تین طلاق کے بعد بھی عورت کو چاہیے کہ شوہر کے گھر میں ہی عدت پوری کرے۔ البتہ اس صورت میں عدت کے اندر ان دونوں میں معاملہ زوجیت نہیں ہو سکتا اس لیے اگر عورت کو خطرہ ہو کہ اس معاملے سے نہیں بچ سکے گی یا کوئی دوسری معقول وجہ ہو تو عدت کے دوران اس گھر سے منتقل ہو سکتی ہیں پھر بھی عدت کے دور کا خرچہ شوہر پر ہوگا۔

اسی سلسلے میں دوسرا حکم یہ دیا کہ اب یہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے، جب تک کہ وہ عورت کسی

دوسرے شخص کے نکاح میں جا کر اس سے بھی طلاق نہ لے لے۔ اور یہ نہیں کہ برائے نام اور مصنوعی طریقہ پر نکاح کر کے اس دوسرے خاوند سے طلاق لے لی جائے بلکہ جیسا کہ آپ ﷺ نے رفاعہ قرظی کی بیوی کے معاملے میں فیصلہ فرمایا ہے (متفق علیہ) لازم ہے کہ اس دوسرے خاوند سے تعلقات زن وشوئی قائم ہوں اور پھر کسی وجہ سے طلاق ہو جائے تو اس صورت میں عورت پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔

قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک نکاح ایک مقدس تعلق ہے۔ اگرچہ بعض مجبوریوں میں وہ طلاق کی اجازت دیتا ہے لیکن وہ اسے ہنسی کھیل کا مقام نہیں بنانا چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر خاوند نے کسی فوری اشتعال کے تحت یا بیوی ہی کے کسی نقص کی وجہ سے اس کو طلاق دے دی ہے اور اب وہ دونوں اس پر پشیمان ہیں تو اسے رجوع کرنے کے لیے ہر طرح کی آسانی مہیا کی جائے۔ لیکن اگر اس نے دو دفعہ کے موقعے سے فائدہ نہیں اٹھایا تو تیسری مرتبہ رجوع کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ جب خاوند یا بیوی کو علم ہوگا کہ اب کے ہم آسانی سے رجوع نہیں کر سکیں گے بلکہ اب اس عورت کو ایک اور شخص سے نکاح کرنا ہوگا اور پھر یہ اس شخص کا حق ہوگا کہ وہ اسے طلاق دے یا نہ دے تو وہ تیسری طلاق کی نوبت تک پہنچنے سے پہلے اس بارے میں خوب غور وخوض کر لیں گے۔ یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ وہ نکاح خالص حقیقی معنوں میں ہوگا، مصنوعی انداز میں نہیں۔

طلاق کی قسمیں

یہ حکم بالکل صاف ہے۔ اس میں کوئی بات مشتبہ یا تاویل طلب نہیں، مگر بعض لوگوں نے اس سے عجیب وغریب مسائل کا استنباط کیا ہے:

طلاق کی تین قسمیں ہیں: (۱) احسن، (۲) حسن، اور (۳) بدعت یعنی برا طریقہ۔

(۱) احسن یہ ہے کہ خاوند بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دے اور اس کے بعد تین قروء تک اس کے نزدیک نہ جائے اور رجوع نہ کرے۔ اس طرح عدت کی میعاد گزر جانے پر طلاق مکمل ہو جائے۔

(۲) حسن یعنی خاوند ہر ایک طہر میں ایک بار طلاق کہے، دو بار طلاق کہنے کے بعد تک وہ رجوع کر سکتا ہے، لیکن تیسرے طہر میں تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا۔ اب بیوی کو لازماً کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ پہلے خاوند سے دوبارہ شادی کرنا چاہتی ہے تو اسے دوسرے خاوند سے طلاق لینا پڑے گی۔

(۳) بدعت اور برا طریقہ یہ ہے کہ خاوند ایک ہی نشست میں یکبارگی تین دفعہ طلاق کہہ دے، گویا جو بات اس کو طلاق حسن کی صورت میں تین ماہ میں کرنا تھی، وہ فوراً کر دی۔ اور جو طلاق کہیں تین طہر میں مکمل ہوتی، وہ فوراً مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد رجوع کے لیے یہ طلاق بھی نکاح ثانی اور دوسرے خاوند سے طلاق کی متقاضی ہے۔

حلالہ

جو شخص یکے بعد دیگرے یا یکبارگی تین طلاقیں دے چکا اس کے بعد رجوع کے لیے یعنی عورت کی اسی خاوند سے دوبارہ شادی کے لیے حلالہ شرعیہ کی صورت ہے۔ حلالہ شرعیہ کا مطلب ہے کہ وہ عورت کسی اور شخص سے عدت کے بعد اپنی رضامندی سے شادی کرے اور پھر نیا شوہر اپنی رضامندی بلا جبر اور زور کے خود طلاق دے دے اور پھر یہ عورت عدت گزارنے کے بعد اگر چاہے تو سابقہ شوہر سے شادی کر سکتی ہے۔ البتہ جیسا آج کل مروج حلالہ ہے کہ شرط لگائی جاتی ہے کہ ایک رات اپنے ساتھ رکھ کر پھر طلاق دے دیں یہ صحیح طریقہ نہیں اور ایسا طریقہ اپنانے والے لوگوں پر خود رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ تین طلاقیں یک بارگی دینا ناپسندیدہ تو ضرور ہے اور آنحضرت ﷺ نے اسے ناپسند بھی فرمایا ہے لیکن شرعاً یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

طلاق اور مہر

طلاق کے جو احکام اوپر بیان ہوئے ہیں، ان پر کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایک بات کا بیان ضروری ہے کہ اگر خاوند طلاق دے، تو کیا اس کے لیے ادا شدہ مہر کا کوئی حصہ واپس لینا یا؟

ادا شدہ بقایا کا کوئی حصہ روک رکھنا جائز ہے یا نہیں، فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا

(البقرۃ۔ ۲۲۹)

"تمہارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم دیے ہوئے (مہر میں) سے کوئی حصہ عورت سے واپس لے لو۔"

نہ صرف یہی کہ مہر کے واپس لینے کو ناجائز ٹھہرایا بلکہ طلاق کے بعد رخصت کرنے سے متعلق حکم دیا:

تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ۔ ۲۲۹)

"انہیں حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرو۔"

گویا مہر کے علاوہ کچھ اور احسان بھی کرو اور انہیں رخصت کرو۔ چونکہ طلاق کے معاملے میں عورت زیادہ نقصان میں رہتی ہے، اس لیے اس کے نقصان کی کچھ تلافی اس احسان سے کرنے کا حکم دیا بلکہ اس طلاق سے متعلق جو قبل از مساس ہو، (رخصتی سے پہلے ہو) خاص طور پر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝

(الاحزاب۔ ۴۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اگر تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر ان کو چھونے سے قبل ہی انہیں طلاق دے دو، تو تم پر ان عورتوں پر عدت (قائم کرنے) کا کوئی حکم نہیں، جسے تم شمار کر سکو۔ پس انہیں کچھ مال (یا تحفہ تحائف) دے کر عمدگی سے رخصت کر دو۔"

گویا اس صورت میں کوئی عدت نہیں ہوگی۔ عورت چاہے تو ایسی طلاق کے فوراً بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے کیونکہ جن اسباب کی بنا پر عدت کی ضرورت پیدا ہوتی ہے، وہ ابھی قائم ہی نہیں ہوئے۔ رہا اس صورت میں مہر کا سوال، تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نہ خاوند نے بیوی کو مس کیا ہو، نہ ابھی مہر ہی مقرر ہوا ہو، اور دوسرے یہ کہ مس تو نہ کیا ہو، لیکن مہر مقرر ہو چکا ہو۔ پہلی صورت کے لیے کہا:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (البقرۃ۔ ۲۳۶)

"اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نے نہ ابھی عورت کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ اس کا مہر ہی مقرر کیا ہو کہ اسے طلاق دے دو۔ (البتہ ایسی صورت میں) اس عورت کو کچھ فائدہ پہنچاؤ (جو دستور کے مطابق ہو۔) امیر اپنی حیثیت کے مطابق دے اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق۔ یہ نیکی کرنے والوں پر ایک فرض ہے۔"

یہ غیر معمولی حسن و احسان ہے۔ عورت کا مہر ابھی مقرر نہیں ہوا اور شوہر نے ابھی اسے چھوا تک نہیں، لیکن کسی مجبوری کے سبب طلاق کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عورت کا کوئی حق نہیں کہ وہ مرد سے کچھ طلب کر سکے لیکن چونکہ نکاح کا رشتہ باندھنے اور پھر اسے توڑنے سے عورت کو تکلیف اور ذہنی کوفت ہوتی ہے اس لیے قرآن نہیں چاہتا کہ اس کی یہ تکلیف بھی بلا معاوضہ رہ جائے۔ اس لیے کہا کہ اگر تم نیک شعار اور تقویٰ پسند ہو تو اس عورت کے اس نقصان کی تلافی اس طرح کرو کہ اپنی حیثیت کے مطابق اسے کچھ دے دو۔ تھوڑا یا بہت جو کچھ تم آسانی سے دے سکتے ہو۔ خدا کسی پر اس کی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ۔ ۲۸۶)

خود حضرت رسول کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ دلیل راہ ہے۔ دختر جون ابھی آپ ﷺ کے نکاح میں بھی نہیں آئی تھی کہ آپ ﷺ نے اس کی درخواست پر اس کے اعزاء کے پاس بھیج دیا اور چلتے وقت حکم دیا کہ اسے سپید کتان کے دو تھان دے دیے جائیں۔ (بخاری۔ کتاب الطلاق)۔ آپ ﷺ نے اس صورت میں بھی احسان اور سلوک کو فراموش نہیں کیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مہر تو مقرر ہو چکا ہو، لیکن ابھی خلوت نہیں ہوئی اور طلاق ہو جائے۔ اس

سے متعلق اگلی آیت میں حکم دیا:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرہ ۔ ۲۳۷)

”اور اگر ایسی صورت ہو کہ تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی ہو اور جو کچھ مہر مقرر کرنا تھا وہ مقرر کر چکے ہو تو (اس صورت میں) مقررہ مہر کا آدھا (ادا کر دو) سوائے اس کے کہ عورت اپنی خوشی سے معاف کر دے یا وہ (خاوند) جس کے ہاتھ میں نکاح کا سر رشتہ ہے وہی (پورا دے کر کے اپنے آدھے کے حق سے) درگزر کرے۔ اور اگر تم درگزر کرو تو یہ تقویٰ کی بات ہے۔ آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہے“

یوں عورت کو صرف خلع طلب کرنے کی صورت میں مہر واپس دینے کو کہا گیا ہے، جس کا بیان آگے آتا ہے۔ یہاں عورت سے کہا کہ اگر تم اپنی خوشی سے مہر نہ لو تو یہ اچھی بات ہے۔ مگر فقرہ کے آخری حصے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، جہاں خاوند کو پورا مہر دینے کی ہدایت کی ہے اور اسے فضل کہا ہے۔ اس پر لازم صرف نصف مہر کی ادائی ہے، لیکن وہ سارا ادا کر دے تو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

خلع

جب خاوند کسی سبب سے عورت سے علیحدگی اختیار کرے تو اسے طلاق کہتے ہیں۔ لیکن اسلام عورت کو بھی اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ اگر وہ کسی سبب سے خاوند کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتی تو علیحدگی کی راہ اختیار کر لے۔ اسے شرعی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں۔ اصولاً قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کے ٹھہرائے ہوئے قانون کے تحت، خوش و خرم ازدواجی زندگی بسر کریں۔ اس لیے اگر کسی طرح کا اختلاف ہو جائے تو پہلے عورت کو پوری کوشش کرنی چاہیے کہ وہ شوہر سے صلح کر لے اور نوبت خلع تک نہ پہنچے۔ اگر ایسی ہی بات ہو کہ وہ کسی طرح بھی اس کے ساتھ رہنے کو برداشت نہ کر سکے اور اسے اندیشہ ہو کہ وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے گی تو وہ خلع کرا سکتی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرہ ۔ ۲۲۹)

”اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی ٹھہرائی ہوئی پابندیوں کے تحت، ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر سکتے تو پھر ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (آزادی حاصل کرنے کے لیے) خاوند کو (اپنے مہر کا کچھ حصہ) بطور معاوضہ دے (اور یوں آزادی حاصل کر لے)۔“

گویا طلاق کی طرح خلع کی اجازت بھی صرف اس صورت میں دی جب حدود اللہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو۔ خاوند اور بیوی کے جو حقوق اور فرائض ہیں، ممکن ہے کہ وہ ان کی ادائی سے معذور ہوں۔ اس صورت میں اگر بیوی علیحدگی چاہے اور خاوند اسے آزاد کرنے پر تیار نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کشمکش میں دونوں احکامِ شریعت کو توڑ کر تعلقات نکاح سے بچنے کے لیے حیلے تلاش کرنے لگیں گے۔ ایسی صورت میں چونکہ علیحدگی کی خواہش عورت کی طرف سے پیش ہوئی ہے اس لیے کہا کہ اگر تم خاوند سے گلو خلاصی کرانے کے لیے کچھ قربانی دو اور اپنے مہر کو بھی چھوڑ دو تو اس میں کیا ہرج ہے، کیونکہ اس علیحدگی سے تمہیں آئے دن کی ذہنی اور روحانی تکلیف سے نجات مل جائے گی اور اس کے علاوہ حدود اللہ کے ٹوٹنے کے امکانات کم ہو جانے کی وجہ سے تم گناہ سے بھی محفوظ ہو جاؤ گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خاوند سے کہا:

كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ (النساء ۔ ۲۱)

”تم ان سے مہر کیسے واپس لے سکتے ہو، حالانکہ تم ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو“

پس اگر مرد، خلع کی درخواست کرنے والی عورت سے مہر واپس نہ لے اور اسے آزاد کر دے، تو وہ اپنے حق کو چھوڑ کر مزید حسن و احسان کا ثبوت دے گا۔

خلع پر پابندیاں

"فان خفتم" کا مخاطب یہاں حکومت یا برادری ہے۔ کیونکہ عورت بطور خود خلع حاصل نہیں کر سکتی یعنی جس طرح مرد کسی کی مداخلت کے بغیر بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، عورت ایسے ہی خود بخود مرد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کی درخواست پر مرد اسے طلاق دے دے تو بہتر، لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کر دے تو لازماً اسے عدالت سے درخواست کرنا پڑے گا۔ یہ گویا اس کی جلد بازی پر پہلی پابندی ہے۔ دوسری پابندی مہر کی واپسی ہے۔ جس طرح خاوند طلاق دینے سے پہلے سوچ لے گا کیونکہ اسے عورت کا نا ادا شدہ مہر فوراً ادا کرنا پڑے گا، اسی طرح عورت بھی غور و فکر کر لے گی۔ کیونکہ اسے بھی مہر سے دست بردار ہونا پڑے گا۔

جس طرح قرآن نے طلاق کی وجوہ پر بحث کرنے سے اجتناب کیا ہے، اسی طرح یہاں بھی "حدود اللہ" کی جامع اصطلاح بیان کر کے خلع کے اسباب پر تفصیلی گفتگو کرنے سے پرہیز کیا۔ ایسے مسائل میں تمام حالات کا احاطہ کر لینا محال ہے۔ زمان و مکاں کی تبدیلی سے حالات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ایک زمانے اور ملک کا تمدن الگ ہے، اس لیے اس کی ضروریات بھی الگ ہیں۔

خلع کا قانون

خلع کے قانون پر ثابت بن قیس کی دو بیویوں کے نظائر سے بہت روشنی پڑتی ہے اور یہ دونوں گویا خلع کے قانون کی بنیاد ہیں۔

ثابت بن قیس بن شماس کی پہلی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ ابی بن سلول تھیں۔ جمیلہ اسم با مسمیٰ حسین عورت تھی اور ثابت بہت کم رو تھے اور یہی جمیلہ کی اس سے نفرت کا باعث تھا۔ چنانچہ جمیلہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میں ثابت سے خلع کی خواہشمند ہوں، مجھے اس کے دین اور اخلاق کے خلاف کوئی شکایت نہیں مگر مجھے اسلام میں کفر ناپسند ہے (بخاری۔ کتاب الطلاق) یعنی مجھے اس کی ذات سے اتنی نفرت ہے کہ مجھے اپنے لغزش کھا جانے کا اندیشہ ہے، جو کفر ہے۔ مومنہ عورت کا فرض ہے کہ وہ شوہر کی ہر طرح خدمت اور اس سے محبت کرے اور یہ مجھ سے ممکن نہیں، اور اس طرح میں اسلام میں رہتی ہوئی کافروں والے اعمال کی مرتکب ہو رہی ہوں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو ثابت کا دیا ہوا باغ اسے واپس دینے کو تیار ہے؟ جمیلہ نے کہا "ہاں" بلکہ وہ اس سے زیادہ چاہے، تو وہ بھی دیتی ہوں۔" آپ ﷺ نے کہا زیادہ نہیں، باغ کافی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ثابت کو حکم دیا کہ جمیلہ سے اپنا باغیچہ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔

ثابت کی دوسری بیوی حبیبہ بنت سہل انصاریہ تھیں۔ اگرچہ ابوداؤد (کتاب الطلاق) میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ثابت نے اسے اس قدر پیٹا تھا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی، لیکن ایک دوسری حدیث (ابن ماجہ، نیز مؤطا امام مالک) سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیبہ کو بھی ثابت کے خلاف وہی شکایت تھی جو جمیلہ کو تھی یعنی وہ بھی اس کی شکل پسند نہیں کرتی تھی۔ حبیبہ نے کہا جو کچھ ثابت نے مجھے دیا ہے، وہ حاضر ہے۔ یہ اسے لے لے اور مجھے آزاد کر دے، میری اور ثابت کی نبھا نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے ثابت سے کہا کہ اس سے اپنا مال لے لو اور اسے الگ کر دو۔ چنانچہ وہ خلع کرا کے اپنے والدین کے پاس چلی گئیں۔

یہ دونوں مقدمے بہت اہم ہیں اور ان سے خلع کا قانون وضاحت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورہ بقرہ کی مندرجہ صدر بنیادی آیت (۲۲۹) اور ان دونوں مقدمات اور ان کے فیصلوں کو یکجا کرنے سے مندرجہ ذیل اصول مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ عورت خلع کا مطالبہ صرف اسی صورت میں کرے جب اسے حدود اللہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو۔ قرآن طلاق کی طرح خلع کو بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے اس نے یہ اجازت دیتے ہوئے لا جناح علیہما کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کے پاس کوئی معقول وجہ نہیں، تو اس کا خلع طلب کرنا گناہ ہے۔ حکومت اور برادری بھی اسکی حوصلہ افزائی نہیں کرینگے۔

۲۔ جیسے طلاق دینے میں مرد کو کچھ قربانی دینا پڑتی ہے یعنی وہ بیوی سے مہر یا دوسرے مال کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا، اسی طرح عورت علیحدگی کی خواہشمند ہے تو وہ کچھ قربانی دے اور خاوند کا دیا ہوا مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس کر دے۔

۳۔ خلع کے لیے بھی (طلاق کے طرح) قاضی یا عدالت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے شرائط طے کرلیں، یعنی بیوی معاوضہ پر تیار ہو، اور خاوند اتنے معاوضے پر رضامند ہو، تو وہ خود بخود علیحدہ ہو جائیں۔ ہاں! اگر وہ باہمی فیصلہ نہ کرسکیں، تو قاضی یا عدالت کے پاس جاسکتے ہیں۔

۴۔ خلع کے بعد اگر وہ دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو اس میں کوئی بات مانع نہیں۔ لیکن چونکہ شوہر نے بیوی سے معاوضہ لے لیا ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ وہ اب عدت کے زمانے میں رجوع نہیں کرسکتا، بلکہ عدت کے اندر یا بعد میں ان کا دوبارہ باقاعدہ نکاح ہوگا اور اسے از سر نو اس کا مہر ادا کرنا پڑے گا۔

اسلام نے عورت کو خلع کا حق دے کر اس پر بہت بڑی ذمہ داری عائد کردی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ وہ اس کے استعمال میں نہایت درجہ احتیاط سے کام لے۔ ثوبان سے روایت ہے کہ جو عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے خلع چاہتی ہے، اس پر جنت حرام ہے (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ) ایک اور جگہ بار بار خلع طلب کرنے والی عورتوں کو منافق قرار دیا ہے۔ (نسائی)

ورثہ

اسلام نے دولت کی تقسیم میں اعتدال قائم رکھنے کے لیے چند ایسے بنیادی اصول بتائے ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو آج کل کا معاشرتی ہیجان بڑی حد تک خود بخود رفع ہو جائے۔ سب سے پہلے زکوٰۃ کا حکم دیا کہ امیر اپنی آمدنی پر نہیں بلکہ اپنے راس المال پر، ایک خاص شرح سے ادائی کریں جو قومی بیت المال میں جمع ہو کر تمام مستحق رعایا کی ضروریات پر خرچ ہو۔ زکوٰۃ کے مقررہ اور واجب مقدار کے علاوہ لوگوں کو صدقات دینے کا حکم دیا تا کہ مال امیروں کے پاس سے نکل کر غریبوں اور مستحقوں تک پہنچتا رہے۔ پھر سود لینے اور دینے کی ممانعت کی۔ دراصل بہت سی خرابیوں کی جڑ سود میں پنہاں ہے۔ سود لینے والا اور سود دینے والا دونوں آخر کار نقصان میں رہتے ہیں۔ چوتھا حکم وصیت سے متعلق دیا کہ آسودہ حال لوگ، اپنی موت سے پہلے ایک تہائی جائیداد تک کی وصیت کریں۔ اس مال سے رفاہ عام کے بیسیوں کام چل سکتے ہیں۔ اور سب سے آخر میں وراثت کے احکام کچھ ایسے طریقے پر وضع کیے کہ ان پر عمل کرنے سے سرمایہ چند ہاتھوں میں جمع نہیں رہ سکتا۔ اس جگہ ہم پہلی تین شقوں یعنی زکوٰۃ، صدقہ اور سود پر بحث نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں البتہ وصیت اور قانون وراثت پر قرآن کی روشنی میں غور کریں گے۔

وصیت

قرآن نے جہاں بھی ترکے کی تقسیم کا حکم دیا ہے، اس سے پہلے وصیت کی تعمیل اور میت کے قرض کی ادائگی کے لیے کہا ہے۔ وصیت اور قرض سے متعلق یہ احکام ایسے ہیں کہ عورت ہو یا مرد، ان کی تعمیل سب پر واجب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا
نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى
الْمُتَّقِينَ۔ (البقرہ۔۱۸۰)

”تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آجائے اور اگر وہ اپنے والدین اور اقربا کے لیے بڑا سرمایہ ترکے میں چھوڑ رہا ہے تو وہ دستور کے مطابق اچھی طرح وصیت کرے۔ یہ متقین پر ایک فرض ہے۔“

بعض مفسرین نے اس آیت کو سورہ نساء کی ورثے والی آیات سے (جن کا ذکر آگے آتا ہے) منسوخ قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان ہی آیات میں چار جگہ ترکے کی تقسیم سے پہلے وصیت کی تعمیل اور قرض کی ادائی کا حکم موجود ہے۔ اس کے علاوہ سورہ مائدہ میں وصیت کو قلم بند کرنے اور اس سے متعلق شہادت مہیا کرنے کی ہدایات درج ہیں۔ اور سورہ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو حضرت رسول ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وصیت والی آیت منسوخ نہیں۔ قرآن کی اندرونی شہادتوں کے علاوہ حضرت رسول کریم ﷺ اپنی زندگی کے آخری زمانے تک وصیت کی اجازت دیتے رہے۔

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع کے دوران

میں ایسا سخت بیمار ہوا کہ موت کے کنارے تک پہنچ گیا۔ اس پر رسول ﷺ عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کافی مالدار آدمی ہوں، اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے۔ کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کیا: ''دو تہائی مال کی؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پھر عرض کیا: ''آدھے مال کی وصیت کر دوں؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' پھر میں نے عرض کیا: ''ایک تہائی مال کی وصیت کر دوں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں۔ تہائی مال کی خیرات (وصیت) کرو اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس اور محتاج چھوڑ دو اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔'' (متفق علیہ)

اصول وصیت

مندرجہ صدر آیت اور اس حدیث سے وصیت کے یہ اصول معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ چونکہ سورہ نساء کی آیت وراثت فتح مکہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی اس لیے حجۃ الوداع میں حضرت رسول کریم ﷺ کا سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی اجازت دینا، اس امر کی صریح شہادت ہے کہ سورہ بقرہ کی مندرجہ صدر آیت (۱۸۰) منسوخ نہیں ہوئی۔

۲۔ وصیت اس صورت میں جائز ہے، جب کوئی شخص اپنے وارثوں کے لیے کافی جائداد ترکے میں چھوڑ رہا ہو۔ آیت زیر بحث میں بھی یہی حکم ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے والدین اور عزیزوں کے لیے ''خیر'' یعنی مال کثیر ترکے میں چھوڑنے والا ہے تو وہ پسندیدہ اور معروف طریقے سے وصیت کرے۔

عام مفسرین نے اس آیت کے معنی یوں کیے ہیں: ''اگر تم میں سے کوئی قریب بموت شخص اپنے بعد مال و متاع سے کچھ چھوڑ جانے والا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کر جائے۔'' یعنی والدین کا تعلق ترکے سے نہیں بلکہ وصیت سے ہے۔ اس صورت میں بھی آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات والدین اور قریبی رشتے دار کافر ہونے کی وجہ سے ترکے سے محروم ہوتے ہیں، ایسی صورت میں ان کے وصیت کی گنجائش رکھی گئی ہے (تفسیر سورۃ عبید اللہ سندھی)۔ مال تھوڑا ہو تو وصیت نہیں کرنی چاہیے اس کی تائید حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کے پاس ان کا ایک آزاد کردہ غلام آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنی سات سو درہم کی جائداد وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: یہ رقم ''خیر'' نہیں تم وصیت نہ کرو۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ میرے چار وارث ہیں اور چار ہزار درہم کی جائداد ہے، کیا اس میں سے کچھ وصیت کر دوں؟ تو آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ چار ہزار کی رقم ''خیر'' نہیں، بہتر ہے کہ اسے اپنے ورثا کے لیے چھوڑ جاؤ۔

۳۔ وصیت کے ذریعے ورثا کو ترکے سے محروم کرنا جائز نہیں بلکہ انہیں غنی اور غیر محتاج چھوڑنا زیادہ مناسب ہے۔

۴۔ وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی جائز ہے۔

۵۔ وصیت ورثا کے حق میں نہیں کی جا سکتی کیونکہ انہیں تو بہرحال ترکہ ملے گا۔ اس کے علاوہ ایک اور امر بھی قابل غور ہے کہ اگر کسی وارث کے لیے وصیت کے ذریعے کچھ چھوڑا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اسے ترکے میں سے اپنے حصے سے زیادہ مل جائے گا یوں وارثوں کے حصے مقرر کرنے کا مقصد ہی ضائع ہو گیا۔

اس نتیجے کی تائید حدیث ''لَا وَصِیَّۃَ لِلْوَارِث'' سے بھی ہوتی ہے (ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) اور یہ حدیث اگرچہ آحاد میں سے ہے، لیکن قرآن کے کسی مقام کے منافی نہ ہونے کے سبب قابل اعتبار ہے۔

وصیت کرنے والا اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ اپنی جائداد کے تیسرے حصے تک کی جسے چاہے وصیت کر دے مثلاً اگر بعض رشتہ دار ایسے ہوں کہ احکام وراثت کی رو سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، تو وہ وصیت کے ذریعے سے انہیں کچھ دے سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ وہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر، دوسروں کے لیے وصیت نہ کرے۔

بعض لوگ اپنی اولاد میں سے کسی خاص بچے کے ساتھ زیادہ مانوس ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے کچھ زیادہ مل جائے۔ چونکہ

وہ وصیت کے ذریعے اس سے خاص رعایت نہیں کر سکتے، اس لیے وہ یہ کرتے ہیں کہ اپنی زندگی ہی میں اسے کچھ دے دیتے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔ سب بچوں سے یکساں سلوک کرنا چاہیے۔ اگر ایک کو کچھ دیا جائے تو دوسروں کو بھی اس کے برابر دینا چاہیے۔ حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے کچھ ملکیت عطیہ دی۔ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے ان سے کہا کہ میں تو جب خوش (مطمئن) ہوں گی کہ تم اس پر رسول کریم ﷺ کو گواہ بنا لو۔ جب میرے والد نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے پوچھا "کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا ہی دیا ہے؟" میرے والد نے جواب دیا۔ "نہیں۔" تو فرمایا۔ "خدا سے ڈرو اور اولاد کے درمیان عدل سے کام لو۔" یہ سن کر میرے والد پلٹ آئے اور عطیہ واپس لے لیا۔ (متفق علیہ) یہ بات ذہن نشین ہو کہ مرنے کے بعد ترکے میں بیٹی کا حصہ بیٹے سے آدھا ہے لیکن اگر حیاتی میں اولاد کو دیا جائے تو بیٹے بیٹی کا کوئی فرق نہیں۔ بیٹی کو اتنا ہی دینا چاہیے جتنا بیٹے کو دیا جائے۔

۶۔ اگر کوئی شخص غلط وصیت کرنے کا ارادہ کرے تو دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اسے اس سے روکیں۔

۷۔ وصیت کسی غیر مذہب والے کے حق میں بھی کی جا سکتی ہے اور ورثا کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی تعمیل میں کوتاہی نہ کریں بلکہ اگر مرنے والے کے کچھ مستحق رشتے دار ایسے ہیں جو غیر مسلم ہیں تو یہ اور بھی زیادہ مناسب ہے کہ وہ ان کے لیے وصیت کر جائے۔ کیونکہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے وہ اس کے ترکے میں وارث نہیں ہو سکتے۔ ام المومنین حضرت صفیہؓ نے مرتے وقت ایک لاکھ درہم ترکے میں چھوڑے اور وصیت کی کہ اس کا ایک تہائی میرے بھانجے کو دے دیا جائے۔ حضرت صفیہؓ پہلے یہودیہ تھیں اور بعد کو اسلام قبول کر کے حضرت رسول کریم ﷺ کے عقد میں آئی تھیں۔ لیکن ان کے یہ بھانجے ابھی تک یہودی مذہب پر قائم تھے۔ اس لیے لوگوں نے اس وصیت کی تعمیل میں تساہل برتا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو، اور صفیہؓ کی وصیت پر عمل کرو۔ تب لوگوں نے ان کے بھانجے کا حق انہیں دیا۔"

وصیت میں تبدیلی

کچھ لوگ اس لیے وصیت نہیں کرتے کہ ان کے وارث غالباً ان کی وصیت کے مطابق عمل نہیں کریں گے۔ یہ اندیشہ وصیت نہ کرنے کے لیے معقول وجہ نہیں۔ موصی پر تو عمدہ طریقے سے وصیت کرنا فرض ہے۔ اگر اس کے بعد اس کے وارث اس کی تعمیل میں کوتاہی کریں، تو وہ گناہ کے مرتکب ہوں گے، وصیت کرنے والا اس کے لیے ذمہ دار نہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (البقرہ ۲:۱۳۴)

وہ اپنے اعمال کے لیے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے اعمال کے لیے۔ تم سے ان کے کیے کے بارے میں باز پرس نہیں ہو گی۔ تمہارا فرض صرف اتنا ہے کہ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے، اس پر عمل کرو۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے وصیت کرنے کی تاکید کی ہے۔ فرمایا، جو شخص وصیت کر کے مرا، وہ راہِ مستقیم اور سنت پر مرا، وہ تقویٰ اور شہادت پر مرا، اور اس حال میں مرا کہ اس کے لیے مغفرت ہے

(ابن ماجہ)

غرض کہ مرنے والے کے لیے وصیت لازم ہے، بشرطیکہ وہ ورثاء کے لیے مال کثیر چھوڑ رہا ہو اور ورثاء کا فرض ہے کہ وہ اس وصیت کی تعمیل کریں۔

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ

(البقرہ ۱۸۱)

"اور پھر جو کوئی اس (وصیت) کو سننے کے بعد بھی اس میں تبدیلی کرے گا، تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہو گا۔"

بے شک، ورثا اور لواحقین کا وصیت میں رد و بدل کرنا گناہ ہے۔ لیکن موصی کا بھی فرض ہے کہ وہ وصیت کرتے وقت کسی کو نقصان پہنچانے کا خیال نہ کرے۔ تقسیم ترکہ کا حکم ایسی وصیت ہی کی تعمیل کے بعد ہے جس کا مقصد کسی حقدار کو نقصان پہنچانا نہ ہو۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ

(النسآء ۱۲)

’’ایسی وصیت یا قرض کے بعد جس کا مقصد (حق داروں کو) نقصان پہنچانا نہ ہو۔‘‘

یعنی ایسی وصیت قابل عمل ہے اور وارثوں کو چاہیے کہ جائداد تقسیم کرنے سے پہلے اس کی تعمیل کریں۔ پہلے موصی کو حکم دیا کہ کوئی وصیت کسی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے نہ کرو۔ اب اس کے اعزاء اور دوستوں کو ہدایت کی کہ اگر تمہارے علم میں آ جائے کہ موصی بعض وارثوں کو نقصان اور دوسرے لوگوں کو ناانصافی سے فائدہ پہنچانے پر تُلا ہوا ہے، تو تمہارا فرض ہے کہ اسے اس سے روکو۔

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ۔۱۸۲)

’’اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والا کسی کی بیجا طرفداری یا گناہ کرنے والا ہے تو ان کے (یعنی موصی اور اس کے وارثوں کے) درمیان صلح کرا دینے میں کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔‘‘

یہ حکم دینے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ پہلی آیت میں وصیت میں ردو بدل کرنے والے کو گناہ اور سزا سے ڈرایا تھا۔ لہٰذا اس بات کا اضافہ کر دیا تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے کہ اگر تم اپنے اثر سے کام لے کر موصی کو اس پر آمادہ کر سکو کہ وہ ورثا کو ان کے جائز حق سے محروم نہ کرے تو یہ وصیت میں ردو بدل نہیں کہلائے گا بلکہ یہ ایک اصلاح کا کام ہے جس کے لیے نہ صرف تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ خود موصی بھی جو غلطی کرنے والا تھا، وہ اس سے بچ کر مورد رحمت و مغفرت ہوگا۔

وصیت پر شہادت

وصیت کو معتبر اور مضبوط بنانے کے لیے حکم دیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ○ (المآئدۃ۔۱۰۶)

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم میں سے کسی کی موت کی گھڑی قریب آ جائے (اور تم وصیت کرنا چاہو) تو وصیت کے وقت اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ مقرر کر لو۔ اگر تم سفر میں ہو اور موت کی مصیبت پیش آ جائے تو (مسلمان گواہوں کے نہ ملنے کی صورت میں) دوسرے غیر مسلم گواہ بھی رکھ سکتے ہو۔ اگر تمہیں (ان گواہوں کی سچائی میں، کسی قسم کا شک ہو، تو انہیں نماز (یا عبادت) کے بعد روک لو۔ اس کے بعد وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی معاوضے میں اپنی قسم فروخت نہیں کریں گے، خواہ (وارث) ہمارا رشتہ دار یا عزیز ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے ورنہ ہم گنہ گار ہوں گے۔‘‘

یعنی وصیت کو مضبوط کرنے کے لیے دوستوں میں سے دو معتبر گواہ مقرر کر لو جو تمہارے بعد وصیت کی صحت کی تصدیق کریں تاکہ وارثوں کے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ مجبوری کی حالت میں، مسلمان گواہوں کے نہ ملنے کی صورت میں، دو غیر مسلم گواہ رکھنے کی اجازت دی۔ یہاں اگرچہ گواہوں کے مقرر کرنے کا ذکر سفر کی حالت کے ساتھ کیا گیا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گواہ صرف حالت سفر ہی میں مقرر کرو بلکہ یہاں محض ایک مجبوری کی حالت کا بطور مثال ذکر کر کے عام اصول مقرر کر دیا ہے کیونکہ سفر کی حالت میں مسلمانوں کے شاہد بنانے والے حکم پر عمل مشکل ہے، اس لیے اجازت دی کہ اگر حالات ایسے ہوں کہ مسلمان گواہوں کا مہیا کرنا محال ہو تو اس صورت میں غیر مسلم گواہ بھی مقرر کیے جا سکتے ہیں۔

اور صلوٰۃ کے بعد روکنے کو اس لیے کہا کہ جب انسان عبادت میں مصروف ہوتا ہے تو خشیت اللہ اس پر زیادہ طاری ہوتی ہے اور اس حالت میں وہ غالباً اپنے قول یا اقرار یا قسم کا زیادہ پاس کرے گا۔ اگر گواہ مسلم ہیں تو انہیں نماز کے بعد روکا جا سکتا ہے، اگر وہ غیر مسلم ہیں، تو مسلمان شاہدوں کے حکم پر قیاس کر کے ان کی عبادت کے بعد انہیں مندر یا گرجے میں روکا جا سکتا ہے۔

آخر میں قسم کا طریقہ بیان کیا: فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پہلے دو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں، اور پھر قسم کے یہ الفاظ دہرائیں: لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ. ”یعنی ہم کسی معاوضے کے بدلے میں اپنی قسم نہیں بیچیں گے خواہ وارث ہمارا رشتے دار یا عزیز قریب ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کی شہادت چھپائیں گے۔ اور اگر ایسا کریں گے، تو ہم گناہگار ہوں گے“

قرآن کے مختلف مقامات سے شہادت سے متعلق مندرجہ ذیل اصول معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ عورت بھی گواہ ہو سکتی ہے (البقرہ، ۲۸۲)
۲۔ گواہ غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے (المائدہ، ۱۰۶)
۳۔ گواہ عادل اور متقی ہو (الطلاق ۲)
۴۔ بلانے پر گواہ، گواہی دینے کے لیے ضرور حاضر ہو اور انکار نہ کرے (البقرہ، ۲۸۲)
۵۔ گواہی کو چھپانا گناہ ہے (البقرہ، ۲۸۳)
۶۔ سچی گواہی دینا مومن کی نشانی ہے (المعارج ۳۳)
۷۔ گواہی سچی اور پوری پوری دی جائے کسی کی مخالفت کی وجہ سے سچ سے گریز نہ کیا جائے۔ (المائدہ ۸)
۸۔ گواہی سچی اور مکمل دی جائے خواہ اپنے یا اپنے کسی عزیز قریب ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ (النساء، ۱۳۵) نیز (المائدہ ۱۰۶)
۹۔ گواہ کو اس کی گواہی کی وجہ سے کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے۔

(البقرہ، ۲۸۲)

۱۰۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہ نے جھوٹ بولا ہے تو پھر اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کرنا چاہیے۔ (النور ۴)

یہاں وہ سب صورتیں بیان کر دیں جن میں عموماً کوئی شخص شہادت میں تبدیلی یا اخفاء پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ پہلے ممکن ہے کہ وہ کسی فریق سے رشوت لے کر اپنی شہادت بدلنے پر تیار ہو جائے اور اس طرح دوسرے فریق کو نقصان پہنچا کر فریق اول کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ دوسرے ممکن ہے کہ ورثاء میں سے کوئی فریق اس کا رشتے دار یا عزیز ہو اور وہ اس سے رشوت لیے بغیر ہی شہادت اس کے حق میں تبدیل کرنے پر تیار ہو جائے اور تیسرے یہ کہ شہادت کا جتنا حصہ بیان کرے، وہ تو درست ہو اور اس میں کوئی غلط بیانی نہ ہو، لیکن وہ کوئی ایسا حصہ ظاہر نہ کرے، جس سے شہادت میں تبدیلی ہو جائے جس سے اس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔ یہاں شہادت کو ”اللہ کی شہادت“ کہہ کر یہ بتایا کہ اگر گواہ ٹھیک ٹھیک سارا حال بتا دیتا ہے، تو وہ خدا کے ایک حکم کی تعمیل کر رہا ہے، یہ کسی پر اس کا احسان نہیں کیونکہ اس شہادت کا ظاہر کرنا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو چکا ہے۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ. (المائدہ ۵: ۱۰۷)

”پھر اگر معلوم ہو جائے کہ (وہ) دونوں (گواہ) گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، (اور انہوں نے گواہی میں) جھوٹ بولا ہے تو پھر ان کی جگہ دوسرے دو گواہ، ان لوگوں میں سے کھڑے کیے جائیں، جن کا حق ان پہلے گواہوں نے دبانا چاہا تھا۔ پھر یہ دونوں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں سے زیادہ درست ہے، اور اگر ہم گواہی دینے میں کسی قسم کی زیادتی کریں گے۔ تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے“۔

یہاں بھی اللہ کی قسم کھانے کے بعد گواہ جو الفاظ کہیں گے، وہ درج کر دیے ہیں، یعنی ”لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ“

قرائن کی تکذیب

پہلے گواہوں کے جھوٹ بولنے کا علم قرائن ہی سے ہو سکتا ہے۔ قرآن نے قرائن سے استدلال کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں جہاں عزیز مصر کی عورت کے حضرت یوسف علیہ السلام پر اتہام لگانے کا ذکر ہے، وہاں اس عورت کے لوگوں ہی میں سے ایک نے کہا کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سامنے سے پھٹی ہوئی ہے تو واقعی یہ عورت اپنے دعوے میں سچی

ہے۔ اور اگر ان کی قمیص پشت کی طرف سے پھٹی ہے تو یہ جھوٹی ہے اور حضرت یوسف سچے ہیں۔ پس اگر مدعی یا مدعا علیہ قرائن سے یہ ثابت کر دے کہ فریق ثانی اپنے دعوے میں یا گواہ اپنی شہادت میں ایسے امور بیان کر رہا ہے جو اس مرنے والے شخص کے حالات یا کسی وقوع کو مدنظر رکھتے ہوئے قرین قیاس نہیں، تو وہ ان کے مقابلے میں، اپنی طرف سے جوابی شہادت پیش کر سکتا ہے۔

چونکہ سفر اور مجبوری کی حالت میں غیر مسلم گواہوں کے تقرر کی اجازت دی ہے، اس لیے لازم ہے کہ ان کی شہادت کی خوب چھان بین کر لی جائے۔ بعد کو پشیمان ہونے سے پہلے احتیاط کر لینا زیادہ عقلمندی ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ○

(الحجرات - ۶)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب چھان بین کر لیا کرو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ حقیقت کی واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کسی گروہ کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور بعد کو تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔“

اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں، ایک فاسق اور دوسرا نبا۔ فاسق اس شخص کو کہتے ہیں، جو احکام شریعت کی نافرمانی کرتا ہے، یا کوئی عہد کر کے اس سے مکر جاتا ہے۔ اور نباء کے معنی ہیں کوئی اہم اور ضروری خبر۔ فرمایا، اگر کوئی شخص تمہارے پاس کسی قسم کی اہم اور ضروری خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کر لو۔ اگر وہ آدمی بدعہد اور غیر معتبر مشہور ہے تو اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں بھی قرائن سے شہادت کے سچ یا جھوٹ ہونے کا فیصلہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

جوابی گواہی کا دروازہ کھلا رکھنے کی حکمت بتاتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّھَادَةِ عَلٰی وَجْھِھَا اَوْ یَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِھِمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ (المائدہ ۱۰۸)

”اس طرح کی قسم سے امید ہے کہ گواہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں گے یا کم از کم انہیں اس بات کا اندیشہ رہے گا کہ کہیں ہماری قسمیں دوسرے فریق کی قسموں کے بعد رد نہ ہو جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور (اس کے احکام کو غور سے) سنو۔ اللہ (اپنے احکام کی) خلاف ورزی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اگر ان دونوں کو معلوم ہوگا کہ ہماری شہادت کے بعد فریق مخالف بھی شہادت پیش کر کے ہماری تردید کر سکتا ہے تو اس کا زیادہ امکان ہے کہ وہ حالات بے کم و کاست ٹھیک ٹھیک بتا دیں گے۔ اور اس خوف سے کہ اگر بعد کو ہماری شہادت رد کر دی گئی تو اس میں ہماری ذلت اور ہتک ہوگی، وہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ گویا فریق ثانی کو شہادت کا حق دینے سے مقصود یہ ہے کہ سچ اور جھوٹ میں تصفیہ ہو سکے۔ پس اگر گواہ خود ہی موصی کی ہدایت کے مطابق سچی گواہی دے رہے ہیں، تو اس صورت میں فریق ثانی کو بھی جھوٹی شہادت پیش نہیں کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرنا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ وصیت کی تصدیق، شہادتوں کا پیش ہونا، اور فریق ثانی کا ان کی تردید کے لیے کھڑا ہونا اور اس کے نتیجے میں دونوں فریقوں پر جرح و تعدیل وغیرہ، یہ سب امور گھر بیٹھے طے نہیں ہو سکتے، ان کے لیے ایک عدالت کی ضرورت ہے۔ پس جہاں جھگڑا ہو، اور فریقین باہمی گفتگو سے کسی ثالث اور حکم کے ہاں تصفیہ نہ کر سکیں، انہیں عدالت مجاز کے سامنے جا کر اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔

قرض

ترکے کی تقسیم سے متعلق ایک عام اصول یہ قائم کیا:

مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰی بِھَا اَوْ دَیْنٍ یعنی وصیت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد تقسیم عمل میں آئے گی۔ یہاں وصیت کا ذکر پہلے اور قرض کا بعد کو کرنے سے یہ مراد نہیں کہ پہلے وصیت پر عمل ہوگا کیونکہ وصیت تو ترکے کے تہائی میں سے ہو سکتی ہے۔ اِنْ تَرَکَ

خَیْرًا نِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور ترکہ وہی ہے جو قرض ادا کر دینے کے بعد بچے گا جب تک متوفی کی جائداد پر کچھ قرض ہے، اس کے وارث یہ نہیں کہہ سکتے کہ مورث نے یہ سب کچھ ہمارے لیے ترکہ چھوڑا ہے۔ پس قرض کی ادائگی پہلے ہوگی اور وصیت کی تعمیل بعد کو۔ خود رسول کریم ﷺ کا بھی طرز عمل تھا (ترمذی۔ ابن ماجہ)

وصیت اور قرض کی نوعیت یوں بیان کی:

غَیْرَ مُضَآرٍّ (النساء۔ ۱۲)

ایسی وصیت اور ایسا قرض جس کا مقصد (وارثوں کو) نقصان پہنچانا نہ ہو۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جہاں کسی شخص کی اپنی اولاد، اس کے ترکے کی وارث نہیں ہوتی بلکہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد یا دور کے رشتے دار اس کے وارث ہوتے ہیں، وہ شرعی حد (ایک تہائی) سے زیادہ وصیت کر کے ورثاء کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے یا کسی وارث (مثلاً بیوی وغیرہ) کو زیادہ فائدہ دینے کے لیے مرنے سے پہلے جھوٹ بول کر اس کے قرض کا اقرار کرتا ہے۔ تہائی سے زیادہ وصیت نافذ نہیں ہوگی اور قرض کا جھوٹ ہونا ثابت کر کے اس کو بھی عمل سے ساقط کیا جائے گا کیونکہ یہ سب کچھ اس نے وارثوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا ہے۔

جب قرض اور وصیت کے مرحلے ختم ہو جائیں تو باقی جائداد وارثوں میں تقسیم کر دی جائے۔

اصولِ وراثت

وراثت سے متعلق سب سے پہلے یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (۱) نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے، نہ کافر مسلمان کا (متفق علیہ) (۲) اسی طرح متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا اور بیٹی) وارث نہیں ہوتا (بخاری۔ کتاب النکاح) نیز فرمایا کہ (۳) اسلام میں ایسا بھائی چارہ اور عہد یا قسم نہیں جو میراث کو واجب کر دے (مسلم۔ کتاب فضائل الصحابہ)

اصول تقسیم

رہی صلبی اولاد، لڑکے اور لڑکیاں، تو ان میں تقسیم جائداد سے متعلق قرآن کا حکم ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْہُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا○ (النساء۔ ۷)

"ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، لڑکوں کا حصہ ہے اور ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، لڑکیوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصے خدا کی طرف سے مقررہ ہیں۔"

یعنی جہاں تک اصول کا تعلق ہے، لڑکا اور لڑکی دونوں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے کے حقدار ہیں اور کوئی شخص انہیں ان کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا۔

یہ عام رواج ہے کہ جب کسی شخص کا ترکہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہونے لگتا ہے تو ان لوگوں کے علاوہ جو جائداد میں کسی حصے کے حقدار ہوتے ہیں، دور کے رشتے دار اور خاندان کے ایسے لوگ بالخصوص غریب اور یتیم بچے جمع ہو جاتے ہیں جو قانون کی رو سے وارث نہیں ہوتے۔ قرآن ایسے لوگوں کو بھی نہیں بھولا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے، ان کے دل میں اپنی محرومی کا خیال پیدا ہو، حکم دیا کہ ہو سکے تو انہیں بھی کچھ دے دو، تاکہ یوں ان کی اشک شوئی ہو جائے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْہُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا○ (النساء۔ ۸)

"اگر تقسیم کے وقت (کوئی دور کے) رشتے دار اور یتیم اور مسکین جمع ہو جائیں، تو انہیں بھی ترکے میں سے کچھ دے دو، ورنہ (کم سے کم) ان سے اچھے طریقے پر (نرمی اور عمدگی سے) بات ہی کر لو۔"

یعنی اس بات پر خداوند کریم کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں مال دیا ہے اور اس شکر کا عملی اظہار یوں کرو کہ ان لوگوں کو بھی

اس میں سے کچھ دے دو، جو شخص تمہاری وجہ سے اس ترکے سے محروم ہو رہے ہیں، جس پر اب تم قبضہ کرنے والے ہو۔ یوں بھی ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ صلۂ رحمی کا خیال رکھے اور اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی خبر گیری کرے، لیکن اگر وہ یتیم اور مسکین بھی ہوں، تو اس صورت میں یہ ذمہ داری دگنی ہو جاتی ہے۔

اگرچہ اوپر حضرؔ کے معنی ”جمع“ ہونے کے لیے گئے ہیں یعنی اگر وہ آ جائیں تو کچھ دے دو۔ لیکن حضرؔ کے معنی موجود کے بھی ہیں، خواہ وہ اس جگہ حاضر ہوں یا نہیں۔ پس کوئی امر مانع نہیں کہ اگر وہ لوگ غیر حاضر ہوں تو بھی سلوک کے طور پر انہیں کچھ پیش کر دیا جائے، بلکہ یہ حسن و احسان کا مزید ثبوت ہوگا کہ ان کی غیر حاضری میں بھی ان کا خیال رکھا جائے۔

آخر میں یہ فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے (مثلاً ورثا کے صغیر ہونے کی وجہ سے) انہیں کچھ نہ دے سکو، تو کم از کم ان سے نرمی سے پیش آؤ اور کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے ان میں اپنی محرومی اور مفلسی کا احساس پیدا ہو بلکہ سختی سے پیش آنے کی بجائے ان سے عمدہ طریقے سے گفتگو کر کے عذر کر دو۔ پھر اس طریقے کی ضرورت اور اہمیت ذہن نشین کرنے کے لیے ارشاد فرمایا:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (النساء: ۹)

”اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر کہیں وہ اپنے پیچھے (کم سن اور) ضعیف اولاد چھوڑ جائیں، تو انہیں ان کے بارے میں کس قدر اندیشہ ہوگا۔ پس اللہ سے ڈرو اور مناسب اور با محل بات کہو“۔

مثال ایسی دی گئی ہے جو ہر ایک کو کسی نہ کسی دن پیش آ سکتی ہے۔ موت کا علم کسی کو نہیں اور کون جانتا ہے کہ موت کے وقت میری مالی حالت کیسی ہوگی اور میرے بیوی بچوں کا میرے بعد کیا حال ہوگا! اس لیے فرمایا کہ اگر تمہاری موت کا وقت قریب آ جائے تو تمہیں اپنے یتیم بچوں کے متعلق کیا کچھ اندیشہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح خاندان کے یتیموں کا بھی خیال کرو۔ ان سے حسن سلوک سے پیش آؤ اور گفتگو میں موقع و محل کا خیال رکھو۔

ا۔ اولاد اور والدین کے حصے

جہاں تک حق وراثت کا تعلق ہے لڑکوں اور لڑکیوں کو استحقاق میں برابر کا درجہ دینے کے بعد اب ان کے الگ الگ حصے مقرر کیے گئے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ

(النساء: ۱۱)

”تمہاری اولاد کے متعلق اللہ کا یہ تاکیدی حکم ہے کہ ترکے میں لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں، تو ترکے میں ان کا حصہ دو تہائی ہوگا، اور اگر اکیلی لڑکی ہو، تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا۔ بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے۔ اگر اس کو کوئی اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں، تو ماں کے لیے ایک تہائی، اگر (ماں باپ کے ساتھ) بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کیلیے چھٹا حصہ ہوگا۔“

پھر یاد رہے کہ سب تقسیم مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ یعنی وصیت کی تعمیل قرض کی ادائگی کے بعد ہوگی۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصہ قرار دیا ہے، یعنی سب کے حصے لڑکی کے حصے سے گنے جائیں گے۔ گویا تمام تقسیم اس محور کے گرد گھومے گی۔ جاہلیت کے زمانہ میں لڑکیوں کو ترکے میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا جیسا کہ اکثر دوسرے مذاہب میں اب بھی ہے لیکن اسلام کی نظر میں لڑکی کو ترکے کا حصہ دینا کتنا ضروری ہے، وہ اسی سے ظاہر ہے کہ پہلے تو تقسیم وراثت کی عمارت کی بنیاد ہی لڑکی کے حصے پر رکھی، پھر يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فرمایا یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔

* * *

اس آیت سے تقسیم کے یہ اصول معلوم ہوئے:

(۱) اگر اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو ایک لڑکے کو ایک لڑکی سے دگنا ملے گا اور اسی اصول پر سب ترکہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگا۔ صرف لڑکوں کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ سب برابر کے حصے دار ہوں گے۔

(۲) اگر اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں۔

دو لڑکیوں کے حصے کا الگ ذکر نہیں کیا۔ لیکن جب بعد میں یہ کہا: وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً الخ (اور اگر صرف ایک ہو) تو اس سے معلوم ہوا کہ دو کا حکم گزر چکا ہے یعنی فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً میں دو بھی شامل ہیں۔

اس سے پہلے فرمایا کہ ایک لڑکے کا حصہ، دو لڑکیوں کے برابر ہوگا یعنی اگر اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو لڑکی کو ترکے کا ایک تہائی اور لڑکے کو دو تہائی ملے گا۔ فرض کیا، لڑکا نہیں ہے اور صرف دو لڑکیاں ہیں، تو اس صورت میں جو لڑکی کو ملے گا دو تہائی، وہ ان دونوں لڑکیوں کو مل جائے گا۔ آیت کے بعد کے الفاظ ایسے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ان کو بھی دو تہائی ہی ملے گا۔

خود حضرت رسول کریم ﷺ کے عمل سے ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ایک صحابی سعدؓ بن ربیع غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے اولاد میں صرف دو لڑکیاں چھوڑیں۔ سعدؓ کے بھائی نے سارے ترکے پر قبضہ کرلیا اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس پر سعدؓ کی بیوہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ سعدؓ کی دو لڑکیاں موجود ہیں، لیکن ان کے چچا نے انہیں ان کے باپ کے ترکے میں سے، ایک حبہ بھی نہیں دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے سعدؓ کے بھائی کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ مرحوم کی دونوں بیٹیوں کو اس کے ترکے میں سے دو تہائی اور بیوہ کو آٹھواں حصہ دے دو، اور بقیہ خود رکھ لو (ترمذی، ابوداؤد)

بہرحال فَوْقَ اثْنَتَيْنِ میں بھی دو شامل ہیں۔ فوق سے یہ مراد نہیں کہ صرف دو سے اوپر ہی کا بیان ہے۔ دوسری جگہ قرآن میں جہاں غزوۂ بدر کا ذکر ہے، وہاں مومنوں کو کہا: فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (انفعال ۸: ۱۲) اس سے یہ مراد نہیں کہ گردن چھوڑ کر اس سے اوپر ضرب لگاؤ بلکہ گردن بھی اس میں شامل ہے۔ اسی طرح جب کہا: فَوْقَ اثْنَتَيْنِ تو اس میں بھی دو اور دو سے زیادہ دونوں صورتوں کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ نساء کی آخری آیت میں دو بہنوں کا حصہ دو تہائی مقرر کیا، تو ظاہر ہے کہ دو بہنوں کے حصے سے دو لڑکیوں کا حصہ کیسے کم ہوگا۔ الغرض دو یا دو سے زیادہ لڑکیوں کو دو تہائی دینے کے بعد بقیہ ایک تہائی دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

(۳) اگر اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور باقی نصف دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر اولاد کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مندرجہ صدر شرح سے اولاد کو ملے گا۔

(۵) اگر متوفی کی اولاد کوئی نہ ہو، صرف ماں باپ ہوں تو اس صورت میں ترکے کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔

(۶) آخری صورت یہ بیان کی گئی کہ اگر متوفی کے ورثا میں ماں باپ کے ساتھ بھائی بہن بھی ہوں تو ماں کا حصہ چھٹا ہوگا۔ اور باقی سب باپ کو ملے گا۔ بھائی بہن کی وجہ سے صرف ماں کا حصہ کم ہوگا لیکن ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ بقایا تمام گھر کے کفیل یعنی باپ کو ملے گا۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص ماں باپ کو اولاد کا وارث قرار دینے پر اعتراض کرتا کیونکہ اس سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اولاد ہی وارث قرار دی گئی تھی۔ اسی لیے فرمایا:

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء ۴: ۱۱)

"تمہارے باپ دادا (بھی ہیں) اور اولاد (بھی)، لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع رسانی کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (یہ حصے) اللہ نے مقرر کیے ہیں، بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

یعنی یہ اعتراض کہ باپ دادا کیوں وارث بنائے گئے، نادانی کی بات ہے۔ اس حکم کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انسان کے لیے اوپر کے رشتے دار زیادہ اچھے ہیں، یا نیچے کے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم خدائی حکموں پر عمل کریں اور تقویٰ اسی کا متقاضی ہے۔

(۳) میاں بیوی کے حصے

پہلے اولاد کے حصے بیان کیے تھے، پھر اولاد کی جائداد میں ماں باپ کا حصہ بتایا۔ اب تیسری صورت یوں بتائی:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (النساء: ۱۲)

''تمہاری بیویوں کے ترکے میں سے تمہارے لیے نصف ہے، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کی اولاد ہو تو انہوں نے جو ترکہ چھوڑا ہے، اس میں کا ایک چوتھائی ہے۔ (یہ تقسیم) ان کی وصیت (کی تکمیل) اور (ان کے) قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔''

اور خاوند کی وفات کی صورت میں بتایا:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (النساء: ۱۲)

''اور تمہارے ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا ایک چوتھائی حصہ ہے، اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں۔ اگر تمہاری اولاد بھی ہو تو تمہارے ترکے میں سے ان کا حصہ آٹھواں ہے (یہ تقسیم) تمہاری وصیت (کی تکمیل) اور (تمہارے) قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی''۔

وراثت کے احکام میں قرآن نے واحد اور جمع کی صراحت نہیں کی۔ مثلاً اس حکم کی رو سے ایک بیوی کے لیے اولاد نہ ہونے کی صورت میں ایک چوتھائی اور اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان سب کو بھی یہی ملے گا۔ وہ آپس میں اسے بحصۂ مساوی تقسیم کریں گی۔

جمہور کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر خاوند یا بیوی کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے بیوی یا خاوند کا حصہ علیحدہ کر دیا جائے گا، اس کے بعد جو بچے، وہ ماں باپ میں تقسیم ہوگا۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو کئی طرح کی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی، مثلاً ایک عورت فوت ہو جاتی ہے، اس کے خاوند کے علاوہ اس کے ماں باپ دونوں موجود ہیں، اولاد کوئی نہیں۔ اس حکم کے تحت، خاوند کو نصف ملے گا اور گزشتہ حکم کی رو سے ماں کو ایک تہائی۔ اس طرح باپ کے لیے چھٹا حصہ بچا، یعنی ماں سے نصف۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔ پھر فرض کیجیے کہ ماں، باپ اور خاوند کے علاوہ دو یا تین لڑکیاں بھی ہیں۔ پہلے حکم کی رو سے لڑکیوں کو دو تہائی ملا۔ اور باقی تہائی بحصۂ مساوی ماں باپ میں تقسیم ہو گیا یعنی ہر ایک کو چھٹا حصہ۔ اس صورت میں خاوند کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ ان مشکلوں کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ ہوا ہے کہ بیوی یا خاوند کی وفات پر، پہلے خاوند یا بیوی اپنا حصہ اس آیت کے مطابق لے لے۔ اس کے بعد جو بچے، وہ دوسرے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس صورت میں وارثوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لیے ترکہ وہ کہلائے گا جو خاوند یا بیوی کا حصہ الگ کر دینے کے بعد بچے گا۔ مثال کے طور پر بیوی فوت ہو گئی۔ اس کی اولاد نہیں، البتہ ماں اور باپ ہیں۔ تو خاوند کو نصف ملے گا، باقی نصف کا ایک تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو۔ یا فرض کیے، ماں باپ کے ساتھ اولاد بھی ہے تو اول خاوند کو ایک چوتھائی ملا۔ بقیہ تین چوتھائی میں سے ماں اور باپ دونوں کو الگ الگ چھٹا حصہ یعنی اس کا ایک تہائی اور باقی دو تہائی اولاد میں مقررہ اصول پر تقسیم ہو جائے گا۔

۴۔ کلالہ

اب چوتھی صورت کلالہ کی ہے۔ اگرچہ کلالہ کے معنوں میں اختلاف ہے، لیکن اکثریت کا یہی مذہب ہے کہ کلالہ اس میت کو کہتے ہیں، جس کا نہ والد ہو نہ ولد۔ آیت کلالہ کے شانِ نزول میں جو حدیث حضرت جابر سے مروی ہے (ابوداؤد، کتاب الفرائض) اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت

(براء ابن عازب) میں یہی معنی حضرت رسول کریم ﷺ سے بھی بیان ہوئے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت یا مرد فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے نہ اس کا باپ ہو نہ بیٹا تو اس کی جائداد کی تقسیم کیسے ہوگی؟ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ اس کے اعیانی سگے بھائی بہن ہوں۔

۲۔ علاتی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔

۳۔ اخیافی بھائی بہن ہوں۔ ماں ایک اور باپ علیحدہ علیحدہ ہوں۔

ان تینوں کے احکام الگ الگ ہیں

۱۔ اگر پہلی صورت یعنی سگے بھائی بہن موجود ہوں تو حکم ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ (النساء: ۱۷۶)

”(اے نبی!) وہ تجھ سے فتویٰ پوچھتے ہیں (ان سے) کہو کلالہ کے بارے میں اللہ کا فتویٰ ہے کہ کوئی شخص مر جائے (اور) اس کی اولاد نہ ہو (نہ باپ دادا)، اور اس کی بہن ہو تو بہن کو اس کے ترکے کا نصف ملے گا۔ اور اگر بہن کی کوئی اولاد نہ ہو تو وہ (بھائی) اس کا وارث ہوگا۔ اگر دو بہنیں ہوں تو (اس بھائی کے) ترکے میں سے ان کا حصہ دو تہائی ہوگا۔“

ظاہر ہے کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں، تو وہ سب بھی اس دو تہائی میں برابر کی شریک ہوں گی۔

وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (النساء: ۱۷۶)

”اور اگر بہت سے بھائی بہن ہوں تو پھر (تقسیم یوں ہوگی کہ) ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔“

یعنی جیسے اولاد کے درمیان ترکے کی تقسیم کا اصول ہے، ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر، وہی یہاں بھی استعمال ہوگا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ علاتی بھائی بہن ہوں یعنی باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں تو اس صورت میں حق بطور عصبہ کے ہے اور عصبہ کے لحاظ سے اعیانی بہن مقدم ہیں۔ اعیانی بھائی بہن کے ہوتے ہوئے علاتی بھائی بہن وارث نہیں ہوں گے۔

۳۔ تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ اخیافی بھائی بہن ہوں یعنی عورت نے ایک خاوند کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور دونوں سے اولاد ہو۔ اگر ان میں سے کوئی مر جائے اور کلالہ ہو۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ (النساء: ۱۲)

”اور اگر کوئی عورت یا مرد ایسی صورت میں ورثہ چھوڑ کر مرے کہ وہ کلالہ ہو اور اس کے (ماں کی طرف سے سوتیلے) بھائی بہن ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر یہ (بھائی بہن) ایک سے زیادہ ہوں، تو وہ سب تہائی میں (مساوی طرح) شریک ہوں گے۔ یہ تقسیم (میت کی) وصیت (کی تعمیل) اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی، بشرطیکہ (وصیت اور قرض) کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ ہوں۔“

چونکہ ایسے بھائی بہنوں کی صورت میں جو ایک باپ کی اولاد نہ ہوں، وصیت اور قرض کے ذریعے سے انہیں نقصان پہنچنے کا زیادہ احتمال تھا، اس لیے یہاں خاص طور پر کہہ دیا کہ صرف ایسی وصیت کی تعمیل اور ایسے قرض کی ادائیگی کی جائے گی جن کا مقصد وارثوں کو نقصان پہنچانا نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری جگہوں پر جس وصیت اور قرض کا بیان ہوا ہے، وہ وارثوں کو نقصان پہنچانے والے ہو سکتے ہیں اور ان کی تعمیل لازم ہوگی۔ حکم سب جگہ کے لیے ایک ہی ہے، لیکن چونکہ اس صورت میں اس کا امکان زیادہ تھا، اس لیے یہاں اس کا ذکر خاص طور پر کر دیا۔

خلاصہ

مندرجہ بالا آیات میں وارث کے پانچ اصول بیان ہوئے ہیں:

۱۔ جہاں صرف اولاد اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو، اور اولاد میں بھی تمام لڑکے ہوں تو ترکہ ان لڑکوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہوگا۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں، تو ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا اور اسی اصول پر تمام ترکہ تقسیم ہوگا۔ اگر لڑکا کوئی نہ ہو، صرف ایک لڑکی ہو، تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں، تو انہیں دو تہائی ملے گا۔

۲۔ جہاں اولاد ہو یا نہ ہو، لیکن ماں باپ موجود ہوں۔ اگر اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اور باقی اولاد میں نمبر (۱) کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باقی باپ کو۔

۳۔ زوجین کی صورت میں، اگر بیوی اولاد چھوڑ کر مرے تو خاوند کو ترکے کا چوتھائی حصہ اور باقی تین چوتھائی اولاد میں نمبر (۱) کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ اگر اولاد نہ ہو تو خاوند کو نصف اور بقیہ دوسرے رشتے داروں کو اوپر کے قواعد کی رو سے۔ اگر خاوند اولاد چھوڑ کر مرے تو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ اگر اولاد نہ ہو تو چوتھا، اور بقیہ ترکہ دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

۴۔ کلالہ۔ جہاں اعیانی یا علاتی یا اخیافی بھائی بہن ہوں جیسے کہ اوپر بیان ہوا۔ تقسیم میں یہ ترتیب مدنظر رکھی جائے گی:

سب سے پہلے خاوند یا بیوی کو حصہ ملے گا، پھر والدین کو اور پھر اولاد کو۔ اگر اولاد نہ ہو یا اولاد یا والدین دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو سب سے آخر میں بھائی بہن حقدار ہوں گے۔

یہ سب اہل الفرائض کہلاتے ہیں، کیونکہ ان کے حصے نص قرآنی سے مقرر ہو چکے ہیں۔ اگر اہل فرائض کے حصے تقسیم کر دینے کے بعد بھی جائداد کا کچھ حصہ بچے، تو یہ سب سے قریبی مرد رشتے دار کا حق ہے۔ (متفق علیہ)

جس شخص کا کوئی بھی وارث نہ ہو، اس کی جائداد قوم کی بیت المال میں داخل کردی جائے گی۔ حدیث ہے: "اَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ" (ابوداؤد) جس شخص کا کوئی وارث نہیں، اس کا وارث میں ہوں، دوسرے لفظوں میں ساری قوم وارث ہوگی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اعتراض کا جواب بھی دے دیا جائے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب اصولاً لڑکے اور لڑکی کو درجے میں ایک سطح پر رکھا ہے تو ان کے حصے برابر کیوں نہ مقرر کیے؟ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ لڑکی کا درجہ لڑکے سے کمتر ہے۔

یہ اعتراض قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ حصے لڑکی اور لڑکے کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر مقرر کیے گئے ہیں۔ عورت کا متکفل مرد ہے۔ مرد کا فرض ہے کہ وہ بیوی اور اولاد پر خرچ کرے۔ اس کے مقابلے میں عورت چاہے تو اپنی ذاتی ضروریات پر بھی کچھ خرچ نہ کرے، یہ سب اس کا مرد اسے مہیا کرے گا۔ پس، مرد کا حصہ زیادہ اس لیے رکھا کہ اس کی ذمہ داری زیادہ ہے اور عورت کا حصہ کم اس لیے رکھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنی ذات کے علاوہ کسی اور پر خرچ کرنے پر مجبور نہیں۔

یہ احکام ہیں اسلام کے توریث کے بارے میں۔ اگر کوئی ان پر عمل نہیں کرتا تو اسے قرآن کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (النساء۔ ۱۳، ۱۴)

"(یہ درکھو) یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں۔ پس، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، (اللہ) اسے جنت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن (کے درختوں) کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑے گا۔ اسے نار جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ رسوا کن عذاب سہے گا"۔

* * *

حصۂ چہارم

خواتین کی صحت

کیا آپ بیٹی کی ماں ہیں
حمل اور اُس سے متعلق طبی مسائل
بڑھاپا یا عمر رسیدگی
خوبصورتی کی حفاظت

کیا آپ بیٹی کی ماں ہیں؟

اگر آپ ایک بیٹی یا کئی بیٹیوں کی ماں ہیں تو خدا کا شکر ادا کیجئے۔ دنیا کی ایک نفیس ترین ہستی آپ کے پاس امانت ہے۔ یہ ایسا وجود ہے جو زندگی کو جگمگا سکتا ہے۔ اس ننھے منے نسوانی جسم کی صحت کی حفاظت آپ کا فرض ہے لیکن اس مرحلے پر جسمانی صحت سے بھی زیادہ اہم بچی کی ذہنی اور نفسیاتی پرورش ہے۔ بچی میں محفوظ ہونے کا احساس اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب ماں کا اس کے ساتھ انتہائی محبت اور اعتماد کا رشتہ قائم ہو۔

اس مرحلے پر ماں کا پہلا فرض یہی ہے کہ وہ چھوٹی سی عمر سے ہی بچی کی صحت اور حفاظت کا خیال دامنگیر رکھے۔ بچے زندگی میں عالم بن کر داخل نہیں ہوتے بلکہ انہیں ہر مرحلہ پر رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

جسمانی صحت سے متعلق یاد رکھنے کی باتیں

۱۔ رفع حاجت کے بعد بچی کو اچھی طرح سے دھونا سکھایا جائے۔ بچی کو ہمیشہ صاف جانگیہ پہنائیں۔

۲۔ اگر بچی پیشاب کی جگہ میں خارش کی شکایت کرے تو بہت زیادہ پریشانی کا اظہار نہ کریں اور فوراً ڈاکٹر سے مشورہ لیں۔ پریشانی یا غصے کا اظہار بچی کو خوف زدہ کر سکتا ہے اور اس کے اندر احساس جرم پیدا کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد وہ آپ کو اپنی کوئی تکلیف بتاتے ہوئے گھبرائے۔ اس لیے اس کے بتائے ہوئے مسئلے کو توجہ سے سنیں اور اطمینان سے اس کا حل تلاش کریں۔

۳۔ بچی کو اس بات کی عادت ڈالیں کہ دھوتے وقت پہلے پیشاب کی جگہ کو اور پھر پاخانہ کی جگہ کو دھوئے۔ پاخانہ دھونے کے بعد پیشاب کی جگہ کو ہاتھ نہ لگائے تاکہ پاخانہ کے جراثیم پیشاب کی جگہ تک نہ پہنچیں۔

۴۔ عام طور پر پیشاب کی جگہ میں خارش معمولی فنگس (ایک قسم کی پھپھوند) کے انفیکشن کی وجہ سے ہوتی ہے جو دوائی سے ٹھیک ہو جاتی ہے۔ ماں کی کوشش ہونی چاہیے کہ بچی کو یہ تکلیف شروع نہ ہونے پائے۔ اس کے لیے احتیاطی تدابیر یہی ہیں کہ اسے گیلا یا آدھا سوکھا ہوا جانگیہ نہ پہنائیں۔ فنگس نمی اور گرمی سے پیدا ہوتا ہے۔ نہلانے کے بعد بچی کے بدن کا نچلا حصہ تولیے سے اچھی طرح خشک کریں اور بدن پر پاؤڈر لگاتے وقت بچوں کی ٹانگوں کے اندرونی حصوں پر پوڈر لگانا نہ بھولیں۔

۵۔ اسی طرح اگر آپ بچی کو اپنے پوشیدہ عضو سے کھیلتے ہوئے دیکھیں تو اسے زور سے ڈانٹنے کے بجائے پیار سے سمجھائیں۔ چھوٹے بچوں میں خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، یہ بہت عام سی بات ہوتی ہے، گو کہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس سے بچی یا بچہ لاعلم ہوتا ہے۔

حفاظت کا شعور

اگر آپ اچھی ماں بننا چاہتی ہیں تو اپنی بچی میں اپنے بدن کی حفاظت کا شعور پیدا کریں۔ یہ دنیا بڑی حسین ہے اور انسان اشرف المخلوقات ہے لیکن عورتوں، لڑکیوں اور بچیوں کے لیے کبھی کبھی یہ دنیا دوزخ بن جاتی ہے اس لئے کہ انسان ایک بے رحم شیطان بن سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے بچی کی حفاظت کریں اور حفاظت کا شعور اسے شروع سے عطا کریں۔

۱۔ چھوٹی بچیوں کو مرد نوکروں کے ساتھ، خواہ وہ خود کم سن ہی کیوں

نہ ہوں، کھیا کیلا نہ چھوڑیے، اس کے نتائج ہولناک بھی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ چار پانچ برس کی عمر کے بعد اس بات کی ہمت افزائی نہ کیجیے کہ مرد بچی کو گود میں بٹھائیں یا اس کا بدن سہلائیں۔

۳۔ بچی کو خوفزدہ کیے بغیر آرام سے سمجھائیے کہ کوئی بھی لڑکا یا مرد اس کے بدن، خصوصاً پوشیدہ حصوں کو چھونے کی کوشش کرے تو وہ اس کے پاس سے اٹھ جائے۔ اس میں اپنے یا غیر کا فرق نہیں ہے۔ یہ افسوس ناک حقیقت ہے کہ چھوٹی بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی قریبی عزیز بھی کر سکتے ہیں۔

۴۔ بچی میں یہ اعتماد پیدا کیجیے کہ وہ اس قسم کے کسی بھی واقعے کو بتانے سے نہ جھجکے۔ اسے یقین دلائے کہ اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ بچیوں کے ساتھ یہ مذموم حرکت کرنے والے مرد اکثر انہیں دھمکاتے ہیں کہ اگر گھر والوں کو خبر ہوئی تو بچی کی پٹائی ہوگی۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ بچی کے دل سے اس قسم کا خوف بالکل دور کر دیا جائے تاکہ پورے اعتماد سے ماں کو ہر بات بتا سکے۔

ننھی منی بچی، یہ چھوٹی سے گڑیا گھر بھر کی رانی ہے۔ اس کی غذا کا بھی اتنا ہی خیال رکھا جائے جتنا لڑکوں کی غذا کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اسی ننھے سے جسم کو مستقبل میں دنیا کا بوجھ اٹھانا ہے اور نئی نسل کو جنم دینا ہے۔

لڑکپن اور جوانی

بچپن گذرا اور لڑکپن کا زمانہ شروع ہوا، یہ آغاز شباب کا دور ہے۔ کم سن لڑکی کے لیے یہ سب سے مشکل دور ہوتا ہے۔ گھر بھر کی نگاہیں اس کے بڑھتے اور بدلتے ہوئے جسم پر گڑی رہتی ہیں اور وہ خود اپنے اندر آنے والی تبدیلیوں پر حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس دور میں قد بڑھنے کے علاوہ لڑکی کے بدن میں یہ تبدیلیاں آتی ہیں:

۱۔ سینے پر پستان نمودار ہونے لگتے ہیں۔
۲۔ بغلوں اور شرم گاہوں پر رواں پیدا ہو جاتا ہے۔
۳۔ ماہواری کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ ایسے مراحل ہیں جن پر عموماً مائیں بھی پریشان ہو جاتی ہیں اور اپنی پریشانی سے وہ جوان ہوتی ہوئی لڑکی کو اور بھی ہراساں کر سکتی ہیں۔ ان مسائل پر اکثر غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے اس لیے ہم ترتیب وار ان کی تفصیلات درج کرتے ہیں۔

پستان: شرمندگی اور پریشانی!

پستان غالباً وہ واحد عضو ہیں جن کے بارے میں عورتیں سب سے زیادہ پریشان اور شرمندہ رہتی ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف انہیں نفسیاتی طور پر پریشان رکھتا ہے بلکہ ان کی صحت پر بھی برا اثر ڈال سکتا ہے۔

بچی کے پستان نمودار ہونے سے کئی گھرانوں کی بزرگ خواتین اکثر پریشان ہو جاتی ہیں اور وہ اس پریشانی کو بچی سے چھپانے کی بھی کوشش نہیں کرتیں۔ اس طرح بچی بھی پریشان اور شرمندگی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے بدن سے کوئی غلاظت چمٹ گئی ہے۔ ہمارے وطن میں اس عمر میں بہت سی لڑکیاں کندھے جھکا کر چلنے لگتی ہیں جو ان کے پھیپھڑوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ بہت سے خاندانوں میں ایک عرصے تک یہ رواج رہا ہے کہ اس عمر میں لڑکیوں کو روئی کی بنڈی یا کوئی پہنانے لگتے تاکہ سینے کا ابھار نظر نہ آئے۔ بے چاری لڑکیاں گرمی، سردی اور برسات میں یہ بنڈیاں پہنے رہتی تھیں۔ ان کا جسم گرمی دانوں سے بھر جاتا تھا مگر وہ شرم (بلکہ شرمندگی) کے باعث برسوں یہ بنڈیاں پہنے رہتی تھیں۔

کچھ عورتوں نے شرم کے نام پر اس طرح کی باتیں خود اپنے اوپر مسلط کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ عورت ذات خود کو خواہ مخواہ مسلط کی ہوئی اس تکلیف سے نجات دلائے۔ یہاں ہمیں شرم اور شرمندگی میں فرق محسوس کرنا چاہیے۔

شرم

شرم و حیا عورت اور مرد دونوں میں ہوتی ہے۔ یہ قدرتی بات ہے جس کے باعث وہ اپنا ستر پوشیدہ رکھتے ہیں۔ نسوانی جسم میں تبدیلی چونکہ زیادہ واضح ہوتی ہے اس لیے نوجوان لڑکیوں

میں شرم وحیا کا ہونا عین فطری بات ہے جو انہیں اپنے جسم کی خواہ مخواہ نمائش کرنے سے روکتا ہے۔

شرمندگی

شرمندگی "شرم وحیا" نہیں ہوتی۔ یہ ایک قسم کا احساس جرم ہوتا ہے۔ ہماری تربیت، لڑکیوں میں اپنے جسم کے لیے احساس شرمندگی پیدا کرتی ہے جو ان میں ہر طرح کا احساس کمتری پیدا کرسکتا ہے۔ وہ اپنی صحت کی طرف بھی ازخود توجہ نہیں دیتیں۔ آخر اس جسم کی وہ کیوں پروا کریں جو انہیں صرف شرمندہ ہی کرسکتا ہے؟

ایک ماں کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے پستانوں کی نمود پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کریں۔ اسے تسلی دیں اور پہلے سے زیادہ پیار اور محبت سے پیش آئیں۔ آپ کو حسب ذیل اقدامات کرنے چاہئیں۔

۱۔ آج کل بازار میں چھوٹی لڑکیوں کے لیے تربیتی بریزیز (انگیا) بھی ملتی ہیں۔ آپ اپنی بیٹی کے لیے ایسی ایک دو بریزیز خرید کر اسے پہنا دیں۔

۲۔ اگر لڑکی کندھے جھکا کر بیٹھنے اور چلنے لگی ہے تو اسے فوراً ٹوکیں۔ اگر اسے یہ عادت پڑ گئی تو ساری زندگی کے لیے کمر میں خم آجائے گا۔

دراصل ہمارے اطراف ایک روایتوں میں جکڑا ہوا معاشرہ ہے جو ایک طرف تو عورت کے جسم کو شرمناک سمجھتا ہے اور دوسری جانب عورت کے جسم کا ایک غیر قدرتی خاکہ پیش کرتا ہے جس کے بغیر عورت پسندیدہ شخصیت نہیں ہوسکتی۔ یہ خاکہ عام طور پر یہ ہوتا ہے "بے حد بڑی چھاتیاں، کمر اتنی پتلی کہ نہ ہونے کے برابر، کولہے کا ناپ بالکل چھاتیوں کے برابر، پیٹ اندر کی طرف پچکا ہوا، بے حد لمبی لمبی ٹانگیں۔"

اب حقیقت یہ ہے کہ بے حد لمبی لمبی ٹانگیں تو ہمارے ملک میں نہ مردوں کی ہوتی ہیں اور نہ عورتوں کی، یہ تو صرف الیکٹرانک میڈیا پر تراشا ہوا عورتوں کا خاکہ ہے۔ عورتوں پر بہرحال یہ لازم ہے کہ وہ اپنے جسم کو نسوانی طور پر سلم رکھنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں انہیں سب سے زیادہ پریشانی اپنی چھاتی (پستانوں) کے بارے میں رہتی ہے جسے عورتیں کسی نہ کسی طرح بڑا کرلینا چاہتی ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ عورتوں کی اس آرزو اور تمنا کے بل بوتے پر عطائیوں اور نیم حکیم خطرہ جان قسم کے لوگوں کی چاندی ہوجاتی ہے۔ کئی رسالوں اور اخباروں میں ایسی دواؤں اور کریموں کے اشتہار چھپتے رہتے ہیں جو پستانوں کا سائز بڑا کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پستانوں کا سائز کسی دوا سے بڑا نہیں ہوسکتا۔ جسمانی ساخت کی طرح پستانوں کا سائز بھی موروثی ہوتا ہے۔ ایک لڑکی کے پستان اسی سائز کے ہوتے ہیں جس سائز کے اس کی ماں، نانی یا دادی کے ہوں گے بلکہ وراثت کا تسلسل بہت پیچھے بھی جاسکتا ہے۔

چربی

جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ پستانوں کی بناوٹ میں چربی اور غدود اہم ہوتے ہیں۔ اگر لڑکی فربہ اندام (یعنی موٹی) ہے اور اس کے جسم پر چربی کی موٹی تہ ہے تو یہ پستانوں پر بھی ہوسکتی ہے اور ایسی لڑکی کے پستان باقی جسم کی مناسبت سے موٹے ہوں گے، حالاں کہ یہ بھی ضروری نہیں۔ فربہ اندام لڑکیوں یا عورتوں کے جسم پر چربی کی تقسیم ہر جگہ برابر ہونا لازمی نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی لڑکی یا عورت موٹی ہوجائے لیکن اگر اس کے پستانوں کا سائز موروثی وجوہات سے چھوٹا ہے تو یہ اس کے باقی جسم کی مناسبت سے چھوٹے ہی رہیں گے۔

غدود

پستانوں کے ابھار کا دوسرا عنصر غدود ہوتے ہیں جن کو بڑا کرنے کی کوئی ترکیب آج تک ایجاد نہیں ہوئی ہے۔ یہ دودھ پیدا کرنے والے غدود ہوتے ہیں۔ جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو ان غدود کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے اور یہ بڑے بھی ہوجاتے ہیں اسی لیے اس دور میں عورت کی چھاتیاں بڑی ہوجاتی ہیں۔ اگر عورت بچے کو اپنا دودھ پلا رہی ہو تو یہ دودھ چھاتی میں گھنڈی (نپل) کے نیچے جمع

ہوتا رہتا ہے اور بچے کے چوسنے پر باہر کی طرف بہتا ہے۔

دودھ پلانے کا زمانہ ختم ہونے کے بعد پستانوں کے غدود دوبارہ پہلی حالت پر واپس آجاتے ہیں اور عورت کی چھاتیاں بھی پہلے جیسی ہو جاتی ہیں۔

چھاتیاں بڑی کرنے کا طریقہ

مرد یا عورت، انسان اپنی نسل کے اعتبار سے اپنے جسم کے کسی بھی عضو کی ساخت نہیں بدل سکتا۔ عام حالات میں ایک صحت مند جسم خوب صورت ہی ہوتا ہے۔ صحت مند لڑکی یا عورت کی چھوٹی چھاتیاں بھی خوب صورت ہوتی ہیں۔ ضروری یہ ہے کہ لڑکیاں چھاتیوں کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیں۔ یہ ان کے پورے جسم کا ایک حصہ ہیں اور انہیں بقیہ جسم سے علیحدہ کر کے گھٹایا بڑھایا نہیں جا سکتا۔

چھاتیوں کی شکل میں سینے کے عضلات بھی شامل ہیں، ورزش کے ذریعے انہیں مضبوط اور خوب صورت بنایا جا سکتا ہے۔

عام حالات میں پستانوں کی دو ورزشیں

۱۔ کسی دیوار سے پیٹھ لگا کر سیدھی کھڑی ہو جائیے۔ دونوں بازو دیوار کے ساتھ اس طرح سیدھے پھیلا دیجئے کہ ہتھیلیاں سامنے کی طرف ہوں اور ہاتھ کی پشت دیوار سے لگی ہو۔

اس عمل کو کئی بار دہرائیے۔ ورزش کے دوران آپ خود چھاتیوں کے عضلات میں حرکت محسوس کر سکتی ہیں۔

۲۔ سیدھی کھڑی ہو جائیے۔ بہتر ہے کہ کسی دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑی ہوں۔ اس طرح آپ خود بخود بالکل سیدھی کھڑی ہوں گی۔

دونوں ہاتھوں کو سینے کے سامنے جوڑ لیں۔

دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ دبائیں اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیں۔

اس عمل کو کئی بار دہرائیں، اس ورزش میں بھی آپ سینے کے عضلات کی حرکت محسوس کر سکیں گی۔

پستان یا چھاتیاں نسوانی بدن میں نظام تناسل (Reproductive System) کا ایک حصہ ہیں۔ نسوانی پستان میں جلد کے نیچے عضلات کے علاوہ چربی اور غدود ہوتے ہیں۔ عام طور پر ماؤں اور لڑکیوں کے ذہن میں کچھ سوالات ہوتے ہیں کہ بچی کے پستان کس عمر میں بڑے ہونے شروع ہوں گے؟ وغیرہ تو اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس کے لیے کوئی خاص عمر نہیں ہے اس کا انحصار کئی باتوں پر ہے۔

۱۔ بچی کی صحت: اگر بچی کی صحت اچھی ہے اور اس نے قد نکال لیا ہے تو اس کے پستان جلد بننے شروع ہو سکتے ہیں اور ان کا آغاز نو برس یا آٹھ برس کی عمر میں بھی ہو سکتا ہے۔

اگر بچی کی صحت اچھی نہیں ہے اور اس کا جسم بہت آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے تو ممکن ہے کہ اس کے پستان بارہ، تیرہ یا چودہ سال کی عمر میں نمودار ہوں۔

۲۔ وراثت: پستانوں کے نمودار ہونے کا انحصار وراثت پر بھی ہوتا ہے۔ جلد کے رنگ اور قد کاٹھ کی طرح بچی میں پستانوں کی نمود موروثی ہو سکتی ہے اور وہ اس وقت بننا شروع ہو سکتے ہیں جس عمر میں اس کی ماں، نانی یا دادی کے پستان نمودار ہوئے تھے۔

ماہواری کیوں ہوتی ہے؟

رحم یا کوکھ میں اوپر کی جانب دو خم کھائی ہوئی نالیاں ہوتی ہیں۔ ان نالیوں کے سرے پر دو غدود ہوتے ہیں جنہیں بیضہ دانیاں (Ovaries) کہا جاتا ہے۔ یہ غدود ہارمونز اور نسوانی بیضہ (Ova) پیدا کرتے ہیں۔ ان ہارمونز کا نام ایسٹروجن اور پروجیسٹرین ہے۔ نسوانی جسم میں ان ہارمونز کی مقدار میں باقاعدہ اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، جو ایک ماہ میں اپنا دور (Cycle) مکمل کرتا ہے۔ اس دور کے پہلے دو ہفتوں میں رحم سے متصل بیضہ دانیاں ایسٹروجن کی پیداوار میں رفتہ رفتہ اضافہ کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رحم کی دیوار کی دبازت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی اندرونی سطح پر خلیاتی ساخت کی ایک موٹی تہہ نمودار ہو جاتی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

دو ہفتوں گزرنے کے بعد کسی بھی ایک بیضہ دانی سے بیضہ خارج ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایسٹروجن کی افزائش میں فوراً

کمی واقع ہوجاتی ہے اور اس کے بجائے پروجیسٹرین کی سطح میں اضافہ شروع ہوجاتا ہے۔

اس مرحلے پر اگر رحم ٹھہر جائے تو یہ الگ بات ہے۔ دوسری صورت میں جب پروجیسٹرین کی سطح کم ہونے لگتی ہے تو ماہواری کا آغاز ہوجاتا ہے یعنی رحم کا استر بنانے والی تہہ نسوانی جسم سے نکل جاتی ہے۔

حیض اور مائیں

لڑکیوں کے جوان ہونے سے قبل ماہواری آنے اور جسم میں دوسری تبدیلیوں کے پیدا ہونے کی وجہ سے بیشتر لڑکیاں یہ سوچ کر پریشان ہوجاتی ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ اگر ماں یا گھر کی کوئی بڑی عورت اسے صحیح صورت حال نہیں بتائے گی تو اسکول کی سہیلیاں وغیرہ اپنی اپنی ناسمجھ عقل کے مطابق غلط سلط باتیں بتاکر اس کے ذہن کو اور زیادہ منتشر کردیں گی۔

جس طرح ماں باپ اپنے بچوں کو اور دوسری سمجھ داری کی باتیں بتاتے ہیں اسی طرح اس اہم ترین معاملے میں بھی ماں کو خود ہی اپنی بیٹی کی ضروری معلومات فراہم کرنی چاہییں۔

حیض آنے کی عمر

پاکستان میں ہر لڑکی کو اندازاً گیارہ سال سے لے کر تیرہ سال کی عمر تک پہلی ماہواری آتی ہے لیکن کچھ لڑکیوں کو دس برس کی عمر میں بھی ماہواری آسکتی ہے اور یہ بالکل عام بات ہے۔ اسی طرح بعض لڑکیوں کو اٹھارہ سال تک بھی ماہواری نہیں آتی جو کہ ان کے لیے نارمل بات ہوتی ہے۔ لڑکی کی ماہواری شروع ہونے کا انحصار بہت سی چیزوں پر ہوتا ہے جس میں اس کا وزن اور قد بھی شامل ہے۔ ساتھ ہی اس میں اس کے خاندان کی غذائیت کے معیار کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس لیے اگر آپ کی بیٹی کو کم عمر میں حیض شروع ہوجاتا ہے یا پندرہ سولہ برس تک بھی شروع نہیں ہوتا تو دونوں صورتوں میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

ماہواری کا دورانیہ قدرت کا ایک عجیب مظہر ہے۔ ہر اٹھائیس دن یا ایک مہینے بعد ایک لڑکی جو عمر بارہ اور چودہ سال کی عمر کے دوران میں شروع کرتی ہے۔ وہ چالیس سال کی عمر تک جاری رہتا ہے، جب ماہورای کے عمل کا خاتمہ ہوجاتا ہے جسے (Menopause) کہتے ہیں۔ جو دراصل کسی کی زندگی کی افزائش نسل کے دور کا خاتمہ ہوتا ہے۔ پہلے ایام کی اوسط عمر بارہ سے تیرہ سال کے درمیان ہوتی ہے۔ صرف دس فیصد لڑکیاں بارہ سال سے قبل ایام کا آغاز کرتی ہیں اور دس فیصد پندرہ سال کے بعد۔ ایام عام طور پر اس وقت تک شروع نہیں ہوتے جب تک سترہ سے بیس فیصد تک جسمانی وزن چربی پر مشتمل نہ ہو۔ اس وجہ سے دبلی پتلی لڑکیوں میں ذرا دیر سے ماہواری کا آغاز ہوتا ہے۔ ماہواری کے ایام وقت کے ساتھ ساتھ ایک نارمل طریقہ کار اختیار کرجاتے ہیں۔ ابتدائی چند سالوں کے دوران یہ بے قاعدہ رہتے ہیں اور معمولی قسم کی بے چینی اور تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سی لڑکیاں ایام کے مخصوص مسائل کا شکار ہوتی ہیں، ان میں سے عام یہ ہیں:۔

i) ایام سے قبل کا تناؤ یا سنڈروم(Syndrome)
ii) تکلیف دہ ایام
iii) ایام کا نہ آنا

ایام سے قبل کا تناؤ

بہت سی لڑکیاں ایام کے آغاز سے قبل بجھی بجھی اور انتشار کا شکار رہتی ہیں۔ ایسا عام طور پر ایام سے قبل کے تناؤ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی علامات میں بے چینی، جھنجھلاہٹ، سر درد، بے قراری، سر درد، نروس پن اور ڈپریشن شامل ہیں۔ اندرونی و بیرونی کشمکش ان علامات کو جسمانی بیماری کی صورت میں بگاڑ سکتی ہیں۔ ستر سے اسی فیصد لڑکیوں کو قبل از ایام تناؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تکلیف دہ ایام

اکثر لڑکیاں ایام کے دوران کچھ حد تک بے چینی اور درد محسوس کرتی ہیں۔ درد کی شدت ایک سے دوسرے تک میں مختلف ہوسکتی ہے۔ یہ عموماً ایام کے آغاز سے ایک سے دو سال بعد شروع ہوتی ہے اور پچیس سال کی عمر تک رہ سکتی ہے۔ اکثر لڑکیاں جانتی ہیں کہ ماہواری کے دوران انہیں اس کا سامنا کرنا پڑے گا اور یوں وہ اس

سے عہدہ برآں ہونے کے لیے جسمانی اور ذہنی طور پر تیار رہتی ہیں۔ نفسیاتی اور جذباتی اتار چڑھاؤ ان علامات کو بڑھا کر اور زیادہ اثر پذیر ہو سکتے ہیں۔ ایام کے دوران اور ذرا پہلے لڑکیاں عموماً سست پڑ جاتی ہیں اور بہت حساس ہو جاتی ہیں۔ درد کا احساس زیادہ تر پیٹ کے نیچے ہوتا ہے اور اندرونی اعضاء کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بے قراری، عام جسمانی کمزوری، قے اور الٹی آنا، پریشانی اور ڈپریشن وغیرہ کی علامات بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔

ایام کا نہ آنا

تقریباً تین سے دس ہفتہ تک لڑکیوں میں بہت کم حیض آتا ہے یا بالکل نہیں آتا۔ ایسا خاندانی پس منظر کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہے تو تشخیص کے بعد بیماری کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اکثر لڑکیوں میں حیض سال یا دو سال بعد رونما ہو جاتا ہے اور ایام خود بخود نارمل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے خواہ مخواہ پریشان ہونے اور ڈاکٹروں کے ہاں چکر لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

تکلیف دہ ایام سے کیسے نپٹا جائے

بلوغت میں قدم رکھنے والی اکثر نوعمر لڑکیوں کو ماہواری کے دوران میں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بلوغت زندگی کا ایک اہم موڑ ہے۔ اور ایام ماہواری سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ ایام ماہواری کی تکالیف سے عہدہ برآں ہونے کے لیے ماؤں کو مندرجہ ذیل باتیں بیٹیوں کو ذہن نشین کرانی چاہییں:

۱۔ بلوغت میں قدم رکھتے ہوئے ایام کا آغاز ایک فطری، قدرتی اور سادہ عمل ہے۔ یہ ایک قدرتی اور انقلابی تبدیلی کا آغاز ہوتا ہے جو کہ ان کو ذمہ دار عورت بننے کے قابل بناتا ہے تاکہ وہ دنیا کا بہادری اور آسانی سے مقابلہ کر سکیں۔

۲۔ ماہواری کا آغاز ایک قدرتی عمل ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ ماہواری کے آغاز اور اس کے دوران میں ہونے والے مسائل پر مختلف عناصر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف لڑکیوں میں ماہواری کا آغاز ذرا جلدی یا دیر سے ہوتا ہوئی اچنبھے یا حیرانی کی بات نہیں۔ چنانچہ اگر ان کے ایام ذرا تاخیر سے شروع ہوئے ہوں یا کچھ عرصہ پہلے شروع ہو گئے ہیں تو وہ گھبرائیں نہیں۔ وہ اسے نارمل انداز میں لیں اور کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنی ماں یا بڑی بہن سے اس سلسلے میں بات کریں کیونکہ انہوں نے بھی شاید ایسے مسائل کا سامنا کیا ہو اور اس طرح ان کی بہتر طریقے سے راہنمائی ہو سکے۔ کسی سہیلی یا کوئی اور جسے وہ اچھی طرح سے نہیں جانتی اس موضوع پر بات کرنے سے احتراز ضروری ہے کیونکہ ان معاملات میں دوستانہ مشورہ بعض اوقات نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

۳۔ حفظان صحت کے اصولوں کا خیال رکھنے اور اپنے اعضاء کی حفاظت کا ان میں شعور بیدار کریں۔ ماہواری کے دوران میں صاف اور جراثیم سے پاک روئی یا پیڈ کا استعمال کرائیں۔ پیڈوں کے غلط استعمال یا غیر صحت مندانہ ماحول میں رہنے سے الرجی کی شکایت ہو سکتی ہے اور اعضائے مخصوصہ میں کوئی خطرناک انفیکشن ہو سکتا ہے۔ صفائی کرنے والے اجزاء کا غیر ضروری اور مسلسل استعمال بھی اعضائے مخصوصہ میں جلن پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اچھی صحت کے لیے نارمل اور سادہ غذا، ہلکی پھلکی ورزش، تازہ ہوا اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے سے تکلیف دہ ایام کا اچھے طریقے سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ کچھ درد کشا دوائیں اور ایام کے دوران درد دور کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے اور صرف ضرورت کے مطابق ان کا استعمال کیا جائے۔

۵۔ کچھ نام نہاد “جادوئی دوائیں” بہت سے ناموں کے ساتھ ایام مخصوصہ کی درد کو دور کرنے کے لیے دستیاب ہیں۔ لیکن ایسی تمام دواؤں سے پرہیز ضروری ہے۔ کیونکہ جب کوئی دوا استعمال کر رہا ہوتا ہے تو در حقیقت جسم میں کوئی کیمیکل داخل ہو رہا ہوتا ہے، جس کے کچھ ذیلی یا مضر اثرات بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ایسی مضر صحت اور نقصان دہ چیزوں

سے بچا جائے۔

۲۔ ایام کے دوران میں اور بعض اوقات نارمل دنوں میں کچھ لڑکیاں ایک سفید رطوبت کے خارج ہونے کی شکایت کرتی ہیں جسے عرف عام میں لیکوریا کہا جاتا ہے۔ اسے بہت خطرناک اور صحت کے لیے مضر سمجھا جاتا ہے۔ اس اخراج کے ساتھ بہت سی داستانیں وابستہ ہیں۔ اکثر بوڑھی عمر کی عورتیں اور لڑکیاں لیکوریا کو ایک خطرناک مرض تصور کرتی ہیں اور اسے صحت کے لیے بہت خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ ان کے خیال میں لیکوریا سے جسم میں قوت اور توانائی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کے نت نئے علاج تجویز کیے جاتے ہیں اور بے شمار دوائیں اس کے علاج کے لیے دستیاب ہیں لیکن ایک باشعور عورت کی حیثیت سے آپ کو اس معاملے میں بہت شفاف ذہن ہونا چاہیے اور یاد رکھیں کہ سفید مائع کا اخراج یہ لیکوریا ایک نارمل اور عام اخراج ہے جسے بارتھولین غدود (Bartholian Glands) خارج کرتے ہیں۔ یہ اخراج کسی صورت میں بھی نقصان دہ نہیں اور وقت کے ساتھ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اس اخراج کے لیے کوئی ''دوائی'' لینے کی ضرورت نہیں۔ دوائیوں کا استعمال نہ صرف پیسے کا ضیاع ہے بلکہ دوائیوں کے مضر اثرات کی وجہ سے یہ صحت کے لیے بھی خطرناک ہے۔ دوائیوں کے استعمال سے دوسرے مسائل جنم لے لیتے ہیں اور لیکوریا بھی پہلے سے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اس رطوبت کے ساتھ ساتھ اگر کچھ اور علامات ہوں اور وہ کافی دنوں تک پیچھا نہ چھوڑیں تو کسی لیڈی ڈاکٹر سے مشورہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حیض کے بارے میں چند سوالات

سوال: کیا حیض کے دوران لڑکی کا تکلیف محسوس کرنا نارمل ہے؟

جواب: ماہواری کے ساتھ درد ہونا ضروری نہیں۔ اگر درد ہو تو بلاوجہ برداشت کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی معمولی درد کی گولی، اسپرین یا پونسٹان وغیرہ لی جا سکتی ہے۔ بعض لڑکیوں کو ماہواری سے دو ایک دن پہلے سر میں درد یا جسم اور ٹانگوں میں درد کے ساتھ اداسی اور جھنجھلاہٹ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ لڑکی کے بدن میں ہارمونز کے اتار چڑھاؤ کے باعث ہوتا ہے۔ پھر یہ دور گزر جاتا ہے اور لڑکی کی سوچ میں ایک خوشگوار تبدیلی آ جاتی ہے اور اس کے دل میں مسرت بھری امنگیں کروٹیں لینے لگتی ہیں۔

سوال: حیض ماہواری کا نظام کس طرح کام کرتا ہے؟

جواب: مہینے کے دوران ہر اٹھائیس دن بعد تین سے پانچ دن تک ماہواری آتی ہے۔ اس میں بے قاعدگی بھی ہو سکتی ہے جس کے لیے بہت فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔

سوال: بے قاعدگی کیا ہے؟ کیا اس سے کوئی اور تکلیف پیدا ہوتی ہے؟

جواب: ماہواری کا وقفہ اکیس سے پینتیس دن کا ہے۔ بعض عورتوں میں ماہواری اکیس دن کے بعد ہوتی ہے اور بعض عورتوں میں پینتیس دن کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔ زیادہ تر عورتوں میں اٹھائیس دن کے بعد ماہواری آ جاتی ہے۔ اس قسم کی بے قاعدگی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ماہواری بند ہونے کے تھوڑے دن بعد خون آنا شروع ہو جائے تو ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے کیوں کہ یہ بے قاعدگی جسمانی نظام میں کسی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال: ماہواری کے دنوں میں خون کی رنگت کبھی کالی اور بدبودار ہوتی ہے۔ کیا یہ پریشانی کی بات ہے؟

جواب: یہ بالکل بھی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ بعض دفعہ خون جم جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے گو کہ ماہواری کے خون کو جمنا نہیں چاہیے لیکن اگر اس کی مقدار بڑھتی ہے تو یہ خون جم سکتا ہے۔ ایک آدھ دفعہ اگر ایسا ہوتا ہے تو فکر کی ضرورت نہیں ہے مگر بار بار ایسا ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے جو اس کے لیے دوا دے سکتے ہیں۔

سوال: کیا بے قاعدہ ایام کی صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے؟

جواب: اگر ماہواری پہلے دن سے شروع ہو کر اکیس دن سے پہلے یا پینتیس دن کے بعد آئے تو ڈاکٹر سے رجوع کرنا

ضروری ہے۔ کیونکہ چند عورتوں میں بے قاعدگی کسی ایسی وجہ سے ہو سکتی ہے جس کے لیے علاج ضروری ہوتا ہے۔

سوال: حیض کے ایام کے دوران کون سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہییں؟

جواب: حیض کے دوران صحت وصفائی کے لیے سینٹری ٹاولز یا سینٹری پیڈز استعمال کرنے چاہییں۔ عام روئی، کپڑا یا تولیہ وغیرہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں کسی بھی دائی اور عطائی سے کسی بھی قسم کی چیز لے کر استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

سوال: سینٹری پیڈز یا ٹیپ کنز استعمال کرنے کے کیا فائدے ہیں؟ اگر استعمال نہ کریں تو کیا نقصان ہوگا؟

جواب: اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے مکمل صفائی رہتی ہے۔ نقصان صرف اسی صورت میں ہوگا جب پیڈ کو بہت دیر تک تبدیل نہ کیا جائے۔ پیڈ کو حسب ضرورت تبدیل کرنا چاہیے۔ زیادہ خون آنے کی صورت میں دن میں دو تین سے زیادہ پیڈز بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ استعمال شدہ سینٹری پیڈز کو ادھر ادھر نہیں پھینکنا چاہیے بلکہ انہیں کسی گہرے رنگ کے پلاسٹک کے تھیلے میں رکھ کر کوڑے دان میں ڈالنا چاہیے۔

سوال: کبھی دو ماہواریوں کے درمیان دھبہ آ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: بارھویں سے چودھویں دن تھوڑا سا دھبہ آ سکتا ہے۔ یہ نارمل ہے لیکن اگر بیچ میں زیادہ مقدار میں خون آئے تو ڈاکٹر سے مشورہ ضرور کریں۔ ویسے تو اٹھائیس دن کا دور (وقفہ) ہوتا ہے لیکن بیس سے چھبیس دن کا وقفہ ہو تب بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ماہواری تین سے سات دن تک جاری رہ سکتی ہے۔

سوال: کبھی کبھی ماہواری کی ابتدا میں کچھ لڑکیوں کو بہت زیادہ خون آ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟

جواب: بعض لڑکیوں کو کم خون آتا ہے اور بعض کو زیادہ۔ اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ ایک قدرتی عمل ہے۔ اگر چار، پانچ یا سات دن تک بھی خون آئے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہاں اگر سات دن بعد بھی خون بند نہ ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ ضرور کرنا چاہیے۔

سوال: ماہواری سے متعلق ایسے کون سے مسائل ہیں جن کے بارے میں گائناکالوجسٹ سے مشورہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: اگر ماہواری میں بے قاعدگی ہو، زیادہ کم آئے، اٹھائیس دن کے دور کے بجائے درمیان میں شروع ہو جائے تو ڈاکٹر سے ضرور مشورہ کر لینا چاہیے۔ لاپرواہی کی صورت میں وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بڑی خرابی واقع ہو سکتی ہے۔

ایام کے دوران خدائی چھوٹ

اسلامی احکام کے مطابق، لڑکیوں اور عورتوں کو جب تک ایام ختم نہ ہو جائیں جو کہ دو سے لے کر نو دن تک رہتے ہیں۔ اس دوران مذہبی فرائض یعنی پانچ وقت کی نماز پڑھنے، رمضان کے دوران روزے رکھنے اور قرآن پڑھنے کی چھوٹ ہے۔ دراصل ایام کا دورانیہ ایک کھنچاؤ اور جذباتی عدم توازن کا وقت ہوتا ہے جو طبیعت میں سستی کا باعث بنتا ہے۔ اس حالت میں کوئی اپنے مذہبی فرائض ذہنی سکون اور توجہ سے ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسلام دین فطرت نے ان ایام میں عورتوں کے لیے یہ سہولت رکھی ہے۔

ایام دو سے نو دن تک جاری رہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ ماہواری کے شروع کے دنوں میں سرخ اور سیاہی مائل خون آنا شروع ہوتا ہے جو شروع میں زیادہ آتا ہے اور ایک دو دن کے بعد اس کی مقدار بھی کم ہوتی ہے اور تیسرے چوتھے دن اس کی رنگت بدلتی ہے اور ایام جب ختم ہوتے ہیں تو یہ رطوبت بالکل ختم ہو جاتی ہے اور یہی وقت ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت نے کوئی پیڈ یا روئی رکھی ہوتی ہے تو اس پر کسی قسم دھبہ نہیں لگتا۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ ایام کے دوران خدائی چھوٹ کے دن تمام ہوئے۔ اب اسلامی طریقے سے غسل کرکے اپنے مذہبی فرائض دوبارہ شروع کرنے چاہییں۔ اس کے ساتھ ساتھ ماں کا فرض ہے کہ نو بالغ لڑکی کو یہ بات ذہن نشین کرائے کہ ایام ماہواری کے دوران وہ ''ناپاک'' یا گناہ گار نہیں ہو جاتی۔ دراصل یہ ایک نارمل، قدرتی اور پاک و صاف طریقہ کار ہے جو دراصل نوعمر اور نوخیز لڑکیوں کو با اعتماد اور باوقار عورت میں ڈھلنے کی تیاری کراتا ہے تاکہ وہ دنیا کا قوت اور

طاقت سے مقابلہ کر سکیں۔ ماہواری کا دورانیہ دراصل تکلیف کا وقت ہوتا ہے اس لیے اس دوران چھوٹ دی گئی ہے۔ مگر اس دوران آپ معمول کے سارے کام کر سکتی ہیں اور ہر طرح کی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں۔

نوجوان لڑکیوں میں ماہواری کے علاوہ (Bartholian) بارتھولین غدود سے اکثر ایک سفید رطوبت نکلتی ہے جسے عام طور پر لیکوریا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ نارمل طریقے سے ان رطوبتوں کے اخراج ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ (ان مسائل کی مزید تفصیل حیض کے متعلق شرعی احکام میں دیکھیے)

لڑکپن کی شادی

لڑکی کے جوان ہوتے ہی صرف ماں باپ ہی نہیں پورے خاندان کے ذہن میں اس کی شادی کا خیال منڈلانے لگتا ہے۔ بعض گھرانوں میں تو یہ سوچ بھی موجود ہے کہ ماہواری شروع ہونے کے بعد لڑکی کو کنوارا نہیں رکھنا چاہیے۔ لیکن شادی اور اس کے بعد ماں بننے کے لیے صرف جسمانی بلوغت ہی نہیں ذہنی بلوغت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

نوعمری اور لڑکپن میں جب بچیاں اپنے بچپن کا لطف لے رہی ہوتی ہیں اور جسمانی و ذہنی طور بالغ نہیں ہوتی اس وقت اس قسم کے بندھن میں جکڑ لینا جو بہت ساری جسمانی، جذباتی اور نفسیاتی ذمہ داریوں کا مطالبہ کرتا ہے، بالکل مناسب نہیں ہے۔

ماہواری آنے کا یہ تصور کہ ماہواری آنے سے لڑکی مکمل عورت بن جاتی ہے، غلط ہے۔ اصل میں ماہواری نوجوان ہونے کے عمل میں ایک سنگ میل ہے لیکن لڑکی کی ذہنی پختگی کا عمل تعلیم وتربیت، گھر اور ارد گرد کے ماحول سے پروان چڑھتا ہے جو ماہواری سے پہلے اور ماہواری کے بعد بھی کافی عرصہ تک جاری رہتا ہے۔

نوعمر لڑکیاں اگر حاملہ ہو جائیں تو ان کو بہت مشکلات پیش آتی ہیں۔ چوں کہ ان کے جسم کی ابھی مکمل نشوونما نہیں ہوئی ہوتی اس لیے ان کی ہڈیاں چھوٹی ہوتی ہیں، اس لیے زچگی کے عمل میں انہیں بہت تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ اگر ایسی لڑکیوں کی زچگی دیہات میں دائی کے ہاتھوں ہو رہی ہو تو ان کی شرح اموات بڑھ جاتی ہے۔ اگر ان کی زچگی شہر میں کسی اسپتال میں ہو رہی ہو تو پھر ان کا آپریشن ہوتا ہے۔ ناپختہ ہونے کی وجہ سے وہ ایک سمجھدار اور ذمہ دار ماں بننے میں بھی عموماً ناکام رہتی ہے۔

* * *

حج کے دوران جو اعمال کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک خاص عمل وہ ہے جس کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا کہا جاتا ہے۔ ہر آدمی خواہ عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات بار دوڑے۔ یہ دوڑنا کیا ہے، یہ ایک خاتون کے عمل کی تلقید ہے جس کا نام ہاجرہ تھا۔ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں سات بار دوڑی تھیں۔ اس لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہاں جائے تو وہ بھی وہاں سات بار دوڑے۔ گویا ایک عورت کے نقش قدم پر چلنے کا حکم تمام انسانوں کو دے دیا گیا۔

حمل اور اس سے متعلق طبی مسائل

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے جوڑے جوڑے تخلیق کیے ہیں اور اس طرح ایک طرف دھرتی پر تخلیقی نظام کو جمال و رعنائی بخشی ہے اور دوسری طرف نشوونما کو تسلسل بخشا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

> ”وہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور چوپایوں کی جنس سے بھی جوڑے پیدا کئے اس (مزرعہ) کے اندر وہ تمہاری تخم ریزی کرتا ہے۔ (شوریٰ ۱۱)

خاتون نیک بخت! آپ حمل سے ہیں۔ خوش قسمت ہیں کہ اللہ کی تخلیقی آیات اور قدرت کا مظہر بن رہی ہیں۔ تمہارے پیٹ میں پلنے والا بچہ قدرت کی تخلیقی امانت ہے جس کی پرورش سے لیکر بطور انسان اچھی تربیت تمہارا فرض بن چکا ہے۔ اگر تم نے اس بچے کی پرورش میں اسے اچھا انسان بنانے کا مقصد سامنے رکھا اور اسے تربیت میں معرفت خداوندی کا شعور بخشا تو تم نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک برگزیدہ خاتون کا مقام حاصل کرلیا اور اللہ کے حضور میں سرخرو حاضر ہونے کا ثمر بنالیا۔

حمل کی نشانیاں

نیچے بتائی ہوئی تمام نشانیاں نارمل ہیں۔

۱۔ ماہواری رک جاتی ہے (اکثر یہی پہلی نشانی ہوتی ہے۔)

۲۔ صبح کی متلی (خاص طور پر صبح کو متلی ہوتی ہے اور الٹی آتی محسوس ہوتی ہے۔) یہ حالت حمل کے دوسرے اور تیسرے مہینوں میں اور خراب ہوجاتی ہے۔

۳۔ پیشاب زیادہ آنے لگتا ہے۔

۴۔ پیٹ پھولتا جاتا ہے۔

۵۔ چھاتیاں بڑی ہونے لگتی ہیں اور چھونے سے دکھنے لگتی ہیں۔

۶۔ حمل کی چھائیاں (چہرہ، چھاتیوں اور پیٹ پر گہرے رنگ کے دھبے)۔

۷۔ آخر میں حمل کے تقریباً پانچویں مہینے میں بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگتا ہے۔

حمل کے دوران تندرست رہنے کا طریقہ

کافی غذا کھانا تاکہ وزن باضابطہ بڑھتا رہے۔ بہت ضروری ہے خاص طور پر اگر عورت دبلی ہو۔

اچھی غذا کھانا بہت ضروری ہے۔ جسم کو لحمیات (پروٹین) وٹامن اور معدنیات کی اور خاص طور پر فولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

زندہ بچہ اور دماغی طور پر نارمل بچہ پیدا ہونے کے لیے آیوڈین والا نمک کھانا ضروری ہے، (لیکن پیروں کی سوجن اور دوسرے مسائل سے بچنے کے لئے بہت زیادہ نمک استعمال نہ کیا جائے۔)

صاف رہیے، روزانہ نہایئے اور دانتوں کو پابندی سے برش سے صاف کریں۔

حمل کے آخری مہینے میں سب سے اچھا یہ ہے کہ فرج کا ڈوش نہ کیا جائے اور جنسی ملاپ سے پرہیز کیا جائے تاکہ پانی کی تھیلی نہ پھٹے اور انفکشن نہ ہو۔

اگر ممکن ہو تو ہر قسم کی دوائی سے پرہیز کریں اور کوئی دوا نہ کھائیں، بعض دواؤں سے پیٹ کے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اصول یہ بنالیں کہ صرف ڈاکٹر کی بتائی ہوئی دوا ہی استعمال کریں۔

اپنے آپ یا کسی اور کی بتائی ہوئی دوا ہرگز نہ کھائیں۔ (اگر آپ کو ڈاکٹر کوئی دوا دینے لگے اور آپ یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کو حمل ہے تو ڈاکٹر کو بتادیں۔) وٹامن اور فولاد کی گولیاں اکثر مفید ثابت ہوتی

ہیں اور اگر صحیح مقدار میں کھائی جائیں تو نقصان نہیں دیتیں۔

خسرہ کے مریض اور خاص طور پر جرمن خسرہ کے مریض بچوں سے دور رہیں۔

کام اور ورزش جاری رکھیں مگر ضرورت سے زیادہ مشقت سے باز رہیں۔ زہر اور کیمیائی مادوں سے دور رہیں، ان سے پیٹ کے بچے کو نقصان ہو سکتا ہے۔ کیڑے مار دواؤں، پودے مار دواؤں اور کارخانوں کے کیمیائی مادوں سے دور رہیں، ان کی خالی بوتلوں اور ڈبوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہرگز نہ رکھیں۔ کیمیائی اشیا کے بخارات یا سلوف کو سانس کے ساتھ اندر نہ جانے دیں۔

حمل کے زمانے کے چھوٹے چھوٹے مسائل

ا۔ متلی اور قے

یہ شکایت عام طور پر حمل کے دوسرے یا تیسرے مہینے میں زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو بستر سے اٹھنے سے پہلے کوئی خشک چیز مثلاً سوکھے بسکٹ یا سوکھی روٹی کھانے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ مقررہ وقت پر بہت زیادہ کھانے کے بجائے دن میں کئی بار تھوڑا تھوڑا کھاتے رہیں۔ چکنائی والی غذاؤں سے پرہیز کریں۔ پودینے کی چائے بھی مفید ہوتی ہے۔ اگر شکایت شدید ہو جائے تو کوئی الرجی روکنے والی اینٹی ہسٹامین دوا رات کو سوتے وقت اور صبح جاگ کر استعمال کریں۔

۲۔ معدہ یا سینے میں جلن یا درد

تیزابیت کی وجہ سے بدہضمی اور سینے کی جلن۔ ایک وقت میں تھوڑا کھانا کھائیں اور بار بار پانی پئیں۔ تیزابیت دور کرنے والی دواؤں سے، خاص طور پر اگر ان میں کیلشیم کاربونیٹ ہو، فائدہ ہو سکتا ہے۔ سخت ٹافی یا مٹھائی چوسنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ سینے اور سر کو تکیوں اور کمبلوں کے ذریعہ اونچا رکھنے کی کوشش کریں۔

۳۔ پیروں کی سوجن

دن کے مختلف اوقات میں پیر اٹھا کر آرام کریں۔ نمک کم کھائیں اور نمکین کھانوں سے پرہیز کریں۔ بھٹے کے بالوں کو پانی میں ابال کر پینے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر پیر بہت سوج گئے ہوں اور ہاتھ پیروں پر بھی سوجن ہو تو طبی مشورہ حاصل کریں۔ پیروں کی سوجن کی عام طور پر یہ وجہ ہوتی ہے کہ حمل کے آخری مہینوں میں رحم کے اندر بچے کا وزن دباؤ ڈالتا ہے۔ خون کی کمی، ناقص غذائیت یا زیادہ نمک کھانے والی عورتوں کو یہ شکایت زیادہ ہوتی ہے، لہذا کم نمک والی عمدہ صحت بخش متوازن غذا کھانی چاہیے۔

۴۔ کمر کے نچلے حصے میں درد

دوران حمل میں یہ تکلیف عام ہوتی ہے۔ ورزش اور پیٹھ سیدھی رکھ کر کھڑے ہونے اور بیٹھنے سے افاقہ ہوتا ہے۔

۵۔ خون کی کمی اور ناقص غذائیت

دیہاتی علاقوں کی عورتوں میں حمل سے پہلے بھی خون کی کمی ہوتی ہے جو حمل کے زمانہ میں اور بڑھ جاتی ہے۔ صحت مند بچہ کی خاطر عورت کو اچھی اور کافی غذا کھانی لازمی ہے۔ اگر عورت بہت کمزور ہو اور اس کی رنگت پھیکی پڑ گئی ہے یا اس میں خون کی کمی اور ناقص غذائیت کی اور علامتیں ہیں تو اس کے لیے زیادہ لحمیات (پروٹین) کھانا اور فولاد والی غذائیں، مثلاً پھلیوں کے بیج، groundunis، مرغ، دودھ، پنیر، انڈے، گوشت، مچھلی اور گہرے ہرے رنگ کی پتوں والی ترکاریاں کھانا بے حد ضروری ہے۔

۶۔ پھولی ہوئی رگیں (Varicose veins)

ٹانگوں سے آنے والی رگوں پر پیٹ کے بچے کے بوجھ کی وجہ سے حاملہ عورتوں کو یہ شکایت عام طور پر ہو جاتی ہے۔ جتنی مرتبہ ہو سکے پیروں کو اوپر اٹھا کر رکھیں۔ اگر رگیں بہت بڑی ہو جائیں یا دکھنے لگیں تو ان پر کریپ پٹی یعنی الاسٹک پٹی باندھیں یا الاسٹک والے موزے پہنیں، رات کو پٹی اور موزے اتار دیا کریں۔

۷۔ بواسیر

یہ مقعد یعنی پاخانہ کے مقام کی پھولی ہوئی رگوں کا نام ہے۔ یہ بھی رحم میں بچے کے بوجھ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ درد کم کرنے کے لیے گرم پانی کے ٹب میں بیٹھیں۔

۸۔ قبض

خوب پانی پئیں۔ پھل کھائیں اور ریشے دار مثلاً کسنوا یا چوکر والی غذائیں کھائیں۔ دست آور دوائیں یا طاقتور جلاب نہ لیں۔

حمل کے زمانہ میں خطرہ کی علامتیں

۱۔ خون آنا

اگر حمل کے زمانے میں عورت کو ذرا سا بھی خون آجائے تو یہ خطرہ کی نشانی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسقاط ہو رہا ہو یعنی بچہ ضائع ہو رہا ہو یا بچہ رحم کے باہر بڑھ رہا ہو ectopic یعنی بے محل حمل)، عورت کو چاہیے کہ لیٹی رہے اور ڈاکٹر کو بلائے۔

چھ ماہ کے حمل کے بعد خون آنے کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ آنول نال بچہ کی پیدائش کے سوراخ کو روک رہی ہے۔ ڈاکٹری مدد کے بغیر عورت خون ضائع ہونے کی وجہ سے مرسکتی ہے۔ فوراً اسپتال لے جانے کی کوشش کریں۔

۲۔ خون کی شدید کمی

عورت کمزور، تھکی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی کھال پھیکی پڑ جاتی ہے یا شفاف معلوم ہوتی ہے۔ اگر علاج نہ ہو تو بچہ کی پیدائش کے وقت خون ضائع ہونے سے مرسکتی ہے۔ اگر خون کی کمی شدید ہے تو صرف اچھی غذا سے یہ کمی صحیح وقت پر دور نہیں ہوسکتی۔ ڈاکٹر کے مشورے سے فولادی نمکیات کی گولیاں حاصل کرنا ضروری ہے۔ ممکن ہو تو بچہ کی پیدائش اسپتال میں ہونی چاہیے تاکہ خون کی ضرورت ہو تو مل سکے۔

۳۔ پیروں، ہاتھوں اور چہرہ کی سوجن کے ساتھ سر درد، چکر اور کبھی نظر کی دھندلاہٹ زمانہ حمل کی سمیت یعنی زہر باد کی علامتیں ہیں۔ اچانک وزن بڑھنا، خون کے دباؤ (بلڈ پریشر) میں اضافہ اور پیشاب میں لحمیات (پروٹین) کا زیادہ خارج ہونا اس کی مزید علامتیں ہیں۔ اس لیے ممکن ہو تو ایسی دائی ڈاکٹر سے رجوع کریں جو ان چیزوں کی پیمائش کرسکتی ہو۔

حمل کے زمانہ میں زہر باد کا علاج کرنے کے لیے حاملہ عورت کو یہ کرنا چاہیے:

۱۔ بستر پر لیٹی رہے۔

۲۔ زیادہ لحمیات (پروٹین والی غذائیں)، لیکن بہت کم نمک کے ساتھ کھائے، نمکین کھانوں سے پرہیز کرے۔

۳۔ اگر جلد حالت بہتر نہ ہو، نظر کمزور ہونے لگے، چہرہ پر زیادہ سوجن ہو یا دورے پڑیں تو جلد از جلد طبی مدد حاصل کریں کیوں کہ اس کی زندگی خطرہ میں ہے۔

حمل کے آخری ۳ ماہ

۱۔ اگر صرف پیر سوجیں تو یہ غالباً کوئی پریشانی کی بات نہیں، لیکن زہر باد کی دوسری نشانیوں پر نگاہ رکھیں، نمک کم کھائیں۔

۲۔ اگر سر میں درد ہو یا نظر مشکل سے آئے، یا ہاتھ پیر سوجنے لگیں تو آپ کو حمل کے زمانے کا زہر باد (جسم میں زہر پھیلنا۔) ہوسکتا ہے۔ طبی مدد حاصل کریں۔

زمانہ حمل کے زہر باد سے بچنے کے لئے صحت بخش غذائیں کھائیں اور لحمیات (پروٹین) زیادہ استعمال کریں اور نمک کم کھائیں لیکن بالکل ترک نہ کریں۔

حمل کے دوران معائنے (چیک اپ)

بہت سے صحت کے مرکز اور دائیاں حاملہ عورتوں کو بچے کی پیدائش سے قبل کے معائنوں کے لیے آنے اور اپنی صحت سے متعلق ضروریات پر گفتگو کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اگر آپ حاملہ ہیں اور آپ کے یہ معائنے ہوسکتے ہیں تو ضرور کرائیں۔ ان سے آپ کو ایسی بہت سی باتیں معلوم ہوں گی جن سے آپ کے لیے مسائل پیدا نہیں ہوں گے اور آپ کا بچہ زیادہ صحت مند پیدا ہوگا۔

زچہ میں خون کی کمی کا آسان علاج

خواتین میں خون کی کمی ہمارے یہاں بہت عام ہے، اور جب ایک خاتون ماں بننے والی ہوتی ہے تو خون کی یہ کمی بچے کی نشو ونما پر برا اثر ڈالتی ہے۔ بچہ کمزور ہوتا ہے، اس میں بیماری سے بچنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ ہی میں یا پیدائش کے بعد اس کے زندہ رہنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

جو عورتیں جلد ڈاکٹری معائنہ کرالیتی ہیں، انہیں ڈاکٹر کے نسخے میں لکھی ہوئی فولاد کی گولیوں یا کیپسولز کے ذریعے وافر مقدار میں ایسے اجزا مہیا ہو جاتے ہیں جن سے خون کی کمی دور ہو جاتی ہے اور یہ اس ننھی جان کے لیے زندگی کا پیغام ہوتا ہے جو ماں کے رحم میں اس کے خون سے پرورش پا کر دنیا میں آنے کی تیاری کر رہی ہوتی ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کا کہنا ہے کہ دنیا میں ۷۰ کروڑ افراد خون کی کمی کا شکار ہیں۔ ان میں بچے، نوجوان، خواتین اور ماں بننے والی خواتین خاص طور پر قابل ذکر ہیں، حالانکہ خون کی یہ کمی عموماً بڑی آسانی سے پوری کی جاسکتی ہے۔

دنیا بھر میں کل تعداد کی نصف سے بھی زائد (۵۱ فیصد) حاملہ عورتیں خون کی کمی میں مبتلا ہیں جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ تعداد صرف ۱۴ فیصد اور پاکستان جیسے ترقی پذیر ملکوں میں ۵۹ فیصد ہے۔

خون کی کمی کی بعض دوسری وجوہات بھی ہو سکتی ہیں لیکن اس کی سب سے عام وجہ غذا میں فولاد کی کمی ہے۔ حاملہ عورتوں میں خون کی کمی کے باعث زچگی کے دوران موت یا اس کے بعد مسلسل بیماری ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ بچے کی موت یا بچے کی مسلسل بیماری بھی ہو سکتی ہے۔

خون کی کمی سے کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے؟

ہمارے خون کا سرخ مادہ، جسے ہیموگلوبین (Haemoglobin) کہتے ہیں، دراصل فولاد کا ایک پیچیدہ سا مرکب ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ یہ دوران خون کے ذریعے پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے جہاں اسے تازہ آکسیجن ملتی ہے۔ اس آکسیجن کو ایک کیمیائی تبدیلی کے ذریعے اپنے اندر جذب کر کے یہ مادہ پورے جسم میں ایک ایک خلیے کو پہنچا دیتا ہے۔ آکسیجن زندگی کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی ایک شعلے کے لیے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ موم بتی، دیا سلائی یا انگارے بجھانے کے لیے انہیں مکمل طور پر ڈھانپ دیا جاتا ہے، اس طرح تازہ ہوا یا آکسیجن کی آمد بند ہو جاتی ہے اور ذرا سی دیر میں آگ بجھ جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حال انسانی جسم کے خلیوں کا بھی ہے، اگر انہیں آکسیجن نہیں پہنچے گی تو یہ زندہ نہیں رہیں گے اور اگر کم مقدار میں آکسیجن پہنچے گی تو یہ کمزور رہ جائیں گے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر جاندار انہی ننھے ننھے خلیوں سے بنا ہوا ہے گویا یہ ایسی اینٹیں ہیں جن سے ہمارے جسم کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اینٹیں یا پتھر نہ سانس لیتے ہیں اور نہ جیتے مرتے ہیں، جبکہ ہمارے جسم کے خلیوں کو سانس اور خوراک دونوں ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ عورتوں کے لیے فولاد کی زیادہ مقدار میں ضرورت اس لیے بھی ہوتی ہے کہ ہر ماہ ماہواری کے دوران، خون خارج ہونے کی وجہ سے جسم میں خون کی کمی ہو جاتی ہے اور اس طرح فولاد بھی کم ہو جاتا ہے۔

ننھے منے نوزائیدہ بچوں کو بھی وہی فولاد پہنچتا ہے جو ماں کو دیا جاتا ہے۔ پیدائش کے وقت ایک عام بچے کے جسم میں فی کلوگرام وزن میں کوئی ۷۵ ملی گرام فولاد شامل ہوتا ہے اور اس فولاد کا دو تہائی حصہ خون کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے۔ پہلے دو ماہ میں فولاد کے اس خزانے میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے اور اس کے لیے فولاد بچے کے جسم میں ماں کے دودھ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ جیسے جیسے بچے کا جسم بڑھتا ہے اس کی ضروریات میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پیدائش کے سال بھر کے اندر بچے کا اپنا وزن پیدائش کے وقت کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کے جسم میں محفوظ فولاد کی مقدار دوگنی ہو جاتی ہے۔

ماں یا ماں بننے والی عورت کے جسم میں فولاد ان غذاؤں کے ذریعے بھی پہنچتا ہے جن میں یہ زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے مثلاً گوشت، مچھلی، مرغی، کلیجی، اناج، سبزیاں، دالیں وغیرہ۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر ڈاکٹر فولاد کی گولیاں یا کیپسول وغیرہ کھانے کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔ ان گولیوں یا کیپسولوں کو پابندی کے ساتھ ڈاکٹر کی ہدایات کے عین مطابق کھانا چاہیے۔ غذاؤں میں موجود فولاد بعض دوسری غذاؤں کے ساتھ بہتر طور پر جسم میں جذب ہوتا ہے مثلاً دہی کے ساتھ، موسمی، سنگترے، کینو، دیگر پھلوں اور بند گوبھی وغیرہ جیسی سبزیوں کے ذریعے سے۔ دہی میں موجود Lactic acid اور پھلوں میں موجود Ascorbic acid فولاد کو جسم میں

بہتر طور پر جذب ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ گوشت اور مچھلی وغیرہ میں موجود فولاد خود ہی وافر مقدار میں جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔

اگرچہ ماں کے دودھ اور گائے کے دودھ میں فولاد کا تناسب یکساں ہوتا ہے لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ماں کے دودھ میں موجود فولاد بہت بہتر طور پر شیر خوار بچے کا جزو بدن بن جاتا ہے۔ چھ ماہ کی عمر میں ماں کے دودھ میں موجود فولاد بھی بچے کی ضروریات کے لیے ناکافی ہوتا ہے اس لیے اسے ساتھ ہی ایسی غذائیں دینا شروع کر دینا چاہیے جو اس کے لیے زود ہضم بھی ہوں اور فولاد سے بھرپور بھی۔ مثلاً نرم کیا ہوا پھلوں اور سبزیوں کا گودا۔

اگر فولاد کی کمی غذا سے پوری نہ ہو رہی ہو تو ماں اور بچے دونوں کو ڈاکٹر ایسی دوائیں تجویز کر سکتا ہے جو فولاد پر مبنی ہوں مثلاً ماں کے لیے گولیاں، کیپسول یا انجکشن اور بچے کے لیے فولاد کی دوا کے قطرے۔ ماں بننے والی عورت کے لیے تو فولاد کی کمی کو دور کرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ ماں اور بچے دونوں کی زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔ فولاد مہیا کرنے والی دوائیں صرف ڈاکٹر کے مشورے اور اس کی ہدایات کے مطابق استعمال کرنی چاہئیں۔

بچے کی پیدائش سے پہلے ماں کے پاس کیا چیزیں تیار ہونی چاہئیں

حمل کے ساتویں مہینے سے ان علاقوں میں جہاں دائیوں کے ذریعہ ڈلیوری ہوتی ہے۔ ہر ماں کو مندرجہ ذیل چیزیں تیار رکھنی چاہئیں۔

۱۔ بہت سے صاف کپڑے

۲۔ جراثیم کش صابن یا کوئی اور صابن۔

۳۔ ہاتھوں اور ناخنوں کو صاف رکھنے کے لیے کھرچنے کا صاف برش۔

۴۔ ہاتھ دھونے کے بعد ملنے کے لیے اسپرٹ۔

۵۔ صاف روئی۔

۶۔ نیا بلیڈ (جب تک آنول نال کاٹنے کا وقت نہ آئے، بلیڈ کھولیے نہیں۔)۔ (اگر نیا بلیڈ نہ ہو تو صاف زنگ سے پاک قینچی ہونی چاہیے۔ آنول نال کاٹنے سے پہلے قینچی کو ابال لیں)۔

۷۔ بچہ کی ناف ڈھکنے کے لیے جراثیم سے پاک گاڑ یا صاف کپڑے کے ٹکڑے۔

۸۔ نال باندھنے کے لیے صاف کپڑے کی دو پٹیاں یا فیتے۔ دونوں پٹیوں یا فیتوں کو کاغذ میں لپیٹ کر بند کریں اور اسے تندور میں پکائیں یا استری کرلیں۔

زچگی یعنی بچہ کی پیدائش کی تیاری

زچگی یا بچہ کی پیدائش ایک بالکل قدرتی واقعہ ہے۔ ماں تندرست اور صحت مند ہو اور ہر چیز ٹھیک ہو تو بچہ کسی کی مدد کے بغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ نارمل پیدائش میں دائی جتنا کم کام کرے، ہر چیز ٹھیک ہونے کا امکان اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔

زچگی یا بچہ کی پیدائش میں مشکلات بیشک پیدا ہوتی ہیں اور کبھی کبھی بچہ یا ماں کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اگر زچگی میں کسی وجہ سے بھی مشکل یا خطرہ کا امکان ہو تو ماہر دائی یا تجربہ کار ڈاکٹر کو موجود ہونا چاہیے۔

خصوصی خطرہ کی مندرجہ ذیل نشانیاں جن کی وجہ سے زچگی میں دائی یا ڈاکٹر کی موجودگی بلکہ ممکن ہو تو اسپتال میں زچگی ضروری ہو جاتی ہے۔

اگر بچہ کی متوقع پیدائش سے ۳ ہفتہ یا اس سے بھی پہلے ماں کو درد اٹھنے لگیں۔

اگر حمل کی زہر باد کی علامتیں پیدا ہو جائیں۔

اگر عورت پرانی یا شدید بیماری میں مبتلا ہے۔

اگر عورت کو خون کی بہت کمی ہو یا (زخم یا خراش لگنے پر) جس سے بہنے والا خون نارمل طور پر نہ رکے۔

اگر عورت کی عمر ۱۵ برس سے کم، ۴۰ برس سے زیادہ ہو یا پہلا حمل ۳۵ برس سے زیادہ عمر میں ہو۔

اگر عورت کے پہلے ۵ یا ۶ بچے ہوں۔

اگر عورت خاص طور پر چھوٹے قد کی ہو اور اس کے کولہے دبلے ہوں۔

اگر اور بچوں کی پیدائش میں عورت کو شدید مسئلے پیدا ہوئے

ہوں یا بہت خون نکلا ہو۔

اگر عورت ذیابیطس یا دل کی بیماری کا شکار ہے۔

اگر عورت کو فتق (ہرنیا یعنی آنت اترنے کا مرض) ہے۔

اگر ایسا نظر آتا ہو کہ عورت کے جڑواں بچے ہوں گے۔

اگر رحم میں بچہ کی پوزیشن نارمل معلوم نہ ہو۔

اگر پانیوں کی تھیلی پھٹ جائے اور دردِ زہ چند گھنٹوں میں شروع نہ ہو، بخار ہونے کی صورت میں خطرہ اور بھی شدید ہوتا ہے۔

اگر حمل کے ۹ مہینے کی مدت پوری ہو جانے کے ۲ ہفتے بعد بھی بچہ پیدا نہ ہو۔

پیدائش کے بعد بچہ کی نگہداشت

فیملی ہسپتالوں میں نرسیں بچوں کی نگہداشت کیلئے ضروری لوازمات خود سرانجام دیتی ہیں لیکن جہاں یہ سہولت موجود نہ ہو وہاں درج ذیل احتیاطیں بہت ضروری ہیں:

بچہ کے باہر آجانے کے فوراً بعد۔

۱۔ بچہ کو اس طرح بازو پر لیں کہ اس کا سر نیچے کو ہو تا کہ منہ اور حلق سے بلغمی رطوبت نکل جائے، جب تک بچہ سانس نہ لینے لگے اس طرح پکڑے رہیں۔

۲۔ جب تک نال باندھ نہ دی جائے بچہ کو ماں سے نیچے کی سطح پر رکھیں (اس طرح بچے کو زیادہ خون ملے گا اور وہ زیادہ طاقتور ہو گا۔)

۳۔ اگر بچہ فوراً سانس لینے نہ لگے تو تولیہ یا کپڑے سے اس کی پیٹھ کی مالش کریں۔

۴۔ اگر پھر بھی سانس نہ آئے تو چوسنے والے غبارے سے اس کے حلق اور منہ سے بلغم نکالیں یا اپنی انگلی پر صاف کپڑا لپیٹ کر بلغم نکالیں۔

۵۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے ایک منٹ کے اندر سانس لینا شروع نہیں کرتا تو فوراً اس کے منہ پر منہ رکھ کر سانس لینا شروع کر دیں۔

۶۔ بچہ کو صاف کپڑے میں لپیٹ دیں، یہ بہت ضروری ہے کہ اسے سردی نہ لگے اور اگر بچہ وقت سے پہلے پیدا ہو گیا ہو (ستوانسا یا اٹھونسا) تو اسے ہرگز سردی نہ لگنے دیں۔

کٹی نال کی احتیاط

تازہ کٹی ہوئی نال کو انفکشن سے بچنے کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اسے خشک رکھیں، نال سکھانے کے لیے اس کو ہوا لگنا ضروری ہے۔ اگر گھر میں صفائی رکھی جاتی ہے اور مکھیاں نہیں ہیں تو کٹی نال کو کھلا چھوڑ دیں تا کہ ہوا لگتی رہے۔ اگر دھول اور مکھیاں ہیں تو نال پر ہلکا سا کپڑا رکھ دیں۔ جراثیم سے پاک گاز استعمال کرنا سب سے بہتر ہے۔

اگر آپ کے پاس جراثیم سے پاک گاز نہ ہو تو بچہ کی ناف کو بہت صاف اور تازہ استری کیے ہوئے کپڑے سے ڈھک دیں۔

پیٹ پر پٹی نہ باندھنا بہتر ہے لیکن اگر آپ پٹی باندھنا ہی چاہتے ہیں تو کوئی ہلکا باریک کپڑا، مثلاً ململ استعمال کریں لیکن ضروری ہے کہ پٹی اتنی ڈھیلی رہے کہ ناف کو ہوا لگ سکے تا کہ ناف گیلی نہ ہو خشک رہے۔ پٹی کو کس کر مت باندھیے۔

اس بات کا بھی اطمینان کرلیں کہ بچہ کا کلوث ناف پر نہ آئے تا کہ ناف پیشاب سے گیلی نہ ہو۔

نوزائیدہ بچہ کی صفائی

ہلکے گرم، نرم، گیلے کپڑے سے خون اور دوسرے سیال مادے صاف کر دیں۔

بہتر یہ ہے کہ ناف گرنے تک (یعنی عام طور پر ۵ سے ۸ دن تک) بچہ کو نہلایا نہ جائے، اس کے بعد اسے روزانہ ہلکے نرم صابن اور ہلکے گرم پانی سے نہلائیں۔ نوزائیدہ بچے کو فوراً ماں اپنا دودھ پلائے۔

جوں ہی نال کٹے بچہ کو ماں کا دودھ پلائیں، اگر بچہ دودھ پیئے گا تو آنول جلدی نکل سکے گی اور زیادہ خون نہیں نکلے گا اور اگر نکل رہا ہو تو بند ہو جائے گا۔

بچہ کو گرم ضرور رکھیں، لیکن ضرورت سے زیادہ گرم نہ رکھیں۔

بچے کو سردی سے ضرور بچائیں لیکن ضرورت سے زیادہ گرمی سے بھی بچائیں، خود آپ جتنے گرم کپڑے پہنیں اتنے ہی گرم کپڑے اسے پہنائیں۔

سردیوں میں بچے کو اچھی طرح لپیٹ کر رکھیں۔ لیکن گرمیوں میں (یا جب بچے کو بخار ہو) اسے ننگا چھوڑ دیں۔

بچے کو مناسب گرمی پہنچانے کے لیے اسے ماں کے جسم سے قریب رکھیں، وقت سے پہلے پیدا ہونے والے یا بہت چھوٹے بچے کے لیے یہ بات خاص طور پر ضروری ہے۔

صفائی

مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھیں:

۱۔ بچے کا کلوٹ ہر پیشاب یا پاخانہ کے بعد بدلیں، اگر بچے کی کھال لال ہو جائے تو کلوٹ زیادہ مرتبہ بدلیں یا بہتر ہے کہ نہ پہنائیں۔

۲۔ نال گر جانے کے بعد بچے کو روزانہ نرم صابن اور گرم پانی سے نہلائیں۔

۳۔ اگر مکھیاں اور مچھر ہوں تو بچے کے پالنے پر جالی یا ململ کا کپڑا ڈھک دیں۔

۴۔ جن لوگوں کے جسم پر کھلے زخم یا ناسور ہوں، گلے میں خراش ہو، تپ دق ہو یا کوئی اور چھوت کی بیماری ہو انہیں نہ تو نوزائیدہ بچے کو چھونا چاہیے نہ اس کے پاس جانا چاہیے اور نہ زچہ کے پاس بچے کی پیدائش کے وقت جانا چاہیے۔

۵۔ بچے کو دھوئیں اور گرد سے بچا کر صاف جگہ رکھیں۔

خوراک

(چھوٹے بچوں کی بہترین خوراک کے لئے پہلے تفصیل دی جا چکی ہے)۔

ماں کا دودھ بچے کے لیے سب سے اچھی غذا ہے۔ ماں کا دودھ پینے والے بچے زیادہ تندرست رہتے ہیں، زیادہ طاقتور ہوتے ہیں اور ان کے مرنے کا امکان بھی کم ہوتا ہے، اسباب یہ ہیں۔

۱۔ ماں کے دودھ میں بچے کی تمام غذائی ضروریات، تازہ یا ڈبے میں بند یا سفوف کی شکل میں ملنے والی تمام دوسری غذاؤں کے مقابلے میں زیادہ متوازن ہوتی ہیں۔

۲۔ ماں کا دودھ صاف ہوتا ہے، جب خاص طور پر بوتل کے ذریعے دوسری غذائیں دی جاتی ہیں تو بوتل وغیرہ کو صحیح طور پر صاف رکھنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے دستوں کی بیماری اور دوسری بیماریوں سے بچاؤ مشکل ہو جاتا ہے۔

۳۔ ماں کے دودھ کا ٹمپریچر ہمیشہ مناسب ہوتا ہے۔

۴۔ ماں کے دودھ میں ایسے اجزا (ضد جسمیے antibodies) ہوتے ہیں جو بچے کو دستوں کی بیماری، خسرہ اور پولیو سے محفوظ رکھتے ہیں۔

ماں کو چاہیے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے منہ میں چھاتی دے۔ پہلے چند روز تو عام طور پر ماں کے بہت کم دودھ اترتا ہے جو عام بات ہے لیکن ماں کو چاہیے کہ بار بار کم سے کم ہر ۲ گھنٹے پر بچے کے منہ میں چھاتی دیتی رہے۔ بچہ کے چوسنے سے دودھ پیدا ہونا شروع ہو جائے گا۔

اگر بچہ تندرست نظر آئے، اس کا وزن بڑھے اور پیشاب پاخانہ مناسب طور پر کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں کا دودھ کافی مقدار میں پیدا ہو رہا ہے۔

بچے کے لیے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ پہلے ۴ سے ۶ ماہ تک اسے صرف ماں کا دودھ پلایا جائے، اس کے بعد ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ اور طاقت بخش غذائیں دی جائیں۔

ماں اپنا دودھ کس طرح زیادہ پیدا کرے

ماں کو چاہیے کہ بہت زیادہ مشروبات وغیرہ پیئے۔

اچھی سے اچھی غذا کھائے، خاص طور پر دودھ پیئے اور دودھ سے بنائی ہوئی چیزیں اور جسم بنانے والی غذائیں کھائے۔

نیند بھری سوئے اور تھکن اور ذہنی پریشانی سے بچے۔

بچے کو کئی بار، کم سے کم ہر ۲ گھنٹے بعد دودھ پلائیے۔

بوتل کے دودھ پر پلے بچے نسبتاً جلدی بیمار اور مر سکتے ہیں۔

ماں کے دودھ پر پلے بچے نسبتاً زیادہ صحت مند ہوتے ہیں۔

نوزائیدہ بچے کو دوا دینے میں احتیاط

بہت سی دوائیں نوزائیدہ بچے کے لیے خطرناک ہیں، اس لیے صرف وہ دوائیں استعمال کریں جن کے بارے میں آپ کو یقین ہے کہ نوزائیدہ بچے کے لیے تجویز کی گئی ہیں اور ان دواؤں کو بھی شدید ضرورت کے وقت ہی استعمال کریں، صحیح خوراک معلوم

کریں اور اس سے زیادہ دوا نہ دیں۔ کلورم فینی کول نوزائیدہ بچے کے لیے خاص طور پر خطرناک ہے اور اگر بچے کا وزن کم ہے یا وہ وقت سے پہلے یعنی ساتویں یا آٹھویں مہینے میں پیدا ہو گیا ہو تو یہ دوا اور بھی زیادہ خطرناک ہوگی۔

نوزائیدہ بچے کی بیماریاں

بچے کی بیماری پر نظر رکھنا اور بیماری کی صورت میں ضروری تدبیریں کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے اس لئے کہ جن بیماریوں سے بڑے آدمی دنوں یا ہفتوں میں مر جاتے ہیں چھوٹے بچے کو چند گھنٹوں میں مار سکتی ہیں۔

بچوں کے پیدائشی مسئلے

یہ مسئلے اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ یا تو رحم میں بچے کی نشو ونما میں کوئی خرابی ہو گئی ہو یا پیدائش کے دوران بچے کو کوئی ضرر پہنچا ہو۔ پیدا ہوتے ہی بچہ کا اچھی طرح معائنہ کریں۔ اگر بچے میں دی ہوئی علامتوں میں سے کوئی علامت نظر آئے تو پھر بچہ میں کسی خرابی کا امکان ہے۔

اگر بچہ پیدا ہوتے ہی سانس نہ لے۔

اگر نبض نہ محسوس ہو نہ سنائی دے یا ۱۰۰ فی منٹ سے کم رفتار سے چل رہی ہو۔

اگر سانس لینے کے بعد چہرہ اور جسم سفید، نیلا یا پیلا ہو۔

اگر بازو اور ٹانگیں ڈھیلی ہوں، یعنی بچہ انہیں نہ خود ہلائے، نہ آپ کی چٹکی لینے پر ہلائے۔

اگر پہلے ۱۵ منٹ کے بعد بچہ کے حلق سے غرغراہٹ کی سی آواز نکلے یا اسے سانس لینے میں مشکل ہو۔

اگر پہلے دو دن میں بچہ پیشاب پاخانہ نہ کرے تو طبی امداد حاصل کریں۔

ان میں سے بعض مسئلے پیدائش کے دوران بچے کے دماغ میں کسی چوٹ یا دباؤ یا دوسری خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مسائل کبھی بھی انفکشن کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتے بشرطیکہ پانی پیدائش سے ۲۴ گھنٹے سے زیادہ پہلے خارج نہ ہوا ہو، عام دواؤں سے غالباً فائدہ نہیں ہوتا۔ بچہ کو گرم رکھیں، لیکن ضرورت سے زیادہ گرم نہ رکھیں۔ طبی امداد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

پیدائش کے بعد پیدا ہونے والے مسائل

۱۔ ناف

ناف (نال) سے پیپ نکلنا یا بدبو آنا خطرناک علامت ہے۔ ٹیٹنس کی ابتدائی علامتوں یا خون کی بیکٹریائی انفکشن پر نظر رکھیں۔ ناف پر اسپرٹ لگائیں اور ہوا لگنے کے لیے کھلی چھوڑ دیں، اگر نال کے چاروں طرف کی کھال گرم اور لال ہو، تو ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔

۲۔ ہلکا بخار

ہلکا بخار یا حرارت (۳۵ سے کم) یا تیز بخار دونوں انفکشن کی علامتیں ہیں۔ تیز بخار (۳۹ سے زیادہ) نوزائیدہ بچے کے لیے خطرناک ہوتا ہے، اس کے سارے کپڑے اتار دیں اور ہلکے ٹھنڈے پانی سے کپڑا تر کر کے جسم کو پونچھیں، جسم میں پانی کی کمی کی علامتوں پر بھی نگاہ رکھیں، اگر یہ علامتیں نظر آئیں تو بچے کو ماں کا دودھ پلائیں اور او آر ایس بھی دیں۔

۳۔ دورے

اگر بچے کو بخار ہو تو اس کا وہی علاج کریں جو اوپر بتایا گیا ہے۔ پیدائش کے دن ہی دورے پڑنے لگیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پیدا ہونے کے دوران دماغ کو ضرر پہنچا ہے۔ اگر چند روز بعد دورے پڑنے شروع ہوں تو ٹیٹنس کی نشانیاں غور سے ڈھونڈیں یا گردن توڑ بخار (مینجائٹس) کی علامتیں تلاش کریں جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔

۴۔ اگر بچے کا وزن نہ بڑھے

زندگی کے پہلے چند روز میں بیشتر بچوں کا وزن تھوڑا سا کم ہوتا ہے جو نارمل بات ہے۔ پہلے ہفتے کے بعد تندرست بچے کا وزن تقریباً ۲۰۰ گرام فی ہفتہ کے حساب سے بڑھنا چاہیے۔ دو ہفتے کے

اندر تندرست بچے کا وزن اتنا ہو جانا چاہیے جتنا پیدائش کے وقت تھا۔ اگر اس کا وزن نہ بڑھے یا کم ہونے لگے تو یقیناً کوئی خرابی ہے۔ کیا بچہ پیدائش کے وقت صحت مند نظر آتا تھا؟ کیا وہ دودھ اچھی طرح پی رہا ہے، انفکشن یا دوسرے مسائل کی علامتوں کے لیے بچہ کا احتیاط سے معائنہ کریں۔ اگر خرابی کا پتہ نہ چلے اور وہ درست نہ ہو سکے تو طبی امداد حاصل کریں۔

۵۔ قے (یعنی الٹی)

جب چھوٹے بچے ڈکار لیتے ہیں (یعنی دودھ پیتے ہوئے اندر جانے والی ہوا کو خارج کرتے ہیں۔) تو تھوڑا سا دودھ بھی نکل آتا ہے، یہ نارمل بات ہے۔ دودھ پلانے کے بعد بچے کو کندھے سے لگا کر پیٹھ تھپکیے تو ڈکار آ جاتی ہے۔

اگر دودھ پلانے کے بعد بچہ دودھ گراتا ہو تو ہر بار دودھ پلانے کے بعد اسے ذرا دیر کو بٹھا کر دیکھیے۔

اگر بچہ بہت زیادہ اور تیز قے کرتا ہو یا اتنی زیادہ اور اتنی بار قے کرے کہ اس کا وزن کم ہونے لگے یا اس کے جسم میں پانی کی کمی ہونے لگے تو [illegible] پیدا ہوتا ہے۔ اگر بچے کو [illegible] بھی ہوں تو اسے غالباً آنتوں کا انفکشن ہے۔ خون کا بیکٹر یائی انفکشن، گردوں کا بخار، مینجائٹس اور بعض دوسرے انفکشنز کی وجہ سے بھی قے ہو سکتی ہے۔

اگر الٹی کا رنگ پیلا یا ہرا ہو تو یہ آنتوں کے پھنسنے کی علامت ہو سکتی ہے خاص طور پر اگر پیٹ بہت سوجا ہوا ہو یا بچہ کو پاخانہ آتا ہو۔ بچے کو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔

۶۔ بچہ اچھی طرح دودھ نہیں چوستا

اگر ۴ گھنٹے سے زیادہ گزر جائیں اور بچہ دودھ نہ پیئے تو یہ خطرہ کی علامت ہے خاص طور پر اگر بچہ بہت زیادہ اونگھ رہا ہو یا بیمار ہو یا عام طریقے سے مختلف طور پر روئے یا حرکت کرے۔ یہ علامتیں کئی بیماریوں کی ہو سکتی ہیں لیکن سب سے عام اور سب سے خطرناک بیماریاں جو زندگی کے پہلے ۲ ہفتوں میں لگ سکتی ہیں۔ خون کا بیکٹر یائی انفکشن اگلے صفحات پر پڑھیں اور ٹیٹینس ہے۔

اگر کوئی بچہ دوسرے اور پانچویں دن کے بیچ میں دودھ پینا چھوڑ دے تو یہ خون کے بیکٹر یائی انفکشن کی علامت ہے۔

اگر کوئی بچہ پانچویں سے پندرھویں دن کے درمیان دودھ پینا چھوڑ دے تو یہ ٹیٹینس کی علامت ہے۔

زچگی کے بعد ماں کی صحت

غذا اور صفائی

زچگی کے فوراً بعد ماں ہر قسم کی عمدہ اور قوت بخش اور جسم کو بنانے والی غذا کھا سکتی ہے اور اسے کھانی چاہیے، کسی پرہیز کی ضرورت نہیں۔ دودھ، پنیر، مرغ کا گوشت، انڈے، گائے یا بکری کا گوشت، مچھلی، پھل، سبزیاں، اناج، پھلیوں کے بیج، وغیرہ زچہ کے لیے خاص طور مفید ہیں۔ اگر زچہ کو صرف اناج اور پھلیوں کے بیج ہی میسر ہوں تو اسے چاہیے کہ دونوں کو ایک ساتھ کھائے۔ دودھ اور دودھ سے تیار ہونے والی چیزیں کھانے سے ماں کے خوب دودھ پیدا ہوتا ہے۔

زچگی کے بعد کے چند روز کے اندر اندر وہ نہا سکتی ہے اور اسے نہانا چاہیے۔ پہلے ہفتہ میں بہتر ہے کہ گیلے تولیے سے جسم پونچھ لے، نہائے نہیں لیکن زچگی کے بعد نہانے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا البتہ یہ ہوتا ہے کہ جو عورتیں زچگی کے بعد کئی روز تک نہیں نہاتیں ان کے انفکشن ہو سکتے ہیں یعنی بیماریاں لگ سکتی ہیں، ان کی جلد خراب ہو سکتی ہے اور ان کے بچے بھی بیمار پڑ سکتے ہیں۔

زچگی کے بعد کے دنوں اور ہفتوں میں زچہ کو چاہیے کہ عمدہ قوت بخش غذائیں کھائے اور پابندی سے نہائے۔

زچگی کا بخار (پیدائش کے بعد انفکشن)

بعض دفعہ زچہ کو بخار اور انفکشن ہو جاتا ہے جس کی وجہ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ دائی نے صفائی کے معاملہ میں احتیاط نہیں برتی اور لاپرواہی کی یا اس نے بچہ کی پیدائش کے دوران ماں کے جسم میں ہاتھ ڈالا۔

زچگی کے بخار کی علامتیں یہ ہیں: کپکپی یا بخار، سر کا درد، کمر

کے نچلے حصہ میں درد، کبھی کبھی پیٹ میں درد اور فرج سے بدبودار یا خون آلود سیلان کا اخراج۔

زچگی کا بخار بہت خطرناک ہوسکتا ہے، اگر زچہ جلدی تندرست نہ ہو تو طبی امداد حاصل کریں۔

سینہ (پستانوں) کی دیکھ بھال

ماں اور بچوں دونوں کی صحت کے لیے پستانوں کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ بچے کو ماں کا دودھ پیدائش کے دن ہی سے ملنا چاہیے۔ پہلے پہل تو بچہ شاید چوس نہ سکے لیکن اس طرح ماں کا جسم بچے کے چوسنے کا عادی ہوجاتا ہے اور اس سے ماں کی بھٹنی میں تکلیف نہیں ہوتی۔ ماں کے پہلے دودھ میں بہت پروٹین ہوتے ہیں اور یہ بچے کو انفکشن سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ پہلا دودھ پانی جیسا نظر آتا ہے مگر یہ بچے کے لیے بہت مفید ہوتا ہے لہٰذا جس دن بچہ پیدا ہوا اسی روز سے دودھ پلانا شروع کردیں۔

عام طور پر ماں کے پستانوں میں اتنا دودھ بنتا ہے جتنا بچے کے لیے ضروری ہے۔ اگر بچہ سارا دودھ پی لے تو فوراً اور دودھ بننا شروع ہوجاتا ہے۔ اگر بچہ پورا دودھ نہ پیئے تو جلدی خود بخود ماں کے کم دودھ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جب بچہ بیمار ہوتا ہے اور دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے تو چند دن میں ماں کے دودھ اترنا بند ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جب بچہ دوبارہ دودھ پینے لگے اور اسے پیٹ بھر دودھ کی ضرورت ہو تو ہوسکتا ہے کہ ماں کا دودھ کافی نہ ہو۔ اس وجہ سے جب بچہ بیمار ہو اور دودھ نہ پی سکتا ہو تو ضروری ہے کہ ماں کے خوب دودھ بنتا رہے جس کے لیے ماں کو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں سے پستانوں سے دودھ نکالتی رہے۔

۱۔ پستان کو پیچھے سے پکڑیں۔
۲۔ ہاتھوں سے دباتے ہوئے دونوں ہاتھ آگے کو لائیں اور آخر میں بھٹنی دبا کر دودھ نکال دیں۔

پستانوں سے دودھ نکالنے کی ایک اور ضروری وجہ بھی ہے، جب بچہ دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے تو پستان بہت بھر جاتے ہیں اور ان میں درد ہوتا ہے۔

دودھ سے بھرے اور درد کرنے والے پستان میں اندرونی زخم یا ناسور پیدا ہوجانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے، پھر بچہ دودھ پینا چاہے تو بھی چوس نہیں سکتا۔

اگر بچہ اتنا کمزور ہو کہ ماں کا دودھ نہ پی سکتا ہو تو ہاتھوں سے دودھ نکال کر بچے کو چمچہ یا ڈراپر سے پلانا چاہیے۔

پستان ہمیشہ صاف رکھیے بچے کو دودھ پلانے سے پہلے بھٹنیوں کو صاف گیلے کپڑے سے اچھی طرح پونچھ لیں۔ ہر مرتبہ بھٹنیاں صاف کرنے کے لیے صابن استعمال نہ کریں کیوں کہ اس سے کھال پھٹ سکتی ہے، بھٹنیوں میں تکلیف اور انفکشن ہوسکتا ہے۔

بھٹنی میں تکلیف

بچہ اگر ماں کی چھاتی منہ میں صحیح طور پر نہ لے اور بھٹنی کو کاٹے تو ماں کی بھٹنیوں میں تکلیف ہوجاتی ہے، یہ ان عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے جن کی بھٹنیاں چھوٹی ہوتی ہیں۔

روک تھام

جس عورت کی بھٹنی چھوٹی ہو یا بھٹنی پستان میں اندر کو دبی ہوئی ہو اسے چاہیے کہ حمل کے دوران دن میں کئی مرتبہ بھٹنیوں کو دونوں انگوٹھوں سے دبائے اس طرح بچے کو دودھ چوسنے میں آسانی ہوگی اور بھٹنیوں میں تکلیف کا امکان کم ہوجائے گا۔

علاج: بھٹنیاں کتنی بھی دکھیں بچے کو دودھ پلانا ضروری ہے۔ بچے کو پہلے اس چھاتی سے دودھ پلائیں جدھر تکلیف کم ہے۔ دودھ پلانا صرف اسی وقت بند کریں جب بھٹنی سے بہت سا خون یا پیپ خارج ہو۔ ایسا ہو تو جب تک یہ تکلیف دور نہ ہوجائے ہاتھ سے دودھ نکالتی رہیں اور جب بچہ دوبارہ دودھ پینا شروع کرے تو اطمینان کرلیں کہ پوری بھٹنی اس کے منہ میں ہے۔

تھنیلا (ورم پستان۔ میسٹائٹس (Mastitis)

تھنیلا اس انفکشن کی وجہ سے ہوتا ہے جو پھٹی ہوئی یا زخمی بھٹنی کے راستے داخل ہوجاتا ہے۔ یہ شکایت بچے کو دودھ پلانے کے شروع کے چند ہفتوں میں عام طور پر ہوتی ہے۔

علامتیں: پستان کا ایک حصہ سوج جاتا ہے، گرم محسوس ہوتا ہے، اس جگہ لالی نظر آتی ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بغل کی لمف

* * *

گلٹیاں (lymph nodes) بھی اکثر تکلیف دہ اور سوجی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ یہ اندرونی زخم پھٹ کر پیپ نکل جاتی ہے۔ تھنیلے میں عورت کو بخار بھی ہوسکتا ہے۔

روک تھام

پستان کو صاف رکھیے۔ اگر بھٹنی دکھے یا پھٹ جائے تو بچے کو دیر تک دودھ نہ پلائیں بلکہ دن میں کئی بار تھوڑا تھوڑا دودھ پلائیں۔

ہر مرتبہ دودھ پلانے کے بعد بھٹنی پر کھانے کا تیل یا بچے کی مالش کا تیل لگایا کریں۔

علاج: تھنیلے والے پستان سے بچے کو دودھ پلاتی جائیں یا ہاتھ سے دودھ نکال لیں، جس میں کم تکلیف ہو وہ کام کریں۔

درد کم کرنے کے لیے پستان کو ٹھنڈے پانی سے نتھاریں یا برف رکھیں، اسپرین بھی کھائیں۔

زچگی کے بخار کے لیے بتائی ہوئی کوئی اینٹی بایوٹک استعمال کریں۔

سینے کا سرطان

عورتوں میں سینے کا سرطان خاصہ عام ہے اور اس میں ہمیشہ جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ علاج صرف اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب ممکنہ سرطان کی ابتدائی علامتیں پکڑی جائیں اور جلد از جلد علاج شروع ہوجائے، عام طور پر آپریشن ضروری ہوتا ہے۔ دھانسہ ایک خودرو کانٹے دار بوٹی ہے اس کا سفوف بنا کر بقدر دو تین گرام صبح شام پانی سے کھلائے جائیں مجرب ہے۔

سینے کے سرطان کی علامتیں

عورت کو اپنے سینے کے ایک حصہ میں، گٹھلی محسوس ہو۔

سینے کے کسی حصہ میں کوئی غیر معمولی گڑھا ہو یا کسی جگہ نارنگی کے چھلکے کی طرح باریک مسامات نظر آئیں۔

اکثر بغل میں لمف گلٹیاں (lymph nodes) بڑی مگر تکلیف کے بغیر ہوتی ہے۔

سینے کا اپنے آپ معائنہ

ہر عورت کا چاہیے کہ کینسر کی علامتیں ڈھونڈنے کے لیے خود اپنے سینے کا معائنہ کرنے کا طریقہ سیکھ لے۔ یہ معائنہ مہینہ میں ایک مرتبہ کرنا چاہیے اور بہتر ہے کہ ماہواری کے ختم ہونے کے بعد دسویں دن کیا جائے۔

اپنی دونوں چھاتیوں کو دیکھیے کہ بڑی چھوٹی تو نہیں یا ان کی شکل میں کوئی فرق تو نہیں پڑا ہے۔ اوپر بتائی ہوئی علامتیں پکڑنے کی کوشش کریں۔

کمر کے نیچے تکیہ یا تہہ کیا ہوا کمبل رکھ کر انگلیوں کی پوریں ملا کر سینے کو ٹٹولیں دبائیں اور انگلیوں کو نیچے حصہ میں بھٹنی کے پاس سے شروع کرکے چھاتی پر انگلیاں گھماتی ہوئی بغل تک آئیں۔

پھر بھٹنیاں دبائیں اور دیکھیں کہ خون یا مواد نکلتا ہے۔

اگر کوئی گٹھلی یا کوئی اور غیر معمولی علامت نظر آئے یا محسوس ہو تو طبی مشورہ حاصل کریں۔ بہت سی گٹھلیاں سرطان نہیں ہوتیں، لیکن جلدی پتہ چل جائے تو بہتر ہے۔

پیٹ کے نچلے حصہ/ پیڑو میں گلٹیاں یا ابھار

جو ابھار سب سے زیادہ عام ہے وہ بچہ کی غیر معمولی یا خلاف معمول نشو ونما کی وجہ ہوتا ہے۔ اس قسم کے ابھار کی یہ وجوہات ممکن ہیں۔

☆ کسی ایک بیضہ دانی میں سلعہ (Cyst) یا پانی جیسی/ پانی والی سوجن۔

☆ بچہ رحم کے بجائے اتفاق سے رحم کے باہر بن رہا ہو (بے محل حمل)۔

☆ سرطان (کینسر)۔

ان تینوں کیفیتوں میں عموماً شروع میں تکلیف نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے لیکن بعد میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں طبی توجہ کی ضرورت ہے اور عام طور پر آپریشن درکار ہوتا ہے۔ اگر کوئی غیر معمولی گٹھلی یا ابھار نظر آئے یا محسوس ہو تو طبی مشورہ حاصل کریں۔

رحم کا سرطان (کینسر)

رحم، رحم کی گردن یا بیضہ دانیوں کا سرطان ۴۰ برس سے زیادہ عمر کی عورتوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی پہلی علامت خون

کی کمی یا بے وجہ خون کا بہاؤ ہے۔ بعد میں پیٹ کے اندر ایک سوجن سی ہوتی ہے جو بے چین رکھتی ہے یا درد کرتی ہے۔

رحم کی گردن کے سرطان کو بالکل شروع میں پکڑنے کے لیے ایک خصوصی ٹیسٹ ہوتا ہے جسے پیپ اسمیر (Pap smear) کہا جاتا ہے جہاں یہ ٹیسٹ ہو سکتا ہو ۲۰ برس سے زیادہ عمر کی تمام عورتوں کو یہ ٹیسٹ کرالینا چاہیے۔

☆ سرطان (کینسر) کا پہلا شک ہوتے ہی طبی امداد حاصل کریں۔

☆ گھریلو چٹکلوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

بے محل حمل

کبھی بچہ رحم کے باہر بیضہ دانیوں سے آنے والی دو میں سے ایک نل میں ٹھہر جاتا ہے۔ ماہواری غیر معمولی ہوتی ہے اور ساتھ ہی حمل کی علامتیں ہوتی ہیں اس کے علاوہ پیٹ کے نچلے حصے میں شدید اینٹھن ہوتی ہے اور رحم کے باہر درد والی گٹھلی ہوتی ہے۔

رحم کے باہر ٹھہرنے والا بچہ عام طور پر زندہ نہیں رہتا۔ بے محل حمل کے لئے اسپتال میں آپریشن ضروری ہوتا ہے۔ اگر آپ کو اس مسئلہ کا شک ہو تو جلد از جلد طبی مشورہ حاصل کریں کیوں کہ کسی بھی وقت خون کا خطرناک بہاؤ ہو سکتا ہے۔

استقاط (بچہ گرنا)

بچہ کی پیدائش سے پہلے حمل ضائع ہونا یا گر جانا استقاط کہلاتا ہے۔ استقاط حمل کے کیسز پہلے ۳ مہینوں میں زیادہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر بچہ کا جسم صحیح نہیں بنتا اور استقاط کے ذریعہ قدرت اس مسئلے کو حل کر دیتی ہے۔

بیشتر عورتوں کو زندگی میں ایک یا ایک سے زیادہ استقاط ہوتے ہیں۔ اکثر تو ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ استقاط ہو رہا ہے وہ یہی سمجھتی ہیں کہ کسی وجہ سے ماہواری رک گئی تھی جو پھر جاری ہو گئی اور اس میں خون کے لوتھڑے نکل رہے ہیں۔ عورت کو معلوم ہونا چاہیے کہ استقاط ہو رہا ہے کیوں کہ یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

ایک یا دو ماہواریاں نہ آنے کے بعد جس عورت کو بہت خون جائے اسے غالباً استقاط ہو رہا ہے۔

استقاط ایک قسم کی پیدائش ہے یعنی جنین (پیٹ کا بچہ جو پورا نہ بنا ہو) اور آنول دونوں کو خارج ہونا ہے، جب تک دونوں نہیں نکلتے خون اور خون کے لوتھڑے نکلتے رہتے ہیں اور شدید مروڑ والا درد ہوتا ہے۔

علاج: عورت آرام کرے اور درد کے لئے ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائی کھائے۔ (یا) ملتانی مٹی بھگو رکھے اور ناف اور نیچے تک مل دے اور اس کا نتھرا ہوا پانی تھوڑا تھوڑا بار بار پینا شروع کر دے۔

اگر کئی دن تک بہت خون جاری رہے:

طبی امداد حاصل کریں۔ رحم کو صاف کرنے کے لیے ایک معمولی سے آپریشن کی ضرورت ہو سکتی ہے (اسے ڈی اینڈ سی کہا جاتا ہے)۔

اگر بخار یا انفکشن کی دوسری علامتیں پیدا ہوں تو زچگی کے بخار والا علاج کریں۔ استقاط کے بعد بھی چند دن تھوڑا تھوڑا خون آ سکتا ہے جو ماہواری جیسا ہوگا۔ استقاط کے کم از کم ۲ ہفتے بعد تک یا خون رکنے تک جنسی ملاپ نہیں کرنا چاہیے۔

مائیں اور بچے جنہیں بہت خطرہ ہوتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بچے کی پیدائش میں مشکل ہوتی ہے اور بعد میں مسئلے بھی پیدا ہوتے ہیں اور ان کے بچے زیادہ تر کم وزن والے اور بیمار ہوتے ہیں۔ ایسی عورتیں عام طور پر بے گھر، غریب، خراب غذا کی ماری ہوئی، بہت کم عمر، ذہنی طور پر پست، پہلے سے بیمار اور ناقص غذائیت کے مارے بچوں کی مائیں ہوتی ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر دائی یا ہیلتھ ورکر یا کوئی نیک آدمی ان کا خیال رکھے ان کو حسب ضرورت اچھی غذا، احتیاط اور رفاقت فراہم کرے تو ان ماؤں اور ان کے بچوں دونوں پر بڑا فرق پڑتا ہے۔

ضرورت مندوں کے اپنے پاس آنے کا انتظار نہ کریں، خود ان کے پاس جائیں۔ اگر بچے مشکل سے پیدا ہوتے ہوں تو ایسی ماؤں کو حمل کے پہلے ہی مہینے سے روزانہ ۹-۱۰ قطرے روغن بادام دودھ میں ملا کر پلانے چاہئیں پیدائش تک۔

* * *

بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ

جب کسی عورت کے ایک پر ایک بچے ہوتے ہی چلے جاتے ہیں تو وہ اکثر کمزور ہو جاتی ہے، اس کے کم دودھ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بچوں کے بیماریوں اور مر جانے کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ کئی مرتبہ حمل ہونے کے بعد زچگی میں ماں کی جان جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آج کل میاں بیوی یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ بچوں کے درمیان کچھ وقفہ ہو اور زیادہ بچے نہ ہوں۔ شرعی طور پر بھی صرف ناسازی طبیعت کی حالت میں بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ کرنے کی اجازت ہے۔ باقی ذرائع معاش کی تنگی کی نیت سے ضبط تولید ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے اور ہر پیدا ہونے والی جان کے لئے اس کا رزق اس کے ساتھ اترتا ہے۔ اولاد کی پیدائش یا پرورش یا تربیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ جس سے خود انسان کی تکمیل ذات اور کامل صفات ہوتی ہے۔ باقی رہا عورت کی صحت کے حوالے سے پیدائش میں وقفہ یا ضبط تولید تو وہ بامر مجبوری ہے۔

المصالح العقلیہ کتاب امداد الفتاوی میں مذکور ہے:

سوال: بعض عورتیں جسم کی کمزور ہوتی ہیں اور بچے بہت جلد جلد ہوتے ہیں اس سے ان کی بھی تندرستی خراب ہو جاتی ہے اور بچے بھی دودھ خراب ہونے سے دائم المرض ہو جاتے ہیں اس صورت میں منع حمل دوائی کھانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ آئندہ کے لیے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر اختیار کرنا بلا عذر مذموم ہے مسئلہ ثانیہ (صورت مذکورہ) میں چونکہ عذر صحیح ہے اس لیے مانع حمل دوا کھانا جائز ہے۔

طبی ضرورت کے لیے اسقاط حمل

اگر یقینی طور پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ کسی عورت کے لیے بیماری کے باعث حمل نقصان دہ ہے تو جب تک اس کا یہ عذر باقی ہے، تب تک وہ ضبط ولادت کے کسی بھی ایسے مناسب طریقے کو اختیار کر سکتی ہے جو صحت کے لئے باعث ضرر نہ ہو۔ ہمارے ہاں عموماً یہ صورتحال اس وقت پیش آتی ہے جب عورت کے ہاں بڑے آپریشن سے ولادت ہو۔ ایسی صورت میں متفقہ طور پر ڈاکٹر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ایک خاص مدت تک حمل نہیں ٹھہرنا چاہیے حتیٰ کہ اگر اس مدت سے پہلے حمل ٹھہر جائے تو عورت کی صحت و زندگی کے لیے خطرہ بن جاتا ہے اور ایسی صورت اسقاط حمل بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اسقاط حمل اگرچہ ایک گناہ کا کام ہے لیکن اگر کسی عورت کا رحم کمزور ہو یا کسی اور بیماری کے باعث حمل اور وضع حمل سے اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے اور یہ خطرہ اسقاط حمل ہی سے دور ہو سکتا ہو تو پھر یقیناً اسقاط کروایا جا سکتا ہے۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ ماں اصل (جڑ) ہے اور بچہ فرع (شاخ) اور اسلامی قوانین میں یہ بنیادی قاعدہ ہے کہ اصل کو فرع پر ترجیح دی جائے گی۔ اس لیے اصل (یعنی ماں) کو بچانے کے لیے فرع (یعنی پیٹ کا بچہ) کی قربانی دے دی جائے گی۔ اور ویسے بھی یہ ایک اضطراری صورت ہے، جس میں کوئی ممنوع اور حرام کام بھی از راہ اضطرار جائز ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں حمل ایک امکانی زندگی ہے معلوم نہیں کہ فطری طور پر حمل ضائع ہو جائے یا بچہ فوت ہو جائے جبکہ حاملہ (یعنی ماں) ایک یقینی حیات کے ساتھ موجود (زندہ) ہے۔ اس لیے امکانی زندگی (یعنی بچے) کے عوض ایک یقینی زندگی (یعنی ماں) کو خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

واضح رہے کہ اگر ایسی صورت میں زچہ بچہ دونوں کی زندگی کو بچایا جا سکتا ہو تو پھر لازمی طور پر اسے ہی ترجیح دی جائے گی اور ڈاکٹروں کی کوشش بھی یہی ہوتی ہے۔ تاہم اگر ماں کو بچانے کے لیے اسقاط ہی ضروری ہے تو پھر ڈاکٹروں کی اس رائے پر عمل کیا جائے گا۔

مردوں اور عورتوں میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہ ہونا (بانجھ پن)

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ مرد اور عورت بچہ چاہتے ہیں مگر عورت کو حمل نہیں ہوتا، وجہ یہ ہوتی ہے کہ عورت یا مرد بانجھ ہوتا ہے یعنی بچہ

❖ ❖ ❖

پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اکثر اس کا علاج ممکن نہیں ہوتا لیکن کبھی علاج ہو بھی جاتا ہے لیکن اس کا دارومدار بانجھ پن کی وجہ پر ہوتا ہے۔

بانجھ پن کی عام وجوہات

۱۔ بانجھ پن (Sterility)

عورت یا مرد کا جسم ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو کبھی بھی اولاد نہیں ہو سکتی۔ بعض مرد اور عورت پیدائشی طور پر بانجھ ہوتے ہیں۔

۲۔ کمزوری یا غذائی کمی

بعض عورتوں میں خون کی شدید کمی، ناقص غذائیت یا آیوڈین کی کمی کی وجہ سے حمل قرار پانے کا امکان کم ہو جاتا ہے یا ان وجوہات کی بنا پر پیٹ میں بچہ پوری طرح شکل اختیار کرنے سے پہلے اور ماں کو شاید حمل کا پتہ چلنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ جس عورت کو صرف اسقاط ہی ہوتے ہوں اسے عمدہ متوازن غذا، آیوڈین والا نمک اور اگر اسے خون کی کمی ہو تو فولاد کی گولیاں استعمال کرنی چاہئیں، ان سے حمل قرار پانے اور تندرست بچہ پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

۳۔ پرانا انفکشن

خاص طور پر پیڑو کی سوجن کی بیماری عورتوں کے بانجھ پن کی عام وجوہات ہیں۔ علاج سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ بیماری بہت آگے نہ بڑھی ہو۔ سوزاک اور کلامیڈیا سے بچاؤ اور ابتدا میں ہی علاج سے بانجھ عورتوں کی تعداد کم ہو سکتی ہے۔

۴۔ اکثر مرد بھی عورتوں کو حاملہ نہیں کر سکتے، ان کی منی میں اسپرمز کی تعداد جتنی ہونی چاہئے اس سے کم ہوتے ہیں۔ گر ایسے مرد ہر ماہ عورت کے بارآور دنوں کا (یعنی اس کے جسم میں انڈے پیدا ہوتے ہوں) انتظار کریں اور ان ہی دنوں میں جنسی ملاپ کریں تو حمل ہو سکتا ہے۔ بارآور دن دو ماہواریوں کے درمیانی دن ہوتے ہیں۔ اس طرح اگر مرد عورت سے ان دنوں میں جنسی ملاپ کرے، جب عورت حاملہ ہو سکتی ہو تو مرد اس کے جسم میں منی کے اسپرمز کی پوری تعداد داخل کر سکتا ہے۔

لاولدی (بانجھ پن) کا علاج ممکن ہے

شادی کے ایک سال بعد تک اولاد نہ ہو تو میاں بیوی کو مستند ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔

ہمارے معاشرے کا عام رواج ہے کہ شادی کے بعد بہت جلد ہی خاندان کے لوگ مختلف قسم کے سوالات شروع کر دیتے ہیں۔ ہر ایک کو یہ فکر ہوتی ہے کہ نئے جوڑے کے ہاں بچے کی آمد کب ہوگی؟ عام طور پر ۸۵ سے ۹۰ فیصد لوگوں کے یہاں ولادت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں، لیکن ۱۰ سے ۱۵ فیصد وہ لوگ جو اولاد کی نعمت سے محروم رہتے ہیں، سخت ذہنی اذیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس میں سب سے زیادہ ہاتھ ان کے اپنے چاہنے والوں کا ہوتا ہے۔

گھر کے بزرگ، خاص کر خواتین ہر وقت کے سوال و جواب اور مشوروں سے ان لوگوں کی زندگی مشکل کر دیتی ہیں۔ ایک تو ان کا اپنا احساس محرومی اور پھر اگر وہ لوگ اس کو اللہ کی مرضی سمجھ کر قبول بھی کر لیں تو لوگوں کے سوال و جواب ان کو جینے نہیں دیتے اور یہ لوگ حد سے زیادہ ذہنی دباؤ اور اذیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے عام طور پر ۱۰ سے ۱۵ فیصد لوگ لاولدی کے مسئلے کا شکار ہوتے ہیں، ان میں سے تقریباً آدھے لوگ علاج کے بعد ماں باپ بن سکتے ہیں۔

چونکہ یہ لوگ مایوس اور پریشان ہوتے ہیں اس لئے ہر قسم کے عامل اور جعلی ڈاکٹر، حکیم اور پیروں کے پاس جاتے ہیں اور اکثر اوقات نقصان اٹھاتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ اگر شادی کے ایک سال بعد تک اولاد نہ ہو تو میاں بیوی دونوں کسی مستند ڈاکٹر سے رجوع کریں کیوں کہ میڈیکل سائنس کے ذریعے یہ پتا لگایا جا سکتا ہے کہ کسی جوڑے کے یہاں اولاد کیوں نہیں ہو رہی ہے۔

سب سے پہلے شوہر کے تولیدی جرثوموں کا ٹیسٹ ہونا چاہیے کیوں کہ یہ سب سے آسان ٹیسٹ ہے۔ اگر مرد کے تولیدی مادے میں تھوڑی بہت خرابی ہو تو امید ہوتی ہے کہ یہ علاج سے ٹھیک ہو جائے گی، لیکن اگر زیادہ خرابی ہو تو ایسے مردوں کا باپ بننا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ یہ خرابی یا تو پیدائشی ہوتی ہے یا بعد میں چوٹ لگنے سے یا

عفونت کے اثر یعنی انفیکشن سے پیدا ہو جاتی ہے۔

عورتوں میں اگر ماہواری کی خرابی ہو یا انڈے دانی کا کام ٹھیک نہ ہو تو دوائیوں کے ذریعے کسی حد تک علاج ہو سکتا ہے۔ اگر ٹیوبز بند ہوں تو پھر ایسی عورتوں کا نارمل طریقے سے حمل ٹھہرانا ممکنات میں سے ہے۔ ہمارے ملک میں ٹی بی کا مرض زیادہ ہے اس لئے اکثر عورتوں کو ٹیوبز کی ٹی بی ہوتی ہے اور ٹیوبز بند ہو جاتی ہیں۔ اگر ایک ٹیوب بند ہو اور ایک ٹیوب کھلی ہو تو بھی علاج کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

راضی برضا

جن خواتین کی عمر زیادہ (۴۳ سال سے زیادہ) ہو یا انڈے دانی نے کام کرنا چھوڑ دیا ہو یا شوہر کے میڈیکل رپورٹوں کے مطابق اس کے جرثومے بالکل نہ بنتے ہوں تو ان کو راضی برضا رہنا چاہیے، کیوں کہ ایسے معاملوں میں کامیابی ناممکن ہوتی ہے۔ اسی طرح وقتی طور پر کسی مستند حوالہ سے دوا دل کرنا ٹھیک ہے لیکن مستقل گھریلو چٹکلوں ٹونے ٹوٹکوں کے پیچھے پڑا رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ڈاکٹروں کو ہر جگہ جانا، ٹکریں کھانا اور پیسے ضائع کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ایک دفعہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے اور کوشش کر کے بچہ گود لے لیا جائے۔

کسی بے سہارا بچے کو پالنا بھی نیکی کا کام ہے۔ اس میں ایک مشورہ صرف یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اور بعد کی پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ بچے اور معاشرے کو اس سچائی کا علم ہو کہ بچہ متبنیٰ (گود لیا گیا) ہے۔ اس سے خون کا رشتہ نہیں ہے۔

اگر آپ عورت ہیں آپ کے بچے نہیں ہوتے تو خوش باش اور کامیاب زندگی گزارنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ آپ اور دوسرے لوگ ایک گروہ بنا کر تبلیغی یا رفاہی کام کریں اور یہ ثابت کریں کہ عورت محض بچے پیدا کر کے ہی سماج کی مفید خدمت انجام نہیں دیتی بلکہ اور طرح بھی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

* * *

بڑھاپا یا عمر رسیدگی

آج کل زیادہ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں۔ صاف ستھری رہائش کی سہولتوں اور حفاظتی ٹیکوں کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی روک تھام میں مدد ملتی ہے اور جدید دواؤں سے بہت سی بیماریوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ لیکن لمبی عمر اپنے ساتھ مشکلات بھی لے کر آتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ جوان افراد کے مقابلے میں بوڑھے افراد کو بیماریاں لاحق ہونے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ان میں بہت سی بیماریاں صرف عمر بڑھنے کی وجہ سے نہیں ہوتیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ جسم میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں، ان کی وجہ سے بیماریاں زیادہ شدید ہو جاتی ہیں یا ان کا علاج زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں جو تبدیلیاں آ رہی ہیں ان کی وجہ سے خاندان کے نوجوان افراد بہتر آمدنی کی خاطر اپنی بستیوں سے دور جا کر آباد ہو رہے ہیں۔ ایسے میں بہت سارے بوڑھے افراد اپنے گھروں میں تنہا رہ جاتے ہیں۔ انہیں اپنی دیکھ بھال خود ہی کرنی پڑتی ہے یا پھر اگر وہ اپنے بچوں کے ساتھ رہ بھی رہے ہیں تو دیہاتی گھرانوں کو کسی حد تک مستثنیٰ کر کے یہ بوڑھے افراد ایک ایسے گھرانے یا بستی میں خود کو بوجھ محسوس کرنے لگتے ہیں جہاں زیادہ عمر کے افراد کی نہ تو قدر ہے اور نہ عزت۔ بوڑھے مردوں کے مقابلے میں بوڑھی عورتوں کے ساتھ اس قسم کے مسائل پیش آنے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں مردوں سے زیادہ عمر پاتی ہیں اور اکثر بڑھاپے کا زمانہ وہ اپنے ازدواجی رفیق کے بغیر گزارتی ہیں۔ چنانچہ یہاں ہم یہ بتائیں گے کہ زیادہ عمر والی عورتیں کس طرح اپنی صحت کا خیال رکھ سکتی ہیں اور ان عام بیماریوں کا علاج کس طرح کر سکتی ہیں جو عمر بڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور ان مشکل حالات کو کس طرح بہتر بنا سکتی ہیں جن میں بہت سی بوڑھی عورتیں رہنے پر مجبور ہیں۔

ماہواری کا خاتمہ (سن یاس)

عورتوں کی عمر بڑھنے کی بڑی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو ماہواری آنا بالکل بند ہو جاتی ہے یا اچانک بھی رک سکتی ہے اور ایک سے دو سال کے عرصے میں رفتہ رفتہ بھی رک سکتی ہے۔ زیادہ تر عورتوں میں یہ تبدیلیاں پینتالیس سے پچپن سال کی عمر کے درمیان آتی ہے۔

علامات

☆ آپ کی ماہواری کے نظام میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ ماہواری رک سکتی ہے یا آپ کو معمول سے زیادہ خون آ سکتا ہے یا پھر آپ کو چند ماہ کے لیے ماہواری آنا رک سکتی ہے اور پھر دوبارہ شروع ہو سکتی ہے۔

☆ کبھی کبھی اچانک آپ کو بہت گرمی لگنے لگتی ہے یا پسینہ آ جاتا ہے (اسے گرم لہریں اٹھنا بھی کہا جاتا ہے) اس کی وجہ سے رات میں سوتے ہوئے آپ کی آنکھ کھل سکتی ہے۔

☆ آپ کی فرج میں نرمی اور رطوبت کم ہو جاتی ہے اور فرج پہلے سے چھوٹی ہو جاتی ہے۔

☆ آپ کے جذبات و احساسات جلد تبدیل ہو جاتے ہیں۔

یہ علامات اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ عورت کی بیضہ دانیاں بیضے بنانا روک دیتی ہیں اور اس کا جسم پہلے کے مقابلے میں کم تعداد میں ہارمون ایسٹروجن اور پروجسٹرون تیار کر رہا ہوتا ہے اور یہ

علامات دور ہونے لگتی ہیں۔ ایک عورت اپنی ماہواری کے خاتمے کے بارے میں کیا محسوس کرتی ہے، اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے جسم میں تبدیلیوں سے کس طرح متاثر ہوتی ہے۔ اس کا انحصار اس بات پر بھی ہے کہ معاشرہ عورت کے بارے میں کیسے خیالات رکھتا ہے اور بوڑھی عورتوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس خیال سے اسے سکون ملے کہ اب اسے ہر ماہ ماہواری نہیں آئے گی لیکن وہ یہ سوچ کر اداس بھی ہو سکتی ہے کہ اب اس کے ہاں اولاد نہیں ہو سکے گی۔

سن یاس میں کیا کرنا چاہیے؟

اگر آپ کے جسم میں کچھ ایسی علامات پیدا ہوئی ہیں جو آپ کو دکھ پہنچا رہی ہیں تو یہ کوشش کریں:

☆ ایسا لباس پہنیں جسے پسینہ آنے پر آپ آسانی سے اتار سکیں یا سوتی کپڑے استعمال کریں۔

☆ بہت گرم یا مسالے دار غذاؤں یا مشروبات سے گریز کریں، یہ چیزیں جسم میں گرم لہریں پیدا کر سکتی ہیں۔

☆ زیادہ کافی یا چائے نہ پئیں، ان میں کیفین ہوتی ہے جس کی وجہ سے آپ گھبراہٹ محسوس کرتی ہیں اور یہ اشیا آپ کو نیند آنے سے روکتی ہیں۔

☆ باقاعدگی سے ورزش کریں۔

سن یاس کے دوران بیماریوں کے لیے دوائیں

اگر کسی عورت کے سن یاس کی علامات اتنی شدید ہوں کہ ان کی وجہ سے وہ اپنے روز مرہ کے کام تک انجام نہ دے سکے یا رات کو سو نہ سکے تو وہ چند ماہ دوائیں استعمال کر سکتی ہے۔

اگر کہیں ڈاکٹر نہ ہو تو اپنی بستی میں استعمال ہونے والی دواؤں کے بارے میں معلوم کریں۔ سن یاس سے گزرنے والی اکثر بڑی عورتیں ایسے طریقے جانتی ہوں گی جن پر عمل کر کے آپ خود کو بہتر محسوس کر سکیں گی۔

اپنی صحت کا خیال رکھیے

جس طرح لڑکی سے عورت بنتے ہوئے بدن میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، اسی طرح جب عورت کا اولاد پیدا کرنے کا زمانہ بیت جاتا ہے تو اس کے بدن میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ سن یاس اور بڑھتی ہوئی عمر کی وجہ سے ہڈیوں کی مضبوطی، پٹھوں اور جوڑوں کی لچک اور مجموعی طور پر صحت میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ ایک عورت آنے والے برسوں میں توانائی اور اچھی صحت کے ذریعے اس طرح اپنی زندگی میں نمایاں فرق محسوس کر سکتی ہے۔

اچھی خوراک کھانا

جب ایک عورت کی عمر بڑھتی ہے تب بھی اسے اپنے جسم کو توانا رکھنے اور بیماریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے غذائیت سے بھرپور خوراک کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے لیے بعض اقسام کی غذا کی ضرورت بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کا جسم اب کم مقدار میں ایسٹروجن تیار کر رہا ہوتا ہے چنانچہ اسے ایسی غذائیں کھانی چاہییں جن میں نباتاتی ایسٹروجن زیادہ ہوتا ہے، مثلاً سویابین، ٹوفو (بین کرڈ)، دالیں اور دوسری پھلیاں۔ چونکہ اس کی ہڈیاں عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اتنی ٹھوس نہیں رہتیں اس لیے ایسی غذائیں کھانا مفید ہوتا ہے جن میں کیلشیم کی مقدار زیادہ ہو۔ کیلشیم ایک معدنی شے ہے جو مختلف قدرتی اشیاء میں موجود ہوتی ہے وہ ہڈیوں کو مضبوط بناتی ہے۔ کبھی کبھی زیادہ عمر کے افراد کو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اب انہیں کھانا اتنا پسند نہیں آتا جتنا کہ پہلے آیا کرتا تھا۔ ذائقے اور سونگھنے کی صلاحیت میں فرق پڑنے کی وجہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے کھانے میں پہلے جیسا مزا نہیں رہتا یا پھر عمر بڑھنے کی وجہ سے جسم میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے کوئی فرد ابھی کھانا شروع کرتا ہے کہ جلد ہی اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس کا پیٹ بھر چکا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زیادہ عمر والے افراد کو کم غذائیت والی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے کہ وہ خوب کھائیں اور طرح طرح کی غذائیں کھائیں۔

خوب مشروبات پینا

جیسے جیسے کسی فرد کی عمر بڑھتی ہے، اس کے جسم میں پانی کی

مقدار کم ہونے لگتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ بوڑھے افراد اس ڈر سے پانی یا مشروبات کم پیتے ہیں کہ انہیں رات میں پیشاب کے لیے نہ اٹھنا پڑے، بعض اور کو پیشاب کے قطرے نکل جانے کا خوف رہتا ہے۔ ان تمام وجوہات کے باعث ناپیدگی یا جسم میں پانی کی کمی (ڈی ہائیڈریشن) ہو سکتی ہے اس سے بچنے کے لیے روزانہ مشروبات کے آٹھ گلاس پئیں۔ رات میں پیشاب کے لیے اٹھنے سے بچنے کے لیے رات سونے سے دو تین گھنٹے پہلے سے کوئی بھی مشروب لینا بند کر دیں۔

باقاعدگی سے ورزش کرنا

روزمرہ کے کاموں مثلاً چلنے پھرنے، پوتوں یا نواسوں کے ساتھ کھیلنے، کھانا پکانے اور باغبانی وغیرہ کے باعث ایک عورت کے جسم کے عضلات (پٹھے) اور ہڈیاں مضبوط رہتی ہیں اور اس کے جوڑ سخت ہونے سے بچے رہتے ہیں۔ باقاعدگی کے ساتھ ورزش کرنے وزن قابو میں رکھنے اور دل کے مرض کی روک تھام میں مدد ملے گی۔

بیماری کا فوری علاج

کچھ لوگوں کے خیال میں عمر زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بوڑھا فرد زیادہ تر بیمار ہی رہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت اچھا محسوس نہیں کر رہی تو ممکن ہے اسے کوئی بیماری ہو اور اس کا علاج ہو سکتا ہو۔ ہو سکتا ہے اس کا تعلق عمر سے نہ ہو اسلئے اسے جس قدر جلد ممکن ہو، علاج کی ضرورت ہے۔

چاق و چوبند رہنا

اگر کوئی عورت چاق و چوبند رہے گی تو وہ صحت مند اور خوش و خرم بھی رہے گی۔ کوئی مصروفیت تلاش کرنے کی کوشش کریں، کسی دعوتی گروپ میں شامل ہو جائیں یا بستی میں غریب لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کرنے کا یہ اچھا وقت ہو سکتا ہے۔

خون کی کمی (انیمیا)

گو کہ بہت سے لوگوں کے خیال میں خون کی کمی یا انیمیا صرف نوجوان عورتوں کا مسئلہ ہے لیکن اس مسئلے سے بہت سی معمر عورتیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ زیادہ تر ناقص خوراک یا زیادہ خون آنے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ بہت زیادہ خون آنا یا مہینے کے درمیان میں خون آ جانے کے وجہ چالیس سے پچاس سال کی عمر کے دوران بہت سی عورتوں کے ماہواری کے نظام میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ کچھ کو زیادہ خون آنے لگتا ہے یا ان کی ماہواری زیادہ عرصے تک جاری رہنے لگتی ہے۔ اگر زیادہ مقدار میں خون آنے لگے یا خون زیادہ دنوں تک آتا رہے تو اس سے انیمیا ہو سکتا ہے۔ زیادہ مقدار میں خون آنے اور زیادہ عرصے تک خون آنے کے سبب سے زیادہ عام وجوہات یہ ہیں:

- ☆ ہارمون میں تبدیلی
- ☆ بچہ دانی میں رسولی

علاج

- ☆ روزانہ ایسی غذائیں کھائیں جن میں آئرن (لوہا) زیادہ ہو یا پھر آئرن کی گولیاں لیں۔
- ☆ تین ماہ سے زیادہ عرصے تک زیادہ خون آنے، مہینے کے وسط میں خون آنے یا سن یاس کی صورت میں کسی ماہر ڈاکٹر سے باقاعدہ علاج کی ضرورت ہے۔

ہائی بلڈ پریشر

ہائی بلڈ پریشر کئی مسائل پیدا کر سکتا ہے مثلاً دل کی بیماریاں، گردے کے امراض اور دل کا دورہ۔

خطرناک بلڈ پریشر کی علامات

- ☆ بار بار سر میں درد۔
- ☆ سر چکرانا۔
- ☆ کانوں میں گھنٹیاں سی بجنا۔

اگر آپ کسی بھی وجہ سے ڈاکٹر کے پاس جائیں تو کوشش کریں کہ اپنا بلڈ پریشر بھی اسی وقت معلوم کروالیں۔

(یہ تمام علامات دوسری بیماریوں کی وجہ سے بھی ظاہر ہو سکتی ہیں)۔

ضروری بات

ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے شروع میں کوئی علامات ظاہر نہیں ہوتیں۔ خطرناک علامات ظاہر ہونے سے پہلے ہی بلڈ پریشر کو کم کر لینا چاہیے۔ جن لوگوں کا وزن ضرورت اور مقررہ معیار سے زیادہ ہے یا جن کے خیال میں انہیں ہائی بلڈ پریشر رہنے کا اندیشہ ہے، انہیں چاہیے کہ اپنا بلڈ پریشر باقاعدگی سے چیک کرواتے رہیں۔

علاج اور بچاؤ

☆ روزانہ تھوڑی بہت ورزش کریں۔

☆ اگر آپ کا وزن ضرورت سے زیادہ ہے تو کم کریں۔

☆ ان غذاؤں سے پرہیز کریں جن میں چکنائی، نمک، شکر یا نشاستہ کی مقدار زیادہ ہو۔

☆ اگر آپ تمباکو نوشی کرتی ہیں یا تمباکو چھوتی ہیں تو اس سے پرہیز کریں۔

☆ اگر آپ کا بلڈ پریشر بہت زیادہ رہتا ہے تو ممکن ہے آپ کو دوا کھانے کی بھی ضرورت پڑے۔

پیشاب، پاخانہ کرنے میں دشواری

زیادہ عمر کی بہت سی عورتوں کو بلا ارادہ پیشاب نکل جانے یا پاخانہ کرنے میں دشواری کی شکایت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے مسئلہ کے بارے میں کسی کو خصوصاً کسی مرد کو خبر کرتے ہوئے پریشانی محسوس کرتی ہوں، چنانچہ وہ اکیلے ہی اس مصیبت کو برداشت کرتی رہتی ہیں۔

اس سلسلے میں بہت زیادہ مشروبات پینے، ریشہ دار غذائیں (مثلاً بغیر چھنے آٹے کی روٹی یا سبزیاں) کھانے اور باقاعدگی سے ورزش کرتے رہنے سے مدد ملتی ہے۔

بچہ دانی گرنا (خروجِ رحم)

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کے وہ عضلات (پٹھے) کمزور ہو جاتے ہیں جو بچہ دانی کو تھام کر رکھتے ہیں۔ بچہ دانی اس کی فرج میں آ گر سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ دانی کے کچھ حصے فرج کی تہوں کے درمیان چپک کر رہ جاتے ہیں۔ بہت بگڑی ہوئی صورت حال میں ایسا بھی ممکن ہے کہ جب عورت پاخانہ کرے، کھانسے، چھینکے یا بھاری وزن اٹھائے تو اس کی پوری بچہ دانی فرج سے باہر آ گرے۔

بچہ دانی گرنے کی روک تھام

بچہ دانی گرنے کی شکایت عام طور پر بچوں کی پیدائش کے وقت کوئی نقصان پہنچنے سے ہوتی ہے۔ اور یہ شکایت خاص طور پر اس وقت ہو سکتی ہے جب عورت کے بہت سے بچے ہوں یا بچوں کی پیدائش کے درمیان وقفہ بہت کم ہو۔ ایسا اس وقت بھی ہو سکتا ہے جب عورت زچگی کے وقت مقررہ وقت سے پہلے ہی زور لگائے یا بچے کی پیدائش میں مدد دینے والی ([illegible]) عورت کے پیٹ کو باہر سے دبائے۔ کمسنی میں بچے جننے اور بھاری بوجھ اٹھانے دونوں صورتوں میں یہ شکایت ہو سکتی ہے۔ اس کی علامات اکثر سن یاس کے بعد ظاہر ہوتی ہیں جب پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں۔

علامات

☆ آپ کو اکثر پیشاب کرنے کی ضرورت پڑنے لگے یا پیشاب کرنے میں مشکل پیش آنے لگے یا پیشاب کے قطرے بلا ارادہ نکلنے لگیں۔

☆ آپ کی پیٹھ کے نچلے حصے میں درد رہنے لگے۔

☆ آپ محسوس کریں کہ کوئی چیز آپ کی فرج میں سے باہر آ رہی ہے۔

☆ جب آپ لیٹ جائیں تو اوپر بیان کی گئی تمام شکایتیں غائب ہو جائیں۔

علاج: ڈاکٹر کے مشورے سے علاج کریں۔

ٹانگوں میں خون کی رگیں پھول جانا (پھولی ہوئی وریدیں)

یہ خون کی وہ رگیں ہیں جو پھول جاتی ہیں اور اکثر ان میں تکلیف ہوتی ہے۔ جن عورتوں کے زیادہ بچے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بڑھاپے میں یہ مسئلہ پیش آنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔

علاج: پھولی ہوئی وریدوں کے لیے کوئی دوا نہیں ہے۔ لیکن نیچے دیے گئے مشوروں پر عمل مفید ہو سکتا ہے:

☆ روزانہ تیس منٹ تک پیدل چلنے یا اپنی ٹانگوں کو حرکت دینے کی کوشش کریں۔ کوشش کریں کہ زیادہ وقت کھڑے یا پاؤں لٹکا کر بیٹھے ہوئے نہ گذاریں اور نہ اپنی ٹانگوں کو ایک دوسرے پر زیادہ دیر رکھیں۔

☆ اگر آپ کو زیادہ دیر کھڑے یا بیٹھے رہنا پڑتا ہے تو کوشش کریں کہ بیچ میں وقفے دیں اور ان وقفوں میں اس طرح لیٹ جائیں کہ آپ کے پاؤں آپ کے دل کی سطح سے اوپر ہوں۔ دن میں جتنی مرتبہ بھی ہو سکے کریں۔

☆ جب آپ کو دیر تک کھڑے رہنا پڑے تو اپنی جگہ پر چلنے کی کوشش کیا کریں۔

☆ اس طرح سوئیں کہ آپ کے پاؤں کسی تکیے یا کپڑوں کی گٹھڑی پر رکھے ہوں۔

☆ رگوں کو مزید پھولنے سے بچانے کے لیے لچک دار موزے، لچک دار پٹیاں (بینڈیج) یا ایسا کپڑا استعمال کریں جسے بہت کس کر نہ لپیٹا گیا ہو، لیکن یہ خیال رکھیں کہ رات میں ان چیزوں کو اتار دیا کریں۔

کمر کا درد

زیادہ عمر کی عورتوں کو کمر میں درد کی شکایت اکثر عمر بھر بھاری بوجھ اٹھا کر چلنے کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔

یہ کام کرنا اکثر مفید ثابت ہوتا ہے:

☆ کمر کے پٹھوں کو مضبوط اور سیدھا کرنے کی ورزش روزانہ کریں۔ اگر آپ اس قسم کی ورزش ساتھ مل کر کرنے کے لیے عورتوں کا ایک گروپ بنالیں تو آپ کو اس میں لطف آئے گا۔

☆ اگر آپ کو محنت مشقت کا کام کرنا ہو تو آپ اپنے خاندان کے دوسرے افراد سے مدد لیں۔

جوڑوں کا درد (گٹھیا)

زیادہ عمر کی عورتوں کو گٹھیا کی وجہ سے جوڑوں میں درد کی شکایت ہو جاتی ہے۔ عام طور پر اس کا علاج پوری طرح نہیں ہو سکتا لیکن درج ذیل علاج ممکن ہے مفید ہو:

علاج

☆ جسم کے جس حصے میں درد ہے، اسے آرام دیں۔

☆ گرم پانی میں کپڑا بھگو کر درد والے مقام پر رکھیں۔ یہ خیال رکھیں کہ آپ کی جلد نہ جلے۔ (جوڑوں میں درد کے کچھ مریضوں میں، درد والے مقام کی جلد بے حس ہو جاتی ہے۔ ان مقامات پر چھونے سے انہیں احساس ہی نہیں ہوتا۔)

☆ جوڑوں کی ہلکی مالش کریں اور انہیں کھینچ کر سیدھا رکھنے کے ذریعے، انہیں حرکت میں رکھیں۔

ڈاکٹر کے مشورے سے درد کی دوائیں لیں۔

کمزور ہڈیاں (ہڈیوں کی خستگی)

سن یاس کے بعد عورت کا جسم کم مقدار میں ایسٹروجن تیار کرتا ہے اور اس کی ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ کمزور ہڈیاں آسانی سے ٹوٹ جاتی ہیں اور دیر سے جڑتی ہیں (بوڑھی عورتوں کی معذوری کی ایک بڑی وجہ کمزور ہڈیاں ہیں)۔ ایک عورت کی ہڈیاں کمزور ہو جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے، اگر:

☆ اس کی عمر ستر سال سے زیادہ ہے۔

☆ وہ دبلی پتلی ہے۔

☆ وہ ورزش نہیں کرتی۔

☆ وہ ایسی غذائیں کافی مقدار میں نہیں کھاتی جن میں کیلشیم زیادہ ہوتا ہے۔

☆ وہ کئی بار حاملہ ہو چکی ہو۔

☆ وہ تمباکو نوشی کرتی ہو یا تمباکو چباتی ہو۔

(ورزش اور کیلشیم دونوں ہڈیوں کو مضبوط بناتے ہیں)۔

علاج

☆ روزانہ بیس سے تیس منٹ تک پیدل چلیں۔

☆ زیادہ کیلشیم والی غذائیں کھائیں۔ ہارمون والی دوائیں لینا بھی مفید ہو سکتا ہے۔

دیکھنے اور سننے میں دشواری

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ، بہت سی عورتیں اتنی اچھی طرح

دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں رہتی جتنی کے وہ پہلے تھیں۔ جن عورتوں کو دیکھنے اور سننے میں مشکل پیش آتی ہے، ان کے ساتھ حادثے پیش آنے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے اور اپنے گھر سے باہر نکل کر کام کرنا یا بستی کی سرگرمیوں میں حصہ لینا ان کے لیے ممکن نہیں رہتا۔

دیکھنے کے مسائل

چالیس سال کی عمر کے بعد قریب کی چیزوں کو دیکھنے میں مشکل پیدا ہونا عام بات ہے۔ یہ "بعید نظری" کہلاتی ہے۔ اکثر نظر کا چشمہ مفید ہوتا ہے۔ ایک عورت کو اپنی آنکھ میں رطوبت (فلوئڈ) کے بہت زیادہ دباؤ کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ سبز موتیا جو اس کی آنکھ کے اندرونی حصے کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں بینائی بھی جا سکتی ہے۔

شدید سبز موتیا (گلوکوما) اچانک ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ شدید سر درد یا آنکھ میں درد ہوتا ہے۔ آنکھ کو چھونے پر وہ سخت محسوس ہوتی ہے۔ پرانا موتیا عام طور پر تکلیف نہیں دیتا لیکن عورت آہستہ آہستہ بینائی کھونے لگتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو بوڑھی عورتوں کو کسی مرکز صحت (Hospital) میں اپنی آنکھوں کا معائنہ کروانا چاہیے۔

سننے کے مسائل

پچاس سال کی عمر کے بعد بہت سی عورتوں کی سننے کی صلاحیت جاتی رہتی ہے۔ دوسرے لوگ اس مسئلے کو اہمیت نہیں دیتے، کیونکہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے یا پھر وہ اس عورت کو اپنی بات چیت میں شریک کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور سماجی سرگرمیوں میں شامل نہیں کرتے۔

اگر آپ محسوس کریں کہ آپ کی سننے کی صلاحیت کم ہو رہی ہے تو آپ ان مشوروں پر عمل کر سکتی ہیں:

☆ آپ جس کے ساتھ باتیں کر رہی ہوں اس کے بالکل سامنے بیٹھیں۔

☆ اپنے گھر کے لوگوں اور دوستوں سے کہیں کہ وہ آپ کے ساتھ آہستہ آہستہ اور واضح طور پر بات کیا کریں، لیکن ان کو بتائیں کہ وہ چلائیں نہیں۔ چلانے کی وجہ سے الفاظ کو سمجھنا اور زیادہ مشکل ہو سکتا ہے۔

☆ جب آپس میں بات چیت کر رہی ہوں تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن بند کر دیں۔

☆ کسی ڈاکٹر سے بات کریں کہ کیا آپ کے سننے کی صلاحیت دواؤں سے واپس آ سکتی ہے یا اس کے لیے عمل جراحی (سرجری) ہو سکتی ہے یا اس کے لیے آلہ سماعت (ہیئرنگ ایڈ) استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بے چینی اور افسردگی

بوڑھی عورتیں کبھی کبھی بے چینی اور افسردگی محسوس کرتی ہیں کیونکہ خاندان اور بستی میں ان کا کردار اور مقام تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ خود کو اکیلا محسوس کرتی ہیں یا مستقبل کے بارے میں فکرمند ہوتی ہیں یا پھر اس لیے کہ ان کے ساتھ صحت کے مسائل ہوتے ہیں جو ان کے لیے تکلیف اور بے آرامی کا سبب بنتے ہیں۔

ذہنی الجھاؤ

کچھ بوڑھے لوگوں کو چیزیں یاد رکھنے یا واضح طور پر سوچنے میں مشکل پیش آنے لگتی ہے۔ جب اس قسم کے مسائل شدید ہو جائیں تو یہ کیفیت ذہنی الجھاؤ (Dementia) کہلاتی ہے۔

علامات

☆ توجہ مرکوز رکھنے میں مشکل یا بات چیت کے درمیان ہی میں بات بھول جانا۔

☆ ایک ہی بات کو بار بار دہرانا۔ ایسا فرد یاد نہیں رکھے گا کہ وہ یہی بات پہلے بھی کر چکا ہے۔

☆ روزمرہ کے کاموں میں مشکل پیش آنا۔ ایسا فرد یہ جاننے میں دشواری محسوس کرے گا کہ لباس کس طرح پہننا ہے یا کھانا کس طرح تیار کرنا ہے۔

☆ رویے میں تبدیلی۔ ایسا فرد چڑچڑے پن اور ناراضگی کا اظہار کر سکتا ہے یا اچانک غیر متوقع قسم کے کام کرنے لگے گا۔

یہ علامات دماغ میں تبدیلیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور ان کو ظاہر ہونے میں عام طور پر طویل عرصہ لگتا ہے۔ اگر یہ

علامات اچانک شروع ہو جائیں تو ممکن ہے کہ ان کا کوئی دوسرا سبب ہو مثلاً بہت زیادہ دوائیں لینا یا زہر پھیلنا (Toxicit) کوئی شدید انفیکشن، ناقص غذائیں یا شدید افسردگی۔ ان مسائل کا علاج کیا جائے تو ذہنی الجھاؤ اکثر دور ہو جاتا ہے۔

علاج

ذہنی الجھاؤ کا کوئی خصوصی علاج نہیں ہے۔ جو فرد ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو، اس کی دیکھ بھال، گھر کے افراد کے لیے بہت مشکل ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر دیکھ بھال کی ذمہ داریاں آپس میں بانٹ لی جائیں اور جب بھی ممکن ہو، خاندان سے باہر کے افراد کی مدد بھی حاصل کر لی جائے تو یہ مفید ہوگا۔

ذہنی الجھاؤ میں مبتلا فرد کی مدد کرنے کے لیے کوشش کریں کہ:

☆ اس فرد کے اطراف کے علاقے کو جس قدر ہو سکے محفوظ بنا لیں۔

☆ روزمرہ کے کام میں باقاعدگی رکھیں تاکہ اس فرد کو معلوم ہو کہ اس سے کیا توقع رکھی جا رہی ہے۔

☆ اس عورت سے پرسکون اور آہستہ آواز میں بات کریں، اسے جواب دینے کے لئے زیادہ وقت دیں۔

☆ ایسی عورت سے بات کرتے ہوئے سوالات کو محدود رکھیں۔

☆ اسے جواب دینے کے لئے بہت سی چیزوں میں سے انتخاب نہ کرنا پڑے۔ ایسے سوال کریں جن کے جواب "ہاں" یا "نہیں" میں دیے جا سکتے ہیں۔

اچھی صحت کے لیے کھانا

اگر لوگوں کو کھانے کے لیے اچھی غذا کافی مقدار میں میسر ہو تو بہت سی بیماریوں کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔

عورت کو اپنے روزمرہ کے کام انجام دینے کے لیے، بیماری سے بچاؤ کے لیے اور محفوظ و صحت مند زچگی کے لیے اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں اب تک حال یہ ہے کہ صحت کے کسی اور مسئلے کے مقابلے میں ناکافی اور ناقص غذا کی وجہ سے سب سے زیادہ عورتیں متاثر ہوتی ہیں۔ ناکافی اور ناقص غذا کی وجہ سے تھکن، کمزوری، معذوری ہو سکتی ہے اور عمومی صحت کمزور ہو سکتی ہے۔

بھوک اور اچھی طرح نہ کھانے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

غربت، سب سے زیادہ عورت کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے خاندانوں میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو کم خوراک ملتی ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس خاندان میں کھانے کی اشیا کتنی کم ہیں۔ چنانچہ، بھوک اور ناکافی و ناقص غذا کے مسائل اس وقت تک مکمل طور پر ہرگز حل نہیں ہو سکیں گے جب تک زمین اور دوسرے وسائل کو مناسب طریقے سے تقسیم نہ کیا جائے اور عورتوں اور مردوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہ کیا جائے۔

ان سب باتوں کے باوجود بھی لوگ کم خرچ پر بہتر غذا حاصل کر سکتے ہیں۔ ممکنہ حد تک اچھی غذا کھانے سے ان میں طاقت پیدا ہوگی اور جب لوگوں کو ہر روز بھوک نہ ستائے گی تو وہ اپنے خاندان اور معاشرے کی ضروریات کے بارے میں بہتر انداز سے سوچ سکیں گے اور دنیوی و آخروی ترقی کے لیے کام کر سکیں گے۔

بنیادی غذائیں اور معاون غذائیں

دنیا کے زیادہ تر حصوں میں لوگ تقریباً ہر کھانے کے ساتھ ایک بنیادی اور کم خرچ غذا کھاتے ہیں۔ علاقے کے اعتبار سے یہ بنیادی غذا چاول، مکئی، باجرہ، گندم، کساوا، آلو، بریڈ فروٹ یا کیلا ہو سکتی ہے۔ یہ بنیادی غذا عام طور پر جسم کی روزانہ کی غذائی ضروریات فراہم کر دیتی ہے۔

تاہم، یہ بنیادی غذا کسی فرد کو صحت مند رکھنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ لحمیات (پروٹین جو جسم کی نشوونما میں حصہ لیتے ہیں) حیاتین (وٹامن) اور معدنیات (منرلز جو جسم کی حفاظت اور ٹوٹ پھوٹ کی مرمت میں مدد دیتے ہیں) اور چکنائی اور شکر (جو توانائی دیتی ہیں) فراہم کرنے کے لیے دیگر معاون غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اچھی غذا کا مطلب ہے جسم کے بڑھنے، صحت مند رہنے اور بیماریوں سے لڑنے کے لیے درست غذاؤں کو کافی مقدار میں کھانا۔ سب سے زیادہ صحت مند غذا میں کئی اقسام کی غذائیت ہوتی ہے۔ ان میں پروٹین والی کچھ غذائیں، حیاتین اور معدنیات سے

بھرپور پھل اور سبزیاں شامل ہوتی ہیں۔ آپ کو صرف تھوڑی سی مقدار میں چکنائی اور شکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ کو اپنی ضرورت کے مطابق غذا حاصل کرنے میں مشکل پیش آتی ہے تو بہت کم غذا لینے کے مقابلے میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ چکنائی اور شکر والی غذا کھائی جائے۔ جن غذاؤں کی فہرست نیچے دی گئی ہے، ایک عورت کے لیے یہ تمام غذائیں کھانا ضروری نہیں، وہ صرف ایسی بنیادی غذائیں کھا سکتی ہے جن کی وہ عادی ہے۔ اور اس کے ساتھ جو معاون غذائیں اس کے علاقے میں دستیاب ہو سکتی ہے۔

معاون غذائیں

دودھ کی مصنوعات، گوشت، انڈے اور مچھلی لحمیات (پروٹین) سے بھرپور ہوتے ہیں۔ گری والے میوے لحمیات کا اچھا ذریعہ ہیں۔ تیل، چکنائی، شکر، پھلیاں لحمیات سے بھرپور ہوتی ہیں۔ صاف پانی، غذا نہیں ہے لیکن اچھی صحت کے لیے ضروری ہے۔

بنیادی غذائیں

سبزیاں، حیاتین اور معدنیات سے بھرپور ہوتی ہیں۔ پھل، حیاتین اور معدنیات سے بھرپور ہوتے ہیں۔

اہم حیاتین اور معدنیات (وٹامن اور منرلز) عورت کو بالخصوص حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو پانچ اہم حیاتین (وٹامنز) اور معدنیات (منرلز) کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو یہ ہیں: لوہا (آئرن)، فولک ایسڈ (فولیٹ)، کیلشیم، آیوڈین، اور حیاتین الف (وٹامن اے)۔

لوہا (آئرن)

خون کو صحت مند بنانے اور خون کی کمی (انیمیا) کی روک تھام کے لیے آئرن کی ضرورت ہوتی ہے۔ عورت کو اپنی پوری زندگی میں بہت زیادہ آئرن کی ضرورت ہوتی ہے، خصوصاً اس عمر میں، جب اسے ماہواری آتی رہتی ہے اور جب وہ حاملہ ہوتی ہے۔

آئرن والی غذائیں

☆ گوشت (خصوصاً کلیجی، دل، گردے)، مٹر، مرغی، انڈے، مچھلی، پھلیاں (سیم، لوبیا) وغیرہ۔ ان غذاؤں میں بھی آئرن کی کچھ مقدار ہوتی ہے:

☆ بند گوبھی (کرم کلہ) گہری رنگت والے پتوں کے ساتھ:

☆ آلو
☆ مسور
☆ سورج مکھی، تل
☆ اسٹرا بیری
☆ انناس
☆ سمندری جڑیں
☆ پھول گوبھی
☆ شلجم
☆ کدو کے بیج
☆ گہرے سبز پتوں والی سبزیاں
☆ شکر قند
☆ گوبھی
☆ خشک پھل (خصوصاً) چھوارے، خوبانیاں اور کشمش،
☆ سیاہ دھاریوں والا راب

اپنی ہڈیوں اور دانتوں کو مضبوط بنانے کے لیے ہر کسی کو کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ لڑکیوں اور عورتوں کے لیے اضافی کیلشیم ان دنوں میں ضروری ہے۔ بچپن میں کیلشیم ایک لڑکی کے کولہوں کو اتنا چوڑا ہونے میں مدد دیتا ہے کہ جب وہ پوری طرح بڑی ہو جائے تو بچے کو محفوظ طریقے سے جنم دے سکے۔ حمل کے زمانے میں ایک حاملہ عورت کو کافی کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کے شکم میں بڑھنے والے بچے کی ہڈیاں صحیح طرح نشوونما پا سکیں اور خود اس عورت کی ہڈیاں اور دانت بھی مضبوط رہیں۔

دودھ پلانے کے دوران کیلشیم، ماں کا دودھ تیار کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ادھیڑ عمری اور بڑھاپے میں کیلشیم ہڈیوں کو کمزور ہونے سے (ہڈیوں کی خستگی Osteoporosis) سے بچانے کے لیے ضروری ہے۔

کمزور ہڈیاں

ان غذاؤں میں کیلشیم کی مقدار زیادہ ہوتی ہے:

☆ دودھ، دہی
☆ تل
☆ سبز پتوں والی سبزیاں
☆ پھلیاں خصوصاً سویا
☆ پنیر
☆ ہڈیوں کا گودا
☆ بادام
☆ شیل فش

☆ چونہ

غذاؤں سے حاصل ہونے والے کیلشیم کی مقدار بڑھانے کے لیے آپ کے جسم کو کیلشیم بہتر طریقے سے استعمال کرنے میں دھوپ مددگار ہوگی۔ ہر روز تقریباً پندرہ منٹ دھوپ میں رہنے کی کوشش کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ صرف گھر سے باہر رہنا کافی نہیں سورج کی کرنوں کا آپ کی جلد کو چھونا ضروری ہے۔ ہڈیوں یا انڈے کے چھلکے کو چند گھنٹوں کے لیے سرکے یا لیموں کے رس میں بھگو دیں، پھر اس مائع کو سوپ یا کسی اور غذا کی تیاری میں استعمال کریں۔ جب ہڈیوں کا سوپ تیار کر رہی ہوں تو اس میں تھوڑا سا لیموں کا رس، سرکہ یا ٹماٹر شامل کر دیں۔ ایک انڈے کے چھلکے کو پیس کر سفوف بنالیں اور غذا میں ملا لیا کریں۔ مکئی کو چونے کے پانی میں بھگو لیا کریں۔

آیوڈین

غذا میں آیوڈین گلے کی سوجن (گلہڑ) اور دوسرے مسائل کی روک تھام میں مدد دیتا ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے حمل کے زمانے میں کافی مقدار میں آیوڈین نہیں لے گی تو اس کا بچہ ذہنی لحاظ سے پسماندہ اور سست ہو سکتا ہے۔ گلہڑ اور ذہنی پسماندگی ان علاقوں میں بہت عام ہے جہاں مٹی، پانی اور غذاؤں میں قدرتی آیوڈین کی مقدار کم پائی جاتی ہے۔

کافی مقدار میں آیوڈین حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ سادہ نمک کے بجائے آیوڈین ملا نمک استعمال کیا جائے۔ یا پھر آپ درج ذیل اشیاء میں سے کچھ غذائیں کھائیں (چاہے تازہ ہوں یا خشک حالت میں ہوں)۔

☆ شیل فش ☆ مچھلی
☆ سمندری جڑیں کساو ☆ بند گوبھی

حیاتین (وٹامن اے)

گہرے زرد اور سبز پتوں والی سبزیوں اور کچھ رنگین پھلوں میں وٹامن اے کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ حیاتین الف (وٹامن اے) شب کوری (رات میں نظر نہ آنا) سے بچاتا ہے اور بعض قسم کے انفیکشن کا مقابلہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بہت سی حاملہ عورتوں کو شب کوری کی شکایت ہو سکتی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ حاملہ ہونے سے پہلے ان کی غذا میں حیاتین الف کی مقدار کم تھی۔ مسئلہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب حمل کی وجہ سے جسم کی ضروریات بڑھ جاتی ہیں۔ حیاتین الف کی وجہ سے بچوں میں بھی نابینا پن ہو جاتا ہے۔ حمل کے دوران زیادہ حیاتین الف والی غذائیں کھا کر ایک عورت اپنے دودھ میں بھی حیاتین الف کی مقدار بڑھا سکتی ہے جسے اس کا بچہ پیئے گا۔ کم خرچ میں بہتر کھانا جب آمدنی محدود ہو تو اسے دانشمندی سے استعمال کرنے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ کم رقم خرچ کر کے زیادہ حیاتین (وٹامن) معدنیات (منرلز) اور لحمیات (پروٹین) حاصل کرنے کے لیے چند تجاویز مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ لحمیات والی غذائیں

پھلیاں، مٹر، دالیں اور اس قسم کی دوسری غذائیں (جو پھلیاں کہلاتی ہیں) لحمیات کے حصول کا اچھا اور سستا ذریعہ ہیں۔ اگر ان پھلیوں کو پکانے اور کھانے سے پہلے ان کی کونپلیں پھوٹنے دی جائیں تو ان میں وٹامن بڑھ جاتی ہیں۔ حیوانی پروٹین کے سب سے سستے ذرائع میں انڈے بھی شامل ہیں۔ کلیجی، دل، گردے اور مچھلی اکثر گوشت کے مقابلے میں سستی مل جاتی ہے اور ان میں غذائیت گوشت ہی کی طرح ہوتی ہے۔

۲۔ اناج

چاول، گندم اور دوسرے اناج میں غذائیت اس صورت میں زیادہ ہوتی ہے جب ان کا اوپری چھلکا چکی کی سل میں اتار نہ دیا جائے۔

۳۔ پھل اور سبزیاں

درخت سے توڑنے یا فصل سے اتارنے کے بعد جتنی جلدی پھلوں اور سبزیوں کو کھا لیا جائے گا، اتنی ہی زیادہ ان میں غذائیت ہوگی۔ جب انہیں محفوظ کریں تو انہیں کسی ٹھنڈی اور تاریک جگہ پر رکھیں تاکہ ان کے وٹامن ضائع نہ ہوں۔ سبزیاں پکاتے ہوئے کم سے کم پانی استعمال کریں کیونکہ سبزیوں کے وٹامن پکنے

کے دوران پانی میں چلے جاتے ہیں۔ اس صورت میں سبزیوں کے پانی کو سوپ میں استعمال کریں یا اسے پی لیا کریں۔ سبزیوں کی اوپری سخت چھلکوں یا اوپر کے ڈنٹھل (مثلاً گاجر یا پھول گوبھی) میں بہت سے وٹامن ہوتے ہیں اور انہیں صحت بخش سوپ بنانے میں استعمال کیا جا سکتا ہے، مثلاً کساوا کے پتوں میں اس کی جڑ کے مقابلے میں سات گنا پروٹین اور وٹامن زیادہ ہوتے ہیں۔ بہت سے جنگلی پھلوں (بیریز) میں وٹامن سی اور قدرتی شکر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور وہ اضافی وٹامن اور توانائی فراہم کر سکتے ہیں۔

۴۔ دودھ اور دودھ کی مصنوعات

انہیں کسی ٹھنڈی اور تاریک جگہ پر رکھنا چاہیے۔ ان میں جسمانی نشوونما میں حصہ لینے والی پروٹین اور کیلشیم کی مقدار بہت ہوتی ہے۔

۵۔ ڈبا بند غذائیں

ڈبا بند غذاؤں پر رقم خرچ کرنے سے بچیں۔ اگر والدین بچوں کی مٹھائیوں اور ٹھنڈی بوتلوں وغیرہ پر رقم خرچ کرنے کے بجائے اسی رقم کو غذائیت والی غذاؤں پر خرچ کریں تو ان کے بچے ان کی بدولت زیادہ صحت مند ہو جائیں گے۔ چونکہ زیادہ تر افراد اپنی ضرورت کے مطابق وٹامن غذاؤں سے حاصل کر سکتے ہیں اس لیے یہ بہتر ہے کہ وٹامن کی گولیوں اور انجکشنوں پر رقم خرچ کرنے کے بجائے غذائیت والی غذاؤں پر رقم خرچ کی جائے۔ اگر آپ کو وٹامن لینا ہی پڑے تو گولیاں لیں وہ بھی انجکشن کی طرح کام کرتی ہیں اور ان کی قیمت کم ہوتی ہے۔ (آپ ڈبا بند یا تھیلیوں میں بند) غذاؤں مثلاً چپس یا کولا مشروبات وغیرہ کے بجائے اتنی رقم میں غذائیت والی غذائیں خرید سکتے ہیں۔

کھانے کے بارے میں نقصان دہ تصورات

دنیا کے کئی حصوں میں عورتوں اور خوراک کے بارے میں کئی توہمات، اوہام اور عقیدے رائج ہیں جو مفید ہونے کے بجائے مضر ہوتے ہیں، مثلاً یہ بات درست نہیں کہ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کو کم غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ کچھ سمجھتے ہیں کہ لڑکوں کو زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ زیادہ تر علاقوں میں عورت بھی اتنی ہی محنت کرتی ہے جتنی کہ مرد کرتا ہے، اور عورت کو بھی مرد ہی کی طرح اتنا ہی صحت مند ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لڑکیاں بچپن میں ہی صحت مند ہوتی ہیں اور انہیں اچھی غذا کھلائی جاتی ہے، وہ بڑی ہو کر صحت مند عورتیں بنتی ہیں اور اسکول اور گھر میں ان کو بہت کم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے کہ عورت کو حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بعض علاقوں میں لوگوں کا خیال ہے کہ عورت کو اپنی عمر میں مختلف مواقع پر کئی غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے، جیسے مچھلیاں، انڈے، مرغی، دودھ کی مصنوعات، گوشت، مچھلی، پھل یا سبزیاں۔ ان مواقع میں عورت کی ماہواری کا عرصہ، حمل کا زمانہ، بچے کی پیدائش کے فوراً بعد دودھ پلانے کا زمانہ اور سن یاس کا عرصہ شامل ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ عورت کو ان تمام غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے خصوصاً حمل کے زمانے میں اور دودھ پلانے کے دنوں میں۔ ان غذاؤں سے پرہیز کے نتیجے میں کمزوری یا بیماری ہو سکتی ہے حتیٰ کہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ یہ بات درست نہیں کہ عورت کو پہلے اپنے خاندان والوں کو کھلانا ہے۔ بعض اوقات عورت کو یہ بات سکھا دی جاتی ہے کہ اسے خود کھانے سے پہلے اپنے گھر والوں کو کھلانا ہے۔ وہ صرف بچا کھچا کھانا کھاتی ہے اور اکثر اسے اتنی غذا نہیں ملتی جتنی کہ خاندان کے دیگر لوگوں کو ملتی ہے۔ ایسی عورت کبھی صحت مند نہ ہوگی۔ اور اگر حاملہ ہو یا اس کا بچہ حال ہی میں پیدا ہوا ہو تو غذا لینے کا مذکورہ طریقہ کار بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی خاندان اچھی غذا لینے میں کسی عورت کی کوئی مدد نہیں کرتا تو ہم اس عورت کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہیں گے کہ وہ کافی غذا حاصل کرنے کے لیے جو کوشش کر سکتی ہے کرے۔ ممکن ہے اسے کھانا پکاتے ہوئے کچھ کھانا پڑے یا وہ کچھ غذا اپنے لیے رکھ لے اور بعد میں اس وقت کھا لے جب وہ کام سے فراغت پا چکی ہو۔ یہ خیال درست نہیں کہ ایک بیمار فرد کو ایک صحت مند فرد کے مقابلے میں کم غذا کی ضرورت ہے۔ اچھی غذائیں نہ صرف بیماری کی روک تھام کرتی ہیں بلکہ ان کی وجہ سے بیماریوں کا

مقابلہ کرنے اور دوبارہ صحت مند ہونے میں مدد ملتی ہے۔ ایک عام اصول یہ ہے کہ صحت کی حالت میں جو غذائیں لوگوں کے لیے اچھی ہیں، بیماری کی حالت میں بھی ان لوگوں کے لیے وہی غذائیں اچھی ثابت ہوتی ہیں۔

کم اور ناقص غذا بیماری کا سبب بنتی ہے۔ چونکہ لڑکیوں اور عورتوں کو اکثر اپنی ضرورت سے کم مقدار میں اور کم غذائیت والی غذا میسر آتی ہے، اس لیے ان کے بیمار پڑنے کا امکان زیادہ رہتا ہے۔

کم اور ناقص غذا کی وجہ سے ہونے والی چند عام بیماریاں یہ ہیں:

خون کی کمی (انیمیا)

انیمیا کے مریض میں خون کی کمی ہوتی ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب جسم میں خون کے سرخ خلیوں کے ٹوٹنے کی رفتار ایسے خلیوں کے بننے کی رفتار سے بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ عورتوں کا خون ان کی ماہواری کے دنوں میں ضائع ہو جاتا ہے اس لیے ان عورتوں میں اکثر خون کی کمی پائی جاتی ہے۔ دنیا بھر میں حاملہ عورتوں کی نصف تعداد، خون کی کمی کا شکار ہوتی ہے کیونکہ ان کے جسم کو، شکم میں بڑھنے والے بچے کے لیے اضافی خون تیار کرنا پڑتا ہے۔ خون کی کمی ایک سنگین بیماری ہے۔ اس کی وجہ سے عورت کے دوسری بیماریوں میں مبتلا ہونے کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے، اور اس کے کام کرنے اور سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ خون کی کمی میں مبتلا عورتوں کو زچگی کے دوران میں بہت زیادہ خون بہہ جانے کا امکان ہوتا ہے، وہ زچگی کے دوران مر بھی سکتی ہیں۔

علامات

☆ پپوٹوں کے اندرونی حصے، زبان اور ناخنوں کا پیلا ہونا۔
☆ کمزوری اور بہت تھکن محسوس کرنا۔
☆ سر چکرانا، خصوصاً بیٹھے ہوئے یا لیٹے رہنے کی حالت سے کھڑے ہونے پر غشی (بے ہوشی محسوس ہونا)
☆ سانس پھولنا، ہانپنا
☆ دل کی تیز دھڑکن

انیمیا کے اسباب

انیمیا کی وجوہات میں ایک عام وجہ غذا میں آئرن کی مقدار کی کمی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ خون کے سرخ خلیے بنانے کے لیے آئرن کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیگر اسباب یہ ہیں:

☆ ملیریا جو خون کے سرخ خلیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔
☆ خون کسی بھی طرح سے ضائع ہونا، مثلاً بھاری مقدار میں ماہواری آنا یا کسی بیماری مثلاً استحاضہ کی وجہ سے متواتر خون آنا۔
☆ زچگی
☆ طفیلی جانداروں اور کیڑوں کی وجہ سے خونی اسہال (پیچش)۔
☆ معدے کا خونی السر۔
☆ کسی زخم سے بہت زیادہ خون بہنا۔

علاج اور روک تھام

اگر ملیریا یا طفیلی جاندار (پیراسائٹس) یا کیڑے، آپ میں خون کی کمی کا سبب ہیں تو پہلے ان بیماریوں کا علاج کریں۔ آئرن سے بھرپور غذائیں کھائیں اس کے ساتھ وٹامن اے اور سی سے بھرپور غذائیں بھی لیں جو جسم میں آئرن کے جذب ہونے میں مدد دیتی ہیں۔ ترش رس والے پھلوں اور ٹماٹروں میں وٹامن سی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ گہرے زرد اور گہرے سبز رنگ کی پتوں والی سبزیوں میں وٹامن اے خوب ہوتا ہے۔ اگر کوئی عورت آئرن سے بھرپور غذا کافی مقدار میں نہیں کھا سکتی تو اسے آئرن کی گولیوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

بلیک ٹی (بغیر دودھ والی چائے) یا کافی پینے یا کھانے کے ساتھ اناج کا اوپری چھلکا کھانے سے گریز کریں۔ یہ اشیا جسم میں آئرن کے جذب ہونے کے عمل کو روک سکتی ہیں۔ طفیلی جانداروں (پیراسائٹس) کے انفیکشن سے بچنے کے لیے صاف پانی پئیں۔ پاخانے کرنے کے لیے لیٹرین جایا کریں تاکہ فضلے کے ساتھ خارج ہونے والے کیڑوں کے انڈے، کھانے کی اشیا یا پانی کے ذرائع تک پھیلنے نہ پائیں۔ اگر آپ کے علاقے میں ہک ورم عام طور پر پائے جاتے ہیں تو جوتے پابندی سے پہنے رہیں۔ بچوں کی پیدائش میں کم از کم ۲ سال کا وقفہ رکھیں۔ اس طرح آپ کے جسم کو دو

زچگیوں کے درمیان کچھ آئرن اپنے اندر محفوظ کرنے کا موقع مل جائے گا۔

بیری بیری

بیری بیری ایک بیماری ہے جو تھایا مین (وٹامن بی کی ایک قسم) کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ تھایا مین غذا کو توانائی میں بدلنے میں جسم کی مدد کرتا ہے۔ انیمیا کی طرح بیری بیری بھی، اکثر بلوغت سے سن یاس تک کی عمر کی عورتوں اور ان کے بچوں میں نظر آتی ہے۔ بیری بیری اکثر اس وقت ہو جاتی ہے جب بنیادی غذا ایسے اناج پر مشتمل ہو جس کا بیرونی چھلکا اتار لیا گیا ہو (پالش کیا گیا چاول) یا پھر غذا کا بڑا حصہ نشاستہ والی جڑ پر مشتمل ہو مثلاً کسا وا۔

علامات

کھانے کی خواہش نہ ہونا۔
شدید کمزوری، خصوصاً ٹانگوں میں۔
جسم بہت زیادہ سوج جاتا ہے یا کام کرنا بند کر دیتا ہے۔

علاج اور روک تھام

تھایا مین سے بھرپور غذائیں کھائیں، مثلاً گوشت، مچھلی، مرغی، کلیجی، مکمل اناج، دالیں، پھلیاں (مٹر، سیم، لوبیا) دودھ اور انڈے۔ اگر یہ غذائیں لینا مشکل ہو تو تھایا مین کی گولیاں لی جا سکتی ہیں۔

بہت زیادہ غذا یا غلط قسم کی غذا کھانے سے پیدا ہونے والے مسائل:

☆ ہائی بلڈ پریشر
☆ سرطان
☆ جوڑوں کا درد

اگر کسی عورت کا وزن بہت بڑھ جائے یا وہ بہت چکنائی والی اشیا کھاتی ہے تو اس کو کئی بیماریاں ہونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے، مثلاً ہائی بلڈ پریشر، دل کی بیماری، دل کا دورہ، پتے میں پتھری، ذیابیطس (شکر کی بیماری) اور بعض اقسام کے سرطان (کینسر)۔ ضرورت سے زیادہ وزن ہو جانے کی وجہ سے ٹانگوں اور پیروں میں جوڑوں کا درد بھی ہو سکتا ہے۔

بہت زیادہ وزن رکھنے والے افراد کو چاہیے کہ اپنا وزن کم کریں۔ اس کے لیے ان کو زیادہ ورزش کرنی چاہیے اور اپنی غذا میں چکنائی والی اور میٹھی اشیا کی جگہ پھل اور سبزیاں لیا کریں۔ غذا میں چکنائی کی مقدار کم کرنے کے لیے چند تجاویز یہ ہیں:

جب کھانا پکائیں تو جس حد تک ممکن ہو مکھن، گھی، چربی یا تیل کم سے کم مقدار میں استعمال کریں یا پھر اس کی بجائے یخنی یا پانی ملا کھانا پکائیں۔ پکانے سے پہلے گوشت سے چکنائی الگ کر دیں۔ مرغی کی کھال نہ کھائیں۔ زیادہ چکنائی والی تیار اسنیکس کی اشیاء مثلاً چپس اور کریکرز کھانے سے پرہیز کریں۔

ذیابیطس

ذیابیطس کے مریضوں کے جسم میں شکر کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر یہ بیماری کسی فرد کو کم عمری میں ہو جائے تو عام طور پر اس بیماری کی شدت زیادہ ہوتی ہے، لیکن یہ چالیس برس سے زائد عمر کے ایسے افراد میں عام ہے جن کا وزن بہت زیادہ ہو۔

ابتدائی علامات

☆ ہمیشہ پیاسا رہنا
☆ اکثر پیشاب آنا اور زیادہ مقدار میں آنا
☆ ہمیشہ تھکن رہنا
☆ ہمیشہ بھوک لگنا
☆ وزن میں کمی ہونا
☆ فرج کے انفیکشن بار بار ہونا

بعد کی زیادہ شدید علامات

☆ جلد میں خارش
☆ بینائی دھندلانے کے دور گزرنا
☆ ہاتھوں یا پیروں میں محسوس کرنے کی صلاحیت میں بتدریج کمی
☆ پیروں پر زخم ہونا جو دیر میں بھرتے ہیں۔

☆ بے ہوش ہو جانا (انتہائی صورتوں میں)

کسی اور وقت کے مقابلے میں حمل کے زمانے میں ذیابطیس ہو جانے کا امکان زیادہ رہتا ہے۔ اگر آپ حاملہ ہیں اور آپ کو ہمیشہ پیاس لگتی ہے یا آپ کا وزن کم ہو رہا ہے تو کسی ڈاکٹر سے ملیں جو آپ کے پیشاب سے شکر کی جانچ (ٹیسٹ) کرے گی۔ یہ تمام علامات دیگر بیماریوں کی وجہ سے بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آپ کو ذیابطیس ہے یا نہیں، آپ خود بھی اپنے پیشاب کی جانچ (ٹیسٹ) کر سکتی ہیں۔ کاغذ کی خصوصی پٹیاں "یوری ٹکس" (Uri tix) استعمال کریں، جنہیں اگر شکر والے پیشاب میں ڈبویا جائے تو ان کی رنگت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ پٹیاں میسر نہ ہوں تو پیشاب کے سادہ ٹیسٹ کے لیے کسی ڈاکٹر سے ملیں۔

علاج: اگر آپ کو ذیابطیس ہے اور آپ کی عمر چالیس سال سے کم ہے تو جب بھی ممکن ہو، علاج کسی ڈاکٹر سے کروایا جانا چاہیے۔ اگر آپ کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہے تو ممکن ہے کہ آپ اپنی غذا کا خیال رکھ کر اپنے مرض کو کنٹرول کر سکیں۔ اکثر تھوڑی مقدار میں کھانا کھایا کریں۔ اس طرح آپ کے خون میں شکر کی مقدار یکساں رکھنے میں مدد ملے گی۔

بہت زیادہ مقدار میں میٹھی غذائیں کھانے سے بچیں۔ اگر آپ کا وزن بہت زیادہ ہے تو اپنا وزن کم کرنے کی کوشش کریں۔

بہت زیادہ چکنائی والی غذائیں کھانے سے گریز کریں (مثلاً مکھن، گھی، چربی یا تیل)۔

سوائے اس کے کہ آپ کو کھانے کے لیے کافی غذا حاصل کرنے میں پریشانی ہو، اگر ممکن ہو تو آپ کو اپنا معائنہ ڈاکٹر سے کرواتے رہنا چاہیے تاکہ یہ اطمینان رہے کہ آپ کا مرض شدت تو نہیں اختیار کر رہا۔ جامن اور کریلا ذیابطیس کے مریضوں کیلئے بہت مفید ہوتا ہے، اس کا استعمال بڑھائیں۔

جلد کو انفیکشن اور زخموں سے بچانے کے لیے، کھانا کھانے کے بعد اپنے دانت صاف کیا کریں۔ اپنی جلد کو صاف ستھرا رکھیں اور پیروں کو زخمی ہونے سے بچانے کے لیے ہمیشہ جوتے پہنا کریں۔ روزانہ ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کا معائنہ کر لیا کریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ جسم پر کہیں کوئی زخم تو نہیں۔ اگر آپ کو کوئی زخم ہوا ہے اور وہاں انفیکشن کی کوئی سی بھی علامات ہیں (سرخی، سوجن یا حرارت) تو کسی ڈاکٹر سے ملیں۔

جب بھی ممکن ہو اپنے پیر اوپر کی طرف کر کے آرام کر لیا کریں، ایسا اس صورت میں خاص طور پر اہم ہے جب آپ کے پیروں کی رنگت زیادہ گہری ہو جائے اور وہ سن رہنے لگیں۔ یہ علامات اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ آپ کے پیروں کو خون لانے اور لے جانے کا عمل سست ہو گیا ہے۔

مومن بیوی ایک سرمایہ

قرآن میں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں ان کے لیے وعید ہے تو بعض صحابہ نے کہا کہ اگر ہم یہ جانتے کہ کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو لیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل چیز خدا کی یاد کرنے والی زبان ہے۔ اور خدا کا شکر کرنے والا دل ہے۔ اور مومن بیوی ہے جو آدمی کے ایمان پر اس کی مدد کرے۔

خوبصورتی کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور مشیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی احسن تقویم تابندہ رہے۔ انسان کی اصل خوب صورتی اس کے اندر کی خوب صورتی ہے۔ وہ خوب صورتی قائم نہیں رہتی تو انسان اس دنیا میں بھی پست ذہن بن جاتا ہے اور ابدی زندگی میں ذلت اور بربادی کے انتہائی گڑھوں میں اس کا ٹھکانا ہے۔

انسان کی ایک احسن تقویم یہ ہے کہ اس کو جوڑا کر کے پیدا کیا گیا ہے جو ایک دوسرے کے لیے محبت کے ذریعے سکون حاصل کرنے کا ایسا منبع ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں شامل ہے۔ فرمایا:

> ''اور اس کی نشانی میں سے یہ ہے کہ اس نے پیدا کیا تمہاری جنس سے جوڑے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کریں۔'' (الروم: ۲۱)

انسان چونکہ اضافی حیثیت ہے اس لیے قدرت کی طرف سے عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے سکون کا ذریعہ بننے کے لیے رشتہ ازدواج میں آنے کا مرحلہ لازمی قرار ہوا ہے۔ بعد میں عورت کو اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں اس طرح نبھانی ہیں کہ کسی طرح بھی خدا کے ساتھ اس کا تعلق کمزور نہ ہو۔

عورت کو صاف ستھرا رہنا اور اپنے مرد کے لئے کشش کا محور بننا اس کی ذمہ داری ہے۔ اور جو عورت اپنے اندر کے حسن و جمال اور ظاہری صفائی ستھرائی کو ایک حسین امتزاج دے سکے تو اس کی زندگی قابل رشک اور قابل تحسین بن جاتی ہے۔

خوب صورتی کی حفاظت کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں کہ عورت ہر وقت اپنے بناؤ سنگھار کے چکر میں الجھی رہے۔ اپنی رقم اور اپنا قیمتی وقت اور اپنی صلاحیتیں بناؤ سنگھار کی لمبی فہرستوں پر صرف کرتی رہے بلکہ اس کی صنفیت کا تقاضا ہے کہ عورت اپنے نسوانی وقار سے یکسر غافل نہ ہو اور ازدواجی زندگی میں نکھرپن کا تقاضا پورا کرتی ہو اور بوقت ضرورت حسن کے مناسب و متناسب ذرائع اختیار کرتی ہو۔ یہاں اسی سلسلے میں احتیاط و علاج کے طور پر خوبصورتی کے متعلق ضروری معلومات دی گئی ہے۔

جلد کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں؟

عام طور پر جلد کے بارے میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ہماری جلد ایک قسم کی کھال ہے جس نے سارے جسم کو ڈھانپ رکھا ہے، اسے صاف رکھنا چاہیے۔ صفائی کے لیے بھی نہانا دھونا اور منہ ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھونا ضروری ہے اور اس سے زیادہ معلومات حاصل کرنا کچھ ایسا اہم نہیں سمجھا جاتا۔

واقعہ یہ ہے کہ جلد ہماری جسم کا اہم ترین حصہ ہے۔ آپ اسے ایک مستحکم حفاظتی دیوار بھی کہہ سکتے ہیں جو ہمارے جسم کے اندر جراثیم، زہر اور کیڑے مکوڑوں کو گھسنے نہیں دیتی بلکہ ان سے ہماری بھرپور حفاظت کرتی ہے، بیکٹیریا سے بچاتی ہے، جسم کے پانی کو کنٹرول کرتی ہے۔ درجہ حرارت کو اعتدال پر رکھتی ہے ورنہ آپ سردی کے موسم میں ٹھنڈے یخ ہو جائیں اور گرمی کے موسم میں آپ کی جلد اندرونی تپش سے جھلس جائے۔ یہی جلد آپ کو سانس لینے میں مدد دیتی ہے، اسی سے سردی، گرمی، درد کا احساس ہوتا ہے۔

ماہرین جلد کہتے ہیں، جلد کا نظام انتہائی دلچسپ اور پراسرار ہے۔ جلد کا وزن تقریباً پانچ پاؤنڈ ہوتا ہے اور اس کا رقبہ سترہ مربع فٹ ہے۔ اسی کے ذریعے انسانی جسم آکسیجن حاصل کرتا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتا ہے۔ حیاتین "ڈی" کی تیاری بھی ہماری جلد کرتی ہے۔ دھوپ ہماری جلد کے لیے ضروری ہے مگر ضرورت سے زیادہ دھوپ کی تمازت ہماری جلد کو نقصان دیتی ہے۔ اس کا رنگ جھلس جاتا ہے، اصل رنگت اور جلد کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے یہ نقصان بالائی بنفشی شعاعوں سے ہوتا ہے۔ پہلے جلد کا رنگ خراب ہوتا ہے پھر اس پر لکیریں نمایاں ہوتی ہیں۔ خون کی رگوں پر بھی دھوپ کا اثر پڑتا ہے۔ جلد کی چمک ختم ہو جاتی ہے اور بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ تیز دھوپ میں جلد کی حفاظت کرنی چاہیے۔

جلد کی تین تہیں

اوپر سے تو سارے جسم پر کھال منڈھی نظر آتی ہے مگر یہ کھال تین تہوں پر مشتمل ہے۔ یہ تہیں اپنا اپنا کام خوش اسلوبی سے کرتی ہیں۔

1۔ بیرونی جلد
2۔ حقیقی جلد
3۔ اندرونی جلد

مزے کی بات یہ ہے کہ بیرونی سطح کی دو پرتیں ہیں۔ اوپری جلد کے مردہ خلیات جھڑتے رہتے ہیں، ان کی جگہ نئے بنتے ہیں۔ اس پرت کے نیچے حقیقی جلد ہوتی ہے۔ ان میں زندہ خلیات بھی ہیں، مضبوط ریشے ہیں یوں کہیے کہ ایک عجیب و غریب نظام اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے جس کا انسانی نظر سے مشاہدہ کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان پختہ ہوتا ہے۔ خون کی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں باریک باریک رگیں، غدود، پسینے کے غدود، اعصابی سرے اور بالوں کی جڑیں نظر آتی ہیں۔

اعصابی سرے ہمارے دماغ کو لمس، درد، سردی اور گرمی کی اطلاع دیتے ہیں۔ پسینے کے غدود پیشانی، ہاتھ پاؤں اور بغلوں میں زیادہ ہیں، ان کا کام یہ ہے کہ خون کی باریک رگوں میں سے خراب مواد اور نمک پانی کھینچ کر مسامات کے ذریعہ بیرونی سطح پر لائیں۔ گرمی کے موسم میں یہی نظام کام آتا ہے اور پسینہ خشک ہو کر خنکی کا احساس جنم لیتا ہے۔ یہ غدود کام نہ کریں تو جلد کا نظام درہم برہم ہو جائے اور ہماری جلد کا درجہ حرارت اتنا بلند ہو جائے کہ ہم اس گرمی کی تاب نہ لا سکیں۔

کھال کی تینوں تہیں اپنا اپنا کام کرتی ہیں اور یوں ہمارے جسم کا نظام چلتا ہے۔

جلد کے مختلف رنگ

کچھ لوگ گورے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کالے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری رنگت کا انحصار میلانن نامی عنصر پر ہے، یہ انسانی جسم میں قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہے۔ اس کی تعداد کم ہے تو رنگت سفید ہوگی اور زیادہ ہو تو لازمی طور پر سانولے اور کالے بچے جنم لیں گے۔ قدرت اس مادے کو یوں پیدا کرتی ہے کہ ہمارا جسم سورج کی نقصان دہ (الٹرا وائلٹ) شعاعوں سے محفوظ رہے۔ لیکن یہ عنصر زیادہ تر وراثت پر موقوف ہوتا ہے۔ گورے ماں باپ کے ہاں شاذ و نادر کالے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

کچھ خواتین رنگ کے سلسلہ میں بڑی حساس ہوتی ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ انسان کی اصل خوب صورتی اندر کی خوب صورتی ہوتی ہے۔ اس لیے رنگ کے حوالے سے فکرمندی کسی طور پر بھی درست نہیں۔ البتہ علاج کے طور پر جلد کے نکھار کے لیے کچھ عورتیں دوران حمل دودھ کا استعمال زیادہ کرتی ہیں۔ بڑی بوڑھیوں کا کہنا ہے اور ان کا تجربہ ہے کہ حمل کے ابتدائی مہینوں میں تیز دودھ اور چاول کھلائے جائیں، کچا ناریل روز کھایا جائے تو بچے کا رنگ صاف ہوتا ہے جو عورتیں مٹی اور کوئلہ حمل کے دوران کھاتی ہیں ان کے بچوں کا رنگ سانولا ہوتا ہے۔ اسی طرح سرسوں کا تیل مل کر بچے کو دھوپ میں لٹانے سے بھی رنگ کالا ہو جاتا ہے۔ بچے کا رنگ سانولا ہو تو آپ مناسب نگہداشت سے بچپن میں ہی اس کا رنگ نکھار سکتی ہیں۔

ہلدی اور میدے کا ابٹن دودھ اور گھی میں بنا کر اس کو جسم پر روز ملنے سے رنگت نکھر جاتی ہے بلکہ جسم پر روئیں زیادہ ہوں تو وہ بھی

ختم ہوتے ہیں۔ دودھ اور گھی میں میدہ سخت گوندھ کر اس کا چھوٹا سا روؤں بنالیں اور اسے بالوں پر پھیریں۔ بچے کی جلد نازک ہوتی ہے، احتیاط سے روز یہ عمل کریں۔ ایک ماہ کے عمل میں روئیں دور ہوجاتے ہیں اور پھر نہیں ہوتے۔ آہستگی کے ساتھ بچے کے جسم پر آٹے کا روؤں بنا کر پھیرنا چاہیے، بچے کی جلد نازک ہوتی ہے۔

جلد کی حفاظت

جلد کی حفاظت کا پہلا اصول یہ ہے کہ جلد کو کم سے کم چھیڑا جائے اور اس کی صفائی کی جائے۔

آپ کی جلد بہت خشک ہے تو آپ ایسا صابن استعمال کریں جس میں گلیسرین زیادہ ہوتا کہ جلد کو چکنائی مل سکے۔ صابن کو جھاگ بنا کر چہرے پر زیادہ نہیں ملنا چاہیے، اس سے نقصان ہوتا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ صابن منہ پر لگا کر چہرے کو پانی سے اچھی طرح دھولیا جائے۔ پانی کے چھینٹے چہرے پر مارنے سے جلد کے نیچے خون کی روانی تیز ہوتی ہے۔ منہ دھونے سے نکھار آتا ہے۔ چہرے کو تولیے سے رگڑنا نہیں چاہیے۔ جن خواتین کی جلد حساس ہو ان کو ہلکے سے منہ تولیے سے پونچھ کر چھوڑ دینا چاہیے۔ صاف پانی سے چار پانچ دفعہ منہ دھویا جائے تو کافی ہے، اس طرح جلد کی قدرتی چکنائی ضائع نہیں ہوتی۔

جو لوگ پانچوں وقت وضو کرتے ہیں ان کی جلد صاف رہتی ہے۔ اپنی غذا میں شہد، انڈے، سبزی، پھل شامل کیجیے صرف گوشت کھانے سے صحت نہیں بنتی۔ تازہ سبزی اور پھل سے معدہ ٹھیک رہتا ہے، قبض نہیں ہوتی۔ آنتیں صاف رہیں تو خون بھی گندگی سے پاک رہتا ہے اور جسم کی جلد چمکتی رہتی ہے۔

اسی طرح دھوپ سے بچنا چاہیے۔ تیز دھوپ میں چہرہ ڈھانپ لیں تاکہ چہرے کی جلد نہ خراب ہو، دھوپ ہو تو چھتری کا سہارا لیں، بغیر چھنے آٹے کی روٹی غذا میں شامل کرلیں۔ تازہ ہوا میں صبح سویرے گھومیں اور ورزش کریں۔ نیند پوری کریں، کم نیند سے بھی چہرہ بدنما ہوتا ہے۔ جلد کو غذائیت حیاتین الف، ب 1، ب 5، ب 6، حیاتین ج سے ملتی ہے۔ گھی اور بڑے گوشت کا استعمال کم کریں۔ سورج مکھی کا تیل کھانے میں استعمال کریں۔ مچھلی بھی جلد کے لیے اچھی چیز ہے، جو لوگ سردی میں مچھلی کھاتے ہیں ان کی جلد چمکدار رہتی ہے۔

جلد میں کسی قدر نمی، چکنائی ہوتی ہے۔ یہ جلد کی توانائی کے لیے ضروری ہے۔ ہمارے جسم کے ہر عضو، عضلات کو توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم انہیں متوازن غذا بہم پہنچاتے رہیں تو ہمارا نظام بدن ٹھیک اصول صحت کے مطابق چلتا رہے گا۔ اگر اس میں کمی یا زیادتی ہو یا آب و ہوا ناموافق اثر انداز ہو تو اس میں کئی برائیاں عود آتی ہیں، مثلاً نمی جو ہماری جلد کے لیے ضروری اور موثر ہے اگر وہ خرچ ہوجائے اور اس کی جگہ دوسری نمی پیدا نہ ہو تو نتیجہ خشک جلد کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

چہرے کے داغ دھبے

اکثر چہروں پر موسم یا جلد کی کسی بیماری سے داغ دھبے پڑ جاتے ہیں جن کی وجہ سے چہرے کے نقش اپنی جاذبیت کھو دیتے ہیں۔

لیموں کا رس ہلکا بلیچ ہے۔ رنگت کو صاف کرنے، داغ دھبوں کو دور کرنے کے لیے یہ موثر دوا ہے۔ اسے لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ لیموں کا رس چہرے پر لگا کر اسے خشک ہونے دیجیے۔ جب خشک ہوجائے تو منہ ہرگز مت دھوئیں بلکہ اسے اسی طرح رہنے دیجیے، چند روز کے استعمال سے داغ دھبے دور ہوجائیں گے۔

کدو کش کی ہوئی مولی کے چار کھانے کے چمچے لے کر اس میں چند قطرے سرکے کے ملا کر لئی سی بنالیجیے اور اسے داغ دھبوں پر لگائیں۔

مکھن اور دودھ بھی ایک ہلکا بلیچ ہے، اسے داغ دھبوں پر لگائیے لیکن خشک ہونے سے قبل مت دھوئیے، اور یہ نسخہ روزانہ استعمال کریں۔ آپ کی جلد اور ان امراض کے لیے بہتر ہے۔

سرسوں کا ابٹن

سرسوں کو لے کر اس کو مہین پیس لیں۔ پانی اس قدر ڈالیں کہ وہ آمیزہ بن جائے۔ آپ اپنے چہرے پر اسے جس قدر ملیں گی، اس سے اس قدر میلی میلی روڑیاں اتریں گی۔ اس کے نیچے

آپ کی کوئی ساتھی ہو تو بہتر ہے۔ اس کے چند روز کے استعمال سے آپ کا بدن کندن کی طرح چمک اٹھے گا۔ رنگ صاف اور نکھار پیدا ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو اس میں روغن بادام ملا سکتی ہیں لیکن چکنی جلد والی خواتین اس کا استعمال نہایت کم کریں۔ وہ صرف پانی والا ابٹن لگائیں۔

چہرے کی چمک

بھینس کے دودھ میں بادام کو خوب باریک پیس لیجیے۔ اسے رات سوتے وقت پورے چہرے پر ملیے۔ صبح چہرے کو ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیے چہرے پر چمک پیدا ہوگی اور رنگ صاف ہوگا۔

ماسک

تھکے ہوئے چہرے کو فوری طور پر تروتازہ کرنے کے لیے فیس ماسک اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے یہ نہ صرف اندر تک صاف کرتا ہے بلکہ جلد کو متحرک بھی بناتا ہے، اسے آرام پہنچاتا ہے اور جلد کو غذا فراہم کرتا ہے۔

ماسک کا انتخاب

چکنی جلد

چکنی جلد کے لیے انڈوں کا ماسک بہت مفید ہے۔ ایک انڈا توڑیں، اس کی سفیدی اور زردی الگ الگ کریں۔ سفیدی پھینٹیں اور روئی کی مدد سے چہرے پر لگائیں، جب سفیدی خشک ہو جائے تو اس کے اوپر زردی کا لیپ کر دیں۔ دس منٹ کے لیے آنکھیں بند کر کے لیٹ جائیں پھر نیم گرم پانی سے چہرہ دھو ڈالیں۔

کھیرے کو دھو کر چھیل لیں پھر اسے کدوکش کر لیں، پھر اسے صاف ململ کے کپڑے میں چھان لیں۔ پہلے چہرے کو بیسن سے دھو لیں پھر تولیے کی مدد سے چہرہ خشک کر کے روئی کی مدد سے کھیرے کا تمام رس چہرے پر لگائیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد چہرے کو ٹھنڈے پانی سے دھو لیں۔ یہ ماسک چکنی جلد کے لیے بہت موثر ہے۔ اس کے استعمال سے چہرہ بہت خوب صورت اور شفاف ہو جاتا ہے۔ اس ماسک کے بعد کسی چکنی کریم کا استعمال مت کریں۔

خشک جلد کا ماسک

ایک بڑا چمچ ملتانی مٹی، ایک بڑا چمچ شہد، ایک چمچ لیموں کا عرق، تینوں چیزوں کو اچھی طرح مکس کر لیں پھر چہرے پر لگائیں۔ دس منٹ کے بعد نیم گرم پانی سے منہ دھو لیں۔

شہد جلد کا ٹانک

شہد توانائی دیتا ہے اور صحت بخشتا ہے۔ اس کو کھانے سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ چہرے کی بے رونق اور خشک جلد کو تازگی دیتا ہے۔ شہد خشک جلد کے لیے قوت بخش ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے ایسی خصوصیت رکھی ہے کہ وہ ہر قسم کے بیکٹیریا زائل کر دیتا ہے۔ چہرے پر چوٹ ہو یا ورم ہو اسے بھی فائدہ دیتا ہے۔

اس دور میں شہد کو ایسے لوشن میں ملایا جاتا ہے جو حساس جلد کو بھی تسکین بخش دیں۔ چہرے پر شہد کا لیپ لگانے سے خراب جلد بھی نرم پڑ جاتی ہے۔ خشک جلد والی خواتین شہد، دودھ اور بادام کے تیل کا ماسک لگائیں تو ان کی جلد ٹھیک ہو جائے گی۔ ایک چمچ شہد میں دودھ اور تیل ملا کر پھینٹ لیں اور چہرے پر اس کا مساج کریں۔ دس سے پندرہ منٹ بعد چہرہ کو دھوئیں۔

آپ صرف شہد کا ماسک بھی لگا سکتی ہیں۔ چہرے کو دھوئیں یا روئی سے ہلکا گیلا کر لیں۔ ایک چھوٹا چمچ شہد لے کر چہرے پر اپنی انگلیوں کی مدد سے مل لیں۔ بیس سے تیس منٹ تک لگا رہنے دیں پھر ہلکے گرم پانی یا تازہ پانی سے دھو لیں۔

اسی طرح ہاتھ کھردرے ہو جائیں تو آپ روزانہ ہاتھ دھو کر اس پر شہد کا مساج کریں۔ دس منٹ بعد ہاتھ دھو لیں، چند دنوں میں ہی آپ کو فرق محسوس ہوگا۔

چہرے کی خوبصورت جلد کے لیے

1۔ متوازن غذا کا استعمال کیجیے۔ سبزی اور پھل خوراک میں شامل کریں۔

2۔ وٹامن "اے" ضرور کھائیں۔

3۔ صبح اٹھ کر نماز پڑھیں اور اس کے بعد ہلکی ورزش کریں۔

4۔ آٹھ گلاس پانی کم از کم دن بھر میں ضرور پئیں۔

5۔ پانی کھانے کے دوران زیادہ نہ پئیں۔

6۔ دھوپ، گرمی اور زیادہ سردی سے اپنے آپ کو بچائیں۔

7۔ آٹھ گھنٹے کی نیند ضروری ہے۔

8۔ چہرے کو براہ راست دھوپ کی شعاعوں سے بچائیے، یہ راز قدیم زمانے کی خواتین کو بھی معلوم تھا۔ عربی عورتیں چہرے پر نقاب ڈالے رکھتی تھیں۔ وکٹورین عہد کی عورتیں اسکارف باندھتی تھیں۔ گرم علاقوں میں رہنے والی خواتین موٹے کپڑے سے سر اور چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ اسلام نے اپنے احکامات میں انسان کی بھلائی کے کئی پہلو رکھے ہیں۔ پردہ جہاں عورت کی عصمت و وقار کو تحفظ فراہم کرتا ہے، وہاں چہرے کو براہ راست دھوپ اور سڑکوں کی آلودگی اور تمازت سے بچانے کے لیے ڈھال کا کام بھی دیتا ہے۔

9۔ غذا سادہ کھائیں، بغیر چھنے آٹے کی روٹی پکائیں، قبض نہ ہونے دیں۔ قبض سے صحت خراب ہوتی ہے، صحت خراب ہو تو پھر آپ کی جلد کیسے تر و تازہ رہ سکتی ہے۔

چہرے کو بھاپ کیسے دیں؟

بھاپ سے سارا میل کچیل صاف ہو جاتا ہے۔ مسام کے اندر سے گرد اور میل کے ذرات نکل جاتے ہیں۔ خون کا دوران بھی تیز ہوتا ہے۔ پسینہ آتا ہے اور اس طرح اندر تک سے فاسد مادے خارج ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کی جلد بہت چکنی ہو وہ روز بھی بھاپ لے سکتے ہیں۔ نارمل جلد والے ہر ہفتے بھاپ لے کر جلد کو ٹھیک رکھ سکتے ہیں۔ جن کی جلد خشک ہو ان کو چاہیے پندرہ دن بھاپ لیں۔ جن کی جلد حساس ہو وہ بھاپ نہ لیں۔

سادہ طریقے سے بھی بھاپ لی جاتی ہے۔ کسی صاف برتن میں پانی پکائیں، سر پر تولیہ ڈال لیں۔ آنکھوں کو بھاپ سے بچائیں۔ تین منٹ سے لے کر دس منٹ تک بھاپ لیتے رہیں، یہ آپ کی جلد پر منحصر ہے۔ بھاپ لینے کے بعد چہرہ روئی سے صاف کریں۔ چہرے اور ناک پر سیاہ تیل ہوں تو روئی سے دبا کر ان کو نکال لیں۔ پھر ٹھنڈے برف پانی میں روئی بھگو کر چہرے پر پھیریں تاکہ مسام بند ہو جائیں۔

بھاپ لینے سے پہلے کوئی بھی کولڈ کریم لے کر چہرے پر مساج کریں پھر اسے روئی سے خوب صاف کر لیں۔ صاف روئی جب آپ چہرے پر لگائیں گی تو وہ سارا میل جذب کر لے گی۔

جب کریم صاف ہو جائے پھر آپ بھاپ لیں۔ بھاپ کے بعد گلاب کا ٹھنڈا عرق یا پانی چہرے پر روئی کے ساتھ لگائیں۔

ابلتے پانی میں نیم کے پتے اور سونف کے دانے ڈال دیں، یہ عرق جلد کے لیے مفید ہوتا ہے۔ پودینے کے پتے آپ اس میں بھی ڈال سکتی ہیں۔ جڑی بوٹیوں والے پانی کی خاصیت ہی اور ہوتی ہے، اس سے چہرہ صاف ہوتا ہے۔ کھٹے کے پھول بھی جلد صاف کرتے ہیں، ان کو بھی پانی میں ڈال سکتے ہیں۔ نرگس کے پھول یا کلیاں، بادام، پودینے کے پتے، گیندے کے پھول، گلاب کے شگوفے بھی ڈال سکتے ہیں جو آسانی سے مل جائے۔ سونف کا پانی جلد کی جلن کو مٹاتا ہے۔

ماسک کیسے لگائیں

ماسک لگانے سے پہلے چہرہ دھوئیں۔ صاف کر کے کولڈ کریم لگائیں، انگلیوں سے اچھی طرح مساج کریں۔ جب جذب ہو جائے تو روئی لے کر اس کی مدد سے ساری چکنائی صاف کر لیں۔ اتنی دیر میں آپ بھاپ لینے کے لیے پانی گرم کر سکتی ہیں۔ بھاپ لے کر آپ ٹھنڈے پانی میں روئی بھگو کر چہرہ صاف کر لیں۔ اب آپ کی جلد ماسک کے لیے تیار ہے۔ اگر آپ بھاپ لینا نہیں چاہتیں تو پھر منہ دھو کر صاف کر لیں، پھر اس پر ماسک لگائیں۔

ماسک چہرے پر لگائیں۔ پانچ سے سات منٹ تک لگا رہنے دیں۔ آپ اسے اپنی جلد کے مطابق لگائیں۔ جب سخت ہونے لگے تو گیلی روئی کی مدد سے اتاریں، بغیر روئی کے نہ اتاریں۔ آپ فلالین کے چھوٹے ٹکڑے گیلے کر کے ماسک اتار سکتی ہیں۔ ماسک کا جو آمیزہ بچ جائے وہ آپ ہاتھوں پر کہنیوں پر لگائیں، اسے محفوظ نہ کریں اس لیے کہ یہ سخت ہو جاتا ہے اور قابل استعمال نہیں رہتا۔

ماسک لگا کر خاموش رہیں، بولنے یا ہنسنے سے ماسک پھٹنے لگتا ہے اور نشانات پڑ جاتے ہیں۔ خشک جلد کے لیے ایسے ماسک استعمال کریں جن سے جلد میں نمی آ جائے اور چکنی جلد کے لیے

ایسے ماسک چہرے پر لگائیں جن سے چکنائی ختم ہو۔ ماسک کبھی منھ دھو کر نہ اتاریں بلکہ کسی پیالے میں پانی رکھیں، اس میں صاف روئی کے گالے بھگو کر چہرے پر لگائیں اور پھر آہستہ آہستہ صاف کرلیں۔

پہلے زمانے میں سرسوں کی کھلی سے منھ دھویا جاتا ہے۔ اس سے چہرے کی جلد صاف شفاف چمکتی دمکتی رہتی تھی۔ امیر خواتین چنبیلی کی کھلی میں خوشبودار جڑی بوٹیاں ملا کر ابٹن تیار کراتیں تھیں جس سے چہرے کا رنگ نکھر جاتا تھا اور قدرتی خوب صورتی نظر آتی تھیں۔

بیجوں کے ماسک

بیج آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے رنگ نکھارنے کے کام آ رہے ہیں، ان کے لگانے سے چہرے کی دمک میں اضافہ ہوتا ہے۔

خربوزے کے بیجوں کا ماسک

خربوزے کے چھلے ہوئے بیج	= 1 چائے کا چمچہ
بادام	= 2 عدد
لیموں کا رس	= 6 قطرے
بالائی والا دودھ	= 4 چائے کے چمچے

بیج اور بادام باریک پیس لیں۔ کسی پیالی میں ڈال کر اس میں بالائی والا دودھ ملائیں۔ لیموں کا رس ڈالیں۔ زیادہ گاڑھا ہو تو اس میں تھوڑا سا دودھ اور شامل کرکے چہرے پر آہستہ آہستہ لگائیں۔ آٹھ سے بارہ منٹ تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد گیلی روئی سے صاف کرلیں۔ ٹھنڈے برف کے پانی میں روئی بھگو کر چہرے پر لگائیں۔

جو کا ماسک

جو کا آٹا پسا ہوا	= 2 چائے کے چمچے
لیموں کا رس	= 1/2 چائے کا چمچہ
شہد	= 1/4 چائے کا چمچہ
عرق گلاب	= حسب ضرورت

گلاب کے عرق میں گاڑھا پیسٹ سا بنا کر چہرے پر لگائیں۔ خشک ہو جائے تو اتار دیں۔ ٹھنڈے برف عرق گلاب سے بعد میں چہرہ صاف کریں۔

شہد کے ماسک

شہد کھانے سے اور لگانے سے جلد خوب صورت ہو جاتی ہے۔ شہد سے کئی طرح کے ماسک بنتے ہیں، جو انسانی جلد کے لیے بے حد مفید ثابت ہوتے ہیں۔

ماسک ترکیب نمبر ۱

کھیرے کا رس	– 2 چائے کے چمچے
شہد	= 1 چائے کا چمچہ
دودھ	= 1 چائے کا چمچہ

ان تینوں کو ملا کر چہرے پر لگائیں، بعد میں روئی نیم گرم پانی میں بھگو کر چہرہ صاف کرلیں۔ ٹھنڈا پانی چہرہ پر لگائیں۔

ماسک کی ترکیب نمبر ۲

انڈا	= 1 عدد
شہد	= 1 چائے کا چمچہ
بادام کا تیل	= 1/2 چائے کا چمچہ

ان تینوں چیزوں کو ملا کر چہرے پر لگائیں، خشک ہونے پر اتاریں۔ نیم گرم پانی سے اتار کر ٹھنڈا پانی، چہرے پر روئی سے لگائیں۔

ٹماٹر کے ماسک

ٹماٹر میں پوٹاشیم اور وٹامن سی ہوتا ہے، اسی لیے روزمرہ غذا میں اسے شامل کیا جاتا ہے۔ اس کو چہرے پر ماسک کے لیے آج کل لگایا جاتا ہے۔ بڑے مسام چہرے پر ہوں تو ان کے لئے ٹماٹر کا ماسک ضرور لگائیں۔ چہرے کو اچھی طرح دھو کر ٹماٹر کا ماسک لگانا چاہیے۔

ماسک کی ترکیب نمبر ۱

سرخ پکا ہوا بے داغ ٹماٹر	= 1 عدد
لیموں کا رس	= 1/2 چمچہ

ٹماٹر کو خوب مسل لیں۔ گودا اور عرق لے کر اس میں لیموں کا رس ملائیں۔ چہرے پر آہستہ آہستہ ماسک لگائیں۔ ماسک خشک ہونے لگے تو اسے تازے پانی میں روئی بھگو کر اتار دیں۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر ماریں۔

ماسک کی ترکیب نمبر۲

ٹماٹر	-- 1 عدد
لیموں کے چھلکے کا تیل	=1/2 چمچ
گریپ فروٹ کے چھلکے کا تیل	=1/2 چمچ

ان تینوں چیزوں کو ملا کر ماسک لگائیں۔ چھلکے باریک کاٹ کر گرم پانی میں بھگو دیں۔ بارہ گھنٹے بعد چمچے سے تیل کے قطرے سے نکال لیں یا بازار سے تیل خرید لیں۔

چنے کے آٹے کا ماسک

چنے کا آٹا	= 2 بڑے چمچے
لیموں کا رس	= 1/2 چائے کا چمچہ
دودھ	= حسب ضرورت
ہلدی	= 1/4 چمچ

ان تینوں چیزوں کو ملا کر چہرے پر لگائیں۔ خشک ہونے لگے تو ہاتھ سے مل مل کر ابٹن کی طرح اتار دیں۔ منہ دھو کر کوئی کریم لگائیں۔

جو کے آٹے کا ماسک

جو کا آٹا پیا ہوا	= 2 بڑے چمچے
انڈا	= 1 عدد
لیموں کا رس	- 1/2 چائے کا چمچہ
شہد	1/2 چائے کا چمچہ
دودھ	= حسب ضرورت

ساری چیزیں ملا کر اس کا ماسک لگائیں۔ بعد میں ہلکے نیم گرم پانی میں روئی بھگو کر ماسک اتار دیں۔ آٹے کے ماسک سے چہرے کا سارا میل کچیل صاف ہو جاتا ہے۔

دودھ کا ماسک

دودھ زمانہ قدیم سے جلد کے نکھار کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تازہ دودھ میں روئی بھگو کر آپ چہرے پر لگائیں اور دو منٹ بعد صاف روئی کی مدد سے چہرہ صاف کریں۔ آپ حیران ہوں گی کہ صاف روئی کا رنگ میل کی وجہ سے بدل چکا ہے۔ دودھ جلد کو تراوٹ بخشتا ہے، میل کچیل صاف کرتا ہے۔ بغیر مکھن نکالا ہوا تازہ خالص دودھ جلد کے لیے مفید ہے۔

ماسک کی ترکیب

دودھ	=1/4 کپ
لیموں کا عرق	=1/2 چائے کا چمچہ
بادام کا تیل	=5 قطرے

ان تینوں چیزوں کو ملا کر ماسک لگائیں، چہرے کے لیے مفید ہے۔

روغن کے ماسک

جن خواتین کی جلد خشک ہو ان کو نامحالہ روغنی ماسک استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ یہ روغن جلد میں جذب ہو کر شگفتگی پیدا کرتا ہے۔ ماسک کے لیے عموماً بادام کا تیل، زیتون کا تیل، گیندے کے پھولوں کا روغن، چکوترے اور لیموں کے چھلکے کا روغن، گندم کا تیل، خوبانی کا تیل، سنگترے کے چھلکوں کا روغن، سفید موم، چنبیلی کا تیل، سفید تلوں کا تیل، گلاب کا عطر وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ نیولن بھی ایک قسم کا تیل ہے، جو بازار میں مل جاتا ہے۔ اس سے کھال نرم رہتی ہے، خشک جلد والی خواتین کے لئے یہ مفید ہے۔ کسٹرائل بھی ارنڈ کے بیجوں کا تیل ہے، اس سے پلکیں اور بھنویں گھنی ہوتی ہیں۔ گلیسرین بھی چہرے اور ہاتھوں کی ملائمت کے لیے کام آتی ہے۔

چہرہ اور ہاتھ پاؤں ملائم رکھنے کے لیے

گلیسرین	= 1 چاول والا چمچہ
عرق گلاب	= 1/2 بڑی بوتل
لیموں کا رس	= 3 چائے کے چمچے

ان تینوں چیزوں کو ملا کر رکھ لیں۔ کپڑے اور برتن دھونے کے بعد آپ ہاتھوں پر اسے لگا سکتی ہیں۔ رات کو چہرے پر لگا کر سوئیں، صبح منہ دھولیں۔

مسام سکڑنے کے ماسک

مکئی کا آٹا	= 1 چاول کا چمچہ
گلاب کا عرق	= 2 چاول کے چمچے
کھیرے کا عرق	= 2 چاول کے چمچے
ٹماٹر کا گودا	= 1 چائے کا چمچہ
سفیدی	= 1 چائے کا چمچہ

گلاب کا عرق گرم کرلیں، اس میں مکئی کا آٹا ہاتھ سے ملا دیں۔ ٹھنڈا ہو جائے تو سفیدی، ٹماٹر اور کھیرے کا رس شامل کریں۔ چہرے پر لگائیں۔ اس سے گہرے مسام کی صفائی ہوگی۔ بعد میں مسام صاف کر کے آپ ٹھنڈے عرق گلاب میں پھٹکری ایک چٹکی ڈال کر چہرے پر لگائیں یا برف کی ڈلی لے کر چہرے پر پھیریں۔

پاؤں کے لیے کریم

بازار میں باڈی لوشن اور کریمیں مل جاتی ہیں، مگر وہ مہنگی ہوتی ہیں۔ گھریلو استعمال کے لیے آپ یہ کریم بنا کر رکھیں۔

لیموں کا عرق	= 2 بڑے چمچے
پٹرولیم جیلی	= 1/2 چھوٹا کپ
بورک	= 1 بڑا چمچہ

تینوں چیزوں کو کسی کانٹے سے خوب پھینٹ کر کسی پیالی میں رکھ لیں یا کریم کی خالی شیشی میں بھر لیں۔ روزانہ رات کو پاؤں دھو کر یہ کریم مل لیں، صبح پاؤں صابن سے دھولیں۔ یہ گھریلو کریم پاؤں صاف رکھیں گی۔

قدرتی خوب صورت بال

چمکدار خوب صورت گھنے بال سب کو اچھے لگتے ہیں۔ عام طور پر ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ بال انسان کے سر پر پائے جاتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ ذہنی پریشانی، تناؤ، کام کی زیادتی اور ناقص غذا کی وجہ سے بھی بال گرنے لگتے ہیں اور ساری خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے۔ بال زیادہ گرنے لگیں تو مرد ہوں یا خواتین وہ پریشان ہوتے ہیں اور ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں۔

کیا آپ کے بال گر رہے ہیں

خواتین کے بال گرنے شروع ہو جائیں تو وہ پریشان ہو جاتی ہیں۔ مرد تو پھر بھی بڑی فراخدلی سے بالوں کا گرنا برداشت کرتے ہیں مگر خواتین تو نت نئے شیمپو آزماتی ہیں۔ پھر دوائیوں کی نوبت آجاتی ہے۔ اصل میں حمل کے دوران مختلف دواؤں کے استعمال سے مادہ ہارمون بڑھ جاتے ہیں ان کی وجہ سے بال گھنے اور خوب صورت آجاتے ہیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد بال گرنے لگتے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہارمون کم ہوتے ہی بالوں پر اثر پڑتا ہے جو خواتین ذہنی انتشار اور نیند کی کمی کا شکار ہوتی ہیں، ان کے بال بھی گرتے ہیں۔

ناقص غذا بھی بال کی کمی کا سبب بنتی ہے۔ جو عورتیں نشے کی عادی ہوتی ہیں یا ایسی دوائیں استعمال کرتی ہیں جن سے نشہ ہو ان کے بال بھی جلدی چمک دمک کھو کر گرنے لگتے ہیں۔ آج کل سمارٹ بننے کے چکر میں خواتین ڈائٹنگ کرتی ہیں۔ اس سے بھوک مر جاتی ہے اور بال گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

بالوں میں تیل نہ لگانے سے اور بالوں کو ہیئر ڈرائیر سے روزانہ سکھانے سے بھی بال خشک ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ بالوں کا ہیئر سٹائل بھاپ سے بدلوانا، ان کو پرم کرنا، ان کو رنگ دینا بھی بالوں کو خراب کرتا ہے۔ تیل کی مالش کرنے سے بالوں کی جڑوں میں چکنائی جاتی ہے اور وہ مضبوط اور گھنے ہوتے ہیں۔ تیل ڈالنے سے جلد کے نیچے کے غدود سرگرم ہو جاتے ہیں اور جلد میں چکنائی جذب ہونے لگتی ہے۔ تیل نہ لگانے سے بال خشک اور بے جان نظر آتے ہیں۔ بھربھرے ہو کر ٹوٹتے ہیں اور پھر باوجود کوشش کے ان کا قابو آنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ پھر گرتے ہی رہتے ہیں۔

وٹامن بی کی کمی سے بھی بال گرتے ہیں

کچھ لوگ زیادہ ہی حساس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں، ذرا

سی بات بھی ان سے برداشت نہیں ہوتی۔ خواتین چڑچڑی ہو جاتی ہیں، معمولی باتوں پر گھر میں شوہر، بچوں، سسرال والوں سے لڑنے لگتی ہیں۔ آخر میں یہ عادت اتنی پختہ ہوتی ہے کہ یہ پھر تو سڑک کا شور، بازار کا شور، بچوں کا شور برداشت نہیں کر سکتی۔ ایسے میں مرد ہو یا عورت اس کے بال گرنے لگتے ہیں اور گنجے پن کا آغاز ہوتا ہے۔

وٹامن بی (تھایا مائن) ایسے لوگوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ مگر اس کا استعمال دس سے چودہ ماہ تک کرنا پڑتا ہے۔ آپ بجائے گولیاں کھانے کے قدرتی طور پر وٹامن بی غذا میں شامل کریں۔ خالص مونگ پھلی کا تیل نکلوائیں اور ہر دوسرے روز اس کی مالش بالوں کی جڑوں میں کریں۔ سردی کا موسم ہو تو روزانہ مونگ پھلی کھائیں۔ آج کل ایسے کھانے پکائے جاتے ہیں جن میں مونگ پھلی ڈالی جاتی ہے۔

سوپ میں مونگ پھلی ڈالی جا سکتی ہیں۔ فرائی چکن میں آپ مونگ پھلی کے دانے سجا سکتی ہیں بسکٹ، کیک میں مونگ پھلی استعمال ہوتی ہے بیگن حیدر آبادی طریقے سے پکائیں تو اس میں آپ ناریل اور مونگ پھلی ڈال سکتی ہیں۔

آپ ڈاکٹر سے پوچھ کر وٹامن بی والی غذا زیادہ استعمال کریں۔ جو وٹامن غذا میں لیے جائیں ان کی کمی یا زیادتی سے ہمارے جسم کو کوئی نقصان نہیں ہوتا، جسم کو جتنی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے میں جذب کر کے بقیہ کو ضائع کر دیتا ہے۔ اسی لیے غذا میں آپ کو جسم کی ضرورت کے مطابق وٹامن لینے چاہئیں۔

وٹامن ڈی کی کمی

وٹامن ڈی کی کمی سے بال گرنا شروع ہوتے ہیں اور گنج پن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ بال اوائل عمر میں سفید ہونے لگتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہڈیوں کی کمزوری اور دوسری تکالیف بھی ہو جاتی ہیں، مثلاً دانت خراب ہوتے ہیں، معدہ متاثر ہوتا ہے، کھایا پیا ہضم نہیں ہوتا، کھل کر بھوک نہیں لگتی، طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے، کام کاج کو دل نہیں چاہتا۔

اگر یہ علامات ہوں تو آپ سمجھئے وٹامن ڈی کی کمی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے بال بھی سفید ہو رہے ہیں اور گر بھی رہے ہیں۔ مچھلی کا تیل تین گرام روزانہ پابندی سے پینے کی عادت ڈالئے، اس کی بو سے کچھ لوگ گھبراتے ہیں۔ پینے کے بعد دو چار دانے بھنے چنے کے کھانے سے منہ کا ذائقہ درست ہو جاتا ہے۔ بھنی ہوئی سونف الائچی سے بھی منہ سے خوشبو آنے لگتی ہے۔ یہ تیل کم از کم چھ ماہ لیں۔ سردی کا موسم ہو تو ہفتے میں دو بار مچھلی کھائیں اور بالوں کو کھول کر سورج کے سامنے تیس سے پچاس منٹ تک بیٹھیں تاکہ سورج کی شعاعوں سے بال وٹامن ڈی حاصل کر سکیں۔ گرمی میں بھی پانچ سے آٹھ منٹ بالوں کو صبح دھوپ دینی ضروری ہوتی ہے، اس طرح بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔

یہ سب قدرتی اور فطری علاج ہے۔ آپ اپنے ڈاکٹر سے پوچھ کر وٹامن ڈی کی خوراک جو وہ تجویز کرے کھا سکتی ہیں۔ گولیوں کے بجائے آپ غذائیت پر زور دیں تاکہ آپ کے جسم کو نقصان نہ ہو، بلکہ بال گرنے کے ساتھ اور جو تکالیف ہیں وہ بھی درست ہو جائیں۔

مہندی بالوں کے لیے فائدہ مند ہے

مہندی قدرتی تحفوں میں سے ایک ہے۔ صرف رنگ ہی نہیں بلکہ تاثیر کے اعتبار سے بھی اس کے متعدد فائدے ہیں۔ اس سے بالوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ بالوں کی بیماریاں مثلاً بالچر، گنج، خشکی کو بھی ختم کرتی ہے۔ مہندی میں تھوڑا سا سرکہ ملا لینے سے رنگ بھی آتا ہے اور بالوں میں بھی زیادہ چمک دمک بھی آ جاتی ہے۔

مہندی = 250 گرام
انڈا = 1 عدد
لونگ = 3 عدد
لیموں کا رس = 1/2 چمچہ
پانی = حسب ضرورت

ان سب کو ملا کر رکھ دیں اور بعد میں سر میں لگائیں۔ دو گھنٹے بعد سر دھو لیں۔ بال ملائم نظر آئیں گے اور آپ اپنی مرضی سے سیٹ بھی کر سکیں گی۔

❋ ❋ ❋

مہندی لگانے کی ہدایات

1۔ مہندی کو بالوں کی جڑوں میں لگایئے، مہندی نہ پتلی ہو اور نہ گاڑھی تاکہ آسانی سے لگ جائے۔

2۔ مہندی کا رنگ ہاتھوں پر آجاتا ہے، آپ دستانے پہن کر یا پلاسٹک کا لفافہ ہاتھ پر چڑھا کر مہندی لگا سکتی ہیں۔

3۔ مہندی لگا کر سونا نہیں چاہیے۔

4۔ مہندی کو اتار کر سر دھونے کے بعد آپ بال خشک کر کے جڑوں میں تیل ضرور لگایئے۔ مہندی سے بال خشک ہوتے ہیں۔ تیل کی مالش کر کے اگلے دن شیمپو کیجیے، آپ کے بال چمک جائیں گے۔

5۔ مہندی میں لیموں کا رس بھی شامل کر لیں تو بہتر ہے۔

6۔ بازار میں رنگیلی مہندی کہہ کر دکاندار جو مہندی دیتے ہیں اس میں ایک سفید سفوف ملا دیتے ہیں۔ مہندی اس سے خوب پھول جاتی ہے۔ آپ خاص طور پر سادی سبز مہندی خریدیے۔ مہندی کا رنگ بھورا نہ ہو بلکہ تیز سبز اور خوشبودار دیکھ کر لیجیے۔

7۔ مہندی میں آپ تھوڑا تیل بھی ملا سکتی ہیں، معمولی سا تیل ملانے سے مہندی اچھی لگے گی۔ بچیاں اور کالج کی لڑکیاں مہندی لگائیں تو سو گرام مہندی کا لوشن پتلا سا بنا کر ایک چمچہ تیل اور سرکہ ملا کر سر میں ڈیڑھ گھنٹے کے لیے لگائیں۔ لیکن سرکہ اصلی ہو، وہ میسر نہ ہو تو لیموں کا رس ملائیں۔

بالوں میں کنگھی کرنے کا طریقہ

رات کو سوتے وقت بالوں میں ضرور کنگھی کرنی چاہیے اور صبح اٹھ کر بالوں کو سب سے پہلے برش یا کنگھی سے سلجھا لینا چاہیے، اس طرح آپ کے بال مضبوط رہیں گے۔

ایسی کنگھی لیں جس کے دانے چھدرے اور آگے سے نوکیلے نہ ہوں۔ لکڑی کی کنگھی ایسی مل جائے تو بہتر رہتی ہے، کیونکہ اس سے بال الجھتے نہیں بلکہ جلدی سیدھے ہو جاتے ہیں۔

کنگھی کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیے کہ کنگھی کے دانے جلد پر رگڑ نہ کھائیں۔ بالوں کے سلجھنے کے بعد سر میں نرمی کے ساتھ کنگھی پھیریے تاکہ جلد کی سطح کی ورزش ہو جائے۔ نرم و نازک بالوں میں کنگھی کے بجائے ہاف راؤنڈ برش کا استعمال بہتر رہتا ہے۔ بال زیادہ الجھے ہوئے ہوں تو پہلے آہستہ آہستہ نیچے سے سلجھائیں اس کے بعد آپ اوپر سے بال سلجھانے شروع کریں، اس طرح وہ زیادہ ٹوٹیں گے نہیں۔

بالوں کی نوکیں نکل آتی ہوں تو آپ مہینہ میں ایک بار خود کاٹ دیں یا کسی کی مدد لے کر کٹوا لیں، اس طرح بال تیزی سے بڑھیں گے۔

اپنا برش اور اپنی کنگھی علیحدہ رکھیے۔ پندرہ روز بعد کنگھی کو تیز گرم پانی سے دھویئے تاکہ میل نکل جائے، بعد میں ڈیٹول کے چند قطرے 1/2 کپ پانی میں ملا کر کنگھی دھویئے اور سکھا کر رکھ لیجیے۔

بال دھونے کے دیسی طریقے

پہلے زمانے میں ملتانی مٹی سے سر دھویا جاتا تھا۔ پھر سرسوں کی کھل بھگو کر اس سے سر صاف کیا جاتا تھا، اس سے کھوپڑی کی جلد صحیح رہتی تھی، میل کچیل صاف ہو جاتا تھا۔ سرسوں کی کھل کا پانی موٹی ململ میں چھان لیا جاتا تھا اور اس پانی سے سر دھوتے تھے۔ دیہات میں تازہ گاڑھی چھاچھ سے سر دھویا جاتا تھا۔ چھاچھ سے بال چمکیلے اور مضبوط ہوتے ہیں مگر اس کی بو ناخوشگوار محسوس ہوتی ہے، بعد میں شیمپو کر لینا چاہیے۔

آملہ اور سیکاکائی خرید لیں۔ ایک پاؤ آملہ اور ایک چھٹانک سیکاکائی کی پھلیاں کوٹ کر رکھ لیں۔ دو بڑے چمچے سفوف کے پانی میں رات کو بھگو دیں۔ صبح اس پانی سے سر دھوئیں۔ یادام کی کھلی بازار سے لا کر رکھ لیں۔ تھوڑی سی پانی میں بھگوئیں اس سے سر دھونے سے بال نرم ہو جاتے ہیں۔

ماش کی دال آدھا کپ لے کر بھگو دیں، اسے باریک پیس کر سر دھوئیں بال لمبے اور گھنے ہو جائیں گے۔

چنے کی دال کا بیسن خود بنائیں۔ سر دھونے اور نہانے کے لیے بہتر رہتا ہے بشرطیکہ چکنے بال اور چکنی جلد ہو۔

خشک بالوں کے لیے ایک کپ دہی میں دو بڑے چمچے سرسوں کا تیل ملا کر پھینٹ لیں۔ سر میں لگانے کے دس منٹ بعد شیمپو کر لیں شیمپو نہ کریں تو سر میں بو ہو جاتی ہے۔ انڈا توڑ کر اس

میں زیتون کا تیل ایک چمچہ ملا کر سر میں لگائیں اور آدھے گھنٹے بعد سر دھوئیں۔ بال خوب صورت گھنے ہوں گے۔

سر میں خشکی ہو تو پرانا آم کا اچار تلاش کریں، اس کا تیل تھوڑا کر دہی میں ملا کر سر میں لگائیں پھر سر دھولیں۔

سیکا کائی سوپ سے سر دھونے سے بال سیاہ رہتے ہیں۔

سیکا کائی	= 1 چھٹانک
آملہ	= 1 پاؤ
ریٹھے	= 1/2 چھٹانک
میتھی دانہ	= 1/4 چھٹانک
کلونجی	= 1/4 چھٹانک
بڑ	= 1/2 چھٹانک
بہیڑہ	= 1/2 چھٹانک

ان سب چیزوں کو باریک پیس کر رکھ لیں۔ دو چمچے ایک کپ گرم پانی میں رات کو بھگو دیا کریں اور صبح اس سے سر دھولیا کریں۔ اس سے بال لمبے اور گھنے ہوتے ہیں۔ مٹی کے برتن میں گرمی کے موسم میں بھگوئیں تو تمام دن ٹھنڈک کا احساس رہتا ہے اور بال بھی بڑھتے ہیں۔

ضروری احتیاط، علاج اور ٹوٹکے

1۔ سر دھونے کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کریں البتہ سردیوں کے موسم میں ہلکے گرم پانی سے سر دھوئیں۔ تیز گرم پانی سے کبھی سر نہ دھوئیں، اس سے سر میں خشکی پیدا ہوتی ہے اور بالوں کی جڑیں کمزور ہونے کی وجہ سے بال گرنے لگتے ہیں۔

2۔ نہانے سے پہلے بالوں میں تیل لگائیں اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔

3۔ بازاری خوشبودار تیلوں کے بجائے ناریل یا سرسوں کا تیل استعمال کریں۔

4۔ کبھی کبھی نیم گرم پانی میں تھوڑا سا سرکہ اور لیموں کا عرق ملا کر اس سے سر دھولیا کریں۔

5۔ خوش رہنے کی کوشش کریں کیونکہ خوش رہنے اور بالوں کی تندرستی میں بہت گہرا تعلق ہے، چڑچڑے پن، فکر اور خوف سے سر کی شریانوں تک خون کی روانی میں باقاعدگی نہ ہونے سے بالوں پر اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ ہیجانی کیفیت میں شریانیں سکڑ جاتی ہیں اور بالوں کی جڑوں کو تقویت پہنچانے کے لیے خون کا پہنچنا بند ہو جاتا ہے۔ ذہنی پریشانیوں کے وقت آپ دس بارہ منٹ بالوں میں کنگھی کریں، یہ آپ کے دماغ اور بالوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

6۔ بال لمبے، گھنے اور چمکدار کرنے کے لیے مہندی کا ٹوٹکا: ایک چقندر، ایک ٹکڑا اونما سہ، ایک ٹی اسپون کافی، ایک ٹی اسپون چائے کی پتی کو چار پانچ گلاس پانی میں پکا کر ایک گلاس بنالیں، اب اسے چھان کر اس میں ایک چمچ لیموں کا رس، دو چمچ سرسوں کا تیل اور حسب ضرورت مہندی گھول کر کچھ گھنٹے کے لیے رکھ دیں، پھر بالوں میں لگائیں۔ بے حد خوبصورت عمدہ اور پکا رنگ آئے گا اور بال بھی چمکدار ہو جائیں گے۔

7۔ دہی میں شکر ملا کر بالوں کی جڑوں میں لگانے سے خشکی میں افاقہ ہوتا ہے۔

8۔ اس کے علاوہ ایک آزمودہ ٹوٹکا: ایک بڑا چمچہ مہندی، ایک چمچہ سرسوں کا تیل، ایک انڈا دیسی مرغی کا اور آدھے لیموں کا رس۔ ان کو ملا کر چند گھنٹے کے لیے سر پر لگائیں اور پھر بال دھولیں۔ تین چار ماہ بعد یہ ٹوٹکا کر لیا کریں تو کبھی خشکی نہیں ہوگی۔

موٹاپا اور اس کا علاج

زیادہ موٹاپے کو عام طور پر پسند نہیں کیا جاتا۔ اس لیے خوراک وغیرہ کے سلسلے میں ایسی احتیاط کرنا بہت ضروری ہے جس سے موٹاپا مزید بڑھتا ہو۔

اس کا ایک طریقہ ڈائٹنگ بھی ہے لیکن اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ آپ فاقہ کشی کرنے لگیں اور بھوک سے بدحال ہو کر اپنے جسم کو مکمل طور پر تباہ کر لیں۔ ڈائٹنگ سے مراد اعتدال سے کھانا ہے اس کے لیے آپ کو اپنے لیے ایسا غذائی چارٹ مرتب کرنا ہوگا جس میں موٹاپے کو مزید بڑھانے یا چربی کو جسم میں جمع کرنے کی قوت کم ہوتی ہے۔ آپ اپنی روزمرہ کی خوراک میں کچھ تبدیلیاں پیدا کر کے جسم کو متوازن کر سکتی ہیں۔ آپ کو اس کے لیے ایسی تبدیلیاں

کرنی چاہئیں جو ہمیشہ کے لیے آپ کو اس مرض سے محفوظ رکھ سکے اور آپ اس غذائی پلان کو اپنا سکیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر انسان کو ہر روز کتنے حراروں کی توانائی درکار ہوتی ہے اور آپ ان میں سے کتنے حراروں کی توانائی کم کر کے اپنے آپ کو فاقہ کشی سے بچا کر متوازن خوراک کے ساتھ جسم کو خوب صورت بنا سکتی ہیں۔

ایک عام خاتون کو جو گھر کا زیادہ کام کاج نہیں کرتی ہیں، ان کے لیے ایک ہزار حرارے کافی ہوتے ہیں جب کہ عام عورت جو گھر کے تمام کام انجام دیتی ہے، دو ہزار اور مرد کو دو ہزار پانچ سو حراروں کی روزانہ ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تو تھی روزانہ کی ضرورت جو آپ کے بدن کو درکار ہے۔ اب اگر آپ کا جسم فربہ ہے اور چربی کی تہہ زیادہ جم گئی ہے تو آپ اپنی خوراک میں سے دو سو پچاس حراروں کو کم کر دیجیے۔ دو ہزار والی خواتین پانچ سو حراروں کی اور دو ہزار پانچ سو والی سات سو حراروں کو کم کر سکتی ہیں اس سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا بالکل اسی طرح جیسے ایک گلاس پانی کی پیاس ہو تو آپ پونا گلاس پانی پی لیتیں ہیں۔ اب آپ اپنے لیے حراروں کی حد مقرر کر کے اس پر عمل کیجیے اور خود کو اس پر سختی سے پابند کیجیے ورنہ آپ کا وزن کم نہیں ہوگا۔ ہمیشہ کے لیے اس مرض سے نجات پانے اور محفوظ رہنے کے لیے ایسی تبدیلیاں جو کہ آپ کو با آسانی دستیاب ہوں۔

چند احتیاطی تدابیر و خوراک

- ☆ دہی کا استعمال رکھیں۔ گھی کی بجائے کوکنگ آئل استعمال کریں۔
- ☆ مچھلی، مرغی زیادہ کھائیں، کیونکہ ان میں چربی کم اور پروٹین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔
- ☆ دودھ پینا چاہیں تو بغیر بالائی کا بلکہ ہو سکے تو چھاچھ پئیں۔
- ☆ چینی اور نمک دونوں کم مقدار میں برائے نام استعمال کریں۔

مٹھائی اور مشروبات مت پئیں۔ البتہ سبزیاں وافر مقدار میں کھائیں۔ کھانے کے وقفے میں صرف زود ہضم پھل کھائیں مثلاً سوکی وغیرہ۔ لیکن یہ یاد رکھیں آپ کے حراروں کی تعداد مقرر کردہ حراروں سے کسی طور تجاوز نہ کرے۔

ورزش

صحت و تندرستی کے لیے ورزش جسم کا فطری طریقہ ہے۔ اگر آپ اپنے جسم کو متوازن اور خوب صورت بنانا چاہتی ہیں تو ہلکی پھلکی ورزش ضرور کیجیے۔ یہ جسم کے اعضا کو تقویت اور عمر کی پرچھائیوں کو دور کر دیتی ہے۔ ایسی ورزش جو آپ گھر میں باآسانی کر سکتی ہیں۔ یہ آپ کی صحت کو برقرار اور جسم کو دلکشی بخشنے والے اعضا میں خوب صورتی اور جاذبیت عطا کرے گی۔ آپ آدھے گھنٹے کی روزانہ مشق سے اپنے جسمانی خطوط کو توازن دے سکتی ہیں اور اپنی خوبصورتی اور دلکشی میں اضافہ کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ ورزش کے لیے آپ گھر کا ایک حصہ مخصوص کر لیں۔

موٹاپا کم کرنے کی ورزش

آپ سیدھی کھڑی ہو جائیں، اس طرح کھڑی ہوں کہ دونوں ایڑیاں آپس میں ملائیں۔ اب آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر کولہوں پر اس طرح رکھیں جیسے دائیں بائیں سے کمر کو پکڑتے ہیں۔

اب آپ آہستہ آہستہ آگے کی جانب جھکیں یہاں تک بالائی حصہ کمر پر وزن رکھے ہو۔

اب آپ بالکل سیدھی کھڑی ہونے کے بعد دائیں طرف جھکیں اور اس عمل کو پیچھے کی جانب گھماتے ہوئے بائیں طرف لائیں۔

اس عمل کو کرنے کے بعد اپنی پہلے والی پوزیشن میں آ جائیے۔

اب آپ دھڑ کو پیچھے کی جانب جھکائیں لیکن ہاتھ بدستور کولہوں پر ہی رہنے چاہئیں اور ٹانگیں سیدھی ملا کر رکھیں، ان میں بالکل خم نہیں ہونا چاہیے۔

یہ عمل آپ پانچ پانچ مرتبہ دہرائیں اور کوشش کیجیے کہ آپ کمر کو زیادہ حرکت دے سکیں۔ لیکن خیال رہے کہ اس مشق کا فائدہ اسی وقت ہے جب اسے قاعدے کے مطابق اور ترتیب وار کریں۔

فوائد: اس مشق سے آپ کی کمر کی چربی کم، کولہوں کا بھاری پن ختم اور جسم سڈول ہوگا۔ لیکن اس ورزش کو آپ متواتر کریں، یہ آسان بھی ہے گھر پر ہی کر سکتی ہیں۔

آنکھوں کی حفاظت

چمکدار اور روشن آنکھوں کے لئے مناسب نیند بہت اہم

ہے ابتدا رات کے دوران آپ کا مقصد تھوڑی تھوڑی نیند لینا بہت ضروری ہے۔

اگر آپ کی آنکھیں تھکی ہوئی ہوں تو دن میں بھی متعدد بار پانچ یا زیادہ منٹوں کے لیے آنکھوں کو ہاتھوں اور ہتھیلیوں سے بند کر کے آرام کیا جا سکتا ہے۔

ایسی خوراک استعمال کریں جس میں وٹامن اے وافر مقدار میں موجود ہو۔ جب بھی کوئی ہیئر اسپرے یا ایروسول وغیرہ سر پر ڈالیں تو تب بھی احتیاط رکھیں کہ کوئی قطرہ آنکھوں کے قریب بھی نہ پڑے اور اس کا رخ بھی آنکھوں سے دور ہی رہے۔ اگر لینس استعمال کریں تب بھی آنکھوں کو بہت زیادہ احتیاط سے رکھیں۔ کبھی کبھی آنکھوں کو تیزی سے جھپکانا بھی آنکھوں کو صاف کر دیتا ہے اور خشکی سے نجات ملتی ہے۔ آنکھوں کی نچلی جلد کو کبھی بھی مت پھیلائیں کبھی انہیں نہ کھینچیں اور آرام سے ہی صاف کریں۔

آنکھوں کے نیچے اگر سیاہ حلقے ہوں یا بوجھل پن محسوس ہو تو کاٹن کے پیڈز کو ٹھنڈے وچ ہیزل میں بھگوئیں، لیٹ جائیں اور آنکھوں پر پیڈز رکھیں، پندرہ منٹ کے بعد یہ پیڈز آنکھوں پر سے ہٹا لیں۔

اگر آپ مطالعہ کرنا چاہتی ہوں تو روشنی کا معقول انتظام لازما کریں۔ روشنی اوپر سے یا پیچھے سے کتاب پر پڑنی چاہیے آنکھوں پر نہیں پڑے۔

گھر میں آنکھوں کے لیے یہ مرکب تیار کریں: یخ کدو کے بہت چھوٹے ٹکڑے بنا لیں یا کچے آلو کے پتلے ٹکڑے کاٹ کر ان کا چھلکا اتار دیں، ان کو اچھی طرح دھو کر صاف کریں پھر ریشم یا سوتی کپڑے کی پٹی پر رکھ کر آنکھوں پر باندھ لیں۔

نیم گرم چائے کی پتی کی تھیلیوں کو چائے کے برتن سے نکال کر آنکھوں پر رکھیں یہ آئی پیڈ کا کام دیں گے۔

وچ ہیزل چائے کا ہلکا سا محلول، عرق گلاب میں روئی بھگوئیں، اس کو دس سے پندرہ منٹ تک آنکھوں پر رکھیں۔ روئی کی جگہ ککڑی یا کھیرے کے قتلے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ تازہ انجیر کا لیپ بھی فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

کھجلائی ہوئی آنکھوں پر کچے آلو کو کش کر کے ململ کے کپڑے میں لپیٹ کر آنکھوں پر رکھیں۔ صبح اٹھ کر آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ماریے آہستگی سے زور سے نہیں۔

نیم گرم دودھ، وچ ہیزل، عرق گلاب، چائے کے ہلکے محلول میں تر کی ہوئی روئی آنکھوں پر رکھیں اور آہستہ سے دبایئے اور دس منٹ کے لیے چھوڑ دیں۔

دانتوں کا آنکھوں سے خاص تعلق ہے اس لیے دانتوں کے صاف اور مضبوط رہنے سے آنکھیں بھی ٹھیک رہتی ہیں۔ لہٰذا دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

جسمانی ورزش آنکھوں کو صاف خون مہیا کرتی ہے۔ صبح کو کھلی فضا میں گہرے سانس کی مشق آنکھوں کو نئی زندگی عطا کرتی ہے۔ ورزش میں گردن اور آنکھوں کے اعضا کو خاص طور پر حرکت ملنی چاہیے۔

صبح ننگے پاؤں ٹھنڈی گھاس پر چلنا آنکھوں کی روشنی بڑھانے میں نہایت فائدہ مند ہے۔ آنکھیں ہمیشہ ٹھنڈک پسند کرتی ہیں اس لیے انہیں ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کریں۔

آنکھوں کو دھوئیں اور آگ کی تیز آنچ سے بچائیں، دھواں لگنے پر آنکھیں ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح دھوئیں۔

آنکھوں کو کبھی زور سے نہ ملیں یہ جسم کا ایک نازک عضو ہے اور زیادہ دباؤ برداشت نہیں کر سکتیں۔

رات کو سونے سے پہلے سرسوں کے تیل سے آنکھوں کے چاروں طرف ہلکی ہلکی مالش کریں اس سے آنکھوں کو بہت آرام ملے گا۔ خیال رہے کہ مالش آنکھوں کے اوپر نہ جائے۔

آنکھوں کے کسی مریض کا تولیہ رومال ہرگز استعمال نہ کریں۔

سر پر گرم پانی ڈالنا درست نہیں، گرم پانی سر پر ڈالنے سے بینائی کمزور ہوتی ہے۔ گرم پانی سے آنکھوں کو کبھی مت دھوئیں، البتہ اگر آنکھ میں چوٹ لگ جائے تو نیم گرم پانی سے آپ آنکھ ضرور سینک سکتے ہیں بصورت دیگر صرف ٹھنڈا پانی ہی استعمال کیا جائے۔

صبح طلوع آفتاب (نکلتے سورج) کی روشنی آنکھوں پر لیں۔ اگر سورج کچھ زیادہ نکل آیا ہو تو آنکھوں کو بند کر کے اس کی روشنی

آنکھوں پر نیم یا کیلا وغیرہ کا سبز پتا آنکھوں پر رکھ کر سورج کو دیکھیں۔ سبز کپڑا رکھ کر بھی سورج کی روشنی لی جاسکتی ہے۔

چند مفید چٹکلے

کانوں کے پردے ملائم اور بہرہ پن دور کرنے کے لیے

کانوں میں کڑوا تیل یا روغن بادام ڈالنے سے کانوں کے پردے ملائم اور بہرہ پن دور ہوجاتا ہے۔

ہاتھوں کی جلد کا کھردرا پن اور بدرنگی دور کرنا

روغن زیتون، روغن بادام، مکھن اور بالائی کا مساج کرنے سے ہاتھوں کی جلد کا کھردرا پن اور بدرنگی دور ہوجاتی ہے۔

ہاتھوں کو نرم اور ملائم کرنے کا طریقہ

ہاتھوں پر زیتون کا تیل یا ٹماٹر کے ٹکڑے، گلیسرین، لیموں کے رس کو سونے سے پہلے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر ملنے سے ہاتھ نرم ہوجائیں گے۔

سردیوں میں چہرے کی خوب صورتی کے لیے

روزانہ دودھ میں دو چمچ شہد ملا کر پینے سے سردیوں میں چہرے کی خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔

آنکھوں کی زردی ختم کرنے کے لیے

چقندر کو چھیل کر اس کا پانی نچوڑ لیں اور پھر یہ پانی ناک میں چھڑکیں۔ آنکھوں میں یرقان کے باعث پیدا ہونے والی زردی بھی ختم ہوجائے گی۔

ہونٹوں کا پھٹ جانا

بعض اوقات سردی یا ہوا لگنے سے ہونٹ پھٹ کر سخت تکلیف کا موجب بنتے ہیں، اس کے لیے سیب کے بیج بقدر حاجت خوب پیس کر گاڑھا کرکے سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کرکے سوجائیں، صبح تک مرض کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔

بال گرنے سے بچانے کے لیے

چند روز تک مولیاں روز کھائیں، اس طرح بال گرنے بند ہوجائیں گے اور نئے بال پیدا ہونے لگیں گے۔ اگر گنجے آدمی کے سر پر مولی کا پانی ملیں، تو اس کا بھی وہی اثر ہوگا۔

پھٹی ہوئی پاؤں کی ایڑیوں کے لیے

موم اور چھوٹے گوشت کی چربی برابر مقدار میں آگ پر پگھلانے کے بعد ٹھنڈی ہونے سے پہلے ایڑیوں پر لگا کر جرابیں پہن کر سوجائیں، صبح یہ لیپ اتار دیں، چند دنوں کے بعد پھٹی ہوئی ایڑیاں ٹھیک ہوجائیں گی۔

پاؤں میں پسینہ آنے کی صورت میں

جوتا پہننے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر پسی ہوئی پھٹکری لگانے سے پاؤں میں پسینہ نہیں آئے گا، اس کے علاوہ ہر روز بلاٹنگ پیپر کا تلا بھی رکھا جاسکتا ہے۔

خارش کا علاج

اگر کسی کو خدانخواستہ خارش ہوجائے تو پیاز کا رس نکال کر اسے خارش والی جگہ پر آہستہ آہستہ ملیں، فائدہ ہوگا۔

سر کی خشکی

چقندر کے پتوں کو ابال کر اس پانی سے سر دھونے سے بالوں کی خشکی دور ہوجاتی ہے (یہ آزمودہ نسخہ ہے)۔

سر کے چکروں کے لیے

اگر کسی کے سر میں چکر آتے ہوں، آنکھوں تلے اندھیرا چھا جاتا ہو تو کدو کاٹ کر اس کا ٹکڑا پیشانی پر ملیں، روزانہ اس عمل سے مرض سے نجات ملے گی۔

دماغی تھکن کے لیے

شہد ایک زندگی سے بھرپور ٹانک ہے، اس کے اس قدر فوائد ہیں کہ ایک پوری کتاب شہد پر لکھی جاسکتی ہے۔

دماغی کام کرنے کے بعد اگر تھکن محسوس ہو تو ایک گلاس نیم

گرم پانی میں ایک چمچ شہد گھول کر پی لیں، تمام تھکن دور ہو جائے گی۔ نیند نہ آنے کی شکایت میں بھی یہ ترکیب استعمال کریں۔

بالوں کی چمک دمک

بالوں کی چمک دمک عموماً خشکی کی وجہ سے یا پھر بہت زیادہ دھونے کی وجہ سے ''ڈل'' سی ہو جاتی ہے۔ بالوں میں زیادہ جیل یا موس (Jel / Moss) لگانے سے یا ڈرائی کرنے سے بھی چمک متاثر ہوتی ہے۔ ایسے بالوں کے لیے کوئی سا بھی تیل (سوائے ناریل کے) لے کر سر دھونے سے قبل مساج کریں۔ بال دھونے والے پانی میں تھوڑا سا سرکہ یا لیموں کا رس ملانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

آنکھوں کے گرد حلقے

آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے چہرے کی خوب صورتی کو داغدار کر دیتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہے۔ بے آرامی، دیر تک رات کو جاگنا یا کسی اندرونی خرابی کی وجہ سے۔

ٹھنڈے پانی میں روئی کے دو پھاہے بھگو کر نچوڑ لیں اور ان پر تھوڑا سا عرق گلاب چھڑک کر ان پھاہوں کو آنکھوں پر رکھ کر سکون سے پندرہ منٹ کے لیے لیٹ جائیں، یہ عمل ہر روز کریں اور پھر کچھ عرصے بعد دیکھیں، حلقے دور ہونے لگیں گے۔

ان حلقوں کے لئے گاجروں کا جوس پئیں اور ایسی خوراک جس میں وٹامن اے ہو، کھایا کریں۔

شہد کی مکھی کاٹ لے تو؟

اگر کبھی شہد کی مکھی کاٹ جائے تو تھوڑے سے پانی میں بیکنگ سوڈا ملا کر پیسٹ سا بنا کر زخم پر لگائیں۔ زخم پر تازہ کٹی ہوئی پیاز کی سلائس رگڑنے سے بھی مکھی کے زہر کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

پاؤں کی انگلیوں میں خارش

لمبی سیر یا چلنے کے بعد آپ کے پاؤں پسینے سے گیلے ہو رہے ہوں تو آپ کے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خارش سی ہونے لگتی ہے۔

اس کے لیے برسوں کا بزرگوں کا بتایا ہوا ٹوٹکا یہ ہے کہ پیاز کی ایک سلائس لے کر پاؤں کے تلوؤں پر ملیں تاکہ اس کا رس اندر جذب ہو سکے، پھر ٹھنڈے پانی سے دھو لیں۔

ہاتھ صاف کرنا

ہاتھ بہت گندے ہو رہے ہوں تو ایک ٹی اسپون موٹی دانے دار چینی میں چند قطرے تیل ملا کر ہتھیلیوں اور انگلیوں پر ملیں۔ ہاتھ بالکل صاف ہو جائیں گے۔

نیز لیموں کے ٹکڑے ہاتھوں پر رگڑنے سے داغ دھبے صاف ہو جاتے ہیں۔

حصہ پنجم

بچوں کی صحت و تربیت

بچے کی پرورش ماں کے دودھ سے
بچوں کی صحت اور بیماریاں
بچوں کی نفسیاتی تربیت
بچوں کی اسلامی تربیت

بچے کی پرورش، ماں کے دودھ سے

ماں کے لیے یہ بات احسن بھی ہے ممکن بھی ہے کہ اپنے بچے کو اس وقت تک چھاتی سے دودھ پلاتی رہے جب تک اسے کوئی ناگزیر مسئلہ پیش نہ آئے۔ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو بہت سے طریقے ہیں جنہیں اختیار کر کے وہ اسے حل کر سکتی ہے اور بچے کو دودھ پلانا جاری رکھ سکتی ہے۔ اس باب میں صحت مند طریقے سے بچے کو دودھ پلانے کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں جن سے دودھ پلانے کے دوران پیدا ہونے والے عام مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ماں کا دودھ سب سے بہتر کیوں ہے؟

دنیا بھر میں جو قدیم ترین اور صحت مندانہ عادات اور رواج پائے جاتے ہیں، ماؤں کا بچوں کو اپنا دودھ پلانا، ان عادات اور رواجوں میں سے ایک ہے، لیکن چونکہ دنیا بدل رہی ہے اس لیے نئے معاشرے کی عورتوں کے ذہن میں اس کام کی نوعیت اور اہمیت کے حوالے سے بعض سوالات جنم لیتے ہیں۔ اس باب میں ایسے ہی سوالات کے جوابات فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ خواتین کو اپنے اور بچے کے اس خوشگوار اور عظیم تعلق کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

ماں کے دودھ کی اہمیت

ماں کا دودھ وہ واحد مکمل غذا ہے جو بچوں کو صحت مند اور طاقت ور بنا سکتی ہے۔

☆ ماں جب بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے تو اس عمل کے باعث، ماں کی بچہ دانی سے زچگی کے بعد جاری ہونے والے خون کو بند کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ ماں کا دودھ مختلف بیماریوں اور انفیکشن سے بچے کی حفاظت کرتا ہے مثلاً ذیابیطس (شوگر)، سرطان، (کینسر)، اسہال (دست آنا) اور نمونیا، ان بیماریوں کے خلاف ماں کے جسم میں جو دفاعی قوت پائی جاتی ہے، وہ ماں کے دودھ کے ذریعے بچے کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے۔

☆ بچے کو اپنا دودھ پلانے کے باعث ماں خود کئی بیماریوں سے محفوظ رہتی ہے، مثلاً سرطان (کینسر)، اور ہڈیوں کا بے لچک ہو جانا (جو ذرا سی چوٹ لگنے سے ٹوٹ سکتی ہے اسے ہڈیوں کی خستگی کہتے ہیں)۔

☆ ماں جس وقت بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے، اس وقت بچہ کے لیے دودھ ہمیشہ تیار رہتا ہے، یہ دودھ نہایت صاف ستھرا ہوتا ہے اور اس کا درجہ حرارت ہمیشہ مناسب رہتا ہے۔

☆ ماں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے تو اس عمل سے ماں اور بچہ دونوں آپس میں قربت اور گہرا تعلق محسوس کرتے ہیں اور دونوں کو ایک تحفظ کا احساس رہتا ہے۔

☆ کچھ عورتیں بچے کو اپنا دودھ پلانے کے باعث، دوبارہ جلد حاملہ ہونے سے محفوظ رہتی ہیں۔

☆ اگر آپ اپنے بچے کو اس کی عمر کے پہلے چھ مہینوں میں ماں کے دودھ کے سوا کوئی غذا نہ دیں تو یہ سب سے بہتر ہوگا۔

☆ جو ادارے شیر خوار بچوں کے لیے مصنوعی دودھ تیار کرتے ہیں، ان کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ مائیں، بچوں کو اپنا دودھ پلانے کے بجائے، ان اداروں کا تیار کیا ہوا مصنوعی دودھ

پلائیں تاکہ یہ ادارے دولت کما سکیں۔ بوتل سے دودھ پلانا یا تیار شدہ دودھ (فارمولا) دینا اکثر نہایت غیر محفوظ ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسے لاکھوں بچے غذا کی کمی کا شکار ہوجاتے ہیں، بیمار پڑجاتے ہیں یا مرجاتے ہیں جنہیں بوتل سے دودھ پلایا گیا تھا یا فارمولا دودھ دیا گیا تھا۔

☆ فارمولے کے تحت تیار کیا گیا دودھ یا دیگر اقسام کے دودھ مثلاً ٹن میں محفوظ کیا گیا دودھ یا جانوروں کا دودھ، بیماریوں سے بچوں کی حفاظت نہیں کرسکتا۔

☆ فارمولا اور دوسری اقسام کے دودھ کی وجہ سے بچہ بیمار ہوسکتا ہے اور اس کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ اگر فارمولا دودھ بنانے کے لیے پانی کو اور یہ دودھ دینے کے لیے بوتل اور نپل کو کافی دیر تک نہ ابالا گیا ہو تو دودھ کے ساتھ نقصان دہ جراثیم بچے کے جسم میں پہنچ جاتے ہیں اور وہ اسہال (دست) کا شکار ہوجاتا ہے۔

☆ جب بچے ماں کی چھاتی سے دودھ پیتے ہیں تو وہ چھاتی سے دودھ حاصل کرنے کے لیے اپنی زبان استعمال کرتے ہیں۔ یہ عمل "دودھ چوسنا" کہلاتا ہے۔ ماں کی چھاتی سے بچے کا دودھ چوسنا، کسی بوتل کے نپل سے بچے کے دودھ چوسنے سے بہت مختلف عمل ہے۔ جب بچے کو بوتل یا مصنوعی چسنی (ربڑ کی چسنیا فرضی چسنی) کے ذریعے دودھ دیا جاتا ہے تو یہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے بچہ یہ بھول جائے کہ ماں کی چھاتی سے دودھ کس طرح چوسنا چاہیے کیونکہ بوتل، بچے کو دوسرے طریقے سے چوسنا سکھاتی ہے اور اگر بچہ ماں کی چھاتی سے بار بار دودھ نہیں پیے گا تو ماں کے سینے میں دودھ بننے کا عمل رک جائے گا اور یوں بچے کو دودھ ملنا پوری طرح بند ہوجائے گا۔

☆ بوتل سے دودھ پلانے پر بہت زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔ ایک بچے کو اس کی عمر کے پہلے سال میں مصنوعی دودھ دینے کے لیے ۴۰ کلوگرام فارمولا پاؤڈر کی ضرورت پڑتی ہے۔ بچے کے ایک دن کی ضرورت کا فارمولا دودھ خریدنے اور پھر اسے تیار کرنے کے لیے پانی ابالنے (ایندھن کے خرچ) پر اتنی زیادہ رقم خرچ ہوسکتی ہے جو بعض اوقات کسی گھرانے کی ہفتے بھر یا مہینے بھر تک کی کمائی سے زیادہ ہوتی ہے۔

اس صورت حال سے بچنے کے لیے کچھ والدین مصنوعی یا فارمولا دودھ کو کفایت سے خرچ کرنے کی کوشش میں کم پاؤڈر یا زیادہ پانی استعمال کرتے ہیں تاکہ دودھ دیر میں ختم ہو اس طرح بچہ غذا کی کمی کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے جسم کے بڑھنے کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور وہ اکثر بیمار رہنے لگتا ہے۔

نوزائیدہ بچے کو دودھ پلانا

ماں کو چاہیے کہ زچگی کے بعد پہلے ہی گھنٹے میں بچے کو اپنا دودھ پلائے اس عمل کے باعث ماں کی بچہ دانی سے خون بہنا رک جائے گا اور بچہ دانی سکڑ کر معمول کی حالت میں آنے میں مدد ملے گی۔ جب ماں بچے کو اپنے سینے سے لپٹا لیتی ہے اور بچہ ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنے لگتا ہے تو ماں کی چھاتی سے دودھ جاری ہونے میں مدد ملتی ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد دو یا تین دن تک ماں کی چھاتی سے زرد رنگ کا دودھ آتا ہے۔ یہ دودھ کلوسٹرم کہلاتا ہے۔ نوزائیدہ بچے کو زرد رنگ کے دودھ ہی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس دودھ میں وہ تمام غذائیت موجود ہوتی ہے جس کی کسی نوزائیدہ بچے کو ضرورت پڑتی ہے۔ کلوسٹرم ہی بچے کو بیماریوں سے بچاتا ہے۔ کلوسٹرم بچے کے حلق کو صاف ستھرا بھی رکھتا ہے۔ بچے کے حلق کو صاف رکھنے کے لیے جڑی بوٹیاں یا چائے استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

چھاتی سے دودھ کیسے پلائیں

بچے جب بھی بھوکے ہوتے ہیں، پیاس محسوس کرتے ہیں، بیماری کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں، ان کا جسم بڑھ رہا ہوتا ہے یا پھر انہیں آرام کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ماں کی چھاتی سے لگ کر دودھ پینا چاہتے ہیں چنانچہ اگر کبھی آپ کی سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ بچہ درحقیقت کیا چاہتا ہے تو بچے کو اپنا دودھ پلائیں۔

بچے کو دونوں چھاتیوں سے دودھ پلائیں لیکن بچے کو پہلے ایک چھاتی کا دودھ ختم کرلینے دیں پھر اسے دوسری چھاتی کا دودھ

دینا شروع کریں۔ بچہ جب چند منٹ تک ماں کا دودھ پیتا رہتا ہے تو ماں کی چھاتی سے پہلے کے مقابلے میں زیادہ سفید دودھ آنے لگتا ہے، اس دودھ میں ابتدا میں آنے والے دودھ کے مقابلے میں چکنائی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کو اس چکنائی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے یہ بات اہم ہے کہ بچے کو پہلے ایک چھاتی سے پورا دودھ پی لینے دیں پھر اسے دوسری چھاتی سے دودھ پلایا جائے۔ اگر بچہ ایک بار میں صرف ایک چھاتی سے دودھ پیتا ہے تو اگلی مرتبہ اسے دوسری چھاتی سے دودھ پلائیں۔

رات اور دن میں جب بھی آپ کا بچہ بھوکا ہو اسے اپنا دودھ پلائیں۔ بہت سے نوزائیدہ بچے ہر تین گھنٹے بعد ماں کا دودھ پیتے ہیں۔ خصوصاً اپنی عمر کے ابتدائی چند مہینوں تک ان کا یہی معمول رہتا ہے۔ بچہ جتنی دیر تک ماں کا دودھ پینا چاہے اور جتنی بار پینا چاہے اسے دودھ پلائیں۔ بچہ آپ کا دودھ جتنا زیادہ پیے گا، آپ کے سینے میں اتنا ہی زیادہ دودھ تیار ہوگا۔

بچے کو اناج، دلیہ، دیگر اقسام کے دودھ یا چینی ملا کر پانی دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ گرم موسم میں بھی اس کی ضرورت نہیں۔ یہ چیزیں بچے کو دی جائیں گی تو وہ ماں کا دودھ پینا کم کر دے گا اور اس لیے کہ عمر کے ابتدائی چار سے چھ مہینوں میں ایسا ہونا بچے کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ جو مائیں رات میں اپنے بچوں کو اپنے ساتھ سلاتی ہیں وہ بچوں کو اپنا دودھ آسانی سے پلا سکتی ہیں۔ اگر ماں بچے کے ساتھ سوتی ہے تو وہ بچے کو دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ نہایت آرام سے نیند بھی لے سکتی ہیں اور بچے کی ضرورت کا خیال بھی رکھ سکتی ہے۔

بچے کے پیٹ میں چلی جانے والی ہوا باہر نکالنا (ڈکار دلانا)

کچھ بچے جب دودھ پیتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ان کے پیٹ میں چلی جاتی ہے، جس سے وہ بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ آپ بچے کے پیٹ میں چلی جانے والی ہوا کو باہر نکال سکتی ہیں۔ اس غرض سے آپ بچے کو اپنے کندھے یا سینے سے لگا لیں اور اس کی پیٹھ کو اپنے ہاتھ سے سہلائیں یا ہلکے ہلکے تھپکیں۔ یہ کام آپ بچے کو گود میں بٹھا کر یا لٹا کر بھی کر سکتی ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں آپ کسی بے چین یا معمول سے زیادہ چیخنے چلانے والے بچے کو آرام پہنچا سکتی ہیں۔

بچے کو کس طرح تھامیں

جب آپ بچے کو اپنا دودھ پلا رہی ہوں تو اس موقعے پر بچے کو تھامے رکھنے کی اہمیت ہے، تاکہ بچہ چھاتی سے دودھ آسانی کے ساتھ چوس اور نگل سکے۔ ماں کو بھی پرسکون اور آرام دہ حالت میں بیٹھنا یا لیٹنا چاہیے تاکہ اس کی چھاتیوں سے دودھ اچھی طرح رواں ہو سکے۔ بچے کو دودھ پلاتے ہوئے اپنے ہاتھ یا بازو سے، بچے کے سر کو تھامے رکھیں بچے کا سر اور جسم بالکل سیدھ میں ہونے چاہئیں۔ بچے کا منہ پوری طرح کھلنے کا انتظار کریں پھر بچے کو اپنی چھاتی کے قریب لائیں اور اپنی چھاتی کے نپل (بھٹنی) سے بچے کے نچلے ہونٹ کو گدگدائیں، تب بچے کو اپنی چھاتی سے لگا لیں۔ جب بچہ اپنے منہ میں نپل پوری طرح لے لے تو اس کا منہ نپل اور چھاتی کے کچھ حصے سے پوری طرح بھر جانا چاہیے۔ اگر آپ کو، بچے کو اپنا دودھ پلانے میں مشکل پیش آ رہی ہے تو کسی ایسی عورت کی مدد حاصل کریں جسے اس کام کا تجربہ ہو۔ اکثر صورتوں میں ایسی عورت، خاصی مدد دے سکتی ہے۔ کبھی کبھی یہ جاننے کے لیے مشق کی ضرورت پڑتی ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کے موقع پر آپ کے لیے لیٹنے یا بیٹھنے کی سب سے بہتر حالت کون سی ہے۔ اس طرح بچہ بھی ٹھیک طریقے سے دودھ چوسنا مشق کے ذریعہ ہی سیکھے گا۔

ذیل میں وہ علامات درج کی جا رہی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جس طرح دودھ پلاتے ہوئے بچے کو تھاما ہوا ہے یا بچے نے چھاتی کو جس قدر اپنے منہ میں لے رکھا ہے، اس میں کوئی غلطی یا خامی ہے۔

☆ اگر بچہ بے چین ہے، چیخ چلا رہا ہے یا دودھ نہیں پینا چاہتا تو ممکن ہے کہ وہ بے آرامی محسوس کر رہا ہو۔

☆ اگر بچے کا جسم، آپ کے جسم کے مقابل یا سامنے نہ ہو، مثلاً وہ اپنی پشت کے بل لیٹا ہوا ہو اور ماں کی چھاتی تک پہنچنے کے لیے اپنا سر موڑ رہا ہو۔

☆ اگر آپ دیکھیں کہ بچے کے دودھ پینے کے دوران آپ کی چھاتی کے نپل کے گرد کا کالا حصہ (ہالہ پستان) بچے کے منہ سے باہر نظر آرہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نپل کا کافی حصہ اس نے منہ میں نہیں لیا ہوا ہے۔

☆ اگر بچہ جلدی جلدی دودھ چوس رہا ہے اور دودھ چوسنے کی بلند آواز آرہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بچے کو چھاتی کا کافی حصہ منہ میں لینے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ پہلے چند منٹ کے بعد بچے کو آہستہ رفتار سے اور پوری طرح چوس کر دودھ پینا چاہیے اور دودھ اچھی طرح نگلنا چاہیے۔

☆ اگر دودھ پلاتے ہوئے آپ کو تکلیف محسوس ہو یا نپل تڑخ جانے کی شکایت ہو تو ممکن ہے آپ کو بچے کو سکھانا پڑے کہ وہ نپل کو ذرا اندر تک اپنے منہ میں لے۔

بچے کو دودھ پلانے کے عرصے میں ماں کی غذا

حمل اور زچگی سے پیدا ہونے والی کمزوری کو دور کرنے، بچے کی دیکھ بھال کرنے اور روزمرہ کے دیگر تمام کام انجام دینے کے لیے ماؤں کو اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے انہیں ایسی غذا درکار ہوتی ہے جس میں پروٹین اور چکنائی کی مقدار زیادہ ہو جس میں پھل اور سبزیاں کثرت سے لی جائیں۔ ماؤں کو بہت سارا مشروب، صاف پانی، دودھ، جڑی بوٹیوں کی چائے اور پھلوں کے رس لینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، تاہم ماں جو چاہے جو کچھ کھائے اور پیے اس کی چھاتیوں میں اچھا دودھ تیار ہوگا۔

ماں کے لیے مشورے

اچھی صحت کے لیے کھانا

چھاتی سے دودھ پلانے سے، رقم کی بچت ہوتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو ماں کو چاہیے کہ اس بچت کا کچھ حصہ اپنی غذا کو بہتر بنانے کے لیے استعمال کرے۔ خصوصاً وہ اپنے کھانوں میں زیادہ پروٹین والی غذائیں شامل کرے، مثلاً پھلیاں، گری والے میوے، انڈے، دودھ، دہی، پنیر، مچھلی یا گوشت۔

کچھ لوگوں کے خیال میں پہلی بار ماں بننے والی عورت کو بعض غذائیں نہیں کھانی چاہئیں لیکن اگر ایک ماں متوازن غذا نہیں لیتی تو وہ غذائی کمی (ناقص غذائیت)، قلت خون (انیمیا) اور دیگر بیماریوں کا شکار ہوسکتی ہے۔ بعض اوقات کچھ عورتوں کو دودھ پلانے کے عرصے میں خصوصی غذائیں دی جاتی ہیں۔ یہ اچھا طریقہ ہے خصوصاً اگر غذائیں قوت بخش ہوں۔ ایک عورت کو زچگی کے بعد جلد صحت یاب ہونے اور طاقت حاصل کرنے میں اچھی غذاؤں سے مدد ملتی ہے۔

ایک عورت کو اضافی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اگر

☆ وہ دو چھوٹے بچوں کو اپنا دودھ پلا رہی ہو۔

☆ وہ ایک بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور اس کے ساتھ وہ حاملہ بھی ہو۔

☆ اس کے بچوں کی پیدائش میں دو سال سے کم وقفہ ہو۔

☆ وہ بیمار یا کمزور ہو۔

بھوک اور پیاس کو دور کرنے کے لیے خوب کھائیں۔ غیر ضروری دواؤں سے بچیں۔ کافی اور سوڈا پینے کے بجائے صاف اور سادہ پانی، پھلوں اور سبزیوں کے رس، دودھ اور جڑی بوٹیوں کی چائے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

چھاتی سے دودھ پلانا اور بچوں کی پیدائش میں وقفہ

بچوں کی پیدائش میں وقفہ سے مراد یہ ہے کہ بچے کم از کم دو سال کے وقفے سے پیدا ہوں۔ وقفہ کا یہ انتظام قدرت نے خود اس طرح کیا ہے کہ حکم دیا گیا ہے کہ "بچے کو دو سال تک پورے دودھ پلاؤ۔" اس طرح عورت کے جسم کو اگلے حمل سے پہلے طاقت حاصل کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ کچھ عورتیں جب اپنے بچوں کو چھاتی سے دودھ پلاتی ہیں تو ان کے اگلے بچے مناسب وقفے سے پیدا ہوتے ہیں۔ غذاؤں کی بے ترتیبی سے کچھ عورتوں میں یہ وقفہ نہیں ہوتا۔

بچے کو دیگر غذائیں دینا

اگر بچہ ماں کا دودھ پی کر خوش نہیں دکھائی دیتا اور اس کی عمر چار سے چھ ماہ کے درمیان ہے تو اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ

ہو سکتا ہے کہ بچے کو ماں کا دودھ پینے کا زیادہ موقع دینا چاہیے تا کہ ماں کی چھاتیاں زیادہ دودھ تیار کر سکیں۔ ماں کو چاہیے کہ مزید پانچ دن تک بچہ جتنی مرتبہ دودھ پینا چاہے، اسے اپنا دودھ پلائے۔ اگر بچہ اب بھی ناخوش ہے تو اس کو دیگر غذائیں بھی دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ایک بچہ دیگر غذائیں لینے کے لیے اس وقت تیار ہوتا ہے

☆ جب اس کی عمر تقریباً چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہو جائے۔

☆ وہ گھر کے لوگوں سے یا میز پر سے، غذائیں جھپٹ کر لینا شروع کر دے۔

☆ وہ اپنے منھ سے غذا اپنی زبان کی مدد سے نہ نکالے۔

بچے کی عمر کے چھ ماہ اور ایک سال کے دوران، وہ جب بھی چاہے اسے اپنا دودھ پلائیں، چاہے وہ دوسری غذائیں کھا رہا ہو اسے تب بھی ماں کے دودھ کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔

ابتدا میں ماں کا دودھ پلانے کے ساتھ دن میں دو یا تین مرتبہ دیگر غذائیں دیں۔ کسی نرم اور ہلکی غذا مثلاً دلیہ سے آغاز کریں۔ کچھ عورتیں ایسی غذاؤں کو اپنے دودھ کے ساتھ ملا کر دیتی ہیں۔ آپ کو بچے کے لیے مہنگے اناج یا دلیہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بچے کو چار ماہ کا ہو جانے سے پہلے دیگر غذائیں نہ دیں۔ شروع میں ہر غذا کو بہت اچھی طرح کچل اور مسل کر دیں، یہاں تک کہ بچہ غذا کو چبانے کے قابل ہو جائے۔

بچے کو غذا دینے کے لیے چمچہ اور پیالہ استعمال کیا کریں۔

بچوں کو بار بار کھانے کی ضرورت پڑتی ہے یعنی کم سے کم دن میں تقریباً پانچ مرتبہ۔ روزانہ ان کی خوراک میں یہ غذائیں شامل ہونی چاہییں۔ کوئی مرکزی غذا (دلیہ، مکئی، گندم، چاول، باجرہ، آلو، کساوا) اس کے ساتھ جسم کی نشوونما کرنے والی غذا شامل کی جائے (پھلیاں یا اچھی طرح پیسے گئے، گری والے میوے، انڈے، پنیر، گوشت یا مچھلی) چمک دار رنگت والی سبزیاں اور پھل اور توانائی والی کوئی غذا (اچھی طرح پیسے گئے گری والے میوے، چمچہ بھر تیل، مارجرین یا پکانے کی چکنائی) آپ کو پانچ مرتبہ کھانا پکانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کچھ غذائیں ٹھنڈی حالت میں بھی ہلکے ناشتے کے طور پر دی جا سکتی ہے۔

اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو بچے کی عمر دو سال ہو جانے تک اسے اپنا دودھ پلانا جاری رکھیں، چاہے آپ کا دوسرا بچہ ہو جائے۔ زیادہ تر بچے خود ہی ماں کا دودھ آہستہ آہستہ چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک نئی غذا شامل کریں۔ بچہ اپنی عمر کے نو ماہ سے ایک سال کے عرصے میں زیادہ تر گھریلو غذائیں کھانے لگتا ہے بشرطیکہ انہیں اچھی طرح کاٹ کر خوب باریک کر لیا گیا ہو اور انہیں کھانا آسان ہو۔

بچے کی عمر کے دوسرے سال میں بھی ماں کا دودھ، بچے کو انفیکشن اور صحت کے دیگر مسائل سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب ماں گھر سے باہر کام کرتی ہو

کچھ عورتیں گھروں سے دور جا کر کام کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں ماں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ بچے کی عمر کے پہلے چھ ماہ میں اسے ماں کے دودھ کے سوا اور کوئی غذا نہ دے۔

گھر سے باہر جا کر کام کرنے والی عورتوں کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اقسام کی ملازمتوں میں اجازت ہوتی ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو ابتدائی چند ماہ تک کام پر اپنے ساتھ لے آیا کریں۔ اس طرح ماؤں کے لیے اپنے بچوں کو دودھ پلانا سب سے آسان ہو جاتا ہے یا پھر جو فرد کسی عورت کے بچے کی دیکھ بھال کر رہا ہوں، وہ بچے کو دودھ پلانے کے وقت پر بچے ماں کے پاس لا سکتا ہے۔ اگر بچوں کی دیکھ بھال کی سہولت قریب ہی دستیاب ہے تو ماں اپنی ملازمت کے اوقات میں وقفوں کے دوران، اپنے بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔

وہ طریقے جن کے ذریعہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکتا ہے کہ آپ کا بچہ صرف ماں کا دودھ ہی پیے گا

اپنے بچے کو ابتدائی چھ ماہ تک اپنے قریب ہی رکھیں۔ اگر کسی ملازمت میں ہوں تو کسی فرد کو یہ ذمہ داری دیں کہ وہ بچے کو دودھ پلانے کے وقت آپ کے پاس لے آیا کرے۔

جب آپ بچے کے پاس ہوں تو اسے صرف اپنی چھاتی سے

دودھ پلائیں۔ اگر آپ رات کو بچے کے ساتھ سوتی ہیں تو بچہ زیادہ دودھ پی سکتا ہے اور اس طرح آپ کا جسم کافی دودھ تیار کرے گا۔

کچھ عورتیں اپنی کسی سہیلی یا رشتہ دار خاتون مثلاً بچے کی نانی دادی وغیرہ سے کہتی ہیں کہ وہ اپنا دودھ پلا دیا کریں۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ کوئی اور عورت آپ کے بچے کو دودھ پلائے تو یہ خیال رکھیں کہ وہ عورت بالکل صحت مند ہو اور اسے ایچ آئی وی/ایڈز ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ دن میں گھر سے باہر کام کرنے والی عورت دن کے اوقات میں اپنے بچے کو اپنا دودھ ایک اور طریقہ سے دے سکتی ہے۔ اگر اسے دن میں کام کے دوران کچھ وقت مل سکے تو وہ ہاتھ کی مدد سے اپنی چھاتیوں سے دودھ کسی برتن یا بوتل میں نکال سکتی ہے۔ پھر کوئی فرد یہ دودھ لے جا کر اس عورت کے بچے کو پلا سکتا ہے۔

اگر آپ کی چھاتیوں میں بہت زیادہ دودھ جمع ہو جائے تب بھی آپ کو ہاتھ سے دودھ نکالنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا بچہ کسی وجہ سے چھاتی سے دودھ نہ پی سکتا ہو اور آپ چاہتی ہوں کہ چھاتیوں میں دودھ بنتا رہے۔ ایسی صورت میں بھی آپ کو ہاتھ سے دودھ نکالنا ہوگا۔ آپ روزانہ دو یا تین مرتبہ اپنا دودھ ہاتھوں کی مدد سے نکال سکتی ہیں۔

ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ کس طرح نکالیں

۱۔ چوڑے منہ کے کسی جار یا بوتل اور اس کے ڈھکن کو صابن اور پانی کے ذریعے اچھی طرح دھوئیں اور کھنگالیں، پھر انہیں خشک ہونے کے لیے دھوپ میں رکھ دیں۔ استعمال کرنے سے پہلے، ان میں ایسا کھولتا ہوا پانی ڈالیں جسے بیس منٹ تک ابالا گیا ہو۔ اس پانی کو جار یا بوتل میں چند منٹ تک رہنے دیں پھر پانی باہر پھینک دیں۔

۲۔ جار یا اپنی چھاتیوں کو چھونے سے پہلے اپنے ہاتھ اچھی طرح دھولیں۔

۳۔ کسی الگ اور پرسکون جگہ بیٹھ جائیں۔ جب آپ اپنا دودھ نکالنے لگیں تو اپنے بچے کا تصور کریں۔ اس موقع پر صبر سے کام لیں اور پرسکون رہیں۔ اپنی انگلیوں کے سروں یا مٹھی کی مدد سے اپنی چھاتیوں کو اس طرح ہلکے ہلکے سہلائیں کہ انگلیوں یا مٹھی کی حرکت بھٹنیوں (نپل) کی جانب ہو۔

۴۔ چھاتیوں سے دودھ نکالنے کے لیے، اپنی انگلیوں اور انگوٹھے کو اپنی چھاتی کے سیاہ حصے (ہالہ) کے پچھلے سرے پر رکھیں اور انگلیوں اور انگوٹھے سے چھاتیوں کی طرف دبائیں اور بھٹنی کو نچوڑیں۔ (دودھ ہالہ کے پیچھے سے آتا ہے) پھر انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اسی طرح چھاتیوں کو دبانے اور پھر انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑنے کا عمل جاری رکھیں۔ اس دوران اپنی انگلیوں کو ہالہ کے گرد حرکت دیتی رہیں۔ آپ کو اس موقع پر کوئی درد محسوس نہیں ہونا چاہیے۔

۵۔ یہ عمل ہر چھاتی کے ساتھ کئی بار دہرائیں۔ شروع میں زیادہ دودھ باہر نہیں آئے گا لیکن مشق کے بعد آپ زیادہ دودھ نکال سکیں گی۔ کوشش کریں کہ جن اوقات میں آپ کا بچہ دودھ پیتا ہو، ان اوقات میں ہر مرتبہ آدھی پیالی، اپنا دودھ نکالیں یا پھر دن میں کم از کم تین مرتبہ اپنا دودھ نکال لیا کریں۔ (جو فرد آپ کا دودھ لے جا کر آپ کے بچے کو پلائے وہ آپ کو بتا سکتا ہے کہ یہ دودھ آپ کے بچے کے لیے کافی ہوگا یا نہیں) اگر آپ اپنے کام پر لوٹنے سے دو ہفتے پہلے سے اس کام کی مشق شروع کر دیں تو جب تک آپ کام پر جانا شروع کریں گی اور آپ کو بچے سے دن بھر دور رہنا پڑے گا تو اس وقت تک آپ کو اپنا خاصا دودھ نکالنے کی مشق ہو جائے گی۔

دودھ کو کس طرح محفوظ کریں

اپنے دودھ کو کسی صاف اور بند برتن میں رکھیں۔ آپ اس جار میں بھی دودھ محفوظ کر سکتی ہیں جس کو دودھ نکالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ دودھ کو سورج کی شعاعوں سے دور کسی ٹھنڈی جگہ رکھیں۔ یہ دودھ آٹھ گھنٹوں تک رکھا جا سکتا ہے یا پھر آپ دودھ کے بند برتن کو نم ریت میں رکھ سکتی ہیں یا پھر اسے کسی ایسے کپڑے میں لپیٹ کر رکھیں جسے ہر وقت تر رکھا جاتا ہو۔ اس طرح دودھ کو بارہ گھنٹوں تک رکھا جا سکتا ہے۔ دودھ کا برتن کسی ٹھنڈی جگہ پر زیادہ دیر تک رکھا جا سکتا ہے، مثلاً پانی سے بھرے ہوئے مٹی کے کسی برتن میں۔

دودھ کو شیشے کے کسی جار میں ڈال کر فریج میں دو یا تین دن تک رکھا جا سکتا ہے۔ دودھ میں موجود کریم (چکنائی) الگ ہو جائے گی، اس لیے بچے کو دودھ دینے سے پہلے برتن کو اچھی طرح ہلا لیا کریں۔ اسے کسی گرم پانی میں رکھ کر بھی گرم کر لیں۔ یہ اطمینان کر لیں کہ دودھ بہت گرم تو نہیں ہے۔ اس کے لیے دودھ کے چند قطرے اپنے بازو پر ٹپکا کر دیکھیں۔

گرم بوتل کا طریقہ

اگر چھاتیاں دودھ سے بہت زیادہ بھری ہوئی ہوں یا ان میں تکلیف ہو تو یہ طریقہ بہترین ہے۔ اس طرح کی صورت حال، بچے کی پیدائش کے فوراً بعد پیش آ سکتی ہے جب کسی عورت کی گھنڈیاں (نپل) کھچ جاتی ہیں، یا چھاتی کا انفیکشن ہو جاتا ہے۔

۱۔ شیشے کی ایسی بڑی بوتل کو دھو کر صاف کر لیں، جس کا منہ تین یا چار سینٹی میٹر چوڑا ہو۔ اس بوتل میں گرم پانی بھر لیں۔ پانی دھیرے دھیرے بھریں تا کہ بوتل چٹخ نہ جائے۔ چند منٹ انتظار کریں پھر بوتل کا پانی اچھی طرح ہلا کر پھینک دیں۔

۲۔ بوتل کے منہ کو صاف اور ٹھنڈے پانی کی مدد سے ٹھنڈا کریں، تا کہ بوتل آپ کو جلا نہ دے۔

۳۔ بوتل کے منہ کو اپنی گھنڈی (نپل) پر اس طرح جما دیں کہ گویا مہر بند ہو گئی ہو۔ اسی جگہ پر اسے کئی منٹ تک سختی سے تھامیں رہیں۔ جب یہ ٹھنڈی ہو گی تو اس میں آہستہ آہستہ دودھ آنا شروع ہو جائے گا۔

۴۔ جب دودھ آہستہ آہستہ آنے لگے تو اپنی چھاتی کے گرد بوتل کی گرفت کو ڈھیلا کرنے کے لیے اپنی انگلیاں استعمال کریں۔

۵۔ اگر دوسری چھاتی بھی دودھ بھر جانے کی وجہ سے دکھ رہی ہو تو اس کے ساتھ یہی عمل دہرائیں۔ آپ بچے کو آرام اور سہولت کے ساتھ اپنا دودھ پلا سکتی ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے بچے کو پلانے کے لیے دودھ محفوظ کرنا نہیں چاہتی، مثلاً وہ اپنی چھاتیوں سے دودھ نکال کر اپنی چھاتیوں کو نرم کرنا چاہتی ہوں تا کہ اس کا بچہ آرام سے دودھ چوس سکے۔ ایسی صورت میں چونکہ وہ اپنا کچھ دودھ نکال کر پھینک رہی ہوتی ہے تو اسے برتن کھولتے ہوئے پانی سے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ اندیشہ کہ ماں کا دودھ بچے کے لیے پورا نہیں ہے یا یہ کہ اچھا نہیں ہے

بہت سی عورتیں یہ سوچتی ہیں کہ بچے کے لیے ان کا دودھ پورا نہیں ہے، یہ خیال تقریباً ہر صورت میں غلط ہے۔ ان عورتوں تک کا دودھ ان کے بچوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے جن کے پاس اپنے کھانے کے لیے کافی خوراک نہیں ہوتی۔ آپ کی چھاتیوں میں تیار ہونے والے دودھ کی مقدار کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ کا بچہ چھاتیوں سے دودھ کتنا زیادہ پیتا ہے۔ بچہ جتنی زیادہ دیر تک چھاتیوں سے دودھ چوسے گا، چھاتیاں اتنا ہی زیادہ دودھ تیار کریں گی۔ اگر آپ ایک بار اپنی چھاتی سے دودھ پلانے کے بجائے، بچے کو بوتل سے دودھ دے دیں تو آپ دیکھیں گی کہ اب آپ کی چھاتیوں میں دودھ کم تیار ہوگا۔ کچھ دنوں تک ایسا لگتا ہے کہ بچہ چھاتیوں سے ہر وقت دودھ پینا چاہتا ہے۔ بچہ جب بھی بھوکا ہو، اگر آپ فوراً دودھ پلا دیا کریں تو آپ کی چھاتیوں میں تیار ہونے والے دودھ کی مقدار بڑھ جائے گی۔ چند دنوں میں امکان ہے کہ بچہ دوبارہ مطمئن ہو جائے گا۔ رات میں بچے کو دودھ پلا دینے سے ماں کے سینے میں دودھ کی مقدار بڑھ جانے میں مدد ملتی ہے۔ جو بھی یہ بات کہے کہ آپ کی چھاتیوں میں دودھ کافی نہیں بنتا ہے تو اس کی بات کا یقین نہ کریں، چاہے وہ کوئی ڈاکٹر کیوں نہ ہو۔

چھاتیوں کو دودھ تیار کرنے کے لیے بھرا ہوا محسوس نہیں ہونا چاہیے۔ ایک عورت بچے کو جتنی زیادہ دیر تک دودھ پلائے گی، اسے اپنی چھاتیاں اتنی ہی کم بھری ہوئی محسوس ہوں گی۔ چھوٹی چھاتیاں بھی اتنا ہی دودھ تیار کر سکتی ہیں جتنا کہ بڑی چھاتیاں تیار کرتی ہیں۔

ایک بچے کو کافی مقدار میں دودھ حاصل ہو رہا ہے اگر

☆ اس کا جسم ٹھیک طرح بڑھ رہا ہے اور وہ خوش اور صحت مند بھی دکھائی دے رہا ہے۔

☆ وہ ایک دن اور ایک رات میں چھ یا زیادہ مرتبہ پیشاب کرتا ہے

اور ایک سے تین مرتبہ پاخانہ کرکے اپنا نیپی خراب کرتا ہے۔ آپ یہ بات عام طور پر بچے کے پانچ دن کے ہوجانے کے بعد کہہ سکتے ہیں جب وہ پیشاب، پاخانہ باقاعدگی سے شروع کرتا ہے چونکہ ماں کا دودھ دیگر اقسام کے دودھ سے مختلف دکھائی دیتا ہے اس لیے کچھ عورتوں کو یہ فکر ہوجاتی ہے کہ ماں کا دودھ اچھا نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ماں کا دودھ بچے کو ہر وہ شے فراہم کرتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔

بھٹنی (نپل) کے مسائل

چپٹی یا اندر دبی ہوئی (الٹی) بھٹنی

جن عورتوں کی بھٹنیاں چپٹی یا اندر کو دبی ہوئی ہوتی ہیں، ان میں زیادہ تر عورتیں اپنے بچوں کو کسی مشکل کے بغیر اپنا دودھ پلا سکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ صرف بھٹنی (نپل) ہی کو نہیں چوستا بلکہ چھاتی کو چوستا ہے۔ آپ کو حمل کے دوران اپنی بھٹنیوں کو تیار کرنے کے لیے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بھٹنی کے سائز اور شکل کی اہمیت نہیں ہے، بچہ چھاتی سے دودھ چوستا ہے صرف بھٹنی (نپل) سے نہیں۔

چند مشورے جن کے ذریعے بچے کے لیے دودھ چوسنا آسان بنایا جاسکتا ہے

☆ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اسے چھاتی سے دودھ پلانا شروع کر دیں، اس کا انتظار نہ کریں کہ آپ کی چھاتیاں بھری ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ یہ اطمینان کرلیں کہ آپ کا بچہ آپ کی چھاتی سے منہ بھر لیتا ہے۔

☆ اگر آپ کی چھاتیاں بہت بھر جائیں تو ہاتھ کی مدد سے کچھ دودھ نکال دیں تاکہ چھاتیاں نرم ہوجائیں، اس طرح بچے کے لیے اپنے منہ میں چھاتی کا بڑا حصہ لینا آسان ہوجائے گا۔

☆ بچے کو اپنا دودھ پلانے سے پہلے اپنی بھٹنیوں کو ہلکے سے چھوئیں یا سہلائیں، انہیں نچوڑیں نہیں۔

☆ اپنی چھاتی کے گرد اپنے ہاتھ کا پیالہ سا بنا کر اسے پیچھے کی طرف دھکیلیں تاکہ آپ کی بھٹنی جس حد تک ممکن ہو سخت ہوکر باہر نکل سکے۔

بچے کو دودھ پینے کے لیے پوری چھاتی دیں، اس طرح بچے کو منہ میں چھاتی لینے میں مدد ملے گی۔

دکھتی ہوئی یا چٹخی ہوئی بھٹنیاں

اگر بچے کو اپنا دودھ پلاتے ہوئے آپ کو تکلیف محسوس ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بچہ دودھ پیتے ہوئے آپ کی چھاتی کا کافی حصہ اپنے منہ میں نہیں لے پا رہا ہے۔ اگر بچہ صرف بھٹنی چوستا ہے تو وہ جلد ہی دکھنے لگیں گی یا چٹخ جائیں گی۔ چٹخی ہوئی بھٹنیوں سے عورت میں انفیکشن آسانی سے ہوسکتا ہے۔ آپ اپنے بچے کو سکھا سکتی ہیں کہ وہ کس طرح چھاتی کا بڑا حصہ اپنے منہ میں لے۔ نیچے چند مشورے دیے گئے ہیں۔

روک تھام اور علاج

☆ بچے کو ٹھیک طور پر اس طرح تھامیں کہ وہ چھاتی کو منہ بھر کر لے سکے۔

☆ اپنی چھاتی کو بچے کے منہ سے باہر نہ کھینچیں۔ بچہ جتنی دیر تک دودھ پینا چاہتا ہے، اسے پلائیں۔ جب آپ ایسا کریں گی تو وہ خود ہی چھاتی چھوڑ دیا کرے گا۔ اگر آپ کو بچے کے سیر ہونے سے پہلے، دودھ پلانے کا عمل روکنا ہو تو آپ بچے کی ٹھوڑی کو ہلکے سے کھینچیں یا اپنی کسی صاف انگلی کا سرا، بچے کے منہ میں نرمی سے داخل کر دیں۔

☆ بچے کو دودھ پلانے کے بعد دکھتی ہوئی بھٹنیوں پر اپنا ہی دودھ لگا لیں، اس طرح آپ کو آرام محسوس ہوگا۔ جب بچہ دودھ پینا روک دے تو دودھ کے چند قطرے چھاتی سے نچوڑ لیں اور دکھتی ہوئی جگہوں پر اس دودھ کو مل لیں۔ اپنی چھاتیوں پر صابن یا کریم نہ لگائیں، آپ کا جسم ایک قدرتی تیل تیار کرتا ہے جو بھٹنیوں کو صاف اور نرم رکھتا ہے۔

☆ کھردرے یا چست لباس پہننے سے بچیں۔

☆ بھٹنیوں کے زخم بھرنے میں آسانی کے لیے اگر ممکن ہو تو اپنی چھاتیوں کو ہوا اور دھوپ میں بیٹھ کر سینہ کھلا رکھیں۔

☆ دونوں چھاتیوں سے دودھ پلاتی رہا کریں۔ اگر ایک بھٹنی پھٹ رہی ہے یا چھل گئی ہے تو جس چھاتی میں تکلیف کم ہے اس سے دودھ پلانا شروع کر دیں اور جب دوسری چھاتی سے دودھ آنے لگے تو اس سے دودھ پلانے لگیں۔

☆ اگر بچے کے دودھ چوستے ہوئے، آپ زیادہ درد محسوس کریں تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ کسی پیالے میں نکال لیں اور اس پیالے یا چمچے کی مدد سے بچے کو یہ دودھ پلائیں۔ بھٹنی کا زخم دو دن میں بھر جانا چاہیے۔

چھاتیوں میں درد اور سوجن

جب چھاتیوں میں پہلی بار دودھ اترتا ہے تو اکثر چھاتیاں سوجی ہوئی اور سخت محسوس ہوتی ہیں۔ اس صورت میں بچے کے لیے دودھ چوسنا مشکل ہو جاتا ہے اور بھٹنیاں دکھنے لگتی ہیں۔ اگر آپ درد کی وجہ سے، چھاتی سے دودھ کم پلاتی ہیں تو آپ کی چھاتیوں میں دودھ کم بنے گا۔

روک تھام اور علاج

☆ بچے کی پیدائش کے پہلے ہی گھنٹے میں بچے کو چھاتی سے دودھ پلانا شروع کر دیں۔

☆ بچے کو چھاتی صحیح طور پر ٹھیک طریقے سے تھمائیں۔

☆ بچے کو اکثر اپنا دودھ پلایا کریں۔ کم از کم ہر ایک سے تین گھنٹے بعد پلائیں اور دودھ دونوں چھاتیوں سے پلایا کریں۔ بچے کے قریب ہی سویا کریں۔ اس طرح آپ رات میں بچے کو آسانی سے دودھ پلا سکیں گی۔

☆ اگر بچہ اچھی طرح دودھ نہیں چوس سکتا تو ہاتھ کی مدد سے اپنا کچھ دودھ نکال دیں، تاکہ آپ کی چھاتیاں نرم ہو جائیں۔ تب بچے کو دودھ پینے دیں۔

☆ دودھ چوسنے کے بعد بند گوبھی (کرم کلہ) کے تازہ پتے یا ٹھنڈے اور نم کپڑے چھاتیوں پر لگائیں۔ دو یا تین دن بعد سوجن ختم ہو جائے گی۔ اگر چھاتیوں کے بھر جانے کی شکایت دور نہ ہو تو ورم پستان (Masttis) کی شکایت ہو سکتی ہے (یہ چھاتیوں کی گرم، تکلیف دہ سوجن ہے)۔

بند نالیاں، ورم پستان (MASTTIS)

اگر چھاتی میں کوئی تکلیف دہ سختی سی بن جائے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی نالی کا رستہ دودھ کی وجہ سے بند ہو گئی ہے۔ جب چھاتی کے کسی حصے میں دودھ کی روانی رک جائے تو یہ بھی ورم پستان (Masttis) کا سبب بن سکتی ہے۔ اور اگر کسی عورت کو بخار ہے اور اس کی چھاتی کا ایک حصہ گرم ہے، سوجا ہوا ہے اور اس میں تکلیف ہے تو غالبا ورم پستان (Masttis) ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ بچے کو چھاتی سے دودھ پلانا جاری رکھنا چاہیے تاکہ نالی خالی ہو سکے اور چھاتی میں انفیکشن نہ ہو۔ ماں کا دودھ اس حالت میں بھی بچے کے لئے محفوظ اور بے ضرر ہے۔

بند نالیوں اور ورم پستان کا علاج

☆ بچے کو اپنا دودھ پلانے سے پہلے گرم اور نم کپڑے، اپنی دکھتی ہوئی چھاتی پر رکھیں۔

☆ بچے کو اکثر اپنا دودھ پلانا جاری رکھیں۔ خصوصاً اپنی دکھتی ہوئی چھاتی سے۔ اور یہ اطمینان کر لیں کہ بچے نے چھاتی کو اپنے منہ میں ٹھیک طرح پکڑا ہوا ہے۔

☆ جیسے ہی بچہ دودھ پینا شروع کرے، اپنی چھاتی میں بنی ہوئی گٹھلی کی نرمی سے مالش کریں اس طرح کہ آپ کی انگلیاں گٹھلی سے بھٹنی کی طرف جائیں۔ اس طرح بند نالی کے کھل جانے میں مدد ملے گی۔

☆ دودھ پلانے کے لیے اپنے بیٹھنے اور لیٹنے کی حالتیں تبدیل کرتی رہا کریں تاکہ چھاتی کے تمام حصوں سے دودھ رواں ہو کر باہر نکل سکے۔

☆ اگر آپ چھاتی سے دودھ نہیں پلا سکتیں تو اپنے ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ کسی پیالے میں نکال لیں یا گرم بوتل کا طریقہ استعمال کریں۔ بند نالی کو کھولنے کی غرض سے چھاتیوں سے دودھ

رواں رہنا چاہیے۔

☆ ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا کریں اور جس قدر آرام کر سکتی ہوں کریں۔

اکثر ورم پستان چوبیس گھنٹے میں دور ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ دیر تک بخار رہے تو آپ کو چھاتی کے انفیکشن کا علاج کروانے کی ضرورت ہے۔

چھاتی کا انفیکشن

اگر ورم پستان کی علامات آپ میں موجود ہیں اور اگر چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود آپ کے ورم پستان میں کوئی بہتری نہ ہو یا آپ شدید درد محسوس کریں یا آپ کی چھاتی کی جلد پھٹ جائے جہاں سے جراثیم آپ کے جسم میں داخل ہو سکتے ہوں تو آپ کو فوری طور پر چھاتی کے انفیکشن کا علاج کروانا چاہیے۔

گرم نم کپڑوں کی مدد سے بند نالیوں یا ورم پستان کو ٹھیک کرنے میں مدد ملتی ہے۔

علاج: علاج کا سب سے اہم حصہ یہ ہے کہ بچے کو اکثر اپنا دودھ پلاتے رہنا چاہیے اس لیے کہ آپ کا دودھ اب بھی بچے کے لیے بے ضرر ہے۔ دوا میں لینا اور آرام کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو اپنے کام سے رخصت لے لیں اور اپنے گھریلو کاموں سے مدد حاصل کریں۔ ساتھ ساتھ بند نالی اور ورم پستان کے لیے علاج جاری رکھیں۔ اگر دودھ کو رواں رکھنے کی ضرورت پڑے تو آپ اپنی چھاتیوں کو ہاتھ سے دبا کر دودھ نکال سکتی ہیں یا پھر گرم بوتل کا طریقہ استعمال کریں اور اپنے مستند معالج سے اینٹی بایوٹک کورس کرائیں۔

اگر چھاتی کے انفیکشن کا شروع ہی میں علاج نہ کروایا گیا تو انفیکشن بگڑ جائے گا۔ چھاتی کے گرم اور تکلیف دہ سوجے ہوئے حصوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوگا کہ ان میں کوئی رطوبت بھری ہوئی ہے (پھوڑے کی طرح) اگر ایسا ہو جائے تو دیے گئے علاج پر عمل کریں اور کسی ایسے ڈاکٹر سے ملیں جسے جراثیم سے پاک آلات کے ذریعے پھوڑے سے مواد کھینچ کر نکالنے کی تربیت حاصل ہو۔

منہ آنا (ییسٹ) تھرش

اگر بچے کو دودھ پلاتے ہوئے آپ سے ٹھیک طرح لٹاتی ہیں اور بچہ دودھ ٹھیک طرح پی رہا ہے، پھر بھی آپ کی بھٹنیوں (نپل) میں تکلیف ایک ہفتے سے زیادہ عرصے تک ہوتی رہے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بچے کا منہ آیا ہوا ہے۔ اسے ''تھرش'' بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے آپ کو خارش، چبھن اور جلن کے ساتھ درد ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے آپ کو اپنی بھٹنیوں پر اور بچے کے منہ میں سفید دھبے یا سرخی دکھائی دے۔

علاج: جینشن وائلٹ (Gentian Violet) کو صاف پانی میں ملا کر 0.25% محلول تیار کریں اور اس محلول کو اپنی بھٹنیوں اور بچے کے منہ میں سفید دھبوں پر لگائیں۔ یہ عمل روزانہ ایک مرتبہ، پانچ دنوں تک کریں یا پھر زخم بھرنے کے بعد تین دن تک جاری رکھیں۔ محلول لگانے کے لیے کوئی صاف کپڑا یا انگلی استعمال کریں۔ اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔ آپ اس دوران میں بچے کو چھاتی سے دودھ پلا سکتی ہیں۔ دواؤں سے آپ کو، آپ کے دودھ یا بچے کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

0 25% محلول تیار کرنے کے لیے جینشن وائلٹ کو صاف پانی میں کس طرح ملائیں۔

0.5%	ایک حصہ جینشن وائلٹ + ایک حصہ پانی
1%	ایک حصہ جینشن وائلٹ + 3 حصے پانی
2%	ایک حصہ جینشن وائلٹ + 7 حصے پانی

وہ بچے بھی ماں کا دودھ پی سکتے ہیں جنہیں خصوصی توجہ کی ضرورت ہو۔

اگر کوئی بچہ اتنی قوت کے ساتھ دودھ چوس نہیں سکتا کہ خود اپنا پیٹ بھر سکے تو آپ کو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ نکالنا پڑے گا اور کسی پیالے میں یہ دودھ لے کر چمچے کی مدد سے بچے کو پلانا ہوگا۔ اس طرح آپ کی چھاتیاں زیادہ دودھ تیار کریں گی۔ اگر آپ کے بچے کا وزن ڈیڑھ کلوگرام یا ساڑھے تین پاؤنڈ سے کم ہے تو اسے خصوصی طبی نگہداشت کی ضرورت پڑ سکتی ہے، جس میں ایک نالی بھی استعمال کی جاتی ہے۔ یہ نالی (ٹیوب) بچے کی ناک سے گزار کر

معدے تک پہنچادی جاتی ہے۔ آپ کا دودھ اس نالی کے ذریعہ بچے کو دیا جاسکتا ہے۔ کسی ڈاکٹر سے اس بارے میں بات کریں۔ جو بچے اپنے وقت سے بہت پہلے پیدا ہوجاتے ہیں، انہیں حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے کے جسم پر صرف ایک ڈائپر اور سر پر ٹوپی رہنے دیں اور اسے اپنے کپڑوں کے اندر اپنی چھاتیوں کے درمیان چمٹا لیں ایسے میں ڈھیلا بلاؤز، سویٹر پہننا یا کمر کے گرد باندھ لینا مفید ہوگا بعض علاقوں میں اس عمل کو "کنگرو کی دیکھ بھال" کہتے ہیں۔ بچے کو اپنے کپڑوں میں اپنے جسم سے دن رات لگائے رکھیں اور بچے کو اپنا دودھ اکثر پلاتی رہیں۔ اگر بچہ خود دودھ چوسنے میں کمزوری محسوس کررہا ہو تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ نکالیں اور بھی بچے کو دیں۔

پھٹا ہوا ہونٹ یا پھٹا ہوا تالو

ایسے بچوں کو دودھ چوسنے کی خصوصی تربیت دینی پڑتی ہے۔ اگر بچے کا صرف ایک ہونٹ پھٹا ہوا ہو تو اس صورت میں بھی وہ اچھی طرح دودھ چوس سکتا ہے (سوراخ کو بند کرنے کے لیے پھٹے ہوئے حصے پر اپنی انگلی رکھ لیا کریں) اگر منہ کی چھت بھی پھٹی ہوئی ہے یا اس میں سوراخ ہے تو بچے کو مناسب حالت میں لے کر دودھ پلاتے ہوئے بچے کو کھڑی حالت میں سیدھا تھاما کریں۔ ممکن ہے کہ آپ کو خصوصی مدد کی ضرورت پڑے۔ جن دنوں بچہ دودھ پینا سیکھ رہا ہو تو آپ اپنے ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ نکال کر بھی بچے کو دے سکتی ہیں تاکہ بچے کے پیٹ میں آپ کا دودھ مناسب مقدار میں پہنچتا رہے۔

زرد بچہ (یرقان یا پیلیا)

زرد بچے کو خوب ساری دھوپ اور ماں کے دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ یرقان (پیلیا) سے جلد نجات حاصل کرسکے۔ پیلیا کا شکار کچھ بچے بہت زیادہ سوتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ اتنا زیادہ سوتا ہو کہ چھاتی سے دودھ ہی نہ پی سکے تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ پیالے میں نکال کر چمچے کے ذریعہ دیں، یہ عمل چوبیس گھنٹے میں کم از کم دس مرتبہ کریں۔ صبح سویرے اور سہ پہر کے آخری حصے میں، بچے کو دھوپ میں لٹایا کریں یا پھر بچے کو کسی روشن کمرے میں رکھیں۔ یرقان زیادہ تر، بچے کی پیدائش کے پہلے تین دن سے پہلے شروع نہیں ہوتا اور دسویں دن تک دور ہوجاتا ہے۔ اگر عمر کے کسی اور حصے میں بچے کو یرقان ہو یا اس کی آنکھیں بہت پیلی ہوجائیں یا یرقان کا شکار کوئی بچہ اپنے وقت سے بہت پہلے پیدا ہوا ہو یا اس کی زرد رنگت اور سونے کی عادت اور زیادہ بڑھتی جائے تو امکان ہے کہ بچے کو کوئی سنگین بیماری ہوگئی ہے، ایسے بچے کو اسپتال لے جائیں۔

جڑواں بچے

بعض اوقات جڑواں بچوں میں سے کوئی ایک چھوٹا یا کمزور ہوتا ہے۔ یہ اطمینان کرلیں کہ دونوں میں سے ہر بچہ آپ کا اچھا خاصا دودھ پی لے۔ آپ کی چھاتیوں میں دونوں بچوں کے لئے کافی دودھ ہے۔

جب آپ کا بچہ بیمار ہو

☆ اگر آپ کا بچہ بیمار ہو تو آپ اسے اپنا دودھ پلانا بند نہ کریں، اگر اسے ماں کا دودھ دیا جاتا رہا تو وہ جلد صحت یاب ہوجائے گا۔

☆ بچوں کے لیے اسہال (دست آنا) خاص طور پر خطرناک ہے۔ اس کے لیے اکثر کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن خصوصی دیکھ بھال لازمی ہے کیونکہ پانی کی کمی کی وجہ سے بچہ فوری طور مرسکتا ہے۔

☆ اسہال کی صورت میں بچے کو بار بار اپنا دودھ پلائیں اور اس کے علاوہ نمکول (او آر ایس) بھی دیتی رہیں۔

☆ اگر بچہ کمزور ہے تو اسے بار بار اپنا دودھ پلائیں۔ اگر بچہ اتنا کمزور ہے کہ خود دودھ نہیں چوس سکتا تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ نکالیں اور چمچے کے ذریعہ بچے کو پلائیں، بچے کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔

☆ الٹی آنے کی صورت میں بچے کو تھوڑا تھوڑا دودھ بار بار دیتی رہیں اور ہر پانچ دس منٹ کے بعد چمچے کی مدد سے نمکول بھی پلاتی رہیں۔ اگر آپ کے لئے ممکن ہو تو کسی ڈاکٹر سے ملیں۔

جسم میں پانی کی کمی موت کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ چاہے آپ کے بچے کو اسپتال لے جانے کی ضرورت پڑ جائے، تب بھی بچے کو اپنا دودھ پلانا جاری رکھیں۔ اگر آپ بچے کے ساتھ اسپتال میں نہیں ٹھہر سکتیں تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ کسی برتن میں نکال لیں اور کسی فرد کو یہ دودھ دے کر اس سے کہیں کہ اسپتال میں بچے کو چمچے کی مدد سے یہ دودھ پلاتا رہے۔

بچے کو پیالے یا چمچے کی مدد سے دودھ کس طرح پلائیں

۱۔ سب سے پہلے پیالے اور چمچے کو ابال لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو صابن اور پانی سے انہیں دھو لیں۔

۲۔ بچے کو گود میں لے کر اسے کھڑی حالت میں سیدھا کر کے یا تقریباً کھڑی حالت میں سیدھا کر کے تھام لیں۔

۳۔ چمچے یا چھوٹے پیالے میں سے دودھ لے کر اسے بچے کے منھ کے قریب لے جائیں۔ پیالے اور چمچے کو اتنا جھکائیں کہ دودھ بس بچے کے ہونٹوں تک پہنچ جائے۔ اگر آپ پیالہ استعمال کر رہی ہیں تو اسے آہستگی سے، بچے کے نچلے ہونٹ پر ٹکا دیں اور پھر پیالے کے کناروں کو بچے کے اوپری ہونٹ سے چھوئیں۔

۴۔ بچے کے منھ میں دودھ نہ انڈیلیں، بچے کو موقع دیں کہ وہ پیالے یا چمچے سے دودھ خود اپنے منھ میں لے۔ بہت چھوٹے یا بیمار بچوں کی صورت میں بہتر ہے کہ چمچہ استعمال کریں۔

جب ماں بیمار ہو

اگر کوئی ماں بیمار ہو تو بھی اسے اپنے بچے کو جلد ہی دیگر غذائیں دینے کے بجائے اپنا ہی دودھ پلانا چاہیے، اگر وہ ایسا کر سکے تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کو تیز بخار ہے اور بہت زیادہ پسینہ آ رہا ہے تو ممکن ہے کہ آپ کے سینے میں کم دودھ تیار ہو۔ اس صورتحال میں آپ یہ تدابیر اختیار کریں:

☆ خوب سارے مشروبات پئیں۔

☆ بچے کو تھوڑی تھوڑی دیر میں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔

☆ لیٹ کر بچے کو دودھ پلائیں۔

☆ ضرورت ہو تو اپنا دودھ ہاتھ کی مدد سے نکالیں، خود ایسا کرنے میں مشکل ہو تو کسی خاتون کی مدد حاصل کریں۔

☆ اپنے بچے کو انفیکشن سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی چھاتیوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے، اپنے ہاتھ صابن اور پانی سے اچھی طرح دھو لیا کریں۔ انفیکشن کی وجہ سے کوئی بھی بیماری ہو مثلاً ٹی بی، ٹائیفائیڈ، یا ہیضہ (کالرا) تو اس کا فوراً علاج کروائیں۔

جب ماں کو دواؤں کی ضرورت ہو

زیادہ تر دوائیں بہت ہی کم مقدار میں، ماں کے دودھ تک پہنچتی ہیں، اس لیے یہ دوائیں بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں۔ عام طور پر یہ بات بچے کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے کہ اسے ماں کا دودھ ہی نہ دیا جائے۔ کچھ دوائیں ایسی ہیں جن کے ذیلی اثرات (سائیڈ ایفیکٹس) ہوتے ہیں۔

اگر کوئی شخص آپ کو کوئی دوا لینے کا مشورہ دے تو آپ اسے یاد دلا دیں کہ آپ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہیں تاکہ کوئی محفوظ اور بے ضرر دوا آپ کو دی جا سکے۔

جب کوئی عورت حاملہ ہو جائے یا ایک بچے کو جنم دے

☆ اگر بچے کو دودھ پلانے والی کوئی ماں حاملہ ہو جائے تو وہ بچے کو دودھ پلانا جاری رکھ سکتی ہے۔ چونکہ بچے کو دودھ پلانے اور حمل کے باعث، عورت کی توانائی کا بڑا حصہ خرچ ہو جاتا ہے اس لیے ماں کو اچھی خوراک بڑی مقدار میں لینی چاہیے۔

☆ جب کسی عورت کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہو جائے اور پہلے سے کوئی بچہ اس کا دودھ پی رہا ہو تو بڑے بچے کو دودھ پلاتے رہنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ چھوٹے بچے کو بڑے بچے سے پہلے دودھ پلا دینا چاہیے۔

☆ جب آپ حاملہ ہوں تو ان دنوں میں بچے کو دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں۔ کسی عورت کا ایک نوزائیدہ بچہ ہو اور ایک شیر خوار بچہ پہلے سے ہو تو دونوں کو ماں اپنا دودھ اکٹھے پلا سکتی ہے۔

❖

بچوں کی صحت اور بیماریاں

بچوں کو تندرست رکھنے کے لیے کیا کیا جائے؟

۱۔ عمدہ صحت بخش غذا

۲۔ صفائی

۳۔ بیماری سے بچاؤ کے ٹیکے

یہ تین اہم اور ضروری حفاظتی اقدامات ہیں جو بچوں کو تندرست رکھتے ہیں اور بیماریوں سے بچاتے ہیں۔

عمدہ صحت بخش غذا

ضروری ہے کہ بچوں کو جو بہترین غذا مل سکتی ہو دی جائے تاکہ وہ اچھی طرح بڑھیں اور بیمار نہ پڑیں۔

مختلف عمروں میں بچوں کے لیے بہترین غذائیں یہ ہیں۔

پہلے چار سے چھ مہینے کی عمر تک ماں کا دودھ اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ چھ مہینے سے ایک برس کی عمر تک ماں کا دودھ اور دوسری صحت بخش غذائیں، مثلاً ابلی ہوئی دالیں، کچلے ہوئے پھلیوں کے بیج، انڈے، گوشت، پھل اور سبزیاں پکا کر۔

ایک برس کی عمر کے بعد بچوں کو وہی غذا دیں جو بڑے کھاتے ہیں، لیکن کئی مرتبہ دیں اصل غذا (چاول، مکئی، گندم، آلو) کے علاوہ لحمیات اور پروٹین والی غذائیں بھی کھلائیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ بچوں کو کافی غذا ملنی چاہیے۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں میں ناقص غذائیت کی علامتیں دیکھتے رہیں اور اگر ایسی علامات ظاہر ہوں تو انہیں معالج سے یا کسی تجربہ کار دائی سے رجوع کرنا اور مشورہ لینا چاہیے۔

صفائی

اگر گھر اور عورتیں صاف رہیں تو بچوں کے تندرست رہنے کا امکان زیادہ ہے۔ صفائی کے بارے میں جو رہنما اصول ہیں ان کی پیروی کریں، بچوں کو بھی ان پر عمل کرنا سکھائیے اور ان کی اہمیت سمجھائیے۔ یہاں سب سے زیادہ اہم رہنما اصول بتائے جاتے ہیں۔

☆ بچوں کو پابندی سے نہلائیے اور ان کے کپڑے بدلیے۔

☆ بچوں کو صبح جاگنے کے بعد، پاخانہ کرنے کے بعد اور کھانا کھانے یا کھانے کی چیزوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہاتھ دھونا سکھائیے۔

☆ بیت الخلا بنائیے اور بچوں کو اس کا استعمال سکھائیے۔

☆ ممکن ہو تو بچوں کو ننگے پاؤں نہ پھرنے دیں، انہیں چپل یا جوتے پہنائیں۔

☆ بچوں کو دانت برش سے صاف کرنا سکھائیں اور ان کو بہت زیادہ مٹھائیاں، ٹافیاں اور کولا مشروبات نہ دیں۔

☆ ان کے ناخن اچھی طرح کاٹیے۔

☆ بیمار بچوں کو اور ان بچوں کو جنہیں زخم، خارش، جوئیں یا داد ہو انہیں دوسرے بچوں کے ساتھ نہ سونے دیں نہ ان کے کپڑے اور تولیے استعمال کرنے دیں۔

☆ بچوں کی خارش، داد پیٹ کے کیڑوں اور دوسرے انفیکشنز کا جو دوسروں کو آسانی سے لگ جاتے ہیں جلد از جلد علاج کریں۔

☆ بچوں کو گندی چیزیں منہ میں نہ رکھنے دیں نہ بلیوں کو ان کا منہ چاٹنے دیں۔

☆ پینے کے لیے صرف خالص یا ابلا ہوا یا چھانا ہوا پانی استعمال کریں، دودھ پیتے اور بہت چھوٹے بچوں کے لیے یہ بات خاص طور پر ضروری ہے۔

☆ بچوں کو بوتل سے دودھ یا کوئی اور چیز نہ پلائیں کیوں کہ بوتل کو

صاف کرنا مشکل ہے اور اس سے بیماری پھیل سکتی ہے، بچوں کو چمچے اور پیالی سے کھلائیں اور پلائیں۔

ٹیکے

ٹیکے بچوں کو بچپن کی خطرناک ترین بیماریوں، مثلاً کالی کھانسی، خناق (ڈپتھیریا)، تشنج یا جھٹکوں کی بیماری (Tetnus)، پولیو، خسرہ اور تپ دق سے محفوظ رکھتے ہیں۔

بچوں کو شروع کے چند مہینوں میں مختلف ٹیکے لگائے جائیں۔ پولیو کا ٹیکہ (جو قطروں کی شکل میں پلایا جاتا ہے۔) ممکن ہو تو پیدا ہوتے ہی دیا جائے لیکن دو ماہ کی عمر سے پہلے ہر حال میں لگا دیا جائے، کیونکہ بچوں کے فالج (پولیو) کا خطرہ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

اہم بات: مکمل حفاظت کے لیے ڈی پی ٹی کا ٹیکہ (خناق یعنی ڈپتھیریا، کالی کھانسی اور جھٹکوں کی بیماری یعنی ٹیٹنس کے لیے) تین ماہ تک ہر ماہ اسی تاریخ کو لگانا ضروری ہے، پھر ایک برس بعد اسی تاریخ کو ایک ٹیکہ لگتا ہے۔

نوزائیدہ بچے کو جھٹکوں کی بیماری (ٹیٹنس) سے بچانے کے لیے ماں کو حمل کے زمانے میں بھی ایک ٹیکہ لگایا جائے۔

بچوں کی نشو ونما اور صحت کا راستہ

تندرست بچہ برابر بڑھتا چلا جاتا ہے، اگر اسے اچھی صحت بخش غذا ملتی رہے اور کوئی شدید بیماری نہ ہو تو ہر مہینے بچے کا وزن بڑھتا جاتا ہے۔

جو بچہ اچھی طرح بڑھ رہا ہو وہ صحت مند ہوتا ہے۔

جس بچے کا اوروں کے مقابلے میں وزن آہستہ آہستہ بڑھے یا وزن بڑھنا رک جائے یا وزن کم ہوتا جائے وہ تندرست نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے کہ وہ کافی غذا نہ کھا رہا ہو یا اسے کوئی شدید قسم کی بیماری ہو یا وہ دونوں باتوں کا شکار ہو۔

بچہ تندرست ہے یا نہیں اور اسے کافی صحت بخش غذا مل رہی ہے کہ نہیں؟ یہ جاننے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ اسے ہر مہینے تولا جائے اور دیکھا جائے، اگر بچے کے وزن کا صحت کے چارٹ پر باضابطہ ریکارڈ رکھا جائے تو پتا چل سکتا ہے کہ اس کا وزن نارمل طریقے سے بڑھ رہا ہے کہ نہیں۔

اگر صحیح طرح سے استعمال ہو تو یہ چارٹ ماؤں کو بتا دے گا۔ کب بچے کی نشو ونما نارمل نہیں ہے تاکہ وہ اس کے لیے وقت پر کوئی تدبیر کر سکیں۔ مثلاً وہ بچے کو زیادہ خوراک دے سکتے ہیں اور اگر بیماری ہو تو اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

اچھا یہ ہے کہ ماں پانچ برس سے کم عمر کے ہر بچے کے لیے ایک صحت کا چارٹ رکھے۔ اگر قریب ہی کوئی ہیلتھ سنٹر یا پانچ سال سے کم عمر بچوں کا شفاخانہ ہو تو ماں کو چاہیے کہ بچوں کو ہر مہینے وہاں لے جا کر ان کا وزن اور معائنہ کرائے۔ ڈاکٹر چارٹ اور اس کا استعمال سمجھا سکتا ہے۔

یاد رکھیے: بچوں میں بیماری بہت جلد سنجیدہ رخ اختیار کر لیتی ہے جو بیماری بڑے آدمی کو شدید نقصان پہنچانے یا مار ڈالنے میں ہفتے لیتی ہے وہ چھوٹے بچے کو چند گھنٹوں میں مار سکتی ہے۔ لہٰذا یہ بہت ضروری ہے کہ بیماریوں کی ابتدائی نشانیوں اور علامتوں پر نظر رکھی جائے اور ان کی طرف فوراً توجہ کی جائے۔

ناقص غذائیت کا شکار بچے

بہت سے بچے اس لیے ناقص غذائیت کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ان کو کافی مقدار میں غذا نہیں ملتی یا اگر وہ زیادہ تر ایسی غذائیں کھاتے ہیں جن میں بہت سا پانی اور ریشہ ہوتا ہے، تو ان کو جسم کی ضرورت بھر توانائی والی غذا پہنچے سے پہلے ان کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کے غذا میں بعض اجزا مثلاً وٹامن اے یا آیوڈین کی کمی ہوتی ہے۔ ناقص غذائیت سے بچوں میں کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

کم سنجیدہ صورت میں پیدا ہونے والے مسائل

☆ نشو ونما سست

☆ پھولا ہوا پیٹ

☆ دبلا لاغر جسم

☆ بھوک نہ لگنا

☆ توانائی کم ہونا
☆ پھیکی رنگت (خون کی کمی)
☆ مٹی کھانے کی خواہش (خون کی کمی)
☆ باچھوں میں زخم
☆ زکام اور دوسرے انفیکشنز کا بار بار ہونا
☆ رات کو نظر نہ آنا

زیادہ سنجیدہ صورت میں پیدا ہونے والے مسائل

☆ وزن کم، بڑھتا ہے یا نہیں بڑھتا
☆ پیروں کا سوجنا (کبھی کبھی چہرہ پر سوجن بھی)
☆ سیاہ دھبے، نیل، یا کھلے زخم
☆ سر کے بال کم ہونا یا گر جانا
☆ چلنے اور کھیلنے کی خواہش نہ ہونا
☆ منھ کے اندر زخم
☆ نارمل ذہانت پیدا نہ ہونا
☆ خشک چشمی (Xerophthalmia)
☆ اندھاپن

ناقص غذائیت کی شدید صورتیں "خشک ناقص غذائیت" (Marasmus مارازمس) اور "تر ناقص غذائیت" (کواشیورکو) ہیں۔

ناقص غذائیت کی علامتیں کسی شدید بیماری مثلاً اسہال (دستوں کی بیماری) یا خسرہ کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ جو بچہ بیمار ہو یا بیماری کے بعد اچھا رہا ہو اسے تندرست بچے کے مقابلے میں عمدہ غذا کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

ناقص غذائیت کو روکنے اور اس کا علاج کرنے کے لیے بچے کو کافی غذا دیں اور دن میں کئی بار دیں۔ بچے کی اصل غذا میں زیادہ توانائی والی چیزیں مثلاً پھلیاں، دالیں، پھل، سبزیاں اور ممکن ہو تو دودھ، انڈے، مچھلی اور گوشت بھی شامل کر دیں۔

اسہال اور پیچش

اسہال والے بچے کے لیے سب سے زیادہ خطرناک چیز جسم میں پانی کی کمی یا جسم سے بہت زیادہ سیال نکل جانا ہوتا ہے۔ اگر الٹیاں آ رہی ہوں تو بچے کے لیے خطرہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسے او آر ایس یا پانی کی کمی دور کرنے والے مشروب پلائیں۔ اگر بچہ ماں کا دودھ پی رہا ہو تو ماں اپنا دودھ پلاتی رہے لیکن پانی کی کمی دور کرنے والا مشروب بھی پلائے۔

اسہال والے بچوں کے لیے دوسرا بڑا خطرہ ناقص غذائیت ہے، بچہ جوں ہی کھانے لگے اسے اچھی غذا کھلائیں۔

بخار

چھوٹے بچوں کو تیز بخار (۳۹ سنٹی گریڈ) کی وجہ سے دورے پڑنے لگتے ہیں یا ان کے دماغ کو نقصان ہوتا ہے۔ بخار کم کرنے کے لیے، کپڑے اتار دیں اگر بچہ رو رہا ہو یا ناخوش معلوم ہو تو اسے پیراسیٹامول یا اسپرین کی صحیح خوراک کھلائیں اور اسے خوب سیال چیزیں پلائیں۔ اگر جسم بہت گرم ہو اور کپکپا رہا ہو تو جسم پر ہلکا ٹھنڈا (زیادہ ٹھنڈا نہیں) پانی ڈالیں۔

دورے

بچوں کو دورے پڑنے کی عام وجوہات یہ ہیں۔ تیز بخار، جسم میں پانی کی کمی، مرگی اور گردن توڑ بخار (مننجائٹس)، اگر بخار زیادہ ہو تو اسے تیزی سے کم کرنے کی تدبیر کریں، پانی کی کمی کی علامتوں اور گردن توڑ بخار کی علامتوں پر نظر رکھیں، بخار یا کسی اور مرض کی علامتوں کے بغیر اچانک پڑنے والے دورے عام طور سے مرگی کے ہوتے ہیں خاص طور پر، اگر دوروں کے بیچ میں بچہ ٹھیک معلوم ہو۔ دورے جن میں پہلے جبڑا پھر پورا جسم اکڑ جائے ٹیٹنس ہو سکتا ہے۔

گردن توڑ بخار (مننجائٹس)

یہ خطرناک بیماری خسرہ، گلسوے (کن پھیڑ یا ممپس) یا کسی اور خطرناک بیماری کے ساتھ حملہ کر سکتی ہے۔ جن بچوں کی ماؤں کو تپ دق ہوتا ہے انہیں مسلول (دق والا) گردن توڑ بخار ہو سکتا ہے۔ بیمار بچہ جو سر کو بہت پیچھے جھکائے لیٹا ہو، جس کی گردن اتنی اکڑ گئی ہو کہ آگے نہ بڑھ سکے اور جس کا جسم عجیب طرح سے ہلتا ہو، اسے گردن توڑ بخار ہو سکتا ہے۔

خون کی کمی۔ انیمیا

بچوں کی عام علامتیں

☆ پھیکا یا زردی مائل رنگ خاص طور پر پپوٹوں کے اندر کا اور مسوڑھوں اور ناخنوں کا۔ کمزور بچہ جلد تھک جاتا ہے۔

☆ مٹی کھانا پسند کرتا ہے۔

عام وجوہات

☆ غذا میں فولاد کی کمی۔

☆ پیٹ کے پرانے انفیکشن۔

☆ ہک ورم۔

☆ ملیریا۔

بچاؤ اور علاج

گوشت اور انڈے جیسی غذائیں کھلائیں جن میں فولاد زیادہ ہوتا ہے۔ پھلیوں کے بیج، دالیں، مونگ پھلی اور گہرے ہرے رنگ کی سبزیاں بھی کھلائیں، ان میں بھی فولاد ہوتا ہے۔

اگر ہک ورم کا شبہ ہے تو پاخانہ ٹیسٹ کروائیں، اگر ہک ورم کے انڈے نظر آتے ہیں تو اس کا علاج کریں۔

خون کی کمی کی وجہ کا علاج کریں اور اگر ہک ورم عام ہو تو بچے کو ننگے پاؤں نہ پھرنے دیں۔

اگر ضروری ہو تو فولادی نمکیات منہ کے ذریعے بھی دیں۔

خبردار: چھوٹے یا بڑے بچے کو فولاد کی گولیاں مت کھلائیں، یہ اس کے لیے زہریلی ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس کے بجائے بچے کو فولاد سیرپ کی شکل میں کھانے کی چیزوں کے ساتھ ملا کر دیں۔

کیڑے اور آنتوں کے دوسرے طفیلیے

اگر گھر کے ایک بچے کے پیٹ میں کیڑے ہوں تو سارے گھر کو دوا کھانی چاہیے، کیڑوں سے بچنے کے لیے بچوں کو چاہیے کہ:

☆ صفائی کے رہنما اصولوں کی پابندی کریں۔

☆ کھلی جگہ کے بجائے بیت الخلا میں پاخانہ کریں۔

☆ کبھی بھی ننگے پاؤں نہ پھریں۔

☆ کبھی بھی آدھا کچا یا آدھا پکا ہوا گوشت یا مچھلی نہ کھائیں۔

☆ صرف ابلا ہوا یا صاف کیا ہوا پانی پئیں۔

جلد کے مسائل

بچوں میں جلد کی درج ذیل بیماریاں سب سے زیادہ عام ہیں:

☆ خارش تر۔

☆ انفیکشن والے زخم اور صفرہ یا زرد زخم (امپیٹگو)۔

☆ داد یا فنگس کا کوئی دوسرا انفیکشن۔

جلد کی بیماریوں سے بچے کو بچانے کے لیے صفائی کے رہنما اصولوں کی پابندی کریں۔

بچوں کو اکثر نہلائیں اور ان کی جوئیں نکالیں۔

کھٹمل، جوؤں اور خارش (Scabies) کو کنٹرول کریں۔

جن بچوں کو تر خارش، جوئیں، داد یا انفیکشن والے زخم ہوں، ان کو دوسرے بچوں کے ساتھ سونے یا کھیلنے نہ دیں اور ان کا جلدی علاج کریں۔

آنکھوں کی لالی

(رمد، ورم ملتحمہ، آشوب چشم، آنکھیں دکھنا یا آنا، گلابی آنکھ، کنجنکٹی وائٹس)۔

دن میں کئی بار صاف نم کپڑے سے آنکھیں ہلکے ہاتھ سے پونچھ کر صاف کر دیں۔ دن میں ۴ مرتبہ پپوٹوں کے اندر کوئی اینٹی بایوٹک آنکھ کا مرہم لگائیں، دکھتی آنکھوں والے بچے کو دوسروں کے ساتھ سونے اور کھیلنے نہ دیں۔ اگر چند دن میں ٹھیک نہ ہو تو ڈاکٹر سے ملیں۔

نزلہ زکام اور فلو

عام زکام جس میں ناک بہتی ہو، ہلکا بخار یا حرارت ہو، کھانسی آئے، اکثر اوقات گلے میں خراش ہو اور کبھی کبھی دست بھی آئیں تو یہ بچوں کا ایک عام مرض ہے لیکن خطرناک نہیں ہے۔

خوب سیال چیزیں پلائیں۔ اسیٹا مینوفن یا اسپرین کھلائیں۔ اگر بچہ لیٹا رہنا چاہتا ہے تو لیٹا رہنے دیں۔ اچھی غذا اور

خوب پھل کھلانے سے بچے زکام وغیرہ سے بچے رہتے ہیں اور اگر زکام ہو بھی تو جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

کان کا درد اور کان کے انفیکشن

چھوٹے بچوں کے کانوں میں عام طور پر انفیکشن ہو جاتے ہیں۔ یہ انفیکشن چند روز تک زکام رہنے یا ناک بند رہنے کے بعد ہوتے ہیں۔ بخار بڑھ سکتا ہے اور بچہ اکثر و بیشتر روتا رہتا ہے اور کنپٹی کے پاس ہاتھ سے رگڑتا ہے، کبھی کبھی کان میں پیپ بھی نظر آتی ہے، چھوٹے بچوں کو کان کے انفیکشن کی وجہ سے الٹیاں اور دست لگ سکتے ہیں، اس لیے جب بچے کو دست اور بخار ہو تو کان ضرور چیک کر لیں۔

علاج: کان کے انفیکشنز کا جلد علاج کرنا ضروری ہے اور ڈاکٹر کے مشورے سے دوائیں دیں۔

روئی سے کان کی پیپ صاف کر دیں لیکن کان میں پھایا نہ رکھیں، ورنہ ہی کان میں تنکا پتا یا کوئی اور چیز ڈالیں۔

جن بچوں کے کان سے پیپ آئے ان کو نہانا تو بیشک چاہیے مگر ٹھیک ہو جانے کے بعد بھی کم سے کم دو ہفتے تک انہیں پانی میں غوطہ لگانے، اور تیرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

روک تھام

بچوں کو بتایئے کہ زکام میں ناک پونچھ لیں۔ سنکیں نہیں۔

بچوں کو بوتل سے دودھ نہ پلائیں اور اگر پلائیں بھی تو بچے کو چت لٹا کر دودھ نہ پلائیں کیوں کہ اس طرح دودھ ناک میں چڑھ سکتا ہے اور کان میں انفیکشن پیدا کر سکتا ہے۔

بچے کی ناک بھری ہوئی ہو اور بند ہو تو نمک کے پانی کے قطرے ٹپکائیں، ناک سے مواد چسنی یا غبارہ سے چوس کر نکال دیں۔

کان کی نالی میں انفیکشن

یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کان کے اندر کی نالی میں انفیکشن ہے یا نہیں، ہلکے سے کان کھینچیں، اگر درد ہو تو نالی انفیکشن ہے۔ پانی میں سرکہ ملا کر دن میں تین یا چار مرتبہ کان میں ٹپکائیں (ایک چمچ ابالے ہوئے پانی میں ایک چمچ سرکہ ملائیں)۔ اگر بخار یا پیپ ہو تو اینٹی بایوٹک بھی استعمال کرائیں۔

گلے کی خراش اور ٹانسلز کی سوجن

یہ شکایتیں بھی زکام نزلہ کے ساتھ ہی ہوتی ہیں۔ حلق اندر سے لال ہوتا ہے اور بچے کو نگلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ ٹانسلز (حلق کے پچھلے حصے میں دونوں طرف ابھار یا لمف (گلٹیاں) بڑھ جاتی ہیں، ان میں درد ہوتا ہے اور پیپ بنتی ہے۔ ایسے میں بخار ۴۰ درجے تک ہو سکتا ہے۔

علاج: گرم نمکین پانی سے غرارہ (ایک گلاس گرم پانی میں ایک چھوٹا چمچ چائے کا نمک) درد کے لیے اسیٹا مینوفن یا اسپرین۔

گلے کی خراش اور گٹھیے کے بخار کا خطرہ

عام نزلہ زکام یا فلو کے ساتھ گلے کی خراش ہو تو عام طور پر اینٹی بایوٹک استعمال نہ کریں۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ غرارہ اور اسیٹا مینوفن (یا اسپرین) سے علاج کریں۔

لیکن گلے کی خراش کی ایک قسم ''اسٹرپ حلق'' بھی ہے جس کا علاج ڈاکٹر کے مشورے سے پنسلین سے کرنا چاہیے، یہ بچوں اور نوجوانوں میں بہت عام ہے۔ عموماً اس کا حملہ اچانک ہوتا ہے۔ گلے میں شدید خراش ہوتی ہے، تیز بخار ہوتا ہے لیکن اکثر زکام یا کھانسی کی کوئی علامت نہیں ہوتی۔

حلق اور ٹانسلز بہت لال ہو جاتے ہیں اور جبڑے کے نیچے یا گردن کی لمف گلٹیاں (Lymph Nodes) سوج جاتی ہیں اور چھونے سے درد کرتی ہیں۔

جس بچے یا نوجوان کو ''اسٹرپ حلق'' کی شکایت ہو اسے دوسروں سے بہت دور سونا چاہیے تاکہ دوسروں کو یہ بیماری نہ لگے۔

گٹھیا کا بخار

یہ بچوں اور نوجوانوں کی بیماری ہے۔ اس کا حملہ اسٹرپ حلق کے حملے کے ایک سے تین ہفتے بعد ہوتا ہے۔

خاص علامتیں: عام طور پر ان میں سے تین یا چار علامتیں ہوتی ہیں۔

☆ بخار۔

☆ جوڑوں میں درد، خاص طور پر کلائیوں اور ٹخنوں میں اور بعد میں گھٹنوں اور کہنیوں میں۔ جوڑ سوج جاتے ہیں اور اکثر چھونے

سے گرم لگتے ہیں، ان کا رنگ لال ہو جاتا ہے۔

☆ کھال کے نیچے مڑی ہوئی لال لکیریں یا گٹھلیاں۔

☆ زیادہ شدید حملہ ہو تو کمزوری، اچھلے اور تیز سانس اور کبھی کبھی دل میں درد بھی ہوتا ہے۔

علاج: اگر گٹھیا کے بخار ہو تو فوری ڈاکٹر سے رجوع کریں کیوں کہ اس میں دل کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

بچپن کی چھوت کی/متعدی بیماریاں

چھوٹی چیچک Chikenpox

اس بیماری کے مریض سے چھوت لگنے کے دو یا تین ہفتے بعد یہ وائرس کا انفیکشن جو ہلکا ہوتا ہے، شروع ہو جاتا ہے۔

علامتیں: پہلے بہت سے چھوٹے لال، کھجلی والے دھبے نمودار ہوتے ہیں۔ پھر یہ ابھرے ہوئے مہاسوں یا آبلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور آخر کار ان پر پپڑی جم جاتی ہے۔ عام طور پر یہ جسم پر پہلے نمودار ہوتے ہیں اور بعد میں چہرہ، بازوؤں اور ٹانگوں پر نظر آتے ہیں۔ دھبے، آبلے اور پپڑی والے آبلے ایک ساتھ بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ بخار عام طور پر ہلکا ہوتا ہے۔

علاج: یہ انفیکشن عام طور پر ہفتے بھر میں دور ہو جاتا ہے۔ بچے کو صابن اور ہلکے گرم پانی سے روز نہلائیں۔ کھجلی کم کرنے کے لیے (جئی Oatmeal کا آٹا) کو پانی میں ابال کر چھان لیں اور ٹھنڈا ہونے پر کپڑا تر کر کے جسم پر لگائیں۔ بچوں کے ناخن کاٹیں تاکہ کھجلانے سے زخم نہ چھلے۔ اگر پپڑی والے آبلوں میں انفیکشن ہو جائے تو ان کو صاف رکھیے، ان پر گرم گیلے کپڑے سے سکائی کریں اور اینٹی بایوٹک مرہم لگائیں۔ کوشش کر کے بچے کو کھجلانے نہ دیں۔

خسرہ (Measles)

یہ وائرس سے ہونے والا انفیکشن ہے جو ناقص غذائیت یا تپ دق شکار بچوں کے لیے خاص طور پر خطرناک ہے۔ خسرہ کے مریض کے قریب جانے کے دس روز بعد یہ بیماری شروع ہوتی ہے۔ پہلے زکام کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں یعنی بخار، ناک بہنا، آنکھوں میں سرخی اور کھانسی۔

بچے کی بیماری بڑھتی جاتی ہے، منہ کے اندر زخم ہو سکتے ہیں اور دست آ سکتے ہیں۔

دو یا تین روز بعد چھوٹے چھوٹے لال دانے نمودار ہوتے ہیں، پہلے کانوں کے پیچھے اور گردن پر پھر چہرہ اور جسم پر اور آخر میں بازوؤں اور ٹانگوں پر، دانوں کے نکل آنے کے بعد بچہ عام طور پر بہتر ہونے لگتا ہے، دانے تقریباً پانچ دن رہتے ہیں۔ کبھی کبھار کھال کے نیچے خون نکلنے کی وجہ سے کہیں کہیں کالے دھبے بھی پڑ جاتے ہیں۔

علاج: بچہ بستر پر لیٹا رہے، خوب سیال پیے اور اچھی صحت اور توانائی دینے والی غذا کھائے، اگر ٹھوس غذا نگلی نہ جا سکے تو یخنی وغیرہ دیں، اگر چھوٹا بچہ ماں کا دودھ نہ پی سکے تو ماں اپنا دودھ چمچے میں نکال نکال کر پلائے۔

☆ ممکن ہو تو آنکھوں کو بچانے کے لیے وٹامن اے دیں۔

☆ بخار اور بے چینی کے لیے ایسیٹا مینوفن (یا اسپرین) دیں۔

☆ کان میں درد ہونے لگے تو ڈاکٹر کے مشورہ سے اینٹی بایوٹک دیں۔

☆ اگر نمونیا، گردن توڑ بخار یا کان یا پیٹ میں شدید درد ہو تو طبی امداد حاصل کریں۔

☆ اگر دست آئیں تو پانی کی کمی دور کرنے والا سیال یا او آر ایس پلائیں۔

خسرہ سے بچاؤ

جن بچوں کو خسرہ ہو، ان کو تمام دوسرے بچوں حتیٰ کہ بہن بھائیوں سے بھی بہت دور رہنا چاہیے۔ خاص طور پر ان بچوں کو خسرہ کے مریض سے دور رکھیے جو ناقص غذائیت کا شکار ہوں یا جن کو تپ دق یا کوئی اور پرانی بیماری ہو۔ جس گھر میں کسی کو خسرہ ہو وہاں دوسرے گھرانوں کے بچوں کو نہیں جانا چاہیے۔ اگر کسی گھر میں کسی کو خسرہ ہو اور اس گھر کے دوسرے بچوں کو خسرہ ابھی تک نہ ہوئی ہو تو ان کو دس دن تک اسکول، دکان یا اور عام مقامات پر نہیں جانا چاہیے۔

خسرہ کی روک تھام اور بچوں کی جان اس مرض سے بچانے کے لیے اس امر کو یقینی بنائیے کہ بچہ خوب اچھی غذا کھائے ہوئے ہے۔ جب آپ کے بچے آٹھ سے چودھ ماہ کی عمر کے ہوں تو ان کو خسرہ کے ٹیکے لگوا دیں۔

جرمن خسرہ

جرمن خسرہ عام خسرہ جیسا شدید نہیں ہوتا، یہ مرض تین سے چار دن تک رہتا ہے، دانے کم نکلتے ہیں۔ سر اور گردن کے پچھلے حصے اور لمف گلٹیاں اکثر سوج جاتی ہیں اور چھونے سے دکھتی ہیں۔

بچے کو بستر پر لیٹے رہنا چاہیے اور ضروری ہو تو ڈاکٹر کے مشورے سے دوائی استعمال کرانی چاہیے۔

جن عورتوں کو حمل کے پہلے تین ماہ میں جرمن خسرہ ہو ان کے بچے کا جسم ناقص یا بدشکل ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے جن حاملہ عورتوں کو پہلے جرمن خسرہ نہ نکلا ہو یا نہ ٹھیک سے پتہ ہو کہ نکلا تھا کہ نہیں، ان کو ایسے بچوں سے بہت دور رہنا چاہیے جن کو یہ خسرہ ہو۔ جرمن خسرہ کا ٹیکہ تو ہے مگر اکثر دستیاب نہیں ہوتا۔

گلسوے (ممپس)

گلسوؤں کے مریض سے چھوت لگنے کے دو یا تین ہفتے بعد نئے مریض میں اس بیماری کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ گلسوے کی بیماری کی ابتدا میں مریض کو بخار ہوتا ہے اور منہ کھولنے یا کھانے میں درد ہوتا ہے۔ دو روز میں جبڑے کے کونے پر کان کے نیچے نرم سوجن نمودار ہو جاتی ہے۔ اکثر یہ پہلے ایک طرف، پھر بعد میں دوسری طرف نمودار ہوتی ہے۔

علاج: سوجن خود ہی تقریباً دس دن میں چلی جاتی ہے اور کسی دوائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسیٹامینوفن یا اسپرین درد اور بخار کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے۔ بچے کو نرم اور جسم بنانے والی غذائیں کھلائیں اور اس کا منہ صاف رکھیں۔

پیچیدگیاں

بڑوں اور گیارہ برس سے زیادہ عمر کے بچوں میں اس بیماری کے پہلے ہفتہ کے بعد پیٹ میں درد ہو سکتا ہے اور مردوں کے فوطوں/خصیوں/انتوں میں درد اور سوجن پیدا ہو سکتی ہے، اگر یہ سوجن ہو تو مریض کو خاموشی سے آرام کرنا چاہیے اور جہاں سوجن ہو وہاں برف کی تھیلی یا ٹھنڈے پانی میں گیلے کپڑے رکھنے چاہئیں، اس سے درد اور سوجن کم ہو جاتے ہیں۔

اگر گردن توڑ بخار کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو طبی امداد حاصل کریں۔

کالی کھانسی

کالی کھانسی کی چھوت لگنے کے ایک یا دو ہفتے بعد نئے مریض کو یہ مرض ہو جاتا ہے، یہ زکام کی طرح بخار کے ساتھ شروع ہوتی ہے، ناک بہتی ہے اور کھانسی ہوتی ہے۔

دو ہفتے بعد کھانسی کا مخصوص دورہ پڑنے لگتا ہے، بچہ سانس لیے بغیر کئی بار تیزی سے کھانستا ہے یہاں تک کہ لیسدار بلغم کا لوتھڑا نکل آتا ہے اور ہوا اس کے پھیپھڑوں میں سیٹی کی سی آواز کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔ کھانسی کے دوران بچے کے ہونٹ اور ناخن، سانس اندر نہ جانے کی وجہ سے نیلے یا کالے پڑ سکتے ہیں، سیٹی کی سی آواز کے بعد الٹی بھی آ سکتی ہے۔ کھانسی کے دوروں کے درمیان بچہ خاصا تندرست نظر آتا ہے۔

کالی کھانسی تین مہینے یا اس سے زیادہ عرصے تک جاری رہ سکتی ہے۔

ایک برس سے کم عمر کے بچوں کے لیے کالی کھانسی خاص طور پر خطرناک ہے اس لیے جلدی ہی ٹیکہ لگوا دینا چاہیے۔ دودھ پیتے بچوں میں سیٹی کی سی آواز نہیں آتی، اس لیے پتا نہیں چلتا کہ انہیں کالی کھانسی ہے یا نہیں۔ اگر ایسے کسی بچے کو کھانسی کے دورے پڑیں اور آنکھیں سوجی ہوئی ہوں اور آپ کے علاقے میں کالی کھانسی کے مریض ہوں تو فوراً کالی کھانسی کا علاج کریں۔

علاج: اینٹی بایوٹک دوائیں کالی کھانسی کے ابتدائی مرحلہ میں ہی مفید ہوتی ہیں، جب سیٹی کی آواز نکلنی شروع نہیں ہوتی۔ یہ دوائیں ڈاکٹر کے مشورہ سے استعمال کرنی چاہئیں۔

اگر کھانسی کے بعد سانس رک جائے تو بچے کو اوندھا کر کے اپنی انگلی سے اس کے منہ سے بلغم نکال دیں، پھر کمر پر ہاتھ سے تھپکی دیں۔

بچہ کا وزن کم ہونے اور اس کو ناقص غذائیت کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے اس کی غذا کا خاص خیال رکھیے، الٹی ہونے کے بعد بچے کو ضرور کچھ کھلائیں پلائیں۔

پیچیدگیاں

کھانسی کی وجہ سے آنکھوں کے سفید حصہ کے اندر خون نمودار ہوسکتا ہے، اس کے لیے کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر دورے پڑنے لگیں یا نمونیا کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو بھی امداد حاصل کریں۔

تمام بچوں کو کھانسی سے بچائیں دو ماہ کی عمر میں ان کو کالی کھانسی کا پہلا ٹیکہ ضرور لگوادیں۔

خناق (ڈپتھیریا/ ڈفتھیریا)

یہ بیماری زکام کی طرح بخار، سر درد یا حلق میں خراش کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ حلق کے پچھلے حصے میں زردی مائل خاکستری (راکھ کے رنگ میں پیلاہٹ ملی ہوئی) تہہ یا جھلی جم جاتی ہے جو کبھی کبھی ناک میں اور ہونٹوں پر بھی جمتی ہے، گردن سوج سکتی ہے اور سانس میں بہت بدبو ہوتی ہے۔

بچے کے بارے میں شک ہو کہ اسے خناق ہے تو اسے الگ کمرے میں اور لوگوں سے علیحدہ، بستر میں سلائیں۔

جلدی سے طبی امداد حاصل کریں۔ خناق کے لیے ایک خاص "اینٹی ٹاکسنز" دوا موجود ہے۔ اس کے علاوہ:

گرم پانی میں تھوڑا سا نمک ڈال کر غرارہ کریں۔

بار بار یا مسلسل گرم پانی کی بھاپ میں سانس دلائیں یعنی بھپارہ دیں۔

اگر بچے کا دم گھٹنے لگے اور وہ نیلا ہونے لگے تو انگلی پر کپڑا لپیٹ کر حلق کی جھلی نکالنے کی کوشش کریں۔

خناق خطرناک بیماری ہے جس سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ڈی پی ٹی ٹیکہ لگوادیا جائے، اپنے بچوں کو لازمی طور پر یہ ٹیکے لگوائیں۔

بچوں کا فالج (پولیو)

دو سال سے کم عمر بچوں میں پولیو کی بیماری سب سے زیادہ عام ہے۔ یہ زکام سے ملتے جلتے وائرس کے انفیکشن سے ہوتی ہے اور اکثر بخار، الٹی، دست اور پٹھوں میں تکلیف کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ عام طور پر بچہ چند روز میں بالکل ٹھیک ہوجاتا ہے، لیکن کبھی کبھی جسم کا کوئی حصہ کمزور یا فالج زدہ ہوجاتا ہے۔ بیشتر یہ اثر ایک یا دونوں ٹانگوں میں ہوتا ہے، کمزور ٹانگ وقت کے ساتھ ساتھ پتلی ہوتی ہے اور دوسری ٹانگ کے برابر بڑھتی نہیں ہے۔

بچاؤ: پولیو سے بچاؤ کا بہترین طریقہ ٹیکہ ہے۔

☆ جس بچے کو زکام، بخار یا پولیو کے وائرس سے پیدا ہونے والی کوئی علامت ہو، اسے کسی دوا کے انجکشن نہ دیں، انجکشن کی وجہ سے ممکن ہے کہ پولیو کا ہلکا حملہ جس میں فالج نہیں ہوتا، فالج والے شدید حملے میں بدل سکتا ہے۔ جب تک شدید ضرورت نہ ہو بچوں کو ہرگز کوئی انجکشن نہ لگائیں۔

☆ زکام اور بخار والے بچے کو الگ کمرے میں دوسرے بچوں سے دور رکھیں۔ بچے کو ہاتھ لگانے کے بعد ماں باپ کو ہاتھ دھونے چاہئیں۔

☆ بچوں کو دو تین اور چار ماہ کی عمر میں یعنی تین مرتبہ پولیو کے قطرے ٹیکے کے طور پر پلانے چاہئیں۔

☆ جس بچے کو پولیو کی وجہ سے فالج ہوگیا ہو اسے اچھی غذا کھانی چاہیے اور تندرست پٹھوں کو مضبوط بنانے کے لیے ورزش کرنی چاہیے۔

☆ بچے کو جس طرح ہوسکے چلنے میں مدد دیں۔ دو بلیاں لگایئے تاکہ وہ چلنا سیکھ لیں پھر اسے بیساکھیاں بنا کر دیں۔ ٹانگ کے لیے کیلی پرز (Calipers)، بیساکھیوں اور اس طرح کی دوسری چیزوں کی مدد سے بچہ بہتر طور پر چل سکتا ہے اور اس کا جسم بدشکل ہونے سے بچ سکتا ہے۔

بچوں کی پیدائشی بیماریاں

اترا ہوا کولھا

بعض بچوں کا کولھا پیدائشی طور پر اترا ہوا ہوتا ہے یعنی کولھے کی ہڈی کا جوڑ نکل جاتا ہے۔ اگر شروع ہی میں احتیاط کی جائے تو

دائمی خرابی پیدا نہیں ہوتی اور بچہ لنگڑا نہیں ہوتا، اس لیے ضروری ہے کہ پیدائش کے تقریباً دس روز بعد بچہ کا معائنہ کیا جائے کہ کولھا ٹھیک ہے کہ نہیں۔

دونوں ٹانگوں کا مقابلہ کریں۔ اگر ایک کولھا اترا ہوا ہوگا تو اس طرف یہ علامتیں نظر آئیں گی۔

ٹانگ کا اوپر کا حصہ کسی حد تک جسم کے نچلے حصے کے اوپر آگیا ہوگا۔

ٹانگ ذرا چھوٹی اور عجیب زاویے پر مڑی ہوئی ہوگی یا دونوں ٹانگیں جسم کی طرف سکیڑنے کے بعد پھیلانے پر اگر ایک ٹانگ پوری نہ کھلے یا اچھلے یا چٹخنے کی آواز آئے تو وہی کولھا اترا ہوا ہے۔

بچے کو پیٹھ پر اس طرح رکھیں کہ بچے کی ٹانگیں دونوں طرف پھیلی رہیں۔

ایسے بچے کو رواجا اس طرح گود میں لیا جاتا ہو کہ اس کی ٹانگیں ماں کے کولھوں کے ایک ادھر اور ایک ادھر لٹکی رہیں وہاں اکثر کسی اور علاج کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

ناف کا ہرنیا

کچھ باہر نکلی ہوئی ناف کوئی مسئلہ نہیں، نہ کسی دوا کی ضرورت ہے نہ علاج کی، پیٹ پر کپڑے کی پٹی ذرا کس کر لپیٹنے سے بھی فائدہ نہیں۔

کچھ زیادہ باہر نکلی ہوئی ناف کا فتق (ہرنیا) بھی خطرناک نہیں ہوتا اور اکثر خود ہی غائب ہو جاتا ہے۔ اگر یہ پانچ برس کی عمر کے بعد بھی باقی رہے تو آپریشن کی ضرورت ہو سکتی ہے، طبی مشورہ حاصل کریں۔

سوجا ہوا فوطہ (فوطے میں پانی بھر جانا یا ہرنیا)

اگر کسی چھوٹے بچے کے فوطوں کی تھیلی ایک طرف سوجی ہوئی ہو تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں پانی بھرا ہوا ہے (ہائڈروسیل) یا پھر آنت اتر کر فوطے میں پھسل آئی ہے (ہرنیا)۔

وجہ معلوم کرنے کے لیے سوجن کا ٹارچ کی روشنی میں معائنہ کریں۔

۱۔ اگر روشنی فوطے کے آر پار آسانی سے گزر جائے تو غالباً پانی بھرا ہوا ہے (ہائڈروسیل)۔

علاج: عام طور پانی بھرا فوطہ علاج کے بغیر خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے، اگر ایک برس سے زیادہ برقرار رہے تو طبی مشورہ حاصل کریں۔

۲۔ اگر روشنی نہیں گزرتی اور بچے کے کھانسنے یا روتے وقت سوجن بڑھ جاتی ہے تو یہ ہرنیا ہے یعنی آنت اتر آئی ہے۔ آنت اترنے (ہرنیا) کے لیے آپریشن کی ضرورت ہے۔

ذہنی طور پر سست، بہرے یا جسمانی طور پر بدشکل بچے

بعض دفعہ ایسا بچہ پیدا ہوتا ہے جو پیدائشی طور پر بہرا، ذہنی طور پر پس ماندہ (سست) یا پیدائشی نقائص والا ہوتا ہے (یعنی جسم کے کسی حصے میں کوئی خرابی ہوتی ہے) اس میں کسی کا قصور نہیں، اکثر وبیشتر یہ محض اتفاق ہے۔

لیکن بعض چیزوں سے پیدائشی نقائص کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اگر ماں باپ کچھ احتیاطی تدابیر کر لیں تو بچے میں خرابی کا امکان کم ہوتا ہے۔

۱۔ حمل کے دوران اگر ماں کو صحت اور توانائی بخشنے اور جسم بنانے والی غذا نہ ملے تو بچے میں ذہنی سستی یا دیگر پیدائشی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

تندرست بچے کی خاطر حاملہ عورتوں کو عمدہ غذا کافی مقدار میں ملنی چاہیے۔

۲۔ حاملہ عورت کی غذا میں آیوڈین کی کمی سے بچے میں کریٹنزم (Cretinism) ہو سکتا ہے۔ بچے کا چہرہ ذرا پھولا ہوا ہوتا ہے اور وہ بالکل بے عقل سا نظر آتا ہے۔ پیدائش کے بعد طویل عرصہ تک اس کی جلد اور آنکھیں پیلی رہتی ہے (جیسے یرقان یا پیلیا ہو گیا ہو۔)

زبان باہر لٹکی رہتی ہے اور ماتھے پر بال بھی ہو سکتے ہیں۔ کمزور ہوتا ہے، کم کھاتا ہے، کم روتا ہے اور زیادہ سوتا ہے۔ ذہنی طور پر پس ماندہ ہوتا ہے اور بہرا بھی ہو سکتا ہے اور عام طور پر اسے ناف کا فتق (ہرنیا) ہوتا ہے، عام بچوں کے مقابلے میں یہ بچہ دیر میں بولتا اور چلنا شروع کرتا ہے۔

کریٹنزم سے بچاؤ کے لیے حاملہ عورتوں کو عام نمک کی بجائے آیوڈین والا نمک استعمال کرنا چاہیے۔

اگر آپ کو کسی بچے کا کریٹنزم کا شک ہو تو اسے فوراً ڈاکٹر کے

پاس لے جائیں۔ اسے جتنی جلد اس مرض کی خاص دوا (تھائرائڈ) ملے گی، اتنی ہی جلدی وہ بہتر ہوتا جائے گا۔

۳۔ پینتیس برس کی عمر کے بعد نقائص والا بچہ پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ منگولیت یا ڈاؤن بیماری جو کریٹینزم سے ملتی جلتی ہے، بڑی عمر کی ماؤں کے بچوں میں زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے احتیاط بہت ضروری ہیں۔

۴۔ بہت سی دوائیں بھی حاملہ ماں کے پیٹ میں بچے کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ حمل کے دوران کم سے کم دوائیں کھائیں اور اگر کھانی ہی پڑیں تو ڈاکٹر کے مشورے سے دوا کھائیں وہ دوائیں کھائیں جن کے بارے میں پتا ہو کہ ان کے سائیڈ افیکشن کم سے کم ہوتے ہیں۔

اگر آپ کے بچے میں کوئی پیدائشی نقص ہو تو اسے ہیلتھ سنٹر لے جایئے، اکثر کوئی نہ کوئی علاج ہو جاتا ہے۔

اگر ہاتھ یا پیر میں کوئی بہت چھوٹی فاضل انگلی ہو اور اس میں ہڈی نہ ہو تو اس کی جڑ میں ڈورا کس دیں، یہ خود ہی سوکھ کر جھڑ جائے گی۔ اگر بڑی ہو اور اس میں ہڈی ہو تو اسے چھوڑ دیں یا آپریشن سے نکلوا دیں۔

اگر نوزائیدہ بچے کے پیر اندر کی طرف مڑے ہوں یا ان کی شکل ٹھیک نہ ہو مثلاً جیسے (Clubbed) ہوں تو انہیں نرمی سے موڑ کر نارمل شکل میں لانے کی کوشش کریں۔ اگر آسانی سے ہو جائے تو روزانہ کئی بار یہی عمل کریں۔ آہستہ آہستہ ایک یا دونوں پیر نارمل ہو جائیں گے۔

اگر بچے کا پیر موڑ کر نارمل شکل میں نہ لا سکیں تو بچے کو فوراً ہیلتھ سینٹر لے جائیں جہاں ان کو صحیح رخ پر لا کر پٹی کسی جا سکتی ہے یا پلستر چڑھایا جا سکتا ہے۔ بہترین علاج کے لیے یہ عمل پیدائش کے دو روز کے اندر اندر کر دینا چاہیے۔

اگر بچے کا ہونٹ یا تالو پھٹا ہوا ہے تو اسے ماں کا دودھ پینے میں مشکل ہوگی اور اسے چمچے یا ڈراپر سے دودھ پلانا پڑے گا۔ آپریشن کر کے ہونٹ اور تالو کو تقریباً نارمل کیا جا سکتا ہے۔ ہونٹ کے آپریشن کے لیے بہترین عمر چار سے چھ ماہ ہے اور تالو کے لیے اٹھارہ ماہ۔

۵۔ پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے دوران مشکلات سے بعض مرتبہ دماغ کو نقصان پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ سے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ اگر پیدائش کے وقت بچہ سانس لینے میں سستی کرے یا اگر پیدائش سے پہلے دائی نے ماں کو کوئی آکسی ٹوسک (جلد بچہ پیدا کرنے یا ماں کو زور لگانے کی طاقت دینے کے لیے) انجکشن لگایا ہو تو بچے کے دماغ کو نقصان پہنچنے کا احتمال اور بڑھ جاتا ہے۔

تشنجی بچہ (شلل بچگی)

جس بچے کو تشنج کے دورے پڑتے ہوں اس کے پٹھے اکڑے ہوئے اور سخت ہوتے ہیں جن پر اسے بہت کم قابو ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ، گردن یا جسم مڑ جاتا ہے اور اس کی حرکت جھٹکوں والی ہوتی ہے۔ اکثر ٹانگوں کے اندر کی طرف کے پٹھے اکڑ جانے سے ٹانگیں قینچی کی طرح ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہے۔

تشنجی بچہ دماغ کو ضرر پہنچنے سے ہوتا ہے یہ ضرر اکثر پیدائش کے وقت پہنچتا ہے (جب بچہ جلد سانس نہیں لیتا) یا شروع بچپن میں گردن توڑ بخار ہو جاتا ہے۔

تشنج پیدا کرنے والے دماغی ضرر کو دور کرنے کی کوئی دوا نہیں ہے۔ لیکن بچے کو خصوصی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹانگ یا پیر کے پٹھوں کو اکڑنے سے روکنے کے لیے ان کو دن میں کئی مرتبہ بہت آہستہ آہستہ سیدھا کریں اور موڑیں۔

بچے کو کروٹ لینے، بیٹھنے اور کھڑا ہونے میں مدد دیں اور اگر ممکن ہو تو چلنے میں بھی مدد دیں۔ اسے اپنا جسم اور دماغ دونوں کو جس حد تک ممکن ہو استعمال کرنے پر اکسائیں اور ہمت بندھائیں، حوصلہ بڑھائیں۔ اگر اسے بولنے میں مشکل ہوتی ہے تب بھی ممکن ہے کہ اس کا ذہن تیز ہو اور موقع ملنے پر وہ بہت کچھ سیکھنے بلکہ ماہر ہو جائے۔ اسے اپنی مدد آپ کرنے میں مدد دیں۔

اپنے بچے میں پیدائشی نقائص یا ذہنی پس ماندگی سے بچنے کے عام طور پر میڈیکل سائنس کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ عورت رشتے کے بھائی یا کسی اور قریبی رشتہ دار سے شادی نہ کرے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ کلی طور پر ایسا ہی ہوتا ہو۔

* * *

بچوں کی نفسیاتی تربیت

بچے کی پرورش

ایک بچے کے لیے ماں کی محبت اور توجہ اتنی ہی بنیادی اور ضروری ہے جتنی کسی پودے کے لیے دھوپ اور پانی۔ کسی بھی ماں کے لیے سب سے پہلی ترجیح اس کے بچے ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک مخصوص انداز میں ماں پر انحصار کرتے ہیں۔ بچے کے ساتھ گزارے جانے والے وقت کا عرصہ اتنا اہم نہیں جتنا وقت کا مناسب مصرف اور انداز ہے۔ جب کسی کے پاس بچوں کے لیے کم وقت ہو تو اسے میسر وقت کا بہترین استعمال کرنا چاہیے تاکہ بچے مطمئن ہو سکیں۔ بچوں کی تربیت مثال کے ساتھ ہونی چاہیے۔ بچے غیر معمولی طور پر چیزوں کو سمجھنے اور جھوٹ یا بناوٹ کا سراغ لگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر وہ آپ پر اعتماد کرتے ہیں اور آپ کا احترام کرتے ہیں تو وہ چھوٹی سی عمر میں بھی آپ سے تعاون کریں گے۔

والدین اور گھر کے دیگر افراد کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ بچے کے سامنے اچھے کردار کا مظاہرہ کریں تاکہ بچہ عمدہ کردار اور اعلیٰ صفات کا مالک بن جائے۔ والدین کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بچہ نقالی میں بڑا ماہر ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ بڑوں کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے، ہو بہو وہی کچھ کرنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے ایک اچھے اور شریف خاندان کے بچے عموماً اچھے اور شریف النفس ہوتے ہیں اور برے اور پست خاندان کے بچے عموماً برے اور پست خیالات کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گھر کی تربیت بچے کی زندگی پر کافی حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی چار دیواری میں اس کی عادات بنتی اور سنورتی ہیں اور اسی میں اس کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ لنکن کا کہنا تھا کہ "جو کچھ میں ہوں اور جو کچھ میں ہوں گا، اپنی مشفق اور مہربان ماں کی تربیت کی وجہ سے ہوں اور ہوں گا۔"

انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں بچپن کا زمانہ نہایت اہم مانا گیا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں انسانی عادات و اطوار کی ابتدا ہوتی ہے اور پھر ان کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس نشوونما کے ساتھ ساتھ جذبات اور احساسات بھی ترقی کرتے ہیں۔ اگر ان تمام کی نشوونما صحیح طور پر کی جائے تو متوازن شخصیت پروان چڑھے گی لیکن اسکی پرورش میں والدین کی تعلیم و تربیت کو کافی دخل حاصل ہے۔

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ بچہ پانچ سال کی عمر تک بڑی آزادی سے بڑھتا، پھولتا اور نشوونما پاتا ہے۔ جذباتی اور احساساتی لحاظ سے اس پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ لیکن جونہی وہ پانچ چھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے، اس کی تمام آزادی کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے اور وہی والدین جنہوں نے اسے ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی اور اسے محبت و شفقت کا مرکز بنایا تھا، اس کی تمام آزادی کو سلب کر دیتے ہیں۔ پہلے پہل تو یہ حال ہوتا ہے کہ بچے نے جو کچھ کھانے پینے کو چاہا وہ لا کر حاضر کر دیا۔ جس قسم کے کھلونے پسند کیے وہ مہیا کر دیے، جس کسی بات پر ضد کی، اسے جھٹ مان لیا۔ غرضیکہ بچے کو کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہ ہونے دیا اور اسے ناز و نعم میں پالتے رہے لیکن جب بچہ پانچ سال کی عمر میں والدین کے تیور بدلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی آرزوؤں اور امنگوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بچہ مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے کا عادی بن چکا ہوتا ہے، اگر اسے لمحہ بھر کے لیے بھی غضب ناک چہرہ نظر آ جائے تو چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے اور اس وقت تک چیختا چلاتا رہتا ہے، جب تک کہ کوئی دوبارہ اسے مسکراہٹ سے نہ دیکھ لے اور اسے محبت کی آغوش میں نہ

لے۔ اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کوئی ہمدرد اور مونس اس سے روٹھ کر چلا گیا ہے اور اب اس کی جگہ کسی نامہربان اور اجنبی نے لے لی ہے اور اس کا اب دنیا میں کوئی بھی سہارا نہیں رہا۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو تنہا خیال کرنے لگتا ہے۔ ایک ایسے فرد کی مانند جسے نازونعمت سے محروم کر دیا گیا ہو، وہ اس نازونعمت کے لیے بے قرار رہتا ہے اور اس ہمدردی کا متلاشی ہوتا ہے، جو اسے پہلے نصیب تھی۔

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کو آزادی سونپتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں یہ آزادی شتر بے مہار آزادی بن کر بچے کے ذہن پر اثر انداز نہ ہو، خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ بچے کو کسی بات کا پابند کرنا ہو تو شروع سے ہی آزادی کچھ احتیاط اور کچھ پابندی کے ساتھ دی جانی چاہیے۔

دور حاضر میں اکثر لوگ مطلق آزادی کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جہاں تک ہو سکے، بچوں کو آزاد چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ بالفاظ دیگر بچوں کو لاڈ پیار سے پالنا اور انہیں ہر قسم کے نازونعمت سے نوازنا بچے کی شخصیت کو سنوارنا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر بچے کی ہر خواہش کو پورا نہ کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں کسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن جہاں تک نفسیاتی نقطۂ نظر کا تعلق ہے، آزادی کا یہ راستہ بچوں کے ذہن کی متوازن تعمیر کے لیے کسی صورت بھی مفید نہیں بلکہ مہلک ہے، جہاں تک ہو سکے، والدین کو ایسی آزادی سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ جن نفسیات دانوں نے مختلف بچوں اور نوجوانوں کی ذہنی الجھنوں کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اکثر بچے اور نوجوان جو الجھنوں میں مبتلا نظر آتے ہیں، وہ دراصل بچپن میں اسی بے مہار آزادی کا شکار تھے اور ان کی پرورش بڑی نازونعمت میں ہوئی تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس کی مدد سے بچوں کی صحیح اور متوازن پرورش کی جا سکتی ہے اور انہیں معاشرے کا مفید فرد بنایا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی تربیت کا دارومدار خود والدین پر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ والدین نے بچوں کے ساتھ کتنی مناسبت پیدا کر رکھی ہے۔ وہ بچوں کی صحیح اور متوازن پرورش کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ایک لائحہ عمل کے تحت چلنا ہوگا، ایک ایسا لائحہ عمل جس کی مدد سے بچوں کو صحیح اور مناسب راستے پر گامزن کیا جا سکے۔ جب بھی وہ آزادی کے مستحق ہوں تو انہیں آزادی دے دی جائے اور جب انہیں کسی بات کا پابند کرنا ہو تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے۔ یہ نہیں کہ انہیں ہر من مانی بات کرنے کی آزادی نصیب ہو اور یہ چیز ان کے اخلاق و کردار کو بگاڑ کر رکھ دے۔ جہاں تک اخلاق کو سدھارنے اور ان کی مناسب پرورش کا تعلق ہے، والدین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بچوں کی بری عادات کی روک تھام کریں اور ان کے لیے معاشرے میں بہتر جگہ پیدا کریں۔ زیادہ لاڈ پیار تو کسی صورت بھی مفید نہیں، ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار بچے کی ذہنی تعمیر کے لیے مہلک ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ بچے جنہیں والدین سے والہانہ محبت ہو اور وہ بڑے چاؤ چونچلے سے پلے ہوں، ان کی غیر موجودگی میں اکثر اوقات پریشانی و اضطراب کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ ہر لمحہ انہیں دیکھنے کے متلاشی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بچوں میں اکثر بے خوابی بھی دیکھنے میں آتی ہے، جس کے باعث وہ روز بروز لاغر ہوتے جاتے ہیں، بھوک غائب ہو جاتی ہے اور وہ گرد و پیش کی کسی چیز میں بھی دلچسپی نہیں لیتے۔ ان کی بیماری کا واحد علاج یہی ہوتا ہے کہ انہیں دوبارہ وہی محبت نصیب ہو، جس سے وہ محروم ہو چکے ہیں۔

اس کے برعکس بچے کے ساتھ بے جا سختی کا برتاؤ بھی اس کی مناسب تربیت کے منافی ہے۔ بچے کو ہر لمحہ جھڑکنے اور مارنے پیٹنے سے اس میں بغض و کینہ کا جذبہ ابھرتا ہے اور وہ ضدی اور ہٹ دھرم بن جاتا ہے اور اکثر اوقات وہ بغاوت پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ والدین کی چوری چھپے حکم عدولی کرتا ہے۔ ایسی حالت میں بچے کے بگڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔ ایسے بچے گھر کے ناسازگار ماحول کے باعث گھر سے باہر ہی وقت گزارنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں اور اکثر اوقات وہ بری صحبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچے کو مناسب محبت کے برتاؤ کی بدولت کسی بات پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ ایک بچے کو اپنی شفقت اور محبت کا سہارا دیتے ہیں تو اس میں تحفظ کا احساس لازماً برقرار رہے گا اور اسے دلی سکون محسوس ہوگا۔ چنانچہ ایسی حالت میں یہ عین ممکن ہے کہ وہ ایسی محبت و شفقت

کے عوض آپ کی اس بات کو بھی ماننے کے لیے تیار ہو جائے جو اسے ہرگز پسند نہیں۔ اسے ذاتی مطابقت کا نام دیتے ہیں یعنی بچہ اپنی ذات اور والدین کی ذات میں مطابقت پیدا کر لیتا ہے۔ ان کا ہر حکم ماننا اور ان کی عادات و اطوار کو اپناتا ہے۔

ان تمام باتوں کے علاوہ والدین کا وقتی طور پر جذبات کی رو میں بہہ جانا بھی مفید نہیں رہتا۔ وقتی خوشی اور جوش کی حالت میں کسی بچے کو مکمل آزادی دے دینا اور اسے کسی بات پر منع نہ کرنا اور دوسرے وقت جبکہ بچہ وہی چیز دہرا رہا ہو تو غصے کی حالت میں اسے جھڑکنا اور اسے سزا دینا کسی حالت میں بھی مفید نہیں رہتا ایسا کرنے سے بچے پر یہ کبھی واضح نہیں ہوتا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

بچہ ہمیشہ آواز، بولنے کے انداز اور چہرے کے تاثرات کو پرکھنے کا عادی ہوتا ہے اور اسی پرکھ اور مطالعے کے مطابق اپنا کردار بناتا ہے۔ جب بھی وہ تضاد دیکھتا ہے تو اسے سخت اضطراب لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر خوف طاری ہوتا ہے اور تحفظ کا احساس بھی جاتا رہتا ہے۔

گھر میں ماں باپ کی ناچاقی اور نا اتفاقی بھی بچوں کے لیے مہلک ہے۔ جب کبھی ماں نے بچے کو سرزنش کی اور اسے روکا ٹوکا تو بچے نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور باپ کے پاس جا کر آہ و فریاد کی۔ باپ نے اسے فوراً دلاسا دیا اور اسے ہر بری سے بری عادت ڈالنے کی آزادی دے دی اور اس طرح اس کی کسی ضد کو بھی قابل اعتنا خیال نہ کیا۔ اسی طرح اگر باپ نے کچھ سختی سے کام لیا تو ماں نے اسے لاڈ پیار سے چھاتی سے لگایا۔ ایسی حالت میں ماں اور باپ کے سلوک میں کافی تفاوت ہوتا ہے۔ جب ایک آدمی گھر میں بچے کے ساتھ سختی سے کام لیتا ہے تو دوسرا اس کی ضد کے باعث محبت و شفقت کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے جس کا نتیجہ لازماً یہ ہوتا ہے کہ بچے کے ذہن پر یہ چیز گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہے۔ وہ ایک فرد کو اپنا دشمن اور دوسرے کو اپنا ہمدرد اور ساتھی خیال کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ دوسرے فرد کے ساتھ اپنی محبت وابستہ کر دیتا ہے۔ اس کے نزدیک وہی اس کی محبت کا مرکز اور اس کی امیدوں اور آرزوؤں کا گہوارہ ہوتا ہے۔ اس بات کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ نہایت خودسر اور ضدی بن جاتا ہے۔ وہ ہر بات کو منوانے کا عادی بن جاتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی ناجائز اور نامناسب کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسے یہ تسلی ہوتی ہے کہ اس کا مونس اور ہمدرد گھر میں موجود ہے جو اس کی ہر ناجائز بات بھی سننے کے لیے تیار ہے۔ اس کے علاوہ گھر میں والدین کی مسلسل ناچاقی بچے کو ماحول سے بیزار کر دیتی ہے۔ وہ گھر سے باہر کی دنیا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے اکثر بچوں کے آوارہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

بچوں کی پرورش کے سلسلے میں والدین کا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ بچوں کے سامنے کبھی ایسا مظاہرہ نہ کریں جس کے باعث وہ گھر سے باہر بیزاری کا اظہار کرنے لگیں۔ چنانچہ والدین کے تعاون، ہمدردی اور خندہ پیشانی سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

بچہ ابتدائی پانچ سال کے دوران گھر کے ہر فرد کا غائر مطالعہ کرتا ہے اور اسی طرح ان کے متعلق اپنی رائے قائم کر لیتا ہے، رائے قائم کرنے کے بعد وہ اس کے مطابق اپنا کردار بھی بناتا ہے۔ اگر بچے کو ایسی صورت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آئے تو وہ ماحول سے جلد مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر اسے سازگار حالات میسر نہ ہوں تو وہ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتا ہے کیونکہ وہ کسی صورت بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی خودی کو کسی قسم کی ضرب پہنچے اور وہ قابل اعتنا نہ سمجھا جائے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ نہایت خودسر اور شرارتی بن جاتا ہے اور ہر بات کے لیے بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے اکثر گھروں میں والدین کو یہ شکایت کرتے دیکھا ہوگا کہ ہمارا بچہ تو نہایت شرارتی اور خودسر ہے، اس پر کسی قسم کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ انہیں اس بات کی بالکل خبر نہیں ہوتی کہ بچے کو دراصل انہوں نے اپنے آپ خودسر بنایا ہے۔ اگر مناسب پرورش کی جاتی تو وہ کبھی ایسے کردار کا مظاہرہ نہ کرتا۔

پرورش، نفسیاتی تجزیہ

محققین نفسیات کے نزدیک بچوں کے نفسیاتی تقاضوں کو پورا کرنا از حد لازمی ہے۔ اگر انہیں کسی صورت بھی نظر انداز کر دیا

جائے تو بچے کی شخصیت اور سوچ شروع سے ہی مسخ ہو جاتی ہے۔ بنیادی طور پر بچے کے جسمانی ضروریات کے ساتھ ساتھ احساس تحفظ، اپنائیت، پیار و ستائش کے علاوہ اسے انفرادی انداز سے پھلنے پھولنے کا ماحول و موقع دینا چاہیے۔ ایسے والدین جو ان حقائق کو تو نظر انداز کر دیتے ہیں، مگر دیگر ہر قسم کی آسائش دیتے ہیں، دوسرے الفاظ میں وہ سونے کا نوالہ تو دیتے ہیں مگر بچے کو ضرورت سے زیادہ دبا کر رکھتے ہیں یا انہیں احساس تحفظ ہی نہیں دیتے، ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈال دیتے ہیں، بجائے ستائش کرنے کے بات بات پر ٹوکتے ہیں، پیار تو بے حد رکھتے ہیں مگر پیار کا اظہار نہیں کر پاتے یا ضرورت سے زیادہ پیار دیتے ہیں، نتیجہ ہر صورت میں منفی نکلتا ہے۔ چنانچہ بچپن کی ان خامیوں کے اثرات ان کی سوچ اور فکر اور احساسات و جذبات کو اپنے رنگ میں اس قدر ڈبوئے رکھتے ہیں کہ بعد میں انہیں کتنی ہی بہتر خوراک، اعلیٰ تعلیم یا ان کے نفسیاتی تقاضے پورے کیے جائیں مگر ان کی شخصیت ناقص ہی رہتی ہے۔

کیونکہ وہ ابتدا ہی سے اپنی سوچ و افکار کا دائرہ متعین کر چکے ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کی ذہنی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک یتیم جس کا کوئی والی وارث نہ ہو، احساسِ محرومی و احساسِ کمتری کی بدولت ایسے بچوں اور یتیم خانے کے بچوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا، پیار و محبت اور احساس تحفظ نہ ہونے کی صورت میں وہ والدین کے ہوتے ہوئے بھی والدین نہیں رکھتے۔ ایسے بچے غیر متوازن شخصیت اور سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔ دنیا کو دکھوں کا گھر سمجھتے ہیں۔ ایک خاص نقطۂ نگاہ سے دنیا کو اور اپنی ذات کو سختی دینے کی عادت ڈال لیتے ہیں۔ لہٰذا جب تک ان کا نفسیاتی علاج وغیرہ نہ کرایا جائے، ان کی بہتری کی کوشش بے سود رہتی ہے۔

ماہرین نفسیات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے میں بڑھنے، سمجھنے اور پھلنے پھولنے کی صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔ چنانچہ اگر انہیں مناسب حد تک آزادانہ ماحول میں بڑھنے کا موقع دیا جائے تو وہ انفرادی طور پر کئی ایک منفرد صلاحیتیں اجاگر کر کے اپنی قابلیتوں کے مطابق مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ اس عمر میں تجزیات کرنے، چیزوں کو توڑ پھوڑ کر دیکھنے اور عمل کرنے کی خواہش موجود ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں عموماً ذہین بچے، عام بچوں سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور چاق و چوبند ہونے کی بنا پر ہر چیز کو سمجھنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں خصوصاً سب سے چھوٹے اور سب سے پہلے بچے کو زیادہ لاڈ پیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے والدین جو شروع میں تو بے جا لاڈ پیار کرتے ہیں یا بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں، وہ بچے پر نفسیاتی ظلم کرتے ہیں۔ کیونکہ اول تو دوسرے بچے کے آ جانے پر والدین کی توجہ اور پیار کی شدت میں کمی آ جاتی ہے اور بچہ احساس محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔ بچوں کی پرورش میں والدین کو سبھی بچوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنا چاہیے اور کسی ایک کو پسند کرتے ہوئے دوسروں میں احساس کمتری یا نظر انداز کیے جانے کے احساسات پیدا نہیں کرنے چاہئیں۔ والدین اپنی دھن میں مگن رہتے ہیں اور ذاتی پسند و ناپسند کا بلا سوچے سمجھے اظہار کر کے بچوں کے تشخص کو مجروح کر کے انہیں عمر بھر کے احساس محرومی سے دوچار کرتے ہیں جن کے اثرات ان کی سوچ اور عمل پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص حساس بچے جو کہ خصوصی توجہ کے متمنی ہوتے ہیں، والدین کی سرد مہری سے ان میں اپنی ذات کی ناپسندگی کا کرب عمر بھر کا روگ بن جاتا ہے جو کہ بعد ازاں انہیں پیچیدہ نفسیاتی عوارض میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وہ والدین جو بچوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہو جاتے ہیں، بے مقصد گندی زبان استعمال کرتے ہیں، بلا سوچے سمجھے بچوں پر تشدد کرتے ہیں، بچوں کو سمجھانے کی بجائے اپنی ذہنی سطح کے مطابق زبردستی ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، بچوں کے حقوق اور احساسات کو ٹھکرا کر دوسروں کے سامنے بچوں کی بے عزتی کرتے ہیں، اپنے بچوں کو دبانے کی پالیسی کو بہتر اور اصلاحی سمجھتے ہیں، ان خاندانوں میں بچے انتہا پسندانہ اقدام پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جونہی وہ بچپن سے لڑکپن کی طرف بڑھتے ہیں، ان کے ذہن میں جمع شدہ غصہ، نفرت اور حقارت نوجوانی کے جوش میں آ کر شدید شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر لاکھ کوشش کے باوجود نفرت کی آگ ختم نہیں ہوتی۔ بدقسمتی سے بعض تشدد پسند والدین بچے کی عمر اور حساس ذہن

کا لحاظ کیے بغیر بڑے ہونے پر بھی بچہ ہی تصور کر کے انہیں دباتے پھرتے، جسمانی تشدد اور بدکلامی کی روش برقرار رکھتے ہیں، جس کا نتیجہ انہیں خاندانی تباہی اور بے سکونی کی شکل میں بھگتنا پڑتا ہے۔

بچے کی پرورش میں تحفظ، اپنائیت اور ستائش بہت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ خوف عموماً نفسیاتی امراض کی جڑ ہے جو کہ بچے میں عدم تحفظ کے رجحانات پیدا کرتا ہے۔ کمزور اور ناتواں بچے کو تعاون اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر والدین اسے سمجھنے کی بجائے نظر انداز کریں، اس کی اہلیت سے زیادہ اس پر علمی و نظریاتی بوجھ ڈال دیں، اسے خوف کے تحت اصول و ضوابط اپنانے پر مجبور کر دیں، گھر میں کھٹ پٹ کی صورت میں اسے خوف زدہ رکھا جائے، بے مقصد دبایا جائے، توہماتی اصولوں اور غیر استدلالی سوچوں کو مسلط کر دیا جائے، دوسروں کے سامنے اس کی خامیاں گنوا کر دیا جائے تو بچے میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

بچوں کی پرورش میں جس قسم کی بنیاد اوائلِ عمر میں ڈال دی جاتی ہے، وہ نہ صرف اپنے آپ کو اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں بلکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ لوگ بھی انہیں اسی نقطۂ نگاہ کے معنی دے رہے ہیں۔ پھر وہ اکثر اپنے آپ کو بہتر اور قابلِ قبول ثابت کرنے کے لیے ساری عمر ضائع کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کے چکر میں اپنی استعداد کو بے مصرف بروئے کار لاتے ہیں، مکمل اور حسبِ خواہش کامیابی نہ پا کر خود کو کوستے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم واقعی ناقابلِ ستائش ہو کیونکہ تم وہ ثابت نہیں کر سکے ہو جو تم چاہتے تھے۔ اس طرح یہ بچے تاعمر اپنے آپ کو زیرِ مشاہدہ رکھ کر اپنی خامیاں ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ عمر کا قیمتی حصہ اور ذہنی و نفسیاتی قوت بلامقصد ضائع کرتے رہتے ہیں۔ لوگوں کی خوشنودی کی خاطر اپنی ذات قربان کرتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی ستائش کرے تو اس کے متبادل انہیں خوش کرنے کے لیے سبھی کچھ نچھاور کر دیتے ہیں۔ پھر ہمیشہ ان کے زیرِ اثر رہ کر ہر وقت ان کی خوشنودی حاصل کرنا ان کا مقصد بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی انہیں نظر انداز کر دے اور ان کی کوششوں پر توجہ نہ دے تو خود کو کوستے اور کڑھتے رہتے ہیں۔

بچوں میں اوائلِ عمر کے دوران تقلید کا رجحان زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ ابھی تحفظ کے متمنی ہوتے ہیں اور اپنی بنیادی ضروریات کے لیے والدین اور معاشرے کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہر کہی سنائی بات یا عمل کو اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ پھر والدین کی ستائش کی خاطر بلاتصدیق خیالات اپنا کر انہیں اپنے تصورات یعنی یادداشت میں محفوظ کرتے رہتے ہیں اور اسی یادداشت کی بنا پر تاعمر بیرونی واقعات و عوامل کو معنی دیتے ہیں۔ مگر اس ذہنی عمل کے تحت نہ ان کی اپنی انفرادی سوچ ہوتی ہے اور نہ ہی مشاہدہ یا تعقل کا اطلاق ہوتا ہے بلکہ وہ ایک خودکار مشین کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ یوں وہ فقط روایات کا مجموعہ بن کر رہ جاتے ہیں جس میں نہ ان کی اپنی خواہشات ہوتی ہیں اور نہ ہی ذاتی پسند و ناپسند۔ ایسے بچے حالات کا تجزیہ کر کے مقابلہ کرنے کی بجائے دوسروں پر انحصار کرتے ہیں۔ دوسروں کی سوچ اور فیصلے کے تابع رہتے ہیں۔ ان میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے۔ عموماً ایسے بچے کم گو، اکیلے اور لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں اور دوسرے افراد ان کی عمر اور شخصیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اکثر یہ تصوراتی دنیا کے تحت زندگی گزارنے والے بچے جسمانی طور پر کمزور اور ذہنی طور پر غیر حاضر رہتے ہیں۔ اول تو اپنی پسند و ناپسند کا اظہار ہی نہیں کرتے۔ اگر مجبور کیا جائے تو فقط محدود سوچ و فکر کے تحت حالات سے سمجھوتہ کر کے زیرِ اثر آ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں اکثر والدین ایسے بچوں کو پسند کرتے ہیں اور ان کی منفی طرزِ فکر اور عادت کو ستائش دے کر ان کی نارمل شخصیت کو پختہ کر دیتے ہیں جس کے منفی اثرات سے نتائج وہ ساری عمر بھگتتے رہتے ہیں۔

بچوں اور والدین میں کھچاؤ

بچوں اور والدین کے مابین کشاکش اور کھچاؤ کی مخصوص وجوہات ہیں مثلاً:

۱۔ جذباتی توافق
۲۔ معاشرتی طرزِ عمل میں تفریق
۳۔ افرادِ خانہ کے کردار میں فرق۔

آیئے ان کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

* * *

۱۔ جذباتی توافق

گھر کے لوگوں کے مزاجوں، طبیعتوں اور جذباتی کیفیات میں جب تضاد اور اختلاف پایا جائے تو اس سے بچوں اور والدین کے درمیان بھی جذباتی اور ذہنی ٹکراؤ پیدا ہونے لگتا ہے، مثلاً جو بچہ اپنے باپ کو ماں کے ساتھ بدسلوکی کرتے دیکھتا ہے یا خود اپنے ساتھ باپ کی شفقت میں کمی محسوس کرتا ہے، تو ماں اور باپ کے مابین اور اپنے اور باپ کے مابین جذباتی عدم موافقت محسوس کرتا ہے۔ باپ کے لیے اس کے جذبات نہایت غیر ہمدردانہ ہونے لگتے ہیں اور وہ ذہن میں باپ کے خلاف محاذ آرائی کرنے لگتا ہے۔

اس کا رویہ باغیانہ اور گستاخانہ ہونے لگتا ہے۔

اسی طرح جو بچہ ماں باپ کو ہر وقت لڑتے جھگڑتے اور جذباتی طور پر الجھن میں دیکھتا ہے، وہ خود بھی جذباتی طور پر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس کے نزدیک جو فریق زیادتی کرتا ہے، اس کے خلاف بچپن ہی سے نفرت کے جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اس سے بچے اور والدین کے درمیان اور خصوصی طور پر ظالم فریق شخصیت کے ساتھ ذہنی، جذباتی اور اکثر عملی تصادم پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا بچہ حاسد، غصیلا، جھگڑالو اور بے حس ہو جاتا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے ہمدرد، نرم طبع اور حساس بہن بھائی اس سے چڑنے اور گھبرانے لگتے ہیں۔ مختلف طرح کی جذباتی خصوصیات کی وجہ سے بہن بھائیوں میں ہر وقت مقابلے کی ٹھنی رہتی ہے، جو ان میں نفسیاتی اور ذہنی تناؤ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر تصادم کا باعث بھی ہو سکتی ہے۔

۲۔ معاشرتی طرزِ عمل میں تفریق

جب خاندان کا معیار بچوں کے اس معیار سے بہت مختلف ہو جو انہیں گھر سے باہر کے ماحول میں ملتا ہے تو بچوں اور والدین کے درمیان بہت پیچیدہ اور سنجیدہ قسم کے مسائل اور تنازعے کھڑے ہوتے ہیں۔ جوں جوں بچوں کے تعلقات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، انہیں باہر ایسے ماحول کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو یقینی طور پر گھریلو ماحول سے اور اس ماحول سے مختلف ہوتے ہیں جسے ان کے والدین پسند کرتے ہیں یا ان کے لیے مناسب سمجھتے ہیں۔

اسی طرح اگر والدین گاؤں میں رہتے ہیں اور بچوں کو تعلیم کے لیے شہر بھیج دیں یا والدین ایک شہر میں اور بچے دوسرے شہر میں مقیم ہوں یا والدین بچوں کو تعلیم یا ملازمت کی غرض سے بیرون ملک بھیج دیں تو والدین اور بچوں کے ماحول میں واضح فرق والدین اور بچوں کے درمیان بڑی بڑی کشیدگیوں، ٹکراؤ اور تنازعوں کا باعث بنتا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کے مابین، دیہات اور شہر کی طرزِ زندگی کے درمیان، مختلف معاشروں کے اصول وضوابط، رسم و رواج، تہذیب و ثقافت، مذہبی عقائد، لباس اور طرزِ زندگی وغیرہ میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ جب یہ فرق کنبے کے مختلف افراد میں پایا جائے تو وہاں اختلافات، کشیدگیوں اور تنازعوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے، مثلاً والدین کو بچے کے اسراف سے اس قدر اختلاف ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف اچھے خاصے جھگڑے کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ جہاں خیالات، حالات اور طرزِ عمل بھی مختلف ہوں تو کشاکش کو پیدا ہونے سے روکنا نہایت مشکل امر ہے۔

۳۔ افرادِ خانہ کے کردار میں فرق

والدین جس طرح بچوں کو بچپن میں اپنی تربیت کے مطابق ڈھال لیتے ہیں، ان سے اسی طرح رہنے کی توقعات رکھتے ہیں۔ لیکن بچے جوں جوں بالغ ہوتے جاتے ہیں، خود مختار بھی ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جسمانی، نفسیاتی، جذباتی اور ذہنی ضروریات کے تقاضے بھی بدلنے لگتے ہیں۔ جنہیں والدین اکثر نظر انداز کر جاتے ہیں۔ والدین کی یہی لاعلمی، بے توجہی اور غلط توقعات ان کے اور بچوں کے درمیان کشیدگی اور تناؤ کا باعث بننے لگتی ہے۔ اس طرح بالغ ہونے پر بچوں کو جو ماحول اپنے دوست، احباب اور باہر سے ملتا ہے، وہ گھریلو ماحول سے مختلف ہونے کے باوجود زیادہ متاثر کن ہوتا ہے جس کی خاطر بچے گھریلو ماحول کو رد بھی کرنے لگتے ہیں یا اس کے اصول و ضوابط کی حد بندیوں کی کبھی کوئی پروا نہیں کرتے بلکہ انہیں توڑتے ہوئے گویا ہمعصروں، بیرونی ماحول اور مروجہ معاشرت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں والدین کے ساتھ ٹکراؤ کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اختلافات اور تنازعات ختم کیجیے

والدین اور بچوں کے مابین کھنچاؤ، اختلافات اور تنازعات ختم کرنے کے اتحاد آفریں عوامل درج ذیل ہیں:

(۱) باہمی پیار و محبت (۲) باہمی ہمدردی (۳) مزاجوں کی ہم آہنگی (۴) ایک دوسرے کا لحاظ (۵) مقاصد میں موافقت (۶) باہمی جذباتی انحصار (۷) تہواروں اور خاندانی تقریبات کو مل جل کر منانا اور اپنے اپنے کردار (بلحاظ جنس اور حیثیت) کا مناسب طور پر ادا کرنا وغیرہ۔

بچوں کی نشو و نما کے مختلف پہلو

بچوں کی جسمانی اٹھان، جسمانی تقاضے، جسمانی ڈھانچہ، وزن اور قد و قامت ہی اس کی تشخص کا باعث نہیں ہوتے بلکہ ہر بچے کی شخصیت گوناگوں خصوصیات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس میں جسمانی خصائص کے علاوہ نفسیاتی خصوصیات مثلاً بچے کی ذہنی، جذباتی، روحانی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی اور دوسری خصوصیت بھی شامل ہوتی ہیں۔ یوں ہر بچے کی شخصیت اور اس کی نشو و نما کے درج ذیل مختلف پہلو ہوتے ہیں، جو ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ جسمانی نشو و نما
۲۔ عضلاتی نشو و نما
۳۔ ذہنی نشو و نما
۴۔ جذباتی نشو و نما
۵۔ معاشرتی نشو و نما
۶۔ روحانی نشو و نما
۷۔ اخلاقی نشو و نما

اہل خانہ کے باہمی تعلقات کا بچوں کی نشو و نما پر اثر

۱۔ ایسے والدین جو بچوں کو ضرورت سے زیادہ پیار دیتے ہیں، اور نہایت لاڈ اور حساسیت سے پرورش کرتے ہیں، وہ بچوں کو نفسیاتی طور پر محتاج بنا دیتے ہیں۔

۲۔ سخت گیر والدین بچوں کو گستاخ، باغی، جھگڑالو اور لڑاکا بنا دیتے ہیں۔

۳۔ بچپن میں والدین میں سے کوئی ایک جدا ہو جائے تو بچے میں پیدا ہونے والی افسردگی اور یاسیت بالغ ہونے پر بھی جھلکتی رہتی ہے۔

۴۔ ایسے گھر جہاں تعلقات میں کشیدگی اور پریشانی ہو اور مزاج کا فقدان ہو، وہاں بچے حد درجہ جذباتی ہوتے ہیں اور بے قابو ہو کر فوری طور پر چلا چلا کر جذبات کا اظہار کرتے ہیں، وہ خوشی یا غمی کے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔

۵۔ گھریلو حالات اگر پریشان کن ہوں تو بچوں کی قوت اظہار میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور گفتگو متاثر ہونے لگتی ہے۔ ذہنی دباؤ کی وجہ سے بچوں کے منہ سے الفاظ نہیں نکلتے، لکنت پیدا ہو جاتی ہے اور بچے حالات کے ساتھ موافقت پیدا نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت حال میں اگر کوئی بچہ کسی مسئلے سے دوچار ہو جائے تو اس کے مسائل کا ذمہ دار کنبے کے افراد کو ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

۶۔ بچوں میں عدم موافقت دراصل والدین کی آپس میں عدم موافقت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خصوصاً اگر ماں شادی کے ماحول میں مطابقت پیدا نہ کر سکے تو بچوں میں عدم موافقت (Maladjustment) کے کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں کھانے پینے کے مسائل، گھبراہٹ، رویوں میں انوکھا پن وغیرہ شامل ہیں۔ میاں بیوی میں علیحدگی یا طلاق کی صورت میں بچوں کے معاشرتی تعلقات بری طرح متاثر ہوتے ہیں جبکہ والدین کے خوشگوار باہمی تعلقات سے بچوں میں اپنے بہن بھائیوں اور باہر دوست احباب سے نہایت قریبی، ہمدردانہ اور خوشگوار تعلقات استوار ہوتے ہیں اور بچوں میں ذاتی اعتماد بحال ہوتا ہے۔

۷۔ گھریلو افراد کا آپس میں اور بچوں کے ساتھ رویہ بھی ان کے لیے بیرونی حالات میں موافقت کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ جس بچے کو گھر میں پیار ملتا ہے، اس کی ذات تقویت پاتی ہے اور وہ بچہ دوسروں کے ساتھ نہایت خود اعتمادی سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا اہل ہوتا ہے۔ جبکہ شفقت اور محبت کی گرم جوشی سے محروم بچوں کی شخصیت اندر سے کمزور ہو جاتی ہے

❖

جس کے باعث وہ دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا نہیں کر سکتے۔

۸۔ جن گھروں میں جمہوری (Democratic) طرز نظام موجود ہوتا ہے، وہاں بچے ٹھوس اور مضبوط شخصیت کے حامل ہوتے ہیں جبکہ حاکمانہ Aristocratic نظام میں پرورش پانے والے بچے یا تو نہایت خوفزدہ اور کمزور ہوتے ہیں یا پھر دوسروں کے محتاج رہتے ہیں۔

۹۔ اسکول میں بچے کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار بھی زیادہ تر اس کے گھریلو تعلقات کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ اگر گھریلو افراد کے تعلقات میں کشیدگی ہو تو بچے کے اسکول کے ماحول میں اس کی پڑھائی بھی متاثر ہوتی ہے اور بچوں میں پیچھے رہ جانے کا باعث بنتی ہے۔

۱۰۔ سن بلوغت کے متعدد مسائل بھی بچپن میں والدین اور بہن بھائیوں کے باہمی تعلقات میں کشیدگی ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں، مثلاً شادی کے بارے میں برا رویہ یا شادی کے بعد حالات کے ساتھ غیر موافقت، والدین کے آپس کے سلوک کا ردعمل ہوتی ہے۔ یہی حال امتحان میں کامیابی یا ناکامی کا بھی ہے۔ کیونکہ اسکول کے کام میں سوچ بچار کی ضرورت ہے، جبکہ بچہ پریشانی اور ذہنی تناؤ کی وجہ سے پڑھائی کی جانب بھرپور توجہ نہیں دے سکتا، اس لیے ناکام ہو جاتا ہے۔

ضروریات، عمل محرک اور اقدار کا کردار

بچے کی شخصیت میں ضروریات، عمل محرک اور اقدار کا کردار سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان تینوں کا آپس میں تعلق کیا ہے؟ تاکہ یہ اندازہ لگانے میں آسانی ہو کہ یہ کس طرح مل کر بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً بنیادی ضروریات ایسے جبلی تقاضے ہوتے ہیں جن کو پورا کیے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ تلاش کرنا لازمی ہو جاتا ہے جسے عمل محرک کہا جاتا ہے۔ ''عمل محرک'' اختیار کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس عمل کو معاشرے میں قبولیت حاصل ہو اور اس سے متعلقہ طور طریقے اور تدابیر معاشرتی اقدار سے متصادم نہ ہوں۔

بچہ جب اس دنیا میں جنم لیتا ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے کنبے کے ماحول سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہر بچہ چند بے حد ضروری تقاضے اور ضروریات اپنے ساتھ لے کر اس دنیا میں آتا ہے، جن میں خوراک، لباس، آرام، رفع حاجات، تحفظ اور پیار محبت وغیرہ شامل ہیں، یہ ایسی ضروریات ہیں جنہیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ دراصل بچے کی شخصیت اور کردار کی تعمیر کا انحصار ہی ان ضروریات کی تشفی یا عدم تشفی پر ہوتا ہے۔ ابتدا میں ان ضروریات کو پورا کرنے کی تمام تر ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے جو معاشرتی اقدار اور اصول و ضوابط کے مطابق بچے کی نشوونما کرتے ہیں۔ جن بچوں کے والدین عمر کے مطابق صحیح خوراک، نیند اور آرام کے صحیح مواقع فراہم کرتے ہیں، ان کے نرم اور آرام دہ لباس کا خیال رکھتے ہیں اور وقت پر رفع حاجات سے فارغ ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہوں، ان بچوں کی اندرونی کیفیت پرسکون رہتی ہے اور وہ مکمل تحفظ کے احساس کی وجہ سے مطمئن اور سرشار ہوتے ہیں۔ ایسے بچے پراعتماد اور کامیاب شخصیت کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات سے پیار کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی محبت کرتے ہیں۔ ماحول سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ ایسے جوان ہو کر بڑی بھرپور باعزت اور کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔ اس کے برعکس جن بچوں کی یہ اہم ضروریات احسن طریقے سے پوری نہ کی جائیں، ان پر ہیجانی اور بے قراری کی کیفیت بدستور طاری رہتی ہے۔ چنانچہ ایسے بچوں کی شخصیت بھی ہیجان انگیز بن جاتی ہے۔ ان کے اندر محرومی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ ماحول کے بارے میں وہ خوف، عدم تحفظ اور بے اعتمادی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر حسرت، حرص اور نفرت کے جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔ ایسے بچے مختلف قسم کی ہیجانی کیفیات اور عادات میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن میں انگوٹھا چوسنا، ناخن چبانا، جھوٹ بولنا، چوری کرنا، حسد کرنا، لڑنا جھگڑنا اور دوسروں سے چھیننا جھپٹنا جیسی عادات شامل ہیں۔ بعض اوقات ایسے بچے جوان ہو کر جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بچوں کو پیار محبت کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جن بچوں کو شفقت اور محبت سے محروم رکھا جائے اور انہیں ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کا سامنا کرنا پڑے، ان میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محرومی اور عدم تحفظ کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہر وقت خوفزدہ رہتے ہیں۔ بچے پیار محبت سے محروم ہوں یا ان کی جسمانی ضروریات کی صحیح تشفی نہ ہو تو ان کی شخصیت میں ایسا بڑا خلا رہ جاتا ہے جس کی بنا پر وہ بعض اوقات مار پیٹ، انکار اور گستاخی جیسے منفی ردعمل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان بچوں کو بنیادی طور پر جن چیزوں کی ضرورت تھی، وہ ان سے محروم رہے۔ چنانچہ انہیں جو کچھ نہیں ملا، وہ دوسروں سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح محرومیاں ایک شفاف اور معصوم بچے کو سنگین جرائم پر اکساتی ہیں اور اسے عادی مجرم بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیے کہ ضروریات کی تشفی یا محرومی بچے کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے، مثلاً ایسا بچہ جسے وقت پر پوری خوراک ملتی رہے، وہ کبھی دوسروں کے کھانے پر نگاہ نہیں ڈالتا، بھوک لگنے پر اس یقین اور اطمینان کی بنا پر بچہ بھوک برداشت کر لیتا ہے کہ ابھی گھر جائے گا تو اسے پیٹ بھر کر کھانے کو سب کچھ میسر آ جائے گا۔ چنانچہ وہ چوری اور چھینا جھپٹی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ ایسے بچے کو ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ دوسرے اس کی کسی حرکت کا برا نہ مانیں۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل معاشرتی اقدار اور ضوابط سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کے برعکس ایسا بچہ جو بنیادی ضروریات سے محروم رہا ہو، وہ بھوک کی صورت میں دوسروں سے کھانا چھین کر یا پیسے چرا کر بھی اپنا پیٹ بھر لینے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ گھر جا کر بھی اسے کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ وہ اپنا انتظام چھینا جھپٹی اور چوری سے خود ہی کر لیتا ہے۔ اسے معاشرے کی اقدار سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اسے دوسروں میں غیر مقبول ہونے یا کسی اصول اور ضابطے کے ٹوٹنے کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ جب بھی بھوک سے تڑپے گا، اپنی بقا اور سلامتی کے لیے ہر جائز ناجائز طریقے سے اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ بچے میں اچھے "عمل محرک" طور طریقے اور عادات پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کیا جائے۔ اعتماد ہی دراصل زندگی کی بنیاد ہوتا ہے اور بچے کو یہ اعتماد صرف خاندان کے اولین ماحول سے ملتا ہے۔ اس کے بعد گھر سے باہر کے افراد کا درجہ ہے جو مخصوص اقدار، اصولوں اور ضابطوں کے دائرے میں رہ کر اس کی عادات کی تربیت کرتے ہیں۔ کامیاب اور پراعتماد زندگی گزارنے کے لیے جن دو اعتمادوں کی اہم ضرورت ہوتی ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اعتمادِ ماحول

ماحول اور گرد و پیش کے محفوظ اور محبت سے معمور ہونے اور ضروریات کے صحیح طریقے سے پورا ہونے کا یقین ہونا۔

۲۔ اعتمادِ ذات

اپنی ذات کے کارآمد اور خوب صورت ہونے کے علاوہ اطمینان اور تحفظ کے احساس سے سرشار ہونا۔

بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور ان کا علاج

وہ بڑے عوامل و اسباب کیا ہیں جو بچوں میں انحراف پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں، اور ان کے اخلاق کو خراب کر کے ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں؟ ان کا جاننا تربیت کرنے والوں کے لیے ضروری ہے۔ تاکہ بچوں کو کجی و گمراہی سے بچا سکیں۔ اس لیے ہم اسلام کی روشنی میں انحراف کے اسباب اور اس کا علاج آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، تاکہ تربیت کرنے والے حضرات اپنے فرائض و واجبات کے معاملے میں سیدھے راستہ پر دلیل و برہان کے ساتھ چل سکیں۔

الف۔ غربت و افلاس

یہ ایک ظاہری سی بات ہے کہ جب بچہ اپنے گھر میں ضرورت کے مطابق کھانا، کپڑا نہ پائے گا تو وہ لازماً گھر چھوڑ کر باہر نکلے گا تو ایسے موقع پر اس کو بدمعاش و بدکار لوگ اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں مجرم بن کر ابھرتا ہے اور

انسانی جانوں اور عزت و آبرو اور مال و دولت کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی عادلانہ شریعت نے فقر و فاقہ کے ازالہ کے لئے اپنی مضبوط بنیادیں استوار کی ہیں، جن سے ہر فرد کو روٹی، کپڑا اور مکان بقدر ضرورت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ معذور و عاجز لوگوں کے لیے بیت المال سے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعے ایسے شخص کی امداد ہو جو خاندان و افراد کا کفیل ہے اور یتیموں، بیواؤں، اور بوڑھوں کی ایسے طریقے سے دیکھ بھال ہو جس سے ان کی عزت و کرامت محفوظ رہے۔ پس اگر ان طریقوں کو صحیح طور پر نافذ کر دیا جائے تو معاشرے میں انحراف اور مجرمانہ ذہنیت کی روک تھام ہو جائے اور فقر و فاقہ اور محرومی و غربت کی بنیادیں ختم ہو جائیں۔

ب. ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا

بچے میں انحراف پیدا کرنے کا ایک سبب ماں باپ کا باہمی نزاع و اختلاف بھی ہے۔ چنانچہ جب بچہ گھر میں آنکھیں کھولتا ہے اور لڑائی جھگڑا دیکھتا ہے تو لازمی طور پر وہ گھر سے دور ہونا چاہتا ہے تاکہ ہم سن پسند دوستوں کے ساتھ وقت گزارے۔ یہ دوست اکثر گھٹیا قسم کے ہوتے ہیں اس لیے وہ بچہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے گندے اخلاق اپناتا چلا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دین سے منحرف اور مجرم بن جاتا ہے اس لیے اسلام نے اپنے پُر حکمت اصول کے ذریعے نکاح کے خواہشمند مرد کو بیوی کے انتخاب میں صحیح راستہ متعین کر دیا ہے، اسی طرح لڑکی کے اولیا کو اس کے شوہر کے انتخاب میں صحیح رہنمائی فرما دی ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی میں محبت و الفت کی فضا پیدا ہو، تاکہ بچہ اس فضا میں پرورش پائے اور خاندان کے لیے نیک نامی کا سبب بنے۔

ج. طلاق کے نتیجے میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ

بچے کے انحراف کا سبب طلاق کے بعد پیدا ہونے والے حالات بھی ہیں۔ اس لئے کہ بچہ جب دنیا میں آنکھ کھولتا ہے اور اس پر شفقت کرنے والی ماں اور نگرانی کرنے والا باپ نہیں ہوتا تو لازمی طور پر احساس محرومی اسے برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور یہ صورت حال اس وقت مزید خراب ہو جاتی ہے جبکہ مطلقہ عورت دوسرا خاوند کر لیتی ہے تو عام طور پر اولاد خراب اور ضائع ہو جاتی ہے۔

طلاق کے بعد اس پریشانی کو ماں کی غربت اور بھی پیچیدہ بنا دیتی ہے، اس لیے کہ ایسی صورت حال میں مطلقہ عورت کام کاج کرنے کے لیے گھر سے نکلنے پر مجبور ہوتی ہے، لہٰذا وہ گھر کو چھوڑ کر کام کرنے چلی جاتی ہے اور چھوٹے بچے بے یار و مددگار ادھر اُدھر پھرتے ہیں اور حوادث ایام اور شب و روز کے فتنے ان کو کھلونا بنا لیتے ہیں، نہ کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا ہوتا ہے نہ نگہداشت کرنے والا۔ اب آپ ہی بتلائیے کہ ایسی اولاد سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں جنہیں نہ باپ کی محبت میسر ہو نہ اس کی نگرانی و نگہداشت نہ ماں کا پیار ملا ہو نہ اس کی توجہ اور ہمدردیاں۔ پس ایسی صورت میں ان سے آوارگی اور خراب ہونے کی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔ کسی خیر و صلاح کی نہیں۔

اس لیے اسلام نے اپنے بنیادی احکام میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے فرائض و واجبات کو پورا کرے اور ایک دوسرے کے حقوق کو پوری طرح ادا کرے، تاکہ ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جس کا انجام کار برا اور قابل ملامت ہو۔

د. قریب البلوغ لڑکوں کا بیکار رہنا

بچوں کے انحراف کا ایک سبب ان کی فراغت و بیکاری بھی ہے، اس لیے کہ یہ کھلی حقیقت ہے کہ بچہ ہر وقت متحرک رہتا ہے کبھی اپنے ہم عصروں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہتا ہے اور کبھی ورزش وغیرہ میں مشغول رہتا ہے، اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، یعنی ان کے فارغ وقت کو ایسے کاموں میں لگائیں جو ان کے جسم کے لیے مفید ہوں۔ لہٰذا ان کے کھیل کود کے لیے کھلی زمین کا انتظام کرنا چاہیے اور تیرنے کے لیے تالاب بنانا چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر بچے گندے ساتھیوں کے ساتھ ملیں جلیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں بھی ان کی سی عادتیں اور خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

خصوصاً نماز کا بچوں کو عادی بنانا چاہیے جو اسلام کا ستون ہے، اس لیے کہ نماز میں بیشمار روحانی و جسمانی فائدے ہیں۔

نیز اسلام نے بچوں کو جنگ کے طریقے، شہسواری، تیرنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا اور پچھاڑنے کا فن سیکھنے اور جہاد کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا، اس طرح بچے کی اس جانب رہنمائی کی تاکہ وہ اپنے فارغ وقت کو پُر مغز بنائے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔

ہ. بُری صحبت اور بُرے ساتھی

بچوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا سب سے بڑا سبب بری صحبت اور بد کردار ساتھی ہوتے ہیں۔ خاص طور سے اگر بچہ سیدھا اور بھولا بھالا ہو تو بُری عادات کو بہت جلد جذب کر لیتا ہے۔ اس لیے اسلام نے تربیت کرنے والوں اور والدین کی توجہ اس طرف مرکوز کر دی کہ وہ اپنی اولاد کی مکمل نگرانی کریں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ بچے کس کے ساتھ رہتے ہیں اور کہاں صبح و شام گزارتے ہیں۔

اور اسلام نے اس کی طرف بھی رہنمائی کی ہے کہ اولاد کے لیے نیک اور اچھے ساتھیوں کا انتخاب کریں تاکہ ان پر اچھے اخلاق کا اثر ہو۔

و. بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ

علمائے تربیت کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہوا ہے کہ والدین اور تربیت کرنے والے حضرات اگر بچے کے ساتھ سخت یا ترش رویہ اختیار کریں گے اور اس کی تحقیر و تذلیل کرتے رہیں گے تو اس کا ردعمل اس کی عادات و اخلاق میں ظاہر ہوگا اور ممکن ہے کہ نوبت خودکشی یا والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور قتل تک پہنچ جائے یا گھر سے وہ اس لیے بھاگ جائے کہ ظالمانہ سختی اور مار پیٹ کی اذیت سے بچ جائے، پھر اس کے اندر جو بگاڑ اور فساد بھی پیدا ہو جائے کم ہے۔

ز. بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا

بچوں کے خراب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ جو اُن کو بدکرداری اور بداخلاقی کا عادی بناتا ہے وہ ہے سینما فلمیں اور ٹیلیویژن پر پولیس کی کارروائی اور حیا سوز مناظر سے پُر فلمیں اور گندے مناظر، اسی طرح وہ رسالے اور کتابیں جو مخرب اخلاق جنسی واقعات اور کہانیوں اور شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان سب کا مقصد اور غرض شہوت کو بھڑکانا اور انحراف و جرم پر آمادہ اور جری کرنا ہوتا ہے۔ ان سے تو بڑوں کے اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ بچے اور بلوغ کی عمر کو پہنچنے والے ناسمجھ لڑکے اس سے جلد اور بہت زیادہ اثر لیتے ہیں، اس عام ابتلا کی بنا پر بچوں میں بے حد خرابیاں اور بد اخلاقیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس لیے نظام تربیت کی بنیادی باتوں میں سے یہ ہے کہ بچوں کو ایسی چیزوں سے بچایا جائے۔

ح. معاشرہ میں بے کاری و بے روزگاری

بچے کے خراب ہونے کے اسباب میں بے کاری و بے روزگاری کا ہونا بھی ہے۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں پورا خاندان تباہ و برباد اور تتر بتر ہو جائے گا اور بچے لازمی طور پر بے راہ روی اور مجرمانہ طبیعتوں کی طرف مائل ہوں گے۔ چنانچہ اسلام نے اس کے لیے علاج کے دو طریقے تجویز فرمائے ہیں:

الف۔ حکومت پر لازم کر دیا کہ وہ لوگوں کے لیے کسب و کمائی کے راستے اور اسباب مہیا کرے۔

ب. معاشرے اور قوم پر اس وقت تک اس کی امداد لازم کر دی جب تک وہ کام کاج نہ پالے۔

بے کار شخص جب تک کام کاج نہ پالے اور برسر روزگار نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی امداد لازم ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مالدار کے اردگرد ہوتے ہوئے بھی ان کی بے توجہی کی وجہ سے مر جائے تو مالداروں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا ذمہ بری ہو گیا۔ اس لیے اسلام نے زکوٰۃ کے لازمی معاونت میں بھی وقتی طور پر بھوک مٹانے کی حد تک امداد کرنے کے بجائے مستقل طور بحال کاری کا راستہ بتایا ہے کہ اس سے آدمی کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہوں۔

ہاں اسلام نے اس بے روزگاری پر نکیر کی ہے جو سستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں کی کڑی نگرانی کرنے کا کہا ہے اور حکومت اسلامیہ ایسے لوگوں کا محاسبہ کرتی ہے۔

ط. بچوں کی تربیت سے والدین کی کنارہ کشی

بچوں کے بگڑنے کا سب سے بڑا سبب والدین کا بچوں کی

تربیت سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ ماں اس امانت کی بڑی ذمہ دار ہے۔ اس لیے کہ ذمہ داری اور مسئولیت کے سلسلہ میں ماں بھی مسئول اور ذمہ دار ہے بلکہ ماں کی ذمہ داری زیادہ اہم و نازک ہے۔ اس لیے کہ ماں ولادت سے جوان ہونے تک بچے کے ساتھ رہتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے ماں کا تذکرہ مقدس حوالوں سے فرمایا ہے:

اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

"ماں اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔"

پس اگر ماں باپ اپنا فارغ وقت گھومنے پھرنے، دوستوں سہیلیوں کے ساتھ لہو ولعب اور دنیاداری میں ضائع کریں گے تو پھر لازمی طور پر بچوں کی تربیت یتیموں کی طرح ہوگی اور وہ آوارہ بچوں کی طرح گھومیں پھریں گے اور مجرمانہ زندگی کی روش اختیار کریں گے۔

ی۔ یتیم ہونا

انحراف اور خرابی کے اسباب میں بچے کا یتیم ہو جانا بھی ہے، اس لیے کہ یتیم بچہ اگر اپنے سر پر شفقت کرنے والا ہاتھ اور رحم کرنے والا دل نہ پائے گا تو وہ بتدریج دین سے انحراف کی طرف بڑھتا رہے گا اور پھر آگے چل کر امت کے شیرازہ کو بکھیرنے اور اس کی عمارت کو ڈھانے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور قوم کے افراد میں آوارگی، بدی اور انتشار پھیلانے کا سبب بنے گا۔ اس لیے اسلام نے (جو ابدی دین ہے) یتیموں کی کفالت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور بذات خود ان کی نگرانی اور تربیت کریں تاکہ وہ اچھی تربیت حاصل کریں اور ان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں۔ چنانچہ یتیم بچے کی دیکھ بھال اور اس سے شفقت، محبت، پیار الفت کے سلسلے میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جو معروف ومشہور ہیں۔ اگر یتیم کے رشتہ دار غریب ہوں اور یتیم بچوں کی کفالت سے معذور ہوں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی کفالت کرے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالے اور ان کی تربیت کرے تاکہ وہ آوارگی سے بچیں اور خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

پس بچوں کے انحراف اور خراب ہونے کے یہ اہم بنیادی اسباب وعوامل ہیں جو نہایت گہرے اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر بچوں کی تربیت کے ذمہ دار افراد نے ان کو نظر انداز کیا اور اپنے فرائض سے غفلت برتی تو آئندہ قیادت اور امامت کا منصب پانے والے بچے اپنی راہ سے بھٹک جائیں گے اور ہر قسم کی بے حیائی اور گمراہی کو اختیار کریں گے اور پھر ان کو راہ راست پر لانا نہایت دشوار ہو جائے گا۔

بچوں کی اقسام

آج کا بچہ کل کا شہری ہے۔ یہ موجد بھی ہے اور آرٹسٹ بھی۔ سائنسدان بھی ہے اور تاریخ دان بھی۔ عالم فاضل بھی ہے اور تاجر بھی۔ ادیب بھی ہے اور پیشہ ور بھی۔ بڑھئی، مکینک بھی ہے اور انجینئر بھی۔ وہ اپنے ہر معیار، کام، حالت اور معاشرتی حیثیت میں ایک قلبی سکون کا حامل مطمئن شہری ہو سکتا ہے جو کہ گہرے قلبی اطمینان وانہماک سے اپنے منفرد کام میں مصروف اور گہرا ڈوب کر جذب ہو سکتا ہے اور اپنی طبع سے موزوں پیشوں میں بھی کمال فن پیش کر سکتا ہے۔ وہ اپنے مقدر کے دائرے میں خوش رہ سکتا ہے۔ اپنے ستاروں کے احاطے میں اپنی قدرتی منفرد قوتوں کا ارتقاء بھی کر سکتا ہے اور اپنی جد وجہد کے نتائج پر مسرور بھی ہو سکتا ہے۔ اپنی کامیابی پر مسرور ہونے کا اعتراف بھی کر سکتا ہے اور مزید پر عزم اور مسلسل محنت سے فروغ حاصل کرنے پر مسرور ہونے کا اعتراف بھی کر سکتا ہے۔

آسائشوں سے معمور زندگی میں بھی بچہ مضطرب ہو سکتا ہے۔ وہ ناکام ہو سکتا ہے، جھگڑالو اور نالائق ہو سکتا ہے۔ وہ قسم قسم کی بگڑی عادات کو پیش کر سکتا ہے۔ امیر، عالی نسب اور تعلیم یافتہ گھرانوں کے بچے کئی دفعہ چور اچکے اور قسم قسم کی غلط کاریوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ "کوئی بچہ بگڑا ہوا پیدا نہیں ہوتا، نیکی امر فطرت ہے۔" (روسو)، بچے کے بگڑنے کی ذمہ داری ماحول اور اس کے نگرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ ماحول کے تاثرات اس کے وجود کی گہرائیوں میں

موجود قوتوں سے بے آہنگ رابطہ قائم کرتے ہیں۔ بگڑا بچہ در حقیقت فطرت کے تقاضوں سے محروم ہے۔ اس کا نفس قدرتی تقاضوں سے محروم ہے۔ یہ تقاضے اس کی ہمہ گیر نشو ونما و اعلیٰ اخلاق کی تشکیل کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ وہ ان محرومیوں کا اظہار اپنے مختلف قسم کے بگڑے کردار کے ذریعے کرتا ہے۔ پرورش کرنے والے والدین اور تربیت و تعلیم دینے والے اساتذہ مکمل طور پر ذمہ دار ہیں کہ بچہ مضطرب اور بگڑا ہوا ہے یا ہر حال اور ہر مشکل میں مطمئن رہنے کا اہل ہے۔

وہ ہر قسم کے لمحے میں کامیابی و ناکامی میں اپنا قلبی سکون قائم رکھ سکتا ہے۔ وہ اپنی منفرد قوتوں کے ارتقا کے لیے مسلسل اور پر عزم جدوجہد میں مصروف رہتا ہے اور اپنی قوتوں کے رابطے سے جو بھی کامیابی حاصل ہوتی ہے، اس پر کلمہ شکر ادا کرتا ہے اور مزید ارتقا کا ولولہ لے کر اپنی انفرادی قوتوں کے مزید فروغ میں گہرے طور پر مصروف اور جذب ہو جاتا ہے۔

مضطرب بچہ

یہ بچہ بہت غصیلہ ہوتا ہے۔ بہت جلد طیش میں آ جاتا ہے۔ ایسے بچے بہت اداس اور دکھی بچے ہیں۔ ان کو شفقت، تحفظ و اعتماد میسر نہیں۔ ان کو فطری خوشی میسر نہیں، ان کو اپنا ماحول مخالف نظر آتا ہے۔ وہ مخاصمت سے خود بھی معمور ہو جاتے ہیں اور دنیا میں اپنا مقام متعین بھی کرنا چاہتے ہیں۔ طوفانی غصے کے ذریعے اپنے وجود کے موجود ہونے کا احساس بھی دلانا چاہتے ہیں۔ وہ اسی دفاعی پوزیشن کی وجہ سے ماحول سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے گہرے جذبات میں مسائل ہیں، جن کا حل وہ نہیں جانتے۔ جذبات کی گہرائیوں میں سیری کے متقاضی نفسیاتی تقاضے اور محرومی کا احساس وہ اضطراب پیدا کرتا ہے، جس کا اظہار وہ اپنے غصے اور طیش میں کرتے ہیں مشتعل افعال کے ذریعے وہ اپنی نفسیاتی ضرورتوں کی تسکین بھی کرنا چاہتے ہیں اور ان رکاوٹوں کا مقابلہ کرنا بھی جو ان کے نفس کو محرومی کا شکار کر رہی ہیں۔ وہ اپنی حقیقت کا ارتقا کر کے ماحول سے اپنا لوہا منوانا چاہتا ہے۔

علاج

مضطرب بچوں کے غصے اور طیش کو سمجھنا چاہیے۔ اس کی وجہ کا تعین کرنا چاہیے۔ اس کے محرکات کو تحلیل کرنا چاہیے۔ غصہ اور طیش نفسیاتی بیماریاں ہیں۔ ان کا نفسیاتی علاج کرنا چاہیے۔ بچے کی محرومی، طیش کا پیدا ہونا، بالغ افراد کا تشدد مزید نفسیاتی اور کرداری پیچیدگیوں کا پیدا ہونا ایک عمل و ردعمل کا دائرہ ہے۔ اس دائرے کو توڑنے کے لیے بچے کی عزت کی جائے۔ شفقت و تحفظ پیش کیا جائے کہ وہ آزادانہ، بلا جھجک اپنے خیالات و احساسات کا اظہار کرے۔ اسے کھیل اور تخلیقی مشغلوں کی جانب راغب کیا جائے تاکہ وہ اپنے جذباتی اضطراب اور تضادات کا اظہار کر سکے۔ ایسے بچوں کو وہ مواقع دیں کہ وہ اپنے جذبات کا سکون، بچگانہ مشاغل خود حاصل کریں۔ وہ اپنے مسائل کے بارے میں بصیرت حاصل کر کے ان کو دور کریں۔ بچے کتنے ہی مضطرب کیوں نہ ہوں، بہت ہی جلد اور پوری دل سے اس ہمدرد کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، جس کو وہ مخلص اور خیر خواہ پاتے ہیں۔ بچے میں اخلاص پہچاننے کے لیے بہت تیز اور خصوصی حس ہوتی ہے۔ جب کوئی مخلص ان سے پیار محبت سے پیش آئے تو یہ اس سے تعاون کرتے ہی ہیں، ساتھ ہی اس پر مکمل اعتماد بھی کرتے ہیں اور بلا جھجک اپنے گہرے جذبات کا اظہار کر کے اسے اپنے گہرے رازوں میں شریک کر لیتے ہیں۔

جھگڑالو بچہ

بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں، مار پیٹ کرتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر اتنا لڑتے ہیں کہ ایک دوسرے کو زخمی تک کر دیتے ہیں۔ بچے اپنی قیمتی تخلیقی قوتوں کو جھگڑوں میں شامل کر کے ناکارہ کر لیتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ نالاں رہتے ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں اور ہر وقت جھگڑتے ہیں، ماحول و فضا مکدر کر دیتے ہیں۔ یہ جھگڑے دیہاتوں، پس ماندہ آبادیوں یا گلی محلوں تک محدود نہیں بلکہ ہر طبقے کے بچوں میں پائے جاتے ہیں آخر کیوں؟

نیکی امر فطرت ہے۔ مشرق و مغرب کے تمام فلاسفر اس مقولے پر متفق ہیں۔ امام غزالیؒ، علامہ ابن خلدونؒ، شاہ ولی اللہؒ،

فروبل، روسو، پسٹانوری نے بھی یہی خیال پیش کیا ہے۔ ان جھگڑوں کی وجہ بچے کے داخلی وجود میں گہرا اضطراب ہے۔ پسٹانوری نے کہا ہے کہ ہر بچے کے اندر دو امکانات ہیں ایک نیک متوازن شخصیت کا بچہ جو کہ گہرے سکون وقلبی اطمینان سے اپنی منفرد تخلیقی قوتوں کو استعمال کر کے تخلیقی عمل میں مصروف ہو سکتا ہے۔ دوسرا بچہ وہ جو کہ مضطرب ہے، بے اطمینان ہے اور ہمہ وقت تخریبی عمل کے ذریعے انتشار پیدا کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ وہ قوت برداشت کھو بیٹھتا ہے۔ معمولی باتوں پر مشتعل ہو کر جھگڑا شروع کر دیتا ہے۔

وجوہات

عمروں کا اختلاف، قد کا فرق، طاقت کا فرق، ذہانت کا فرق، خوب صورتی و بدصورتی کا فرق، حسد، ناممکن توقعات، کام کا قدرتی رجحان کے مطابق نہ ہونا، انصاف کا فقدان، جسمانی عیب، دولت وغربت کا میل، دیہاتی وشہری کا فرق، پس ماندہ وترقی یافتہ طبقے کا میل، گھر میں سلوک اور پرائے گھروں میں پرورش ایسی وجوہات ہیں جو بچوں کو جھگڑالو بناتی ہے اور ان کی شخصیت میں توڑ پھوڑ کر کے انہیں تخریبی مزاج دیتی ہیں۔

جھگڑے کا حل

جھگڑا بچے کے اندر ہے۔ مختلف تاثرات کی وجہ سے جذباتی اضطراب پیدا ہوا اور اسی سے جھگڑا اٹھا۔ اسی لیے جھگڑوں کا حل قدروں کی نشوونما میں ہے۔ ہر بچے کی شخصیت اعلیٰ قدروں کی بنیاد پر استوار ہوتا کہ وہ عمل ہی پیدا نہ ہو جو کہ جذباتی انتشار وانتقام کو پیدا کرتا اور ارتقا بخشتا ہے۔ بچوں میں مذہب کی تعلیم کو مقبول کیا جائے جس سے عمل صالح پیدا ہو۔ ضبط نفس پرورش پائے اور اسے پختگی بھی حاصل ہو۔ مذہب کی تعلیم کے ذریعے بچوں میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا کیا جائے، عاقبت کا شوق نشوونما پائے۔ انکساری پیدا ہو، اسلامی قدروں کے ذریعے اخوت، یگانگت، خلوص، یکجہتی اور اتحاد کی اہمیت کے بارے میں بصیرت حاصل ہو۔

والدین اور اساتذہ کا فرض ہے کہ ہر بچے کو شفقت اور احساس تحفظ دیں۔ تحسین وتوجہ دیں، مناسب موقع پر مرکزیت دیں۔ تحسین جائز ہو، صداقت وحقیقت پر استوار ہو، بچہ جیسا بھی ہو، جو بھی وہ کر سکے، جس معیار کا بھی وہ کر سکے، تحسین اسی کے مطابق ہو۔ ہر بچے کو کام کے مواقع مہیا کیے جائیں۔ کام طبعی رجحان، قدرتی دلچسپیوں اور قدرتی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے والا ہو۔ ان کے کام کا اعتراف حقیقت پر مبنی ہو۔ ان کا امتحان انصاف پر ہو۔ بچے کی مشکلات کو اس کی آنکھوں میں بیٹھ کر دیکھا جائے۔ اس کے جذبات میں ڈوب کر ان کو جانچا جائے۔ بچے کو اظہار کی گہری آزادی ہو۔ بچے میں خود شناسی اور حقیقت شناسی کی اہلیت پیدا کی جائے۔ وہ اپنے مقدور کو پہچانے جس ستارے کے تحت پیدا ہوا ہے، اس کو سمجھے، اپنی کمزوریوں کو پہچان کر اعتراف کرے۔ اس کے وجود کی قوتوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

انسان نے اس وقت معجزاتی کام پیش کیے جب اس کے جذبات میں گہرا سکون پیدا ہوا انسان معجزہ ہے۔

غصیلا بچہ

ہر عمل ماحول کے محرکات سے پیدا ہوتا ہے۔ بچہ فطرتاً دو امکان لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ایک مطمئن طبیعت، متوازن عمل، فرمانبردار، مخلص، وفادار اور اپنے اندر محبت کا بے پناہ سمندر لیے ہوئے ہے۔ اس جذبے کے تحت اس سے ہر قسم کا کام کروایا جا سکتا ہے۔

عمل کا دوسرا امکان جھگڑالو بچہ ہے۔ یہ سارا وقت غصے کی توپ بنا رہتا ہے۔ ہمہ وقت سب سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ زور زور سے بولتا ہے، دہاڑتا ہے، گالیاں دیتا ہے، چیزیں توڑ دیتا ہے۔ خواہ وہ ضرورت کی ہوں، قیمتی ہوں۔ اس کا غصہ اس کو وقتی طور پر نیم پاگل کر دیتا ہے۔

یہ غصیلی حالت اور تمام تخریبی عمل ماحول کے محرکات سے پیدا ہوتا ہے۔ جب ماحول کے اثرات فرد کے اندر سوئی ہوئی عمل کی قوتوں سے بے آہنگ ہو جاتے ہیں تو تمام شخصیت میں جذباتی انتشار راہ پا جاتا ہے۔ یہ مضطرب انسان مشتعل عمل، انتقام سے معمور عمل اور فنا کی حدوں کو چھوتا ہوا انتقامی عمل پیش کرتا ہے۔ وہ غصے سے بھرا ہوا ہر معیار کا تخریبی وانتقامی عمل کرتا ہے۔

فطرت کے تقاضے

ہر انسان میں فطرت ہے۔ ہر بچہ کی ہمہ گیر نشو ونما اور صحت مند نفسیاتی نشو ونما کے لیے ان فطری تقاضوں کی تسکین ناگزیر ہے، یہ فطری تقاضے جسمانی بھی ہیں اور نفسیاتی بھی۔ جس وقت ماحول ان فطری تقاضوں کی تسکین نہیں کرتا تو انسانی فطرت مشتعل ہو کر غصیلا، تخریبی اور انتقامی عمل پیش کرتی ہے۔

جسمانی فطری تقاضے

انسان کے کچھ فطری جسمانی تقاضے ہوتے ہیں۔ سب سے اول خوراک ہے۔ بچے کو خوراک نہ دی جائے تو وہ فاقے سے مشتعل عمل پیش کرے گا۔ جب خوراک تھوڑی ہو، اچھی نہ ہو، بچی ہوئی، باسی، کسی دوسرے بچے کی جھوٹی، اچھی نہ پکی ہوئی، بدمزہ ہو یا اس میں تنوع نہ ہو، کسی بچے کو زیادہ لذیذ دی جائے اور کسی کو ہلکی اور سستی قسم کی، شفقت سے نہ دی جائے، جہاں بیٹھ کر بچہ خوراک کھائے وہ جگہ صاف ستھری نہ ہو تو بھی بچہ ناخوش ہو جاتا ہے اور اس کے اندر غصیلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مشورے

۱۔ بچے کو کھانے کے دوران خوشگوار لمحات دیے جائیں۔
۲۔ نفسیاتی صحت سے کھانے کے آداب کا رابطہ ہونا ضروری ہے۔
۳۔ جس قدر ممکن ہو ماں بچے سے محبت کا اظہار کرے اور اسے اپنے ہاتھ سے خوراک کھلائے۔
۴۔ کھانے میں صفائی اور سجاوٹ کا خیال رکھا جائے۔
۵۔ کھانے میں بچے پر نہ ہی زیادہ سختی کی جائے اور نہ ہی زیادہ محبت دی جائے بلکہ اعتدال کی راہ اپنائی جائے۔
۶۔ بچوں میں کھانے پر بے انصافی نہ کی جائے۔
۷۔ بیماری میں بچے کو زیادہ محبت اور خیال سے خوراک دی جائے۔
۸۔ والدین بچے کو شفقت و احساس تحفظ دیں۔ اسکول میں مضامین کے انتخاب کے وقت بچے کی قدرتی دلچسپیوں، رجحانات، صلاحیتوں اور طبع کی موزونیت کو مدنظر رکھیں۔ ناممکن توقعات سے گریز کریں۔ خصوصی اوصاف کو عمل کا موقع دیں۔ اسکول میں اساتذہ کا طرزِ عمل مخلص ہو، شفقت سے بھرا ہو، تحسین آمیز و حوصلہ افزا ہو۔ بچہ جیسا بھی ہے، جو کچھ بھی کر سکتا ہے، اسی کے حوالے سے اس کی عزت کی جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بچہ غفلت، بے نیازی، سرد مہری و محرومی میں ڈوب کر غصیلا ہو جائے گا۔
۹۔ والدین اور اساتذہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ بچہ جب بھی غصے میں آئے، وہ ناخوش ہے، فطرت کے نفسیاتی تقاضے سے محروم ہے۔ اس کی تحلیل کی جائے، تشخیص کی جائے۔ جس طرح لرزہ سے ملیریا چڑھتا ہے، انفلوئنزا میں کھانسی، زکام و بخار ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اگر فطرت کے تقاضوں کی تسکین نہ ہو تو بچے کو غصہ آتا ہے۔ غصہ نفسیاتی بیماری ہے۔ شفقت وہ مجرب دوا ہے جو کہ غصے کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور آزادی کے پرمسرت لمحوں کے ذریعے غصے کی گہری جڑیں تحلیل کرنا اور غصہ کی تشخیص کرنا بھی ممکن ہے۔

چور بچہ

چوری ایک ایسا عمل ہے جس میں ایک بچہ کسی کی چیز کو بغیر بتلائے اٹھا لیتا ہے اور اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ کسی کو اس شے سے محروم کر کے اپنا اطمینان بھی کرتا ہے اور اپنی سیری بھی۔ بچہ روپے چراتا ہے، کھلونے چراتا ہے، کپڑے اور جوتیاں چراتا ہے، مٹھائی چراتا ہے۔ تصویریں چراتا ہے، کتابیں چراتا ہے، گیند بلا، وغیرہ۔ مطلب، ہر وہ چیز جس میں اسے دلچسپی ہے، جو اس کو میسر نہیں ہو سکتی، وہ کسی کی چرا کر اپنی محرومی کو سیری میں تبدیل کر لیتا ہے۔

بچہ کب اور کیوں چراتا ہے؟

بچہ جن مرغوب اشیا سے محروم ہے، ان کو چراتا ہے۔ بچہ ہر وقت نہیں چراتا اور نہ ہی اس کا کوئی وقت مقرر ہے۔ جس وقت کسی چیز کو حاصل کرنے کو دل چاہے، وہ چرا لیتا ہے۔ ایک جبلی جوش کے تحت یکایک اس کا ضبطِ نفس چھوٹ جاتا ہے اور وہ جس چیز سے محروم ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے چوری کرتا ہے اور کسی کی چیز اٹھا لیتا ہے، مثلاً وہ روزانہ مٹھائی کے ورق لگے تھال دیکھتا ہے، لیکن

ایک دن یکایک وہ تمام قدریں ٹوٹ جاتی ہیں جو کہ چوری سے منع کرتی ہیں اور وہ اسے چرا کر جلدی جلدی نکلتا اور خوش ہوتا ہے۔

چوری کے بنیادی اسباب

۱۔ بچہ والدین کو مثالی بناتا ہے۔ جن بچوں کے والدین دفتر کی چیزیں یا لوگوں کی چیزیں چرا لاتے ہیں بچہ ان سے یہ عادت سیکھتا ہے۔

۲۔ بچہ اپنے دوستوں اور ہم عمروں سے اثر قبول کرتا ہے۔

۳۔ ہمسایے کے اثرات بھی بچے میں چوری کی عادت ڈالتے ہیں۔ اگر ہمسایہ میں کم اخلاقی اقدار کے حامل اور بے ایمان اور چور لوگ ہوں تو بھی بچہ اس گندی عادت کا شکار ہو جاتا ہے۔

۴۔ سینما اور ڈش وغیرہ فلموں کے اثرات بھی نقصان دہ ہیں۔

۵۔ اگر اساتذہ بچوں سے تحفے تحائف لینے کے عادی ہیں اور اس سے درس و تدریس میں مراعات دیتے ہیں تو بھی بچہ یہ عادت اپنائے گا۔

۶۔ بعض اوقات غلط قسم کی کتابیں مثلاً میر چور، چوروں کا کلب، کروڑ پتی ڈاکو اور پھرتا سورہ ڈاکوؤں اور چوروں کی آپ بیتیاں مثلاً چارلس سوبھراج، پھولن دیوی، محبت خاں ڈاکو وغیرہ پڑھ کر بھی بچہ بے ساختہ یہ حرکت کر بیٹھتا ہے۔

۷۔ بعض اوقات نفسیاتی محرومیوں کے ازالے کے لیے بھی بچہ چوری کرتا ہے۔ چوری اس کی عادت بن جاتی ہے، یہ ذہنی بیماری ہے۔

۸۔ بعض اوقات توجہ، مرکزیت پسندی اور تحسین کے شوق میں بچہ ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے۔

۹۔ بعض بچے چوری بطور تفریح کرتے ہیں۔ بعض کو کتابیں، کہانیاں پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ پیسے نہ ہونے پر وہ کتابیں چوری کرتے ہیں۔

۱۰۔ کچھ بچے قیادت کے شوق میں اور کچھ ذخیرہ اندوزی کی جبلت میں تسکین کے لیے بھی چوری کرتے ہیں۔

مشورے

۱۔ دینی تعلیم و تربیت سے بچے میں اعلیٰ اخلاق اور اقدار پیدا کریں۔

۲۔ محروم بچوں کو شفقت و احساس تحفظ دیا جائے۔

۳۔ اپنی حقیقت کا اعتراف کرنا سکھایا جائے۔

۴۔ اپنے مقدر پر شاکر رہنے کی اہلیت کی نشوونما کی جائے۔

۵۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا جائے۔

۶۔ بچوں کی موزوں متوسط کفالت کا بندوبست کیا جائے۔

۷۔ اگر ہو سکے تو ایسے بچوں کا علاج نفسیاتی کلینک سے کروایا جائے۔

۸۔ ایسے بچوں کے تعلیمی ماحول میں دلچسپی اور عمل کے عنصر کا اضافہ کیا جائے۔

مجرم بچے

چھوٹی چھوٹی لغزشوں کے علاوہ بچے کئی قسم کے جرائم بھی کرتے ہیں۔ اپنے یا مقابل جنس کے افراد سے چھیڑ چھاڑ، فحش گوئی اور طرح طرح کی جنسی حرکتیں اور گمراہیاں بچوں کے جنسی جرائم کی چند اقسام ہیں۔ غصے میں آ کر معاشرے سے بغاوت، مار دھاڑ، کشت و خون، خودکشی، بچوں اور جانوروں پر تشدد، بدمزاجی کے مظاہرے کرنا، بہتان اور افترا باندھنا، بڑوں کی توہین کرنا، انتقام یا شرارت کی وجہ سے دوسروں کی املاک کو نقصان پہنچانا، آگ لگانا، گداگری، دھوکا دہی، چوری اور نقب زنی، راتیں گھر سے باہر بسر کرنا اور آوارہ گردی کرنا بچوں کے پسندیدہ جرائم کی چند ایک قسمیں ہیں۔

جرائم کے اسباب

کوئی ایک سبب بچوں کے جرائم کا ذمہ دار نہیں، عموماً کئی عناصر مل کر کسی جرم کی وجہ بنتے ہیں۔ بچوں کے جرائم کے رجحانات کے اہم ترین اسباب کون سے ہیں؟ یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں۔ مجرم بچوں کی نفسیات پر پروفیسر سرل برٹ کی تحقیقات بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ فاضل پروفیسر نے اپنی کتاب "کم سن مجرم" میں اہمیت کے اعتبار سے جرم کے اسباب کو یوں ترتیب دیا ہے:

۱۔ ناقص تربیت۔

۲۔ مختلف فطری جبلتوں کی شدت، مثلاً بھوک، جنس، غصہ، ہوس، آوارہ گردی، تجسس، گروہی جبلت وغیرہ۔

۳۔ جذباتی زندگی میں تلون۔

۴۔ ذہنی الجھنوں کے پیدا کردہ مریضانہ جذباتی حالات۔

۵۔ گناہ اور جرم کی خاندانی روایات۔

۶۔ بھسنڈی پن، کند ذہنی وغیرہ جیسی ذہنی مجبوریاں۔

۷۔ ضرر رساں دلچسپیاں مثلاً تمباکو نوشی، سینما بینی وغیرہ کا غیر معمولی شوق۔

۸۔ نشوونما سے متعلق عناصر مثلاً بلوغت کا ولولہ انگیز دور۔

۹۔ ذہنی کمزوری کی خاندانی روایات۔

۱۰۔ ناسازگار خاندانی حالات مثلاً سوتیلی ماں، والد کی موت، گھر سے مسلسل غیر حاضری وغیرہ۔

۱۱۔ خارجی ماحول کے اثرات مثلاً گلی، بازار یا محلے کے آوارہ ساتھی اور مناسب تفریحی سہولتوں کی عام عدم موجودگی۔

۱۲۔ دیوانگی وغیرہ جیسی ذہنی بیماریوں سے متعلق خاندانی روایات۔

۱۳۔ جسمانی لاغری سے متعلق خاندانی روایات۔

۱۴۔ غربت وافلاس۔

۱۵۔ بچے کی اپنی جسمانی ناتوانی۔

جذباتی عناصر کی اہمیت

مجموعی طور پر جذباتی عناصر باقی تمام عناصر سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مجرم بچوں کی اکثریت میں جذباتی توازن غائب یا ناقص ہوتا ہے۔ یہ بات کہ جذباتی زندگی میں نقص بچوں کے جرائم کا اہم ترین سبب ہے، برٹ، ہالی، ہیلے، برونر، گلوکس، ساریکلیس اور مجرم بچوں کی نفسیات کے دیگر نامور ماہرین کی تحقیقات سے بھی واضح ہے۔

جرائم کی روک تھام

پروفیسر برٹ نے بچوں کے جرائم کی روک تھام کے لیے مندرجہ ذیل طریقے تجویز کیے ہیں:

۱۔ جرم پسند رجحان والے بچوں کی طرف ابتدا میں مناسب توجہ ہونی چاہیے۔ والدین کو یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے کا زمانہ بچوں کی عمر کا فیصلہ کن دور ہوتا ہے۔ اسی ابتدائی دور میں ان کے اخلاقی اور جذباتی کردار کی بنیادیں رکھ دی جاتی ہیں۔ اساتذہ کو مدرسے میں کم سن بچوں کی خصوصی نگرانی رکھنی چاہیے اور نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ جذباتی اور اخلاقی تعلیم وتربیت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بچے میں غیر معاشرتی مشاغل کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو معلم کو ان کی فوری روک تھام کا انتظام کرنا چاہیے۔ یہ کام والدین کے تعاون سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ مکتب کی تعلیم ختم ہونے کے بعد بھی بچے کے معاشرتی مشاغل کی نگہداشت اور رہبری کا مناسب انتظام کرتے رہنا چاہیے۔

۲۔ مجرم بچوں کو پولیس اور عدالت کے سپرد کردینے کے بعد بھی معاشرتی کارکنوں کو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کی بجائے اس اہم کام میں سرگرمی سے مسلسل حصہ لیتے رہنا چاہیے۔

۳۔ محض جرم کی بجائے مجرم کا زیادہ گہرا مطالعہ ہونا چاہیے۔ مجرم کی مختلف خطائیں گنوانے کی بجائے ان کے اسباب ڈھونڈنے میں زیادہ محنت صرف کرنی چاہیے اور محض سزا دینے کی بجائے اس کے بیمار ذہن کا مناسب علاج تجویز کرنا چاہیے۔ مجرم بچے کے ساتھ عادی مجرموں جیسا سلوک کرنا ان کی اصلاح کے لیے زہر کی تاثیر رکھتا ہے۔ مجرم بچوں کو سزا کے لیے ملنی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں ہمدردی کے ساتھ ذہنی تربیت کے عمل سے گزارنا چاہیے تاکہ وہ آئندہ اچھے کردار کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

بھگوڑے اور آوارہ بچے

بچے فطرتاً گھومنے پھرنے کے شیدائی ہوتے ہیں۔ وہ خطر پسند معرکوں میں خاص لطف محسوس کرتے ہیں۔ ایک مبہم سی امنگ انہیں سیر وتفریح، بے مقصد سفر اور عجیب وغریب مہموں کے لیے ہر وقت تیار رکھتی ہے۔

جانوروں کی طرح بچوں کی آوارہ گردی کے مخصوص موسم تو نہیں ہوتے مگر اعداد وشمار سے پتا چلتا ہے کہ موسم بہار اور اوائل گرما میں بچے اس شغل میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔

بھگوڑے پن کے اسباب

گھر سے بھاگ نکلنے کی عادت کے متعدد اسباب ہوا کرتے ہیں۔ خراب صحت، گھریلو نظم ونسق میں ابتری، بازاروں کی رونق کی کشش، نقدی حاصل کرکے طرح طرح کی چیزیں کھانے کی چاٹ، مدرسے میں نصاب کا مشکل محسوس ہونا اور معلم کی بے توجہی یا سخت گیری وغیرہ۔ کوئی ایک ہی سبب بچے کو بھگوڑا یا آوارہ نہیں بنا دیتا بلکہ متعدد اسباب مل کر اس رجحان کو تقویت دیتے ہیں۔

بھگوڑوں کا نفسیاتی جائزہ

بعض بچے مدرسے میں داخل ہونے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اس کے بھی متعدد محرکات ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بچہ گھر کا آرام دہ ماحول چھوڑ کر اجنبی فضا میں شریک ہونے سے گریز کر رہا ہو یا اس کے ذہن میں مکتب کا غلط تصور سما گیا ہو۔ ایسے بچے کو اس کی مرضی کے خلاف مدرسے میں زبردستی داخل کرا دینے کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ وہ مدرسے سے بھاگنا شروع کر دے گا اور اگر آپ گھر پر بھی سختی کریں گے تو وہ گھر سے بھاگ کر آوارہ گردی پر مجبور ہو جائے گا۔

بھگوڑوں کا گہرا مطالعہ کرکے ظاہری اور باطنی محرکات کا مفصل جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔ مٹرگشتی کی عام اور فطری جبلت سے محروم ہو کر بھاگنا اور کسی ذہنی اضطراب یا الجھن سے تنگ آ کر فرار اختیار کرنا مختلف نوعیت کی حرکتیں ہیں۔ بہت چھوٹے بچے تو عموماً گھر کی بے کیف اور سخت گیر زندگی سے محض وقتی فرار کی وجہ سے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں مگر ابتدا ہی میں اس خطرناک رجحان کی مناسب روک تھام نہ کی جائے تو بچے کے عادی بھگوڑا اور مجرم بن جانے کا سخت خدشہ ہے۔

عہد بلوغت اور آوارگی کے ولولے

بلوغت میں اپنا گھر محدود اور دلچسپیوں سے خالی نظر آنے لگتا ہے۔ بڑھتی ہوئی جسمانی قوت ذہن میں نئے نئے ولولے ابھارتی ہے۔ تفریح گاہوں، کھیل کے میدانوں، سرسبز کھیتوں، پھل پھول سے مہکتے ہوئے باغوں، ندی نالوں کے کناروں اور پر رونق شاہراہوں پر بے مقصد گھومنے کی امنگیں ستانے لگتی ہیں۔ بارونق بستیاں اور خوشنما گاؤں اپنی طرف بلاتے معلوم ہوتے ہیں۔ مفلس والدین کا بچہ دلچسپ ماحول کی تلاش میں گھر سے بھاگ نکلتا ہے۔ تنگ مکان کے لاتعداد مکینوں سے اکتایا ہوا بچہ کسی قدر مختلف ماحول کی لذتوں سے محظوظ ہونے کے لیے کھلی جگہوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ بے رنگ و بے کیف دیہاتی ماحول سے تنگ آیا ہوا بچہ شہر کے پرلطف ہنگاموں کی طرف بھاگتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان نوعمر بھگوڑوں میں کوئی بے اختیار آوارہ روح پھونک دی گئی ہے جو انہیں نامعلوم منزلوں کی طرف کشاں کشاں لیے جاتی ہے۔ وہ کسی نئی دنیا، کسی نئی مسرت کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں۔

آوارہ بچوں کا نفسیاتی تجزیہ

معاشرتی اعتبار سے بھگوڑا اور آوارہ گرد بچہ چور بچے سے کم تکلیف دہ ہے مگر اسے سمجھنا ذرا زیادہ مشکل ہے۔ اس کی جرم پسندی کے اسباب لاتعداد ہونے کے علاوہ عموماً بہت پیچیدہ بھی ہوتے ہیں۔ یہاں خارجی اور داخلی عناصر طرح طرح سے مل کر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس بچے کے کردار کے مخفی محرکات کو سمجھ کر بھگوڑے پن کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ انسانی تہذیب کے ارتقا کے ساتھ ساتھ جہاں ہمارے مادی بندھن بڑھے ہیں، وہاں ہم میں اپنے ماحول کی پیچیدگیوں سے وقتی فرار کی خواہش بھی زور پکڑتی گئی ہے۔ ہم میں اپنی زندگی کے ہر شعبے میں مختار بن جانے کی تڑپ تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مدرسے اور کارخانے میں بچہ اپنے آپ کو بندھا ہوا محسوس کرتا ہے۔ غیر دلچسپ کام، نہ ختم ہونے والے گھنٹے، اساتذہ کی لمبی لمبی تقریریں، اونچی اونچی دیواریں اور سخت بنچ جن پر بیٹھے رہنے سے اس کی بے چینی اور بڑھتی ہے۔ آزادی کا نہ ہونا اور غلامی ہی غلامی ـ ـ ـ ـ بچہ اس بے کیف زندگی کے چنگل سے موقع پاتے ہی بھاگ نکلتا ہے۔ اگر اس کی ابتدائی مشقیں کامیاب رہیں اور اسے مدرسے یا کارخانے سے بھاگ کر سڑکوں پر مٹرگشت میں مزہ آنے

لگے تو وہ اس مشغلے کو مستقل بنا کر عادی بھگوڑا بن جاتا ہے۔

اسی طرح اگر اسے گھر میں آزادی سے سانس لینا نصیب نہ ہوتا ہو، مکان بہت چھوٹا ہو اور رہنے والے بہت زیادہ ہوں، غربت کی وجہ سے معقول غذا میسر نہ آتی ہو، تفریح کا ماحول میسر نہ ہو کھیلنے کے لیے کھلونے وغیرہ دستیاب نہ ہوں، اس خوف سے کہ بچہ گلی کے برے بچوں کی صحبت میں آوارہ نہ ہو جائے، ماں اسے گھر کی چار دیواری میں مقید رکھتی ہو تو بچہ گھر کو بھی قید خانہ سمجھنے لگتا ہے۔ ماں کی غیر حاضری میں گھر سے کھسک جانے کی مشق کرتے کرتے وہ رفتہ رفتہ بالکل آوارہ بن جاتا ہے۔

اصلاح کے صحیح طریقے

آوارہ گرد بچے کی اصلاح کے لیے اس کی صحت، اوراک، رجحانات، ذہانت، اخلاق، محلہ و مکتب کے ساتھیوں کا معیار وغیرہ سمجھنے کے علاوہ اس کے گھر اور مدرسے کے نظم و نسق کی نوعیت کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ بڑے بچوں میں والدین یا معلم سے رنجش اور ہمجولیوں سے پیہم کٹا چھنی بھگوڑا پن، آوارہ گردی اور مجرمانہ کردار کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

گھر کی افلاس زدہ زندگی، جسمانی نقص، مدرسے میں اپنی نالائقی وغیرہ سے بچوں میں احساس کمتری پیدا ہو جانا طبعی بات ہے۔ معلم کو نالائق بچوں کی طرف زیادہ اور خصوصی توجہ دینی چاہیے اور مختلف دلچسپ تعلیمی طریقوں سے انہیں باقی جماعت کے معیار کے قریب لانے کے لیے نہایت صبر و تحمل سے مسلسل جدوجہد کرنی چاہیے۔ جماعت کے کمرے میں وہ جس قدر کم جمائیاں لے گا، بھاگ نکلنے کی رغبت اسی قدر کم ہوتی چلی جائے گی۔ گھریلو زندگی کو حتی الوسع خوشگوار بنانے کے لیے والدین کو خوب محنت کرنی چاہیے۔ ہمارے اس مادی دور سے راحت اور سکون ناپید ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے محدود سرمائے اور قوت کے باوجود بھی بچے کی دلچسپیوں کے زیادہ سے زیادہ سامان مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں تاکہ انہیں اپنا گھر خشک اور بے لطف قید خانے کی بجائے دلچسپ اور پُرمسرت تفریح گاہ معلوم ہو اور گلی، بازاروں کی رنگینیاں بچوں کو پھسلانے میں ناکام رہیں۔

پھسڈی بچے

مدرسے کی پڑھائی میں عموماً پیچھے رہ جانے والے بچے کو پھسڈی بچہ کہتے ہیں۔ پھسڈی پن کے بے شمار اسباب ہیں۔ ناساز گار ماحول سب سے بڑی وجہ ہے۔ حولی اسباب کو سمجھنا بہت آسان ہے اور مقابلتاً ان کا تدارک بھی اتنا مشکل نہیں۔ مدرسہ، گھر اور محلہ ماحولی اسباب کے تین بڑے عناصر ہیں جو بچے کو پھسڈی بنانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

دقیانوسی معلم اور پھسڈی بچے

پھسڈی پن کی پہلی نشانی پڑھنے لکھنے میں بے توجہی اور مکتب کی زندگی میں عدم دلچسپی ہے۔ ممکن ہے مدرسے کا نظام ہی اتنا ناقص ہو کہ بچہ تعلیم سے متنفر ہونے پر مجبور ہو جائے۔

ہمارے اکثر مدرسوں میں اب بھی قدیم اصولوں اور تعلیم و تدریس کے فرسودہ نظریوں کا دور دورہ ہے۔ اکثر معلم بے انتہا خشک انداز میں پڑھاتے ہیں۔ وہ بات بات پر جھڑکی دینے اور ڈنڈے کا عام استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان معلموں کے پاس تعلیم کا بس ایک طریق رہ گیا ہے۔ ننھے طلبہ کے طبعی رجحانوں اور انفرادی میلانات سے بالکل بے نیاز ہو کر وہ لٹھ بازی ہی کو تعلیم کا بہترین اسلوب سمجھتے ہیں۔ جدید ماہرین تعلیم کے مفید مشوروں سے اس قسم کے اساتذہ بہت بیزار ہو جاتے ہیں۔ جماعت میں ذہین، متوسط، پھسڈی، غبی اور کند ذہن بچوں سے یکساں سلوک کیا جاتا ہے۔ سبق کسی کے پلے پڑے یا نہ پڑے، یہ جاہل معلم اس کی پروا نہیں کرتے، بولنے پر آتے ہیں تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ سبق کو عام فہم زبان میں نرمی سے سمجھانے کی بجائے ایسے معلم خشک اور درشت لہجہ اختیار کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

افلاس زدہ گھر بھی بچے میں پھسڈی پن پیدا کرتے ہیں۔ ایسے گھر جہاں اولاد کی کثرت ہو، مالی پریشانی ہو، ماں اور باپ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہوں، کھانے کو نہ ملے، نیند پوری نہ ہو، غلیظ، گندہ اور تاریک مکان ہو، بچہ لاغر، بے کاری اور خرابی صحت کا شکار ہو، ایسی تمام حالتیں بچے میں چڑچڑا پن پیدا کرکے اسے پھسڈی بنا دیتی ہیں۔

اگر گھر میں مذہبی اور اخلاقی قدریں ناپید ہوں، احساس ذمہ داری غائب ہو تو چوری اور دوسری خلاف معاشرت حرکتوں کی وجہ سے مدرسے کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے اور بھگوڑا پن اور پھسڈی پن پہلے سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ بن جاتا ہے۔

پھسڈی پن کا علاج

اساتذہ اور والدین کو پھسڈی پن کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان بدقسمت بچوں کی مشکلوں کا صحیح جائزہ لے کر ان کی مناسب مدد کرنی چاہیے۔ بچے کو مدرسہ ناپسند ہو تو اسے کسی بہتر اور دلچسپ مدرسے میں منتقل کروانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کتابوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے عام فہم اور دلچسپ کتابیں مہیا کیجیے۔ کھیل کود اور فالتو وقت کے تفریحی مشاغل میں دلچسپی پیدا کرنے کے مناسب سامان فراہم کیجیے۔ اپنے بچوں کو گلی کی آوارہ سوسائٹی سے بچانے کا ایک آسان اور سائنسی طریقہ یہ ہے کہ محلے کے چند اچھے اچھے بچوں کو اکٹھا کر کے ایک چھوٹا سا کلب بنا دیں تاکہ وہ آپس میں مل بیٹھ کر متوازن مشاغل اور صحت مند تفریحات سے محظوظ ہوا کریں۔ والدین کی خاص توجہ اور ایسی اجتماعی کوششوں سے اچھے نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

جسمانی معذور بچے

بچوں کی ذہنی صحت اور ان کی نفسیاتی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جسمانی طور پر معذور بچوں کا ذکر کرنا بھی اہم ہے۔ کیونکہ موجودہ آبادی میں تقریباً ایسے لاکھوں ذہین لیکن جسمانی طور پر معذور افراد ہیں جو کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی سوچ، طرز زندگی اور باہمی میل جول ایک خاص نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ سماجی، قانونی، اقتصادی اور تعلیمی ناانصافیوں کی بنا پر یہ افراد تنزلی کے ساتھ ساتھ ایک احساس بے بسی و کمتری کی زندگی گزار رہے ہیں۔

معاشرے میں ان کے متعلق ایسے متعصبانہ خیالات اور نظریات ہیں کہ انہیں بے چارے سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی فطری صلاحیتیں بھی ابھرنے نہیں پاتیں اور یوں لوگوں کی تنگ نظری اور یک طرفہ سوچ کے نتیجے میں وہ کچھ نہیں کر سکتے اور ابھرنے کے مواقع نہ ملنے کی وجہ سے ان کے عقائد و منفی رجحانات کو تقویت پہنچتی رہتی ہے۔ یوں نفسیاتی بگاڑ کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

جہاں تک معذور بچوں کی اقسام کا تعلق ہے، ان میں اپاہج، نابینا و ناقص بینائی والے بچے، بہرے، گونگے و ناقص اعضاء جسم رکھنے والے بچے بے شمار ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں نفسیات اور سائنس نے کافی ترقی کر لی ہے مگر ہمارے ہاں ان خدمات سے خاطر خواہ افادہ نہیں اٹھایا گیا۔ دراصل ہمیں اس سلسلے میں ضروری سہولتیں میسر نہیں جس سے ان بچوں کا ضیاع ہو رہا ہے۔ کچھ تو دوسروں سے اپنے آپ کو کمتر خیال کر کے اور کچھ دوسروں کے طعنوں سے احساس کمتری و محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنی ذات کو بے معنی سمجھ کر سنبھلنے اور ترقی کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

علاج

سوسائٹی میں پرانے عقائد ختم کر کے انہیں باعزت مقام دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نفسیاتی طور پر ان میں Self-respect اور self-worth ’’یعنی عزت نفس اور خودداری‘‘ پیدا کی جائے۔ ان میں انفرادیت کے ساتھ ساتھ خود اعتمادی پیدا کی جائے۔ معذور بچوں کے والدین کو انہیں بوجھ سمجھنے کی بجائے ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کئی ایک لوگوں سے بہتر اور شریفانہ فطرت رکھتے ہیں۔

’’اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو ان کی ذہنی کیفیت و احساسات کی رو سے دیکھے تو انہیں سمجھنے میں بڑی آسانی ہو سکتی ہے۔ ہم سب مل کر ایسے مراکز اور ادارے کھول سکتے ہیں جہاں ان کی مناسب دیکھ بھال نفسیاتی اور میڈیکل تجزیے سے راہنمائی کی جا سکتی ہے۔ والدین کے لیے لازم ہے کہ ان کے احساسات و جذبات کا خاص خیال رکھیں۔ انہیں اظہار کے مواقع دیں تاکہ یہ اپنے اندر دبے ہوئے احساسات کا اظہار کر کے راحت و سکون پا سکیں۔ انہیں ان کے گروپوں میں اکٹھے رکھیں۔ اظہار کرنے اور

پسند و ناپسند کے مطابق شادی بیاہ کا موقع دینا چاہیے۔ یہ بھی مکمل انسانوں کی طرح جذبات رکھتے ہیں۔ اگر ان کی نفسیاتی ضروریات اور خواہشات کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ مزید ذہنی الجھن، خلفشار اور اعصابی بوجھ تلے دب کر ناجائز اور غلط طریقے کار استعمال کر کے اپنے لیے مزید پریشانیاں کھڑی کر سکتے ہیں۔ مثلاً جوان ہونے پر اگر ان کی شادی نہ کی جائے تو یہ جنسی بے راہ روی اور مخصوص طریقوں سے اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔ نتیجتاً جسمانی و نفسیاتی بیماریاں پیدا کر لیں گے یا احساس گناہ کی بدولت مزید الجھنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کے متعلق بہتر رائے استعمال کر کے اور ان کی انا کو مضبوط کر کے انہیں بہتر شخصیت اجاگر کرنے میں مدد دی جا سکتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے، انہیں تشویش اور اضطراب سے بچانا چاہیے۔ پھبتی یا آوازیں کسنے سے ان کی روح زخمی ہوتی ہے، ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کوئی پاگل نہیں ہوتے بلکہ جذبات سے بھرپور خوددار انسان ہوتے ہیں۔

معاشرے میں ان کی دلجوئی کرنے کے لیے مہینے میں کم از کم ایک دو بار انہیں گروپ میں اکٹھا ہونے، زندگی کے متعلق پلاننگ کرنے، باہم خیالات کا اظہار کرنے کے مواقع دینے چاہئیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ اکیلے نہ ہوں۔ اس طرح یہ مظلومانہ قسم کی سوچوں میں ڈوبے رہیں گے۔ انہیں آزادانہ فضا میں لوگوں سے گھلنے ملنے کا موقع دینا چاہیے۔ انہیں مناسب ورزشوں اور دلچسپیوں میں اس طرح مگن رکھیں کہ وہ نہ صرف اعصابی بوجھ ہلکا کر لیں بلکہ اسی طریقہ کار سے کچھ سیکھ بھی لیں، یہ طریقہ نہایت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔

معذور بچوں کا عمر کے ابتدائی حصے میں نفسیاتی اور جسمانی ٹیسٹ کروا کے ان کی راہنمائی شروع کر دیں تا کہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت اور ہنر مندی مثلاً ٹائپ کرنا، کڑھائی کرنا، کرسیاں بننا، قالین بافی اور اسی طرح کے سادہ سادہ کام سیکھ لیں اور اپنے آپ کو بہتر بنا لیں۔ قدرت نے ہمیں صحت مند پیدا کیا ہے اور اس صحت کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہمیں اس کے معذور انسانوں کی دیکھ بھال اور بہتری کے لیے کام کرنا چاہیے۔ ان کے لیے حساس ہو کر سوچیں کہ اگر ہم معذور ہوتے یا ہماری بینائی نہ ہوتی تو ہم کس طرح سے یہ محسوس کرتے یا ہمیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس جذبے اور نیت سے ان کی بہبود کے لیے کام کریں۔ اگر ہم سب ان کے لیے اور کچھ نہ کر سکیں تو کم از کم ان کے لیے مراکز کھولنے اور تعلیمی ادارے قائم کرنے میں تھوڑی بہت مدد ضرور کریں اور ان کے جذبات کا احترام کریں۔ انہیں حقیر یا معذور سمجھ کر ان کی انا کو پامال نہ کریں۔ سال میں ایک مرتبہ ان کا عالمی دن منانے میں تعاون کریں، تا کہ ہر سال لوگوں کو ان کی موجودگی کا احساس ہو۔ ان کے مسائل کا پتا چلے اور ان کے لیے کی گئی کوششوں کا جائزہ لیا جائے اور ان کے لیے مزید بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔ عالمی تنظیموں کے درمیان رابطہ قائم کر کے انہیں اپنائیت اور یکجہتی کا احساس دیں۔ اگر ہم سب ان کے لیے کوشش کریں گے تو ان میں بھی اپنی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کا عزم پیدا ہو گا اور یوں وہ اپنی حالت کو سدھار کر معاشرے میں اہم اور مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔

* * *

بچوں کی اسلامی تربیت

اولاد اللہ تعالیٰ کی لطیف نعمتوں میں ایک ہے۔ اس کی عطا پر خوشیاں اور خیر و برکت کے ساتھ استقبال۔ اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے اپنے ایک بندے کی پرورش کی توفیق بخشی۔ اور یہ موقعہ فراہم فرمایا کہ آپ اپنے پیچھے اپنے دین و دنیا کا ایک جانشین چھوڑ جائیں۔

یہ نعمت ایسی کہ اگر حاصل نہ ہو تو خدا کے برگزیدہ پیغمبر بھی اس کے پانے کیلئے بیتاب۔ جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے صالح اولاد کیلئے دعا فرمائی:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

(آل عمران – ۳۸)

”میرے رب تو اپنے پاس سے مجھے پاکباز اولاد عطا فرما۔
بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔“

تکمیل انسانیت کیلئے انسان کو جن صفات خداوندی کو اپنی ذات پر منعکس کرنا ہے ان میں ربوبیت، رحمت اور عدل کی صفات کا تعلق پرورش اور تربیت سے ہے۔ اولاد کی عطا سے انسان کو ان صفات کا پرتو بننے کا قریبی موقعہ ملتا ہے۔ یہ اولاد صالح ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور انسانیت کیلئے مفید ہو تو زندگی میں بھی، مرنے کے بعد بھی اور آخرت میں بھی سراپا رحمت بن جاتی ہے۔ اور اگر یہی اولاد برعکس ہو تو زندگی میں بھی، مرنے کے بعد بھی اور آخرت میں بھی فتنہ و ندامت کا باعث بن جاتی ہے۔

اولاد کا انسانیت کیلئے مفید ہونا بھی خود اسی پر منحصر ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت میں خدا کا شعور اور اس کی معرفت پختہ کی جائے۔ اس لئے دیکھا گیا ہے کہ جن گھرانوں میں اولاد کی اسلامی تربیت نہیں ہوتی اکثر طور پر ان کی اولاد سرچڑھی، نافرمان، اور خود غرض ہوتی ہے اور اس کا خمیازہ نہ صرف زندگی میں ماں باپ اور خاندان کو بھگتنا پڑتا ہے بلکہ ماں باپ کی رحلت کے بعد بھی اس اولاد کے خدا گریز اور انسانیت دشمن اعمال ان کے لیے سوہان روح بنے رہتے ہیں۔ اور پھر آخرت میں تربیت اولاد کے متعلق ایک راعی اور نگہبان کی طور پر باز پرس سے الگ گذرنا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے:

”باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دے سکتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔“ (مشکوٰۃ)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا اجر و ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے، دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے صالح اولاد، جو باپ کے لیے دعا کرتی ہے۔“

مومن کی اپنی ذات کا جس طرح اٹھنا بیٹھنا، اوڑھنا بچھونا، مرنا جینا سب خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے اسی طرح اس کا اولاد کے متعلق تمام سپنوں کا محور وہی ذات ہوتی ہے، اس کے سارے مستقبل کی تعمیر میں بھی یہی خدا تعالیٰ کی خوشنودی کارفرما ہوتی ہے۔

اولاد انسان کے بہکنے کا ایک بہت بڑا دروازہ ہے۔ عام طور پر انسان میں دنیا کی ہوس پرستی دو باتوں سے جنم لیتی ہے ایک اچھے معتبر ہونے کی خواہش دوسرا اپنی اولاد کی حسین مستقبل کی ہوس۔ پھر

❁ ❁ ❁

اسی ہوس گیری میں انسان جائز ناجائز طریقوں سے آگے بڑھنے کی تگ و دو کرتا ہے اور پھر اس تگ و دو میں اتنا دور نکل جاتا ہے کہ اپنا تعلق بھی خدا تعالیٰ سے کمزور کر بیٹھتا ہے۔

انسان کو اپنی ذات کی تکمیل میں اپنے اعمال کا ایک ذخیرہ بنانا ہے، تربیت یافتہ اولاد اس عمل میں اپنے باپ کی حمایت و نصرت کرتی ہے۔

اس لیے خدا تعالیٰ بھی اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے لیے نیک اولاد کے خواہش کی تلقین کرتے ہیں اور اس کے عطا ہونے کے بعد اس کی دینی تعلیم و تربیت کا حکم فرماتے ہیں کہ ان میں مقام عبدیت پیدا ہو جائے۔ ملت ابراہیمی کی مؤسس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں یہ مقام اس طرح موجود تھا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ملت ابراہیمی کے پیروکاروں کیلئے نیک اولاد کی تربیت کا یہ مثالی انسانی فضیلت کا کامل ترین نمونہ ہے۔ معروف اسکالر شیخ عبداللہ ناصح علوان نے اپنی کتاب ”تربیۃ الاولاد فی الاسلام“ میں بچوں کی اسلامی تربیت کے متعلق ان عوامل کی تفصیل بیان کی ہے جو بچے کی تربیت کے لیے بیحد ضروری ہیں۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ ان نکات کا بیان کرتے ہیں۔

بچوں کے لیے نفسیاتی شعور اور احساسات

نفسیاتی شعور سے مراد وہ محبت و شفقت اور رحمت و ملاطفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں اپنی اولاد کے لیے پیدا کی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند اہم باتیں درج ذیل ہیں:

الف. ماں باپ میں بچوں کی فطری محبت

یہ بات نہایت واضح ہے کہ والدین کے دلوں میں بچوں کی محبت فطری ہوتی ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کی زحمت برداشت کرنا، ان پر رحمت و شفقت کرنا اور ان کے معاملات و ضروریات کا اہتمام کرنا، یہ سب چیزیں نفسیاتی طور پر والدین میں موجود اور ان کے دلوں میں راسخ اور ان کے احساسات و شعور میں داخل ہوتی ہیں، اگر بالفرض یہ نہ ہو تو روئے زمین سے انسان کا وجود ختم ہو جائے اسی لیے قرآن کہیں بچوں کو دنیا کی زینت قرار دیتا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف ۴۶)

”مال اور اولاد حیات دنیا کی رونق ہیں۔“

تو کہیں اللہ جل شانہ کی ایسی بڑی نعمت قرار دیتا ہے جس کا شکر کرنا واجب ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا

(اسراء ۶)

”اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے۔ اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے۔“

اور یہی اولاد اگر نیکوکاروں اور متقیوں کے راستے پر چلنے والی ہو تو ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک بتلاتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان ۷۴)

”اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہم کو متقیوں کا امام بنا دے۔“

اس کے علاوہ قرآن کریم میں اور بہت سی ایسی آیتیں ہیں جو بچوں کے سلسلہ میں والدین کے جذبات و احساسات کی تصویر کشی کرتی ہیں اور اپنے جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کے سلسلے میں ان کے جذبات کی صداقت اور دل کی محبت سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

ب. بچوں سے محبت اور ان پر شفقت عطیۂ ربانی

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دلوں کو جو قابل قدر جذبات ودیعت کیے ہیں ان میں بچوں پر رحم و شفقت، محبت والفت بھی ہے جو بچوں کی اصلاح و تربیت اور پرورش کے سلسلے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور عظیم نتائج کا حامل ہے۔

اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے مخلوق کے دلوں میں الفت و محبت کے جذبہ کو راسخ کیا اور بڑوں کو خواہ وہ استاد و شیخ ہوں یا ماں باپ یا کسی شعبے سے تعلق رکھنے والے سب کو ان اوصاف کے اختیار

کرنے کی جانب رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ یَعْرِفْ حَقَّ کَبِیْرِنَا

(ابوداؤد، ترمذی)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔"

نیز حضور اکرم ﷺ نے کسی موقع پر یوں ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ (الادب المفرد للبخاری)

"جو اوروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ "الادب المفرد" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے دو بچوں کو لے کر آئی۔ انہوں نے اس کو تین کھجوریں دیں، تو اس نے ہر بچے کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک اپنے لیے رکھ لی۔ دونوں بچوں نے اپنی کھجور کھالی اور اپنی ماں کی جانب دیکھنے لگے۔ ماں نے اپنی والی کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وَمَا یُعْجِبُکِ مِنْ ذٰلِکَ لَقَدْ رَحِمَهَا اللّٰهُ بِرَحْمَتِهَا صَبِیَّیْهَا

"تمہیں اس پر تعجب کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بچوں پر اس عورت کے رحم کرنے کی وجہ سے اس پر بھی رحم کیا۔"

لہٰذا یہ بات ذہن نشین ہونا چاہیے کہ والدین اپنے جذبہ رحم ہی کی بنا پر اپنی ان تمام ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرتے ہیں جو بچوں کی پرورش اور نگرانی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی ہیں۔

ج۔ لڑکیوں کو بُرا سمجھنا زمانہ جاہلیت کی بری روش

اسلام مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور بچوں پر رحم و شفقت کے سلسلے میں اسلام نے مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں کی۔ اگر اسلامی معاشرے میں کچھ ایسے والدین نظر آتے ہیں جو لڑکے کی بہ نسبت لڑکی سے امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں تو یہ محض زمانہ جاہلیت کی عادات میں سے ایک عادت ہے جس کی کڑی دورِ جاہلیت سے جا ملتی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ
کَظِیْمٌ ۝ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط
اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا
یَحْکُمُوْنَ ۝ (النحل ۱۶: ۵۸، ۵۹)

"اور ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش کی) خبر دی جائے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (اور سوچے) آیا اس کو بحالت ذلت لیے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے۔ خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔"

اس کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور یقین کا عدم استحکام ہے۔ اس لیے کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے سے خوش نہیں جو اللہ نے اسے لڑکی دے کر کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کمزور نفوس اور ضعیف ایمان والوں سے زمانہ جاہلیت کی ان رسوم کی جڑیں اکھاڑنے اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لیے لڑکیوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے اور والدین اور تربیت کرنے والوں کو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کا نہایت اہتمام سے حکم دیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کے داخلے کے مستحق بن جائیں اور ساتھ ہی بچیوں کی صحیح تربیت بھی ہو، اور وہ ایسی لڑکیاں بن جائیں جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

بچیوں کی دیکھ بھال حسن سلوک اور خصوصی توجہ سے متعلق بعض ارشادات نبوی ﷺ پیش خدمت ہیں:

۱۔ جو شخص دو بچیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کرے گا تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے (اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کرکے

بتلایا)۔ (مسلم)

۲. جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو خوش دلی سے برداشت کرے اور اپنے مال سے ان کو کھلائے پلائے اور پہنائے تو وہ لڑکیاں اس شخص کے لیے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی۔ (مسند احمد)

۳. جس شخص کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشدلی سے انہیں برداشت کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی)

اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ان ارشادات نبویہ کو اپنا رہنما بنائیں اور لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان عدل و مساوات سے کام لیں تاکہ اس جنت کے مستحق بن سکیں جس کا قرآن اور احادیث میں تذکرہ آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو حاصل کرسکیں جو سب سے بڑی دولت ہے۔

د. بچے کی موت پر صبر کا اجر و ثواب

مسلمان جب ایمان کے بلند و بالا درجے پر پہنچ جاتا ہے اور تقدیر پر کامل ایمان رکھتا ہے تو مصائب کا جھیلنا اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے اور وہ اللہ رب العالمین کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے۔ ایسے کامل الایمان شخص کے لیے حضور اکرم ﷺ نے یہ بشارت سنائی ہے کہ جب کسی شخص کے بچے کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ جل شانہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ جواب میں کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کی روح قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھ دو۔

اس صبر کے بڑے فوائد ہیں۔ جن میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جنت تک پہنچنے اور دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عورتوں سے فرمایا، تم میں سے کوئی عورت ایسی جس کے تین بچے وفات پاجائیں مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لیے دوزخ سے حجاب بنیں گے۔ ایک عورت نے کہا، اور اگر دو بچے مرجائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھی۔ (بخاری و مسلم)

ایمان کی قوت اور جذبہ ایمانی کی اگر بہترین مثال دیکھنی ہو تو حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ازواج طاہرات کی سیرت سامنے رکھیے جو اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ انہوں نے بچوں کے مرنے پر کس قوت ایمانی اور رضا بالقضاء اور صبر کا ثبوت دیا اس لیے ماں باپ کو چاہیے کہ اپنے ایمان میں قوت پیدا کریں اور اگر کوئی مصیبت درپیش ہو تو اس وقت یقین و ایمان کے ہتھیار کو استعمال کریں مگر کسی بچے کا انتقال ہوجائے تو تنگ دل اور آزردہ خاطر نہ ہوں بلکہ صبر کریں۔ تاکہ وہ جو سب چیزوں کا مالک اور حاکم مطلق ہے اس سے اجر و ثواب حاصل ہو۔

ہ. اسلام کے مصالح کو بچے کی محبت پر فوقیت دینا

چونکہ ماں باپ کے دل میں اپنے جگر گوشوں اور بچوں کی محبت و الفت، شفقت و رحمت کے سچے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ اس لیے یہ مدنظر رہنا چاہیے کہ یہ جذبات جہاد و قتال فی سبیل اللہ اور دعوت و تبلیغ اسلام سے رکاوٹ نہ بن جائیں۔ اس لیے کہ اسلام کے مصالح تمام جذبات اور ضروریات پر مقدم ہیں اور اسلامی معاشرت کا قائم کرنا ہر مومن کا مقصد اصلی اور زندگی کی غرض و غایت ہے کیونکہ گم کردہ راہ انسانیت کو سیدھا راستہ دکھانا مسلمان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے مسلمان سب کچھ قربان کردیتا ہے۔

حضرت رسول مقبول ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بالکل صحیح سمجھا تھا، اسی لیے ان کے سامنے جہاد اور تبلیغ دین اور اسلام کی نشر و اشاعت کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا، اس لیے کہ ان حضرات کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿توبہ ۲۴﴾

”آپ کہہ دیجیے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور وہ حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں اور اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔“

نیز یہ حدیث پاک بھی ان کے پیش نظر تھی۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿بخاری و مسلم﴾

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے مال واولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔“

بچے سے متعلق عمومی احکام

اس فصل میں چار بحثیں ہیں۔

۱۔ بچے کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنا

کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اس کے مسلمان بھائی کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شریک ہو اور اس کو مبارکباد دے اور ایسا طریق اختیار کرے جس سے اس کو مزید خوشی ہو۔ ایسا کرنا اس کے تعلقات کو مستحکم اور روابط کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر بالفرض مبارکباد نہ دے سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے اور نومولود بچے کے لیے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا مسلمان بھائی کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ امت اسلامیہ کی رہنمائی کے لیے قرآن کریم نے مختلف مناسبات سے بچے کی پیدائش پر مبارکباد اور خوشخبری دینے کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے قصے میں ارشاد ربانی ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى ﴿آل عمران ۳۹﴾

”پھر ان کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تعالیٰ ان کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔“

اور ایک آیت میں ہے:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿مریم ۷﴾

”اے زکریا! ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں بنایا۔“

حضرت حسینؓ سے مروی ہے کہ بچے کی پیدائش پر ان الفاظ میں مبارکباد پیش کرے:

بُوْرِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوْبِ وَشَكَرْتَ الْوَاهِبَ وَرُزِقْتَ بِرَّهٗ وَبَلَغَ اَشُدَّهٗ.

”اللہ تعالیٰ آپ کے اس بچہ کو مبارک کرے اور آپ کو اللہ تعالیٰ شکر کرنے کی توفیق ہو اور یہ بچے آپ کا فرمان بردار اور نیک ہو اور جوانی کو پہنچے۔“

تہنیت و مبارکباد ہر بچے پر دینی چاہیے اس میں لڑکا یا لڑکی میں تفریق نہ کرنا چاہیے لڑکی کی پیدائش پر بھی خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے معاشرہ میں اس سنت کو قائم کریں تاکہ آپس کے تعلقات مستحکم ہوں اور صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں۔

۲۔ بچے کی پیدائش پر اذان واقامت کہنا

پیدائش کے فوراً بعد بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ چنانچہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی نیز حضرت عبداللہ بن

❁ ❁ ❁

عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

اذان واقامت کہنے کا راز علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تحفۃ المودود'' میں لکھتے ہیں: انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات کی پڑے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر مشتمل ہو، جیسے کہ مرتے وقت کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے، نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس بچے کو شروع ہی سے اللہ اور اسلام کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے

اس لیے کہ یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے جس کو شیطان بدلنا چاہتا ہے۔ اس لیے حضور کریم ﷺ نے بچے کے پیدا ہوتے ہی عقیدہ توحید کی حفاظت کا اہتمام فرمایا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں اللہ کا صحیح بندہ بن کر دنیا کی فانی زندگی گزار سکے۔

۳. بچے کی پیدائش پر تحنیک کرنا

نومولود بچے کے سلسلہ میں منجملہ احکام اسلامیہ کے تحنیک بھی ہے اور تحنیک کے معنی ہیں کھجور کو چبا کر بچے کے تالو پر لگا دینا یعنی جو کھجور چبائی گئی ہے اس کا کچھ حصہ انگلی پر رکھ کر نومولود بچے کے منہ میں داخل کر دینا آہستہ آہستہ انگلی سے اس کے منہ میں داہنے بائیں پھیرنا تاکہ وہ چبائی ہوئی کھجور پورے منہ میں پہنچ جائے اور اگر بالفرض کھجور موجود نہ ہو تو پھر کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کر دینا چاہیے، چاہے مصری ہو یا شیر دیا شہد تاکہ سنت پر عمل اور نبی کریم ﷺ کے عمل کی پیروی ہو جائے۔

بہتر یہ ہے کہ تحنیک کسی متقی عالم نیک وصالح بزرگ سے کرائی جائے تاکہ بچے کو برکت حاصل ہو اور اس کے لیے نیک فال ہو۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور ایک کھجور سے اس کی تحنیک کی اور اس کے لیے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالے کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

۴. نومولود بچے کا سر مونڈنا

نومولود کے سلسلے میں منجملہ احکام اسلام کے ایک یہ ہے کہ اسلام نے ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈنے اور ان بالوں کے برابر چاندی فقراء پر صدقہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس میں دو حکمتیں ہیں۔

. صحت وطب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہیں کہ بچے کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اور سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سننے اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۲. دوسرے یہ کہ اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنے سے معاشرہ میں باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہوگا اور آپس میں تعاون و ترحم کی خوشگوار فضا وجود میں آئے گی۔

یہ احکام جو ذکر کیے گئے اگرچہ مندوبات و مستحبات کے قبیل سے ہیں۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو کامل طور پر اپنی اولاد، رشتے داروں و متعلقین پر نافذ کریں اور خود عمل کریں اور دوسروں سے عمل کرائیں۔ اس لیے کہ آج اگر مستحبات میں تساہل سے کام لیں گے تو آگے چل کر واجب و فرض بلکہ اسلام کے معاملے میں بھی تساہل برتنے لگیں گے جس کے نتیجے میں صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے۔

بچے کا نام رکھنا اور اس سے متعلق احکام

بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں اسلام نے جو احکام دیے ہیں ان میں سے خاص خاص درج ذیل ہیں:

۱. بچے کا نام کب رکھا جائے؟

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا نام ساتویں دن رکھا جائے اور بعض حدیثوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ بچے کا نام پیدا ہوتے ہی رکھنا چاہیے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوراً رکھنا ضروری نہیں ہے۔ بہرحال احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام کے معاملے میں وسعت ہے تنگی نہیں ہے۔ خواہ اس کا نام پیدا ہوتے ہی رکھ دیا جائے یا تین دن بعد، یا ساتویں دن رکھا جائے جس دن اس کا عقیقہ ہو سب کی گنجائش ہے۔

❋ ❋ ❋

۲. کون سے نام رکھنا مستحب ہے اور کون سے مکروہ؟

نام رکھتے وقت والد یا گھر کے بڑے یا مربی کو چاہیے کہ بچے کے لیے ایسا نام منتخب کرے جو بمعنی، اچھا اور پیارا ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق عمل ہو جائے۔

اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَبِاَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَكُمْ۔ (ابوداؤد)

”تم لوگوں کو قیامت میں تمہارے اور تمہارے والد کے ناموں سے پکارا جائے گا، اس لیے نام اچھا رکھا کرو۔“

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔

”اللہ کو تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے۔“

والدین اور خاندان کے بزرگوں کو چاہیے کہ بچے کا نام ان کلمات کے ساتھ نہ رکھیں جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی نام ہیں۔ لہٰذا احد، صمد، خالق، رزاق، رحمٰن وغیرہ نام نہیں رکھنا چاہیے بلکہ عبدالاحد، عبدالصمد وغیرہ نام رکھنا چاہیے۔

اسی طرح شہنشاہ نام نہیں رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور قابل غضب وہ شخص ہوگا جسے شہنشاہ کہا جاتا ہے اس لیے کہ شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی طرح کافروں کا نام بھی نہیں رکھنا چاہیے جیسا کہ پرویز، خسرو یا ابوطالب وغیرہ۔

اسی طرح ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے جس میں نیک فالی اور یمن ہو، تاکہ اگر اس نام والے کو پکارا جائے اور وہ وہاں موجود نہ ہو تو یہ نہ کہا جائے کہ وہ نہیں ہے۔

مثلاً افلح، نافع، رباح اور یسار وغیرہ۔ چنانچہ حدیث میں صراحتاً ان ناموں کے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (مسلم، ترمذی)

اسی طرح بچوں کا نام معبودان باطلہ کے نام پر نہیں رکھنا چاہیے مثلاً عبدالعزیٰ، عبدالکعبہ، عبدالنبی وغیرہ۔ اسی طرح معروف فاسق لوگوں کے نام بھی نہیں رکھنے چاہئیں۔ اس لیے کہ اس قسم کا نام رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

نیز ایسے نام نہیں رکھنا چاہیے جس میں عشق و محبت کا پہلو ہو، یا گندے اور فحش جیسا کہ کلب علی معنی نکلتے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان قوم ممتاز شخصیت کی مالک ہو اور وہ اپنی خصوصیات اور صفات سے پہچانی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ و طریقہ نام رکھنے کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو:

ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نام رکھا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے اور سب سے سچے حارث☆ اور ہمام ہے۔ اور سب سے ناپسندیدہ وقبیح حرب☆☆ مرہ ہے۔

۳. بچے کی کنیت ابوفلاں کر کے رکھنا سنت ہے

اسلام کے بنیادی تربیتی نظام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولود کی کنیت ابوفلاں کر کے رکھی جائے، اسی طرح کنیت رکھنے سے نہایت عمدہ نفسیاتی اور عظیم الشان تربیتی فائدے حاصل ہوتے ہیں، جو کچھ یوں ہیں:

۱. بچے کی نفسیات اور دل میں اکرام و احترام کا شعور بڑھانا۔

۲. معاشرتی طور پر اس کی شخصیت کو ابھارنا، اس لیے کہ وہ محسوس کرے گا کہ وہ بڑوں کے مرتبے اور قابل احترام عمر کو پہنچ گیا ہے۔

۳. نیز دلچسپ اور پیاری کنیت سے پکارنے سے اس کے دل کو خوش کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔

۴. نیز اس لیے کہ اس کو اپنے بڑوں کو مخاطب کرنے اور اپنے چھوٹوں کو پکارنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

ہاں کنیت رکھنے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی اولاد ہی کے نام پر ہو بلکہ دوسرے کی اولاد کی نسبت سے بھی کنیت رکھی جا سکتی ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ”ام

☆ حارث کے معنی کسب کرنے والا۔ ہمام۔ ارادہ کرنے والا۔

☆☆ حرب کے معنی جنگ اور مرہ کے معنی کڑواہٹ کے ہیں۔

عبداللہ" کنیت رکھنے کی اجازت دی تھی۔ جبکہ عبداللہ ان کی ہمشیرہ اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے تھے۔ نیز یہ جائز ہے کہ انسان اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور نام سے کنیت رکھ دے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی لڑکا بکر نامی نہ تھا، لیکن ان کی کنیت ابوبکر تھی۔

نام اور کنیت رکھنے کے سلسلہ میں قابل لحاظ چند امور

الف۔ اگر ماں اور باپ کے درمیان بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں نام رکھنا باپ کا حق ہے، اس لیے کہ قرآن کریم نے تصریح کر دی ہے کہ بچہ باپ کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ ماں کی طرف۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ. (الاحزاب ۵)

"لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی پورا انصاف ہے۔"

ب۔ بچے کا لقب مذموم اور ناپسندیدہ رکھنا نہ باپ کے لیے جائز ہے نہ کسی اور کے لیے۔

ج۔ علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کا نام نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی پر رکھنا درست ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ کی کنیت کے رکھنے میں اختلاف ہے۔

بچے کا عقیقہ اور اس کے احکام

لغت میں عقیقہ کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں۔ اسی سے والدین کی نافرمانی اور قطع تعلق کو "عقوق والدین" کہا جاتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی ہیں بچے کی پیدائش کے ساتویں دن بچے کی طرف سے بکرے یا بکری کا ذبح کرنا اور اس کے سر کے بال منڈانا۔

عقیقہ مسنون ہے۔

دین اسلام میں وسائل کی تمام مخلوق میں تقسیم کے بارہا مواقع پیدا کیے گئے ہیں اولاد کی پیدائش کے موقع پر بھی یہی تقسیم کا اصول مسنون فرمایا گیا ہے کہ اس طرح اولاد کے مستقبل کی حریصانہ خواہشوں کے پیچھے دوڑنے کے بجائے بندے کو ابھی اور آئندہ زندگی میں بھی تقسیم کی روایت پر قائم رہنا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى

(بخاری)

"بچے کے پیدا ہونے پر عقیقہ کرنا چاہئے۔ لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس بچے سے گندگی دور کرو۔"

نیز آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ (ترمذی)

"لڑکے کی طرف سے دو برابر کے بکرے یا بکری ذبح کیے جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری۔"

نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:۔

كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهِنٌ بِعَقِيْقَةٍ تُذْبَحُ عَنْهُ عِنْدَ يَوْمِ سَابِعَةٍ وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰى (ترمذی وغیرہ)

"یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔"

مطلب یہ ہے کہ بچہ بھلائیوں اور سلامتی آفات اور زیادہ نشو و نما سے رکا رہتا ہے جب تک کہ اس کی طرف سے عقیقہ نہ کر دیا جائے ان حدیثوں سے عقیقہ کا مسنون و مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہی حنفیہ، جمہور فقہا اور اہل علم کا مذہب ہے۔

عقیقہ کا مستحب وقت

اگر ساتویں دن نہ کر سکیں تو پھر چودھویں دن، اور اس میں بھی نہ کر سکیں تو پھر اکیسویں دن عقیقہ کریں یہ حکم استحبابی ہے، اگر اس کے علاوہ اور کسی دن بھی کریں گے تو عقیقہ درست ہو جائے گا۔ مگر ساتویں دن کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔

کیا لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے؟

رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کیا جائے گا۔ یہی مذہب حضرت ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہما اور اہل علم کی ایک جماعت کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک ہی بکرا ذبح کیا جائے گا جیسا کہ لڑکی کے عقیقہ میں ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جس کو وسعت ہو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور اگر گنجائش نہ ہو تو لڑکے کی طرف سے بھی ایک ہی کرے، اس کو اس صورت میں پورا اجر و ثواب ملے گا اور سنت پوری کرنے والا کہلائے گا۔ واللہ اعلم۔

عقیقہ سے متعلق دیگر احکام

الف۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ عقیقہ میں وہ جانور جائز نہیں ہے جو قربانی میں جائز نہیں ہے اور جو قربانی میں جائز ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ بکرا، بھیڑ، دنبہ ایک سال کا ہونا چاہیے۔ البتہ اگر چھ ماہ کا دنبہ موٹا تازہ ہو اور سال بھر کے برابر معلوم ہوتا ہو تو ایسے چھ ماہ کے دنبے کی قربانی اور عقیقہ درست ہے۔ لیکن بکرا، بکری جب تک ایک سال کے نہ ہو جائیں ان کی قربانی و عقیقہ درست نہیں ہے۔

۲۔ قربانی اور عقیقہ کا جانور عیوب سے مبرا و سالم ہونا چاہیے۔ لہٰذا اندھے، بھینگے اور ایسے لاغر جانور جن کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو اور ایسے لنگڑے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے جو قربان گاہ تک خود سے نہ چل سکے۔

۳۔ گائے بھینس کی قربانی اور عقیقہ اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل نہ ہو چکی ہو اور اونٹ کی قربانی اس وقت تک درست نہیں جب تک پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل نہ ہو چکا ہو۔

ب۔ عقیقہ میں شرکت جائز نہیں ہے (مگر حنفیہ کے یہاں اگر ثواب اور قربت کی نیت ہو تو ایک جانور میں شرکت ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی کی نیت قربانی کی ہو اور کسی کی عقیقہ کی۔ اس طرح ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات بچوں کے عقیقے بھی ہو سکتے ہیں۔

ج۔ جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا بھی ہے۔ لہٰذا اسے صدقہ کرنا، ہدیہ کرنا سب درست ہے۔ البتہ عقیقہ میں مستحب یہ ہے کہ اس کے گوشت کا کچھ حصہ دائی کو بھی دے دیا جائے تاکہ وہ بھی خوشی میں شریک ہو جائے۔ اگر کوئی شخص عقیقہ کی خوشی میں دعوت کرنا اور اس کا گوشت پکا کر کھانا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔

مستحب یہ ہے کہ عقیقہ بچے کے نام سے کیا جائے، اس لیے کہ ابن منذر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذْبَحُوْا عَلَى اسْمِهٖ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَاِلَيْكَ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ

"بچے کے نام سے عقیقہ کا جانور ذبح کرو۔ لہٰذا یوں کہو اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ آپ ہی کے لیے ہے اور آپ ہی کی طرف یہ لوٹ کر جائے گا اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے عقیقہ ہے۔ (فلاں کی جگہ بچے کا نام لے۔)"

عقیقہ کے مشروع ہونے کی حکمت

بچے کے عالم وجود میں آتے ہی اس کی طرف سے تقرب الی اللہ کا یہ ذریعہ ہے۔ آدمی اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اقرار کرتا ہے کہ اس کی عطا کردہ اولاد کی نعمت ہی صرف میری سوچ اور عمل کا مرکز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے تمام بندوں کی خدمت میری زندگی کا محور ہے۔ اور اس کا اظہار میں عقیقہ کے مسنون طریقہ سے کرتا ہوں۔ نیز بچے کو مصائب سے بچانے کے لیے ایک قسم کا فدیہ ہے۔ نیز والدین کے لیے اجر کا ذریعہ ہے۔

بچے کا ختنہ اور اس کے احکام

ختنہ کب ہونا چاہیے؟

بیشتر اہل علم کا مسلک ہے کہ بلوغ سے پہلے ختنہ ہو جانا

آخر یہ صورت تو یا قربانی ہی میں ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ دونوں میں بڑے جانور میں سات بچوں کے عقیقے ہو سکتے ہیں۔

چاہیے، اور بہتر ہے کہ شروع ہی میں برداشت کی عمر میں ختنہ کر دیا جائے۔ جیسا کہ بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کا عقیقہ و ختنہ ساتویں دن کرا دیا تھا۔

ختنہ کی عظیم الشان حکمتیں

ختنہ فطرت سلیم کی اساس، اسلام کا شعار اور شریعت کا عنوان ہے۔ یہ اس ملت حنیفہ کی تکمیل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی جاری فرمایا۔ یہ ملت حنیفہ ہی ہے جس نے دلوں کو توحید و ایمان پر ڈھالا۔ یہی وہ ملت ہے جس نے بدن کو فطرت سلیم سے آراستہ کیا۔ جن میں ختنہ، مونچھوں کا کتروانا، ناخن ترشوانا اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا.

(النحل ۱۲۳)

”پھر ہم نے آپ ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلیے جو بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے۔“

ختنہ مسلمان کو دوسرے مذاہب کے متبعین سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار، اس کے اوامر کا بجالانا اور اس کے حکم کے سامنے گردن جھکانا متحقق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ختنہ کے بہت سے طبی فائدے ہیں۔

تربیت کرنے والوں کی ذمہ داریاں

۱۔ ایمانی تربیت کی ذمہ داری
۲۔ اخلاقی تربیت کی ذمہ داری
۳۔ جسمانی تربیت کی ذمہ داری
۴۔ عقلی تربیت کی ذمہ داری
۵۔ نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری
۶۔ معاشرتی تربیت کی ذمہ داری
۷۔ جنسی تربیت کی ذمہ داری

وہ ذمہ داریاں جن کا اسلام نے بہت اہتمام کیا ہے اور لوگوں کو ان کی ترغیب بڑی شد و مد کے ساتھ دی ہے ان میں سے مربی کے ذمے ان لوگوں کی تعلیم و تربیت بھی ہے جن کی کفالت ان کے سپرد ہے، اس لیے کہ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس فریضہ میں کوتاہی سے ڈراتی ہیں۔ تاکہ ہر مربی کو اپنی امانت کی عظمت اور مسئولیت کی نزاکت اور اہمیت معلوم ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا. (طٰہٰ ۱۳۲)

”اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔“

۲۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا.

(التحریم ۶)

”اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔“

۳۔ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ

(الحجر ۹۲، ۹۳)

”آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم، ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے۔“

اس حوالے سے چند احادیث بھی درج ذیل ہیں۔

۱۔ اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (بخاری و مسلم)

”مرد اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“

۲۔ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ (ترمذی)

”کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ و ہدیہ نہیں دیا۔“

۳۔ عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَھْلِیْکُمُ الْخَیْرَ وَاَدِّبُوْھُمْ.

(رواہ عبدالرزاق)

* * *

www.besturdubooks.wordpress.com

''اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھلاؤ اور باادب بناؤ۔''

چنانچہ قرآن کریم کی ان آیات اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کی رہنمائی کے بموجب ہر دور میں تربیت کرنے والوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خوب اہتمام کیا ہے اور ان کے انحراف اور کج روی کو دور کرنے کا خیال رکھا ہے۔ بلکہ اس مقصد عالی کے لیے ایسے اساتذہ اور معلمین کا انتخاب کیا ہے جو علم و ادب کے لحاظ سے بلند و ارفع ہوں۔ تاکہ وہ بچوں کو صحیح عقائد اور اعلیٰ اخلاق سکھلائیں اور اسلام کے اس فریضے کو بحسن و خوبی ادا کر سکیں۔

اب ہم ان ساتوں ذمہ داریوں میں سے ہر ایک کے مختلف پہلوؤں پر ان شاء اللہ مفصل روشنی ڈالیں گے۔ بیشک اللہ ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور ہم اسی سے مدد اور توفیق حاصل کرتے ہیں۔

ایمانی تربیت کی ذمہ داری

ایمانی تربیت سے مقصود یہ ہے کہ جب سے بچے میں شعور اور سمجھ بوجھ پیدا ہو، اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اصول سمجھانے چاہئیں اور اسے ارکان اسلام کا عادی بنایا جائے اور جب وہ کچھ بڑا ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے اہم ارشادات اور وصایا ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ بچے کو سب سے پہلے کلمہ لا الٰہ الا اللہ سکھانے کا حکم

حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ.

اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔

اس کا راز یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے کلمہ توحید پڑے جو شعار اسلام ہے۔ جیسا کہ نومولود بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

۲۔ بچے میں عقل و شعور کے آغاز سے قبل ہی حلال و حرام کے احکام سکھانا چاہیے۔

ابن جریر اور ابن منذر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو اور اپنی اولاد کو اوامر پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے کا حکم کرو۔ اس لیے کہ یہ خود تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ بچہ جب آنکھ کھولے تو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے والا ہو اور جب بچپن ہی سے شریعت کے احکام سے اس کا ربط ہوگا تو اسلام کے علاوہ کسی اور دین و مذہب کو شریعت نہ سمجھے گا اور نہ ہی اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائے گا۔

۳۔ سات سال کی عمر ہونے پر عبادات کا حکم دینا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ.

(حاکم، ابوداؤد)

''اپنی اولاد کو سات سال عمر ہونے پر نماز کا حکم کرو۔ اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو سزا دو جب وہ دس سال کے ہو جائیں۔ اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔''

روزے کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ لہٰذا جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو روزے کی عادت ڈالنے کے لیے روزہ بھی رکھوانا چاہیے اور اسی طرح اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرنے کی بھی عادت بچوں میں پیدا کرنی چاہیے۔

نیز بستر الگ کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ تمام برائیوں سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ بچے عفت و پارسائی کی خصلت کے ساتھ جوان ہوں اور پھر اسی پر عمر بھر کریں اور اسی پر وفات پائیں۔ فقط والله۔

۴۔ بچے کو اصحاب رسول مقبول اور اہل بیت سے محبت اور قرآن پاک کی تلاوت کا عادی بنانا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔ ۱۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، ۲۔ ان کے اہل بیت و صحابہ کرام سے محبت، ۳۔ اور قرآن پاک کی تلاوت۔ اس لیے کہ قرآن کے حاملین اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں انبیا علیہم السلام اور اصفیا کے ساتھ ہوں گے، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور صحابہ کرام کی سیرت اور مسلمانوں کے بڑے بڑے قائدین کی سوانح حیات اور ان کی شجاعت اور بہادری کے کارناموں کی بھی تعلیم دی جائے تاکہ ان میں نیک اور بڑے لوگوں کی پیروی کی خواہش پیدا ہو اور ان کے نقش قدم پر چل کر وہ خود بھی درجات عالیہ تک پہنچیں۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اس طرح یاد کراتے تھے جس طرح انہیں قرآن پاک کی سورتیں یاد کراتے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم، احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔

ابن سینا نے ''کتاب السیاسۃ'' میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے تعلیم و تعلم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتدا قرآن کریم سے کرنی چاہیے، تاکہ اصل لغت اس کی گھٹی میں پڑے اور ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائے۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ تربیت کرنے والے حضرات ان بنیادی ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تربیت کریں تاکہ بچوں کے عقائد درست خطوط پر قائم ہوں اور ان کا کردار خیر و خوبی کا موقع بن سکے۔

یہ ایمانی تربیت ہے جسے ہم نے بیان کیا اور اس پر کسی قدر روشنی ڈالی۔ یہ وہ تربیت ہے جس کے لیے مغرب کے علمائے تربیت و اخلاق بھی نہایت شدت سے اصرار کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے معاشرہ کو بے دینی، جرائم اور گندے اخلاق اور بے حیائی کے کاموں سے نجات دلا سکیں۔

چنانچہ روس کے سب سے بڑے قصہ نویس دستوفسکی نے اپنی کہانیوں میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو پھر وہ کسی نہ کسی طرح سے شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔

فلسفی کانٹ نے اپنے افکار میں بیان کیا ہے کہ تین قسم کے اعتقاد پیدا کیے بغیر اخلاق وجود میں نہیں آ سکتے ۱۔ خدا کے وجود کا اعتقاد ۲۔ روح کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا اعتقاد ۳۔ مرنے کے بعد حساب و کتاب کا اعتقاد۔

مذکورہ بالا تصریحات کے بعد خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بچے کی اصلاح اور اس کی اخلاقی و نفسیاتی تربیت کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ لہٰذا باپ اور مربی کو چاہیے کہ بچے کو ہر لمحہ ایسے براہین اور دلائل سے آشنا کرائے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت پر دلالت کرتے ہوں اور اس کی ایسی رہنمائی کرے جو اس کے ایمان کو مضبوط کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَنْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ. رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. (ترمذی)

''صاحبزادے! میں تمہیں چند باتیں بتلاتا ہوں یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم حقوق اللہ کا خیال رکھو، اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے

پاؤ گے۔ اور جب مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو۔ اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو تمہیں صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمہیں کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ بس جو کچھ تیرے لئے لکھا گیا ہے اس کے بعد قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔"

ایک اور روایت میں آیا ہے:

اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ اَمَامَکَ تَعَرَّفْ اللّٰہَ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْکَ فِی الشِّدَّۃِ وَ اعْلَمْ اَنَّ مَا اَخْطَاکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ وَ مَا اَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ وَ اعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَاَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْکَرْبِ وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ (ترمذی)

"اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی اور پریشانی میں یاد رکھے گا۔ اور تم یہ یاد رکھو کہ جو چیز تم تک نہیں پہنچی وہ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اور جو چیز تمہیں پہنچ گئی تم اس سے قطعاً بچ نہیں سکتے تھے۔ اور تم جان لو کہ کامیابی صبر کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور فراخی و کشادگی تکلیف و کرب کے بعد ہوتی ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوا کرتی ہے۔"

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری

اخلاقی تربیت سے ہماری مراد تمام اخلاقی بنیادی باتوں اور کردار اور وجدان سے متعلق فضائل کا وہ مجموعہ ہے جنہیں حاصل کرنا اور سیکھنا بچے کے لیے ضروری ہے تاکہ جب وہ مکلف ہو اور جوان ہو اور زندگی کے گہرے سمندر میں قدم رکھے تو یہ تمام فضائل و کمالات اس میں موجود ہوں۔ چنانچہ بچپن میں جب نو عمری ہی سے ایمان باللہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس سے مدد مانگنے اور اس کے سامنے گردن جھکانے کا عادی ہوگا تو ہر فضیلت اور ہر شریفانہ اخلاق کو اختیار کرنے کا اس میں فطری ملکہ اور وجدانی شعور و احساس پیدا ہوگا۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بہت سے دیندار والدین اور بہت سے مرشدوں، پیروں اور تربیت کرنے والوں کا اپنے شاگردوں، مریدوں اور اولاد کے سلسلے میں یہ عملی تجربہ کامیاب رہا ہے۔ چنانچہ یہ تجربہ و مشاہدہ سلف صالحین کی سیرت اور حقیقت و واقعی دنیا میں صحیح ثابت ہو چکا ہے اور جب بچے کی تربیت اسلامی عقائد سے بعید اور دینی توجہات سے عاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہوگا تو بلاشبہ بچہ فسق و فجور کی روش پر پروان چڑھے گا اور الحاد و گمراہی میں بڑھے اور پلے گا۔ پس اگر اس کا مزاج جامد ہوگا تو دنیاوی زندگی میں بے وقوفوں اور غافلوں کی طرح رہے گا۔ زندہ ہوگا لیکن مردوں کی طرح رہے گا کسی کو نہ اس کی زندگی کی خبر ہوگی اور نہ ہی اس کے مرنے سے کوئی خلا پیدا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔

(القصص ۵۰)

"اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو۔ بدون اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو۔"

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمانی تربیت ہی آزاد اور ہر قسم کے منحرف مزاج لوگوں کی اصلاح کرتی ہے، اس کے بغیر نہ کسی قسم کی اصلاح ممکن ہے نہ استقرار و سکون کی توقع۔

ایمان و اخلاق کے درمیان اسی مضبوط ربط و تعلق اور عقیدہ و عمل کے درمیان اس عظیم و مستحکم رابطہ کی وجہ سے مغرب کے علمائے تربیت اور ذمہ داران اصلاح معاشرہ اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی قوموں کے مصلحین اس جانب متنبہ اور متوجہ ہو گئے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی قوم اور معاشرے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا نقطۂ نظر اور رائے یہ ظاہر کی ہے کہ دین کے بغیر نہ تو معاشرے میں مکمل استقرار پایا جا سکتا ہے اور نہ ایمان کے بغیر افراد کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ ان کے اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔

* * *

چند اقوال

۱۔ ”ٹوستے“ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایمان اور عقائد کے بغیر انسان کی زندگی میں اخلاق اور اصلاح کا کوئی کام کارآمد نہیں ہو سکتا۔

۲۔ ہندوستان کے مشہور قومی لیڈر گاندھی کہتے ہیں کہ دین اور اچھے اخلاق یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا، یہ دونوں اصل میں اکائی ہیں۔ دین اخلاق کے لیے روح کی مانند ہے اور اخلاق روح کے لیے فضا کی طرح ہے۔ بالفاظ دیگر دین، اخلاق کو اس طرح غذا پہنچاتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو غذا پہنچاتا اور نشوونما کرتا ہے۔

۳۔ برطانوی جج مسٹر ڈیننگ لکھتے ہیں کہ دین کے بغیر اخلاق کا وجود ناممکن ہے اور اخلاق کے بغیر کسی قانون کا پایا جانا ناممکن ہے۔

اخلاق وکردار کے سلسلے میں حضور ﷺ کی اہم نصیحتیں

۱۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی باپ نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہ دیا۔ (ترمذی)

۲۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اپنے بچوں کا اکرام کرو اور انہیں اچھی تربیت دو۔ (ابن ماجہ)

۳۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بچے کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کو اچھی تربیت دے اور اس کا نام اچھا رکھے۔ (بیہقی)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر اور بھلائی کی باتیں سکھاؤ اور ان کو اچھی تربیت دو۔ (عبدالرزاق)

اس سے معلوم ہوا کہ تربیت کرنے والوں خصوصاً والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو خیر کی باتیں سکھائیں اور اخلاق کی بنیادی باتیں ان کی گھٹی میں ڈال دیں۔

بچوں میں پائی جانے والی چار بُری عادتیں

تربیت کرنے والوں اور والدین کو چاہیے کہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ بچوں میں یہ چار باتیں نہ آنے پائیں، اس لیے کہ یہ نہایت قبیح اور بدترین اوصاف ہیں:

۱۔ جھوٹ کی عادت
۲۔ چوری کی عادت
۳۔ گالی گلوچ کی عادت۔
۴۔ بے راہ روی وآزادی کی عادت۔

۱۔ جھوٹ کی عادت

اسلام کی نظر میں سب سے بُری خصلت جھوٹ ہے۔ چنانچہ جھوٹ کی بُرائی کے لیے اتنا کافی ہے کہ اسلام نے اس کو نفاق کی خصلتوں میں سے شمار کیا ہے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (بخاری ومسلم)

”جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔“

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے جھوٹ کی قباحت و مذمت کا پتا چلتا ہے۔ یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

۲۔ چوری کی عادت

چوری کی عادت جھوٹ کی عادت سے کم خطرناک نہیں ہے اور چوری کی عادت ان پسماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ نہیں کیا ہے اور جو ایمانی تربیت سے صحیح طور پر فیضیاب نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ اگر بچپن سے بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے حاضر و

ناظر ہونے کا یقین پیدا نہ ہوا اور امانت داری اور ادائے حقوق کا خیال نہ ہو تو بلاشبہ بچہ آہستہ آہستہ دھوکے بازی، چوری اور خیانت اور دوسروں کا ناحق مال کھانے کا عادی بن جائے گا بلکہ وہ ایسا بدبخت اور مجرم ثابت ہوگا جس سے معاشرہ پناہ مانگے گا اور اس کے بُرے کاموں سے لوگ امان چاہیں گے۔

اس لیے والدین اور مربی حضرات کا فرض ہے کہ بچوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور پیدا کریں اور یہ عقیدہ ان کے نفوس میں راسخ کریں اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں اور خیانت اور چوری کے بُرے نتائج سے آگاہ کریں۔

یہ بات نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہے کہ بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کے پاس جو ساز و سامان اور روپیہ پیسہ ہے اس کی صحیح نگرانی نہیں کرتے اور اولاد کے صرف یہ کہنے سے کہ انہیں راستے میں پڑا مل گیا ہے یا کسی ساتھی نے دے دیا ہے، اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ان کی جھوٹی بات مان لیتے ہیں۔ تو فطری بات ہے کہ بچہ جب دیکھے گا کہ اس کا نگران اور مربی تحقیق سے کام نہیں لیتا تو بچہ مجرمانہ زندگی کے لیے آئندہ ایسی ہی توجیہات کو اختیار کرتا چلا جائے گا۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور پر چوری کی سزا نافذ کرنے کا حکم دے دیا اور جب سزا پر عملدرآمد کا وقت آیا تو اس نے لوگوں سے بآواز بلند کہا، میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری والدہ کی زبان کاٹ دو۔ اس لیے کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے پڑوسی کے یہاں سے ایک انڈے کی چوری کی تھی تو میری والدہ نے مجھے نہ تنبیہ کی اور مجھے یہ حکم دیا کہ انڈا پڑوسی کو واپس کر دوں، بلکہ وہ ہنسنے لگی اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اب میرا بیٹا پورا آدمی بن گیا ہے۔ میری ماں کے پاس جرم پر ٹوکنے والی زبان نہ ہوتی تو آج میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔

لہٰذا ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اولاد کی ایمانی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور روز حشر حساب کتاب کے عقیدے کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ اس لیے کہ قانون اس سے قطعاً عاجز ہے کہ لوگوں کو انفرادی طور پر خیانت اور دھوکے بازی سے باز رکھے۔ صرف درست عقائد ہی انسان کو بدی کے راستے سے روک سکتے ہیں۔

۳۔ گالی گلوچ اور بدزبانی کی عادت

گالی گلوچ اور فحش گوئی ان قبیح ترین عادتوں میں سے ہے جو بچوں میں عام طور سے جلد راسخ ہو جاتی ہیں، اس کا سبب دو بنیادی باتیں ہیں:

۱۔ بُرا نمونہ۔ جب بچہ ماں باپ کی زبان سے گالی گلوچ سنے گا تو لازمی طور سے وہ بھی ان کلمات کی نقل اتارے گا اور بری باتیں اور جھوٹ ہی اس کے منھ سے نکلے گا۔

۲۔ بُری صحبت۔ بچے جب گلیوں میں اور سڑکوں پر آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور بُرے ساتھیوں کے ساتھ رہے گا تو ظاہر بات ہے کہ ایسا بچہ ان غلط قسم کے لوگوں سے لعن طعن، گالی گلوچ اور گندی زبان ہی سنے گا۔ اس لیے ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کے لیے نہایت پیار بھرا، میٹھا انداز، شائستہ زبان، پیار سے اور اچھے الفاظ سے بہترین نمونہ پیش کریں اور ساتھ ہی لازم ہے کہ گلیوں میں اور سڑکوں پر کھیلنے اور گندے لوگوں کی صحبت اور بدترین ساتھیوں کی رفاقت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی کجی اور انحراف سے متاثر نہ ہو، اور ان کی عادت اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ نیز ان حضرات کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بچوں کو زبان کی آفات و نتائج بد سے جو انسانی شخصیت کو نقصان پہنچاتے اور اس کے وقار کو مجروح کرتے ہیں، آگاہ کریں اور ان کے سامنے ان کے نتائج کو کھول کر بیان کریں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ احادیث بتلائیں اور سکھائیں جو گالی گلوچ اور فحش گوئی سے منع کرتی ہیں۔ جیسا کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ. (بخاری و مسلم)

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔"

۲۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نہیں گراتی لوگوں کو جہنم میں چہرے

کے مگر وہ باتیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد، مسند احمد)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا: مومن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گو، نہ گندی اور بیہودہ باتیں کرنے والا۔ (جامع ترمذی)

چنانچہ دیکھ لیجیے کہ بچہ جب پیارے اور اچھے الفاظ بولتا ہے تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور جب وہ لعن طعن، گالم گلوچ کرتا ہے تو کس قدر افسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا تربیت کرنے والوں کو اس کا بیحد خیال رکھنا چاہیے۔ تاکہ بچہ باادب طریقے سے گفتگو کرنے کا عادی ہو، اس لیے کہ ایسی صورت میں ایسا بچہ باشہ گھر کا ایک پھول اور لوگوں میں ممتاز حیثیت کا مالک ہوگا۔

۴۔ بے راہ روی اور آزادی کی عادت

اس بیسویں صدی میں جو بدترین چیز مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں پھیل گئی ہے وہ بے حیائی اور آزادی ہے۔ چنانچہ آپ بہت سے قریب البلوغ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اندھی تقلید کے پیچھے بری طرح پڑے ہوئے ہیں اور گمراہی اور آزادی کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔ اس لیے بہتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا مقصد حیات ہی صرف یہ ہے کہ وہ ظاہر کے لحاظ سے ہپی بن جائیں۔ ان کی چال میں لڑکھڑاہٹ اور گفتگو میں فحاشی اور بے حجابی جھلکتی ہوگی اور وہ کسی ایسی آزاد اور گری پڑی لڑکی کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے، جس کے قدموں پر اپنی مردانگی ذبح کر ڈالیں اور اس کی دوستی حاصل کرنے میں اپنی شخصیت کو قتل کر ڈالیں۔ اس طرح ایک فساد سے دوسرے فساد کی جانب اور ایک بے حیائی سے دوسری بے حیائی کی طرف چلتے رہتے ہیں اور آخرکار ایک ایسے گڑھے میں گر جاتے ہیں جو ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ العیاذ باللہ

جسمانی تربیت کی ذمہ داری

وہ بڑی ذمہ داریاں جو اسلام نے تربیت کرنے والے والدین اور اساتذہ کو سونپی ہیں ان میں جسمانی تربیت کی ذمہ داری بھی ہے۔ تاکہ بچے جسمانی قوت وسلامتی اور صحت وتندرستی کے مالک ہوں۔ اب آپ اپنی اس ذمہ داری کے نکات کو سمجھ لیں جو اسلام نے آپ پر فرض کی ہے:

۱۔ بیوی بچوں کے اخراجات کا واجب ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ ۲۳۳)

"اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمے ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے موافق۔"

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے اور فراخی کرنے سے مزید اجر وثواب ملتا ہے۔ اسی لیے اگر ان پر خرچ نہ کرے تو اسے گناہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَقُوْتُ. (ابوداؤد)

"انسان کے گنہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔"

اہل وعیال پر نفقہ اور خرچ میں یہ بھی شامل ہے کہ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کے لیے صحیح غذا اور قابل رہائش مکان اور قابل استعمال لباس مہیا کرے تاکہ وہ لوگ بیمار نہ پڑ جائیں اور ان کے جسم وباؤں اور بیماریوں کا نشانہ نہ بنیں۔

۲۔ کھانے، پینے اور سونے میں طبی قواعد کا لحاظ رکھنا

کھانے کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کی رہنمائی یہ ہے کہ پیٹ بھرنے سے بچا جائے اور ضرورت سے زائد کھانے پینے سے احتراز کیا جائے۔ پینے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تین سانس یا دو سانس میں پانی پینا چاہیے اور برتن میں سانس نہ لینا چاہیے۔ اور کھڑے ہوکر پانی (پیا جائے وغیرہ) نہیں پینا چاہیے۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو بلکہ دو یا تین سانسوں میں پانی پیا کرو۔ اور جب

پانی پیتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو (یعنی بسم اللہ کہہ لیا کرو) اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف بیان کرو (یعنی الحمد للہ کہو)

(ترمذی)

نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پیے۔ اور جو بھول کر پی لے اسے چاہیے کہ قے کر دے۔ (مسلم)

سونے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی یہ نصیحت ہے کہ انسان داہنے کروٹ پر لیٹے۔ اس لیے کہ بائیں کروٹ پر لیٹنا دل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آؤ تو پہلے نماز والا وضو کرو۔ پھر اپنے داہنے کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ (بخاری، مسلم)

"اے اللہ! میں نے اپنا نفس و جان آپ کے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ آپ کی طرف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے حوالے کیا اور اپنی پشت آپ کے سامنے جھکا دی۔ آپ سے امید و رغبت اور آپ کے خوف اور ڈر کے ساتھ۔ آپ کے سوا نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ کوئی نجات کی جگہ۔ میں آپ کی اس کتاب پر ایمان لایا جسے آپ نے نازل کیا اور اس نبی پر جسے آپ نے بھیجا۔"

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کلمات کو تم اپنی آخری گفتگو بنا لو۔

۳۔ متعدی امراض سے بچنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ثقیف کے وفد میں ایک صاحب جذام (کوڑھ) کے مرض میں گرفتار تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ:

اِرْجِعْ فَقَدْ بَایَعْنَاکَ (مسلم)

"تم واپس چلے جاؤ۔ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔"

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ (بخاری)

"تم جذامی سے ایسے دور بھاگو جیسے کہ تم شیر سے دور بھاگتے ہو۔"

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بیمار (متعدی امراض میں مبتلا) آدمی تندرست کے پاس نہ جائے۔

اس لیے مربیوں خصوصاً ماؤں کو چاہیے کہ اگر ان کی اولاد میں سے کوئی بچہ کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اسے دوسرے بچوں سے الگ تھلگ اور دور رکھیں تاکہ مرض پھیلنے نہ پائے۔ دیکھیے بدن کی نشوونما اور صحت کی حفاظت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی یہ رہنمائی کس قدر اہم اور توجہ طلب ہے۔

۴۔ مرض اور اس کا علاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَاِذَا اُصِیْبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَاَ بِاِذْنِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (مسلم، احمد)

"ہر بیماری کی ایک دوا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب بیماری کے مطابق دوا پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔"

اس لیے والدین اور مربیوں کو چاہیے کہ بچوں کی بیماری کی صورت میں ان کے علاج معالجہ کا خیال رکھیں، اس لیے کہ اسباب و وسائل کا اختیار کرنا فطری تقاضوں اور اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اس کی مزید تفصیل بچوں کی صحت اور بیماریاں کے عنوان میں دی گئی ہے۔

۵۔ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ (ابن ماجہ)

"نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔"

اس قاعدے کی رو سے مربیوں اور خصوصاً ماؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان طبی تعلیمات اور ہدایات کا پابند

بنائیں جو صحت کے لیے ضروری ہیں۔ چنانچہ کچا پھل کھانا جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور بیماری کا سبب ہے اس لیے مربیوں کا فریضہ ہے کہ اس سے ان کو منع کریں۔ نیز چونکہ پھلوں اور سبزیوں کو دھوئے بغیر کھانا بیماری کا ذریعہ بنتا ہے، اس لیے تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو ہدایت کریں کہ وہ پھل اور سبزیاں دھو کر استعمال کریں۔

اسی طرح کھانے پر کھانا یعنی پیٹ بھرا ہونے کے باوجود کھانا امراض معدہ کا سبب بنتا ہے، اس لیے بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ وہ صرف مخصوص اوقات ہی میں کھائیں۔

اور چونکہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا مرض پھیلنے کا ذریعہ بنتا ہے، اس لیے بچوں کو بتلائیں کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے اسلامی طریقے پر عمل کریں۔

اور چونکہ کھانے میں پھونک مار کر ٹھنڈا کرنا جسمانی تکالیف کا سبب بنتا ہے اس لیے اس سے منع کرنا چاہیے۔ پس جب اسی طرح ماں طبی تعلیم پر عمل کرے گا تو بلاشک اولاد توانا و تندرست اور صحیح و سالم پرورش پائے گی۔

۲۔ بچوں کو ریاضت، ورزش، اور شہسواری کا عادی بنانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ (مسلم)

"طاقتور مومن بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس مومن کے جو کمزور ہو۔"

اس لیے اسلام نے تیراکی اور تیر اندازی اور گھڑ سواری سیکھنے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالرَّمْيِ فَإِنَّهُ مِنْ خَيْرِ لَهْوِكُمْ (طبرانی)

"تم تیر اندازی سیکھو اس لیے کہ یہ تمہارے کھیل کود میں سے بہتر کھیل ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ۔ (سورۃ انفال آیت ۶)

ثُمَّ قَالَ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ (مسلم)

"(اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو) اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سن لو! قوت تیر اندازی ہے۔ سن لو! قوت تیر اندازی ہے۔"

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ریس، مسابقت اور مقابلہ سوائے اونٹوں اور گھوڑوں اور تیر اندازی کے اور کسی چیز میں جائز نہیں اس لیے کہ جنگ و جہاد میں یہ مسابقت اور مقابلہ بیحد اثر انداز ہوتا ہے۔

بچوں کو عیش و عشرت سے باز رکھنا

امام احمد اور ابونعیم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ

"تم ناز و نعمت میں پڑنے سے بچو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔"

سادہ زندگی اختیار کرنے اور معمولی لباس استعمال کرنے میں نبی اکرم ﷺ ہمارے لیے بہترین نمونہ اور اعلیٰ ترین مقتدا ہیں۔ آپ ﷺ نے کھانے پینے میں، رہائش میں، غرض کہ زندگی کے ہر شعبے میں سادگی کو پسند فرمایا ہے۔ تاکہ مسلم معاشرہ اور امت آپ ﷺ کی اقتدا کرکے بے جا نمود و نمائش سے چھٹکارا پا جائے اور یہ بات تو صاف ہے کہ جب امت مسلمہ نعمتوں میں مست اور کھانے پینے میں مستغرق ہو جائے گی تو اپنے مقام سے گر جائے گی اور دشمن کے سامنے گردن جھکا دیگی اور اس کے نوجوانوں کے دلوں سے صبر اور جہاد فی سبیل اللہ کی روح ماند پڑ جائے گی۔

بچوں کو لاابالی پن اور بے راہ روی سے بچانا

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ (مسلم)

"ایسی چیز کے حریص بنو جو تمہیں فائدہ پہنچانے والی ہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد لو۔ ڈٹے رہو اور عاجز و کاہل نہ بنو۔"

ایسی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے عجز و کاہلی وغیرہ کی مذمت و قباحت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے والدین کا فریضہ ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کی دیکھ بھال رکھیں اور ان میں مردانگی، خودداری، رفعت اور اخلاق کی برتری اور ہمت پیدا کریں۔ اسی طرح یہ بھی ان کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو ہر اس چیز سے دور رکھیں جو ان کی مردانگی اور شخصیت کو تباہ کرنے والی ہوں۔

جسمانی تربیت میں مفید تدابیر

۱۔ زہریلی چیزوں کو بند الماری میں رکھنا چاہیے۔

۲۔ جو دوائیں ضرورت سے زائد ہوں ایک طرف اٹھا کر رکھنا چاہیے یا پھر کسی کو دے دینا یا انہیں پھینک دینا چاہیے۔

۳۔ چولہا جلانے کے آلات، گرم برتنوں اور کھانے پکانے کے سامان بچوں کی دسترس سے دور رکھنا چاہیے۔

۴۔ دھار دار آلات مثلاً قینچیاں، چھریاں اور شیشے کے برتن بھی بچوں کی پہنچ سے دور رکھنے چاہئیں۔

۵۔ بچوں کو ایسے کھیل کی اجازت نہ دینا چاہیے جو خطرے کا سبب بن سکتے ہوں، جیسے رسی سے کھیلنا اور اس کو گردن کے گرد لپیٹنا یا گلی ڈنڈا، گولیاں کھیلنا۔

۶۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کو دودھ پلا کر پستان اس کے منہ سے الگ کر دے، اس لیے کہ سننے میں آیا ہے کہ ماں سو گئی اور بچہ بھی پستان منہ میں لیے ہوئے سو گیا اور پھر ماں کے نیند میں جھکنے کی وجہ سے بچے کا دم گھٹ گیا۔

۷۔ اوپر کی منزلوں کی کھڑکیوں کے صحیح و سالم ہونے رکھنا چاہیے اور کھڑکیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ جن سے بچہ چھلانگ کر باہر نہ نکل سکے۔

۸۔ مشینری اور میکانکی آلات اور بجلی کے سامان استعمال کرتے وقت ہوشیار رہنا چاہیے، خصوصاً کپڑے دھونے، قیمہ پیسنے اور کباب بنانے والی مشین وغیرہ کے استعمال کے وقت خاص توجہ اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

۹۔ گھر کے بیرونی دروازے کے بارے میں خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کھلا نہ رہ جائے کہ بچہ پیچھے سے باہر نکل جائے اور ماں باپ کو پتا بھی نہ چلے اور باہر کوئی حادثہ پیش آ جائے یا گھر میں کوئی چور یا جانور وغیرہ داخل ہو جائے۔

۱۰۔ دروازہ بند کرتے وقت خیال رکھنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے نے انگلیاں رکھی ہوں اور دروازہ بند کرنے سے اس کی انگلیاں دب جائیں۔

بچوں کی جسمانی تربیت کے لیے یہ اہم احتیاطی تدابیر ہیں۔ اگر والدین اور مربیوں نے ان تعلیمات پر عمل کیا تو دیکھیں گے کہ ان کے بچے صحت مند اور صاف ہوں گے اور قوت کی نعمت سے مالا مال ہوں گے۔ اگر نظام اسلام کے بتائے ہوئے ضابطے پر عمل پیرا ہوں گے تو یقیناً ہمارا آج کا معاشرہ الحاد، آزادی اور جاہلیت کی تاریکیوں سے ایمان کے نور، مکارم اخلاق اور اسلام کی ہدایت کی طرف منتقل ہو۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز (فاطر۔ ۱۷)

"اور یہ کام اللہ کے لیے کچھ مشکل بھی نہیں۔"

ذہنی اور عقلی تربیت کی ذمہ داری

ذہنی اور عقلی تربیت سے مراد یہ ہے کہ علوم شرعیہ اور علمی اور عصری تہذیب و ثقافت اور فکری و نفسیاتی سوجھ بوجھ پر مبنی ایسی نفع بخش چیزوں سے بچے کے ذہن کو آراستہ کیا جائے جو بچے کے شعور میں پختگی پیدا کریں اور اسے معاشرتی، علمی اور ثقافتی لحاظ سے کارآمد اور بہتر آدمی بنا سکیں۔

اہمیت کے لحاظ سے یہ ذمہ داری ایمانی، اخلاقی اور جسمانی تربیت کی ذمہ داریوں سے کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ لہٰذا بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ماؤں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کے مختلف مراحل کو بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ تربیت کرنے والے ان پر متنبہ اور چوکنے رہیں۔ عقلی تربیت کے حوالے سے مندرجہ ذیل امور سب سے اہم ہیں:

۱۔ تعلیمی ذمہ داری

۲۔ فکری ذہن سازی کی ذمہ داری

۳۔ ذہنی تندرستی کی ذمہ داری

۱۔ تعلیمی ذمہ داری

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی نظر میں یہ ذمہ داری نہایت اہم ونازک ہے۔ اس لیے کہ سلام نے والدین اور مربیوں پر بچوں کی تعلیم اور انہیں صحیح ادراک کے قابل بنانے کے حوالے سے بڑا زور دیا ہے۔ تاریخی اعتبار سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ رسول ﷺ پر سب سے پہلے جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ (العلق ۱ تا ۵)

”(اے پیغمبر!) آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے (یعنی جب پڑھے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجیے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا اور) ایسا ہے جس نے (لکھے پڑھوں کو) قلم سے تعلیم دی (اور عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے) ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا“

اور یہ اس لیے تاکہ علم اور پڑھنے پڑھانے کی حقیقت وعظمت اور بڑائی کا اظہار ہو اور یہ بتلا دیا جائے کہ فکر وعقل کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور ساتھ ہی علم وثقافت کے دروازے کو مکمل طور سے کھولنا مقصود تھا۔

قرآنی آیات اور احادیث نبوی بکثرت ہیں جو علم پر کی ترغیب دیتی اور علما کی قدر ومنزلت کی بلندی کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (زمر ۹)

”آپ کہیے کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں؟“

ایک اور جگہ ارشاد پاک ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۴)

”اور آپ یہ دعا کیجیے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجیے۔“

احادیث نبوی میں سے چند حدیثیں یہ ہیں:

۱۔ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ (مسلم)

”جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے جس میں علم کو تلاش کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔“

۲۔ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ (ترمذی)

”جو شخص طلب علم کے لیے نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ واپس نہ آجائے۔“

۳۔ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ (ترمذی)

”عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری (فضیلت) تم میں سے معمولی آدمی پر۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر سکھانے والے کے لیے دعا کرتی ہیں۔“

قرآن کریم کی اس رہنمائی اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے مسلمان علوم کو جیسے کے پڑھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے میں لگ گئے اور انہوں نے ہر علم نافع کے سیکھنے کو فرض یا واجب قرار دیا اور عالم میں موجود دوسری قوموں کے تمدن وثقافت سے فائدہ اٹھایا اور اس میں جدت پیدا کی اور اس کو اپنا تابع بنا کر

※ ※ ※

اسلام کے ممتاز اسلامی سانچے میں ڈھال لیا۔ پھر صدیوں تک سارا جہان ان کے علوم سے خوشہ چینی کرتا اور مستفید ہوتا رہا اور مشرق و مغرب میں مادی ترقی کو جو اس دور جدید میں چمک دمک اور شان و شوکت نصیب ہوئی ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے صقلیہ اور اندلس اور دیگر صلیبی جنگوں کی بدولت مسلمانوں کے علوم اور ان کے ثقافت سے فائدہ اٹھایا اور یقیناً بجا طور پر گم کردہ راہ عالم اور پریشان انسانیت کے لیے اسلامی سلطنت ایک استاد و معلم اور امام کی حیثیت رکھتی تھی۔

۲۔ فکری ذہن سازی کی ذمہ داری

دین اسلام نے بچوں کے سلسلے میں والدین اور مربیوں پر جو نہایت عظیم ذمہ داری ڈالی ہے وہ یہ کہ بچوں کو بچپن اور شروع سے ہی فکری و ذہنی طور سے تیار کیا جائے اور سمجھداری اور عقل کی پختگی کے دور تک ان کی ذہنی و فکری تربیت کی جائے۔ اس فکری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چیزوں سے بچے کا ربط و تعلق ہو:

اسلام کے ساتھ دین و حکومت کے اعتبار سے۔
قرآن حکیم کے ساتھ نظام و قانون کے اعتبار سے۔
اسلامی تاریخ کے ساتھ عزت اور مجد و عظمت کے لحاظ سے۔
عمومی اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ فکری اور روحانی طور پر۔
اور اسلامی دعوت کے ساتھ نہایت جرأت مندانہ فعال ربط و ضبط اور خصوصی تعلق و جذبہ کے طور پر۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچہ جب سمجھدار اور باشعور ہو جائے تو اسے کو مندرجہ ذیل حقائق اسی وقت سے ذہن نشین کرادیں:

الف: اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے اور وہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے پوری صلاحیت رکھتا ہے کہ ہر دور اور ہر ملک میں پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرے۔

ب: ہمارے آباؤ اجداد عزت و قوت، تہذیب و تمدن کے جن عظیم مراتب تک پہنچے تھے وہ صرف اس وجہ سے کہ انہیں اسلام کی دولت نے طاقت و عزت بخشی تھی۔

ج: اعدائے اسلام جو سازشوں کا جال بچھاتے ہیں اسے کھول کر بیان کیا جائے کہ یہ سب اس مقصد کے لیے ہوتی ہیں کہ روئے زمین سے اسلامی عقائد کو ختم کر دیا جائے۔

د: اسلام کی اس تہذیب و تمدن کو بیان کیا جائے جس سے طویل مدت تک تمام دنیا سیرابی حاصل کرتی رہی ہے۔

ہ: اور بچے کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم ایک ایسی امت ہیں کہ ہمارا نام تاریخ کے زریں صفحات میں نبی کریم ﷺ اور حضرات ابوبکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی وجہ سے درج ہوا ہے اور ہم نے مادی علوم وغیرہ کے ذریعے نہیں بلکہ قرآن کریم کے ذریعے دنیا پر حکومت کی ہے اور ہم نے لوگوں کو بتوں کا پیغام نہیں پہنچایا ہے بلکہ ہم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ ان کو اسلام کی اشاعت کے لیے اسلاف کی کوششوں سے ضرور آگاہ کرائیں۔

اس لیے کہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ نے اس قسم کی ذہن سازی کا بہت اہتمام کیا ہے اور وہ حضرات نو عمری سے ہی بچوں کو قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کے غزوات اور بزرگوں اور بڑوں کے کارناموں کی تعلیم دینے کو ضروری سمجھتے تھے۔

۳۔ ذہنی صحت و تندرستی کی ذمہ داری

والدین پر از روئے شریعت یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی اصلاح کی فکر کریں، تا کہ ان کی فکر درست رہے اور ان کا حافظہ قوی اور ذہن صاف اور عقل پختہ رہے۔ اس مناسبت سے اب ہم جسم و عقل کو نقصان پہنچانے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔

جسم و عقل کو نقصان پہنچانے والی چیزیں

۱۔ شراب نوشی کی لعنت۔ خواہ کسی شکل میں ہو، یہ ایک ایسی بیماری ہے جو صحت کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

۲۔ مشت زنی کی عادت۔ اس پر مداومت دق و سل پیدا کرتی ہے۔ اور حافظے اور صحت کو کمزور کرتی ہے۔

۳۔ تمباکو نوشی کی عادت۔ یہ ایسی لعنت ہے جو عقل پر اثر انداز ہوتی ہے اور حافظے کو کمزور کر دیتی ہے۔

۴۔ جنسی جذبات کو بھڑکانے والی چیزوں کی آفت۔ جیسے گندی فلموں کا دیکھنا، ننگی تصویروں کو دیکھنا۔ اس لیے کہ یہ چیزیں عقل کی ذمہ داری اور فریضے کو معطل کر دیتی ہیں اور ذہین پر گندگی پیدا کرتی ہیں، (نیز اس کی زیادتی سے اچھا خاصا انسان ہوس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے) اور قیمتی وقت کے ضیاع کی موجب ہیں۔

نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری

بچوں کی نفسیاتی تربیت کے باب میں ہم ان عوامل کا ذکر کر چکے ہیں جو بچوں کی شخصیت کی تعمیر کے سلسلہ میں لازمی ہوتی ہیں۔ یہاں پہ بچوں کی اسلامی تربیت کے حوالے سے اس بحث کو آگے چلاتے ہوئے قارئین کی توجہ اس نکتہ پر مبذول کراتے ہیں کہ بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسی وقت سے اس کو حق کے سلسلے میں جرأت، صداقت اور شجاعت کی تربیت دی جائے اور دوسروں کے لیے خیر اور بھلائی پسند کرنے، غصے کے وقت قابو میں رہنے اور نفسیاتی اور اخلاقی فضائل و کمالات سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی جائے۔

اس تربیت کا مقصد بچے کی شخصیت کو بنانا اور اس کی تکمیل و آراستگی ہے۔ تاکہ جب وہ بڑا ہو تو جو ذمہ داریاں اس پر ڈالی جائیں انہیں عمدگی اور بہتری کے ساتھ صحیح طریقے سے ادا کر سکے۔

بچے میں نفسیاتی امراض و عادات

وہ اہم عوامل و عادات جن سے مربیوں اور اساتذہ کو اپنے بچوں اور شاگردوں کو بچانا چاہیے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شرمیلا پن اور چھپنے کی عادت
۲۔ خوف و دہشت کا مرض
۳۔ احساس کمتری
۴۔ حسد و بغض کی بیماری
۵۔ غصے میں آپے سے باہر ہو جانا
۶۔ غفلت و لاپروائی۔

۱۔ شرمیلا پن اور چھپنے کی عادت

بچوں میں فطری طور سے شرمیلا پن ہوتا ہے اور اس کی ابتدائی علامات چار مہینے کی عمر سے شروع ہو جاتی ہے اور ایک سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد شرمانے کی عادت مکمل طور پر نظر آنے لگتی ہے اور تین سال کی عمر میں شرم کو اس وقت محسوس کرتا ہے جبکہ وہ نئی جگہ جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اپنی ماں کی گود میں یا اس کے پاس بیٹھ کر تمام وقت گزار دیتا ہے اور اپنا ہونٹ تک نہیں ہلاتا۔

بعض بچوں میں تو یہ مرض موروثی ہوتا ہے۔ نیز گھر کے ماحول کا بھی بچے پر کافی اثر پڑتا ہے، ہاں وہ بچے کم شرمیلے ہوتے ہیں جن کے گھر کا ماحول محبت و تعلق سے معمور ہوتا ہے اور جن کے ماں باپ خود ملنسار طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔

اس کا علاج

اس کا علاج اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں، اب خواہ اس سلسلے میں یہ کریں کہ اپنے دوستوں کو اپنے گھر پر بار بار بلا کر ان بچوں کے اندر میل جول کی عادت ڈالیں یا والدین جب اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملنے جائیں تو بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور ان سے ملاقات کرائیں اور نرمی سے ان کو سمجھائیں کہ دوسروں سے بھی ملا جلا کریں۔ ماں باپ اگر خود ملنساری کی عادت اختیار کر لیں تو بچے بہت جلد شرمیلے پن اور چھپنے کی عادت ترک کر دیتے ہیں۔

عید کے موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بیٹے کو پرانے کپڑے پہنے دیکھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ ان کے صاحبزادے نے دیکھ لیا اور ان سے پوچھا اے امیر المومنین! آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، میرے بیٹے! مجھے ڈر ہے کہ جب دوسرے لڑکے تمہیں ان پرانے کپڑوں میں دیکھیں گے اور ٹوکیں گے تو اس سے تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لڑکے نے جواب دیا، اے امیر المومنین! دل تو اس شخص کا ٹوٹتا ہے جس سے اللہ ناراض ہو یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو اور مجھے تو یہ امید ہے کہ آپ کی رضامندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوں گے۔

ایک مرتبہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، وہاں بچے کھیل رہے تھے جن میں عبداللہ

بن زبیرؓ بھی تھے، جو چھوٹے تھے اور کھیل رہے تھے اور بچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خاموش کھڑے رہے وہاں سے بھاگے نہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو ان سے پوچھا کہ اور بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے فوراً کہا، میں کوئی مجرم تو ہوں نہیں کہ آپؓ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں بھاگ کر اسے آپؓ کے لیے کشادہ کر دیتا! واقعی بڑا جرأت مندانہ اور بالکل درست جواب تھا۔

سلف صالحین کے بچوں کی پیش کردہ مندرجہ بالا مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچے جھجک، احساس کمتری اور بے موقع شرم و حیا سے بالکل آزاد تھے، جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ جرأت مندی و بہادری کے عادی بنائے گئے تھے اور وہ اپنے والدین کے ہمراہ عمومی مجالس اور ان کے دوستوں کی ملاقات وغیرہ میں شریک ہوا کرتے تھے اور پھر بڑوں کے سامنے سلیقہ سے گفتگو کرنے پر ان کو داد دی جاتی تھی اور سمجھداروں اور فصیح و بلیغ حضرات کو حکام و امرا و خلفا سے شرف ہم کلامی بخشا جاتا تھا اور عمومی و علمی مسائل اور مشکلات کے حل کے سلسلے میں مفکرین و علما کی محفلوں اور مجلسوں میں ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

ادبی و علمی جرأت اور یہ تمام چیزیں بچوں میں علم، سمجھ اور دانائی کے اعلیٰ ترین اوصاف پیدا کرتی ہیں اور سوجھ بوجھ بڑھاتی ہیں اور ان کو اس بات کی تحریک دیتی ہیں کہ وہ کمال کے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اپنی شخصیت سازی کی طرف متوجہ ہوں اور فکری و معاشرتی پختگی پیدا کرنے میں ہمہ تن معروف رہیں۔ اس لیے تربیت کرنے والوں اور خاص طور سے والدین پر آج یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم و شاندار تربیت کے اصول کو اپنائیں تاکہ ان کے بچے حق گوئی، بے باکی اور ادب و احترام کی حدود میں رہتے ہوئے کامل جرأت کا مظاہرہ کر سکیں اور ساتھ ہی دوسروں کے احساسات و شعور کا بھی خیال رکھیں اور ہر شخص کو اس کی شان کے مطابق درجہ دیں، ورنہ جرأت بے حیائی میں بدل جائے گی اور بے باکی دوسروں کے ساتھ بے ادبی و گستاخی کی شکل اختیار کر لے گی۔

ہماری ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ حیا اور بے جا شرم کے مابین فرق کریں۔

شرمندگی نام ہے بچے کا دوسروں کی ملاقات سے بھاگنے، دور ہونے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا اور حیا اسلامی آداب اور اخلاق نبوی کے طریقوں پر عمل کرنے کا نام ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

"اللہ سے ایسی حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔"

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حیا نہیں ہے۔ اللہ سے حیا کرنا درحقیقت یہ ہے کہ تم سر اور جو اعضا اس میں ہیں ان کی حفاظت کرو (یعنی آنکھ، کان، زبان وغیرہ) اور پیٹ جن اعضا پر مشتمل ہے اس کی حفاظت کرو، اور موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے وہ حیا کی جو حیا کا حق ہے۔ (ترمذی)

اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مذہب اور دین کے کچھ اخلاق و اوصاف ہوتے ہیں اور اسلام کا وصف حیا ہے۔

۲۔ خوف اور ڈر...... اس کے اسباب و علاج

یہ ایک نفسیاتی حالت ہے جو بڑوں چھوٹوں، عورتوں مردوں سب کو پیش آتی ہے، کبھی یہ خصلت قابل تعریف و مستحسن ہوتی ہے جبکہ وہ حد کے اندر ہو اس لیے کہ یہ عادت بچوں کو بہت سے حوادث سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ لیکن اگر یہی خوف حد سے تجاوز کر جائے تو بچے میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے جس کا دور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ عام طور سے بچوں کی بہ نسبت بچیاں زیادہ خوف کا اظہار کرتی ہیں اور عموماً یہ خوف اور ڈر بچے کے تخیل پر مبنی ہوتا

ہے۔ چنانچہ بچہ جتنا زیادہ سوچنے کا عادی ہوگا اتنا ہی زیادہ اس میں خوف کا مادہ ہوگا۔

بچوں میں خوف اور ڈر بڑھنے کے اسباب

۱۔ ماں کا بچوں کو سایوں اور بھوت چڑیل وغیرہ سے ڈرانا جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۲۔ ماں کا بچوں کے زیادہ ناز نخرے اٹھانا اور ضرورت سے زیادہ بے چین ہونا۔

۳۔ بچے کو گوشہ نشینی اور گھر کی دیواروں کے پیچھے چھپنے کا عادی بنانا۔

۴۔ ان خیالی قصوں کا بیان کرنا جن کا تعلق جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں سے ہے۔

اس مرض کا علاج

۱۔ بچے کو شروع ہی سے اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت اور ہر پیش آمدہ چیز پر اللہ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا اور بلا شبہ اگر بچے کی تربیت ان ایمانی حقائق کے مطابق ہو اور اس کو ان روحانی و بدنی عبادات کا عادی بنایا جائے تو وہ کسی بھی ابتلا کے وقت نہ خوف زدہ ہوگا اور نہ کسی مصیبت پر برافروختہ ہوگا۔ قرآن کریم اسی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَ إِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ إِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ (معارج: آیت ۱۹ تا ۲۳)

"انسان بے ہمت پیدا ہوا ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بے صبر اور بزدل ہو جاتا ہے اور جب اسے خوشحالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ ہاں البتہ وہ فرمانبردار نمازی (اس حکم میں داخل نہیں) جو اپنی نماز میں برابر لگے رہتے ہیں۔"

۲۔ بچے کو تصرفات کی آزادی دینا چاہیے اور اس پر ذمہ داری ڈالنا چاہیے اور اس کی عمر کے مطابق مختلف کاموں کا بار اس پر ڈالنا چاہیے تاکہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کے عموم میں داخل ہو جائے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری و مسلم)

"تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔"

۳۔ بچوں کو جن، بھوت، چڑیل، بچھو، چور، ڈاکو، شیر، کتے وغیرہ سے نہ ڈرانا چاہیے۔ خصوصاً رونے کے وقت، تاکہ بچہ خوف اور ڈر کے سائے سے بھی دور رہے اور شروع ہی سے بہادری اور جرأت پر پلے بڑھے، اس میں پیش قدمی کا حوصلہ پیدا ہو اور اس بہترین جماعت میں شامل ہو سکے جس کی جانب رسول اکرم ﷺ نے رہنمائی کی ہے:

"اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ (مسلم)"

"کمزور اور ضعیف مومن کے مقابلہ میں طاقتور مومن اللہ کے یہاں زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔"

۴۔ بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسے اسی وقت سے عملی طور سے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، میل جول رکھنے اور ملاقات کرنے کا موقع دینا چاہیے، تاکہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو جن کا تذکرہ رسول ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان مبارک میں کیا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَاْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ۔

خَيْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ (حاکم بیہقی)

"مومن الفت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور اس سے الفت رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے الفت رکھے اور نہ دوسرے اس سے الفت رکھیں۔ اور لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو زیادہ نفع پہنچے۔"

علمائے تربیت کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ بچہ جس چیز سے ڈرتا ہو ہمیں چاہیے کہ اسے اس چیز سے اہم اور زیادہ

متعارف کرائیں۔ چنانچہ اگر وہ اندھیرے میں ڈرتا ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ ہم اس سے اس طرح مزاح (ہنسی) کریں کہ کچھ دیر کے لیے بتی بجھا دیں، پھر جلا دیں، اور اگر پانی سے ڈرتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم اس کو یہ موقع فراہم کریں کہ وہ کسی چھوٹے برتن یا اور کسی چیز میں تھوڑے سے پانی سے کھیلے، اسی طرح دوسری چیزیں ہیں۔

۵۔ بچوں کو رسول اکرم ﷺ کے غزوات اور جنگوں کے واقعات اور سلف صالحین کے بہادری کے کارناموں سے واقف کرائیں اور یہ نصیحت کریں کہ ان رہنماؤں اور فاتحین اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اخلاق و عادات اپنے اندر پیدا کریں تاکہ ان میں بے مثال شجاعت اور بہادری اور جہاد کی محبت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے پوری کوشش رچی بسی ہو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے غزاوت کی تعلیم بالکل اسی طرح دیا کرتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورتوں کی تعلیم دیتے تھے۔

۳۔ احساس کمتری کی بیماری اور اس کے اسباب و علاج

اپنے اندر کمی اور نقصان کا شعور و احساس ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو بعض بچوں میں پیدائشی یا بیماری کی وجہ سے یا اقتصادی (معاشی) حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہایت خطرناک بیماری ہے جو بچے کو رذالت، بدبختی اور مجرمانہ زندگی کی جانب دھکیل دیتی ہے۔

اس لیے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس عادت پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالیں، اور اس کا علاج بیان کریں، اس لیے کہ یہ نہایت اہم مرض ہے جس کے اثرات بچے تک محدود نہیں رہتے بلکہ معاشرے تک پہنچتے ہیں۔

وہ اسباب جو بچے کی زندگی میں احساس کمتری پیدا کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تذلیل و تحقیر اور اہانت آمیز سلوک
۲۔ ضرورت سے زیادہ ناز نخرے برداشت کرنا
۳۔ بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا
۴۔ جسمانی امراض اور نقائص
۵۔ فقر و فاقہ اور غربت
۶۔ بچے کا یتیم ہونا
۷۔ بغض و حسد کی بیماری
۸۔ غصہ
۹۔ غفلت اور لاابالی پن

۱۔ تذلیل و تحقیر و اہانت آمیز سلوک

ماں باپ کا تحقیر آمیز سلوک بچوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ماں یا باپ جب بچے کو صحیح راستے اور اعلیٰ اخلاق سے ایک مرتبہ ہٹتے دیکھتے ہیں تو فوراً خود اس کی تشہیر کر دیتے ہیں، مثلاً بچہ اگر ایک مرتبہ بھی جھوٹ بول دے تو اسے ہمیشہ جھوٹے کے نام سے پکارتے ہیں اور اگر چھوٹے بھائی کو ایک مرتبہ بھی تھپڑ مار دے تو اسے مستقل شریر کہنے لگتے ہیں اور اگر چھوٹی بہن سے چالاکی سے سیب چھین لے تو اسے مکار کہنے لگتے ہیں بلکہ بعض دفعہ رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے بھی اسے ناپسندیدہ کلمات کہنے لگتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ اپنے آپ کو حقیر و ذلیل اور ایسا مہمل و نکما سمجھنے لگے گا کہ جیسے اس کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ عزت و قدر و منزلت جس کی وجہ سے بچے میں کئی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسروں کو ناپسندیدگی و کراہیت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے اور ذمہ داریوں سے عاجز و قاصر سمجھنے لگتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہ جاتا، اس لیے کہ وہ اپنے اندر کسی کام کے انجام دینے کی ہمت اور خواہش نہیں پاتا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے ساتھ ایسی غلط تربیت اور سخت گیری کا معاملہ کرتے ہیں تو ہم بہت بڑی غلطی اور زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بھلا بتائیے کہ جب ہم بچپن ہی سے بچوں کے دلوں میں نافرمانی اور سرکشی کا بیج بو دیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان بچوں سے اطاعت و فرماں برداری اور استقامت و بردباری کی کیسی توقع

کر سکتے ہیں؟

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرنے آئے تو حضرت عمرؓ نے لڑکے کو بلایا اور والد کی نافرمانی اور حقوق کے ادا نہ کرنے پر اسے تنبیہ کی۔ لڑکے نے کہا، اے امیر المومنین! کیا لڑکے کے اپنے والد پر کچھ حقوق نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیوں نہیں! لڑکے نے پوچھا، اے امیر المومنین! وہ حقوق کیا ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے، اور اس کا اچھا سا نام رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دلائے۔ لڑکے نے کہا، اے امیر المومنین! میرے والد نے تو ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا، اس لیے کہ میری ماں ایک مجوسی کی حبشی باندی ہے اور میرے والد نے میرا نام جُعل (جو ایک کیڑے کا نام ہے) رکھا ہے۔ اور میرے والد نے مجھے قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا کہ تم تو میرے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آئے ہو، حالانکہ اس کی نافرمانی سے قبل تم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے اس سے قبل کہ وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ والد کی طرف سے لڑکے کو جو سخت وسست یا قبیح القاب سے نوازا جاتا ہے تو وہ بچے کے کسی چھوٹے یا بڑے جرم یا غلطی ہی کی وجہ سے ہوتا ہے جس کا مقصد یقیناً اصلاح و تربیت ہی ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جرم کا علاج اور غلطی کی اصلاح غصے، ناراضگی اور سختی سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ سختی اور ناراضگی سے بچے کے ذہن پر نہایت خطرناک اثرات پڑتے ہیں اور اس کا شخصی کردار مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے وہ بے وقوفوں اور بدکرداروں کے طریقے کو اختیار کر لیتا ہے۔ لہٰذا ہم اپنی اس ناشائستہ حرکت اور سخت معاملے کی وجہ سے اپنے بچے پر بڑا ظلم کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ہم اسے ایک سمجھدار باوقار آدمی بنائیں جو استقامت و بردباری اور عقل و بصیرت کے ساتھ زندگی گزارے، اس کو ہم نفسیاتی و اخلاقی اعتبار سے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

بچے سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کے علاج کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم نرمی اور پیار سے اسے اس کی غلطی پر تنبیہ کریں اور مضبوط دلیلوں سے اسے باور کرائیں کہ یہ ناشائستہ حرکت کوئی بھی عقلمند اور صاحب بصیرت انسان ہرگز ہرگز پسند نہ کرے گا۔ پھر اگر وہ اس طرح سمجھ جائے تو ہمارا مقصد اصلاح حاصل ہو گیا اور اس کی کجی درست ہو گئی۔ ورنہ پھر اس کا دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

رفق اور نرمی کے متعلق احادیث مبارکہ

۱۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مہربان اور نرم ہیں اور ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔

۲۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نرمی کسی چیز میں اختیار نہیں کی جاتی مگر یہ کہ وہ اسے زینت بخش دیتی ہے۔ اور اس کو کسی بھی چیز سے دور نہیں کیا جاتا مگر یہ کہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ (مسلم)

۳۔ نیز فرمایا کہ جو شخص رفق اور نرمی سے محروم کر دیا گیا ہو تو سمجھ لو کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

مندرجہ بالا کلام سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بچے کی تحقیر و تذلیل اور اس کو ہمیشہ ڈانٹنا اور جھڑکنا خصوصاً دوسروں کے سامنے، بچے کے اندر احساس کمتری، نقص اور کمی کے شعور کو پیدا کرنے کا اہم سبب ہے، اس لیے اس مرض کا بہترین علاج یہ ہے کہ اگر بچہ کوئی غلطی کرے تو اسے نرمی اور پیار سے تنبیہ کر دی جائے اور دوسروں کے سامنے تو ہرگز ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اور نہ سرزنش کی جائے بلکہ علیحدگی میں اور سمجھانے کے انداز میں اس کی اصلاح کی جائے۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ ناز نخرے برداشت کرنا

والدین کا ضرورت سے زیادہ بچے کے ناز نخرے برداشت کرنا بھی اس کے اخلاقی انحراف کے عوامل میں سے ایک خطرناک عامل ہے جو بچے کی شخصیت میں اکثر اوقات شدید بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے کہ عام طور سے اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچہ اپنے اندر کمی اور نقص کو محسوس کرتا ہے اور اپنی زندگی ہی سے بغض و حسد رکھنے لگتا ہے اور عام حالات میں وہ شرمندگی، فروتنی اور اپنے اوپر

عدم اعتماد کے احساس سے وہ پیچھے رہتا ہے۔ اس لیے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ لوگ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ قافلے سے بالکل پیچھے ہے۔ تو وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں شجاعت و بہادری اور پیش قدمی کی جرأت ہے اور وہ بزدلی اور خوف کا شکار ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ مصائب و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہے ہیں اور وہ ذرا سی مصیبت و پریشانی میں چیخ و پکار میں لگ جاتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیے کہ اس بچے کی یہ حالت اور کیفیت ہو کیا وہ صحت مند اور کامیاب انسان بن سکتا ہے؟ اور کیا وہ معاشرہ کے لیے مفید فرد بن سکتا ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر والدین بچے کو ڈرانے میں خوب کیوں کرتے ہیں؟ خاص کر ماں اس لیے کہ اس میں عورت ہونے سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

یہ بہت خطرناک بات ہے جو ہماری ماؤں میں بہت نمایاں پائی جاتی ہیں جو بچے کی صحیح تربیت کے قواعد وضوابط سے ناآشنا ہیں۔ چنانچہ یہ بچوں کو اپنے کاموں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتیں جن کے کرنے پر وہ قادر ہے اور وہ بچے کو بیٹھے بیٹھے سے روکے رکھتی ہے چنانچہ جب وہ دوڑ رہا ہوتا ہے تو سے ڈراتی ہے کہ کہیں چھوٹی چیزوں کو میں بچے کی حرکت درست ہو اور وہ ہوتی جب وہ گھر کا ساز و سامان خراب کرتا ہے یا قلم سے کچھ کرتا ہے تو وہ بالکل پسند نہیں کرتی۔

ضرورت سے زیادہ ڈرانے سے بزدلی پیدا کرنے کی بیماری اس وقت والدین میں اور زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے جب ان کے یہاں کوئی طویل مدت کے بعد اولاد پیدا ہو یا چند لڑکیوں کے بعد لڑکا پیدا ہو یا بچہ اکیلا ہی ہو، کیونکہ جو بچہ ایسا ہو اس سے ان کی جان سے زیادہ بچے کے ساتھ محبت اور اس پر شفقت بہت ہوتی ہے۔

اس مرض کا علاج

والدین میں اس عقیدے کا پختہ ہونا کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے تاکہ وہ یہ بات سمجھ لیں کہ اگر ان کی اولاد کو صحت ہو یا بیماری لگتی ہے اور آسانیاں ہوں یا تکلیف اور مصیبتیں ہوں یا بچ جائیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکم اور اس کے فیصلے سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

ما اصاب من مصيبة في الارض ولا في انفسكم الا في كتب من قبل ان نبراها ان ذلك على الله يسير ۝ لكيلا تاسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتكم والله لا يحب كل مختال فخور ۝ (الحدید ۲۲، ۲۳)

”کوئی بھی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی) ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے لیے آسان ہے یہ بات بتائی ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے اس پر (اتنا) رنج نہ کرو اور جو چیز اس نے تمہیں دی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔“

۲۔ بچے کو نصیحت کرنے میں مرحلہ وار قدم اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ اگر وعظ و نصیحت بچے پر کارگر ہوتی ہو تو مربی کے لیے درست نہیں کہ اس سے زیادہ سختی کرے۔

۳۔ بچے کو شروع ہی سے بچپن ہی سے خود اعتمادی اور ذمہ داریوں کے نباہنے اور اٹھانے کی تربیت دیں تاکہ بچہ اپنی حیثیت اور ذمہ داری کو محسوس کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اياكم والتنعم فان عباد الله ليسوا بالمتنعمين (رواہ احمد)

”عیش و عشرت اور عمدہ زندگی سے بچو اس لیے کہ اللہ کے بندے ناز و نعمت میں نہیں پڑتے۔“

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اپنے بچوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور انہیں حکم دو کہ شہسواری کیا کریں۔

ظاہر ہے کہ بچہ جب کم عمری ہی سے تیراکی اور شہسواری سیکھ لے گا تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ جس سے وہ ذمہ داریوں کے اٹھانے اور مشقتوں کے برداشت کرنے کا عادی ہو جائے گا۔

۳۔ بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا

یہ بھی بچے میں انحراف پیدا کرنے کے اسباب میں سے بڑا سبب ہے۔ خواہ ترجیح بخشش دینے میں ہو یا محبت میں ہو یا کسی بھی

معاملے میں ہو۔ اس سے بچے میں حسد و رقابت کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مختلف امراض کا شکار ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مربی اول رسول ﷺ نے والدین کو حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بچوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیں۔ چنانچہ طبرانی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ:

سَاوُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ

''اپنے بچوں کے درمیان لینے دینے کے معاملے میں مساوات اور برابری کیا کرو۔''

امام بخاری و مسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیۃً دیا ہے۔ رسول ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس سے بھی واپس لے لو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنی سب اولاد کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں! تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کیا کرو۔''

راوی فرماتے ہیں کہ میرے والد واپس ہوئے اور یہ ہدیہ واپس لے لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کا بیٹا آ گیا تو انہوں نے اسے چوما اور اپنی گود میں بٹھالیا پھر ان کی بچی آئی تو انہوں نے اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے ان دونوں کے درمیان برابری کیوں نہ کی؟

ان ارشادات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بچوں کے درمیان عدل و انصاف، مساوات اور محبت میں برابری، اسی طرح کھانے پینے کی اور استعمال کی چیزوں کی تقسیم میں برابری نہایت ضروری ہے تاکہ ان میں کسی قسم کی تفریق و امتیاز کا عنصر جگہ نہ پائے جو آگے چل کر انحراف و فساد کا سبب ہو۔

۴۔ جسمانی امراض اور نقائص

یہ بھی بچے میں انحراف اور کجی پیدا کرنے کے عوامل میں سے ہے۔ اس کا نتیجہ عام طور پر احساس کمتری اور زندگی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر کسی بچے میں بچپن ہی سے کوئی جسمانی نقص یا عیب ظاہر ہو جائے، مثلاً بھینگا پن، بہرا پن، پاگل پن، ہکلا پن، لنگڑا پن یا کانا یا اندھا ہونا وغیرہ تو ماں باپ، بھائی بہن، رشتے دار، دوست احباب سب کے سب اس کے ساتھ محبت و الفت کا معاملہ کریں اور اس عیب پر اس کو طعنہ نہ دیں۔

تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ایسے بچوں کی تربیت کا مدار اس بنیاد پر رکھیں کہ انسان کی قدر و قیمت اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے نہ کہ اس کی شکل و صورت اور ظاہر کے اعتبار سے۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو جو اس کے ارد گرد رہتے ہوں نصیحت کریں اور سمجھائیں اور ان کو تحقیر و اہانت سے منع کریں اور آپس میں محبت اور معذور بچے سے نیک برتاؤ کا درس دیں۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ مربی اول رسول اکرم ﷺ کا وہ طریقہ بیان کریں جو آپ ﷺ نے معاشرتی اتحاد کی تعلیم دیتے وقت اختیار کیا تھا، جس کی اساس محبت و اخلاص تھی اور اس کی بنیادیں دوسروں کے احترام و عزت پر قائم تھیں۔

نبی کریم ﷺ نے دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے سے ان الفاظ میں منع فرمایا ہے۔

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ (ترمذی)

''اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو کہ اللہ اس پر رحم فرمادے اور تمہیں مصیبت میں گرفتار کر دے۔''

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ بچے کے لیے ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں جو اچھے اخلاق و عادات کے حامل ہوں،

تاکہ اس سے اچھا برتاؤ کریں جس سے وہ قلبی سکون محسوس کرے۔

بہرحال مربی اگر چاہے تو ان طریقوں کو اختیار کر کے آفت زدہ معذور بچے سے معذوری کے احساس کو دور کر کے وہ اسے اس قابل بنا سکتا ہے کہ معاشرے کا مفید رکن بن کر اور اپنی قوت بازو سے ترقی کا محل تعمیر کر سکے اور اپنی قوت ارادی اور عزم سے امت کی عزت کو بلند اور اپنے ملک کے مستقبل کو روشن کر سکے۔

۵۔ فقر و غربت

یہ بھی بچے میں نفسیاتی انحراف پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے اور یہ انحراف بچے میں اس وقت اور شدید ہو جاتا ہے جب وہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور اپنے والدین کو تنگی میں اور اپنے خاندان کو محرومی و خستہ حالی کا شکار دیکھتا ہے اور یہ صورت حال اس پر اس وقت اور شدید اور شاق ہو جاتی ہے جب وہ اپنے بعض رشتے داروں یا پڑوسیوں یا مدرسے کے ساتھیوں کو اچھی حالت اور زیب و زینت اور ناز و نعمت میں مستغرق اور اپنے آپ کو افسردہ و مفلس اور مسکین دیکھتا ہے حتی کہ اس کو پیٹ بھرنے کا اور جسم ڈھانپنے کی بنیادی ضروریات تک میسر نہیں۔

جو بچہ اس حالت کا شکار ہو تو اس سے انسانی طور پر ہم کیا توقع رکھیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ وہ معاشرے کی طرف کراہیت اور حسد کی نگاہ سے دیکھے گا اور لازمی طور سے احساس کمتری اور نفسیاتی پیچیدگی جیسے امراض کا شکار ہوگا اور یقیناً اس کی امید ناامیدی سے اور نیکی بدی سے بدل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں بالکل سچ فرمایا ہے، جسے احمد بن منیع اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

کاد الفقر ان یکون کفرا

''قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے۔''

بلکہ نبی کریم ﷺ دعا میں فقر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ امام نسائی اور ابن حبان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللھم انی اعوذبک من الکفر والفقر.

''اے اللہ میں آپ کے ذریعے کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

اسلام میں فقر کا علاج

اسلام نے فقر کے مسئلے کا دو بنیادی امور سے علاج کیا ہے:

۱۔ انسانی کرامت کا احترام۔
۲۔ امداد باہمی کے بنیادی اصولوں کا مقرر کرنا۔

انسانی کرامت کا احترام اسلام نے اس طرح کیا ہے کہ اس نے تمام اجناس و اقوام اور الوان اور حقیقت میں مساوات اور برابری کی ہے اور انسان ہونے کے اعتبار سے ان سب کو برابر گردانا ہے اس لیے پیداوار کے تمام وسائل میں تمام انسانوں کا مساوی حق ہے۔ مملکت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے قوانین مرتب کرے جس سے وسائل میں تمام لوگوں کے لئے حصہ موجود ہو۔

معاشرے میں موجود فقر و غربت کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اسلام نے جو موقف اختیار کیا ہے، اس کے کچھ نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اسلام نے زکوۃ کے لیے ایک بیت المال متعین کیا ہے جس کی سرپرستی اسلامی حکومت کرے گی اور اس کا مصرف مستحق فقراء و مساکین و مقروض اور غلاموں کی امانت بتایا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل، فریضۃ من اللہ، واللہ علیم حکیم

(توبہ ۶۰)

''زکوۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا، اور زکوۃ کے کام پر جانے والوں کا، اور جن کی تالیف قلب منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں، اور اللہ کے راستے میں، اور جنہوں نے راہ کے مسافروں کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ یہ اللہ کا فرض ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

امام طبرانی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے مالدار مسلمانوں کے مال میں اتنی مقدار کا نکالنا فرض کیا ہے جو ان کے فقرا کو کافی ہو اور فقرا بھوک اور بے لباسی کا شکار مالداروں کی کوتاہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سن لو،

اللہ تعالیٰ ان کا سخت حساب لے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

۲۔ اسلام نے اس مسلمان کو مسلمان شمار نہیں کیا ہے جو خود پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوک کا شکار ہو اور اس کو اس کی خبر بھی ہو۔ اس کے برخلاف اسلام نے اس کی حاجت روائی، امداد اور اس کے خوش کرنے کو بہترین نیکی اور بڑا اونچا عمل قرار دیا ہے۔ بزار و طبرانی رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا پڑا ہو اور اس کو معلوم بھی ہو۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو ایک دوسرے سے محبت اور اخوت کا درس دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ چنانچہ امام طبرانی اپنی کتاب ''معجم اوسط'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ إِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَسَوْتَ عَوْرَتَهُ أَوْ أَشْبَعْتَ جَوْعَتَهُ أَوْ قَضَيْتَ لَهُ حَاجَةً.

''اعمال میں افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔ خواہ اس کی ستر پوشی کر دو یا اس کی بھوک کا مداوا پیٹ بھر کر کر دو یا اس کی حاجت پوری کر دو۔''

۳۔ تنگی اور سختی کے وقت اسلام نے بھوکوں اور فاقہ مستوں کی امداد کو اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر و غریب لوگ تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ اپنے ساتھ پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔

اور امام مسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو تو اسے چاہیے کہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس فالتو توشہ اور کھانے کا سامان ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس کچھ کھانے کو نہیں اور پھر رسول اللہ ﷺ نے مال کی مختلف اقسام کا تذکرہ کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ ضرورت سے زائد چیزیں ہم میں سے کسی کا حق نہیں ہے۔

۴۔ اسلام نے حاکم پر یہ لازم کیا ہے وہ ہر اس شخص کے لیے کام کاج کے مواقع مہیا کرے جو کام کاج پر قادر ہو۔

ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے کچھ بخشش مانگی آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچھا لیتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ صاحب دونوں چیزیں لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں لے لیا اور فرمایا: مجھ سے یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک صاحب نے عرض کیا: میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کی بولی کون لگاتا ہے ایک اور صاحب نے عرض کیا، میں یہ دونوں چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں انہیں دیدیں اور دونوں درہم لے کر ان انصاری کو دے دیے اور ان سے فرمایا، ایک درہم کا کھانے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دیدینا اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی ڈالی اور پھر ان سے فرمایا، جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر جب آئے تو ان کے پاس دس درہم موجود تھے اور ان میں سے کچھ کے بدلے انہوں نے کھانے پینے کا سامان خرید لیا۔ تو رسول ﷺ نے فرمایا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت میں اس حالت میں آؤ کہ سوال کرنے کی وجہ سے تمہارے ماتھے پر نشان ہو۔

۵۔ اسلام نے خاندان والوں کو بچہ پیدا ہونے پر وظیفہ دینے کا نظام رائج کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے یہاں جو بچہ بھی پیدا ہوگا

خواہ وہ بچہ جو ہم کو ملا ہو یا مالدار کا مزدور کا ہو یا بازاری آدمی کا سب وظیفہ پائے گا۔

ابوعبید اپنی کتاب الاموال میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر پیدا ہونے والے بچے کے لیے وظیفہ مقرر کرتے تھے جو اس کے باپ کی طرح اسے بھی ملتا تھا، جس کی مقدار سو درہم تھی اور بچہ جیسے جیسے بڑھتا جاتا اسی طرح اس کا وظیفہ بھی بڑھتا رہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر خلفاء نے بھی اس پر عمل کیا۔

یہ اصول اس وجدانی تربیت کے علاوہ ہیں جس کی جڑیں اسلام مسلمانوں کے دلوں اور احساس و وجدان کی گہرائیوں اور نفوس میں اتارنا چاہتا ہے تاکہ سب کے سب تعاون، امداد باہمی اور ایثار کی جانب خوشی خوشی اپنی رضا، اختیار اور داعیۂ ایمانی کی بنا پر گامزن ہوں۔

۶۔ بچے کا یتیم ہونا

یتیم ہونا بھی انحراف اور کج روی تعمیر کرنے کا ایک بڑا سبب ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یتیم بچہ ایسے معاشرے میں ہو جس میں یتیم کا خیال نہ رکھا جاتا ہو اور اس کے غموں کا مداوا نہ کیا جاتا ہو اور اس کی طرف شفقت و محبت اور پیار کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے یتیم بچے کا بہت خیال رکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھے معاملے اور برتاؤ اور اس کی ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا بہت اہتمام کیا ہے، تاکہ وہ ایک ایسا مفید فرد بنے جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے اور اپنے فرائض کو ادا کرے اور اس پر دوسروں کے جو حقوق ہیں انہیں اچھے طریقے اور عمدگی سے ادا کرے۔

قرآن کریم میں یتیم کے سلسلے میں بہت سی آیات آئی ہیں اس کو ناحق جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایسے برتاؤ سے روکا گیا ہے جو اس کی عزت و شرافت کے خلاف ہو، ارشاد باری ہے:

فاما الیتیم فلا تقہر (الضحیٰ ۹)

''تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجیے۔''

نیز فرمایا:

ارایت الذی یکذب بالدین ○ فذلک الذی یدع الیتیم ○ (الماعون ۱، ۲)

''بھلا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے بھی یتیم کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس کی کفالت پر ابھارا اور اس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا ہے اور جو لوگ اس کا خیال رکھیں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں تو ان کو یہ بشارت دی ہے کہ وہ جنت میں رسول ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا و کافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا و اشار بالسبابۃ والوسطی وفرج بینھما (بخاری)

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کی برابر کی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کو کشادہ رکھا۔''

امام احمد و ابن حبان نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

من وضع یدہ علی راس یتیم رحمۃ کتب اللہ لہ بکل شعرۃ مرت علی یدہ حسنۃ.

''جو شخص بنا بر شفقت یتیم کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرا ہے اس کے لیے ایک نیکی لکھیں گے۔''

اور امام نسائی سند جید کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

اللھم انی احرج حق الضعیفین الیتیم والمرأۃ

''اے اللہ میں دو ضعیفوں یعنی یتیم اور عورت کے حق میں ظلم کو حرام قرار دیتا ہوں۔''

یتیم کی دیکھ بھال اور کفالت اس کے رشتہ داروں اور

قرابت داروں پر واجب ہے، اس لیے اگر یہ لوگ یتیموں کے نفسیاتی اور اخلاقی حالات درست کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ ان کے ساتھ خصوصی شفقت، توجہ اور دیکھ بھال سے کام لیں اور اپنے عمل سے ان کو یہ محسوس کرائیں کہ محبت، معاملات اور برتاؤ کے لحاظ سے وہ بھی ان کے لیے ان کی اولاد ہی کی طرح ہیں۔

اور اگر رشتے داروں میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو پھر ان کی دیکھ بھال مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے اور حکومت کو چاہیے کہ ان کے معاملات نمٹائے اور ان کی تربیت و رہنمائی کرے اور زندگی معاشرے میں اور ان کے مفادات کا تحفظ کرے۔ انکی شخصیت، مقام کو بلند کرے۔

رسول اکرم ﷺ کو دیکھیے جو مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی مملکت کی داغ بیل ڈالنے والے تھے، آپ ﷺ نے یتیم کے ساتھ کس طرح خصوصی الفت و محبت، شفقت اور پیار کا برتاؤ کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی عید کے موقع پر ایک یتیم کو دیکھا تو اس کے ساتھ پیار کا برتاؤ کیا اور اس سے بشاشت کے ساتھ ملے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اس کو اپنے دولت کدے پر لے گئے اور اس سے فرمایا:

أما ترضى أن أكون لك أبا وتكون عائشة لك أما

''تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ تمہاری ماں ہو جائیں۔''

اسی طرح حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ لاوارث، بے سہارا اور بے آسرا بچوں کی کفالت کرے۔ اور اگر کوئی لاوارث بچہ مل جائے تو اس کی دیکھ بھال کرے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایک شخص ایک لاوارث بچہ لایا تو انہوں نے بھی لاوارث بچے کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور انہوں نے اس سے فرمایا کہ اس بچے کا نان ونفقہ تو ہمارے ذمہ ہے لیکن یہ بچہ آزاد شمار ہوگا۔

اسلام نے یتیم اور لاوارث بچوں کے ساتھ جو بہترین برتاؤ کیا ہے اس کے ذریعے مسلمان معاشرے کو ایسے عمدہ ترین شہری پیش کیے ہیں، جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں اور اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیں، اور ان میں کسی قسم کا احساس کمتری پیدا نہ ہو اور وہ نہ تو خود اپنے لیے زندگی وبال سمجھیں اور نہ ہی برائیوں کا شکار ہو کر معاشرے میں اخلاقی مسائل پیدا کریں۔ اس کی بجائے اسلام کا مطمح نظر یہ ہے کہ انہیں زندگی کی وہی نعمتیں اور رحمتیں حاصل ہوں جو معاشرے کے دوسرے بچوں کو میسر آتی ہیں تاکہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ عملی زندگی کا آغاز کریں اور معاشرے کا ایک فعال اور مفید رکن بن سکیں۔

۷۔ بغض وحسد کی بیماری

حسد کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے۔ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔ اگر مربی اپنے بچوں کی اس بیماری کا علاج نہیں کریں گے تو لازمی طور سے اس کے بدترین اور خطرناک نتائج نکلیں گے۔

بعض اوقات شروع شروع میں گھر والوں کو حسد کی بیماری کا پتا نہیں چلتا، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد نہ اس بیماری کا شکار ہو سکتی ہے اور نہ وہ اس کو جانتے ہیں اور نہ ان سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس لیے جو حضرات تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کو چاہیے کہ حسد کا نہایت حکمت اور بہترین تربیت سے علاج کریں تاکہ یہ بیماری پریشان کن مصائب اور بدترین نتائج اور دردناک نفسیاتی امراض کا ذریعہ بنے۔

وہ اسباب جو بچوں میں حسد کی آگ بھڑکانے کا ذریعہ بنتے ہیں اور وہ یہ اسباب مندرجہ ذیل امور پر منحصر ہیں۔

بچے کا اس بات سے خوف کھانا کہ وہ گھر والوں میں اپنی بعض امتیازی خصوصیات کھو بیٹھے گا۔ مثلاً محبت پیار اور منظور نظر ہونا۔ خصوصاً اس وقت جب نیا مہمان (بچہ) پیدا ہو، جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ پیار ومحبت میں اس کا مزاحم بنے گا۔

اولاد میں سے کسی ایک کا بہت خیال رکھنا مثلاً ایک بچے کو گود میں اٹھایا جائے اس سے دل لگی کی جائے اور اسے دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور دوسرے کو ڈانٹ ڈپٹ جائے اور اس کی پرواہ نہ کی جائے اور اسے کچھ نہ دیا جائے یا کم دیا جائے۔

جس بچے سے محبت ہو اس کی ایذا رسانی اور برائیوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کے بالمقابل دوسرے بچے سے اگر ذرا

سی بھی غلطی ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔

بچے کا مالدار، عیش و عشرت والے ماحول میں ہونا لیکن خود بچے کا نہایت غربت، فقر اور خستہ حالی کا شکار ہونا۔

ان کے علاوہ اور دوسرے اسباب بھی ہیں جن کا بچے کی شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے بلکہ بسا اوقات بچے میں احساس کمتری اور خطرناک انانیت اور بغض وحسد پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی نفسیاتی بے چینی، سرکشی اور بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے نہایت حکیمانہ اصول تربیت سے حسد کی بیماری کا علاج کیا ہے۔ اگر تربیت کرنے والے شروع سے اس کے اسباب کا تدارک کر لیں تو بچوں میں محبت، ایثار، الفت اور خلوص پیدا ہوگا اور دوسرے کے ساتھ تعاون، خیر بھلائی کرنے اور نرمی سے پیش آنے کے جذبات بیدار ہوں گے۔

حسد کی بیماری کا علاج

حسد کی بیماری کے علاج کے لیے بنیادی اصول تربیت مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں۔

بچے کو محبت کا احساس

نبی کریم ﷺ بھی ایسا کرتے تھے اور اپنے صحابہؓ کو اس کا حکم دیتے اور اس پر ابھارتے تھے۔

یہ بات نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ نئے بچے کی پیدائش پر حسد پیدا ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا اس سے روکنے کے لیے لازمی احتیاطی تدابیر ضرور اختیار کرنا چاہیے اور اسے بچے کی پیدائش کے چند ماہ قبل ہی اختیار کرنا چاہیے، مثلاً بڑے بچے کے پلنگ کو الگ کر دینا چاہیے یا نرسری اسکول بھیج دینا چاہیے اور نئے بچے کے کام میں بڑے بچے سے بھی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، مثلاً اس کو کپڑے پہنانا، اس کو نہلانا، کھلانا، اسی طرح اس کو چھوٹے بچے کے ساتھ ہنسنے بولنے اور کھیلنے کا موقع دینا چاہیے اور جب ماں نومولود بچے کو دودھ پلانے کے لیے اٹھائے، تو ایسے موقع پر بہتر ہے کہ باپ اس سے محبت کی باتیں کرنے لگے، تاکہ اسے احساس رہے کہ اس کی محبت واہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

لہٰذا تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کو محبت اور باہمی تعاون کا پیکر دیکھنا چاہتے ہیں اور بغض وعداوت سے بچانا چاہتے ہیں تو انہیں بچے کو محبت محسوس کرانے کے لیے نبی کریم ﷺ کے طریقے کو اختیار کرنا چاہیے۔

بچوں میں برابری اور عدل وانصاف کرنا

نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں کو ناپسند فرماتے جو بچوں کے درمیان عدل وانصاف نہ کرتے اور ان سے پیار ومحبت کا سلوک نہ کرتے اور نہ ان میں لینے دینے اور تقسیم میں برابری ومساوات کا خیال نہ رکھتے۔

ان اسباب کا ازالہ جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں:

مثلاً یہ کہ اگر نئے بچے کی آمد سے پہلے بچے کو یہ محسوس ہو رہا ہو کہ اس کے والدین اس سے پہلے جیسی محبت وپیار نہیں کر رہے ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ بچے کو یہ محسوس ہو جائے کہ اس کی محبت ان کے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود ہے اور رہے گی۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان کے بچے باطنی بیماریوں میں سے کسی بیماری کا شکار نہ ہونے پائیں، جن میں سب سے بڑی بیماری حسد ہے۔ تاکہ بچے کی شخصیت متوازن اور صحت مند ہو اور وہ اپنے لیے اور معاشرے کے لیے مفید زندگی گذار سکے۔

چونکہ حسد کے دوررس نفسیاتی ومعاشرتی اثرات ہوتے ہیں اس لیے حضور اکرم ﷺ نے اس سے گریز کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

۲۔ لوگ اس وقت تک خیریت سے رہیں گے جب تک آپس میں حسد نہ کرنے لگیں۔ (طبرانی)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا کہ حسد کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔

۴۔ نیز ارشاد فرمایا، حسد ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (دیلمی)

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں کو بچوں سے حسد کی بیماری دور کرنے کی خاطر بنیادی اصولوں کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے، تاکہ اولاد کی بہترین نشو ونما ہو اور ان میں محبت واخلاص اور صاف دلی پیدا ہو۔

۸۔ غصہ

غصہ ایک نفسیاتی حال اور انفعالی مرض ہے جسے بچہ اپنی زندگی کے شروع ہی سے محسوس کرتا ہے اور وہ موت تک اس کے ساتھ رہتا ہے۔

غصہ چونکہ پیدائشی عادت وخصلت ہے اس لیے اسے قبیح مرض نہیں سمجھا جانا چاہیے کیونکہ جب حکمت والے اللہ نے اس کو انسان کی پیدائش کے ساتھ رکھا ہے تو اس میں کوئی زبردست حکمت اور معاشرتی مصلحت ہوگی۔ وہ غصہ مذموم ہے جو برے اثرات اور خطرناک نتائج تک پہنچا دیتا ہے اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ذاتی مصلحت اور خودی اور انانیت کی وجہ سے غصہ کیا جاتا ہے اس غصہ سے وحدت پارہ پارہ اور اجتماعیت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور اخوت ومحبت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

ایسے غصے کے پی جانے کی قرآن وحدیث میں بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چند احادیث کا مطالعہ فرمائیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی چیز بتلایئے جو اللہ کے غضب سے دور کر دے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (مسند امام احمد)

نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے غصے کو نافذ کر سکتا ہو لیکن اسے پی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز سب مخلوق کے سامنے پکاریں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جس بڑی آنکھوں والی حور کو چاہے پسند کر لے۔ (بخاری)

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے میں پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا گیا، وہ شخص جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ پہلوان (درحقیقت) وہ ہے جو غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔

چنانچہ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ بچے کو غصے کے اسباب سے بچایا جائے تاکہ غصہ اس کا مزاج اور عادت نہ بن جا سکے۔

اور غصہ کا سبب اگر یہ ہو کہ بچہ ڈانٹ ڈپٹ سے اپنی توہین محسوس کرے تو ضروری ہے کہ اس کی تربیت میں نرمی کا انداز اختیار کیا جائے اور ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں جو اسے تکلیف دہ اور ناگوار محسوس ہوں۔

اور اگر غصے کا سبب اپنی ماں باپ کی دیکھا دیکھی غصہ کرنا ہو تو والدین کو چاہیے کہ وہ حلم وبردباری اور وقار وسکون اختیار کریں۔

اور اگر غصے کا سبب ماں باپ کا ناز نخرے اٹھانا اور عیش وعشرت ہو تو ایسی صورت میں تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کی محبت میں اعتدال پیدا کریں اور ان پر خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کریں۔

اور اگر غصے کا سبب ہنسی مذاق اڑانا ہو تو تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس سے دور رہیں۔

غصہ کا علاج

غصہ کرنے والا شخص جس ہیئت پر ہو اس ہیئت کو تبدیل کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو اگر وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے، پس اگر غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ لیٹ جائے۔ (امام احمد)

نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطانی اثر ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آ جائے تو اسے چاہیے کہ وضو کر لے۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو اسے چاہیے کہ خاموش ہو جائے۔ (احمد)

۹۔ غفلت اور لاابالی پنا

یہ مرض بھی نہایت خطرناک ہے۔ جس میں ہمارے بچے اور نوجوان بکثرت مبتلا ہیں۔ والدین کے لیے لازم ہے کہ اپنے بچے کی اصلاح کی بچپن ہی سے فکر کریں، اس لیے کہ جو لوگ بھی ظاہری

باطنی کمالات سے محروم رہتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ غفلت اور لاپروائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (الاعراف ۲۰۵)

”یعنی غفلت شعاروں میں سے نہ ہو۔“

اور حضور اقدس ﷺ نے کسل سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ.

”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاہلی سے اور سخت بڑھاپے سے۔“

نیز ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.

”یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔“

اس لیے کہ مومن زیرک اور سمجھدار ہوتا ہے، ہر معاملے میں غور و فکر کرتا ہے۔ ایک مرتبہ غلطی ہو جائے تو خیر، مگر دوبارہ وہی غلطی عموماً اس سے سرزد نہیں ہوتی، اس لیے کہ مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ بار بار اسے ٹھوکر لگتی جائے اور وہ آنکھ بند کیے آگے بڑھتا چلا جائے اور یہ نہ دیکھے کہ ٹھوکر کیوں اور کس سے لگی ہے اور اگر ٹھوکر لگنے کے بعد بھی اس کی آنکھ نہ کھلے اور وہ ہوشیار نہ ہو تو یقیناً یہ غفلت اور لاابالی پنا ہے جو شعار ایمان سے جوڑ نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ غفلت مومن کو زیب دیتی ہے۔ اس لیے کہ مومن زیرکی، بیداری اور احتیاط جیسی صفات سے متصف ہوتا ہے، نہ کہ غفلت، سستی اور لاابالی پن سے۔

اس لیے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں سہل پسند آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو نہ تو دنیا کے کام میں لگا ہوا اور نہ ہی آخرت کے کام میں بلکہ بیکار اپنا وقت ضائع کر رہا ہو۔

اس کا علاج یہ ہے کہ والدین اور مربی حضرات بچوں کے سامنے اس کی مذمت و قباحت کو بیان کرتے رہیں اور ان کو بچپن ہی سے چستی اور ہر کام میں مستعدی کی تعلیم دیں تا کہ خود اپنی ذات ہی نہیں بلکہ ساری امت کے لیے کارآمد ثابت ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اجتماعی اور معاشرتی تربیت کی ذمہ داری

اجتماعی و معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع سے ہی ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب اور عظیم نفسیاتی اصول کا عادی بنا دیا جائے جو ہمیشہ زندہ جاوید رہنے والے اسلامی عقیدے اور گہرے ایمانی شعور سے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ تا کہ بچہ معاشرے میں حسن معاملہ، حسن ادب، سنجیدگی، پختگی، عقل اور اچھے تصرفات، غرضیکہ ہر حیثیت سے ایک بہترین اور مثالی فرد بنے۔ پس یہ والدین اور تربیت کرنے والوں کی نہایت اہم ذمہ داری ہے، کیوں کہ یہ ہر اس تربیت کا نچوڑ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، چاہے وہ تربیت ایمانی و اخلاقی ہو یا نفسیاتی۔

تجربے سے یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ معاشرے کی سلامتی اور اس کی عمارت کی پختگی، معاشرے کے افراد کی سلامتی اور ان کی عمدہ تربیت ہی سے وابستہ ہے، اس لیے اسلام نے اولاد کے اخلاق و کردار کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ لہٰذا تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کی تربیت میں محنت اور جد و جہد کریں، تا کہ صحیح طور سے اپنی معاشرتی تربیت کی ذمہ داری پوری کر سکیں اور ایسے بہترین اسلامی معاشرے کی تعمیر کر سکیں، جس کی بنیاد ایمان، اخلاق اور اسلامی اقدار پر ہو۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

بہترین معاشرہ کی تربیت کے وسائل چار امور پر منحصر ہیں۔

۱۔ بہترین نفسیاتی اصول کی تخم ریزی
۲۔ دوسروں کے حقوق کی پاسبانی
۳۔ عمومی معاشرتی آداب کا خیال رکھنا
۴۔ بچوں کی تربیت اور نگرانی

اب ان کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمایئے

بہترین نفسیاتی اصول کی تخم ریزی

اسلام جن نفسیاتی اصولوں کو لوگوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے ان میں اہم درج ذیل ہیں:

ا۔ تقویٰ

یہ اس ایمانی شعور کا لازمی نتیجہ اور طبعی ثمرہ ہے جو اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کے خیال اور اس کے خوف و خشیت، اس کے عذاب، ناراضگی کے ڈر، اس کے عفوو درگزر اور ثواب کی امید کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے بہت سی آیات بینات کے ذریعے نہایت اہتمام سے تقویٰ کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور اس کی بار بار تاکید کی ہے۔

چنانچہ صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحین تقویٰ کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی فکر وسعی کرتے تھے اور اس کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ کبھی کانٹے والے راستے میں نہیں چلے ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا خوب کوشش اور محنت کرتا تھا (تاکہ کوئی کانٹا نہ چبھے)۔ انہوں نے کہا یہی تقویٰ ہے۔

یہ تقویٰ دراصل تمام معاشرتی فضائل و کمالات کا چشمہ ہے اور مفاسد و شرور اور گناہوں اور برائیوں سے بچنے کا منفرد راستہ ہے۔ بلکہ افراد امت میں اصلاح معاشرہ کے بارے میں کامل شعور واحساس پیدا کرنے کا پہلا ذریعہ اور سبب ہے۔

اور ماں بیٹی کا وہ قصہ تو اکثر حضرات جانتے ہی ہوں گے کہ ماں یہ چاہتی تھی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملادے تاکہ آمدنی زیادہ ہو اور بیٹیا سے یہ یاد دلا رہی تھی کہ امیر المومنین نے اس سے منع کیا ہے۔ ماں کہتی ہے امیر المومنین کہاں دیکھ رہے ہیں۔ اس کا جواب بیٹی کیا خوب دے رہی ہے کہ امیر المومنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو امیر المومنین کا رب تو دیکھ رہا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے یقین کو اپنے بچوں میں شروع ہی سے پیدا کریں، تاکہ بڑے ہونے پر اس کے ثمرات نمودار ہوں۔

۲۔ اخوت

اخوت (بھائی چارہ) ایک ایسا نفسیاتی رابطہ و تعلق ہے جو ہر اس شخص کے ساتھ جس کا تقویٰ اور ایمان کی بنیاد پر رابطہ ہے، محبت احترام کا گہرا شعور پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات ۱۰)

''مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں۔''

اور حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے اور نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ انسان کے برا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تذلیل و تحقیر کرے۔ مسلمان پورا کا پورا مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون بھی اس کا مال بھی اور اس کی عزت و آبرو بھی (تین مرتبہ فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہے، اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

نیز ارشاد فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

(بخاری، مسلم)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

نیز ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کی آپس میں محبت و الفت اور رحمدلی کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک جسم میں کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم اس کے ساتھ پریشان اور تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

۳۔ رحمت

رحم نام ہے قلب کے نرم ہونے اور ضمیر کے حساس ہونے اور دوسروں کے درد و غم میں شریک ہونے اور ان پر رحم کھانے اور ان کے غموں اور تکالیف میں آنسو بہانے کا۔ رحم ہی ایسا مادہ ہے جو مومن کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی ایذا رسانی سے

دوسرے انسان کے لیے خیر بھلائی اور سلامتی کا طالب ہو۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے ایک دوسرے پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ان پر رحم کرنے کا ذریعہ و سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ
يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (ترمذی)

"رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔"

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَنْ تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَرْحَمُوْا

"تم لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک رحم نہ کرو۔"

صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص رحم کھاتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے وہ رحم مراد نہیں جو تم میں سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ کرتا ہے بلکہ اس سے مراد سب پر رحم کرنا ہے یعنی اس سے وہ رحم مراد ہے جو انسان سے تجاوز کر کے حیوانوں تک کو شامل ہے۔

بلاشبہ یہ اوقاف اور مدرسے، اسکول اور اسپتال بلکہ خیر اور بھلائی کے جملہ امور سب کے سب محبت کے ہی آثار اور رحم کے ہی ثمرات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رحمدل مومنوں کے دلوں اور نیک مسلمانوں کے نفوس میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ جن سے تاریخ کے اوراق میں ہماری ترقی و تمدن کے قابل فخر کارنامے درج ہیں۔ اس لیے رحمدلی کے ان عظیم حقائق کی ہمیں اپنی اولاد کو تعلیم دینی چاہیے اور یہ چیزیں ان کی گھٹی میں ڈالنی چاہئیں۔

۴۔ ایثار

یہ ایک ایمانی شعور و احساس ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ذاتی منافع و مصالح پر دوسروں کو ترجیح دینے لگتا ہے۔

قرآن مجید میں حکم ہوا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ

"بیشک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔"

عدل سے مراد زندگی کے تمام امور میں انصاف و توازن اختیار کرنا ہے اور احسان سے مراد یہی ایثار و قربانی ہے۔

ایثار نیک اعلیٰ خصلت ہے۔ پس اگر اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کے اصولوں میں سب سے اولیت کا حامل ہے اور ساتھ ہی یہ اجتماعی اور معاشرتی امداد باہمی کے ستونوں میں ایک بڑا ستون ہے اور بنی نوع انسان کے لیے خیر اور بھلائی کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔

قرآن کریم نے اسلامی معاشرے کی عظیم اکثریت یعنی انصار کی اخوت، مساوات اور ایثار کی عظیم صورتیں محفوظ کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ
إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَ
يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ
يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر ۹)

"اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار السلام (یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں ان مہاجرین کے آنے کے قبل سے قرار پائے ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے۔ اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

پس یہ اختیاری ایثار اور اجتماعی رحمدلی جو انصار کے اخلاق میں نمایاں تھی، اس کی مثال انسانی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

امام غزالی اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابیؓ کے پاس دنبے کی سری ہدیۃً بھیجی گئی۔ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص مجھ سے بھی زیادہ حاجتمند ہے لہٰذا انہوں نے وہ سری

ان کے پاس بھیج دی اور اسی طرح ہر ایک دوسرے کے پاس بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ گھوم پھر کر سات آدمیوں کے بعد وہ سری پھر اس پہلے شخص کے پاس پہنچ گئی۔

۵۔ عفو و درگزر

یہ ایک اعلیٰ انسانی وصف اور قابل قدر نفسیاتی شعور ہے جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے تسامح اور اپنے حق سے دست برداری کا رویہ اختیار کرتا ہے، اگر چہ زیادتی کرنے والا صریح ظلم و جور ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ زیادتی دین اور اسلام کے شعائر پر تو ہو رہی ہو ورنہ معاف کرنا ذلت و رسوائی کے مترادف ہوگا۔

عفو و درگزر کی فضیلت میں بہت سی آیات و احادیث ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (آل عمران ۱۳۴)

”اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

(الاعراف ۱۹۹)

”درگزر کی عادت اختیار کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔“

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جب مومن کی طبیعت حلم، عفو و درگزر اور چشم پوشی جیسے اخلاق سے آراستہ ہوگی تو وہ مومن بلند ظرفی، عالی اخلاق، تسامح، اچھے برتاؤ اور حسن معاشرت میں ایک قابل تقلید نمونہ ہوگا، بلکہ وہ طہارت، باطن کی صفائی اور شرافت کے اعتبار سے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند ہوگا۔

لہٰذا اپنے بچوں کی نشو و نما ہمیں حلم و چشم پوشی اور عفو و درگزر کے اوصاف پر کرنا چاہیے تاکہ عزت و شرف سے بہرہ مند ہوں اور امت کے لیے خیر کا سبب بنیں۔

۶۔ جرأت و بہادری

یہ ایک ایسی قوت ہے جسے مومن ایک اللہ پر ایمان لانے اور قضا و قدر کی تصدیق کرنے کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا جس مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر جتنا ایمان ہوگا اتنا ہی جرأت و شجاعت اور کلمۂ حق کے اظہار کے سلسلے میں پختہ کار ہوگا۔

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہؓ سے عہد لیا کرتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں حق بات کہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے رب کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ۝ (الاحزاب ۳۹)

”یہ سب (پیغمبران گزشتہ) ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ (اعمال کا) حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔“

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں خصوصاً ماؤں پر لازم ہے کہ اپنے بچوں میں ایمان و تقویٰ اور اخوت و محبت کی فضیلت اور رحم و ایثار و بردباری کی صفات کو راسخ کریں اور حق کے بارے میں ہمت و جرأت کا عادی بنائیں تاکہ بچے جب جوان ہوں اور اس قابل ہو جائیں کہ زندگی میں اپنی ذمہ داریوں کو کسی خوف، ہچکچاہٹ اور پریشانی کے بغیر ادا کر سکیں اور حق کے اظہار میں کسی مصلحت اور دباؤ کا شکار نہ ہو۔

لہٰذا جو شخص قوم کی تربیت کا ذمہ دار ہے اگر اس کی تربیت ان مذکورہ اصول پر نہ ہوگی تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جو پانی پر لکھتا ہو اور راکھ میں پھونک مار رہا ہو، اور بے فائدہ کھائی میں چیخ رہا ہو۔

دوسروں کے حقوق کی پاسبانی

وہ اہم معاشرتی حقوق جن کی جانب بچے کی رہنمائی اوائل عمر سے کرنی چاہیے، درج ذیل ہیں۔

۱۔ والدین کا حق
۲۔ رشتے داروں کا حق
۳۔ پڑوسی کا حق
۴۔ استاد کا حق
۵۔ ساتھیوں کا حق
۶۔ ہر بڑے کا حق۔

ان حقوق کی یہ تفصیل ہم حسن معاشرت کے حصہ میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں پر ہم بچوں کی تربیت کے حوالہ سے ان حقوق کا اعادہ کرتے ہیں۔

والدین کا حق

مربی کا سب سے بڑا اور اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ بچے کو والدین کے حقوق اور آداب سکھائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دے۔ اس سلسلے کی آیات واحادیث ملاحظہ فرمایئے:

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی خوشنودی میں پوشیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رِضَی اللّٰہِ فِیْ رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَسَخَطُ اللّٰہِ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ (سبل السلام)

"اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔"

والدین کی ساتھ نیکی کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے مقدم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ کیا میں جہاد میں شرکت کروں؟ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا، کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ان دونوں کی خدمت میں جہاد کرو، یعنی ان کی خدمت کرو۔

ان کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کا درجہ بڑھا دیا جائے گا تو وہ پوچھے گا، اے میرے رب ایسا کس وجہ سے ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، اس لیے کہ تمہارے بیٹے نے تمہارے لیے استغفار کیا تھا۔

(الادب المفرد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب مکہ کے راستے میں ملے تو حضرت عبداللہؓ نے انہیں سلام کیا اور ان کو اپنے ساتھ گدھے پر سوار کر لیا اور ان کو وہ عمامہ دے دیا جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ ابن دینار رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ، ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے، یہ تو بدو لوگ ہیں اور یہ لوگ تو ذرا سی چیز پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کے والد میرے والد ماجد عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے دوست تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین نیکی انسان کا اپنے والدین کے دوست کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

حسن سلوک میں ماں کو باپ پر فوقیت دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اچھے برتاؤ کا کون زیادہ حقدار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہاری ماں! انہوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہاری ماں! انہوں نے پھر پوچھا کہ کون زیادہ حقدار ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہارا باپ!

اس حدیث سے ماں کا کتنا بڑا درجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے معلمین اور تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ بچے کو ماں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو سمجھائیں اور ماں سے نرمی کا برتاؤ کرنے، اس کی دیکھ بھال کرنے اور اس کے حقوق پورا کرنے کی تلقین کریں۔

نافرمانی سے ڈرانا

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ غصے کے وقت باپ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھے اور نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے والد کا تعارف کرانے سے شرمائے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ

لڑکا کسی بڑے منصب وعہدہ پر فائز ہو۔

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے ضرورت مند والدین کے نان نفقہ کا خیال نہ کرے اور سب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ لڑکا والدین کے کام پر ناک بھوں چڑھائے، اُف کرے اور اس سے تنگ دل ہو، اور اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی کرے اور ان کی توہین کرے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتلا دوں، تین بار آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ، ضرور بتلائیں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا، جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی۔ آپ ﷺ اسے بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش آپ ﷺ خاموش ہو جاتے اور بار بار کہنے کی زحمت نہ اٹھاتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی سزا جب تک چاہتے ہیں مؤخر فرماتے رہتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کرنے والے کو مرنے سے قبل دنیا ہی میں سزا دے دیتے ہیں۔ (حاکم)

والدین کے آداب

۱۔ والدین کے ہر حکم کی اطاعت کرنا، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب ہو۔

۲۔ ان سے نرمی واحترام سے خطاب کرنا۔

۳۔ ان کی عزت وشہرت، نام ونمود اور شرافت ومال کی حفاظت کرنا۔

۴۔ تمام امور میں ان سے مشورہ کرنا۔

۵۔ ان کے لیے کثرت سے دعا واستغفار کرنا۔

۶۔ اگر ان کا کوئی مہمان آجائے تو دروازے کے قریب بیٹھنا اور ان کی نظر کا خیال رکھنا، تاکہ اگر وہ کسی چیز کا چپکے سے حکم دیں تو اسے بجالا سکے۔

۷۔ ان کے سامنے زیادہ زور سے بات نہ کرنا۔

۸۔ جب وہ بات کرتے ہوں تو ان کی بات نہ کاٹنا۔

۹۔ بیوی بچوں کو ان پر ترجیح نہ دینا۔

۱۰۔ ان کا کیا ہوا کوئی کام پسند نہ ہو تو اس پر ان کو ملامت نہ کرنا۔

۱۱۔ ان کے سامنے بلا وجہ نہ ہنسنا۔

۱۲۔ اگر وہ بیٹھے ہوں تو ان کے سامنے سونے اور لیٹنے سے بچنا، مگر یہ کہ اجازت دے دیں۔

۱۳۔ ان کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھنا۔

۱۴۔ کھانے میں ان کے سامنے سے نہ کھانا۔

۱۵۔ اگر وہ پکاریں تو فوراً لبیک کہنا۔

۱۶۔ ان کے ساتھیوں اور دوستوں کا اکرام کرنا۔

۱۷۔ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنا جو والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرتے ہوں۔

۱۸۔ ان کے لیے دعا کرنا خصوصاً وفات کے بعد اور کثرت سے یہ دعا کرنا رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. یعنی اے میرے پروردگار! ان پر اس طرح رحم فرمائیے جس طرح بچپن میں انہوں نے میری پرورش کی۔

۲۔ رشتے داروں کا حق

رشتہ داروں سے مراد وہ افراد ہیں جن سے نسب یا رشتے کی وجہ سے تعلق ہو اور ان کی ترتیب یہ ہے۔ والدین، دادا، دادی، بھائی، بہنیں، چچا، پھوپھیاں، بھائی کی اولاد، بہن کی اولاد، ماموں، خالائیں۔ پھر وہ رشتے دار جن کا درجہ ان کے بعد آتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے دار۔

اس کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ رحم یعنی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن سے مشتق ہے، جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں اللہ ہوں، اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم ورشتہ داری کو پیدا کیا اور اس کا نام اپنے نام سے بنایا۔ لہٰذا جو اسے

جوڑے گا اس سے میں رشتہ جوڑوں گا اور جو اسے قطع کرے گا میں اس سے رشتہ قطع کردوں گا۔"

بلاشبہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو قرابت داری کے جذبے کو گہرائیوں سے حرکت دیتی ہے اور بلند ترین برادرانہ جذبات و احساسات کو ابھارتی ہے۔ ان حقائق کے کھل کر سامنے آجانے کے بعد تربیت کرنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عملی میدان میں وہ خوب جدوجہد اور محنت کریں تاکہ بچہ جب سن شعور کو پہنچے تو اس وقت سے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے حقوق ذہن نشین ہو چکے ہوں۔ تاکہ ان حضرات کے ساتھ جو انعام و احسان کا معاملہ کرنا چاہیے، کر سکے۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرے اور اگر ان پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو غم کی وجہ سے ان پر آنسو بہائے اور ان کی امداد کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

صلہ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کی طرف اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ (النساء: ۱)

"اور تم اللہ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو، اور قرابت (کے حقوق ضائع کرنے) سے بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کے حالات کی اطلاع رکھتے ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۶)

"اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا۔ اور محتاج و مسافر کو بھی (ان کے حقوق) دیتے رہنا۔ اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔"

اور ارشاد فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی

(النساء: ۳۶)

"اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ اور (اپنے) والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور (دوسرے) اہل قرابت کے ساتھ بھی، اور یتیموں کے ساتھ بھی۔"

اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم قطع رحمی سے ڈراتا بھی ہے۔ اور قطع تعلق کو بغاوت اور زمین پر ایسا فساد قرار دیتا ہے جس کا کرنے والا لعنت اور برے گھر کا مستحق ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (رعد: ۲۵)

"اور جو اللہ تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن علاقوں (تعلقات) کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے، ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی۔ اور ان کے لئے بدترین ٹھکانہ ہے۔"

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ بچوں کو قطع رحمی کے انجام بد سے آگاہ کریں۔ اسی طرح صلہ رحمی اور قرابت داری کے حقوق ادا کرنے کے نیک ثمرات و فوائد کو بیان کریں۔ صلہ رحمی کے فوائد بیان کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کا رزق بڑھا دیا جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو اسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم)

بعض روایات میں آتا ہے کہ صلۂ رحمی بری موت سے بچاتی ہے، نیز مروی ہے کہ صلۂ رحمی سے بستیاں آباد ہوتی ہیں اور مال بڑھتا ہے۔ نیز روایت ہے کہ صلۂ رحمی گناہوں کی مغفرت اور غلطیوں کا کفارہ بنتی ہے۔ نیز صلۂ رحمی حساب و کتاب کو آسان کرتی ہے اور اس کے کرنے والے کو جنت میں داخل کرتی ہے۔

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

لہٰذا جب مربی بچے کے سامنے صلۂ رحمی کے یہ فضائل بیان کرے گا تو وہ ضرور صلۂ رحمی کی طرف راغب ہوگا اور رشتے داروں کے حقوق ادا کرے گا اور ان کے غم و خوشی میں برابر کا شریک ہوگا، جو نیکی کی غایت اور صلۂ رحمی کا مقصد ہے۔ اس لیے ہمیں ایسے معلموں اور مربیوں کی سخت ضرورت ہے جو بچوں کو یہ حقائق سمجھائیں اور ان مکارم اخلاق و خصائل حمیدہ کی جانب ان کی رہنمائی کریں۔

۳۔ پڑوسی کا حق

تربیت کرنے والوں کو جن حقوق کا بہت خیال رکھنا چاہیے، ان میں سے ایک پڑوسی کا حق بھی ہے۔ لیکن پڑوسی کون ہے؟ وہ سب لوگ جو تمہارے دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے چالیس گھر تک پڑوس میں رہتے ہوں، تمہارے پڑوسی ہیں اور ان سب کے تم پر حقوق ہیں۔

اسلام کی نظر میں پڑوسی کے حقوق کی بنیاد چار اصولوں پر ہے

(۱) انسان اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔
(۲) اس کو ایسے شخص سے بچائے جو اسے تکلیف پہنچاتا ہو۔
(۳) اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے
(۴) اس کی بدمزاجی کا بردباری سے جواب دے۔

پڑوسی کو اپنی ایذا رسانی سے دور رکھنا

ایذا کی مختلف اقسام ہیں۔ جن میں سب سے خطرناک چیز زنا، چوری اور عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالنا ہے اور یہ ان چیزوں میں ہے جن کی تاکید رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

رہا ہاتھ اور زبان سے ایذا پہنچانا تو یہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان مبارک کے مضمون میں داخل ہے کہ "واللہ وہ شخص مومن نہیں، واللہ وہ شخص مومن نہیں، واللہ وہ شخص مومن نہیں"، پوچھا گیا کون یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے امن میں نہ ہو" (بخاری، مسلم)

پڑوسی کی حفاظت

پڑوسی کی حمایت و حفاظت اور اس پر ظلم نہ کرنا مکارم اخلاق میں سے ایک عظیم خلق ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی پریشانی دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

پس جب عام مسلمانوں کے لیے یہ واجب و لازم ہے تو پڑوسی کے لیے تو اور زیادہ لازم و ضروری ہوگا۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ مصیبت کے وقت اس کی تعزیت کرے اور خوشی کے موقع پر اس کو مبارکباد دے اور بیماری کی صورت میں عیادت کرے اور سلام کرنے میں پہل کرے اور دین و دنیا کے معاملات میں اپنی فہم کے مطابق اس کی رہنمائی کرے اور اگر کوئی پھل خریدے تو اسے ہدیہ کرے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے تو پڑوسی کے اکرام کرنے کو ایمان کی خصلتوں میں سے ایک خصلت شمار کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ (بخاری و مسلم)

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیے۔"

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں ہمیشہ وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔ (بخاری، مسلم)

پڑوسی کے ساتھ احسان میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ آگ، نمک، پانی، ہانڈی، چھلنی، پیالہ وغیرہ مانگے تو اسے دیدے، ایسی چیزوں کا نہ دینا کمینگی اور نفس کی خساست پر دلالت کرتا ہے۔

پڑوسی کی ایذا رسانی کو برداشت کرنا۔

انسان کے لیے یہ قابل تعریف بات ہے کہ اپنے پڑوسی کی غلطیوں سے چشم پوشی اور درگزر کرے اور اس کی زیادتیوں کو معاف کردے، خاص طور سے جبکہ بلاقصد وارادہ اس سے کوئی خطا صادر ہوجائے اور اس پر وہ نادم بھی ہو۔ اس لیے کہ بسا اوقات برائی کرنے والے کی برائی کو معاف کرنا بھی اور انحراف کے درست ہونے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (حم السجدہ ۳۴)

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا۔"

لہٰذا والدین اور مربی حضرات کو چاہیے کہ وہ بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ جب وہ سمجھدار ہوں تو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور اگر وہ بدسلوکی کریں تو وہ اس درگزر کریں۔

۴۔ استاد کا حق

یہ اہم معاشرتی، تہذیبی اور اخلاقی حقوق میں سے ایک ہے۔ اس لیے بچے کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ استاد کے احترام واکرام اور اس کے حقوق ادا کرنے کا خوگر بنے۔ خصوصاً جبکہ معلم نیک ومتقی ہو، ور مکارم اخلاق میں ممتاز ہو۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (رواہ احمد، حاکم)

"وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور علما کے حق کو نہ پہچانے۔"

۲۔ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو اور علم حاصل کرنے کے لیے وقار اور سکون سیکھو اور جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ (طبرانی، معجم اوسط)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی تحقیر منافق ہی کیا کرتا ہے۔

۱۔ بوڑھا مسلمان ۲۔ استاد اور عالم، اور ۳۔ منصف حاکم۔

(طبرانی، معجم کبیر)

طالبعلموں کے لیے چند ہدایات

۱۔ طالب علم کو چاہیے کہ استاد کے سامنے تواضع اختیار کرے اور اس سے رائے مشورہ کرنے سے اعراض نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ باوجود جلالت قدر وعظمت اور بلندی مقام پر فائز ہونے کے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی پالان پکڑ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے علما کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد کو عظمت واحترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کو کامل سمجھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام مالکؒ کے سامنے ورق اس خوف سے آہستہ پلٹتا تھا کہ وہ آواز نہ سن لیں۔ حضرت ربیعؒ کہتے ہیں، کہ بخدا میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رعب کی وجہ سے کبھی یہ جرأت نہ کی کہ میں ایسی حالت میں پانی پیوں کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہوں۔

۳۔ طالب علم کو چاہیے کہ استاد سے تم یا تو کے ساتھ خطاب نہ کرے بلکہ نہایت ادب کے ساتھ حضرت استاد، استاذی

وغیرہ کے الفاظ سے مخاطب کرے، اسی طرح استاد کی غیر موجودگی میں بھی استاد کا نام اس طرح سے لے کہ جسے سن کر دوسرے شخص کو اس کی عظمت واحترام کا اندازہ ہو۔

۴۔ شاگرد کو چاہیے کہ معلم واستاد کے حق کو پہچانے اور اس کے مرتبہ وفضل کو یاد رکھے۔ حضرت شعبہ رحمۃ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی سے حدیث سن لیتا ہوں تو زندگی بھر کے لیے اس کا غلام بن جاتا ہوں۔

۵۔ طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے اساتذہ کے لیے ساری زندگی دعا کرتا رہے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد، اعزہ، رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھے اور ان کی قبر پر حاضری دیا کرے اور ان کے لیے استغفار کیا کرے، اور ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا کرے اور ان کے اخلاق وعادات کو پیش نظر رکھے اور پیروی کرے۔

۶۔ طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے استاد کی سخت گیری اور سخت مزاجی کو برداشت کرے اور اپنی غلطی پر معذرت پیش کرے۔

۷۔ طالبعلم کو چاہیے کہ استاد کے سامنے نہایت سکون اور تواضع واحترام سے بیٹھے اور ہمہ تن گوش ہو کر اس کی طرف متوجہ رہے اور بلا ضرورت ادھر ادھر نہ دیکھے۔

۸۔ طالبعلم پر لازم ہے کہ وہ اپنے استاد کے سامنے ہر اس حرکت سے دور رہے جو وقار کے خلاف اور ادب وحیا کے منافی ہو۔ والدین کو چاہیے کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ کوئی ملحد قسم کا استاد اس کے بچے کو کفر اور گمراہی کی باتوں کی تلقین کرتا ہے تو اس پر اللہ کے لیے ناراض ہو اور اس کو اپنے بچوں کے لیے استاد منتخب نہ کرے۔

۵۔ ساتھیوں کا حق

بچے کے لیے اچھے ہمنشین کا انتخاب کرنا نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ صحبت کا اعمال اور اخلاق پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ سچ کہا ہے جس نے یہ کہا ہے "تم مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ بلکہ مجھ سے یہ پوچھو کہ تم کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، اس سے تم پہچان لو گے کہ میں کون ہوں؟

اب اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے فرامین مبارک ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ مشک والا یا تو مشک (بلاعوض) تم کو دے دے گا یا تو تم اس سے خرید لو گے، یا اس کے پاس سے تمہیں اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا اور یا اس کے پاس سے تمہیں بدبو ملے گی۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تم ساتھ نہ رہنا مگر مومن کے، اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر متقی آدمی۔ (ابوداؤد وترمذی)

۳۔ نیز ارشاد فرمایا۔ تم برے ساتھی سے بچو، اس لیے کہ تمہیں اسی کے ذریعہ پہچانا جائے گا۔ (ابن عساکر)

۴۔ نیز ارشاد فرمایا: انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ اس لیے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟ (ترمذی، ابوداؤد)

ان تمام امور کی وجہ سے مربی پر لازم ہے کہ اپنے بچے کے لیے اچھے ساتھیوں کا انتخاب کرے، خصوصاً جب سن شعور کو پہنچے تو اس کے لیے صالح ساتھیوں کو منتخب کرے جن کے ساتھ وہ اٹھے بیٹھے اور کھیلے کودے اور پڑھے لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بلا کسی شک وشبہ کے ایسا معتدل اور فعال شخص بنے گا جو معاشرے کے حق کو ایسے صحیح طریقے سے ادا کرے گا جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جس کا اسلام حکم کرتا ہے۔

۶۔ بڑے کا حق

بڑے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عمر میں بڑا ہو، علم میں بڑا ہو، دین وتقویٰ میں بڑا ہو، عزت وشرافت اور قدر ومنزلت میں برتر ہو، پس چھوٹوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑوں کی قدر ومنزلت کو پہچانیں اور ان کے حقوق کو ادا کریں۔

ارشادات نبوی:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ يُّكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ (ترمذی)

"جو نوجوان کسی بوڑھے کا اس کے بڑھاپے کی وجہ سے اکرام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے افراد کو مقرر کرے گا جو اس کے بڑھاپے میں اس کا احترام کریں گے۔"

۲۔ نیز ارشاد فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔"

(داؤد، ترمذی)

۳۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تقاضا یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور اسی طرح قرآن کریم کے حامل و حافظ کا بھی اکرام ہونا چاہیے، مگر جو اس میں غلو کرنے والا ہو اور اس کو چھوڑنے والا ہو، اور اسی طرح عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔ (ابوداؤد)

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں، اسی اثنا میں میرے پاس دو صاحبان آئے، جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو میں نے مسواک ان دونوں میں سے چھوٹے کو دے دی۔ تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجیے۔ لہٰذا میں نے مسواک ان دونوں میں سے جو بڑا تھا، اس کے حوالے کر دی۔ (مسلم)

رفاقت و مصاحبت کے حقوق

الف۔ ملاقات کے وقت سلام کرنا

ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اسلام کے آداب میں سے کون سا ادب زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، جس کو تم جانتے ہو اور اس کو جس کو تم نہیں جانتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو گے جب تک مومن نہ بن جاؤ، اور تم مومن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو اور کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اسے اختیار کر لو تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

ب۔ اگر بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی اور عیادت کرنا

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیمار کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور قیدی کو آزاد کراؤ۔ (بخاری)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ ۱۔ سلام کا جواب دینا۔ ۲۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ ۳۔ جنازے میں شامل ہونا۔ ۴۔ دعوت کا قبول کرنا۔ ۵۔ چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری، مسلم)

ج۔ چھینک آنے پر اس کا جواب دینا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کو يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے۔ اور جب اس کا ساتھی یا بھائی يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے تو وہ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کرے۔ (بخاری)

د۔ اللہ کے لیے اس سے ملاقات کرنا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرتا ہے، تو اسے ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے کہ تم اچھے رہو اور تمہارا یہ چلنا مبارک ہو، اور تم نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ہ۔ سختی و پریشانی کے وقت اس کی مدد کرنا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی معمولی پریشانی بھی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی کسی بڑی پریشانی کو دور

فرمائیں گے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

و۔ مختلف موقعوں اور مناسبات میں ہدیہ دینا

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تَهَادُوْا تَحَابُّوْا ۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو (اور اس کے ذریعے) ایک دوسرے سے محبت کرو۔ (مجمع الزوائد)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مومنین کی عورتو! ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو۔ چاہے بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد)

نیز ایک حدیث میں ہے: آپس میں مصافحہ کیا کرو یہ کینہ دور کرتا ہے اور آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (مؤطا امام مالک)

پس اے مربی حضرات! یہ وہ اہم اصول و ضوابط ہیں جنہیں بچوں کو شعور کی آنکھ کھولتے ہی سکھانا چاہیے۔ اس لیے کہ معاشرہ جب جذبۂ محبت و اخلاص، اور باہمی تعاون اور خیر خواہی کی بنیادوں پر قائم ہوگا، تو اس سے عدل و انصاف اور مساوات اور بھائی چارے کی فضا اطراف عالم اور تمام سرزمین میں پھیل جائے گی۔

عمومی معاشرتی آداب کا پابند ہونا

تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ بچوں کو معاشرتی آداب بھی سکھائیں، جن کے چند اہم عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ کھانے پینے کے آداب
۲۔ سلام کے آداب
۳۔ اجازت طلب کرنے کے آداب
۴۔ مجلس کے آداب
۵۔ بات چیت کے آداب
۶۔ مزاح و مذاق کے آداب
۷۔ مبارکباد دینے کے آداب
۸۔ بیمار پرسی کے آداب
۹۔ تعزیت کے آداب
۱۰۔ چھینک اور جمائی کے آداب۔

۱۔ کھانے کے آداب

الف۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهُ (ابوداؤد، ترمذی)

”کھانے میں برکت اس کے شروع کرنے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھونے میں ہے۔“

نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی خیر و برکت بڑھا دے تو اسے چاہیے کہ جب اس کا کھانا آئے تو اس سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور جب اسے اٹھایا جائے تب بھی ہاتھ دھوئے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

ب۔ کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرے۔ اور اگر شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ، یعنی میں اس کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز روایات میں ہے جب نبی کریم ﷺ کھاتے پیتے تھے، تو یہ فرماتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (احمد)

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔“

جب دوسرے کے یہاں کھانا کھائے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ (مشکوۃ)

”اے اللہ! اس کو کھلا، جس نے مجھ کو کھلایا اور اس کو پلا، جس نے مجھ کو پلایا۔“

ج۔ جو کھانا بھی سامنے آئے تو اس کی برائی نہ کرے۔

اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کھانے کی برائی نہیں کی۔ اگر کھانا آپ ﷺ کو اچھا معلوم ہوتا تھا تو تناول فرما لیتے تھے۔ اور اگر مرغوب نہ ہوتا تھا تو چھوڑ دیتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

د۔ داہنے ہاتھ سے کھانا اور اپنے سامنے سے کھانا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بچہ تھا، اور برتن میں میرا ہاتھ ادھر ادھر چلا جاتا تھا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے لڑکے اللہ کا نام لو، اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ (مسلم)

ہ۔ ٹیک لگا کر نہ کھانا۔

ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لیے مضر ہے اور اس میں تکبر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا آكُلُ مُتَّكِئًا۔ (بخاری)

”میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔“

و۔ اگر کوئی بڑا موجود ہو تو اس سے قبل کھانا شروع نہ کریں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے، تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالتے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنا دست مبارک برتن میں نہ ڈالیں۔ (مسلم)

پینے کے آداب

الف۔ بسم اللہ پڑھ کر پینا، آخر میں الحمدللہ پڑھنا اور دو یا تین سانس میں پینا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ

(ترمذی)

”اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو یا تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پیو، اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کیا کرو۔“

ب۔ مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پینا مکروہ ہے۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مشک یا مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پیا جائے، اس لیے کہ یہ انداز معاشرہ کے مزاج کے منافی ہے اور یہ بھی ڈر ہے کہ پانی میں کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو صحت کے لیے مضر ہو اور اس کا علم نہ ہو سکے۔

ج۔ پانی وغیرہ کو پھونک کر پینے کی ممانعت۔

حضور ﷺ نے برتن میں منہ لگا ہونے کی حالت میں سانس لینے اور پانی میں پھونک مار کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے اور پانی میں پھونکنے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔ نیز اس حرکت کا معاشرتی آداب کے منافی ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

و۔ بیٹھ کر کھانا پینا مستحب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو اور برا ہے۔ (مسلم)

و۔ پیٹ کو کھانے اور پینے سے خوب بھرنے کی ممانعت۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے بدتر کسی برتن کو نہیں بھرا۔ آدمی کے لیے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کر دیں۔ لیکن اگر زیادہ کھانا چاہتے ہو تو ایک حصہ کو کھانے کے لیے، اور ایک حصہ پانی کے لیے اور ایک حصہ سانس لینے کے لیے کر لو۔ (احمد، ترمذی)

مناسب ہے کہ سونے کے وقت اور سو کر اٹھنے کے بعد کے آداب و دعائیں بھی بچوں کو سکھائی جائیں مثلاً:

سونے کے وقت یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى (بخاری)

"اے اللہ! تیرے نام پر مرتا اور تیرے ہی نام سے جیتا ہوں۔"

سو کر اٹھے تو یہ پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ. (بخاری)

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جگایا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔"

۲۔ سلام کے آداب

اسلام میں سلام کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ان آداب کو بچے میں راسخ کریں اور اسے اس کا عادی بنائیں۔

الف۔ بچے کو یہ تعلیم دیں کہ شریعت نے سلام کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَہْلِہَا (النور ۲۷)

"اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو، جب تک اجازت حاصل نہ کر لو اور اس میں رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔"

نیز فرمایا:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً (النور ۶۱)

"پھر جب تم گھروں میں جانے لگو، تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو، دعا کے طور پر جو خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ برکت والی عمدہ چیز ہے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا چیز زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ (بخاری، مسلم)

"کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، اس کو بھی جسے تم جانتے ہو، اور اس کو بھی جسے تم نہیں پہچانتے۔"

نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو گے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ، اور مومن اس وقت تک نہ ہو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جب تم وہ کر لو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، آپس میں سلام کو پھیلاؤ (یعنی سلام کرنے کا رواج ڈالو)۔

بچے کو سلام کے آداب سکھلائیں

وہ یہ ہیں کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں، اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، اور چلنے والا بیٹھنے والے کو، اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو۔ (بخاری، مسلم)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (بخاری)

چند مخصوص جن کو سلام کرنا مکروہ ہے

وضو کرنے والے کو، جو شخص حمام میں ہو اس کو، کھانا کھانے والے کو، لڑائی جھگڑا کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے، ایسے ہی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو، اللہ کا ذکر کرنے والے، حج میں تلبیہ پڑھنے والے کو، جمعہ وغیرہ میں خطبہ دینے والے کو، تقریر کرنے والے کو، مسجد مدرسہ میں درس و تدریس یا وعظ و نصیحت کرنے والے کو، اذان یا اقامت کہنے والے کو اور قضائے حاجت میں مشغول اشخاص کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالات میں سلام کرے تو سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے۔ لہٰذا مربی حضرات کو چاہیے کہ سلام کے آداب کی خود رعایت کریں اور یہ آداب اپنے بچوں کو بھی سکھلائیں، تاکہ وہ معاشرتی زندگی میں ان آداب کے عادی بنیں۔

۳۔ ملنے کے لیے اجازت مانگنے کے آداب

اجازت طلب کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں جن کو بچوں میں راسخ کرنا اور سکھانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (النور ۵۸)

"اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے۔ (۱) نماز فجر سے پہلے۔ (۲) اور جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو۔ (۳) اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر کچھ الزام ہے۔ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس۔ اسی طرح اللہ تم سے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اس قرآنی نص میں اللہ تعالیٰ مربیوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو جو ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، یہ تعلیم دیں کہ وہ تین حالات واوقات میں گھر میں جانے کے لیے اجازت مانگا کریں۔

۱۔ فجر سے پہلے، اس لیے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے۔

۲۔ دوپہر کے وقت، اس لیے کہ وہ کھانے کے بعد قیلولہ اور آرام کا وقت ہوتا ہے۔

۳۔ نماز عشاء کے بعد، اس لیے کہ یہ تو خاص طور سے سونے ہی کا وقت ہوتا ہے۔

جب بچے سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان اوقات مذکورہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اجازت لے کر اندر جائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کی تعمیل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (النور ۵۹)

"اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیے جیسا ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑے عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں۔"

قرآن کریم کی ان رہنمائیوں سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بچوں کی معاشرتی تربیت اور کردار واخلاق سازی کا بہت اہتمام کرتا ہے تاکہ بچہ جب سن بلوغ کو پہنچے تو وہ آداب و اخلاق اور اپنی تمام زندگی میں ایک مہذب اور شائستہ انسان کا زندہ نمونہ ہو۔

اجازت طلب کرنے کا طریقہ

ا۔ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ پہلے السلام علیکم کہے پھر کہے میں داخل ہو سکتا ہوں؟۔ (ابوداؤد)

ب۔ اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام یا لقب ذکر کرنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کون ہے؟ میں نے عرض کیا، میں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا "میں، میں کیا ہوتا ہے"؟ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر اپنا نام یا لقب بتلانا چاہیے تاکہ دریافت کرنے والے کو الجھن نہ ہو۔

ج۔ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اجازت تین مرتبہ طلب کرنا چاہیے۔ پھر اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس ہو جاؤ۔ بہتر ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت طلب کرنے اور دوسری مرتبہ اجازت طلب کرنے کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں انسان چار رکعت نماز پڑھ لے، اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت اجازت طلب کی جا رہی ہو وہ نماز پڑھ رہا ہو یا قضاء حاجت کے لیے گیا ہو۔

د۔ اجازت طلب کرتے وقت دروازے سے کنارے کھڑے ہونا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو بالکل دروازے کے سامنے ہرگز نہ کھڑے ہوتے، بلکہ اس کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر فرماتے "السلام علیکم"۔ (ابوداؤد)

د۔ اگر گھر والا اجازت نہ دے تو خوشی خوشی واپس لوٹ جانا چاہیے۔

اس لیے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ۔ (النور ۲۸)

"اور اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو، یہی تمہارے حق میں پاکیزہ تر ہے۔"

یہ وہ آداب اسلامی ہیں جنہیں مربیوں کو خود اپنانا چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی سکھانا چاہیے۔

۴۔ مجلس کے آداب

کوئی انسان تنہائی میں زندگی نہیں گزارتا۔ مہد سے لحد تک اسے دوسرے لوگوں سے ربط وضبط کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے بہتر اور کامیاب زندگی میں انسان کے سماجی تعلقات بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سماجی تعلقات میں مجلسی روابط کو خصوصیت حاصل ہے۔ اس لیے ماں باپ اور مربی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کے دوران سماجی رکھ رکھاؤ اور مجلسی آداب کا درس ضرور دیں۔

الف۔ مجلس میں جس سے ملے مصافحہ کرے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی بھی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں، کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں اور مصافحہ کریں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عطا خراسانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپس میں مصافحہ کیا کرو، اس سے کینہ اور حسد دور ہوتا ہے اور ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عداوت ختم ہو جاتی ہے۔

ب۔ آنے والے کو چاہیے کہ جہاں مجلس ختم ہو وہیں بیٹھ جائے۔

جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے جہاں جگہ ہوتی تھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ آنے والا عام آدمی ہو لیکن اگر آنے والا عالم یا ذی وجاہت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ حاضرین یا گھر والے اس کو اس کے مناسب جگہ بٹھائیں۔

ج۔ مجلس میں اگر تین افراد ہوں تو دو آدمیوں کو آپس میں سرگوشی نہیں کرنا چاہیے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں، تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو اور وہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

د۔ مجلس کے کفارہ کی دعا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ فرماتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ (حاکم)

"اے اللہ آپ پاک ہیں اور میں آپ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔"

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آج کل آپ ﷺ ایک ایسی دعا پڑھتے ہیں جو اس سے قبل نہیں پڑھتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا ان غلطیوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں صادر ہو جاتی ہیں۔

مجلس کے جو آداب شرعیہ ہم نے بیان کیے ہیں ان پر مربیان کرام کو خود عمل کرنا چاہیے اور بچوں کو بھی یہ آداب سکھانا چاہئیں تاکہ وہ بھی معاشرتی زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں ان کو اپنائیں۔

۵۔ گفتگو کے آداب

معاشرتی آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مربی حضرات بچپن

ہی سے اپنے بچوں کو بات چیت کرنے کے آداب سکھائیں اور جواب دینے کے اصول ذہن نشین کرائیں اس سلسلے میں ذیل میں درج باتوں کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

الف۔ گفتگو کرنا۔

فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کرنا انسان کے لیے زیور ہے اور شیریں انداز گفتگو انسان کا جمال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر ارشاد فرمایا: انسان کا جمال اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ (المستدرک للحاکم)

ب۔ بات آہستہ آہستہ اور واضح کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی گفتگو کے الفاظ شمار کرنا چاہے تو شمار کر لے۔ (بخاری و مسلم)

اور اسماعیل اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی کہ دلوں تک پہنچ جاتی تھی اور ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی جسے ہر سننے والا سمجھ لیا کرتا تھا۔

ج۔ فصاحت و بلاغت میں زیادہ تکلف کی ممانعت۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی فصیح اور واضح گفتگو فرماتے جس میں نہ طوالت ہوتی نہ اختصار اور بہت زیادہ بات چیت نہ فرماتے اور منہ پھاڑ کر تکلف سے بات کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

د۔ لوگوں کی سمجھ کے مطابق بات کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم انبیا کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے لوگوں سے ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کریں۔ (مسند دیلمی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کرو جنہیں وہ سمجھتے اور جانتے ہوں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے۔ (بخاری)

ہ۔ بات کرنے میں تمام حاضرین کی طرف توجہ دینا۔

گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا اپنی نظر اور توجہ تمام حاضرین کی طرف رکھے۔ تاکہ ان میں سے ہر فرد یہ محسوس کرے کہ وہ اسی سے مخاطب ہے یا اس سے خاص طور سے بات کر رہا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور اور طریقہ تھا، جس سے ہر صحابی اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص محبوب سمجھتا تھا۔

و۔ گفتگو کے درمیان خوش کلامی کرنا۔

گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ گفتگو کے دوران اور اس کے بعد کسی قدر مزاح کی باتیں بھی کرے، تاکہ لوگ تنگ دل نہ ہوں اور آزردہ خاطر نہ ہو جائیں۔

۲۔ مذاق کے آداب

اسلام اپنے شاندار بنیادی اصولوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ دوسروں سے مانوس ہوں اور دوسروں کو اپنے سے مانوس بنائیں۔ خوش اخلاق، خوش طبع، خندہ پیشانی والے، اچھے اوصاف کے مالک ہوں اور بہترین برتاؤ کرنے والے ہوں، تاکہ جب لوگ ان سے ملیں تو ان کی طرف راغب ہوں۔ مگر ہاں مذاق اور دل لگی میں بھی کچھ قواعد و آداب ہیں جن کی رعایت لازم و ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ مذاق میں اعتدال ہونا چاہیے زیادہ ہنسی مذاق سے دل مردہ ہو جاتا ہے، عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور چھوٹا بڑے پر جری ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مذاق میں کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہیے مذاق، گھر بار، رشتے داروں اور دوستوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مذاق ایسا ہو جس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، نہ کسی مخلوق کی توہین و تذلیل ہوتی ہو اور نہ وہ کسی کے تمسخر کرنے کا ذریعے ہو۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو ایسے مذاق سے منع فرماتے تھے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تم میں سے کوئی شخص کسی کا سامان نہ مذاق میں لے نہ حقیقت میں اور جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کا عصا بھی لے تو

اسے چاہیے کہ واپس لوٹا دے۔‘‘ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک صاحب کی جوتی اٹھالی اور مذاقاً چھپادی، یہ بات رسول اللہ ﷺ کے علم میں لائی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو نہ ڈراؤ اس لیے کہ مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

ہمارے شہروں میں اپریل فول کی ایک عادت چل پڑی ہے جو نہایت گندی اور ناپسندیدہ ہے، جسے ہم نے اہل مغرب سے لیا ہے۔ جس کا ہمارے بلند اسلامی اخلاق و اقدار سے کوئی تعلق نہیں اور بلاشبہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو قطعی حرام ہے اور کھلا ہوا کذب اور گندہ مذاق ہے۔ اس لیے اس کو ترک کردینا چاہیے۔

۷۔ مبارک باد دینے کے آداب

بچے کی تربیت اور معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں یہ بھی لازم ہے کہ اس کو مبارکباد دینے کے آداب کا عادی بنایا جائے۔ اس لیے کہ مسلمان کو مبارک باد پیش کرنا اور اس کو خوش کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑی نیکی ہے اور فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل ہے بلکہ مغفرت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچانے کا راستہ ہے۔

۱۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو خوش کرنے کے لیے اس طریقے سے ملتا ہے جو اسے پسند ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کردیں گے۔ (معجم صغیر، طبرانی)

۲۔ نیز حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسباب مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ تم مسلمان بھائی کو خوش کردو۔ (معجم کبیر)

۳۔ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرائض کے بعد محبوب ترین عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ (معجم کبیر و اوسط)

۴۔ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مسلمان گھرانے کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوتے۔ (طبرانی)

مبارک باد کے ساتھ ہدیہ پیش کرنا مستحب ہے۔

جب کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو یا کوئی سفر سے آئے یا اور کوئی خوشی کا موقع ہو تو مبارکباد پیش کرنے کے ساتھ کچھ ہدیہ بھی پیش کردیا جائے تو بہتر ہے، اس لیے کہ بہت سی احادیث میں ہدیہ دینے پر ابھارا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

تَهَادَوْا وَهَاجِرُوْا تُوَرِّثُوْا اَبْنَاءَكُمْ مَجْدًا وَاَقِيْلُوا الْكِرَامَ عَثَرَاتِهِمْ۔ (طبرانی و عسکری)

’’ہدیہ دیا کرو اور ہجرت کرو تاکہ اپنے بچوں کو باعزت بناسکو اور شریفوں کی لغزشوں سے درگزر کردیا کرو۔‘‘

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَهَادَوْا تَحَابُّوْا۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور محبت پیدا کرو۔ (طبرانی معجم اوسط)

۸۔ عیادت کے آداب

وہ اہم ترین معاشرتی آداب جن کی طرف مربیوں کو بہت توجہ دینی چاہیے اور اپنے بچوں کو ان کا عادی بنانا چاہیے ان میں سے بیمار کی عیادت کے آداب بھی ہیں، تاکہ بچے میں شروع ہی سے دوسروں کے درد و غم میں شریک ہونے کی عادت پیدا ہوجائے۔ اس لیے اسلام نے بیمار کی عیادت کا حکم دیا ہے بلکہ اس کی عیادت کو مسلمان کا مسلمان پر حق قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّاعِيْ، وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ۔ (بخاری، مسلم)

’’ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت کا قبول کرنا، اور سلام کو پھیلانا۔‘‘

عیادت کے آداب درج ذیل ہیں:

۱۔ بیمار پرسی میں جلدی کرنا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ

* * *

"جب وہ (مسلمان) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیادت بیماری کی ابتدا ہی سے ہونی چاہیے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت بیماری کے تین دن گزرنے کے بعد ہونا چاہیے۔ تو ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہو جائے گی کہ اگر مرض خطرناک ہو تو فوراً عیادت کرنی چاہیے اور اگر عام بیماری ہو تو تین دن کے بعد کرنا چاہیے۔

۲۔ عیادت کے وقت میں کم بیٹھنا چاہیے۔

کوئی شخص عیادت کے لیے جائے اور اس کے دیر تک بیٹھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو زیادہ دیر نہ بیٹھے اور اگر مریض کو اس سے تسلی ہو اور اس کی باتوں سے مریض کا دل بہلتا ہو تو زیادہ دیر تک بیٹھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

۳۔ بیمار کے اہل وعیال سے اس کا حال پوچھے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مرض وفات میں آپ ﷺ کے پاس سے تشریف لائے تو لوگوں نے سوال کیا کہ اے ابو الحسن! حضور ﷺ کی رات کیسی گزری؟ انہوں نے فرمایا:

اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا "الحمد للہ رو بصحت ہیں۔"

۹۔ تعزیت کے آداب

وہ معاشرتی آداب جن کا مربیوں کو بچوں کی تربیت کے سلسلے میں اہتمام کرنا چاہیے ان میں سے تعزیت بھی ہے، اگر کسی کے عزیز کا انتقال ہو جائے یا کوئی عزیز ترین چیز گم ہو جائے تو اس پر تعزیت کرنی چاہیے۔

تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کلمات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے میت کے پسماندگان کو اس طرح سے تسلی دے جس سے ان کا غم ہلکا ہو اور مصیبت کا تحمل آسان ہو جائے، لہٰذا تعزیت کرنا مستحب ہے خواہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں جو مصیبت کے موقع پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اعزاز واکرام کی پوشاک پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ)

۲۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے اس کو بھی اس کے برابر اجر وثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

اور مناسب ہے کہ گھر کے تمام افراد اور رشتے داروں، چھوٹوں، بڑوں، عورتوں، مردوں سب سے کی جائے، یہ تعزیت خواہ دفن سے پہلے ہو یا بعد میں، مگر تین دن کے اندر اندر ہو، البتہ اگر تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہ موجود نہ ہو تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تعزیت کے اہم آداب درج ذیل ہیں:

۱۔ جہاں تک ہو سکے مسنون کلمات سے تعزیت کی جائے۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ تعزیت جن کلمات سے بھی کرے جائز ہے۔ البتہ ہمارے اصحاب نے یہ مستحب جانا ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کی تعزیت کرتے ہوئے ان الفاظ کو ادا کرے:

اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَکَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِکَ.

"اللہ تمہارا اجر بڑھائے اور صبر کی توفیق بخشے اور تمہارے (عزیز کی) میت کی مغفرت کرے۔"

۲۔ میت کے گھر والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا۔

شریعت اسلامیہ نے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے، اس لیے کہ اس حادثے کی وجہ سے ان کے دل شکستہ ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آلِ جعفر کے لیے کھانا بنالو، کیونکہ ان پر ایسی مصیبت آن پڑی ہے جو ان کو اس سے غافل کر دے گی۔

اور ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے گھر والوں کا ان لوگوں کے لیے کھانا پکوانا مکروہ ہے جو تعزیت کے لیے آئے ہیں۔ ہاں فقہا نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جو تعزیت کے لیے دور دراز سے آئے ہیں اور میت والوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو کہ وہ ضیافت کریں۔

۱۰۔ چھینک اور جمائی کے آداب

۱۔ چھینکنے والے کو الحمد للہ اور سننے والے کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے، تو اسے چاہیے کہ کہے یَہْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی حالت درست کرے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ کہے یعنی اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۲۔ اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دیا جائے۔

اس لیے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو اس کو یَرْحَمُکَ اللّٰہ سے جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دو۔

۳۔ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا اور آواز کو پست کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے تھے، اور اس کے ذریعے آواز کو پست کرلیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک اور جمائی لینے میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ (ابن السنی)

۴۔ تین مرتبہ چھینک آنے تک جواب دینا۔

اگر کسی شخص کو مسلسل چھینک آئے تو ایسی صورت میں سنت یہ ہے کہ سننے والے اسے تین مرتبہ تک جواب دے، اس لیے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے چھینک آئی، میں وہیں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے الحمد للہ کہنے کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہ فرمایا، انہیں دوبارہ چھینک آئی یا تیسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یَرْحَمُکَ اللّٰہ، ان کو زکام ہو گیا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

جنسی تربیت کی ذمہ داری

جنسی تربیت سے مقصد یہ ہے کہ بچہ جب ان معاملات کو سمجھنے کے قابل ہو جائے جو جنس اور انسانی خواہشات سے تعلق رکھتے ہیں تو مربیوں کو ان امور کی طرف توجہ دینی چاہیے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب۔
۲۔ دیکھنے کے احکام۔
۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا۔
۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھلانا۔
۵۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنا چاہئیں؟

۱۔ اجازت طلب کرنے کے آداب

ان آداب کی تفصیل ''عمومی معاشرتی آداب'' کے باب میں پچھلے صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ ان کا وہاں مطالعہ کرلیا جائے۔

۲۔ دیکھنے کے احکام

الف۔ محارم کی طرف دیکھنے کے احکام: جن عورتوں سے نکاح کرنا انسان پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو انہیں مرد کا محارم کہا جاتا ہے وہ مرد جن سے عورت کو ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو انہیں عورتوں کا محارم کہا جاتا ہے۔ تو اس لحاظ سے محارم میں یہ لوگ داخل ہیں:

نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں سات ہیں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد پاک میں فرمایا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ (النساء: ۲۳)

''تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔''

وہ عورتیں جو رشتہ ازدواج کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں، وہ چار ہیں:

والد کی بیوی، بیٹے کی بیوی، بیوی کی والدہ، بیوی کی بیٹی، یہ سب قرآن پاک سے ثابت ہے۔

دودھ کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں یہ ہیں:

وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (النساء: ۲۳)

''اور (تم پر حرام کی گئیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ شریک ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (مسلم)

"رضاعت کی وجہ سے بھی وہ عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں۔"

لہٰذا نسب کی وجہ سے وہ عورتیں حرام ہیں جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ اسی طرح یہ رشتے رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ جیسے رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی وغیرہ۔

ب۔ جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو، اس کی طرف دیکھنے کے احکام:

شریعت اسلامیہ نے شادی کرنے والے کو اپنی ہونے والی عورت کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح لڑکی کو بھی اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ لے تاکہ دونوں شریک حیات ایک دوسرے کو خوشدلی سے پسند کریں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا (مسلم)

"اس کو دیکھ لو۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے تمہارے رشتۂ ازدواج کو دوام ملے گا۔"

یعنی دیکھ لینا باہم الفت ومحبت کو دوام بخشتا ہے۔

لیکن اس دیکھنے کے بھی آداب ہیں جن کی رعایت ضروری ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ اگر لڑکے کا کسی لڑکی سے نکاح کرنے کا پکا ارادہ ہو، تو اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھ سکتا ہے۔

۲۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس لڑکی کی صورت کو اپنے ذہن میں رکھنے کے لیے کئی بار نظر ڈال سکتا ہے۔

۳۔ لڑکی اور لڑکا دیکھنے اور شادی طے ہونے والی مجلس میں ایک دوسرے سے بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔

۴۔ ہاں لڑکی سے مصافحہ کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے، کیوں کہ شادی سے قبل دولڑکی اجنبیہ ہوتی ہے اور اجنبیہ سے مصافحہ کرنا حرام ہے۔

۵۔ اسی طرح لڑکی کے کسی عزیز کے بغیر تنہائی میں دونوں کا اکٹھا ہونا بھی جائز نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آزاد خاندانوں میں آج کل جو عام رواج ہے کہ لڑکا اور لڑکی بغیر کسی قید وبند کے ملتے جلتے رہتے ہیں جس کا جواز یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی عادات واخلاق سے واقف ہو جائیں تو یہ طریقہ اسلام کے بالکل خلاف ہے، اس لیے کہ اگر شادی طے نہ ہوئی تو پھر اس کا ضرر لڑکی کو خاص طور سے یہ پہنچے گا کہ لڑکی بدنام ہو جائے گی اور لوگ ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے سے گریز کرنے لگیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکی بغیر شادی ہی کے بیٹھی رہ جائے گی۔

ج۔ اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کے احکام:

اجنبی مرد وہ ہے جس سے عورت کے لیے نکاح کرنا جائز ہو، جیسے کہ چچا زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی اور بہن کا شوہر اور خالہ کا شوہر (مگر جبکہ بہن اور خالہ سے رشتۂ زوجیت ختم ہو چکا ہو)۔

اجنبی عورت وہ ہے جس سے نکاح کرنا درست ہو جیسے چچا زاد بہن، پھوپھی زاد بہن، ماموں زاد بہن وغیرہ۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے حرام ہونے کی اصل دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیل ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(النور ۳۰۔۳۱)

"آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو لوگ کیا کرتے ہیں اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

رسول اللہ ﷺ اللہ جل شانہ سے روایت کرتے ہیں کہ "نگاہِ بد شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو میرے ڈر

سے اسے چھوڑ دے گا تو میں اس کے بدلے میں اس کے دل میں ایسا ایمان پیدا کروں گا جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی، حاکم)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑے اور پھر وہ اپنی نگاہ اس سے جھکا لے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتے ہیں جس کی حلاوت اسے اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے۔ (احمد، طبرانی)

د۔ عورت کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کے احکام:

مسلمان عورت راستوں میں چلتے ہوئے جو ہر قسم کے کھیلوں میں مشغول یا کاروبار وغیرہ میں مصروف مردوں کو دیکھ سکتی ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے مسجد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل حبشہ کے لوگوں کو نیزہ بازی کرتے ہوئے دکھلایا تھا۔ (بخاری و مسلم)

رہی وہ حدیث جس میں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے وہ اس لیے کہ یہ حضرات ایک ہی مجلس میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے لیے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے۔ لہٰذا اگر فتنے کا خوف ہو تو عورت کا مرد کی طرف دیکھنا حرام ہوگا، ورنہ نہیں۔ اس لیے کہ مرد ہمیشہ سے چہرے کھلا رکھتے آئے ہیں اور عورتیں نقاب ڈالتی آئی ہیں، لہٰذا اگر دونوں کا حکم ایک ہی ہوتا تو مردوں کو بھی نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا عورتوں کو گھر سے نکلنے سے بالکل منع کر دیا جاتا۔

خلاصہ یہ کہ عورت اجنبی مردوں کو دو شرطوں کے ساتھ دیکھ سکتی ہے:

۱۔ دیکھنے کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔
۲۔ ایک ہی مجلس میں آمنے سامنے روبرو نہ بیٹھے ہوں۔

۳۔ بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنا

مربی پر اسلام نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جنسی جذبات کو بھڑکانے اور اخلاق کے خراب کرنے کا ذریعہ بن سکیں اور یہ کام اس وقت سے شروع کر دینا چاہیے جب بچہ بالغ ہونے کی عمر کے قریب پہنچ جائے، اور یہ زمانہ نو یا دس سال کی عمر سے بالغ ہونے تک کا زمانہ ہے۔ اس لیے بچے کو نو ہی سال کی عمر کے بعد سے عورتوں کے پاس جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا تھا، اس وقت وہ قریب البلوغ تھے۔ حضرت فضل قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کی طرف دیکھنے لگے جو نبی کریم ﷺ سے دینی امور میں کچھ پوچھ رہی تھی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا۔

اس باب میں مربی حضرات کی ذمہ داری دو باتوں میں منحصر ہے:

۱۔ داخلی نگرانی ۲۔ خارجی نگرانی

۱۔ داخلی نگرانی:

بچے کو خاص خاص اوقات میں گھر میں داخل نہ ہونے دینا (جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے)، بچے کو خوبصورت عورت کے پاس جانے سے روکنا، دس سال کی عمر کے بعد بہن یا بھائی کے بستر پر نہ سونے دینا، گھر میں ٹیلیویژن وغیرہ میں یا اس کے علاوہ مخرب اخلاق ڈراموں کے دیکھنے سے منع کرنا، بچے کو ننگی تصاویر یا محرک جذبات کیسٹ رکھنے سے باز رکھنا، یہ سب مربی کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ خارجی نگرانی:

سینما، تھیٹر اور ڈراموں سے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ہوں، ان سے روکنا۔ اسی طرح ان بازاری فتنہ سامانیوں اور عریاں لباسوں کو دیکھنے سے بھی باز رکھنا لازمی ہے جن کو دیکھ کر یہ نوجوان لڑکے اپنے دماغی استقلال اور ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔

اسی طرح مربی حضرات کے لیے ضروری ہے کہ غلط قسم کے ہوٹلوں کے فساد سے بچوں کو دور رکھیں، اس لیے کہ وہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جن میں شرافت و غیرت اور حمیت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور ایسی عورتیں جمع ہوتی ہیں جن کے دل میں حیا، پاکدامنی اور عزت و کرامت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

یہ ایک ایسی متعدی بیماری ہے کہ جو مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہمیں بھی لگ گئی ہے۔ چونکہ ہم نے اس مغربی

تہذیب کے صرف ظاہر کو دیکھا اور باطن پر غور نہیں کیا۔ اس لیے اس مرض میں ہم بھی گرفتار ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے وقت کو لغویات میں برباد اور زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۴۔ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے اور بعد کے احکام سکھلانا

۱۔ ذہن سازی:

اگر شروع ہی سے بچے کو ذہن نشین کرا دیا جائے کہ معاشرتی فساد اور اخلاقی بے راہ روی جو اسلامی معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے، یہ یہودی، صیہونی، اور صلیبی واستعماری سازشوں کا ہی نتیجہ ہے، تو بچے کو اس کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آجائے گی جو اسے شہوات، ولذات میں پڑنے سے روک دے گی اور بہت سے فتنوں سے رکاوٹ بن جائے گی۔

دین دشمن قوتیں چاہتی ہیں کہ شراب، جنسی ڈراموں، رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلویژن کے پروگراموں اور لادینی کتابوں، اخلاق سوز قصے کہانیوں کے ذریعے اسلامی معاشرے کو ختم اور تباہ کر دیا جائے، اس لیے اے تربیت کرنے والو! آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد اور جگر گوشوں میں دین کی صحیح سوچ اور سمجھ پیدا کریں، تاکہ وہ دشمنوں کے دام اور مکاروں کے جال سے واقف ہو جائیں۔

۲۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا:

بچے کو حرام سے روکنے اور فواحش سے باز رکھنے کے لیے یہ کامیاب ترین سلسلہ وذریعہ ہے، اس لیے کہ یہ بچے کے سامنے ان خطرات کی حقیقی صورت پیش کر دے گا جو فواحش کے سیلاب میں بہنے اور آزادی کے جال میں پھنسنے کا لازمی اثر ہوتا ہے۔

ماں باپ اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ جب بچے سمجھدار ہو جائے تو اسے شرعی احکام سمجھائیں جن کا تعلق فطری جذبات اور جنسی پختگی سے ہے، اس تعلیم کے دینے میں لڑکا اور لڑکی برابر ہیں، اس لیے کہ شرعاً دونوں ہی مکلف ہیں۔

بچے کے بلوغ، احتلام اور غسل وغیرہ کے بہت سے احکام و مسائل ہیں جن کی شرعی احکام کے مطابق بچے کو تعلیم دینی چاہیے۔

۵۔ کیا جنسی مسائل بچے کے سامنے بیان کرنے چاہئیں؟

بہت سے مربی حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا مربی کے لیے جائز ہے کہ بچے سے صاف صاف وہ تمام مسائل بیان کر دے جو اسے بالغ ہونے سے پہلے اور بالغ ہونے کے وقت پیش آتے ہیں؟

تو شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مربی اپنے بیٹے یا بیٹی کو ایسے امور بتلا سکتا ہے جن کا تعلق جنس اور شہوت سے ہو، بلکہ بعض دفعہ ان کا بتلانا واجب ہو جاتا ہے جبکہ کوئی شرعی حکم اس پر مرتب ہوتا ہو۔

چنانچہ بہت سی آیتوں میں جنسی اتصال وملاپ کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ انسان نطفے سے پیدا ہوا ہے، اس کے علاوہ زنا وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے نیز بعض آیتیں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ بتلا رہی ہیں کہ انسان کو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کس سے کرنا چاہیے اور کس سے نہیں، اور یہ کہ رمضان میں ہمبستری کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور حالت حیض میں عورتوں سے دوری اختیار کرنا چاہیے، تو یہ سب چیزیں جنس اور خواہش نفس ہی سے متعلق ہیں۔ پس اگر بچہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اس کا استاد و مربی ان حقائق کو اس کے سامنے بیان نہ کرے تو وہ ان آیات کو کیسے سمجھے گا؟ اس کے علاوہ یہ قرآن کریم کی دعوت تدبر کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ
اُولُو الْاَلْبَابِ ۝ (ص ۲۹)

"یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔"

بلکہ قرآن کریم ایسے لوگوں پر نکیر کرتا ہے جو قرآن کریم پڑھ کر ان آیتوں پر غور نہیں کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد ۲۴)

"تو کیا یہ لوگ قرآن پاک میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔"

اس سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے قرآن کریم اور دیگر

علوم و معارف پر مشتمل ہے، اسی طرح ضرورت کے مطابق جنسی مسائل پر بھی مشتمل ہے لہٰذا مسائل کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔

لیکن آپ کو دو اہم چیزوں کو یاد رکھنا چاہیے:

۱۔ عمر کے ہر حصے سے متعلق احکام کی تعلیم اسی کی مناسبت سے دیجیے۔ لہٰذا یہ قطعاً نامعقول بات ہے کہ آپ دس سال کی عمر کے بچے کو جنسی ملاپ کے اصول بتلائیں۔

۲۔ لڑکی کو یہ جنسی مسائل سکھانے کا کام ماں کو انجام دینا چاہیے، لیکن اگر کسی لڑکی کی ماں موجود نہ ہو تو اس کی جگہ کوئی اور عورت یہ کام انجام دے تو بہتر ہے۔

بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل

بچے کی تربیت کے مفید و مؤثر وسائل پانچ امور میں دائر ہیں:

۱۔ اسوۂ حسنہ کے ذریعے تربیت۔

۲۔ اچھی عادت کے ذریعے تربیت۔

۳۔ وعظ و نصیحت کے ذریعے تربیت۔

۴۔ دیکھ بھال کے ذریعے تربیت۔

۵۔ سزا دینے کے ذریعے تربیت۔

۱۔ اسوۂ حسنہ کے ذریعے تربیت

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی اور معاشرتی شخصیت سازی میں بحیثیت پیشوا و مقتدا اسوۂ حسنہ نہایت مؤثر و قوی وسیلہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ ہوا کرتا ہے۔ بچہ چال چلن میں اپنے مقتدا کی پیروی کرتا ہے اور شعوری و غیر شعوری طور پر اس کی نقل اتارتا ہے۔ چنانچہ اگر مربی سچا، امانت دار، بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ امانت، شرافت، بہادری اور پاکدامنی پر نشو و نما پائے گا اور اگر مربی جھوٹا، خائن، بزدل اور خسیس ہے تو بچہ بھی جھوٹ خیانت، بزدلی اور خساست میں بڑھے اور پلے گا۔ اسی لیے عربی شاعر نے اس معلم کے متعلق یہ فرماتے ہیں جس کا فعل اس کے قول کے خلاف ہو:

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيمُ

''اے دوسروں کو تعلیم دینے والے معلم! یہ تعلیم خود تمہارے اپنے لیے کیوں نہیں؟''

تَصِفُ الدَّوَاءَ لِذِي السِّقَامِ وَذِي الضَّنٰى كَيْمَا يَصِحُّ بِهٖ وَاَنْتَ سَقِيْمٌ

''تم بیماروں اور لاغروں کے لیے تو دوا اور نسخہ تجویز کرتے ہو تا کہ وہ شفایاب ہو جائیں، لیکن تم خود بیمار ہو۔''

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْ غَيِّهَا فَاِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَاَنْتَ حَكِيْمٌ

''پہلے خود اپنے نفس سے ابتدا کر کے اسے گمراہی سے روکو۔ اگر تمہارا نفس اس سے رک گیا تو پھر تم واقعی حکیم ہو گے۔''

فَهُنَاكَ يُقْبَلُ مَا وَعَظْتَ وَيُقْتَدٰى بِالْعِلْمِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيْمُ

''پھر تمہارے وعظ کو قبول کیا جائے گا اور تمہارے علم کی پیروی کی جائے گی اور تمہارا تعلیم دینا بھی فائدہ مند ہو گا۔''

رسول اللہ ﷺ مقتدا و پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اعلیٰ ترین اخلاقی و عقلی کمالات سے متصف کر کے مبعوث فرمایا تاکہ ہمیشہ ہمیشہ مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ و اسوہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

''تم لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

اللہ جل شانہٗ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت میں اسلامی اور نظام و طریقے کی کامل و مکمل تصویر رکھ دی ہے تاکہ آئندہ آنے والی قوموں کے لیے آپ ﷺ اپنے کمال اخلاق اور عظمت کردار میں زندہ و تابندہ نمونہ ثابت ہوں۔ نبی ﷺ کے شرف و فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَادِيْبِيْ

''میرے رب نے میری تربیت فرمائی اس لیے بہترین تربیت ہوئی۔''

اس لئے بچوں کو سیرت محمد ﷺ کا مطالعہ اور اسوۂ حسنہ کے مختلف پہلوؤں سے ضرور آگاہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کی زندگی کی تعمیر میں ابتدا ہی سے مثالی نقش قدم نمایاں ہو۔

۲۔ اچھی عادت کے ذریعے تربیت

شریعت اسلامیہ میں یہ طے شدہ امر ہے کہ بچہ از روئے

فطرت خالص توحید اور دینِ قیم اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے:

كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه (بخاری)

"ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بچے کو ابتدائی عمر ہی سے تعلیم و تادیب کے ذریعے توحید خالص اور مکارم اخلاق اور نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنانا چاہیے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کو جیسے ہی سمجھ بوجھ آ جائیں اور وہ دین و ایمان و اسلام کی بنیادی باتیں سمجھا دیں تو بچہ ایمان و اسلام کے عقیدے پر پختہ ہو جائے گا۔

یہی بنیادی امور ہیں جو سلف صالحین اپنے بچوں کے بچپنے میں ہی مرتب کرتے تھے اور ان کو بچپن ہی میں سکھلاتے اور اسی اخلاق سے آراستہ کرتے اور بہترین صفات کا عادی بنانے کے لیے اچھی طرح مہیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنی امیہ کے جیل میں قیدی لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ قید کے دوران میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انہوں نے کہا اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم ہو گئے ہیں۔

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں اس چیز کی بھی اہمیت ہے کہ بچے کے ساتھ مکتب میں ایسے بچوں کا ہونا ضروری ہے جو اچھے آداب و اخلاق کے ہوں اور جن کی عادات پسندیدہ و محمود ہوں اس لیے کہ بچہ بچے ہی سے زیادہ سیکھتا ہے اور اسی سے مانوس ہوتا ہے۔

بہرحال بچے کو ادب سکھانا اور بچپن ہی سے اس کی اچھی طرح اس کی تربیت کرنے سے بہترین نتائج اور شاندار ثمرات حاصل ہوتے ہیں جب کہ بڑی عمر میں ادب سکھانا اور تربیت کرنا اور عمل کا خوگر بنانا بہت مشکل اور کٹھن کام ہوتا ہے۔

۳۔ وعظ و نصیحت کے ذریعے تربیت کرنا

وہ اہم وسائل جو بچے کی ایمانی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی تربیت وعظ و نصیحت کے ذریعے کی جائے اس لیے کہ بچے کو اشیا کی حقیقت سمجھانے اور اسے اچھے کاموں میں لگانے اور مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے اور اسلام کی بنیادی مہمات سے آشنا کرانے میں وعظ و نصیحت کو بڑا دخل ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے اسی وعظ و نصیحت کے طریقے کو اپنایا اور اس کے ذریعے نفوس سے مخاطب کیا اور بہت سی آیات میں اسے دہرایا اور مختلف مقامات پر اپنے نصائح سے رہنمائی فرمائی ہے۔

۴۔ دیکھ بھال کے ذریعے تربیت

دیکھ بھال کے ذریعے تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے اور اس کے عقیدہ و اخلاق کے بنانے اور اس کی جسمانی تربیت اور نفسی صحت کے بارے میں برابر نگرانی رکھی جائے۔

اسلام نے اپنے بنیادی اصولوں کے ذریعے والدین اور مربیوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سب کے سب زندگی کے ہر گوشے میں اپنی اولاد کی دیکھ بھال میں کسر نہ چھوڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا وقودها الناس والحجارة (تحریم ۶)

"اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل و عیال کی تربیت کرو اور انہیں تعلیم دو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ان کو اس چیز سے روکو جس سے اللہ نے تمہیں روکا ہے اور تم انہیں ان باتوں کا حکم دو جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تو یہ اس طرح ان کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑ اور رکاوٹ ہو جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها (طٰہٰ ۱۳۲)

"اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس

کے پابند رہیے۔"

وہ احادیث جو بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں آئی ہیں بے شمار ہیں، جن میں سے بعض جا بجا درج کی جا چکی ہیں، اس لیے اب اس موقع پر صرف ایک حدیث کے نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابو سلیمان مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ ﷺ کے پاس بیس رات ٹھہرے رہے۔ تو نبی کریم ﷺ کو یہ خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوگی، لہٰذا ہم سے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ اپنے اہل وعیال میں سے کس کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو ہم نے اس کی اطلاع دی، چونکہ حضور ﷺ بڑے نرم اور رحمدل تھے اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور انہیں تعلیم دو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

بچوں کی تربیت اور نگرانی کے مختلف پہلو

بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال

وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے شعور اور اس کی فرمانبرداری کے لیے توحید کے بنیادی اصول کو بچے کے اندر راسخ کرنے کے سلسلہ میں مربی اپنی اہم ذمہ داری کو پوری کرے تاکہ بچہ لایعنی اور بے مقصد زندگی کے تصور سے بچ سکے اور الحادی تعلیمات اور خطرناک لادینی نظریات وافکار سے محفوظ رہ سکے۔ نیز مربی کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ بچہ کون سی کتابیں اور رسالے مطالعہ کرتا ہے۔ پس اگر ایسی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے جن میں زیغ، ضلال، الحاد وبیدینی وغیرہ کی گمراہی کا سامان ہے تو پھر اپنے بچے کو اس سے دور رکھے اور اس کے ضرر سے اس کو آگاہ کرے۔

نیز مربی کو چاہیے کہ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور کن جماعتوں اور پارٹیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اگر ان میں بے دینی اور الحاد وبیدینی کا مرض ہے تو بچے کو ان سے دور رکھنے کی نہایت سمجھداری کے ساتھ سعی کرنا چاہیے۔

بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی

وہ یہ ہے کہ مربی بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے یعنی اگر وہ دیکھے کہ بچہ وعدہ خلافی کرتا ہے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ بچہ جیسے ہی جھوٹ بولے اسی وقت اس کی اصلاح کرے۔ اسی طرح مربی کو امانت داری کے وصف کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ پس اگر بچہ معمولی چوری بھی کرے تو مربی کی ذمہ داری ہے کہ فوراً اس کی طرف توجہ کرے اور اس مرض کا علاج کرے۔

نیز مربی کو چاہیے کہ بچہ اگر گالی بکتا ہے اور زبان سے برے کلمات نکالتا ہے تو حکمت ودانائی سے اس کی اس عادت کا علاج کرے، اس کے سامنے بااخلاق بچوں کے اوصاف بیان کرے تاکہ وہ اچھے اخلاق وصفات کی طرف مائل ہو۔ مربی بچے کے اٹھنے بیٹھنے اور طور واطوار کی نگرانی رکھے اور اس میں کہیں بھی خامی کی نشاندہی ہوتی ہو تو اس کی اصلاح کرے۔

بچے کے جسمانی پہلو کی دیکھ بھال

وہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور سونے جاگنے میں حفظان صحت کے ان اصولوں کا خیال رکھے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ کھانے کے سلسلے میں مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کو بدہضمی سے بچائے اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے روکے اور پہلا کھانا ہضم ہونے سے پہلے دوبارہ کھانا نہ کھانے دے۔ اور اسے دو یا تین سانس میں پانی پینے کی تعلیم دے اور برتن میں سانس لینے سے روکے۔ اور کھڑے ہو کر اور بائیں ہاتھ سے پانی پینے سے روکے۔ سونے کے سلسلہ میں بچے کو داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔ غرض مربی کو ان تمام چیزوں پر نظر رکھنی چاہیے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی ہیں، نیز مربی کو چاہیے کہ بچے میں جب کسی بیماری کا اثر یا علامت ظاہر ہو تو علاج کے لیے کسی ماہر طبیب کی طرف رجوع کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

یا عباد اللہ تداووا فان اللہ عز وجل لم یضع داء الا وضع له شفاء (احمد)

"اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کے لیے دوا اور شفا بھی نازل فرمائی۔"

پس اگر اسلامی طریقے پر بچے کا علاج ہوگا تو بچہ بہت سے امراض سے بچ جائے گا اور وہ پیش آنے والے بہت سے خطرات و امراض سے چھٹکارہ حاصل کر لے گا۔

بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال

اس سے مراد یہ ہے کہ مربی بچے میں شرمندگی کی عادت پر نظر رکھے۔ لہٰذا اگر وہ دیکھے کہ بچہ یکسوئی، تنہائی کا اور مجلسوں سے دوری کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بچے میں جرأت پیدا کرے اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اسے تلقین کرے اور اس میں سمجھ بوجھ اور فکری و معاشرتی پختگی کو بڑھائے، اسی طرح بچے میں ڈر اور خوف کی عادت پر نظر رکھے، اگر یہ محسوس ہو کہ بچے میں بزدلی، خوف اور حادثات کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے، تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرے اور شجاعت کا پہلو اجاگر کرے تاکہ دنیوی زندگی کی مشکلات و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر سکے۔

ماں پر خصوصی طور سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سائے، تاریکی یا جن، بھوت، چڑیل اور خوفناک مخلوق سے نہ ڈرائے، تاکہ بچہ ڈر اور خوف کا عادی نہ بن جائے۔

اسی طرح مربی پر لازم ہے کہ بچے میں احساس کمتری کی بیماری پر نظر رکھے، اگر بچے میں اس کا اثر معلوم ہو تو سبب معلوم کر کے اس کا علاج کرے۔

بچے میں غصے کی عادت پر بھی نظر رکھے، اگر بچے کو معمولی معمولی سی بات پر ناراض ہوتا دیکھے تو اس کا سبب معلوم کر کے اس کا ازالہ کرے اور اس عادت کے ختم کرنے کی سعی کرے۔

بچے کی معاشرتی زندگی کی نگرانی

اس سے مراد یہ ہے کہ مربی بچے میں یہ بات بھی بغور دیکھے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر محسوس ہو کہ بچہ اپنے والد، والدہ، بہن، بھائیوں، رشتے داروں یا اساتذہ یا بڑوں کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی و تقصیر کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرے تاکہ وہ سمجھ کر اپنے رویے میں تبدیلی کی طرف مائل ہو سکے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان باتوں پر مکمل نظر رکھی جائے تو بچہ ایک ایسا ہوشیار، سمجھدار، باادب، بااخلاق شخص بن جائے گا جو دنیوی زندگی میں ہر شخص کے حق کو بلا کسی کمی و کوتاہی کے ادا کرنے والا ہوگا۔

اسی طرح مربی کو چاہیے کہ بچے کے قلب میں ایمان و تقویٰ اور مراقبہ کے اصول جاگزیں کرے اور دل میں ایثار و محبت اور الفت و ہمدردی اور پاک باطنی کے جذبات و احساسات پیدا کرے، تاکہ بچہ جب جوان ہو تو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے اور مخلوق کے بھی۔

روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال

اس کا مطلب یہ ہے کہ مربی بچے میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے پہلو پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی باتیں سن رہا ہے اور اس کا ظاہر و باطن جانتا ہے اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید سے آگاہ ہے۔ نیز مربی کو خشوع و خضوع اور تقویٰ الی اللہ کے پہلو کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو سمجھنے کے لیے بچے کی چشم بصیرت کھول دے جو چھوٹے بڑے، جاندار، غیر جاندار، اگنے والے درختوں، مہکدار پھولوں اور عجیب و غریب قسم کی کروڑوں اربوں مخلوق کو محیط ہے۔

نیز ابتدائے شعور سے نماز میں خشوع، خضوع اور قرآن پاک کی تلاوت سے متاثر ہونے کا عادی بنایا جائے۔

نیز مربی کو نماز روزے کی پابندی پر شروع ہی سے نگاہ رکھنی چاہیے۔ نیز اگر وسعت ہو تو چاہیے کہ حج کے لیے بھی ساتھ لے جائے تاکہ حج کے مناسک سیکھ لے، اسی طرح مربی کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بنائے۔

اسی طرح مربی کو چاہیے کہ دعاؤں کی پابندی کے پہلو پر نظر رکھے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو وہ اہم دعائیں یاد کرا دی جائیں جو صبح و شام سوتے جاگتے، کھانے پینے، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے وغیرہ کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں،

بلاشبہ اگر مربی بچوں کو یہ دعائیں سکھلا دے گا اور وقت پر پڑھنے کی ترغیب دے گا تو بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف بڑھے گا اور

اس کے قلب میں تقویٰ جاگزیں ہوگا اور مراقبہ و محاسبہ کی عادت پڑے گی، ایسی صورت میں بچے کے حالات درست اور اس کے اقوال و افعال صحیح ہو جائیں گے، پھر وہ بچہ پاکیزگی اور صفائی میں روئے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند سمجھا جائے گا۔

۵۔ سزا کے ذریعے تربیت

اسلامی شریعت کے بہترین عادلانہ احکامات اور اس کے عظیم بنیادی قواعد اس غرض کے لیے مقرر کیے گئے ہیں تاکہ انسان کی بنیادی ضروریات کی حفاظت ہو سکے جن سے کوئی بھی انسان نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ بچوں کیلئے سزا کی تجویز حقیقت میں اس کے دین، اس کے نفس، اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے ہے۔ لیکن اس کے باوجود اصل یہ کہ بچے کے ساتھ نرمی اور پیار کا برتاؤ کیا جائے۔

چنانچہ امام بخاریؒ اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں روایت کرتے ہیں کہ نرمی اختیار کرو اور سختی اور فحش گوئی سے بچو، اور آجریؒ روایت کرتے ہیں کہ سکھاؤ لیکن سختی نہ کرو۔

خطاکار بچے کو سزا دینے میں اس کی طبیعت کی رعایت کی جائے۔

بچے ذکاوت اور سمجھداری میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا بعض بچوں کو اصلاح و تنبیہ کے لیے ان کی طرف ترچھی اور تیز نگاہوں سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے، جبکہ دوسرا بچہ سزا میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کا محتاج ہوتا ہے، اور کبھی مربی کو اصلاح و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد خفیف کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ غرض مربی کو سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہیے اور ایسی سزا دینا چاہیے جو اس کی ذکاوت اور مزاج کے موافق ہو۔

زیادہ سخت اور تکلیف دہ مار نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہلکی پھلکی معمولی چھڑی سے ہاتھ پاؤں وغیرہ پر مارنا چاہیے اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تین چھڑیوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے۔

جب تک بچہ دس سال کی عمر کو نہ پہنچ جائے اسے نہیں مارنا چاہیے۔ اس حدیث کی بنا پر جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ ''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور (نماز نہ پڑھنے پر) ان کو مارو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔''

بچے کی تربیت کے دو بنیادی اصول

۱۔ ربط و تعلق سے تربیت کے اصول

۲۔ متنبہ کرنے کے اصول

ربط و تعلق سے تربیت کے اصول پانچ ہیں۔

۱۔ اعتقادی تربیت

مربی پر لازم ہے کہ وہ بچے کے دل و دماغ میں مندرجہ ذیل باتیں ایمان کی پختگی کی حد تک واضح کر دے: اللہ جل شانہٗ پر ایمان، فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، فرشتوں کے سوال، آخرت کے احوال، دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب و کتاب، جنت و دوزخ ایسے غیبی امور پر ایمان۔ پس اگر بچے میں ایمان کا اتنا احساس ہو جائے گا تو پھر یہ اسے معاشرتی برائیوں اور نفسانی وساوس اور اخلاقی خرابیوں سے روک دے گا اور وہ روحانی اور اخلاقی طور پر اعلیٰ درجے میں ہوگا، یہاں تک کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جائے گا جن کی طرف نشاندہی کے لیے انگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ نفس کی پاکیزگی

نفس کی پاکیزگی روحانی ارتباط سے مراد یہ ہے کہ بچے کی روح صاف، پاکیزہ اور روشن ہو جائے اور اس کے دل سے ایمان اور اخلاص کے چشمے پھوٹ نکلیں اور اس کا نفس پاکیزگی اور روحانیت کی فضا میں بلندی کی معراج کو پہنچ جائے۔ نفس کی پاکیزگی میں بنیادی چیز بچے میں یہ احساس پیدا کرنا کہ انسان کی زندگی ایک خاص متعین مقصد کیلئے ہے۔ جس میں اسے زندگی کے کھانے پینے کمانے اور مر جانے کے تصور سے بیزار کیا جائے۔ اسلام نے مسلمان کو مختلف قسم کے روحانی امور سے مربوط رکھنے کے لیے ایک خاص نظام مقرر کیا ہے، تاکہ مسلمان اپنی پاکیزگی، طہارت اور تزکیہ کے فطری اور روحانی جوہر کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکیں۔

الف۔ بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا۔

سب سے پہلے بچوں کو نماز کا پابند بنایا جائے اس کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی بھی تاکید کی جائے جبکہ روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور باپ اگر صاحب حیثیت ہو تو بچے کو حج سے اور حج کے اجتماعی فلسفہ سے بھی واقف کرائے اسی طرح مال و دولت منصب و عزت

* * *

اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ ان کی اجتماعی تصرف کے مقاصد سے بھی آگاہ کرائے۔

مربی محترم کو چاہیے کہ بچے کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ اسلام میں عبادت صرف ان چاروں عبادتوں ہی میں محصور نہیں ہے بلکہ عبادت ہر اس نیک کام میں شامل ہے جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نظام کو اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے، اس لیے لازم ہے کہ بچے کو بچپن ہی میں خیر و شر کی بنیادی باتیں اور حلال و حرام اور حق و باطل کی نشانیاں اور علامتیں سمجھا دیں، تا کہ بچہ حلال کو اختیار کرے اور حرام سے بچے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اعملوا بطاعة الله واتقوا معاصي الله ومروا اولادكم بامتثال الاوامر واجتناب النواهي فذلك وقاية لهم ولكم من النار (ابن جرير وابن المنذر)

''اور اللہ کی اطاعت اختیار کرو اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنے بچوں کو اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کا حکم کرو۔ یہ ان کے اور تمہارے لیے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔''

ب۔ بچے کا قرآن پاک سے ربط پیدا کرنا۔

قرآن مجید مسلمانوں کیلئے زندگی کا بنیادی ضابطہ ہے۔ اس کی تلاوت اور حتی المقدور ترجمہ کی تفہیم کا بندوبست لازمی طور پر کرنا چاہیے۔

امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دینا چاہیے۔

ج۔ بچے کو اللہ کے گھروں کے ساتھ مربوط رکھنا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی کو مسجد میں زیادہ آتے جاتے دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

انما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر واقام الصلوة (التوبة ۱۸)

''ہاں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں۔''

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسجد اسلام کی نظر میں ان اہم ستونوں میں سے ہے جس پر تمام گزشتہ زمانوں میں مرد مسلم کی تیاری اور اسلامی معاشرے کا دار و مدار رہا ہے اس لیے کہ مسجد کے بغیر نہ آپ کے بچے کی روحانی و ایمانی تربیت ہو سکتی ہے اور نہ اخلاقی و معاشرتی تعمیر، مسجد کے بغیر مسلمان کو وعظ و نصیحت اور وہ کلمۂ حق سننا نصیب نہیں ہو سکتا جس کا اثر اس کے نفس و روح پر ہوتا ہے اور جس کے اثرات اس کے احساسات و شعور میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ مسجد کے بغیر عام مسلمان مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے حالات و مصائب اور حاجات نہیں جان سکتا اور مسجد کے بغیر مسلمان کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مہربانی و شفقت کے ساتھ پیش آئے اور کوئی مسلمان مصیبت اور پریشانی کے وقت مسجد کے علاوہ کوئی اطمینان و سکون کی جگہ نہیں پاتا۔

لہٰذا مربی حضرات کو چاہیے کہ اللہ کے گھر سے اپنے بچوں کا رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں، تا کہ مسجدوں میں ان کی ارواح کی تربیت، عقلوں کی صفائی اور نفوس کی تہذیب اور ستھرائی نصیب ہو تا کہ وہ اسلامی معاشرے کے افراد کے ساتھ مل کر اپنے اتحاد اور وحدت کو ثابت کر سکیں۔

د۔ بچے کا اللہ کے ذکر کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فاذكروني اذكركم (البقرة ۱۵۲)

''سو تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔''

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مثل الذي يذكر ربه والذي لا يذكر الله مثل الحي والميت (بخاری)

''اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''

اس کے علاوہ ذکر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔

۳۔ فکری ربط و ارتباط

فکری ربط کے سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ اسلام کا ابدی اور ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے صلاحیت رکھنے والا ہونا۔

۲۔ پچھلے زمانے کے والدین عزت کی چوٹی پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے دین اسلام اور قرآن کریم کے نظام کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کیا۔

۳۔ ان سازشوں کو بے نقاب کرنا جو دشمنان اسلام ہمارے دین کے خلاف کرتے رہتے ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جائے اور مسلمان نوجوانوں میں آزادی و بے راہ روی کو عام کر دیا جائے۔

۴۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ مسلمان بغیر اسلامی نظام کو اپنائے اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم وہ قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کے ذریعے عزت دی ہے۔

۵۔ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ ہماری یہ پسماندگی اس لیے ہے کہ ہم اسلام سے دور ہو گئے ہیں اور اسلامی نظام کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتے۔

۶۔ یہ یاد دلانا کہ دشمن خواہ کتنے ہی منصوبے کیوں نہ بنا لیں مگر فتح انجام کار مسلمانوں ہی کے لیے ہوگی۔

۷۔ حق و باطل کی کشمکش میں حق کا ساتھ دینا۔ مسلمانوں کے سیاسی قومی اور ملی حقوق کی جنگ میں ان کا ساتھ دینا۔ اور جہاں مسلمان مصائب میں ہوں ان کے لیے اپنی جان و مال قربانی کے لیے تیار رہنا۔

اگر آپ نے بچوں کی یہ اسلامی ذہن سازی کر دی تو آپ سمجھ لیں کہ فکری طور پر بچوں کا اسلام سے ربط ہو جائے گا۔ وہ اسلام کی پیش کردہ شریعت کے سوا دوسری کسی فکر و دستور کو درست نہیں سمجھیں گے اور نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو امام و مقتدیٰ نہیں بنائیں گے اور کبھی ملحدانہ پروپیگنڈوں اور غلط عقائد سے متاثر نہ ہوں گے۔ اس کے بجائے وہ ہمیشہ حقیقی دین پر کاربند رہیں گے اور اس عارضی زندگی اور آخرت کی ابدی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں سے مالا مال رہیں گے۔

۴۔ معاشرتی ارتباط

بچے کے معاشرے سے ارتباط سے مراد یہ ہے کہ مربی یہ کوشش کرے کہ بچہ جب کسی قدر باشعور ہو جائے تو اس کا تعلق مربیانہ صالح ترین معاشرے سے پیدا کرے جس سے بچے اپنے نفس کا تزکیہ اور قلب کی طہارت اور ایمان میں مضبوطی اور عقل کے لیے علم نافع اور کردار کے لیے اخلاق فاضلہ اور جسم کے لیے قوت و صحت اور فکر کے لیے اسلامی سوجھ بوجھ اور جہاد کے لیے دعوت صادق اور روح کے لیے ربانی نور اور دین کے لیے ایمانی جذبہ و حرارت حاصل کرتے رہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا صالح معاشرہ ہے جس سے بچہ مذکورہ صفات حاصل کر سکے؟ تو میرا خیال یہ ہے کہ اگر تین قسم کے رابطے اور تعلق پیدا کر دیے جائیں تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔

۱۔ بچے کا مرشد و بزرگ سے ربط۔
۲۔ بچے کا اچھی صحبت سے ربط۔
۳۔ بچے کا دعوت و تبلیغ کے مجمعوں سے ربط۔

۱۔ بچے کا عالم، بزرگ و دانا شخص سے ربط و تعلق

بچے کا تعلق کسی ایسے نیک صالح شخص، عالم، بزرگ و دانا شخص سے قائم کر دیا جائے جو اسلامی حقیقت سے باخبر اور اس سے محبت و غیرت رکھنے والا اور اس کی خاطر جہاد کرنے والا اور اس کے حدود و احکام کو نافذ کرنے والا اور اس کے احکام پر عمل کرنے والا اور منہیات سے رکنے والا ہو اور حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ ہو تو ایسا بچہ ایمانی و اخلاقی اعتبار سے کامل اور ہر لحاظ سے پختہ ثابت ہوگا۔

۲۔ بچے کو اچھی صحبت اور نیک دوستوں سے وابستہ کرنا

بچے کی ایمانی و اخلاقی تعمیر کے اہم عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے نیک اور صالح لوگوں کی صحبت مہیا کی جائے تاکہ بچہ ان سے روشن افکار، روحانیت، نافع علم اور عمدہ اخلاق حاصل کرے جس سے اس کی نیک اور پسندیدہ شخصیت اجاگر ہو۔

لہٰذا مربی کو چاہیے کہ اپنے بچے کے لیے ایسے دوستوں کو تلاش کرے جنہوں نے باعمل اساتذہ کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ہو۔ ایسی صورت میں بچے کی شخصیت میں اعلیٰ ترین کمال پیدا ہوگا۔

گھر کی صحبت: نیز مربی کا فریضہ ہے کہ ان لوگوں سے باخبر رہے جن سے بچہ ملتا جلتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے خواہ وہ اس

کے بھائی بہن ہوں یا دوسرے عزیز، رشتہ دار، اس لیے کہ بچے کا بڑا بھائی یا بڑی بہن خیر وشر میں دوسری تمام اولاد کے لیے ایک نمونہ اور مثال بنتے ہیں۔ اس لیے ماں باپ بچہ یا بچی کو اگر بالکل آزاد اور بے لگام چھوڑ دیں گے تو ایسے بھائی یا بہن کا باقی بہنوں اور بھائیوں کے اخلاق پر بھی برا اثر پڑے گا اور پھر مربی اور باپ کے لیے بچے کو سیدھے راستے پر لگانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

محلے کی صحبت: اسی طرح مربی صاحبان کو چاہیے کہ اپنے بچے کا محلے کے شریف اور نیک بچوں سے رابطہ قائم کریں اور ساتھ ساتھ ہمیشہ کڑی نگرانی رکھیں تا کہ بچہ نیک صالح بندوں کی فہرست میں شمار ہو۔ مسجد کی صحبت: نیز مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ نظر رکھے کہ بچہ مسجد کے کیسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ نیز اس کو مسجد آنے جانے کی عادت ڈالنے کی ترغیب دیتے رہنا چاہیے، تا کہ نماز کے اوقات میں وہ مسجد کا رخ کرے اور قرآن کریم کے حلقۂ درس اور دینی تعلیم کی مجالس میں شرکت کرے اور مربی کو کوشش کرنا چاہیے کہ بچہ مسجد سے تعلق رکھنے والے نیک ساتھیوں سے تعلق و رابطہ رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکباز مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو سکے۔

اسکول یا مدرسے کی صحبت: اسی طرح مدرسے، اسکول یا کارخانے کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ جگہیں عام گمراہی کی ہوتی ہیں، یہاں گمراہی کی باتیں سکھلائی جاتی ہیں۔ اس لیے مربی کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچے کو اس گمراہ کن ماحول سے بچانے کے لیے پوری جدوجہد کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اس کو مدرسے میں سمجھدار، نیک وصالح طلبہ کی رفاقت وصحبت مہیا کی جائے۔

لڑکیوں کا خیال: آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورت میں جذباتی مزاج رکھا گیا ہے اور وہ برانگیختہ کرنے والی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے اور جدید تمدن کے فتنے اور دنیا کی زیب وزینت کے مظاہر کی طرف چل پڑتی ہے، اس لیے وہ حق سے بہت جلد دور ہو جاتی ہے اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتی ہے، اور خواہشات کی رو میں بہہ جاتی ہے، اور فضا کے ساتھ ساتھ چلنے لگتی ہے، اس میں نہ دین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ ضمیر کی طرف سے کوئی مانع نہ عقل کی پختگی ہوتی ہے اور نہ انجام پر نظر۔

اس لیے آپ کا فریضہ ہے کہ آپ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رکھیں، تا کہ ان کا ایمان متزلزل اور اخلاق خراب نہ ہوں، اور وہ بے حیائی، آوارگی کی تباہ کن گھاٹیوں میں قدم نہ رکھیں، جس کی وجہ سے وہ عزیز ترین اسلام وشرافت سے بھی عاری ہو جائیں۔

اس لیے اے تربیت کرنے والو! اسلام آپ پر لازم کرتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے اپنے گھر اور مدرسے میں اچھا ماحول اور صحیح فضا مہیا کریں تا کہ آپ اسے لغزش سے محفوظ رکھ سکیں اور انحراف سے بچا لیں۔ چنانچہ ابن سینا نے بچے کی تربیت کے سلسلے میں درج ذیل وصیت کی ہے کہ بچے کے ساتھ اس کے مکتب ومدرسہ میں ایسے بچے ہوں جن کے اخلاق وآداب اچھے ہوں، اس لیے کہ بچہ بچے سے بہت زیادہ اخذ کرتا اور سیکھتا ہے۔

۳۔ بچے کا دین کی دعوت دینے والے علما سے تعلق پیدا کرنا

بچے کی تکمیل کے لیے بنیادی عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق دین کی دعوت دینے والوں سے قائم کر دیا جائے، تا کہ بچے کے اندر دعوت الی اللہ اور حق کے بارے میں جرأت اور صبر کرنے کی روح پیدا ہو۔

دعوت کے اصول:

الف۔ جس چیز کی دعوت دے رہا ہے یا جس چیز سے روک رہا ہے اس کے حکم سے بخوبی واقف ہو۔

ب۔ اس کا عمل اس کے قول کے مطابق ہو، تا کہ لوگ اس کی بات کو مانیں اور اس کی دعوت کو قبول کریں۔

ج۔ جس چیز پر نکیر واعتراض کر رہا ہے اس کی قباحت سب کے نزدیک مسلم ہو تا کہ لوگ کشمکش وپیچ میں نہ پڑیں۔

د۔ برائی کو دور کرنے میں تدریج سے کام لیں، چنانچہ اولاً نصیحت کرے، اللہ سے ڈرائے، پھر زبانی سختی سے کام لے، پھر بھی اصلاح نہ ہو تو قوت کے ذریعے اس برائی کو ختم کرے، یہی صحیح طریقہ ہے، اور یہی حکمت کا تقاضا ہے۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. (البقرۃ ۲۶۹)

ہ۔ داعی کو نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونا چاہیے تا کہ وہ اپنی نرم مزاجی اور خوش اخلاقی سے دلوں پر قبضہ کر لے اور لوگ اس کی

نصیحت پر بخوشی لبیک کہیں، یعنی قبول کر لیں۔

و۔ داعی کو دعوت کے سلسلے میں جو تکالیف پیش آئیں ان پر صبر کرنا چاہیے تاکہ متکبروں کی سختی، شدت اور جاہلوں کی جہالت اور مذاق اڑانے والوں کے مذاق اڑانے سے دل تنگ نہ ہو۔

مربی محترم! دعوت کے یہ اسلامی اصول ہیں، اس لیے آپ کو چاہیے کہ بچے کو سکھائیں اور سمجھائیں تاکہ وہ ایسا داعی بن جائے جس کی حکمت و حسن تدبیر اور خوش اسلوبی کی بنا پر اس کی مثال پیش کی جا سکے۔

۵۔ ورزش وریاضت

معاشرے کے افراد کی جسمانی تربیت اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اسلام نے جن اہم اور نفع بخش وسائل کو مقرر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ موقعے کی مناسبت اور حالات کے مطابق فارغ وقت کو جہاد کے کاموں، فوجی مشقوں اور ورزش وغیرہ میں مصروف کر دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ کہ اسلام نے اپنے شاندار بنیادی اصولوں اور اعلیٰ ترین تعلیمات کے ذریعے ایک ہی وقت میں جسم کی تربیت اور روح کی اصلاح کا پورے طور سے خیال رکھا ہے۔

اس لیے بچہ جب سے عقل اور سمجھ کی عمر کو پہنچے اسی وقت سے اس کی صحت اور جسم دونوں کا خیال رکھنا چاہیے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے فارغ اوقات کو ایسے مشاغل میں مصروف کر دیا جائے جن سے اس کو جسمانی صحت حاصل ہو اور اعضا میں قوت پیدا ہو، اور اس کا سارا بدن چست اور چاق و چوبند رہے! اور یہ تین وجہ سے ضروری ہے:

ا۔ بچے کے بہت سے فارغ اوقات کو مشغول کرنے کے لیے
۲۔ اس کو بہت سی بیماریوں اور امراض سے بچانے کے لیے
۳۔ بچپن ہی سے اسے ورزش اور جہاد کے کاموں کی مشق کرانے اور عادی بنانے کے لیے

اسلام ہی اللہ کا وہ ابدی دین ہے جو عزت وقوت اور جہاد کے وسائل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (الانفال ۶۰)

"اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعے سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔"

اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ۔ (مسلم)

"طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مومن سے۔"

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے حکام کو لکھا تھا کہ: "اللہ کی حمد وثنا کے بعد (میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ) اپنے بچوں کو تیر اندازی، تیرنا اور شہسواری سکھاؤ۔"

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اکرم ﷺ نے دوڑنے میں مجھ سے مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے بڑھ گئی، کچھ عرصے کے بعد میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پھر مقابلہ کیا اور آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

اور محمد بن علی بن رکانہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ سے کشتی لڑی اور آپ ﷺ نے ان کو پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس "عضباء" نامی ایک اونٹنی تھی جس سے کوئی آگے نہ بڑھ پاتا تھا۔ ایک اعرابی (بدو) اپنی ایک نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اس "عضباء" سے آگے بڑھ گیا تو اس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا "عضباء" تو پیچھے رہ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْفَعَ شَيْئًا مِّنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ۔ (احمد و بخاری)

"اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو بلندی عطا فرماتے ہیں تو اسے پستی بھی دیتے ہیں۔"

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے ورزش پر مبنی کھیلوں اور جہاد میں معاون ورزش اور مشقوں مثلاً کشتی، دوڑنا، تیر اندازی، شہسواری وغیرہ کو اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ مسلم قوم عزت اور فتح ونصرت وسیادت کے اسباب کو اختیار کرے اور انفرادی واجتماعی طور پر قوت وبہادری اور جہاد کے اسباب کی تربیت حاصل کرے۔

۴۔ متنبہ کرنے کے اصول

اب جبکہ ہم ربط وارتباط کے ذریعے تربیت موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈال چکے تو اب ہم بچے کی تربیت کے بنیادی قاعدوں میں سے دوسرے قاعدے پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو متنبہ اور چوکنا کرنے کا قاعدہ ہے۔

ا۔ بچے کو ہمیشہ متنبہ اور خبردار کرتے رہنا اس کے دل میں شر اور فساد کی کراہیت کو بٹھا دیتا ہے اور اس کے نفس میں زیغ وضلال کی نفرت پیدا کر دیتا ہے۔

ا۔ زیغ وضلال، الحاد وآزادی اور بے راہ روی کو کھول کر بیان کر دینا مربی کے لیے تربیت کی ذمہ داری عزم وپختگی کو بڑھا دیتا ہے اور بچے کو شر سے دور رہنے اور باطل سے کنارہ کش ہونے کی تعلیم دینے اور رہنمائی کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

ان دو حقائق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈال سکیں۔ اللہ ہی مددگار ہے، اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔

اگر ہم اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو غور سے پڑھیں تو ہم کو محسوس ہوگا کہ شر سے بچانے اور باطل کو بیان کرنے کا اسلوب قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بے شمار احادیث میں بالکل عیاں ہے، ان آیات و احادیث کا بعض حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ○

(بنی اسرائیل ۲۲)

"اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر (یعنی شرک مت کر) ورنہ تو بدحال، بے یار ومددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔"

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل ۳۱)

"اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشے سے قتل مت کرو (کیوں کہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بیشک ان کو قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔"

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ○

(بنی اسرائیل ۳۲)

"اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی (کی بات) اور بری راہ ہے۔"

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو عقیدہ میں زیغ وکجی اور اخلاق میں فساد وخرابی اور اعمال میں کوتاہی وخامی سے منع کرتی اور ڈراتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكَذِبَ مُجَانِبٌ لِلْاِيْمَانِ

(مسند احمد، ترمذی)

"تم جھوٹ سے بچو۔ اس لیے کہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔"

اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ۔ (مسلم)

"تم خرید وفروخت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو۔ اس لیے کہ اس سے سودا تو خوب بکتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔"

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ (بخاری)

"تم بدگمانی سے بچو۔ اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔"

وَاِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيُذْهِبُ بِنُوْرِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجہ)

"تم زیادہ ہنسنے سے بچو، اس لیے کہ وہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور اہل جنت کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔"

اِيَّاكُمْ وَزِيَّ الْاَعَاجِمِ (صحیح ابن حبان)

"تم عجمیوں کا لباس پہننے سے بچو۔"

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جو برائی، شر اور فساد سے ڈراتی ہیں اور وہ حدیث کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں۔

لیجیے اب ہم مربیوں کے سامنے ڈرانے اور متنبہ کرنے کے سلسلے میں وہ اہم مسائل ذکر کیے دیتے ہیں جو بچے میں شعور پیدا کریں اور اس کے ذہن کو صاف کریں، اور عقیدے کو مضبوط کریں اور اس کے اخلاق وکردار کو سنوار دیں۔

ا۔ ردت (یعنی مرتد ہونے) سے ڈرانا

ردت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے اس دین کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس کے لیے پسند کیا ہے اور اس کے بجائے کوئی اور

مذہب، عقیدہ، اختیار کرلے جو دین اسلام کے خلاف ہو۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے مقابل غیر اللہ کی اطاعت و حاکمیت کو ترجیح دی جائے اور اس کے تحت فیصلہ کیا جائے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المائدہ ۴۴)

”اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو کہ اللہ نے اتارا ہو وہی لوگ کافر ہیں۔“

ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کسی فریضے کو ناپسند کرنا بھی ہے، مثلاً کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں روزے کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ اس سے امت اقتصادی لحاظ سے پسماندہ ہو جاتی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں عورت کے لیے حجاب و پردہ کو اس لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ یہ پسماندگی کی علامت ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں اسلام کے مالیاتی نظام کو اس لیے برا سمجھتا ہوں کہ اس میں سود وغیرہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۔ (محمد ۸،۹)

”اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے بربادی ہے اور (اللہ) ان کے اعمال کالعدم کر دے گا۔ یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناگوار جانا۔ اس لیے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔“

ارتداد کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ دین کی کسی بات کا مذاق اڑایا جائے یا اسلام کے شعائر میں سے کسی شعار کا استہزاء کیا جائے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو حلال کیا جائے جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور ان چیزوں کو حرام سمجھا جائے جنہیں اللہ نے حلال کیا ہے۔

ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کچھ حصہ پر ایمان لانا اور کچھ کا انکار کرنا بھی شامل ہے، مثلاً یہ کہ کوئی شخص یہ ایمان رکھے کہ اسلام عبادات پر مشتمل دین ہے اور اس سے انکار کرے کہ اسلام نظام و قانون والا دین ہے یا یہ مان لے کہ اسلام روحانی، اخلاقی اور تربیتی نظام تو پیش کرتا ہے لیکن اسلام کے دوسرے نظام کا انکار کرے، مثلاً سیاسی، اقتصادی، معاشرتی یا اجتماعی نظام کا۔

ارتداد کے مظاہر میں سے صرف قرآن کریم پر ایمان لانا اور سنت نبویہ کا انکار بھی ہے۔ جیسے کہ وہ قادیانی فرقہ جس کی کاشت انگریزوں نے ہندوستان میں کی تھی، جس کا مقصد شریعت اسلامیہ کی بیخ کنی اور رسول اکرم ﷺ کی نبوت میں شک پیدا کرنا تھا۔

ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے افعال میں سے کسی فعل کا مذاق اڑایا جائے یا اس پر نکیر کی جائے۔ جیسے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم ﷺ کے زیادہ شادیاں کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بیک وقت نو ازواج مطہرات سے شادی کر رکھی تھی۔ اسی طرح ارتداد کے مظاہر میں سے قبر کا طواف یا سجدہ و نیاز یا رسول مبارک کو عالم الغیب، حاضر و ناظر یا نور من نور اللہ کہنا اور ان کی بشریت اور انسانیت کا انکار کرنا بھی ہے یا جنت، دوزخ، فرشتے اور جنات سے انکار کرنا۔

ارتداد کے نمونوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت کا نہ حاصل کرنا بھی ہے، مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوق میں حلول کر جاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جو اس کی عظمت و جلال کے منافی ہو، تو ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام ۱۰۳)

”اس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں، وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے اور نہایت لطیف اور خبردار ہے۔“

اور فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوری ۱۱)

”کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔“

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ بھی ہے، تو وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۔ (مائدہ ۷۳)

"بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔"

اور جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف لڑکے کی نسبت کرتا ہے وہ بھی گمراہ اور کافر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو تو وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ
اَغْنِيَآءُ. (آل عمران۔۱۸۱)

"بے شک اللہ نے سنی ان لوگوں کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔"

اس کے علاوہ ارتداد کے اور دوسرے مظاہر و علامات بھی ہیں جو ان کے حامل و مرتکب افراد کو اسلام سے نکال دیتی ہیں۔ اور کفر و گمراہی کے دائرے میں داخل کر دیتی ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔

خود نبی کریم ﷺ نے اس زمانے سے ڈرایا ہے جس میں ارتداد عام ہوگا ایسی صورت میں مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی طرف سبقت کریں اور ایمان کے محفوظ قلعے میں پناہ لیں، تاکہ کفر و ارتداد میں ڈالنے والی چیزوں سے متاثر نہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

نیک اعمال کی طرف سبقت لے جاؤ اور جلدی کرو، اس لیے کہ عنقریب بہت سے فتنے سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے، جن میں ایک شخص شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا اور ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض بیچ دے گا۔ (طبرانی، ابن ماجہ)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ
رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (آل عمران۔۸)

۴۔ الحاد سے ڈرانا

الحاد سے مراد اللہ کی ذات کا انکار کرنا اور ان شریعتوں کا انکار کرنا ہے جنہیں اللہ کے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ الحاد بھی ارتداد کی ایک قسم ہے بلکہ یہ تو سب سے بڑی بدتر اور بری چیز ہے۔

الحاد اگرچہ ارتداد کے مفہوم میں داخل ہے لیکن یہ معاشرے اور افراد کے حق میں ارتداد کی دوسری اقسام یہودیت یا عیسائیت کے اختیار کرنے یا برہمن بننے سے زیادہ برا اور خطرناک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الحاد ملحد کے دل سے مسئولیت کا احساس ختم کر دیتا ہے اور اس کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ اس بے مقصد زندگی میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرے جس میں نہ آخرت کے ثواب کی امید ہو اور نہ اسے اس دن کے عذاب اور گرفت کا ڈر ہو جس دن تمام لوگ احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔

قرآن کریم نے اس فاسق و فاجر کمینی جماعت کا درج ذیل آیت میں ذکر فرمایا ہے:

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ
وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (الجاثیہ۔۲۴)

"اور یہ (بعثت کے منکر) لوگ یہ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے (کی گردش) سے موت آجاتی ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس ان پر کوئی دلیل نہیں۔ محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔"

اس لیے اے مربی محترم! جب آپ نے یہ حقائق جان لیے تو اب آپ کا فریضہ ہے کہ آپ خوب اچھی طرح سے اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کو ارتداد کے خون خوار پنجوں سے اور الحاد کے داموں سے بچائیں، تاکہ آپ کا بچہ راسخ ایمان اور مضبوط اسلام والا بنے اور شاندار استقامت پر قائم ہو اور ایسے لوگوں میں سے ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت ایمان اور کرامت اسلام سے قیامت تک کے لیے نواز دیا ہے۔ اسی میں بے شک اس کی بھلائی ہے اور آپ کی بھی۔ اس لیے کہ اگر اسے اپنے اعمال و افعال کا جواب دینا ہے تو آپ سے بھی آپ کی اس ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی تربیت کے سلسلے میں آپ پر اللہ کے احکام اور رسول اللہ کے فرمان کی روشنی میں عائد ہوتی ہے۔

❋❋❋

حصہ ششم

عام صحت، احتیاط و علاج

گھر بھر کی عام صحت و علاج
ابتدائی طبی امداد
تندرست رہنے کے لئے کیا کھائیں
غذاؤں سے علاج
مختلف بیماریوں کے لئے
آسان گھریلو علاج

گھر بھر کی عام صحت اور علاج

گھریلو علاج اور عام عقیدے

دنیا میں ہر جگہ گھریلو دوائیں اور ٹوٹکے علاج کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر علاج کے اپنے روایتی طریقے سیکڑوں برس سے ماں باپ سے بچوں کو منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

بہت سی گھریلو دوائیں بہت مفید ہوتی ہیں، بہت سی کم مفید ہوتی ہیں اور بعض خطرناک یا نقصان دہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا جدید دواؤں کی طرح گھریلو دواؤں کو بھی احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے۔

کوشش یہ کیجیے کہ نقصان نہ ہو، گھریلو علاج صرف اس وقت کریں جب آپ کو ان کے محفوظ یعنی بے ضرر ہونے کا یقین ہو اور آپ ان کے استعمال کا طریقہ ٹھیک ٹھیک جانتے ہوں۔

بعض مفید علاج

بہت سی بیماریوں کے لیے آزمائے ہوئے گھریلو علاج اتنے ہی موثر ثابت ہوتے ہیں بلکہ بعض دفعہ جدید دواؤں سے بھی زیادہ موثر اور نفع بخش۔ یہ اکثر زیادہ سستے بھی ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں جدید دواؤں کے مقابلے میں زیادہ بے ضرر بھی۔

مثال کے طور پر جڑی بوٹیوں کے جوشاندے یا چائے، کھانسی اور زکام کے گھریلو علاج میں استعمال ہوتے ہیں، ڈاکٹروں کے بتائے ہوئے کھانسی کے شربتوں اور طاقتور دواؤں سے بہتر ثابت ہوتے ہیں اور کم مسائل پیدا کرتے ہیں۔

اس طرح "چاول کا پانی" چائے یا مشروب جو بہت سی مائیں بچوں کو دستوں کے مرض میں پلاتی ہیں اکثر ہر جدید دوا سے زیادہ بے ضرر اور فائدہ مند ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جس بچے کو دستوں کا مرض ہو اسے پینے کے لیے خوب سیال دیے جائیں۔

بہت برس نہیں گزرے جب لوگ سمجھتے تھے کہ ماں کا دودھ بچوں کی بہترین غذا ہے، اور ٹھیک ٹھیک سمجھتے تھے۔ لیکن پھر بڑی بڑی کمپنیوں نے جو ڈبوں کا دودھ اور مصنوعی دودھ تیار کرتی ہیں، ماؤں کو یہ بتانا شروع کیا کہ بچے کو بوتل سے دودھ پلانا بہتر ہے، یہ بات درست نہیں، لیکن بہت سی ماؤں نے ان کی بات مان لی اور بچوں کو بوتل میں دودھ پلانا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں بچے انفکشن یا بھوک کی وجہ سے تکلیف اٹھا کر مر گئے جب کہ وہ زندہ رہ سکتے تھے۔

گھریلو علاج کی کمزوریاں

بعض بیماریوں میں گھریلو علاج مفید ہوتے ہیں، لیکن بعض ایسی ہیں جن کا جلد علاج ضروری ہوتا ہے۔ یہ بات بیشتر انفکشنز کے لیے درست ہے۔ نمونیا، ٹیٹنس (Tetanus) کزاز یا جھٹکوں کا مرض)، میعادی بخار یا ٹائیفائیڈ (Typhoid)، تپ دق، اپنڈی سائٹس، جنسی بیماریوں اور زچگی کے بخار کا علاج جتنا جلد ممکن ہو جدید دواؤں سے کرنا چاہیے۔ ان بیماریوں کا پہلے گھریلو علاج کرنے کی کوشش میں وقت مت برباد کریں۔ بعض دفعہ یہ جاننا مشکل ہوتا ہے کہ کون سے گھریلو علاج فائدہ کرتے ہیں، کون سے نہیں۔ یہ جاننے کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ممکن ہو تو ڈاکٹر کا مشورہ مانتے ہوئے خطرناک بیماریوں کا جدید دواؤں سے علاج کرنا اکثر محفوظ ہوتا ہے۔

اعتقاد جو لوگوں کو صحت کا احساس بخشتے ہیں

بعض گھریلو علاجوں کا اثر سیدھا جسم پر ہوتا ہے۔ لیکن بعض ایسے ہیں جن کا اثر صرف اس لیے ہوتا ہے کہ لوگوں کا ان پر اعتقاد ہے۔ اعتقاد کا صحت بخش اثر بہت قوی ہو سکتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص کو دیکھا گیا جس کے سر میں شدید درد تھا۔ اس کو ٹھیک کرنے کے لیے ایک حکیم نے اسے شکر قند کا ٹکڑا دے دیا اور یہ بتا دیا کہ یہ درد دور کرنے کی بڑی طاقتور دوا ہے۔ اس نے یقین کر لیا اور اس کا درد جلد ہی دور ہو گیا۔

اس شخص کا درد شکر قند سے نہیں بلکہ اس حکیم کے علاج پر اعتقاد کی بدولت ٹھیک ہوا۔

بہت سی گھریلو دوائیں اسی طرح اثر کرتی ہیں۔ وہ زیادہ تر اس لیے فائدہ کرتی ہیں کہ لوگوں کا ان پر اعتقاد ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ ان بیماریوں کے علاج میں خاص طور پر مفید ثابت ہوتی ہیں جو جزوی طور پر لوگوں کے ذہنوں میں ہوتی ہیں یا جزوی طور پر عقائد، تفکرات یا خوف کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔

ان بیماریوں میں جادو ٹونے کا اثر، بے وجہ غم دیوانہ کر دینے کا خوف، بلاوجہ پیدا ہونے والے درد یا تکلیفیں (خاص طور پر ان لوگوں میں جو دباؤ کا شکار ہوں مثلاً بارہ سے انیس سال عمر کے لڑکے لڑکیاں یا بوڑھی عورتیں) اور تفکر اور اعصابی پریشانی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بعض قسم کا دمہ، ہچکیاں، بدہضمی، پیٹ کے زخم (السر)، آدھے سر کا درد بلکہ جسم پر نکلنے والے مسے بھی اسی قسم کی بیماریوں میں شامل ہیں۔

ان تمام مسائل کے لیے علاج کرنے والے کا طریقہ یا "انداز" بہت اہم ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ علاج کرنے والا اپنے رویہ سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کو مریض کی پرواہ ہے، بیمار کو یقین دلاتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا یا بیمار کو محض سکون دیتا ہے۔

بیمار ڈالنے والے اعتقادات / توہمات

اعتقادات لوگوں کو صحت تو دیتے ہیں لیکن بیمار بھی ڈالتے ہیں۔ اگر کسی کو پکا یقین ہو کہ اس کو کسی چیز سے نقصان ہوگا تو یہ ڈر ہی اسے بیمار ڈال دے گا مثلاً

ایک مرتبہ ڈاکٹر کو عورت کے معائنہ کے لیے بلایا گیا جس کے پیٹ کا بچہ ضائع ہو گیا تھا اور اس کو ابھی تک تھوڑا سا خون جاری تھا۔ اس کے گھر کے پاس ایک نارنگی / سنگترے کا درخت تھا، ڈاکٹر نے اس سے ایک گلاس نارنگی کا رس پینے کو کہا (نارنگیوں / سنگتروں میں وٹامن سی ہوتا ہے جو رگوں کو مضبوط کرتا ہے)۔ اس نے پی لیا لیکن اسے سنگترے سے نقصان کا اندیشہ تھا۔

اس کو یہ ڈر اتنا زیادہ تھا کہ بہت جلد اس کی طبیعت خراب ہو گئی، ڈاکٹر نے معائنہ کیا تو کوئی جسمانی خرابی یا مرض نظر نہ آیا۔ تسلی دینے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مگر وہ یہی کہتی رہی کہ بس اب وہ مرنے والی ہے۔ آخر ڈاکٹر نے اسے بالکل خالص ڈسٹلڈ واٹر (Distilled water) کا انجکشن لگایا جو ظاہر ہے خالص پانی ہوتا ہے اور جس کا کوئی طبی اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ بالکل ٹھیک ہو گئی کیونکہ اسے انجکشن پر اعتقاد تھا۔

اصل میں رس نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جس چیز نے اسے نقصان پہنچایا وہ اس کا یہ یقین تھا کہ رس اس کو بیمار ڈال دے گا اور جس چیز نے اسے اچھا کیا وہ یہ یقین تھا کہ انجکشن سے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

اسی طرح بہت سے لوگ جادو ٹونے، انجکشن، خوراک اور بہت سی چیزوں کے بارے میں غلط خیالات رکھتے ہیں اور نتیجے میں بلاضرورت تکلیف اٹھاتے ہیں۔

ممکن ہے کہ ڈاکٹر نے اس عورت کی واقعی کوئی مدد کی ہو لیکن ڈاکٹر نے اس کے بارے میں جتنا سوچا اتنا ہی احساس ہوا کہ ڈاکٹر نے اسے نقصان بھی پہنچایا تھا کیونکہ اسے غلط باتوں پر اعتقاد ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر اس غلطی کی تلافی کرنا چاہتا تھا، چنانچہ کچھ دن بعد، جب وہ بالکل ٹھیک ہو گئی تو ڈاکٹر نے اس کے گھر جا کر اس سے اپنے کیے کی معافی مانگی۔ ڈاکٹر نے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی وہ نارنگی / سنگترے کے عرق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ڈر کی وجہ سے اتنی بیمار ہو گئی تھی اور پانی کے انجکشن سے اسے شفا نہیں ہوئی تھی بلکہ

وہ ڈر نکل جانے کی وجہ سے اچھی ہوئی تھی۔

نارنگی / سنگترے، انجکشن اور خود اپنے دماغ کے وہموں کے بارے میں یہی بات مان کر ممکن ہو اس عورت اور اس کے گھر والوں نے اپنا ڈر کھو دیا ہو اور آئندہ وہ اپنی صحت کی بہتر دیکھ بھال کرنے کے قابل ہو گئے ہوں۔ بات یہ ہے کہ صحت کا سمجھ بوجھ اور ڈر ہونے سے گہرا تعلق ہے۔

بہت سی چیزیں صرف اسی لیے نقصان پہنچاتی ہیں کہ لوگ انہیں نقصان دہ سمجھتے ہیں۔

سفلی علم، جادو اور نظر بندی

اگر کسی شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ کسی کے پاس اسے نقصان پہنچانے کی طاقت ہے تو وہ واقعی بیمار پڑ سکتا ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہے یا اسے نظر لگ گئی ہے، وہ دراصل خود اپنے ڈر کا شکار ہوتا ہے۔

ڈائن یا جادوگر یا عامل کے پاس دوسروں کو نقصان پہنچانے کی اس کے سوا کوئی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ لوگوں کو یہ طاقت رکھنے کا یقین دلا دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کو جب عجیب وغریب یا خوفناک بیماریاں ہو جاتی ہیں (مثلاً اعضائے تناسل کی رسولیاں یعنی ٹیومر یا جگر کا سکڑنا / عفونت جگر) تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اس قسم کی بیماریوں کا جادو ٹونے یا سفلی علم سے کوئی تعلق نہیں، ان کی وجوہات قدرتی ہوتی ہیں۔

جادو ٹونے کے توڑ کے ماہروں پر جو کالے علم کے توڑ کے دعوے کرتے ہیں، رقم برباد مت کیجیے۔ کسی جادوگر سے بدلہ مت لیں کیونکہ اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو کوئی خطرناک قسم کی بیماری ہے تو طبی امداد طلب کیجیے، اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے تمام شر کی حفاظت کی دعا کرتے رہیے۔

اگر آپ کو کوئی عجیب بیماری ہے تو کسی جادوگر پر الزام نہ رکھیں، کسی سفلی علم کا توڑ کرنے والے کے پاس نہ جائیں بلکہ طبی مدد کریں۔ اگر کوئی بڑا تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر دعا کرانے کا مشورہ دے تو اس کتاب کے باب ''قرآنی علاج'' سے قرآنی آیات کی تلاوت کریں اور ساتھ ہی علاج جاری رکھیں۔

یہاں ہم بعض عام اعتقادات اور گھریلو چٹکلوں کے بارے میں کچھ وضاحتیں سامنے لاتے ہیں:

جب لوگ یہ سمجھیں کہ کسی پر جادو کر دیا گیا ہے تو کیا یہ بات صحیح ہے کہ اس آدمی کے رشتہ دار اگر جادوگر کو قتل کریں یا نقصان پہنچائیں تو وہ آدمی ٹھیک ہو جائے گا؟

غلط! کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے سے کسی کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

کیا یہ صحیح ہے کہ جب چھوٹے بچے کے سر کی نرم جگہ یعنی تالو اندر کو دبے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اگر علاج نہ کیا گیا تو بچہ دستوں کی بیماری سے مر جائے گا؟

یہ بات اکثر صحیح ثابت ہوتی ہے۔ تالو اس لیے اندر دب جاتا ہے کہ بچے کے جسم سے بہت سا سیال نکل جاتا ہے اگر اسے جلد ہی سیال (پانی یا کوئی دوسرا مفید مشروب) نہ پلایا گیا تو وہ جلد ہی مر سکتا ہے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ اگر گہنائے چاند کی روشنی حاملہ عورت پر پڑے تو بچے کے جسم میں کوئی خرابی ہوگی یا وہ ذہنی طور پر پس ماندہ ہوگا؟

یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر ماں آیوڈین والا نمک استعمال نہ کرے، اگر وہ بعض دوائیں استعمال کرے اور بعض دفعہ اور وجوہات سے بھی بچہ ذہنی پس ماندہ، بہرا یا جسمانی نقص کے ساتھ پیدا ہو سکتا ہے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ بچے کی پیدائش اندھیرے کمرے میں ہونی چاہیے؟

صحیح یہ ہے کہ ہلکی روشنی ماں اور نوزائیدہ بچہ دونوں کی آنکھوں پر زور نہیں ڈالتی۔ لیکن اتنی روشنی ضرور ہونی چاہیے کہ دائی یا ڈاکٹر کو نظر آئے کہ وہ کیا کر رہی ہے۔

کیا بیمار کو نہلانا ٹھیک ہے یا اس سے اس کو نقصان ہوگا؟

اس سوال کا درست جواب بیماری کی اصل نوعیت معلوم ہونے پر دیا جا سکتا ہے۔ ویسے اگر کوئی ایسی بیماری ہے کہ پانی لگنے سے اس میں اضافہ ہو سکتا ہے تو نہلانا نہیں چاہیے۔ تاہم دوسری

صورت میں یہ بات طے ہے کہ نہلانا اچھی بات ہے۔ بیماروں کو روزانہ گرم پانی سے نہلانا چاہیے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ نارنگیاں / سنگترے، امرود اور دوسرے پھل زکام اور بخار میں نقصان دہ ہو سکتے ہیں؟

ہرگز نہیں، زکام یا بخار میں تمام پھل اور پھلوں کے عرق مفید ہوتے ہیں، ان سے نہ سینہ جکڑتا ہے نہ کوئی اور نقصان ہوتا ہے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ بخار میں مریض کو چادر میں اچھی طرح لپیٹ دینا چاہیے تاکہ ہوا نہ لگے؟

ہرگز نہیں، اگر کسی کو تیز بخار ہو تو چادر اور کپڑے اتار دیں اور جسم کو ہوا لگنے دیں اس سے بخار کم ہو جائے گا۔

کیا یہ صحیح ہے کہ نوزائیدہ بچے کو اس وقت تک نہلانا نہیں چاہیے جب تک آنول نال نہ گر جائے؟

صحیح ہے، جب تک آنول نال کا ٹکڑا گر نہ جائے اسے خشک رکھا جائے لیکن نرم گیلے کپڑے سے بچے کے جسم کو صاف ضرور کیا جائے۔

زچہ کو کتنے دن تک نہیں نہانا چاہیے؟

زچہ کو چاہیے کہ بچہ پیدا ہونے کے اگلے دن گرم پانی سے نہائے، بچہ پیدا ہونے کے ہفتوں بعد تک نہ نہانے کی رسم سے انفکشن ہو سکتا ہے یعنی بیماریاں لگ سکتی ہیں۔

بچے کی پیدائش کے چند ہفتوں بعد تک ماں کو کس قسم کی غذا سے پرہیز کرنا چاہیے؟

بچے کی پیدائش کے چند ہفتوں تک عورتوں کو کسی طاقت بخش غذا سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے بلکہ انہیں خوب پھل، سبزیاں، گوشت، دودھ، انڈے، بغیر چھلے ہوئے ثابت اناج اور پھلیاں کھانی چاہییں۔

دبا ہوا تالو

تالو اس نرم اور تقریباً گول جگہ کو کہتے ہیں جو نوزائیدہ بچوں کے سر پر ہوتا ہے۔ تالو اس جگہ ہوتا ہے جہاں کھوپڑی کی ہڈیاں پوری بنی نہیں ہوتیں۔ عام طور پر تالو ایک سے ڈیڑھ سال کے عرصے میں بند ہو جاتا ہے۔

مختلف ملکوں میں مائیں سوچتی ہیں کہ جب تالو اندر دبنے لگتا ہے تو بچے کو خطرہ ہوتا ہے۔ وہ اس کی تشریح مختلف طریقوں سے کرتی ہیں۔ کچھ مائیں یہ سمجھتی ہیں کہ بچے کا بھیجہ پیچھے کھسک گیا ہے اور اسے ٹھیک کرنے کے لیے وہ تالو پر منہ رکھ کر اسے چوستی ہیں یا بچے کے منہ کے اندر انگلی ڈال کر اوپر تالو دباتی ہیں یا بچے کو الٹا کر کے اس کے پیروں پر ہاتھ مارتی ہیں۔ ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ دبا ہوا تالو دراصل جسم میں پانی کی کمی کی وجہ ہوتا ہے۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ بچہ جتنا پانی یا دودھ پی رہا ہے اس سے زیادہ اس کے جسم سے نکل رہا ہے، اس کے جسم میں بہت خشکی ہو گئی ہے جس کی وجہ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ اسے دستوں کی بیماری ہے یا دست اور الٹیاں دونوں ساتھ ساتھ آ رہی ہیں۔

علاج: ۱۔ بچے کو خوب سیال چیزیں پلائیں، جسم میں پانی پہنچانے والے مشروبات، ماں کا اپنا دودھ یا ابلا ہوا پانی۔

۲۔ اگر ضروری ہو تو دستوں اور الٹیوں کے اسباب کا علاج کریں۔ بیشتر دستوں کے لیے دوا کی ضرورت نہیں ہوتی اور بہت سی دوائیں بجائے فائدہ دینے کے الٹا نقصان پہنچاتی ہیں۔

نوٹ: اگر سر کا تالو سوجا ہوا ہو یا اوپر کو ابھرا ہوا ہو تو یہ گردن توڑ (میننجائٹس Meningitis) کی علامت ہو سکتی ہے۔ فوراً ڈاکٹر کو دکھائیں اور علاج شروع کریں۔

جڑی بوٹیاں

بہت سی جڑی بوٹیاں علاج کے لیے بہترین ثابت ہوتی ہیں۔ بہت سی بہترین جدید دوائیں جنگلی جڑی بوٹیوں سے بنائی جاتی ہیں۔ لیکن عام استعمال کی جانے والی بہت سی جڑی بوٹیاں علاج کے لیے بے کار ہوتی ہیں اور جن سے واقعی فائدہ ہو سکتا ہے ان کو اکثر غلط طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنے علاقے کی جڑی بوٹیوں کے بارے میں معلومات جمع کریں اور ان میں سے جو مفید ہوں ان کے استعمال کے درست طریقے معلوم کر کے انہیں استعمال کریں۔

احتیاط: کچھ جڑی بوٹیاں اگر مقرر کی ہوئی مقدار سے زیادہ مقدار میں استعمال کی جائیں تو بہت زہریلی ثابت ہوتی ہیں اس وجہ سے

جدید دوائی استعمال کرنا بہتر ہے کیونکہ اس کی خوراک پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

بیماریاں جن کی اکثر تمیز نہیں ہوتی یا بیماریاں جن کی اکثر غلط تشخیص ہوتی ہے

بیماری کی کیا وجہ ہوتی ہے؟

مختلف ملکوں اور مختلف پس منظروں سے تعلق رکھنے والے لوگ بیمار پڑنے کی مختلف وجہیں بتاتے ہیں۔ بچے کو دست آتے ہیں مگر کیوں؟

چھوٹے دیہاتوں کے لوگ کہیں گے کہ ماں باپ نے کوئی غلطی کی ہوگی یا کسی دیوتا یا روح کو ناراض کیا ہوگا۔

ڈاکٹر کہتا ہے کہ بچے کو انفکشن کی وجہ سے دست آرہے ہیں۔

پبلک ہیلتھ افسر کہے گا کہ چونکہ دیہاتوں کے پاس پانی کا اچھا انتظام نہیں ہے یا چونکہ ان گھروں میں بیت الخلا نہیں ہیں اس لیے آرہے ہیں۔

سماجی اصلاح کرنے والا کہے گا کہ زمین اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے غیر صحتمند حالات پیدا ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بچپن میں دستوں کا مرض عام ہوا ہے۔ استاد تعلیم کی کمی کو الزام دے گا۔ بیماری کا جو سبب لوگ بتاتے ہیں وہ دراصل ان کے اپنے تجربے اور خیال کے مطابق ہوتا ہے۔ صحیح وجہ کون بتاتا ہے؟ ممکن ہے ہر شخص صحیح بات کہہ رہا ہو یا اس کی بات تھوڑی صحیح ہو، یا اس لیے کہ بیماری بہت سی وجوہات سے آتی ہے۔

اوپر بتائے ہوئے اسباب میں سے ہر ایک سبب بچوں میں دستوں کی بیماری کی وجہ کا حصہ ہوسکتا ہے۔ بیماری کو کامیابی سے روکنے اور اس کا علاج کرنے میں اپنے علاقے کی عام بیماریوں کو جہاں تک ممکن ہو جاننے اور ان کی وجوہات کو سمجھنے سے بہت مدد ملتی ہے۔

اس باب میں مختلف بیماریوں کے متعلق جدید سائنسی طب کے نظام اور اصطلاحوں کے مطابق بات کی گئی ہے۔

طبی معلومات کا فائدہ اٹھانے کے لیے آپ کو طبی سائنس کی روشنی میں بیماریوں اور ان کی وجوہات کو تھوڑا بہت سمجھ جانا ضروری ہے، اس کام میں اس باب کو پڑھنے سے مدد ملے گی۔

مختلف بیماریاں اور ان کے اسباب

یہ سوچتے ہوئے کہ مختلف بیماریوں کی روک تھام یا علاج کیسے کیا جائے، اگر ان کو دو گروپ یعنی لگنے والی اور نہ لگنے والی بیماریوں میں تقسیم کرلیا جائے تو مفید ہوگا۔

لگنے والی یعنی چھوت بیماریاں وہ ہیں جو ایک آدمی سے دوسرے کو لگتی ہیں۔ جن کو یہ بیماریاں ہوں ان سے تندرست آدمیوں کو الگ رکھنا چاہیے۔

نہ لگنے والی یعنی بلا چھوت بیماریاں ایک آدمی سے دوسرے کو نہیں لگتیں۔ یہ اور وجوہات سے پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات جاننا ضروری ہے کہ کون سی بیماریاں لگنے والی اور کون سی نہیں ہیں۔

بلا چھوت بیماریاں

بلا چھوت بیماریوں کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں، لیکن یہ بیماریاں کبھی بھی جراثیم، بیکٹیریا یا دوسرے زندہ عضویوں سے جو جسم پر حملہ کرتے ہیں، پیدا نہیں ہوتیں۔ یہ بھی ایک سے دوسرے کو نہیں لگتیں۔ یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ اینٹی بایوٹک دوائیں یعنی وہ دوائیں جو جراثیم کو مارتی ہیں، ان بلا چھوت بیماریوں سے شفا نہیں بخشتی ہیں۔

بلا چھوت بیماریوں کی مثالیں

جسم کے اندر کسی چیز کے خراب یا بیکار ہونے سے پیدا ہونے والی بیماریاں جوڑوں کا درد، دل کا دورہ، مرگی، فالج، آدھے سر کا درد، موتیا، سرطان (کینسر)۔

جسم کے لیے نقصان دہ یا تکلیف دہ، کسی باہر کی چیز سے پیدا ہونے والی بیماریاں الرجی، دمہ، زہر، سانپ کا کاٹنا، تمباکو نوشی کی وجہ سے کھانسی، معدے کا زخم (السر) شراب کی عادت کی وجہ سے بیماری۔

جسم کے لیے کسی چیز کی کمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں خراب اور ناکافی غذا کے اثرات، خون کی کمی، درشت جلدی، رتوندی اور خشک چشمی گھینگا اور ابلہی Cretinisim، جگر کی عفونت / سڑنا (Z وٹی وجہ)۔

پیدائشی بیماریاں پھٹے ہوئے ہونٹ، مرگی (بعض قسمیں) بھینگا پن، ذہنی طور پر پس ماندہ بچے، جسم کی دوسری خرابیاں، جسم پر پیدائشی نشانات۔

وہم سے پیدا ہونے والی بیماریاں ڈر کہ کوئی چیز نقصان پہنچائے گی۔ جنون مع وہم حالانکہ وہ نقصان دہ نہیں ہے، اعصابی فکر (تفکر) جادو ٹونے کالے علم پر اعتقاد، ڈر جس پر قابو نہ پایا جا سکے۔

چھوت کی بیماریاں

چھوت کی بیماریاں بیکٹریا یعنی جراثیم اور دوسرے اقسام کے عضویوں (یعنی زندہ چیزوں) سے، جو جسم کو نقصان پہنچاتی ہیں، پیدا ہوتی ہیں۔

چھوت کی بیماریوں کی مثالیں

چھوت کی درج ذیل بیماریاں بیکٹریا یا جراثیم (مائکرو بیا جراثیم) سے پھیلتی ہیں۔

۱۔ تپ دق: ہوا کے راستے (بیمار کی کھانسی کے ذریعے) پھیلتی ہے۔
۲۔ جھٹکے کی بیماری: گندے زخم کے ذریعے پھیلتی ہے۔
۳۔ دستوں کی بعض قسمیں: گندے ہاتھ، پانی اور مکھیوں کے ذریعے۔
۴۔ بعض قسم کے نمونیا: ہوا کے راستے (بیمار کی کھانسی کے ذریعے)۔
۵۔ سوزاک، کلائیڈیا آتشک: جنسی عمل سے۔
۶۔ کان کا درد: زکام کے ساتھ۔
۷۔ انفکشن والے زخم: گندی چیز لگنے سے۔
۸۔ پیپ والے ناسور: براہ راست چھونے سے۔ یہ بیماریاں وائرس یعنی بیکٹریا کے بہت چھوٹے جاندار سے پھیلتی ہیں:
۹۔ زکام، فلو، خسرہ کی مختلف قسمیں کسی ایسے شخص سے جو بیمار ہوا ہو، گلسوئے، چکن پاکس، بچوں کا فالج، وائرس والی دستوں کی بیماری: ہوا کے راستے بیمار کی کھانسی کے ذریعے، مکھیوں سے وغیرہ۔
۱۰۔ کلب الحیوانات: پاگل کتے اور دوسرے جانوروں کے کاٹنے سے۔

یہ بیماریاں فنگس (Fungus) سے پھیلتی ہیں:

رنگ ورم (داد): چھونے یا کپڑوں سے۔

مندرجہ ذیل بیماریاں جسم کے اندر پلنے والے نقصان پہنچانے والے جانداروں سے پیدا ہوتی ہیں:

آنتوں میں کیڑے، پیچش: پاخانہ میں لگنے سے، صفائی نہ ہونا۔

مندرجہ ذیل بیماریں جسم کے اوپر رہنے والے نقصان پہنچانے والے جانداروں سے پیدا ہوتی ہیں:

خون میں ملیریا: مچھر کاٹنے سے۔

جوئیں، پسو، کھٹمل، خارش: چھوت والے لوگوں سے ملنے یا ان کے کپڑوں کے ذریعے۔

چھوت کی بیماریاں پیدا کرنے والے اور بہت سے عضویوں کی طرح بیکٹریا یعنی جراثیم اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ آپ ان کو خوردبین کے بغیر دیکھ ہی نہیں سکتے۔ خوردبین ایک ایسا آلہ ہے جس میں چھوٹی چیزیں بڑی نظر آتی ہیں۔ وائرس تو بیکٹریا سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ اینٹی بایوٹک دوائیں (مثلاً پینسلین، ٹیٹرا سائکلین وغیرہ) بیکٹریا سے پیدا ہونے والی بعض بیماریاں دور کر دیتی ہیں لیکن اینٹی بایوٹک دوائیں ان بیماریوں، جو وائرس سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً زکام، فلو، گلسوئے، خسرہ وغیرہ پر کوئی اثر نہیں کرتی ہیں۔ وائرس کے انفکشنز کا اینٹی بایوٹک سے ہرگز علاج نہ کریں۔ ان سے فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان ہو سکتا ہے۔

وہ بیماریاں جن میں فرق کرنا مشکل ہے

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بیماریاں بظاہر ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن ہوتی مختلف ہیں اور ان کے لیے علاج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

۱۔ ایک بچہ آہستہ آہستہ دبلا ہوتا جاتا ہے اور صرف ڈھانچہ سا رہ جاتا ہے لیکن اس کا پیٹ زیادہ سے زیادہ پھولتا ہے۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ایک اور ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں۔

خراب غذا اور غذا کی کمی کے اثرات

پیٹ میں کیڑے (عام طور پر خراب اور ناکافی غذا کے اثرات کے ساتھ ساتھ)۔

☆ بڑھا ہوا یا پرانا دق۔
☆ پیشاب کے نظام کا پرانا اور شدید انفکشن۔
☆ جگر اور تلی کی کوئی بیماری۔
☆ خون کا سرطان (لیوکیمیا)۔

۲۔ بڑی عمر کا آدمی جس کے ٹخنے پر بڑا، کھلا اور آہستہ آہستہ پھیلنے والا زخم / ناسور ہے۔ اس کی یہ وجہیں ہیں۔

خون کے دوران میں خرابی جو ابھری ہوئی نسوں (Varicose Veins) یا کسی اور وجہ سے ہو۔

☆ ذیابیطس (پیشاب میں شکر آنا)۔
☆ ہڈی میں انفکشن (Osteomyelitis)۔
☆ جذام (یعنی کوڑھ)۔
☆ جلد / کھال کا دق۔
☆ پرانا اور پھیلا ہوا آتشک۔

ان میں سے ہر بیماری کا علاج بالکل الگ ہے۔ اس لیے ان کے صحیح علاج کے لیے ان کو الگ الگ پہچاننا ضروری ہے۔ بہت سی بیماریاں پہلے ایک جیسی نظر آتی ہیں۔ لیکن آپ صحیح سوال کریں گے اور آپ کو پتہ ہوگا کہ کیا جواب چاہیے، تو آپ کو اکثر ایسی معلومات حاصل ہوں گی اور ایسی علامتیں نظر آئیں گی جن سے آپ بتا سکیں گے کہ بیماری کون سی ہے؟

اس کتاب میں بہت سے بیماریوں کی تاریخ (یعنی وہ کیسے شروع ہوتی ہیں اور کس طرح بڑھتی ہیں) اور علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن احتیاط رکھیے بیماریوں کی علامتیں ہمیشہ وہی نہیں ہوتی جو بیان کی گئی ہیں اور یہ علامتیں کبھی کبھی دھوکہ بھی دے سکتی ہیں۔ مشکل آن پڑے تو ماہر یا ڈاکٹر کی مدد ضروری ہوتی ہے۔ کبھی کبھی خاص قسم کے ٹیسٹ ضروری ہوتے ہیں۔

بخار پیدا کرنے والی مختلف بیماریوں کی غلط تشخیص

صحیح صورتوں میں جسم کا درجۂ حرارت جب نارمل سے بڑھ جائے تو بخار ہوتا ہے۔ ان بیماریوں کو روکنے یا ان کا علاج کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان میں آپس میں فرق کیسے کیا جائے۔

نیچے چند اہم شدید بیماریوں کا ذکر ہے جن میں بخار ایک اہم علامت ہوتا ہے۔

ملیریا

شروع میں کمزوری، سردی کا احساس اور بخار ہوتا ہے۔ چند روز تک بخار آتا جاتا رہتا ہے۔ جب بخار چڑھتا ہے تو کپکپی ہوتی ہے اور جب اترتا ہے تو پسینہ آتا ہے۔ پھر ہر دوسرے تیسرے روز بخار چند گھنٹوں کے لیے آتا ہے اور باقی دنوں میں مریض کم و بیش ٹھیک رہتا ہے۔

میعادی بخار (ٹائیفائیڈ۔ موتی جھرہ)

شروع میں زکام جیسا ہوتا ہے۔ روزانہ جسم کا درجۂ حرارت تھوڑا تھوڑا بڑھ جاتا ہے۔ نبض نسبتاً آہستہ چلتی ہے۔ کبھی کبھی دست آتے ہیں اور جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ جسم میں تھرتھری ہوتی ہے یا ہذیان (دماغ کا بہکنا) ہوتا ہے۔ مریض بہت بیمار ہوتا ہے۔

ٹائیفس

میعادی بخار جیسا ہوتا ہے۔ خسرہ جیسے دانے نکلتے ہیں اور جسم پر چھوٹی خراشیں پڑتی ہیں۔

ورم جگر (ہیپاٹائٹس)

بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ کھانے یا تمباکو پینے کو دل نہیں چاہتا، الٹی کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آنکھیں اور جلد پیلی ہو جاتی ہیں۔ پیشاب نارنجی یا کتھئی رنگ کا آتا ہے۔ کبھی کبھی جگر بڑھ جاتا ہے اور چھونے سے تکلیف ہوتی ہے۔ ہلکا بخار رہتا ہے۔ مریض بہت کمزور ہو جاتا ہے۔

نمونیا

تیز سانس جو سینے میں نہیں سماتی۔ درجۂ حرارت تیزی سے

بڑھتا ہے۔ کھانسی کے ساتھ ہرا، پیلا خون والا بلغم نکلتا ہے۔ سینے میں درد ہو سکتا ہے۔ مریض بہت بیمار رہتا ہے۔

گنٹھیا کا بخار (Rheumatic fever)

بچوں اور تیرہ سے انیس سال لڑکے لڑکیوں میں بہت عام ہوتا ہے۔ جوڑوں میں درد ہوتا ہے۔ تیز بخار ہوتا ہے۔ اکثر گلے کی خراش کے بعد یہ بیماری شروع ہوتی ہے۔ سینے میں درد کے ساتھ سانس اوپر اوپر چڑھتا ہے۔ بازو اور ٹانگیں خود بخود ہلنے لگتی ہیں۔

بروسیلوس (مالٹا بخار)

تھکن، سر کے درد اور ہڈیوں میں درد کے ساتھ بیماری آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے۔ رات کو عام طور پر بخار اور پسینہ آتا ہے۔ چند روز بعد بخار اتر جاتا ہے مگر پھر چڑھ جاتا ہے۔ یہ سلسلہ مہینوں بلکہ برسوں تک چل سکتا ہے۔

زچگی کا بخار

بچے کی پیدائش کے ایک یا دو تین دن بعد شروع ہوتا ہے۔ شروع میں ہلکا بخار ہوتا ہے جو اکثر بعد میں بڑھ جاتا ہے۔ فرج سے بدبودار سیال خارج ہوتا ہے اور بعض اوقات فرج سے خون بھی آتا ہے۔

یہ تمام بیماریاں خطرناک ہو سکتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی بیماریاں ہیں (خاص طور پر گرم ملکوں میں) جن کی علامتیں ان سے ملتی جلتی ہیں اور بخار بھی اسی طرح آتا ہے۔ ان بیماریوں میں ہمیشہ آسانی سے فرق نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں بیشتر خطرناک ہوتی ہیں۔ جہاں ممکن ہو، ڈاکٹر سے مدد لیں۔ ذاتی علاج معالجے اور ٹونے ٹوٹکے میں پیسہ اور وقت ہرگز برباد نہ کریں۔ اس لیے کہ بعض بیماریاں اس قدر شدید اور خطرناک ہوتی ہیں کہ اگر ان کی بروقت تشخیص نہ ہو سکے تو وہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔

کچھ بہت عام بیماریاں

جسم میں پانی کی کمی

بیشتر بچے جو دستوں کی بیماری میں مرتے ہیں، اس لیے مرتے ہیں کہ ان کے جسموں میں پانی کافی مقدار میں باقی نہیں رہتا۔

پانی کی کمی اس وقت ہوتی ہے جب جسم میں داخل ہونے والے پانی سے زیادہ پانی نکل جاتا ہے۔ یہ صورت شدید دستوں کی بیماری میں خاص طور پر جب الٹیاں بھی آ رہی ہوں، پیدا ہوتی ہے۔ کسی اور شدید بیماری میں بھی، جب مریض زیادہ کھا پی نہیں سکتا جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔

ہر عمر کے آدمی کے جسم میں پانی کی کمی ہو سکتی ہے لیکن چھوٹے بچوں میں پانی کی کمی سب سے زیادہ تیزی سے پیدا ہوتی ہے، اور سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

جس بچے کو پانی جیسے پتلے دست آئیں اسے پانی کی کمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

یہ بہت ضروری ہے کہ ہر شخص اور خاص طور پر مائیں جسم میں پانی کی کمی کی نشانیاں جانیں اور ان کی روک تھام اور علاج سے واقف ہوں۔

☆ پیاس اکثر پانی کی کمی کی پہلی اور ابتدائی علامت ہوتی ہے۔
☆ پیشاب کم یا بالکل نہ آنا یا پیشاب کا رنگ گہرا پیلا ہونا۔
☆ اچانک وزن کم ہونا۔
☆ منہ سوکھنا۔
☆ دھنسی ہوئی آنکھیں جن میں نمی یا آنسو نہ ہوں۔
☆ چھوٹے بچوں کے سر کے تالو اندر دب جانا۔
☆ کھال میں لچک یعنی کھنچنے کی صلاحیت ختم ہو جانا۔
☆ کھال چٹکی سے پکڑ کر اٹھائیں اگر کھال واپس گر کر معمول کی حالت میں نہ آئے تو بچہ پانی کی کمی کا شکار ہے۔
☆ پانی کی بہت شدید کمی سے نبض تیز گرم کمزور چلتی ہے اور تیز گہرے سانس آتے ہیں، بخار ہوتا ہے یا دورے پڑتے ہیں۔

جب کسی کو پانی جیسے پتلے دست آئیں یا دستوں اور الٹیوں کی شکایت ہو تو پانی کی کمی کی نشانیاں ظاہر ہونے کا انتظار نہ کریں۔ جلد وہ کام کریں جو آگے بتایا گیا ہے۔

پانی کی کمی سے بچاؤ اور علاج

جب کسی کو پانی جیسے پتلے دست آئیں تو جلدی سے:

اسے پینے کی چیزیں خوب پلائیں: بہترین چیز پانی کی کمی دور کرنے والا مشروب ہے۔ ورنہ پتلا دلیہ، پتلی کھچڑی، چائے، یخنی یا صرف سادہ پانی ہی خوب پلائیں۔

کھانا کھلاتے رہیں: بیمار بچہ ہو یا بڑا، جونہی وہ کھانا کھانے کے قابل ہو اسے کئی بار اس کی پسند کا کھانا جو کچھ وہ کھانا چاہے کھلاتے جائیں۔

دودھ پیتے بچوں کو مائیں اپنا دودھ بار بار پلاتی جائیں اور دوسرے مشروبات پلانے سے پہلے اپنا دودھ پلائیں۔

خاص طور پر پانی کی کمی دور کرنے والے مشروب سے پانی کی کمی نہیں ہوتی یا اس کا علاج ہو جاتا ہے۔ یہ خاص طور پر دستوں کی شدید بیماری میں جب پانی جیسے پتلے دست آئیں مفید ہوتا ہے۔

گھریلو پانی کی کمی دور کرنے والے مشروب بنانے کے دو طریقے

۱۔ شکر اور نمک سے۔

شکر نہ ہو تو کھانڈ یا راب استعمال کی جا سکتی ہے۔

ایک لٹر صاف پانی میں آدھا چائے کا چمچ نمک اور آٹھ چائے کے چمچے شکر، ان دونوں میں آدھی پیالی پھل کا رس، ناریل کا پانی یا کیلا کچل کر ملایا جا سکتا ہے بشرطیکہ مل جائے۔ کیلے میں پوٹاشیم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ کھانے پینے لگتا ہے۔

احتیاط: شکر ملانے سے پہلے چکھ لیں۔ پانی کو آنسوؤں سے کم نمکین ہونا چاہیے۔

۲۔ پسے ہوئے اناج اور نمک سے

(پسا ہوا چاول سب سے اچھا ہے یا باریک پسی ہوئی مکا، گندم یا ابال کر کچلے ہوئے آلو استعمال کریں) ایک لیٹر صاف پانی میں آدھا چائے کا چمچ نمک اور آٹھ بھرے ہوئے چائے کے چمچے (یا دو مٹھی) پسا ہوا اناج دو سے سات منٹ ابالیں تاکہ پتلا دلیا جیسا ہو جائے، ٹھنڈا کریں اور بچے کو پلانا شروع کر دیں۔ یہ مشروب پلانے سے پہلے اس کو چکھ لیں کہ کہیں خراب تو نہیں ہو گیا۔ گرمیوں میں اناج والے مشروب چند گھنٹوں میں خراب ہو جاتے ہیں۔

جسے پانی کی کمی ہو اسے یہ شربت ہر پانچ منٹ بعد گھونٹ گھونٹ کر کے پلائیں اور یہ سلسلہ رات دن جاری رہے یہاں تک کہ وہ نارمل طریقے سے پیشاب کرنے لگے۔ بڑے آدمی کو روزانہ تین لٹر کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک چھوٹے بچے کو عام طور پر روزانہ ایک لٹر یا ہر دست کے عوض ایک گلاس۔ یہ مشروب بار بار چھوٹے چھوٹے گھونٹوں میں پلاتے رہیں چاہے مریض الٹی کر دے۔ سارا مشروب الٹی میں باہر نہیں نکلے گا۔

احتیاط: اگر پانی کی کمی بڑھ جائے یا خطرے کی دوسری علامتیں نمودار ہونے لگیں تو ڈاکٹر سے مدد لیں، ہو سکتا ہے کہ رگ میں سیال کا انجکشن دینا پڑے یعنی ڈرپ لگانی پڑے۔

نوٹ: جسم میں پانی اور نمکیات کی کمی دور کرنے والے ''او۔آر۔ایس'' کے پیکٹ ملتے ہیں جنہیں پانی میں گھول کر پلایا جاتا ہے۔ ان میں محض شکر، نمک، سوڈا اور پوٹاشیم ہوتے ہیں لیکن گھر پر بنائے ہوئے مشروبات خاص طور پر دال اور غلہ والے مشروبات اگر صحیح طور پر تیار کیے جائیں تو اکثر ''او۔آر۔ایس'' سے زیادہ سستے، بے ضرر اور مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔

اسہال (دست) اور پیچش

جب کسی کو پتلے یا پانی جیسے دست آنے لگیں تو اسے اسہال یا دستوں کی بیماری ہوتی ہیں اور پاخانہ میں آنول اور خون بھی ہو تو پیچش ہوتی ہے۔

اسہال ہلکا بھی ہو سکتا ہے اور شدید بھی۔ یہ بہت (Acute) اچانک اور شدید بھی ہوتا ہے اور (Chronic) پرانا (یعنی کئی دن تک برقرار رہنے والا) بھی ہو سکتا ہے۔

اسہال چھوٹے بچوں میں اور خاص طور پر ان میں جو ناقص غذائیت کا شکار رہتے ہیں زیادہ عام اور زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ جس بچے کو اچھی غذا ملتی ہے، اس کو دستوں کی بیماری لگنے کا امکان کم ہے اور اگر بیمار ہو بھی جائے تو یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔

جو بچہ ناقص غذائیت کا شکار ہے، اس کو دستوں کی بیماری لگنے کا امکان زیادہ ہے اور اس بیماری سے اس کی موت کا امکان بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔

اسہال کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ عام طور پر کسی دوا کی

ضرورت نہیں ہوتی اور اگر اسے او۔ آر۔ ایس کا مشروب اور غذا ملتی رہے تو وہ کچھ دنوں میں خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے (اگر وہ زیادہ نہیں کھاتا تو اسے دن میں کئی مرتبہ تھوڑا تھوڑا کھلائیں)۔ کبھی کبھی خاص علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن بیشتر دستوں کی بیماری کا گھر پر ہی علاج ہو سکتا ہے چاہے اس کی اصل وجہ یا وجوہات کا پتہ ہو یا نہ ہو۔

اسہال کی روک تھام

اگرچہ اسہال کی کئی مختلف وجوہات ہوتی ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم دو ہیں۔ انفکشن اور ناقص غذائیت، اگر جسمانی صفائی (پاکیزگی) کا خیال رکھا جائے، اچھی غذا کھائی جائے تو بیشتر اسہال کی روک تھام کی جا سکتی ہے اور اس سے بچا جا سکتا ہے۔ اور اگر صحیح علاج کیا جائے یعنی خوب سیال چیزیں پلائی جائیں اور خوب اچھی غذا دی جائے تو اسہال کے مریض بچوں کی موتیں کم ہو جائیں گی۔

ناقص غذائیت کا شکار بچے، اچھی غذا کھانے والے بچوں کے مقابلے میں بہت زیادہ اسہال کا شکار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ یہ اسہال خود ناقص غذائیت کی جزوی وجہ ہو سکتا ہے اور اگر پہلے ہی ناقص غذائیت ہو تو اسہال اس کو بہت جلد اور شدید اور خطرناک بنا دیتا ہے۔

ناقص غذائیت سے اسہال ہوتا ہے، اسہل سے ناقص غذائیت ہوتی ہے۔

اس طرح گویا ایک خطرناک چکر چل پڑتا ہے جس میں ایک دوسرے کو شدید اور خطرناک بناتا ہے۔ اسی وجہ سے اچھی غذا اسہال کی روک تھام اور علاج دونوں میں اہمیت رکھتی ہے۔

دوسری بیماریوں کے علاوہ اسہال پر غالب آنے کے لیے غذاؤں کا تذکرہ آپ آنے والے صفحات پر پڑھیں گے۔ چھوٹے بچوں کو اسہال یعنی دستوں کی بیماری سے بچانے کے لیے ہم یہاں چند ضروری باتیں بتا رہے ہیں۔

چھوٹے بچوں کو بوتل سے دودھ پلانے کے بجائے مائیں اپنا دودھ پلائیں، عمر کے پہلے چار سے چھ مہینے تک صرف ماں کا دودھ دیا جائے۔ ماں کے دودھ سے بچہ میں اسہال پیدا کرنے والے انفکشنز کے خلاف مزاحمت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ماں کے لیے بچہ کو دودھ پلانا ممکن نہ ہو تو بچے کو پیالی اور چمچ سے دودھ پلائیں، بوتل استعمال نہ کریں کیونکہ بوتل کو صاف رکھنا مشکل ہے اور اس سے انفکشن کا امکان زیادہ ہے۔

جب آپ بچے کو کوئی نئی یا کوئی ٹھوس غذا کھلانا شروع کریں تو ابتدا میں اس غذا کو مسل کر یا گھوٹ کر پتلا کر لیں اور اس میں ماں کا تھوڑا سا دودھ ملائیں۔ بچہ نئی غذائیں ہضم کرنا ایک دم سے شروع نہیں کرتا بلکہ آہستہ آہستہ سیکھتا ہے۔ اگر اسے شروع میں بہت سے نئی غذائیں دے دی جائیں تو دست شروع ہو سکتے ہیں۔ ماں کو چاہیے کہ اپنا دودھ پلانے کے زمانے میں ہی بچہ کو دوسری غذائیں دینا شروع کر دے۔

بچے کو صاف رکھیے اور صاف جگہ پر رکھنے کی کوشش کریں کہ وہ گندی چیزیں منہ میں نہ ڈالے۔ بچوں کو بلا ضرورت دوائیں نہ دیں۔

اسہال کا علاج

اسہال میں اکثر و بیشتر کسی دوائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر اسہال شدید ہے تو جسم میں پانی کی کمی سب سے زیادہ خطرے کی چیز ہے۔ اگر اسہال لمبے عرصہ تک جاری رہے تو ناقص غذائیت سے سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے علاج کا سب سے اہم حصہ یہ ہے کہ مریض کو مشروبات اور غذا دونوں کافی مقدار میں دی جاتی رہیں۔ اسہال کی وجہ چاہے جو بھی ہو ذیل میں بتائی ہوئی باتوں کے سلسلے میں پوری احتیاط کریں۔

۱۔ جسم میں پانی کی کمی نہ ہونے دیں اور اگر ہو جائے تو اسے کنٹرول کریں۔ جسے اسہال ہو اسے بہت زیادہ سیال چیزیں پینی چاہئیں۔ اگر اسہال شدید ہو اور جسم میں پانی کی کمی کی نشانیاں پیدا ہونے لگیں تو اسے پانی کی کمی دور کرنے والا مشروب دیں۔ اگر وہ پینا نہ چاہے تب بھی نرمی سے اصرار کریں۔ ہر چند منٹ بعد اسے چند گھونٹ ضرور پلاتے رہیں۔

۲۔ غذائی ضرورتیں پوری کریں: اسہال کا مریض جوں ہی کھانا مانگے اسے کھانا ملنا چاہیے۔ چھوٹے بچوں یا پہلے ہی سے ناقص غذائیت کے شکار لوگوں کے لیے یہ بات خاص طور پر اہم ہے۔ جب کسی کو دستوں کی بیماری ہوتی ہے تو جو کچھ کھاتا ہے وہ بہت جلد پیٹ سے نکل جاتا ہے اور جسم میں جذب نہیں ہوتا، اس لیے ایسے مریض کو دن میں کئی مرتبہ کھانا دیں خاص طور پر جب وہ ایک وقت میں تھوڑا سا کھائے۔

نارمل سے کم وزن کے بچے کو دستوں کے دوران برابر توانائی بخش غذا اور کچھ جسم بنانے والی غذائیں (یعنی لحمیات یا پروٹین) زیادہ مقدار میں دی جانی چاہئیں اور جب وہ ٹھیک ہو جائے تو یہ غذائیں اور زیادہ دی جائیں۔ اگر بچہ اس لیے کھانا چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بہت بیمار ہے تو جوں ہی وہ کھانے کے قابل ہو اسے پھر کھانا چاہیے۔ پانی کی کمی پوری کرنے والا مشروب پلانے سے بچہ کھانا کھانے لگتا ہے اگرچہ کھانا کھانے سے شروع میں دست زیادہ آ سکتے ہیں، لیکن بچے کی جان بچ جائے گی۔

اگر کم وزن والے بچے کو زیادہ عرصے تک دست آتے رہیں، بار بار اسہال ہو تو اسے زیادہ مرتبہ زیادہ کھانا کھلائیں، کم از کم دن میں پانچ یا چھ بار کھانا کھلائیں۔ اکثر کسی اور علاج کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

اسہال کے مریض کی غذا

جب مریض الٹی کر رہا ہو یا اتنا بیمار محسوس کرے کہ کھانا نہ کھا سکے تو اسے یہ پینا چاہیے۔

☆ بہت پتلی کھچڑی یا چاول، مکئی کا آٹا یا آلو۔
☆ چاول کی پیچ (جس میں تھوڑا سا چاول گھونٹا ہوا ہو)۔
☆ مرغی، گوشت، انڈا یا پھلیوں کے بیجوں کا بھرتا۔
☆ Koolaid یا اسی قسم کے میٹھے مشروب۔
☆ پانی کی کمی دور کرنے والے مشروب۔
☆ ماں کا دودھ (صرف دودھ پیتے بچوں کے لیے)۔

جوں ہی مریض کھانے کے قابل ہو تو اسے اوپر بتائے ہوئے مشروبات اور سیال غذا کے ساتھ ساتھ نیچے بتائی ہوئی توانائی والی غذائیں یا ان جیسی اور غذائیں توازن کے ساتھ کھانی چاہئیں۔

۱۔ توانائی والی غذائیں۔
۲۔ کریکر Crackers۔
۳۔ چاول، مکئی یا اور کوئی غلہ اچھی طرح پکا ہوا۔
۴۔ پکا ہوا کیلا۔
۵۔ آلو۔
۶۔ پپیتا۔
۷۔ انڈے (ابلے ہوئے)
۸۔ گوشت (اچھی طرح پکا ہوا مگر بغیر گھی، چربی یا چکنائی کے)۔
۹۔ پھلیوں کے بیج، دالیں یا مٹر (اچھی طرح پکے ہوئے اور گھوٹے ہوئے)۔
۱۰۔ دودھ (لیکن اس سے کبھی مسئلہ پیدا ہوتا ہے اس لیے ڈاکٹر کے مشورے سے استعمال کریں)۔

اسہال اور دودھ

دودھ پیتے بچوں کے لیے ماں کا دودھ بہترین غذا ہے۔ یہ دستوں کی بیماری سے بچنے اور اس سے صحت یاب ہونے میں مدد دیتا ہے۔ جب بچے کو اسہال ہو تو ماں کو اسے اپنا دودھ پلاتے رہنا چاہیے۔

گائے کا دودھ، دودھ کا پاؤڈر، ڈبے میں بند گاڑھا دودھ توانائی اور لحمیات (پروٹین) کا اچھا ذریعہ ہے۔ دستوں کے دوران میں بچے کو یہ پلاتے جائیں۔ بہت کم بچوں کو دودھ پلانے سے اور زیادہ دست آتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو دودھ کی مقدار کم کر کے اس میں اور غذائیں شامل کر کے آزمائیں، مگر یہ ہمیشہ یاد رکھیے کہ ناقص غذا کے شکار بچے کو دست آئیں تو اس کو ہر صورت میں لازمی طور پر توانائی والی غذائیں اور لحمیات (پروٹین) دینا چاہیے۔ اگر دودھ کم پلایا جائے تو مرغی، انڈے کی زردی، گوشت، مچھلی یا پھلیوں کے بیج اچھی طرح پکا کر اور گھونٹ کر کھلانے چاہئیں۔ اگر پھلیوں کے بیجوں کے چھلکے اتار دیے جائیں اور ان کو ابال کر گھونٹ دیا جائے تو ان کو ہضم کرنا آسان ہوتا ہے۔

جیسے جیسے بچہ اچھا ہو جائے گا عام طور پر دودھ زیادہ پینے لگے گا اور اس سے اسے دست نہیں آئیں گے۔

اسہال کی دوائیں

اسہال میں اکثر و بیشتر کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ لیکن بعض ضرورتوں میں صحیح دوائی دینا اہم ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر جو دوائیں اسہال کے لیے استعمال ہوتی ہیں ان میں سے بہت سی دوائیں فائدہ کرتی ہیں یا بالکل فائدہ نہیں کرتیں اور کچھ تو واقعی میں نقصان دہ ہوتی ہیں۔

اسہال کی مختلف قسموں میں خصوصی علاج

اسہال کا یوں تو عام طور پر بہترین علاج یہ ہے کہ مریض کو خوب سیال مشروبات پلائے جائیں، خوب غذا دی جائے اور کوئی دوائی نہ دی جائے، مگر کبھی کبھی خاص علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔

علاج سوچتے ہوئے یاد رکھیے کہ بعض قسم کا اسہال، خاص طور پر چھوٹے بچوں میں آنتوں کے باہر انفکشن کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہمیشہ کان، ناک حلق اور پیشاب کے نظام سے انفکشن کو چیک کریں، اگر یہاں انفکشن ہو تو اس کا علاج کریں اور خسرے کی علامتیں بھی ڈھونڈیے۔

اگر بچے کو زکام کے آثار کے ساتھ ساتھ ہلکا سا اسہال ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسہال کسی وائرس کی وجہ سے ہے یا آنتوں کے فلو کی وجہ سے ہے۔ اس لیے کسی خاص علاج کی ضرورت نہیں، بچے کو خوب سیال پلایئے اور جتنا کھانا کھائے کھلایئے۔

اسہال کی بعض پیچیدہ اقسام میں صحیح علاج جاننے کے لیے پاخانے کی یا دوسرے ٹیسٹوں کی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن عام طور پر مریض سے ضروری سوال پوچھ کر پاخانے کا معائنہ کر کے اور بعض علامتوں کی موجودگی سے کافی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ علامتوں کے مطابق علاج کرنے کے لیے کچھ ہدایات یہاں بتائی جاتی ہیں۔

۱۔ اچانک ہلکا اسہال، بخار نہیں (پیٹ کی گڑبڑ) آنتوں کا فلو۔

خوب سیال اور مشروبات پئیں۔ عام طور پر کسی علاج کی ضرورت نہیں۔ عام طور پر دستوں کو ڈاٹ لگانے والی دوائیں مثلاً پکٹین کے ساتھ کولین یا ڈائی فینوکزائلیٹ (لوموٹل) استعمال نہ کرنا سب سے اچھا ہے، یہ کبھی بھی ضروری نہیں ہوتیں؛ ورنہ پانی کی کمی دور کرنے میں مدد دیتی ہیں، نہ انفکشن سے نجات دیتی ہے۔ اس لیے ان پر پیسے کیوں ضائع کیے جائیں؟ بہت بیمار مریضوں اور چھوٹے بچوں کو یہ دوائیں ہرگز نہ دیں۔

۲۔ اسہال الٹیوں کے ساتھ (بہت سی وجہیں ہو سکتی ہیں)۔

اگر اسہال کے مریض کو الٹیاں بھی آ رہی ہوں تو پانی کی کمی کا خطرہ اور زیادہ ہوتا ہے اور چھوٹے بچوں میں تو خاص طور پر یہ خطرہ بہت ہوتا ہے۔ بچوں میں پانی کی کمی دور کرنے والا مشروب او۔ آر۔ ایس، چائے، کولا مشروب یا جو سیال وہ پیے خوب پلانا چاہیے۔ مشروب پلاتے رہیں چاہے الٹی کر کے اسے نکال ہی دے، کچھ نہ کچھ مشروب تو پیٹ میں باقی رہ جائے گا۔ ہر پانچ، دس منٹ بعد گھونٹ گھونٹ پلائیں۔ اگر الٹیاں جلدی نہ رکیں تو پرومیتھازین یا فینوباربیٹال جیسی دوائیں دی جا سکتی ہیں۔

اگر آپ الٹیوں پر قابو نہ پا سکیں یا اگر پانی کی کمی بڑھتی ہی جائے تو جتنی جلد ہو سکے طبی امداد حاصل کریں۔

۳۔ اسہال آنوں اور خون کے ساتھ، اکثر پرانا اسہال ہوتا ہے۔ بخار نہیں ہوتا۔ بعض دن دست آئیں اور بعض دن قبض رہے، ممکنہ طور پر امیبائی پیچش۔

میٹرونیڈازول یا ڈائلوکسینائڈ فوریٹ استعمال کریں۔ دوا بتائی ہوئی خوراک کے مطابق استعمال کریں۔ اگر اسہال علاج کے بعد بھی جاری رہے تو طبی مشورہ لیں۔

۴۔ شدید اسہال بخار کے ساتھ، خون کے ساتھ یا خون کے بغیر (بکٹیریائی پیچش؟ میعادی بخار یعنی ٹائیفائیڈ؟ ملیریا؟)

اگر پانی کی کمی کا علاج شروع کرنے کے بعد بھی مریض کو چھ گھنٹے سے زیادہ بخار رہے اور وہ بہت بیمار نظر آئے، تو ایمپیسیلین یا کوٹرائی موکسازول دیں۔

اگر مریض شدید بیمار ہو یا اگر ایمپیسیلین یا کوٹرائی موکسازول سے بھی اس کی حالت بہتر نہ ہو تو طبی مدد طلب کریں۔ اگر میعادی بخار یعنی ٹائیفائیڈ کی علامتیں موجود ہوں تو کلورم فینی کول بتائی ہوئی

مقدار میں استعمال کریں۔

جن علاقوں میں فیلسی پیرم (Falciparum) قسم کا ملیریا عام ہو تو اسہال کے ساتھ بخار کے مریضوں کو ملیریا کی دوائیں دینا مفید ہے خاص طور پر اگر ان کی تلی بڑھی ہوئی ہو۔

۵۔ پیلے رنگ کے بدبودار جھاگ یا بلبلوں والے دست، خون یا آنوں کے بغیر۔ اکثر پیٹ میں بہت گیس ہوتی ہے، گندھک کی بو والی ڈکاریں آتی ہیں۔

بہت چھوٹے صرف خوردبین سے نظر آنے والے طفیلی کیڑے مثلاً جیارڈیا یا ناقص غذائیت اس کا سبب ہو سکتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو، خوب سیال چیزیں، اچھی صحت بخش غذا دیں اور آرام کرائیں۔ اکثر اسی علاج سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ جیارڈیا کے شدید انفکشن کا علاج میٹرونیڈازول سے کیا جا سکتا ہے۔ کوئنا کرین (اٹابرین Atabrine) زیادہ سستی دوا ہے مگر اس کے ذیلی اثرات زیادہ خراب ہوتے ہیں۔

۶۔ پرانا اسہال (جو دیر تک رہے اور بار بار ہوتا رہے)۔

یہ ایک حد تک ناقص غذائیت سے یا امیبا یا جیارڈیا کے پرانے انفکشنز کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ بچے کو دن میں کئی مرتبہ صحت بخش غذا کھلائیں اگر اسہال جاری رہے تو طبی امداد طلب کریں۔

۷۔ چاول کی پیچ جیسے دست (ہیضہ؟)

چاول کی پیچ جیسے بہت زیادہ دست ہیضے کی علامت ہو سکتے ہیں۔ جن ملکوں میں یہ خطرناک بیماری پھیلتی ہے وہاں وبا کی صورت میں پھیلتی ہے اور بڑی عمر کے بچوں اور بوڑھوں کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔ اگر الٹیاں بھی ساتھ ساتھ ہوں تو جسم میں جلد ہی پانی کی شدید کمی ہو جاتی ہے۔ پانی کی کمی کا مسلسل علاج کرتے رہیں اور ٹیٹرا سائکلین، کوٹرائی موکسازول یا کلورم فینی کول استعمال کرائیں۔ ہیضہ کی اطلاع محکمہ صحت کو دینی چاہیے۔ طبی امداد حاصل کریں۔

دیکھتے رہیں کہ مریض کے جسم سے کتنا پانی نکل رہا ہے، اس کو اس مقدار سے زیادہ پانی کی کمی دور کرنے والے مشروبات پلاتے رہیں۔ مشروبات تقریباً مسلسل دیتے رہیں اور مریض جتنا بھی پی سکے پلاتے جائیں۔

اسہال کے مریض چھوٹے بچوں کی احتیاط

دودھ پینے والے اور چھوٹے بچوں کے لیے اسہال یعنی دستوں کی بیماری خاص طور پر خطرناک ہوتی ہے۔ اکثر کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن خاص احتیاط ضروری ہوتی ہے کیوں کہ بچہ پانی کی کمی سے جلد موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔

ماؤں کو چاہیے کہ اپنا دودھ پلاتی رہیں اور پانی کی کمی دور کرنے والے مشروبات کے گھونٹ بھی پلاتی جائیں۔

اگر الٹیوں کا مسئلہ ہو تو ماں کا دودھ کئی مرتبہ دیں لیکن ہر مرتبہ تھوڑا تھوڑا، پانی کی کمی دور کرنے والے مشروبات بھی ہر پانچ، دس منٹ بعد چھوٹے چھوٹے گھونٹوں میں پلائیں۔

اگر ماں کا دودھ نہ ہو تو کوئی اور دودھ یا دودھ کا بدل (جیسے سویا پھلی سے تیار کیا ہوا دودھ) پلائیں جس میں ابلا ہوا پانی برابر کی مقدار میں ملایا گیا ہو۔ اگر دودھ سے اسہال بڑھ جائے تو کوئی اور پروٹین جیسے کچلی ہوئی مرغی کی بوٹی، انڈے، روکھا یعنی بغیر چربی کا گوشت یا پھلیوں کے بیجوں کے چھلکے اتار کر اور انہیں کچل کر شکر یا اچھی طرح پکے ہوئے چاول یا کسی اور کاربوہائڈریٹ اور ابلے ہوئے پانی میں ملا کر استعمال کرائیں۔

اگر بچے کی عمر ایک ماہ سے کم ہو تو کوئی دوا دینے سے پہلے کسی ڈاکٹر سے مشورہ کریں، اگر وہ نہ ملے اور بچہ بہت بیمار ہو تو اسے ایمپیسلین کا "بچوں کا شربت" روزانہ آدھا چائے کا چمچہ چار مرتبہ استعمال کرائیں۔ کوئی اور اینٹی بایوٹک استعمال نہ کرنا بہتر ہے۔

اسہال میں کب طبی امداد طلب کی جائے

اسہال اور پیچش دونوں بیماریاں، خاص طور پر چھوٹے بچوں میں بہت خطرناک ہو سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں آپ کو فوراً طبی امداد حاصل کرنی چاہیے۔

اگر اسہال چار دن سے زیادہ جاری رہے اور بہتر نہ ہو اور چھوٹے بچوں میں اگر ایک دن سے زیادہ شدید اسہال رہے۔

اگر مریض میں پانی کی کمی کی علامتیں ظاہر ہوں اور بڑھتی جائیں۔

اگر بچہ جو پیے وہ الٹی کر دے یا کچھ نہ پیے یا اگر پانی کی کمی دور

کرنے والا مشروب پلائے جانے کے تین گھنٹے بعد بار بار الٹی آنا جاری رہے۔

اگر بچے کو دورے پڑنے لگیں یا چہرہ اور پیر سوج جائیں۔

اگر مریض اسہال سے پہلے ہی بہت بیمار، کمزور یا ناقص غذائیت کا شکار ہو (خاص طور پر چھوٹا بچہ، بہت بوڑھا آدمی)

اگر دستوں میں بہت خون آئے، اگر اسہال بہت کم ہو تب بھی یہ بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔

قے / الٹیاں

بہت سے لوگ، خاص طور پر بچے کبھی کبھی الٹیوں کے ساتھ "پیٹ کی گڑبڑ" کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پیٹ یا آنتوں میں ہلکا درد یا بخار ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی ہلکی الٹیوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ خود ٹھیک ہو جاتی ہیں۔

الٹیاں کئی مختلف بیماریوں کی علامتوں میں سے ہیں۔ جو معمولی بھی ہو سکتی ہیں سنجیدہ بھی، اس لیے مریض کا احتیاط سے معائنہ ضروری ہے۔ الٹی اکثر معدے یا آنت کی کسی خرابی کے سبب سے آتی ہے، مثلاً کوئی انفیکشن، سڑے ہوئے کھانے کا زہریلا اثر acute abdomen (مثلاً اپنڈی سائٹس یا آنتوں میں کوئی رکاوٹ) اس کے علاوہ تقریباً ہر بیماری میں جس میں تیز بخار یا شدید درد ہو، خاص طور پر ملیریا، ورم جگر، گلے کے غدود یعنی ٹانسلز (Tonsiis) کی سوجن، کان درد، گردن توڑ بخار یعنی Meningits، پیشاب کے نظام کا انفیکشن، پتے کے درد، آدھے سر کے درد کے ساتھ الٹیاں آنے لگتی ہیں۔

الٹیوں میں خطرے کی علامتیں۔ فوری طبی امداد طلب کریں:

جسم میں پانی کی کمی جو بڑھتی جائے اور جس پر آپ قابو نہ پا سکیں۔

شدید الٹیاں جو چوبیس گھنٹے سے زیادہ جاری رہیں۔

تیز اور شدید الٹیاں، خاص طور پر جب الٹی گہرے ہرے یا کتھئی (براؤن) رنگ کی ہو یا اس میں پاخانے کی سی بو ہو (آنتوں میں رکاوٹ کی علامتیں)۔

آنتوں میں مستقل درد، خاص طور پر اگر مریض پاخانہ نہ کر سکے یا پیٹ پر کان لگانے سے گڑگڑاہٹ سنائی نہ دے۔

الٹی میں خون آنا (السر یعنی غذا کی نالی یا معدے میں زخم، جگر کا سڑنا۔)

معمولی الٹیوں کو روکنے کا طریقہ

الٹیاں شدید ہوں تو کچھ نہ کھائیں پئیں۔

کوئی کولا والا مشروب پئیں، ادرک کا شربت، جوشاندہ، پودینے سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

جسم میں پانی کی کمی دور کرنے کے لیے کولا، چائے یا پانی کی کمی دور کرنے والے مشروب کے گھونٹ پئیں۔

اگر الٹیاں جلد بند نہ ہوں تو کوئی الٹی روکنے والی دوائی مثلاً پرومیتھازین یا ڈائی فین ہائیڈرامین استعمال کریں۔

ان میں سے بیشتر دوائیں گولی، شربت، انجکشن اور شیاف (نرم گولیاں جو پاخانے کے مقام پر اندر چڑھائی جاتی ہیں) کی شکل میں ملتی ہیں۔ گولی اور شربت کو بھی پاخانہ کے مقام پر اندر چڑھایا جا سکتا ہے۔ گولی تھوڑے سے پانی کے ساتھ پیس کر انجکشن کی پچکاری سے سوئی نکال کر یا اینیما کے آلے کی مدد سے پاخانے کے مقام پر چڑھا سکتے ہیں۔

یہ دوائیں کھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تھوڑے سے پانی کے ساتھ دوا نگل لی جائے اور پھر پانچ منٹ تک کچھ بھی کھایا پیا نہ جائے۔ بتائی ہوئی خوراک سے زیادہ مقدار میں دوا ہرگز نہ کھائیں جب تک جسم میں پانی کی کمی درست نہ ہو جائے اور مریض کو پیشاب آنے لگے دوسری خوراک نہ کھائیں۔ اگر شدید الٹیوں کی وجہ سے دوا کھانا اور شدید دستوں کی وجہ سے پاخانہ کے مقام کے ذریعے دوا پہنچانا ناممکن ہو تو کسی الٹی روکنے والی دوا کا انجکشن لگائیں۔ پرومیتھازین سب سے مؤثر ہوتی ہے مگر مقرر کی ہوئی خوراک سے زیادہ نہ دیں۔

سر درد اور آدھے سر کا درد

سادہ سر درد آرام اور اسپرین استعمال کرنے سے ٹھیک

ہو جاتا ہے۔ گرم پانی میں کپڑا بھگو کر کے یا گردن کے پیچھے کے حصے یعنی گدی پر رکھنے اور کندھوں پر ہلکے ہلکے ملنے سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی گدی کے پٹھوں سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

اگر سر درد بار بار ہو تو یہ کسی پرانے مرض یا ناقص غذائیت کی علامت ہے۔ اچھی غذا کھانا اور ضرورت بھر سونا ضروری ہے۔ اگر پھر بھی سر درد نہ جائے تو طبی امداد حاصل کریں۔

آدھے سر کا درد جیسا نام سے ظاہر آدھے سر میں ہوتا ہے اور بہت شدید ہوتا ہے۔ لگتا ہے دماغ پھٹ رہا ہے۔ یہ درد بار بار بھی ہو سکتا ہے، مہینوں اور برسوں کے بعد بھی۔

آدھے سر کا درد شروع ہوتے ہی دھندلا نظر آنے لگتا ہے۔ آنکھوں میں روشنی کے نکتے سے نظر آتے ہیں اور ایک ہاتھ یا ایک پیر سن ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد شدید درد ہوتا ہے جو کئی گھنٹے یا کئی دن تک رہ سکتا ہے۔ اکثر الٹی بھی ہوتی ہے۔ آدھے سر کے درد میں تکلیف بہت ہوتی ہے مگر یہ خطرناک نہیں ہوتا۔

آدھے سر کا درد روکنے کے لیے پہلی علامت ظاہر ہوتے ہی یہ کریں:

تیز کافی یا تیز چائے پینے کے ساتھ دو گولی اسپرین کھائیں۔

کسی اندھیری خاموش جگہ لیٹ جائیں، دماغ اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آرام کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اپنی پریشانیوں کے بارے میں بالکل مت سوچیں۔

آدھے سر کا درد اگر خاص طور شدید ہو تو اسپرین کے ساتھ کوڈین یا آرام پہنچانے والی گولی اور دوا کھائیں یا ارگوٹامین کے ساتھ کیفین کی ملی ہوئی گولیاں کیفرگوٹ (Cafergot) حاصل کریں۔ پہلی مرتبہ دو گولیاں، پھر ہر آدھے گھنٹے بعد ایک گولی کھاتے رہیں، یہاں تک کہ درد چلا جائے۔ ایک دن میں چھ سے زیادہ گولیاں نہ کھائیں۔

احتیاط: حمل کے زمانے میں خواتین کیفرگوٹ (Cafergot) ہرگز استعمال نہ کریں۔

زکام اور فلو

زکام اور فلو عام چھوت کی بیماریاں ہیں جو وائرس سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے ناک بہتی ہے، کھانسی آتی ہے، گلے میں خراش ہوتی ہے اور کبھی کبھی بخار یا جوڑوں میں درد بھی ہوتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو خاص طور پر اور کبھی کبھی بڑوں کو بھی دست آ سکتے ہیں۔

زکام اور نزلہ تقریباً ہمیشہ دوا کے بغیر ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ پنسلین، ٹیٹراسائکلین یا کوئی اور اینٹی بایوٹک ہرگز استعمال نہ کریں کیونکہ ان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ نقصان ہو سکتا ہے۔

خوب پانی پئیں اور آرام کریں۔ اسپرین یا ایسیٹا مینوفین سے بخار کم ہو جاتا ہے اور جسم اور سر درد دور ہو جاتا ہے۔ زکام کی مہنگی گولیاں اسپرین سے بہتر نہیں ہوتیں، ان پر پیسے ہرگز نہ برباد کیجیے۔

کسی "پرہیزی" غذا کی ضرورت نہیں ہے البتہ پھلوں کے عرق، خاص طور پر نارنگی، سنگترہ، کینو یا لیمو کا عرق مفید ہوتے ہیں۔

احتیاط: بچے کو اگر معمولی زکام ہو تو کوئی اینٹی بایوٹک یا انجکشن نہ دیں، ان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ نقصان ہوگا۔ کبھی کبھی بچوں کے فالج (پولیو) (Polio) کے وائرس (Virus) سے بھی زکام جیسی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر ایسا ہوا اور بچے کو انجکشن لگا دیا جائے تو بچے کو پولیو کی وجہ سے واقعی فالج ہو جائے گا۔

اگر زکام یا فلو ایک ہفتے سے زیادہ رہے یا اگر مریض کو بخار ہو، کھانسی کے ساتھ بہت بلغم نکلے (بلغم پیپ کے ساتھ)، سانس تیز اور اکھڑا چلے یا سینے میں درد ہو تو اسے ورم شعب برونکائٹس یا نمونیا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اینٹی بایوٹک کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ بوڑھے لوگوں میں پرانے ورم شعب برونکائٹس، جیسے پھیپھڑے کی بیماری میں مبتلا مریضوں میں، ان لوگوں میں جو زیادہ حرکت نہیں کر سکتے، زکام بڑھ کر نمونیا بننے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

جب گلے میں خراش زکام کے ساتھ ہوتی ہے، کسی خاص دوا کی ضرورت نہیں، نیم گرم پانی کے غرارے سے فائدہ ہوتا ہے لیکن اگر گلے کی خراش اچانک اور تیز بخار کے ساتھ شروع ہو جائے تو یہ گلے کی خراش (Strep throat) ہو سکتا ہے جس کے لیے خاص علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

زکام کی روک تھام

ضرورت بھر سونے اور اچھی طرح غذا کھانے سے زکام کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔ نارنگی، سنگترے، کینو، ٹماٹر اور وٹامن سی والے دوسرے پھل کھانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

عام خیال کے برخلاف سردی لگنے یا بھیگ جانے سے زکام نہیں ہوتا (البتہ بہت سردی لگنے، بھیگ جانے یا تھک جانے سے پہلے سے ہونے والا زکام اور شدید ہو سکتا ہے)۔

زکام دوسروں سے لگتا ہے جن کو اس کا انفکشن ہوتا ہے جو چھینک کے ساتھ وائرس فضا میں چھوڑتے ہیں۔

دوسروں کو زکام نہ لگانے کے لیے بیمار کو چاہیے کہ اوروں سے الگ کھائے پیے اور سوئے اور چھوٹے بچوں سے خاص طور پر دور رہے اور کھانستے اور چھینکتے وقت ناک اور منھ کو ہاتھ یا رومال سے ڈھک لے۔

زکام میں کان درد سے بچنے کے لیے، ناک زور سے مت سنکیے بلکہ صرف پونچھ لیں۔ بچوں کو بھی یہی سکھایئے۔

بند اور بہتی ناک

ناک بند ہونا اور بہنا زکام یا الرجی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ناک میں بہت زیادہ گاڑھی رطوبت جمع ہو جانے سے بچوں کے کان میں انفکشن یا ہڈوں میں سائی نس کی تکلیف ہو سکتی ہے۔

۱۔ چھوٹے بچوں کی ناک سے ربڑ کے غبارے (Suction bulb) کے ذریعہ یا انجکشن کی پچکاری سے سوئی نکال کر رطوبت کھینچ لیں۔

۲۔ بڑے بچوں اور بڑی عمر کے لوگوں کو چاہیے کہ نمک کا پانی ہتھیلی میں لے کر سانس کے ساتھ ناک میں چڑھا لیں اس سے رطوبت ڈھیلی ہو کر نکل جائے گی۔

۳۔ گرم پانی کی بھاپ میں سانس لینے سے بند ناک کھل جاتی ہے۔

۴۔ بہتی ناک کو پونچھ لیں، سنکنے کی کوشش نہ کریں۔ ناک سنکنے سے کان میں درد اور سائی نس کے انفکشن ہو سکتے ہیں۔

۵۔ جن لوگوں کو زکام کے بعد اکثر کان میں درد یا سائی نس میں تکلیف ہوتی ہو وہ ناک کھولنے والے قطرے مثلاً فینائل ایفرین (Phenylephrine) استعمال کریں تو یہ تکلیف نہیں ہوگی۔ ناک میں تھوڑا سا نمک کا پانی چڑھانے کے بعد دوا کے قطرے ناک میں اس طرح ڈالیں جیسے بتایا گیا ہے۔

سر کو ایک طرف جھکا کر نتھنے کے نچلے حصے میں دو یا تین قطرے ٹپکائیں، دو منٹ انتظار کریں پھر یہی عمل دوسرے نتھنے میں کریں۔

احتیاط: ناک کھولنے والے قطرے دن میں تین بار سے زیادہ اور تین روز سے زیادہ استعمال نہ کریں۔

سائی نس کی تکلیف (سائنوسائٹس)

چہرے یا آنکھوں کے اوپر کے نیچے ہڈیوں میں خلا یا خالی جگہیں ہوتی ہیں جن کو سائی نس کہا جاتا ہے۔ ان کا ناک سے تعلق ہوتا ہے۔ یہ خلائیں جب زیادہ عرصے تک سوجی رہیں تو اس کو سائنو سائٹس کہا جاتا ہے۔ یہ عام طور پر کان یا حلق کے انفکشن یا شدید زکام کے بعد ہوتی ہے۔

علامتیں: آنکھوں کے اوپر اور نیچے اس جگہ ہڈیوں پر انگلی مارنے سے یا جب مریض نیچے جھکے تو درد ہوتا ہے۔

☆ ناک میں گاڑھی رطوبت یا پیپ، شدید بدبو کے ساتھ ناک اکثر بند رہتی ہے۔

☆ بخار (کبھی کبھی)۔

☆ کچھ دانتوں میں درد۔

علاج: خوب پانی پئیں۔

☆ ناک میں تھوڑا سا نمک کا پانی چڑھائیں یا گرم پانی کی بھاپ میں سانس لیں تاکہ ناک کھل جائے۔

چہرہ کھولنے والی مثلاً فینائل ایفرین (نیوسائی نیفرین Neosy nephrine) کے قطرے ناک میں ٹپکائیں۔

☆ کوئی اینٹی بایوٹک مثلاً ٹیٹرا سائکلین، ایمپی سیلین یا پنسلین استعمال کریں۔

☆ اگر فائدہ نہ ہو تو طبی امداد طلب کریں۔

روک تھام: زکام ہو اور ناک بند ہو تو ناک کھلی رکھنے کی کوشش کریں۔

تپ کاہی HAY FEVER (RhinitisAllergic)۔

سانس کے ساتھ کوئی چیز اندر جانے سے الرجی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ناک بہنے لگتی ہے اور آنکھوں میں کھجلی ہوتی ہے۔ بعض موسموں میں یہ کیفیت زیادہ شدید ہوتی ہے۔

علاج: ناک کو ہاتھ کے نرم مساج کے ذریعے چھینکوں سے حتی المقدور خود کو بچائیں اور کوئی الرجی دور کرنے والی دوا ڈاکٹر کے مشورے سے استعمال کریں۔

روک تھام: یہ معلوم کریں کہ یہ الرجی کس وجہ سے ہوئی ہے (مثلاً گرد سے، مرغی کے پروں سے، پھولوں کے زردانے سے، پرانے قالین یا پرانے بستر سے، کائی وغیرہ سے) اور اس سے بچیں۔

الرجی

الرجی دراصل جسم کا ایک ردعمل ہے جو کچھ لوگوں میں اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایسی چیزیں جو ان میں الرجی پیدا کرتی ہے:

☆ سانس کے ساتھ اندر لیتے ہیں۔

☆ کھاتے ہیں۔

☆ انجکشن کے ذریعے لیتے ہیں۔

☆ چھوتے ہیں۔

الرجی میں، جو معمولی اور شدید دونوں قسم کی ہوتی ہے، یہ چیزیں شامل ہیں:

☆ کھجلی کے ساتھ جسم پر لال دھبے یا دانے یا پتی اچھلنا۔

☆ ناک بہنا اور آنکھوں میں جلن اور کھجلی (Hay Fever) تپ کاہی۔

☆ حلق میں جلن اور تکلیف، سانس لینے میں مشکل یا دمہ۔

☆ الرجی کا شاک۔

☆ اسہال یعنی دست آنا (دودھ سے الرجی والے بچوں میں یہ دستوں کی ایک وجہ ہے)۔

الرجی انفکشن نہیں ہے اور ایک آدمی سے دوسرے کو نہیں لگتی لیکن الرجی والے ماں باپ کے بچوں کو الرجی ہو سکتی ہے۔ اکثر الرجی کے مریض بعض موسموں میں یا جب الرجی پیدا کرنے والی چیزیں قریب آئیں یا چھوئیں تو زیادہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ الرجی کی عام وجوہات یہ ہیں:

۱۔ کمبل یا پروں کے تکیے ۲۔ کائی لگے کپڑے اور کمبل جن کو دھوپ نہ دکھائی جائے ۳۔ گرد ۴۔ مرغی کے پر ۵۔ بعض پھولوں اور گھاس کے پھولوں کے زردانے ۶۔ بعض کھانے کی چیزیں خاص طور پر مچھلی، صدف ماہی، بیر وغیرہ ۷۔ بلیوں اور دوسرے جانوروں کا روواں اور بال ۸۔ کچھ دوائیں، خاص طور پر پنسلین یا گھوڑے کی سیرم کے انجکشن۔

دمہ

دمے کے مریض کو سانس لینے میں دشواری کے دورے پڑتے ہیں۔ جب مریض سانس لے تو خاص طور باہر سانس لیتے ہوئے پھنکار یا سیٹی کی آوازیں غور سے سنیے۔ جب مریض اندر سانس لیتا ہے تو اس کی ہنسلی کی ہڈیوں اور پسلیوں کے بیچ کی کھال اندر دھنستی ہے کیونکہ اسے ہوا حاصل کرنے کے لیے زور لگانا پڑتا ہے۔ اگر مریض کو ہوا کافی مقدار میں نہ ملے تو اس کے ناخن اور ہونٹ نیلے ہو سکتے ہیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ عام طور پر بخار نہیں ہوتا۔

دمہ اکثر بچپن میں شروع ہوتا ہے اور ساری زندگی کا روگ بن سکتا ہے۔ یہ چھوت کی بیماری نہیں ہے لیکن ان بچوں میں زیادہ عام ہے جن کے رشتہ داروں کو دمہ ہوتا ہے۔ سال کے بعض حصوں میں اور رات کو دمہ کی شدت عام طور پر بڑھ جاتی ہے۔ جن کو برسوں سے دمہ کا مرض ہوتا ہے، انہیں نفاخ (Emphysema) ہو سکتا ہے۔

دمے کا حملہ کسی ایسی چیز کی منہ کے راستے پیٹ میں یا سانس کے راستے اندر جانے سے ہوتا ہے جس سے مریض کو الرجی ہوتی ہے۔ بچوں میں دمہ اکثر زکام کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں میں اعصابیت یا پریشانی بھی دمے کے حملے کی کسی حد تک ذمہ دار ہوتی ہے۔

علاج: اگر گھر کے اندر رہنے سے دمہ بگڑے تو مریض کو گھر کے باہر ایسی جگہ جانا چاہیے جہاں ہوا سب سے زیادہ صاف ہو۔ خود سکون سے رہیں اور مریض کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں، اس کو تسلی دیں۔

خوب سیال چیزیں پلائیں، اس طرح بلغم ڈھیلا ہو جائے گا

اور سانس لینے میں آسانی ہوتی ہے۔ پانی کی بھاپ میں سانس لینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

دمے کا حملہ ہلکا ہو تو ایفیڈرین یا سالبوٹامول یا تھیوفائلین دیں۔

دمے کا حملہ شدید ہو تو تھیوفائلین کے ساتھ ایفیڈرین یا سالبوٹامول استعمال کرانے چاہئیں۔

اگر مریض کی حالت بہتر نہ ہو تو بھی دوا کا استعمال کریں۔

روک تھام دمے کے مریض کو ایسی چیزیں کھانے یا سونگھنے سے گریز کرنا چاہیے جن کی وجہ سے دمے کا حملہ ہوتا ہے۔ گھر اور کام یا روزگار کی جگہ صاف رکھنا چاہیے۔ مرغیوں اور دوسرے جانوروں کو گھر کے اندر نہ آنے دیں۔ بستر کو دھوپ دکھائیے۔ کبھی کبھی ہوا میں باہر سونے سے فائدہ ہوتا ہے۔ بلغم کو پتلا اور ڈھیلا رکھنے کے لیے روزانہ کم سے کم آٹھ گلاس پانی پئیں۔ دمے کے مریض اگر اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں جہاں ہوا زیادہ صاف ہو تو ان کی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔

کھانسی

کھانسی خود کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ حلق، پھیپھڑوں اور سانس کی نالیوں پر اثر ڈالنے والی بہت سی مختلف بیماریوں کی ایک علامت ہے۔ نیچے کی جدول میں مختلف قسم کی کھانسیوں پیدا کرنے والی بیماریاں بتائی گئی ہیں۔

۱۔ خشک کھانسی جس میں بلغم نہ ہو یا بہت کم ہو: نزلہ، زکام یا فلو سے، پیٹ کے کیڑوں سے (جب پھیپھڑوں سے گزریں)، خسرہ سے، تمباکو پینے والوں کی کھانسی تمباکو پینے سے۔

۲۔ کھانسی جس میں بلغم بہت زیادہ ہو: سانس کی نالیوں کا ورم یعنی برونکائٹس سے، نمونیا سے، دمہ سے، تمباکو پینے والوں کی کھانسی خاص طور پر صبح بستر سے اٹھتے وقت۔

۳۔ کھانسی جس میں گھرگھراہٹ ہو اور سانس لینے میں مشکل پیش آئے: دمہ سے، کالی کھانسی، خناق (ڈفتھیریا) سے، دل کا مرض، حلق میں کوئی چیز پھنس جانا۔

۴۔ مزمن یعنی پرانی یا مستقل کھانسی: تپ دق، تمباکو پینے والے یا کان کنی کی کھانسی، دمہ (بار بار حملے) مزمن یا پرانی سانس کی نالیوں کی سوزش یعنی برانکائٹس، انتفاخ۔

۵۔ کھانسی کے ساتھ خون آنا: تپ دق سے، نمونیا (پیلا ہرا یا خون والا بلغم)، پیٹ کے کیڑوں کا شدید انفیکشن، پھیپھڑوں یا حلق کا سرطان یعنی کینسر۔

کھانسی سانس کے نظام کو صاف رکھنے اور بلغم نکالنے اور حلق اور پھیپھڑوں سے جراثیم نکالنے کا ایک قدرتی طریقہ ہے جو جسم خود ہی استعمال کرتا ہے۔ اس لیے اگر کھانسی کے ساتھ پیپ والا بلغم نکلے تو کھانسی روکنے کی دوا نہ دیجیے بلکہ بلغم کو نرم اور ڈھیلا کر کے نکالنے کی کوئی تدبیر کریں۔

کھانسی کا علاج

۱۔ بلغم کو نرم اور ڈھیلا کرنے اور ہر قسم کی کھانسی دور کرنے کے لیے خوب پانی پئیں۔ یہ ہر دوا سے بہتر علاج ہے۔

پانی کی بھاپ میں سانس لیں۔ کسی کرسی پر بیٹھ کر آگے خوب تیز گرم پانی کی بالٹی رکھیں اور اوپر سے چادر اس طرح اوڑھ لیں کہ سر اور بالٹی دونوں کو ڈھانپ لے اور بھاپ کو ادھر ادھر نکلنے نہ دے۔ پھر ۱۵ منٹ تک بھاپ میں خوب گہرے سانس لیں۔ یہ عمل دن میں کئی مرتبہ کریں۔

معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ کھانسی کس بیماری کی وجہ سے ہے اور اس بیماری کا علاج کریں۔ اگر کھانسی عرصے تک رہے اور اس کے ساتھ خون، پیپ یا بو دار بلغم نکلے یا اگر مریض کا وزن مسلسل کم ہو رہا ہو اور سانس لینے میں بار بار مشکل ہوتی ہو تو ڈاکٹر کو بتائیے۔

کھانسی چاہے جس قسم کی بھی ہو، تمباکو نوشی نہ کریں، تمباکو نوشی سے پھیپھڑے خراب ہوتے ہیں۔

پھیپھڑوں سے بلغم نکالنا

اگر کوئی شدید کھانسی کا مریض بہت بوڑھا یا کمزور ہو اور سینے میں بلغم ہونے کے سبب تھوک یا بلغم کو خود نکال نہ سکتا ہو تو خوب پانی پینے سے اس کو فائدہ ہوگا۔ نیز مندرجہ ذیل ترکیب بھی کرنی

ضروری ہے۔

پہلے بلغم کو نرم اور ڈھیلا کرنے کے لیے مریض کو بھاپ میں سانس دلوائیے پھر اسے چارپائی پر اس طرح لٹائیے کہ اس کا سینہ اور سر چارپائی سے نیچے لٹکا ہوا ہو اور اس کی کمر پر ہلکے ہلکے ہاتھ ماریے، اس طرح بلغم نکل جائے گا۔

برونکائٹس (ورم شعب)

برونکائٹس یا ورم شعب پھیپھڑوں میں ہوا لے جانے والی نالیوں کے انفکشن کا نام ہے۔ یہ بیماری عام طور پر وائرس کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس لیے اینٹی بایوٹک دوائیں عام طور پر کام نہیں کرتیں۔ اینٹی بایوٹک دوائیں اس صورت میں استعمال کریں جب برونکائٹس ایک ہفتہ سے زیادہ رہے اور بہتر نہ ہو، جب مریض میں نمونیا کی علامتیں پیدا ہونے لگیں یا جب مریض کو پہلے سے پھیپھڑوں کی پرانی بیماری ہو۔

پرانا برونکائٹس

علامتیں: کھانسی بلغم کے ساتھ جو مہینوں یا برسوں رہے، کبھی کبھی بڑھ جاتی ہے اور بخار بھی ہو سکتا ہے۔ جسے اس قسم کی کھانسی ہو لیکن کوئی اور بیماری مثلاً تپ دق یا دمہ نہ ہو، اسے غالباً پرانا برونکائٹس ہوتا ہے۔

یہ مرض سب سے زیادہ بڑی عمر کے لوگوں کو ہوتا ہے جو بہت زیادہ تمباکو نوشی کرتے ہیں۔

اس کے نتیجے میں نفاخ (Emphysema) ہو جاتا ہے۔ یہ ایک شدید اور ناقابل علاج مرض ہے۔ اس مرض میں پھیپھڑوں میں ہوا کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں پھٹ جاتی ہیں۔ نفاخ سے مریض کو سانس لینے میں بہت دشواری ہوتی ہے، خاص طور پر جسمانی محنت کے دوران اور اس کا سینہ پھول کر پیپے جیسا ہو جاتا ہے۔

علاج: تمباکو نوشی ترک کر دیں۔

دمے کی کوئی دوا جس میں ایفیڈرین یا تھیوفائلین ہو استعمال کریں۔

پرانے برونکائٹس کے مریضوں کو جب بھی بخار کے ساتھ زکام یا فلو ہو تو ایمپیسلین یا ٹیٹرا سائکلین استعمال کرنی چاہیے۔

اگر مریض کو گاڑھا بلغم تھوکنے میں مشکل ہو تو گرم پانی کی بھاپ میں سانس دلوائیں، پھر الٹا لٹا کر بلغم نکالنے میں مدد دیں۔

نمونیا

نمونیا پھیپھڑوں کا شدید انفکشن ہے۔ یہ بیماری اکثر سانس کی کسی اور بیماری، مثلاً خسرہ، کالی کھانسی، فلو، برونکائٹس، دمہ یا کسی اور شدید بیماری کے بعد دودھ پیتے بچوں، بوڑھوں کو ہوتی ہے، نیز ایڈز کے مریضوں کو بھی نمونیا ہو سکتا ہے۔

علامتیں: اچانک سردی، کپکپی اور پھر تیز بخار۔

☆ تیز اتھلی سانسیں (Grunts) یا کبھی کبھی خرخراہٹ Wheezing کے ساتھ۔

☆ بخار (کبھی کبھی نوزائیدہ بچوں اور بوڑھوں یا بہت کمزور لوگوں کو شدید نمونیا ہوتا ہے لیکن بخار ہلکا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔)

☆ کھانسی (اکثر پیلے، سبزی مائل یا ہلکے رنگ کے یا خون آلود بلغم کے ساتھ)

☆ سینے کا درد (کبھی کبھی)

☆ مریض بہت بیمار نظر آتا ہے۔

☆ اکثر چہرہ یا ہونٹوں پر چھالے (Cold sores) ہو جاتے ہیں۔

☆ اگر کوئی بچہ بہت بیمار ہو اور ایک منٹ میں پچاس سے زیادہ اتھلے سانس لے تو اسے غالباً نمونیا ہوتا ہے۔

(اگر سانس تیز اور گہرا ہو، تو جسم میں پانی کی کمی یا خوف کی وجہ سے تیز تیز سانس لینا ہو سکتا ہے)۔

علاج: اینٹی بایوٹک دوائیں جان بچا سکتی ہیں، ڈاکٹر کے مشورے سے اینٹی بایوٹک استعمال کریں۔

بخار اور درد کم کرنے کے لیے اسپرین یا اسیٹا مینوفن دیں۔

سیال چیزیں خوب پلائیں، اگر مریض کچھ نہ کھاتا ہو تو اسے سیال غذا یا پانی کی کمی دور کرنے والے مشروبات پلائیں۔

کھانسی اور آرام دینے اور بلغم کو نرم اور ڈھیلا کرنے کے لیے مریض کو خوب پانی پلائیں اور پانی کی بھاپ میں سانس دلوائیں۔

الٹا لٹا کر بلغم نکالنے سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

ورم جگر (HEPATITIS)

ورم جگر ایک وائرس کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس سے جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔ بعض مقامات پر لوگ اسے "بخار" کہتے ہیں۔ لیکن یہ بخار نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں جسم کا درجۂ حرارت کم بڑھتا ہے یا بڑھتا ہی نہیں ہے۔ یہ بیماری بچوں میں ہلکی ہوتی ہے اور بڑی عمر کے لوگوں اور حاملہ عورتوں میں زیادہ شدید ہوتی ہے۔ مریض دو ہفتوں تک بہت بیمار اور اس کے بعد تین ماہ تک بہت کمزور رہتا ہے۔ (مریض کی آنکھوں کی پیلاہٹ دور ہونے کے تین ہفتے بعد تک اس سے یہ بیماری بڑی آسانی سے دوسروں کو لگ سکتی ہے۔)

علامتیں: ۱۔ مریض کا کھانے اور تمباکو نوشی کو دل نہیں چاہتا، اکثر کئی روز تک بغیر کھائے رہتا ہے۔
۲۔ کبھی کبھی داہنی طرف جگر کے قریب درد ہوتا ہے۔
۳۔ بخار ہو سکتا ہے۔
۴۔ چند روز بعد آنکھیں پیلی ہو جاتی ہیں۔
۵۔ کھانا دیکھ کر یا سونگھ کر الٹی آنے لگتی ہے۔
۶۔ پیشاب کھیر رنگ کا ہو جاتا ہے اور پاخانہ سفیدی مائل ہو جاتا ہے۔

علاج: ورم جگر میں اینٹی بایوٹک فائدہ نہیں کرتیں بلکہ بعض دوائیں تو بیمار جگر کو الٹا نقصان پہنچاتی ہیں۔ دوائیں استعمال نہ کریں۔

بیمار کو آرام کرنا اور خوب سیال پینا چاہیے۔ اگر مریض کھانا نہ کھائے تو سنگترے، نارنگی، کینو یا پپیتے یا موسمی اور پھلوں کا عرق پلائیں اور ساتھ ہی پتلا دلیہ، سبزی کی یخنی پلائیں۔ وٹامن کھانے سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

جب بیمار کھانے لگے تو اسے متوازن غذا کھلائیے۔ سبزیاں اور پھل لحمیات (پروٹین) کے ساتھ فائدہ کرتے ہیں لیکن زیادہ پروٹین یا لحمیات (مثلاً انڈا، گوشت، مچھلی وغیرہ) نہ کھلائیں کیوں کہ اس سے جگر پر زور پڑے گا۔ چکنائی اور چربی والی غذاؤں سے مکمل طور پر پرہیز کریں۔

روک تھام: ورم جگر کا وائرس گندے پانی یا آلودہ غذا کے ذریعے ایک شخص کے پاخانے سے دوسرے شخص تک منتقل ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو اس مرض سے محفوظ رکھنے کے لیے، صفائی کا بے حد خیال کرنا چاہیے۔

چھوٹے بچوں کو اکثر کمزوری کی کسی علامت کے بغیر ورم جگر ہو جاتا ہے۔ لیکن ان سے بھی دوسروں کو بیماری لگ سکتی ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ مریض کے گھر ہر شخص صفائی کی تمام ہدایات پر عمل کرے اور پوری احتیاط سے عمل کرے۔

ورم جگر کی علامت دور ہونے کے کم از کم تین ہفتے بعد تک چھوت سے بچنے کی تمام تدبیریں کریں۔ مریض کو الگ برتنوں میں کھانا پینا چاہیے، ہم بستری نہیں کرنی چاہیے اور کھانے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔

جوڑوں کا درد یا وجع مفاصل یا آرتھرائٹس

(درد کرتے ہوئے سوجے ہوئے جوڑ)

زیادہ عمر کے لوگوں میں بیشتر پرانے درد یا جوڑوں کا درد بھی پوری طرح دور نہیں ہو سکتا، لیکن مندرجہ ذیل طریقوں سے کچھ آرام ضرور مل سکتا ہے۔

آرام: اگر ممکن ہو تو محنت کے کام اور سخت ورزش جس سے درد کرنے والے جوڑوں کو تکلیف ہو، پرہیز کریں۔ اگر جوڑوں کے درد کی وجہ سے بخار بھی ہو جائے تو دن میں کچھ دیر سونے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

درد کرنے والے جوڑوں پر گرم پانی میں بھیگا ہوا کپڑا رکھ کر سکائی کریں۔

اسپرین سے درد کو آرام ہوتا ہے۔ جوڑوں کے درد کے لیے اس دوا کی خوراک دوسرے دردوں سے زیادہ ہے۔ بڑوں کو دن میں چار سے چھ مرتبہ تین گولیاں کھانی چاہییں۔ اگر کانوں میں سنسناہٹ ہونے لگے تو خوراک کم کر دیں۔ اسپرین کی وجہ سے پیدا ہونے والی پیٹ کی خرابی سے بچنے کے لیے اسپرین ہمیشہ کھانے کے ساتھ کھائیں یا اس کے ساتھ ایک بڑا گلاس پانی پییں۔ اگر پیٹ میں درد جاری رہے تو نہ صرف اسپرین کھانے کے ساتھ لیں بہت سے پانی کے ساتھ استعمال کریں بلکہ ساتھ ہی

پیٹ کی تیزابیت دور کرنے والی کوئی دوا مثلاً مالوکس (Maalox) یا جیلوسل (Gelusil) کا ایک چمچ بھی پی لیں۔

درد والے جوڑوں میں حرکت برقرار رکھنے یا بڑھانے کے لیے ہلکی ورزش کرنا اہم ہے۔

اگر صرف ایک جوڑ سوجا ہوا ہو اور گرم ہو تو اس میں انفکشن ہوسکتا ہے خاص طور پر اس وقت جب بخار بھی ہو۔ ایسی صورت میں کوئی اینٹی بایوٹک مثلاً پینسلین استعمال کریں اور ممکن ہو تو ڈاکٹر سے ملیں۔

کمر کا درد

کمر کے درد کی کئی وجوہات ہوتی ہیں جن میں چند یہ ہیں:

۱۔ کھانسی اور وزن میں کمی کے ساتھ ساتھ کمر کے اوپری حصہ میں پرانا درد پھیپھڑوں کی دق کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

۲۔ بچے کی کمر میں ہلکا درد ریڑھ کی ہڈی کی وجہ سے ہوسکتا ہے، خاص طور پر اگر ریڑھ کی ہڈی میں کب یا گومڑا ہو۔

۳۔ کمر کے نچلے حصہ میں درد جو بھاری بوجھ اٹھانے یا زور لگانے کے اگلے دن بڑھ جائے، موچ کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

۴۔ نچلی کمر کا شدید درد جو پہلی مرتبہ بوجھ اٹھاتے یا مڑتے ہوئے اچانک اٹھ جائے، ریڑھ کی ہڈی کی کڑیوں کے بیچ کی ٹکیا کی جگہ سے ہٹ جانے کے وجہ سے ہوسکتا ہے خاص طور پر اگر ایک ٹانگ یا پاؤں درد کرے یا سن اور کمزور ہوجائے، یہ کسی نس (Nerve) کے دبنے کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

۵۔ غلط انداز سے کندھے جھکا کر کھڑے ہونا یا بیٹھنا بھی کمر کے درد کی عام وجہ ہے۔

۶۔ زیادہ عمر کے لوگوں میں پرانا کمر کا درد اکثر وجع مفاصل یا آرتھرائٹس ہوتا ہے۔

۷۔ کمر کے اوپر کے داہنے حصے میں درد پتے کی کسی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس سے کچھ نیچے شدید یا پرانا درد پیشاب کے کسی مرض کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

۸۔ نچلی کمر کا درد بعض عورتوں میں ماہواری یا حمل کے دوران عام طور پر ہوتا ہے۔

۹۔ کمر کے بالکل نچلے حصے میں درد کبھی کبھی تخم دانی، رحم یا مقعد میں کسی خرابی کے باعث ہوتا ہے۔

کمر کے درد کا علاج اور روک تھام

اگر کمر کا درد کسی بیماری مثلاً تپ دق، پیشاب کے انفکشن یا پتے کی بیماری کی وجہ سے ہو تو پہلے بیماری کا علاج کریں۔ اگر کسی شدید مرض کا شک ہو تو طبی امداد حاصل کریں۔

کمر کا سادہ درد میں جس میں حمل کے زمانے کا درد شامل ہے، مندرجہ ذیل طریقوں سے علاج یا روک تھام ممکن ہے:

۱۔ ہمیشہ ایک دم سیدھے کھڑے ہوں، جھکاؤ بالکل نہ ہو۔

۲۔ سخت، ہموار جگہ پر سوئیں۔

۳۔ کمر کو جھکانے اور موڑنے والی ورزشیں کریں (آہستہ آہستہ) جس طرح اسکول کے بچے پی ٹی میں کرتے ہیں۔

اسپرین اور گرم پانی میں بھیگے کپڑے سے سکائی کمر کے درد کی بیشتر قسموں میں فائدہ مند ہیں۔

اگر مڑنے، بل کھانے، بوجھ اٹھانے، جھکنے یا زور لگانے سے اچانک شدید درد ہوجائے تو اس طرح بعض مرتبہ جلد فائدہ ہوجاتا ہے۔

اگر بوجھ اٹھانے یا بل کھانے کی وجہ سے کمر کا درد شدید ہو اور جھکتے ہوئے ایسا لگے جیسے کوئی چاقو کے وار کررہا ہے، اگر درد ٹانگوں میں آجائے یا اگر پاؤں سن یا کمزور ہوجائے تو فکر کی بات ہے، ہوسکتا ہے کہ کمر سے نیچے آنے والی کوئی نس ریڑھ کی ہڈی کی کڑیوں کے بیچ کی ٹکیا سے دب رہی ہو۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ چند روز چت لیٹ کر گزاریں اور بہتر ہے کہ لیٹتے ہوئے گھٹنوں اور کمر کے بیچ کے حصے کے نیچے کوئی سخت چیز رکھ لیں۔

اسپرین کھائیں اور گرم پانی سے تر کپڑے سے سکائی کریں۔ اگر چند دن میں درد کم نہ ہونے لگے تو ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

پھولی ہوئی نسیں (Varicose Veins)

Varicose Veins پھولی ہوئی، سوجی ہوئی، مڑی ہوئی اور اکثر درد کرنے والی نسوں کو کہتے ہیں۔ یہ عام طور پر زیادہ عمر

کے لوگوں یا حاملہ عورتوں یا بہت سے بچوں کی ماؤں کی ٹانگوں پر دکھائی دیتی ہیں۔

علاج Varicose Veins ان پھولی ہوئی نسوں کا کوئی علاج نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل ترکیبوں سے فائدہ ہو سکتا ہے۔

زیادہ دیر تک پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھے نہ رہیں۔ اگر دیر تک کھڑے رہنے یا بیٹھنے کے سوا چارہ نہ ہو تو آدھ گھنٹے کے بعد چند منٹ کے لیے پیر اٹھا کر (ٹانگیں پیروں کو دل کی سطح سے اونچا کر کے) لیٹیں۔ اگر کھڑا ہونا ہی پڑے تو ایک جگہ قدم اٹھا اٹھا کر چلتے رہیں۔ بار بار ٹانگیں اٹھائیں اور پھر زمین پر ٹکا دیں۔ پیر (تکیوں پر) رکھ کر سوئیں۔ رگوں کو دبا کر رکھنے کے لیے کھنچنے والے موزے (جرابیں) یا وہ پٹی جسے عام زبان میں کریپ کہا جاتا ہے باندھیں لیکن رات کو کھول دیں۔

اس طرح رگوں کا خیال رکھنے سے ٹخنوں پر پائے جانے والے زخم جیسے ہونے والے Varicose Ulcers بھی نہیں ہوں گے۔

بواسیر

بواسیر دراصل مقعد یعنی پاخانے کے مقام پر Varicose Veins پھولی ہوئی نسوں کا نام ہے جو گولیوں یا مسوں کی شکل میں نکلتی ہیں۔ ان میں تکلیف بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ خطرناک نہیں ہیں۔ یہ حمل کے زمانے میں بھی اکثر ہوتی ہیں اور بعد میں غائب ہو جاتی ہیں۔

بواسیر کے مسوں پر بعض بوٹیوں (ڈائن ہیزل یا Witchhazel وغیرہ) کا عرق لگانے سے سکڑ جاتے ہیں۔

بواسیر کے شافوں (Suppositories) کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔

گرم پانی کے ٹب میں بیٹھنے سے بھی بواسیر کے مسے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

بواسیر ایک حد تک قبض کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ خوب پھل کھانے سے یا ریشہ دار غذا مثلاً چوکر والا آٹا، ساگ وغیرہ کھانے سے بواسیر کو فائدہ ہوتا ہے۔

بہت بڑے مسوں کے لیے آپریشن کی ضرورت ہو سکتی ہے، اس کے لیے ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

اگر مسے سے خون آنے لگے تو صاف کپڑا اسے پر رکھ کر دبانے سے بھی کبھی خون رک جاتا ہے۔ اگر خون بند نہ ہو تو طبی مشورہ طلب کریں۔

ہاتھ پیر اور جسم کے دوسرے حصوں کا سوجنا

حمل کے آخری مہینوں میں پیروں کی سوجن ہو جاتی ہے خاص طور پر گرمی میں اور دن کے آخری حصہ میں۔ لیکن اگر چہرے اور ہاتھ کے دوسرے حصے پر بھی سوجن ہو تو یہ شدید بیماری کی علامت ہے۔

عورتوں کے حمل کے آخری تین مہینوں میں سوجن ہوتی ہے تو یہ عام طور پر پیٹ کے بچے کا دباؤ ان رگوں پر پڑتا ہے جو ٹانگوں سے خون واپس لاتی ہیں اور خون کا بہاؤ کم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر عورت کے چہرے اور ہاتھوں پر بھی سوجن ہو، وہ چکر محسوس کرے، نظر میں خرابی ہو اور اسے زیادہ پیشاب نہ آئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شاید اسے زہر حمل کی بیماری (Toxemia) ہے۔ ایسی صورت میں فوراً جلدی ہسپتال لے جائیں۔

عورتوں کے زیادہ وقت ایک جگہ بیٹھنے یا کھڑے رہنے سے بھی ان کے پیروں کی طرح جسم میں بھی خون جمع ہونے کی وجہ سے سوجن ہو جاتی ہے۔ لیکن زیادہ نمک کھانے سے بھی جسم میں سوجن ہو سکتی ہے [illegible] بیماری ہو جاتی ہے۔

چھوٹے بچوں کے چہرے اور ٹانگوں پر سوجن عام طور پر غذائیت کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے، شدید صورت میں پیروں اور ٹانگوں پر بھی سوجن آ جاتی ہے۔

علاج: سوجن کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس بیماری کا علاج کیا جائے جو سوجن پیدا کر رہی ہے۔ کھانے میں نمک کم کھائیں یا بالکل نہ کھائیں۔ ایسی چائے پینا مفید ہے جس سے پیشاب زیادہ آتا ہے۔ مکئی کے بال عام طور پر مفید ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ [illegible] جب بھی موقع ملے پیر اونچے کر کے لیٹیں۔ دن میں کئی بار پیر اونچے کر کے لیٹیں۔ پیر دل کی سطح سے اونچے ہونے چاہئیں اسی طرح پیر اونچے رکھ کر سوئیں۔

ہرنیا (آنت اترنا)

ہرنیا پیٹ کے اوپر کے عضلات یعنی پٹھوں کے کھلنے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے آنت کا ایک حصہ باہر نکل آتا ہے اور کھال کے نیچے پھولا ہوا نظر آتا ہے۔ ہرنیا عام طور پر کوئی بھاری چیز اٹھانے یا (مثلاً بچے کی پیدائش میں) زور لگانے سے ہو جاتا ہے۔ بعض بچوں کو پیدائشی ہرنیا ہوتا ہے۔ مردوں میں ہرنیا عام طور پر پیڑول میں ہوتا ہے۔ اگر لمف گلٹیاں سوج جائیں تو پیڑوں میں گلٹیاں پڑ سکتی ہیں۔

لیکن ہرنیا سے کیسے بچا جائے: بھاری چیزوں کو بیٹھ کر اوپر اٹھائیے الٹا ہو کر مت اٹھائیے۔

ہرنیا کے ساتھ زندگی کیسے گزاریں: بھاری چیزیں اٹھانے سے بچیں۔

ہرنیا کو روکنے کے لیے پٹی باندھیں۔

امداد: اگر ہرنیا اچانک بڑھ جائے یا درد کرنے لگے تو پیر سر سے اونچی جگہ رکھ کر لیٹ جائیں۔ پھولے ہوئے ہرنیا کو آہستہ آہستہ دبا کر واپس اندر ڈالنے کی کوشش کریں، اگر واپس نہ جائے تو طبی امداد طلب کریں۔

اگر ہرنیا میں بہت درد ہو اور الٹیاں آنے لگیں اور پاخانہ نہ ہو تو یہ خطرے کی بات ہے۔ اس کے لیے آپریشن کی ضرورت ہوگی۔ جتنی جلد ہو سکے ڈاکٹر سے ملیں اور اس دوران میں اپنڈکس کے لیے بتایا ہوا علاج شروع کر دیں۔

دورے

جب کوئی آدمی اچانک بے ہوش ہو جائے اور اس کا جسم عجیب طرح جھٹکے کھا کھا کر ہلنے لگے تو جان لیجیے کہ اسے دورہ پڑا ہے، دورے کسی دماغی بیماری سے پڑتے ہیں۔ چھوٹے بچوں میں دوروں کی عام وجہ تیز بخار اور پانی کی شدید کمی ہوتی ہے۔ بہت بیمار لوگوں میں گردن توڑ بخار (مینجائٹس)، دماغی ملیریا یا زہریلے اثر سے دورے پڑتے ہیں جس کو بار بار دورے پڑیں اسے ممکن ہے کہ مرگی کا مرض ہو۔

دورے کی وجہ کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں اور ممکن ہو تو علاج کریں۔ اگر بچے کو تیز بخار ہو تو ٹھنڈے پانی سے اسے فوراً کم کریں۔

اگر بچے کے جسم میں پانی کی کمی ہو تو پانی کی کمی دور کرنے والے مشروب کا آہستہ آہستہ انیما دیں، ڈاکٹر بلائیں۔ دورے کے دوران منہ کے راستے کچھ نہ دیں۔

اگر گردن توڑ بخار کی علامتیں ہوں تو علاج فوراً شروع کر دیں اور ڈاکٹر کو بلائیں۔

اگر دماغی ملیریا کا شک ہو تو ملیریا کی کسی دوا کا انجکشن لگا دیں۔

مرگی

مرگی کی وجہ سے خاصے تندرست لوگوں کو دورے پڑنے لگتے ہیں۔ یہ دورے بار بار کبھی چند گھنٹوں بعد، کبھی دنوں، کبھی ہفتوں اور کبھی مہینوں بعد پڑتے ہیں۔ آنکھیں اکثر اوپر چڑھ جاتی ہیں۔ ہلکی قسم کی مرگی میں مریض اچانک ایک لمحے کے لیے غائب دماغ ہو جاتا ہے، اس کا جسم عجیب طرح سے حرکت کرتا ہے یا اس کا برتاؤ عجیب ہو جاتا ہے۔ بعض خاندانوں میں مرگی (موروثی ہونے کی وجہ سے) عام ہوتی ہے۔ پیدائش کے دوران دماغ کو چوٹ لگنے سے، بہت کم عمری میں تیز بخار کی وجہ سے یا دماغ میں ٹیپ ورم (Tapeworm) کے پٹھوں کی وجہ سے بھی مرگی ہو سکتی ہے۔ مرگی چھوت کی بیماری نہیں ہے اور دوسروں کو نہیں لگتی۔ یہ عام طور پر زندگی بھر کی بیماری ہے لیکن کچھ چھوٹے بچے بالکل صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

جب کسی کو دورہ پڑے تو

کوشش کریں کہ وہ اپنے کو چوٹ نہ مار لے، تمام سخت اور دھار دار یا نوکیلی چیزیں اس کے پاس سے ہٹا لیں۔

دورہ پڑے تو مریض کو منہ کے راستے کچھ نہ دیں، نہ کھانا، نہ پانی، نہ دوا اور نہ زبان کو دانتوں سے کٹنے سے بچانے کے لیے کوئی چیز منہ میں دیں۔

دورے کے بعد مریض سست ہو جاتا ہے اور اسے نیند آتی ہے، اسے سو جانے دیں۔

پیشاب کا نظام اور اعضاء تناسل

پیشاب کا نظام خون سے بے کار مادہ نکال کر اور اسے پیشاب کے راستے خارج کر کے جسم کی بہت بڑی خدمت انجام دیتا ہے۔

پیشاب کی نالی کے مسائل

پیشاب کی نالی میں بہت سی مختلف خرابیاں یا بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں فرق کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا ہے۔ پھر ایک ہی بیماری مردوں اور عورتوں میں مختلف انداز اختیار کر سکتی ہے۔ ان میں سے کچھ خرابیاں معمولی ہوتی ہیں، لیکن کچھ بہت خطرناک ہوتی ہیں۔ خطرناک بیماری بعض اوقات معمولی علامتوں سے شروع ہو سکتی ہے۔ زیر نظر کتاب یا دوسری عمومی موضوعات کی کتابیں پڑھ کر ان بیماریوں کی صحیح پہچان پیدا ہونا اکثر مشکل ہوتا ہے۔ خصوصی علم اور ٹیسٹوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس لیے جب ممکن ہو ڈاکٹر سے مشورہ ضرور کریں۔

پیشاب سے متعلق عام سے مسائل

۱۔ پیشاب کی نالی کے انفکشن: یہ عورتوں میں سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں (بعض اوقات یہ مباشرت کے بعد شروع ہوتے ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی اور خاص طور پر حمل کے زمانے میں پیدا ہو سکتے ہیں)۔

۲۔ گردے یا مثانے کی پتھریاں۔

۳۔ قدامیہ میں خرابی (قدامیہ پھول جانے کی وجہ سے پیشاب کرنے میں مشکل ہونا، جو زیادہ عمر کے لوگوں میں زیادہ عام ہے)۔

۴۔ سوزاک یا کلامڈیہ (Chlamydia) (چھوت کی بیماریاں جو جنسی ملاپ سے پھیلتی ہیں اور جن کی وجہ سے اکثر پیشاب کرنے میں مشکل یا تکلیف رہ ہوتی ہے۔)

پیشاب کی نالی کے انفکشن کی علامتیں

۱۔ کبھی کبھی بخار اور کپکپی۔

۲۔ کبھی کبھی پہلو میں درد۔

۳۔ تکلیف سے پیشاب ہونا اور بار بار پیشاب کی خواہش۔

۴۔ پیشاب روکنے میں ناکامی (خاص طور پر بچوں میں)۔

۵۔ پیشاب گدلا یا لال (خون والا) ہو سکتا ہے۔

۶۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ مثانہ پورا خالی نہیں ہوا ہے۔

۷۔ کبھی کبھی پیٹھ کے نچلے حصہ میں گردے درد ہوتا ہے۔

۸۔ کبھی کبھی درد ٹانگوں کی طرف جاتا محسوس ہوتا ہے۔

۹۔ مرض شدید ہو (گردے کی بیماری) تو چہرہ اور پیر سوج سکتے ہیں۔

بہت سی عورتوں کو پیشاب کے انفکشن ہوتے ہیں۔ مردوں میں یہ انفکشن کم ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسے انفکشن کی یہ علامتیں سامنے آتی ہیں: پیشاب آنے میں تکلیف اور بار بار پیشاب کی حاجت، اس کے علاوہ پیشاب میں خون اور پیٹھ کے نچلے حصے میں درد بھی ہو سکتا ہے۔ اگر پیٹھ کے درمیانی یا نچلے حصے میں درد ہو جو اکثر پسلیوں کے نیچے پہلوؤں تک پھیل جائے اور ساتھ ساتھ بخار بھی ہو تو یہ کسی زیادہ خطرناک بیماری کی علامت ہے۔

علاج: خوب پانی پییں، بہت سے معمولی انفکشن صرف زیادہ پانی پینے سے ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں اور کسی دوا کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تین سے چار گھنٹے کے عرصے میں ہر آدھے گھنٹے بعد کم سے کم ایک گلاس پینے کی عادت ڈالیں۔ (لیکن اگر مریض پیشاب نہیں کر سکتا یا اس کے چہرے اور ہاتھوں پر سوجن ہے تو اسے زیادہ پانی نہیں پینا چاہیے۔)

اگر مریض جلد صحت یاب نہ ہو تو طبی مدد حاصل کریں۔

گردے یا مثانے (مثانے کی تھیلی) میں پتھریاں

علامتیں: پہلی علامت یہ ہے کہ پیٹھ کے نچلے حصے، پہلو یا پیٹ کے نچلے حصے یا مردوں کے عضو تناسل کی جڑ میں شدید درد ہوتا ہے۔

کبھی کبھی پیشاب کی نالی بند ہو جاتی ہے اس لیے پیشاب کرنے میں دشواری ہوتی ہے یا پیشاب ہوتا ہی نہیں ہے یا پیشاب کے ساتھ خون کے قطرے نکلتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کوئی پیشاب کا انفکشن بھی ہو سکتا ہے۔

اگر پیشاب نکلتا نہ ہو تو لیٹ کر پیشاب کرنے کی کوشش کریں، اس طرح کبھی کبھی مثانے میں اٹکا ہوا پتھر پیچھے کھسک جاتا ہے اور پیشاب کی نالی کھل جاتی ہے۔

شدید تکلیف میں فوراً طبی امداد حاصل کریں، کبھی کبھی آپریشن کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

عورت کے پیٹ کے نچلے بیچ کے حصے میں درد۔ بے چینی

اس کی بہت سی مختلف وجوہات ممکن ہیں۔ نیچے دی ہوئی فہرست، جس میں کئی اہم سوالات درج ہیں، آپ کو مرض پہچاننے میں مدد دے گی۔

پیٹ کے نچلے حصے میں درد کی ممکنہ وجوہات یہ ہیں:

۱۔ ماہواری کی بے چینی: حالت کب زیادہ خراب ہوتی ہے۔ ماہواری سے ذرا پہلے یا ماہواری کے دوران؟

۲۔ مثانے کا انفکشن: یہ پیٹ کے نچلے حصہ میں درد کی سب سے عام وجہ ہے۔ کیا پیشاب بار بار یا تکلیف سے آتا ہے؟

۳۔ پیڑو کی سوجن کی بیماری: یہ تقریباً ہمیشہ سوزاک یا کلامیڈیا کا آخری مرحلہ ہوتا ہے اور اس میں پیٹ کے نچلے حصے میں درد اور بخار ہوتا ہے۔ اگر یہ علامتیں ہلکی ہوں تو سوزاک کا علاج کریں۔

۴۔ پیٹ کے نچلے حصے میں گٹھلی یا رسولی سے متعلق مسائل: ان میں بیضہ دانی کی گلٹی اور کینسر (سرطان) شامل ہیں۔ ایک خاص معائنہ ضروری ہوتا ہے، جو صرف لیڈی ڈاکٹر کرسکتی ہے۔

۵۔ بے جا حمل (جب بچہ رحم کے باہر بنے اور بڑھنے لگے): عام طور پر بے ضابطہ خون کے اخراج کے ساتھ شدید درد ہوتا ہے۔ عورت میں اکثر حمل کی ابتدائی علامات نظر آتی ہیں اور اسے چکر آتے ہیں، کمزور ہوتی ہے۔ فوراً امداد حاصل کریں۔ عورت کی جان خطرے میں ہے۔

۶۔ اسقاط کی بدولت پیچیدگیاں: بخار، فرج سے خون کا اخراج جس میں جمے ہوئے خون کے ٹکڑے ہوں۔ پیٹ میں درد، پیشاب کرنے میں دقت اور شاک یعنی صدمہ ہوسکتا ہے۔ پنسلین (اگر ممکن ہو تو کرسٹلائین پنسلین) دینا شروع کریں اور عورت کو فوراً اسپتال لے جائیں۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔

۷۔ آنت یا مقعد کا کوئی اور مسئلہ: کیا درد کا تعلق کھانے یا پاخانہ کرنے سے ہے؟

اوپر بتائے ہوئے بعض مسئلے سنجیدہ نہیں ہوتے لیکن کچھ خطرناک ہوتے ہیں۔ دونوں قسم کی تکلیفوں میں فرق کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ خصوصی ٹیسٹ یا معائنوں کی ضرورت ہوسکتی ہے۔

اگر آپ کو درد کی صحیح وجہ معلوم نہ ہوسکے یا اگر درد جلد ٹھیک نہ ہو تو طبی امداد حاصل کریں۔

❀❀❀

ابتدائی طبی امداد

بخار

جب کسی شخص کے جسم کا درجہ حرارت بہت زیادہ ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ اسے بخار ہے۔ بخار خود کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ بہت سی مختلف بیماریوں کی علامت ہے۔ تاہم، تیز بخار، خاص طور پر چھوٹے بچے کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔

جب کسی کو بخار ہو تو

۱۔ اگر اس نے کچھ اوڑھا ہوا ہے تو اسے اتار دیں۔

۲۔ چھوٹے بچوں کے کپڑے بالکل اتار دینے چاہئیں اور جب تک بخار نہ اتر جائے ان کو کپڑے نہ پہنائے جائیں۔

۳۔ بخار میں بچے کو ہرگز کپڑوں یا کمبل سے نہ ڈھکیے اس سے بخار بڑھ جاتا ہے، بخار کی حالت میں بچے کو کپڑوں میں لپیٹنا خطرناک ہے۔

۴۔ تازہ ہوا سے بخار والے شخص کو کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ تازہ ہوا سے بخار کم ہو جاتا ہے۔

۵۔ بخار کم کرنے کے لیے چھوٹے بچوں کو (پیراسیٹامول) سیرپ پلانا بہتر ہوتا ہے۔ دوا احتیاط سے دیں، ضرورت سے زیادہ نہ کھلائیں۔

۶۔ جس کسی کو بخار ہوا سے بہت پانی، رس یا دوسرے مشروبات پینے چاہئیں۔ چھوٹے اور خاص طور پر دودھ پیتے بچوں کو جو پانی پلایا جائے اسے پہلے ابال کر ٹھنڈا کر لیا جائے۔ اطمینان کر لیں کہ بچے کو پیشاب باقاعدگی سے آ رہا ہے اگر زیادہ پیشاب نہ آئے یا پیشاب کا رنگ گہرا ہو تو اور پانی پلائیں۔

۷۔ جہاں ممکن ہو وہاں بخار کی اصل وجہ معلوم کر کے اس کا علاج کریں۔

بہت تیز بخار

اگر بہت تیز بخار کو جلد ہلکا نہ کیا جائے تو یہ بہت خطرناک ہوتا ہے، اس سے دورے پڑتے ہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے دماغ پر خراب اثر (فالج، ذہنی سستی، مرگی وغیرہ) پڑتا ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے بہت تیز بخار بے حد خطرناک ہوتا ہے۔

جب بخار میں حرارت ۱۰۳ درجے سے زیادہ ہو جائے تو اس کو فوراً کم کرنا ضروری ہے۔

۱۔ مریض کو ٹھنڈی جگہ رکھیں۔

۲۔ سارے کپڑے اتار دیں۔

۳۔ پنکھا جھلیں۔

۴۔ اس پر تازہ (ٹھنڈا نہیں) پانی ڈالیں یا اس کے سینے اور ماتھے پر تازہ پانی میں کپڑے تر کر کے رکھیں۔ کپڑوں پر پنکھا جھلیں اور انہیں بار بار بدلیں، جب تک بخار نہ اترے یہی کرتے رہیں۔

۵۔ مریض کو تازہ پانی (ٹھنڈا نہیں) خوب پلائیں۔

اگر تیز بخار جلد نہ اترے یا اگر دورے پڑنے لگیں تو تازہ پانی سے جسم ٹھنڈا کرتے رہیں اور فوراً طبی مدد طلب کریں۔

شاک (صدمہ)

شاک زندگی کی خطرے والی کیفیت کا نام ہے جو زیادہ جل جانے، زیادہ خون نکل جانے، شدید بیماریوں، جسم میں پانی کی

بہت کمی یا شدید الرجی کے ردعمل کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جسم کے اندر بہت زیادہ خون نکلنا، اگرچہ خون نظر نہیں آتا، شاک پیدا کر سکتا ہے۔

شاک کی علامتیں

- ☆ کمزور تیز نبض (۱۰۰ فی منٹ سے زیادہ)
- ☆ ٹھنڈا پسینہ، زرد ٹھنڈی نم جلد۔
- ☆ خون کا دباؤ یعنی بلڈ پریشر خطرناک حد تک کم ہو جاتا ہے۔
- ☆ ذہنی دورے، کمزوری یا بے ہوشی۔

شاک روکنے یا شاک کا علاج کرنے کے لیے کیا کیا جائے

شاک کی پہلی علامت ظاہر ہوتے ہی یا اگر شاک کا خطرہ ہی ہو تب بھی۔۔۔

مریض کو اس طرح لٹائیے کہ اس کا سر پیروں کے مقابلے میں ذرا نیچے ہو۔ چارپائی کو پائنتی کی طرف سے اینٹیں رکھ کر اوپر کریں۔

لیکن اگر مریض سر پر شدید چوٹ لگی ہو تو پھر اسے آدھا لیٹا آدھا بیٹھا یعنی نیم دراز حالت میں رکھیے۔

- ☆ اگر کہیں سے خون نکل رہا ہو تو اسے روک دیں۔
- ☆ اگر مریض کو سردی لگ رہی ہو تو اسے کمبل اوڑھا دیں۔
- ☆ اگر وہ ہوش میں ہے اور پانی پی سکتا ہے تو پانی یا دوسرے مشروبات گھونٹ گھونٹ کر کے پلائیں، اگر پانی کی کمی ظاہر ہو تو خوب سیال چیزیں اور پانی کی کمی دور کرنے والے مشروبات پلائیں۔
- ☆ اگر زخم لگے ہوں تو ان کا علاج کریں۔
- ☆ اگر مریض کو درد یا تکلیف ہو تو اسے درد رفع کرنے کی دوائی دیں۔
- ☆ خود بھی پرسکون رہیں اور مریض کو بھی پرسکون رکھیں۔

اگر مریض بے ہوش ہو تو

- ☆ اسے ایک کروٹ سے اس طرح لٹائیے کہ سر نیچا اور ایک طرف پیچھے کو جھکا رہے۔ اگر سانس گھٹنے لگے تو اپنی انگلی سے اس کی زبان آگے کھینچ لیں۔
- ☆ اگر مریض نے الٹی کی ہو تو فوراً اس کا منہ صاف کریں۔ سر کو نیچے، پیچھے جھکا ہوا اور ایک پہلو کی طرف رکھیے تاکہ سانس کے ساتھ الٹی اس کے پھیپھڑوں میں نہ پہنچ جائے۔
- ☆ جب تک ہوش نہ آئے اسے کچھ کھلائیں پلائیں نہیں۔
- ☆ اگر آپ کو یا کسی اور کو طریقہ معلوم ہو تو رگ میں نارمل سیلائین کی تیز ڈرپ لگائیں۔
- ☆ جلد طبی مدد حاصل کریں۔

بے ہوشی کی عام وجوہات یہ ہیں:

- ☆ نشہ
- ☆ شاک
- ☆ زہر کا اثر
- ☆ بے ہوشی (خوف، کمزوری وغیرہ کی وجہ سے)
- ☆ لو لگنا یا شدید گرمی کا اثر
- ☆ سر پر چوٹ
- ☆ دورے
- ☆ فالج
- ☆ دل کا دورہ

اگر کوئی شخص بے ہوش ہو جائے اور آپ کو پتہ نہ چلے کہ کیوں بے ہوش ہوا ہے تو فوراً نیچے لکھی ہوئی ہر چیز چیک کریں۔

۱۔ کیا وہ ٹھیک سے سانس لے رہا ہے؟ اگر ٹھیک سے سانس نہیں لے رہا ہے تو سر کو پورا پیچھے جھکائیے، جبڑا کھینچ کر کھولیے اور زبان آگے کی طرف کھینچیں۔ اگر حلق میں کچھ پھنسا ہوا ہے تو اسے نکالیں۔ اگر سانس نہیں آ رہا ہے تو فوراً اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر سانس دیں۔

۲۔ کیا بہت خون نکل رہا ہے؟ اگر نکل رہا ہے تو خون روکنے کی تدبیر کریں۔

۳۔ کیا وہ شاک کی حالت میں ہے؟ (نم، زرد جلد، کمزور مگر تیز نبض) اگر ایسا ہے تو اسے اس طرح لٹائیے کہ سر پیروں سے نیچے ہو اور کپڑے ڈھیلے کر دیں۔

۴۔ کیا اسے لو لگی ہے یا شدید گرمی کا اثر ہوا ہے؟ (پسینہ نہیں آ رہا ہے، تیز بخار ہے اور جلد گرم اور لال ہے) اگر ایسا ہے تو سائے میں لے جائیے، سر کو پیروں سے اونچا رکھیے اور اس کے جسم پر خوب ٹھنڈا پانی (ممکن ہو تو برف کا پانی) ڈالیں اور پنکھا جھلیں۔

۵۔ اگر اس بات کا امکان ہے کہ بیہوش آدمی کو شدید چوٹ یا زخم لگا ہے تو اس آدمی کو جب تک ہوش نہ آ جائے اسے ہلایا نہ

جائے اور اگر اسے ہلانا ہی پڑے تو بے حد احتیاط سے کم سے کم ہلائیں اور کمر یا گردن کو ہرگز نہ موڑیں۔

احتیاط: بے ہوش آدمی کو منہ کے راستے کوئی بھی چیز کبھی نہ کھلائیں نہ پلائیں اور فوراً طبی امداد طلب کریں۔

جب حلق میں کچھ پھنس جائے

جب کسی کے حلق میں کھانا یا کوئی اور چیز پھنس جائے تو جلدی سے یہ کریں:

☆ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنے بازو اس کی کمر کے گرد اور پیٹ پر باندھ لیں۔ ہاتھ اس طرح باندھیں کہ مٹھی ناف کے اوپر اور پسلیوں کے نیچے پیٹ پر آجائے۔ پھر ایک دم تیزی سے جھٹکے کے ساتھ پیٹ کو اوپر کی طرف دبائیں۔ اس سے پھیپھڑوں کی ہوا باہر نکلے گی اور حلق میں پھنسی ہوئی چیز کو نکال دے گی، اگر ضروری ہو تو کئی مرتبہ یہ عمل کریں۔

سانس رک جائے تو کیا کرنا چاہیے

☆ سانس رک جانے کی عام وجہیں یہ ہیں:
☆ حلق میں کچھ پھنسنا۔
☆ بے ہوش آدمی کے حلق میں گاڑھا بلغم یا زبان پھنسنا۔
☆ ڈوبنا، دھوئیں میں سانس رکنا یا زہر کا اثر۔
☆ سر یا سینے پر زوردار چوٹ یا ضرب۔
☆ دل کا دورہ

سانس رک جائے تو آدمی چار منٹ میں مر سکتا ہے۔

اگر کسی کا سانس رک جائے تو منہ پر منہ رکھ کر فوراً سانس دینا شروع کر دیں۔

جتنا جلدی ہو سکے نیچے لکھے ہوئے تمام کام کریں۔

۱۔ جلدی سے انگلی ڈال کر منہ یا حلق میں پھنسی ہوئی چیز نکالیں۔ زبان آگے کو کھینچ لیں، اگر حلق میں بلغم ہے تو اسے جلدی سے صاف کرنے کی کوشش کریں۔
۲۔ مریض کو جلدی سے، لیکن نرمی کے ساتھ سیدھا لٹا دیجئے، آہستہ سے اس کا سر پیچھے کو جھکائیے اور جبڑا کھینچ کر منہ کھول دیں۔
۳۔ مریض کی ناک اپنی چٹکی سے بند کر دیں۔ اس کا منہ خوب پھیلا کر کھولیے اور اپنا منہ اس کے کھلے منہ پر رکھ کر خوب زور سے پھونک ماریئے تاکہ سانس پھیپھڑوں میں پہنچے اور سینہ پھولے۔ رک کر اس کا سانس باہر آنے کا انتظار کریں اور پھر پہلے کی طرح زور سے اپنی سانس اس کے پھیپھڑوں میں پہنچائیں۔ یہ کام تقریباً ہر پانچ سیکنڈ بعد کریں (گھڑی نہ ہو تو پانچ تک گنتی گنیں)۔ گود کے بچوں کا اور چھوٹے بچوں کا معاملہ ہو تو ان کی ناک اور منہ دونوں پر اپنا منہ رکھ کر ہر تین سیکنڈ بعد (تین تک گنتی گن کر) نرمی کے ساتھ سانس لیتے جائیں۔

منہ پر منہ رکھ کر سانس دینے کا عمل اس وقت تک کرتے رہیں جب تک مریض خود سے سانس نہ لینے لگے یا جب آپ کو یقین ہو جائے کہ وہ (خدانخواستہ) مر گیا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک گھنٹہ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر تک منہ پر منہ رکھ کر سانس لینا پڑتا ہے۔

گرمی کی وجہ سے ہنگامی حالتیں

گرمی سے تشنج (اینٹھن)

گرمیوں میں جو لوگ بہت محنت کرتے ہیں، اور جن کو بہت پسینہ آتا ہے کبھی کبھی ان کی ٹانگوں، بازوؤں اور پیٹ میں تکلیف کے ساتھ اینٹھن ہونے لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم میں نمک بہت کم ہو جاتا ہے۔

علاج: ایک لیٹر ابلے ہوئے ٹھنڈے پانی میں ایک چھوٹا چمچہ نمک گھول لیں اور پلا دیں۔ جب تک اینٹھن دور نہ ہو ہر گھنٹے یہی پانی پلاتے رہیں۔ مریض کو ٹھنڈی جگہ لٹا دیں اور جہاں جہاں درد ہو ہلکی مالش کریں۔

گرمی سے بے دم ہو جانا

علامتیں: گرمی میں بہت محنت کرنے اور بہت پسینہ بہانے والا آدمی بہت پیلا پڑ جاتا ہے، کمزوری ہو جاتی ہے، متلی ہوتی ہے اور جیسے بے ہوش سا ہونے لگتا ہے۔ جلد ٹھنڈی اور نم ہو جاتی ہے، نبض کمزور مگر تیز ہوتی ہے۔ جسم کا درجہ حرارت عام طور پر نارمل رہتا ہے۔

علاج: مریض کو ٹھنڈی جگہ اس طرح لٹائیں کہ اس کے پیر سر سے بلند سطح پر ہوں اور ٹانگوں کی مالش کریں۔ نمک کا پانی یعنی ایک لیٹر

پانی میں ایک چھوٹا چمچ نمک گھول کر پلائیں (جب تک مریض بے ہوش رہے اسے کچھ نہ پلائیں)۔

لولگنا، تیز گرمی کا اثر

لولگنا یا تیز گرمی کا اثر ہونا عام تو نہیں ہے لیکن بہت خطرناک ہے۔ یہ عام طور پر زیادہ عمر کے لوگوں کے ساتھ گرمیوں میں ہوتا ہے۔

علامتیں: جلد لال، بہت گرم اور خشک۔ بغل تک میں پسینہ نہیں ہوتا۔ مریض کو بہت تیز بخار، کبھی کبھی ۴۲ سینٹی گریڈ سے زیادہ تیز بخار ہوتا ہے اور وہ اکثر بے ہوش ہوتا ہے۔

علاج: جسم کی گرمی کو فوراً دور کرنا اور درجۂ حرارت کو کم کرنا لازمی ہے۔ مریض کو سائے میں لٹائیے، اس پر خوب ٹھنڈا پانی (ممکن ہو تو برف کا پانی) ڈالیے اور پنکھا جھلیے۔ یہ کام اس وقت تک کرتے رہیے جب تک بخار کم نہ ہو۔ مریض کی حالت جلد بہتر ہوتی ہوئی محسوس نہ ہو تو طبی مدد حاصل کریں۔

زخم سے خون روکنا

۱۔ جس حصے پر زخم لگا ہوا ہے عام جسم سے اونچا کریں۔

۲۔ موٹے صاف کپڑے (یا کپڑا نہ ہو تو ہاتھ) سے زخم پر براہ راست دباؤ ڈالیے، اس وقت تک دباؤ ڈالتے رہیے جب تک خون نہ رک جائے۔ اس میں پندرہ منٹ اور بعض مرتبہ ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے۔ اس قسم کا براہ راست دباؤ تقریباً ہر قسم کے زخم کا خون روک دے گا اور بعض دفعہ تو اس طریقے سے جسم سے کٹ کر الگ ہو جانے والے حصے سے بھی خون کو روکا جا سکتا ہے۔

خون روکنے کے لیے مٹی کا تیل؛ مٹی؛ چونا یا کافی ہرگز استعمال نہ کریں۔

نکسیر کیسے روکی جائے

۱۔ خاموش بیٹھیے۔

۲۔ ناک سے خون اور رطوبت صاف کرنے کے لیے ہلکے سے ناک سنکیے۔

۳۔ دس منٹ تک یا جب تک خون نہ رکے ناک کو چٹکی سے دبائے رکھیے۔

اگر اس سے خون نہ رکے تو

نتھنے میں روئی کا پھایا اس طرح بھر دیں کہ کچھ روئی باہر نکلی رہے۔ اگر ہو سکے تو پہلے روئی کو ہائیڈروجن پیروکسائیڈ یا ویسلین سے تر کر لیں، پھر اس کو دوبارہ چٹکی سے پکڑ کر دبائیں اور دس منٹ تک یا اس سے زیادہ دبائے رکھیں۔ سر کو پیچھے کی طرف نہ جھکائیں۔

خون رکنے کے بعد روئی کے پھائے کو چند گھنٹے تک ناک ہی میں رہنے دیں پھر احتیاط سے نکال لیں۔

بوڑھے لوگوں میں بطور خاص، نکسیر ناک کے پچھلے حصے سے پھوٹتی ہے اور ناک کو دبا کر خون نہیں روکا جا سکتا۔ ایسی صورت میں مریض کے منہ میں کوئی ڈاٹ بھٹہ یا اور کوئی موٹی چیز پھنسا کر اسے کہیں کہ چپ چاپ سر جھکا کر بیٹھے اور جب تک خون نہ رکے نگلنے کی کوشش نہ کرے۔ (منہ میں کوئی چیز پھنسی ہو تو مریض نگل نہیں سکتا جس سے خون کو قدرتی طور پر جم کر رکنے کا موقع مل جاتا ہے)۔

روک تھام: اگر کسی کو بار بار نکسیر پھوٹتی ہو تو روزانہ دو مرتبہ نتھنوں میں تھوڑی سی ویسلین لگا دیں یا مریض سے کہیں پانی میں تھوڑا سا نمک ڈال کر ناک میں چڑھائے۔

سنگترے، نارنگی، کینو، ٹماٹر اور دوسرے پھل کھانے سے رگیں مضبوط ہوتی ہیں اور نکسیر کم پھوٹتی ہے۔

کٹنا، چھلنا اور چھوٹے زخم

انفکشن روکنے اور زخم بھرنے کے لیے سب سے ضروری چیز صفائی ہے۔ زخم کا علاج یہ ہے:

☆ پہلے صابن اور پانی سے ہاتھ دھوئیں۔

☆ پھر زخم کے چاروں طرف کی جلد کو صابن اور ابال کر ٹھنڈا کیے ہوئے پانی سے دھوئیں۔

☆ اب ابال کر ٹھنڈے کیے ہوئے پانی سے (اور اگر زخم میں بہت گندگی اور مٹی وغیرہ لگ گئی ہے تو صابن یا ڈیٹول سے بھی) زخم کو دھوئیں۔ (صابن سے بلا ضرورت زخم نہ دھوئیں، کیوں کہ صابن سے گوشت خراب ہو سکتا ہے۔)

☆ زخم صاف کرتے وقت ساری گندگی صاف کر دیں کھال اکھڑی ہوئی ہو تو کھال اٹھا کر اس کے نیچے سے گندگی صاف کریں۔ گندگی صاف کرنے کے لیے موچنا یا صاف کپڑا یا صاف گاز

استعمال کیا جا سکتا ہے، لیکن ان کو جراثیم سے پاک کرنے کے لیے انھیں پہلے ابالیں۔

☆ اگر ممکن ہو تو پچکاری یا غبارے میں پانی بھر کر زخم پر پھوار مار کر دھوئیں۔

زخم میں گندگی رہ جائے گی تو انفکشن ہو جائے گا۔

جب زخم صاف ہو جائے تو اس پر صاف کپڑا یا گاز ڈھک دیں، یہ کپڑا یا گاز اتنا ہلکا ہونا چاہیے کہ زخم کو ہوا لگ سکے اور زخم کو بھر سکے۔ کپڑا یا گاز روز بدلیے اور دیکھتے رہیے کہ کہیں انفکشن کی علامتیں تو پیدا نہیں ہو رہی ہیں۔

زخم پر کسی بھی قسم کی کوئی مٹی یا کیچڑ مت چھڑکیں اور زخم کے اندر براہ راست اسپرٹ، ٹنکچر آیوڈین یا مرتھایولیٹ بھی نہ لگائیں، اس سے گوشت کو نقصان ہوگا اور زخم دیر میں بھرے گا۔

کٹے ہوئے بڑے زخم کیسے بند کیے جائیں

تازہ کٹا ہوا زخم، اگر صاف ہے اور آپ اس کے سرے ملا کر اسے بند کر دیتے ہیں تو وہ جلدی بھر جائے گا۔

☆ گہرے کٹے زخم کو صرف اس وقت بند کریں جب گہرا کٹا زخم بارہ گھنٹے سے کم پرانا ہو۔

☆ زخم بہت صاف ہو۔

☆ ڈاکٹر سے اسی دن زخم بند کرانا ممکن نہ ہو۔

کاٹ کا زخم بند کرنے سے پہلے اسے ابلے ہوئے ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح دھوئیں، ممکن ہو تو پچکاری سے پانی کی پھوار مار کر گندگی صاف کر دیں۔ اس بات کا پورا اطمینان کر لیں کہ گندگی زخم میں چھپا ہوا نہیں ہے۔

پٹیاں

زخم صاف رکھنے کے لیے پٹیاں استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اس وجہ سے زخموں کو ڈھکنے والی پٹیاں یا کپڑے کے ٹکڑوں کو بھی ہمیشہ صاف ہونا چاہیے۔ پٹیوں کے لیے استعمال ہونے والے کپڑے کو دھو کر کسی صاف اور گرد سے محفوظ جگہ پر استری کے ذریعے یا دھوپ میں سکھا لینا چاہیے۔

آج کل یہ پٹیاں میڈیکل اسٹور سے صاف حالت میں عام طور پر مہیا ہوتی ہیں۔

پہلے اس بات کا اطمینان کر لیں کہ زخم کو اچھے طریقے سے صاف کر لیا گیا ہے اگر ممکن ہو تو پٹی باندھنے سے پہلے زخم کو جراثیم سے پاک گاز کی پٹی سے ڈھک دیں۔ یہ گاز کی پٹیاں دواؤں کی دکانوں پر مہر بند لفافوں میں ملتی ہیں۔

گندی گیلی پٹی لگانے سے بہتر ہے کہ پٹی نہ باندھیں۔

اگر پٹی گیلی ہو جائے یا اس کے اندر گندگی چلی جائے تو پٹی اتار دیں، کٹے ہوئے زخم کو پھر سے دھوئیں اور صاف پٹی باندھ دیں۔

احتیاط: جب آپ بازو، ٹانگ یا کسی انگلی پر پٹی باندھیں تو خیال رکھیں کہ پٹی اتنی کسی ہوئی نہ ہو کہ خون کا دوران رک جائے۔

بہت چھوٹے اور معمولی زخموں اور کانٹے پر پٹی کی ضرورت نہیں پڑتی، انھیں ڈیٹول اور پانی سے دھو کر ہوا لگنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا جائے تو یہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کو صاف رکھیے۔

انفکشن والے زخموں کو پہچاننا اور ان کا علاج کرنا

زخم میں انفکشن ہوتا ہے

☆ اگر وہ لال ہو، سوجا ہوا، گرم اور تکلیف والا ہو

☆ اگر اس میں پیپ ہو

☆ یا اگر اس میں سے بدبو آئے، تو فوراً طبی امداد حاصل کریں

پیٹ کے ہنگامی مسائل

پیٹ کی شدید دکھن شکم حاد (Acute Abdomen)

پیٹ کی دکھن کی اصطلاح پیٹ کی کئی ناگہانی شدید تکلیفوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جن میں مریض کی جان بچانے کے لیے فوراً آپریشن کرنا اکثر ضروری ہوتا ہے۔ اپنڈی سائٹس، پیریٹونائٹس اور آنت کی رکاوٹ ان بیماریوں کی چند مثالیں ہیں۔ عورتوں میں پیڑو کی سوجن کی بیماری یا غلط جگہ قرار حمل سے بھی پیٹ کی دکھن کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اکثر پیٹ کی دکھن کی اصلی وجہ پتا نہیں چلتی جب تک کہ ڈاکٹر پیٹ کاٹ کر اندر نہ دیکھ لے۔

اگر کسی شخص کو پیٹ میں شدید درد الٹیوں کے ساتھ ہو لیکن دست نہ آئیں تو یہ پیٹ کی دکھن ہو سکتی ہے۔

پیٹ کی شدید دکھن

☆ مسلسل شدید درد جو بڑھتا جاتا ہے

☆ قبض اور الٹیاں

☆ پیٹ پھولا ہوا، سخت، مریض ہاتھ نہیں لگانے دیتا
ہسپتال لے جائیں آپریشن کی ضرورت ہو سکتی ہے

کم شدید بیماری

☆ اس کا علاج غالباً گھر پر یا ہیلتھ سینٹر میں ہو سکتا ہے۔

☆ درد بار بار اٹھتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے (تشنج یا اینٹھن)۔

☆ درمیانے یا شدید دست۔

☆ کبھی کبھی انفکشن کی علامتیں، مثلاً زکام یا گلے کی خراش۔

☆ ایسے درد پہلے بھی ہوئے ہیں۔

☆ حالت زیادہ خراب نہیں ہیں۔

اگر کسی کو پیٹ کی شدید درد کی علامتیں ہوں تو جتنا جلد ہو سکے، ہسپتال لیجائیے۔

جلنا

روک تھام: بیشتر جلنے کو روکا اور جلنے سے بچا جا سکتا ہے۔ بچوں کے سلسلے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔

چھوٹے بچوں اور بڑے بچوں کو بھی آگ کے پاس ہرگز نہ جانے دیں۔ ماچس، موم بتی، لالٹین اور تیل کے لیمپ اور چراغ بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔

چولہے پر رکھے ہوئے برتن کے دستے اور برتن میں پڑی ہوئی کفگیر کا رخ ایسا رکھیں کہ بچہ اسے چھو یا پکڑ نہ سکے۔

ہلکا جلنا، جس سے چھالا نہ پڑے (پہلے درجہ کا جلنا)

ہلکے جلنے کی تکلیف کم کرنے اور داغ وغیرہ کو بھی کم کرنے کے لیے جلے ہوئے حصے کو فوراً ٹھنڈے پانی میں ڈبو دیں اور کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے، البتہ تکلیف کم کرنے کے لیے دوائی کھالی جائے۔

چھالے/آبلے ڈالنے والا جلنا (دوسرے درجہ کا جلنا)

چھالوں/آبلوں کو توڑیے یا پھاڑیے نہیں

اگر چھالے پھٹ جائیں تو ابال کر ٹھنڈے کیے ہوئے پانی اور صابن سے آہستہ آہستہ دھوئیں اور جلنے کی داغ کوئی مرہم لگائیں۔

جلنے کے زخم کو جہاں تک ممکن ہو صاف رکھنا بہت اہم ہے اسے گندگی، گرد اور مکھیوں سے بچائیے۔

اگر انفکشن کی علامات ظاہر ہونے لگیں، یعنی، بدبو، پیپ، بخار یا غدود کی سوجن تو ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

گہرا جلنا (تیسرے درجہ کا جلنا)

اس قسم کے جلنے سے جلد ختم ہو جاتی ہے اور کچا یا جلا ہوا گوشت نظر آتا ہے، یہ ہمیشہ بہت خطرناک ہوتا ہے اور جسم کے بڑے حصے پر پھیلا ہوا جلنے کا زخم بھی بہت خطرناک ہوتا ہے۔ جلے ہوئے آدمی کو فوراً ہیلتھ سینٹر لے جائیے اور اس دوران میں جلے ہوئے حصہ پر کوئی بہت صاف کپڑا یا تولیہ لپیٹ دیں۔ جلی ہوئی جگہ پر کبھی بھی گریس، چربی، کافی، جڑی بوٹیاں مت لگائیں۔

خطرناک حد تک جلنے کی صورت میں خاص احتیاطی تدابیر

جو شخص بہت بری طرح جل گیا ہو اسے آسانی سے شاک ہو جاتا ہے، کیوں کہ تکلیف اور ڈر کے ساتھ ساتھ جلے کے زخم سے جسم کے سیال بہتے ہیں۔

لہٰذا آپ جل ہوئے شخص کو تسلی دیں اور اسے تکلیف دور کرنے کے لیے اسپرین، اور اگر مل جائے تو کوڈین دیں۔ ہلکے نمکین پانی سے زخم کو دھونے سے بھی تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ ایک لٹر ابال کر ٹھنڈے پانی میں ایک چھوٹا چمچ نمک ڈال لیں۔

جلے ہوئے شخص کو خوب مشروبات پلائیں، اگر جلا ہوا حصہ بڑا ہے (مریض کے ہاتھ کے دوگنے سے زیادہ) تو مندرجہ ذیل مشروب تیار کریں۔ ایک لٹر پانی میں آدھا چمچ نمک، آدھا چمچ سوڈا بائی کاربونیٹ (کھانے کا سوڈا) ملائیں اور اگر ہو سکے تو اس میں دو یا تین چمچے شہد یا شکر اور کچھ لیموں یا کینو کا رس بھی ملائیں۔

جلے ہوئے شخص کو یہ مشروب جتنی بار ہو سکے پلائیں یہاں تک کہ وہ بار بار پیشاب کرنے لگے۔ جلنے کا زخم بڑا ہے تو مریض کو یہ مشروب روزانہ چار لٹر اور جلا ہوا زخم بہت بڑا ہے تو روزانہ بارہ لٹر پینا چاہیے۔

جو لوگ بہت زیادہ جل گئے ہوں ان کو لحمیات یعنی پروٹین والی غذائیں کھانا ضروری ہے، کسی کھانے کا کوئی پرہیز نہیں ہے۔

ٹوٹی ہڈیاں

جب ہڈی ٹوٹ جائے تو اسے ہلائے بغیر ایک جگہ پر جما رکھنا اہم ہے، اس سے مزید خرابی نہیں ہوتی اور ٹوٹی ہڈی آسانی سے جڑ جاتی ہے۔

جس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو اسے ہلانے یا لے جانے سے پہلے ٹوٹی ہڈی کو لکڑی کے پھٹے، درختوں کی چھال میں لپیٹ دینا اور اس پر گتے کی آستین چڑھا دینا چاہیے تاکہ یہ ہڈی ہل نہ سکے۔ بعد میں ہیلتھ سینٹر میں پلستر چڑھایا جاسکتا ہے یا آپ خود اپنی کسی مقامی روایتی ترکیب سے اس پر پلستر چڑھا سکتے ہیں۔

ٹوٹی ہڈی بٹھانا

اگر ٹوٹی ہوئی ہڈیاں کم و بیش اپنی جگہ پر ہی ہوں تو ان کو نہ ہلانا ہی بہتر ہے، کیوں کہ ہلانے جلانے سے فائدے سے زیادہ نقصان ہوسکتا ہے۔

اگر ہڈیاں اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہوں اور ہڈی ٹوٹے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے تو پلستر چڑھانے سے پہلے ان کو ”بٹھانے“ یا سیدھا کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ ہڈیاں جتنی جلدی بٹھا دی جائیں، اتنی ہی آسانی ہوگی۔

ران یا کولھے کی ہڈی کا ٹوٹنا

ٹانگ کے اوپر کے حصہ یا کولھے کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ پورے جسم کو لکڑی کی تختیوں سے باندھ دیا جائے اور مریض کو فوراً ہیلتھ سینٹر لے جایا جائے۔

گردن اور کمر کا ٹوٹنا

اگر کسی شخص کی کمر یا گردن ٹوٹی ہوئی ہونے کا احتمال ہو تو اسے ہلانے اور لے جانے میں بہت احتیاط کریں، اسے ہلانے جلانے یا کروٹ دلانے کی بالکل کوشش نہ کریں، اگر ممکن ہو تو ہلانے اور لے جانے سے پہلے ڈاکٹر کو لے آئیں۔ اگر مریض کو ہلانا یا لے جانا واقعی ضروری ہو تو اس طرح ہلائیں کہ کمر یا گردن مڑنے نہیں۔

ٹوٹی ہوئی پسلیاں

ان میں بہت تکلیف ہوتی ہے مگر یہ تقریباً ہمیشہ خود ہی ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ پھیپھڑوں کو صحت مند رکھنے کے لیے ہر دو گھنٹے بعد چار یا پانچ خوب گہرے گہرے سانس لیں جب تک نارمل سانس نہ آئے یہ ورزش روزانہ کرتے رہیں، شروع میں بہت تکلیف ہوگی۔ ہوسکتا ہے پوری طرح درد دور ہونے میں مہینوں لگ جائیں۔

ٹوٹی ہڈیاں اگر کھال پھاڑ کر باہر نکل آئیں

چونکہ ایسی صورتوں میں انفکشن کا خطرہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس لیے ہمیشہ یہ بہتر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر سے مدد لی جائے۔

احتیاط: جسم کے جس حصہ کی ہڈی ٹوٹی ہو یا ٹوٹنے کا شک ہو اس کی ہرگز مالش نہ کریں۔

اکڑ جانا اور موچ آنا

(مڑ جانے والے جوڑ میں پٹھوں کی چوٹ یا کچ جانا (Brushingیا Tearing) بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ پتا چلانا ناممکن ہوتا ہے کہ ہاتھ یا پاؤں میں پٹھوں پر چوٹ لگی ہے یا موچ آئی ہے یا ہڈی ٹوٹی ہے۔ ایکسرے اس معاملے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

لیکن عام طور پر ہڈی ٹوٹنے یا موچ آنے کا ایک ہی علاج ہے۔ جوڑ کو ہلائیے نہیں ساکت رکھیے، اس پر کوئی پٹی وغیرہ اس طرح لپٹیں کہ سہارا ملے۔ شدید قسم کی موچ کو ٹھیک ہونے میں تین سے چار ہفتے لگتے ہیں۔ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو ٹھیک ہونے میں زیادہ عرصہ لگتا ہے۔

درد اور سوجن رفع کرنے کے لیے موچ والے حصہ کو اونچا اٹھائے رکھیے۔ پہلے ایک دو دن تک ہر گھنٹہ پر بیس سے تیس منٹ تک اس پر پلاسٹک یا کپڑے میں لپٹا ہوا برف یا ٹھنڈے گیلے کپڑے رکھیں اس سے سوجن اور درد کم ہوجاتا ہے۔ اڑتالیس سے اڑتالیس گھنٹے بعد (جب سوجن بڑھنا بند ہوجائے) موچ والی جگہ کو دن میں کئی مرتبہ گرم پانی میں دیر تک رکھیے۔

۱۔ پہلے دن موچ والے جوڑ کو ٹھنڈے پانی میں رکھیں۔

۲۔ ایک یا دو روز بعد گرم پانی کی سکائی کریں۔

مڑے ہوئے جوڑ کو ٹھیک رکھنے کے لیے آپ اس پر گھریلو پلستر چڑھا سکتے ہیں۔

پیر اور ٹخنے پر گرم پٹی لپیٹنے سے سوجن رک جاتی ہے یا کم ہوجاتی ہے۔ پٹی انگلیوں کی طرف سے باندھنا شروع کریں اور اوپر کی طرف باندھتے آئیں۔ احتیاط رکھیں کہ پٹی زیادہ نہ کسے اور ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد اسے تھوڑی دیر کے لیے کھول لیا کریں، ساتھ ساتھ ایسپرین بھی کھائیں۔

اگر اڑتالیس گھنٹے میں درد اور سوجن کم نہیں ہوتی ہے تو طبی امداد طلب کریں۔

احتیاط: موچ یا ٹوٹی ہڈی کی کبھی رگڑائی یا مالش نہ کریں، اس سے کوئی فائدہ نہیں البتہ نقصان زیادہ ہے۔

اگر پیر ڈھیلا محسوس ہو اور مریض کو پیر کی انگلیاں ہلانے میں مشکل ہو تو طبی امداد طلب کریں، ہوسکتا ہے آپریشن کی ضرورت پڑے۔

زہر خورانی

بہت سے بچے زہریلی چیزیں کھا لینے کی وجہ سے مرتے ہیں۔ اپنے بچوں کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ احتیاطی تدابیر کریں:

۱۔ تمام زہریلی چیزیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔

۲۔ مٹی کا تیل، پیٹرول یا دوسری زہریلی چیزیں کبھی بھی کسی ایسی خالی بوتل میں نہ رکھیں جس میں پہلے کوئی پینے کی چیز رکھی جاتی ہو کیوں کہ بچے غلطی سے انھیں پی سکتے ہیں۔

چند عام زہر جن کا خیال رکھنا چاہیے

☆ چوہے مارنے والا زہر۔

☆ ڈی ڈی ٹی، لینڈین، بھیڑوں کی دوا Sheep Dip اور دیگر کیڑے مار دوائیں اور پودوں سے نکلنے والے زہر۔

☆ دوا (ہر قسم کی دوا اگر زیادہ کھالی جائے تو زہریلا اثر کرسکتی ہے فولاد کی گولیوں کے سلسلے میں خاص احتیاط برتیں)۔

☆ ٹنکچر آیوڈین۔

☆ بلیچ (Bleach)۔

☆ سگریٹ، سگار، بیڑی، حقے کا تمباکو، پان کا تمباکو۔

☆ اسپرٹ۔

☆ زہریلے پتے، بیج پھل، یا کھمبیاں

☆ ارنڈ کے بیج

☆ مٹی کا تیل، رنگ کا تھنر (Paint thinner)، پیٹرول وغیرہ۔

☆ ماچس، فتیلہ۔

☆ لائی یا کاسٹک سوڈا۔

نمک۔ اگر چھوٹے اور بڑے بچوں کو زیادہ مقدار میں دیا جائے تو زہریلا اثر کرسکتا ہے۔

سڑا ہوا کھانا

علاج: اگر زہر خورانی کا شک ہو تو فوراً یہ کریں:

اگر بچہ جاگ رہا ہو اور ہوشیار ہو تو اسے الٹی کرائیں۔ اس کے حلق میں انگلی ڈالیے یا اسے ایک چھوٹا چمچا پکا کا شربت اس کے بعد ایک گلاس پانی پلائیں یا اسے زبردستی ہی کسی نمک یا ہلکا صابن ملا ہوا پانی پلائیں۔ (ایک پیالی پانی میں چھ چمچے نمک)۔

احتیاط: اگر کسی شخص نے مٹی کا تیل، پیٹرول، کسی قسم کا تیزاب یا جلانے والی چیز (مثلاً لائی) نگل لی ہو تو اسے ہرگز الٹی نہ کرائیں اور اگر مریض بے ہوش ہے تب بھی الٹی نہ کرائیں۔ اگر وہ جاگ رہا ہو اور ہوشیار ہو تو خوب پانی یا دودھ پلائیں تاکہ زہر ہلکا ہو جائے۔ (بچے کو ہر چند منٹ بعد ایک گلاس پانی پلائیں۔)

اگر مریض کو ٹھنڈ لگے تو اسے چادر اڑھادیں مگر زیادہ گرمی نہ پہنچائیں۔ اگر زہر خورانی شدید قسم کی ہو تو طبی مدد حاصل کریں۔

* * *

تندرست رہنے کے لیے کیا کھائیں

اچھی غذا نہ کھانے سے پیدا ہونے والی بیماریاں

انسان کی اچھی نشو ونما، محنت سے کام کرنے اور تندرست رہنے کے لیے اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت سی عام بیماریاں اس لیے لگ جاتی ہیں کہ غذا کی مقدار کافی نہیں ہوتی۔

جو آدمی اس لیے کمزور یا بیمار ہو کہ وہ کافی غذا نہیں کھاتا جس کی اس کے جسم کو ضرورت ہے، اسے ناقص غذا کا شکار کہا جاتا ہے، اس کی بیماری دراصل غذا کی کمی ہے۔

ناقص اور ناکافی غذا سے صحت کے یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں:

بچوں میں

۱۔ بچے کی نارمل طریقے سے نشوونما ہوتی ہے نہ اس کا وزن بڑھتا ہے۔
۲۔ چلنے، بولنے یا سوچنے میں سستی۔
۳۔ بڑے پیٹ، پتلے بازو اور ٹانگیں۔
۴۔ عام بیماریاں اور انفکشن جو زیادہ عرصے رہتے ہیں، زیادہ شدید ہوتے ہیں اور زیادہ مرتبہ موت کا باعث بنتے ہیں۔
۵۔ توانائی کی کمی، بچہ اداس رہتا ہے اور کھیلتا نہیں ہے۔
۶۔ پیروں، چہرے اور ہاتھوں کی سوجن، اکثر جلد پر زخموں اور نشانوں کے ساتھ۔
۷۔ بالوں کا گھنا پن ختم ہو جانا، بال سفید ہو جانا یا گر جانا یا رنگ اور چمک کا ختم ہو جانا۔
۸۔ رات کو کم نظر آنا، آنکھوں کی خشکی، اندھاپن۔

عام طور پر

۱۔ کمزوری اور تھکاوٹ۔
۲۔ بھوک کا ختم ہو جانا
۳۔ خون کی کمی۔
۴۔ باچھوں میں زخم۔
۵۔ دکھتی ہوئی یا زخم والی زبان۔
۶۔ پیر کا جلنا یا سن ہونا۔

اگرچہ نیچے درج کی ہوئی بیماریوں کی اور وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن کبھی کبھی اچھی اور ضرورت بھر غذا نہ کھانے کی بدولت یہ بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں یا ان میں شدت آ جاتی ہے:

۱۔ دست
۲۔ بار بار انفکشن
۳۔ کانوں میں گونج یا سنسناہٹ
۴۔ مسوڑھوں کی سرخی یا خون آنا
۵۔ جلد کا آسانی سے چھل جانا
۶۔ سر درد
۷۔ نکسیر پھوٹنا
۸۔ پیٹ میں بے چینی۔
۹۔ جلد کی خشکی اور جلد کا پھٹنا۔
۱۰۔ دل یا کوزی کی بھاری دھڑکن۔
۱۱۔ فکر مندی (اعصابی تفکر) اور مختلف اعصابی ذہنی مسائل۔
۱۲۔ جگر کا خراب ہونا۔

دوران حمل میں خراب اور ناکافی غذا سے ماں کمزوری اور خون کی کمی کا شکار ہو جاتی ہے، اور زچگی کے دوران یا بعد میں اس کی موت کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اسقاط (حمل ضائع ہونے) یا مردہ یا

بہت چھوٹا یا جسمانی خرابی والا بچہ ہونے کی بھی یہی وجہ ہے۔

صحیح غذا جسم کو بیماری کے خلاف مزاحمت میں مدد دیتی ہے۔

اچھی غذا نہ کھانا اوپر بتائے ہوئے صحت کے مسائل کی براہ راست وجہ ہو سکتا ہے لیکن سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ خراب اور ناکافی غذا ہر قسم کی بیماریوں، خاص طور پر انفکشنز کی مزاحمت کرنے کی جسمانی صلاحیت کم کر دیتی ہے۔

خراب اور ناکافی غذا کا شکار بچوں میں اچھی غذا کھانے والے بچوں کے مقابلے میں شدید دستوں کی بیماری کا شکار ہونے اور اس کی وجہ سے مرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ جب بچہ خراب اور ناکافی غذا کا شکار ہوتا ہے تو خسرہ خاص طور پر خطرناک ہوتی ہے۔

خراب اور ناکافی غذا کے شکار لوگوں میں تپ دق زیادہ عام ہوتا ہے اور زیادہ جلد حالت خراب ہو جاتی ہے۔

جگر کا خراب ہونا جس کی جزوی وجہ بہت زیادہ شراب نوشی ہوتی ہے، خراب اور ناکافی غذا کے شکار لوگوں میں زیادہ عام ہوتا ہے اور مریضوں کی حالت زیادہ خراب ہوتی ہے۔

خراب اور ناکافی غذا کے شکار لوگوں میں عام نزلہ زکام جیسے معمولی مسائل عام طور پر بڑھ جاتے ہیں، دیر تک برقرار رہتے ہیں اور زیادہ تر نمونیا میں بدل جاتے ہیں۔

صحیح غذا سے بیمار کو صحت مند ہونے میں مدد ملتی ہے۔ اچھی غذا نہ صرف بیماری کو روکتی ہے بلکہ جسم کو بیماری سے لڑنے اور دوبارہ صحت یاب ہونے میں مدد دیتی ہے، اس لیے جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اچھی اور کافی غذا اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے۔

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ جب بچہ بیمار ہوتا ہے یا اسے دست آ رہے ہوتے ہیں تو کچھ مائیں اسے دودھ پلانا یا بعض اچھی غذائیں کھلانا بند کر دیتی ہیں، جس کی وجہ سے بچہ اور بیمار ہو جاتا ہے، بیماری کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور بسا اوقات مر جاتا ہے۔ بیمار بچوں کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بیمار بچہ کھائے نہیں تو اسے پیار محبت سے، للچا کر، بہلا کر ضرور کھلائیں پلائیں۔

وہ جتنا کھانا چاہے اسے کھلائیں پلائیں، صبر سے کام لیں۔

بیمار بچہ اکثر زیادہ نہیں کھاتا، اس کا دل نہیں چاہتا، اس لیے دن میں کئی مرتبہ کچھ نہ کچھ کھلائیں۔ اسے سیال چیزیں، پانی، دودھ وغیرہ بھی خوب پلائیں تاکہ دن میں کئی مرتبہ پیشاب آئے۔ اگر بچہ ٹھوس غذا نہ کھائے تو کھانے کو کچل کر نرم کر دیں یا شوربے میں ملا کر کھلائیں۔

اکثر خراب اور ناکافی غذا کی علامتیں سب سے پہلے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کسی کو کوئی اور بیماری لاحق ہوتی ہے، مثلاً کسی بچے کو کئی دن تک دست آئیں اور اس کے ہاتھ پیر سوج جائیں، چہرے پر سوجن آ جائے، جسم پر سیاہ دھبے پڑ جائیں یا ٹانگوں پر زخم ہو جائیں تو یہ سب خراب اور ناکافی غذا کے شدید اثرات کی علامتیں ہیں۔ بچے کو زیادہ اور بہتر غذا کی ضرورت ہے اور زیادہ مرتبہ ضرورت ہے۔ اسے دن میں کئی مرتبہ کھلائیں۔

کسی بھی بیماری کے دوران اور بعد میں اچھی غذا کھانا اہم ہے۔

اچھی طرح کھانا اور صاف رہنا اچھی صحت کی بہترین ضمانتیں ہیں۔

صحیح غذا کھانا کیوں اہم ہے

جو لوگ صحیح غذا نہیں کھاتے وہ ناقص غذائیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی تین وجوہات ممکن ہیں:

۱۔ کسی قسم کی غذا کافی مقدار میں نہ کھانا (عمومی ناقص غذا یا ناکافی غذا) ۲۔ صحیح قسم کی غذائیں نہ کھانا (خصوصی قسم کی ناقص غذائیت) ۳۔ بعض غذائیں ضرورت سے زیادہ کھانا (بہت زیادہ موٹا ہو جانا)۔

یوں تو عموماً ناقص غذائیت کسی کو بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ بچوں کے لیے خاص طور پر خطرناک ہے۔ کیوں کہ انہیں اچھی طرح بڑھنے اور صحت مند رہنے کے لیے بہت زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرا ان عورتوں کے لیے جو بچہ پیدا کرنے والی عمر کی ہوں، خاص طور پر حمل کے دوران یا بچے کو دودھ پلانے کے زمانے میں، کیوں کہ ان کو تندرست رہنے کے لیے، تندرست بچے پیدا کرنے کے لیے اور روزمرہ کے کام کرنے کے لیے فاضل غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔

تیسرا بوڑھے لوگوں کے لیے، کیوں کہ ان کے دانت اکثر گر جاتے ہیں اور ان کو کھانے میں مزہ نہیں آتا، اس لیے وہ ایک وقت میں زیادہ نہیں کھا سکتے حالانکہ ان کو صحت مند رہنے کے لیے

اچھی طرح کھانا چاہیے۔

ناقص اور ناکافی غذا کا شکار بچہ اچھی طرح بڑھتا نہیں ہے، عام طور پر زیادہ دبلا اور قد میں چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ چڑچڑا، رونے والا، دوسرے بچوں سے کم کھیلنے اور چلنے پھرنے میں سستی کرنے والا ہوتا ہے، اور زیادہ بیمار پڑتا ہے۔ اگر اس بچے کو دست آنے لگیں یا کوئی اور انفیکشن لگ جائے تو وزن کم ہوگا۔ بچے کو اچھی اور کافی غذا مل رہی ہے یا نہیں، یہ جانچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بازو کے اوپری حصے کی گولائی ناپ لی جائے۔

بچوں میں ناقص اور ناکافی غذا کی علامت: بازو کے اوپری حصہ کا ناپ

ایک برس کی عمر کے بعد کوئی بھی بچہ جس کے بازو کے اوپر کے حصے کی گولائی ساڑھے تیرہ سینٹی میٹر سے کم ہو ناقص اور ناکافی غذا کا شکار ہوتا ہے چاہے اس کے ہاتھ پیر اور منہ کتنے ہی موٹے کیوں نہ نظر آئیں۔ اگر بازو کی گولائی ساڑھے بارہ سینٹی میٹر سے کم ہو تو اس پر ناقص اور ناکافی غذا کا شدید اثر ہے۔

بچے کو عمدہ اور کافی غذا مل رہی ہے یا نہیں یہ جاننے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بچے کا عمر کے پہلے سال میں ہر مہینے اور اس کے بعد ہر تین مہینے بعد باقاعدہ وزن لیا جائے۔ تندرست اور اچھی اور کافی غذا کھانے والے بچے کا وزن بڑھ جاتا ہے۔

ناقص اور ناکافی غذا کے اثرات سے محفوظ رہنا

تندرستی کے لیے ہمارے جسم کو وافر مقدار میں اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ کھاتے ہیں، اس کو ہماری کئی ضرورتیں پوری کرنی چاہئیں۔ سب سے پہلے غذا سے ہمیں کافی توانائی ملنی چاہیے تاکہ ہم پھرتیلے، چست، چالاک اور طاقتور رہیں۔ پھر غذا ایسی ہونی چاہیے کہ ہمارے جسم کے مختلف حصوں کو بنائے، ان کی خرابیاں دور کرے، اور ان کی حفاظت کرے۔ ان تمام کاموں کے لیے ہمیں روزانہ مختلف غذائیں ملا جلا کر کھانی چاہئیں۔

اصل غذائیں اور امدادی غذائیں

دنیا کے بیشتر حصوں میں بیشتر لوگ تقریباً ہر کھانے میں ایک اصل سستی غذا کھاتے ہیں۔ علاقے کی مناسبت سے یہ اصل غذا چاول، مکا، مکئی، دلیہ، گندم، آلو یا کیلا ہوتی ہیں۔ یہی اصل غذا عام طور پر جسم کی بیشتر غذائی ضرورتیں پوری کرتی ہے۔

لیکن صرف یہ اصل غذا انسان کو تندرست رکھنے کے لیے کافی نہیں ہوتی، بعض امدادی غذاؤں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑھتی عمر کے بچوں، حاملہ یا دودھ پلانے والی ماؤں اور زیادہ عمر کے لوگوں کے لیے یہ بات خاص طور پر صحیح ہے۔

اگرچہ کوئی بچہ پیٹ بھرنے کے لیے اصل غذا کافی مقدار میں کھاتا بھی ہے تو وہ دبلا اور کمزور ہو سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اصل غذا میں اکثر پانی اور ریشہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ بچے کو بڑھنے کے لیے کافی توانائی ملنے سے پہلے ہی اس کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ ایسے بچوں کی توانائی کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ہم دو کام کر سکتے ہیں:

1۔ بچوں کو کئی مرتبہ غذا دیں۔ جب بچہ بہت کم عمر اور بہت دبلا ہو اور اس کی نشوونما ٹھیک نہ ہو تو اسے دن میں کم سے کم پانچ مرتبہ کھانا چاہیے اور بیچ کے وقت میں کوئی ہلکی پھلکی چیز بھی کھلانا چاہیے۔ مرغیوں کی طرح بچوں کو بھی ہمیشہ کچھ نہ کچھ کھاتے رہنا چاہیے۔

2۔ زیادہ توانائی والی امدادی غذائیں، مثلاً تیل اور شکر یا شہد اصل غذا میں ملا دینا چاہیے۔ سب سے اچھی بات یہ ہوگی کہ اصل کھانے میں کھانے کا تیل جو پودوں سے حاصل کیا جاتا ہے (سویابین کا تیل، سورج مکھی کا تیل وغیرہ) یا تیل والی غذائیں، مثلاً مونگ پھلیاں اور خاص طور پر لوکی/کدو اور تل کے بیج شامل کیے جائیں۔

اگر بچے کی توانائی کی ضروریات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کا پیٹ بھر جائے تو بچے دبلا اور کمزور ہوگا۔

زیادہ توانائی والی غذائیں

توانائی سے بھرپور غذائیں اگر اصل غذا میں شامل کر دی جائیں تو بچے کو فاضل توانائی مل جاتی ہے، اس کے علاوہ اصل غذا میں دو اور امدادی غذائیں شامل کرنی چاہئیں۔

جب ممکن ہو تو جسم بنانے والی غذائیں (لحمیات یا پروٹین)

مثلاً مچھلیاں، دودھ، انڈے، مونگ پھلی اور گوشت بھی انتہائی ضروری ہے اس کے علاوہ اصل غذا کے ساتھ حفاظتی غذائیں مثلاً نارنگی، سنگترہ، کینو یا پیلے رنگ کے پھل اور سبزیاں اور گہرے ہرے رنگ کی ترکاریاں بھی دینی چاہئیں۔ حفاظتی غذاؤں سے جسم کو اہم وٹامن اور معدنیات ملتے ہیں۔

تندرست رہنے کے لیے صحیح غذا

آپ کا گھرانا جو ''اصل غذا'' کھاتا ہے اس سے جسم کی توانائی اور غذا کی بیشتر ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں مگر سب پوری نہیں ہوتیں۔ اصل غذا میں امدادی غذا شامل کر کے آپ سستے مگر جسم کے صحیح نشوونما والے کھانے تیار کر سکتے ہیں۔ یہاں جن کھانوں کی فہرست دی جا رہی ہے وہ سب کھانا تندرستی کے لیے ضروری نہیں ہے۔ آپ کو جن ''اصل غذاؤں'' کی عادت ہے وہی کھائیں۔

یاد رکھیے: بچوں کو کافی مقدار میں کئی بار (تین سے پانچ مرتبہ روزانہ) کھلانا عام طور پر انہیں مختلف قسم کے کھانے کھلانے سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔

توانائی دینے والی غذائیں

مثلاً: چکنائی (خوردنی تیل، مکھن، گھی، چربی زیادہ چکنائی والی غذائیں ناریل، زیتون، چربی والا گوشت)، گریاں (مونگ پھلی، بادام، اخروٹ، کاجو)، تیل والے بیج (کدو/لوکی، تربوز، تل، سورج مکھی)، شکر (شکر، شہد، راب، گنا، گڑ)، گریوں اور تیل اور بیجوں میں چونکہ پروٹین زیادہ ہوتا ہے اس لیے یہ جسم بنانے والی امدادی غذاؤں کی حیثیت سے اہم ہیں۔

اصل غذائیں

مثلاً دالیں اور غلہ (گیہوں/گندم، مکا/مکئی، چاول، دالیں، گنے کی شکر)۔

نشاستہ والی جڑیں (آلو، اروی/گھیاں، شکر قند)۔

نشاستہ والے پھل (کیلے، بریڈ فروٹ، پلانٹین)۔

نوٹ: اصل غذائیں توانائی حاصل کرنے کا سستا ذریعہ ہیں دالوں سے کم داموں پر پروٹین، فولاد اور وٹامن ملتے ہیں۔

حیاتین بخش غذائیں

وٹامن اور معدنیات یا حفاظت میں مدد دینے والی غذائیں،

مثلاً: سبزیاں (گہرے ہرے پتوں والے پودے، ٹماٹر، گاجر، کدو، لوکی، شکر قند، شلجم، کرم کلا، بند گوبی اور مرچیں)۔

پھل (آم، سنگترے/نارنگیاں/کینو، پپیتے اور شریفے)۔

نشوونما دینے والی غذائیں

پروٹین یا جسم بنانے والی امدادی غذائیں،

مثلاً: خوردنی ترکاریاں (مٹر، سیم کی مختلف قسمیں اور دالیں)۔

گریاں (مونگ پھلی، اخروٹ، کاجو اور بادام)۔

تیل والے بیج: (تل اور سورج مکھی)، جانوروں سے حاصل ہونے والی چیزیں: دودھ، انڈے، پنیر، دہی، مچھلی، مرغی، گوشت، چھوٹے جانور مثلاً خرگوش وغیرہ)۔

اچھی غذا کے لیے نوٹ: غذائی ضروریات پوری کرنے کے اس منصوبے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ غذاؤں کے مختلف گروپوں پر زور دیا گیا ہے، لیکن یہاں زیادہ اہمیت اصل روایتی غذاؤں کی کافی مقدار پر اور سب سے بڑھ کر توانائی سے بھرپور امدادی غذائیں بار بار کھلانے پر زور دیا گیا ہے۔ غریب گھرانوں کے وسائل اور مجبوریوں سے یہ طریقہ زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

ناقص غذائیت کی پہچان

غریب لوگوں میں ناقص غذائیت کا مرض اکثر بچوں میں سب سے زیادہ وشدید ہوتا ہے کیوں کہ ان کو تندرست رہنے اور اچھی طرح بڑھنے کے لیے بہت زیادہ اچھی طاقت بخش غذا کی ضرورت ہوتی ہے جو انہیں نہیں ملتی۔ ناقص غذائیت کی مختلف قسمیں ہیں:

ہلکی ناقص غذائیت

یہ سب سے عام ہے مگر ہمیشہ پہچانی نہیں جاتی۔ جو بچہ اس کا شکار ہوتا ہے وہ اچھی طرح کھانے پینے والے بچے کے مقابلے میں نہ قد بڑھاتا ہے، نہ اس کا وزن بڑھتا ہے۔ وہ چھوٹا اور دبلا نظر آتا ہے مگر عام طور پر بیمار نہیں لگتا لیکن نامناسب اور ناکافی غذا کی وجہ سے اس میں انفکشنز کا مقابلہ کرنے کی طاقت کم ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ

جب یہ بیمار پڑتا ہے تو تندرست بچے کے مقابلے میں اس کی بیماری زیادہ شدید ہوتی ہے، اسے ٹھیک ہونے میں زیادہ عرصہ لگتا ہے۔

اس قسم کی ناقص غذائیت جن بچوں میں ہوتی ہے ان کو دستوں کی بیماری اور زکام زیادہ ہوتا ہے۔ ان کو زکام ہو جائے تو دیر تک رہتا ہے اور اس کے نمونیا میں بدل جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ خسرہ، تپ دق اور بہت سی دوسری چھوت کی بیماریاں ان بچوں کے لیے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ ان میں سے بیشتر مر جاتے ہیں۔

بہت ضروری ہے کہ ایسے بچوں کی خصوصی احتیاط کی جائے اور شدید بیمار پڑنے سے پہلے ان کو مناسب غذا دی جائے۔ اسی وجہ سے بچوں کا وزن کرنا اور بازو کے حصے کی گولائی ناپنا بہت اہم ہے۔ اس طرح ہلکی ناقص غذائیت کا شروع میں ہی پتا چل جاتا ہے اور اس کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔

ناقص غذائیت روکنے کے لیے جو ہدایات دی گئی ہیں ان پر عمل کیجیے۔

شدید ناقص غذائیت

نشانیاں:

۱۔ بوڑھوں جیسا چہرہ
۲۔ ہمیشہ بھوکا
۳۔ پیٹ پھولا ہوا
۴۔ بہت دبلا
۵۔ وزن بہت کم

یہ زیادہ تر ان بہت چھوٹے بچوں کو ہوتی ہے جن کو ماں کا دودھ جلدی یا اچانک چھڑا دیا جاتا ہے اور جن کو زیادہ توانائی والی غذائیں اتنی مرتبہ نہ دی جائیں کہ کافی ہوں۔ شدید ناقص غذائیت اکثر اس وقت شروع ہوتی ہے جب بچے کو دستوں کی یا کوئی اور چھوت کی بیماری ہو جاتی ہے۔ شدید ناقص غذائیت کے شکار بچے ناپے اور تولے بغیر آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔

اس قسم کے بچے کو زیادہ غذاؤں کی اور خاص طور پر توانائی پہنچانے والی غذاؤں کی ضرورت ہے۔

تر ناقص غذائیت بوجہ پروٹین کی کمی یا کواشیورکور

نشانیاں:

۱۔ سوجا ہوا گول چہرہ، جسم بڑھنا رک گیا ہو
۲۔ سر اور کھال کی رنگت غائب
۳۔ چڑچڑا اور بیزار
۴۔ بازو کے اوپر کا حصہ دبلا
۵۔ پھوڑے اور کھال پھٹی ہوئی
۶۔ ہاتھ پیر سوجے ہوئے
۷۔ سب سے پہلے بچے میں سوجن آجاتی ہے، دوسری نشانیاں بعد میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسا بچہ کھال، ہڈیاں اور پانی ہے۔

اس قسم کے بچے کی کیفیت کو Wet-malnutrition تر ناقص غذائیت کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کا چہرہ، ہاتھ پیر سوجے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب بچہ جسم بنانے والی امدادی غذاؤں یعنی لحمیات (پروٹین) کافی مقدار میں نہیں کھاتا یا جب اسے توانائی دینے والی غذائیت ضرورت بھر نہیں ملتیں اور جو تھوڑی پروٹین وہ کھاتا ہے، اس کا جسم اس کو توانائی کے لیے جلا دیتا ہے۔

نم یا مرطوب جگہ پر رکھے ہوئے بیم یا دوسری پھلیوں کے بیج، دالیں یا دوسری چیزیں جن پر پھپھوندی لگ گئی ہو کھانے سے بھی کسی حد تک یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایسے بچے کو مزید غذا کی ضرورت ہے۔ طاقت سے بھرپور بہت سی غذا اور دیکھ لیں جس میں خوب پروٹین ہو، باسی کھانے سے بچنا چاہیے، ہو سکتا ہے خراب ہو گیا ہو پھپھوندی لگ گئی ہو۔

ناقص غذائیت کی دوسری قسمیں

غریبوں میں شدید ناقص غذائیت کی یہی دو قسمیں یعنی بھوک کی وجہ سے خشک ناقص غذائیت یا لحمیات (پروٹین) کی کمی کی وجہ سے تر ناقص غذائیت سب سے زیادہ عام ہیں لیکن جب غذا میں بعض وٹامن اور معدنیات کی کمی ہو یا یہ موجود ہی نہ ہوں تو ناقص غذائیت کی اور قسمیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ رتوندی یعنی رات کا اندھا پن: یہ ان بچوں کو ہوتا ہے جن کو وٹامن اے ضرورت کے مطابق نہیں ملتا۔

۲۔ سوکھے کی بیماری ریکٹس (Rickets) وٹامن ڈی کی کمی ہوتی ہے۔

۳۔ مختلف قسم کی جلد کی بیماریاں، ہونٹوں اور منھ پر زخم یا مسوڑھوں سے خون آنا: ان کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پھل، سبزیاں اور دوسری غذائیت جن میں بعض وٹامن ہوتے ہیں کافی مقدار میں نہیں کھائی جاتیں۔

۴۔ خون کی کمی (Anemia) ضرورت بھر فولاد نہ ملنے سے ہوتی ہے۔

۵۔ گھینگا (Goiter) آیوڈین کی کمی سے ہوتا ہے۔

جب رقم یا زمین زیادہ نہ ہو تو بہتر غذا کھانے کے طریقے

بھوک اور خراب غذا کی کئی وجوہات ہیں۔ غربت ایک بڑی وجہ ہے۔ دنیا کے بہت سے حصوں میں بیشتر دولت اور زمین چند افراد کے قبضے میں ہے۔ یہ لوگ بسا اوقات کافی یا تمباکو جیسی فصلیں اگاتے ہیں جن کو بیچ کر دولت کماتے ہیں، لیکن ان فصلوں کی کوئی غذائی اہمیت نہیں ہے۔ غریبوں کے پاس ادھار کی زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں اور اصل مالک فصل کا بڑا حصہ لے جاتے ہیں۔ بھوک اور خراب غذا کا مسئلہ اس وقت تک بھی حل نہیں ہوگا جب تک لوگ زندگی کی ضرورتوں اور نعمتوں کو آپس میں انصاف سے بانٹنا نہیں سیکھیں گے۔

لیکن پھر بھی لوگ کم قیمت پر بہتر غذا کھانے کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں اور بہتر غذا کھا کر اتنی طاقت حاصل کر سکتے ہیں کہ اپنے حقوق کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ غذا کی پیداوار بڑھانے کے کئی طریقے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ ان میں فصلوں میں ردوبدل، کیاریوں کی کھدائی اور آبپاشی کے ذریعے زمین کا بہتر استعمال شامل ہے، علاوہ ازیں مچھلی پالنے، شہد کی مکھیاں پالنے، غلہ کو گودام میں رکھنے اور گھریلو باغ لگانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اگر پورا گاؤں یا چند گاؤں مل کر ان میں سے کچھ چیزوں پر کام کریں تو غذا کی صورت حال بہتر بنانے کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔

جب غذا اور زمین کا معاملہ آتا ہے تو یاد رکھنا چاہیے کہ زمین کا ایک ٹکڑا انسانوں کی ایک مخصوص تعداد کو غذا فراہم کر سکتا ہے، اس سے زیادہ لوگوں کو نہیں۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ چھوٹا خاندان بہتر ہوتا ہے لیکن بہت سے غریب گھرانوں کے لیے بہت سے بچے پیدا کرنا ایک معاشی ضرورت ہے۔ غریب گھرانوں کے بچے جب دس یا بارہ سال کے ہوتے ہیں تو ان پر جتنا خرچ آتا ہے اس سے زیادہ کمانے لگتے ہیں۔ اس طرح بہت سے بچوں کی وجہ سے بڑھاپے میں ماں باپ کے سہارے اور دیکھ بھال کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

جب رقم محدود ہوتی ہے تو اس کو احتیاط سے خرچ کرنا عقلمندی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کر کے کام کیا جائے اور آگے کی فکر کی جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غریب خاندان کا کمانے والا سربراہ، جس کے پاس تھوڑے بہت پیسے ہوتے ہیں وہ اچھا کھانا، انڈے دینے والی مرغی یا اپنے گھرانے کی صحت بہتر بنانے کے لیے کسی اور چیز پر خرچ کرنے کے بجائے نشہ یا تمباکو پر خرچ کر دیتا ہے۔

ایک بات یہ بھی اہم ہے کہ بعض ماں باپ اپنے بچوں کے لیے مٹھائیاں یا بازار میں ملنے والے شربت اور "کولا" جیسی مشروبات پر پیسے خرچ کرتے ہیں حالانکہ یہی رقم انڈے، دودھ، بادام وغیرہ خریدنے پر خرچ کی جانی چاہیے۔ اس طرح ان کے بچے اتنے ہی پیسوں میں زیادہ تندرست ہوں گے۔

اگر آپ کے پاس پیسے کم ہوں اور آپ چاہتے ہوں کہ آپ کا بچہ تندرست اور طاقتور ہو تو اسے ٹافیاں، سپاریاں بسکٹ یا مٹھائیاں وغیرہ خرید کر نہ دیں بلکہ انہی پیسوں میں اس کے لیے دودھ، انڈے یا پھر کوئی پھل لے کر اسے کھلائیں جو اس کی صحت کے لیے زیادہ مفید ہوں گے۔

کم قیمت میں بہتر کھانا

دنیا کے بہت سے لوگ بھاری، نشاستہ والی غذائیں کھاتے ہیں اور ان میں فاضل توانائی دینے والے، جسم بنانے والے اور بیماری سے حفاظت کرنے والے امدادی اجزا شامل نہیں کرتے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سی امدادی غذائیں مہنگی ہوتی ہیں اور وہ غذائیں خاص طور پر مہنگی ہوتی ہیں جو دودھ اور گوشت کی طرح جانوروں سے حاصل ہوتی ہیں۔

بیشتر لوگ جانوروں سے غذا حاصل نہیں کرتے۔ جانوروں سے جتنی غذا حاصل ہوتی ہے ان کو اس کے مقابلے میں زیادہ رقم دینا پڑتی ہے۔ اگر ایک غریب خاندان گوشت اور مچھلی جیسی مہنگی غذائیں خریدنے کے بجائے، مکئی چاول جیسی اصل غذا کے ساتھ ساتھ سیم یا مٹر جیسی پھلیاں، دالیں اور مونگ پھلی اگانے یا خریدے تو اس کو بہتر غذا میسر آسکتی ہے۔

تاہم جہاں رقم اور مقامی رسم و رواج اجازت دیں، وہاں جس حد تک ممکن ہو جانوروں سے حاصل ہونے والی کچھ نہ کچھ غذا کھانا عقلمندی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان پودوں میں بھی جن میں لحمیات (پروٹین یعنی جسم بنانے والی امدادی غذا) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، وہ تمام مختلف لحمیات (پروٹین) موجود نہیں ہوتے جن کی جسم کو ضرورت ہوتی ہے۔

زیادہ وٹامن، زیادہ معدنیات اور زیادہ لحمیات (پروٹین) کم قیمت پر حاصل کرنے کے لیے چند مشورے پیش خدمت ہیں:

۔ ماں کا دودھ: دودھ پیتے بچے کے لیے یہ سب سے سستی، سب سے زیادہ صحت بخش اور سب سے مکمل غذا ہے۔ ماں پودوں سے ہونے حاصل ہونے والی غذا خوب کھا کر اسے بچے کی بہترین غذا یعنی اپنے دودھ میں بدل دیتی ہے۔ ماں کا دودھ نہ صرف بچے کے لیے بہترین ہے بلکہ یہ پیسے بھی بچاتا ہے اور بیماریوں کی روک تھام بھی کرتا ہے۔

۲۔ انڈے اور مرغیاں: بہت سے مقامات پر جانوروں سے ملنے والے لحمیات (پروٹین) انڈے کی شکل میں ملتے ہیں جو سب سے سستے اور بہترین ہوتے ہیں۔ ان کو پکایا جاسکتا ہے اور جن بچوں کو مائیں دودھ نہیں پلا سکتی ان کو اور چیزوں کے ساتھ ملا کر کھلایا جاسکتا ہے یا جب بچہ بڑا ہونے لگے تو ماں کے دودھ کے علاوہ اسے انڈا بھی دیا جاسکتا ہے۔

انڈے کے چھلکوں کو ابال کر باریک پیس لیا جائے اور کھانے میں ملا دیا جائے تو یہ حاملہ عورتوں کے لیے کیلشیم کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں ورنہ کیلشیم کے بغیر حاملہ عورتوں کے دانت دکھتے ہیں اور جلد ہلنے لگتے ہیں اور ان کے پٹھوں میں کھنچاؤ ہوتا ہے۔

مرغی لحمیات (پروٹین) کا اچھا اور اکثر سستا ذریعہ ہے خاص طور پر جب خود اپنی مرغیاں پالی جائیں۔

۳۔ دل، کلیجی، گردے: ان میں خاص طور پر لحمیات (پروٹین، وٹامن) اور فولاد (خون کی کمی دور کرنے کے لیے) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مچھلی بھی اتنی ہی غذائیت والی ہوتی ہے۔

۴۔ پھلیاں، مٹر، مسور، دالیں وغیرہ لحمیات (پروٹین) کا اچھا ذریعہ ہوتے ہیں اگر پکانے اور کھانے سے پہلے کلے پھوٹنے دیے جائیں تو وٹامن اور بڑھ جاتے ہیں۔ پھلیوں کے بیجوں کو پکا کر اگر انہیں کچل کر چھلنی سے چھان لیا جائے یا اگر ان کے چھلکے اتار کر انہیں پیس لیا جائے تو یہ بچوں کی بہترین غذا بن جاتے ہیں۔

سیم، مٹر وغیرہ صرف لحمیات (پروٹین) کا سستا ذریعہ نہیں ہوتے بلکہ ان کے اور فائدے بھی ہیں، ان کو فصل کے طور پر اگانے سے زمین بہتر ہوتی ہے اور دوسری فصلیں بعد میں اچھی پیدا ہوتی ہیں، اسی وجہ سے فصل بدلنا اور پھلی کی فصل اگانا اچھا ہوتا ہے۔

۵۔ گہرے ہرے پتوں والی سبزیاں: ان میں کچھ فولاد، زیادہ مقدار میں وٹامن اے اور کچھ لحمیات (پروٹین) ہوتے ہیں۔ شکر قند، سیم اور مٹر اور کدو یا لوکی کے پتے خاص طور پر غذائیت والے ہوتے ہیں۔ ان کو سکھا کر ان کا سفوف بنا لیا جائے اور اسے بچے کو دوسرے کھانے کے ساتھ ملا کر کھلایا جائے۔ ہلکے ہرے رنگ کی سبزیاں مثلاً بند گوبھی (کرم کلا) اور سلاد میں غذائیت کم ہوتی ہے۔

۶۔ کسادا (Manioc) کے پتوں میں جڑ کے مقابلے میں سات گنا زیادہ پروٹین اور وٹامن بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر پتے جڑ کے ساتھ ملا کر کھائے جائیں تو کھانے کی غذائیت بڑھ جاتی ہے اور مزید پیسے بھی خرچ نہیں ہوتے۔ نئے پتے بہتر ہوتے ہیں۔

۷۔ چونے میں بھیگی ہوئی مکا (مکی): اسے اگر پکانے سے پہلے لاطینی امریکا کی رسم کے مطابق چونے کے پانی میں بھگو لیا جائے تو کیلشیم کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ چونے کے پانی میں بھگونے سے جسم زیادہ وٹامن (نائسین Niacin) اور لحمیات (پروٹین) جذب کرتا ہے۔

۸۔ چاول، گندم اور دوسرے غلے: اگر آٹا پیستے ہوئے ان کے چھلکے نہ اتارے جائیں تو ان میں زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔ درمیانی حد تک پالش کیا ہوا چاول اور سالم گندم کا آٹا (جس میں چوکر شامل ہے) سفید آٹے کے مقابلے میں لحمیات (پروٹین) وٹامن اور معدنیات کے لحاظ سے زیادہ غذائیت والا ہوتا ہے۔

نوٹ: گندم، چاول، مکا اور دوسرے غلوں میں موجود لحمیات (پروٹین) جسم میں بہتر جذب ہوتے ہیں، خاص طور پر انہیں پھلیوں کے بیجوں اور دالوں کے ساتھ کھایا جائے۔

۹۔ سبزی، چاول اور دوسری چیزوں کو تھوڑے پانی میں پکائیں اور ضرورت سے زیادہ نہ پکائیں، اس طرح وٹامن اور لحمیات (پروٹین) کم ضائع ہوں گے۔ پکانے کے بعد جو پانی پتیلی میں بچے اسے پی لیں یا یخنیوں اور دوسرے کھانوں میں استعمال کریں۔

۱۰۔ بہت سے جنگلی پھلوں اور بیروں میں وٹامن سی اور قدرتی شکر ہوتی ہے ان سے مزید وٹامن اور توانائی حاصل ہوتی ہے (احتیاط رکھیے کہ زہریلے پھل وغیرہ نہ کھائیں)۔

۱۱۔ لوہے کے برتنوں میں کھانا پکانے یا پتیلی میں کھانے پکاتے ہوئے لوہے کا پرانا مگر صاف ٹکڑا ڈالنے سے کھانے میں فولاد بڑھ جاتا ہے اور خون کی کمی نہیں ہوتی۔ اگر ٹماٹر ڈال لیں تو اور زیادہ فولاد ہوگا۔ فولاد حاصل کرنے کا ایک اور طریقہ یہ بھی ہے کہ لیموں کے عرق میں لوہے کی کچھ کیلیں چند گھنٹے پڑی رہنے دیں، پھر اس کا شروب بنا کر پی لیں۔

۱۲۔ کچھ ملکوں میں چھوٹے بچوں کے لیے سستی تیار غذائیں ڈبوں میں ملتی ہیں جو سویابین، ہونلے، مکھن نکالے ہوئے دودھ یا خشک مچھلی کی مختلف مقداروں سے بنتی ہے۔ بعض کا ذائقہ بھی اوروں سے بہتر ہوتا ہے لیکن ان میں بیشتر متوازن غذائیں ہیں۔ ان کو بچے کی کھچڑی، دلیے، ملیدے یا اور کسی کھانے میں ملا کر کھلانے سے کم دام پر غذائیت بڑھ جاتی ہے۔

وٹامن کہاں سے حاصل کریں

گولیوں، انجکشنز، مشروبات، شربتوں سے؟ — یا غذا سے؟

جو شخص بھی ملا جلا کھانا اور سبزیاں اور پھل کھاتا ہے اسے ضرورت کے تمام وٹامن مل جاتے ہیں۔ وٹامن کی گولیاں، انجکشن، مشروب یا ٹانک خریدنے سے بہتر ہے کہ اچھی غذا کھائی جائے۔

اگر وٹامن لینا چاہتے ہیں تو گولیوں یا انجکشنز کے بجائے انڈے یا دوسری اچھی طاقت دینے والی کھانے کی چیزوں سے حاصل کیجیے۔

بعض دفعہ غذائیت والی کھانے کی چیزیں کم ملتی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص پہلے ہی نقص غذائیت کا شکار ہے تو اسے چاہیے کہ جو اچھی سے اچھی غذا ملتی ہے، کھائے اور اگر ضرورت ہو تو وٹامن بھی استعمال کرلے۔

منہ کے ذریعے کھائے جانے والے وٹامن انجکشنز کے برابر اثر رکھتے ہیں اور ان کے مقابلے میں سستے ہوتے ہیں اور اتنے خطرناک بھی نہیں ہوتے۔ وٹامنوں کے انجکشن مت لیں۔ ان کو کھانا بہتر ہے اور غذائیت والے کھانوں کی صورت میں کھانا زیادہ بہتر ہے۔

اگر آپ وٹامن والی تیار دوائیں خریدیں تو پورا اطمینان کرلیں کہ ان میں یہ سب معدنیات اور وٹامن موجود ہیں:

نائسن (نائسینامائڈ)۔

وٹامن بی۔۱ (تھائمین)۔

وٹامن بی۔۲ (ریبوفلیوین)۔

فولاد (فیرس سلفیٹ) خاص طور پر حاملہ خواتین کے لیے (اور خون کی کمی کی شکایت والے لوگوں کے لیے) ملٹی وٹامن یعنی بہت سے مختلف وٹامنوں والی دواؤں میں اتنا فولاد نہیں ہوتا کہ ان کو کچھ فائدہ ہو۔ بہتر ہے کہ ان کو فولاد کی گولیاں کھلائی جائیں۔

ان کے علاوہ بعض لوگوں کو ان چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے:

فولک ایسڈ (فولیسین) حاملہ خواتین کے لیے۔
وٹامن اے (چھوٹے بچوں کے لیے)۔
وٹامن سی (ایسکوربک ایسڈ)۔
وٹامن ڈی۔
آیوڈین (ان علاقوں میں جہاں گھینگا Goiter) عام ہو۔
وٹامن بی-۶ (پائیریڈوکسین)، چھوٹے بچوں اور ان لوگوں کے لیے جو تپ دق کی دوا استعمال کر رہے ہوں۔

کیلشیم بچوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے جن کو دودھ، پنیر یا چونے سے تیار ہونے والی غذائیں نہیں ملتیں اور جن کو اس وجہ سے کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے۔

غذا میں کن چیزوں سے پرہیز کیا جائے

بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بعض غذائیں ان کو نقصان کرتی ہیں لہٰذا بیماری میں ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ان کے خیال میں بعض کھانے کی چیزیں گرم اور بعض سرد ہوتی ہیں لہٰذا وہ گرم بیماریوں میں گرم غذاؤں اور سرد بیماریوں میں سرد غذاؤں سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان کی رائے میں بعض کھانے کی چیزیں نوزائیدہ بچے کی ماں کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے بعض عقائد تو سمجھ میں آتے ہیں، لیکن بعض سے فائدے سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیماریوں میں لوگوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ان ہی سے پرہیز کرتے ہیں۔

بیمار کو تو تندرست آدمی کے مقابلے میں اچھی غذا کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں بیماری کو نقصان پہنچانے والے کھانوں کی فکر کرنے کی بجائے ان کھانوں کی زیادہ فکر کرنی چاہیے جن سے بیمار کو صحت مل سکتی ہے، مثلاً زیادہ توانائی دینے والی غذائیں اور ان کے ساتھ ساتھ پھل، سبزیاں، بیج والی پھلیاں، گریاں، دودھ، گوشت، انڈے اور مچھلی۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ وہی غذائیں جو صحت کے زمانے میں ہمارے لیے مفید ہوتی ہیں، بیماری میں بھی فائدہ کرتی ہیں۔ اسی طرح وہ چیزیں جو صحت کی حالت میں نقصان پہنچاتی ہیں بیماری کی حالت میں اور زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔

مثلاً: شراب سے جگر، معدہ، دل اور اعصاب کی بیماریاں بڑھ جاتی ہیں، اس سے سماجی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

تمباکو پینے سے لمبے عرصے کی کھانسی یا پھیپھڑے کا سرطان اور دوسری بیماریاں ہو سکتی ہیں۔ تمباکو پینا ان لوگوں کے لیے خاص طور پر نقصان دہ ہے جن کو تپ دق، دمہ اور برونکائٹس (Bronchitis) جیسی پھیپھڑوں کی بیماریاں ہوں۔

بہت زیادہ چکنائی (یعنی چربی، گھی یا مکھن) والا کھانا معدہ میں زخم (السر) یا ہاضمے کے نظام کی دوسری بیماریوں کو اور بڑھا دیتا ہے۔

ضرورت سے زیادہ شکر اور مٹھائیاں کھانے سے بھوک ختم ہو جاتی ہے اور دانت گل جاتے ہیں۔ لیکن دوسرے کھانوں کے ساتھ تھوڑی سی شکر سے بیمار یا ناقص غذائیت کے شکار بچے کو ضرورت بھر کی توانائی مل سکتی ہے۔

کچھ بیماریاں ایسی ہیں جن میں بعض دوسری غذاؤں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر خون کے بلند دباؤ (ہائی بلڈ پریشر)، دل کی کچھ بیماریاں یا ورم والے پیروں کے مریضوں کو بہت کم نمک کھانا چاہیے یا نمک کھانا ہی نہیں چاہیے۔ بہت زیادہ نمک سے کسی کو فائدہ نہیں ہوتا۔ معدے کے زخم اور ذیابیطس کے لیے بھی خصوصی غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔

زندگی کے پہلے چار مہینوں چھوٹے بچوں کے لیے بہترین غذا

پہلے چار مہینے بچے کو صرف ماں کا دودھ دیں اور کچھ نہ دیں۔

ماں کا دودھ بچوں کے لیے بہترین اور سب سے زیادہ خالص غذا ہے۔ آپ بچوں کی جو غذائیں یا دودھ بازار سے خریدتے ہیں، ماں کا دودھ ان سب سے بہتر ہے۔ اگر پہلے چار سے چھ مہینے تک بچہ کو صرف ماں کا دودھ دیا جائے تو وہ دستوں کی بیماری اور بہت سے انفکشن سے بچا رہتا ہے۔ گرمی میں مزید پانی یا جوشاندے نہ پلائے جائیں تو بہتر ہے۔

بعض مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلانا جلدی چھوڑ دیتی ہیں کیوں کہ وہ سمجھتی ہیں کہ ان کا دودھ بچے کے لیے ٹھیک نہیں ہے یا ان کے زیادہ دودھ نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ تقریباً تمام مائیں اپنے بچوں کی ضرورت بھر کا دودھ پیدا کر سکتی ہیں۔

بچے کے لیے کافی دودھ پیدا کرنے کی بہترین ترکیب یہ ہے

کہ ماں بچے کو بار بار اپنا دودھ پلاتی رہے۔ چار مہینے کی عمر سے پہلے بچے کو دوسری غذائیں دینا شروع نہ کریں۔ جب بچہ دوسری غذائیں کھانے لگے تب بھی اسے یہ غذائیں دینے سے پہلے ماں کو چاہیے کہ اپنا دودھ پلائے۔

اگر ماں کے دودھ کم ہوتا ہے یا نہیں ہوتا تو اکثر دوبارہ خوب پیدا ہونے لگتا ہے۔ ماں کو چاہیے کہ اچھی غذا کھائے، خوب مشروبات پیے اور دوسری غذائیں دینے سے قبل بچے کے منہ میں چھاتی دے تاکہ وہ چوسے۔ ہر دفعہ اپنا دودھ پلانے کے بعد بچے کو بوتل سے نہیں بلکہ پیالی سے کسی اور قسم کا دودھ مثلاً گائے، بکری کا اُبلا ہوا دودھ یا پوڈر کا دودھ پلائیں (گاڑھا ملائی دار دودھ نہ پلائیں)۔ ان اقسام کے دودھ میں تھوڑی سی شکر یا کھانے کا تیل ملائیں۔

نوٹ: جس قسم کا دودھ بھی پلایا جائے اس میں تھوڑا سا ابلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے ضرور ملایا جائے۔ اس کی دو ترکیبیں نیچے بتائی گئی ہیں۔

ترکیب۔۱

۱۔ دو حصے ابال کر ٹھنڈا کیا ہوا گائے کا دودھ۔
۲۔ ایک حصہ ابال کر ٹھنڈا کیا ہو پانی۔
۳۔ ہر بڑے گلاس میں ایک بڑا چمچہ شکر یا کھانے کا تیل۔

ترکیب۔۲

۱۔ دو حصے ڈبے کا ''خشک'' (Eveporated) دودھ۔
۲۔ تین حصے ابال کر ٹھنڈا کیا ہوا پانی۔
۳۔ ہر بڑے گلاس میں ایک بڑا چمچہ شکر یا کھانے کا تیل۔

اگر چکنائی نکلا ہوا دودھ استعمال کیا جائے تو تیل کا ایک چمچہ ملایا جائے۔

ممکن ہو تو دودھ اور پانی کو ابال لیں۔ بوتل سے بہتر ہے کہ بچے کو پیالی (یا پیالی اور چمچہ) سے دودھ دیا جائے۔ بوتل اور نپل کو صاف رکھنا مشکل کام ہے اور ان کی وجہ سے اکثر انفکشن اور دستوں کی بیماری ہوتی ہے۔ اگر بوتل استعمال کی جائے تو دودھ پلانے سے پہلے بوتل اور نپل کو ہر مرتبہ دھو کر ابال لیا جائے۔

(بچے کو دودھ پلانے کے متعلق تفصیلی ہدایات الگ باب میں دی گئی ہیں۔)

اگر آپ بچے کے لیے دودھ خرید نہیں سکتے تو چاول، مکئی، آٹے یا کسی دال سے دلیہ بنائیں اور اس میں ہمیشہ سیم، مٹر وغیرہ کے بیج (چھلکے اتار کر) انڈے، گوشت، مرغی یا کوئی اور پروٹین والی چیز ملائیں، ان کو اچھی طرح کچل کر نرم کریں اور ان کو سیال کی طرح پلائیں۔ ممکن ہو تو شکر اور تیل بھی ملائیں۔

انتباہ: صرف مکئی کا آٹا یا چاول کا پانی بچے کے لیے کافی نہیں ہے۔ بچے کی نشوونما اچھی طرح نہیں ہوگی اور وہ جلد بیمار پڑ جائے گا اور مر بھی سکتا ہے۔ بچے کو امدادی غذاؤں کے ساتھ ایک اصل غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

چار ماہ سے ایک سال کی عمر تک

۱۔ ماں کا دودھ بچے کو ملتے رہنا چاہیے اور ممکن ہو تو دو برس کی عمر تک ملنا چاہیے۔

۲۔ جب بچے کی عمر چار سے چھ مہینے کے درمیان ہو تو ماں کے دودھ کے علاوہ دوسری غذائیں بھی دینی شروع کریں لیکن ہمیشہ ماں کا دودھ پہلے پلائیں اور پھر کچھ اور کھانے پینے کو دیں۔ اصل غذا (یعنی مکئی کا آٹا یا چاول کا پانی یا دودھ میں پکا کر تیار کیا ہوا دلیہ یا پتلی کھچڑی) سے شروع کرنا اچھا ہوتا ہے۔ پھر فاضل توانائی کے لیے کھانے کا تیل تھوڑی مقدار میں ملانا شروع کریں۔ کچھ دن بعد دوسری امدادی غذائیں ملانا شروع کریں۔ لیکن نئی غذا ہمیشہ تھوڑی مقدار میں شروع کریں اور ایک وقت میں ایک غذا بڑھاتے جائیں ورنہ بچے کو ہضم کرنے میں مشکل ہوگی۔ ان نئی غذاؤں کو اچھی طرح پکا ہوا اور کچلا ہوا ہونا چاہیے، شروع میں ان کے ساتھ ماں کا دودھ ملا دیا جائے تو بچے کو نگلنے میں آسانی ہوگی۔

۳۔ بچے کے لیے سستی اور غذائیت والی کھانے کی چیزیں خود تیار کریں۔ اس کے لیے اصل غذا میں امدادی غذائیں شامل کریں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایسی غذائیں ملائی جائیں جن سے فاضل توانائی (مثلاً کھانے کا تیل) اور جب

بھی ممکن ہو فاضل فولاد ملے (مثلاً گہرے ہرے رنگ کے پتوں والی سبزیاں)۔

یاد رکھیے کہ چھوٹے بچے کا معدہ چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں ایک وقت میں زیادہ غذا کی گنجائش نہیں ہوتی، اس لیے اسے کئی بار کھلایئے اور اصل غذا میں زیادہ توانائی دینے والی امدادی غذائیں ملاتے جائیں۔

بچے کے کھانے میں ایک چمچ کھانے کا تیل ملانے کا مطلب یہ ہے کہ اب بچہ اپنی توانائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مقامی اصلی غذا کا صرف تین چوتھائی حصہ کھائے گا۔ تیل ملانے سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا پیٹ بھرنے تک بچے کو کافی توانائی (کیلوریز) مل جائیں گی۔

ہوشیار: چھ ماہ سے دو برس تک کی عمر میں بچے کے ناقص غذائیت کا شکار ہونے کا خطرہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ چھ ماہ کی عمر کے بعد صرف ماں کا دودھ بچے کی توانائی کی ضرورت پوری نہیں کر سکتا، اسے مزید غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اسے جو کھانے کو ملتا ہے اس سے بھی کافی توانائی نہیں ملتی۔ اب اگر ماں بھی اپنا دودھ پلانا بند کر دے تو بچہ ناقص غذائیت کا شکار ہو جائے گا۔

اس عمر کے بچے کو تندرست رکھنے کے لیے ہمیں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ بچے کو پہلے کی طرح ماں کا دودھ ملتے رہنا چاہیے۔
۲۔ بچے کو دوسری غذائیت والی چیزیں بھی دیں لیکن تھوڑی مقداروں سے شروع کریں۔
۳۔ بچے کو دن میں کم سے کم پانچ مرتبہ غذا دیں اور انہیں ہلکی پھلکی چیزیں کھلائیں۔
۴۔ بچے کو جو غذا بھی کھلائیں پلائیں، اسے صاف اور تازہ تیار ہونا چاہیے۔
۵۔ بچے کے پینے کے پانی کو چھان کر ابال کر صاف کر لیں۔
۶۔ بچے اور اس کے ماحول کو صاف رکھیں۔
۷۔ جب بچہ (خدانخواستہ) بیمار ہو، تو اسے اور بھی اچھی غذا دیں اور زیادہ مرتبہ دیں اور اسے خوب سیال چیزیں پلائیں۔

ایک برس اور زیادہ عمر کے لیے

جب بچہ ایک برس کا ہوتا ہے تو وہ بڑوں جیسی غذا کھا سکتا ہے لیکن اسے ماں کا دودھ ملتے رہنا چاہیے یا اسے جب بھی ممکن ہو دودھ پینا چاہیے۔ ہر روز بچے کو وہ اصلی غذا جو عام لوگ کھاتے ہیں، خوب کھلائیں لیکن امدادی غذائیں بھی دیں تاکہ اسے زیادہ توانائی، لحمیات (پروٹین) وٹامن، فولاد اور معدنیات ملیں اور وہ طاقتور اور تندرست ہو۔

بچے کو اچھی طرح کافی کھلانے کے لیے اس کو اس کے اپنے خاص برتن میں کھانا دیں اور وہ جتنی دیر میں بھی کھائے اسے کھانے دیں۔

بچے اور بازار کی مٹھائیاں، ٹافیاں وغیرہ

بچوں کو بازار کی مٹھائیاں کھانے اور شربت اور مشروبات (مثلاً کوکا کولا، پ کولا وغیرہ) پینے کی عادت ہرگز مت ڈالیں۔ جب وہ بہت زیادہ مٹھائیاں وغیرہ کھائیں گے تو ان کی بھوک ختم ہو جائے گی اور جن غذاؤں کی انہیں ضرورت ہے، وہ نہیں کھا سکیں گے۔ مٹھائیاں دانتوں کو نقصان بھی پہنچاتی ہیں۔

لیکن جب کھانا کم ہو یا اصلی غذاؤں میں پانی یا ریشہ زیادہ ہو تو اصل غذا میں شکر یا کھانے کا تیل ملانے سے بچے کو زیادہ توانائی ملتی ہے اور غذا میں موجود لحمیات (پروٹین) ان کے جسم میں بہتر طور پر جذب ہوتے ہیں۔

غذا کے بارے میں غلط خیالات

۱۔ بچے کی پیدائش کے بعد ماؤں کی غذا۔

بہت سے علاقوں میں یہ بڑا غلط اور مضر صحت خیال پایا جاتا ہے کہ جس عورت کے بچہ ہوا ہو اسے بعض چیزیں نہیں کھانے چاہییں۔ ایسی زچاؤں کو جو عام غذا دی جاتی ہے اس میں بہت سے غذائیت والے کھانے نہیں ہوتے اور اکثر زچہ کو صرف مکی کے آٹے کا سوپ یا چاولوں کی پیچ پلائی جاتی ہے جس سے وہ کمزور ہو جاتی ہے اور جسم میں خون کی کمی ہو جاتی ہے بلکہ خون بہنے اور انفکشن کے خلاف مزاحمت کم ہونے کی وجہ سے زچہ مر بھی سکتی ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد زچہ کو بہترین غذائیت والی خوراک

کی ضرورت ہوتی ہے۔

انفکشن یا خون بہنے کے خلاف مزاحمت کرنے اور بچے کے لیے کافی دودھ پیدا کرنے کے لیے زچہ کو اصل غذا کے ساتھ ساتھ جسم بنانے والی غذائیں مثلاً سیم کے بیج، انڈے، مرغی اور ممکن ہو تو دودھ سے بنی ہوئی چیزیں، گوشت اور مچھلی خوب کھانی چاہیے۔ زچہ کو حفاظت کرنے والی غذائیں مثلاً پھلوں اور سبزیوں اور زیادہ توانائی دینے والی امدادی غذاؤں (تیل اور چکنائی والی غذاؤں) کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز اسے نقصان نہیں کرے گی بلکہ اسے بیماریوں سے محفوظ رکھے گی اور طاقتور بنائے گی۔

۲۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نارنگیاں/ سنگترے/ کینو، امرود اور دوسرے پھل زکام، فلو یا کھانسی کے مریض کو نقصان پہنچاتے ہیں؛ سچی بات یہ ہے کہ نارنگیوں اور ٹماٹر جیسے پھلوں میں بہت وٹامن سی ہوتا ہے جو زکام اور دوسرا انفکشنز سے لڑنے میں مدد دیتا ہے۔

۳۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ گوشت، مصالحے، دوائیں کھانے کے دوران نہیں کھائے جا سکتے، لیکن جب کسی کو معدے یا ہاضمے کے نظام کا کوئی مرض ہو تو چربی یا چکنائی والا کھانا زیادہ کھانے سے مرض بڑھ سکتا ہے، چاہے دوائیں کھائی جا رہی ہوں یا نہیں۔

صحت کے خاص مسائل کے لیے خاص غذائیں

خون کی کمی

خون کی کمی کے مریض کا خون پتلا ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جسم کا خون اتنی تیزی سے ختم ہوتا ہے کہ جسم اس کی جگہ دوسرا خون اتنی ہی تیزی سے پیدا نہیں کر سکتا۔

بڑے زخموں سے خون کا زیاں، پیٹ کے زخموں (السر) سے خون نکلنا یا پیچش، ان سب سے خون کی کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ملیریا سے بھی یہ شکایت پیدا ہو سکتی ہے کیوں کہ ملیریا میں خون کے لال ذرے ختم ہو جاتے ہیں۔ کم فولاد والی غذائیں کھانے سے بھی خون کی کمی ہو سکتی ہے اور اگر یہ بیماری پہلے سے ہے تو اور بڑھ سکتی ہے۔

ماہواری ایام کے دوران خون ضائع ہونے سے عورتوں میں خون کی کمی ہو سکتی ہے اور بچے کی پیدائش کے دوران خون نکلنے سے بھی اور اگر جسم کے لیے ضروری خوراک نہ کھائی جائے تو یہ مرض بڑھ سکتا ہے۔ حاملہ عورتوں کو خون کی شدید کمی کا خطرہ رہتا ہے کیوں کہ ان کو پیٹ میں بڑھتے بچے کے لیے زیادہ خون بنانا پڑتا ہے۔

بچوں میں خون کی کمی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ ایسی خوراک کھاتے ہیں جس میں فولاد کم ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ چھ ماہ کی عمر کے بعد ماں کے دودھ کے علاوہ ان کو دوسری غذائیں دینی شروع نہیں کی جاتیں۔ بچوں میں خون کی شدید کمی کی عام وجہ یا ہک ورم (Hookworm) کا انفکشن، پرانا دستوں کا مرض اور پیچش ہیں۔

خون کی کمی کی علامات

☆ زرد یا شفاف جلد۔

☆ آنکھوں کے پپوٹوں کا اندرونی حصہ پیلا۔

☆ مسوڑھے پیلے۔ ☆ سفید ناخن۔

☆ کمزوری اور تھکن۔

☆ اگر خون کی کمی بہت شدید ہو تو چہرے اور پیروں پر سوجن ہو سکتی ہے۔

☆ دل تیز دھڑکتا ہے اور مریض ہانپتا ہے۔

☆ وہ عورتیں اور بچے جن کو مٹی کھانا پسند ہوتا ہے عام طور سے خون کی کمی کا شکار ہوتے ہیں۔

خون کی کمی کا علاج اور روک تھام

زیادہ فولاد والی غذائیں کھائیں۔ گوشت، مچھلی اور مرغی کے گوشت میں زیادہ فولاد ہوتا ہے اور کلیجی میں خاص طور پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ہرے رنگ کے پتوں والی سبزیوں، سیم، مٹر اور دالوں میں بھی کچھ فولاد ہوتا ہے۔ لوہے کے برتنوں میں کھانے پکانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ جسم میں فولاد جذب کرنے کے لیے کھانے کے ساتھ کچی سبزیاں اور پھل کھائیے اور کھانے کے ساتھ کافی اور چائے نہ پئیں۔

اگر خون کی کمی درمیانے درجے کی ہو یعنی اس نے باقاعدہ بیماری کی شکل اختیار نہ کی ہو تو مریض کو فولاد کھانا پڑتا ہے (فیرس سلفیٹ کی گولیاں)، یہ چیز ان حاملہ عورتوں کے لیے خاص طور پر اہم ہے جن میں خون کی کمی ہوتی ہے۔ تقریباً ہر قسم

کے خون کی کمی میں فیرس سلفیٹ کی گولیاں، کلیجی کے ست یا وٹامن بی ۔۱۲ سے بدرجہا بہتر ہوتی ہیں۔ عام قاعدے کے طور پر یہ بات یاد رکھیے کہ فولاد کھلانا چاہیے، اس کا انجکشن نہیں دینا چاہیے کیوں کہ فولاد کے انجکشن خطرناک ہو سکتے ہیں اور گولیوں سے بہر حال بہتر نہیں ہوتے۔

اگر خون کی کمی خونی پیچش کی وجہ سے ہو یا اس کی وجہ ہک ورم (Hookworm)، ملیریا یا کوئی اور بیماری ہو تو اس بیماری کا علاج کرنا ضروری ہے۔

اگر خون کی کمی شدید ہو یعنی جسم کے لیے مرض کی صورت اختیار کر لے، اور غذا سے وہ بہتر نہ ہو تو ڈاکٹر سے مدد طلب کریں، حاملہ عورت کے لیے یہ بطورِ خاص ضروری ہے۔

بہت سی عورتیں خون کی کمی کی مریض ہوتی ہیں۔ جس عورت کو خون کی کمی ہو اس کو اسقاط یا بچے کی پیدائش میں خطرناک حد تک خون کے زیاں کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ عورتیں جہاں تک ممکن ہو زیادہ فولاد والی غذائیں، خاص طور پر حمل کے زمانے میں کھائیں۔ اگر ایک حمل اور دوسرے حمل کے درمیان دو سے تین برس کا وقفہ ہو تو اس سے عورت دوبارہ طاقت حاصل کر لیتی ہے اور اس کے جسم میں نیا اور زیادہ خون پیدا کرنے کی طاقت آجاتی ہے۔

ہڈیوں کا ٹیڑھا ہو جانا (سوکھے کی بیماری Rickets)

وہ بچے جن کے جسم پر تقریباً کبھی بھی دھوپ نہ لگی ہو ان کی ٹانگیں خمیدہ (مڑی ہوئی) ہو جاتی ہیں اور ان کی ہڈیوں میں اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، جن کو سوکھے کی بیماری (رکٹس) کہا جاتا ہے۔ اگر بچے کو اضافہ شدہ دودھ اور وٹامن ڈی کھلایا جائے تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ وٹامن ڈی مچھلی کی کلیجی یا تیل میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن اس مرض کی روک تھام کا سب سے آسان اور سب سے سستا طریقہ یہ ہے کہ بچے کی جلد پر براہِ راست دھوپ پڑنے دی جائے، روزانہ کم سے کم دس منٹ تک یا اس سے زیادہ وقت تک کئی بار براہِ راست دھوپ پڑنے دی جائے لیکن خیال رہے کہ بچے کی جلد جھلسے نہیں۔ اس کے علاوہ بچے کو مسلسل اور زیادہ عرصے تک وٹامن ڈی کی بڑی خوراکیں مت کھلائیں اس سے زہریلا اثر ہو سکتا ہے۔ رکٹس کی علامتیں: سینے پر ہڈیوں کا ہار، مڑی ہوئی ہڈیاں، ہڈیوں کے جوڑ بڑے، ٹانگیں مڑی ہوئی۔ دھوپ سوکھے کی بیماری کی روک تھام کا بہترین ذریعہ اور بہترین علاج ہے۔

خون کا بلند دباؤ (ہائی بلڈ پریشر یا ہائپرٹینشن)

خون کا دباؤ زیادہ ہو تو اس سے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، مثلاً دل کی بیماری، گردوں کی بیماری اور فالج۔ موٹے لوگوں میں خون کا دباؤ زیادہ ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

خون کے خطرناک حد تک بلند دباؤ کی علامتیں:

☆ بار بار سر درد۔

☆ ہلکی ورزش یا جسمانی محنت کرنے سے دل کا تیز دھڑکنا اور ہانپنا۔

☆ کمزوری اور سر کا چکر۔

☆ بائیں کندھے اور سینے میں کبھی کبھی درد۔

یہ سب مسائل مختلف بیماریوں کی وجہ سے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی کو خون کے بلند دباؤ کا شک ہو تو اسے ڈاکٹر سے مل کر اپنا خون کا دباؤ ضرور چیک کروا لینا چاہیے۔

احتیاط: خون کا دباؤ بڑھنے کی شروع میں کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی اور خطرے کی علامتیں ظاہر ہونے سے پہلے خون کے دباؤ کو کم کرنا ضروری ہے۔ جن لوگوں کا وزن زیادہ ہو یا جن کو خون کے زیادہ دباؤ کا شک ہو انہیں چاہیے کہ پابندی سے اپنا خون کا دباؤ چیک کرائیں۔

خون کے زیادہ دباؤ کی روک تھام اور علاج کے لیے کیا کیا جائے:

☆ اگر وزن زیادہ ہے تو وزن کم کریں۔

☆ چکنی غذاؤں اور خاص طور پر چربی سے اور بہت زیادہ شکر یا نشاستہ والی غذاؤں سے پرہیز کیجیے۔ گھی کی جگہ ہمیشہ تیل استعمال کریں۔

☆ کھانے میں نمک کم ڈالیں یا بالکل نہ ڈالیں اور پھیکا کھانا کھائیں۔

☆ تمباکو نہ پییں، منشیات سے پرہیز کریں، زیادہ چائے یا کافی نہ پییں۔

☆ جب خون کا دباؤ بہت زیادہ ہو تو ڈاکٹر اسے کم کرنے کے لیے دوائیں دے سکتا ہے۔ بہت سے لوگ، اگر وہ موٹے ہوں تو وزن کم کر کے اور پرسکون رہ کر اپنا خون کا دباؤ خود کم کر سکتے ہیں۔

موٹے لوگ

موٹا ہونا تندرستی نہیں ہے۔ جسم میں بہت زیادہ چربی سے خون کے دباؤ کی زیادتی، دل کی بیماری، فالج، پتے کی پتھری، ذیابیطس، ٹانگوں اور پیروں میں جوڑوں کا درد اور دوسرے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

موٹے لوگوں کو چاہیے کہ وزن کم کریں، اور اس کے لیے:

☆ مرغن، چربی والے یا تیل والے کھانے کم کھائیں۔
☆ شکر اور میٹھی چیزیں کم کھائیں۔
☆ ورزش زیادہ کریں۔

کوئی چیز اور خاص طور پر نشاستہ والی غذائیں مثلاً مکئی / مکا، روٹی، آلو، چاول، شکر قند وغیرہ زیادہ نہ کھائیں، موٹے لوگوں کو ہر کھانے میں ایک سے زیادہ روٹی ہرگز نہیں کھانی چاہیے، لیکن وہ پھل اور سبزیاں زیادہ کھا سکتے ہیں۔

جب آپ کا وزن بڑھنا شروع ہو تو ان ہی ہدایتوں پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ وزن کم کرنے کے لیے آپ جتنا اب کھاتے ہیں اس سے آدھا کھائیے۔

قبض

جس شخص کو سخت پاخانہ آئے اور تین یا زیادہ دن تک پاخانہ نہ ہو اس کو قبض کی بیماری ہے۔ قبض اکثر خراب غذا (جس میں پھل اور سبزیوں کی کافی مقدار نہ ہو یا جس میں قدرتی ریشہ نہ ہو مثلاً چوکر والا آٹا) اور ورزش نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جلاب لینے سے بہتر ہے کہ زیادہ پانی پئیں اور پھل اور سبزیاں اور قدرتی ریشے والی غذائیں مثلاً چوکر والا آٹا، گندم کی بھوسی، رائی، گاجر، شلجم، منقا یا کشمش، کدو یا لوکی یا سورج مکھی کے بیج کھائیں۔ کھانے میں اگر روزانہ تھوڑا سا کھانے کا تیل ملا دیا جائے تو اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ زیادہ عمر کے لوگوں کو صحیح اجابت کے لیے ٹہلنا اور ورزش کرنا چاہیے۔

جس کو چار دن یا اس سے زیادہ دنوں سے پاخانہ نہ آیا ہو اگر اس کے پیٹ میں تیز درد نہ ہو تو اسے ڈاکٹر کے مشورے سے ہلکا جلاب استعمال کرنا چاہیے لیکن جلاب یا دست آور دوائیں بار بار استعمال نہ کریں۔

چھوٹے بچوں اور کم عمر لڑکیوں کو جلاب نہ دیں۔ اگر چھوٹے بچوں کو سخت قبض ہو تو مقعد (پاخانہ کے مقام) کے اندر ذرا سا کھانے کا تیل لگا دیں یا اگر ضروری ہو تو اپنی انگلی کر کے پھنسے ہوئے سخت پاخانہ کو توڑ توڑ کر نکال دیں۔

تیز جلاب یا دست آور دوائیں ہرگز نہ استعمال کریں خاص طور پر اس وقت جب پیٹ میں درد ہو۔

ذیابیطس

جن لوگوں کو ذیابیطس کا مرض ہوتا ہے ان کے خون میں شکر کی مقدار زیادہ پیدا ہوا کرتی ہے۔ یہ مرض کم عمر میں بھی شروع ہو سکتا ہے (نوعمری کی ذیابیطس) اور بڑی عمر میں بھی (بڑی عمر کی ذیابیطس)۔ نوعمر لوگوں میں یہ بیماری عام طور پر زیادہ خطرناک ہوتی ہے اور اس پر قابو پانے کے لیے ان کو خاص دوا (انسولین) استعمال کرنی پڑتی ہے۔ لیکن یہ مرض چالیس برس سے زیادہ عمر کے لوگوں میں جو بہت زیادہ کھانے کی وجہ سے موٹے ہو جاتے ہیں، سب سے زیادہ عام ہے۔

ذیابیطس کی ابتدائی نشانیاں

☆ ہمیشہ پیاس لگتی ہے۔
☆ بار بار اور زیادہ پیشاب آتا ہے۔
☆ ہمیشہ تھکن رہتی ہے۔
☆ ہمیشہ بھوک لگتی ہے۔
☆ وزن کم ہوتا ہے۔

ذیابیطس کی بعد کی زیادہ خطرناک نشانیاں:

☆ جلد کی کھجلی۔
☆ کچھ دیر کے لیے نظر دھندلا جانا۔
☆ ہاتھ پیروں میں حس کی کچھ کمی۔
☆ عورتوں کے اندام نہانی (فرج) میں بار بار انفکشن۔
☆ پیروں پر زخم جو اچھے نہیں ہوتے۔
☆ بے ہوشی (مرض شدید ہو جانے کی صورت میں)۔

یہ تمام علامتیں مختلف امراض سے بھی پیدا ہو سکتی ہیں، اس لیے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ذیابیطس ہے یا نہیں، مریض کے

پیشاب کو جانچنا پڑتا ہے تاکہ پتا چل جائے کہ شکر ہے کہ نہیں۔

اگر مریض بچہ یا جوان ہے تو کسی تجربہ کار ڈاکٹر کو اس کا معائنہ اور علاج کرنا چاہیے۔

جب کسی کو چالیس برس کی عمر کے بعد ذیابیطس ہوتی ہے تو اس کو کنٹرول کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے دوا کے بغیر صرف غذا کے ذریعے کنٹرول کیا جائے، ذیابیطس کے مریض کی غذا بہت اہمیت رکھتی ہے اور اسے ساری زندگی پرہیزی غذا کھانی پڑتی ہے۔

ذیابیطس کے مریض کی غذا

جو موٹے لوگ ذیابیطس کے مریض ہوں ان کو سب سے پہلے وزن کم کر کے نارمل وزن پر آ جانا چاہیے۔ ذیابیطس کے مریض کو شکر یا مٹھایاں یا میٹھے ذائقہ والی غذائیں ہرگز نہیں کھانی چاہییں۔ ان کے لیے ضروری اور اہم ہے کہ وہ زیادہ ریشے والی غذائیں، مثلاً چوکر والے آٹے کی روٹی کھائیں، لیکن ان کو نشاستہ والی غذائیں مثلاً پھلیوں کے بیج، چاول اور آلو یا زیادہ لحمیات (پروٹین) والی غذائیں بھی کھانی چاہییں۔

ادھیڑ عمر کے ذیابیطس کے مریضوں کو بعض مرتبہ ایک قسم کا کیکٹس (ناگ پھنی) Cactus (Opuntia. nopal) Prickly Pear کا رس پینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ رس نکالنے کے لیے ناگ پھنی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں اور کچل کر رس نکال لیں، اس رس کی ڈیڑھ پیالی دن میں تین مرتبہ ہر کھانے سے پہلے پییں۔

جلد کے انفکشن یا زخم یا چوٹ سے بچنے کے لیے کھانے کے بعد دانت صاف کریں۔ جلد صاف رکھیں اور ہمیشہ جوتے پہنیں تاکہ پیر میں چوٹ نہ لگے۔ پیروں میں دوران خون کم ہوتا ہے (گہرا اور سن ہو جاتا) اس لیے پیر کو اونچی جگہ رکھ کر آرام کریں۔ پھولی ہوئی نسوں (Varicose Veins) کے سلسلے میں جو ہدایتیں دی گئی ہیں ان پر عمل کریں۔

تیزابی بدہضمی، سینے کی جلن اور معدے کا زخم (السر)

تیزابی بدہضمی اور سینے کی جلن اکثر بہت زیادہ چکنی غذا یا بہت زیادہ چائے، کافی یا شراب پینے سے ہوتی ہے۔ ان چیزوں کی وجہ سے معدہ فاضل تیزاب پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے معدے میں اور سینے کے بیچ کے حصے میں بے چینی یا جلن کا احساس ہوتا ہے۔

بعض مرتبہ لوگ سینے کے درد کو بدہضمی کا نتیجہ سمجھنے کے بجائے دل کی بیماری سمجھ لیتے ہیں، اگر لیٹنے سے درد بڑھ جائے تو یہ غالباً بدہضمی کی وجہ سے سینے کی جلن ہے۔

اگر تیزاب کی وجہ سے بدہضمی بار بار ہو اور برقرار رہے تو یہ معدہ کے زخم (السر) کی علامت ہے، خبردار ہو جائیں۔

السر معدے یا چھوٹی آنت کا طویل عرصہ تک رہنے والا زخم ہے جو بہت زیادہ تیزاب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے معدے کے اندر درد ہوتا ہے جو کبھی کبھی ٹیس کی طرح تکلیف دیتا ہے اور یہ درد عرصے تک رہتا ہے۔ تیزابی بدہضمی کی طرح یہ درد اکثر کھانا کھانے یا بہت زیادہ پانی پینے سے کم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی وقت کا کھانا چھوٹ جائے یا مریض شراب پی لے یا چکنائی اور چربی والی چیزیں کھائے تو یہ درد کھانا کھانے کے ایک گھنٹے یا زیادہ عرصہ بعد بڑھنے لگتا ہے۔ رات کو درد اکثر زیادہ ہوتا ہے۔ ایک خصوصی معائنہ (اینڈوسکوپی Endosccopy) کے بغیر یہ پتا چلانا مشکل ہوتا ہے کہ جسے بار بار معدے میں درد ہو رہا ہے اسے السر ہے یا نہیں۔

اگر السر شدید قسم کا ہو تو الٹیاں بھی آ سکتی ہیں جن میں تازہ خون نکلتا ہے یا ہضم شدہ خون جو کالے دانوں جیسا ہوتا ہے، نکلتا ہے۔ اگر پاخانے میں السر کا خون ہو تو پاخانے کا رنگ عام طور پر کولتار جیسا ہوتا ہے۔

انتباہ: بعض قسم کے السر درد کے بغیر یا "خاموش" ہوتے ہیں اور ان کا پتا پہلی بار اس وقت چلتا ہے جب الٹی میں خون آتا ہے یا کالا لیس دار پاخانہ ہوتا ہے۔ یہ بے حد خطرناک صورت حال ہوتی ہے اور مریض خون ضائع ہونے کی وجہ سے جلد ہی مر سکتا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

روک تھام اور علاج

معدے یا سینے کا درد چاہے سینے کی جلن کی وجہ سے ہو یا تیزابی بدہضمی کے باعث السر کے سبب سے ہو، چند بنیادی کام کرنے سے درد تھم جائے گا اور دوبارہ نہیں ہوگا۔

زیادہ مت کھائیے

کھانا کم کھائیے اور کھانوں کے درمیانی وقت میں ہلکی پھلکی چیزیں کھائیں، زیادہ تر وہ چیزیں کھائیے جن سے درد نہ ہو بلکہ ختم جائے۔

دیکھیے کہ کیا کھانے پینے سے درد بڑھتا ہے، ان چیزوں سے پرہیز کریں۔ ان چیزوں میں عموماً شراب، کافی، مصالحے، مرچ، سوڈا واٹر جیسے شربت اور چکنی اور چکنائی والی غذائیں شامل ہیں۔ اگر رات کو چت لیٹنے سے سینے کی جلن زیادہ ہو جاتی ہے تو اس طرح سونے کی کوشش کریں کہ جسم کا اوپر کا حصہ ذرا اونچا رہے۔

خوب پانی پئیں

ہر کھانے سے پہلے اور بعد میں دو بڑے گلاس پانی پینے کی کوشش کریں۔ کھانوں کے بیچ کے وقت میں بھی خوب پانی پیتے رہیں۔ اگر درد بار بار ہوتا ہو تو اسی طرح پانی پیتے جائیں تاہم درد نہ بھی ہو تب بھی پانی پیتے رہنا مفید ہے۔

تمباکو صحت کے لیے زہر ہے

تمباکو پینے اور کھانے دونوں سے پیٹ کا تیزاب بڑھتا ہے اور بیماری بڑھ جاتی ہے۔

ڈاکٹر کے مشورے سے تیزاب روک دوائیں استعمال کریں۔

گھیکوار (Aloe Vera) نامی پودا کئی ملکوں میں پایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ السر ٹھیک کر دیتا ہے، اس کے موٹے پتوں کو چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں اور رات کو پانی میں ڈال کر چھوڑ دیں اور ہر دو گھنٹے بعد اس کے کڑوے کسیلے پانی کا ایک گلاس پیتے رہیں۔

ہوشیار: پہلے بہت سے ڈاکٹر السر کے علاج کے لیے دودھ تجویز کرتے تھے۔ اگرچہ دودھ سے شروع میں السر کی تکلیف کم ہو جاتی ہے لیکن اس سے معدے میں تیزاب بڑھ جاتا ہے جس سے السر میں اور خرابی پیدا ہوتی ہے، اسی لیے آج کل بیشتر ڈاکٹر السر کے علاج میں دودھ پینے کو منع کرتے ہیں۔

السر کا شروع میں علاج کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی وجہ سے خطرناک حد تک خون کا اخراج بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کھانے پینے میں احتیاط کی جائے تو السر عموماً ٹھیک ہونے لگتا ہے۔ غصے، پریشانی، کوفت، الجھن اور گھبراہٹ سے معدے میں تیزاب زیادہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا سکون اور ٹھنڈے مزاج سے السر کو فائدہ ہوتا ہے۔ السر کے دوبارہ ہونے سے بچنے کے لیے مسلسل احتیاط کی ضرورت ہے۔ زیادہ نہ کھانے، شراب یا کافی زیادہ نہ پینے اور تمباکو نہ پینے سے معدے کے تیزاب سے پیدا ہونے والے مسائل سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

گھینگا Goiter (حلق پر سوجن یا ابھار)

گھینگا حلق پر اس ابھار یا سوجن کو کہتے ہیں جو تھائرائڈ نامی غدود کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتی ہے۔

بیشتر گھینگے غذا میں آیوڈین کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ حاملہ عورت کی خوراک میں اگر آیوڈین کی کمی ہو تو بچہ ذہنی طور پر پست اور بہرا پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسے ماں کے گھینگا نہ ہو تب بھی بعض دوسری بیماریوں کی وجہ سے بھی یہ ہو سکتا ہے۔

گھینگا اور آبلہی ان پہاڑی علاقوں میں سب سے زیادہ ہیں جہاں مٹی، پانی یا غذا میں بہت کم قدرتی آیوڈین ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں اگر کسادا جیسی چیزیں کھائی جائیں تو گھینگے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

گھینگے اور آبلہی کا علاج اور روک تھام

جہاں گھینگا (Goiter) عام ہو، وہاں کے ہر باشندے کو آیوڈین والا نمک استعمال کرنا چاہیے۔ آیوڈین والے نمک کے استعمال سے عام قسم کا گھینگا نہیں ہوتا اور بہت سے گھینگے خود بخود ختم ہو جاتے ہیں (پرانے سخت گھینگے کو آپریشن سے کاٹ کر نکالا جا سکتا ہے اور عام طور پر یہ ضروری نہیں ہوتا۔)

گھینگے کے لیے بیشتر گھریلو چٹکلے بے کار ہوتے ہیں ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن کیکڑا یا کوئی اور سمندری چیز مثلاً جھینگا کھانے سے فائدہ ہو سکتا ہے، کیوں کہ ان میں آیوڈین ہوتی ہے۔ کھانے کے ساتھ تھوڑی مقدار میں سمندری پودے (Seaweed) ملانے سے بھی آیوڈین ملتی ہے لیکن آیوڈین والا نمک استعمال کرنا سب سے آسان ہے۔

❀❀❀

غذاؤں سے علاج

پھلوں کی اہمیت

پھل، انسانی خوراک کی سب سے قدیم اور جانی پہچانی شکل ہے۔ قرآن پاک میں انگور، کھجور، انجیر، زیتون اور انار جیسے پھلوں کو عطیۂ خداوندی اور جنت کے پھل کہا گیا ہے۔ تازہ اور خشک پھل انسان کے لیے قدرتی خام خوراک ہیں۔ ان میں غذائیت کی ضروری اور لازمی مقدار ایک مناسب شرح سے پائی جاتی ہے۔ یہ معدنیات، وٹامنز اور انزائمز کا عمدہ ترین اور بھرپور ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ آسانی سے ہضم ہو جاتے ہیں اور خون اور اعضائے ہضم کو صاف کرتے ہیں۔ جن افراد کی غذا کا زیادہ انحصار پھلوں پر ہوتا ہے ان کی صحت ہمیشہ بہت اچھی رہتی ہے۔ مزید برآں غیر فطری کھانوں کے استعمال سے لاحق ہونے والی بیماریوں کا علاج بھی پھلوں کے ساتھ انتہائی کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ یوں تازہ اور خشک پھل نہ صرف ایک اچھی خوراک ہیں بلکہ ایک اچھی دوا بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

پھلوں کے قدرتی فوائد

انسانی بدن کے مختلف نظاموں پر پھلوں کا اثر بہت مفید ہوتا ہے، پھلوں کے بڑے بڑے طبی اثرات درج ذیل ہیں۔

مرطوب اثرات

پھل یا پھلوں کا جوس استعمال کرنا، انسانی جسم کی مشینری کے لیے ضروری نمی اور رطوبت کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ پھلوں کے ذریعے بیمار افراد جو پانی حاصل کرتے ہیں، ان سے بیک وقت گلوکوز اور معدنیات بھی مہیا ہوتی ہیں۔

پیشاب آور اثرات

طبی مشاہدات ثابت کرتے ہیں کہ پوٹاشیم، میگنیشیم اور سوڈیم کے اجزا پیشاب آور تاثیر رکھتے ہیں۔ چنانچہ پھل یا پھلوں کا استعمال کرنے پر پیشاب کی مقدار اور اخراج میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ پیشاب کا گاڑھا پن دور کرتے ہیں چنانچہ نائٹروجن اور کلورائیڈ کے فضلے کا اخراج تیز ہو جاتا ہے۔ چونکہ پھلوں میں سوڈیم کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اس لیے نمک سے آزاد غذا کھانے والوں کے لیے پھل انتہائی عمدہ غذا ہیں۔

الکلی کے اثرات

پھلوں میں پایا جانے والا نامیاتی تیزاب دوران ہضم الکلائن کاربونیٹ پیدا کرتا ہے، جس سے جسم کی سیال رطوبت تیزابیت سے پاک ہو جاتی ہیں۔ تمام پھل آنتوں کو صاف کرتے ہیں چنانچہ جسم زہریلے فضلوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر انتڑیوں میں یہ فضلہ بھرا رہے تو آہستہ آہستہ خون میں جذب ہو جاتا ہے۔ پھلوں کے کاربوہائیڈریٹس، شکر کی صورت میں ڈیکسٹرین اور تیزابوں کی صورت میں ہوتے ہیں جو آسانی سے ہضم ہو جاتے ہیں اور پوری طرح جذب ہو جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پھل خاص طور پر بیماروں اور توانائی اور حرارت کے ضرورت مندوں کے لیے بہت مفید قرار دیے جاتے ہیں۔

معدنی اثرات

پھل انسانی جسم کو معدنیات فراہم کرتے ہیں۔ خشک پھل جیسے خوبانی، کشمش، انجیر اور کھجور کیلشیم اور آئرن سے مالا مال ہوتے

ہیں۔ یہ معدنی اجزاء مضبوط ہڈیوں اور اچھے خون کے لیے بہت ضروری ہیں۔ کچھ پھل جیسے کسٹرڈ ایپل (شریفہ) فی دانہ ۸۰۰ ملی گرام تک کیلشیم مہیا کرتے ہیں۔ یہ مقدار ہماری روزمرہ کیلشیم کی ضرورت کے مطابق ہے۔

جلاب آور اثرات

پھلوں میں پایا جانے والا غذائی ریشہ خلوی مادہ ہماری غذا کو اعضائے ہضم اور انتڑیوں میں جزو بدن بننے والے اجزاء نکل جانے کے بعد اخراج میں مدد دیتا ہے اور اجابت آسانی سے ہوجاتی ہے۔ شکر اور نامیاتی تیزاب پھلوں کے بنیادی جزو ہوتے ہیں۔ یہ اپنے ملین اور مسہل اثرات کی بدولت اجابت کے فعل کو موثر بناتے ہیں چنانچہ پھلوں کا باقاعدہ استعمال قبض سے محفوظ رکھتا ہے۔

مقوی اثرات

پھل چونکہ وٹامنز کا قابل اعتماد ذریعہ ہوتے ہیں چنانچہ بدن میں قوت پیدا کرتے ہیں۔ امرود، شریفہ اور ترش پھل مثلاً لیموں اور مالٹا وغیرہ وٹامن سی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہ پھل تازہ اور کچے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس لیے ان میں موجود وٹامنز ضائع ہوئے بغیر ہمیں میسر آجاتے ہیں۔ بہت سے پھلوں میں کیروٹین کی وافر مقدار ہوتی ہے جو جسم میں جاکر وٹامن اے میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ ایک درمیانے سائز کا آم ۱۵۰۰۰ انٹرنیشنل یونٹ وٹامن اے رکھتا ہے جو ہماری ہفتہ بھر کی اس وٹامن کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، جو ہمارے جسم میں ذخیرہ رہتی ہے۔ پپیتا، وٹامن سی اور کیروٹین کا عمدہ وسیلہ ہے۔

تازہ اور پکے ہوئے پھل سب سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتے ہیں۔ آگ پر پکانے سے ان میں موجود غذائی نمک اور کاربوہائیڈریٹس کا بہت سا حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔ پھلوں کو الگ سے مکمل کھانے کے طور پر استعمال کرنا ترجیحاً ناشتے میں کھانا زیادہ مفید رہتا ہے۔ پھلوں اور سبزیوں کا امتزاج مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ اگر باقاعدہ کھانوں کے ساتھ پھل لینا ضروری ہو تو پھر بقیہ غذا کے برعکس ان کا تناسب زیادہ ہونا چاہیے۔ دودھ کے ساتھ پھلوں کا اشتراک اور امتزاج بہت اچھا رہتا ہے۔ کھانوں کے بجائے دودھ کے ساتھ پھل کا استعمال زیادہ ہے۔ غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک قسم کا پھل کھانا ہی مناسب ہے۔

بیماری کی صورت میں اطباء کی رائے ہے کہ پھلوں کے جوس نکال نہ لیے جائیں تازہ جوس کو تیار کرنے کے فوراً بعد استعمال کرلینا مفید رہتا ہے۔ کیونکہ جوس دیر تک رکھنے سے بہت جلد اپنے صحت بخش اجزاء سے محروم ہوجاتا ہے۔

پھلوں سے علاج

پھل انسانی بدن میں تیزاب اور الکلی کا توازن برقرار رکھنے میں انتہائی کارآمد ہیں۔ یہ ان زہریلے اور فاسد مادوں کی مقدار کم کرتے ہیں جو تیزاب پیدا کرنے والے کھانوں کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں اور الکلی کے اثرات کو بڑھاتے ہیں۔ پھلوں کے استعمال سے غیر صحت مند مادوں کے اخراج کا نظام تقویت پاتا ہے اور جسم کو قدرتی شکر، وٹامنز اور معدنیات مہیا ہوتی ہیں۔

پھلوں کے شفا بخش اجزا

کچھ پھل مخصوص امراض کا بھرپور مقابلہ کرتے ہیں اور ان کو پسپائی پر مجبور کردیتے ہیں۔ لیکن ایک بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کسی پھل سے کسی مخصوص بیماری کے علاج کا کام لینے کے دوران اس مخصوص پھل یا اس کے جوس کے سوا کوئی اور پھل یا جوس مریض کو نہ دیا جائے، مثلاً علاج بالغذا کے طور پر جب لیموں کا جوس استعمال کرایا جارہا ہو تو کوئی اور پھل یا جوس نہ دیا جائے اور لیموں کا جوس بھی باقاعدہ کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے پلایا جائے۔

ماہرین نے مشاہدہ کیا ہے کہ پھلوں میں پائی جانے والی شکر، کیلشیم، آئرن، وٹامن اے، بی کمپلیکس اور وٹامن سی، لیموں، مالٹا اور انار دل کی کارکردگی کو معمول پر رکھتے ہیں اور اسے بڑی عمر میں بھی صحت مند رکھتے ہیں۔ سیب، کھجور اور آم جیسے پھل براہ راست مرکزی نظام اعصاب کو تقویت دیتے ہیں۔ فاسفورس، کلورائیڈ، وٹامن اے، وٹامن بی کمپلیکس ان پھلوں کے ذریعے اعصاب پر مقوی اور محفوظ اثرات مرتب کرتے ہیں۔

چنانچہ ان پھلوں کا باقاعدہ استعمال یادداشت تیز کرتا ہے۔ ذہنی تکان سے محفوظ رکھتا ہے، ذہنی دباؤ، تناؤ، ہسٹریا اور بے خوابی سے نجات ملتی ہے۔

تمام پھل آئرن، فاسفورس اور سوڈیم سے لبریز ہونے کی بدولت خون پیدا کرنے اور اعصاب کو مضبوط بنانے میں نہایت مفید ہیں۔ جگر کی بیماریوں، فساد ہضم اور گنٹھیا میں لیموں کا استعمال بہت اچھا غذائی علاج ہے۔ تربوز گردوں کی صفائی کے لیے انتہائی عمدہ خوراک ہے۔ تربوز کے استعمال سے گردوں میں سے پانی کا نکاس نہ صرف صفائی کرتا ہے بلکہ اپنے معدنی اجزا کے ذریعے شفا بخش بن جاتا ہے۔

انار اور انناس کی مسکن تاثیر نزلہ کی شدت کم کرتی ہے۔ فیور یعنی کاہی کے بخار اور دیگر سانس کی بیماریوں میں ان کا استعمال مفید رہتا ہے۔ زکام کا علاج گریپ فروٹ کے جوس سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ جوس اخراج کے نظام کو موثر بنا کر انفیکشن دور کرتا ہے۔ انگور، سیب، کیلے اور انجیر جیسے تازہ اور پوری طرح پکے ہوئے پھل دماغ کے لیے بہت نافع ہیں۔ ان میں آسانی سے جذب ہو جانے والی شکر کی نفیس اقسام پائی جاتی ہیں۔ یہ طبعی توانائی میں تبدیل ہو کر دماغ کو تر و تازہ کر دیتی ہیں۔ اخروٹ کا گودا (مغز) دماغی کمزوری کے لیے ایک مثبت علاج ہے۔ خوراک میں پھلوں کا وافر استعمال ایک فرد کو صحت مند زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے۔ پھل تمام بیماریوں کو روکتے ہیں اور استعمال کرنے والے کو چاق و چوبند، توانا اور مستعد رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس عمل کو مستقل طور پر اپناتے ہیں تو بڑھاپے میں بھی جوانی کا دم خم برقرار رکھنے میں کامیاب رہیں گے۔

انار POMEGRANATE

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

انار کی طبی تاثیر کو انتہائی اعلیٰ حیثیت اور اہمیت حاصل ہے۔ تازہ انار کا جوس مفرح اور مسکن مشروب ہے۔ یہ مختلف بخاروں اور بیماری کے دوران پیاس کی شدت مٹاتا ہے۔ یہ جگر، دل، گردوں اور معدے پر خوشگوار اثر ڈال کر انہیں نئی قوت دیتا ہے۔ یہ بدن کو مطلوب معدنی اجزا مہیا کرتا ہے اور غذا میں سے وٹامن اے کو جگر میں محفوظ کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ بدن میں قوت مدافعت بڑھا کر اسے مختلف قسم کی انفیکشن، بالخصوص تپ دق سے بچاتا ہے۔

اسہال اور پیچش

انار کی طبی اہمیت کا بڑا سبب اس کی قابض تاثیر ہے جو خلیوں کو سکیڑتی ہے چنانچہ اسہال اور پیچش میں یہ اعلیٰ علاج بالغذا ہے۔ اگر مریض کو مسلسل پتلے دست آنے سے کمزوری واقع ہو تو بار بار پچاس ملی لٹر کے قریب انار کے تازہ جوس کے استعمال سے بند ہو جائے گا۔ انار کے پھولوں کی کلیاں بھی قابض تاثیر رکھتی ہیں اور پرانے اسہال اور پیچش میں بالخصوص بچوں کے لیے بہت کارآمد ہیں۔

دانتوں اور مسوڑھوں کی تکالیف

خشک چھلکے کا سفوف کالی مرچ اور خوردنی نمک کے ساتھ منجن کے طور پر استعمال کرنا، دانتوں اور مسوڑھوں کو متعدد تکالیف سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا باقاعدہ استعمال مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے، خون رسنا بند کرتا ہے، پائیوریا سے محفوظ رکھتا ہے اور دانتوں کو چمک دار بنا کر انہیں طویل عمر دیتا ہے۔

انجیر FIG

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

انجیر میں متعدد طبی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اس میں طویل بیماری کے بعد بحالی صحت کے لیے زبردست قوت پائی جاتی ہے۔ یہ ذہنی اور جسمانی تکان دور کر کے نئی توانائی اور قوت عطا کرتی ہے۔ جن لوگوں کے ہونٹ، زبان اور منہ پھٹ جاتے ہوں، ان کے لیے انجیر عمدہ ٹانک ہے۔

بواسیر

جلاب آور تاثیر کی بدولت انجیر بواسیر میں بہت نافع ہے۔ رات کو خشک انجیر کے دو یا تین دانے ایک گلاس ٹھنڈے پانی میں بھگو دیں اور اگلی صبح انہیں کھا لیں۔ بھگونے سے پہلے انجیر کو گرم پانی سے اچھی طرح دھو لیں اور انہیں کسی شیشے کے گلاس میں بھگوئیں۔ مٹی کا برتن نہ استعمال کیا جائے اسی طرح صبح کو بھگوئی ہوئی انجیر کو

شام کو استعمال کریں۔ اس کے استعمال سے پاخانے کی تکلیف دور ہو جائے گی اور مقعد کو مسوں سے محفوظ رکھے گی۔ اس انداز میں تین سے چار ہفتوں تک انجیر کا استعمال بواسیر کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

احتیاط

انجیر کو کھانے سے پہلے خوب اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔ خشک انجیر کی بیرونی سطح سخت ہونے کی وجہ سے جلد ہضم نہیں ہوتی۔ بھگوئی ہوئی انجیر زود ہضم ہوتی ہے۔ لیکن ضروری یہ ہے کہ انجیر جس پانی میں بھگوئی گئی ہو، انجیر کھانے کے بعد اسے بھی پی لیا جائے کیونکہ بہت سے غذائی اجزا پانی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔

انگور GRAPES

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

انگور کی زبردست طبی افادیت کا تعلق اس میں خالص گلوکوز کی فراوانی ہے۔ تجربات نے ثابت کیا ہے کہ دل اور دوسرے اعضائے رئیسہ کی طبعی کارکردگی کا دارومدار جسم میں گلوکوز کے جذب ہونے اور جزو بدن بننے کے عمل پر ہے۔ انگور چونکہ تیزی سے جذب ہونے اور جزو بدن بننے والے اجزا پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس لیے مذکورہ عمل میں معاون ہے اور بحالی صحت کو سرعت سے ممکن بناتا ہے۔ بخار، عمومی کمزوری اور ضعف ہضم کے مریضوں کے لیے انگور ایک عمدہ غذا ہے۔

جرمنی کی میونخ یونیورسٹی کے ڈاکٹروں نے تصدیق کی ہے کہ تازہ انگور کے رس کا دن میں پانچ بار استعمال ایک مکمل علاج ہے۔ یہ علاج چار سے چھ ہفتوں تک جاری رہنا چاہیے۔

بچوں کے امراض

انگور کا رس خون بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ ایک موثر گھریلو علاج ہے اور اسے آسانی سے بوتلوں میں ڈال کر محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بچوں میں قبض کی وجہ سے اینٹھن اور مروڑ کے علاج میں بھی کارگر ہے۔ شیر خوار بچے جب دانت نکال رہے ہوں تو انگور کا جوس بہت مفید اور موثر رہتا ہے۔

پایوریا (مسوڑھوں کی سوزش)

انگوروں کا تامیاتی تیزاب تیز اور موثر قسم کا جراثیم کش مادہ ہوتا ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر دانت ہل رہے ہوں اور مسوڑھوں سے پیپ آ رہی ہو تو بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، چند دن تک انگوروں پر مشتمل اکلوتی غذا کا استعمال یہ کرشمہ دکھاتا ہے کہ دانت مضبوطی سے اپنی جگہ جم جاتے ہیں، مسوڑھوں کی سوزش ختم اور پیپ خشک ہو جاتی ہے۔

احتیاط

انگور زیادہ دیر تک محفوظ نہیں رکھے جا سکتے۔ یہ بہت جلد گل سڑ جاتے ہیں۔ اس لیے انہیں خریدنے کے بعد جلد استعمال کر لینا چاہیے کچھ دن تک محفوظ رکھنے کے لیے ان کو کولڈ اسٹوریج میں رکھا جا سکتا ہے۔ انگور خریدتے ہوئے خیال رکھیے کہ یہ کچے نہ ہوں بلکہ اچھی طرح پکے ہوئے اور شیریں ہوں۔

آم MANGO

شفا بخش اور طبی استعمال

کچا اور پکا ہوا آم دونوں صورتوں میں طبی افادیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ کچا آم، ترش، قابض اور دافع سکروی ہوتا ہے۔ کچے آم کا چھلکا قابض اور مقوی ہوتا ہے۔ آم کے پیڑ کی چھال بھی قابض اور سنگی بافتوں کے لیے مسکن ہوتی ہے۔ آم کا اچار پورے برصغیر میں بہت مقبول اور مرغوب ہے۔ لیکن اگر یہ بہت کھٹا، مصالحے دار اور بہت زیادہ تیل میں ڈوبا ہوا ہو تو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ جو لوگ جوڑوں کی سوزش اور درد میں مبتلا ہوں، انہیں خاص طور پر اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ گنٹھیا ناک کی ہڈی کی سوزش، گلے کی خراش اور تیزابیت کے شکار لوگوں کو اچار سے مکمل گریز ضروری ہے۔

پکا ہوا آم دافع سکروی، پیشاب آور، ملین، مقوی اور وزن بڑھانے والا پھل ہے۔ یہ دل کے پٹھوں کو مضبوط بناتا ہے۔ رنگت صاف کرتا ہے اور بھوک بڑھاتا ہے۔ اس کا استعمال بدن میں

سات چیزوں کو بنانے میں مدد دیتا ہے۔ معدے کی ہضم کرنے والی رطوبت، خون، گوشت، چربی، ہڈیوں کا گودا اور مادہ منویہ۔ آم کا پھل جگر کی خرابیوں، وزن کی کمی اور دیگر جسمانی بے قاعدگیوں کو بھی دور کرتا ہے۔

کچا آم

خون کی بیماریاں

کچا آم وٹامن سی کی وافر مقدار کے سبب خون کے امراض کا بھی کارگر علاج ہے۔ یہ خون کی نالیوں کی لچک میں اضافہ کرتا ہے اور خون کے نئے خلیے بنانے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے غذائی فولاد (فوڈ آئرن) کا انجذاب بڑھتا ہے جبکہ خون کا اخراج رکتا ہے۔ یہ تپ دق، انیمیا، ہیضہ اور پیچش کے خلاف بدن میں مزاحمت بڑھاتا ہے۔

پکا ہوا آم

وزن میں کمی

وزن میں کمی کی صورت میں آم اور دودھ کا استعمال زبردست اور مثالی علاج ہے۔ اس کے لیے ہمیشہ خوب پکے ہوئے اور میٹھے آموں کا انتخاب کرنا چاہیے اور انہیں دودھ کے ساتھ دن میں تین بار یعنی صبح، دوپہر اور شام کو لینا چاہیے۔ پہلے آم کھائیں اور ان کے بعد دودھ پئیں۔ چونکہ آم میں بذات خود وافر مقدار میں شکر ہوتی ہے اس لیے دودھ چینی کے بغیر پئیں۔ آم میں شکر تو ہوتی ہے لیکن پروٹین کی کمی ہوتی ہے۔ دوسری طرف دودھ میں پروٹین ہوتی ہے لیکن شکر نہیں ہوتی۔ اس طرح ان دونوں کا امتزاج ایک دوسرے کی کمی دور کر دیتا ہے۔ آم اور دودھ پر مشتمل اس غذا کو کم از کم ایک ماہ تک استعمال کرنا چاہیے۔ یہ صحت بہتر بناتی ہے، جسم کو طاقت بخشتی ہے اور وزن میں اضافہ کرتی ہے۔ دودھ کی مقدار اور آموں کی تعداد کا تعین مریض کی کیفیت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ وزن میں تیزی سے اضافہ کے لیے روزانہ چار سے پانچ لٹر دودھ اور تین سے چار کلوگرام آم استعمال کرنا چاہئیں۔ اس غذا کے استعمال کے دوران کوئی اور غذا نہیں لینی چاہیے۔

اسہال

آم کا مغز اسہال کے مرض میں شفا بخش ہے۔ گٹھلیوں (مغز) کو آم کے موسم میں جمع کر لینا چاہیے اور سائے میں خشک کر کے سفوف بنا لینا چاہیے۔ بعد ازاں ضرورت پڑنے پر اسہال کے مریض کو یہ سفوف ڈیڑھ یا دو گرام شہد کے ساتھ یا حسب ضرورت شہد کے شربت بغیر دینا چاہیے۔ آم کے تازہ پھلوں کا جوس دہی کے ساتھ (ایک یا دو چمچے) استعمال کرنا بھی اسہال کے لیے مفید ہے۔

خواتین کی بیماریاں

آم کی گٹھلی خواتین کے اعضائے تولید سے متعلق متعدد بیماریوں میں موثر علاج ہے۔ ہندوستان کے معروف ڈاکٹر امان کے مطابق آم کی گٹھلی کی سخت جلد الگ کر کے اندر سے حاصل ہونے والے مغز کا پیسٹ، چائے کا ایک چمچ بھر مقدار میں اندام نہانی کے اندر لگانا، لیکوریا، شرم گاہ کی سوزش کا کامیاب علاج اور زیادہ زچگیوں سے متاثرہ فرج کی دیواروں کو معمول پہ لاتا ہے۔

احتیاط

کچے آم کبھی بھی کثرت کے ساتھ استعمال نہ کریں۔ ان کا کثیر استعمال گلے کی خراش، بدہضمی، پیچش اور پیٹ کے قولنج کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے کچے آم روزانہ ایک یا دو سے زیادہ نہ کھائے جائیں۔ کچے سبز آم کھانے کے فوراً بعد پانی نہیں پینا چاہیے کیونکہ یہ رس کو منجمد کر دیتا ہے اور خراش کا سبب بنتا ہے۔

آملہ INDIAN GOOSEBERRY

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

آملہ سے متعدد طبی خوبیاں منسوب ہیں۔ اس کا تازہ پھل ہلکا پھلکا، جلاب آور اور پیشاب آور ہے۔ تازہ آملہ کا رس اور شہد ایک

بڑا چمچہ باہم ملانے پر ایک ایسی قیمتی دوا بن جاتی ہے جو متعدد بیماریوں کا شافی علاج ہے۔ یہ مقدار روزانہ صبح استعمال کرنا چاہیے۔ اس کا باقاعدہ استعمال چند دنوں میں جسم کو قوت و توانائی سے بھر دیتا ہے۔ جب تازہ پھل دستیاب نہ ہو تو خشک سفوف کو شہد میں ملا کر معجون بنا لیا جائے۔

ہیر ٹانک

بالوں کو گھنا اور مضبوط بنانے کے لیے دیسی نسخوں اور ٹوٹکوں میں آملہ کو زبردست ٹانک تسلیم کیا جاتا ہے۔ آملہ کے پھل کو ٹکڑوں میں کاٹ کر سائے میں خشک کر لیتے ہیں۔ پھر ان ٹکڑوں کو ناریل کے تیل میں جلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سواد گاڑھا ہو کر جلے ہوئے برادے کی طرح ہو جائے۔ یہ سیاہی مائل تیل بالوں کو سفید ہونے سے بچانے کے لیے انتہائی عمدہ ہے۔ آملہ کے پھل کے ٹکڑوں کو رات بھر پانی میں بھگو دیا جائے تو یہ پانی بھی بالوں کی نشو و نما کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ بالوں کو دھوتے ہوئے آخری بار جس پانی سے دھویا جائے، وہ بھی آملہ کے ٹکڑوں والا ہونا چاہیے۔

پپیتا PAPAYA

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

پپیتا زبردست طبی خواص رکھتا ہے جنھیں زمانہ قدیم میں ہی جان لیا گیا تھا۔ یہ پھل نہ صرف آسانی سے خود ہضم ہو جاتا ہے بلکہ دوسری غذاؤں کو ہضم ہونے میں بھی مدد دیتا ہے۔ پکا ہوا پپیتا نشو و نما پاتے ہوئے بچوں کے لیے عمدہ ترین ٹانک ہے۔ بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین اور حاملہ خواتین کے لیے بھی اعلیٰ درجہ کی توانائی بخش غذا ہے۔

پیٹ کے کیڑے

کچے پپیتے کے دودھ یا رس میں موجود معاون ہضم انزائم پاپائن، پیٹ اور انتڑیوں کے کیڑوں کو ہلاک کرتا ہے۔ تازہ رس ایک کھانے کا چمچہ، اسی مقدار میں شہد اور تین یا چار کھانے کے چمچے گرم پانی، بالغ فرد کے لیے ایک وقت کی خوراک ہے۔ اس خوراک کے دو گھنٹے بعد تیس سے ساٹھ ملی لٹر کیسٹر آئل کو دو سو پچاس سے تین سو پچھتر ملی لٹر نیم گرم دودھ میں ملا کر پینا چاہیے۔ یہ عمل اگر ضروری ہو تو دو دن دہرانے پر پیٹ کے کیڑے ہلاک کر کے خارج کر دیتا ہے۔ سات سے دس سال کے بچوں کو مذکورہ نسخہ آدھی مقدار میں دینا چاہیے۔ تین سال سے کم عمر بچوں کے لیے چائے کا ایک چمچہ کافی ہے۔

جلد کی بیماریاں

کچے پپیتے کا جوس، جلد کی متعدد بیماریوں میں شفا بخش ہے۔ اس کا بیرونی استعمال سوجن اتارنے، پیپ بننے سے روکنے، چنڈی، مسوں، پھنسیوں اور جلد کی غیر ضروری افزائش میں مطلوبہ نتائج دیتا ہے۔ یہ جوس دھوپ کی وجہ سے چہرے پر پڑنے والی چھائیوں اور بھورے داغوں کو دور کر کے میک اپ کا کام دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے جلد نرم اور ملائم ہو جاتی ہے۔ فنگس کی چھوت یا داد کے مرض میں بھی یہ جوس متاثرہ جلد پر لگانا نافع ہے۔

جامن JAMBAL FRUIT

ذیابیطس

مقامی، دیسی طریق علاج میں جامن ذیابیطس کے مرض کے لیے روایتی دوا ہے کیونکہ یہ لبلبے پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس پھل کا گودا اور بیج دونوں ہی ذیابیطس کے مرض میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ بیجوں میں ایک گلوکوز جمبولین ہوتا ہے، جس کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ یہ نظامِ ہضم کے دوران نشاستے کو شوگر میں تبدیل ہونے سے روکتا ہے۔ جامن کو خشک کر کے سفوف بنا لیا جاتا ہے۔ یہ سفوف تین گرام مقدار میں پانی کے ساتھ روزانہ تین یا چار بار لیا جاتا ہے۔ یہ شوگر کی مقدار کو پیشاب میں کم کرتا ہے اور پیاس کی شدت میں تسکین مہیا کرتا ہے۔

بواسیر

خونی بواسیر میں جامن ایک موثر غذائی علاج ہے۔ جب جامن کا موسم ہو تو نمک کے ساتھ اسے روزانہ صبح دو یا تین مہینے تک

کھانا بواسیر سے نجات دیتا ہے۔ ہر سال اس طرح جامن کا پھل استعمال کرنے سے عمر بھر خونی بواسیر سے تحفظ میسر رہتا ہے۔ تازہ جامن شہد کے ساتھ کھانا بھی خونی بواسیر کا موثر علاج ہے۔

چھوٹا لیموں LIME

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

تازہ لیموں کا جوس صدیوں سے برصغیر میں دوا کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ ویدوں میں لیموں کا ذکر ایک مقدس پھل کی حیثیت سے آیا ہے۔ مخصوص منتر پڑھ کر لیموں کا کاٹنا ہندوؤں میں شیطانی روحوں کو بھگانے کے لیے موثر سمجھا جاتا ہے۔ برصغیر کے مشہور اطبا نے چھوٹے لیموں کو ہڈیوں اور جوڑوں کے امراض کا کامیاب علاج قرار دیا ہے۔ لیموں میں پائی جانے والی وٹامن سی بدن میں قوت مدافعت بڑھا دیتی ہے۔ زخموں کے اندمال میں مدد دیتی ہے اور آنکھوں کو ممکنہ خرابیوں سے بچاتی ہے۔ وٹامن سی دانتوں اور جسم کی دیگر ہڈیوں کو صحت مند بناتی ہے۔ اس کے استعمال سے دانت انحطاط سے بچے رہتے ہیں اور ہلتے نہیں۔ دانتوں کا درد اور مسوڑھوں سے خون رسنا بند ہو جاتا ہے۔ لیموں کا چھلکا بھی طبی افادیت سے مالا مال ہوتا ہے۔ اس میں اڑ جانے والا نباتاتی تیل ہوتا ہے، جسے معدے کی ہوا خارج کرنے اور قوت ہاضمہ بڑھانے کے لیے ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

زکام

لیموں کا وافر استعمال ہر قسم کے بخاروں اور زکام میں مثالی علاج ہے۔ اس کے ذریعے بدن میں پہنچنے والی وٹامن سی سے قوت مدافعت بڑھتی ہے۔ یہ فاسد مادوں کو کم کر کے بیماری کا دورانیہ کم کرتا ہے۔ اگر آپ کو ترش پھلوں سے الرجی نہیں ہوتی تو زکام میں لیموں کے استعمال سے گریز نہ کیجیے۔ ایک گلاس نیم گرم پانی میں لیموں کا جوس اور ایک چائے کا چمچہ شہد ملا کر پینا زکام اور خشک کھانسی کا بے مثال علاج ہے۔

ٹانسلز

گلے کے غدود سوزش کا شکار ہو جائیں تو لیموں ان کی اصلاح کے لیے آزمودہ علاج ہے۔ ایک گلاس نیم گرم پانی میں تازہ لیموں کا جوس نچوڑیں، چائے کے چار چمچے شہد شامل کریں اور ایک چائے کا چمچہ عام نمک ڈال کر آہستہ آہستہ چسکیوں میں پئیں۔ ٹانسلز کی شکایت دور ہو جائے گی۔

مسوڑھے

سوجے ہوئے مسوڑھوں میں بھی لیموں کارآمد پھل ہے۔ ایک گلاس پانی میں لیموں کا جوس اور چٹکی بھر نمک ڈال کر پینا، سوجے ہوئے مسوڑھوں کو صحت مند بناتا ہے۔ نچوڑے ہوئے لیموں کا چھلکا بھی مسوڑھوں پر مل لینا چاہیے۔

جسمانی خوب صورتی

لیموں کو بیوٹی ایڈ کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اچھی طرح ابلے ہوئے دودھ کے گلاس میں ایک تازہ لیموں کا جوس نچوڑیں۔ اس میں چائے کا ایک چمچہ گلیسرین شامل کریں۔ اس مشروب کو آدھے گھنٹے تک پڑا رہنے دیں اور پھر چہرے، ہاتھوں، پاؤں اور گردن پر رات کو سونے سے پہلے لگائیں۔ روزانہ رات کو یہ استعمال کچھ دن میں آپ کی جلد کو خوب صورت اور جوان بنا دیتا ہے۔ اس مشروب کا استعمال کیل مہاسوں کے لیے بھی مفید ہے۔ پھٹی ہوئی ایڑیاں ہاتھوں اور چہرے کا خشک پن دور کرتا ہے۔ یخ بستہ ہوا اور دھوپ کی حدت سے بھی جلد کو محفوظ رکھتا ہے۔ لیموں کے رس کے چند قطرے، آملہ کے جوس کے ساتھ روزانہ رات کو سونے سے پہلے بالوں میں لگانا، بالوں کو گرنے سے روکتا ہے، لمبے رکھتا ہے اور وقت سے پہلے سفید ہونے سے بچاتا ہے۔ یہ خشکی سکری کا بھی موثر علاج ہے۔

احتیاط

لیموں کا استعمال کثرت سے نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے الکلائن، سالٹ یورک ایسڈ کو اعضائے ہضم میں آزاد کر دیتے ہیں جو انجام کار گردے کی پتھری میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

سنگترہ ORANGE

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

سنگترہ پہلے سے ہضم شدہ غذا کی ایک صورت ہے کیونکہ سورج کی شعاعوں سے اس میں موجود نشاستہ آسانی سے جذب ہوجانے والی شوگر میں تبدیل ہوچکا ہوتا ہے۔ چنانچہ کھانے کے فوراً بعد سنگترے کی شوگر خون میں جذب ہوجاتی ہے اور فوراً بدن کو حرارت اور توانائی مہیا کرتی ہے۔

سنگترے کا باقاعدہ استعمال زکام، انفلوائنزا اور خون رسنے کے رجحانات کو روکتا ہے۔ یہ صحت، توانائی اور لمبی عمر کا موثر ذریعہ ہے۔ سنگترے کا جوس بقیہ تمام پھلوں کے جوسز کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے اور ہر عمر کے فرد کو ہر قسم کی بیماری کے دوران تمام تر افادیت کے ساتھ دیا جاسکتا ہے۔

بچوں کی بیماریاں

جن شیر خوار بچوں کو ماؤں کا دودھ میسر نہ ہو ان کے لیے سنگترے کا جوس ایک بہترین غذا ہے۔ انہیں عمر کے مطابق روزانہ پندرہ ملی لٹر سے ۱۲۰ ملی لٹر تک یہ جوس پلانا چاہیے۔ یہ سکروی اور کساح (Rickets) کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ کساح کا مرض وٹامن ڈی کی کمی سے پیدا ہوتا ہے۔ سنگترہ بچوں کی نشوونما میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جو بڑے بچے اطمینان بخش طریقے سے نشوونما نہ پارہے ہوں انہیں سنگترے کا جوس پلانا مثبت نتائج دیتا ہے۔ انہیں روزانہ ۶۰ سے ۱۲۰ ملی لٹر تک یہ جوس دیا جاتا ہے۔

سیب APPLE

قدرتی افادیت اور شفا بخش اجزا

سیب اچھی صحت برقرار رکھنے اور بہت سی بیماریوں کے علاج میں اصول ہے۔ آج کل کا جدید انگریزی محاورہ "An apple a day... keeps the doctor away" ’’ہر روز ایک سیب کھانا۔ ڈاکٹر کو آپ سے دور رکھتا ہے۔‘‘ سیب کا فعال طبی جزو پیکٹین ہے جو قدرتی علاج کے لیے شفا بخش تاثیر رکھتا ہے۔ یہ مادہ چھلکے کی اندرونی تہہ اور گودے کے درمیان پایا جاتا ہے۔ پیکٹین گلیکٹو رانک ایسڈ مہیا کرکے جسم سے زہریلے مادوں کے اخراج میں مدد دیتا ہے۔ یہ غذائی نالی میں پروٹین کے اجتماع کو بھی تحلیل کرتا ہے۔ سیب میں پایا جانے والا میلک ایسڈ انتڑیوں، جگر اور دماغ کے لیے بھی بہت مفید ہوتا ہے۔

دل کے امراض

دل کے مریضوں کے لیے سیب نہایت عمدہ پھل ہے۔ اس میں پوٹاشیم اور فاسفورس کی مقدار زیادہ جبکہ سوڈیم کی مقدار بہت قلیل ہوتی ہے۔ زمانہ قدیم سے شہد کے ساتھ سیب کا استعمال دل کی بے قاعدگیوں کے لیے موثر علاج سمجھا جاتا ہے۔ حال ہی میں کیلیفورنیا یونی ورسٹی کے ماہرین نے انکشاف کیا ہے کہ جو لوگ غذا کے ذریعے وافر مقدار میں پوٹاشیم لیتے ہیں، وہ دل کے دورے سے محفوظ رہتے ہیں۔ سیب چونکہ پوٹاشیم کا بھرپور ذریعہ ہے اس لیے یہ دل کی بیماریوں کو کم کرنے میں مددگار ہے۔

طاقت اور قوت میں اضافہ

انسانی صحت کو بھرپور انداز میں برقرار رکھنے والے مختلف داخلی نظام اگر کمزور اور ضعیف ہوجائیں تو سیب انہیں پھر سے مستعد اور موثر بنانے کے لیے بہترین خوراک ہے۔ سیب تمام اہم اعضا کی خامیاں دور کرکے جسم کو مضبوط اور توانا بناتا ہے۔ یہ جسم اور دماغ دونوں کو قوت دیتا ہے کیونکہ یہ کسی بھی پھل یا سبزی کی نسبت بہت زیادہ مقدار میں فاسفورس اور آئرن رکھتا ہے۔ دودھ کے ساتھ سیب کا باقاعدہ استعمال اچھی صحت ہی نہیں، جوانی کی تب وتاب بھی دیتا ہے اور جلد کو خوشنما اور چمکدار بناتا ہے۔ اس کی تاثیر مسکن اور آسودگی بخش ہے چنانچہ زیادہ وقت بیٹھ کر کام کرنے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

احتیاط: سیب کبھی بھی خالی پیٹ استعمال نہ کریں کیونکہ یہ بدہضمی کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ سیب کے پیڑوں پر عموماً زہریلے اسپرے کیے جاتے ہیں۔ پھلوں کو بھی محفوظ رکھنے کے لیے اس پر اسپرے کیا

جاتا ہے۔ اس لیے کھانے سے پہلے اسے خوب اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔

کیلا BANANA

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

ہندوستان کے روایتی دیسی طریقِ علاج اور قدیم ایران یعنی فارس میں یہ سنہری پھل جوانی کی بقا کے لیے قدرت کا انمول راز سمجھا جاتا ہے۔ آج بھی کیلا صحت مند نظامِ ہضم اور بھرپور جوانی کا احساس پیدا کرنے کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس کا استعمال جسم میں کیلشیم، فاسفورس اور نائٹروجن کو تحفظ دیتا ہے۔ یہ تمام عناصر مل کر فعال اور صحت مند خلیوں اور بافتوں کی تعمیر کرتے ہیں۔ کیلے میں ایسی شکر بھی پائی جاتی ہے جو جوانی کو برقرار رکھنے اور خوراک کو جزوِ بدن بنانے کا عمل سرانجام دیتی ہے۔

پیچش

پکے ہوئے کیلے کا خمیرہ تھوڑے سے نمک کے ساتھ استعمال کرنا پیچش کا مفید علاج ہے۔ ڈاکٹر کرتی کار کے مطابق پکا ہوا کیلا، املی اور نمک ملا کر استعمال کرنا پیچش کا یقینی اور اکسیری علاج ہے۔ ڈاکٹر مذکور کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس نسخے سے شدید اور پرانے پیچش کے متعدد مریضوں کا کامیاب علاج کیا ہے۔ بچوں میں پیچش کے لیے تو کیلا بہت مفید ہے۔ بچوں کو کھلانے کے لیے خوب پکے ہوئے کیلے کو اچھی طرح مسل کر کریم بنا لیا جائے۔

گردوں کی بیماریاں

کیلے کا استعمال گردوں کی بیماریوں میں سود مند رہتا ہے کیونکہ ان میں پروٹین کی مقدار بہت کم جبکہ کاربوہائیڈریٹس زیادہ اور نمک کم ہوتا ہے۔ گردوں میں اجتماع اور ناقص کارکردگی کی وجہ سے خون میں پیدا ہونے والے زہریلے اثرات (Uraemia) میں بھی کیلے بہت مفید ہوتے ہیں۔ ان امراض میں تین چار دن تک صرف کیلوں پر مشتمل غذا لینی چاہیے۔ گردوں کی سوزش سمیت گردوں کی ہر بیماری میں کیلے سوزوں غذا ہیں۔

پیشاب کی بیماریاں

کیلے کے تنے سے حاصل کیا گیا جوس، پیشاب کی تکالیف میں معروف علاج ہے۔ یہ گردے اور جگر کی کارکردگی کو موثر بناتا ہے اور ان میں تکلیف دہ اثرات اور بیماریوں کی کیفیات ختم کرتا ہے۔ یہ اعضائے بول و براز کو صاف کر کے پیشاب کی صورت میں زہریلے اور فاسد مادوں کو خارج کرتا ہے۔ کیلے کے تنے کا جوس گردے، پتے اور پراسٹیٹ کی پتھریاں خارج کرنے میں زبردست مدد کرتا ہے۔ ممکن ہو تو اس جوس میں کدو کا جوس ملا لینا بہت موزوں ہے۔

احتیاط

پھل فروٹ کی حیثیت سے استعمال کیے جانے والے کیلے پوری طرح پکے ہوئے ہونے چاہئیں ورنہ یہ ہضم نہیں ہوں گے۔ کیلوں کو کبھی بھی فریج یا ریفریجریٹر میں نہ رکھیں کیونکہ کم درجہ حرارت میں یہ جلد گل سڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کیلا قطعاً نہیں کھانا چاہیے جن کے گردے ناکارہ ہو چکے ہوں کیونکہ کیلوں میں پوٹاشیم کا عنصر زیادہ مقدار میں ہوتا ہے۔

کھجور DATE

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

کھجور اپنے مقوی اثرات کی بدولت شفا بخش غذا ہے چونکہ یہ زود ہضم ہے، اس لیے یہ جسمانی توانائی اور توڑ پھوڑ کی اصلاح کے لیے بہت مفید ہے۔ جس دودھ میں صاف اور تازہ کھجوریں ابالی جائیں وہ بچوں اور بڑوں دونوں کے لیے صحت و توانائی بخش مشروب ہے۔

جنسی کمزوری

جنسی کمزوری دور کرنے کے لیے کھجور لاجواب ہے۔ مٹھی بھر کھجوریں بکری کے تازہ دودھ میں رات بھر بھگو رکھنے کے بعد اگلی صبح اسی دودھ میں پھل مسل کر، چٹکی بھر چھوٹی الائچی کا سفوف اور شہد ملا کر استعمال کرنے سے جنسی قوت ملتی ہے۔ اس کے چند دن کے

استعمال سے جنسی طاقت اور دورانیہ بڑھ جاتے ہیں۔ اعضائے تولید کی ناقص کارکردگی سے پیدا ہونے والا بانجھ پن بھی اس سے ختم ہو جاتا ہے۔

بچوں کے امراض

بچوں کے دانت نکلنے کے دنوں میں ایک کھجور اگر بچے کے ہاتھ کے ساتھ باندھ دی جائے اور اسے چوسنے دی جائے تو مسوڑھے سخت ہو جاتے ہیں۔ دانت آسانی سے نکلتے ہیں اور اسہال اور دیگر پیچیدگیاں رونما نہیں ہوتیں۔ کھجور اور شہد کا معجون دانت نکلنے کے دنوں میں بچوں کو دیا جائے تو اسہال اور پیچش سے تحفظ ملتا ہے، یہ دن میں تین بار چٹایا جائے۔

لیموں LEMON

شفا بخش قوت اور طبی استعمال:

بڑا لیموں، ترش پھلوں میں ایک اہم پھل ہے۔ یہ اعلیٰ درجے کی صحت بخش غذا ہے۔

بڑے لیموں کے مختلف حصے یعنی پکے ہوئے پھل کا چھلکا چھلکے میں پایا جانے والا نباتاتی تیل اور پھل کا رس طبی مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

پاؤں جلنا

اگر ہاتھ پاؤں جلتے ہوں تو لیموں کاٹ کر پورے تلوے اور ایڑیوں پر رگڑنا چاہیے۔ اس عمل میں پاؤں کے مساموں سے فاسد مواد خارج ہوتا ہے، پاؤں پہ لیموں ملنے سے پاؤں درد اور کھچاؤ سے محفوظ رہتے ہیں۔

تلی کا بڑھنا

تلی بڑھ جائے تو لیموں ایک اچھا علاج ہے۔ دو لیموں آدھے کاٹ کر تھوڑے سے گرم کریں اور پھر تھوڑا سا نمک لگا کر استعمال کریں تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

زکام

لندن میں ۱۹۳۱ء میں انفلوائنزا کی وبا پھیلی تو اس کا خاتمہ ڈاکٹروں نے نہیں بلکہ بڑے لیموں نے کیا۔ کسی نے بہت ٹھیک کہا ہے کہ: "A lemon a day, keeps the cold away.

شدید زکام میں دو لیموں کا جوس آدھے لیٹر پانی میں ڈال کر ابالیں اور پھر اس میں شہد شامل کر کے رات کو سونے سے پہلے پئیں تو زکام ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ہیضہ

بڑے لیموں میں ہیضہ کے تدارک کے لیے قدرت نے حیران کن اجزا شامل کر رکھے ہیں۔ لیموں کا جوس بہت جلد بہت تھوڑے سے عرصے میں ہیضہ کے جراثیم ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ وبا کے دنوں میں ہیضہ کے خلاف ایک قابل اعتماد حفاظتی دوا ہے۔ ہیضہ کی کیفیت میں لیموں کا جوس نمک یا چینی کے ساتھ بہت موثر علاج ہے۔ کھانے کے ساتھ لیموں کا استعمال ہیضہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

جلد کا نکھار

لیموں کو جواں سال بدن کی رعنائی بحال کرنے کے لیے زبردست صلاحیت حاصل ہے۔ داغدار اور بدنما جلد کو صاف کرنے کے لیے لیموں کا ٹکڑا متاثرہ حصہ پر رگڑا جائے اور لیموں کے رس کو رات بھر جلد میں جذب ہونے دیا جائے تو کچھ دنوں کے عمل سے جلد صاف اور پرکشش ہو جاتی ہے۔ بالوں کو ٹھنڈے پانی میں لیموں کا جوس ملا کر دھونے سے یہ لمبے، گھنے اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ خشک اور کھردری جلد پہ لیموں کا چھلکا رگڑنا چاہیے، اس سے جلد نرم اور ملائم ہو جاتی ہے۔ کھردری کہنیاں بھی لیموں کا قتلہ رگڑنے سے ملائم ہو جاتی ہیں۔

منقہ RAISINS

غذائی صلاحیت

منقہ اپنی اعلیٰ غذائی صلاحیتوں کے سبب بہت قیمتی ہے۔ اس میں کاربوہائیڈریٹس، معدنی اجزا اور حیاتین وافر مقدار میں پائے

جاتے ہیں۔ منقہ کو دودھ کے ساتھ لیا جائے تو بہت قیمتی غذا ثابت ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی غذائی افادیت کو بڑھاتے ہیں۔ کیونکہ دودھ میں پروٹین اور منقہ میں شوگر ہوتی ہے۔ مزید افادیت بڑھانے کے لیے انہیں مونگ پھلی، اخروٹ اور پستے کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

افادیت اور شفا بخش اجزا

منقہ کی غذائی افادیت اس کے شکری اجزا کی بدولت ہے۔ اس میں انگور کی نسبت آٹھ گنا زیادہ شکر ہوتی ہے۔ منقہ میں پائی جانے والی شکر اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے کیونکہ یہ گلوکوز اور حیاتاتی شکر پر مشتمل ہوتی ہے۔ گلوکوز جسم میں فوری توانائی اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ کمزوری اور بیماری کے سبب اضمحلال کی تمام صورتوں میں منقہ عمدہ غذا ہے۔ اینٹھن اور تشنج میں بھی یہ بہت مفید ہے۔

یورپ میں پرانے امراض میں مبتلا لوگ کچھ عرصے کے لیے منقہ پر مشتمل استثنائی غذا سے ہی مدد لیتے ہیں۔ یہ بذاتِ خود ایک علاج ہے اور اس عمل کو نام ہی "منقہ سے علاج" دیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ منقہ کا یہ استعمال ایک ماہ تک جاری رکھنے سے اجابت میں باقاعدگی آجاتی ہے اور صحت بہتر ہوجاتی ہے۔

انیمیا

بدن میں آسانی سے جذب ہوجانے والا آئرن، منقہ میں وافر مقدار میں ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ خون کی کمی اور خون کے سرخ ذرات کے مرض کا بہترین علاج ہے۔

دبلاپن

ایسے دبلے پتلے لوگ جو اپنا وزن بڑھانا چاہتے ہیں ان کے لیے منقہ بہت اچھی غذا ہے۔ انہیں روزانہ منقہ اس طرح استعمال کرنا چاہیے کہ وقفے وقفے سے ۳۰ گرام دانے دن بھر میں کھائے جائیں۔

سبزیوں کے فائدے

سبزیاں اہم محافظ غذا، صحت برقرار رکھنے میں معاون اور امراض سے بچاؤ کا قدرتی ذریعہ ہیں۔ ان میں ایسے قیمتی اجزا ہوتے ہیں جو جسم کی نشوونما اور ٹوٹ پھوٹ کی اصلاح کے لیے بہت ضروری ہوتے ہیں۔

غذائی اہمیت

سبزیاں انسانی جسم میں الکلی یعنی کھار کے ذخائر محفوظ رکھنے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کی اہمیت کا سبب ان میں پائی جانے والی معدنیات اور حیاتین کی وافر مقدار ہے۔ حیاتین یعنی وٹامن اے، بی اور سی کثرت کے ساتھ سبزیوں میں موجود ہوتے ہیں۔ لیکن سبزیوں کو غلط طریقے سے پکانا یا لاپرواہی سے زیادہ عرصے تک سٹور کیے رکھنا ان کی قیمتی اجزا کو ختم کردیتا ہے۔

سبزیوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ یہ جڑوں، تنوں، پتوں، پھلوں اور بیجوں پر مشتمل کسی بھی شکل میں زیرِ استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی ہر قسم اپنے انداز میں غذائیت کا ذریعہ بنتی ہے۔ گودا اور گودے والی جڑیں توانائی بخش غذا ہیں اور ان میں وٹامن بی گروپ بکثرت ہوتا ہے۔ بیجوں کی شکل میں پائی جانے والی سبزیاں کاربوہائیڈریٹس اور پروٹین کے اجزا زیادہ رکھتی ہیں۔ پتوں، تنوں اور پھلوں پر مشتمل سبزیاں معدنی اور حیاتینی اجزا کے علاوہ پانی اور نباتاتی ریشے مہیا کرتی ہیں۔

صرف سبز ترکاری ہی مفید نہیں ہوتی۔ نشاستہ رکھنے والی سبزیاں مثلاً آلو، چقندر وغیرہ اور پھلیاں بھی ضروری غذائی اجزا کے حصول کے لیے بہت موزوں ہیں۔ یہ صرف کاربوہائیڈریٹس مہیا کرتی ہیں بلکہ جسم کے لیے توانائی کا ذریعہ بھی ہیں۔

قدرتی افادیت

سبزیوں کی غذائیت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے جہاں تک ممکن ہو انہیں کچا استعمال کیا جائے۔ بہت سی سبزیاں سلاد کی صورت میں اپنی فطری کچی حالت میں کھائی جاتی ہیں۔ سلاد بنانے کے لیے سب سے اہم بات یہ پیشِ نظر رکھیں کہ اس میں شامل کی جانے والی سبزیاں تازہ، خستہ اور مکمل طور پر خشک ہوں۔ اگر سبزیوں کو پکانا مقصود ہو تو کوشش کریں کہ ان کی غذائی افادیت زیادہ

سے زیادہ مقدار میں محفوظ رہ سکے۔ اس مقصد کے لیے درج ذیل باتیں نظر میں رکھیں:

1۔ سبزیوں کو اچھی طرح دھونے کے بعد بڑے بڑے ٹکڑوں میں کاٹیں۔

2۔ کٹے ہوئے ٹکڑے اس وقت پانی میں ڈالیں جب وہ ابلنے لگے اور اس میں پہلے سے نمک ڈال دیا گیا ہو۔ اس طرح سبزیوں میں موجود وٹامن سی اور بی کمپلیکس کم سے کم ضائع ہوں گے۔

3۔ سبزیاں پکانے کے لیے زیادہ پانی مت استعمال کریں۔ پالک اور دیگر سبز ترکاریاں بغیر پانی کے پکائی جاتی ہیں، ان میں اضافی پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

4۔ سبزیاں پکاتے ہوئے برتن کا ڈھکن کم سے کم ہٹائیں تاکہ بھاپ ضائع نہ ہو اور اسی میں پکائی جا سکیں۔

5۔ جس قدر ممکن ہو سبزیوں کو آگ پر کم سے کم وقت تک رکھیں۔ زیادہ دیر تک مت پکائیں۔ انہیں صرف اتنا ہی پکایا جائے جس میں وہ نرم ہو جائیں اور آسانی سے چبائی جا سکیں۔

6۔ سبزیوں پر مشتمل کھانا گرم گرم ہی استعمال کیا جائے۔

سبزیوں میں موجود غذائی اجزا کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اپنے پانی میں اور دھیمی آنچ پہ پکایا جائے۔ ان کے پانی کو ضائع نہ کیا جائے۔ اگر سبزیوں کو زیادہ پانی میں یا زیادہ دیر تک پکایا جائے تو ان کی غذائی اور طبی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔

کوئی بھی سبزی مت چھیلیں، البتہ اتنی باسی ہونے کی صورت میں چھیلیں کہ ان کا چھلکا سخت اور چبانے کے قابل نہ رہے۔ جڑوں پر مشتمل زیادہ تر سبزیاں اپنے چھلکے میں معدنی اجزا رکھتی ہیں، ان کو چھیلنے سے آپ ان کے معدنی اجزا سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ سبزیوں کی غذائی افادیت اور ذائقہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں زیادہ دیر پانی میں ڈبوئے رکھنے سے بھی گریز کریں۔

سبزیوں کو ایلومینیم کے برتنوں میں ہرگز نہ پکائیں۔ ایلومینیم ایک نرم دھات ہے اور حرارت ملنے پر سبزیوں کے ایسڈز اور الکلائیڈز کو متاثر کرتی ہے۔ سائنسی تحقیق نے یہ بات ثابت کی ہے کہ ایلومینیم کے برتنوں میں کھانے پکانے پر اس کے باریک ذرات کھانے کے ساتھ انسانی معدے میں پہنچ جاتے ہیں اور معدے کی دیواروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ غذائی نالی کی خراش، نظام ہضم میں خرابی اور انتڑیوں کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

اچھی صحت برقرار رکھنے کے لیے ایک فرد کو روزانہ ٢٨٠ گرام سبزیاں ضرور کھانا چاہییں۔ ان میں چالیس فیصد پتوں پہ مشتمل سبزیاں، تیس فیصد جڑوں اور تیس فیصد پھلیوں یعنی بینگن، بھنڈی، توری، کدو وغیرہ پر مشتمل ہونا چاہییں۔

وٹامنز (حیاتین)

بہت سی سبزیاں ایک مادہ کیروٹین رکھتی ہیں جو جسم میں جا کر وٹامن اے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ وٹامن اے معمول کی نشوونما اور قوت حیات کے ساتھ اچھی نظر اور صحت مند جلد کے لیے ضروری ہے۔ مختلف امراض بالخصوص اعضائے تنفس کے امراض سے تحفظ دیتی ہے۔ اس کی کمی سے آنکھوں میں انفیکشن، نظر کی کمزوری، رات کو کچھ دکھائی نہ دینا یا کم روشنی میں کچھ نہ دیکھ سکنے کی شکایت، بار بار زکام کے حملے، بھوک میں کمی اور جلد کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر گہری سبز، زرد اور نارنگی رنگ کی سبزیاں مثلاً گاجر، پپیتا، ٹماٹر اور زرد کدو (میٹھا) کیروٹین کا عمدہ ذریعہ ہوتی ہیں۔

بہت سی پتوں والی سبزیوں مثلاً میتھی، شلغم اور چقندر میں ریبو فلاوین، وٹامن بی کمپلیکس گروپ کا ایک رکن ہوتا ہے۔ یہ وٹامن آنکھوں، جلد، ناخن اور بالوں کی عمومی نشوونما اور صحت کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس کی کمی سے چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ اکزیما ہو جاتا ہے اور خدوخال بے ڈھب ہو جاتے ہیں۔

وٹامن سی متعدد سبزیوں مثلاً آملہ، کریلے اور سہانجنا کے پتوں میں خوب ہوتا ہے۔ عام طور پر تازہ سبزیوں میں خشک سبزیوں کی نسبت وٹامن سی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ وٹامن سی معمول کی نشوونما، بدن کے خلیوں اور بافتوں کے استحکام، جوڑوں، ہڈیوں، دانتوں، مسوڑھوں کے لیے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ انفیکشن سے

تحفظ کے لیے بھی ضروری ہے۔ اس وٹامن کی کمی سے سکروی، دانتوں کے انحطاط، مسوڑھوں سے خون رسنے، خون کی کمی اور وقت سے پہلے بڑھاپے جیسے عارضے لاحق ہوجاتے ہیں۔

معدنی اجزا

کیلشیم، فاسفورس، آئرن، میگنیشیم، تانبا اور پوٹاشیم جیسے جلد جذب ہوجانے والے اجزا سبزیوں میں وافر مقدار میں ہوتے ہیں۔ یہ جسم کی بافتوں میں ہائیڈروجن کے ارتکاز سے پیدا ہونے والی تیزابیت کے توازن کو برقرار رکھتے ہیں۔ وٹامنز، پروٹین، چکنائی اور کاربوہائیڈریٹس کو مکمل طور پر جذب ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ جسم کو فالتو نمکیات اور پانی خارج کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ آلو، مٹر، پالک، مولی، شلغم اور بینگن جیسی پیشاب آور اثرات رکھنے والی سبزیاں سوجن دور کرنے اور دل اور گردے کی تکالیف میں زبردست کردار ادا کرتی ہیں۔

دو اہم ترین معدنی اجزا کیلشیم اور آئرن جو سبزیوں میں پائے جاتے ہیں، وہ زیادہ کارآمد ہیں۔ کیلشیم تو مضبوط ہڈیوں اور دانتوں کے لیے ضروری ہے جبکہ آئرن خون بنانے کے کام آتا ہے۔ آئرن ہیموگلوبن کا لازمی حصہ ہے، ہیموگلوبن جسم کے مختلف حصوں میں آکسیجن پہنچاتے ہیں۔ آئرن اور کیلشیم سبز ترکاریوں مثلاً میتھی، گاجر، چیچنڈا، پیاز، ٹماٹر اور پالک سے خوب حاصل ہوتے ہیں۔

سبزیوں کا جوس

تازہ کچی سبزیوں سے حاصل ہونے والے جوس بہت مفید ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ جسم کے تمام خلیوں اور بافتوں کو ضروری عناصر اور غذائی اینزائمز فراہم کرتے ہیں۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ سبزیوں سے ہمارا جسم ضروری عناصر حاصل کرلیتا ہے۔ لیکن ان کے جوس یہ عناصر اس انداز میں فراہم کرتے ہیں کہ یہ آسانی سے ہضم اور جذب ہوجاتے ہیں۔ وٹامن اور معدنی اجزا کی کمی جوس پینے سے اتنی تیزی سے پوری ہوتی ہے کہ سبزیاں کھانے سے نہیں ہوسکتی۔

عملی طور پر تمام سبزیاں خوش ذائقہ جوس مہیا کرتی ہیں لیکن کچھ جوس تلخ ذائقہ رکھتے ہیں۔ سبزیوں کے جوسز کو بنیادی طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم سبزیوں کے پھلوں سے حاصل ہونے والے جوسز پر مشتمل ہے، جس میں ٹماٹر اور کھیرا وغیرہ شامل ہے۔ دوسری قسم سبز پتوں کی ہے جس میں بند گوبھی، پالک، ساگ، سلاد شامل ہے۔ تیسری قسم میں جڑوں والی سبزیوں کے جوس ہیں، اس میں چقندر، گاجر، پیوزہ، آلو اور مولی شامل ہے۔

مناسب طریقہ تو یہی ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی سبزی کا جوس استعمال کریں لیکن اگر ایک سے زیادہ جوس ملا کر پینا چاہیں تو ایک وقت میں تین سے زیادہ جوس کبھی نہ استعمال کیے جائیں۔ مشترکہ جوس کے لیے حکما کے نزدیک بہترین اصول یہ ہے کہ پھلوں کے جوس میں پتوں والی سبزیوں کے جوس ملا کر استعمال کیے جائیں، ان میں جڑوں والی سبزیوں کا جوس نہ ملایا جائے۔ بیک وقت تین اقسام کے جوس ملا کر پینا مفید نہیں ہے۔ پتوں والی سبزیوں کے جوس کو البتہ جڑوں پر مشتمل سبزیوں کے جوس میں ملایا جاسکتا ہے۔

سبزیوں کے جوس تھکے ہوئے اعصاب کو پرسکون کرتے ہیں۔ فاسد مادوں کو بدن سے خارج کرتے ہیں اور جمع شدہ فضلوں کے اخراج میں مدد دیتے ہیں۔ سبزیوں کے جوس پینے کا بہترین وقت کھانوں کے کم از کم نصف گھنٹہ بعد کا وقت ہے۔ انہیں پھلوں کے جوسز کی طرح کھانے سے پہلے یا کھانے کے ساتھ استعمال کرنا موزوں نہیں ہے۔ بہت سے عام امراض کچی سبزیوں کے جوس استعمال کرنے پر مثبت ردعمل دکھاتے ہیں۔

شفا بخش صلاحیت

سبزیوں میں بہت سے طبی اور شفا بخش اجزا ہوتے ہیں۔ سبزیوں کی دنیا میں مسہل، مسکن، مقوی، خواب آور اور ہاضم تاثیر رکھنے والی ترکاریاں پائی جاتی ہیں۔ پیاز، مولی اور اجوائن کے پتے مقوی اثرات رکھتے ہیں اور اعصاب کے لیے بہت مفید ہیں۔

کچھ سبزیاں تو متعدد امراض کے علاج میں کارگر رہتی ہیں۔ گاجر خون کے لیے بہت اچھی ہے۔ اجوائن کے سفید رس بھرے ڈنٹھل جوڑوں کے درد اور اعصابی خلل سے لاحق ہونے والی بدہضمی

کا اچھا علاج ہیں۔ پالک کی ایک پلیٹ گردے کی تکلیف میں شفا بخش ہوتی ہے۔ سلاد یا ساگ بے خوابی کے علاج کے لیے اعتماد کے ساتھ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ کھانسی، زکام، انفلوئنزا، قبض، سکروی اور ہائیڈروفوبیا (پانی سے خوف آنا) کے امراض میں زبردست مفید ہے۔ بدہضمی، ریاح اور جگر کی سستی دور کرنے کے لیے میتھی کے پتے کارآمد ہیں۔ لہسن دل کے امراض، بلڈ پریشر، شوگر اور حرام مغز کی جھلی کی سوزش (ایک خطرناک کیفیت) میں کامیابی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہسن کا استعمال خون میں کولیسٹرول کی مقدار بھی کم کرتا ہے اور خون کو گاڑھا ہونے سے بھی روکتا ہے۔

معدے اور انتڑیوں کے امراض

سبزیوں میں پائے جانے والے ریشے انتڑیوں کو میکانکی انداز میں پھیلاتے ہیں۔ ان میں اضافی پانی اور پروٹین لاتے ہیں اور اجابت آسان بناتے ہیں۔ یہ معمولی قبض دور کرنے میں اور تمام تر انتڑیوں کو نقصان دہ کیڑوں سے پاک کرتے ہیں۔ غذوی مادے کی صورت میں ریشے کولیسٹرول کے خاتمے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ چقندر، گوبھی، گاجر، کھیرا، سبز مٹر اور پھلیاں اس غرض کے لیے بہت مفید ہیں۔ یہ سبزیاں دل کی تاجی شریانوں کی بندش ہائی، بلڈ پریشر اور قبض کے لیے بھی نافع ہیں۔ انتڑیوں میں سوزش ہو تو کم ریشے رکھنے والی سبزیاں یعنی ٹماٹر، سلاد، آلو اور سبزیوں کے جوس استعمال کیے جاتے ہیں۔

بینگن، مولی، کدو اور چقندر میں پایا جانے والا پیکٹن پانی جذب کرتا ہے۔ کئی قسم کی بیکٹیریا ہلاک کرتا ہے اور جسم سے فاسد مادے خارج کرتا ہے۔ لہسن، پیاز، مولی، پودینہ وغیرہ پیکٹن بھی رکھتے ہیں اور جراثیم بھی ہلاک کرتے ہیں۔

خون کے امراض

سبزیاں ایسے عنصر بھی مہیا کرتی ہیں جو انسانی جسم کی درست کارکردگی کے لیے ضروری ہوتی ہیں، مثلاً آیوڈین، تھائی رائیڈ ہارمون کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ یہ ہارمون ذہنی اور جسمانی کارکردگی کو بہت حد تک باقاعدہ بناتا ہے۔ کوبالٹ خون کے ذرات (خلیے) کی مقدار بڑھاتا ہے۔ زنک معمول کی جسمانی نشوونما کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

ادرک GINGER

قدرتی فائدے اور شفا بخش اجزا

ہندوستان میں ویدک دور سے ادرک کو ایک دوا کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسے "مہا آوشدی" کہتے ہیں اس کا مطلب ہے عظیم دوا۔ قدیم معالجین اسے ہاضم اور دافع سوزش دوا کی حیثیت سے استعمال میں لاتے تھے۔ یونانی معالج گیلن نے جسم میں بلغمی عدم توازن کے سبب لاحق ہونے والے فالج کے علاج کے لیے مریضوں کو تجویز کرتا تھا۔ بوعلی سینا اسے مقوی باہ قرار دیتا تھا۔ ایک اور یونانی طبیب ڈیوسوز نے اسے صدیوں پہلے گنٹھیا کے علاج میں استعمال کیا تھا۔

کھانسی اور زکام

ادرک کھانسی اور زکام میں عمدہ علاج ہے۔ ادرک کا جوس شہد کے ساتھ دن میں تین یا چار بار پینا کھانسی میں افاقہ دیتا ہے۔ زکام کی حالت میں ادرک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ایک کپ پانی میں ابال لیا جائے۔ اسے چھان لیں اور ایک چائے کا چمچ چینی ملا لی جائے۔ یہ جوشاندہ گرم گرم پینے سے زکام کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ ادرک کی چائے بنانے کے لیے ابلتے ہوئے پانی میں چائے کی پتی ڈالنے سے پہلے ادرک کے چند ٹکڑے ڈال کر جوش دے لیں۔ یہ چائے زکام اور سردی سے لاحق ہونے والے بخار کا موثر علاج ہے۔

سانس کی بیماریاں

تازہ ادرک کا جوس ایک چائے کا چمچ ایک کپ میتھی کے جوشاندے میں ملا کر ذائقہ بہتر بنانے کے لیے شہد شامل کر کے پینا پسینہ بڑھانے اور بخار کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ مشروب، پرانی کھانسی، دمہ، کالی کھانسی اور پھیپھڑوں کے تپ دق میں بلغم خارج کرتا ہے۔

حیض کی بے قاعدگیاں

حیض کی بے قاعدگیاں دور کرنے کے لیے بھی ادرک اعلیٰ چیز ہے۔ تازہ ادرک کا ایک ٹکڑا کوٹ کر ایک کپ پانی میں چند منٹ تک ابالیں۔ اس جوشاندے کو چینی ڈال کر میٹھا کر لیں اور کھانے کے بعد دن میں تین بار پئیں تو سرد ہوا لگنے یا ٹھنڈے پانی سے نہانے کی وجہ سے حیض کی بندش اور تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

آلو POTATO

قدرتی فوائد اور طبی استعمال

آلو میں متعدد طبی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ تمام غذاؤں میں سب سے زیادہ الکلی کے اثرت رکھنے والی غذا ہے اس لیے یہ بدن میں الکلی کے ذخائر برقرار رکھنے اور اضافی تیزابیت کے خلاف تریاق کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ یورک ایسڈ اور چونے کو تحلیل کر کے خارج کرتا ہے۔ یہ انتڑیوں میں غذائی مرحلے تخمیر (انزائمز کے ذریعے مرکب مادوں کا الگ الگ ہونا) کی معاونت اور اعضائے ہضم میں موافق بکٹیریا کی نشوونما کرتا ہے۔

موٹے لوگوں کو آلو سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ موٹاپا لانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے جنسی امراض میں مبتلا لوگوں کو بھی اسے اپنی غذا سے خارج کر دینا چاہیے۔

نظام ہضم کی خرابیاں

کچے آلو کا جوس معدے اور انتڑیوں کی بے قاعدگیوں میں بہت مفید ہے۔ معدے کے السر کا علاج سرخ آلو کے جوس سے کیا جاتا ہے۔

جلد کے داغ دھبے

کچے آلو کا جوس جلد کے داغ دھبے دور کرنے میں بھی آزمودہ دوا ہے۔ اس کی مصفی تاثیر پوٹاشیم، سلفر، فاسفورس اور کلورین کی وجہ سے ہے۔ لیکن یہ اجزا اسی وقت تک موثر رہتے ہیں جب تک آلو کچی حالت میں رہتا ہے۔ آگ پہ پکانے کی صورت میں یہ نامیاتی جوہر غیر نامیاتی جوہروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ان کی افادیت بہت کم رہ جاتی ہے۔

کچے اور کچلے ہوئے آلو کا رس دار گودا بھی پلٹس بنا کر جلد پر لگائیں تو جھریاں اور بڑی عمر کے سبب پڑنے والے داغ دھبے صاف ہو جاتے ہیں۔ آلو کو جسم کے ان حصوں اور چہرے پر سونے سے پہلے رگڑنا چاہیے جہاں جھریاں پڑ رہی ہوں، یہ جھریاں ختم کرنے اور جلد کے داغ دھبے دور کرنے کے ساتھ ساتھ جلد کو نکھارتا بھی ہے۔

بندگوبھی CABBAGE

شفا بخش اجزا اور طبی استعمال

بندگوبھی میں انسانی بدن کو صاف کرنے اور موٹاپا دور کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس کے انتہائی قیمتی اجزا میں سلفر اور کلورین سرفہرست ہیں، آیوڈین بھی بڑے تناسب کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ سلفر اور کلورین کا امتزاج معدے اور انتڑیوں کی تنگی بافتوں کو صاف کرنے کا سبب بنتا ہے۔ لیکن یہ صرف اس وقت اثر انداز ہوتا ہے جب بندگوبھی کو کچی حالت میں نمک کے بغیر کھایا جائے۔

بندگوبھی یا اس کا جوس کبھی بھی غذا کا بڑا حصہ مت بنایئے۔ اسے ہمیشہ دیگر غذاؤں کے ساتھ نسبتاً کم مقدار میں استعمال کریں۔ اس کا اضافی استعمال تھائی رائیڈ کے مرض یعنی گلہڑ کا سبب بن جاتا ہے۔

قبض

انہضام کے عمل کے بعد بندگوبھی کا مواد انتڑیوں میں جو پہنچتا ہے جو جذب نہیں ہوتا اور انتڑیوں کو اجابت کے لیے متحرک کر دیتا ہے۔ چنانچہ کچی بندگوبھی کا استعمال قبض دور کرنے میں خوب معاون ہے۔

معدے کا السر

چھوٹی آنت کے السر کے علاج کے لیے بندگوبھی کا جوس پیا جائے تو معجزاتی اثرات سامنے آتے ہیں۔ سٹین فورڈ یونی ورسٹی کے

ڈاکٹر گارنٹ چسنے کا دعویٰ ہے کہ اس نے متعدد مریضوں کے معدے کا السر بند گوبھی کے جوس سے مندمل کیا ہے۔ اس جوس میں موجود اینٹی السر جزو یعنی وٹامن یو مذکورہ شافی عمل کا ذریعہ بنتا ہے۔ اگر بند گوبھی کو پکایا جائے تو یہ وٹامن ضائع ہو جاتا ہے۔ السر کے علاج کے لیے ۹۰ سے ۱۸۰ گرام بند گوبھی کا جوس روزانہ تین دفعہ تینوں کھانوں کے بعد پینا چاہیے۔ اگر آپ کے پاس جوسر یا بلینڈر نہ ہو تو کچی بند گوبھی دن میں چار پانچ بار چبا کر کھالی جائے۔

وقت سے پہلے بڑھاپا

بند گوبھی میں ایسے اجزا پائے جاتے ہیں جو انسانی بدن کو انحطاط سے بچاتے ہیں اور وقت سے پہلے بڑھاپے کی آمد کو روک دیتے ہیں۔ بڑی عمر کے لوگوں کے لیے یہ سبزی نہایت مفید ہے۔ اس میں پائے جانے والے طبی اجزا خون کی نالیوں کی دیواروں پہ بننے والے اجتماعات کی تشکیل روکتے ہیں اور تلی میں پیدا ہونے والی پتھریوں کو تحلیل کرتے ہیں۔ بند گوبھی میں پائی جانے والی وٹامن سی اور پی خون کی نالیوں کو صحت مند بناتی ہیں۔

پالک SPINACH

قدرتی فوائد اور شفا بخش صلاحیت

پالک کے پتے ملطف (خراش کم کر کے سکون دینا)، مفرح (بخار کی شدت کم کرنا اور پیاس بجھانا)، پیشاب آور اور دودھ بڑھاتے ہیں۔

انیمیا

پالک، اعلیٰ درجہ کے آئرن کے حصول کا زبردست ذریعہ ہے۔ یہ بدن میں جذب ہو کر ہیموگلوبن کی تشکیل کرتا ہے اور خون کے سرخ ذرات بننے لگتے ہیں۔ پالک خون بنانے کے لیے بہت کارآمد ہے چنانچہ انیمیا کا بہترین علاج ہے۔

ایام حمل اور بچوں کو دودھ پلانا

پالک میں چونکہ فولک ایسڈ ہوتا ہے اس لیے حمل اور زچگی کے بعد بچوں کو دودھ پلانے کے دنوں میں خواتین کے لیے پالک کا استعمال انتہائی مفید رہتا ہے۔ حمل کے دنوں میں کچھ عورتیں فولک ایسڈ کی کمی کے سبب انیمیا کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پالک میں اس کی موجودگی انہیں صحت مند رکھنے کے ساتھ ساتھ رحم میں پرورش پانے والے بچے کی نشوونما میں بھی مدد دیتی ہے۔ چنانچہ حاملہ خواتین کو پالک کا استعمال باقاعدگی سے کرتے رہنا چاہیے۔ اس کا اضافی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسقاط حمل کا خطرہ نہیں رہتا اور حادثاتی اخراج خون سے تحفظ میسر رہتا ہے۔ پالک کے استعمال سے حاملہ خواتین تھکاوٹ، سانس چڑھ جانے، وزن کی کمی اور اسہال سے بھی محفوظ رہتی ہیں۔ بچوں کو اپنا دودھ پلانے والی خواتین کے لیے بھی پالک بہت اچھی غذا ہے۔ یہ ان کے دودھ کا معیار اور مقدار بہتر بنا دیتی ہے۔

پودینہ MINT

قدرتی فائدے اور شفا بخش استعمال

پودینہ ہاضم اور مقوی معدہ ہے۔ یہ دافع ریاح و تبخیر، محرک اور اشتہا انگیز ہے۔ معدے کی اینٹھن کو دور کرتا ہے اور معدے سے متعلق دیگر متعدد امراض کی اصلاح میں مدد دیتا ہے۔ یہ جگر کے لیے بہت مفید ہے اور گردے اور مثانے کی پتھریوں کو تحلیل کرتا ہے۔

منہ کی بیماریاں

پودینے کے تازہ پتے روزانہ چبا کر کھانے سے منہ، گلے اور دانتوں کے امراض سے تحفظ ملتا ہے کیونکہ پودینہ جراثیم کش اجزا رکھتا ہے۔ پودینے میں موجود کلوروفل اور جراثیم کش اجزا مل کر منہ سے ناگوار بو کا خاتمہ بھی کرتے ہیں۔ یہ دانتوں کے انحطاط، پائیوریا، مسوڑھوں کی خرابی اور دانتوں کا وقت سے پہلے گرنا روکتا ہے۔ پودینہ منہ کو تازہ اور ذائقے کی حس کو بہتر بناتا ہے۔

برتھ کنٹرول

آیورویدک میں خشک پودینے کا سفوف برتھ کنٹرول کے لیے بے ضرر دوا ہے۔ اگر کوئی خاتون مباشرت سے کچھ دیر پہلے دس گرام یہ سفوف کھالے تو استقرار حمل کا خطرہ نہیں رہتا۔ پودینے کو ہمیشہ

سائے میں خشک کرنا چاہیے اس کے بعد سفوف بنا کر کسی بوتل میں محفوظ کر لیں۔

پیاز ONION

قدرتی فوائد اور شفا بخش اجزا

پیاز اپنی جس افادیت کی بدولت زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ علاج بالغذا کی حیثیت سے اس کا استعمال نہ معلوم زمانوں سے جاری ہے۔ قدیم مصری طبیب متعدد امراض میں اسے تجویز کرتے رہے ہیں۔ پہلی صدی عیسوی میں ڈائیوسکارڈیز نے اس سے متعدد طبی خوبیاں منسوب کی ہیں۔ یہ محرک، پیشاب آور، دافع بلغم اور قاطع بخار ہے۔

سانس کی بیماریاں

پیاز میں بلغم خارج کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ یہ بلغم کو تحلیل کر کے خارج ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے مزید اجتماع کو بھی روکتا ہے۔ اس کے لیے یہ صدیوں سے مجرب علاج ہے۔ زکام، کھانسی، برونکائٹس اور انفلوائنزا میں اسے کامیابی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ پیاز کے عرق (جوس) اور شہد کی مساوی مقدار ملا کر روزانہ تین یا چار چائے کے چمچے ان امراض میں لیے جاتے ہیں۔ سردیوں میں زکام سے محفوظ رہنے کا یہ یقینی نسخہ ہے۔

دانتوں کے امراض

روس میں ڈاکٹروں کی حالیہ تحقیق نے پیاز میں جراثیم کش اور دافع بکٹیریا صلاحیت کی مزید تصدیق کی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق اگر کوئی شخص روزانہ ایک پیاز اچھی طرح چبا کر کھائے تو وہ دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ روسی ڈاکٹر بی پی ٹوکن، جس نے اس تحقیق کی نگرانی کی، دعویٰ کرتا ہے کہ تین منٹ تک کچا پیاز چبانے سے منہ کے تمام جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ کچھ مریضوں کو پیاز کا چھوٹا سا ٹکڑا درد کرتے ہوئے دانت پر رکھنے سے سکون مل جاتا ہے۔

پیشاب کی تکالیف

پیشاب کے نظام میں پیدا ہونے والی متعدد بے قاعدگیوں اور تکالیف کو پیاز انتہائی خوبی سے دور کرتا ہے۔ پیشاب میں جلن کا احساس ہو تو چھ گرام پیاز ۵۰۰ ملی لٹر پانی میں ابال لیں، اب اسے چھان کر ٹھنڈا ہونے دیں۔ یہ مشروب پیشاب کی جلن دور کرتا ہے۔

ٹماٹر TOMATO

قدرتی فوائد اور شفا بخش صلاحیت

علم الادویہ میں ٹماٹر ایک طاقت ور مصلح قرار دیا جاتا ہے۔ یہ مرض کے اثرات دور کرتا اور جسم کے قدرتی راستے کھولتا ہے۔ یہ گردوں کے لیے قدرتی محرک ہے جو انتہائی نرمی سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے استعمال سے گردوں سے زہریلا پن دور ہو جاتا ہے جو مختلف امراض کا سبب بنتا ہے اور ہمارے جسم کے نظام کو آلودہ کرتا ہے۔ پودے پر اچھی طرح پکے ہوئے پھل کو ہی استعمال میں لانا چاہیے۔ اس کے پکنے کے عمل کے ساتھ ساتھ اس میں وٹامن سی کی مقدار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ پیے جانے والے جوسز میں ٹماٹر کے جوس کو پہلا مقام حاصل ہے۔ تازہ ٹماٹر کا جوس انتہائی مفید اور الکلائن کی تاثیر بخشنے والا مشروب ہے۔ ٹماٹر کا بیرونی استعمال کاسمیٹکس کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اس کا گودا چہرے پر بے تکلفی سے مل کر آدھ گھنٹے کے بعد گرم پانی سے دھوئیں تو کچھ دنوں کے استعمال کے بعد رنگت نکھر جاتی ہے اور بدوضع کیل مہاسے تیزی سے تحلیل ہو جاتے ہیں۔

ذیابیطس

اپنے جسم کا وزن کم کرنے کے خواہش مند خواتین و حضرات اور شوگر کے مریضوں کے لیے ٹماٹر بہت اچھی غذا ہے کیونکہ اس میں کاربوہائیڈریٹس بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اطبا کا کہنا ہے کہ شوگر کے مریضوں کے پیشاب میں شوگر کنٹرول کرنے کے لیے ٹماٹر بہت موثر علاج بالغذا ہے۔

موٹاپا

فربہی یا موٹاپے کے علاج کے لیے ٹماٹر بہت عمدہ چیز ہے۔ ایک یا دو پکے ہوئے ٹماٹر کچی حالت میں صبح سویرے کھانے کے

بعد ناشتہ کریں تو دو ماہ کے اندر وزن کم ہو جاتا ہے۔ یہ انتہائی محفوظ طریقہ ہے کیونکہ وزن کم کرنے کے ساتھ ساتھ جسم کو ضروری غذائی اجزا مہیا کرتا ہے جس سے صحت برقرار رہتی ہے۔

چقندر BEET ROOT

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

چقندر میں زبردست طبی افادیت پائی جاتی ہے۔ اس کے اجزا گردوں اور پتے کو صاف کرتے ہیں۔ اس میں الکلائن رکھنے والے عناصر یعنی پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم اور آئرن پائے جاتے ہیں جو تیزابیت کا مقابلہ کرتے ہیں اور بدن سے فاسد مادوں کے اخراج میں مدد دیتے ہیں۔

انیمیا

جرمنی کے ماہرین کے مطابق سرخ چقندر کا جوس جسم کی قوت مدافعت کو تقویت دیتا ہے اور انیمیا کا عمدہ علاج ثابت ہوا ہے۔ بچوں اور نوخیز لڑکے اور لڑکیوں کے علاج میں جہاں دیگر علاج ناکام ثابت ہو جاتے ہیں وہاں چقندر موثر اور کامیاب رہتا ہے۔

قبض اور بواسیر

چقندر کے خلوی مادے انتڑیوں میں تحریک پیدا کر کے پاخانے کا اخراج سہل بناتے ہیں۔ چنانچہ اس کا باقاعدہ استعمال قبض سے محفوظ رکھتا ہے۔ چقندر کا جوشاندہ پرانے قبض میں بہت مفید ہے، بواسیر کا خاتمہ کرتا ہے۔ روزانہ رات کو اس کا ایک گلاس پینا نافع رہتا ہے۔

گردوں اور پتے کی بیماریاں

چقندر کا جوس گاجر اور کھیرے کے جوس کے ساتھ مل کر ایک اعلیٰ درجے کا مشروب بن جاتا ہے جو گردوں اور پتے کی صفائی کرتا ہے۔ ان دونوں اعضا سے متعلق تمام بیماریوں میں چقندر بہت مفید ہے۔

سہنجانا DRUM STICK

شفا بخش اجزا اور طبی استعمال

سہنجانا کے پودے کے تمام حصوں میں قدرت نے شفا بخش صلاحیت رکھی ہے۔ پتے خاص طور پر بہت سی بیماریوں کے علاج میں کارآمد ہیں کیونکہ ان میں متعدد طبی خواص اور آئرن کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ انہیں دوا کے علاوہ غذا کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

بچوں کے لیے ٹانک

سہنجانا کے پتے شیر خواروں اور چھوٹے بچوں کے لیے ٹانک کا اثر رکھتے ہیں۔ بہتر نتائج کے لیے پتوں سے جوس نکال کر اسے چھان لیا جائے اور پھر اس میں دودھ اور چینی شامل کر لی جائے تو یہ مشروب ہڈیوں کو مضبوط اور صحت مند بنانے کے لیے ایک عمدہ ٹانک کے علاوہ خون کو صاف کرنے کا عمل بھی موثر انداز سے انجام دیتا ہے۔

سانس کی بیماریاں

سہنجانا کے پتوں کا شوربہ سانس کی بیماریوں میں پینا نہایت اعلیٰ علاج ہے۔ ان بیماریوں میں دمہ، پرانی کھانسی اور تپ دق شامل ہے۔ شوربہ تیار کرنے کے لیے ۱۸۰ ملی لٹر پانی میں مٹھی بھر پتے ڈال کر انہیں پانچ منٹ تک ابالنے کے بعد ٹھنڈا ہونے پر تھوڑا سا نمک، کالی مرچ اور لیموں کا رس شامل کر لیں۔

معاونِ حسن

سہنجانا کے پتوں کا تازہ جوس اور لیموں کا رس ملا کر چہرے پر روزانہ لگانے سے کچھ دنوں میں چہرہ تر و تازہ ہو جاتا ہے اور کیل مہاسے اور چھائیاں ختم ہو جاتے ہیں۔

کدو BOTTLE GOURD

قدرتی فوائد اور شفا بخش اجزا

پکایا ہوا کدو مسکن، پیشاب آور، سرد مزاج اور دافع صفرا ہے۔

اس کو کھانے کے بعد آسودگی کا احساس ملتا ہے لیکن کچا کدو کبھی نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ معدے اور آنتوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

کریلا BITTERGOURD

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

کریلا اعلیٰ قسم کی طبی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ یہ دافع زہر، دافع بخار، اشتہا انگیز، مقوی معدہ، دافع صفرا اور مسہل ہے۔ افریقہ اور ایشیا میں اسے مقامی طریق علاج میں دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ذیابیطس

کریلا ذیابیطس کے لیے دیسی علاج ہے۔ حالیہ طبی تحقیق کے مطابق اس میں انسولین سے مشابہہ ایک مادہ پایا جاتا ہے۔ اسے نباتاتی انسولین کا نام دیا گیا ہے۔ یہ مادہ خون اور پیشاب میں شوگر کی مقدار کم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبیب شوگر کے مریضوں کو باقاعدگی سے کریلے کا استعمال غذا کے طور پر کرنے کے لیے مشورہ دیتے ہیں۔ زیادہ بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے ذیابیطس (شوگر) کے مریضوں کو چار پانچ کریلوں کا پانی روزانہ صبح نہار منہ پینا چاہیے۔ کریلوں کے بیج سفوف بنا کر غذا میں شامل کرنا بھی بہتر ہے۔ شوگر کے مریض کریلوں کو ابال کر اس کا پانی (جوشاندہ) پئیں یا اس کا سفوف استعمال کریں تو شفایاب رہتے ہیں۔

کھیرا CUCUMBER

قدرتی فائدے اور شفا بخش اجزا

کھیرے میں کھار بنانے والے معدنی اجزا ۶۴.۵ فیصد اور تیزاب بنانے والے اجزا ۳۵.۵ فیصد ہوتے ہیں۔ یہی تناسب کھیرے کو شفا بخش غذا بناتے ہیں۔ معدنی اجزا کا یہی تناسب اسے خون کی تیزابیت دور کرنے کے قابل بناتا ہے۔ یہ سبزی قدرتی طور پر پیشاب آور ہے چنانچہ رطوبتوں میں اضافے اور پیشاب کی مقدار بڑھانے میں معاونت کرتی ہے۔ اسے ہمیشہ کچی حالت میں کھانا چاہیے۔ کیونکہ پکانے پر اس کی پوٹاشیم اور فاسفورس ضائع ہو جاتے ہیں۔

معدے کے امراض

کھیرے کا جوس، معدے کی تیزابیت، تبخیر اور بڑی آنت کے السر کے علاج کے لیے قیمتی غذائی علاج ہے۔ ان امراض میں چار سے چھ اونس جوس ہر دو گھنٹے کے بعد استعمال کرنا چاہیے۔ تازہ کھیروں سے جوس حاصل کرنا بہت آسان ہوتا ہے کیونکہ ان میں ۹۶ فیصد پانی پایا جاتا ہے۔ معدے میں جلن کا احساس ہو تو اس کا جوس فوراً تسکین دیتا ہے۔

حسن و زیبائش

کٹا ہوا کھیرا پندرہ سے بیس منٹ تک چہرے، آنکھوں اور گردن پر لگانے سے نسوانی حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ جلد اور چہرے کے لیے بہترین ٹانک ہے۔ اس کا باقاعدہ استعمال کیل، مہاسوں، چھائیوں اور چہرے کی خشکی سے نجات دیتا ہے۔ کھیرے کے جوس میں چونکہ سلفر اور سلیکون ہوتا ہے اس لیے یہ بالوں کی نشوونما کے لیے پینا اچھی عادت ہے۔ اس میں گاجر، سلاد اور پالک کے جوس ملا لیے جائیں تو زیادہ فائدہ دیتا ہے۔

گاجر CARROT

قدرتی فائدے اور شفا بخش اجزا

گاجر میں کھاری اجزا بہت زیادہ ہوتے ہیں جو خون کو صاف اور قوی بناتے ہیں۔ یہ پورے جسم کی نشوونما کرتی ہے اور بدن میں تیزابیت اور کھار کا توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

گاجر کے جوس کو "کرشماتی مشروب" کہا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف بچوں کے لیے صحت بخش مشروب ہے بلکہ بڑوں کو بھی بہت فائدہ دیتا ہے۔ یہ آنکھوں کو توانائی دیتا ہے۔ جسم کے خلاؤں میں پائی جانے والی نسیجوں کو صحت مند رکھتا ہے اور جلد کو تازگی بخشتا ہے۔

گاجر کا جوس حمل کے ابتدائی عرصے میں عورتوں کے لیے مفید نہیں، کیونکہ یہ پیشاب کی نالیوں کی دیواروں میں زہریلا پن پیدا کرتا ہے جس سے اسقاط کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

ہاضمے کی خرابیاں

گاجر چبا کر کھانے سے لعاب دہن میں اضافہ ہوتا ہے اور ہاضمے کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ معدے کو ضروری اینزائمز، معدنی اجزا اور وٹامنز مہیا کرتی ہے۔ گاجر کا باقاعدہ استعمال معدے کے السر کو روکتا ہے اور ہاضمے کی دیگر بیماریاں لاحق نہیں ہونے دیتا۔ گاجر کا جوس انتڑیوں کے قولنج، بڑی آنت کی سوزش، اپنڈیسائٹس، السر اور بدہضمی میں موثر علاج ہے۔

اسہال

گاجر کا جوس اسہال کے مرض میں ایک عمدہ قدرتی علاج ثابت ہوتا ہے یہ پانی کی کمی دور کرتا ہے۔ نمکیات (سوڈیم، پوٹاشیم، فاسفورس، کیلشیم، سلفر اور میگنیشیم) کا نقصان پورا کرتا ہے۔ گاجر کا جوس پیکٹن مہیا کر کے آنتوں کو سوزش سے تحفظ دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے بکٹیریا کی نشوونما رک جاتی ہے اور قے بند ہو جاتی ہے۔ بچوں کے لیے تو یہ بہت مفید ہے۔ آدھا کلو گاجر کو ۱۵۰ ملی لٹر پانی میں اتنا ابالیں کہ یہ نرم ہو جائیں۔ پانی کو نتھار لیں اور آدھا کھانے کا چمچہ نمک ڈال کر یہ مشروب ہر آدھے گھنٹے بعد مریض کو دیں۔ چوبیس گھنٹے میں بہتری کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔

پیٹ کے کیڑے

گاجر ہر قسم کے طفیلیوں (جراثیم، بکٹیریا وغیرہ) کی دشمن ہے۔ چنانچہ بچوں کے پیٹ سے کیڑے خارج کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔ ایک چھوٹا کپ کدوکش کی ہوئی گاجر صبح کے وقت کھانا (اس کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ شامل کیا جائے تو) پیٹ کے کیڑے تیزی سے خارج ہو جاتے ہیں۔

لہسن GARLIC

طبی استعمال و فوائد

نباتاتی علاج میں لہسن صدیوں سے دمہ، بہرے پن، جذام، پھیپھڑوں میں بلغم کا اجتماع، شریانوں کا سخت ہو کر سکڑ جانا، بخار، پیٹ کے کیڑے اور جگر اور پتے کے امراض میں زیر استعمال ہے۔

قدیم آیورویدک طبیبوں کے مطابق لہسن دل کے لیے بہترین، بالوں کے لیے مفید، معدے کے لیے اکسیر، قوت بخش غذا اور جذام، بواسیر، پیٹ کے کیڑوں، بلغمی امراض، دمہ اور کھانسی کے لیے موثر دوا ہے۔

لہسن کو شباب آور بھی کہتے ہیں۔ یہ خون سے فاسد مادوں کو خارج کر کے اسے نئی حرارت دیتا ہے۔ خون کی گردش کو فعال بناتا ہے اور انتڑیوں کے فعل کو معمول پر لاتا ہے۔ لہسن کا جوس یا چائے انسانی جسم پر مفید اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس کے جوس میں موجود ایتھر اس قدر طاقتور اور جذب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ پھیپھڑوں اور سانس کی نالیوں میں جمع شدہ بلغمی مواد کو تحلیل کر کے بدن سے خارج کر دیتا ہے۔ یہ جسم کے دیگر فاسد مادوں کو جلد کے مساموں کے ذریعے خارج کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔

سینے کے امراض

لہسن سینے کے متعدد امراض کے علاج میں انتہائی موثر ثابت ہوا ہے۔ پھیپھڑوں کے گینگرین میں یہ سانس کی ناگوار بو کو کم کرتا ہے۔ امریکی محققین نے بھی پھیپھڑوں کی دق میں لہسن کے استعمال کو سودمند قرار دیا ہے۔

آیورویدک میں لہسن کو دودھ میں ابال کر بنایا جانے والا جوشاندہ تپ دق میں ایک حیرت انگیز دوا ہے۔ لہسن کے ایک بلب کو ۲۴۰ ملی لٹر دودھ اور ایک لٹر پانی میں اتنا ابالا جائے کہ یہ سیال ایک چوتھائی رہ جائے۔ اسے دن میں تین مرتبہ پینا چاہیے۔

دمہ

لہسن کی تین تریاں دودھ میں ابال کر روزانہ رات کو پینا، دمے کے مرض میں شاندار نتائج دیتا ہے۔

ہائی بلڈ پریشر

لہسن ہائی بلڈ پریشر کو کم کرنے کے لیے ایک موثر علاج ہے۔ چونکہ یہ چھوٹی شریانوں کی اینٹھن کم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے دباؤ اور تناؤ میں کمی آجاتی ہے۔ یہ نبض کو بھی سست کرتا ہے اور دل کی دھڑکن کو اعتدال پر لاتا ہے۔ ان خوبیوں کے

علاوہ یہ سر چکرانے، سانس میں کمی اور اعضائے ہضم میں تبخیر کا بھی خاتمہ کرتا ہے۔ آج کل چونکہ لہسن کے کیپسول آسانی سے بازار سے دستیاب ہیں اس لیے روزانہ دو یا تین کیپسول بلڈ پریشر معمول پہ لانے کے لیے کھائے جاسکتے ہیں۔

یونی ورسٹی آف جنیوا کے ڈاکٹر ایف جی پیاٹرووسکی نے شدید قسم کے ہائی بلڈ پریشر کے ایک سو مریضوں کو لہسن استعمال کرایا۔ ان میں سے ۴۰ مریضوں کا بلڈ پریشر ایک ہفتے میں قابل ذکر حد تک کم ہوگیا۔ ڈاکٹر پیاٹرووسکی کا دعویٰ ہے کہ لہسن شریانوں کو پھیلاتا ہے چنانچہ بلڈ پریشر کم ہوجاتا ہے۔

جوڑوں کا درد

روس میں گنٹھیا اور جوڑوں کے امراض کے لیے لہسن کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ برطانیہ میں بھی لہسن کو گنٹھیا کے مرض میں علاج کے طور پر تجویز کیا جاتا ہے۔ جاپان میں حالیہ تجربات کے دوران لہسن کا جوہر کمر درد اور جوڑوں کی سوزش کے مریضوں پر آزمایا گیا۔ مریضوں کی اکثریت کسی طرح کے ذیلی منفی اثرات میں مبتلا ہوئے بغیر صحت یاب ہوگئی۔ تجربات نے ثابت کیا کہ لہسن کے دافع سوزش اجزا گنٹھیا اور جوڑوں کی سوزش میں بہت موثر علاج ثابت ہوتے ہیں۔

لہسن کے استعمال کا سب سے بہتر طریقہ اس کی تریاں کچی حالت میں چبانا یا نگلنا ہے۔ گنٹھیا، نقرس اور جوڑوں کے مرض میں متاثرہ حصوں پر لہسن کو چھیل کر رگڑنا بھی موثر رہتا ہے۔ لہسن کا تیل فوری طور پر جلد میں جذب ہوکر خون میں شامل ہوجاتا ہے اور متاثرہ مقام پر پہنچ کر درد سے نجات دیتا ہے۔

دل کا دورہ

جرمنی میں حال ہی میں کیے گئے تجربات کے بعد ڈاکٹروں نے دعویٰ کیا ہے کہ لہسن دل کا دورہ روک سکتا ہے۔ کولون یونی ورسٹی کے پروفیسر ہیوراکٹر کا کہنا ہے کہ اس بات کے مسلمہ ثبوت موجود ہیں کہ لہسن خون کی نالیوں میں کولیسٹرول کو توڑنے میں مدد دیتا ہے چنانچہ شریانیں سخت نہیں ہوتیں، بلڈ پریشر میں اضافہ نہیں ہوتا اور دل کے دورے کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔ اگر کوئی مریض دل کے دورے کے بعد لہسن استعمال کرے تو کولیسٹرول لیول کم ہوجاتا ہے۔ اگرچہ دل کو پہنچنے والے سابقہ نقصان کا ازالہ تو نہیں ہوسکتا لیکن اس کی تلافی یوں ہوتی ہے کہ کسی نئے دورے کے امکانات کم سے کم ہوجاتے ہیں۔

جلد کے امراض

جلد کے مختلف امراض میں لہسن کا استعمال کامیاب علاج ثابت ہوتا ہے۔ کیل، مہاسوں پر لہسن کی تریاں چھیل کر رگڑی جائیں تو یہ کوئی نشان چھوڑے بغیر تحلیل ہوجاتے ہیں، یہ عمل دن میں متعدد بار کیا جائے۔ جوانی کی سرحد میں قدم رکھنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے چہروں پر پیدا ہونے والے کیل اور پھنسیاں جو دیگر علاج سے ٹھیک نہ ہوتے ہوں، وہ لہسن کے علاج سے ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ جلد پر لہسن کا بیرونی استعمال داغ دھبے، پھوڑے پھنسیاں اور چھائیاں دور کرتا ہے۔ بیرونی استعمال کے ساتھ لہسن کھانے سے نتائج مزید بہتر ہوجاتے ہیں کیونکہ خون صاف ہوجاتا ہے اور جلد صحت مند رہتی ہے۔ روزانہ لہسن کے تین کیپسول کھانا جلد کی معمولی انفیکشن کو ختم کردیتا ہے۔

مولی RADISH

شفا بخش اجزا اور قدرتی فوائد

مولی کے پتے پیشاب آور، دافع سکروی اور مسہل ہوتے ہیں۔ مولی کی جڑ بھی سکروی کے مرض سے محفوظ رکھنے اور اس کا علاج کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتی ہے۔ مولی کے بیج بلغم خارج کرتے ہیں، پیشاب آور ہیں اور تبخیر کی بے چینی دور کرتے ہیں۔ بیج مسہل اور محرک بھی ہوتے ہیں۔

پیشاب اور رحم کی بے قاعدگیاں

مولی کا جوس درد کے ساتھ پیشاب آنے کی تکلیف اور رحم کے شدید درد میں عمدہ علاج بالغذا ہے۔ اسے تکلیف کی شدت کے مطابق ۶۰ سے ۹۰ ملی لٹر تک پینا مناسب رہتا ہے۔ ضرورت کے

مطابق اسے دن میں کئی بار پیا جا سکتا ہے۔ مثانے کی پتھری اور سوزش دور کرنے کے لیے مولی کے پتوں کا جوس ایک کپ روزانہ پندرہ دن تک پینا صحت بخشتا ہے۔

یرقان

مولی کے سبز پتے یرقان کے علاج میں نافع ہیں۔ پتوں کو کچل کر کسی کپڑے میں ڈال کر نچوڑنے سے مطلوبہ جوس حاصل ہو جاتا ہے۔ ذائقہ بہتر بنانے کے لیے اس میں چینی شامل کی جا سکتی ہے۔ اس مشروب کا نصف کلو بالغ فرد کے لیے روزانہ تھوڑا تھوڑا استعمال کرنا نافع ہے۔ اس سے فوراً افاقہ ہوتا ہے۔ مذکورہ مشروب بھوک بڑھاتا ہے اور صفرا کو خارج کرتا ہے اور مرض بتدریج ختم ہو جاتا ہے۔

میتھی FENUGREEK

قدرتی فائدے اور شفا بخش اجزا

میتھی کے پتے خوشبودار، سرد اور معتدل قسم کے اشتہا انگیز ہوتے ہیں۔ ان پتوں کا سر پر لیپ کرنے کے بعد نہانے سے بال گھنے، سیاہ اور چمک دار ہو جاتے ہیں۔ ان کا قدرتی رنگ برقرار رہتا ہے اور ریشمی ہو جاتے ہیں۔ روزانہ رات کو چہرے پر میتھی کے تازہ پتوں کا لیپ لگانا اور سونے سے پہلے گرم پانی سے دھونا چہرے کو کیل، چھائیوں اور خشکی سے محفوظ رکھتا ہے۔ جھریاں نہیں پڑتیں، رنگ نکھر جاتا ہے اور عمر کم نظر آتی ہے۔ میتھی کے بیج خراش کم کر کے سکون دیتے ہیں۔ پیشاب آور، دافع تبخیر، دودھ کی پیداوار بڑھاتے اور جنسی قوت میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ جسم کو فاسد مادوں سے پاک کرتے ہیں۔ بلغم کو تحلیل کرتے ہیں۔ میتھی کے بیجوں کو جاوا میں ہیئر ٹانک اور کاسمیٹکس میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

گلے کی خراش

میتھی کے بیجوں سے بنے جوشاندے سے غرارے کرنا معمولی گلے کی خراش میں بہترین علاج ہے۔ یہ جوشاندہ تیار کرتے ہوئے خیال رکھیں کہ چائے سے زیادہ تیز ہو۔ ایک لٹر پانی میں دو کھانے کے چمچے میتھی کے بیج ڈال کر اسے آگ پر رکھ دیں اور دھیمی آنچ پر آدھ گھنٹے تک گرم کریں۔ پھر اسے قابل برداشت درجۂ حرارت تک ٹھنڈا ہونے دیں۔ پھر چھان کر سارے پانی کو غراروں کے لیے استعمال کریں۔

ذیابیطس

میتھی کے بیج شوگر کے مرض میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک حالیہ تحقیق کے مطابق میتھی کے بیج مختلف مریضوں کو مرض کی شدت کے مطابق ۲۵ سے ۱۰۰ گرام مقدار میں روزانہ استعمال کرائے گئے تو شوگر کی سطح معمول پر آ گئی۔ ان کے استعمال سے گلوکوز، کولیسٹرول اور ٹرائیگلسرائیڈز کی شرح بھی کم ہو جاتی ہے۔

اناج کی افادیت

اناج کے پودوں کے بیج غلہ کہلاتے ہیں۔ ان کی امتیازی خوبی ان کا چھوٹا ہونا، سخت ہونا اور معمولی رطوبت رکھنا ہے۔ ان پودوں میں سے زیادہ تر کا تعلق گھاس کے خاندان سے ہے۔

قدیم رومن، ڈیمیٹر کو اناج اور فصلوں کی دیوی کہتے تھے۔ یونانی اسے سیرز کہتے تھے۔ سیریل (اناج) کا لفظ اسی سے نکلا۔ اناج انسانی غذا کا نامعلوم زمانوں سے بہت بڑا حصہ رہا ہے کیونکہ ان کی کاشت وسیع پیمانے پر ہوتی ہے اور یہ عرصے تک محفوظ رہ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی اقسام بہت زیادہ ہیں اور ان کا ذائقہ مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کا استعمال بھی مختلف انداز میں ہوتا ہے۔

اناج کی کاشت، انسانی استعمال کے لیے غالباً دس ہزار سال قبل مسیح شروع ہوئی۔ یہ انسان کے ابتدائی دور سے مہذب دور میں داخلے کی نشاندہی کرتا ہے جو خانہ بدوشی کے دور سے گزرنے کے بعد متمدن دور کا آغاز کہلاتا ہے۔ پھر جلد ہی انسان نے غلے کو پیس کر کھانے کے لیے روٹی بنانا شروع کر دی۔ صدیوں پر مشتمل کاشت کاری اور انتخاب کے عمل نے اناجوں کو تبدیل اور بہتر بنا دیا ہے۔

اناج کے چار بنیادی اور اہم حصے ہوتے ہیں: (۱) بھوسا یعنی اناج کے ارد گرد پایا جانے والا غلاف، (۲) غلے کی بیرونی تہہ یعنی چوکر (۳) گودا یا جنین اور (۴) غذائیت پر مشتمل حصہ جس میں

نشاستہ، کچھ مقدار میں پروٹین اور تھوڑی سی چکنائی ہوتی ہے۔ اناج کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں زیادہ معروف گندم، چاول، مکئی، باجرہ، جو اور جوار ہیں۔

غذائی اہمیت

تمام اناج ایک جیسی کیمیائی ترکیب اور غذائی اہمیت رکھتے ہیں۔ انہیں کاربوہائیڈریٹس سے مالا مال غذائیں کہتے ہیں کیونکہ ان میں ۷۰ فی صد کاربوہائیڈریٹس پائے جاتے ہیں۔ یہ توانائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ پروٹین مہیا کرتے ہیں جو عموماً اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔ اناج میں پروٹین کا تناسب مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سو گرام گندم میں ۸.۱۱ فیصد اور چاولوں میں ۵.۸ فیصد پائی جاتی ہے۔ سالم اناج کیلشیم اور آئرن کا بہت اچھا ذریعہ ہیں۔ ان میں ایسکاربک ایسڈ نہیں ہوتا اور خاص طور پر وٹامن اے تو بالکل فراہم نہیں کرتے۔ زرد مکئی اکلوتا اناج ہے جس میں کیروٹین ہوتا ہے اور یہ وٹامن اے مہیا کرنے کا کام سرانجام دیتا ہے۔ سالم اناج میں وٹامن بی کے تمام گروپ پائے جاتے ہیں۔ متوازن غذا بنانے کے لیے کھانوں میں اناج کے ساتھ دیگر اقسام کی پروٹین شامل کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں معدنی اجزا، وٹامن اے اور سی کے لیے مچھلیاں، بیج، دودھ، پھل اور تازہ سبزیاں استعمال کی جاتی ہیں۔

سالم اناج ہماری غذا میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ پروٹین کے توازن میں اضافہ کرتے ہیں۔ دیگر غذائی اجزا فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ وٹامن سی کے فعل کو موثر بناتے ہیں۔ سالم صورت میں اناج کے کاربوہائیڈریٹس کا مرکب ہاضمے کی ضروریات پوری کرتا ہے کیونکہ یہ ضروری ریشہ مہیا کرتے ہیں۔

قدرتی فوائد اور شفا بخش استعمال

تمام اناج غذائیت بخش روٹی، کیک اور پکوان بنانے کے لیے پیسے جاسکتے ہیں۔ تاریخ سے پہلے کے زمانے میں آٹا ہی استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ تازہ غذائیں بہت کم ہوتی تھیں۔ لیکن تب بھی اسے تازہ تازہ پیسے جانے کے بعد استعمال کرلیا جاتا تھا تاکہ اس کی حقیقی غذائی صلاحیت برقرار رہے۔ آج کے جدید دور میں ملیں بہت باریک آٹا تیار کرتی ہیں۔ اس طرح پیسے جانے سے غذائی اجزا کی بہت بڑی مقدار ضائع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ آج کل جو آٹا بازار سے دستیاب ہے وہ پسائی، صفائی اور ایسے کیمیائی عمل سے گزارا جاتا ہے کہ یہ غذائیت سے محروم سفوف بن کر رہ گیا ہے۔

گندم کا آٹا دنیا بھر میں بہت مقبول ہے لیکن اس آٹے سے چوکر اور سوجی نکال لیے جائیں تو بیکار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ماہرین کے مطابق "سالم آٹے" (جس میں چوکر، سوجی اور میدہ شامل ہو) اور "سفید آٹے" میں بہت فرق ہے۔ گندم کو "ریفائن پراسیس" سے گزارنے پر اس کا اہم ترین جزو، جو اناج کی بنیادی غذائی صلاحیت مہیا کرتا ہے، ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ اہم ترین جزو وٹامن ای رکھتا ہے جو انسانی صحت کے لیے انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ آٹے کو تجارتی نکتہ نظر کے تحت سفید اور باریک کیا جاتا ہے تاکہ اس کا ذائقہ بہتر اور رنگ صاف ہوجائے۔ ایسے آٹے سے روٹی، پیسٹری اور دیگر لذت بخش پکوان تیار کرنا آسان ہوجاتا ہے لیکن چوکر، گودا اور مغز شامل نہیں رہتے۔ ان کی عدم موجودگی متعدد بیماریاں پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ کینسر بھی ہوسکتا ہے۔

مغز اور بیجوں کی ضرورت

مغز اور بیج انتہائی اہم خوراک اور غذاؤں میں سے زیادہ مقوی ہوتے ہیں۔ مغز بھی بیجوں کا حصہ ہوتے ہیں۔ اگر بیج زمین میں دبے رہیں تو پھوٹنے کے بعد پودے اور پھر درخت بن جاتے ہیں۔ بیج ہمیشہ سے حیات نو کی علامت رہے ہیں۔ ان میں جنین ہوتا ہے جو نئی تخلیق کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ انسانی زندگی اور صحت کے لیے بہت ضروری اور اہم ہے۔ مردہ، خشک، سخت اور پرانے بیج بظاہر زندگی سے محروم نظر آتے ہیں لیکن مٹی اور نمی میسر آنے پر یہ نمو پالیتے ہیں اور پھر ایک نہیں کئی اچھا مغز فراہم کرتے ہیں۔

مغز یا تخم عموماً سخت قسم کے چھلکے یا غلاف میں ملفوف ہوتے ہیں۔ ان کی بہت سی اقسام ہیں، جن کی جسامت چھوٹی اور بڑی ہوتی ہے۔ ان میں زیادہ مقبول بادام، اخروٹ، تل، مونگ پھلی، پستہ اور کاجو وغیرہ ہیں۔ یہ تمام اعلیٰ درجے کی غذائیت رکھتے ہیں۔

غذائی اہمیت

بیجوں میں وہ تمام غذائی اجزا موجود ہوتے ہیں جو انسانی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ یہ پروٹین کا عمدہ ذریعہ اور صحت کے لیے ضروری چکنائی فراہم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لیسی تھین، زیادہ تر بی کمپلیکس اور ای وٹامنز کا بہترین قدرتی ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ عناصر غذا یا صحت کی برقراری اور وقت سے پہلے بڑھاپے کی روک تھام کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ مزید برآں یہ معدنی اجزا اور غذائی ریشے کی فراہمی کا مناسب قدرتی ذریعہ ہیں۔

بیجوں کی طرح مغز یا تخم بھی پروٹین، چکنائی اور کاربوہائیڈریٹس رکھتے ہیں۔ ان میں متعدد معدنی اجزا مثلاً پوٹاشیم، سوڈیم، کیلشیم، فاسفورس اور سلفر بھی وافر مقدار میں ہوتے ہیں جو صحت بخش، محافظ صحت، ہڈیوں اور دانتوں کی مضبوطی کے لیے ضروری اور بدن کو صاف اور چاق وچوبند بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کچھ مغز میں وٹامن بی خوب ہوتی ہے جو دماغ اور اعصابی نظام کے لیے مفید ہے اور وٹامن ایف ہوتی ہے جو ہمہ گیر انسانی نشوونما بہتر بناتی ہے۔ کچھ مغز وٹامن اے اور ای بھی رکھتے ہیں۔ ان کے عمومی اجزائے ترکیبی میں پروٹین ۱۰ سے ۲۵ فیصد، چکنائی ۴۰ سے ۶۰ فیصد، کاربوہائیڈریٹس ۱۰ سے ۲۰ فیصد، خلوی مادہ ۳ سے ۵ فیصد اور معدنی اجزا ۲ فیصد کے قریب پائے جاتے ہیں۔

قدرتی فوائد اور طبی استعمال

بیجوں میں پیپسی فیرنز نامی مادہ ہوتا ہے جو انسانی بدن میں بیماریوں کے خلاف قدرتی مزاحمت پیدا کرتا ہے۔ ان میں آکسونز بھی ہوتا ہے جو بدن میں وٹامنز پیدا کرتا ہے اور خلیوں کو نئی قوت حیات دے کر وقت سے پہلے بڑھاپے کو روک دیتا ہے۔

اگے ہوئے بیج عمدہ قسم کی نشوونما دیتے ہیں۔ یہ پروٹین، وٹامنز اور مرکب کاربوہائیڈریٹس کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں۔ کونپلوں میں تبدیل ہو جانے والے بیج اپنی غذائیت میں بھی زبردست اضافہ کر لیتے ہیں۔ تمام بیجوں کو کچی حالت میں ہی کھانا موزوں ہوتا ہے لیکن جو بیج اگائے جا سکتے ہیں، ان سے زیادہ سے زیادہ غذائیت حاصل کرنے کے لیے انہیں پنیری ہی کی صورت میں استعمال کرنا چاہیے۔

مغز یا تخم کو ہمیشہ ان کی قدرتی کچی حالت میں ہی استعمال کرنا ضروری ہے۔ کچھ مغز ان غذاؤں میں شامل ہیں جو زیادہ چکنائی مہیا کرتے ہیں۔ یہ چکنائی مکمل طور پر قدرتی اور خام حالت میں ہوتی ہے، چنانچہ جسم کے لیے بہترین ہوتی ہے۔ اس چکنائی میں بالخصوص لائنولیک ایسڈ ہوتا ہے جو دل اور خون کی شریانوں کے لیے بہت کم نقصان دہ ہوتا ہے۔

مغز، اکثر اوقات اپنے وزن کے نصف برابر تیل فراہم کرتے ہیں اور مغزوں میں پائی جانے والی وافر توانائی کا سبب ہوتے ہیں۔ ان کی بدولت مغز کے ایک سو گرام میں تقریباً ۶۰۰ کیلوریز ہوتی ہیں جبکہ اسی مقدار کی گندم میں ۳۴۸ کیلوریز، مچھلیوں میں ۲ ۳۴۴ کیلوریز اور کھجور میں ۲۸۴ کیلوریز ہوتی ہیں۔ ناریل کا تیل ساری دنیا میں پکانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ناریل کا خالص تیل ادویات میں بھی شامل کرتے ہیں۔

کچھ مغز بہت محفوظ غذا ہوتے ہیں کیونکہ ان کے سخت غلاف (خول) انہیں بکٹیریا سے محفوظ رکھتے ہیں۔ انہیں خول سمیت لمبے عرصے کے لیے محفوظ کیا جا سکتا ہے اور اس دوران ان کی غذائیت برقرار رہتی ہے چونکہ ان میں رطوبت بہت کم ہوتی ہے اس لیے ان میں دیر تک محفوظ رہنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ انہیں ٹھنڈی لیکن خشک جگہ پر برسوں تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

مغز استعمال کرنے کا بہترین طریقہ انہیں مکھن کی صورت میں لانا ہے۔ مغزوں کا مکھن آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔ اسے بڑی سہولت کے ساتھ گھروں میں تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مغزوں کا چھلکا اتار کر باریک پیس لیا جائے لیکن یہ بات یقینی بنائی جائے کہ اس مکھن کو نہ تو گرم کیا جائے اور نہ اس میں نمک شامل کیا جائے۔ مغزوں کے مکھن کو پھلوں پر لگایا جا سکتا ہے تاکہ پروٹین کی مقدار بڑھ جائے۔ پسے ہوئے مغزوں کو مختلف پکوانوں کے آخری مرحلے پر ڈریسنگ کے طور پر چھڑک لیا جاتا ہے۔ انہیں شوربے اور سبزیوں کے پکوان میں بھی ڈالا جاتا ہے۔ مغزوں کا مکھن خاص طور پر بوڑھے افراد کے لیے مناسب رہتا ہے کیونکہ وہ دانت نہ ہونے کی وجہ سے گوشت نہیں کھا سکتے۔ یہ ان کی گوشت

سے حاصل ہونے والی پروٹین کی کمی پوری کر دیتے ہیں۔ مغزوں میں موجود وٹامن بی، معدنی اجزا اور پروٹین اعضائے ہضم میں اپنا عمل مکمل کرتے ہیں اور بھوک بڑھاتے ہیں۔

انتہائی آسانی سے ہضم ہو جانے والی مغزوں کی صورت ان کا دودھ (مشروب) پینا ہے۔ یہ تیزابیت سے پاک ایسا مشروب بناتے ہیں جو غذائیت سے لبریز ہوتا ہے۔ خول سے نکالے ہوئے مغز چند گھنٹوں تک پانی میں بھگو کر رکھیں۔ اس طرح یہ نرم ہو جاتے ہیں۔ پھر بھگوئے ہوئے ۹۰ گرام مغز کو ۱۴۰ لیٹر پانی میں شامل کر کے دو تین منٹ تک مدھانی سے بلو لیا جائے یا شیکر میں شیک کر لیا جائے۔ اس شیک کو شہد یا کسی پھل کے رس سے خوش ذائقہ بنالیں۔ یہ مشروب ڈیری کے دودھ جیسا نظر آتا ہے۔ اس کے اجزا بھی کسی حد تک دودھ سے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ اس قدر زود ہضم ہوتا ہے کہ شیر خوار بچوں کو بھی پلایا جا سکتا ہے۔ بادام کا دودھ (شربت) ایک ایسا کھاری مشروب ہے، جس میں پروٹین زیادہ ہونے کے باوجود یہ آسانی سے ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے۔

مغزوں کا دودھ مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں۔ اس میں چینی اور لیموں کا رس ڈال کر شربت کی طرح بھی پیتے ہیں۔ اس دودھ کا دہی بھی بنایا جاتا ہے۔

بادام ALMOND

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

بادام کی طبی خوبیوں کا دارومدار بنیادی طور پر کاپر، آئرن، فاسفورس اور وٹامن بی (۱) کے طبی کردار پر ہوتا ہے۔ یہ کیمیائی اجزا باہمی تعاون کے نتیجے میں توانائی کو منظم و مؤثر بناتے ہیں، چنانچہ دماغ، اعصاب، ہڈیاں، دل اور جگر کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ بادام، دماغ کی قوت برقرار رکھنے، اعصاب کو مضبوط بنانے اور لمبی عمر کے امکانات بڑھانے کے لیے زبردست غذا ہے۔ آیورویدک اور یونانی ادویات میں بنائے جانے والے تمام ٹانک اس کے بغیر نہیں بنائے جاتے۔

دودھ کی کریم اور تازہ گلاب کی کلیوں کے ساتھ بادام کا پیسٹ روزانہ چہرے پر لگانا ایک زبردست بیوٹی ایڈ ہے، یہ جلد کو صاف، نرم اور پرکشش بناتا ہے۔ اس کا باقاعدہ استعمال قبل از وقت جھریوں کو روکتا ہے، جلد کی خشکی دور کرتا ہے، کیل مہاسے ختم کرتا ہے اور چہرہ تر و تازہ رکھتا ہے۔

چائے کا ایک چمچہ بادام روغن، ایک چائے کا چمچہ آملہ کے جوس میں ملا کر سر پر مساج کرتا رتے ہوئے بالوں، خشکی سکری اور بالوں کی سفیدی کا مؤثر تدارک ہے۔ اس کے استعمال سے بال گھنے ہو جاتے ہیں۔ بہتر نتائج کے لیے باداموں کو درست طریقے سے استعمال کرنا چاہیے۔ مغز بادام کی بیرونی تہہ (جھلی) کھانے سے پہلے ضرور اتار دینی چاہیے کیونکہ اس میں خراش دار مادہ ہوتا ہے۔ مغز بادام کو ایک سے دو گھنٹے تک پانی میں بھگوئے رکھنے سے گہرے رنگ کی یہ جھلی اتارنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

بادام کو ہمیشہ اچھی طرح چبا کر کھانا چاہیے اور کھانا کھانے کے فوراً بعد قطعاً نہیں کھانا چاہیے۔ یہ بہت بھاری بھرکم غذا ہے اور اس میں بہت زیادہ کیلوریز پائی جاتی ہیں، چنانچہ انہیں شلغم، کھیرے، سلاد جیسی ہلکی سبزیوں اور سیب جیسے پھل کے ساتھ استعمال کرنا مناسب ہے۔

انیمیا

بادام میں نامیاتی شکل میں کاپر پایا جاتا ہے اور اس کی مقدار ایک سو گرام میں ۱.۱۵ گرام ہے۔ کاپر (تانبا) آئرن (فولاد) اور وٹامنز کے ساتھ مل کر خون کے سرخ ذرات کی تشکیل کے کیمیائی عمل کو ترتیب دیتا ہے چنانچہ خون کی کمی کے مرض میں بادام بہت مفید غذا ہے۔

جنسی کمزوری

اعصابی اور دماغی کمزوری کے نتیجے میں ضائع ہو جانے والی جنسی توانائی کی بحالی کے لیے بادام بہت مفید ہیں۔ ان کا باقاعدہ استعمال جنسی قوت بڑھا دیتا ہے۔ بھنے ہوئے چنے اور ہم وزن مغز بادام اور شکر چبانا جنسی قوت بحال کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

سانس کی بیماریاں

بادام کا ایملشن، سانس کی بیماریوں اور خرخراہٹ والی کھانسی کے لیے کارآمد دوا ہے۔ یہ ایملشن بنانے کے لیے مغز بادام کو کوٹ پیس کر اس میں لیموں یا سنگترے کا جوس ملا لیتے ہیں۔ کالی کھانسی کے لیے ایک چائے کا چمچہ بادام روغن، دس قطرے سفید پیاز کا پانی اور اسی مقدار میں ادرک کا پانی ملا کر روزانہ تین دفعہ پندرہ دن تک پلاتے ہیں۔ یہ علاج برونکائٹس اور دمہ کے لیے بھی اکسیر ہے۔

تل SESAME SEEDS

طبی فائدے اور استعمال

تلوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ یہ سفید، کالے اور سرخ رنگ میں پائے جاتے ہیں۔ کالے تلوں میں سے حاصل ہونے والا تیل سب سے بہتر اور ادویات کے لیے موزوں ہوتا ہے۔ سفید تلوں میں کیلشیم کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ کسی بھی طرح کی کیلشیم کی کمی میں ان کا استعمال سود مند رہتا ہے۔ سرخ تلوں میں آئرن زیادہ ہوتا ہے۔ تل جلد کو نرم کرتے ہیں۔ ان میں پایا جانے والا مادہ جلد کو تسکین دیتا ہے اور اندرونی طور پر پیدا ہونے والی خراش کو ختم کر کے سکون پہنچاتا ہے۔ تلوں کی دیگر خوبیوں میں بہتر نشوونما کرنا، حیض جاری کرنا، اجابت لانا، پیشاب بڑھانا اور جسم کو فربہی دینا ہے۔

انیمیا

کالے تلوں میں آئرن کی مقدار خوب ہوتی ہے چونکہ یہ آئرن کا اچھا ذریعہ ہیں اس لیے خون کی کمی میں ان کا استعمال سود مند رہتا ہے۔ تلوں کو گرم پانی میں دو گھنٹے تک بھگوئے رکھنے کے بعد گرائنڈ کر کے اور چھان کے ایک ایملشن بنالیں۔ اس ایملشن میں ایک کپ دودھ اور میٹھا کرنے کے لیے شکر ملا کر انیمیا کے مریض کو باقاعدگی سے پلائیں تو چند روز میں خون کی کمی دور ہو جاتی ہے۔

سانس کی بیماریاں

سانس کی بیماریوں میں تل بہت کارگر ہیں۔ کھانے کا ایک چمچہ تل، اسی مقدار میں السی بیج، چٹکی بھر نمک اور بڑا چمچہ شہد کا معجون بنا کر روزانہ رات کو کھانا پرانے برونکائٹس، نمونیہ اور دمہ کا بہترین علاج ہے۔ اس کا استعمال بلغم خارج کرتا ہے۔

حیض کی بے قاعدگی

آدھا چائے کا چمچہ تلوں کا سفوف گرم پانی کے ساتھ دن میں دو دفعہ لینا نوجوان غیر شادی شدہ لڑکیوں کو حیض کے دوران شدید درد سے نجات دلا دیتا ہے۔ حیض کی ممکنہ تاریخ سے دو دن پہلے ان کا استعمال باقاعدگی سے شروع کر دیا جائے تو حیض کی کمی بھی دور ہو جاتی ہے۔

مونگ پھلی GROUND NUT

غذائی صلاحیت

مونگ پھلی کی خصوصی اہمیت اس میں پائی جانے والی پروٹین ہے جو اعلیٰ درجے کی حیاتیاتی اہمیت رکھتی ہے۔ گوشت اور مونگ پھلی کا موازنہ کیا جائے تو دونوں کے ایک کلوگرام میں پروٹین کی مقدار کے اعتبار سے مونگ پھلی کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔ اسی وزن کے انڈوں کے مقابلے میں اس میں اڑھائی گنا زیادہ پروٹین ہوتی ہے۔ سبزیوں میں سویابین اور دیگر غذاؤں میں پنیر کے علاوہ کوئی غذا اس حوالے سے مونگ پھلی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس میں پائی جانے والی پروٹین بہت متوازن ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ امینو ایسڈز نہیں پائے جاتے، اس کے باوجود یہ اعلیٰ معیار رکھتی ہے۔ مونگ پھلی کی پروٹین میں نہ پائے جانے والے امینو ایسڈز، دودھ میں خوب ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ کمی پوری کرنے کے لیے مونگ پھلی کے پکوان میں دودھ شامل کر لینا مناسب رہتا ہے۔

مونگ پھلی کو اچھی طرح ہضم کرنے کے لیے اسے خوب چبا کر کھانا چاہیے۔ اگر اسے اچھی طرح نہ چبایا جائے تو ہضم نہیں ہوتی۔ بھوننے سے اس کی یہ خامی دور ہو جاتی ہے۔ پکانے سے اس کا نشاستہ مزید قابل ہضم ہو جاتا ہے۔ چبانے کے عمل سے بچنے کے لیے مونگ پھلی کو پیس لیا جاتا ہے۔ چونکہ اس میں تیل ہوتا ہے۔ اس لیے پیسنے پر یہ "مونگ پھلی کا مکھن" بن جاتی ہے۔ اس مکھن میں

تھوڑا سا نمک شامل کر لیتے ہیں۔ یہ پیسٹ گاڑھا کرنا ہو تو اس میں تھوڑا سا مونگ پھلی کا تیل ڈال دیتے ہیں۔

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

دنیا بھر میں دستیاب سب سے زیادہ نشو ونما کرنے والی غذاؤں میں سے مونگ پھلی ایک ہے۔ امریکا کے محکمۂ زراعت کے مطابق اس میں پانچ اہم ترین غذائی اجزا پائے جاتے ہیں یعنی غذائی توانائی، پروٹین، فاسفورس، تھایامین اور نیاسین --- چنانچہ غذائی اہمیت سے قطع نظر مونگ پھلی بھرپور طبی افادیت بھی رکھتی ہے۔ اس میں ایسے تیل کی وافر مقدار ہوتی ہے جو آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔ یہ تیل معتدل قسم کا عمدہ مسہل ہے جو جلد کو بھی نرم بناتا ہے۔ بکری کے دودھ اور شکر کے ساتھ مونگ پھلی کھلانا، بچوں، حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والی عورتوں کے لیے عمدہ غذا ہے۔ یہ ہر طرح کے انفیکشن کے خلاف مزاحمت پیدا کرتی ہے۔ بالخصوص تپ دق اور ہیپاٹائٹس کے لیے مفید ہے۔

منفی پہلو یہ ہے کہ اس کا زیادہ استعمال جسم میں تیزابیت بڑھاتا ہے۔ مردوں کو جریان منی اور سرعت انزال کا شکار کر دیتا ہے۔ کچھ لوگوں کو بھونی ہوئی مونگ پھلی سے الرجی ہوتی ہے۔ دمے کے مریضوں کو اس کے زیادہ استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسے افراد کے لیے نمکین پانی میں ابلی ہوئی مونگ پھلی زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتی۔ معدے کے امراض میں مبتلا افراد اور یرقان کے مریضوں کو بھی اس کے زیادہ استعمال سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ زیادہ استعمال معدے میں تیزابیت، بدہضمی اور سینے کی جلن پیدا کرتا ہے۔

بیوٹی ایڈ

مونگ پھلی کے تیل کو بیوٹی ایڈ کی حیثیت سے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایک چائے کا چمچہ مونگ پھلی کا صاف تیل، ہم وزن لیموں کے رس میں ملا کر روزانہ رات کو سونے سے پہلے منہ پر لگانے سے چہرہ تر و تازہ رہتا ہے۔ اس کا باقاعدہ بیرونی استعمال جلد کی نشو ونما کرتا ہے اور نوجوان چہروں کی پھنسیوں کو روکتا ہے۔

ناریل COCONUT

شفا بخش صلاحیت اور طبی استعمال

ناریل نشو ونما کرنے والی، قوت بخشنے والی اور موٹاپا طاری کرنے والی غذا ہے۔ یہ پکنے تک ہر مرحلے میں استعمال ہوتا ہے۔ غذائی اعتبار سے یہ پکنے سے پہلے زیادہ مفید ہوتا ہے۔

کچے ناریل کا پانی، معدنی پانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسے فرحت بخش مشروب کے طور پر پیتے ہیں۔ ایک کچا مگر مکمل ناریل جس کی عمر صرف ایک ماہ ہو، اس میں ۴۰۰ سے ۴۶۵ سی سی پانی ہوتا ہے۔ اس میں کافی شوگر ہوتی ہے جو آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے۔ صحت کے لیے یہ ایک زبردست ٹانک ہے۔ ایک ناریل کے پانی میں اتنی وٹامن سی ہوتی ہے جو انسانی بدن کی ایک روز کی ضرورت ہے۔ بی گروپ کے متعدد وٹامنز بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں نایاسین، پینٹو تھینک ایسڈ، بائیوٹین، ربیو فلاوین، فولک ایسڈ، تھایامین اور پائیری ڈاکسن شامل ہیں۔ ناریل کے پانی میں سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، آئرن، کاپر، فاسفورس، سلفر اور کلورین بھی موجود ہوتی ہیں۔

تیزابیت

پکا ہوا ناریل تیزابیت کے علاج کے لیے بہت مفید ہے۔ اس کا تیل معدے سے تیزابیت کا اخراج روک دیتا ہے اور مریض کو تسکین ملتی ہے۔

پیشاب کی تکالیف

پیشاب کی بے قاعدگیوں کی اصلاح کے لیے بھی ناریل کا پانی سود مند ہے۔ یہ قدرتی پیشاب آور غذا ہے اور دل، جگر اور گردوں کے امراض میں مفید رہتا ہے۔

* * *

محافظ غذائیں

دودھ MILK

قدرتی فوائد اور شفا بخش استعمال

چراک کے مطابق دودھ قوت بڑھاتا ہے، یادداشت تیز کرتا ہے، تھکاوٹ دور کرتا ہے، جسمانی طاقت برقرار رکھتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے۔ جدید دور میں کیے گئے تجربات نے قدیم زمانے کے طبیب چراک کے تجزیے کی توثیق کی ہے۔

دودھ ایک ایسی غذائی شے ہے جسے ہر عمر کے افراد کے لیے صحت بخش قرار دیا گیا ہے اور اس میں شیر خوار بچوں سے لے کر بوڑھے افراد تک سبھی شامل ہیں۔ مریضوں کے لیے بھی یہ ایک مکمل اور صحت بخش غذا ہے۔ بڑھتے ہوئے بچوں، حاملہ خواتین اور بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین، سب کے لیے مفید ہے۔

دبلے پتلے اور لاغر افراد

دبلے پن کو ختم کرنے کے لیے دودھ بہت ہی موثر غذا ہے۔ اگر کوئی فرد اپنی عمر اور قد کے اعتبار سے معیاری وزن نہیں رکھتا تو وہ دودھ کے استعمال سے ایک ہفتے میں اپنا وزن تین سے پانچ پاؤنڈ بڑھا سکتا ہے۔ دودھ کے باقاعدہ استعمال سے بدن بتدریج بھر جاتا ہے، آنکھیں صاف اور چمک دار ہو جاتی ہیں اور رنگ نکھر جاتا ہے۔ دودھ سے استفادہ کرنے والے اعضا نئی توانائی اور قوت حاصل کر لیتے ہیں اور بڑھنے والا وزن مستقل طور پر برقرار رہتا ہے۔

کمزور دوران خون

جن افراد میں خون کی گردش سست ہوتی ہے ان کے لیے دودھ بہت اچھی غذا ہے۔ اس کے استعمال سے خون کی گردش معمول پر آجاتی ہے۔ اس کا سبب معدے اور انتڑیوں کی طرف سے دودھ کا سیال جذب کر لینا ہے۔ کمزور دوران خون میں مریض کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے رہتے ہیں۔ گردش درست ہو جانے پر ہاتھ پاؤں گرم رہنے لگتے ہیں۔ ان میں زندگی کی حرارت محسوس ہوتی ہے اور مریض چند دنوں میں خود کو بہتر محسوس کرنے لگتا ہے۔

نیند نہ آنا

نیند نہ آنے کی بیماری، دودھ کے استعمال سے ناپید ہو جاتی ہے۔ ایک گلاس دودھ، شہد سے میٹھا کیا گیا، روزانہ رات کو بستر پر جانے سے پہلے پینا بے خوابی کا عمدہ علاج ہے۔ یہ ایک ٹانک اور مسکن دوا کا کردار ادا کرتا ہے۔ پاؤں کے تلووں پر دودھ کا مساج بھی نیند لانے میں معاون ہے۔

تنفس کی بیماریاں

سانس کی بیماریوں میں بھی دودھ مفید غذا ہے۔ زکام، گلے کی سوزش، آواز بیٹھ جانے، ٹانسلز، برونکائٹس اور دمے میں ایک گلاس ابلا ہوا خالص دودھ، چٹکی بھر ہلدی کا سفوف اور کچھ دانے کالی مرچ روزانہ رات کو تین دن تک استعمال کرنا موثر علاج ثابت ہوتا ہے۔

بیوٹی ایڈ

دودھ کا استعمال کاسمیٹکس اور بیوٹی ایڈ کے طور پر بھی کیا جاتا ہے۔ ایک گلاس ابلے ہوئے دودھ میں ایک تازہ لیموں نچوڑ کر دس منٹ تک پڑا رہنے دیں۔ بعدازاں اسے ہاتھوں، بازوؤں، چہرے اور گردن پر لگائیں۔ یہ عمل رات کے وقت سرانجام دیں اور رات بھر ایسے ہی رہنے دیں تاکہ دودھ اچھی طرح جذب ہو کر خشک ہو جائے۔ صبح کے وقت گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ باقاعدہ استعمال رنگ گورا کر دیتا ہے اور جلد صاف، نرم اور پرکشش ہو جاتی ہے۔ دودھ اور انڈے کی زردی ملا کر روزانہ بال دھونا بالوں کی نشوونما میں اضافہ کرتا ہے اور سر ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

دہی CURD

شفا بخش قوت اور طبی استعمال

اگرچہ دہی میں تازہ دودھ سے مشابہ غذائی اجزا پائے جاتے ہیں لیکن اس میں وسیع طور پر طبی اعتبار سے خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ دہی بنانے کے عمل کے دوران بکٹیریا دودھ کی پروٹین کو انتہائی زود ہضم بنا دیتے ہیں۔ یہی بکٹیریا دہی کے ساتھ اعضائے ہضم میں پہنچ کر انتڑیوں کے نقصان دہ کیڑوں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور معاون

ہضم بکٹیریا کی افزائش کرتے ہیں۔ یہی سود مند بکٹیریا معدنی اجزا کو جذب ہونے میں مدد دیتے ہیں اور وٹامن بی گروپ کی تشکیل ممکن بناتے ہیں۔ لسی میں دہی جیسی غذائیت بخش اور شفا بخش خوبیاں ہوتی ہیں۔ دہی کو بلو کر اس میں موجود چکنائی یعنی مکھن اتارنے کے بعد پانی ملانے سے لسی تیار ہو جاتی ہے۔

باقاعدگی سے دہی کھانے والے افراد جاذب نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہ جلد اور اعصاب کو صحت مند اجزا فراہم کرتا ہے اور جلد کو دھوپ کے منفی اثرات سے محفوظ رہنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ دہی میں موجود بکٹیریا، جلد کو ملائم اور چمکدار بناتے ہیں۔ دہی میں سنگترہ یا لیموں کا رس ملا کر چہرے پر لگایا جائے تو چہرہ صاف اور چمک دار ہو جاتا ہے۔ یہ نسخہ جلد کو رطوبت اور ضروری وٹامن کی مہیا کرتا ہے۔ ایک کھانے کا چمچہ لیموں یا سنگترے کا رس ایک کپ دہی میں ملائیں اور چہرے اور گردن پر لگا کر پندرہ منٹ تک خشک ہونے دیں پھر کسی نرم کپڑے یا ٹشو سے صاف کر کے پانی سے دھو لیں۔

جو کا دلیہ (بہتر صورت اس کا آٹا ہے) اور دہی ملا کر استعمال کرنا جلد کو زیادہ بہتر انداز میں صاف اور ملائم بناتا ہے۔ اس ملغوبے کو چہرے پر پندرہ سے بیس منٹ تک لگا رہنے دیں اور پھر نیم گرم پانی سے دھو لیں۔ کیلوں کے لیے دہی میں بیسن ملا کر چہرے پر لیپ کرتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد دھو دیتے ہیں، کیلوں اور پھنسیوں کے لیے یہ بہت اچھا لیپ ہے۔

دہی بالوں کی نشوونما کے لیے بہت کارآمد ہے۔ اس سے بال ملائم، لمبے اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ دہی کو بالوں کی جڑوں میں اچھی طرح لگائیں اور پھر دھونا چاہیے۔ لسی سے بھی بالوں کو دھویا جاتا ہے۔ تین دن تک کھلی جگہ پر پڑا رہنے والا دہی اگر آدھے گھنٹے تک بالوں کو لگا رہنے دیں تو خشکی بسکری دور ہو جاتی ہے۔

معدے اور انتڑیوں کے امراض

دہی معدے اور انتڑیوں کے مریضوں کو بالخصوص پرانی پیچش اور اسہال میں آرام دیتا ہے۔ دودھ کا لیکٹک ایسڈ اور دہی کے لیکوز معدے کی بہت سی بے قاعدگیوں کی اصلاح کرتے ہیں۔

جو جراثیم انفیکشن اور سوزش کو بڑھاتے ہیں، مثلاً اپینڈیسائٹس اسہال اور پیچش کا سبب بننے والے جراثیم، دہی یا لسی میں موجود لیکٹک ایسڈ کی وجہ سے پنپ نہیں سکتے۔ بڑی آنت کی سوزش میں لسی کے استعمال سے مریضوں کو مکمل افاقہ ہوتا ہے۔ بڑی آنت کی سوزش، پرانی قبض، اسہال، پیچش، پرانے اپنڈیسائٹس اور معدے کے السر میں لسی کا انتہا موثر علاج پایا گیا ہے۔

نیند نہ آنا

دہی بے خوابی یعنی نیند نہ آنے کے مرض کا آسان علاج ہے۔ مریض کو کافی مقدار میں دہی کھانے کے ساتھ ساتھ سر پر اس کا مساج بھی کرنا چاہیے۔ اس سے راحت کا احساس ہوتا ہے اور آسانی سے نیند آ جاتی ہے۔

وقت سے پہلے بڑھاپا

دہی کا تعلق طویل عمری سے بہت گہرا اور پرانا ہے۔ روس کے نوبل یافتہ پروفیسر ایلک میٹکوف کا کہنا ہے کہ وقت سے پہلے بڑھاپے کی آمد اور انحطاط کو روز مرہ خوراک میں دہی کی معقول مقدار کھانے سے روکا جا سکتا ہے۔ اس نے بیسویں صدی کے آغاز میں بڑھاپے کے مسائل کی تشخیص اور ان کی نوعیت پر کام کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جسم میں آہستہ آہستہ زہر سرایت کرنے لگتا ہے۔ اس کی مزاحمت آدمی کی معمول کی غذا سے کمزور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ زہر پھیلنے کے عمل اور انتڑیوں کے امراض کو مسلسل اور باقاعدہ دہی کے استعمال سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے دہی یا ایسڈ وفائلس دودھ استعمال میں لایا جائے۔

شہد HONEY

قدرتی فوائد اور طبی استعمال

شہد، حرارت اور توانائی کے عمدہ ترین ذرائع میں سے ایک ہے۔ توانائی زیادہ تر نشاستہ اور غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے اور شہد آسانی سے ہضم ہو جانے والے کاربوہائیڈریٹس کی ایک صورت ہے۔ یہ براہ راست خون میں شامل ہو جاتا ہے اور فوری توانائی مہیا

کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ کمزور ہاضمہ والوں کے لیے شہد ایک نعمت ہے۔ جب شہد کھایا جاتا ہے تو بدن کے تمام اعضا مثبت ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مشہور رومن فزیشن گیلن نے شہد کو ہر قسم کی بیماریوں کے لیے شفا بخش قرار دیا ہے۔ اب بھی یہ متعدد امراض کے علاج اور تحفظ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

ایک چمچہ تازہ شہد اور آدھے لیموں کا رس نیم گرم پانی کے ایک گلاس میں صبح نہار منہ پینا، قبض، موٹاپا اور تیزابیت کا بہترین علاج ہے۔ اسی مشروب پر سارا دن گزارا کرنا، بھوک پیاس لگنے پر صرف یہی پینا، موٹاپے کا اچھا علاج ہے۔ چند دنوں میں وزن بھی کم ہوجاتا ہے اور بھوک اور توانائی بھی کم نہیں ہوتی۔

الکحل اور شہد کا مکسچر بالوں کی نشوونما کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جاپان کی گیشا لڑکیاں جن کے بال بے تحاشا ہوتے ہیں، الکحل میں کئی چمچے شہد ملا کر اسے خوب ہلاتی ہیں اور پھر اس سیال کا سر پر خوب مساج کرکے بالوں کو دو گھنٹے تک اس سے تر رکھنے کے بعد شیمپو کے ساتھ دھونے کے عمل سے گزارتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس شہد اور الکحل کے مکسچر کا باقاعدہ استعمال غیر فعال بالوں کی جڑوں کو متحرک کردیتا ہے۔ چنانچہ ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

امراض قلب

معروف ماہر امراض قلب، ڈاکٹر آرنلڈ لیونارڈ، شہد کو دل کے لیے بہترین غذا قرار دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شہد آسانی سے ہضم ہوجاتا ہے اور فوراً جزو بدن بن جاتا ہے۔ یہ ایک بہترین میٹھی غذا ہے کیونکہ اس سے ریاح نہیں پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ ریاح کو پیدا ہونے سے روکتا ہے۔ انتڑیوں کی کارکردگی کو بڑھاتا ہے۔ اسے ڈاکٹر لیونارڈ دل کی شریانوں میں بندش کے مریضوں اور کمزور دل لوگوں کو دن بھر میں پانچ کھانوں میں شامل کرنے کا مشورہ دیا کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ دل جیسے سخت کام کرنے والے عضو کو رات بھر غذائیت کے بغیر رکھنا دانش مندی نہیں۔ اسی لیے وہ دل کے مریضوں کو مشورہ دیا کرتا تھا کہ رات کو سونے سے پہلے ایک گلاس پانی میں شہد اور لیموں کا رس ڈال کر پیا کریں۔ اگر رات کو آنکھ کھل جائے تو بھی یہی مشروب پئیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ شہد دل کے درد اور دل کی تیز دھڑکن کے لیے بہت مفید ہے۔

انیمیا

شہد ہیموگلوبن بنانے میں قابل ذکر کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی وجہ شہد میں آئرن، کاپر اور میگنیز کی موجودگی ہے۔ انیمیا کے مرض کا یہ بہت عمدہ علاج ہے کیونکہ یہ ہیموگلوبن اور خون کے سرخ ذرات میں درست توازن برقرار رکھتا ہے۔

خراش والی کھانسی

شہد خراش والی کھانسی کا بھی عمدہ علاج ہے۔ شہد سانس کی نالی کے بالائی حصے کی گیلی بافتوں کی سوزش کو دور کرکے خراش والی کھانسی کو ٹھیک کرتا ہے۔ نگلنے میں دشواری جیسے مسائل بھی حل ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہد کو کھانسی کے مختلف شربتوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ خراش پیدا کرنے والی کھانسی میں شہد ملے پانی سے غرارے کرنا بھی مفید رہتا ہے۔

نیند نہ آنا

نیند نہ آنے کے عارضے میں شہد کا استعمال مددگار ثابت ہوتا ہے۔ گہری نیند لانے میں یہ تنویمی عمل کرتا ہے۔ اسے پانی میں ڈال کر بستر پر جانے سے پہلے پینا چاہیے۔ اس کی مقدار ایک بڑے کپ پانی میں دو چائے کے چمچے شہد ہے۔ شہد کھانے کے بعد بچے عموماً گہری نیند سو جاتے ہیں۔

آنکھوں کی بیماریاں

آنکھوں کی مختلف بیماریوں کے لیے شہد عمدہ علاج ہے۔ روزانہ آنکھوں میں ڈالنے سے نظر بہتر ہوجاتی ہے۔ دکھتی ہوئی آنکھوں، آنکھوں میں خارش، ککرے، آشوب چشم اور دیگر بیماریوں میں اس کا استعمال شافی علاج کا درجہ رکھتا ہے۔ شہد کھانا اور آنکھوں پہ لگانا سبز موتیا کو ابتدائی مرحلے میں روک دیتا ہے۔

شہد، موتیا بند سے بھی تحفظ دیتا ہے۔ دو گرام پیاز کا پانی، دو گرام شہد ملا کر صاف بوتل میں محفوظ کرلیا جائے۔ اسے کسی شیشے کی

سلاخ سے آنکھوں پر لگائیں تو کچا موتیا بند تحلیل ہو جاتا ہے۔ یہ آنکھوں کی بافتوں میں جمع ہو جانے والی پروٹین کے اجتماع کو تحلیل کرتا ہے اور مزید اجتماع کو روکتا ہے۔

جنسی کمزوری

شہد مقوی باہ اور محرک ہے۔ ایشیائی لوگ اسے جنسی قوت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس میں کوئی جادوئی مادہ ہوتا ہے جو عورتوں کی زرخیزی اور مردوں کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ سمجھتے تھے کہ اس کا ایک گھونٹ جوانی کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک حصہ شہد کو تین حصے پانی میں ملا کر ہلکی آنچ پر ابالتے ہیں یہاں تک کہ دو تہائی پانی باقی رہ جاتا ہے۔ یہ مشروب شباب نو اور بھرپور طاقت کے لیے موثر سمجھا جاتا ہے۔

گنا SUGAR CANE

قدرتی فائدے اور طبی استعمال

گنے کے رس میں بہت سی طبی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ معدے، گردوں، دل، آنکھوں، دماغ اور جنسی اعضا کو تقویت دیتا ہے۔

بخار

متعدد قسم کے بخاروں میں گنے کا رس شفا بخش ہے۔ اگر بخار کا سبب پروٹین کی کمی ہو تو وافر مقدار میں گنے کا رس پینے سے یہ کمی دور ہو جاتی ہے اور بخار کی حدت اور شدت کم ہوتے ہوئے ختم ہو جاتی ہے۔

پیشاب کی بیماریاں

قلت پیشاب میں گنے کا رس پینا اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ یہ پیشاب کا اخراج بڑھا کر گردوں کے فعل کو باقاعدہ بنانے میں مدد دیتا ہے۔ تیزابیت بڑھ جانے پر پیشاب جل کر آتا ہے۔ اسی طرح امراض مخصوصہ، پراسٹیٹ گلینڈ کے بڑھ جانے، مثانے کی سوزش اور سوزاک میں بھی پیشاب جل کر آتا ہے اور یہ کیفیت اذیت ناک ہوتی ہے۔ گنے کا رس پینے سے یہ تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ زیادہ بہتر نتائج کے لیے گنے کے رس میں لیموں کا رس، ادرک کا جوس اور ناریل کا پانی شامل کر لینا چاہیے۔

یرقان

گنے کا جوس لیموں کے جوس کے ساتھ ملا کر پینے سے یرقان کے مریض تیزی سے صحت یاب ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ جوس بالکل صاف ہو۔

دبلا پن

گنے کا رس فربہ کرتا ہے، اس لیے دبلا پن دور کرنے کے لیے یہ موثر علاج بالغذا ہے۔ گنے کے رس کے باقاعدہ استعمال سے تیزی سے جسمانی وزن بڑھتا ہے۔

* * *

مختلف بیماریوں کے لیے آسان گھریلو علاج

زکام اور اس کا علاج

نزلہ زکام کے شروع ہوتے ہی غذا بند کردیں اور حتی الوسع فاقہ کریں۔ پانی نیم گرم پیتے رہیں۔ سبز چائے اور جوشاندہ صبح شام پئیں۔ چھینکیں آ رہی ہوں تو ناک کو دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سے رگڑ کر مسل کر چھینکیں روکنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ اس ترکیب سے بغیر کسی دوا کے نزلہ بالکل دور ہو جاتا ہے۔

گنج

مٹی کا تیل گنج کے مقام پر لگائیں اس سے سخت سوزش (جلن) ہوگی جب یہ سوزش ناقابل برداشت ہو جائے تو صابن سے دھو ڈالیں۔ دو روز وقفہ دے کر پھر یہی عمل کریں۔ انشاء اللہ پھر کسی مزید علاج کی ضرورت نہیں رہے گی۔

ایک عدد پیاز سرخ لے کر پانی میں گھوٹ لیں۔ اور کپڑے میں سے چھان کر روزانہ سر پر ملیں اور پھر اچھی طرح سر کو دھو لیں۔ انشاء اللہ چند بار کے استعمال سے بال گرنے بند ہو جائیں گے۔

بال چھڑ

درخت کریر کی کونپلیں خوب گھوٹ کر بال چھڑ کی جگہ لیپ کریں۔ انشاء اللہ چند روز میں مرض دور ہو کر بال از سر نو پیدا ہو جائیں گے۔

سر کے بالوں کا ٹانک

سر کے بالوں کے لیے دھوپ سے بہتر کوئی ٹانک نہیں ہے۔ بس روزانہ ایک گھنٹہ باہر کھلی ہوا میں اپنے بالوں کو دھوپ دے دیجیے۔ دھوپ دیتے وقت بالوں کو ڈھیلا کر کے کھول لیجیے تاکہ ان میں سے ہوا بھی گزر سکے اور دھوپ بھی گزر کر کھوپڑی کی جلد کو سینک دے۔ اگر روزانہ اہتمام کے ساتھ اس انداز سے بالوں کو دھوپ دی جائے۔ تو بالوں کا قدرتی رنگ بھی قائم رہے گا اور وہ قبل از وقت سفید بھی نہ ہوں گے۔ اگر کسی کے سر کی جلد پر ایسا محسوس ہو کہ وہ دھوپ کی وجہ سے جلنے لگی ہے تو اس سے گھبرائیے نہیں، کوئی نقصان نہ ہوگا۔ البتہ گرمیوں کے موسم میں علی الصبح دھوپ لی جائے اور ایک گھنٹہ کی بجائے آدھ گھنٹہ کافی ہوگا۔ دھوپ اور ہوا دینے سے بالوں کے تمام عوارض جاتے رہیں گے اور بال چمکدار اور خوب صورت رہیں گے۔ جب کھوپڑی کی جلد صحیح رہے گی تو بالوں کے گرنے کا مسئلہ ہی نہ پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی روزانہ بالوں کو برش کیا جائے اس سے بالوں میں ریشم کی سی نرمی اور چمک پیدا ہو جائے گی۔

آنکھوں کی بیماریاں

جو شخص شبنم کے موسم میں روزانہ ننگے پاؤں ہری ہری گھاس کے فرش پر چہل قدمی کرے وہ بفضلہ تعالیٰ نظر کی کمزوری اور بہت سے امراض سے بچا رہے گا۔

آنکھ میں مچھر یا کوئی اور خورد قسم کا جانور پڑ جانا

بعض اوقات راہ چلتے ہوئے انسان کی آنکھ میں مچھر یا از قسم مچھر کوئی بھنگا یا بھونڈی قسم کا جانور پڑ کر چلنے والے کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ آنکھ ایسی تکلیف دہ چیز کی متحمل نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات آنکھ میں آگ لگی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

جوں ہی آپ کو آنکھ میں کسی ایسی چیز کے پڑنے کا احساس ہو

فوراً آگے جانے سے رک جایئے اور الٹے پاؤں چند قدم اٹھایئے۔ بفضلہ تعالیٰ تکلیف دہ چیز آنکھ سے باہر آجائے گی۔ اور آپ کی جان میں جان آجائے گی۔ اس کے بعد آپ گھر میں جا کر خالص شہد کی ایک سلائی آنکھوں میں ڈال لیں اس کا زہریلا اثر دور ہو جائے گا۔

ناک کی بیماریاں

جب کسی مریض کی نکسیر کا خون بند ہونے میں نہ آتا ہو تو آپ پہلے یہ معلوم کریں کہ مریض کو خون دائیں نتھنے سے آتا ہے یا بائیں سے، بالفرض خون دائیں نتھنے سے آ رہا ہے تو پھر آپ بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی اور دوسری چھوٹی انگلی پر دو دھاگے سے مضبوط باندھ دیں اسی طرح اگر بائیں جانب کے نتھنے سے خون بہہ رہا ہو تو پھر آپ مریض کے دائیں ہاتھ کی مذکورہ انگلیوں کو باندھ دیں۔ انشاء اللہ نکسیر بند ہو جائے گی۔

نکسیر کو بند کرنے کے لیے

چنے کی دال دو سے تین تولے کسی مٹی کے کورے پیالے میں پاؤ بھر پانی ڈال کر رات کو رکھ چھوڑیں اور صبح ملا کر نتھار لیں اور شکر سے میٹھا کر کے نہار منہ پلا دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آٹھ روز کے استعمال سے عمر بھر کے لیے نکسیر سے نجات مل جائے گی۔

بدبوئے دہن

آم کی شاخ کی مسواک کرنے سے منہ کی بدبو دور ہو جاتی ہے۔

منہ سے خون آنا

خون خواہ پھیپھڑے کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے آتا ہو۔ درج ذیل دوا کے استعمال سے ان شاء اللہ جلد بند ہو جاتا ہے، بڑی آسان اور مجرب دوا ہے۔

کدو کا چھلکا سائے میں خشک کردہ حسب ضرورت لے کر باریک پیس لیں اور برابر وزن کھانڈ یا مصری ملا کر بحفاظت رکھیں۔

ترکیب استعمال

صبح نہار منہ چھ ماشے سے ایک تولہ تک دودھ کی لسی یا سادہ پانی سے دیں۔ اس سے بفضلہ خدا سِل تک کے مریض کو بھی آرام ہو جاتا ہے۔

بازار سے کدو لے کر اور چاقو سے چھیل کر قاشیں بنا کر اور کھانڈ لگا کر تپ دق کی اکسیری دوا کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے۔

کالی کھانسی کا علاج

سیاہ چنے پانچ تولہ شیر مدار یعنی آک کا تازہ دودھ دس تولے کسی مٹی کے کوزے میں رکھیں حتیٰ کہ چنے پھول کر دودھ کو جذب کر لیں۔ اس وقت اس کوزے کے منہ پر مٹی کا ڈھکن دے کر اچھی طرح مٹی سے بند کر کے خشک کریں اور دس سیر اپلوں میں آگ دے دیں، سفید بالکل خاکستر برآمد ہوگی۔ اس کو پیس کر شیشی میں ڈال کر رکھیں خوراک دو چاولوں سے ایک رتی تک بچے کی عمر اور بچے کی طاقت کے لحاظ سے مکھن یا بالائی میں ملا کر دیں بفضلہ چند خوراکوں میں نمایاں فائدہ ہو جائے گا۔ صحت یاب ہونے تک کھلاتے رہیں۔

کھانسی

بار بار آئینہ دیکھنے سے کھانسی کو بہت افاقہ ہو جاتا ہے۔ آزما کر تصدیق کریں۔

جگر اور تلی کی بیماریاں

یرقان کا علاج

پھٹکڑی سفید لے کر بریاں کریں اور باریک پیس کر پڑیہ باندھ لیں۔ اگر یرقان کو ایک ہفتے سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے تو پہلے دن ایک چٹکی دوسرے دن دو تیسرے دن تین چٹکی اور پھر ہمیشہ تین چٹکی کھلا کر اوپر سے دہی کا پیالہ پلایا کریں۔ ان شاء اللہ صرف سات روز میں پرانے سے پرانا مرض بالکل دور ہو جائے گا۔

معدے کی بیماریاں

بعض اوقات مریض کو قبض ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ معدہ بھی کمزور ہوتا ہے ایسی صورت میں ذیل کا سفوف مفید ثابت ہوتا ہے۔

تخم گشترہ یا مالنا لے کر سائے میں خشک کریں اور پیس کر رکھیں خوراک ایک ماشہ سے دو ماشہ تک اگر کڑواہٹ دور کرنا ہو تو قدرے نمک ملا لیں۔

ہچکی

سرد پانی ایک گلاس لے کر ہر دو منٹ کے بعد ایک ایک گھونٹ پانی خدا کا نام لے کر پیتے رہیں۔ شافی حقیقی کے حکم سے ہچکی بند ہو جائے گی۔

نمک کی نسوار لینے سے ہچکی اسی وقت رک جاتی ہے۔

الائچی کا چھلکا جلا کر سنگھائیں یا ابال کر رکھیں ہر پانچ منٹ میں گھونٹ گھونٹ پلائیں ہچکی دور ہو جائے گی۔

درد قولنج

لہسن چھیل کر کھائیں اور پیس کر درد والے مقام پر لگائیں۔ درد قولنج ان شاء اللہ دور ہوگا۔

ہیضہ

نمک کے تیزاب کی دو یا تین بوندیں دو ایک گھونٹ پانی میں ملا کر پلائیں اور ہر پندرہ منٹ کے بعد چند خوراکیں دیتے رہیں۔ ان شاء اللہ ہیضے کے تمام عوارض دست، بدن کا ٹھنڈا ہونا، تشنج وغیرہ دور ہو جائیں گی۔

اسہال

گندم کا آٹا دو تولہ ستو کی طرح بغیر میٹھا ڈالے پانی میں حل کر کے پی جائیں۔ اللہ کی رحمت سے ایک ہی خوراک سے اسہال بند ہو جائیں گے۔

قبض کا علاج

گیہوں کے موٹے آٹے اور بلا چھنے آٹے کی روٹی آنتوں کی حرکت اخراجی کو تیز کرتی ہے۔ قبض کو دور کرنا اس کا پہلا کام ہے بلکہ اس سے تو دائمی قبض والوں کو بھی آرام ہو جاتا ہے۔

کھانا کھانے کے دوران ایک دو بار ضرور پانی پییں، اس سے قبض دور ہو جاتی ہے۔

مقعد کی بیماریاں

مولی کے اوپر والے چھلکے چھیل کر خشک کریں۔ پھر کوٹ چھان کر اس کے برابر چینی ملا کر چالیس روز تک کھائیں ان شاء اللہ بواسیر دور ہوگی۔

جلد اور خون کی بیماریاں

بیماری جلد کی ہو یا خون کی بہر حال دونوں ہی خطرناک اور پریشان کن ہوتی ہیں۔ ان کے علاج میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔ جلد انسانی بدن کے لیے بمنزلہ فصیل (دیوار) کے ہے۔ جو تمام اندرونی اعضا کی حفاظت کرتی ہے۔ نیز بدن کا حسن و جمال بھی سب اسی کی بدولت ہے۔

اس لیے جلد کی بیماریوں کے علاج پر فوری طور پر توجہ کرنی چاہیے مگر غریب اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے دیہات میں رہنے والے کیا کریں۔ ان بہن بھائیوں کے لیے ذیل میں چند ہدایات اور ازاں بعد چند بلا قیمت تیار ہونے والے نسخے پیش کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ مسواک کو اپنی زندگی کے لازمی معمولات کا حصہ بناؤ۔ اس لیے کہ مسواک کرنے والا خونی بیماریوں میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

۲۔ ایک وقت میں دو متضاد قسم کی غذائیں مت کھاؤ، مثلاً دودھ اور گوشت، دودھ اور ہر قسم کی ترشی، مولی اور دہی وغیرہ۔

۳۔ جب تک کھانا ہضم نہ ہو، مزید کھانا نہ کھاؤ۔

۴۔ ابھی چند لقموں کی بھوک باقی ہو کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو۔

۵۔ پیشاب اور پاخانہ کی حاجت ہونے پر ہرگز ہرگز دیر نہ کرو۔

۶۔ نہانے میں غفلت نہ برتو۔ نہانے کے بعد تولیے یا کھدر کے کھردرے کپڑے سے بدن کو خوب اچھی طرح پونچھ لیا کرو۔

۷۔ صبح کی سیر خواہ وہ مختصر کیوں نہ ہو ضرور کیا کرو اس سے خون کی صفائی میں مدد ملتی ہے اور جسم تازگی حاصل کر کے چاق و چوبند ہو جاتا ہے۔

داد کیلئے مفید لیپ

خربوزے کا چھلکا حسب ضرورت لے کر پانی یا سرکے میں خوب گھوٹیں اور جب بہت ہی لطیف لیپ تیار ہو جائے تو داد کو کسی چیز سے کھجا کر لیپ کر دیں، بفضلہٖ آرام ہوگا۔

جوانی کے کیل

جب بھی چہرے پر کوئی کیل محسوس ہو، فوراً ہاتھ کی ایک انگلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر زور سے رگڑیں جب انگلی گرم ہو جائے تو کیل پر رکھ دیں۔ بار بار ایسا کرنے سے ان شاء اللہ کیل ختم ہو جائیں گے۔ گل منڈی ۱۰ دانہ صبح بھگو کر رات کو پلائیں اور رات بھگو کر صبح پلائیں۔

گرمی دانے یا پت کے لیے چند چٹکلے

تخم مرچ سرخ اکیس عدد لے کر رات کو مٹی کے پیالے میں پانی کے اندر بھگو دیں (یاد رہے کہ تخم مرچ اکیس لینے ہیں، اکیس مرچوں کے تخم نہیں) اور اسے صحن یا چھت پر رکھ دیں۔ تاکہ چاند کی نورانی کرنیں اور شبنم کے راحت آفریں قطرے شامل ہو کر اسے مؤثر ترین دوا بنا سکیں۔ صبح اس کو گھوٹ کر چھان لیں اور میٹھا ملا کر پلا دیں۔ دو تین دن پینا پورے سیزن کے لیے کافی ہوگا۔

تپ دق

یہ ایسا بخار ہے جو پھیپھڑوں کے انفیکشن سے پیدا ہوتا ہے اور بروقت علاج نہ کیا جائے تو نہایت تکلیف دہ مرض بن جاتا ہے۔ مسلسل بخار اور کھانسی کی وجہ سے مریض روز بروز لاغر اور دبلا پتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔

بکری کا دودھ حسب ضرورت لے کر ایک ہلکا سا جوش دے دیں۔ اور اس میں صرف ۷ بوند لہسن کا پانی ڈال کر علی الصبح بلاناغہ پلائیں اللہ کے حکم سے افاقہ ہوگا۔

بکری کے دودھ کے متعلق ایک وضاحت

بکری کا دودھ ایک غذا ہے اور لاجواب دوا بھی۔ لیکن کب؟

جبکہ بکری جنگل میں انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں چر چگ کر آتی ہو۔ گویا کہ بکری کا دودھ ان تمام بوٹیوں کا ایک عرق ہوتا ہے جو دودھ کی شکل میں ہمیں ملتا ہے۔ مگر اب تو عام طور سے بکریاں اپنے کھونٹے سے ہی بندھی رہتی ہیں اور انہیں صدہا قسم کی جڑی بوٹیوں کی بجائے ایک یا دو قسم کا گھاس اور دانہ ملتا ہے۔ ان بکریوں کا دودھ کہلانے کو تو بکری کا دودھ ہی کہلائے گا مگر اثرات کے لحاظ سے وہ نہ ہوگا۔ لہٰذا دوا کے طور پر استعمال کرتے وقت اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھیے۔

عورتوں کی بیماریاں

سیلان الرحم

سیلان الرحم عورتوں کے حسن و جمال اور اس کی صحت کو برباد کرنے والی بیماری ہے۔ اس مرض میں مبتلا ہو کر عورت ناعورت بن جاتی ہے۔ جس طرح باہ کی کمزوری کا مریض آخرالامر نامرد ہو جاتا ہے۔ اس مرض کی علامات میں سے موٹی موٹی علامات یہ ہیں کہ اس کی اندام نہانی سے سفید پانی آہستہ آہستہ خارج ہوتا ہے۔ وہ پانی بعض اوقات تو رقیق پتلی قسم کا ہوتا ہے اور بعض اوقات بدبودار اور گاڑھا ہوا کرتا ہے۔ مریضہ کے چہرے کی رنگت بلا خون اور خیالی ہو جاتی ہے۔ بالعموم ہاتھ اور پاؤں کے تلوے جلتے رہتے ہیں۔ کمر میں درد ہوتا ہے۔ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ یہ اس بیماری کے عوارض ہیں۔ اس مرض کے ازالے کے لیے چند نسخے پیش کرتے ہیں۔ جو بے قیمت ہیں۔

انڈوں کے چھلکے حسب ضرورت لے کر ان کو اندرونی باریک پردوں سے پاک کریں۔ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ پانی میں قدرے نمک یا چونا قلعی یا سجی ان میں سے جو بھی میسر آجائے ملا کر اور اس پانی میں انڈوں کے چھلکے ڈال کر آگ پر پندرہ بیس منٹ پکالیں۔ اور اتار کر ہاتھ سے ملیں۔ جھلیاں الگ ہو جائیں گی۔

انہیں پھینک دیں اور فقط چھلکے رکھ لیں اور کسی قلعی دار دیگچی میں قدرے گھی کڑکڑا کر ان کو اس گھی میں بریاں کریں۔ جب سرخی مائل ہو کر بریاں ہو جائیں تو اتار کر کپڑے سے صاف کر کے چکنائی دور کر دیں اور ان چھلکوں کو کھرل میں ڈال کر خوب باریک پیس کر رکھ لیں، بس دوا تیار ہے۔ اسے چار رتی سے ایک ماشہ تک مکھن میں یا دودھ سے کھلائیں۔ بفضلہ تعالیٰ چند یوم کے استعمال سے شفا ہوگی۔ مرچ اور گرم اشیاء سے پرہیز کریں۔

تالاب کی کائی کو مٹی کے پیالے میں بند کر کے جلالیں اور اس کے برابر وزن شکر ملا کر رکھ لیں خوراک چھ ماشہ بوقت صبح ہمراہ پانی۔ اس سے بفضلہ تعالیٰ سیلان دور ہوگا۔

بے اولاد یعنی بانجھ عورت کے لیے ایک عجیب چٹکلہ

آپ جب بھی پپیتا خریدیں تو اس میں سے اس کے بیج لے کر حفاظت سے رکھ لیں اور اسے سایہ میں خشک کر لیں۔ اور مریضہ سے ہدایت کر دیں کہ وہ ایک دانہ صبح و شام دودھ سے استعمال کرتی رہے۔ مگر ہدایت کر دیں کہ یہ تخم ٹوٹنے نہ پائے۔

یہ عمل چالیس روز تک جاری رکھیں۔ انشاء اللہ سوکھی گود ہری ہو جائے گی اور اجڑا ہوا گھر آباد ہو جائے گا۔

آگ سے جلنا

سرسوں کا تیل آگ کے بداثرات کو زائل کرنے کے لیے آب حیات کا کام دیتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ فوراً تیل سے جلی ہوئی جگہ کو تر کر دیا جائے بلکہ ممکن ہو تو ماؤف عضو کو تیل میں ڈبو دیا جائے۔ بفضلہ تعالیٰ فوراً برف کی طرح ٹھنڈ پڑ جائے گی اور آبلہ وغیرہ بھی نمودار نہیں ہوگا۔

آنکھوں کی خارش

انگور کا پانی لے کر آگ پر رکھ کر پکالیں اور اس کا قوام غلیظ ہونے پر شیشی میں سنبھال کر رکھیں۔ جس شخص کی آنکھوں میں خارش ہو اس کو ہدایت کر دیں کہ رات کو سلائی سے لگا کر آنکھوں میں ڈلوایا کریں۔ ان شاء اللہ خارش کو آرام ہوگا۔

بہترین مقوی غذا

جو صاحب بخار یا کسی اور بیماری کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہوں ان کے لیے انگور بہترین مقوی غذا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ انگوروں کے استعمال سے خون صالح پیدا ہوتا ہے اور انسان تندرست و توانا ہو جاتا ہے۔

کثرت حیض

بعض عورتوں کو خون حیض بہت زیادہ مقدار میں آنے لگتا ہے۔ مریضہ بہت کمزور ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں دھنیا دو ماشے آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب آدھا پانی جل جائے تو اتار کر مصری ملا کر نیم گرم پلا دیں۔ تین چار خوراک دینے سے آرام ہو جاتا ہے۔

قے حاملہ

حمل کے دنوں میں عورت کو اکثر صبح کے وقت قے آیا کرتی ہے جس کی وجہ سے عورت کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا آسان علاج یہ ہے کہ چاولوں کے پانی میں خشک دھنیا بقدر دو ماشے گھوٹ کر، چھان کر اور مصری سے میٹھا کر کے پلائیں۔

آواز بیٹھ جانا

ادرک کا رس اور شہد ملا کر چاٹنا چاہیے۔

کھانسی اور دمہ

رات کو سوتے وقت آٹھ یا دس لونگ بھنی یا بھنی ہوئی کھانے سے آرام ہو جاتا ہے۔

ہچکی

ہچکی آنے پر دو لونگ منہ میں ڈال کر ان کا رس چوستے ہی فوراً آرام ہو جاتا ہے۔

کمزور بچوں کے لیے

جن بچوں کی کمزوری کا سبب معلوم نہ ہو سکے ان کو گاجر کا رس چار ماشے سے ایک تولہ تک، برابر گرم پانی میں ملا کر دن میں دو تین مرتبہ پلا دیا کریں۔ ساتھ ہی اس کی ماں بھی گاجریں کھائے یا

گاجروں کا رس جیسی اس عمر سے تھوڑے ہی عرصے کے اندر ماں اور بچے کی صحت نمایاں طور پر ترقی کرے گی گاجر کا رس جن بچوں کو بغیر شکایت کے بھی پلایا جائے ان کی صحت دوسرے بچوں کی نسبت لازماً اچھی رہتی ہے۔

یرقان کی دوا

مولی کے سبز پتوں اور شاخوں کا پانی دس تولے، شکر دو تولے ملا کر صبح کے وقت نوش فرمائیں۔ ہر قسم کے یرقان (پیلیا) کے لیے نہایت مفید ہے۔

بواسیر

مولی کے پتے سائے میں خشک کر لیں۔ پھر کوٹ چھان کر ہم وزن کھانڈ ملا لیں۔ سفوف چھ ماشے بلاناغہ چالیس یوم کھائیں۔ بواسیر کا اکسیر علاج ہے۔

مثانے کی کمزوری

جن لوگوں کا مثانہ کمزور ہو اور رات کو خواب بد سے یا بغیر کسی خواب کے ویسے ضائع ہو جاتا ہو، ان کو جامن کی گٹھلی کا سفوف تین تین ماشے صبح و شام پانی کے ساتھ کھانا چاہیے۔

آنکھ کی خارش

انار کے دانوں کے رس کو تانبے کی کٹوری میں ڈال کر آگ پر پکائیں۔ گاڑھا ہو جائے تو جست کی ڈبیہ میں رکھ لیں۔ روزانہ ایک ایک سلائی آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں کی خارش، پلکوں کے بال گرنا، آنکھوں کا سرخ رہنا وغیرہ شکایتیں دور ہو جاتی ہیں۔

شربت مقوی دل

انار کے دانوں کو نچوڑ کر ایک سیر رس نکال لیں، اس میں تین سیر کھانڈ شامل کر کے حسب دستور قوام بنا لیں۔ صبح و شام بقدر پانچ پانچ تولے شربت تازہ پانی میں ملا کر استعمال کریں۔ یہ شربت پیاس کو بجھاتا ہے، قے کو دور کرتا ہے مقوی دل ہے۔ دل کی دھڑکن کے لیے نفع بخش ہے۔

خوب صورت اولاد پیدا کرنے کا راز

ایام حمل میں سنگتروں کا زیادہ استعمال اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب صورت اولاد پیدا کرنے کا راز ہے، جس کا جی چاہے آزما کر دیکھ لے۔

سخت زکام

دو لیموں کے رس میں ڈیڑھ پاؤ کھولتا ہوا پانی ڈال کر اور اسے حسب ذائقہ شہد سے میٹھا کر کے رات کو سوتے وقت پینا زکام میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

بخار میں پیاس

ہر قسم کے بخار میں، جس میں پیاس زیادہ لگتی ہے، لیموں کا رس نچوڑ کر پلانا نہایت نفع بخش ہے۔ اس کی مقدار خوراک چائے کے چار چمچوں سے لے کر چھ چمچوں تک رکھنی چاہیے۔

منہ کی بدبو

جس شخص کے منہ سے بدبو آرہی ہو اس کو مجلس میں بیٹھنا دوبھر ہو جاتا ہے اور اگر بیٹھے تو اس مجلس کی شامت آجاتی ہے، اس کا علاج یوں کیجئے۔

لیموں کا رس جو تازہ نکالا گیا ہو، ایک حصہ، عرق گلاب دو حصے، دونوں کو ملا کر روزانہ صبح و شام پلایا جائے اس سے نہ صرف یہ کہ منہ سے بدبو دور ہو کر خوشبو آنے لگتی ہے بلکہ مسوڑھوں کے زخم، گوشت خورہ وغیرہ بھی دور ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں دانت صاف ہو جاتے ہیں اور منہ تمام گندے مادوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

سر درد

سیب ایک یا دو عدد لے کر رات کو چاقو سے چھیل لیجیے۔ پھر نمک لگا کر رکھیں اور نہار منہ خوب چبا کر کھا لیجیے۔ تین چار روز کے استعمال سے شدید درد کو آرام ہو جائے گا۔

قدرتی ٹانک

روزانہ نہار منہ تین چار سیب کھا کر اوپر سے دودھ پیا جائے تو دو ایک مہینوں ہی میں صحت قابل رشک بن جاتی ہے۔ جلد کا رنگ

نکھر آتا ہے، چہرے پر سرخی کی لہر آجاتی ہے۔ اعضائے رئیسہ کی تمام کمزوریاں دور ہو کر ان میں ایک نئی زندگی کی روح سرایت کرنے لگتی ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ اس غذا سے وہ تمام فوائد حاصل ہوجاتے ہیں جن کا ذکر بڑی بڑی قیمتی دواؤں کے اشتہاروں میں تو پایا جاتا ہے مگر کسی دوا سے حاصل نہیں ہوتے۔

مردانہ طاقت

ایک عدد پختہ سیب لے کر چاقو سے چھیل کر اس میں جس قدر بھی لونگ آسکیں چبھو دیں، ہفتہ بعد لونگ مذکورہ نکال کر شیشی میں رکھ چھوڑیں۔ روزانہ صبح کے وقت چار سے چھ لونگ تک نوش فرمایا کریں، پھر دیکھیں کہ کس قدر قوت پیدا ہوتی ہے۔

عینک سے نجات

مغز بادام سات عدد، سونف چھ گرام، مصری چھ ماشہ سونف اور مصری کو سفوف بنالیں اور مغز بادام کو چھیل کر اور نیم کوب کرکے شامل کریں۔ رات کو سوتے وقت گرم دودھ سے استعمال کرلیا کریں مگر اس کے بعد پانی ہرگز نہ پئیں۔

اتنی مقدار میں چالیس روز متواتر استعمال کرتے رہیں۔ اس سے نظر اس قدر تیز ہوجاتی ہے کہ عینک کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور دماغ کی کمزوری دور ہوجاتی ہے۔

تتلاپن کی اکسیر دوا

یہ دوا ایک ماہ استعمال کرنے سے تتلاپن شرطیہ دور ہوجاتا ہے، کمزوری، ناطاقتی اور زیادتی پیشاب میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جو بچے چھوٹی عمر میں تلفظ کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرسکتے، ان کے لیے بہترین چیز ہے۔

مغز بادام چھلے ہوئے پانچ تولے، ورق چاندی ایک تولے، دار چینی ایک تولہ، لونگ ایک تولے، مغز پستہ دو تولے، کیسر (زعفران) چھ ماشے، شہد پندرہ تولے۔ سب ادویات کو باریک پیس کر شہد میں بخوبی ملالیں۔ خوراک چار ماشے سے چھ ماشے ہمراہ دودھ استعمال کریں۔

اکسیر تپ دق

تپ دق کی بیماری میں کسی پتھر یا چینی کے برتن میں تازہ میٹھے اور رسیلے آموں کا رس پندرہ بیس تولے نچوڑیں۔ اس میں شہد پانچ تولے ملا کر صبح و شام استعمال کریں اور دن رات میں دو یا تین بار گائے یا بکری کا تازہ دودھ مصری ڈال کر پی لیں۔ پانی بھی استعمال کیا جائے تو اچھا ہے۔ اس طرح اکیس دن تجربہ کرنے سے تپ دق جیسی سنگین بیماری والا آدمی بھی تندرستی حاصل کرنے لگتا ہے۔

اکسیر ذیابیطس

ذیابیطس جیسی جیتی بیماری جو قیمتی ادویہ سے بھی نہیں جاتی، اس کے علاج کے لیے آم کے پتے اکسیری حیثیت رکھتے ہیں۔ آم کے ایسے پتے جو خود بخود جھڑ جائیں اکٹھے کرکے سایہ میں خشک کرلیجیے پھر انہیں باریک پیس لیجیے۔ بس اکسیر تیار ہے۔ ڈیڑھ ماشہ صبح ڈیڑھ ماشہ شام تازہ پانی کے ساتھ دی جائے۔

اکسیر کھانسی

کھانسی کی دونوں قسموں کے لیے یہ چٹکلہ مفید ہے۔

تربوز کا پانی دس تولے، سونٹھ ساڑھے تین ماشے، شہد ایک تولہ۔ ترکیب تیاری: سونٹھ کو باریک پیس کر شامل کرلیں۔ ذرا نیم گرم کرکے استعمال کرائیں۔ بفضلہ تعالیٰ کھانسی جڑ سے اکھڑ جائے گی۔ ہلدی اور شکر ملا کر دن میں تین چار مرتبہ کھلائی جائے۔

کیل اور مہاسے

سنگترے کا چھلکا خشک کرکے پیس لیں اور رات کو سوتے وقت تھوڑے سے پانی میں ملا کر کیلوں پر لیپ کریں صبح دھوئیں۔ چند روز کے استعمال سے کیل اور مہاسے دور ہوجائیں گے اور چہرہ خوب صورت ہوجائے گا اگر سنگترے دو تین کی تعداد میں روزانہ کھائے جائیں تو سونے پر سہاگہ جیسا اثر ہوگا۔

پیشاب کی بیماریاں

بعض اوقات گرمی کی وجہ سے پیشاب میں جلن شروع ہوجاتی ہے اور اس کا رنگ پیلا زرد ہوجاتا ہے۔ بعض اوقات

پیشاب رک رک کر قطرہ قطرہ ہو کر آتا ہے۔ کبھی کبھی پیشاب میں ریت آنے لگتی ہے، ان کے لیے سنگترے کا رس پئیں۔ مسلسل استعمال سے پیشاب کے تمام امراض دور ہو جائیں گے۔

بچوں کی بیماریاں

امریکا اور دوسرے مغربی ممالک میں بچوں کی غذا میں سنگترے کا رس خاص طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ اگر مندرجہ ذیل ترکیب کے مطابق انہیں یہ نسخہ استعمال کرایا جائے تو بچہ چند دنوں میں موٹا ہوگا۔

گائے کا دودھ دو حصے، گرم پانی دو حصہ اور سنگترے کا رس ایک حصہ، چینی حسب ضرورت۔

نوٹ: اس مقصد کے لیے ہمیشہ میٹھا سنگترہ، کنو یا مالٹا استعمال کریں۔

بخار

سنگترے کا رس بخار کے لیے نہایت مفید ہے۔ نئی طبی تحقیقات کے مطابق بخار میں مبتلا افراد کے لیے سنگترے کے رس کے برابر کوئی غذا نہیں ایسے مریض کی پیاس کی شدت ختم کرنے کے لیے اس کے جسم سے وہ زہریلے مواد نکال دیے جائیں جو اس کے خون، گوشت اور جلد جلانے کا سبب بنے ہیں۔ سادہ پانی کی بجائے سنگترے کا رس نہ صرف پیاس کو بہتر طور پر دور کرے گا بلکہ زہریلے مادوں کو بھی ختم کرے گا۔

ٹائیفائیڈ

ٹائیفائیڈ کے مریضوں کو جو کے دلیے میں پاؤ ڈیڑھ پاؤ سنگترے کا رس شامل کر کے کھلائیں۔ اس سے نہ صرف بخار اترے گا بلکہ جسم میں طاقت بھی پیدا ہوگی۔

بال امرت

ہمارے ملک میں ننانوے فی صدی مستورات اپنے بچوں کو خود دودھ پلاتی ہیں۔ اسی (۸۰) فی صد عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا دودھ بچے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ ان تمام حالات میں بچہ کی ماں کو خوب پکے ہوئے سنگترے کا رس استعمال کرانا چاہیے اس سے نہ صرف بچے کو وٹامن ملتی ہے جس سے اس کی پرورش نہایت عمدگی سے ہوتی ہے، رُبما اکثر بیماریوں سے بھی امن میں رہتا ہے۔

مغرب کے ماہرین طب یہاں تک دعویدار ہیں کہ جانوروں کا خالص دودھ جس سے مکھن نہ نکالا گیا ہو یہ بھی سنگترے کے رس سے کچھ زیادہ غذائیت نہیں رکھتا۔

سنگترے کے رس سے نہ صرف آنتوں اور گردوں پر بلکہ معدہ پر بھی زور نہیں پڑتا۔ یہ فی الفور جزو بدن ہو کر اپنی مخصوص غذائیت جسم کو پہنچاتا ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ دوا اور غذا دونوں کا کام دیتا ہے۔ بچے کو حالت صحت اور تندرستی میں رس سنگترہ پلانا "سونے پر سہاگہ کا مصداق ہے۔"

ہونٹوں کا پھٹ جانا

بعض اوقات سردی یا ہوا لگنے سے ہونٹ پھٹ کر سخت تکلیف کا موجب بن جاتے ہیں۔ ذیل میں ایک نہایت آسان اور مجرب نسخہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس کے ایک ہی بار لگانے سے مرض جاتا رہتا ہے۔

سیب کے بیج بقدر حاجت خوب پیس کر گاڑھا لیپ کر کے سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کر کے سو جائیں۔ ان شاء اللہ صبح تک مرض کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔

لاغری

گاجروں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاص وصف رکھی ہے کہ اس سے بدن موٹا ہو جاتا ہے۔ اس لیے گاجر کا حلوہ ہر سردی کے موسم میں کثرت سے استعمال کرنا چاہیے۔

* * *

حصہ ہفتم

متفرقات

علاجِ قرآنی

خواب اور ان کی تعبیر

گھریلو چٹکلے

علاج قرآنی

قرآن مجید کے ذریعے علاج کیوں؟

قرآن مجید انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت و رہنمائی کا ایک کامل اور ابدی پیغام ہے۔ وہ انسانیت کے لیے زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔ جس دور میں اور جہاں بھی قرآن مجید کے اصولوں کو سوسائٹی میں نافذ کیا گیا، قرآن نے اپنی تاثیر دکھائی اور وہ سوسائٹیاں اپنے دور میں فلاح و تمدن اور بہبود کے حوالہ سے ترقی کے مدارج پر فائز رہیں۔ قرآن مجید جس طرح اپنے اصولوں کی تاثیر سے موثر ہے اسی طرح اپنے الفاظ و آثار کے حوالے سے بھی اتنا ہی موثر ہے۔ انسان جس طرح بھی اسے اپنے لیے معاون بنائے، قرآن کی برکتیں ہر حالت میں اثر انداز ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کو نور مبین کہا گیا ہے۔ نور سے مراد روشنی اور توانائی ہے۔ جس طرح روشنی اور توانائی اپنی ماہیت کی تمام کیفیتوں میں موثر ہے اس طرح قرآن بھی انسان کے لیے بھلائی کی تمام ضرورتوں میں موثر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو انسانوں کے لیے شفا بھی فرمایا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اسراء۔ ۸۲)

”اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ دفع ہوں
اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے۔“

قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے قرآن مجید کی شفا جب ایمان پر قائم لوگوں کے حصے میں آتی ہے تو وہ سراپا رحمت بن جاتی ہے۔ اس کے لیے ایمان کے لوازمات یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت اور رحمت پر یقین جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی رحمت کی فراوانی ہوگی۔ یہ رحمت ایک مستقل بھلائی ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ بندہ ہمیشہ اس رحمت کا متقاضی رہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں قرآن کی ہدایات موجود ہیں۔ انسان زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن کی ان ہدایات کو جتنا زیادہ مانتا ہے اور عمل کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کی رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔ اس طرح درد و کرب اور بیماری و مصیبت میں بھی انسان قرآن مجید کی شفا کا اس وقت مستحق ہوتا ہے جب وہ زندگی کے باقی معاملات میں بھی قرآن کو اپنا رہنما اور مداوا تصور کرتا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کلام الٰہی میں تمام روحانی و جسمانی امراض کے لیے شفا ہے اور کلام الٰہی ہر تکلیف دکھ اور رنج دور کرنے کا موجب ہے لیکن اس سے شفا اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے زندگی میں ایمانداری کا رویہ، انسانوں کی عزت و مال و جان کے حقوق غصب کرنے سے باز رہنا، کبیرہ گناہوں سے پرہیز اور کسب حلال کا رویہ بہت ضروری ہے۔ اگر سابقہ زندگی میں ان چیزوں سے غفلت برتی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ تائب ہو کر اور آئندہ ہمیشہ کے واسطے ان بداعمالیوں سے بچنے کا تہیہ کر کے بیمار اور مصیبت زدہ آدمی جب صدق دل اور ایمان کامل اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اپنی بیماری کا بہتر طریقے سے علاج کرتا ہے تو اس کی بیماری اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ یہ زمین و آسمان کے اس مالک کا کلام ہے جس کے لیے فرمایا گیا ہے کہ یہ اگر پہاڑ پر اترتا تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے وہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ ہر بیماری کے لیے اللہ تعالیٰ نے شفا کے واسطے دوائیوں کے اسباب بھی بنائے ہیں۔ انسان کو ان سے باقاعدہ استفادہ کرتے رہنا چاہیے۔

احادیث کی رو سے دعا دفع تکالیف اور حصول مقصد کے لیے انتہائی مفید اسباب میں سے ہے بشرطیکہ مانگنے والی چیزیں شرعی ممنوعات میں سے نہ ہوں۔ اور جب اس کے ساتھ خدا کے حضور میں عاجزی وزاری کا اظہار بھی ہو تو یہ مصیبت کی دشمن بن جاتی ہے کہ اس کو دور کر دیتی ہے، اور اس کا علاج کرتی ہے، اس کے آنے کو ٹال دیتی ہے یا اس کو نزول کے بعد آسان بنا دیتی ہے۔ سنن ترمذی میں ہے کہ ”دعا نفع دیتی ہے ان (مصائب) میں جو آن پڑے اور ان مصائب میں بھی جو نہیں آئے۔ اے اللہ کے بندو دعا ضرور مانگا کرو۔“

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معوذات اور ان کے علاوہ اللہ کے دیگر ناموں سے جھاڑ پھونک کرنا بشرطیکہ نیک لوگوں کی زبان سے ہو طب روحانی ہے اور اللہ کے حکم سے اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ ان تین شرائط کی موجودگی میں جھاڑ پھونک جائز ہے۔

۱۔ یہ دم اللہ کے کلام یا اس کے اسما یا صفات یا اس کے رسول کے کلام سے ہو۔
۲۔ یہ دم عربی یا کسی ایسی زبان میں ہو جس کے معنی معلوم ہوں۔
۳۔ اس اعتقاد کے ساتھ ہو کہ جھاڑ پھونک بذات خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے مؤثر ہے اور یہ کہ اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے۔

جادو کا علاج

جادو کے ربانی علاج کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس سے انسان پہلے ہی جادو سے محفوظ رہتا ہے وہ یہ ہیں۔

☆ تمام فرائض وواجبات کا ادا کرنا اور تمام محرمات کو ترک کر دینا اور تمام گناہوں سے توبہ کرنا۔

☆ تلاوت قرآن کریم کو اپنے معمولات یومیہ میں شامل کر دینا۔

☆ دعاؤں، تعوذات، اور اذکار مشروعہ سے اپنی حفاظت کرنا، مثلاً مندرجہ ذیل دعاؤں کو درج شدہ ترتیب پر پڑھنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

”اس خدا کے نام سے جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔“

تین مرتبہ صبح اور تین مرتبہ شام کو پڑھنا۔ اور ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت اور صبح وشام آیت الکرسی پڑھنا اور سورۃ اخلاص اور معوذتین صبح وشام اور سوتے وقت تین تین مرتبہ پڑھنا اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ کا ہر روز سو مرتبہ پڑھنا اور صبح وشام اور نماز کے بعد کے اذکار اور سونے جاگنے، گھر میں داخل ہونے، گھر سے نکلنے، سوار ہونے، مسجد میں داخل ہونے، مسجد سے نکلنے، بیت الخلا میں جانے اور اس سے نکلنے، مصیبت زدہ کو دیکھنے کے وقت کی دعاؤں کا پابندی سے پڑھنا۔

دوسری قسم: (جائز) جھاڑ پھونک ہے۔ اس کے بھی بہت سے طریقے ہیں، مثلاً:

☆ بیری کے سات ہرے پتے لے کر کوٹے پھر اس میں اتنا پانی ملا دے جو غسل کے لیے کافی ہو سکے اور اس پر تعوذ، آیت الکرسی، سورہ اعراف کی آیت ۱۱۷ تا آیت ۱۲۲، سورہ یونس کی آیت ۷۹ تا آیت ۸۲، سورہ طٰہٰ کی آیت ۶۵ تا آیت ۷۰، سورہ کافرون، سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورۃ والناس پڑھ کر دم کرے اور پھر اس پانی سے تھوڑا سا لے کر تین مرتبہ پیے اور باقی پانی سے غسل کرے ان شاء اللہ اس سے جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر دوبارہ یا سہ بارہ ضرورت ہو تو اسی طرح کرتا رہے حتیٰ کہ مرض بالکل ختم ہو جائے۔ یہ طریقہ بہت سے لوگوں نے آزمایا ہے اور اس کے ذریعے سے ان کو نفع پہنچا ہے، خاص طور پر ایسے آدمی کے لیے زیادہ مجرب ہے جسے سحر کے ذریعے سے اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو (فتح الباری)

☆ مریض خود اپنے جسم کے متاثرہ مقام پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سات مرتبہ یہ دعا پڑھے اور دم کرے۔ ان شاء اللہ بہت جلد شفا پائے گا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

(مسلم)

"اللہ اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں اس شر سے جس کو پاتا ہوں اور جس کا اندیشہ کرتا ہوں۔"

نوٹ: یہ دعا پڑھ کر دم کرنا بھی انتہائی مفید و مجرب ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا (بخاری)

"اے اللہ! لوگوں کے رب اس مصیبت کو دور کر اور شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں کوئی شفا مگر تیری، ایسی شفا جو بیماری کو نہ چھوڑے۔"

نظر بد کا علاج

نظر بد کے علاج کی کئی قسمیں ہیں، پہلی قسم بطور احتیاط نظر بد لگنے سے پہلے (علاج کرنا ہے) اور اس کے کئی طریقے ہیں۔

۱۔ جس کو نظر لگنے کا خطرہ ہو وہ خود یا کوئی اور اس پر وہ اذکار اور ادعیہ وغیرہ پڑھ کر دم کرے جن کا ذکر جادو کے علاج کے بیان میں گزشتہ سطور میں ہے۔

۲۔ جس کو اپنی نظر لگنے کا خطرہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ جب اپنے آپ یا اپنے مال و اولاد یا کسی دوسرے بھائی کے مال و اولاد وغیرہ کو دیکھے تو ان کے لیے برکت کی دعا کرے اور یہ پڑھے

مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْہِ (موطا مالک)

تو اس کی نظر کا اثر نہیں ہوگا اس لیے کہ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے پسند آئے تو چاہیے کہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔

۳۔ جس پر نظر لگنے کا اندیشہ ہو اس کی خوبیوں کو چھپایا جائے۔

دوسری قسم نظر لگنے کے بعد علاج ہے اور اس کے بھی کئی طریقے ہیں۔

۱۔ اگر نظر لگانے والا معلوم ہو تو اس سے کہا جائے کہ وہ وضو کرے۔ پھر وضو کے مستعمل پانی سے جس کو نظر لگی ہو غسل کرے۔ (ابوداؤد)

۲۔ سورۂ اخلاص، معوذتین، سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، بقرہ کی آخری دو آیات اور وہ ادعیہ مشروعہ جن کا ذکر جادو کے علاج کے بیان میں گزرا، کو کثرت سے پڑھے اور مقام متاثرہ پر دایاں ہاتھ پھیرتے ہوئے دم کرے۔ انشاء اللہ بہت جلد ہی شفا پائے گا، بے حد مجرب ہے۔

۳۔ مذکورہ آیات (سورہ اخلاص، معوذتین، فاتحہ، آیت الکرسی، بقرہ کی آخری دو آیات) اور ادعیہ کو پڑھ کر پانی پر دم کرے پھر مریض اس میں سے پیے اور باقی مریض پر چھڑک دیا جائے یا تیل پر دم کرے اور اس تیل سے مریض کی مالش کی جائے انشاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔ اور اگر زم زم کا پانی میسر ہو، اس پر دم کیا جائے تو تاثیر میں انتہائی زود اثر ہوگا۔

۴۔ سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، سورہ بقرہ کی آخری دو آیات، سورہ اخلاص، معوذتین (یعنی سورہ فلق اور سورہ والناس) اور ادعیہ مذکورہ کو لکھ کر مریض کو پلایا جائے اور پانی میں ڈال کر اس پانی سے مریض کو غسل کرایا جائے تو بے حد مفید و مجرب ہے۔

تیسری قسم ان اسباب کو اختیار کرنا جو حاسد کی نظر بد کو دفع کر دیتے ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ اللہ کی پناہ طلب کرنا حاسد کے شر سے۔

۲۔ اللہ کا خوف اور اس کے اوامر کو پورا کرنا اور نواہی سے بچنا جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد احفظ اللہ یحفظک تو اللہ کے حکموں کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت کرے گا۔

۳۔ حاسد کے تکلیف پہنچانے پر صبر، اور اس سے درگزر اس طرح کہ نہ اس سے جھگڑے، نہ اس کی شکایت کرے اور نہ ہی اپنے دل میں اس کو تکلیف دینے کا خیال کرے۔

۴۔ اللہ پر بھروسا کرنا، بس یہ ہے کہ جو اللہ پر بھروسا کرے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

۵۔ نہ حاسد کے حسد کا خوف رکھے اور نہ ہی اپنے دل کو اس کے فکر میں مشغول رکھے اور یہ سب سے بہترین دوا ہے۔

۶۔ اللہ کی طرف توجہ اور اخلاص اور اس کی رضا و خوشنودی کی جستجو۔

۷۔ تمام گناہوں سے توبہ اس لیے کہ گناہ انسان پر اس کے

دشمنوں کو مسلط کردیتا ہے۔

۸۔ جہاں تک ممکن ہو صدقہ اور نیک عمل کرنا اس لیے کہ مصیبت اور حاسد کے شر اور نظر بد کو دور کرنے میں صدقہ اور نیک عمل کی عجیب تاثیر ہے۔

۹۔ حاسد اور ایذا پہنچانے والے کی دشمنی کی آگ کو اس پر احسان کر کے بجھانا اس طرح کہ جب اس کے جانب سے ایذا رسانی اور شرارت وسرکشی اور حسد میں اضافہ ہو تو آپ اس پر احسان اور خیر خواہی، شفقت کرنے میں اضافہ کردیں۔ لیکن اس کی توفیق خوش قسمتوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

۱۰۔ اللہ رب العزت کی خالص توحید سے دل کو بھرنا جس کے حکم کے بغیر نہ کوئی نفع دے سکتی ہے اور نہ نقصان اور وہی نفع و نقصان دونوں کا مالک ہے۔ اسی توحید پر ان تمام اسباب مذکورہ کا دارومدار ہے۔ پس توحید اللہ کا وہ عظیم قلعہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا محفوظ ہوا۔

یہ دس اسباب، حسد کرنے والے کی شرارت، نظر لگانے والے کی نظر اور سحر کرنے والے کے سحر کو دور کردیتے ہیں۔

جنات کے اثر کا علاج

آسیب اور جنات کے اثر کا علاج دو قسم کا ہے۔

پہلی قسم اثر ہونے سے پہلے

تمام فرائض وواجبات کا اہتمام، تمام محارم سے اجتناب، تمام گناہوں سے توبہ، اذکار وادعیہ اور تعوذات کی پابندی انسان کو جنات کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے۔

دوسری قسم اثر ہونے کے بعد

یہ اس مسلمان کے دم کرنے سے ہوتا ہے جس کے دل و زبان میں موافقت ہو۔ اس کا سب سے بڑا علاج سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، سورہ بقرہ کی آخری دو آیات، سورہ اخلاص، سورہ فلق، اور سورہ والناس کا آسیب زدہ شخص پر تین مرتبہ پڑھ کر دم کرنا ہے۔

اور ان کے علاوہ جتنی بھی آیات قرآنی یاد ہوں، پڑھ کر دم کرلے اس لیے کہ قرآن پورا کا پورا دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور مومنین کے لیے شفا، ہدایت اور رحمت ہے۔ اور ان دعاؤں کا پڑھنا بھی بہت مفید ہے جن کا تذکرہ سحر کے علاج میں ہوا، لیکن اس علاج میں دو چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے ایک آسیب زدہ کی جانب سے کہ علاج دل کے یقین، اللہ کے جانب سچی توجہ اور ایسے صحیح تعوذ کے ساتھ ہو جس سے دل وزبان مطمئن ہو۔ دوسرا معالج کی جانب سے کہ اس میں بھی مندرجہ بالا صفات ہوں اس لیے کہ محاورہ ہے تلوار کی کاٹ تلوار چلانے کے قوت سے ہوتی ہے۔

نفسیاتی بیماریوں کا علاج

نفسیاتی بیماریوں اور ضیق الصدر (دل کی تنگی) کا سب سے کارآمد علاج مختصراً مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ ہدایت اور توحید (نفسیاتی بیماری اور تنگی دل کو دور کرنے کا سبب ہے) جیسا کہ گمراہی اور شرک دل کی تنگی کا بڑا سبب ہے۔

۲۔ سچے ایمان کا وہ نور جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے نیک عمل کے ساتھ۔

۳۔ علم نافع کہ جب انسان کا علم وسیع ہوتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور اس میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ کی طرف انابت ورجوع اور اللہ کے ساتھ دل کی کامل محبت اور اللہ کی طرف توجہ اور عبادت کے ذریعے سے اللہ کے نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔

۵۔ ہمیشہ ہر جگہ ہر حال میں اللہ کا ذکر پابندی سے کرنا اس لیے کہ ذکر کو انشراح صدر، پریشانی وغم دور کرنے میں عجیب تاثیر حاصل ہے۔

۶۔ مخلوق کے ساتھ ہر طرح سے بھلائی کرنا اور جہاں تک اور جس چیز سے بھی ممکن ہو مخلوق کو نفع پہنچانا، اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے زیادہ سینہ کھولنے والے اور دل کو صاف ستھرا اور خوش کرنے والے ہیں۔

۷۔ بہادری، اس لیے کہ بہادر آدمی کا سینہ کھلا اور دل وسیع ہوتا ہے۔

۸۔ دل سے ان مذموم صفات کا نکالنا جو دل کی تنگی اور تکلیف کا سبب بنتے ہیں، مثلاً حسد، بغض، کینہ، عداوت، دشمنی، سرکشی، اس

لیے کہ کسی چیز کا حاسد ہونا اس کا عیب شمار ہوتا ہے جو اس چیز کو بیکار کر دیتا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل مخموم القلب صدوق اللسان" ہر پاکیزہ دل اور سچی زبان والا۔" صحابہؓ نے عرض کیا کہ سچی زبان والے کو تو ہم جانتے ہیں "مخموم القلب" سے کیا مراد ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر متقی گناہوں سے بچنے والا کہ اس کے دل میں کوئی گناہ، سرکشی، کینہ اور حسد نہ ہو (ابن ماجہ)

۔ فضول دیکھنے، فضول بولنے، فضول سننے، فضول ملنے، فضول کھانے اور فضول سونے کو ترک کرنا، جس نے ان چیزوں کو ترک کر دیا تو یہ اس کے انشراح صدر کا اور پریشانی وغم کے زوال کا سبب ہوگا۔

۔ کسی مفید کام یا علم میں مشغول ہونا کہ یہ دل کو پریشانی میں ڈالنے والی چیزوں سے دور کر دیتے ہیں۔

۔ موجودہ کاموں کے کرنے کا اہتمام کرنا اور مستقبل میں آنے والے کاموں کے فکر و انتظام کو فی الحال ترک کر دینا اور گزشتہ رنج وغم کو بھول جانا اس لیے کہ انسان ان امور میں محنت و کوشش کرتا ہے جو اسے دین و دنیا میں نفع دے اور گزشتہ غم کو بار بار یاد کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اللہ سے اپنے مقصد کی کامیابی کی دعا کرنا اور اس میں اللہ سے مدد طلب کرنا اس لیے کہ یہ چیزیں دل کو فکر وغم سے صاف کر دیتی ہے۔

۱۱۔ اپنے سے کمتر کو دیکھ اور جو تجھ سے عافیت یا رزق وغیرہ میں بہتر ہو اس کی طرف مت دیکھ (کہ اس کو دیکھنا انسان کو مغموم کر دیتا ہے)

۱۳۔ گزشتہ ایسے ناگوار واقعات کو جن کی تلافی ممکن نہ ہو بھول جانا اور ان کی کوئی فکر نہ کرنا۔

۱۴۔ جب انسان پر کوئی مصیبت آئے تو اسے چاہیے کہ اس مصیبت کو کم کرنے کی کوشش کرے بایں طور کہ ان برے احتمالات پر جو اس تک مصیبت پہنچاتے ہیں، قابو پائے اور حسب طاقت اس کا مقابلہ کرے۔

۱۵۔ دل کو مضبوط رکھنا اور گھبراہٹ، پریشانی اور ان خیالات و اوہام سے دور رکھنا جو دل کو برے فکروں کی طرف کھینچتے ہیں۔ نیز غصہ نہ کرنا اور محبوب چیزوں کے زوال اور ناگوار چیزوں کے آنے کا غم نہ کرنا بلکہ ہر کام کو اللہ کے حوالے کر دینا اور ساتھ ساتھ مفید اسباب کو اختیار کرنا اور اللہ سے درگزر اور عافیت کی دعا مانگتے رہنا۔

۱۶۔ دل کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتماد اور بھروسا اور حسن ظن، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنے والے کے حق میں اوہام کوئی اثر نہیں رکھتے۔

۱۷۔ ہر عقل مند انسان اس بات کو سمجھتا ہے کہ صحت و تندرستی کی زندگی خوش قسمتی اور اطمینان کی زندگی ہے جو بہت ہی مختصر ہوتی ہے، اس لیے وہ اس کو غم اور کدورتوں کی وجہ سے مزید کم نہیں کرتا، کیونکہ یہ چیزیں حیات صحیحہ کی دشمن ہیں۔

۱۸۔ جب کسی انسان کو دینی یا دنیوی نعمت کے ساتھ کوئی تکلیف پہنچے تو اسے چاہیے کہ اس مصیبت میں جو نعمت ہے اس کو زیادہ بیان کرے اسی طرح اگر کسی چیز سے نقصان کا ایک احتمال ہو اور اس سے محفوظ رہنے کے بہت سے احتمالات موجود ہوں تو نقصان کے کسی کمزور احتمال کو خود پر اس طرح مسلط نہ کرے کہ وہ حفاظت کے بہت سے قوی احتمالات پر غالب آجائے۔ اس طرح کرنے سے اس انسان کو اس غم وفکر سے نجات مل جائے گا۔

۱۹۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ لوگوں کا کسی انسان کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ اس انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا خاص کر بے ہودہ گوئی کہ یہ اس انسان کو کوئی نقصان نہیں دیتی بلکہ یہ کام ان ہی لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے جو اس طرح کرتے ہیں۔ لہذا انسان اس کی فکر اس وقت تک نہ کرے جب تک کہ اسے نقصان نہیں پہنچا۔

۲۰۔ اپنے خیالات و افکار کو اس کام میں لگائے جو اس کو دین یا دنیا میں نفع دے۔

۲۱۔ کسی انسان سے احسان کے بدلے میں شکریے کی خواہش نہ

رکھے بلکہ اللہ سے طلب کرے اور یہ سمجھے کہ اس کا یہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا جس پر احسان کیا ہے اس کے شکریے کی پرواہ نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا.

(الدھر ۔ ۹)

"ہم جب تم کو کھلاتے ہیں سو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو، نہ تم سے ہم چاہیں بدلہ اور نہ چاہیں شکر گزاری۔"

اپنے اہل و عیال اور اولاد کے معاملے میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھے۔

۲۲۔ مفید کاموں کو اپنا نصب العین بنائے اور اس پر عمل کرے اور مضر امور کے طرف التفات ہی نہ کرے اور اس میں اپنے فکر و دماغ کو مشغول نہ کرے۔

۲۳۔ موجودہ کاموں کو کرے اور (مستقبل میں) آنے والے کاموں کی فکر اس کے آنے تک موخر کر دے حتیٰ کہ وہ وقت آجائے تو پھر ان کو پوری فکر اور اپنی پوری طاقت سے کرے۔

۲۴۔ مفید کاموں اور مفید تر علوم کو اختیار کرے خاص طور پر ان کاموں اور علوم کو جس میں دلچسپی زیادہ ہو اور ان کاموں اور علوم کے لیے اللہ سے دعا مانگے اور مخلصوں سے مشورہ کرے، جب اس میں مصلحت سمجھے اور اس کا قصد کرے تو اللہ پر بھروسا کر کے شروع کر دے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی ہر طرح کے نعمتوں کا بیان کرے۔ اس لیے کہ ان نعمتوں کے پہچاننے اور بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ فکر و غم کو دور فرما دیتے ہیں اور انسان کو شکر کرنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

☆ بیوی یا قریبی رشتے داروں یا اور کسی ایسے دوست میں، جس کے ساتھ تعلق زیادہ ہو، محاسن کے ساتھ اگر کوئی عیب پائے تو ان کے محاسن پر نظر کرے اس لیے کہ محاسن پر نظر کرنے سے دوستی اور مصاحبت مستقل رہے گی اور سینہ کشادہ رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مومن مرد، مومن عورت کو (کھرچ کر) الگ نہیں کرتا اس لیے کہ اگر اس کی ایک عادت اسے بری لگے تو دوسری پسند ہوگی۔

☆ اپنے تمام کاموں کی اصلاح کرتا رہے اور خصوصاً یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَ آخِرَتِيَ الَّتِيْ اِلَيْهَا مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَالْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ (مسلم)

"اے اللہ درست رکھ میرا دین جو میرے حق میں بچاؤ ہے اور درست رکھ میری دنیا جس میں میری معاش ہے اور درست رکھ میری آخرت جہاں مجھے لوٹنا ہے اور کر زندگی کو میرے لیے زیادہ ہر بھلائی میں اور کر موت تو میرے لیے چین ہر برائی سے۔"

اس طرح یہ دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (ابو داود)

"اے اللہ تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں مجھے ایک لحظہ کے لیے بھی میری جان کے سپرد نہ کر اور میرے تمام معاملات کو درست فرما نہیں کوئی معبود سوائے تیرے۔"

☆ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يُنَجِّي اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهَمِّ وَالْغَمِّ (مسند احمد)

"اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہو اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سے فکر و غم سے نجات دیتے ہیں۔"

جو شخص ان اسباب و وسائل میں غور و فکر کرے اور سچائی اور اخلاص کے ساتھ ان کو اختیار کرے تو نفسیاتی امراض اور تنگ دلی کے لیے ان اسباب و وسائل کو انتہائی مفید پائے گا۔ بعض علما اکثر اوقات ان ہی اسباب سے نفسیاتی امراض کا علاج کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بہت ہی زیادہ نفع پہنچاتے ہیں۔

مصیبت کا علاج

☆ انسان پر جو بھی مصیبت پڑتی ہے وہ اس کی تقدیر میں مقرر اور اس کے گناہوں کا نتیجہ یا اللہ کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے۔ لہٰذا اس پر واویلا کرنا بیکار ہے بلکہ انسان پر لازم ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ اس پر رحم کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ (الحدید ۲۲-۲۳)

"کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔ تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔"

☆ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جب کسی انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ یہ الفاظ پڑھتا ہے:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا.

"ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ ہی کے طرف لوٹ کر جانا ہے اے میرے پروردگار! میری اس مصیبت کے بدلے مجھے اجر دے اور اس سے بہتر چیز عنایت فرما۔"

تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مصیبت کے عوض اجر دیتے ہیں اور اس چیز سے بہتر چیز عنایت فرماتے ہیں (مسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، جب کسی مسلمان کو بیماری یا کسی اور وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس کے گناہوں کو اس سے اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح درخت سے (موسم خزاں میں) پتے جھڑتے ہیں (مسلم)

رنج و غم

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب کسی انسان کو کوئی رنج و غم پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ بَصَرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي.

(مسند احمد)

"اے اللہ! تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، ہمہ تن تیرے قبضے میں ہوں، میرے بارے میں تیرا حکم نافذ ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عین انصاف ہے۔ سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے واسطے سے جس کے ساتھ تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب ہی میں اس کو رہنے دیا ہے، یہ کہ کر دے قرآن عظیم کو بہار میرے دل کی اور نور میری آنکھ کا اور کشائش میرے غم کی اور دفعیہ میرے فکر کا۔"

تو اللہ اس کے رنج و غم کو ختم کر دے گا اور اس کے عوض اس کو خوشی دے گا۔

☆ رنج و غم کو دور کرنے کے لیے یہ دعا بے حد مجرب ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ (بخاری)

"اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اندیشوں سے اور غم سے اور ناتوانی سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض کے بوجھ اور مردوں کے غلبہ سے۔"

پریشانی اور بے چینی کا علاج

☆ پریشانی اور بے چینی کے لیے یہ دعا بہت مفید و مجرب ہے۔

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبُّ الْأَرْضِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (بخاری)

”نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو عظیم اور بردبار ہے، نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو عرش عظیم کا مالک ہے، نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو آسمان اور زمین اور عرش کریم کا مالک ہے۔“

مریض کا خود اپنا علاج کرنا

جسم میں جہاں تکلیف ہے اس جگہ پر ہاتھ رکھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تین مرتبہ اور

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ (مسلم)

”میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو میں پاتا ہوں اور جس کا اندیشہ کرتا ہوں۔“

سات مرتبہ پڑھیے ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

غصے کا علاج

جب غصہ آجائے تو اس کا علاج تین طرح سے ہوتا ہے:

☆ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ حاصل کرنا۔

☆ وضو کرنا۔

☆ حالت غصہ میں جس کیفیت پر ہو اس کیفیت کو تبدیل کرنا مثلاً کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو ٹیک لگالے یا اس جگہ سے نکل جائے یا خاموش ہو جائے۔

دل کے امراض کا علاج

انسانوں کے دل تین طرح کے ہیں:

قلب سلیم

یہ وہ دل ہے کہ قیامت کے دن وہی شخص نجات پائے گا جس کو اللہ نے یہ دل عطا کیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○

”جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر بے روگ دل۔“

قلب سلیم وہ ہے جو ہر اس خواہش سے جو اللہ کے حکم اور نہی کے خلاف ہو، اور جس سے اللہ نے منع فرمایا ہو اور ہر ایسے شبہ سے جو اللہ کے حکم کے مقابل آتا ہو۔ محفوظ ہو اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو حاکم ماننے سے محفوظ ہو۔ خلاصہ یہ کہ قلب سلیم وہ ہے جو اللہ کے ساتھ کسی بھی طرح غیر کو شریک ٹھہرانے سے محفوظ ہو ارادتاً انابت اور توکلاً بھی اور پوشیدہ طور پر اور ظاہر طور پر بھی خوف کھاتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اس میں خالص اللہ کی عبودیت ہو اور اس نے اپنا عمل خالص اللہ کے لیے کر دیا ہو اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لیے اور بغض رکھے تو اللہ کے لیے، کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لیے اور منع کرے تو اللہ کی رضا مندی کے لیے۔ اس کی ہر فکر اللہ کے لیے ہو، اس کی محبت، اس کا ارادہ و قصد، اس کا بدن، اس کا عمل، اس کی نیند، اس کا جاگنا، غرض اس کا ہر فعل و عمل اللہ ہی کے لیے ہو اور اللہ کا کلام اور اللہ کی دین کی باتیں اسے ہر چیز سے زیادہ لذیذ و محبوب ہوں اور اس کی سوچ اللہ کی مرضی اور اس کی محبت کے گرد چکر لگاتی ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے دل کی التجا کرتے ہیں۔

قلب میت (مردہ دل)

یہ پہلے والے کی ضد ہے۔ یہ وہ دل ہے جو نہ اپنے رب کو پہچانے اور نہ اس کی عبادت اس کے حکم کے مطابق اور اس طریقے سے جو اللہ کو پسند ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے، کرے بلکہ اپنی خواہشات اور لذتوں پر قائم رہتا ہے اگرچہ اس میں اس کے رب کی ناراضگی اور غصہ ہو وہ غیر اللہ سے محبت کرتے ہوئے اور خوف و امید رکھتے ہوئے اور ان کی خوشنودی کی خاطر اس کے غصے سے بچنے کے لیے اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل سمجھتا ہے۔ اگر وہ کسی سے بغض رکھے تو

اپنی خواہش کی خاطر اور کسی سے محبت کرے تو بھی اپنی خواہش کے لیے۔ کسی کو کچھ دے یا کچھ منع کرے تو اپنی خواہش کی خاطر۔ الغرض خواہش اس کی پیشوا اور شہوت اس کا قائد اور جہل اس کا ڈرائیور اور غفلت اس کی سواری ہو۔ ہم اس دل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

قلب مریض (بیمار دل)

یہ وہ دل ہے کہ جس میں زندگی بھی ہو اور بیماری بھی، تو اس میں دو مادے ہوتے، نیکی کا مادہ اور گناہ کا مادہ۔ ایک مادہ اس کو ایک طرف کھینچتا ہے اور دوسرا دوسری طرف، ان دونوں میں سے جو بھی اس پر غالب آتا ہے وہ اسی پر عمل کرتا ہے۔

اس میں اللہ کی محبت، اللہ پر ایمان، اللہ کے لیے اخلاص اور اس کی ذات پر بھروسا موجود ہوتا ہے جو حیات کا مادہ ہے اور اس میں خواہشات کی محبت، اس کے حصول کی حرص اور حسد، تکبر، خود پسندی، بڑائی کی محبت، زمین پر ریاست و قوت سے فساد پھیلانے کی حرص اور نفاق، نمود و ریا اور بخل موجود ہوتا ہے جو کہ ہلاکت اور خرابی کا مادہ ہے۔ ہم ایسے دل سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس مریض دل کے تمام امراض کے علاج کو قرآن کریم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس۔۵۷)

”اے لوگو تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور شفا دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے واسطے۔“

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (اسراء۔۸۲)

”اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ دفع ہوں اور رحمت ایمان والوں کے واسطے اور گنہگاروں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔“

دل کے امراض دو قسم کے ہیں

ایک وہ جس سے مریض فی الحال تکلیف محسوس نہیں کرتا وہ جہل اور شکوک و شبہات کا مرض ہے، یہ قسم زیادہ نقصان دہ ہے لیکن اس سے دل کے فساد کو (فی الحال) محسوس نہیں کیا جاتا۔

دوسری قسم وہ بیماری ہے جس سے مریض فی الحال تکلیف محسوس کرتا ہے جیسے فکر، غم، غصہ وغیرہ اور یہ بیماری طبی دواؤں اور ان اسباب کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے جو اس بیماری کا سبب ہو۔

دل کا علاج چار چیزوں سے ہوتا ہے

پہلی چیز قرآن کریم، اس لیے کہ قرآن کریم ان شکوک کے لیے شفا ہے جو دل میں پیدا ہوں اور قرآن کریم اس شرک اور کفر کے میل اور شبہات و شہوات کو ختم کر دیتا ہے جو دل میں پیدا ہوں اور قرآن کریم ہدایت ہے اس شخص کے لیے جس نے اس کو حق سمجھا اور اس پر عمل کیا اور رحمت ہے مومنین کے لیے بسبب اس ثواب کے جو دنیا و آخرت میں مسلمانوں کو ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام۔۱۲۲)

”ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ لیے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں، برابر ہو سکتا ہے اس شخص کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا۔“

دوسری چیز دل تین کاموں کا محتاج ہے۔

☆ ہر اس کام کی طرف جو اس کی قوت کی حفاظت کرے اور یہ حفاظت ایمان، عمل صالح اور فرمانبرداری کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے اس پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔

☆ ہر مضر چیز سے دل کا بچاؤ اور یہ گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے اجتناب سے ہی ہو سکتا ہے۔

☆ دل کو ہر فاسد اور مضر مواد سے پاک صاف کرنا اور یہ کام توبہ

استغفار سے ممکن ہے۔

تیسری چیز روح کو عقل پر مسلط کرنا۔ اس علاج کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ دل کا محاسبہ ۲۔ اس کی مخالفت۔

محاسبہ کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: (کسی کام پر) عمل کرنے سے پہلے (اپنا) محاسبہ کرنا اور اس کے چار مراتب ہیں:

کیا یہ کام کرنا اس کے لیے جائز ہے؟

کیا اس کے لیے یہ کام کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے؟

کیا اس کام سے اس کا مقصد اللہ کی رضا ہے؟

کیا یہ کام اس کے ذمے لازم ہے اور کیا کرنے والے کے لیے بوقت ضرورت مدد کرنے والے موجود ہیں؟

اگر ان سوالات کے جوابات (آپ کے پاس) موجود ہوں تو اس کام کی طرف بڑھیے ورنہ ہرگز نہ بڑھیے۔

دوسری قسم: عمل کرنے کے بعد محاسبہ کرنا اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

اپنے نفس کا محاسبہ کرنا، اس اطاعت سے متعلق جس میں اللہ کا حق پورے طریقے سے ادا نہ کیا ہو کہ مطلوب طریقے پر وہ کام کیوں نہیں کیا۔ اور اللہ کے حقوق میں سے چند یہ ہیں۔ اخلاص، خیر خواہی، اطاعت، نیک اجتماعات میں شرکت اور ان لوگوں کے مجلس میں حاضری جن پر اللہ کا احسان ہوا ہے اور عام مجلسوں میں زیادہ شرکت سے گریز۔

جس کام کا ترک کرنا اس کے کرنے سے بہتر تھا، اس کے کرنے پر اپنے نفس کا محاسبہ کرنا۔

مباح اور ایسے امور پر بھی نفس کا محاسبہ کرنا جن کو عادتاً کیا جاتا ہو کہ کیوں کر رہا ہے؟ اور کیا اس سے مقصد اللہ کی رضا اور آخرت کا ثواب ہے؟ تو یہ امور فائدہ مند ہیں یا اس سے مقصد دنیا تھی تو یہ نقصان دہ ہیں۔

جو چیز ان تمام چیزوں کو یکجا کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس کا محاسبہ ادائیگی فرائض کے متعلق کرے، اگر اس میں کوئی نقصان ہو تو اس کے تکمیل پر نفس کا مواخذہ کرے، پھر نفس کا محاسبہ کرے منہیات سے بچنے کے متعلق اگر یہ سمجھے کہ ان منہیات میں سے کسی کو کر چکا ہے تو پھر توبہ و استغفار سے اس کا تدارک کرے۔ پھر ان افعال کا محاسبہ کرے جو اعضا سے سرزد ہوتے ہیں اور پھر اپنی غفلت کا محاسبہ کرے۔

چوتھی چیز یا اس مرض کا علاج ہے جو شیطان کے وجہ سے ہو۔

شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس سے چھٹکارا اللہ تعالیٰ کی جائز کردہ کلمات تعوذ (پناہ) ہی سے ہو سکتا ہے رسول اللہ ﷺ نے نفس اور شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کو اپنے استعاذہ میں جمع فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا (اے ابوبکر) تم صبح و شام اور سوتے وقت اس طرح کہو:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ
رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْکَہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ
اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ وَاَنْ
اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ

"اے اللہ! آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، ہر چیز کے رب اور اس کے مالک، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ بس تو ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنے نفس کے شر اور شیطان کے فریب سے اور اس کے شرک سے اور اس کے شر سے اور اس بات سے کہ میں خود برائی کروں یا کسی دوسرے مسلمان کو اس میں مبتلا کر دوں (ترمذی)"

اللہ کی پناہ طلب کرنا اور اس پر بھروسا کرنا اور اخلاص، شیطان کے غلبے سے انسان کو محفوظ کر دیتا ہے۔

امراض سر

ضعفِ دماغ اور نسیان کا علاج

۱۔ مطالعہ کرنے سے پہلے اس دعا کا پڑھنا نسیان دفع کرنے کیلیے مفید ہے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيَّ فُتُوْحَ الْعَارِفِيْنَ بِحِكْمَتِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ رَحْمَتَكَ وَذَكِّرْنِيْ مَا نَسِيْتُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

☆ اسم باری تعالیٰ "الرحمٰن" کو ہر نماز کے بعد سو مرتبہ پڑھنے سے دل کی غفلت اور نسیان دور ہوگا۔

☆ بسم الله الرحمن الرحيم کو سات سو چھیاسی (786) مرتبہ پانی پر دم کر کے جس کو پلایا جائے اس کا ذہن کھل جائے گا اور حافظہ قوی ہوگا۔

جنون و ہذیان کا علاج

۱۔ سات کنوؤں کے پانی پر یہ آیت گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور مریض کو پلائیں۔ ان شاء اللہ شفایاب ہوگا۔ بہت مجرب ہے۔

سورہ جن، ابتدا سورت سے رَشَدًا (آیت ۱۰) تک

۲۔ سورہ معوذتین بھی حسب ترکیب سابق پانی پر دم کر کے مریض کو پلایا جائے (ک ۸۰)

۳۔ مریض کے سر میں یہ آیت لکھ کر باندھی جائے ان شاء اللہ اس کا ہذیان دور ہو جائے گا:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ

۴۔ ازالہ ہذیان کے لیے بعد نماز فجر مریض کے سر پر داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے سات بار یہ دعا پڑھی جائے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

مالیخولیا اور سودا کا علاج

۱۔ سورہ فلق، سورہ والناس اور سورہ یونس کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ باوضو ہو کر نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر مالیخولیا کے مریض پر دم کریں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد افاقہ ہوگا:

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ

مرگی کا علاج

☆ جو شخص سورۃ سجدہ لکھ کر اپنے پاس رکھے ان شاء اللہ اسے مرگی کا دورہ نہیں پڑے گا۔

☆ مریض کے کان میں یہ حروف مقطعات پڑھ کر پھونک ماریں انشاء اللہ پھر دورہ نہ پڑے گا، کان کے پاس منہ رکھ کر پڑھیں اور پھونک ماریں کہ پھونک اندر جائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. المص. طسم. كهيعص. يس والقرآن الحكيم. حم عسق. ن والقلم وما يسطرون

اول تو پہلی بار ہی دم کرنے سے آرام آ جائے گا ورنہ دو چار دفعہ پڑھ کر دم کریں۔ دورے کے وقت خاص کر دم کریں ان شاء اللہ دورہ نہ پڑے گا۔

پورے اور آدھے سر کے درد کا علاج

جس شخص کے سر میں درد ہو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تین یا سات بار یہ دعا پڑھیے ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ اسْمُهٗ بَرَكَةٌ وَّشِفَاءٌ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ بِيَدِهٖ شِفَاءٌ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

[illegible]

☆ سورۃ الہٰکم التکاثر بعد عصر پڑھ کر دم کرنا آدھے سر کے درد کے لیے نافع ہے۔

سدر یعنی چکر آنے کا علاج

☆ اگر اٹھتے وقت حالت ایسی ہو جائے کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ جائے اور سر میں چکر آ جائے یہاں تک کہ گرنے کے قریب ہو جائے اس کو سدر کہتے ہیں۔ اس صورت میں یہ آیت لکھ کر مریض کے سر پر باندھیے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ الخ

تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِيْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

امراضِ چشم

علاج برائے درد ابرو

☆ اگر کسی کے ابرو میں درد ہو تو یہ آیت سات مرتبہ پڑھ کر دم کرنا مفید ہے۔

وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ
بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ○

نظرِ بد کا علاج

۱۔ اس دعا کو پانی پر دم کر کے پینا اور تعویذ بنا کر پہننا دفع نظر بد کے لیے نہایت مجرب ہے۔

اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ ذَا الْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ
وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّةِ وَالدَّعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ
فُلَانًا مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ ۔

لفظ فلاں کی جگہ اس شخص کا نام لکھے جس پر نظر ہو۔

علاج برائے آشوب چشم

☆ پندرہ مرتبہ یہ آیت پڑھ کر دم کرنے سے ان شاء اللہ اچھا ہو جائے گا۔

۱۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ

۲۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ

۳۔ اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا آنکھوں کے جملہ امراض کے لیے مفید و مجرب ہے۔

موتیا بند کا علاج

۱۔ ہر فرض نماز کے بعد یہ آیت تین مرتبہ پڑھ کر انگلی پر پھونک مار کر آنکھوں پر پھیرنا موتیا بند کے لیے مفید ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ

۲۔ سورہ یٰسین پڑھ کر سرمے پر دم کر کے آنکھوں میں لگایا جائے تو ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

شبکوری (رتوندا) اور روزکوری کا علاج

۱۔ اگر کسی کو شب کوری کا مرض ہو گیا ہو تو سورہ قیامت سرمے پر دم کر کے آنکھوں میں لگائے ان شاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔

آنکھوں کے جالے کا علاج

سورہ تکویر پڑھ کر آنکھ پر دم کرنے سے جالا دفع ہوگا۔

آنکھوں کی روشنی کا علاج

۱۔ ہر نماز کے بعد اس آیت کو تین مرتبہ پڑھ کر انگلی پر دم کر کے آنکھوں پر لگانے سے بصارت بڑھتی ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ

۲۔ ہر فرض نماز کے بعد اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف اور گیارہ مرتبہ یا نور پڑھ کر شہادت کی انگلی پر پھونک کر آنکھوں پر پھیر لیں ضعف بصر کے لیے مفید ہے۔

آنکھ کے پھڑکنے کا علاج

جس کی آنکھ پھڑکتی ہو اس کے لیے ان مبارک آیتوں کا سات مرتبہ پڑھ کر مریض کے منہ پر دم کرنا اور سات مرتبہ دوبارہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلانا ان شاء اللہ فوراً مرض اور تکلیف کو زائل کرتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ○ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ○ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ○
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ○ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

ناک کے امراض

علاج برائے نکسیر

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

کتان کے کپڑے پر لکھ کر ہاتھ پر باندھو

۲۔ مریض کی پیشانی پر لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لکھنے سے بھی ان شاءاللہ نکسیر بند ہوگی۔

۳۔ جسے نکسیر ہورہی ہو یہ آیت گیارہ مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائی جائے ان شاءاللہ خون کا آنا بند ہوجائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

نزلہ زکام کا علاج

۱۔ اگر کسی کو نزلے کی وجہ سے چھینکیں بکثرت آتی ہوں تو گیارہ بار یہ آیت کسی کھانے کی چیز پر پڑھ کر مریض کو کھلائی جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا

۲۔ تین مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر نزلہ وزکام کے مریض پر دم کیا جائے ان شاءاللہ اچھا ہوجائے گا۔

منہ کے امراض

علاج برائے درد دانت

۱۔ کسی کے دانت میں درد ہو تو یہ آیت پڑھ کر دم کریں، درد فوراً ختم ہوگا، مجرب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝

علاج برائے درد داڑھ

۱۔ یہ دعا تین مرتبہ پڑھ کر جس کے داڑھ میں درد ہو اسے دم کیا جائے نہایت مجرب ہے۔

الٓمٓصٓ، طٰسٓمٓ، كٓهٰيٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ، اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اُسْكُنْ بِكٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اُسْكُنْ بِالَّذِيْ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ اُسْكُنْ بِالَّذِيْ سَكَنَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

دانت کے کیڑے کا علاج

جس کے دانت کو کیڑا لگ گیا ہو ایک کپڑا لے کر اسے زور سے مروڑے اور ساتھ ہی یہ الفاظ پڑھتا جاوے يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا۔ اور دم کرے جس وقت کپڑے میں اچھی طرح مروڑ آجائے تو چھوڑ دے اس طرح تین مرتبہ کرے، ان شاءاللہ آرام آجائے گا۔

پائیوریا کا علاج

اس مرض میں مسوڑھوں میں ورم ہوجاتا ہے، مسوڑھوں سے بدبودار پیپ نکلتی ہے جس کی وجہ سے منہ سے بدبو بھی آتی ہے۔ اس مرض کے شدید حملے کی صورت میں سانس بھی بدبودار ہوجاتی ہے۔

۱۔ سورہ انعام کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ پائیوریا کا عارضہ جاتا رہے گا منہ کی بدبو بھی ختم ہوجائے گی۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

منہ کی پھنسیوں کا علاج

۱۔ سورۃ الضحیٰ اکتالیس بار چینی پر دم کرکے چبانے سے ان شاء اللہ تمام پھنسیاں اور چھالے ختم ہو جائیں گے۔

زبان کی سوجن کا علاج

۱۔ زبان کی سوجن پر تین سو مرتبہ اسم باری تعالیٰ یا مومن پڑھ کر دم کرنے سے سوجن جاتی رہے گی۔

نقص کلام کا علاج

اگر کوئی شخص ٹھیک سے بولنے پر قادر نہ ہو تو پانچوں نمازوں کے بعد اکیس اکیس مرتبہ یہ آیت پڑھنا بہت مفید ہے۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○

زبان بند ہو جانے کا علاج

۱۔ سورۃ البقرہ کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ ہر نماز کے بعد اکیس مرتبہ پڑھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اکیس یوم کے اندر اندر بند زبان کھل جائے گی اور اللہ تعالیٰ مرض سے مکمل طور پر شفا نصیب فرمائے گا۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

حلق کے امراض

حلق کی خراش، ورم اور درد کا علاج

گلے کے ورم اور درد کے لیے بروز اتوار بوقت فجر یہ آیت باوضو لکھ کر گلے میں باندھنا مفید ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○ كٓهٰيٰعٓصٓ ۔ حٰمٓ ۔ عٓسٓقٓ

درد گردن کا علاج

۱۔ گردن کے درد کے لیے یہ آیت کسی کاغذ یا کپڑے پر لکھ کر گلے میں لٹکایا جائے مفید ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ

۲۔ بعد نماز فجر اکتالیس مرتبہ یہ آیت پڑھ کر گردن پر دم کیا جائے ان شاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

کان کے امراض

کان کے درد اور ورم کا علاج

۱۔ اگر کسی کے کان میں درد ہو تو یہ آیت سرسوں کے تیل پر پڑھ کر کان میں ٹپکائے ان شاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــُٔـوْلًا

۲۔ جس کے کان میں درد ہو اس پر اسم باری تعالیٰ یا سمیع اکیس مرتبہ پڑھ کر دم کیا جائے ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

کان کے بہنے اور بہرے پن کا علاج

۱۔ اگر کسی کا کان بہتا ہو تو سورۃ الاعلیٰ تین بار پڑھ کر کان میں دم کیا جائے۔

۲۔ اگر کوئی شخص اونچا سنتا ہو تو یہ آیت سات بار پڑھ کر دم کیا جائے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

کان کے گونجنے اور بجنے کا علاج

۱۔ کان میں جو گونج پیدا ہو جائے تو سورۃ الاعلیٰ پڑھ کر اس پر دم کرنے سے وہ زائل ہو جائے گی۔

چہرے کے کیل مہاسے

چہرے کے کیل مہاسوں کا علاج

لیموں کا رس تین دفعہ کپڑے سے چھنا ہوا دو تولے، عرق گلاب سہ آتشہ دو تولے، گلیسرین بڑھیا والی دو تولے، تینوں چیزوں کو ایک شیشی میں ڈال کر یکجا کر لیں۔ چہرے کی خوب صورتی بڑھانے کے لیے ایک بہترین چیز تیار ہے۔ دن میں کم از کم تین مرتبہ استعمال کرنا چہرے کے داغ مہاسے، کیل وغیرہ کے دفعیہ کے لیے بے حد مفید ہے چہرے کی رنگت نکھر آتی ہے اور جلد ریشم کی مانند ملائم ہو جاتی ہے۔

داغ دھبوں کا علاج

اگر بدن یا چہرے پر کوئی داغ دھبہ ہو اور اسے دور کرنا مقصود ہو تو اکتالیس مرتبہ دوا یا مرہم پر مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر دم کریں اور پھر وہ دوا یا مرہم استعمال کریں۔ ان شاء اللہ ہر طرح کا داغ دھبہ دور ہو جائے گا۔ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا

امراض سینہ

درد سینہ کا علاج

☆ یہ آیتیں لکھ کر سینے پر باندھنا سینے کے درد کے لیے بے حد مفید ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (البقرہ آیت ۱۷۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا (انفال آیت ۶۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم يُرِيدُ اللّٰهُ اَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الْاِنسَانُ ضَعِيفًا (نساء آیت ۲۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيبٌ اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ آیت ۱۸۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا (فرقان آیت ۴۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (انعام آیت ۱۳)

بلغم اور کھانسی کا علاج

☆ اگر کسی کو کالی کھانسی ہو جائے تو سات دن تک اکتالیس مرتبہ سورہ الم نشرح پانی پر دم کر کے پلایا جائے اور اسی سورہ کو لکھ کر گلے میں لٹکایا جائے ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ مجرب ہے۔

☆ علامہ دمیری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جو شخص عارضہ بلغم میں مبتلا ہو اس کو چاہیے کہ وہ نمک کی ساتھ چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے اور ان میں سے ہر ایک پر سات مرتبہ آیت الکرسی پڑھے اور سات روز نہار منہ اس کو استعمال کرے، انشاء اللہ اس عارضہ سے نجات پالے گا۔

دمے کا علاج

اسم باری تعالیٰ الشکور جس کو ضیق النفس (دمہ) ہو اس کو لکھ کر بدن پر پھیر دے اور پیے تو نفع ہوگا۔

☆ آیت الکرسی خالدون تک لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دی جائے ان شاء اللہ مرض جاتا رہے گا۔

ذات الجنب کا علاج

اس مرض میں پھیپھڑے کے غلاف میں ورم ہو جاتا ہے۔ درد کی شدت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ جیسے کوئی برچھی چبھو رہا ہو۔

☆ سورہ تحریم تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں ان شاء اللہ تعالیٰ شفاء حاصل ہوگی۔

پھیپھڑے کے درد کا علاج

اگر کسی کے پھیپھڑوں میں درد ہو یا پانی بھر گیا ہو تو اول و آخر تین تین بار درود شریف اور گیارہ بار یہ آیت پانی پر دم کر کے اکتالیس روز تک مسلسل مریض کو پلایا جائے بہت مجرب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ○ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ○ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ○ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ○ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ○ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ○ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ○ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ○ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ○

سورہ یٰسین ابتداء سے لے کر اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ تک سات بار پانی پر دم کر کے پھیپھڑے کے مریض کو پلایا جائے اور لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے، بہت نافع ہے۔

دل کے امراض

درد کا علاج

☆ چینی کی پلیٹ پر سورۃ فاتحہ لکھ کر پانی سے دھو کر وہ پانی دل کے مریض کو پلایا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ درد جاتا رہے گا۔

دل کی دھڑکن کا علاج

☆ یہ آیت کسی چینی کے برتن میں لکھیں اور پانی سے دھو کر شہد ملا کر پئیں تو دل کی دھڑکن کو فائدہ ہوتا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ.

دل کی گھبراہٹ اور ہول دل کا علاج

☆ یہ آیات کاغذ پر لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ قلب پر رہے یا کرتے وغیرہ میں اس جگہ ٹانک لیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ○

☆ یہ آیت پانی پر دم کر کے سات دن تک پلانا دل کے تمام امراض کے لیے فائدہ بخش ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا○ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا○

درد جگر کا علاج

☆ آیت الکرسی تین بار پاک صاف برتن پر لکھیں پھر صاف پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں اور مریض پیتے وقت یہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ اللہ مجھے ضعف جگر سے شفا دے۔

پیٹ کی بیماریاں اور اس کا علاج

☆ سورہ قصص اور سورہ لقمان پانی پر دم کر کے پلانا پیٹ کے درد کے لیے نہایت اکسیر ہے۔

☆ سات مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں خواہ

کیسا ہی درد ہو ان شاء اللہ فوراً دور ہو جائے گا اور سات بار سورہ فاتحہ پڑھ کر پیٹ پر دم کرے۔

درد قولنج کا علاج

اس مرض میں مریض کی انتڑیوں میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ناف کے گرد دائیں یا بائیں شدید درد ہوتا ہے۔ مریض کے پیٹ میں نیچے کی جانب درد کی شدید لہر اٹھتی ہے اور مریض درد سے بے حال ہو جاتا ہے۔

☆ جس کسی کو قولنج کا درد ہوتا ہو ایک سو دفعہ پانی پر یامقیت دم کر کے پلایا جائے بفضلہٖ تعالیٰ درد ہمیشہ کے لیے جاتا رہے گا۔

دست آنے اور پیچش کا علاج

جسے دست آ رہے ہوں اسے پہلے دن صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسرے دن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

لکھ کر پیٹ پر باندھا جائے۔

معدے کی کمزوری کا علاج

سورہ انشقاق تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں اور مریض کو دن میں کئی مرتبہ پلائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفا نصیب ہوگی اور تین دن کے اندر اندر افاقہ ہو جائے گا۔

درد معدہ کا علاج

معدے کے درد کے مریض کو یہ آیت لکھ کر گلے میں ڈالیں اور چینی کی رکابی پر لکھ کر دھو کر پلائیں انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ

پہلو اور پسلی کے درد کا علاج

یہ آیت لکھ کر پہلو پر باندھے اور ہر روز تین مرتبہ پڑھ کر دم کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

متلی اور قے آنے کا علاج

گیارہ بار یہ آیت نمک پر دم کر کے چٹایا جائے ان شاء اللہ متلی آنا بند ہو جائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

اگر خون کی قے آتی ہو تو اکیس روز تک بعد نماز ظہر اکتالیس مرتبہ یہ آیت پانی پر دم کر کے پلایا جائے ان شاء اللہ العزیز شفا ہوگی اور خون آنا بند ہو جائے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

اگر بھوک بالکل نہ لگتی ہو تو یہ آیت اکیس مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں ان شاء اللہ بھوک خوب لگے گی، مجرب ہے۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ

ہچکی کا علاج

تین سانس میں پانی پیے اور ہر سانس پر سات مرتبہ یا حفیظ کہے ان شاء اللہ ہچکی بند ہو جائے گی۔

* * *

اگر پیاس زیادہ لگتی ہے تو یہ آیت سات بار پانی پر دم کر کے پلانا بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ○

تلی کے بڑھ جانے کا علاج

اگر کسی شخص کی تلی بڑھ گئی ہو تو چاہیے کہ بکرے یا بکری کی ایک عدد تلی لے اور وضو وغسل کر کے ساتھ ببول یعنی کیکر کے کانٹے لیکر سورہ یٰسین شروع کرے۔ ہر مبین پر ایک کانٹا دم کر کے تلی میں چبھوتا جائے اس طرح ساتوں مبینوں پر دم کر کے کانٹے اس میں چبھوتا جائے اور ہر دفعہ ہر مبین پر شروع یٰسین سے پڑھ کر دم کرے اور آخر میں پوری یٰسین پڑھ کر تلی پر دم کرے اور تلی کو مریض کی چارپائی کی پائنتی کی طرف لٹکائے تاکہ مریض کی نظر ہر وقت تلی پر پڑتی رہے۔ ان شاء اللہ مریض شفایاب ہوگا۔ مجرب المجرب ہے۔

گردے اور مثانے کے امراض

درد گردے کے درد کے لیے اکیس مرتبہ یہ آیت پانی پر دم کر کے پلانا بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۖ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

مثانے کے درد میں اکتالیس مرتبہ یہ آیت عرق گلاب پر دم کر کے پلانا بہت مفید ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○

پتھری کا علاج

پتھری دفع کرنے کے واسطے سورہ الم نشرح کاغذ پر اکیس دن تک لکھ کر پلانے سے پتھری ریزہ ریزہ ہوکر نکل جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا ہوگی اور ہر روز پڑھ کر دم بھی جاری رکھیں۔

اگر گردے میں پتھری ہوگئی ہو تو سورہ لھب اور یہ آیت چینی کی رکابی پر لکھ کر عرق کو سے دھو کر گیارہ دن تک پلانا بہت ہی مفید ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

پیشاب کی بندش کا علاج

اگر پیشاب آنا بند ہو گیا ہو تو اکہتر مرتبہ یہ آیت پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں اور لکھ کر گلے میں ڈالیں ان شاء اللہ پیشاب جاری ہو جائے گا، بہت مجرب ہے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○

پیشاب میں خون آنے کا علاج

سورۃ القریش کھانا کھانے سے پہلے پڑھیں اور جو یہ چاہے کہ اسے یہ عارضہ کبھی لاحق نہ ہو تو وہ بھی کھانا کھانے سے پہلے سورہ القریش پڑھ لیا کرے۔ اس عمل کا معمول بنا لینے سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس عارضے سے محفوظ رہے گا۔

ذیابیطس (شوگر) کا علاج

ڈھائی ماہ تک پلانا نماز اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر یہ آیت پڑھیں اور پانی پر دم کر کے شوگر کے مریض کو پلائیں ان شاء اللہ بہت نفع ہوگا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○

درد کمر کا علاج

☆ جس کی کمر میں درد ہو سات طشتریوں پر ان مبارک آیتوں کو لکھ کر روغن زیتون سے آیتوں کے نقش کو زائل کر کے درد کی جگہ ملنا نہایت مفید عمل ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰیo وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰیo بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَاo وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰیo اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰیo صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی

نامردی کا علاج

☆ جو شخص جماع پر قادر نہ ہو اسے بعد نماز فجر یہ آیت مرغ کے انڈے پر دم کر کے اکتالیس روز تک مسلسل کھلایا جائے ان شاء اللہ وہ جماع پر قادر ہو جائے گا، مجرب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًاo

نسوانی امراضِ مخصوصہ

حیض کی کمی اور درد کا علاج

☆ جس عورت کو حیض درد سے آتا ہو اس کے لیے اس کلام کو لکھ کر شہد خالص یا مصری کے شربت میں ملا کر تین روز متواتر پلائے ان شاء اللہ فوراً آرام آ جائے گا۔

یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا نُوْرُ حٰمٓ اَللّٰهُ حٰمٓ اَللّٰهُ حٰمٓ اَللّٰهُ حٰمٓ اَللّٰهُ حٰمٓ اَللّٰهُ حٰمٓ اَللّٰهُ حٰمٓ اَللّٰهُ یَا نُوْرُ یَا بَصِیْرُ اَللّٰهُ یَا بَصِیْرُ اَللّٰهُ یَا لَطِیْفُ یَا شَافِیْ اَللّٰهُ شَافِیْ یَا مُعَافِیْ اَللّٰهُ کَافِیْ یَا نُوْرُ

کثرت حیض کا علاج

☆ حیض کا خون زیادہ آنے کی صورت میں سات دن تک سورۃ دھر پانی پر دم کر کے پلانے سے ان شاء اللہ خون کا آنا بند ہو جائے گا۔

سیلان رحم (لیکوریا) کا علاج

☆ سیلان رحم کی بیماری ہو گئی ہو تو تین سو مرتبہ یہ آیات عرق گلاب پر دم کر کے اکتالیس روز تک پلانے سے ان شاء اللہ مرض جاتا رہے گا۔

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَo وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌo بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o

پستان کے عدم ابھار کا علاج

☆ جس عورت کے پستان چھوٹے ہوں وہ چالیس دن تک یہ آیت روزانہ اکتالیس مرتبہ پانی پر دم کر کے پیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًاo

☆ جس عورت کے پستان چھوٹے ہوں وہ ایک ہزار مرتبہ اسم باری تعالیٰ، یا ماجد، پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے اپنی چھاتی پر ملے۔

پستان کے ورم اور درد کا علاج

☆ اگر پستانوں پر ورم آ گیا ہو تو سورہ اخلاص اور معوذتین دس دس بار پانی پر دم کر کے پلایا جائے ان شاء اللہ ورم ختم ہو جائے گا۔

☆ پستانوں میں درد ہو تو یہ آیت لکھ کر چھاتی پر باندھنا نافع ہے۔

وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً ؕ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ o

دودھ کی کمی کا علاج

☆ اگر عورت کے پستان میں دودھ پیدا نہ ہوتا ہو تو ایک سو ایک بار یہ آیت بارش کے پانی پر دم کر کے پلایا جائے ان شاء اللہ خوب دودھ پیدا ہوگا۔

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ ○ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ○

بانجھ پن کا علاج

☆ چالیس لونگوں پر اس آیت کو سات بار پڑھیں اور ایک لونگ ہر روز کھائیں۔ حیض کا غسل کرنے کے بعد کھانا شروع کریں اور ہم بستر ہوں۔ شرط یہ ہے کہ لونگ رات کو کھائی جائے اور اس پر پانی نہ پیا جائے۔

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

☆ جس عورت کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوتی ہو اسے چاہیے کہ متواتر تین ماہ تک

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ○ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

گھول کر پیا کرے۔ ایام حیض میں چھوڑ دے جب پاک ہو جائے پھر شروع کرے۔

برائے قرار حمل

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

گیارہ مرتبہ لکھ کر روزانہ اس عورت کو گیارہ دن تک پلائیں

☆ اگر کسی عورت کو حمل نہ رہتا ہو تو یہ آیت چالیس دن چینی کے پیالے میں لکھ کر پلائیں اور کاغذ پر لکھ کر کمر میں باندھیں ان شاء اللہ حمل قرار پائے گا۔

بسم اللہ لرحمٰن الرحیم

لِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ○ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ

اسقاط حمل کا علاج

☆ جس عورت کا حمل ساقط ہو جاتا ہو تو سرخ کسوم کا رنگا ہوا دھاگا اس کے قد کے برابر لیں اور سات یا گیارہ یا اکیس تار کر کے اس پر نو گرہیں لگائیں اور ہر گرہ پر

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○ (نحل آیت ۱۲۷، ۱۲۸)

اور سورہ کافرون پڑھ کر پھونکیں پھر وہ دھاگا عورت اپنی کمر پر باندھ لے ان شاء اللہ حمل محفوظ رہے گا۔

برائے منع حمل

☆ اگر عورت آنکھ بند کر کے ارنڈ کا ایک دانہ نگل لے تو ایک سال تک حاملہ نہ ہو سکے، دو دانے نگلے تو دو سال تک، تین نگلے تو تین سال تک غرض جتنے دانے نگلے گی اتنے سال تک حاملہ نہ ہوگی۔

برائے اولاد نرینہ

☆ جب حمل اڑھائی ماہ کے قریب ہو اور تین ماہ کامل نہ گزرے ہوں تو صبح کی نماز کے بعد باوضو اول درود شریف پھر سورہ فاتحہ پھر سورۃ بقرہ الم ذالک الکتب لا ریب فیہ تک پڑھیں اور نئے مٹی کے آبخورے میں پانی لے کر اس پر دم کر کے حاملہ کو پلا دیں۔ سات دن یہ عمل کریں ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا،

مجرب ہے۔

☆ سورہ یوسف اس طرح لکھیں کہ کوئی حرف ملا ہوا نہ ہو تعویذ بنا کر عورت کے گلے میں ڈال دیں ان شاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔

برائے تسہیل ولادت، دردزہ کا علاج

☆ ان آیات و دعا کو لکھ کر دھو کر پلانے سے ولادت میں آسانی ہوتی ہے، نہایت مفید و مجرب عمل ہے لیکن ولادت کے بعد فوراً کھول دیں۔ سورہ اخلاص سورہ فلق سورہ والناس اور

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ وَ اِذَا
الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ○

اَللّٰهُمَّ يَا مُخَلِّصَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ وَيَا مُخْرِجَ النَّفْسِ
مِنَ النَّفْسِ يَا عَلِيْمُ يَا قَدِيْرُ خَلِّصْ فُلَانَةَ مِمَّا فِيْ بَطْنِهَا
مِنْ وَّلَدِهَا خَلَاصًا فِيْ عَافِيَةٍ اِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

فلانہ کی جگہ اس عورت کا نام لکھیں۔

بواسیر خونی و بادی کا علاج

☆ دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح دوسری رکعت میں الم ترکیف اور بعد سلام پھیرنے کے ستر بار یہ کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ رَبِّيْ جب تک بواسیر کی شکایت رہے روزانہ کرتا رہے۔ ان شاء اللہ شفا ہوگی ہر قسم کی بواسیر کے لیے مجرب ہے

درد بازو کا علاج

☆ دائیں بازو میں درد ہو تو تین بار یہ آیت پڑھ کر درد کی جگہ پر دم کیا جائے ان شاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ، فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ○

☆ جس کے بائیں بازو میں درد ہو اسے یہ آیت لکھ کر جس جگہ درد ہو وہاں باندھی جائے ان شاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○

☆ سورہ بقرہ یا بونہ کے تیل پر دم کر کے بازو میں لگانا درد وغیرہ کے لیے بہت مفید ہے۔

درد ران اور درد پنڈلی کا علاج

☆ یہ آیت پانی پر دم کر کے پلانا ران کے درد میں بہت نافع ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ وَمَا يُدْرِيْكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ○

☆ پنڈلی میں درد ہو تو یہ آیت لکھ کر درد کی جگہ باندھ لی جائے ان شاء اللہ درد جاتا رہے گا، مجرب ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ○ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ○

انگلیوں کے درد کا علاج

☆ انگلیوں پر کسی طرح کی تکلیف ہو تو تین سو مرتبہ یہ آیت تل کے تیل پر دم کر کے مالش کی جائے۔ ان شاء اللہ تمام تکلیف دور ہو جائے گی۔

لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ

☆ اگر پاؤں کی انگلیوں میں کوئی تکلیف ہو تو ایک سو ایک بار یہ آیت پانی پر دم کر کے پلانا نہایت مجرب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا
اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ○

پاؤں کے جملہ امراض کا علاج

☆ پاؤں میں کسی طرح کی کوئی تکلیف ہو تو گیارہ مرتبہ ان آیات کو تیل پر دم کر کے مالش کی جائے ان شاء اللہ تمام تکالیف دور ہو جائیں گی۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ
الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

عرق النسا کا علاج

☆ اول درود شریف دس بار پھر سورہ فاتحہ سات بار اور سورہ اخلاص سات بار اون کا سیاہ دھاگا لے کر اس پر دم کرے اور ایک گرہ دے پھر دوبارہ پڑھ کر اور ایک گرہ دے اس طرح نو بار پڑھ کر نو گرہیں دے کر وہ دھاگا مریض کو نہلا کر اور پاک صاف کر کے کمر میں باندھے ان شاء اللہ فوراً آرام آجائے گا اور آئندہ پھر اس کی شکایت نہ ہوگی۔

بخار کا علاج

☆ پرانے بخار کے واسطے اتوار کے دن سات باریک دھاگے بٹے جائیں اور الحمد شریف اور سورہ اخلاص اور سورہ فلق اور سورہ والناس پڑھ کر اس دھاگے پر سات گرہ دے کر اور مریض کے گلے میں باندھے ان شاء اللہ بخار جاتا رہے گا۔

☆ بخار میں یہ دعا پڑھنا مفید ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ
نَّعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

تپ دق کا علاج

حضرت جعفر صادقؒ سے منقول ہے الحمد شریف چالیس بار پانی پر دم کر کے بخار والے کو منہ پر چھینٹا دے ان شاء اللہ بخار دفع ہو جائے گا۔

خنازیر (کنٹھمالا) بخار کا علاج

☆ گیارہ تار کا نیلا دھاگا لیں اور سورہ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر ایک گرہ دیں اسی طرح گیارہ گرہ کا گنڈا تیار کر کے مریض کے بازو پر بندھوائیں اور کچھ کھانا خیرات کریں ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

یرقان (پیلیا) کا علاج

☆ جسے یرقان ہو گیا ہو اس کے گلے میں سورۃ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ لکھ کر ڈال دی جائے اور اس کا پانی دم کر کے پلایا جائے ان شاء اللہ یرقان جاتا رہے گا، مجرب ہے۔

☆ تین سو بار اسم باری تعالیٰ الحسیب پانی پر دم کر کے اکیس دن تک پلانے سے ان شاء اللہ یرقان ختم ہو جائے گا (ک ۱۰۱)

خارش کا علاج

☆ سیدنا جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ صبح و شام سات سات مرتبہ سورہ قدر پانی پر دم کر کے پلانا خارش کے لیے بہت مفید ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ناسور (کینسر) کا علاج

☆ اگر کسی شخص کے ناسور (کینسر) ہو گیا ہو اور وہ کسی طرح اچھا نہ ہو تو سات دن تک سو دفعہ یا رقیب پڑھ کر اس پر دم کیا جائے بفضلہ تعالیٰ اس عرصہ میں زخم بالکل اچھا ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ج

☆ جو پھنسی یا ناسور اور زخم اچھی نہ ہوتی ہو اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہوں، اس آیت شریف کو ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھ کر دوا یا مرہم پر دم کیا جائے اور وہ زخم پر لگائی جائے۔ ان شاء اللہ دس روز کے عرصے میں داغ تک باقی نہ رہے گا۔

برص کا علاج

☆ اگر مبروص ایام بیض میں روزہ رکھے اور ہر روز افطار کے وقت اسم باری تعالیٰ المجید بکثرت پڑھے تو انشاء اللہ اچھا ہو جائے گا۔

لقوہ کا علاج

☆ سورہ زلزال غیر مستعمل پلیٹ میں لکھ کر اس کا پانی پینا لقوہ کا نافع ہے۔

فالج کا علاج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ صلے فَلَنُوَلِّيَنَّكَ
قِبْلَةً تَرْضٰهَا صلے فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
ج وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ قلے وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ

☆ قلعی دار تانبے کی پلیٹ میں مشک و گلاب سے لکھ کر پھر پاک پانی سے دھو کر فالج والے پر وہ پانی چھڑکا جائے۔ ان شاء اللہ صحت مند ہو جائے گی۔

ہر مرض کا علاج

☆ ان آیات مبارکہ کو چینی کی پاک پلیٹ پر لکھ کر دھو کر پلائیں خدا کے فضل و کرم سے بیمار بالکل تندرست و توانا ہو جائے گا اور جملہ امراض دور ہو جائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۝
فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۝ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا
مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ

☆ ہر مرض اور ہر درد کے واسطے مقام مرض یا درد پر یہ آیت تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں، شفا ہوگی۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا
وَّنَذِيْرًا

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا
يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

یہ آیت مجملہ آیات شفا ہے، اس کو پڑھ کر مریض پر دم کرنا یا لکھ کر پلانا ہر مرض کے لیے نافع ہے۔

ہر درد اور بیماری کے دفع کے واسطے اول و آخر درود پڑھے اور ایک بار سورہ فاتحہ اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

يَا اَللّٰهُ اِشْفِ يَا رَحْمٰنُ اِشْفِ يَا رَحِيْمُ اِشْفِ يَا كَرِيْمُ
اِشْفِ يَا غَفَّارُ اِشْفِ يَا سَتَّارُ اِشْفِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ
بِالْحَقِّ نَزَلَ مِنْ جَمِيْعِ الدَّآءِ وَالْبَلَاءِ بِفَضْلِكَ
وَكَرَمِكَ لَا بِعَمَلِنَا وَلَا بِعَمَلِهٖ ۝

پھر پانی پر دم کر کے مریض کو پلائے۔

ہر قسم کے درد کا علاج

☆ سورہ فاتحہ فجر کے سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس بار پڑھ کر دم کرنے سے ہر قسم کا درد جاتا رہتا ہے۔

طاعون اور ہیضہ کا علاج

☆ اسم باری تعالیٰ المؤمن چار مرتبہ اور اکی سات یا اٹھارہ مرتبہ دروازے کے چوکھٹ پر لکھا جائے۔ ان شاء اللہ وبا گھر میں داخل نہ ہوگی۔

☆ طاعون کے زمانے میں جو اس دعا کو صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ طاعون سے امن پائے گا۔

تَحَصَّنْتُ بِذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّ
الْمَلَكُوْتِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اَللّٰهُمَّ
اصْرِفْ عَنَّا هٰذَا الْوَبَآءَ وَقِنَا شَرَّ السَّرْدِ وَنَجِّنَا مِنَ الطَّعْنِ
وَالطَّاعُوْنِ وَالْبَلَاءِ بِلُطْفِكَ يَا لَطِيْفُ يَا خَبِيْرُ اِنَّكَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

دوران خون (بلڈ پریشر) کا علاج

ہر طرح کے بلڈ پریشر کے لیے مندرجہ ذیل آیتیں ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھیں، ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ
تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

بے خوابی کا علاج

☆ سوتے وقت گیارہ مرتبہ یہ آیت پڑھ لینے سے خوب نیند آئے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

جوڑوں کے درد کا علاج

☆ جس جگہ درد ہو اس جگہ کو مضبوط پکڑ کر دس مرتبہ سورہ فاتحہ اور دس مرتبہ سورہ کافرون پڑھ کر دم کرے اور چھوڑ دے پھر مریض سے دریافت کرے کہ آرام آیا یا نہیں اگر نہ آیا ہو تو دوبارہ اس طرح کرے تین بار کے کرنے سے ان شاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

نشہ کرنے کا علاج

جو شخص شراب، افیون، کسی قسم کا نشہ یا حقہ وغیرہ چیزوں کا استعمال چھوڑنا چاہے وہ شخص روزے رکھ کر اکیس روز تک اس مبارک آیت کو سات ہزار مرتبہ روزانہ نہایت باادب ہو کر پڑھے ان شاء اللہ ساری بری خصلتیں، گناہ کی عادتیں یک لخت زائل ہو جائیں گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ
يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

بچوں کے امراض

ام الصبیان (کمیڑا) کا علاج

اس عارضے میں مبتلا بچوں کے ہاتھ پاؤں میں تشنج ہوتا ہے آنکھوں کے ڈھیلے اوپر کو کھنچ جاتے ہیں۔ مرض کا جب زیادہ غلبہ ہو تو بچے پر بے ہوشی بھی طاری ہو جاتی ہے۔

☆ سورہ طارق ایک بار پڑھ کر مریض کے دائیں کان میں پھونکیں اور ایک بار پڑھ کر بائیں کان میں پھر ایک بار دائیں کان میں اور ایک بار بائیں کان میں پھر ایک بار دائیں آنکھ میں اور ایک بار بائیں آنکھ میں اور ایک بار ناک کے دائیں نتھنے میں اور ایک بار بائیں نتھنے میں اور ایک بار منھ پر دم کریں پھر ایک بار پڑھ کر تمام بدن پر دم کریں ان شاء اللہ مریض شفایاب ہوگا۔

☆ اگر بچہ روتا ہو یا دودھ نہ پیتا ہو ایک کاغذ پر ان مبارک آیتوں کو لکھ کر بچے کے گلے میں ڈالنا نہایت مجرب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بچے کے نہ بولنے کا علاج

☆ سورہ اسراء اگر زعفران سے لکھ کر پانی سے دھو کر اس بچے کو پلائیں جس کی زبان نہ چلتی ہو تو زبان چلنے لگے گی۔

بستر پر پیشاب کرنے کا علاج

اگر پیشاب بستر پر نکل جاتا ہو تو سات مرتبہ یہ آیت لکھ کر پانی میں گھول کر پلانے سے ان شاء اللہ شفاء ہوگی۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ
الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ

مٹی کھانے کا علاج

☆ خالص گندم کے آٹے کی روٹی پر آیات ذیل لکھ کر کھلائیں ان شاء اللہ پھر مٹی نہ کھائے گا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

کمزور بچے (سوکھے پن) کا علاج

☆ دن میں تین مرتبہ باوضو ہو کر گیارہ مرتبہ سورہ والتین پڑھیں اور پانی پر دم کر کے پلائیں گیارہ یوم تک اس عمل کو بلا ناغہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ سوکھا پن جاتا رہے گا۔

برائے پیغام نکاح

☆ اگر کسی شخص کے بیٹے یا بیٹی کی شادی نہ ہوتی ہو اور وہ چاہے کہ اچھی جگہ اور جلدی شادی ہو جائے تو تین ہزار تین سو تیرہ مرتبہ عشاء کی نماز کے بعد اکیس روز تک اس آیت کو پڑھے اور اول و آخر میں جو درود اسے یاد ہو، گیارہ گیارہ بار پڑھے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ
وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ان شاء اللہ اس عرصہ میں مراد حاصل ہوگی مجرب ہے۔

☆ جس شخص کی لڑکی کنواری ہو اور کوئی شخص اس سے نسبت کا پیغام نہ دیتا ہو۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعت پڑھے پھر ایک سو مرتبہ یا لطیف پڑھے۔ ایک ماہ تک اسی طرح کرے ان شاء اللہ ایک ماہ کے اندر مراد پوری ہوگی۔

☆ جس کا شوہر ناراض ہو وہ اپنے شوہر کو یہ آیت مٹھائی پر دم کر کے کھلائے ان شاء اللہ اس کی ناراضگی دور ہو جائے گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○

(اس باب کے مندرجہ قرآنی اعمال، مجربات امام سیوطیؒ، کمالات عزیزی، مولانا خواجہ احمد دیوبندیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، صوفی احمد الدین چشتیؒ اور مولانا ابراہیم دہلوی کی کتابوں سے ماخذ لئے گئے ہیں۔)

* * *

خواب اور ان کی تعبیر

رویائے صالحہ کی اہمیت

سچے خواب کی اہمیت اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ وحی الٰہی میں سب سے پہلی چیز جس سے حضور سرور دو جہان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سابقہ پڑا وہ سچے خواب تھے۔ ان ایام میں حضور ﷺ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی مانند بالکل آشکار ہوتی تھی۔ اس حالت کے بعد آپ ﷺ کا میلان طبع تبتل وانقطاع کی طرف ہوا اور آپ ﷺ غار حرا میں خلوت کا اہتمام فرمانے لگے۔

(رواہ البخاری ومسلم)

اچھے اور برے خواب

گو خواب کی پیدائش ورویت دونوں امور منجانب اللہ سرزد ہوتے ہیں۔ تاہم علما نے لکھا ہے کہ اچھا خواب حضرت احدیت کی طرف سے بشارت ہوتی ہے تاکہ بندہ اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ حسن ظن میں راسخ الاعتقاد ہو جائے اور یہ بشارت مزید شکر و امتنان کا باعث ہو۔ جھوٹا اور مکروہ خواب شیطانی القا سے ہوتا ہے۔ اس القا سے شیطان کی غرض مومن کو ملول ومحزون کرنا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَاٰى
اَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهٖ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰى مَا
يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ فَلْيَتْفُلْ
ثَلَاثًا عَنْ يَّسَارِهٖ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ

(رواہ البخاری ومسلم)

”اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا شیطان کی جانب سے۔ پس جب کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے صرف اس شخص سے بیان کرے جس کے ساتھ اس کا محبت واعتقاد ہے اور جب مکروہ خواب دیکھے تو حق تعالیٰ سے اس خواب کے شر اور شیطان کے فتنے سے پناہ مانگے اور یہ بھی مناسب ہے کہ بقصد دفع شیطان اپنے بائیں طرف تین بار تھتکارے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کرے اس حالت میں برا خواب کوئی ضرر نہ دے گا۔“

ضرر نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ نے افعال مذکورہ کو رنج وغم سے محفوظ رہنے کا سبب گردانا ہے جیسے کہ صدقہ کو تحفظ مالی اور دفع بلیات کا ذریعہ بنایا ہے۔

مکروہ خواب کے بعد کروٹ بدلنے کی ضرورت

ایک حدیث صحیح میں برا خواب دیکھنے کے بعد کروٹ بدلنے کا حکم بھی وارد ہے۔ کیونکہ اس کو تغیر حال میں بڑا اثر و دخل ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ ثَلَاثًا
وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَّلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ
الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ (رواہ مسلم)

”بقول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر البشر ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مکروہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں طرف تف کرکے شیطان سے اللہ کی پناہ چاہے اور اس کروٹ کو بدل ڈالے جس پر خواب دیکھنے کے وقت پڑا تھا۔“

شیطانی تصرف

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بہت سے خواب شیطانی القاء سے ہوتے ہیں۔ متوحش قسم کے جملہ خواب مثلاً یہ دیکھنا کہ سر کٹ گیا یا کسی کو قتل کر دیا گیا، اسی قبیل سے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ شیطان متوحش خواب دکھا کر مومن کو ہر طرح سے پریشان کر سکتا ہے مگر یہ بات اس کی قدرت سے باہر ہے کہ حضرت ختم المرسلین ﷺ کی وضع و ہیئت اختیار کر کے کسی مومن کو خواب میں دھوکا دے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ (رواہ البخاری و مسلم عن ابی ھریرۃ)

”جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے فی الواقع مجھ ہی کو دیکھا (اور اس کا یہ خواب سچا ہے) کیونکہ شیطان کی یہ مجال نہیں کہ کسی کے خواب کے اندر میری شکل میں ظاہر ہو“۔

خواب پر صدق مقال کا اثر

اکل حلال اور صدق مقال کو سچے خواب میں بڑا دخل ہے۔ اس لیے جو حضرات متوحش قسم کے خواب دیکھنے کے عادی ہوں انہیں اپنی اخلاقی حالت کا جائزہ لینا چاہیے، خصوصاً حرام یا مشتبہ غذا، غیبت اور کذب بیانی سے قطعاً اجتناب لازم ہے۔ اس معنی میں ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے کہ جو شخص سب سے زیادہ راست گو ہے، اس کا خواب بھی سب سے زیادہ سچا ہے۔

برا خواب بیان کرنے کی ممانعت

جب کوئی شخص مکروہ و ناپسندیدہ خواب دیکھے تو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے اس خواب کے شر سے اور ابلیسی فتنہ سے پناہ مانگے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کرے، اس صورت میں اس پر کوئی برا اثر مرتب نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلرُّؤْیَا عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ یُحَدِّثْ بِھَا فَاِذَا حَدَّثَ بِھَا وَقَعَتْ (رواہ الترمذی عن ابی رزین العقیلی و اخرجہ ابو داؤد فی معناہ)

”جب تک خواب بیان نہ کیا جائے اس وقت تک پرندہ کے پاؤں پر معلق رہتا ہے۔ (اسے قیام و ثبات نہیں ہوتا) اور جب بیان کر دیا جائے تو اسی طرح واقع ہو گیا“۔

خواب کس سے بیان کیا جائے

تعبیر کے لیے اپنا خواب کسی دوست صالح یا عالم باعمل یا صاحب دل و ذی رائے کے سوا کسی سے بیان نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لوگ خواب کو حتیٰ الامکان نیکی پر محمول کر کے اس کی اچھی تعبیر دیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تُحَدِّثْ رُؤْیَاکَ اِلَّا حَبِیْبًا اَوْ لَبِیْبًا (رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد لا تقصّھا الا علٰی وادٍّ او ذی رأیٍ)

”اپنا خواب دوست یا عالم کے سوا کسی سے نہ کہو“۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور ابوداؤد کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنا خواب کسی دوست یا ذی رائے کے سوا کسی سے نہ کہو“۔

کن کن لوگوں سے تعبیر خواب پوچھنا منع ہے؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار قسم کے لوگوں سے تعبیر خواب پوچھنا ناجائز ہے۔

۱۔ بے دین لوگوں سے جو شریعت کے پابند نہ ہوں کیونکہ تعبیر خواب نیک اور بابرکت لوگوں سے پوچھنی چاہیے اور بے دین لوگ خدا کی نافرمانی کے باعث راندۂ درگاہ الٰہی ہوتے ہیں۔ ان میں خیر و برکت کہاں۔

۲۔ عورتوں سے کیونکہ تعبیر خواب میں جو عقل اور متانت درکار ہے وہ عورتوں میں فطری اور طبعی جذبے کے غلبے کی وجہ سے برقرار نہیں رہ پاتی۔

۳۔ جاہلوں سے جو علم دینی سے بخوبی واقف نہ ہوں۔ دنیاوی علوم میں خواہ وہ ولایت پاس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ معبر (تعبیر بتانے والے) کو علم تفسیر و حدیث وغیرہ کا علم ہونا ضروری ہے۔

۴۔ دشمنوں سے۔ کیونکہ دشمن بھی خیر و برکت سے خالی ہوتے

ہیں۔ نیز ان سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ خواب کی تعبیر بری بتا دیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خواب کی تعبیر جیسی بتا دی جائے گی ویسی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قُضِيَ الأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں فرماتے ہیں کہ اے میرے جیل کے دونوں رفیقو!) جس جس بات کی تم نے مجھ سے تعبیر پوچھی ہے، وہ میری تعبیر کے مطابق ہی بحکم خداوندی واقع ہو جائے گی۔

اگر خواب دیکھنے والا کوئی ہولناک خواب دیکھے جس سے وہ خوف زدہ ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ تین دفعہ آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور یہ کلام پڑھے:

أَعُوذُ بِرَبِّ مُوسَى وَإِبْرَاهِيمَ مِنْ شَرِّ الرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُهَا
مِنْ مَنَامِي أَنْ يَضُرَّنِي فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَمَعِيشَتِي
عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

"میں حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے رب کی پناہ مانگتا ہوں، اس خواب کی برائی سے جو میں نے اپنے سونے کی حالت میں دیکھا ہے۔ بچاؤ اس کے کہ مبادا یہ مجھ کو کچھ ضرر اور نقصان پہنچائے میرے دینی اور دنیاوی امور اور میرے روزگار میں۔ الٰہی! تیرا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور تیری تعریف جلیل الشان ہے اور تیرے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔"

اس کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھے اور صدقہ دے تو اس خواب کے شر اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

شیطان خواب میں کون کون سی شکل بن کر نہیں آ سکتا؟

حضرت امام جابر مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان تمام خوابوں میں خواہ مخواہ دخل دیا کرتا ہے اور اپنے آپ کو سب چیزوں کی مانند بنا کر پیش ہوتا ہے، لیکن خدا تعالیٰ، پیغمبروں، فرشتوں، آسمان، سورج، چاند اور ستاروں کی مانند کوئی صورت اور شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ طاقت حاصل ہوتی کہ وہ اپنے آپ کو ان چیزوں کے مانند بنا کر ظاہر کر سکتا تو تمام مخلوقات کے درمیان فتنہ اور گمراہی پھیلا دیتا۔ کیونکہ اس طرح کبھی تو وہ اپنے آپ کو پیغمبروں کی صورت میں ظاہر کرتا اور صاحبِ خواب کو یہ کہتا کہ میں تجھ سے بہت خوش ہوں تو جو کچھ چاہے کیا کر اور کسی دوسرے کو یہ کہتا کہ میں تیرا پیدا کرنے والا ہوں۔ میں نے تیرے سب گناہ معاف کر دیے ہیں اور تجھ کو میں نے بخش دیا ہے اور یوں ہی کئی ایک ایسی باتیں کہا کرتا جن سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کر دیتا۔

ابن سیرینؒ سے علم تعبیر کے متعلق بعض اقوال و حکایات

حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں ایک عجیب بات یہ دیکھی گئی ہے کہ بعض اوقات خواب میں کوئی خیر اور بھلائی یا شر و آفت کی بات دیکھتا ہے۔ جب وہ بیدار ہوتا ہے تو بعینہٖ اسی طرح اس کو خیر و راحت یا شر و آفت پہنچ جاتی ہے۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خواب رات کے پہلے حصہ میں دکھائی دے تو اس کی تعبیر پانچ سال میں ظاہر ہوتی ہے اور جو آدھی رات میں دکھائی دے اس کی تعبیر پانچ مہینوں تک ظہور میں آتی ہے اور اگر بہت سویرے صبح کے وقت دکھائی دے تو اس کی تعبیر دس روز تک ظاہر ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس قدر رات کا وقت دن کے وقت سے زیادہ نزدیک ہو وہ خواب درست ہوتا ہے اور نتیجہ جلد تر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے اقوال

حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خواب اصل میں دو باتوں پر مبنی ہے:

اول: وہ جو خواب حالت کی حقیقت سے آگاہ کرے۔

دوسرا: وہ جو خواب ہر ایک کام کے انجام کی خبر دینے والا ہو۔

پھر دونوں قسموں میں سے چار قسمیں نکلی ہیں:

اول: خواب امر (حکم فرمانے والا خواب) دوم: خواب زاجر (روکنے والا خواب) سوم: خواب منذر (ڈرانے والا خواب) چہارم: خواب مبشر (خوشخبری دینے والا خواب)

حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خواب دیکھ کر اس کا

یاد نہ رہنا چار وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بنا پر ہوتا ہے۔

اول: کثرت گناہ کے باعث خواب یاد نہیں رہتا۔ دوم: مختلف اعمال کی وجہ سے خواب فراموش ہو جاتا ہے۔ سوم: نیت اور اعتقاد کی کمزوری کی وجہ سے خواب بھول جاتا ہے۔ چہارم: اختلاف طبع کے باعث یعنی جب کہ وہ اپنے حالات سے بدل جائے، تو ان حالات میں صاحب خواب اپنے خواب کو بھول جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی تاویل

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو بندۂ مومن خدا تعالیٰ کو خواب میں بے مثل اور بے مثال دیکھتا ہے (جیسا کہ احادیث میں آتا ہے) اس امر کی دلیل ہے کہ اس کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا اور اس کی حاجتیں پوری ہوں گی اور اگر بندہ کھڑا ہے اور خدا تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے۔ یہ اصلاح کار اور سلامتی نفس کی دلیل ہے اور مغفرت کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اگر گناہگار ہے تو توبہ کرے گا۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، اگر کوئی خواب دیکھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راز کی بات کرتا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ہے۔ فرمان خدا ہے۔ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا (اور ہم نے اس کو سرگوشی سے قریب کیا)۔

اگر کوئی خواب دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ حجاب کے پیچھے بات کرتا ہے۔ یہ اس کے دین کے خلل یا خطا کی دلیل ہے، فرمان خدا تعالیٰ ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (کسی بشر کے لیے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے، مگر بطور وحی یا حجاب کے پیچھے۔)

اگر خواب میں دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مقرب اور عزیز اور حساب کر کے بزرگ بنالیا ہے تو یہ اس کی بخشش کی دلیل ہے اور دنیا میں مصیبت دیکھے گا۔

اگر خواب دیکھے کہ حق تعالیٰ اس کو نصیحت کر رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا اس میں نہیں ہے۔ فرمان خدا تعالیٰ ہے۔ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔)

اگر خواب میں دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس کو خوشخبری دیتا ہے تو یہ اس کی رضا کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ اس کو خدا تعالیٰ ڈراتا ہے تو یہ اس کے غضب کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے سر جھکائے کھڑا ہے تو یہ غم اور اندوہ کی دلیل ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اور جب تو گناہگاروں کو دیکھے گا کہ انہوں نے اپنے رب کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔)

اگر خواب میں دیکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنے نزدیک بلایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کی موت قریب آگئی ہے۔ جابر مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص خواب میں اللہ تعالیٰ کو کسی شہر یا گاؤں میں دیکھے تو اس امر کی دلیل ہے کہ اس جگہ کے نیک لوگ عزت، شرف اور مرتبہ پائیں گے اور اس جگہ سے ظلم کا ہاتھ اٹھ جائے گا۔ فرمان حق تعالیٰ ہے اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان تمہارے اختلاف کی بابت فیصلہ کرے گا۔)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے کی تاویل سات وجہ پر ہے: (۱) معافی اور بخشش، (۲) بلا اور مصیبت سے امن۔ (۳) نور اور ہدایت اور دین میں قوت (۴) ظالموں پر فتح مندی (۵) بلا اور آخرت کے عذاب سے امن۔ (۶) اس ملک میں آبادی اور بادشاہ عادل ہوگا (۷) عزت اور شرف اور دنیا اور آخرت میں بلند پایہ ہوگا۔ یہ وجوہات نظر رحمت کی صورت میں ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خوش طبع اور کشادہ رو دیکھے تو دلیل ہے کہ دشمن پر فتح پائے گا اور اپنی مراد کو پہنچے گا اور اگر اس کے خلاف دیکھے تو اندوہ اور غم پر دلیل ہے۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اس کو جبرائیل علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے یا نیک وعدہ کیا ہے یا کسی کام سے روکا ہے، تو یہ عزت اور دولت اور جمعیت خاطری کی دلیل ہے اور اگر اس کو کوئی چیز دی ہے تو بادشاہ سے مرتبہ ملے گا۔

حضرت میکائیل علیہ السلام

اگر کوئی شخص خواب میں میکائیل علیہ السلام کو دیکھے، جیسے کہ ان کی صورت ہے یہ دلیل خیر اور بشارت کی ہے۔ کیونکہ جبرائیل علیہ السلام خواب کے لانے والے اور میکائیل علیہ اسلام بشارت اور نعمت وغیرہ کے لانے والے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ان کی صورت پر دیکھے تو یہ قوت، بزرگی، جاہ وجلال اور علم و دانش کی دلیل ہے۔ اور جس ملک میں دیکھے اس کی آبادی اور امن کی دلیل ہے اور نرسنگا پھونکتے دیکھے تو یہ بلا اور فتنے کی دلیل ہے۔ (وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ..)

حضرت عزرائیل علیہ السلام

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ملک الموت کو آسمان پر اور اپنے آپ کو زمین پر دیکھے تو دلیل ہے کہ وہ شخص اپنے کام سے معزول ہوگا اور اگر اپنے پاس دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کی موت قریب ہے۔

حضرت جابر مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ملک الموت کو خواب میں خرم وشاداں دیکھے، تو دلیل ہے کہ اس کی زندگی دراز ہوگی اور اگر سلام کرتا ہوا دیکھے تو یہ شخص جلدی شہادت پائے گا اور اگر شیرینی دیتا دیکھے تو جان آسانی سے نکلے گی اور اگر غصے میں دیکھے تو اس کی موت خطرناک ہوگی۔ فرشتوں کو دیکھے کہ کسی چیز کے لینے کے منتظر ہیں تو دلیل ہے کہ اس کے مال اور نعمت میں زوال آئے گا اور اگر فرشتوں کو کسی جگہ کھڑا دیکھے تو وہاں امن ہوگا اور اگر لڑائی میں دیکھے تو دشمن پر کامیاب ہوگا۔ اگر رکوع وسجود میں دیکھے تو یہ دلیل ہے کہ اس کے دنیا اور دین کے احکام، احوال مستقیم ہیں۔ اگر فرشتوں کو عورتوں کی شکل میں دیکھے تو یہ دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والا خدا تعالیٰ پر جھوٹ لگاتا ہے۔

اگر خواب میں دیکھے کہ پر رکھتا ہے اور فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے تو اس کی موت قریب ہے اور دنیا سے توبہ کر کے مرے گا اور اگر دور سے فرشتوں کو دیکھے اور ان کے قریب نہیں جا سکتا تو اس پر مصیبت پڑنے کی دلیل ہے۔

اور اگر خواب میں دیکھے کہ فرشتے اس کو عزت کے ساتھ سلام کرتے ہیں تو دلیل ہے کہ دشمن پر فتح پائے گا اور انجام بخیر ہوگا۔ ان کو ایک جگہ اترتے ہوئے دیکھے تو دلیل ہے کہ وہاں کے لوگ غم اور اندوہ سے نجات پائیں گے، کیونکہ فرشتے ہمیشہ پیغمبروں کی مدد کے لیے آئے ہیں۔

پیغمبران علیہم السلام کی زیارت

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبران علیہم السلام تین قسم پر ہیں۔ (۱) اولوالعزم (۲) مرسل (۳) نبی۔

پیغمبر اولوالعزم چھ ہیں۔ (۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت نوح علیہ السلام (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۶) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ مرسل پیغمبر وہ ہیں کہ جن پر حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لائے ہیں۔ ان کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور صرف نبی وہ ہیں کہ جن پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل نہیں ہوئے۔

اولوالعزم

جو شخص اولوالعزم پیغمبر کو خواب میں دیکھے، عزت اور جلال کی دلیل ہے اور اگر مرسل کو دیکھے تو دشمنوں پر فتح پائے۔ اور اگر اس موضع والے غم، اندوہ اور سختی میں ہیں تو خیر اور صلاح اور دین و دنیا کے کاروبار کی آبادی دیکھیں گے اور اگر پیغمبروں کو نقل مکانی کرتے دیکھے اور اس موضع پر بددعا کرتے ہیں تو دلیل ہے کہ اس موضع پر بلائے عظیم حق تعالیٰ نازل کرے گا۔ اس کا علاج توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

نبی

حضرت کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر بندۂ مومن خواب میں کسی پیغمبر کو تازہ اور خوش دیکھے تو عزت اور نصرت پائے گا اور اگر غصے میں دیکھے تو بدحالی، رنج اور سختی کی دلیل ہے اور اگر خواب میں پیغمبروں سے کچھ سنے تو ان کے علم سے حصہ پائے اور

خوشی کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ اس نے کسی پیغمبر کو مارا ہے تو یہ خیانت کی دلیل ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

"اُن کی عہد شکنی اور آیات الٰہی کے ساتھ کفر اور ناحق نبیوں کو قتل کرنے کی وجہ سے۔"

آدم علیہ السلام

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص آدم علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو بزرگی اور ولایت پائے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی اور بھٹکا۔ پھر اس کے رب نے اس کو برگزیدہ کیا اور توبہ قبول کی اور ہدایت عطا فرمائی) اور اگر خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ساتھ بات کرتے دیکھے تو یہ علم آموزی کی دلیل ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (اور آدمؑ کو سب نام سکھائے)۔

اگر خواب میں دیکھے کہ اس نے آدمؑ کی اطاعت نہیں کی ہے تو یہ اس شخص کی نافرمانی اور بدبختی کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے تو یہ بزرگی اور سلطنت کی دلیل ہے۔

حوا علیہا السلام

اگر کوئی شخص حضرت حوا علیہا السلام کو خواب میں دیکھے تو دولت اور اقبال پائے، عیش، خوشی اور بہت سی دولت اور لمبی عمر پائے۔

حضرت نوح علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو دراز عمر پائے، لیکن دشمن سے رنج اور سختی دیکھے تو انجام کار مراد کو پہنچے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت ادریس علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو اس کا کام اور انجام نیک ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت ہود علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو دشمن اس پر افسوس کرے اور آخرکار فتح پائے۔

حضرت لوط علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت لوط علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو کام درست ہو اور دل کی مراد پائے۔

حضرت صالح علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت صالح علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو اس پر خیر کا دروازہ کھولا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو حج کا اشارہ پائے۔ بعض تعبیر بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ بادشاہ ظالم اس پر ظلم کرے اور وہ شخص ماں باپ کے ساتھ بدخوئی سے پیش آئے گا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو بشارت فتح اور غنیمت کی پائے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے فبشرناہ بغلام حلیم۔ (یعنی ہم نے خوشخبری دی اس کو ایک لڑکے بردبار کی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو فرزندوں کا غم واندوہ کھائے اور آخرکار غم خوشی سے بدل جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو لوگ اس کے اوپر بہتان لگائیں اور انجام کار بزرگی پائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت شعیب علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو دشمن اس پر غلبہ پائے اور پھر وہ خود دشمن پر فتح پائے۔

* * *

حضرت موسیٰ علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو اہل وعیال میں گرفتار ہو اور پھر خوش حال ہو جائے اور دشمن پر فتح پائے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے۔ ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا۔ (اور ہم نے اس کو اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی عنایت کیا) اور بعض تعبیر دان کہتے ہیں کہ آپ کو خواب میں دیکھنا اس ملک کے بادشاہ کے ہلاک ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کو خواب میں دیکھنا بزرگی اور بادشاہی، نعمت اور مال، مرتبے کی زیادتی کی دلیل ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کو خواب میں دیکھنا توفیق۔ طاعت کی دلیل ہے۔

حضرت یحیٰ علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت یحیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو اللہ تعالیٰ اسے کارخیر کی توفیق عطا کرے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھنا، درازی سفر، امن، رزق اور درازی عمر کی دلیل ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام

اگر کوئی حضرت یونس علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو غموں سے نجات پائے اور تاریکی سے انشاء اللہ تعالیٰ روشنی میں آئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

اگر کوئی شخص حضرت ایوب علیہ السلام کو خواب میں دیکھے تو نا امیدی امید سے بدل جائے اور توفیق۔ طاعت وخیرات ہو۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

اگر کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھے تو سب غموں سے راحت پائے۔ قرض سے بری ہو جائے۔ قیدی ہو تو نجات پائے۔ دہشت ہو تو امن پائے۔ قحط و تنگی دور ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر مالدار ہو تو درویش ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے اس نے درست دیکھا ہے۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَمَثَّلُ صُوْرَتِیْ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ہے) اور جو کوئی مجھے خواب میں دیکھے گا غم واندوہ نہ دیکھے گا۔ تعجب نہ کرو، میری زیارت کی تاویل زیادہ تر سعادت آخرت ہے۔"

اگر آپ ﷺ کو خواب میں ترش رو دیکھا جائے تو یہ سستی دین اور اس ملک میں بدعت کے ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔ اگر آپ ﷺ کو ایسی جگہ دیکھے کہ لوگ آواز دے رہے ہیں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اجڑا ہوا ملک پھر آباد ہو جائے گا اور اگر آپ ﷺ کو کچھ کھاتے ہوئے دیکھے تو صدقہ اور زکوٰۃ دینے کی دلیل ہے۔ اگر آپ ﷺ کو ایسی جگہ دیکھے جہاں کسی طرح کی بلا اور محنت نہیں ہے تو اس موضع میں اور زیادہ نعمت ہوگی، خاص کر اگر مسجد میں دیکھے۔ اگر آپ ﷺ کو غمناک یا بیمار دیکھے تو یہ اس شخص کے دین کی کمزوری کی دلیل ہے۔

حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کو کسی جگہ یا شہر میں دیکھے تو یہ دلیل ہے کہ اس جگہ نعمت فراخ ہوگی اور لوگوں کو جمعیت خاطر ہوگی اور اس جگہ والے دشمن پر فتح حاصل کریں گے۔

اور اگر آپ ﷺ کے اعضا میں سے کسی عضو کو کم ہوا دیکھے تو یہ دلیل ہے کہ اس جگہ کے لوگ شریعت میں سست ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے جسم کا نقصان اس شخص کے دین کا نقصان ہے اور اگر دیکھے کہ آپ نے اس کو تر یا خشک میوے دیے ہیں تو اس کو دین میں پارسائی حاصل ہوگی۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں آنحضرت ﷺ کو کسی نقص کے ساتھ دیکھے تو وہ نقص آپ کا اس خواب کے دیکھنے والے پر پڑے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں نیک لوگ دیکھتے ہیں اور آپ ان چیزوں کی بشارت دیتے ہیں جو ان کو پہنچیں گی اور برے آدمیوں کو گناہ کرنے سے بچاتے ہیں، تاکہ عذاب سے نجات پائیں کیونکہ آنحضرت ﷺ مومنوں کے لیے بشیر (بشارت دینے والے) اور کافروں کے لیے نذیر (عذاب سے ڈرانے والے) ہیں۔ اگر آپ ﷺ کو کوئی خواب میں غضبناک دیکھے تو یہ دلیل اچھی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آنحضرت ﷺ کا جنازہ خواب میں دیکھے تو اس ملک میں رنج اور مصیبت بہت آئے گی اور اگر جنازے کے پیچھے آپ ﷺ کو دیکھ کر صرف زیارت کی تو یہ مال اور نعمت اور ورایت پانے کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ آنحضرت ﷺ اس پر افسوس کرتے ہیں تو یہ اس کے کافر ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ
كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

"کہہ دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول پر تمسخر کرتے ہو۔ عذر نہ کرو۔ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے"۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں پیغمبروں کی زیارت دس وجہ پر ہے: (۱) رحمت، (۲) نعمت (۳) عزت (۴) بزرگی (۵) دولت (۶) ظفر اور فتح مندی (۷) سعادت (۸) جمعیت (۹) قوت (۱۰) دونوں جہان کی خیر، اور اس موضع کے لوگوں کی بہتری کہ جس جگہ یہ خواب دیکھا گیا ہے۔

خلفائے راشدین کو خواب میں دیکھنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اول خلیفہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھے تو یہ دلیل خوشی اور کرامت کی ہے۔

حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کو کوئی کسی شہر میں زندہ دیکھے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس ملک اور شہر کے لوگ بکثرت زکوٰۃ اور صدقہ دیتے ہیں اور یہ امر جب ہے کہ جب آپ کو کشادہ رو اور خوش دیکھیں، اور اگر ترش رو (ناراض) دیکھیں تو پھر پہلے کے خلاف ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

دوسرے خلیفہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو خواب میں دیکھے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ شخص عادل اور منصف ہے اور اگر آپ کو کسی شہر میں کشادہ اور خوش طبیعت دیکھا تو اس امر کی دلیل ہے کہ اس شہر میں عدل اور انصاف ظاہر ہوگا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

تیسرے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو خواب میں دیکھے تو دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ شخص اطاعت و زہد اور پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اگر وہ ان کو کسی شہر میں خوش طبع اور کشادہ رو دیکھے تو اس امر کی دلیل ہے کہ اس شہر کے لوگ قرآن مجید اور علم سیکھنے میں رغبت (توجہ) کریں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

چوتھے خلیفہ حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو خواب میں خوش طبیعت اور ہنستے ہوئے دیکھے تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ کرامت، شجاعت اور سرداری پائے گا اور جس شہر میں دیکھے گا وہ شہر عدل اور انصاف سے متصف ہوگا، لیکن گاہے گاہے ان کے درمیان نزاع، جدل اور جھگڑا ہوتا رہے گا۔

آگ دیکھنا

کسی مکان کو جلتا دیکھنا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب مکان کو کسی مصیبت کا سامنا ہو اور کسی جرم میں گرفتار ہو یا کسی چوری میں پکڑا جائے اور اگر آگ سے اپنے کپڑوں کو جلتا ہوا دیکھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اپنے عزیزوں اور دوستوں سے لڑائی ہوگی، والدین سے ناراضگی اور بھائیوں سے ناچاقی ہوگی، اگر یہ دیکھے کہ آگ لگنے سے اس مکان یا جگہ کی بعض اشیا جل گئی ہیں اور بعض باقی رہ گئی ہیں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس جگہ کے رہنے والوں پر کسی وبا کا حملہ ہوگا اور ان میں سے بعض انتقال کر جائیں گے اور بعض بیماری سے صحت یاب ہوں گے اور اگر خواب میں آگ کی پوجا کرے تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ کسی ایسے سخت اور جابر وظالم حاکم کے زیر حکم رہے گا جو اس پر سخت ظلم کرے گا اور اسے اس کی ناجائز خوشامد کرنی پڑے گی۔ آگ جلانے والی انگیٹھی یا چولہے یا تنور یا بھٹی یا اس قسم کی کوئی اور چیز کہ جس میں آگ لگائی جانے کو دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ عنقریب وہ کسی سخت مصیبت یا بیماری یا مقدمے یا لڑائی میں گرفتار ہوگا۔ جس سے اس کو جانی و مالی نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

آٹا دیکھنا

اگر خواب میں خشک آٹا دیکھے تو دولت ملنے اور مقدمہ میں فتح یابی کی نشانی ہے اور اگر آٹے کو گوندھتے دیکھے یا خود گوندھے یا گوندھنے کے لیے کسی برتن میں ڈالے تو تعبیر اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ دیکھنے والا اپنے بہت سے دوست اور جانثار پیدا کرکے ان سے کافی فائدہ اٹھائے گا اور وہ لوگ اس کے ساتھ اسی طرح گھل مل جائیں گے کہ جیسے گوندھنے سے پانی اور آٹا یکجان ہو جاتے ہیں۔ گندم کا آٹا دیکھنا فراخی کی دلیل ہے، اور جو اور جئی دیکھنا تنگی کے مترادف ہے۔ ماش، چنے اور مسور و چاول کا آٹا دیکھنے والا صاحب قسمت اور صاحب اقبال تصور کیا جاتا ہے۔

میت دیکھنا

اگر کوئی مردے کو خواب میں دیکھتا ہے تو دلیل ہے، کہ غم و اندوہ سے بے خوف ہوگا۔ اگر مردہ کوئی چیز دیتا ہے تو دلیل ہے کہ غیب سے کچھ حاصل ہوگا، کھویا ہوا مال واپس ملے گا۔ اگر زندہ آدمی کو خواب میں مردہ دیکھے تو دلیل ہے کہ وہ خوش عمر رہے گا۔

پہاڑ دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں پہاڑ دیکھے تو دلیل ہے کہ رتبہ بلند اور فکر و اندیشہ کم ہو، مرادیں پوری ہوں اور مال و دولت سے خوشحال رہے۔

چیتا دیکھنا

اگر کوئی خواب میں چیتے کے ساتھ جنگ کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ صاحب خواب اپنے دشمن کے ساتھ جنگ کرے گا۔ اگر وہ چیتے پر غالب آگیا تو دشمن کو شکست ہوگی۔ اگر خواب میں دیکھے کہ چیتے کا گوشت کھایا ہے تو دلیل ہے کہ جنگ اور جھگڑوں میں پڑے گا اور فتح یاب ہو کر شرف و بزرگی حاصل کرے گا۔ اگر دیکھے کہ چیتے کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور ایک دوسرے پر کوئی بھی غالب نہیں آیا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حاکم وقت سے اس کو بڑا خوف پہنچے یا بیمار ہو کر شفا پائے۔ اول قوی دشمن سے واسطہ پڑنا، دوم دشمن سے مال پانا، سوم بادشاہ کا خوف۔

بادام دیکھنا

بادام دیکھنا، بادام خریدنا یا بادام فروخت کے لیے دینا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ مال و عزت میں اضافہ ہو، کسی ایسی جگہ سے دولت حاصل ہو کہ جس کا امکان ہی نہیں۔ بادام فروخت کرنا، زیادہ خرچ اور کم آمدن کی نشانی ہے۔ مغز بادام نکالنا، محنت سے روزی کمانے پر دلالت کرتی ہے۔ مغز بادام کا کہیں سے مل جانا، کسی عورت سے محبت کی دلیل ہے۔ مغز بادام کا چھلکا اتارنا، دلالت کرتا ہے کہ کسی عزیز دوست کا راز اس کی زبان سے فاش ہو گیا یا اس کا راز کوئی اس کا دوست ظاہر کردے یا کوئی پوشیدہ راز اس کو معلوم ہو جس سے اس کو رنج اور غم ہو۔ بادام کا درخت دیکھنا، سعادت مند فرزند ہونے یا شادی ہونے کی دلیل ہے۔

جماعت دیکھنا

نماز کی جماعت دیکھے تو خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ مدرسے کی جماعت دیکھے تو رزق کی فراخی ہو، چوروں کی جماعت دیکھے تو مال امانت میں خیانت ہو، درویشوں کی جماعت دیکھے تو کسی اللہ کے نیک بندے سے ملاقات ہو، مسجد نبوی ﷺ میں نمازیوں کی جماعت دیکھے تو زیارت مدینہ منورہ نصیب ہو، فرشتوں کی جماعت دیکھے تو گھر میں برکت و رحمت نازل ہو۔

کتاب پڑھنا

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ تفسیر کی کتاب پڑھتا ہے، دلیل ہے کہ راہ دین اور زہد کی طرف مائل ہوگا اور اس پر بستہ کام کشادہ ہوں گے اور اگر دیکھے کہ فقہ کی کتاب پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ نا کردنی کاموں سے رک جائے گا۔ اگر دیکھے کہ اصول کی کتاب پڑھتا ہے یا توحید کی کتاب پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ علمائے دین سے مشغول ہوگا اور وہ ایسے کام فرمائیں گے جس سے دین کو فائدہ پہنچے گا۔

پانی دیکھنا

اگر کوئی خواب دیکھے کہ وہ پانی پر چلتا ہے یعنی دریا اور شہر کا پانی تو یہ اس کے پاک اعتقاد اور قوت ایمانی کی دلیل ہے۔ اگر صاف اور خوشگوار پانی بہت پیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور خوشی و عیش حاصل ہوگا اور گدلا یا تیزابی پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو نقصان ہوگا۔ کہتے ہیں کہ دریا کا پانی اگر پیے تو بندگی اور مال غنیمت حاصل ہوگا اگر صاف ستھرے پانی میں پچھوا دیکھے تو علم حاصل ہو اگر گندے اور خراب پانی میں دیکھے تو علم کا حصول بند ہو جائے۔

شہد دیکھنا

اگر کوئی دیکھے کہ اس نے شہد لوگوں کو دیا ہے اور وہ کھاتے ہیں تو دلیل ہے کہ لوگ اس کے علم سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اگر کوئی دیکھے کہ شہد موم کے ساتھ ہے تو اس کی تاویل میراث یا غنیمت حلال ہے۔

بادل دیکھنا

اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو سفید برسنے والے بادل کے نیچے دیکھے تو دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ اس شخص کو علم و حکمت عنایت فرمائے گا جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور اگر دیکھے کہ زرد بادل کے نیچے ہے تو دلیل ہے کہ وہ بیمار ہوگا۔ اگر دیکھے کہ بادل کھا رہا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی زندگی حکمت سے پُر ہوگی۔

گھوڑا دیکھنا

عربی گھوڑے خواب میں دیکھنا دلیل ہے، بندگی اور عزت و جاہ حاصل کرنے کی۔ اور اگر دیکھے کہ عربی گھوڑے پر بیٹھا ہے اور گھوڑا مطیع و فرمانبردار ہے تو عزت اور بزرگی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ گھوڑا لیا ہے تو شرف اور بزرگی عربی گھوڑے کی نسبت کم پائے گا اور اگر دیکھے کہ گھوڑے کے سامان میں کمی ہے مثلاً زین نمائندہ یا لگام نہیں ہے تو یہ علامت ہے کہ اسی قدر کم بزرگی حاصل ہوگی اور اگر دیکھے کہ گھوڑے کی دم موٹی اور لمبی ہے تو دلیل ہے کہ اس کے نوکر چاکر زیادہ ہوں گے۔

چاند دیکھنا

پورا چاند اگر دیکھا جائے تو فرزند پیدا ہونے کی دلیل ہے۔ چاند نکلتا ہوا دیکھنا خوشی کی نشانی ہے۔ چاند کو گرہن دیکھنا علامت ہے اس بات کی کہ فرزند بیمار ہو یا ماں باپ کی طرف سے یا کسی عزیز کی طرف سے کسی قسم کا غم لاحق ہو۔ چاند کو اپنے گھر کے اندر دیکھنا، تعبیر اس کی یہ ہے کہ مال و دولت اور ہر قسم کا رزق کافی سے زیادہ دستیاب ہوگا۔

چشمہ دیکھنا

پہاڑ سے نکلتا دیکھے تو خوشی کی نشانی ہے۔ گھر سے نکلتا دیکھے تو دولت رائیگاں جائے اور مال چوری ہو جائے۔ چشمے کا پانی پینا، کسی عزیز یا دوست سے فائدہ پہنچے۔ حکومتِ وقت کی طرف سے انعام ملے، نوکر ہو تو تنخواہ میں ترقی ہو، دکانداری میں برکت ہو۔

خربوزہ دیکھنا

اگر موسم کے دنوں میں خربوزہ خواب میں نظر آئے تو نیک اور بھلائی کی دلیل ہے اور اگر بے موسم کے پکا ہوا نظر آئے تو فرزند پیدا ہو، کچا دیکھے تو لڑکی پیدا ہو۔ خربوزہ کھانا نعمت اور مال زیادہ ملے، کسی عورت سے محبت ہو اور اس سے شادی ہو۔ خربوزہ خریدنا یا فروخت کرنا، کسی دوست کی طرف سے خلاف قیاس کائی فائدہ نہیں۔

باغ دیکھنا

باغ میں پھول دیکھنا علامت ہے، فرزند صالح کی اور امتحان میں کامیابی اور فتح یابی کی۔ باغ میں پھل دیکھنا، دلیل ہے عزت و مرتبہ کی، روزی و روزگار کی فراخی کی۔ باغ اجڑا ہوا دیکھنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خاندان کے کسی بزرگ کا انتقال ہو یا پیر و مرشد یا گرو سے ان بن ہو، نوکری سے جواب ملے، دکانداری میں خسارہ ہو، یہ بھی احتمال ہے کہ خواب دیکھنے والا خود کسی حادثے کا شکار ہو۔ باغ فروخت کرنا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ قرض دار ہو، گھر کا اثاثہ اور ضروری اشیا فروخت کر کے گزارا کرے۔

دودھ دیکھنا

گائے کا دودھ دیکھے تو علامت نیک ہے، بھینس کا دودھ دیکھے تو علامت غم ہے، بکری، بھیڑ کا دودھ دیکھے تو علامت قرض داری کی اور کمزوری کی ہے۔ دودھ پینا کاروبار میں ترقی اور نوکری کے ملنے کا خیال ہے۔ دودھ فروخت کرنا، مصیبت اور رنج میں مبتلا ہونے کا خیال ہے۔ دودھ جمانا فرزند ہونے کی دلیل ہے۔ عورت دیکھے تو لڑکی ہوگی۔ کنواری دیکھے تو بیاہ ہوگا۔ دودھ گرا دینا دولت اور روپے کے ضائع ہونے کی دلیل ہے۔

دروازہ دیکھنا

دروازہ کھلا دیکھنا وسعت رزق کی نشانی۔ دروازہ بند دیکھنا، تنگی رزق کی دلیل ہے۔ دروازہ کھولنا کسی جگہ نوکری ملنے کی تعبیر ہے۔ دروازے کی کنڈی لگانا اگر اپنے مکان کی ہو تو بری دلیل ہے، اگر دوسرے کے مکان کی ہو تو پردہ پوشی کی دلیل ہے۔

درخت دیکھنا

پھل دار درخت دیکھنا فرزند ہونے کی دلیل ہے۔ بے پھل درخت دیکھنا بے اولادی کی تعبیر ہے۔ درخت کے پتے جھڑتے دیکھنا، قرض سے نجات اور رنج والم سے آزاد ہونے کی دلیل ہے۔ درخت پر چڑھنا، نوکر ہو تو تنخواہ میں ترقی ہوگی، تجارت پیشہ ہو تو دکانداری میں ترقی ہوگی۔ درخت کو گرتے دیکھنا، نوکری سے موقوف ہو۔ درخت کی چھاؤں میں بیٹھنا، کسی بزرگ سے فیض حاصل ہو اور مشکل آسان ہو یا کسی جگہ سے دولت ہاتھ لگے۔

روٹی دیکھنا

روٹی کھانا، بہتری کی علامت ہے۔ روٹی پکانا نوکری ملنے کی علامت ہے۔ روٹی تقسیم کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ صاحب خواب سخی اور اپنے ہاتھ سے غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے والا ہو۔ روٹی مانگنا کسی مصیبت یا پریشانی اور تنگ دستی کی دلیل ہے۔ روٹی پھینکنا، وبا اور بیماری کے آنے کا اندیشہ ہے۔ روٹی کا منھ سے نکال کر کسی اور کو دینا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کوئی عزیز قریب اس کی جائیداد پر قبضہ کرے۔

روئی دیکھنا

روئی سفید دیکھنا، نیک اور نفع بخش ہے۔ روئی خاکی دیکھنا تنگی کی علامت ہے۔ روئی خریدنا مشکل کام کے حل ہونے کی امید ہے۔ روئی کاتنا، تنگی دور ہو اور فراخی نصیب ہو۔ روئی کو کاتنا، پریشانی اور مصیبت کا سامنا ہو، روئی کو آگ لگانا، مال ضائع ہونے کی نشانی ہے۔

امامت کرنا

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ کسی قوم کا امام بنا ہے حالانکہ امام نہ تھا تو دلیل ہے کہ قوم کا سردار ہوگا اور سب اس کے تابع ہوں گے، جیسے مقتدی نماز میں اس کے تابع ہوئے ہیں اور اگر دیکھے کہ ایک گروہ ہے، وہ جماعت کے لیے تیار ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ ہمارا امام بن اور بادشاہ نے اسے امام بننے کا حکم دے دیا ہے اور وہ آگے بڑھ کر امام بنا تو دلیل ہے کہ اس ملک کا حاکم اور امیر ہوگا اور ان کے ساتھ اس قدر عدل اور انصاف کرے گا جس قدر کہ قبلہ کی

راتی اور نماز میں رکوع اور سجود۔ اگر کوئی دیکھے کہ بیٹھ کر امامت کرتا ہے تو دلیل ہے کہ بیمار ہوگا اور اگر پہلو پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ امام کے قدر اور مرتبے کے برابر عزت و شرف پائے گا۔

انگوٹھی دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں انگوٹھی کی صفت اور نقش دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کو اس کے آقا کی طرف سے خیر اور نیکی پہنچے گی اور اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے انگوٹھی مہر کرنے کے لیے دی ہے تو دلیل ہے کہ جو کچھ اس کے لائق ہے یعنی انگوٹھی کی قیمت کے مطابق، اگر کسی عہدے کے لائق ہوگا تو عہدہ پائے گا ورنہ مال و دولت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ مسجد میں نماز یا جہاد میں کسی نے اس کو سونے کی انگوٹھی دی ہے تو دلیل ہے کہ وہ شخص عابد اور زاہد ہوگا۔ سوداگر ہے تو تجارت میں نفع پائے گا۔

سمندر دیکھنا

صرف سمندر دیکھنا، علم و فضل حاصل کرنے کی نشانی ہے۔ سمندر میں کودنا کسی اہم اور بڑے مقدمے میں پھنس کر وقت اور دولت خرچ کرنے کا احتمال ہے۔ سمندر کا پانی پینا، امتحان میں کامیابی کی دلیل ہے۔ سمند کا سفر کرنا، اگر جہاز میں ہو تو نوکری ملے۔ اگر سمندر کا سفر تیر کر کرے تو غیب سے خزانہ دستیاب ہوگا۔ سمندر سے مچھلی پکڑنا تعبیر اس کی یہ ہے کہ کسی اعلیٰ مکتب سے اعلیٰ امتحان کی سند حاصل ہو یا حکومت کے کسی عہدے پر فائز ہو کہ جہاں انصاف کے لیے لوگ آئیں۔

سورہ قرآن شریف

اگر قرآن شریف کی کسی سورہ کو دیکھے یا اس کی تلاوت کرے یا اسے حفظ کرے یا اس کو پڑھائے یا اس کو سنے تو اس کی تعبیر بہت نیک ہے۔ دن کے خواب میں دیکھے تو دنیا کے تمام مطالب حاصل ہوں، رات کے خواب میں دیکھے تو عاقبت بخیر ہو۔ کسی قسم کا فکر و غم نہ ہو۔ تمام مقاصد دینی و دنیاوی حاصل ہوں۔ خاندان میں عزت، بزرگوں کے دل میں قدر، برابر والوں کے دل میں وقعت ہو۔ جس جگہ اور جس مجلس میں جائے، لوگ تعظیم کریں۔ دور دور سے لوگ ملنے کے لیے آئیں، کاروبار میں دن بدن ترقی ہوتی جائے۔

صندل دیکھنا

صندل کا شربت پینا، بیماری سے صحت کی علامت ہے۔ صندل کا شربت بنانا بیمار ہونے یا کسی رنج و فکر میں مبتلا ہونے کی دلیل ہے۔ صندل خریدنا کسی حسین عورت سے نکاح ہو یا خوب صورت فرزند پیدا ہو۔ صندل منہ پر ملنا لوگوں میں عزت، حکومت کی طرف سے انعام اور خاندان میں وقعت ہو۔ صندل کا درخت دیکھنا با اقبال اور صاحب علم ہونے کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کو دیکھنا

قرآن مجید پڑھنا نیک بختی اور سعادت مندی کی دلیل ہے۔ قرآن مجید خریدنا نیکی کے طرف رجوع کرنے کا خیال ہے۔ قرآن مجید لکھنا حلال روزی کمانے اور اس میں برکت پانے کی تعبیر ہے۔ قرآن مجید تقسیم کرنا امید سے بڑھ کر فائدہ ہو اور غیب سے روزی میسر ہو۔

اذان دینا

اگر بندۂ صالح مومن خواب میں دیکھے کہ کسی جانی پہچانی جگہ سے اذان کی آواز سنتا ہے یا خود نماز کے لیے اذان دیتا ہے تو دلیل ہے کہ بیت اللہ شریف کا حج کرے گا۔ اگر دیکھے کہ نماز کے لیے اذان کسی مسجد یا مینار سے دیتا ہے تو دلیل ہے کہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا۔

بیماری دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ بیمار ہے تو دلیل ہے کہ اس کے دل میں فساد ہے اور وہ لوگوں سے نفاق سے بات کرے گا۔ اگر دیکھے کہ لوگوں میں بیماری کی حالت میں بیٹھا باتیں کرتا ہے تو بیماری سے نجات پائے گا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ بیمار ہے اور بیماری کے باعث روتا ہے تو دلیل ہے کہ غم سے نجات پائے گا۔ بیماری کی حالت میں صابر رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ جلد صحتیاب ہو۔

بے ہوشی دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ بے ہوش ہو گیا ہے اور اس کی عقل زائل ہو گئی ہے تو یہ علامت ہے کہ اس کو ایسا کام درپیش آئے کہ وہ حیران و پریشان ہوگا لیکن اس کا نتیجہ بہتر ہوگا۔

تاج دیکھنا

اگر بادشاہ خواب میں تاج دیکھے تو دلیل ہے کہ ملک اور ولایت ملے۔ عام لوگ اگر دیکھیں تو ان کے لیے نیک فال ہے۔ اگر کوئی اپنے سر پر سنہری تاج دیکھے تو دلیل ہے کہ عظمت اور بلند مرتبہ پائے گا۔ اگر یہی خواب کوئی عورت دیکھے تو اس کا شوہر دنیا کے کاموں میں صاحب عزت ہوگا۔

تخت دیکھنا

اگر کوئی شخص دیکھے کہ تخت پر بیٹھا ہے اور اس پر کوئی چیز بچھائی ہوئی نہیں ہے تو دلیل ہے کہ سفر کرے گا اور اگر دیکھے کہ تخت پر سویا ہوا ہے اور اس پر کچھ بچھایا ہوا بھی ہے تو دلیل ہے کہ بزرگی پائے گا اور اپنے دشمنوں کو مغلوب کرے گا۔ خواب میں تخت کا دیکھنا چھ وجوہ پر ہے اول عزت و مرتبہ، دوم سفر، سوم امتحان میں کامیابی، چہارم میدان جنگ میں فتح، پنجم قدر و منزلت، ششم کاروبار میں ترقی۔

تعویذ دیکھنا

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس کے پاس اسمائے الٰہی کا تعویذ ہے تو دلیل ہے کہ تنگی اور غم سے نجات پائے گا اور اگر قرض دار ہے تو قرض سے چھٹکارا حاصل کرے گا۔ بیمار ہے تو شفا پائے گا اور قیدی ہے تو رہا ہوگا۔ سفر میں ہے تو سلامتی سے واپس آئے گا۔

نہر دیکھنا

خواب میں پانی کی نہر، خوش مزہ پاکیزہ پانی کے برابر ہے۔ دیکھنے والے کی زندگی اچھی گزرے گی۔ اگر نہر کا پانی تلخ اور بے مزہ ہے تو تنگی اور خراب زندگی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی نہر کا پانی صاف اور جاری دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کا کام چلتا رہے گا۔ اگر دیکھے کہ تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے نیچے پانی جاری ہے تو وہ دولت اور اقبال پائے گا اور اس کے دونوں جہاں کے احوال نیک ہوں گے۔ اگر دیکھے کہ نہر کا پانی اٹھایا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر مال کسی مالدار آدمی سے حاصل ہوگا۔

حج کرنا

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس نے حج کیا ہے تو دلیل ہے کہ حق تعالیٰ اس کے نصیب میں حج کرے گا۔ اگر بیمار یہ خواب دیکھے تو شفا پائے گا۔ اگر قرض دار دیکھے تو قرض سے فارغ ہوگا۔ اگر مسافر دیکھے تو سلامتی سے سفر سے واپس آئے گا۔ اگر خواب میں حج کو گیا ہے اور حج نہیں کر سکا تو اس کی عمر دراز ہوگی۔ اگر دیکھے کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ بزرگوں سے نفع پائے گا اور اس کا حال بہتر ہوگا۔

حوض دیکھنا

خواب میں حوض دیکھنا علم و دانش کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ حوض سے پاک صاف پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر علم سے حصہ پائے گا۔ اگر دیکھے کہ اپنے آپ کو حوض کے پانی سے دھویا ہے تو نافرمانی سے باز رہے گا اور اگر دیکھے کہ حوض کا سارا پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ عمر کو سلامتی سے گزارے گا اور اس کا مال زیادہ ہوگا۔ اگر دیکھے کہ حوض کے کنارے پر سبزہ جما ہوا ہے تو دلیل ہے کہ اپنے علم سے نفع پائے گا۔

قلم دیکھنا

اگر کسی نے قلم لیا ہے یا اس کو کسی نے دیا ہے تو یہ علم حاصل کرنے کی علامت ہے، دیکھنے والے کے تمام کام درست ہوں گے اور مراد پوری ہوگی۔ اگر دیکھے کہ قلم سے کچھ لکھتا ہے تو نیکی پر دلیل ہے۔ اگر قلم سے کچھ لکھتا ہے اور پڑھتا ہے تو یہ اس کی موت کی علامت ہے۔ اگر کوئی اپنے ہاتھ میں لکھنے کا قلم دیکھے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی دوستی علماء سے ہوگی۔

شکار کرنا

اگر خواب میں دیکھے کہ پہاڑی بکری یا گائے کا شکار کرتا ہے اور گوشت کھاتا ہے تو یہ سب کچھ بہتری کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ اس نے شکار کو گرایا ہے تو دلیل ہے کہ مال غنیمت یعنی لوٹ کا مال پائے گا۔

شکر دیکھنا

خواب میں تھوڑی سی شکر دیکھنا پاکیزہ بات ہے یا بوسہ ہے جو وہ اپنے فرزند یا بھائی یا دوست کو دے گا اور بہت سی شکر دیکھے تو مال اور حلال روزی پر دلیل ہے۔ خواب میں شکر دیکھنا پانچ وجوہات پر ہے اول پاکیزہ بات، دوم بوسہ دینا، سوم منفعت، چہارم فرزند، پنجم مال۔ شکر دیکھنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے۔ شکر سے مراد شہد ہے۔

شمع دیکھنا

خواب میں شمع دیکھنا دولت ہے اور عزت، مرتبہ اور عیش و نعمت کی فراخی ہے۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اس کو کسی نے روشن شمع دی ہے تو عزت اور دولت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ شمع روشن کر کے اپنے گھر میں رکھی ہے اور تمام گھر اس سے روشن ہو گیا ہے تو اس کے گھر کے تمام افراد کو نعمتیں حاصل ہوں گی۔

تیرنا دیکھنا

خواب میں صاف پانی پر تیرتے ہوئے دیکھنا بہت اچھا ہے۔ اگر صاف پانی پر تیرتے ہوئے ڈوب گیا ہے تو ایسا شخص دنیا کے مال میں غرق ہو جائے گا۔ اگر دیکھے کہ دریا میں تیر رہا ہے اور کنارے پر نہیں جا سکا ہے تو اس سے دنیاوی کاموں میں رکاوٹ پڑے گی۔ اگر دیکھے کہ پانی نے اس پر غلبہ پا لیا ہے اور وہ اس میں مر گیا ہے تو دشمنوں سے نقصان اٹھائے گا۔ اگر دیکھے کہ ڈوبنے سے نجات پائی ہے تو دنیا کے کاموں سے سلامتی پائے گا اور آخرت کے کام میں مشغول ہوگا۔

شہادت دیکھنا

اگر دیکھے کہ شہادت حاصل کی ہے تو دلیل ہے کہ غموں سے نجات حاصل کرے گا اور اس کی عاقبت اچھی ہوگی۔ موت کے وقت شہادت پائے گا اور اگر خواب دیکھنے والا مفسد ہے تو دلیل ہے کہ توبہ کرے گا گناہوں سے پشیمان ہوگا۔ اگر خواب دیکھنے والا مشرک ہے تو مسلمان ہوگا اور اس کی عاقبت بخیر ہوگی۔

صحرا دیکھنا

خواب میں صحرا دیکھنا خوشی اور نیکی ہے۔ اگر صحرا کو سرسبز دیکھے تو اس کو دولت حاصل ہوگی۔ اگر بنجر میدان دیکھے تو تجارت میں نقصان ہونے کا خدشہ ہے۔

کاغذ دیکھنا

اگر دیکھے کہ کاغذ پر کچھ لکھا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ وراثت میں سے کچھ ملے گا۔ اگر یہ دیکھے کہ کاغذ پر سبز سیاہی سے کچھ لکھا ہے تو دلیل ہے کہ کسی آفت زدہ سے کچھ پائے گا۔

صدقہ دینا

اگر دیکھے کہ کوئی عالم صدقہ دے رہا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ بادشاہ صدقہ دے رہا ہے تو دلیل ہے کہ عوام کو سکھ اور چین نصیب ہوگا اور اگر کوئی پیشہ ور صدقہ دے رہا ہے تو وہ اپنے شاگردوں کو کام سکھائے گا۔ اگر قرض دار صدقہ دے رہا ہے تو قرض سے سبکدوش ہوگا۔ اگر غلام ہے اور صدقہ دیتا ہے تو اس کی آزادی کی دلیل ہے۔

جنگل دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں ایک جماعت کے ساتھ جنگل میں پھرتا ہے تو دلیل ہے کہ سفر سے مال اور نعمت بہت سی حاصل کرے گا اور روزی اس پر کشادہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ جنگل سے باہر آیا ہے تو دلیل ہے کہ غم و اندوہ سے نجات پائے گا۔

پرانا کپڑا دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے پھٹا ہوا کپڑا اپنے جسم سے اتارا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا غم و اندوہ دور ہوگا۔ اگر خواب

میں پرانے کپڑے فروخت کرے تو بہت برا ہے اور اگر اچھے نئے کپڑے فروخت کرے تو اچھا ہے۔

دعا کرنا

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ خاص دعا مانگی ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ہاں فرزند پیدا ہوگا۔ اگر دیکھے کہ تاریکی میں دعا مانگی ہے، اگر صالح اور پارسا ہے تو حق تعالیٰ اس کو بخشے گا اور اگر کافر ہے تو اسلام لائے گا۔ یادرکھیے کہ خواب میں دعا کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ مراد پوری ہو جائے گی۔

حلوہ دیکھنا

خواب میں حلوہ دیکھنا کثیر مال وکثیر دین کی علامت ہے۔ ہمراہ میوہ جات کھانا باعث خوشی ہے۔ حلوہ بنانا حلال مال پانا ہے۔ ہمراہ زعفران مبارک ہے۔ اور حلوہ فروشی عمدہ، شیریں بیان اور قبول ہونے کی علامت ہے۔

قالین دیکھنا

اگر کوئی خواب میں بچھا ہوا قالین دیکھے تو دلیل ہے کہ درازی مراد اور کام پورا ہوگا اور اگر دیکھے کہ چھوٹے قالین پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ عیش وعشرت اور روزی فراخ ہوگی۔ اگر اس کو نیا قالین ملا ہے دلیل ہے کہ دولت اور رتبہ پائے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔

سبزہ دیکھنا

اگر کوئی دیکھے کہ اس کی زمین میں بہت سبزہ ہے تو اصلاح اور پاک دینی پر دلیل ہے۔ خواب میں سبزے کا دیکھنا چار درجے پر ہے: اول سلامتی کا راستہ، دوئم دین، سوئم پاک اعتقادات، چہارم پرہیزگاری۔

مور دیکھنا

نر مور خواب میں عجم کا بادشاہ ہے۔ اگر دیکھے کہ اس کے پاس نر مور ہے تو مال اور رتبہ ملے گا۔ اگر مورنی دیکھے تو اس کو فرزندی خوشی حاصل ہوگی۔ اگر دیکھے کہ مور اس کے گھر سے اڑا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کو طلاق دے گا اور اگر دیکھے کہ مور کو مارا ہے تو کنواری عورت سے شادی کرے گا۔ اگر دیکھے کہ ہاتھ میں مور ہے تو دلیل ہے کہ مال اور نعمت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ مور کا بچہ پکڑا ہے تو اس کے گھر لڑکی ہوگی۔ مور اگر ہاتھ سے اڑا ہے تو حاکم وقت سے جدا ہوگا۔

کھانا دیکھنا

خواب میں اگر کسی دعوت میں شریک ہے اور رنگارنگ کھانے اس کے آگے رکھے ہیں تو یہ اس کے رزق میں فراخی کی دلیل ہے۔ اگر کھانا لوگوں کو کھلاتا ہے تو مال ودولت میں اضافہ ہوگا۔

کھجور دیکھنا

اگر خواب میں کھجور کھائی ہے تو دلیل ہے کہ اس کا علم زیادہ ہوگا۔ اگر سودا کرے تو اس کا مال زیادہ ہوگا۔ اگر کھجور کھا کر گٹھلی باہر پھینکی ہے تو دلیل ہے کہ شریعت کا حکم بجا لائے گا یا وراثت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ گھر میں کھجور کا درخت ہے اور بہت پھل لگا ہے تو کسی بڑے آدمی سے ملاقات ہوگی اور نفع پائے گا۔ اگر دیکھے کہ اس کے پاس تازہ کھجور ہے تو وہ سختی سے مال حاصل کرے گا۔ تازہ کھجور کھائے تو ایمان میں تازگی پیدا ہونے کی نشانی ہے۔ کھجور کا دیکھنا منفعت کی دلیل خیال کی جاتی ہے۔

خود کو سویا ہوا دیکھنا

خواب میں اپنے آپ کو سوتے ہوئے دیکھنا راحت اور نجات ہے۔ اگر دیکھے کہ تخت پر سویا ہوا ہے تو دلیل ہے کہ بزرگی پائے گا اور راہ دین اور پرہیزگاری سے باخبر ہوگا۔ اگر دیکھے کہ کسی جگہ بستر پر سویا ہوا ہے تو غفلت، حقارت اور ذلت کی دلیل ہے۔

قلعہ دیکھنا

اگر خواب میں دیکھے کہ قلعہ بنایا ہے تو یہ اس کی بہتری کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ اس کا قلعہ خراب ہو گیا ہے تو اس کے لئے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اگر قلعے کو چونے اور پکی اینٹ سے بنایا ہے تو دلیل ہے کہ بہشتی ہوگا۔ اگر قلعے میں ہے تو یہ اصلاح دین کی علامت ہے ورنہ ضعف دین ہے۔

نہانا دیکھنا

اگر خواب میں دیکھے کہ اس نے دریا میں غسل کیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا غم واندوہ کم ہوگا اور اگر بیمار ہے تو شفایاب ہوگا اور صحت پائے گا اور اگر قرض دار ہے تو قرض سے نجات پائے گا اور خوف سے دور، امن سے رہے گا اور اگر قیدی ہے تو خلاصی پائے گا اور اگر کوئی دیکھے کہ ہاتھ کو پانی اور صابن سے دھویا ہے، اگر دوست رکھتا ہے تو اس کی ان سے جدا ہونے کی دلیل ہے۔

غم دیکھنا

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ غم سے رہائی پائی ہے تو دلیل ہے کہ خوشی پائے گا اور اپنی مرادات کو پہنچے گا اور اگر یہ دیکھے کہ غمگین ہوا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر مال پائے گا۔

سورج دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے آفتاب کو پکڑا ہے تو دلیل ہے کہ بزرگی یا بادشاہی پائے گا یا بادشاہ کا دوست اور مقرب ہوگا۔ اگر دیکھے کہ آفتاب کی جگہ چاند قائم ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ ہوگا اور سلطنت برقرار رہے گی۔ اگر دیکھے کہ آفتاب کو پکڑا ہے لیکن آسمان سے نہیں اور اس کی شعاع اور نور بھی نہیں ہے اور تاریک و تیرہ ہے تو غم سے نجات پائے گا، بزرگی پائے گا۔

لڑائی کرنا

لڑائی کرنا، جس سے لڑائی کی جائے، اس سے محبت ہو، ماں باپ سے لڑائی کرنا کسی مصیبت اور بیماری کی دلیل ہے۔ لڑائی کو بند کرنا بیماری سے شفا حاصل ہو، طبیعت کو سکون حاصل ہو۔

مسجد دیکھنا

مسجد یا مدینہ منورہ کو دیکھنا دلالت کرتا ہے کہ صاحب خواب بہت ہی متقی اور پرہیزگار ہے اور وہ سنت رسول کریم ﷺ کا حامل ہے۔ لوگ اس کا ادب کریں گے بلکہ تمام جہاں اس کی تعظیم کرے گا، رزق بے حساب ملے گا اور زیارت روضہ اقدس کی سعادت حاصل ہوگی۔

نماز پڑھنا

نماز پڑھنا کسی خوشخبری کے ملنے کی علامت ہے۔ نماز یاد کرنا، امتحان کی تیاری اور اس میں کامیابی کی دلیل ہے۔ نماز پڑھنا، لوگوں کو نیک راستے پر چلانا اور حلال روزی ملنے کی دلیل ہے۔ نماز سے روکنا بدبختی کی علامت ہے تو توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

نمک دیکھنا

نمک دیکھنا، مال ملنے کی علامت ہے۔ کسی کو نمک دینا، یہ دلیل ہے کہ فرمانبردار ہوگا۔ نمک پانی میں ملانا، ناراض دوستوں سے صلح ہو۔ کھانے میں نمک ڈالنا، دلالت کرتا ہے کہ صاحب خواب مبلغ یا سفیر ہوگا۔

گاجر، گوبھی دیکھنا

ان دونوں کو خواب میں دیکھنا، ترقی، مرتبہ اور تجارت میں فائدے کی دلیل ہے۔ گاجر کھانا، اس بات کی علامت ہے کہ حلال روزی میسر ہو۔ گوبھی پکانا، گھر کے جھگڑے اور رنج دور ہو جانے کی علامت ہے۔

گنا دیکھنا

گنا چوسنا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی عزیز دوست سے کافی فائدہ پہنچے گا۔ گنا فروخت کرنا دلیل ہے اس امر کی کہ کسی دوست سے ناراضگی ہوگی یا کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی اور نقصان ہو۔

نارنگی دیکھنا

سبز نارنگی دیکھنا اس امر کی علامت ہے کہ کہیں سے تحفہ آئے گا۔ پختہ نارنگی لڑکا تولد ہونے کی علامت ہے۔ نارنگی کھانا، مشکلات آسان اور مقدمے میں فتح ہوگی۔ نارنگی کا باغ دیکھنا، مال و اولاد کی کثرت ہوگی۔

بارش دیکھنا

بارش کا وقت پر دیکھنا بہت اچھا ہے۔ خاص کر جب بارش کی ضرورت ہو تو نہایت نیک شگون ہے، لیکن سخت بارش صرف

اپنے کوچے میں دیکھے، کہیں اور نہیں دیکھے تو بیماری کی دلیل ہے۔ اگر بارش آہستہ آہستہ ہو رہی ہے تو اہل موضع یا شہر پر خیر و برکت کی دلیل ہے۔

ریچھ دیکھنا

ریچھ کو پکڑنا، دشمن پر فتح اور قابو پانے کی نشانی ہے۔ ریچھ کو تکلیف دینا دشمن کے زیر ہونے کی علامت ہے۔ ریچھ کو نچانا، دشمن کو ذلت و خوار و ذلیل کرنے کی دلیل ہے۔ ریچھ کو حملہ کرتا، دشمن غالب ہو اور اس سے تکلیف پہنچے۔ ریچھ سے لڑنا دشمن سے مقابلہ ہو لیکن آخر میں فتحیابی ہو۔

جیل خانہ دیکھنا

جیل خانے میں اپنے آپ کو قید دیکھے تو غم و رنج سے نجات پائے۔ جیل میں کسی اور کو قید دیکھے تو وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہو، جیل سے نکلنا، نوکری سے جواب ہو اور تجارت میں ترقی ہو، جیل کا داروغہ بننا، بدمعاشوں اور شریر لوگوں پر رعب ہو اور چور و ڈاکو کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو۔

جوتی دیکھنا

جوتی خریدنا، شادی کی دلیل ہے، جوتی کا تنگ آنا دلیل ہے اس امر کی کہ گھر کی تکلیف ہو، گزارا مشکل سے ہو۔ جوتی سیاہ رنگ یا سرخ رنگ کی دیکھنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عنقریب کوئی مصیبت آنے والی ہے۔

جونک دیکھنا

جونک دیکھنا بیماری کی علامت ہے۔ جونکیں لگوانا فلاح و بہبود کی دلیل ہے۔ جونک مارنا بے ضرر دشمن کو ہلاک کرنے کی تعبیر ہے۔

تسبیح دیکھنا

اگر کوئی شخص خواب میں تسبیح کرتا ہے تو حق تعالیٰ کے فرمان کی تابعداری کرتا ہے۔ اگر دیکھے کہ تسبیح کے ساتھ حق تعالیٰ کا ذکر بھی کرتا ہے تو دلیل ہے کہ دین میں پختگی حاصل کرے گا اور مال و دولت بھی حاصل کرے گا۔ اور اگر یہی خواب کوئی ملک کا سربراہ دیکھے تو اس کا ملک ترقی کرے گا اور وہاں کے لوگ خوشحال ہوں گے۔ تسبیح کا ہونا نیک فال ہے۔

چادر دیکھنا

خواب میں چادر دیکھنا عورت کا ستر پوش ہے۔ اگر دیکھے کہ عورتوں کی طرح چادر پہنے ہے تو یہ خیر کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ چادر پھٹ گئی ہے تو اس کی پردہ دری کی جائے گی۔ اگر کوئی دیکھے کہ عورت کے پاس چادر شب ہے تو دلیل ہے کہ نئی عورت سے شادی کرے گا۔ اگر دیکھے کہ نئی چادر خریدی ہے تو دلیل ہے کہ کنیز خریدے گا اور اس سے بیٹا پیدا ہوگا۔

مرغا دیکھنا

اگر خواب میں کسی شخص کے پاس مرغا ہے اور جانتا ہے کہ یہ اس کی اپنی ملکیت ہے تو دلیل ہے کہ دشمن پر فتح پائے گا۔ اگر دیکھے کہ مرغے کے ساتھ لڑتا ہے تو بھی اچھی علامت ہے۔ اگر دیکھے کہ اس نے مرغ کی آواز سنی ہے تو دلیل ہے کہ نیکی اور خیرات کرنا پسند کرے گا۔

بھینس دیکھنا

بھینس عزت کی علامت ہے جو کوئی بھی خواب میں بھینس دیکھے، اسے لوگوں میں عزت و مرتبہ حاصل ہوگا۔

بیل دیکھنا

جو خواب میں اپنے گھر کے اندر بہت سے بیل دیکھے، وہ لوگوں پر حاکم بنے گا۔ اگر دیکھے کہ وہ کسی جنگلی بیل کو قابو میں کرتا ہے تو مال و دولت ملے گا۔ اگر دیکھے کہ بیل اس پر حملہ کرتا ہے تو اپنے خادموں اور ماتحتوں سے نقصان پائے گا۔ اگر دیکھے کہ سیاہ بیل پر سواری کرتا ہے تو بادشاہ یا حاکم سے فائدہ پہنچے گا۔

ابابیل دیکھنا

خواب میں ابابیل کو دیکھنا، صاحب خواب کے کیلئے خیر و برکت کی علامت ہے۔ ابابیل کو پکڑنے والا غم سے چھٹکارا حاصل کرے گا، لیکن اگر ابابیل پکڑی اور وہ اس کے ہاتھ میں مرگئی تو صاحب خواب کا کوئی عزیز وفات پا جائے گا۔

تیتر دیکھنا

خواب میں تیتر کا دیکھنا عیش و راحت میسر ہونے کی علامت ہے۔ تیتر کا گوشت کھانا کسی نیک دل خاتون سے شادی کرنے اور اس کے مال سے فائدہ اٹھانے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر دیکھے کہ بہت سے تیتر کسی کھیت میں چگ رہے ہیں تو اگر صاحب خواب کھیت کا مالک ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے اولاد بکثرت ہوگی۔

چکور دیکھنا

جو دیکھے کہ چکور کو حلال کر کے کھاتا ہے، وہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح کرے گا۔ خواب میں نر چکور دیکھنا بیٹے کی علامت ہے اور مادہ چکور دیکھنا عورت کے مترادف ہے۔

کچھوا دیکھنا

خواب میں کچھوا دیکھنا، عالم، زاہد یا دانا کو دیکھنے کے مترادف ہے۔ اپنے گھر میں یا ہاتھ میں کچھوا دیکھنا عالم، زاہد یا کسی دانا سے فیض حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ اگر دیکھے کہ کچھوے کا گوشت کھاتا ہے یا کچھوے پر سواری کرتا ہے تو علم حاصل کرے اور لوگوں میں عزت و مرتبہ پائے گا۔

آڑو دیکھنا

میٹھا آڑو کھانا مال حاصل کرنے یا نعمت پانے کی دلیل ہے آڑو کا درخت دیکھنا مال ملنے کی علامت ہے۔ زرد آڑو دیکھنے والا بیماری میں مبتلا ہوگا۔

آلو بخارا دیکھنا

خواب میں آلو بخارا دیکھنا مال و دولت یا مرتبے میں ترقی کی علامت ہے اور صاحب خواب کو خوشی حاصل ہوگی۔ مگر بے موسم یا زرد رنگ کا آلو بخارا دیکھنے یا کھانے والا بیماری میں مبتلا ہوگا۔

اخروٹ دیکھنا

اگر کوئی خواب میں اخروٹ دیکھے یا کھائے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صاحب خواب بغیر مشقت سے روزی حاصل کرے گا۔

چقندر کھاتے دیکھنا

اگر عورت خواب میں چقندر دیکھے تو بہتر ہے۔ چقندر کھانا رنج و مصیبت پیش آنے اور پریشانی اٹھانے کی علامت ہے۔ چقندر پھینکنا دکھ، تکلیف اور مصیبت سے نجات حاصل ہونے اور آرام پانے کی علامت ہے۔

شہتوت دیکھنا

جو خواب میں شہتوت دیکھے، اسے عورت ملے گی۔ اگر شہتوت کا درخت دیکھے تو صاحب خواب دولت پائے گا۔

گلاب کا پھول دیکھنا

گلاب کا پھول صحت اور تندرستی کی علامت ہے۔ جو شخص خواب میں گلاب کا پھول پائے، وہ خوشی اور مسرت سے ہمکنار ہوگا اور جو کسی کو گلاب کا پھول پھینکتے دیکھے تو تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب عزت و شہرت حاصل کرے گا۔

پتے دیکھنا

جو شخص دیکھے کہ وہ درختوں سے تازہ اور سبز پتے توڑ رہا ہے یا اسے ایسے پتے ملے ہیں، وہ مال و دولت پائے گا۔ جو خواب میں میوہ دار درختوں کے پتے حاصل کرے تو صاحب خواب کے حق میں بہتری ہوگی اور اگر زرد رنگ کے پھلوں کے پتے حاصل کرے تو ذلت حاصل ہونے کی علامت ہے۔

پہاڑ دیکھنا

جو کوئی خواب میں دیکھے کہ اونچے پہاڑ پر چڑھا ہے، وہ کسی بزرگ اور صالح مرد سے فیض پائے گا اور ترقی درجات کا موجب ہوگا۔ اگر دیکھے کہ پہاڑ کو کھود رہا ہے تو کسی صاحب قوت شخص پر غلبہ حاصل کرے گا۔

ریوڑ دیکھنا

جو خواب میں اپنے آپ کو بکریوں کے ریوڑ کا چرواہا بنا دیکھے تو بکریاں جس قدر زیادہ ہوں گی، اتنا ہی زیادہ سرداری کے مرتبے کو

❁ ❁ ❁

پہنچے گا۔ جو خواب میں بیلوں کو چرائے، وہ خوشحال زندگی بسر کرے گا۔ جو بکریاں چرائے، وہ مال و دولت پائے گا۔

زعفران دیکھنا

جو خواب میں زعفران دیکھے، وہ مال و نعمت پائے گا۔ جو دیکھے کہ کسی نے اسے زعفران دیا ہے وہ کسی دولت مند عورت سے نکاح کرے گا۔

زیرہ دیکھنا

جو کوئی بھی خواب میں زیرہ دیکھے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صاحب خواب کو نفع حاصل ہوگا۔

سایہ دیکھنا

خواب میں سائے تلے بیٹھنا، ہیبت اور عظمت، موت اور نفع کی علامت ہے۔ جو درخت کے سائے تلے بیٹھے، وہ کسی فتنے میں مبتلا ہوگا، جو خواب میں اپنے سائے سے ڈرے، اس کی عمر لمبی ہوگی۔

ستون دیکھنا

خواب میں ستون دیکھنا طاقت، دولت، عزت و بزرگی اور موت کی علامات میں سے ہے۔ خواب میں اونچا، مضبوط اور موٹا ستون دیکھنے والا دولت اور عزت حاصل کرے گا۔

فیروزہ دیکھنا

خواب میں فیروزہ دیکھنا فتح مندی، کامیابی، طاقت اور صحت کی علامت ہے۔ جو دیکھے کہ اس کے پاس بہت سے فیروزے ہیں وہ بہت زیادہ عزت پائے گا۔

قندیل

خواب میں جلتی ہوئی قندیل دیکھنا شادی کرنے، عورت و دولت حاصل کرنے اور روزی میں کشادگی کی علامت ہے۔

کرسی دیکھنا

خواب میں کرسی دیکھنا صاحب خواب کے پرہیزگار اور عالم دین ہونے پر دلالت کرتا ہے جو دیکھے کہ وہ کسی کرسی پر بیٹھا ہے وہ بلند مرتبے کو پہنچے گا۔

کسان دیکھنا (خود کو)

جو خواب میں دیکھے کہ وہ کسان بنا ہے یعنی کھیتی باڑی وغیرہ کرتا ہے، وہ روزی میں برکت پائے گا، عزت و مرتبہ حاصل کرے گا۔ اگر بیمار ہے تو شفا پائے گا۔

لکڑی دیکھنا

خواب میں لکڑی دیکھنا موجب برکت ہے۔ ایسے شخص کو دنیوی عیش و آرام میسر ہوگا اور لوگوں سے فائدہ پہنچے گا۔

گمشدہ عزیز کو دیکھنا

جو خواب میں دیکھے کہ اس کا گمشدہ عزیز، واقف یا ملازم واپس آ گیا ہے تو گمشدہ شخص فارغ البالی کی علامت ہے جو واپس آئے گی اور صاحب خواب کے رکے ہوئے کام انجام پائیں گے۔ اگر دیکھے کہ گمشدہ شخص کسی پر سوار ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ گمشدہ شخص مال و دولت لے کر واپس آئے گا اور اگر دیکھے کہ وہ بری اور خستہ حالت میں یا پیادہ چلا جا رہا ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ گمشدہ شخص بری حالت میں واپس آئے گا۔

لاٹھی دیکھنا

جو خواب میں اپنے ہاتھ میں لاٹھی دیکھے پھر یہ دیکھے کہ وہ اپنی اصل لمبائی سے زیادہ لمبی ہوگئی ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کے کام پورے ہوں گے اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگا۔ اگر دیکھے کہ لاٹھی اپنی اصل لمبائی سے چھوٹی ہوگئی ہے تو تعبیر برعکس ہوگی۔

محل دیکھنا

خواب میں کسی محل کا نظر آنا، حکومت، عزت، راحت، دنیوی منفعت اور حصول نعمت کی علامت ہے۔ جو خواب میں کوئی محل دیکھے، اسے زندگی میں سکون اور آرام میسر ہوگا۔ اسی طرح اپنے آپ کو محل کے اندر دیکھنا عیش و راحت کی دلیل ہے۔

نیزہ دیکھنا

خواب میں نیزہ دیکھنا دنیوی نفع، درازی عمر اور سرداری کی علامت ہے، جو خواب میں فولاد کا نیزہ دیکھے یا پائے اسے حکومت یا سرداری حاصل ہوگی۔ جو خواب میں لکڑی کا نیزہ دیکھے، وہ اپنے ارادوں میں ناکام ہوگا، جو نیزے سے کسی پر وار کرے، پھر اسے گرادے تو تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کسی بہت بڑے کام کو تنہا انجام دے گا اور لوگوں کی تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرے گا۔

یاقوت دیکھنا

خواب میں اپنے پاس یاقوت دیکھنا نیک اور شریف عورت سے شادی کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر صاحب خواب شادی شدہ ہے تو پھر تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے یہاں خوب صورت بیٹا ہوگا۔

کشتی دیکھنا

جو خواب میں کسی کے ساتھ کشتی لڑے، وہ رنج وغم میں مبتلا ہوگا۔ خواب میں پہلوانوں کی کشتی دیکھنا رنج وغم میں مبتلا ہونے کا باعث ہے۔ جو دیکھے کہ خواب میں کسی پہلوان کو پچھاڑتا ہے (اس حال میں کہ وہ خود عام آدمیوں سا ہے اور پہلوانی یا کشتی لڑنے سے اسے کوئی تعلق نہیں) تو تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کسی شخص کے ہاتھوں بری طرح پٹے گا۔ اگر پہلوان شخص ایسا خواب دیکھے تو کشتی میں کسی سے مغلوب ہوگا۔

کنگھی دیکھنا

خواب میں کنگھی دیکھنا یا پانا، مال واسباب، دنیوی نعمت، عزت وشہرت سے تعبیر ہے۔ خواب میں جس قدر کنگھی دکھائی دے یا حاصل ہو، اسی قدر مال ودولت، نعمت یا عزت وشہرت حاصل ہوگی۔

کلہاڑی دیکھنا

- خواب میں کلہاڑی یا کلہاڑا دیکھنا خطرناک دوست، ساتھی اور مددگار کی علامت ہے، جو خواب میں اپنے پاس کلہاڑی یا کلہاڑا دیکھے تو تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کسی خطرناک شخص کے قریب میں آئے گا یا اس شخص پر غلبہ حاصل کرے گا۔

تعبیر	خواب
غم اور پریشانی دور ہونے کی دلیل ہے۔	آم کا درخت دیکھنا
بڑا مبارک اور اچھا خواب ہے، غیب سے کچھ ملے گا۔	آم کا تحفہ لینا
فائدہ حاصل ہو، فقر وفاقہ دور ہو۔	آب چاہ دیکھنا
فکر و اندیشہ سے پریشان ہو، مال سے بے خبر۔	آب شور دیکھنا
مرتبہ بلند ہو، فرزند ارجمند ہو۔	آسمان دیکھنا
ترقی مدارج، بہتری مال وجان کی دلیل ہے۔	آسمان کی روشنی زیادہ دیکھنا
دولت دنیا سے مالا مال ہو، خوشی حاصل ہو۔	انار شیریں کھانا
روپیہ ملے یا اولاد۔	انار پانا
فائدہ کثیر ہو، حسب تدبیر ہو۔	انگور سفید دیکھنا
حاکم وقت یا بادشاہ سے کامیابی ہو۔	انگور کا شیرہ نکالنا
مال حلال ملنے کی بشارت۔	انجیر کھانا
اس قدر مال ملے کہ حساب نہ ہو سکے۔	اولے کا پانی دیکھنا
ترقی ودولت کی دلیل ہے، بڑا عہدہ حاصل ہو۔	بادام دیکھنا
دولت ونعمت پائے، ثروت ملے۔	بادشاہ کے ہمراہ کھانا کھانا
برکت کی نشانی، باعث دفع پریشانی ہے۔	بارش دیکھنا
غلامان شاہی اس کے یار ہوں، دشمن فرمانبردار ہوں۔	باز یا عقاب کا شکار کرنا
خدمت بڑی پائے، عہدہ وکالت پائے۔	بانہیں بہت کام کرتے دیکھنا
سرداری کا سبب، فضل رب ہے۔	بردہ خریدنا
دولت ملے، دشمن سے رہائی، تکلیف سے رحمت ملے	بخشش دوست خون آلود پانا
اگر دشمن دیکھے تو ظلم وستم کی امید کرے۔	سرکنا دیکھنا
عمر دراز ہو اور عیش وآرام حاصل ہو۔	بچھونا زمین پر بچھانا

پانی پی کر آسودہ ہو جانا	فلاح و صلاح کی نشانی ہے یا مقدر میں حکمرانی۔
پستہ کھانا	منفعت و راحت ہو، نیک بشارت ہو۔
پیغمبر دیکھنا	رازداری کرے، عیب جوئی سے باز رہے۔
پازیب عورت کا پہننا	شوہر خوش رہے گا۔
پرندے کا اڑ کر آنا	حاجت پوری ہوگی۔ فرزند پیدا ہوگا۔
پری کو دیکھنا	دولت اور بزرگی ملے، خوشی و راحت ہو۔
پری خوب صورت دیکھنا	خوب صورت عورت سے شادی ہو۔
پھول سفید دیکھنا	راحت و آرام ہو، پریشانیاں دور ہوں۔
پھول سرخ دیکھنا	دونوں جہاں کی بہتری ہو اور خوشی حاصل ہو، اولاد و مسرت حاصل ہو۔
پیالہ دیکھنا	دین کے کاموں میں سچا ہو، مال و دولت بکثرت ہو۔
پیشانی بلند کرنا	فرزند ہونے، صحت جسمانی کی نشانی۔
تالو اپنا دیکھنا	جس دشمن سے خوف ہو اس پر فتح و کامیابی ہاتھ آئے۔
تانبا دیکھنا	بادشاہ یا امیر سے نفع ہو یا پائے۔
تلوار دیکھنا	دشمن پر فتح۔ تیر کمان، گرز کی بھی یہی تعبیر ہے۔
تبسم کرنا	خوشی حاصل ہو، غم دور ہو، عورت سے راحت ہو۔
تالاب میں نہانا	آلائشوں سے پاک ہو، بے باک، دلیر ہو۔
تخت دیکھنا	بادشاہ یا حاکم ہو، راحت کی طرف خواہ ہو۔
توپ دیکھنا	دشمن پر غالب آنا۔
تربوز دیکھنا	عزت بڑھے، نعمت و دولت ملے۔
تکیہ دیکھنا	عزت اور مرتبہ بڑھے گا۔
جراحت بدن دیکھنا	دولت مند، سعادت مند فرزند ہو۔

جراحت سے خون بہتا دیکھنا	بے پایاں منفعت کی نشانی، بیماری سے صحت۔
جنگل دیکھنا	رنج رفع ہو جائے، دشمن پر فتح ہو۔
جوتا پہننا	عورت پاکیزہ یا خدمت گار ملے۔
جھرنے کا پانی دیکھنا	مالدار صاحب وقار ہو، دشمن پر فتح ہو۔
جہاد کرنا	دنیا میں ذی وقار ہو، لشکر یا قوم کا سردار ہو۔
جہاز دیکھنا	خوشخبری حاصل ہوگی اور اخراجات میں کمی ہوگی۔
جھنڈا (سفید) دیکھنا	لوگوں میں عزت بڑھنے کی دلیل ہے۔
جھنڈا (سبز) دیکھنا	کسی درویش یا بزرگ کی زیارت ہو۔
جھنڈا (سرخ) دیکھنا	خوشی حاصل ہو، ہر کام میں نیک نامی ہو۔
جہاز پر سوار ہونا	کسی اچھی جگہ ملازمت حاصل ہو۔
جبہ عمدہ پہننا	نیک بخت بیوی کی دلیل ہے۔
چاندنی اور چاند کو دیکھنا	راحت حاصل ہو، حاکم سے فیض ملے، لوگوں میں عزت ہو۔
چاول دیکھنا	محنت کے بعد مال ملے اور برکت و رحمت نازل ہو۔
چشمہ دیکھنا	نعمت و برکت حاصل ہو، چشمہ گھر میں دیکھے تو خیر و برکت ہو۔
چوبا دیکھنا	نیک اور خوبصورت بیوی ملے گی۔
چاند دیکھنا	خوبصورت بیوی ملے، فرزند ہو۔
چلتے ہوئے اذان دینا	حج کرے، مصیبت سے پاک ہو، دلیر اور صاف گو ہو۔
چوزہ دیکھنا	عورت حسین ملے یا منفعت کثیر پائے۔
چھینکنا	جس مطلب کے حصول میں شک ہو بلا کوشش حاصل ہو۔
چنے چبانا	صحت کامل ہو، امید کامل ہے۔
حرم کعبہ دیکھنا	مبارک فال ہے، کسی بزرگ سے

	ملاقات ہو۔
خربوزے کا کھیت دیکھنا	ہمت بلند، اولاد وسعادت مند ہو۔
خط پڑھنا	خوشخبری پائے، ورثہ ملے، دن رات فکر مال واسباب ہو۔
خطیب سے ملنا	مرد خوش اخلاق ونیک صفات سے ملاقات ہو۔
خرگوش دیکھنا	حلال مال سے فائدہ ہو۔
خوبانی کھانا	بیماری یا رنج سامنے آئے مگر جلد نجات حاصل ہو۔
خشخاش دیکھنا	مال حلال حاصل ہو، مشہور متقی ہو۔
خطبہ دیکھنا	عزت بڑھے، فرزند پیدا ہو، خوشی ہو۔
خطبہ سننا	کسی بزرگ سے ملاقات ہو اور کوئی فائدہ پہنچے۔
خوان پر دیکھنا	رزق میں ترقی ہو، مال ہاتھ لگے۔
خوان کھانا	عمر دراز پائے، دوستوں میں اضافہ ہو۔
خوشبو مشک وغیرہ دیکھنا	دولت دنیا ودین ملنے کی دلیل ہے۔
خون کرنا	امن وچین سے زندگی بسر ہو۔
خیمہ وخرگاہ دیکھنا	شادی، سرداری اور حکومت کی دلیل ہے۔
دانت سامنے کے دیکھنا	خوشی ہو، غم دور ہو، نوکری مل جائے۔
دانت (اپنے) گرنا	عمر دراز ہو، ہم چشموں میں عزت ہو، صاحب تدبیر ہو۔
درخت سیب دیکھنا	مومن یا متقی ہونے کی نشانی ہے۔
دروازے کا حلقہ دیکھنا	مفلسی وتنگی کی نشانی ہے، باعث پریشانی ہے۔
دل دیکھنا	تدبیر کرنے والوں میں شامل ہو۔ صاحب دل اور اہل تدبیر ہو۔
دروازہ کشادہ دیکھنا	کشادگی رزق کی نشانی ہے۔
دوا پینا یا کھانا	گناہ سے توبہ کرے، راہ راست پر قدم دھرے، تدبیر کرے۔

دونوں ہاتھوں میں مہندی لگانا	مرد طلب معاش میں رنج اٹھائے، عورت کو مبارک ہے۔
دو منزلہ مکان دیکھنا	عالی وقار ہو، مشکل کشائی طریقۂ کار ہو۔
دیوار محیط دیکھنا	ایسا جلیل القدر ہو کہ لوگ اس کی پناہ میں رہیں اور مملوک ہو کر رہیں۔
دختر پیدا ہونا	عورت دیکھے تو صاحب اولاد ہو، مرد دیکھے تو دولت ملے۔
دریا دیکھنا	بادشاہ سے دولت ملے یا امتحان میں کامیاب ہو۔
دریا میں تیرنا	آرام کی زندگی بسر ہو، دولت اور مال کی زیادتی ہو۔
دریا کے پار ہونا	مقصد میں کامیاب ہو۔
دریا یا نہر میں غسل کرنا	شفا، خوشی حاصل ہو، تائب ہو۔
دوزخ سے نکلنا	تکمیل دین، گناہوں کا کفارہ، مصیبت سے نجات۔
دیگ دیکھنا	تنخواہ میں ترقی ہو۔
دوربین دیکھنا	جہاز کا سفر درپیش ہو یا کسی دوسرے ملک میں جانے کا اتفاق ہو۔
دربار دیکھنا	حکومت وعزت بڑھنے کی نشانی ہے۔
داڑھی دیکھنا	جاہ واقبال بڑھے، لوگوں میں عزت ہو۔
داڑھی زیادہ ہونا	ترقی نعمت اور دولت کی نشانی ہے، پریشانی دور ہونے کی دلیل ہے۔
داڑھی اپنی سیاہ دیکھنا	اقبال اور بزرگی کی علامت ہے، باعث حرمت وراحت ہے۔
داڑھی سفید دیکھنا	جاہ ومرتبہ بڑھے، دلی مقصد حاصل ہو۔ کسی امیر سے فائدہ ہو۔
رحل دیکھنا	سفر کی دلیل ہے یا کسی عزیز کے آنے کی امید ہے۔
رحل دیکھنا	نیک نفس اور دین داری کی علامت ہے۔

رسی دیکھنا	سفر اور دین داری، خلق خدا کو فیض۔
رسی سے باندھنا	خیر و برکت کی نشانی۔
روٹی کھانا	نعمت ملے مگر غم بھی ملے۔
روزہ کھولنا	صحت محفوظ رہے، آدمی برائیوں سے بچے۔
رونا	راحت و آرام ملے، دین و دنیا سے لاپروائی۔
رسی گلے میں باندھنا	جس کے گلے میں باندھے، اس کی روزی کا انتظام کرے۔
روزن دیکھنا	تجارت کرے، اس میں فائدہ ہو۔
رستہ بتانا	کسی گنہگار کو نصیحت کرے۔
زکوۃ دینا	سوداگری سے منافع ہو۔
زمزم پینا	علم، بزرگی اور رتبہ ملے، حج نصیب ہو۔
زمرد دیکھنا	دینداری اور بہادری میں نام پائے۔
زمین ہموار دیکھنا	نعمت اور دولت ملے۔
زمین میں بنیاد رکھنا	کاروبار بخوبی ہو، ہمت بڑھے، دکان میں ترقی ہو۔
زندہ کو مردہ دیکھنا	مریض صحت پائے، حاجت بر آئے، گمشدہ چیز مل جائے۔
زیتون	خیر و برکت حاصل ہو اور ہر طرح سے شادمانی ہو۔
زینہ	عزت اور رتبے میں ترقی ہو۔
زمین دیکھنا	نعمت و دولت یا حکومت ملے۔
زمین کھود کر پانی نکالنا	مال حلال، زیادہ مشقت سے فائدہ ہو۔
زنجیر دروازے پر دیکھنا	کوئی لائق خدمت گار ملے یا لونڈی فرمانبردار ملے۔
زنجیر گردن میں دیکھنا	نیکی کی بشارت ہے، تکلیف کے بعد راحت ملے۔
زنبور دیکھنا	سلیقہ مزاجی کی عادت ہو، متلون طبیعت ہو یا رنج سہے۔

زندہ کو قبر میں رکھتے دیکھنا	کچھ سختی و بلا پیش آئے مگر انجام بخیر ہو۔
زیرہ دیکھنا	مرتبہ بلند ہو، عورت ذی مرتبہ ہو، ہر طرح کی فرحت ہو۔
سانپ دیکھنا	دشمن سے تکلیف حاصل ہو، سانپ سیاہ ہو تو دولت ملے۔
سانپ کا مطیع دیکھنا	بادشاہت یا خزانہ ہاتھ آئے، دولت دنیا سے مالا مال ہو۔
سانپ سے اچھی بات کرنا	دشمن سے نفع ہو اور غیب سے فائدہ پہنچے، دولت ملے۔
سر اپنا پھٹا دیکھنا	خوشحالی، عزت و ترقی منازل کی علامت۔
سر جانور کا کٹا دیکھنا	فائدہ مند ہے توقیر و عزت ملے، بیماری سے صحت ہو۔
سر میں تیل ڈالنا	اگر تیل موافق انداز یا کم ہو تو زیب و زینت زیادہ ہوگی۔
سرمہ دیکھنا	عقل و دانائی بڑھے، مال ہاتھ آئے۔
سرمہ دانی دیکھنا	عورت خوش رو ملے، نیک سیرت ہو۔
سرمہ لگانا	دین کے کاموں میں کوشش کرے۔
سرمے کی سلائی دیکھنا	فرزند پیدا ہو، فرحت و مسرت ہو، تندرستی اور صحت ہو۔
سرسوں دیکھنا	روزی حلال سے مستفید ہو، تجارت سے فائدہ ہو۔
سرکہ دیکھنا	وہ مال ہاتھ آئے جس سے خیر و برکت بڑھے۔
سونف دیکھنا	خدائی قدرت سے فائدہ اٹھائے یا خود عالی مرتبہ ہو۔
سونا بہت سا پانا	دین و دنیا کے کام میں برکت ہو، مشہور سخی ہو۔
سولی دیا جانا	عہدہ جلیل پانے کی نشانی ہے، فکر و تردد سے نجات ہو۔

سر کے بال گرنا	قرض ادا ہو اور سود سے نجات ہو۔
سر کے بال کھلے دیکھنا	سفر سے واپسی، کنوارے کی شادی۔
سوئی کسی کو دینا	دشمن مہربان ہو یا لڑکی کا رشتہ کرنا۔
سوئیاں بے شمار دیکھنا	بہتری ہو، روزگار میں ترقی ہو۔
سورج دیکھنا	نعمت اور دولت بڑھے، فرزند پیدا ہو۔
سورج کی مانند اپنا منہ دیکھنا	صحت، طاقت اور حکومت ملے، لوگوں میں عزت بڑھے۔
سورج کی روشنی دیکھنا	نیک فال ہے، ترقی ہو، ملازمت میں توسیع ہو۔
سیاہی دیکھنا	قوم کی سرداری ملے، کسی بڑے افسر سے ملاقات ہو۔
سیب دیکھنا	عیش اور فرزند حاصل ہو، خوشی کی خبر ملے۔ شفق آسمان پر دیکھنا بروقت بارش ہو، فصل اچھی ہو، رزق کافی ملے۔
شانہ دیکھنا	یار موافقت کریں، فائدہ اٹھائیں، مقصد دلی حاصل ہو۔
شیشہ دیکھنا	ویسے شخص کی خواہش کرے جس سے ملنے کا شبہ ہو۔
شربت دیکھنا	درازی عمر کی نشانی ہے، صحت کی بشارت ہے۔
شکر قند دیکھنا	مال حلال پائے، اچھا فرزند ہو، مسرت حاصل ہو۔
شمع روشن دیکھنا	عمر دراز ہو، شاد رہے، جھلملاتا ہوا دیکھے تو برعکس سمجھے۔
شعلۂ آتش دیکھنا	مصیبت و بلا سامنے آئے، پریشانی ہو مگر دیندار کا انجام بخیر ہو۔
شکار کھیلنا	فرمانبردار عورت سے شادی ہو، دلی مراد پوری ہو۔
شہد دیکھنا	بیمار کو صحت ہو، مال ملے، نفع ہو، سرداری پائے۔
صراحی دیکھنا	نیک بیوی یا ہمدرد دوست ملے۔
صلح کرنا	عمر دراز ہو، دوست زیادہ ہو۔
صندل دیکھنا	دیانت، بزرگی اور نیک نامی نصیب ہو۔
صحرا دیکھنا	خوشی اور بہتری ہو۔
صراف دیکھنا	نیک و بد کو پہچان سکے، قیافہ شناسی میں کامل ہو۔
صدقہ دینا یا لینا	اگر دے تو بیماری سے نجات پائے، دولت ہاتھ آئے، اگر لے تو تلاش معاش میں سرگرداں ہو۔
ضیافت، دعوت کھانا	نفع ہو اور جس کی دعوت کھائے، وہ مہربان ہو۔
طشت، طبق، طباق	کثیر نعمت ملے اور نوکری ملے۔
طاق	عزت یا خزانہ ملے، تنخواہ میں ترقی ہو۔
طالب علم دیکھنا	امتحان میں کامیابی اور مقدمے کی فتح یابی کی دلیل ہے۔
طالب علم بننا	اگر مکتب میں جائے تو ترقی ہو، اگر اسکول یا کالج جائے تو نوکری ملے۔
طوطا اڑ جائے	فرزند یا عزیز سفر کو جائے اور خیریت سے گھر آئے۔
طواف کرنا	گناہ سے توبہ کرے، والدین کا فرمانبردار رہے، متعلقین کا غمخوار ہو۔
طلاق بیوی کو دینا	خوشحال ہونے کی علامت ہے، صحت کی بشارت ہے۔
طوطی دیکھنا	اصلاح و فلاح حاصل ہو، مسرت شامل ہو۔
طوق دیکھنا	عورت دیکھے تو شوہر سے خوشی حاصل ہو اور مرد دیکھے تو فتح حاصل ہو۔
عصا دیکھنا	عزت پائے، سردار بنے یا جس کے ہاتھ میں دیکھے وہ حاکم ہو۔
عطر لگانا	دولت دین پائے، عزیزوں سے نفع اٹھائے۔

عمرہ کرنا	دل کی امید پوری ہو، دوست سے ملاقات ہو۔
عجائب گھر دیکھنا	کسی اچھے محکمے میں ملازم ہو۔
عامل دیکھنا	دل کی مراد پوری ہو۔
عمل کرنا کسی وظیفہ کا	عاقبت بخیر ہو، دنیا میں زندگی آرام سے گزرے۔
عمر دریافت کرنا	مریض صحت پائے، تندرستی حاصل ہو۔
عالم دیکھنا	نیک نامی حاصل ہو، دینداروں میں شامل ہو۔
عقیق دیکھنا	عزت و مرتبہ اور فراخی نعمت ہو، شرافت حاصل ہو۔
عینک لگانا	علم حقیقت سے آگاہ ہو، عیش حاصل ہو۔
علم سیکھنا یا پڑھنا	شادمانی ہو، خوشحالی رہے، اہل و عیال کی فکر سے فارغ البال ہو۔
عمارت عمدہ دیکھنا	نعمت حاصل ہو، دولت مندوں میں شامل ہو۔
عمامہ سر پر دیکھنا	بزرگی سے سرفراز ہو، علم دین میں ممتاز ہو۔
غبارہ دیکھنا	ملازمت ملنے کی دلیل ہے۔
غسل کرنا	فکر اور غم دور ہو، بیماری سے صحت ہو۔
غرق ہونا (دریا میں)	بیماری سے صحت، قید سے رہائی
غمگین ہونا	خوشی و مسرت کی خبر آئے، چوری شدہ مال واپس آئے۔
غالب، دشمن پر دیکھنا	بے ہودہ کاموں کو ترک کر کے نفس امارہ پر غالب آئے۔
غوطہ لگانا	فکر و دولت سے راحت ملے، جسم کو قوت ملے۔
فرشتہ دیکھنا	عزت و رتبہ حاصل ہو، علم حقیقت حاصل ہو، آفت سے محفوظ رہے۔

فوج دیکھنا	زراعت و تجارت میں فائدہ ہو۔
فیروزہ دیکھنا	عمر دراز ہو، فتح مند ہو، فرزند پیدا ہو۔
فالسہ کھانا	ماں باپ کی طرف سے کوئی خالص فائدہ ہو۔
فرنی کھانا	رشتہ دار قریبی سے ملاقات ہو۔
فالودہ دیکھنا	بیمار کو صحت ہو، رنجور کو فرحت ہو۔
فوارہ دیکھنا	دل کو سرور ہو، رنج دور ہو۔
قبر کھودنا	محل بنائے، دولت پائے اور نوکری ملے۔
قرآن شریف پڑھنا	حلال روزی، امانت یا میراث ملے۔
قرآن شریف کسی سے پڑھنا	اہم کام میں ترقی ہو یا کسی کی معرفت ملازم ہو۔
قربانی کرنا	فکر و غم دور ہو، عورت دیکھے تو سعادت مند فرزند ہو۔
قافلہ دیکھنا	آتے دیکھے تو مراد بر آئے۔
قفل دیکھنا	سفر کرے یا کسی کام کا قصد، اچھا نوکر ملے۔
قفل کھولنا	خوشی دیکھے اور دولت بے اندازہ ہو۔
قلعہ دیکھنا	پرہیزگار اور دیندار بن جائے، دوستوں سے نفع ہو۔
قلم دیکھنا	صاحب حکمت و ولایت ہو یا فرزند تولد ہو۔
قید خانہ دیکھنا	دین میں پختگی، سفر کا ارادہ ملتوی کرنا۔
قبرستان جانا	کسی بزرگ سے ملاقات نصیب ہو۔
قرآن کسی سے لینا	اچھے کاموں میں شریک ہو، علم و عمل میں کمال ہو۔
کان دیکھنا	پاکیزہ عورت سے نکاح کرے۔
کان صاف کرنا	نیک باتیں کرے، عالم تعریف کرے، مصروف بہ سیر رہے۔ (تواریخ کا مطالعہ زیادہ کرے۔)
کافور دیکھنا	عالم و بزرگ نامور بنے۔

کپڑے بیچتے خود کو دیکھنا	غم واندیشہ سے خلاصی ملے، صحت کامل رہے۔
کچھوا دیکھنا	عالم باعمل سے نفع پائے یا دولت ہاتھ آئے۔
کشتی سے کنارے پر اترنا	آفات سے نجات ہو، دشمن پر فتح، مال غنیمت ملے۔
کاجل لگانا	اولاد سے راحت ہو، دل کو فرحت ہو، زیادتی بصارت ہو۔
کعبۃ اللہ دیکھنا	خلافت ملے یا بزرگی، مرتبہ ومیراث پائے۔
کلید سے دروازہ کھولنا	عہدۂ جلیلہ پر سرفراز ہو۔
کرتہ پہننا	مفلسی سے نجات ہو، قرض ادا ہو۔
کرتہ سینا	دکانداری میں برکت یا ملازمت کا بندوبست۔
گلاب دیکھنا	عزت ورتبہ بڑھے، شہرت حاصل ہو۔
گھر وزمین بنانا	قوت اور شہرت حاصل ہو، امتحان میں کامیابی ہو۔
گھوڑا سیاہ دیکھنا	سرداری اور رتبہ ملے، لاٹری کا انعام نکلے۔
گھوڑا دوڑانا	مراد بر آئے، تکمیل دین ہو۔
گھوڑے پر سوار ہونا	حکومت وسرداری ملے، لوگ عزت کریں۔
گھوڑے پر کسی کو سوار دیکھنا	جس کو دیکھے وہ کہیں ملازم ہو۔
گیہوں دیکھنا	مشقت ومصیبت کے بعد مال ملے۔
گائے یا بیل دیکھنا	جس قدر حیوان فربہ ہو اسی قدر فراخی ہو، جتنا لاغر ہو، ہلاکت ہو۔
گدھا دیکھنا	محبت ودولت کی نشانی ہے، لدا ہوا ہو تو فرحت وفراغت ہو۔
گدھے کو خچر جنتے دیکھنا	سفر میں نفع ہو۔
گدھے کا گھوڑا جنتے دیکھنا	بادشاہ یا حاکم ذی جاہ ہو۔

گدھے کو بلی دیکھنا	جو کام کرے، نفع پائے، تجارت کا مال ہاتھ آئے۔
گردن یا سر جدا دیکھنا	بیمار کو شفا، مومن کو حج زیارت ہو۔
گرجتا بادل دیکھنا	مرض سے صحت پائے، پریشانی سے نجات حاصل ہو۔
گھی دیکھنا	خیر ومنفعت کی نشانی ہے، رفع پریشانی ہے۔
گھاس دیکھنا	خیر اور نفع کی نشانی ہے۔
لباس سیاہ دیکھنا	منفعت وبزرگی حاصل ہو، رنج وراحت حاصل ہو۔
لباس سبز دیکھنا	مرد دیندار کی نشانی ہے، راہ بزرگ سے ہاتھ آئی ہے۔
لباس سفید دیکھنا	زیادتی حرمت وریاست ہو، درد ورنج و ہلاکت ہو۔
لشکر دیکھنا	باران رحمت کی نشانی ہے، باعث فرحت وکامرانی ہے۔
لق ودق دیکھنا	مرد عالم کی نشانی ہے۔
لوح دیکھنا	علم وحکومت اور دیانت کی نشانی ہے۔
لوہا دیکھنا	قوت ودولت کی شکل ہے، کسی کام سے نفع ہو۔
لگام دیکھنا	دین ودیانت کی نشانی ہے، راہ راست ہاتھ آتی ہے۔
لہسن یا پیاز تازہ دیکھنا	زیادتی نعمت کی دلیل ہے۔
لاٹھی دیکھنا	مرتبہ بڑھے، لوگوں میں حاکم ہو۔
ماں باپ کو دیکھنا	رنج دور ہو، نفع ہو، خیر وبرکت کی نشانی ہے۔
ماتم کرتے دیکھنا	خوشی ہو، مراد پوری ہو، کسی عزیز کی شادی ہو۔
مٹھائی کھانا	عزت ومرتبہ بڑھے، نوکری میں اضافہ ہو۔
مچھلی کے پیٹ سے	دولت سے مالا مال ہو، عالی رتبہ اور

پکھو کھانا	کمال ہو۔
مردہ کو کچھ دینا	نفع حاصل ہو، مال ملے۔
مردہ اپنے بستر پر دیکھنا	درازی عمر کی دلیل ہے۔
مرغی دیکھنا	خادمہ یا عورت رفیق ملے یا دوست شفیق ملے۔
موتی بیچنا	عام لوگوں کو نفع پہنچائے، راہ دین پر آئے۔
موتی باندھنا	مفسر قرآن شریف ہو یا کسی محرم سے محبت ہو۔
مونگا (مرجان) دیکھنا	مالدار ہو، ذی اعتبار ہو۔ وزیر یا بادشاہ سے بخشش ملے، دولت وحکومت ہاتھ آئے۔
مرغزار یا سبزہ دیکھنا	خوشخبری سنے یا دین میں پائیداری حاصل ہو۔
مسجد میں نماز پڑھنا	ایسے سفر کی علامت ہے جس سے حصول نعمت مال ودولت ہو۔
مسجد دیکھنا	تعبیر اس کی کعبہ ہے۔
محراب میں جانا	زیادتی خیر وبرکت، حاصل دولت ومنفعت ہے۔
مسواک کرنا	گناہ معاف اور طالب انصاف ہو، مظلوم پر رحم ہو۔
مشک دیکھنا	نامور بلند اقبال ہو۔
مکتب دیکھنا	مشغول خاطر واندیشہ کی نشانی ہے۔ انجام میں بڑا فائدہ ہو۔
منبر پر چڑھنا	بادشاہ وعامل کامل ہو، مرتبہ بلند عالی ہو، شوکت زیادہ ہو۔
منہ سے کچھ نکلتے دیکھنا	حصول روزی کی نشانی ہے، بیماری صحت میں تبدیل ہو۔
مینہ (بارش) برستے دیکھنا	رحمت رب جلیل ہے۔
میخ اپنی دیوار میں ٹھونکنا	مرد بزرگ سے دوستی ہونے کی دلیل ہے، سردار قوم ہونے کی دلیل ہے۔
مرغ دیکھنا	کسی آدمی سے فائدہ ہو یا کوئی بزرگ ملیں جن سے فائدہ ہو۔
موتی پرونا	قاری قرآن بنے یا کعبہ شریف کی زیارت کرے۔
موتی کی لڑی	فرزند پیدا ہو، حافظ قرآن بنے یا کسی مسجد کا امام ہو۔
مسلح دیکھنا اپنے آپ کو	حکومت ملے، گاؤں کی نمبرداری یا سفید پوشی حاصل ہو۔
مدینہ منورہ دیکھنا	کسی عالم سے فائدہ ہو، عاقبت کی بہتری کی دلیل ہے۔
منہ میں کچھ چبانا	رزق اور نعمت غیر معمولی ملے۔
مول دیکھنا	نیک لوگوں کو فائدہ پہنچے، مرتبہ بلند ہو۔
مریخ ستارہ دیکھنا	فوجی افسر یا کوتوال بنے، جنگ میں جائے، فتح حاصل کرے۔
ماں کا پیار کرنا	کسی دوست سے فائدہ ہو۔
مہمان کا آنا	خیر وبرکت اور فراخی رزق کی دلیل ہے۔
مہمان ہونا کسی کا	سعادت اور شہادت کی دلیل ہے یا کسی سے دولت ملنے کی امید ہے۔
نان بکثرت دیکھنا	عمر دراز ہو، کسی سے ملاقات ہو۔
نان خطائی دیکھنا	تکلیف دور ہو، بخشش ہو اور مال ملے۔
نل، نلکا دیکھنا	ٹھیکے داری میں فائدہ حاصل ہو۔
نماز کی امامت کرنا	سردار یا عالم ہو، صاحب دین ہو۔
نیاز پکا کر کھلانا	مراد کے پورا ہونے اور نوکری کے ملنے کی خبر۔
ننھیال جانا	بزرگوں سے نفع ہو، کاروبار میں ترقی ہو۔
ناخن تراشنا	قرض ادا ہو، بیماری سے صحت ہو۔
ناک اپنی بڑھی ہوئی دیکھنا	زیادتی مال ومرتبہ، فرزند ہو، دنیا میں مشہور اور دولت مند ہو۔
ولی اللہ کو دیکھنا	عزت ودولت وبزرگی کی نشانی۔
ولایت جانے کی تیاری کرنا	لوگوں میں عزت ہو، نوکری کا بندوبست ہو۔

ولایت سے واپس آنا	کامیابی اور فتح مندی کی دلیل ہے۔
وحشی جانوروں کا شکار	مال میں اضافہ ہو، نعمت ملے، تجارت میں معقول فائدہ ہو۔
وعظ کی مجلس منعقد کرنا	فرزند پیدا ہو یا ملازمت کا بندوبست ہو۔
وعظ کی کتاب خریدنا	امتحان میں کامیابی، ملازمت میں ترقی، وعظ میدان میں دیکھے تو سفر میں فائدہ ہو، تجارت میں ترقی ہو۔
بیٹھے سے کسی کو مرتے دیکھنا	جس کو مرتے دیکھے، وہ ملازمت پر مستقل ہو۔
ہوائی ڈاک کا ٹکٹ خریدنا	دور دراز سفر میں جانے کی نشانی ہے۔
ہار موتیوں کا دیکھنا	فرزند ہونے کی دلیل ہے یا مال ملنے کی امید ہو۔
ہاتھ دیکھنا	شادی ہو یا دوست ملے جو با اقتدار ہو۔
ہاتھ دشمن کا پکڑنا	دشمن سے صلح ہو، گھر میں صفائی ہو۔
ہاتھ دوست کا پکڑنا	عزت و مرتبہ بڑھے، کلام میں تاثیر ہو۔
کفن پہننا یا دیکھنا	عمر دراز با اختیار ہو، بادشاہ یا حاکم سے آسائش ہو۔
کلید دیکھنا	بادشاہ سے جاہ و جلال ملے یا خود شاہ ہو جائے۔
کنول روشن دیکھنا	علم حقیقت سے آگاہ ہو، راحت خاطر خواہ ہو۔
کھیت دیکھنا	ترقی نعمت و علم کی نشانی ہے۔
کان میں اذان دینا (بچے کے)	کسی غریب کی طرف سے کوئی خوشی کی خبر پائے۔
کبوتر دیکھنا	ترقی، روزگار جلدی مل جائے، شادی جلد ہو۔
کتاب پڑھنا	حافظہ تیز ہو، کسی جگہ ملازمت ملے۔
کتاب خریدنا	کسی کالج یا اسکول میں نوکری ملے۔ ان پڑھ ہو تو رزق ملے۔
کنواں کھودنا	تجارت میں فائدہ ہو، روزگار میں ترقی ہو۔
کرکٹ کھیلنا	امتحان میں کامیابی، نوکری ملنے کی امید۔
کرکٹ دیکھنا	کسی عزیز دوست کا خط آئے یا کوئی خوشی حاصل ہو۔
کیکر کا درخت دیکھنا	عمر طویل ہونے کی نشانی ہے۔
کستوری دیکھنا	فرزند پیدا ہو یا شادی ہو۔
کنگھی دیکھنا	شفا ملے، مراد پوری ہو، قرض سے فارغ ہو۔
ہالۂ آفتاب دیکھنا	دولت ملے یا دوستوں کا حلقہ وسیع ہو۔
ہلال دیکھنا	فرزند یا سرداری ملے یا کسی اچھی جگہ شادی ہو۔
ہوا چلتے دیکھنا	آرام و عیش میسر ہو، نوکری سے پنشن ملے۔
ہدہد دیکھنا شور	بادشاہ ہو یا وزارت پائے، عالموں میں ہو۔
ہرن دیکھنا	دختر نیک بخت ہونے کی دلیل ہے، پاکیزہ اور باکردار عورت ملنے کی بھی دلیل ہے۔
ہوا معتدل نرم چلتے ہوئے دیکھنا	راحت و عیش کی نشانی ہے، فرحت و کامرانی ہے۔
ہیرا دیکھنا	زیادتی علم و حکمت ہو، بادشاہ کو ارزانی غلہ اور ملک میں ترقی زراعت ہو۔
یاقوت دیکھنا	شادی ہو یا فرزند پیدا ہو یا دوست سے ملاقات ہو۔
یکہ دیکھنا	کسی عمر رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہو۔
یکہ پر سوار ہونا	کسی بزرگ رشتہ دار سے فائدہ ہو۔
یٰسین (سورۂ قرآن) کا پڑھنا	نیک فال ہے اور نہایت ہی بہتر ہے۔
یٰسین کسی بیمار کو سنانا	جس کو سنائے وہ شفا پائے۔
یٰسین سورہ زبانی یاد کرنا	علم حاصل ہو، قرآن و حدیث پڑھے۔

* * *

گھریلو چٹکلے

۱۔ انڈوں کے چھلکے پیس کر کمروں میں رکھے گئے پودوں میں ڈالیں۔ منی پلانٹ کے پودوں میں یہ چھلکے ڈالیں تو اس کے پتے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔

۲۔ چائے کی پتی کو چائے پکانے کے بعد ضائع نہ کریں بلکہ اسے ٹھنڈا کر کے پودوں کی جڑوں میں ڈال دیں، پودے زیادہ بڑھیں گے اور پھولیں گے۔

۳۔ پودوں کے گملوں میں کبھی کبھی ٹھنڈی چائے چھڑکنے سے مٹی میں کیڑے نہیں رہیں گے۔

۴۔ اگر سالن میں مرچ زیادہ ہو جائے تو کھٹائی مثلاً" ٹماٹر یا دہی ڈال دیں، مرچ کم ہو جائے گی۔

۵۔ شوربے میں مرچیں کم کرنے کے لیے لیموں نچوڑ دیں۔

۶۔ اگر سالن میں نمک زیادہ پڑ جائے تو آٹے کا پیڑا بنا کر سالن میں ڈال دیں نمک کم ہو جائے گا۔

۷۔ اگر سالن میں نمک زیادہ پڑ جائے تو چھالیہ ڈال دیں، نمک کم ہو جائے گا۔

۸۔ لہسن کو چھیلنے سے پہلے اگر ایک دو گھنٹے پانی میں بھگو دیا جائے تو چھیلنے میں آسانی رہتی ہے۔

۹۔ پیاز کے چھلکے اتار کر پیاز کے دو ٹکڑے کر کے تھوڑی دیر پانی میں بھگونے کے بعد کاٹیں، تو آنکھوں میں پانی نہیں آتا۔

۱۰۔ اگر مچھلی باسی ہو جائے اور بو دینے لگے تو اس کو ساگے کے پانی سے دھو لیں۔

۱۱۔ مچھلی صاف کرنے سے پہلے ہاتھوں اور انگلیوں پر تھوڑا سا نمک اچھی طرح مل لیں اور پھر مچھلی صاف کریں، اس طرح مچھلی ہاتھ سے نہیں پھسلتی۔

۱۲۔ مچھلی کی بو دور کرنے کے لیے اسے گندم کا آٹا اور سرسوں کا تیل اچھی طرح مل کر دھوئیں۔

۱۳۔ مچھلی پکانے سے پہلے اگر اس پر لیموں کا رس یا سرکہ ملا کر کچھ دیر کے لیے رکھ دیں تو اس کی بو دور ہو جائے گی اور ذائقہ بھی اچھا بنے گا۔

۱۴۔ شلجم پکاتے ہوئے اس میں تھوڑی سی چینی ڈال دینے سے شلجم میٹھے بنتے ہیں۔

۱۵۔ مونگرے چھیل کر انھیں نمک لگا کر ایک گھنٹے تک پڑا رہنے دیں پھر انھیں اچھی طرح دھو لیں تو ان کی کڑواہٹ دور ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ گوبھی پکاتے وقت اس میں تھوڑا سا لیموں کا عرق ملا دینے سے گوبھی کی بو دور ہو جاتی ہے۔

۱۷۔ اگر آلو چھیل کر نصف ٹکڑے کر کے انھیں نمک لگا کر پندرہ منٹ تک رکھ دیں تو آلو میٹھے بھی نہیں بنیں گے اور نہ آلو جلدی گل کر سالن میں گھلیں گے۔

۱۸۔ بینگن نمک ملے پانی میں کاٹے ہوئے ہوں تو وہ سیاہ نہیں پڑتے۔

۱۹۔ اگر فریج میں ایک عدد پیاز رکھ دیا جائے تو اس سے فریج میں سے پھلوں کی بو نہیں آتی۔

کپڑا زیادہ دیر تک زیرِ استعمال رہے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ کپڑا زیادہ دیر تک زیرِ استعمال رہے اور جلدی نہ پھٹے تو اسے کاسٹک سوڈا سے تیار کیے ہوئے صابن سے ہرگز نہیں دھونا چاہیے بلکہ صرف استعمال کریں تو کپڑے کی عمر میں اضافہ ہوگا۔

گلاب کے پھولوں کو بڑا کرنے کے لیے

گلاب کے پھولوں کو بڑا کرنے کے لیے انڈوں کے چھلکوں کو پیس کر گلاب کی کیاری میں ڈال دیں، اس سے پھول بڑے ہو جائیں گے اور زیادہ خوب صورت دکھائی دیں گے۔

لوہے کی اشیا سے زنگ اتارنے کے لیے

لوہے کی کسی بھی چیز سے زنگ اتارنے کے لیے روئی کا ایک پھایا سرکے میں بھگو کر زنگ پر پھیریں، جس سے زنگ اتر جائے گا۔ دوسرا نسخہ یہ ہے کہ کاسٹک سوڈے کو گرم پانی میں حل کر کے کسی لکڑی کے ڈنڈے کے سرے پر کپڑا باندھ کر لوہے پر اچھی طرح رگڑا جائے جب زنگ اتر جائے تو اسے صابن کے ساتھ دھو لینا چاہیے اور پھر دھوپ میں خشک کر لیں۔

چینی کے برتنوں کی حفاظت

چینی کا بنا ہوا برتن اگر گرم ہو تو اس میں ٹھنڈا پانی ہرگز نہ ڈالیں اس صورت میں چینی کا اینمل خراب ہو جائے گا اور وہ استعمال کے قابل نہ رہے گا۔

پالش کیے ہوئے فرنیچر کی صفائی

پالش کیے ہوئے فرنیچر کو تل کے تیل سے صاف کرنا چاہیے اور بعد میں خشک کپڑے سے اچھی طرح رگڑا جائے، اس طریقے سے فرنیچر چمکدار ہو جائے گا۔

پھولوں کو تازہ اور بے داغ رکھنے کے لیے

پھولوں کو تازہ اور بے داغ رکھنے کے لیے ان پر لیموں کا عرق چھڑک دیں تو یہ کافی عرصے تک تر و تازہ اور بے داغ رہیں گے۔

لیموں کو تازہ رکھنے کا طریقہ

لیموں کو تازہ رکھنے کے لیے انھیں کسی برتن میں ڈال کر اس کے اوپر سوکھا نمک ڈال دیا جائے، اس سے لیموں کافی عرصے تک تازہ حالت میں رہتے ہیں۔

چاولوں کو کیڑوں سے کیسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے

چاولوں کو کیڑوں سے بچانے کے لیے ان میں پسا ہوا نمک ملا دینا چاہیے اس سے چاول کیڑوں سے محفوظ رہتے ہیں، ایک من چاول میں تقریباً ایک کلو نمک کی مقدار ہونا چاہیے۔

چوہوں کو بھگانے کا طریقہ

جس جگہ پر چوہے موجود ہوں وہاں پیپرمنٹ باریک کر کے چھڑک دینا چاہیے، اس طریقے سے چوہے دوبارہ اس طرف رخ نہیں کریں گے۔

پلاسٹک یا نائیلون کو سخت کرنا

پلاسٹک یا نائیلون کو سخت کرنے کے لیے اسے پیٹرول میں ڈبو دینا چاہیے، کچھ دیر بعد یہ سخت ہو جائیں گے۔

تھرماس کی صفائی

تھرماس خالی ہونے کے بعد اگر اچھی طرح نہ دھویا جائے تو اس میں سے بو آنے لگتی ہے، اس بو کو دور کرنے کیلیے آدھا کپ سرکہ ڈال کر رکھ دیں اور پھر چند گھنٹوں بعد پانی سے دھو لیں۔

پیاز کی سنہری رنگت

پیاز کو خوب صورت سنہری رنگت میں تلنے کا نسخہ یہ ہے کہ پیاز کو چھیلیں اور کاٹ کر پندرہ منٹ کے لیے تھوڑے سے دودھ میں بھگو دیں، پھر چھان کر تیل میں فرائی کر لیں۔ بہت خوب صورت سنہرا براؤن کلر آئے گا۔

اس پیاز کو انڈوں کے سالن یا ایسی مختلف ڈشز میں استعمال کریں، جہاں پیاز علیحدہ سے دکھائی دیتی ہو۔

زنگ سے بچاؤ

آپ کے گھر میں اوزار اکثر بکس میں پڑے پڑے زنگ آلود ہو جاتے ہیں، اگر ان اوزاروں والے بکس میں کافور کی ڈلیاں رکھ دی جائیں تو پھر ان اوزاروں کو زنگ نہیں لگے گا۔

آٹے کا خمیر

آٹے کو گوندھنے کے بعد اس پر گھی یا مکھن لگا دیا جائے تو اس پر پپڑی نہیں جمتی۔ مکھن لگا کر گیلا کپڑا نچوڑ کر آٹے پر ڈال دیں تو وہ خمیر نہیں ہوگا۔

پھلوں کے چھلکوں کے فائدے

خربوزے کے چھلکے دھوپ میں سکھا کر گرائنڈر کرنے کے بعد گوشت اور دال گلانے کے کام آتے ہیں۔ لیموں کے چھلکے منجن، سر دھونے اور برتن چمکانے کے کام آتے ہیں جب کہ کچے پپیتے تکہ کباب، چانپوں اور قیمہ، گوشت گلانے اور ذائقہ بڑھانے کے کام آتے ہیں۔

ٹماٹروں کو تازہ رکھنے کے لیے

ٹماٹروں کو سرکے والے پانی سے دھونے کے بعد ان کے سروں پر موم لگانے سے ٹماٹر کئی دنوں تک تازہ رہتے ہیں۔

سبزی تازہ رکھنے کے لیے

سبزی تازہ رکھنے کے لیے تھوڑے سے پانی میں سرک ملا کر سبزی پر چھڑک دیا جائے، اس طرح سے سبزی کافی دیر تک تازہ رہے گی اور اس کے جراثیم بھی مر جائیں گے۔

زیادہ دیر تک گوشت محفوظ کرنا

کاغذی لیموں نچوڑ کر اس میں پرانا گڑ گھول کر صاف دھلے ہوئے گوشت پر لگا دیں۔ اس کے بعد باریک نمک پیس کر گوشت پر چھڑکیں پھر دھوپ میں یا کوئلوں والے گرم خالی چولہے میں رکھ کر گوشت خشک کر لیں، یہ کافی ماہ تک خراب نہیں ہوگا۔

کیلے کے چند طبی استعمال

۱۔ اگر سانپ کاٹ لے تو کیلے کا تازہ رس نکال کر پلانے سے مار گزیدہ اچھا ہوتا ہے۔
۲۔ اگر رکا ہوا پیشاب بحال کرنا ہو تو مریض کو تیس گرام کیلے کی چھال کا رس پلانا چاہیے۔
۳۔ گرمی کی وجہ سے پیاس کی شدت کو کیلے کے استعمال سے ختم کیا جا سکتا ہے۔
۴۔ جو ورم یا سوزش گرمی کے سبب ہو، اس پر کیلے کے پتے باندھنے سے آرام آ جاتا ہے۔
۵۔ کیلے کے تنے کا رس سونگھنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

استری کی حفاظت کا طریقہ

۱۔ آلو سے استری کے نیچے والی سطح صاف ہو جاتی ہے۔
۲۔ استری کو بہت زیادہ گرم کر کے کھردرے سوتی کپڑے پر پھیرنے سے صاف ہو جاتی ہے۔

تالے کا زنگ دور کرنا

بارش کے پانی سے اگر تالے کو زنگ لگ جائے تو تالے میں مٹی کے تیل کے دو، تین قطرے ڈال کر کچھ دیر دھوپ میں رکھنے سے تالا ٹھیک ہو جائے گا۔

تنگ جوتے کو ٹھیک کرنے کا طریقہ

تنگ جوتے میں فلالین کا کپڑا تیز گرم پانی میں نچوڑنے کے بعد جوتے میں ٹھونسنے سے جوتا پھیل کر کھل جاتا ہے۔

چرچراہٹ ختم کرنے کا طریقہ

صابن کے چند ٹکڑے سرسوں کے تیل میں گرم کرنے کے بعد لکڑی کے دروازوں اور چارپائیوں کے جوڑوں میں ڈالنے سے، کافی عرصے تک چرچراہٹ ختم ہو جائے گی۔

چاندی کے برتنوں کی حفاظت

آلو کے ٹکڑے چھلکوں سمیت پانی میں ابالنے کے بعد چاندی

کے برتنوں کو دھو دیا جائے تو برتن صاف چمکدار اور دھبوں سے پاک ہو جائیں گے۔

دیمک کو ختم کرنے کا طریقہ

۱۔ مٹی کا تیل چھڑکنے سے دیمک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ تارکول لگانے سے یا کالا رنگ لگانے سے بھی دیمک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ربڑ کی چیزوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ

ربڑ کی چیزوں کو بکس میں رکھنے سے پہلے اگر ان کی تہوں میں ٹالکم پاؤڈر چھڑک دیا جائے تو یہ چیزیں زیادہ عرصے محفوظ رہتی ہیں۔

اسٹیل کے برتنوں کی صفائی کا طریقہ

نمک ملا کر ہلکا گرم پانی کر کے سرف سے دھولیں اور پھر کسی سوتی کپڑے سے خشک کرلیں۔ اس طرح اسٹیل کے برتنوں پر خراشیں بھی نہیں پڑیں گی اور یہ صاف اور چمک دار ہو جائیں گے۔

شیشے کی صفائی کے لیے

۱۔ شیشے پر سے داغ دھبے دور کرنے کے لیے روئی، مٹی کے تیل میں بھگو کر سرف والی جھاگ سے دھونے سے داغ دور ہو جائیں گے۔

۲۔ اخبار کا کاغذ ہلکا سا گیلا کر کے شیشے پر رگڑنے سے بھی شیشہ صاف ہو جاتا ہے۔

گوشت گلانا

پکتے ہوئے گوشت میں تھوڑا سا چھالیہ یا ایک چٹکی شکر یا پھر ایک چٹکی کھانے کا سوڈا ڈال دیں تو گوشت جلد گل جائے گا۔ خربوزوں کا چھلکا یا پپیتے کی ایک پھانک ڈال دینے سے بھی گوشت جلدی گل جاتا ہے۔ تھوڑی سا ادرک اور سرکہ ڈال کر بھی گوشت کو جلد گلایا جا سکتا ہے۔

گوشت محفوظ کرنا

گوشت میں سے ہڈیاں الگ کر کے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں۔ ان پر تیل اور مصالحے حسب ذائقہ لگا کر ٹکڑوں کو رسی میں پرو لیں اور دھوپ میں لٹکا کر خشک کریں، پھر اسے ڈبوں میں بند کر کے ایک سال تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

کچا گوشت صاف کر کے ٹکڑے کرلیں اور اسے پولی تھین کے بیگ میں ڈال کر فریزر میں رکھ دیں، گوشت کئی دن تک محفوظ رہے گا۔ گرمیوں میں گوشت کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے کپڑے کا ٹکڑا سرکے اور پانی میں تر کر کے اس میں گوشت لپیٹ کر رکھ دیں تو وہ دیر تک خراب نہیں ہوگا۔

چاولوں کو نکھارنا

ابلے ہوئے چاولوں میں ایک چٹکی گھی ڈالیں تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ ابلے چاولوں میں چند قطرے لیموں کا رس ڈالنے سے چاول سفید اور خوش ذائقہ ہو جائیں گے۔

چاول پکنے میں سخت رہ جائیں تو گیلے کپڑے کی تہیں بنا کر چاولوں کو دم دیں، چاول نرم ہو جائیں گے۔ چاول نرم پڑ جائیں تو اخبار کی تہیں بنا کر ڈھکنے کے نیچے رکھ دیں، اخبار نمی جذب کرے گا۔

مچھلی دیر تک رکھنا

مچھلی کا پیٹ چاک کر کے اچھی طرح صاف کرلیں۔ پھر نمک لگا کر سل یا چکی کے پاٹ کے نیچے رکھ دیں، اس میں سے پانی نکل جائے گا اور مچھلی دو تین دن تک خراب نہیں ہوگی۔ جب چاہیں کڑوے تیل اور بیسن سے دو تین مرتبہ دھو کر پکا لیں۔

انڈوں سے متعلق مسائل کا حل

انڈوں پر چربی مل کر پسے ہوئے نمک میں دبا دیں تو وہ ایک ماہ تک خراب نہیں ہوں گے صرف نمک میں دبا کر بھی یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

گرم پگھلے ہوئے موم میں انڈوں کو ڈبو کر نکال لیں اور پھر کسی

ٹھنڈی جگہ پر محفوظ کر لیں تو وہ کئی ماہ تک خراب نہیں ہوں گے۔

کریلوں کی کڑواہٹ دور کرنا

کریلوں کے چھلکے اتار کر انھیں کاٹ لیں۔ بیج نکال کر کٹے ہوئے کریلوں پر نمک لگا کر انھیں اچھی طرح ملیں۔ تھوڑی دیر پڑا رہنے دیں تو کڑواہٹ دور ہو جائے گی۔

سبزیاں تازہ رہیں

سبزیوں پر پانی چھڑک کر انھیں کاغذ میں لپیٹ کر رکھیں تو وہ زیادہ دیر تک تازہ رہیں گی۔ صرف پانی چھڑک کر بھی سبزیوں کو زیادہ دیر تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

سبزیاں محفوظ کر کے زیادہ عرصے تک پکائی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے موسمی سبزیاں سستے داموں خرید کے حسب ضرورت پولی تھین کی تھیلیوں میں بند کر لیں اور فریزر میں رکھ دیں۔ یہ سبزیاں کئی ماہ تک کام آ سکتی ہیں۔

سبزیوں کا پیسٹ بنا کر بھی فریزر میں رکھا جا سکتا ہے۔ اسی پیسٹ میں ٹماٹر، دھنیہ، پودینہ، ادرک، ہری مرچ اور لہسن استعمال کر کے اسے پولی تھین والے پیکٹ میں اچھی طرح بند کر کے فریزر میں رکھیں تو کئی دن تک استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

ادرک کو دیر تک تازہ رکھنے کے لیے اسے گملے کی مٹی میں دبا کر پانی چھڑک دیں تو کئی روز تک تازہ ادرک استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

پھلوں کی تازگی برقرار رکھنا

پھلوں پر پانی چھڑک دیں تو وہ کئی روز تک تازہ رہیں گے۔ پانی چھڑک کر کاغذ میں لپیٹ کر رکھنے سے بھی پھلوں کی تازگی دیر تک برقرار رہتی ہے۔

پھلوں کو جراثیم سے بچانے کے لیے انھیں پوٹاشیم پرمیگانیٹ ملے پانی سے اچھی طرح دھوئیں، وہ جراثیم سے پاک ہو جائیں گے۔

پھلوں پر لیموں کا عرق چھڑک دیں تو وہ دیر تک تازہ اور بے داغ رہیں گے۔

دودھ، دہی اور پنیر کو تازہ رکھنا

دودھ گرم کرتے وقت دیگچی میں تھوڑا سا مکھن لگا لیا جائے تو دودھ نہیں ابلے گا۔

دودھ سے تیار کی گئی چیزیں مثلاً مکھن، پنیر، دہی اور کریم اگر فریزر میں رکھ دیں تو انھیں زیادہ دنوں تک استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

دہی جلد جمانے کے لیے دودھ میں تھوڑی سی ٹاٹری یا ٹارٹرک ایسڈ ملا دیں تو وہ جلد جم جائے گا۔

پنیر کو زیادہ دیر تک تازہ رکھنے کے لیے اسے سرکے میں بھیگے کپڑے میں لپیٹ کر رکھیں تو پنیر کی تازگی دیر تک قائم رہے گی۔

گرمیوں کے موسم میں دودھ کو دن میں دو تین مرتبہ ابال کر اور ٹھنڈا کر کے کسی کھلے منھ والے برتن میں پانی ڈال کر دودھ کا برتن اس پانی میں رکھ دیں تو دودھ خراب نہیں ہوگا۔

دہی، مولی اور پنیر ملا کر کھانے سے درد قولنج ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔

مچھلی کے ساتھ دودھ، گنے کے رس یا شہد کھانے سے پھلبہری کی شکایت ہو جاتی ہے۔

دہی اور انڈا ایک ساتھ کھانا مضر صحت ہے۔

سیاہی کے دھبے دور کرنا

سرخ روشنائی کے داغوں کو بوریکس کے محلول یا اسپرٹ اور سرکے کے محلول سے صاف کریں۔

سیاہی اور کاجل کے داغ دھبوں پر نمک لگا دینے سے داغ دور ہو جاتے ہیں۔

لیموں پر نمک لگا کر داغوں والی جگہ پر رگڑنے سے داغ صاف ہو جاتے ہیں، بعد میں پانی سے دھو کر دھوپ میں ڈال دیں۔

سیاہی کے دھبے دور کرنے کے لیے کچا آلو چھیل کر داغوں والی جگہ پر رگڑیں تو دھبے صاف ہو جاتے ہیں۔

روشنائی والی جگہ پر پان میں استعمال ہونے والا چونا رگڑنے سے بھی داغ دور ہو جائے گا۔

نیلی سیاہی کے داغ کو پندرہ منٹ تک دودھ میں بھگو کر رکھ

دیں پھر کپڑے کو پانی سے دھولیں، داغ دور ہو جائے گا۔

اگر کپڑوں پر سرخ سیاہی کے داغ لگ جائیں تو ان کو دور کرنے کے لیے داغوں پر سرسوں کی لئی یا الکوحل لگائیں تو داغ صاف ہو جائیں گے۔

سیاہی کے داغ والی جگہ کو چند گھنٹے ٹماٹر کے رس میں بھگو دیں اور پھر دھولیں، داغ صاف ہو جائے گا۔

کپڑوں پر سیاہی یا بال پوائنٹ کی لکیریں لگ جائیں تو انھیں سپرٹ سے بھی صاف کیا جا سکتا ہے۔

کپڑوں سے سرخ روشنائی کے دھبے دور کرنے کے لیے ان پر دہی ڈال کر رگڑیں اور پھر صابن سے اچھی طرح دھولیں۔

سیاہی کے داغوں پر ابلے ہوئے چاول رگڑیں، دو تین بار ایسا کرنے سے داغ دور ہو جائیں گے۔

پسی ہوئی رائی کو گاڑھا گھول کر سیاہی کے داغوں پر لگائیں اور رات بھر پڑا رہنے دیں، صبح کو دھولیں تو داغ دور ہو جائیں گے۔

سیاہی کے پکے داغوں کو دور کرنے کے لیے تارپین اور امونیا ہم وزن لے کر اس میں داغوں والا حصہ دو تین گھنٹے تک بھگو دیں پھر نیم گرم پانی سے اچھی طرح دھولیں۔

خون کے دھبے دور کرنا

کپڑوں پر خون کے دھبے لگ جائیں تو انھیں ٹھنڈے پانی سے دھولیں، داغ دور ہو جائیں گے۔

خون کے پرانے دھبے دور کرنے کے لیے ان پر امونیا لگائیں اور کچھ دیر پڑا رہنے دیں پھر صابن سے دھولیں۔

خون کے دھبے پر نشاستے کی لئی پکا کر لگائیں، لئی سوکھ جائے تو اسے برش سے صاف کر دیں، دھبہ دور ہو جائے گا۔

خون کے پرانے داغ پر نمک لگا کر کچھ دیر پڑا رہنے دیں، پھر صابن سے دھو ڈالیں۔ دھبے والے حصے کو کئی گھنٹے تک دودھ میں بھگو دیں پھر اسے گرم دودھ سے رگڑ کر دھولیں، داغ صاف ہو جائے گا۔

سالن اور چکنائی کے دھبے دور کرنا

ریشمی کپڑے پر سالن کا داغ لگ جائے تو اس پر ٹیلکم پاؤڈر چھڑک دیں۔ بعد میں نیم گرم پانی سے اچھی طرح دھولیں۔ داغ پر چاک یا کھریا مٹی چھڑک کر رگڑیں تو بھی وہ صاف ہو جائے گا۔

ریشمی یا گرم کپڑوں سے سالن یا چکنائی کے داغ دور کرنے کے لیے تھوڑا سا امونیا بھی پانی میں حل کر کے لگایا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے گرم پانی اور بوریکس کا محلول بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ریشمی یا گرم کپڑے پر سے چکنائی یا کسی اور چیز کے داغ دھبے دور کرنے کے لیے اس پر تھوڑا سا پیٹرول آہستہ آہستہ لگائیں پھر اسے دھوپ میں پھیلا دیں۔

چکنائی کے داغ دور کرنے کے لیے کپڑے پر جاذب کاغذ رکھ کر اوپر گرم گرم استری کریں۔

گرم کپڑوں سے چکنائی کے دھبے دور کرنے کے لیے ان پر دہی لگائیں پھر کچھ دیر کے بعد صابن سے دھو ڈالیں۔

پھلوں کے داغ دور کرنا

کپڑوں پر سے پھلوں کے داغ دور کرنے کے لیے انھیں لیموں، گرم پانی اور صابن سے اچھی طرح دھولیں تو داغ دور ہو جائیں گے۔

رنگ دار کپڑوں سے جوس کے داغ دور کرنے کے لیے نوشادر کا محلول یا گلیسرین استعمال کریں۔

پپیتے کے دھبے دور کرنے کے لیے پانی میں سرکہ ملا کر دھوئیں تو کپڑے صاف ہو جائیں گے۔

پھلوں کے داغ والے حصے کو ٹماٹر کے رس میں ڈبو کر خوب اچھی طرح مل لیں تو داغ دھبے دور ہو جائیں گے۔

اورنج کے جوس کا داغ دور کرنے کے لیے گرم پانی میں بوریکس پاؤڈر ملا کر صابن سے دھولیں۔

مٹی اور کیچڑ کے داغ صاف کرنا

مٹی اور کیچڑ کے داغ پر آلو کاٹ کر رگڑیں، کپڑے صاف ہو جائیں گے۔

کپڑے پر لگی مٹی کو خشک ہونے دیں، پھر اسے رگڑ کر اتاریں اور صابن سے دھو ڈالیں۔

پان اور چائے کے داغ دور کرنا

پسی ہوئی پھٹکری پان کے داغوں پر ملیں اور پھر نیم گرم پانی اور صابن سے دھولیں۔

کچا امرود پان کے دھبوں پر رگڑنے سے دھبے صاف ہوجائیں گے۔

پان کے دھبوں پر پیاز یا دودھ رگڑ کر صابن سے دھولیں۔

سفید کپڑے پر پان کی پیک پڑ جائے تو داغ پر چونا رکھیں اور دوسرے دن صابن سے رگڑ کر دھوئیں۔

چائے کا داغ دور کرنے کے لیے داغ پر سہاگہ رگڑیں اور گرم پانی سے دھولیں۔

چائے کے داغوں کو آلوؤں کے پانی میں رگڑ کر دھولیں۔

کپڑوں پر ہائیڈروجن پر آکسائیڈ، گلیسرین یا پیٹرول لگا کر نیم گرم پانی اور صابن سے دھو کر بھی چائے کے داغ دھبے دور کیے جاسکتے ہیں۔

چائے کے داغوں پر بلیچنگ پاؤڈر اور پانی لگا کر پانچ دس منٹ تک دھوپ میں رکھیں۔ پھر پانی سے دھولیں، دھبے دور ہوجائیں گے۔

تیل، رنگ اور تارکول کے داغ دور کرنا

کپڑوں پر سے مشین کے تیل کا داغ دور کرنے کے لیے اس پر الکحل یا پیٹرول رگڑیں پھر تھوڑی دیر کے بعد اس پر بڑا سا سیاہی چوس رکھ کر گرم استری پھیر دیں، سیاہی چوس چکنائی جذب کرے گا۔

رنگ کے داغ پر مٹی کا تیل ملیں اور پھر سرکہ ملے پانی سے دھولیں۔ اسپرٹ 'ورامونیا میں روئی کو بھگو کر داغ والی جگہ پر دو تین مرتبہ رکھنے سے بھی رنگ کے دھبے دور ہوجائیں گے۔

رنگ اور پینٹ کے دھبے تارپین کے تیل میں رگڑ کر صابن سے دھوئیں تو وہ جلد صاف ہوجائیں گے، ایملشن پینٹ کے دھبے تارپین کے تیل کی بجائے اسپرٹ اور پانی کے محلول سے صاف کریں۔

گریس اور تیل کے داغ دھبے دور کرنے کے لیے کپڑے کو کاربن ٹیٹرا کلورائڈ کے محلول میں دھوئیں۔

امونیا اور تارپین کا تیل ہم وزن لے کر اس میں داغ دھبوں والا حصہ کچھ دیر تک بھگو دیں اور پھر صابن سے اچھی طرح دھو ڈالیں، دھبے دور ہوجائیں گے۔

تارکول کے داغ پر مٹی کا تیل، ویزلین یا گھی لگا کر ایک دو گھنٹے پڑا رہنے دیں پھر گرم پانی اور صابن سے دھولیں۔

تارکول کے داغ کو تارپین کے تیل یا پیٹرول میں اچھی طرح رگڑیں اور پھر نیم گرم پانی اور صابن سے اچھی طرح دھولیں۔

جلنے کا داغ دور کرنا

استری کے جلے داغ پر ٹشو پیپر رکھیں اور دو تین قطرے ہائیڈروجن پر آکسائیڈ کے ٹپکا دیں، پھر گیلی حالت میں کاغذ پر استری پھیر دیں جلنے کا داغ دور ہوجائے گا۔

جلنے کے داغ پر کاربن فلور کی لئی بنا کر ملیں پھر سوکھنے پر لئی اتار دیں، داغ ختم ہوجائیں گا۔

پان تمباکو کا داغ دور کرنا

داغ والے حصے کو ٹھنڈے پانی سے دھولیں اور پھر گرم گلیسرین اس پر لگا دیں، آدھ گھنٹے کے بعد صابن اور پانی سے دھولیں، داغ دور ہوجائے گا۔

اگر تمباکو کے داغ والے حصے پر لیموں کا رس اور الکحل لگا دیں تو داغ ختم ہوجائے گا۔

کتھے چونے کا داغ والا کپڑا صابن سے دھولیں اور پھر داغ والے حصے کو تیز گرم دودھ کی ایک پیالی میں بھگو دیں، دس منٹ بعد رگڑ کر دوبارہ پانی سے دھو ڈالیں۔

پیاز کو کدوکش کر کے دھبے پر رگڑیں تو پان کا دھبہ دور ہوجائے گا۔

کپڑوں پر سے زنگ دور کرنا

تھوڑا سا نمک لیں، اس میں لیموں کا رس ملا کر زنگ والے حصے پر رگڑیں، داغ ختم ہوجائے گا۔

اگر روئی کو سرکے میں بھگو کر زنگ والی چیز پر ملا جائے تو زنگ صاف ہوجاتا ہے۔

اگر کپڑوں پر زنگ کا داغ پرانا ہے تو چاول ابال کر کھولتی ہوئی پیچ میں کپڑے کا زنگ والا حصہ ڈال دیں، دو گھنٹے تک بھیگا رہنے دیں اور پھر صابن سے دھولیں داغ صاف ہو جائے گا۔

قالین صاف کرنا

ایک کپڑا تارپین کے تیل اور گرم پانی میں بھگو دیں، تھوڑی دیر کے بعد اس کپڑے سے قالین کو صاف کریں تو وہ خوب چمکے گا۔

اگر قالین پر دودھ یا کوئی اور چیز گر جائے تو ایک سادہ اسفنج لے کر ہلکا سا گیلا کر کے اس سے قالین صاف کریں تو دودھ یا کوئی دوسری گری ہوئی چیز صاف ہو جائے گی۔

اگر قالین پر کانچ کے ٹکڑے یا شیشہ وغیرہ گر جائے تو موٹا اونی کپڑا لے کر تھوڑا سا گیلا کر لیں، اس سے کانچ کے ٹکڑے آسانی سے سمیٹے جا سکتے ہیں۔

پسینے کے داغ دور کرنا

پسینے کے داغ دور کرنے کے لیے کپڑے دھونے کے بعد پانی میں تھوڑا سا سرکہ ملا کر داغ والے حصے کو اس میں بھگو دیں۔ دس منٹ تک اسی طرح رہنے دیں اور پھر صابن سے دھولیں۔

پانی میں تھوڑا سا امونیا ملا لیں اور پسینے کے داغ والا حصہ بھگو دیں، تھوڑی دیر کے بعد کپڑے کو صابن سے دھولیں، داغ صاف ہو جائیں گے۔

سوتی کپڑے پر داغ ہوں تو نوشادر اور صابن پیس کر لگا دیں پھر پاؤڈر سے دھولیں۔

سوڈے اور واشنگ پاؤڈر ملے پانی میں داغ والا حصہ کچھ دیر بھگو دیں، پھر اسے پانی سے اچھی طرح دھو ڈالیں۔ کپڑے پر سے پسینے کے داغ دور ہو جائیں گے۔

ریشمی کپڑوں کو امونیا اور ڈسٹلڈ واٹر سے دھو کر بھی پسینے کے داغ دور کیے جا سکتے ہیں۔

ہلدی کے داغ دور کرنا

پانی میں تھوڑا سا لیموں کا رس ملا کر اس میں کپڑے کا داغ والا حصہ بھگو دیں، کچھ دیر ایسے ہی پڑا رہنے دیں، اس کے بعد صابن اور پانی سے کپڑے کو اچھی طرح دھولیں، ہلدی کے داغ ختم ہو جائیں گے۔

اگر کپڑے پر ہلدی کے داغ گہرے ہوں تو ٹاٹری چھڑک کے داغ والے حصے کو صابن سے مل کر دھولیں۔

صرف صابن سے داغ والے حصے کو اچھی طرح مل کر دھولیں تو ہلدی کے داغ دور ہو جائیں گے۔

پرانے داغ دور کرنا

اگر ریشمی کپڑوں پر لگے ہوئے داغ پرانے ہو جائیں تو انھیں دور کرنے کے لیے بورک کا ہلکا سا محلول داغ والے حصے پر لگا دیں اور پھر صابن سے دھولیں۔

رنگ دار کپڑوں پر اگر کوئی پرانا داغ ہو تو اس پر لیکوئڈ امونیا لگائیں، کچھ دیر بعد کپڑے کو صابن اور پانی سے دھولیں، داغ دور ہو جائیں گے۔

ریشمی اور سوتی کپڑوں پر لگے بعض پرانے داغ دھبے پیٹرول سے بھی صاف کیے جا سکتے ہیں۔ داغ والے حصے پر پیٹرول لگا کر اچھی طرح رگڑیں اور پھر صابن سے دھوئیں۔

اگر فلیٹ کے کپڑوں پر کوئی کالا داغ لگا ہوا ہو تو اس حصے پر تھوڑا سا سرسوں کا تیل لگائیں۔ تھوڑی دیر بعد گرم پانی اور صابن سے مل کر اچھی طرح دھولیں، داغ دور ہو جائے گا۔

کپڑوں کی پیلاہٹ دور کرنا اور چمکدار بنانا

سفید کپڑوں کی پیلاہٹ دور کرنے کے لیے انھیں بلیچنگ پاؤڈر ملے پانی میں ایک گھنٹے تک بھگو دیں اور پھر صابن سے اچھی طرح مل کر دھولیں۔

سفید ریشمی کپڑے نمک ملے نیم گرم پانی میں دھو کر سائے میں سکھانے سے ان کی پیلاہٹ دور ہو جاتی ہے۔

کپڑے دھونے کا سوڈا اور کپڑے دھونے کا صابن گرم پانی میں پکا کر اس سے بہت میلے کپڑے بھی دھوئے جائیں تو وہ چمکدار ہو جائیں گے۔

کپڑوں کو کیڑوں سے بچانا

کپڑوں پر فارمل ڈی ہائیڈ کا محلول چھڑک دیں تو وہ کیڑوں سے محفوظ رہیں گے۔ سوتی یا ریشمی کپڑے جو زیر استعمال نہ ہوں، ان پر یہ محلول چھڑک کر الماری یا صندوق میں رکھے جاسکتے ہیں۔

کپڑوں کے نیچے نیم کے پتے اور ان کے تہہ میں فنائل کی گولیاں رکھ دینے سے بھی انہیں کیڑا نہیں لگے گا۔ پندرہ دن یا ایک ماہ بعد کپڑوں کو دھوپ لگائیں اور الماری یا صندوق صاف کریں۔

اونی کپڑے نرم اور گرم بنانا

گرم اونی کپڑوں کو دھوتے وقت اگر پانی میں ایک چائے کے چمچے کے برابر زیتون کا تیل ڈال لیں تو کپڑے زیادہ نرم اور گرم محسوس ہوں گے۔

پیتل کے برتن صاف رکھنا

پیتل کے برتن یا گلدان صاف کرنے کے لیے نمک لگا کر یا لیموں کاٹ کر ملنے سے ان پر جمی میل اتر جائے گی اور وہ پھر سے چمکنے لگیں گے۔

تھوڑی سی املی پانی میں بھگو کر اچھی طرح مل لیں، کچھ دیر بعد اس پانی سے پیتل کے برتن دھوئیں تو وہ چمک اٹھیں گے۔

ایلومینیم کے برتن صاف کرنا

لیموں کے رس میں کپڑا بھگو کر ایلومینیم کے برتن کو صاف کریں اور پانی سے دھو ڈالیں تو وہ چمکدار ہو جائیں گے۔

ایلومینیم کے برتن سے جلی ہوئی چیزیں اتارنے کے لیے پیاز کاٹ کر برتن میں ڈالیں اور پانی ملا کر ابال لیں، برتن صاف ہو جائے گا۔

ایلومینیم کے برتنوں کو دھان کا کھردرا اور سوکھا جوسا لے کر صاف کرنے کے بعد صابن اور پانی سے اچھی طرح دھو لیں تو برتن صاف اور چمکدار ہو جائیں گے۔

تانبے کے برتنوں کی صفائی

نمک کے پانی میں سرکہ ملا کر تانبے کے برتن صاف کرنے سے ان کی میل دور ہو جائے گی۔

پانی میں کپڑے دھونے کا سوڈا ڈال کر ابال لیں اور پھر اس سے تانبے کے برتن دھوئیں تو وہ صاف ستھرے ہو جائیں گے۔

سرکے میں کپڑے دھونے کا سوڈا اور چونا ملا کر بھی تانبے اور جست کے برتن صاف کیے جاسکتے ہیں۔

برتنوں سے دھوئیں کے داغ دور کرنے کے لیے انہیں گیلے کپڑے اور نمک سے رگڑیں۔

شیشے اور چینی کے برتن چمک دار بنانا

شیشے کے برتنوں کو لیموں کا عرق یا نمک اور سرکے سے دھونے سے برتن چمکدار ہو جائیں گے۔

شیشے اور چینی کے برتن صاف نمک یا سرکے کے ساتھ دھونے سے بھی صاف ہو جاتے ہیں۔

اسٹین لیس اسٹیل کے برتن چمک دار بنانا

نرم کپڑا بیکنگ پاؤڈر میں نم کر کے برتنوں پر ملیں تو وہ صاف ہو جائیں گے۔

اوون کے برتن سے داغ اتارنا

دو بڑے چمچے بورک وم میں ملائیں۔ پھر تھوڑے سے پانی میں گھول لیں۔ یہ آمیزہ کپڑے سے برتن پر لگائیں۔ آدھے گھنٹے بعد کپڑے پر وم لگا کر اچھی طرح دھوئیں، برتن کے داغ صاف ہو جائیں گے۔

اوون کے برتن سے داغ اتارنے کے لیے نمک اور سرکہ لگائیں تو داغ کم ہو جائیں گے۔ بار بار ایسا کرنے سے داغوں کی مکمل صفائی ہو جائے گی۔

پلاسٹک کے برتن صاف کرنا

گرم پانی میں تھوڑا سا نمک اور کپڑے دھونے والا سوڈا ڈال لیں، برتن اس پانی میں بھگو کر صاف کر لیں۔ پلاسٹک کے برتنوں سے داغ جاتے رہیں گے۔

نائیلون کے برش پر وم لگا کر رگڑیں اور پھر صابن لگا کر دھو لیں، بعد میں کپڑے سے اچھی طرح پونچھ لیں۔ پلاسٹک کے

برتن اور ٹوکریاں صاف ہو جائیں گی۔

پانی میں نمک ملا کر دھونے سے بھی پلاسٹک کے برتن اور دوسری اشیا صاف ہو جائیں گی۔

فرش سے دھبے دور کرنا

فرش پر اگر سفیدی کے دھبے پڑ جائیں تو انھیں دور کرنے کے لیے کپڑے دھونے کا سوڈا اور سرسوں کا تیل تھوڑا تھوڑا لے کر حسب ضرورت پانی میں حل کر لیں اور پھر اس میں کپڑا بھگو کر فرش پر رگڑیں تو فرش صاف ہو جائے گا۔

چونے کے داغوں کو فوری طور پر تازہ پانی سے اور خشک داغوں کو سرکے اور گرم پانی کے محلول سے بھی صاف کیا جا سکتا ہے۔

کپڑے دھونے کا سوڈا، نمک اور پھٹکری صابن ملے گرم پانی میں ڈال کر فرش دھونے سے بھی داغ دھبے دور ہوتے ہیں اور فرش میں چمک پیدا ہوتی ہے۔

فرش پر روغن گر جائے تو اسے مٹی کے تیل سے صاف کیا جا سکتا ہے۔

فرش پر سبز کائی جم جائے تو اس پر سفیدی چھڑک دیں پھر چند گھنٹوں بعد جھاڑو سے اچھی طرح رگڑ کر پانی سے دھو لیں، کائی اتر جائے گی۔

سنگ مرمر کا فرش صاف کرنے کے لیے گرم پانی میں چند قطرے ایمونیا ملا کر دھویا جائے تو وہ بہتر طور پر صاف ہوگا۔

باورچی خانے کی صفائی

باورچی خانے کی نالیوں میں گھی یا چکنائی جم جائے تو ان میں مٹھی بھر کپڑے دھونے کا سوڈا گرائیں اور اس کے اوپر آدھی پیالی سرکہ ڈال دیں، پانچ دس منٹ بعد گرم پانی سے نالی دھو ڈالیں۔

لکڑی پر سے دھوئیں یا کالک کے داغ دور کرنے کے لیے نوشادر ملا مٹی کا تیل لکڑی پر لگائیں تو داغ دور ہو جائیں گے۔

ریت اور برتن دھونے کا پاؤڈر ملا کر اس سے بیسن مانجھیں تو وہ خوب صاف ہو جائے گا۔

لوہے کا توا یا کڑھائی دھونے کے بعد تیل لگا لیں تو زنگ نہیں لگے گا، انھیں صاف کرنے کے لیے نم دار کپڑے کے ساتھ سوڈا لگا کر رگڑیں اور دھو لیں۔

چھری کانٹے اور چمچوں کو واشنگ پاؤڈر سے دھونے کے بعد کپڑے سے صاف کریں، چاقو چھریوں کو نمک سے دور رکھیں اور اگر ان پر زیتون کا تیل لگا لیں تو وہ دیر تک چمکدار رہیں گے۔ چھری کانٹوں کے دھونے کے لیے سیال بلیچنگ ہرگز استعمال نہ کریں۔

چاقو چھریوں کے دستے لیمن جوس اور نمک ملا کر صاف کریں۔ پلاسٹک کے دستوں کو لیمن جوس اور پانی کے محلول سے صاف کیا جا سکتا ہے۔

فرنیچر کی صفائی

کپڑے یا روئی کو اسپرٹ میں بھگو کر فرنیچر کی میل صاف کی جا سکتی ہے۔

تارپین کا تیل، السی کا تیل، اسپرٹ اور سرکہ ہم وزن لے کر بوتل میں بھر لیں۔ پھر کسی سوتی کپڑے کو اس محلول میں بھگو کر فرنیچر پر لگائیں، بعد میں خشک کپڑے سے رگڑ کر صاف کر لیں فرنیچر چمک اٹھے گا۔

گہرے یا سیاہی مائل فرنیچر پر سے خراشوں کے نشانات دور کرنے کے لیے ہارڈ ویئر کی دکانوں سے خصوصی پالش خرید کر استعمال کی جا سکتی ہے۔ ٹنکچر آئیوڈین سے بھی داغ صاف کیے جا سکتے ہیں۔ آبنوس یا ساگوان کی لکڑی کا فرنیچر ساگوان کے تیل سے صاف کریں۔

فریج کی صفائی

فریج گندا ہو جائے تو گرم پانی میں تھوڑا سا سوڈا بائی کارب (کھانے کا سوڈا) ڈال کر اس میں نرم کپڑا بھگو کر صفائی کریں۔

خشک کھانے یا ایسی اشیا جو ایک دوسرے کی خوشبو جذب کریں انھیں پلاسٹک کے تھیلوں میں بند کر کے رکھیں۔

اگر فریج میں ایک چھوٹا پیاز رکھ دیں تو فریج میں سے پھلوں کی بو نہیں آئے گی۔

فریج کی ٹرے میں اگر برف کے ٹکڑے جم جائیں تو ان پر ٹھنڈا پانی ڈالیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد نکال لیں آسانی سے نکل آئیں گے۔

مکھی اور مچھر بھگائیں

گرمیوں کے موسم میں مچھروں سے نجات کے لیے کمرے میں نیم کے پتے، گندھک یا کلونجی جلائیں، ان کے دھوئیں سے مچھروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

مچھروں سے بچنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ رات کو سونے سے قبل منہ اور ہاتھ پاؤں پر سرسوں کا تیل یا لیموں کا رس مل لیں، مچھر نہیں کاٹے گا۔

مچھروں سے بچاؤ کے لیے لوبان سلگائیں، اس کی تیز بو اور دھوئیں سے مچھر کمرے میں نہیں آئیں گے۔

مکھیوں سے نجات کے لیے فرش اور دیواروں پر فینائل یا ڈیٹول کا چھڑکاؤ کریں۔ چائے کی استعمال شدہ پتی سکھا کر دہکتے ہوئے انگاروں پر ڈال دیں، مکھیاں قریب نہیں آئیں گی۔ جہاں مکھیاں زیادہ آتی ہوں وہاں پودینے کے پتے رکھ دیں مکھیاں نہیں آئیں گی۔

چیونٹیوں اور کھٹملوں سے نجات

چیونٹیوں والی جگہ پر فینائل کا چھڑکاؤ کریں چیونٹیاں جمع نہیں ہوں گی۔

سنگترے کے چھلکوں کا رس نکال کر چیونٹیوں والی جگہ پر چھڑک دیں۔ بلوں کے منہ پر سہاگہ چھڑکنے سے بھی چیونٹیاں باہر نہیں نکلیں گی۔

چیونٹیوں کے بلوں کے منہ پر مٹی کا تیل چھڑک دیں یا ہینگ کا چھوٹا سا ٹکڑا رکھ دیں تو چیونٹیوں سے نجات مل جائے گی۔

جہاں سے چیونٹیوں کو بھگانا مقصود ہو وہاں آلو کے ٹکڑے ایمونیا میں بھگو کر رکھ دیں۔ پانی میں نمک ملا کر دھونے سے بھی دیمک، چیونٹیاں اور دوسرے کیڑے مکوڑوں سے نجات مل جاتی ہے۔

چارپائیوں سے کھٹمل نکالنے کے لیے انہیں دھوپ میں رکھیں یا سرخ مرچوں کی دھونی دیں۔

چونے کی قلعی میں نیلا تھوتھا ملا کر دیواروں اور سوراخوں میں بھر دیں تو کھٹمل ختم ہو جائیں گے۔

پلنگ یا چارپائی کے چاروں پایوں میں اجوائن کی پوٹلیاں باندھ دیں تو کھٹمل ختم ہو جائیں گے۔

گرم پانی میں پھٹکری ڈال کر مسہری میں ڈالنے سے بھی کھٹمل ختم ہو جاتے ہیں۔

ٹڈی اور لال بیگ سے بچاؤ

ٹڈی اور لال بیگ سے نجات کے لیے کمروں اور الماریوں میں بورک ایسڈ کا چھڑکاؤ کریں، الماریوں میں بورک ایسڈ چھڑکنے کے بعد اخباری کاغذ کے بجائے خاکی کاغذ بچھا دیں۔

دیمک اور کتابی کیڑوں سے بچاؤ

الماریوں میں رکھی کتابوں کو دیمک اور کیڑوں سے بچانے کے لیے ان کے اوراق میں نیم یا پودینے کی پتیاں ڈال دیں، وقتاً فوقتاً پتیاں بدلتے رہیں۔

اگر لیموں کے چھلکے بھی کتابوں میں رکھ دیے جائیں تو کتابیں دیمک اور کیڑوں سے محفوظ رہیں گی۔

لکڑی کے سامان یا فرنیچر کو دیمک سے بچانے کے لیے مٹی کا تیل یا پیٹرول اس پر لگائیں۔

* * *